اس واقعہ پر یوں تبصرہ کیا ہے :۔

"مسٹر جناح نے بے حد دانش و تدبیر سے کام لیا کہ مولوی عبدالحامد بدایونی کی اِس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جس کا منشاء یہ تھا کہ احمدیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے ہمیں اِس مسئلہ کے متعلق مسٹر جناح کے مسلک کی نسبت کچھ بھی شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کشمیر کی پریس کانفرنس میں صاف صاف فرمایا تھا کہ فرقوں کی بحث نہ اٹھاؤ ہر مسلمان مسلم لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے ..... قرارداد کو رد کرنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسٹر جناح اس قسم کی تفریق آمیز تجاویز کو ملت کے مقاصد کے لئے نقصان رساں سمجھتے رہے ہیں۔"

(انقلاب لاہور ۱۳۔ اگست ۴۴ء)

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اللہ تعالے جو انسان پر فضل و احسان کرتا ہے اور نعمتیں اُسے دیتا ہے انہیں کوئی گن نہیں سکتا. ناشکرا انسان شائد اسے میرا مبالغہ سمجھے مگر قرآن کریم تو مبالغہ سے پاک ہے۔ وہ خود فرماتا ہے وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار (ابراہیم ۱۴-۳۴) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ یقیناً انسان (اپنے نفس پر) بڑا ظالم اور بڑا ہی ناشکرگزار ہے" اللہ تعالیٰ جو ظاہری نعمتیں دیتا ہے اُنہی کو گننا ناممکن ہے۔ باطنی نعمتیں ان سے بھی بڑھ کر اور لاانتہا ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑی نعمت وہ رُوح ہے جو اُس نے صرف انسان میں پھونکی ہے اور کسی اور مخلوق کو نہیں دی۔ جب فرشتوں کو اللہ تعالے نے فرمایا کہ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین (سورۃ الحجر ۱۵-۲۹) "یعنے سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک بنالوں اور اپنی رُوح میں سے اس میں پھونکوں تو تم اس کی فرمانبرداری میں گر پڑنا" اور چونکہ فرشتے تمام کائنات کی طاقتوں پر مقرر ہیں اس لئے اُن کی فرمانبرداری تمام کائنات کی فرمانبرداری کے مترادف ہے۔

تو اس رُوح کی وجہ سے انسان نہ صرف زمین میں اللہ تعالے کا خلیفہ بنا بلکہ اسی رُوح کی وجہ سے وہ اخلاق الہٰی اور صفات الہٰی کو اپنے اندر پیدا کر کے اللہ تعالے کا قرب دن بدن حاصل کرتے ہوئے آخر لقاءِ الہٰی سے سرفراز کیا جاتا ہے جو کہ انسان کی زندگی اور اس کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق اللہ (یعنے اللہ تعالے کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) اور قرآن کریم خود فرماتا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عٰبدون (البقرۃ ۲-۱۳۸) "اور اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں" اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا اسی کی صفات میں رنگین ہونا ہے۔ اور اللہ کا رنگ اُسی کی فرمانبرداری سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے جو احکام دیئے ہیں وہ بھی انسان میں اپنی صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ اگر وہ سُبحان یعنے بے عیب ہے تو انسان کو بھی تقوٰے کے احکام دے کر بے عیب کرنا چاہا ہے اور اگر وہ تمام تعریفوں یعنے اعلیٰ صفات اور خوبیوں کا مالک ہے تو ان کو بھی قرآن حکیم میں بالتفصیل بیان فرما کر انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی انہیں حاصل کرے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ میں رحم ہے تو انسان کو بھی بار بار دوسروں پر بلکہ تمام مخلوق پر رحم کرنے کا حکم ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا :۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

"یعنے جو زمین میں ہیں اُن پر تم رحم کرو تو جو آسمان میں ہے (یعنے اللہ تعالیٰ) وہ تم پر رحم کرے گا"

(اقتباس از خطبہ جمعہ جناب نصیر احمد فاروقی)

جماعت راولپنڈی کی تعزیتی قرارداد

آج ۱۶-۷-۸۲ کو مسجد مبارک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ راولپنڈی کا ایک ہنگامی اجلاس بعد از نماز جمعہ زیر صدارت محترم میاں شریف احمد صاحب منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

مکرم میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے مورخہ ۱۴-۷-۸۲ نماز تراویح میں یہ افسوسناک خبر سنائی کہ شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآبادی وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس محترم شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآباد کی ناگہانی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالے سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزہ واقارب کو یہ نقصان عظیم برداشت کرنے اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور اُن کے بھائیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور اُن کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالے اُن کا حامی و ناصر ہو اور اُن کو شیخ صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیخ صاحب مرحوم صاف گوئی سے کام لیتے تھے۔ ان کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ اُن کے قول اور فعل میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور انہوں نے احمدیت کے ساتھ ہمیشہ گرمجوشی سے ساتھ دیا۔ سلسلہ کے ساتھ انہیں والہانہ عقیدت تھی۔ ان کی زندگی نہ صرف تقوٰی و طہارت اور اخلاص سے معمور تھی بلکہ وہ خدمتِ دین کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے۔ وہ انجمن کے لئے خصوصیت سے ایک سرکردہ رکن کی حیثیت سے ہمیشہ تقویت کا موجب تھے۔ ان کی وفات انجمن اور جماعت کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہے۔

قرار پایا کہ اس کی نقول بیگم صاحبہ عزیز احمد مرحوم، محترم شیخ نثار احمد صاحب، شیخ غلام احمد صاحب، شیخ ممتاز احمد صاحب اور ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح کو برائے اشاعت بھیجی جائیں۔

والسلام

خاکسار خواجہ محمد نصیر اللہ، آنریری سیکرٹری جماعت راولپنڈی

شکرانہ

چند ہفتے پیشتر سیالکوٹ چھاؤنی کے نہایت محترم بھائی مرحوم شیخ عبدالحمید کے بیٹے ڈاکٹر شیخ شاہد حمید کو راولپنڈی سے سیالکوٹ بذریعہ کار آتے ہوئے کھاریاں کے قریب حادثہ پیش آیا۔ جس میں ان کی ایک ٹانگ کو شدید چوٹ آئی۔ ان کی ہمشیرہ طاہرہ پرویز، ایک بھانجی اور کار میں سوار دیگر افراد کو بھی زخم آئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ حادثہ کی سنگینی کے باوجود جانیں محفوظ رہیں۔ شکرانہ کے طور پر طاہرہ پرویز نے ۲۰/- روپیہ اور ڈاکٹر شاہد حمید نے ۱۰/- روپیہ عطیہ اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں۔ خدا ان نیک بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔

پاک وجود کا علم ہو تک ہے جسکے حضور حاضر ہو کر یہ عظیم الشان فائدہ اٹھا رہا ہوں جس نے زر و مال نہیں بلکہ دنیا کے سارے مال و متاع سے مجھے مستغنی کر دیا ہے

میں نے یہ باتیں اسلیے نہیں کی ہیں کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ امام کے ساتھ میرا کیسا تعلق ہے انما الاعمال بالنیات میری غرض فقط یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو خصوصاً ان دوستوں کو جو مجھ پر حسن ظن رکھتے ہیں ان فوائد سے اطلاع دوں جو مجھے یہاں رہ کر حاصل ہوئے ہیں اور جنھوں نے دنیا کی ساری دولت کو میرے سامنے ہیچ کر دیا ہے۔

اور وہ بھی یہاں رہ کر وہ بات حاصل کریں جو حضرت امام کے آنے کی اصل غرض ہے۔ اس امر کے اظہار سے میری یہ بھی ایک غرض ہے کہ ان لوگوں کو ابتلا سے بچاؤں جو کبھی کبھی بدظنی کر بیٹھتے ہیں کہ ہم دوسروں کو حقیر سمجھکر بلانے پر فاویان کر یا ہے نہیں جاتا۔

ہم جو یہاں موجود ہوں پر دیکھو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہاں اپنے ہی فضل سے مجھے اس راہ کی ہدایت فرمائی ہے کہ الٰہی فیوض و برکات کے حصول کا اصل ذریعہ ایمان باللہ اور تقویٰ ہی ہے

مگر ایمان باللہ اور تقوی اللہ کی حقیقت و کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ صادق کی صحبت میں نہ رہے اور مجھے اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے اسکی قدر معلوم ہوئی ہے اسلیے میں کھولکر کہتا ہوں کہ اگر چاہتے ہو کہ وہ انوار سماوی اور روحانی برکات حاصل کرو جو روح کے تقاضوں کی انتہا ہیں تو سنو! یہاں آؤ اور صادق کی صحبت میں رہو اور اس سے وہ فیض لو جو وہ لیکر آیا ہے

ایڈیٹر - لاریب اگر ہر شخص اُس حقیقت کی تہ تک پہونچ جاتا جہاں حکیم الامۃ نے قدم رکھا ہے تو امام الزمان سلمہ الرحمن یہ نہ فرماتا

چہ خوش بودے اگر ہریک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

کہ مرتبہ اور یعنے جو زمین میں ہیں شرط نہ ہوتی

جو نور الدین کو اس روشنی کے منار پر لے گئی ہے اور وہ نور یقین ہے خدا کرے ہم سب میں یہ نور پیدا ہو اور ہمکو اسی راہ پر چلنے کی توفیق ملے آمین

غرض

ماموریں اللہ اور صادق کی صحبت اور معیت ضروری ہے

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ہی ذات پر بھروسہ کرکے اور اپنی تجویزوں اور تدبیروں سے اعلیٰ کامیابی تک پہنچے۔ اور اس امر کی پروا نہ کرے کہ مامور من اللہ اور صادق کی صحبت میں رہنے سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنا دشمن ہے دیکھو خیر القرون میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن تھا خدا تعالیٰ کے برکات اور فیوض کی بارش کا وقت تھا۔ لیکن کل عرب و عجم نہیں ساری دنیا میں سے مکہ کو جو ام القریٰ ہے منتخب فرمایا اور سارے مکہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور پھر عبد اللہ اور آمنہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دنیا کو ان انوار و برکات سے بہرہ ور کرے پھر خیر القرون میں صحابہ نے اور تابعین اور تبع تابعین نے کیسی ترقی کی؟ انھوں نے اپنے سلوک کے منازل کو طے کرنے کے واسطے کیا راہ اختیار کی؟ کیا یہ کہ آپ کا اقرار کر لیا آپکو صادق تسلیم کر لیا اور پھر آپ کے پاس آکر نہ بیٹھے۔ اپنے گھروں میں جا کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو کر روپیہ کمانے کی فکر میں ہو گئے۔ اور یا بس نہ رہنے کے لیے دنیا اور اُسکے مخمصوں کا عذر کر دیا؟ سوچو! اور پھر سوچکر بتاؤ۔ میں خود ہی اس سوال کا جواب دیدیتا ہوں صحابہ نے جس قدر ترقیاں کیں جو جو مدارج عالیہ انھوں نے حاصل کیے ان سبکا اصل سبب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور معیت ہی تھی جس نے ان کے اندر خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمۃ اس درجہ تک کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کہ جس کے مقابلہ میں انھوں نے وطن آبرو عزت راحت دولت آسایش عزیز و اقربا غرض دنیا کی کسی چیز اور کسی تعلق کی پروا نہیں کی اور تو اور انھوں نے اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کی اپنے خون پانی کی طرح بہا دیے؟ وہ بات جس نے انہیں یہ قوۃ یہ شجاعۃ و استقامت اور ایثار نفس پیدا کر دیا تھا یہی تھی کہ وہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے اور آپ کے ساتھ تعلق کو اتنا شدید کیا اور ایسے وابستہ ہوئے کہ وہ سکینت اور اطمینان جو خدا کیطرف سے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی جسنے آپکا شرح صدر فرمایا اُس تعلق اور محبت کی نالی کے ذریعہ صحابہ کے دلوں پر بھی اترتی تھی اور ان کے شرح صدر کرکے نور یقین سے بھرتے جاتے تھے۔ باقی آیندہ

حضرت فاضل امروہی کی تحریر

انتخاب و
اقتباس از رسالہ الفرقان

قولہ ملخصاً - مرزا خدابخش صاحب عسل مصفیٰ کو اس کی فکر ہوئی چونکہ مہدی کے لیے ضرور ہے کہ قریشی ہو اور مرزا صاحب مغل ہیں قریشی نہیں کسی ترکیب سے مرزا صاحب کو قریشی بنانا چاہیے

اقول - ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کتاب عسل مصفیٰ تخمیناً ۸۵۰ صفحہ کی کتاب ہے جسمیں صدہا ادلہ شرعیہ عقلیہ سے حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا گیا ہے کسی مخالف ذی علم کو آجتک یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اُس پر حملہ کرے پھر یہ چار ورقی رسالہ جس کی لیاقت اور علوم ہو چکی کیا حملہ کر سکتا ہے مگر چونکہ یہ بات بہت ہی سچ ہے جو شعر کہا گیا ہے کہ

مرد جاہل در سخن باشد دلیر
زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر

پس یہ حملہ مقتضائے نادانی و بیخبری مؤلف ہے جو کہ ایسی ضخیم و مبرہن کتاب پر حملہ کرکے بقول شخصے انگلی کاٹ شہیدوں میں داخل ہو گیا ہے کیونکہ رسالہ کیا جانے کہ خصم کے جواب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک جواب و استدلال تحقیقی ہوا کرتا ہے اور قسم دوسری جواب و استدلال کی الزامی جواب و استدلال ہوتا ہے جو بموجب مسلمات خصم کا ہو جاتا ہے اس قسم کا استدلال یعنی بر مسلمات خصم کے قرآن مجید میں بہت کثرۃ سے واقع ہوا ہے چونکہ ہمارے مخالفین ہمارے الزامی جوابوں پر ہمیشہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ دیکھو انھوں نے عیسیٰ بن مریم کی کیسی تحقیر و توہین کی حضرت علی کی کسقدر تحقیر کی ہے و کذا و کذا لہذا ہم ایسے استدلال الزامی کی نظیر قرآن مجید سے لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا وہ مناظرہ مذکور فرمایا گیا ہے جو ان کی قوم ستارہ پرست کے ساتھ واقع ہوا تھا اولاً ماسبق آیات میں اصنام پرستی کا رد فرمایا ہے اور یہاں پر ستاروں کی الوہیت اور معبودیت کا رد فرماتے ہیں اسطرح پر کہ اول جبکہ اندھیری رات ہو گئی تو زہرہ یا مشتری کی نسبت اور ستاروں کے بہت روشن دیکھکر حضرت ابراہیم نے بموجب اعتقاد خصم کے انکی ربوبیت ارخاء لعنان الخصم تسلیم کر لیا کہ هٰذَا رَبِّيْ لیکن جبکہ یہ ستارے غائب ہو گئے اور ان کا نور باقی نہ رہا فرمایا کہ ان میں تو نقصان معبودیت نور بعد الظہور زائل ہو سکتا ہے یہ تو اس قابل نہیں ہیں کہ انکی طرف میل کیا جاوے چہ جائیکہ الٰہ یا معبود گردانے جاویں یا اپنے حوائج ان کے روبرو پیش کیے جاویں یا ان کو قاضی الحاجات سمجھا جاوے بقول شاعر کہ

غم چیزے رگ جاں را اجماع شد
کہ گاہے باشد و گاہے نباشد

پھر جبکہ ان ستاروں سے زیادہ روشن قمر کو دیکھا کہ طلوع ہو رہا ہے تو پھر اُن کے عقائد کے ساتھ ارخاء لعنان الخصم موافقت کر کے یہی قول کیا کہ هٰذَا رَبِّيْ لیکن جبکہ وہ بھی چھپ گیا اور نور اُسکا جاتا رہا تو پھر الزام دیکر اُن سے کہا کہ یہ قمر بھی باوجود عظمۃ شان نورانیت کے کیونکر الٰہ قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ الوہیت کے لیے تو ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جس میں عظمت مطلقہ اور کاملہ ہو کہ کسیوقت بھی اُس کے کمال اور عظمۃ میں کبھی نقصان واقع نہ ہو ورنہ ایسی ناقص چیز کو معبود قرار دینا جو کبھی نقصان سے کمال کی طرف اور کبھی کمال سے نقصان کیطرف رجوع ہو بڑی گمراہی ہے پھر جبکہ روز روشن ہوا اور آفتاب کو انتہا درجہ کا روشن دیکھا تو پھر ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور کہنے لگے کہ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ اور وہ قوم بھی پرستش آفتاب کی نسبت اور ستاروں کے زیادہ کرتی ہوگی اور شمس کو الٰہ اکبر قرار دے رکھا ہوگا لہذا حضرت ابراہیم نے اس قول میں اپنی قوم کے ساتھ یہانتک موافقت کی کہ شمس کو ایسا عظیم الشان قرار دیا کہ هٰذِهٖ کی جگہ هٰذَا اَكْبَرُ فرما دیا اور کُبْرٰى کی جگہ اَكْبَرُ ارشاد کیا اگرچہ شمس عرب کے نزدیک مؤنث ہے اسواسطے بَازِغَةً اور اَفَلَتْ صیغہ مؤنث کے کلام الٰہی میں اُس کے لیے ارشاد فرمائے گئے ہیں لیکن حضرت ابراہیم نے اپنے قول میں و نیز موافقت اپنی قوم کے اُسکو مذکر ہی ذکر کیا کہ هٰذَا رَبِّيْ و هٰذَا اِلٰهٌ اور دناءت الوثنیت کی بھی اُس کے لیے جائز نہ رکھی پھر جبکہ آفتاب بھی غروب ہو گیا اور اُس کا نور دنیا میں باقی نہ رہا تو فرمانے لگے کہ یہ تو ہرگز ہرگز رب اکبر نہیں ہے اس میں بھی نقص اور دناءت افول کی موجود ہے بلکہ یہ اس لائق بھی نہیں ہے جو اکبر مطلق کے ساتھ کسی صفت ربوبیت میں شریک بھی کیا جاوے اور فرمایا کہ باوجود ہلال کے اسکی طرف صفت ربوبیت کا بطور اسناد کرنا بھی داخل شرک ہے لہذا میں ایسے شرک سے بری ہوں قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔

یہاں پر ناظرین انصاف فرماویں کہ اس مناظرہ ابراہیمی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے

کہتا ہوں کہ مشکوۃ شریف میں اس مہدی کی نسبت ایک تو یہ حدیث ہے

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النھر یقال له الحارث حراث علی مقدمته رجل یقال له منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مؤمن نصرہ او قال اجابته رواہ ابو داؤد

یعنی روایت ہے علی سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے گا ایک شخص یعنی مہدی پیچھے نہر کے یعنی ان شہروں میں سے کہ پیچھے نہر کے ہیں مانند بخارا اور سمرقند وغیرہ کے کہا جاوے گا اسکو حارث حراث یعنی کھیتی کرنے والا اسکے لشکر کے اگلی فوج پر ایک شخص ہوگا کہ کہا جاوے گا اسکو منصور یعنی نصرت کیا گیا جگہ دے گا یا ٹھکانا دیگا واسطے آل محمد کے جیسا ٹھکانا دیا قریش نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب ولازم ہے ہر مسلمان پر مدد اور تائید کرنی اسکی یا فرمایا لازم ہے قبول کرنا اس کا نقل کی یہ ابو داؤد نے۔

واضح ہو کہ یہ عبارت ہمنے اصح المطابع کی چھپی ہوئی سے لکھی ہے۔ اس حدیث کا مضمون حضرت اقدس پر بھی صادق ہے کیونکہ آپ کی بستی **قادیان** ایک نہر عظیمہ کے ماوراء میں واقع ہے اور آپ اور آپکے آبا باعتبار ایک زمیندار ہونے کے کہ اسامیوں سے کاشت کراتے تھے حارث کے مصداق بھی ہیں اور آپ کی جماعت کے مقدمہ میں جو خاص علماء ہیں وہ منجانب اللہ منصور بھی ہیں اور آل محمد جو محمدی المذہب احمدی مسلمان ہیں انکی امداد بھی فرمارہے ہیں بہر دو صورت یہ پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہو گئی اب اس کا انتظار بے سود ہے

دوسری حدیث اسی پیشین گوئی کے متعلق یہ ہے **وعن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفة اللہ المھدی رواہ احمد والبیھقی فی دلائل النبوۃ**

روایت ہے ثوبان سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسوقت دیکھو تم نشان سیاہ کہ آئے جانب خراسان سے پس حاضر ہو ان میں اس لیے کہ ان میں خلیفہ اللہ کا ہوگا مہدی نقل کی یہ احمد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کو تمھارے نزدیک جبکہ پہلی حدیث سے تعلق ہے تو پھر حضرت اقدس سے اس سے کیا تعلق ہوسکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مراد سیاہ نیزوں سے قلم ہیں کیونکہ سب کام قلم کے سیاہی سے ہی ہوا کرتے ہیں

شعر

صف دشمن کو کیا ہمنے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہمنے

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خراسان ملک فارس میں داخل ہے اور حضرت اقدس فارسی النسل بھی ہیں غرضکہ ہمارے نزدیک تو یہ پیشین گوئی مندرجہ ہر دو حدیث مذکورہ واقع ہوچکی لیکن مخالف اس اعتراض کا جواب کیا دیسکتے ہیں کہ انکے مہدی خیالی کا ظہور تو حرمین شریفین سے ہوگا اور ان حدیثوں میں اسکا ظہور و خروج وراء النہر سے جو بخارا اور سمرقند یا خراسان ہے ثابت ہوتا ہے پس ان کے نزدیک تعارض کیونکر رفع ہوسکتا ہے بینوا توجروا۔

پھر اب یہ بھی فرمائیے کہ یہ مہدی بموجب کتاب تلخیص التواریخ کے قریشی ہوا یا غیر قریشی۔ اور پھر اسی کتاب تلخیص التواریخ مطبوعہ فروری ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے اور **دوسرے مہدی** ابوالقاسم محمد عبید اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں جیسے بعض روایت میں ہے کہ قرن شمس راس تیسری صدی میں مغرب سے نکلے گا اور بعض روایت میں ہے کہ تین صدی بعد مہدی ہوگا وہ مہدی حسینی ہیں جن کی نسبت اولاد امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ سے ہونا حدیث میں وارد ہے کہ بڑی شوکت والے باتدبیر ہوے انتہی موضع الحاجة۔

میں کہتا ہوں کہ روایات مہدی میں جو فساد تعارض کا لازم آتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ متعدد اور مختلف حدیثوں کا مصداق لوگوں نے ایک واحد شخص کو قرار دے رکھا ہے اگر سوائے مہدی آخر الزمان کے جو خاتم الخلفاء ہے اور لا المھدی الا عیسی بن مریم کا مصداق ہے وسط امت میں مہدی متعدد مانے جاویں جیسا کہ حدیث **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین** وغیرہ کا منطوق ہے تو پھر فساد تعارض کا رفع ہوجاوے گا کما ھو الحق

پھر اسی کتاب تلخیص التواریخ ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے اور **تیسرے مہدی** جناب غوث صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ مہدی ہیں اور ان کی نسبت وارد ہے کہ کیسے ہلاک ہووے وہ امت جسکے اول میں میں ہوں اور وسط میں مہدی اور آخر میں مسیح موضع الحاجة۔

چونکہ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ از روئے نسب کے حسنی ہیں لہذا تعارض اور حسینی ہونے کا بھی اب تو رفع ہوگیا اعتقاد بھی یہی ہے کہ آپ مہدی وقت مگر وہ مخالفین جو مہدی اور عیسی ہر کا زمانہ متحد قرار دیتے ہیں حتی کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھیں گے وہ اس کا کیا جواب دیویں گے حالانکہ یہ حدیث مشکوۃ میں موجود ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انھوں نے مہدی ہونے کا دعوے نہیں کیا تو میں سائل سے دریافت کرتا ہوں کہ ان کا یہ دعوی بالتواتر ثابت ہے کہ **قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ** دیکھو بہجة الاسرار وغیرہ کو تو پھر مہدی کے سر پر کیا سینگ بھی ہوویں گے جو سائل ایسا عذر کرتا ہے اس دعوے **قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ** سے بڑھ کر اتنا دعوی ہوسکتا ہے کیا جو مومن الی **قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ** کا ہووے وہ مہدی اور ربانی یافتہ سبحانہ نہ ہوگا

یہ عبارات تلخیص التواریخ مطبوعہ ۱۸۸۶ء کو بیان پر اسلئے بھی لکھی ہیں کہ مؤلف اس کتاب کے مولوی محمد حسن صاحب ابتک امروہے میں زندہ ہیں اور وہ اس سلسلہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ چونکہ مجکو انکے ساتھ ... کے تعلقات ہیں لہذا اتماما للحجة علی غیرہ من موافقیہ یہ عبارات لی ہیں۔

اور ان سے اور احادیث مشکوۃ شریف کی حل ہوگئیں جیسا کہ حدیث ذیل سے ہے **عن ام سلمة قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من عترتی من اولاد فاطمة ابوداؤد**

یعنی روایت ہے ام سلمہ سے کہ کہا اس نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے مہدی میری نسل سے ہے اولاد فاطمہ سے نقل کی یہ ابو داؤد نے اور جیسا کہ یہ حدیث ہے **عن ابی اسحاق قال قال علی ونظر الی ابنه الحسن وقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق رواہ ابوداؤد**

یعنی روایت ہے ابی اسحاق سے کہ کہا اس نے کہا علی نے اس حال میں کہ دیکھا طرف بیٹے اپنے امام حسن کے اور کہا علی نے تحقیق بیٹا میرا یہ سردار ہے جیسا کہ نام رکھا اس کا سید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور قریب ہے کہ پیدا ہوگا اس کی پشت سے ایک شخص کہ نام رکھا جاوے گا ساتھ نام نبی ہمارے کے یعنی **محی الدین** زندہ کرنے والا دین کا جس کی تفسیر یہ فرمائی کہ مشابہ ہوگا آنحضرت کے خلق اور عادات میں اور نہیں مشابہ ہوگا آنحضرت کی صورت ظاہری میں چونکہ ان حدیثوں میں ایک مہدی کا حسنی ہونا ثابت ہوتا ہے پس چونکہ سید عبد القادر جیلانی حسنی النسب ہیں لہذا وہ ان حدیثوں کے ضرور مصداق ہوکر پس یہ تعارض بھی نہ رہا۔

اب ہم یہاں پر کتاب تلخیص التواریخ سے ایک ایسی عبارت مستند نقل کرتے ہیں جس سے حضرت مولوی محمد حسن صاحب مفسر پر پورے طور سے اتمام حجت ہوجاوے۔ مولوی صاحب آخری مہدی کی نسبت جسکو انھوں نے **چوتھا مہدی آخر الزمان** قرار دیا ہے صفحہ ۱۲۸ سے لکھتے ہیں وھو ھذا

... سنہ میں ایک جنت میں روشنی عام ہوئی تھی یعنی ۱۲۸۹ھ ماہ ذی الحجہ میں وہ (یعنی مہدی) شکم مادر میں تشریف لائے کیونکہ ... عیسی ابن مریم کے عدد بسط ترفع حم عسق ... تیرہ سو شمسی کو پہونچتے ہیں اور نزول ... دو سال قبل ہجرۃ کے ہے کہ ... عیسی ابن مریم ... بعد مکرر تشریف آور ہوچکے ہیں اگر تیرہ صدی کہیں کسی مہدی کی نسبت اشارہ حدیث ... سنہ نبوۃ سے تیرہ سو سال بعد روشنی پر ثابت انتہی بلفظہ۔ اور اسی صفحہ ... پر حاشیہ پر یہ لکھا ہے اور روشنی ... جو جانب شمال میں کبھی کبھی ہوجاتی ہے روشنی عامہ دو مرتبہ ثابت ہے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بحوالہ قاضی عیاض وبخاری وغیرہ سے مسموع اور یہ جیسے زبور میں نشان لکھا تھا ویسی روشنی سال مذکور میں مشاہدہ ہوئی۔ انتہی بلفظہ

اب بخدمت مولوی صاحب اور نیز جو صاحب ان کے ہم مسلک ہوں انکی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ یہ حساب آپ کا بحق حضرۃ اقدس ہی ٹھیک بیٹھتا ہے کا عذر مگر آپ پر یہ ضرور ہے کہ بجائے شکم مادر میں قرار پانے کے وقت بعثت مہدی کو اخذ کریں نہ وقت شکم میں آنے کو کیونکہ **اول** تو اس کی کوئی دلیل آپنے نہیں لکھی **ثانیا** نزول انوار الہام کا وقت بعثت سے ہی معتد بہ ہوتا ہے۔

باقی آئندہ

جس میں بموجب مسلمات مولوی صاحب کے تیرہویں صدی کے بعد مسیح موعود کی بعثت ضروری ثابت کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود اور پاینیر

(توجہ طلب گورنمنٹ)

نمبر اول

الہ آباد کے روزانہ اخبار **پاینیر** میں حضرت حجۃ اللہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پادری گریسوولڈ ایم۔ اے لاہوری کے رسالہ "مرزا غلام احمد قادیانی" کی بنا پر ایک آرٹکل چھاپا گیا جسکو بعض اردو اخبارات نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت کی وجہ سے شائع کیا ہے۔ چونکہ اس مضمون میں جو لاہوری پادری کے رسالہ کو ماخذ قرار دیکر لکھا گیا ہے بعض امور اس قسم کے ہیں جن سے صرف گورنمنٹ ہی کو مغالطہ ہوتا ہے بلکہ عام پبلک بھی گمراہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ پاینیر کے اس مضمون پر ایک مبسوط بحث اس دہم کے لیے کریں اور گورنمنٹ اور پبلک کو دکھائیں کہ وہ لوگ جو ملک کی بہتری اور قوم کی بھلائی کے مدعی اور گورنمنٹ اور رعایا کے سفیر بنتے ہیں بعض اوقات اپنی کم دقتی کی وجہ سے نہ صرف خود ٹھوکر کھا سکتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔

ہمیں **پاینیر** کے لائق اور تجربہ کار ایڈیٹر پر افسوس ہے کہ اس نے بلا غور کافی ڈاکٹر گریسوولڈ کے رسالہ کو بالکل صحیح قرار دیکر جو چاہا لکھدیا یا کسی کو پاینیر میں اپنے ریمارک کئے بدون لکھنے کی اجازت دی۔ **پاینیر** کا ایک معزز اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے فرض ہے کہ جو غلط فہمیاں ان غلط بیانوں سے ہوئی ہیں جو اس کے مندرجہ آرٹکل میں ہیں اور جنکو ہم واضح کرتے ہیں انکو ہمارے اس آرٹکل کے اندراج سے دور کرے اور اپنے فرض منصبی سے عہدہ برا ہو۔

پاینیر اپنے انٹروڈکٹری ریمارک میں ایک حیرت انگیز بات لکھتا ہے جسکو پڑھ کر کل مذہبی دنیا کو اور ایک عیسائی کی حیثیت سے خود پاینیر کو بھی چونک پڑنا چاہیے اور وہ یہ ہے

> "گورنمنٹ کی جانب سے خیال کیا جاوے تو کیا ہی اچھا ہوتا اگر فرانس کی رعایا کی طرح یہاں کے لوگ بھی لاپروا یا بے غرض ہوتے یہاں تو ذرا سی مذہبی بات بھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے بھس میں چنگاری۔"

اس فقرے کے بجز اس کے کیا معنے ہیں کہ **لامذہبی** اور **الحاد** جناب ایڈیٹر صاحب پاینیر کی رائے میں ہندوستان کے حسب حال ہے اور کوئی مذہبی تحریک یا پابندی مذہب کا خیال **امن** کے خرمن کو تباہ کرنے والی آگ ہے۔ اور فرانس کی طرح ہی ہندوستان کی رعایا میں ہونی چاہیے۔ دانشمند ایڈیٹر یا اس کے نامہ نگار کی اس رائے پر حیرت ہی نہیں بلکہ افسوس بھی آتا ہے۔ اگرچہ وہ انگریز ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسی رائے گورنمنٹ کے مقاصد اور اغراض کے کہاں تک خلاف ہے۔ لیکن اگر یہی رائے کسی ہندوستانی کے قلم سے نکل جاتی تو ہمارے دقیقہ رس پاینیر بہادر اس کے خلاف کسقدر طویل آرٹکل لکھتے۔ کہ فرانس کی جمہوری سلطنت کی طرف ترغیب دلائی جاتی ہے اور لوگوں کو الحاد اور بیدینی کا شوق دلا کر انکو جرائم کے خطرناک نتائج سے بیخطر کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایڈیٹر صاحب کے قلم سے یہ فقرے کسطرح تراوش کر گئے ہیں۔ کیا الحاد اور بیدینی کبھی سچی اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ انسان کے اندر پیدا کر سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ تمام اخلاق فاضلہ کی جان سچے **مذہب** کی پابندی ہو سکتی ہے اور اخلاق فاضلہ ایک ایسی چیز ہیں کہ اگر قوم میں یہ عام ہو جائیں تو گورنمنٹ کو جرائم کی تعداد کے بڑھنے کا کبھی افسوس نہ کرنا پڑے اور اس قدر محکمہ جات پولیس و فوج کے بڑھانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ ملک میں سچا امن **حقیقی ہمدردی** بنی نوع انسان کے ساتھ پیدا ہو جاوے۔ جرائم کے وقوع اور ان کے انسداد کے فلسفہ پر اگر بحث کی جاوے تو یہ امر بڑی صفائی کے ساتھ کھل سکتا ہے اور دنیا کے تمام مدبروں اور دانشمندوں کو اسپر اتفاق کرنا پڑے گا کہ

سچی خوشحالی کی اصل جڑ سچے مذہب کی پابندی ہے۔ اور سچے مذہب کو چھوڑ کر انسان جو کچھ بھی چاہے کر گذرتا ہے۔ اگر ملکی اور قومی قوانین میں وہ زبردست قوت ہوتی جو سچے مذہب میں ہے تو بے شک الحاد اور بیدینی خطرناک چیزیں نہ ہو سکتیں لیکن قوانین جاریہ کے ہوتے بھی ملک میں انکی خلاف ورزی اور جرائم کا ہونا اس امر کی قوی دلیل ہے کہ وہ تنہا کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتے۔ ان قوانین کی اطاعت بھی اگر کسی دل میں حقیقی طور پر قائم ہو سکتی ہے تو وہ بھی

مذہبی پابندی ہے

پس پاینیر کا فرانس کی رعایا کیطرح ہندوستانی رعایا کے ہو جانے کی خواہش کرنا **خطرناک غلطی ہے**۔ اگر رعایا مذہب سے ویسی ہی آزاد اور لاپروا ہو جاوے اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو تو پھر حضرت پاینیر کو یہ بھی امید کرنی پڑیگی کہ انڈیا کی گورنمنٹ بھی فرانس کیطرح **جمہوری** ہوگی۔ اور جو حال فرانس کی ملکی اور اخلاقی حالت کا اسوقت ہو رہا ہے اس کا نمونہ ہندوستان میں بھی دکھائی دے گا۔

غرض۔ یہ نیا فلسفہ ہے جسکی ایجاد کا فخر ایڈیٹر پاینیر کو ہونا چاہیے کہ مذہب سے لاپروائی بھی کوئی عمدہ چیز ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ پاینیر اسپر مزید غور کریگا تو اسے اپنی غلطی اور ضعف رائے کے اعتراف میں کوئی شرم نہ ہوگی۔ اور اسے اس امر پر غور دینا پڑیگا کہ واقعی بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہاں کی رعایا فرانس کی رعایا کی طرح مذہب سے لاپروا نہیں ہے اور **حقیقی مذہب** ہی ہے جو ملک میں امن قائم کر سکتا ہے اور جس سے گورنمنٹ کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں۔ اور جب یہ امر ذہن نشین ہو جاوے تو پاینیر کے اس سوال کا جواب کہ

"کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان میں ایک اور نبی کی ضرورت تھی؟"

اثبات میں دینا پڑے گا کہ واقعی اگر ہندوستان اس امر کی ضرورت ہے کہ ملک میں امن اور صلحکاری پھیلے؟ اور گورنمنٹ کے ساتھ **وفاداری** اور **اخلاص** کے تعلقات مضبوط ہوں؟

تو اس کے لیے ایک نبی ہی کی ضرورت تھی جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی توضیح بنا پر کرے اور پھر ان حقوق کی نگہداشت اور حفاظت کا طریق بتائے۔ اور اپنے پاک نمونہ سے اسپر چلنے کی تحریک کرے۔

پاینیر اس بارے میں ہمارے ساتھ ضرور متفق ہوگا کہ ملک میں **امن** کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے وہ تسلیم کرے گا کہ رعایا کے وفادارانہ خیالات میں ترقی ہو۔ اور ہم اس کی ایک ہی راہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مذہب کی پوری پابندی ہو اور اسکی ایک ہی راہ ہے کہ **خدا تعالیٰ کسی شخص کو مامور کرے جو اپنے پاک نمونہ سے ہدایت کرے۔**

یہی وجہ ہے

کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا ہے کہ وہ دنیا کو **رشد** اور **سعادت** کی راہیں بتلائے اور طرز عمل سے سکھلائے کہ گورنمنٹ کے ساتھ کیسے **مخلصانہ** تعلقات رکھنے چاہییں۔ اسکیطرح جبر نیکیوں پر عمل کر کے گورنمنٹ کے قوانین کی عزت اور اسکو ان مخصوصوں سے نجات دیجاوے جو کثرت جرائم کی وجہ سے اسے ہوتے ہیں۔ یہ **ہمارا دعوے ہے اور اسکا ثبوت واقعات ہیں**

مسیح موعود کی تعلیم کو ابتدا سے پڑھ جاؤ تمہیں معلوم ہو جاوے گا کہ وہ دنیا کو کیا سکھانا چاہتا ہے اگر کل دنیا اس تعلیم کو جو وہ پیش کرتا ہے مان لے اور اسپر عمل کرے تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا میں **ایک بہشت کا نظارہ** ہو کیونکہ پھر کوئی جھگڑا ہو نہ فساد ہو۔ اتلاف حقوق ہو نہ خون ناحق ہو۔ غرضکہ کوئی بھی جرم نہ واقع ہو۔ گورنمنٹ کے ہیرو [illegible] ہندوستانیوں کی

حقیقتاً اسپر نعرہ دیتے رہتے ہیں اور سرشتہ تعلیم تعلق رکھنے والے یہی سوچتے رہتے ہیں کہ طالب علموں کی اخلاقی حالت کے درست کرنے کے واسطے اخلاقی کتابوں کے کورس طیار ہونے چاہییں کوئی کہتا ہے کہ مذہبی کتابوں کے انتخاب ہوں غرض اس ضرورت کو محسوس کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ہماری **سنے** تو ہم بڑے زور کے ساتھ یہ کہنے کو طیار ہیں کہ اگر **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیم کو تعلیمی مدرسوں میں داخل کر دیا جائے تو وہ **اصلاح نفس اور تہذیب اخلاق** کے لیے اکسیر کا کام دیسکتی ہے مگر افسوس کہ بیجا تعصب ہمارے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھتا ہے۔

فی الجملہ

پاینیر کی یہ غلطی ہے جو وہ ہندوستان کی رعایا کو لاپروا بنانا چاہتا ہے اور ہندوستان کی **اخلاقی حالت کے گر جانے** کا اسے یونہی ہوتا اور دنیا کی تاریخ پر نظر کر لیتے تو اس نتیجہ پر پہونچتا کہ یہ بیدینی اور الحاد ہی ساری دنیا کی بداخلاقیوں کی جڑ ہے اور انکی اصلاح کے لیے خدا تعالیٰ کا قانون جاری ہے کہ وہ ایک مامور دنیا میں بھیجا کرتا ہے ورنہ اسے ہرگز نبیوں میں داخل نہ کرتا۔

ہماری حیرانی اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ پاینیر کا لائق ایڈیٹر آج سے انیس سو برس پہلے

دنیا میں ایک خدا کے آنے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے جو نہ صرف خدا ہی ہے بلکہ خدا کا بیٹا بھی اور ساتھ ابن آدم بھی!!!

اگر اسقدر عرصہ دراز پیشتر ایک **معجون مرکب** خدا و انسان کی ضرورت تھی جبکہ بقول عالم و فاضل انکے احبار اور فقیہ موجود تھے اور خدا کی شریعت توریت موجود تھی تو آج صرف ایک انسان کی جو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ ہے ہو کیوں ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ معجون مرکب صرف دنیا میں مصلوب ہونے ہی کے لیے آیا تھا اور اسکی زندگی کا مقصد اتنا ہی تھا کہ **صلیب کی لعنت** کو اٹھا لے اور اس سے ہی وہ دنیا کو نجات دینے کا مدعی تھا جس کا کوئی تعلق **نجات** کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور نہ دنیا میں اس نجات کا کوئی اثر نظر آتا ہے کیونکہ **یورپ** کی اخلاقی حالت انکی مذہبی **تاں** جو اس تعلیم دنیا کو دیتا تھا جس سے مذہب سے لاپروائی پھیلی عادت اور گناہ کثرت سے ہوا اور جسپر نہ خود عمل کرتا تھا اور نہ کسی زمانہ میں اسپر عمل ہو سکتا ہے یہانتک کہ ہماری گورنمنٹ کو بھی [illegible] مذہبی حیثیت سے عیسائی ہونے کے تجربہ کی ضرورت نہیں رہتی

باقی

پھر اس زمانہ میں کیوں ایسے انسان کی ضرورت نہیں جو **دنیا کو گناہ کی زندگی سے چھڑانا چاہتا ہے** اور اس کے لیے وہ کوئی ایسا طریق پیش نہیں کرتا جس سے کسی **ابن آدم** کی جان جائے اور گناہ کے سیلاب کا بند ٹوٹ جاوے بلکہ وہ تعلیم دیتا ہے جس پر ہر وقت اور ہر زمانہ کے لوگ عمل کر سکتے ہیں۔ یہانتک کہ گورنمنٹ کے ملکی قوانین کی حرمت اور عزت بھی اسی سے قائم ہوتی ہے جیسا کہ ہم اس مضمون میں واقعات کی رو سے دکھائیں گے (ان شاء اللہ)

غرض

پایونیر کا استعجاب ایک پنجابی نبی کی بعثت پر اسی رنگ اور قماش کا ہے جیسے بیت اللحم کی کسی چرنی میں پیدا ہونے والے **ابن اللہ** پر شام کے یہودیوں کو ہوا تھا

پھر

اسکی پیر گیراف میں پایونیر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ **ہندوستان میں مذہبی تحریک بھس میں چنگاری کا اثر رکھتی ہے**

ہم نہیں جانتے کہ فاضل ایڈیٹر پایونیر کا ایسے فقرہ کے لکھنے سے کیا مقصود تھا۔ جو ہندوستان کی کل مذہبی سوسائیٹیوں اور مجلسوں پر خطرناک پولیٹیکل حملہ ہے + حالانکہ ان کی وفاداری اور امن پذیری کا کئی بار ثبوت مل چکا ہے۔ ہم اسوقت دوسری مذہبی تحریکوں کی طرف سے ڈیفنس کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے اسلیے ان سے قطع نظر کرکے ہم اپنے سلسلہ اور تحریک مذہبی کے متعلق اسپر نوٹس لینا چاہتے ہیں

اگر ہندوستان میں مذہبی تحریک بقول حضرت **پایونیر** ایسی ہی خطرناک اور بھس میں چنگاری کی مصداق ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ پایونیر بہادر کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا کہ ان مذہبی تحریکوں کی پہلی بنیاد ہندوستان میں خود پادری صاحبان اور عیسوی مذہب کی مشنریوں نے رکھی ہے یہی وہ **قوم** ہے جسنے ہندوستان کے مختلف پیرؤوں کو ان کے مذہب کے لیڈروں اور رہنماؤں پر ذاتی حملے کرکے برافروختہ کیا اور اپنے اپنے مذہب کی حمایت پر آمادہ کیا ہے خود پادری صاحبان اپنی تحریروں اور لیکچروں میں اسبات پر ناز کیا کرتے ہیں کہ ہندوستان کو ہم نے ہی **آکر بیدار کیا ہے** اور مذہب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگر یہ سچ ہے؟ تو پھر اس بھس میں چنگاری ڈالنے والے **مشنری صاحبان** ہی ٹھیرتے ہیں اور ہمیں افسوس ہے کہ پایونیر نے مشنریوں کو ذرا بھی تنبیہ نہیں کی اور نہ گورنمنٹ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ مشن کا کل کام یک لخت بند کر دیا جاوے اور اگر اور نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ انکو دوسرے مذاہب پر حملے کرنے سے حکماً روکا جاوے مگر جہانتک ہمارا تجربہ ہماری واقفیت ہماری رہنمائی کرتے ہیں

ہم کہہ سکتے ہیں کہ کبھی پایونیر نے ایسی تحریک گورنمنٹ کی توجہ کے لیے نہیں پیش کی اور اگر وہ اتنا بھی نہیں کر سکتا تھا تو کم از کم اسپر ہی زور دیا ہوتا کہ سالانہ ۴۵ لاکھ روپیہ جو خزانہ ہند سے مشنریوں کو دیا جاتا ہے اسے ہی بند کیا جاوے اور اسطرح پر ہندو مسلمان اور دوسرے مذہب والوں کے روپیہ سے پرورش پاکر یہ بزرگ مشنری ان کے ہی مذہب پر حملہ تو نہ کرتے۔

پایونیر اس سوال کو نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ حل کرنے کے قابل ہو سکے گا اگر وہ ان کتابوں رسالوں اور اخباروں اور معمولی اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی تعداد اشاعت ہی کا اندازہ نکلنے کی کوشش کرے جو عیسائی مذہب کی طرف سے عیسائی مذہب کی تحریک کو ہندوستان اور اسکے نواح میں پھیلانے کے متعلق اور مختلف قوموں اور فرقوں کی مذاہب کے رد میں شائع کیے جاتے ہیں

یسوع مسیح کی بھیڑوں کے نگران جو ہان یا عیسائی مشنری مذہبی تحریک میں جو جو طریق اختیار کرتے ہیں اور بسا اوقات عیسائی دین کی اشاعت و تعلیم کے شوق میں۔ ریورنڈ صاحبان اپنی جانوں کو بھی مشکلات میں ڈالدیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کا امن عامہ بھی بعض صورتوں میں خطرناک حالت اختیار کر لیتا ہے + اسوقت یورپ کے مدبروں کو بھی جو عیسائی ہوتے ہیں اسبات کے تسلیم کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے کہ مشنری صاحبان ہی کی بدولت یہ فساد یا شورش پیدا ہوئی ہے اس مضمون میں ہم لارڈ سالسبری اور دوسرے مدبران یورپ کی رائیں پیش کرینگے جو فساد چین وغیرہ کے موقع پر انہوں نے ان بزرگوں کی نسبت ظاہر کی ہیں + اور شاید پایونیر کے کالموں میں بھی ان راؤں کا اقتباس شائع ہوا ہو۔

جب حالت ایسی واقع ہوئی ہے تو پھر ہندوستان میں مذہبی تحریک جسکو پایونیر بھس میں چنگاری کہتا ہے عیسائی مشنریوں کی مذہبی تحریک سمجھی جاوے گی۔ اور جو کچھ نتائج بد اس تحریک سے ہو سکتے ہیں یا ہوئے ہیں جن کو پایونیر دکھانا چاہتا ہے جیسا کہ ہم آگے چلکر انکو کوٹیشن (اقتباس) دیکر بتائینگے اسکے ذمہ وار پادری صاحبان اور عیسائی مشنری ہونے چاہییں نہ کوئی اور۔

بالخصوص ان مذہبی تحریکوں کے مدارج کو مسلمانوں سے منسوب کرنا پایونیر کی اور بھی خطرناک غلطی ہے اس مضمون کو لکھنے سے پہلے یا کم از کم شائع ہونے سے پہلے اُس کا فرض تھا کہ وہ اپنی وسیع واقفیت اور تجربہ کی بنا پر اسکے سارے پہلوؤں پر غور کر لیتا۔ اور اگر وہ اسکے شائع کرنے پر مجبور تھا تب بھی اسکا فرض تھا کہ وہ علیحدہ نوٹ کے ذریعہ ان مقامات کو صاف کر دیتا۔

باقی دوسرے نمبر میں۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

بالحق انزلناہ وبالحق نزل

پیسہ اخبار کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ امریکہ کی ایک فوٹو گرافر کمپنی نے ایک اشتہار دیا ہے جو رسالہ کی صورت میں ہے اور اُس کا نام

محمد اینڈ دی مونٹین یعنی محمد اور پہاڑ ہے۔ اس رسالہ میں نہ صرف فرضی اور موضوع قصے ہی درج ہیں جنکا اسلامی تاریخ صحیح میں کوئی نشان نہیں پایا جاتا بلکہ اسی رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خطرناک گالیاں بھی ہیں جنکو ہم اس مقام پر نقل کرنا بھی کفر سمجھتے ہیں گو پیسہ اخبار نقل کفر کفر نباشد کہکر ایک فقرہ درج کرتا ہے اور پھر وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ انگریزی زبان میں چند عمدہ اسلامی تصنیفات کی ضرورت ہے۔

ہم پیسہ اخبار کی اس رائے کے ساتھ تو متفق ہیں لیکن ہم یہ ماننے کے واسطے ہرگز طیار نہیں کہ یہ کام انجمن حمایت اسلام کا کونسل کا تعرض کر سکتی ہے؟ علیگڈھ سکول آف تھاٹ کے مذہبی نمونے اس قابل نہیں ہیں کہ وہ یورپ کے ملحدوں کے سامنے اسلام کے حقائق پیش کر سکیں۔

اب جبکہ یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ تھیٹروں اور اشتہاروں کے ذریعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پاک اسلام پر حملے کرنے سے نہیں چوکتے تو کیا یہ وہ وقت نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنے اسلام کا ناصر اور محافظ ہو۔ اور

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

حقیقت میں عیسائیوں کی بدزبانیاں اور گالیاں حد سے گذر چکی تھیں۔ اب زمین و آسمان ان کلمات کفر اور گالیوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے جو انہیں سید المعصومین کی شان میں روا رکھے گئے تھے۔ خود مسلمانوں نے آپ کی بزرگ اور برتر شان کو نہیں سمجھا تو غیروں پر کیا افسوس ہے اس قسم کی ضرورتوں کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے **محبوب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں بھیجا ہے۔ تا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور محاسن کو دنیا کے سامنے پیش کرے اور عیسویت کے بت کو اپنے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے ساتھ پاش پاش کرے۔** یہ تمام ضرورتیں جو اسکے نزول کی داعی تھیں اسکے لیے کہہ رہی ہیں

بالحق انزلناہ وبالحق نزل

[illegible]

اخبارات سے معلوم ہوا کہ امریکہ میں چھوٹے بچوں نے ایک خودکشی کا کلب قائم کیا ہے ان لڑکوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ زندگی جینے کے قابل نہیں ہے اس لیے ہمیں زہر کی مدد سے اسکا خاتمہ کر دینا چاہیے؟ یہ حالت ہے ان ملکوں کی جہاں سویلزیشن کا آفتاب لوگ کہتے ہیں سمت الراس پر ہے اور یہ پوچھو تو لب بام ہے + یورپ امریکہ میں **خودکشی کی اموات** کی تعداد بڑھ رہی ہے کیوں؟ اسلیے کہ وہاں وہ مذہب نہیں جو انسان کو ہر رنج و راحت اور زندگی کی ہر حالت میں مطمئن اور شاداں رکھ سکتا ہے + اور سچ تو یہ ہے کہ جس مذہب کی نجات کا سہارا **ایک لعنتی خودکشی** پر ہوا ہو اسمیں اگر دنیا میں خودکشی کا رواج نہ ہو تو کیا ہو؟ صرف صرف اسلام ہی ایک پاک مذہب ہے جسنے **لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ** کہکر خود کشی سے منع فرمایا ہے اور **أَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ** کہکر درازی عمر کا نسخہ بتایا اور پھر **اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** کا ارشاد فرماکر زندگی کو راحت بخش بنانے کی تجویز بتا دی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اور ہمارے پڑھنے والے ان سنہری اصولوں سے متمتع ہوں۔ آمین۔

ہر کس بخیال خویش خبطی دارد

سوئٹزرلینڈ سے ایک جرنل سالومنس صاحب لنڈن تشریف لاکر لوگوں میں اپنا یہ مذہب یا مقصد پیش کرتے ہیں کہ انسان کو نمک اور پانی کے استعمال سے علیحدہ کرکے انکی عمر دراز کریں۔ سالومنس صاحب کی تعلیم ہے کہ نمک ہی سب برائیوں کی جڑ ہے اور ہر قسم کا عرق مع پانی کے انسانی بناوٹ کے لیے ایک غیر ضروری بوجھ ہے۔ ان کے مسلک میں بہت سے زن و مرد انکے ہمخیال ہو گئے ہیں جو نمک اور پانی سے تو پرہیز کرتے ہیں مگر سب ننگے کام کرتے ہیں ایک دوسرے سے علیحدگی کے واسطے درمیان میں لکڑی کا تختہ لگا لیتے ہیں اور جب موسم سخت نہیں ہوتا تو برہنگی کی حالت میں ہی زمین پر سوتے ہیں + یہ حالت ہو رہی ہے مغربی دنیا کی۔ مذہب اور اسکی حقیقت سے وہ اسقدر دور جا پڑے ہیں کہ اسکا سمجھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں کی ایسی وحشیانہ زندگی ہی اس امر کا پتہ دے رہی ہے کہ اسوقت ایک ایسے **وجود پاک** کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت اپنے ساتھ لیکر آئے اور دنیا کو **باخدا دنیا** بنا سکے + اور خدا کا شکر ہے کہ **آنے والا آگیا** جسکی آنکھیں رکھتے [?] ہیں دیکھو اور سمجھے۔ سنبو

اسلام کے نادان دوستوں سے بچاؤ

علیگڈھ منتھلی کے اکتوبر سنہ گذشتہ کے اشو میں ایک مضمون وہاں کے ایک لائق گریجوایٹ کے قلم سے نکلا ہے جس کا عنوان ہے "ہم اسلام کو موجودہ خیالات کے موافق کہانتک کر سکتے ہیں" اس مضمون میں صاحب مضمون نے اسلام کی اصل حقیقت سے ناواقف اور ناآشنا ہوکر اس میں اصلاح اور ریفارم کرنیکی خواہش ظاہر کی ہے اور وہ اصلاح ایسی بھونڈی اور بدنما ہے کہ اس اصلاح کا نام تحریف یا ترک اسلام ہی ہو سکتا ہے گریجوایٹ صاحب نے اس مضمون میں جہانتک یا جو کچھ خیالات ظاہر کیے ہیں ہم اُنپر الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں انشاءاللہ ریویو کرینگے اور اسوقت اگر خدا نے چاہا تو ہم دکھائینگے کہ مسلمانوں کی ذریت کیا کرنا چاہتی ہے آہ! ان نئی روشنی کے دلدادوں کے لیے کسی نے اچھا کہا ہے

ننگ یورپ سے خاک لائینگے
اپنا کعبہ الگ بنائینگے

مسلمانوں کی اندرونی حالت کی ایسی خرابی ہے کہ وہ اسلام کو بھی ہاتھ سے دینے کے لیے طیار ہورہے ہیں اور بہانے تلاش کرتے ہیں۔ یہی بیدینی اور باہمی تفرقہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

سنت سے طلاق

رنگون کی خبروں میں بیان ہوا ہے کہ عبدالکریم نامی ایک مدراسی نے غصہ کی حالت میں اپنی بی بی کو طلاق دیدی تھی لیکن جب اس کا غصہ فرو ہوا۔ تو اُس نے اس طلاق کے رفع دفع کے واسطے ایک مولوی سے چارہ جوئی کی جسنے پہلے کچھ روپیے طلب کیے اور اسکے بعد طلاق دینے والے شخص سے کہا کہ تیری طلاق ہرگز جائز نہیں ہے اور تیرا نکاح کسی طرح نہیں ٹوٹا جب یہ شخص خوش خوش اپنے مکان کو واپس آگیا تو ایک شخص نے مولوی سے پوچھا کہ آپکا یہ فتوی کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ مولوی نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہل کندہ ناتراش ہے جو کسی طرح حرف ط کے تلفظ سے واقف نہیں ہو سکتا پس ضرور ہے کہ اس نے جو طلاق دی ہوگی وہ حرف ت کی تلاق ہے جو شرعاً جائز نہیں۔ اس سے قطع نظر کہ طلاق ہوتی ہے یا نہیں یہ حالت ہے ہمارے علما کی جو قوم کا دماغ سمجھے جاتے ہیں اور اسپر بھی کہا جاتا ہے کہ کسی مامور کی ضرورت نہیں؟ قوم! تو اس خواب غفلت میں کب تک سوئیگی اور عدم ضرورت مامور کے خواب کب تک دیکھیگی؟ کیا تیرے سننے میں ابھی کوئی کلام ہے۔؟

مسیح موعود کے فتوے کی اشاعت کی ضرورت

اجمیر سے خبر آئی ہے کہ ایک مسلمان نے اپنی جہالت سے راجپوتانہ مالوہ ریلوے کے ایک ملازم انگریز پر حملہ کیا جبکہ وہ بائسکل پر جارہا تھا ملزم نے گرفتار ہونے پر بیان کیا کہ ابھی میرا ارادہ اور بھی دو تین صاحب لوگوں کو مارنے کا تھا۔ ملزم کے اس بیان اور اُس جاہلانہ حملہ سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں حضرت مسیح موعود کے اُس فتوے کی کثرت اشاعت کی ضرورت ہے جو آپنے جہاد کی حرمت کے لیے شائع کیا ہے۔ مسلمانوں کے دل میں سچی وفاداری کے خیالات کو پیدا کرنے کے واسطے حضرت **مسیح موعود** کی تعلیم کی اشاعت کی بہت ضرورت ہے۔ وہ مسلمان جو اس امر میں ہمارے ساتھ متفق ہیں کہ انگریزوں اور دوسرے مذاہب والوں سے مذہب کے نام سے تلوار اُٹھانا حرام ہے اور یہ اشاعت مذہب کا ذریعہ نہیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنے مدرسوں میں حرمت جہاد کا فتویٰ تعلیمی کورسوں میں داخل کریں۔ بلکہ سررشتہ تعلیم پنجاب کو بھی مصالح ملکی کے لحاظ سے اس فتوے کو جو نظم میں لکھا گیا ہے مدرسوں میں داخل کردینے کی ازبس ضرورت ہے ہمارے کالج **تعلیم الاسلام** میں یہ فتوی اور دیگر اُردو نظموں کے ضمن میں داخل **کورس** ہے آیندہ کے لیے اگر یہ فتوی حفظ کرایا جاوے تو اور بھی مفید اور موزون ہوگا کیا دیگر انجمنیں بھی اسپر غور کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور نہیں تو علیگڈھ کالج ہی سہی۔

ہندو اور اُن کا مذہب

لارڈ ایمپتھل صاحب گورنر مدراس نے راج مندری میں وہاں کے اہل ہنود کے ایڈریس کے جواب میں ہندو مذہب کی موجودہ حالت کو خطرناک بتایا ہے اور کہا کہ ہندو اپنے مذہب کی تعلیم سے غافل ہیں اور یہ بھی بیان کیا کہ مغربی تہذیب نے لامذہبی پھیلادی ہے۔ اور آج کل کے ہندو شش و پنج میں ہیں کہ انکا اصل مذہب کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

کل ملل کی مذہبی کتابوں اور انپر رائے زنی کرنا آجکل آزادی سے ہو رہی ہے اور یہ نشان ٹھیرایا گیا تھا حضرت مسیح موعود کے نزول کا کیونکہ اس کے کاموں میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان کام ہے کہ دوسرے ملل پر اسلام کو غالب ثابت کرے اور یہ اُسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ کل مذاہب کے معتقدات اور مذہبی کتابیں عام ہو جائیں۔ اور یہ آجکل ہورہا ہے + یہ ایک زبردست زمینی شہادت حضرت مسیح موعود کے وجود پر ہے اسلیے وہ کہتا ہے

شعر

آسماں بار دنشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

مختصر نوٹ اور نکات

حقیقی اور زندہ مذہب وہی ہے اور وہی ہو سکتا ہے جس کے ساتھ اسکی سچائی اور حقیقت کے زندہ نمونے موجود ہوں۔ اور جب تک کوئی **زندہ** نمونہ موجود نہ ہو اس مذہب اور اس کی کتاب اور اُسکے خوارق و معجزات کی قیمت ایک کوڑی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ کوئی پاکدل اور بیدار **کانشنس** کبھی اُسکی بات کو قبول کرنے کے لیے طیار نہیں ہو سکتا کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اُس کی سچائی اور صداقت کی چمکیں اور اُسکی حقیقت کے نشانات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں اور ان **ہدایتوں** کے بھیجنے والے کے مُنہ پر ہمیشہ کے لیے مہر لگ چکی ہے بجز ایسے انسان کے جس کا **کانشنس** سُن ہو اور جسکا دل و دماغ تاریک خیالات سے پراگندہ ہو جو ایمان کی حقیقت اور مذہب کی جان سے واقف نہ ہو وہ ایسا خیال کرے تو کرے لیکن ایک سلیم الفطرت جو خدا تعالے کی طلب کے لیے سچی بھوک اور پیاس رکھتا ہو وہ تو اسی امر کے لیے تڑپتا ہے کہ **زندہ خدا** کے **زندہ نمونے** اور اُس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور تازہ بتازہ نظر آئیں تا وہ اپنے **ایمان** کو ظنون اور اوہام کے تاریک غار سے نکال کر **یقین** اور **حق الیقین** کے منارہ پر پہونچائے۔ یہی **حقیقی مذہب** کا نشان ہے اور یہی **خداپرستی** اور گناہ سوز فطرت کے اصول کا سچا ذریعہ ہے

حقیقی اور زندہ مذہب کا نشان جبکہ اُسکے خوارق اور کرامات کی **زندگی** اور زندہ خدا کے زندہ نمونوں کی **چمکار** ہے تو کیا اس **حقیقی معیار** پر آج دنیا کا کوئی مذہب اس قابل ہے کہ اپنے امتحان کے لیے آمادہ ہو۔ اور کوئی **اہل مذہب** اپنے مذہب کی تعلیم پر چلکر اُسکے پاک ثمرات اور نجات بخش نتائج کا **عملی ثبوت دینے کا حوصلہ کرسکتا ہے**؟ یہ ایک سوال ہے جس کے جواب کے لیے ہمکو ویدمت کے **حامیوں** اور **پرچارکوں** عیسائی مذہب کے **واعظوں** اور منادوں برہموازم کے پیرووں اور تھیوسفسٹوں کی طرف دیکھنا چاہیے؟ کہ ان سے کیا آواز نکلتی ہے؟ سنو اور کان لگا کر سنو لیکن بجز حیرانی اور خاموشی کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ اس معیار پر ایک اور صرف ایک ہی مذہب زندہ اور حقیقی مذہب کامل العیار ثابت ہو سکتا ہے اور ہوا ہے اور وہ ہے **اسلام** جس کی پاک اور کامل تعلیم اور اسکے ثمرات اور نتائج کا زندہ نمونہ حضرت **مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** کی ذات ہے جو علیٰ رؤس الاشہاد کہتا ہے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

مردہ پرستوں کے اخبار نور افشاں پر **آفتاب صداقت** یسوع کو لکھا جاتا ہے بجا ہے کیا جس قدر تاریکی اور فسق و فجور کی لعنت اس شخص کے ذریعہ دنیا میں پھیلی ہے جسنے اپنے آپکو خدا اور ابن اللہ کہا اسقدر ظلمت اور ضلالت شاید وام مارگ کے ماننے والوں سے بھی نہ پھیلی ہو بعض مسلمانوں کو غلطی لگی ہے جو وہ **یسوع** اور عیسی ابن مریم میں فرق نہیں کرتے۔ قرآن شریف میں کسی ایک جگہ بھی اس یسوع کا ذکر نہیں جو خدائی کا دعوی کرتا تھا اور اس طرح پر لوگوں کو گمراہ کرنے والا ٹھیرتا ہے قرآن شریف صرف اُس عیسی ابن مریم کا ذکر کرتا ہے جو ایک عاجز انسان اور خدا کا سچا نبی اور مکرم بندہ تھا جس نے ہمیشہ اپنی عبودیت کا اعتراف کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان بشارت دی۔ جو فی الحقیقت **حقیقی نور تھا** اور وہی آفتاب صداقت تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پاکر فی الواقع وہ **روشنی** عطا کی کہ سب کو روز روشن بنا دیا +

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک و سلم

پس مسلمانوں کو اپنے مناظرہ کے طریق کو فی الفور بدل دینا چاہیے وہ **یسوع انجیلی** اور عیسی ابن مریم نبی اللہ میں تفریق اور امتیاز کریں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی نوع انسان کی ہمدردی اور بھلائی کے لیے ایک مقام پر نصیحت کرتے ہیں کہ "میں سچ کہتا ہوں کہ ہرگز کوئی آدمی مسلمان نہیں بنتا جب تک وہ دوسروں کی ایسی ہمدردی نہیں کرتا۔ جیسا کہ اپنے نفس کے لیے" اور میری یہی نصیحت ہے کہ دلوں کو صاف کرو۔ اور تمام بنی نوع کی ہمدردی اختیار کرو۔ اور کسی کی بدی [illegible] [illegible] [illegible]

تہذیب یہی ہے اور عفو اور درگذر کرو اور کینہ توزی اور نفاق طبع مت بنو۔ زمین پر رحم کرو۔ تا آسمان سے تم پر رحم ہو"

مبارک وہ جو اس پاک تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق پاتے ہیں الہٰی ہمکو بھی توفیق دے آمین

سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا جواب بارہا الحکم کے کالموں میں شائع ہوا ہے اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اغراض و مقاصد میں تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا گیا اور خود حضرت حجۃ اللہ کے پاک ارشادات اس بارے میں لکھے گئے ہیں ازدیاد ایمان کے لیے ملفوظات حضرت مسیح موعود سے یہاں لکھنا پھر خالی از فائدہ نہ ہوگا

" خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی قدرت دکھانے کے لیے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی امن اور صلاحیت۔ بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انھیں اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انھیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا۔ اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ خود اسکی آبپاشی کرے گا اور اسکو نشو و نما دے گا۔ یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لیے نمونہ ٹھیریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جنکو قبولیت اور نصرت دیجاوے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے فالحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً اسلمنا لہ ھو مولٰنا فی الدنیا والاٰخرۃ نعم المولٰی و نعم النصیر"

تو سے پڑھو ان سطروں کو جو اس سلسلہ کے متعلق خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۴ مارچ ۱۸۸۹ء کو لکھی تھیں۔ اور آج چودہ سال دس ماہ اور ۶ دن کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ کی فضا پر سوچو کہ وہ کہاں سے کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔ راس کماری سے لے کر کشمیر تک اور رنگون (برما) سے لے کر کابل اور خراسان تک۔ امریکہ میں ہے تو اسٹریلیا میں اسکی صدائیں گونج رہی ہیں۔ عرب میں ہے تو شام میں یصلون علیک ابدال الشام کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ مصر میں مسیح موعود کی تبلیغ کا پرچم اڑ رہا ہے تو افریقہ کے ریگستان اور بربرا (سمالی لینڈ) کے میدان کارزار میں بھی مسیح موعود کی طرف سے **ممانعت جہاد** کے فتوے کے شعر پڑھے جاتے ہیں + کیا یہ کوئی چھوٹی سی پیشگوئی ہے جو پوری ہو رہی ہے؟ مخالفو! سوچو!! نہیں نہیں سعید الفطرت لوگو! غور کرو کہ اس میں تمھارے لیے ایک نشان ہے جو ہدایت اور سعادت کی راہ نمائی کرتا ہے اگرچہ اسوقت تھوڑے ہیں جو سوچتے ہیں اور بہت ہی تھوڑے ہیں جو فائدہ اٹھاتے ہیں مگر یقیناً یقیناً وہ وقت آتا ہے کہ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا عام نظارہ نظر آئے گا۔

تفسیر القرآن بالقرآن

ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم۔ بی نے کمال محنت کے ساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اس کی نسبت یہ ارشادات فرمائے۔ نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں۔ دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔

حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے۔ خریداران الحکم و البدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محصول ۱ر کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلا جلد ۳ مع جلد ۳ ہے۔ پارہ دوم کی قیمت ۲ر عم کے پارہ کی قیمت ۲ر

المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال پنجاب۔

تمام درخواستیں مشتہر کے نام تراوڑی آنی چاہییں۔ یہ تفسیر القرآن الحکم والی تفسیر نہیں ہے۔

ہندوستان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

چونکہ سال رواں کے شروع سے الحکم کا حجم اور تقطیع خاص طور پر بڑھا دیا گیا ہے اور اس سے اصل غرض یہ ہے کہ خدا چاہے تو الحکم ہر پہلو سے قوم کے لیے مفید اور دلچسپ آرگن ہو سکے اور قوم کی اگر ساری ضرورتیں نہیں تو کم از کم بہت سی ضرورتوں کو جو اخبار کے وجود سے ان کے متعلق ہیں پورا کرنے کے قابل ہو جاوے۔ ان عام ضرورتوں میں سے عام اخباری معاملات پر رائے زنی کی بھی ایک ضرورت ہے جو قوم کو کسی دوسرے ملکی مذاق کے اخبار کی خریداری کی ضرورت باقی رہنے دیتی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہم اس ضرورت کو اگر من کل الوجوہ نہیں تو ایک حد تک پورا کرنے کی سعی کریں۔ اور خدا تعالیٰ سے اسکے اتمام کی توفیق چاہیں عام اخباری معاملات کے لیے الحکم کا ایک حصہ مختص کرنے سے ہماری ایک غرض الحکم کی پاپولرٹی کو پیدا کرنا بھی ہے۔ جو لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے لیکن اخباری مذاق رکھتے ہیں ان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مذاق پیدا کرنا بھی ہمارے اغراض و مقاصد میں داخل ہے۔ اسلیے بھی یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ آئندہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ اس حصہ کا التزام رکھا جاوے۔ یہ طریق اگر خدا چاہے نہ صرف اخبار بینوں میں سلسلہ عالیہ کا مذاق پیدا کرنے والا ثابت ہو سکتا ہے بلکہ الحکم کی توسیع اشاعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ کی بعض قومی اور ملکی ضرورتوں پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اور اپنے سلسلہ کے بھائیوں کو عام انفرمیشن پہونچانے کا باعث بھی ہوگا۔ یہ وجہ ہے جو ہم اس آرٹکل کو لکھنا چاہتے ہیں یا عام معاملات اور واقعات پر عند الضرورت رائے زنی کرینگے یا مختصر خبروں کو الحکم کے کالموں میں لیں گے اور اصل تو یہ ہے کہ ساری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

نمبر اوّل

یوں تو قریباً ساری دنیا میں سال کا آخری ہفتہ اور پہلا ہفتہ کسی نہ کسی قسم کی مصروفیتوں یا تفریح و تماشہ کا ہفتہ ہوتا ہے لیکن ہم ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف ہندوستان کی وسیع فضا میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ یہاں آسمان کے نیچے اس آخری ہفتہ میں

کیا ہو رہا ہے

دسمبر کے آخری ہفتہ کا نام اخباری دنیا میں کہیں **کرسمس ویک** اور کہیں **کانفرنسوں** اور کہیں **کانگرسوں** کا ہفتہ رکھا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈالیوں کا ہفتہ بھی کرسمس ویک نام کی وجہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس ہفتہ میں عیسائیوں کے معتقدات کے موافق ۲۵ دسمبر کا وہ دن ہے جبکہ بیت اللحم کی کسی **چرنی** میں یوسف نجار کے گھر میں یسوع نام ایک بچہ پیدا ہوا جسکی بابت عیسائی باستثناء بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ چرنی میں پیدا ہونے والا بچہ باوجودیکہ معمولی بچوں کی طرح پیدا ہوا تھا۔ اور پورے نو مہینے تک اپنی ضعیفہ والدہ کے پیٹ میں معمول کے مطابق خون حیض سے پرورش پاتا رہا اور عام بچوں کی طرح پیشاب ہی کی راہ سے پیدا ہوا لیکن اسپر بھی وہ آدم زاد ہی نہ تھا بلکہ **خدا کا بیٹا** تھا نعوذ باللہ من ذالک۔

تکاد السمٰوات یتفطرن منہ

اور اسدن کو یسوع یا بلکہ خدا کا میلادی دن سمجھکر بڑی عظمت اور شان کا دن قرار دیتے ہیں اور عام اصطلاح میں وہ **بڑا دن** مشہور ہو گیا ہے۔ حالانکہ عام طور پر وہ بڑا دن نہیں ہوتا بلکہ ۲۱ دسمبر کی رات بڑی سے بڑی رات ہوتی ہے اور سب سے بڑا دن ۲۱ جون کو ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک دجل ہے اور نصرانی ہتھکنڈوں کا شمہ کہ عام لوگوں میں اس دن کی عظمت کو قائم کرنے کے لیے اسدن کا نام بڑا دن رکھدیا ہے۔ اور اب بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ ۲۵ دسمبر کو بڑا دن ہے

اگر یہ بات سچ ہے کہ بیت اللحم کی کسی چرنی میں پیدا ہونے والا بچہ جس کا نام یسوع رکھا گیا تھا اسکی یادگار اور عظمت کے لیے اسدن جلسے کیے جاتے ہیں اور اسدن کو مقدس اور مبارک کہا جاتا ہے تو

لاریب

یہ خطرناک غلطی اور جہالت ہے جو ملک اور دنیا میں پھیل رہی ہے اور وہ وقت قریب ہونا چاہیے اور ہمارا ایمان تو ہے کہ وہ وقت آگیا کہ جب اس مردہ پرستی اور مریم پرستی کے اعتقادوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور

دنیا میں ایک اور صرف ایک ہی خدا کی پرستش ہوگی اور مریم و

مردار پرست قوموں اور لوگوں کے مذہب گمنام سمجھے جائیں گے

حقیقت میں اس سے بڑھ کر کوئی درد کا مقام نہیں ہو سکتا کہ ایک عاجز آدم زاد کو جو پیشاب و پاخانہ کی معمولی ضرورتوں کا اسی حد تک محتاج ہے جیسے دوسرے انسان اور عام حیوان) خدا یا اسپر خدا بنایا جاوے اور ایک **مشت خاک** کو جسکو ساری عمر سر دھرنے کی بھی جگہ نہ ملی ہو اور جو لومڑ لوں اور ہوائی پرندوں کے بسیروں پر رشک کرتا رہا ہو رب العالمین سمجھا جاوے۔

وہ دن بڑا ہی **منحوس اور تاریک** سمجھا جانا چاہیے جسدن کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا جو دنیا میں اپنی عبودیت کے مقام کو چھوڑ کر **حیّ و قیوم** خدا کے عرش پر بیٹھنے کا مدعی ہوا۔

چونکہ **مردم پرستی** نہیں بلکہ **مردہ پرستی** (جو موجودہ اعتقاد کے لحاظ سے) ساری ریکیوں اور بدعتوں کا مجموعہ ہے اور خدا تعالیٰ کی معرفت سے بے نصیب رکھنے اور نجات کی حقیقی راہ سے دور پھینکدینے کا باعث ہے۔

پس

حیثیت اور لحاظ سے ۲۵ دسمبر کا دن کو کتنا ہی بڑا دن اور مبارک قرار دیا جاوے لیکن نفس الامر میں یہ دن بہت ہی **منحوس** اور قوم اور ملک کے لیے تاریک دن ہے۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دن جلسے منانے اور خوشیاں کرنے کے لیے کیوں مخصوص کیا جاتا ہے۔ اس قوم کی بد نصیبی اور **کم فہمی** پر رونا چاہیے جو ماتم کے **مقام** پر خوشی کا اظہار کرے۔ یہ دن تو رونے اور نوحہ خوانی کا دن ہونا چاہیے تھا اور کوشش متفقہ ہونی چاہیے تھی کہ اس دن کو بھلا دیا جاتا اور کوئی جاننے والا نہ ہوتا کہ اسدن عاجز دنیا تو ان ابن آدم ہو کر خدا بننے والا پیدا ہوا تھا۔

مگر

افسوس اور رنج کی جگہ ہے کہ ایک **قوم** ہے جو اپنی ماتم کدہ میں ہنستی ہے اور اپنی جہالت کو دانشمندی اور گمراہی کو ہدایت تصور کرتی ہے وہ روحانی طور پر مرچکی ہے مگر اپنا شمار زندوں میں کرتی ہے۔ قعر ضلالت میں گری ہوئی ہے اسپر کہتی ہے کہ روشنی کے بلند **مینار** پر کھڑی ہوں حق و حکمت سے محض ناواقف اسپر فلاسفر اور ذی علم ہونے کی مدعی ہے۔

آہ! آہ!! آہ!!!

لیکن اے **سُننے والو!** سنو! اور اے سوچنے والو! سوچو! اور یاد رکھو کہ **حق** ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا اور حقیقی **نور** ہے وہ **چمکے گا**۔ اور آخر اس **ظلم عظیم** کا نام مٹ جاوے گا جو ایک عاجز انسان کو خدا بنانے کی صورت میں روا رکھا گیا ہے۔

یاد رکھو

انسان خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ایک ناچیز **قطرہ** خدا تعالیٰ کے ارادوں کو رد کرنیکی قوت نہیں رکھتا۔ فانی آدم زاد کے منصوبے اسکی تدبیریں اور حیلے **الٰہی تجلیات** کے سامنے ایک طرفۃ العین کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔

ماں

کرسمس ویک کا پہلا دن ۲۵ دسمبر سے شروع ہوتا ہے اور کانفرنسوں یا کانگرسوں کا ہفتہ بھی اسی وجہ سے مشہور ہوا ہے کہ اس تقریب پر ایک ہفتہ یا کم و بیش عشرہ کی تعطیل ہوتی ہے اور اس تعطیل سے ملک کے بہی خواہ کہلانے کے خواہشمند اور قومی درد سے متاثر دل رکھنے کے مدعی اپنی قومی اور ملکی حالتوں پر نوحہ خوانی کرنے اور یادہ **رفتگاں** کے لیے اس ہفتہ کو مختلف مقامات پر اجتماع اور جلسے کرتے ہیں اور چونکہ یہ جلسے کثرت سے ہوتے ہیں اس لیے یہ ہفتہ کانفرنسوں کے ہفتے کے نام سے بھی مشہور ہو گیا ہے۔ ہم کوشش کرینگے اور اگر خدا نے چاہا تو ہم اپنے ناظرین کو ہندوستان کے بڑے بڑے قومی اور ملکی مجمعوں اور مذہبی اور دینی کانفرنسوں اور جلسوں میں لے جائیں گے اور انہیں دکھائیں گے کہ **ریفارمیشن کی سٹیج** (میدان و تعمیر اصلاح) پر کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں اور **اہل نظر** ان سے کیا سبق سیکھتے ہیں۔ ہمارا کام صرف ان نظاروں کا دکھا دینا ہے اور اس سے سبق لینا یا مفید نتائج اخذ کرنا یہ پبلک اور دیکھنے والوں کا کام ہوگا۔ ہاں ہم ان جلسوں اور مجمعوں سے کیا سیکھتے اور سمجھتے ہیں اس کو ہم اپنی جگہ ظاہر کر دیں گے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ کوئی ان سے متفق ہو یا مخالف کیونکہ وہ ہماری ذاتی رائے ہے جس کے لیے **ہم آپ** ذمہ وار ہیں۔

ان قومی یا ملکی **مجمعوں** اور جلسوں میں ناظرین کو لے جانے سے پیشتر مناسب اور موزوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم انکو ان مجمعوں اور جلسوں میں لے جائیں جو خصوصیت کے ساتھ ان ایام کے ساتھ متعلق ہیں یا یہ کہ جن کے لیے مذہبی پابندیوں اور ہدایتوں کی بنا پر یہ دن مخصوص ہیں

معزز ناظرین!

ان جلسوں کے دیکھنے کے لیے آپکو کسی **گرجا** یا **مشن کمپونڈ** کا نظارہ کرنا چاہیے اور **یسوع پرستی** کی ہیکلوں میں جانا ہوگا + اس قوم کے در و دیوار ساز و سامان اور انکے اخبارات پر ایک نظر کرنی ہوگی جو عیسائی یا مسیحی کہلاتے ہیں اور جن کا موزوں نام **یسوعی** ہونا چاہیے

چونکہ یہ سیر اخبار کی سیر بین کے ذریعہ سے ہو اسلیے ہم پہلے ان یسوعی قوموں کے اخبارات ہی کو اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اور سامنے سے ۱۴ سال کے پرانے اخبار نور افشاں (جس کا مرادی نام نار افشاں ہونا چاہیے) کو لیتے ہیں اس کا پہلا صفحہ بیل بوٹوں سے مزین کیا گیا ہے اور ایک چرنی کی سی تصویر کے دو گوشوں سے آفتاب کا طلوع دکھایا گیا ہے جس کے ساتھ آفتاب کے طلوع سے لے کر اسکے غروب تک خداوند کا نام ممدوح ہوگا زبور ۱۱۳ : ۳ اور اس کے بیچ میں ایک ارضی دائرہ میں

> ۲۵ دسمبر
>
> **آج تمھارے لیے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا جو مسیح خداوند ہے"**
>
> (لوقا ۲)

اور اس دائرہ کے نیچے ایک طرف کھجور کا درخت بنا کر اُس کے اوپر یہ لکھا ہے۔

تم پر جو میرے نام سے ڈرتے ہو آفتاب صداقت طلوع ہوگا اور اُسکے پنکھوں میں شفا ہوگی (ملاکی ۴ : ۲)

اور دوسری طرف کھجور کے اوپر "ان لوگوں نے جو بڑے اندھیرے میں بیٹھے تھے بڑی روشنی دیکھی اور انپر جو موت کے ملک کے سایہ میں بیٹھے تھے نور چمکا (متی ۴ : ۱۶) لکھا ہے اور پھر ان کھجوروں کے درمیان کرسمس ڈے کی مبارک باد کے نیچے

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوایل رکھے گی (یسعیاہ ۷ : ۱۴)

اور ایسا ہوا کہ جب وے بیت اللحم میں تھے اُس کے جننے کے دن پورے ہوئے اور اپنا پہلوٹھا بیٹا جنی۔

(لوقا ۲ : ۶ و ۷)

یہ آیات اور فقرے بائبل سے کوٹ کرکے لکھے ہیں۔ ہم ان آیات اور فقرات پر ایک ریویو کرنا چاہتے ہیں اور دکھانا چاہتے ہیں کہ ان آیات اور نشانات کا کیا مفہوم ہے اور یہ کس حد تک معقول اور درست ہیں

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

شریف مکہ کی سخت گیریوں اور دست درازیوں پر ہندوستان کے بعض اخبارات میں طول طویل مضامین لکھے گئے تھے اور اب انہیں اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی اخبارات کی تقسیم شریف مکہ نے مکہ معظمہ میں محض اسوجہ سے بند کر دی ہے کہ انہیں انکی دست درازیوں کی شکایت جھپتی رہتی تھیں یہ کسقدر اخلاقی جرأت کی کمزوری ہے کہ شریف مکہ کو اپنے معاملات کو روز روشن میں لانے کی برداشت نہیں۔

حضرت حکیم الامت کے ملفوظات

جان من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تمھارے فرحت بخش خط میں اتبک تکدر معلوم ہوتا ہے۔ میں تمھارا دعاگو آگے عذر کر چکا ہوں۔ مگر میری بدقسمتی سے پذیرا نہ ہوا۔ اچھا اب سہی۔ فصل الخطاب کو ایکبار اچھی طرح پڑھ لو۔ اور قرآن کریم بہت پڑھو اور نماز باجماعت ادا کیا کرو تاکید ہے۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ دو مہینے تک قادیان میں بیعت کے واسطے جاؤں گا۔ تیرا سچا دعاگو نورالدین ۲۱ ماگھ یکم فروری ۱۸۸۹ء

عزیز من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تمھارے دوست و محب نے لودھیانہ میں دوسری شادی کر لی مبارک ہو۔

حضرت مرزا صاحب قادیان سے برات میں لودھیانہ رونق افروز ہیں۔ اور ۲۰ مارچ کے جلسہ بیعت میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خاکسار بھی شریک ہوگا۔ کل حضرت امام الوقت مرزا صاحب کو عرضی لکھدی ہے جواب پر مفصل عرض ہوگا۔ ۱۰ مارچ ۱۸۸۹ء

ارشد ارجمند حفظک اللہ وسلم۔ بھلا خفگی کی کوئی وجہ بھی۔ بھلا اسقدر فراموشی آپ کے اور میرے للّٰہی محبت کے درمیان جائز ہے۔ پیارے عزیز۔ میرا اور آپ کا تعلق روحانی ہے قابل انقطاع نہیں۔ آگے تم جانو۔ سنا و اشاعت قرآن شریف اور حدیث میں اب آپ کسقدر ساعی ہیں۔ والسلام

ارشد ارجمند حفظک اللہ وسلم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت کے بعد تمھارا فرحت نامہ مہجور دور کو پہنچا۔ پیارے سفر بھی کوئی عذر ہے۔ کیا ڈاک سفر میں بند ہو سکتی ہے۔ ایسا نہ کرو۔ گاہے گاہے اپنے حالات سے خوشوقت رکھا کرو۔ پیارے صدیق حفظہ اللہ وسلم اور عزیزہ خدیجہ کا صدمہ شخص صاحب کو نصیحت تھی۔ آنکو واجب ہے کہ فہمائش الٰہی پر دھیان کریں۔ آیندہ معاصی سے اجتناب رہے کبھی کبھی مسائل کی چھیڑ چھاڑ خطوں میں ضرور ہوا کرے اس میں دینی مسائل محفوظ رہتے ہیں۔ والسلام ۲۲ اپریل از جموں

خارجی ترم کہ تازہ زبانی بریدہ اند
محروم بوستانم مردود دانشتم

عزیز ارشد ارجمند حفظک اللہ وسلم کو تم۔ یا راحت جان و آرام روح و روان ہو نسیم بہتر است کہ برائے آیندہ اخی فی اللہ وحبی

لی اللہ تونفتہ یا شم

امۃ اللہ کو محمد یونس کی ہمشیرہ نے صحت پائی ۔ اللھم بارک فیہا آمین ۔

شیطان کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے یجری من الانسان مجری الدم یعنی جیسے خون بدن میں چلتا ہے ۔ ویسا ہی شیطان بھی ۔ اور شیطان کو باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کان من الجن ۔ یعنی جن کا جسم انسانی میں حلول کرنا ثابت ہوگیا ۔ اب رہی یہ بات کہ جن کیا چیز ہے یہ علیحدہ مسئلہ ہے اگر تو عجیب سے لکھوں گا ۔ اعمال سے جن قبضہ میں آتے ہیں یا نہیں ۔ جس چیز کا نام جن شرع میں ہے وہ قابو میں آسکتے ہیں سلیمان علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں دیکھو ومن الشیاطین من یغوصون لہ ۔

وطن کے واسطے دل تڑپتا ہے ۔ الا شامت اعمال بیماری سرکار نے لاچار کر دیا حیران ہوں ۔ کشمیر کا سفر معلوم نہیں ہوتا محمد صدیق محمد ظہور الدین کو السلام علیکم حافظ کے واسطے عنقریب تدبیر کرتا ہوں بخدمت میاں غلام حسین صاحب و حافظ رحیم یار صاحب السلام علیکم ۔

۲ جون از جموں ۔

بنام حافظ اسد یار صاحب

احمد اسد جان احمد شد پدید

اسم من گردید آں اسم وحید

و السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی امر حق ہے حکیم فضل الدین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے ۔ ہاں اگر ایک احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم اپنی خدمت کے لحاظ سے اور غلامی کی راہ کے فرماوے کہ میں بلحاظ کامل محبت اور سچی خدمت کے فدائی احمد ہوں ۔ بلکہ اس کا مولیٰ اور خالق جل شانہ ارشاد فرماوے کہ تو تو احمد ہے تو یہ امر عجیب ہے ۔ اسی کا رڈ کے اوپر جو شعر لکھا ہے اس پر غور کرو حضرت مرزا جی کا فرمایا ہوا ہے ۔

نوٹ حافظ صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ اس آیت میں احمد سے مراد جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا اس سے مراد جناب امام صادق مہدی زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں یہ جواب حضرت حکیم الامۃ سلمہ ربہ کی جانب سے دیا گیا تھا ۔

عاجز اللہ داد ۔ کلرک شاہ پور

برادرم حفظک اللہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سونا تعظیم کے خلاف ہے ۔ اور قرآن شریف میں وارد ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ۔ اور بیت اللہ سے بڑھ کر کونسی چیز ہوگی جو شعائر اللہ میں داخل ہو ۔

پس خوردہ عورت اجنبیہ کا مرد اجنبی کو اور مرد اجنبی کا عورت اجنبیہ کو کھانا جائز ہے ۔ اس میں جب تک کوئی دلیل نہیں ہے ۔ تو اباحت اصلیہ اسکے جواز کی دلیل ہے ۔

الحمد شریف بدستور سابق غور سے بہت پڑھا کرو ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا ۔ اور جو وصیت تم نے لکھی ہے ۔ بہت ٹھیک ہے ۔ اس میں کوئی بات خلاف شرع معلوم نہیں ہوتی ۔ یہی وصیت لکھکر ہمیشہ اپنے پاس رکھنی چاہئے حدیث شریف میں بھی وارد ہے ۔

اور میرے صدمہ کی بابت آپ نے سنا ہوگا ۔ دعا کیجیے آیندہ کے واسطے خداوند تعالیٰ رحم فرمائے ۔ آمین اور میرے بھائیوں کو جنت الفردوس میں جگہ دے ۔ آمین

امیر کابل ملاؤں کا محکوم ہے

اخوندزادہ حضرت مولانا مولوی سید عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر لکھتے وقت ہم نے امیر کابل کو ملاؤں کا محکوم امیر لکھا تھا ۔ امیر کے ملاؤں کے محکوم ہونے کی ایک اور تازہ خبر پہونچی ہے جو پایونیر اور دوسرے اخبارات میں شائع ہوگئی ہے کہ امیر حبیب اللہ خان نے اپنے پایہ تخت میں جو بیت العلوم مغربی علوم کی تعلیم کے لیے جاری کرنا چاہا تھا اور جس کے واسطے انجمن حمایت الاسلام لاہور کے توسط سے پروفیسر بہم پہونچائے گئے تھے اس بیت العلوم کا ارادہ ترک کر دیا ہے ۔ وجہ وہی ملاؤں کی حکومت جنھوں نے سلطانی کفار کی زبان کے سیکھنے کا فتویٰ دیا ہے ۔ اس قسم کے واقعات صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے واقعہ پر پوری روشنی ڈالتے ہیں ۔ اور ملاؤں کے دبیخ کا اظہار کرتے ہیں جو امیر پر رکھا ہے اور جہاد کے متعلق جو پالیسی وہاں کے ملاؤں کی ہے اس پہلو کو واضح کرتے ہیں ۔ ہم تفصیلی طور پر لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر ضرورت ہوئی ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

یک نشد دو شد

لاہور کے آریہ گزٹ نے جنوری ۱۹۰۴ء میں بحوالہ سماچار لکھا ہے کہ کابل کی بربریت کا خون مرزا قادیانی کے دو مریدوں کو بڑی اذیت سے ہلاک کیا گیا ۔ اخبار وں میں عام مشہور ہے کہ پنجاب سماچار کا رسولی مراد ہے اس مشورہ کے متعلق یہ افسوسناک خبر سنانا ہے ۔ آج تک امیر قتل ...

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات

۸ جنوری ۱۹۰۴ء کو مولانا موصوف نے ایک مختصر مگر نہایت ہی ضروری خطبہ پڑھا جسکو ہم اپنے الفاظ اور طرز پر بطور حاصل المطلب درج کرتے ہیں ۔ (ایڈیٹر)

واعظ موت

اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں سب سے زیادہ تاکید تقویٰ کے لیے کی ہے ۔ اللہ کا خوف رکھنا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا اسی کو اپنی ڈھال (سپر) بنانا تقویٰ کے معنی ہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کو مد نظر رکھنا قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد اور غرض ہے قرآن شریف کے تیس سیپاروں میں جس قدر تاکید تقویٰ اللہ کے متعلق کی گئی ہے اور کسی چیز کے لیے نہیں اور حقیقت میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تقویٰ ہی ساری نیکیوں کی کلید ہے ۔ سب نیکیوں کی جڑ اور مفتاح یہی تقویٰ ہے ۔ جس میں تقویٰ نہیں وہ جو چاہے سو کرے ۔ لیکن ایک خوف خدا سے ساری نیکیاں ہو سکتی ہیں اور انسان بدیوں سے بچ جاتا ہے پس سنو ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے واسطے کیا آگے بھیجا ہے ۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جامع بات پوچھی آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد رکھو مگر اس شخص نے سمجھا کہ یہ تو معمولی سی بات ہے شاید میرے پوچھنے پر کوئی اور بات بتائیں چنانچہ اس نے پھر پوچھا اور آپ نے پھر وہی جواب دیا اور تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ وہ پوچھتا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ موت کو یاد رکھو ۔

حقیقت میں جس شخص کو موت نصیحت دینے والی نہیں ہے اس کو کوئی مادی بھی ہدایت نہیں کر سکتا ۔ آج موت کا بازار خوب گرم ہے اور ایسا گرم ہے کہ ایسی عام موت کبھی نہیں ہوتی ۔ اور ضروری یہی تھا کہ موت اسی طرح واقع ہوتی ۔ کیونکہ اللہ جل شانہ کی تمام کتابوں میں اور کل نبیوں اور راستبازوں کی زبانوں پر مسیح موعود کے زمانہ کا یہ نشان رکھا گیا تھا کہ جب دنیا اس سے اعراض کر جائے گی اور فسق و فجور اور محرمات کی طرف دنیا میلان کر جاوے گی اس آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہوگا مری یا طاعون پھیلے گی خدا تعالیٰ کی کتاب مجید میں بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ملفوظات میں بھی ایسا ہی ہے ۔ اور تمام نبی تورات میں یہی پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں کہ آخری زمانہ میں طاعون کے ذریعہ موت پھیلے گی ۔

اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسی پوری ہوئی کہ سیکڑوں گاؤں اس سے ہلاک ہو چکے ہیں اور ابھی تک کسی مادی آدمی اور ڈاکٹر کو اس کے علاج میں کامیابی نہیں ہوئی اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا دورہ کب ختم ہوگا ۔ تمام ڈاکٹروں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے ہیں گورنمنٹ نے لاکھوں روپیہ خرچ کیا مگر آخر الگ ہونا پڑا ۔ کئی لاکھ روپے کے خرچ سے ٹیکہ کے لیے ڈاکٹر بلائے ۔ آخر اعتراف کرنا پڑا کہ کوئی علاج نہیں ہے ۔ بیشک اسکا علاج کیسے ہو جبکہ یہ رجز من السماء ہے یعنی جو چیز کا جو قہر الٰہی کی صورت میں آئی ہو زمینی علاجوں سے کیا ہو سکتا ہے ؟ اسوقت بڑا ہی سنگ دل اور شقی ہے وہ شخص جو اس نذیر سے فائدہ نہیں اٹھاتا ۔ یہ بالکل سچ ہے جس کے لیے موت بے ہادی اور واعظ نہیں ہے اور کوئی چیز اسے ڈانٹنے والی نہیں ہو سکتی ۔ دیکھا گیا ہے کہ جہاں ایک مرتبہ طاعون کا حملہ ہوا ۔ بار دیگر پھر وہاں اس کا حملہ ہوا ہے ۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اسکا حملہ کب تک رہے ۔ مگر خدا تعالیٰ کی وحی میں صاف لکھا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

یعنی اللہ تعالیٰ اس طاعون کو نہیں اٹھائے گا جب تک کہ دنیا اپنی حالت کی اصلاح نہ کریگی بہت سے سنگدل اور ملکوں میں اس نظارہ کو دیکھتے ہیں کہ دنیا ہلاک ہو رہی ہے مگر وہ اس نظارہ سے کوئی عبرت نہیں لیتے اور نہیں ڈرتے کہ یہ ان کے لیے نذیر ہے ۔ شاید وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ خود ہی اسکا لقمہ بن جاویں مگر یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی اس بولنے والی کتاب سے عبرت نہیں پکڑتا اور سبق نہیں لیتا وہ خود دوسروں کے واسطے نمونہ کیا ہوگا ۔

پس تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا حیا کرو ۔ اگر ایک شخص اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کی خیانت کو جانتا ہے اور دل کی نہاں در نہاں خیانتوں کو جانتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی علیم خبیر لطیف صفت پر ایمان لاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اسکے سامنے کھلی بیحیائیاں کرتا ہے ۔ اس طرح سے

۔۔۔ تو صفت پر ایمان ہے اور رزقکم فی ۔۔۔ پر ایمان لاتا ہے تو کیوں رشوت اور دوسرے ناجائز ذریعوں سے رزق کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ غرض خدا تعالیٰ کی ۔۔۔ صفات کو مان کر ان سے حیا کرنی چاہیے۔ اصل تقویٰ ہے۔ اور یہی تقوے کی تعریف ہے۔ متقی کے لیے خدا تعالیٰ کی کتاب میں عجیب وعدے ہیں یحب المتقین اور ولی المتقین اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور ولی ہوتا ہے۔ متقی کیلیے ہے من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا متقی بنتا ہے اگر وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو پھر خواہ کیسی ہی راہ اور رو بند ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہ بنا دیتا ہے اور اسکے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ تمام فاسق جر دشمنوں کے مقابلہ میں امام المتقین اور اسوۃ المتقین کو اللہ تعالیٰ نے بچا کر دکھایا ہے وہ خوفناک گھڑی جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کر لیا کیسی خوفناک گھڑی تھی اور کوئی راہ نکلنے کی بظاہر موجود نہ تھی اس وقت کوئی حشم و خدم ساتھ نہ تھے جو دشمن کا مقابلہ کرتے مگر اللہ تعالیٰ نے امام المتقین کو کیسے بچایا کہ دشمنوں کو اندھا کر کے نکل گئے + اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو آپ کی پاک شریعت کے خادم آپ ہی کے غلام ۔۔۔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں بھی ۔۔۔ کتنے روڑے اٹکائے گئے۔ جان اور مال اور آبرو کے مقدمے بنائے گئے دشمنوں نے کیا کیا منصوبے اور مکید کر اسکے خلاف کیے۔ آریوں۔ سکھوں برہموں۔ عیسائیوں۔ اور مسلمانوں نے جدا جدا اور مل ملکر اسکے استیصال کی کوشش کی مگر آخر خدا تعالیٰ نے انکو اپنے منصوبوں میں نا مراد کیا آج بھی دشمن اسکے خلاف بنے ہوے ہیں انجام بتا دے گا کہ خدا کی نصرت کس کے ساتھ ہے

غرض

ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ متقی بنے کیونکہ تمام نصرتیں اور تائیدیں متقی ہی کو ملتی ہیں اسے چاہیے کہ وہ شہداء علی الناس ہو اور اپنے پاک نمونہ سے دوسروں پر حجت قائم کرے۔ دیکھو منکروں کا حساب تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے مگر ماننے والوں پر حجت پوری ہو چکی ہے انھوں نے نشانات دیکھ لیے ہیں اور اب بھی اگر وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کوئی بدکاری کرتے ہیں وہ خدا سے استہزا کرتے ہیں پس اس سے ڈرو ہمیشہ موت کو سامنے رکھکر خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم دنیا کے لیے نمونہ اور شہداء علی الناس ہو جاؤ +

ضرورت نکاح

۔۔۔ شاہ صاحب سٹیشن ماسٹر جگر کوٹ ضلع کوہاٹ کی صاحبزادی کی نسبت حافظ محمد قاری صاحب جہلمی کی دختر ہے ۔۔۔ ہو گئی ہے اور اب سید صاحب اپنی لڑکی کی دوسری شادی کرنی چاہتے ہیں بابو صاحب کا لڑکا حیدر شاہ ۔۔۔ پوسماسٹر ہے حسین خوش خلق جوان انٹرینس پاس یافتہ جو صاحب ایسا اتفاق پیدا کرنے کے خواہشمند ہوں بابو صاحب سے خط و کتابت کریں یا ایڈیٹر الحکم کو اطلاع دیں۔

دارالامان کا ہفتہ

۱ ۔ اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بضیب اعدا نزلہ اور زکام کی وجہ سے ناساز رہی جمعہ کو آپ نے بعد نماز جمعہ بعض نئے آئے ہوے خدام سے ملاقات فرمائی۔ خصوصیت کے ساتھ اس ملاقات کا شرف ہمارے محترم مخدوم عالیجناب نواب محمد علیخان صاحب کے بڑے بھائی جناب نواب احسن علیخان صاحب اور ریاست کوٹلہ کے مشیر اعلیٰ میر محمد یمین صاحب کو حاصل ہوا۔ نواب صاحب اور میر صاحب نے حضرت حجۃ اللہ سے کیا باتیں کیں اور اعلیحضرت نے کیا فرمایا اسکے لیے ناظرین کسی دوسری اشاعت کا انتظار کریں

۲ ۔ بزرگان ملت حضرت حکیم الامۃ اور فاضل سیالکوٹی اور فاضل امروہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اور خدمت دین میں مصروف اول الذکر بزرگان رسالہ ترک اسلام کے جواب کے مسودوں اور کاپیوں اور پروفوں کی اصلاح و نظر ثانی میں علاوہ دیگر مستقل خدمات دین کے لگے ہوے ہیں جناب امروہی نے سر الشہادتین ایک چھوٹا سا لطیف رسالہ لکھا ہے جو الحکم میں بہت جلد طبع ہوگا صاحبزادہ صاحب پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا رسالہ طیار ہے وفات مسیح پر نئی بحث ہے جو دیکھنے کے قابل ہے قیمت ۔ اور علاوہ محصول پیر صاحب سے طلب کرنا چاہیے۔

۳ ۔ علاقہ بار۔ کریام۔ راہون۔ مونگیر اور کئی دیگر مقامات سے خدام آکر بہرہ اندوز سعادت ہو رہے ہیں

۴ ۔ کسی قدر بارش ہو گئی ہے جسکی وجہ سے موسم میں زیادہ سردی کی چمک پیدا ہو گئی ہے

دارالامان کی مقامی ضرورتیں

الحمدللہ ڈاک خانہ کا انتظام ڈاک کی روانگی اور رسید گی کے متعلق خاطر خواہ ہو گیا ہے لیکن ہمکو یہ شکایت ضرور ہے کہ مقررہ وقت پر جو ظاہر کیا گیا ہے ڈاک قادیان پہنچتی نہیں ہے جس کی وجہ سے ڈاک کی روانگی میں بھی دیر کا ہو جانا قرین قیاس ہے۔

اُمید ہے کہ جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر اس فروگذاشت کے رفع کرنے میں سعی فرمائینگے علاوہ بریں ابھی تک ایک نقص اور باقی ہے کہ ایل ۲۰ کے نام تفصیلی طیار نہ ہونے کی وجہ سے صبح تک ڈاک کو بٹالہ انتظار کرنا پڑتا ہے + اور یہ نقص رفع نہیں ہو سکتا جبتک کہ تھیلی بٹالہ کے نام نہ بنائے جاویں اور وے مستقیم میں ڈاک نہ جاوے۔ غالباً اس ضرورت اور تکلیف کو صاحب سپرنٹنڈنٹ جیسا بیدار مغز آدمی پہلے ہی سے محسوس کر چکا ہو گا + اگر ابھی تک خیال نہیں آیا تو اب خیال فرما کر اسکو رفع کریں۔

وہی قادیان کی سڑک کا دکھڑا

۹ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء کو جناب لالہ موتی رام صاحب تحصیلدار بٹالہ۔ قادیان تشریف لائے اور ۱۰ جنوری کو آگے تشریف لے گئے۔ آپکو قادیان کی صفائی وغیرہ ضروریات پر خصوصیت کے ساتھ توجہ ہے چنانچہ آپ نے پھر قادیان کو نوٹیفائڈ ایریا قرار دینے کے متعلق تحریک کرنی چاہی ہے اور قادیان اور بٹالہ والی سڑک کے متعلق بھی آپ نے مناسب ایکشن لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ اگر صاحب موصوف اس امر پر زیادہ توجہ کریں تو یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ یہ سڑک خصوصاً وہ حصہ جو سڑک سے الگ ہو کر قادیان تک آتا ہے نہایت ہی خطرناک حالت میں ہے۔ راستہ میں زمینداروں نے بند مار مار کر اسکو اور بھی مخدوش بنا دیا ہوا ہے۔ تحصیلدار صاحب نے یکہ بانوں کے بیانات بھی اس کے متعلق لیے ہیں اور پوری توجہ کرنی چاہی ہے جس سے ہمکو امید ہو چلی ہے کہ اب ہماری شنوائی ہو کر رہے گی۔ انشاء اللہ قادیان میں جن صاحبوں کی روڑیاں ملحق شہر پڑی ہیں انکو اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے بصورت ثانی ان کے مناسب تدارک کا حکم ہے +

غرض تحصیلدار صاحب کو اپنے علاقہ کی ہر طرح بہتری اور بھلائی کا خیال ہے۔ چونکہ آپ اپنے فرض منصبی کو نہایت دیانتداری اور محنت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور کسی قسم کا ذاتی یا مذہبی تعصب آپ میں نہیں اسلیے ہندو اور مسلمان دونوں آپ کو عزت اور پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ایک برہما انسپکٹر پولیس اور مرزا صاحب قادیانی

پنجہ فولاد میں مندرجہ ذیل مراسلت عنوان بالا سے چھپی ہے جو مولوی عبدالسلام رفیقی حال وارد رنگون نے اخبار مذکور کو بھیجی ہے

وہو ہذا

میں سیر کو جا رہا تھا کہ ایک برہما انسپکٹر پولیس اتفاقیہ ملاقی ہوئے اگرچہ میں برہما زبان سے بالکل ناواقف ہوں۔ مگر وہ انسپکٹر صاحب کچھ اردو جانتے تھے اور انگریزی اعلیٰ درجہ کی۔ میں اسکے برعکس اردو اچھی جانتا ہوں اور انگریزی کم۔ خیر جب طرح ہم دونوں نے آپس میں گفتگو شروع کی۔ انسپکٹر صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے بھی آبا و اجداد اصل میں ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ یہاں آکر انھوں نے شادیاں کیں ہم پیدا ہوے اور ہم بوجہ خلقت اپنے اجداد کے برہما کے برہما رہے۔ میرے مختلف سوالات کے جواب میں انھوں نے ذیل کی باتیں ذکر کیں۔ اگر ہم اس لباس (برہما) کو چھوڑ دیں اور اپنا نام اس پر نہ رکھیں۔ تو ہمکو اس لائق نہیں لیا جاتا۔

میں مرزا صاحب قادیانی کے خیالات کو بہت پسند کرتا ہوں۔ میں نے انکی بعض تصانیف دیکھی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ضرور کوئی چیز ہے۔

میں نے اب پنشن لے لی ہے لڑکوں کی جو لوکر ہیں آرام سے ہیں۔ ایک کے لیے خیال ہے کہ اُسے ولایت بھیجا جائے۔ اس کے خرچ کی فکر ہے جب میں اس کام سے فارغ ہونگا تو ضرور ایک مرتبہ قادیان جاؤں گا۔ اور مرزا صاحب کی زیارت کروں گا۔ وغیرہ وغیرہ

عبدالسلام رفیقی حال وارد رنگون۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر کل من علیہا فان

الحکم کے یوم اجرا کے خریداروں میں سے ہمارے مکرم مخدوم منشی محمد خان صاحب افسر بگی خانہ کپورتھلہ بھی تھے جنھوں نے سال رواں کے پہلے ہی ہفتہ میں اس جہان فانی سے دار البقا کو کوچ کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

منشی محمد خان صاحب مرحوم کی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت اور اخلاص عشق کا رنگ اختیار کر چکا تھا۔

خانصاحب موصوف کے متعلق ہمکو اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں خود اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے متعلق ایک موقع پر لکھا ہے

"حبی فی اللہ میاں محمد خان صاحب ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں نہایت درجے کے غریب طبع صاف باطن دقیق فہم حق پسند ہیں اور جس قدر انھیں میری نسبت عقیدت و ارادت و محبت و نیک ظن ہے میں اسکا اندازہ نہیں کر سکتا مجھے ان کی نسبت یہ تردد نہیں ہے کہ ان کی اسقدر جو ارادت ہیں کبھی کچھ خلل پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے وہ سچے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں خدا ان کے ساتھ ہو آمین"

وہ سارٹیفکیٹ ہے جو خانصاحب ممدوح کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ جری اللہ فی حلل الانبیاء نے دیا ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ آخری دم تک اصفوں نے اپنے آپ کو اسکا مستحق ثابت کیا۔

خان صاحب کئی مہینے سے بیمار تھے اور دن بدن ان کا مرض الموت ثابت ہوتا جاتا تھا آخر آخری پیام آپہونچا اور خانصاحب صالحین کی موت رخصت ہوے۔ اس میں شک نہیں کہ خانصاحب مرحوم کی موت آخر بشری تقاضوں کے لحاظ سے انکے خاندان انکو دوست و احباب اور ہمارے سلسلہ کے لیے ایک رنجدہ خبر ہے لیکن یہ معلوم کرکے رنج جاتا رہتا ہے کہ ان کا **خاتمہ ایمان پر ہوا**۔ اور انکی موت مبارک موت تھی۔ خانصاحب ممدوح اپنی امتحان میں پورے اُترے اور ہم ابھی جو اس کشتی میں سوار ہیں اپنی جگہ لرزاں اور ترساں ہیں۔ خدا کرے کہ اسی ایمان پر خاتمہ ہو۔

خانصاحب ممدوح کے آخری الفاظ یہ بتلائے گئے ہیں

کر کند۔ تقدیر۔ میں برداشت کرونگا۔

ویسا ہی ہونا تھا اور ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔

خان صاحب کی وفات سے ان کے خاندان کو بیشک صدمہ پہونچا ہے لیکن جبکہ خان صاحب نے مرنے سے پہلے خود فرمایا کہ **خدا متقی کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا** ہے۔ اس برتر و مقتدر ہستی سے امید ہے کہ وہ ان کے خاندان کی خود ہی حفاظت اور پرورش فرمائے گا اور بجز اس کے ہے ہی کون جو اس کے عاجز بندوں کی دستگیری کرسکے

ہم **منشی عبد المجید خان صاحب** خانصاحب کے بڑے صاحبزادہ اور آپکے بھائی منشی سردار خان، صاحب کو صبر و ضبط کرنے کی مزید ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خدا کا شکر ہے وہ سب کے سب رضا بقضا پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جسطرح انکا نیک باپ اور بھائی رکھتا تھا اور وہ سب کے سب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کی وجہ سے خدا تعالےٰ پر پورا ایمان رکھنے والے ہیں ہم قوم کی طرف سے تعزیت کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے پس ماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور خود انکی جزا ہو۔ آمین۔

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ نے ۸ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو خان صاحب کا جنازہ اپنی جماعت کو لیکر بعد نماز جمعہ مسجد مبارک میں پڑھا اور دیر تک آپ دعا فرماتے رہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ ہماری احمدی جماعت جہاں جہاں ہے اپنے مغفور بھائی کا جنازہ پڑھے گی۔

اس کے بعد دو چار الفاظ ریاست کپورتھلہ کے ذمہ وار عہدہ داروں اور بگی خانہ کے اعلیٰ افسر کی خدمت میں بھی ہم عرض کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ خان صاحب ممدوح نے جس دیانت داری اور جفاکشی کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ان کے خاندان کے جائز حقوق کی حفاظت فرمائی جاوے۔ ہمیں یہ سنکر خوشی ہوئی ہے کہ بگی خانہ کے اعلیٰ افسر اور ریاست کے چیف سکریٹری صاحب نے منشی عبد المجید خان کے سرپرست شفقت رکھا ہوا ہے۔ مہا رانی صاحبہ نے خانصاحب کے جنازہ کے لیے ایک قیمتی دوشالہ بھی بھیجا۔ ان کے جنازہ کے ساتھ ایک ہزار آدمی کی بھیڑ بھاڑ بتائی جاتی ہے غرض مرنے والا مرگیا اور اپنی بہت سی خوبیوں کو یادگار چھوڑ گیا۔

الحکم کے ساتھ انکو خاص محبت اور انس تھا اب بظاہر الحکم ان کے نام بند ہوتا ہے مگر ہم خانصاحب کے ساتھ آخری دم تک نباہنا چاہتے ہیں اور **اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے نام سے ایک اخبار مفت کسی ایسے شخص کو دیا جاوے گا جو الحکم سے محبت رکھتا ہے اور خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا** منشی عبد المجید خان اور ان کے چچا منشی سردار خان صاحب سے بھی ایک درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محترم مرحوم کی یادگار اور ان کے روح کو ایصال ثواب کے لیے تعلیم الاسلام کالج کے لیے **محمد خان سکالرشپ** کے نام سے کوئی مستقل وظیفہ جو کسی مسکین یا یتیم کی تعلیم کے مصرف میں آسکے۔ ورنہ

ایک مشنری انگریز قادیان میں

۴ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کی صبحکو گورے رنگ بھوری داڑھی اور نیلی آنکھوں والا ایک سادھو گیروے کپڑے پہنے ہوے سر پر گیروی پگڑی باندھے ہوے ننگے پاؤں پر موٹا دیسی جوتا پہنے ہوے آنکھوں پر عینک چڑھائے ہوے بائسکل پر سوار معہ ایک اور ساتھی جو لباس میں اُسکا ہمرنگ اور دوسری بائسکل پر سوار تھا قادیان میں وارد ہوا۔ اور بیان کیا کہ میں مرزا صاحب کی ملاقات کے واسطے آیا ہوں۔ لوگ اُسے مدرسہ تعلیم الاسلام کے مکانات کی طرف لے آئے جناب ہیڈ ماسٹر مدرسہ مفتی محمد صادق صاحب نے اُسکی شکل اور لب و لہجہ سے معلوم کر کے کہ یہ ایک انگریز دیسی لباس میں ہے فوراً اُس کے واسطے خاطرداری کے ساتھ آرام کی جگہ طیار کرکے اُسے اُتارا اور حالات دریافت کیے۔ معلوم ہوا کہ یہ صاحب ڈاکٹر پنل ہیں جو انگلستان کے باشندہ اور چرچ آف انگلینڈ کے مشنری ڈاکٹر ہیں گیارہ سال سے بنوں میں کام کرتے ہیں پشتو اور اردو بول اور سمجھ سکتے ہیں اور اب فقیرانہ لباس میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے بزرگوں سے ملاقات کے ارادہ کے لیے اور جابجا وعظ کرنے کی نیت سے بنوں سے اپنا نکلنا ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چار ماہ کے عرصہ میں کلکتہ تک پہونچنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہاں تک بائسکل پر آئے ہیں اور آیندہ سفر بھی بائسکل پر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ساتھی ایک نوجوان لڑکا تھا جسکو ڈاکٹر صاحب اپنا متبنیٰ بیٹا کہتے تھے اور ظاہر کرتے تھے کہ یہ مسلمان ہے۔ مگر وہ تمام امور میں بظاہر ڈاکٹر صاحب کے رنگ میں رنگین تھا۔

خاکسار ایڈیٹر اور دوسرے احباب نے جن کی ملاقات ڈاکٹر صاحب سے ہوئی ان کی خدمت میں بہت اصرار کیا کہ جب ڈاکٹر صاحب مختلف مقامات میں مختلف مذاہب کے بزرگوں کو دیکھنے کے واسطے نکلے ہیں تو یہ مقام سب سے زیادہ اس امر کا مستحق ہے کہ سب سے زیادہ ٹھیریں کیونکہ بلحاظ دعوے کے اور اس کے ظاہری نتائج کے اس جگہ ایک ایسا شخص اور ایک ایسا سلسلہ اور ایک ایسا فرقہ مذہب موجود ہے کہ بلحاظ عظمت و شان کے اُس کا مقابل اسوقت تمام دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب پہلے سے ٹھان چکے تھے کہ ایک دن سے زیادہ نہ ٹھیرینگے اس لیے وہ اپنے پروگرام کو نہ توڑ سکے اور بسبب اس کے کہ حضرت اقدس کی طبیعت علیل تھی۔ آنحضرت کی ملاقات کے بغیر ہی ڈاکٹر صاحب دوسری صبحکو واپس چلے گئے۔

تاہم اس تھوڑے سے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے اس پاک سلسلہ کے حالات کے متعلق مختلف احباب سے بہت کچھ سنا اور دیکھا۔ چنانچہ ہم ذیل میں مختصر وہ چند باتیں تحریر کرتے ہیں جو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے درس حدیث میں اور مفتی محمد صادق صاحب کی زبانی ڈاکٹر صاحب نے سنیں۔ ڈاکٹر صاحب ان سب باتوں کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور عموماً سر تسلیم ہلاتے رہے۔ اور ہاں ہاں کرتے رہے لیکن کہیں کہیں اگر ڈاکٹر صاحب نے اثنائے گفتگو میں کوئی کلام یا سوال کیا تو وہ بھی ہم اسجگہ درج کردینگے۔

ڈاکٹر صاحب کے تھوڑی دیر کے پہنچنے کے بعد مفتی صاحب انکو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی نشست گاہ میں لے گئے۔ جہاں ڈاکٹر صاحب کی استدعا کے مطابق درس حدیث طلباء کا روزانہ سبق تھا شروع ہوا جس میں پہلے حضرت مولانا موصوف نے اس بات پر چند کلمات فرمائے کہ احادیث میں راویوں کے نام ذکر کرنا اور درجہ بدرجہ ایک روایت کو نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ اصل متکلم تک پہونچانا یہ پاک طریق صرف اسلامی کتب میں پایا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرے تمام مذاہب کی روایات خواہ انکا راوی اصل متکلم سے کتنے ہی بعد ہوا ہو بغیر کسی سند کے یوں ہی ذکر کردی جاتی ہیں جس سے انکی صداقت پر بہت کچھ شبہ پڑتا ہے۔ پھر احادیث میں طلباء نے یہ ذکر پڑھا کہ ہر رکعت میں قرآن شریف کا کچھ حصہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اسپر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہوا کہ قرآن شریف اصل بیان اور عبارت میں محفوظ رہے چنانچہ اس وقت سے قرآن شریف کی پوری حفاظت سینہ بسینہ ہو رہی ہے قرآن شریف کے اصلی ہونے میں کوئی شبہ ایسا پڑ نہیں سکتا جیسا کہ توریت اور انا جیل کی عبارتیں بہت سی شکوک و شبہات کے نیچے دب گئی ہیں بلکہ اکثر محقق عیسائیوں کے نزدیک ان کا بہت سا حصہ جعلی اور ان لوگوں کا نہیں جن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اصل زبان اناجیل کی تو بالکل دنیا سے مفقود ہی ہوگئی ہے۔ اسی سبق میں طلباء نے کئی جگہ پڑھا کہ اس مقام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں سورت پڑھی اور اس مقام پر وہ سورت پڑھی اسپر حضرت مولانا موصوف نے بیان فرمایا کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی آیات اور سورتوں کی ترتیب سب اُس مقدس رسول کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ بعد میں کسی نے آیات اور سورتوں کی ترتیب وغیرہ کی ہے۔

باقی آیندہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

نمبر ۲ دار الامان قادیان مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء جلد ۸

صدائے عاجزانہ

از حضرۃ سید حامد شاہ صاحب

ذرا جاگو تو اے اہل زمانہ — خوشی کا آگیا ملک سب ترانہ
تھوا دور خواب غفلت سے ہو بیدار — کہ مسیحا کا آیا ہے زمانہ
دیا تھا حق نے جو وعدہ کہ سچا — بہتر آیا زمن مقصود بھولجانا
کھلا وہ راز سربستہ عزیزو — کہ جو اب تک کا تھا مخفیانہ
جو تھا اک آنیوالا آگیا وہ — ہوئی بر وقت اصلاح زمانہ
جو تھا اسلام کی نصرت کا وعدہ — ظہور اسکا تھا حقسے لازمانہ
نہ پیرا یا ہو دنیا میں وہ دیکھو — رہی آگاہ بیگانہ یگانہ
جو تھا اک آنیوالا وہ یہی ہے — ہی بدقسمت وہی جسنے نہ مانا
مسیحا کے قبیل اُترے وہ اُترے — کیا دعویٰ علی اُنھوں نے ملہمانہ
مبارک ہو مبارک ہو مبارک — محبو یہ صدائے عاشقانہ
خدا نے انکو بخشی تیغ بُراں — نہ خنجر بیرونکا اب ہو گا ٹھکانا
دلائل حجت قاطع ہیں جتنے — صلیبوں کا ہی لازم ٹوٹ جانا
جہاں اب یا ہو گی فتح اسلام — ترقی ہو گی اُسکی غائبانہ
غالب دین حق ہو اب کھلینگے — وہیں گے سب کلام باطلانہ
خدا اپنی حکمت دکھلائیگا اب — وہ پھیلائیگا نور کا ملانہ
ٹل جائیگی ظلمت اب جہاں سے — مٹینگے اعتقاد مشرکانہ
یہودی خصلتیں پھیلی جہاں میں — یہ آیا ابن مریم کا زمانہ
امام ایسے کی تھی اب انتظار — جو خصلت رکھے ابن مریمانہ
دیا وعدہ رسول حق نے جس کا — وہ امام اپنا وہ آیا ہم نے مانا
مسیحا دم سے لو اہل دین کو — کہ پاؤ تم حیات جاودانہ
تمہانے وقت پر ہمکو سنبھالا — کہ کھلا یہ الٰہی کارخانہ
ہے کہ اب قدر عزت اسکی ہمپر — بڑھاؤ اب قدم تم مخلصانہ
نصیحت ہے نصیحت ہے نصیحت — نہ لاؤ ہمیں کچھ عذر و بہانہ
یہی تسلیم کرلو مان لو تم — کہ جو کہنا ہے تم سے مشفقانہ
کوئی طعنہ زمانی خوش رہے تو — فقیر دیکھی صدا ہے عاجزانہ

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

(علیہا الصلوٰۃ والتحیۃ)

بقیہ تقریر ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر اول جلد ۸

جب انسان ایک راست باز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اُس میں کام کرتا ہے لیکن جو راست بازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے اسی لیے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے + اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اُس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سنکر نہیں اُٹھتا اُس کا شمار بھی انہیں میں ہی گا

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی اُن میں ہی شریک ہوتا ہے اسلیے کسقدر ضرورۃ ہے اس امر کی کہ انسان کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص اُن میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی اُن میں ہی ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کسقدر فائدے ہیں سخت بد نصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے۔

غرض

نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں + امّارہ والے میں نفس امارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور لوامہ والے میں لوّامہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اُسپر بھی اطمینان اور سکینت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے تسلی ملنے لگتی ہے +

مطمئنہ والے کو پہلی نعمۃ یہ دیجاتی ہے کہ وہ خدا سے آرام پاتا ہے جیسے فرمایا ہے

یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً

یعنی اسے خدا تعالیٰ میں آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف آجا وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی

اس میں ایک باریک نکتہ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تجھ سے راضی تو خدا سے راضی بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور لوامہ کی حالت میں ہوتا ہے اسوقت تک خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی لڑائی رہتی ہے یعنی کبھی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اُس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے صلح ہو جاتی ہے اُسوقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اُس سے راضی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لڑائی بھڑائی بالکل جاتی رہتی ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ ہر شخص خدا تعالیٰ سے لڑائی رکھتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے اور بہت سی امانی اور امیدیں رکھتا ہے لیکن اس کی وہ دعائیں نہیں سُنی جاتی ہیں یا خلاف امید کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو دل کے اندر اللہ تعالیٰ سے ایک لڑائی شروع کر دیتا ہے خدا تعالیٰ پر بدظنی اور اُس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے لیکن صالحین اور عباد الرحمٰن کی کبھی اللہ تعالیٰ سے جنگ نہیں ہوتی کیونکہ وہ رضا بالقضاء کے مقام پر ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقی ایمان اُسوقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک انسان اس درجہ کو حاصل نہ کرے کہ خدا کی مرضی اُسکی مرضی ہو جاوے دل میں کوئی کدورت اور تنگی محسوس نہ ہو بلکہ شرح صدر کے ساتھ اُسکی ہر تقدیر اور قضا کے سامنے کو طیار رہو۔

اس آیت میں **راضیۃ مرضیۃ** کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ رضا کا اعلیٰ مقام ہے جہاں کوئی **ابتلا** باقی نہیں رہتا دوسرے جس قدر مقامات ہیں وہاں ابتلا کا اندیشہ رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت **محبت ذاتی** پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ سے **محبت ذاتی** پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے اس **ذاتی محبت** کو دعا سے حاصل کرنا چاہیے جب تک یہ محبت پیدا نہ ہو انسان نفس امارہ کے نیچے رہتا ہے اور اس کے پنجہ میں گرفتار رہتا ہے اور ایسے لوگ جو نفس امارہ کے نیچے ہیں ان کا قول ہے کہ

ایہ جہان مٹھا تو اگلا کن ڈٹھا

یہ لوگ بڑی خطرناک حالت میں ہوتے ہیں اور **لوامہ** والے ایک گھڑی میں ولی اور ایک گھڑی میں شیطان ہو جاتے ہیں ان کا ایک رنگ نہیں رہتا کیونکہ ان کی لڑائی نفس کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس میں کبھی وہ غالب اور کبھی مغلوب ہوتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ محل مدح میں ہوتے ہیں کیونکہ ان سے نیکیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور خوف خدا بھی انکے دل میں ہوتا ہے لیکن نفس **مطمئنہ** والے بالکل فتحمند ہوتے ہیں اور وہ سارے خطروں اور خوفوں سے نکل کر امن کی جگہ میں جا پہنچتے ہیں وہ اس دارالامان میں ہوتے ہیں جہاں شیطان نہیں پہنچ سکتا۔ لوامہ والا جیسا کہ میں نے کہا ہے دارالامان کی ڈیوڑھی میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی دشمن بھی اپنا وار کر جاتا ہے اور کوئی لاٹھی مار جاتا ہے اسلیے مطمئنہ والے کو کہا ہے **فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی**۔ یہ آواز اسوقت آتی ہے جب وہ اپنے تقویٰ کو انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے تقویٰ کے دو درجے ہیں بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا یہ دوسرا مرتبہ **محسنین** کا ہے اس درجہ کے حصول کے بغیر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے **فضل** کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

جب انسان بدی سے پرہیز کرتا ہے اور نیکیوں کے لیے اس کا دل تڑپ جاتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسکی دستگیری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دارالامان میں پہنچا دیتا ہے اور **فادخلی فی عبادی** کی آواز اسے آجاتی ہے۔ یعنی تیری جنگ ختم ہو چکی ہے اور میرے ساتھ تیری صلح اور آشتی ہو چکی ہے اب آ میرے بندوں میں داخل ہو جو صراط الذین انعمت علیہم کے مصداق ہیں۔

اور روحانی وراثت سے جنکو حصہ ملتا ہے۔ میری بہشت میں داخل ہو جا۔ یہ آیت جیساکہ ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ آواز آتی ہے آخرت پر ہی موقوف نہیں بلکہ اسی دنیا میں اسی زندگی میں یہ آواز آتی ہے۔ اہل سلوک کے مراتب رکھے ہوئے ہیں۔ انکے سلوک کا انتہائی نقطہ یہی مقام ہے جہاں انکا سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقام یہی **نفس مطمئنہ** کا مقام ہے اہل سلوک کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے اور انکو **صالحین** میں داخل کر دیتا ہے جیسا فرمایا **والذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت لندخلنھم فی الصٰلحین** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ہم ان کو ضرور ضرور صالحین میں داخل کر دیتے ہیں

دفع وہم اور صلاحیت کے اقسام

اسپر بعض اعتراض کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ کرنیوالے صالحین ہوتے ہیں پھر انکو صالحین میں داخل کرنے سے کیا مراد ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اس میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسبات کو بیان فرماتا ہے کہ صلاحیت کی دو قسم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان تکالیف شاقہ اٹھا کر نیکیوں کا بوجھ اٹھاتا ہے نیکیاں کرتا ہے لیکن ان کے کرنے میں اسے تکلیف اور بوجھ معلوم ہوتا ہے اور اندر نفس کے کشاکش موجود ہوتی ہے اور جب وہ نفس کی مخالفت کرتا ہے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ اعمال صالحہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے جیسا کہ اس آیۃ کا منشا ہے اسوقت وہ تکالیف شاقہ اور محنتیں جو خود نیکیوں کے لیے برداشت کرتا ہے اٹھ جاتی ہیں اور طبعی طور پر وہ صلاحیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ تکالیف تکالیف نہیں رہتی ہیں اور نیکیوں کو ایک ذوق اور لذت سے کرتا ہے اور ان دونوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ پہلا نیکی کرتا ہے مگر تکلیف اور تکلف سے اور دوسرا ذوق اور لذت سے۔ وہ نیکی اسکی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

باقی آیندہ

ضرورت نکاح

بابو نظام شاہ صاحب سٹیشن ماسٹر حکم ضلع کوہاٹ کے صاحبزادہ کی اہلیہ جو حافظ محمد قاری صاحب کی دختر نیک اختر تھیں فوت ہو چکی ہیں اور اب سید صاحب اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرنی چاہتے ہیں۔ بابو صاحب کا لڑکا سید رشاد [illegible] آجکل جہلم میں سب پوسٹماسٹر ہے [illegible] خوش خلق۔ جوان۔ انٹرنس پاس ہے۔ جو صاحب ایسا تعلق کرنا چاہیں بابو صاحب یا ایڈیٹر الحکم سے خط و کتابت کریں۔ — ایڈیٹر

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت نزلہ اور زکام کی وجہ سے کسی قدر ناساز رہی۔ ۱۲ جنوری کو اعلیٰ حضرت ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کی تاریخ مقدمہ کے لیے براہ بٹالہ گورداسپور کو روانہ ہوئے اور تین ساڑھے تین بجے کے قریب گورداسپور پہنچ گئے۔ رات کو بہت سے احباب مختلف مقامات سے حاضر ہو گئے۔ سفر کی کوفت اور بارش اور سرد ہوا کی تیزی سے اعلیٰ حضرۃ کو تکلیف بڑھ گئی۔ اسی رات آپ نے ایک رؤیا دیکھی

رؤیا

شب درمیان ۱۲-۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء

مولوی محمد علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ چلے جائیں۔ میں قادیان کو چلا گیا ہوں۔ اور میں فکر کرتا ہوں اور فکر میں ہوں کہ ہم کیوں چلے آئے مچلکہ دیا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب سے مشورہ کر لیتے۔

۱۳ جنوری کو آپ باوجود ناسازی طبع تشریف لے گئے طبیعت کی ناسازی بڑھ جانے اور بخار ہو جانے کے باعث دوسرے روز ۱۴ جنوری کو آپ عدالت میں تشریف نہ لے جا سکے اور ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ پر حاضری عدالت سے ایک ماہ کی اجازت ملی

۱۴ جنوری کو حضرت اقدس نے فرمایا کہ چند روز ہوئے ہم نے دیکھا کہ اس اردلی پر جو گلی کے سرے پر ہے ایک کوٹھا ہے اس کوٹھے نے دعا کی اور جس کوٹھے میں ہم رہتے ہیں اس کوٹھے نے آمین کہی۔ دعا برکات وغیرہ کے لیے تھی۔

شب درمیان ۱۳-۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء گورداسپور

قریباً دو بجے رات کے الہام ہوا **اردت ان استخلف** یعنی مجاہد کے ساتھ دعا کرو پھر فرمایا ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ ایک ہاتھی دیکھا اس سے بھاگے اور ایک اور کوچہ میں چلے گئے۔ لوگ بھی بھاگے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ہاتھی کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کسی اور کوچہ میں چلا گیا ہے ہمارے نزدیک نہیں آیا۔ پھر نظارہ بدل گیا۔ گویا گھر میں بیٹھے ہیں۔ قلم پر میں نے دو نوک لگائے ہیں جو ولایت سے آئے ہیں پھر میں کہتا ہوں یہ بھی نامردی نکلا۔ اس کے بعد الہام ہوا **ان اللّٰہ عزیز ذو انتقام**۔

۱۴ کی شام آپ بسواری ریل براہ بٹالہ دارالامان کی طرف روانہ ہوئے ۱۴ کی رات کو بٹالہ قیام فرمایا اور ۱۵ کو دس بجے کے قریب بٹالہ سے رخصت ہو کر بعد دوپہر قادیان آ پہنچے۔

آپ کی طبیعت گو کسیقدر ناساز ہے مگر الحمد للہ پہلے کی نسبت آرام ہے۔

۲۔ خاندان رسالت کے جمیع ممبر خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں اعلیٰ حضرت کے اس سفر میں صاحبزادہ حضرت بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ الاحد بھی ہمراہ تھے۔

۳۔ بزرگان ملت خدمت دین میں بدستور مصروف اور خدا کے فضل سے تندرست ہیں فاضل امروہی امرتسر تشریف لے گئے ہیں شاید وہاں سے موقع ملے تو امروہے جائیں یا واپس دارالامان تشریف لائیں۔

۴۔ بارش خاطر خواہ ہو گئی ہے جس سے سردی خوب چمک اٹھی ہے۔

ہمارے مقدمات

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو سب سے پہلے خواجہ صاحب نے مجسٹریٹ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے پچھلی پیشی پر وعدہ فرمایا تھا ۲۰۴ کا فیصلہ سنوہ کو سنا دوں گا۔ آپ اگر وہ فیصلہ پہلے سنا دیں تو تقریر وں میں بہت ہی اختصار ہو جائے گا کیونکہ اہم امور پر آپ کی رائے سے فیصلہ ہو چکے گا۔ مگر مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میں فیصلہ بھول آیا ہوں ساتھ نہیں لا سکا۔ کل سنا دوں گا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کی طرف سے تحریری بیان (جسکا پہلے سرسری بیان میں اقرار تھا اور مجسٹریٹ نے بھی زبانی تسلیم کر لیا تھا کہ تحریری بیان دیدیں) جو سہولت کے لیے چھپوا لیا گیا تھا۔ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک ہوا فیڈ بوٹ بھی تھا جو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے تھا۔ مجسٹریٹ نے اولاً اسے لیلیا لیکن فریق ثانی کے وکیل کو بھی اطلاع دی کہ یہ تحریری بیان ہے اس نے عذر کیا کہ یہ نہیں لیا جا سکتا اس سوال کو غیر فیصل قرار دیکر چھوڑ دیا اور کہا کہ پہلے تقریر ہونی چاہیے۔ چنانچہ وکیل مستغیث اور خود کرم دین نے اپنی اپنی باری اور موقعہ پر تقریر کی۔ چونکہ وقت بہت ہو چکا تھا خواجہ صاحب نے تقریر نہ ہوئی

اور پھر اس بیان تحریری کے متعلق عرض کیا جسکو عدالت نے لینا نا منظور کیا کہ یہ تفتیش ختم ہونے پر لیا جا سکتا ہے۔ چونکہ دوران مقدمہ میں بعض امور اس قسم کے واقع ہوئے جن سے ہمکو مقدمات کے اس عدالت سے منتقل کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے ۱۴ جنوری کو مقدمات کے انتقال کے لیے چیف کورٹ

بس درخواست نہ دینے کی بنا پر التواء مقدمات کی درخواست مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش کی + جسکو انہوں نے کسی قدر تامل اور غور کے بعد منظور کر لیا - اور مقدمات کو ۴ ار فروری ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا + مقدمات کے التوا کے بعد مجسٹریٹ نے فیصلہ کے لیے فرمایا کہ وہ میں غالباً لیے آیا ہوں سنا دیتا ہوں چنانچہ آپ نے فیصلہ نکالنے سے پہلے ہی زبانی فرمایا کہ

میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سراج الاخبار مورخہ

۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور خطوط اسی میں ہیں۔

لیکن جرم ثابت نہیں +

پھر فیصلہ نکال کر آپ نے سنانا شروع کیا اور کچھ حصہ سنا دیا اور فرمایا کہ ایسا ہی لکھا ہے چونکہ مقدمہ ۲۰ کا فیصل ہو گیا ہے اس لیے اس مقدمہ کے متعلق ہم رائے زنی کر سکتے ہیں اور اسی لیے کسی دوسری جگہ اس پر تفصیل سے لکھا ہے +

کھلی چٹھی

مندرجہ ذیل چٹھی بغرض اندراج الحکم مولوی محمد صادق حسین صاحب اٹاوی بھیجتے ہیں جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

جناب مولوی امیر علی صاحب اٹاوی اثنا عشری کے نام ایک کھلی چٹھی

مکرمی ! السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - سنی مذہب کے رد میں آپ کے دو رسالے میں نے دیکھے ان دونوں رسالوں کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ برحق نہ تھے - خدا و رسول نے خلیفہ بلا فصل حضرت علی کو مقرر فرمایا تھا اور دوازدہ امام معصوم اور مفترض الطاعۃ تھے - بعد رسول ان کے سوا کسی کا قول و فعل حجت نہیں " سنیوں نے شیعوں کا نام ہٹ دھرمی سے رافضی رکھا ہے "

جناب من ! چونکہ میرے نزدیک آپ کے یہ عقاید قرآن کریم و احادیث نبوی و عرف و حکیم و نیز اقوال ائمہ اثنا عشر کے مطابق غلط ہیں - اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نہایت بطور خود مقابل میں پیش کروں۔

جناب والا ! شیعہ مذہب کے اصول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر قرآن و حدیث کا سمجھنے والا اور کون ہو سکتا ہے - اس لیے میں اول آئمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر آئمہ کے اقوال کی طرف آپکو توجہ دلاتا ہوں تاکہ آپ اپنے عقاید کی غلطی و بے بنیادی پر مطلع ہوں۔ شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ سے ملا صحیح ہے کہ جب حضرت علی خلیفہ ہوئے اور امیر معاویہ ملک شام کے گورنر نے اُن سے بیعت نہیں کی

تو آپ نے امیر معاویہ کو یہ خط لکھا فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار اذا اجتمعوا علی رجل فسموہ اماما کان ذٰلک للہ رضیً - میری بیعت مدینہ میں تجھپر لازم ہو گئی باوجودیکہ تو شام میں ہے - کیونکہ مجھ سے ان لوگوں نے اُس امر پر بیعت کی ہے جنھوں نے جس امر پر ابوبکر ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی تو اب نہ حاضر کو کچھ اختیار ہے اور نہ غائب رد کر سکتا ہے -

مشورہ صرف مہاجرین اور انصار کا ہے - جب وہ شخص پر مجتمع ہو جائیں اور امام بنا لیں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے

مولانا ! اگر آپ انصاف فرمائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ تحریر شیعہ اور سنی کے مقدمہ میں ایک قطعی فیصلہ رکھتی ہے - تحریر محولہ بالا سے ذیل کے نتائج نکل سکتے ہیں

(۱) مہاجرین و انصار مشورہ و اجماع سے جو کام کریں وہ خداوند کریم کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے

(۲) مہاجرین و انصار نے مشورہ و اجماع سے جس کو امام بنایا وہ امام منصوص من اللہ ہے -

(۳) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کو مہاجرین و انصار نے مشورہ و اجماع سے امام بنایا تھا - اس لیے وہ امام منصوص من اللہ تھے -

(۴) جن امور پر ابوبکر و عثمان و عمر نے مہاجرین و انصار سے بیعت لی تھی انھیں امور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ان سے بیعت لی تھی

۵ جب مہاجرین و انصار اجماع سے کسی کو امام بنا لیں تو پھر کسی مسلمان کو اسکی امامت و خلافت میں چون و چرا کرنے کی مجال نہیں۔

(۶) ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت میں کسی مسلمان کو چون و چرا کرنے کی مجال نہیں۔

(۷) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت خداوند کریم کے نزدیک پسندیدہ تھی - اس لیے یہ عقیدہ کہ خدا و رسول کے نزدیک حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں غلط ہے -

(۸) امامت و خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں - کیونکہ ابوبکر و عمر و عثمان معصوم نہ تھے - حالانکہ وہ بقول حضرت علی علیہ السلام خلیفہ و امام تھے

(۹) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان امام تھے اسلیے اُن کی اطاعت لازم ہے

(۱۰) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کی اطاعت بھی لازمی ثابت ہوئی - اس لیے شیعوں کا یہ عقیدہ کہ آئمہ اہل بیت کے سوا کسی کا قول و فعل حجت نہیں غلط ہے -

ثلث عشرۃ کاملۃ

پھر اسی نہج البلاغت میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ مقولہ درج ہے -

لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطی ولا اٰمن من ذٰلک فی فعلی

حق بات اور درست مشورہ سے تم باز نہ رہو - کیونکہ خطا سے میں برتر نہیں ہوں اور نہ میں اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں -

اس قول سے چند باتیں ثابت ہوئیں

(۱) اول یہ کہ حضرت علی خطا سے محفوظ و معصوم نہ تھے -

(۲) جو معصوم نہ ہو وہ عقلاً مفترض الطاعت نہیں ہو سکتا

(۳) اس لیے حضرت علی مفترض الطاعۃ نہیں تھے -

(۴) چونکہ حضرت علی معصوم و مفترض الطاعت نہ تھے - اس لیے دیگر آئمہ بھی معصوم و مفترض الطاعت نہ تھے -

(۵) پس شیعوں کا یہ عقیدہ کہ دوازدہ امام معصوم و مفترض الطاعت تھے غلط ہے -

اصحاب آئمہ کی جماعت کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ ملا مجلسی حق الیقین ۱۹۵ میں لکھتے ہیں -

" از احادیث ظاہر میشود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار آئمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکوکار میدانستہ اند چنانچہ از رجال کشی ظاہر میشود و مع ذٰلک آئمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان میکردہ اند "

مولانا ! اب آپ انصاف فرمائیں کہ اگر آئمہ اثنا عشر معصوم و مفترض الطاعۃ ہوتے تو جو اصحاب آئمہ کو معصوم و مفترض الطاعت نہیں جانتے تھے بلکہ صرف علمائے نیکوکار جانتے تھے آئمہ اُن کو مومن و عادل کیوں فرماتے - پھر مجالس المومنین میں لکھا ہے -

" در کتاب مختار از سعید منقول است کہ گفت روزے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلبیدند - و آن حضرت ایشان را اذن کرد - چون بنشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعت ہست ؟ آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم - او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ در میان شما امام مفترض الطاعت موجود است و ایشان دروغ نمیگویند نیز اہل صلاح و اجتہاد اند - و از جملہ ایشان عبداللہ یعفور و فلاں و فلاں اند - پس آنحضرت فرمودند کہ من ایشان را بایں اعتقاد امر نکردہ ام و گناہ من دراں چیست "

دیکھیے امام جعفر علیہ السلام امام مفترض الطاعۃ ہونے سے خود انکار فرماتے ہیں - اس سے بڑھ کر اور ثبوت آپ کیا چاہتے ہیں ؟

اب ایک امر اور تحقیق طلب باقی رہ گیا کہ وہ مشہور خطاب " یعنی رافضی " آپکو سنیوں نے دے رکھا ہے یا یہ خطاب آپکو من جانب اللہ عطا ہوا ہے - اسکی نسبت ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے - کافی کی کتاب الروضہ سے ایک حدیث پیش کیے دیتے ہیں -

سلیمان نے امام جعفر صادق سے شکایت کی کہ مخالفین نے ہمارا نام بہت سخت رکھا ہے فقال ابو عبداللہ علیہ السلام الرافضۃ قال نعم فقال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم -

تو فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے رافضی ؟ تو میں نے کہا کہ ہاں امام نے فرمایا کہ واللہ یہ نام تمھارا مخالفوں نے نہیں رکھا بلکہ اللہ نے تمھارا یہ نام رکھا ہے -

مولانا صاحب ! اس مختصر تحریر سے آپ کو اپنے عقائد کی حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی اور امید ہے کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے باایںہمہ اگر آپ کو اپنے عقائد کی صحت پر اصرار ہو تو میری گذارش ہے کہ براہ مہربانی آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلا فصل اور آئمہ اثنا عشر کے معصوم و مفترض الطاعت ہونے کے ثبوت میں کوئی آیۃ قطعیۃ الدلالت یا حدیث صحیح مرفوع متصل غیر معارض آیات و احادیث صحیحہ پیش کریں - اگر آپ ایسی آیۃ یا حدیث صحیح پیش کرینگے تو آپ کی خدمت میں فی آیت یا حدیث ایک روپیہ نذر کیا جائے گا -

راقم خاکسار صادق حسین مختار عدالت
سابق ایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار اظہار الحق و رسالہ صبح صادق اٹاوہ
۱۰ دسمبر ۱۹۰۳ء

تفسیر القرآن کا ماہواری نمبر

جنوری ۱۹۰۴ء سے ان شاء اللہ العزیز باقاعدہ شائع ہونا شروع ہوتا ہے - جو الحکم کے چوتھے نمبر کے ساتھ روانہ ہو سکے گا - یہ جلد ۲ کا پہلا نمبر قرار دیا جائے گا -

مختصر نوٹ اور نکات

سخن گفتنی و شنفتنی

۹ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء کو قادیان سے دو معزز مہمان رخصت ہونے والے تھے وہ حضرت حکیم الامۃ کی خدمت میں بھی بغرض حصول ملاقات حاضر ہوئے اور ایک صاحب نے فرمایا کہ

"آپ کی باتیں بھی بہت ہی دلچسپ اور مزہ دار ہیں"

یہ ایک جملہ کا حاصل مطلب تھا۔ اس پر حکیم الامۃ نے جو کچھ فرمایا وہ اس قابل نہیں کہ آب زر سے اُسے لکھا جاوے بلکہ اس قابل ہے کہ اُس پر عمل کیا جاوے۔ آپ نے فرمایا۔

میں قوال کی نسبت فعال کو پسند کرتا ہوں

یعنی بہت کہنے والے کے مقابلہ میں کرنے والے کو ترجیح دیتا ہوں۔ حقیقت میں حکیم الامۃ کا یہ جملہ ہی گفتنی و در سفتنی کا مصداق ہے خدا کرے ہم اس پر نرے غور کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

تائید دین کی انتہا کیا سمجھی جاتی ہے؟

عام طور پر مسلمانوں نے یہ تو سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں کی عام حالت گری ہوئی ہے اور ان کی مذہب کی طرف سے بے پروائی اور بھی ان کی ذلت کا موجب ہو رہی ہے۔ باوجودیکہ مسلمانوں کی کمبخت اور خستہ حالی کا اظہر من الشمس ہو گیا ہے لیکن اس کا علاج اور تائید دین کی عملی صورت اس وقت کیا قرار دی گئی ہے؟ مدرسے کھولنا اور انجمنوں کا قائم کرنا ہی تائید دین کا اصلی ذریعہ سمجھا گیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ دین کیا چیز ہے؟ اور انسانی ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں اور ان کے حصول کا کیا طریق؟ جب سرے سے دین اور اسکی تائید کی صورتوں سے ہی ناواقفی ہے پھر تائید کے کیا معنی؟ مسلمانو! غور کرو یہ تو آسمانی علوم ہیں جو زمینی تجویزوں سے حاصل نہیں ہو سکتے!!!

ان انجمنوں سے کیا سیکھو گے؟

مدرسوں اور انجمنوں کے قیام سے ہمیں کوئی شک نہیں کہ ترقیات کے زینہ پر انسان چڑھنے لگتا ہے لیکن وہ **اصل غرض جو تائید دین** کے مفہوم میں موجود ہے حاصل نہیں ہو سکتی اور آخری کامیابی ان تدبیروں سے ممکن نہیں یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش ہوں تو ہوں لیکن اصل مدعا سے بہت دور ہیں شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعتوں میں پرنٹنی کی عادت اثر کر جاوے اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کا اثر پیدا ہو یا زیادہ سے زیادہ کوئی خطاب اور ڈپلوما مل جاوے لیکن اگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تو کیا؟ سالہا سال کا تجربہ اور مشاہدہ بتا رہا ہے کہ مدارس کی کثرت اور انجمنوں کی کوشش نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے؟ تعلیمی رپورٹوں اور نقشوں کا معائنہ کرو۔ اور پھر دینی حالت کا اندازہ۔ اور اسکے ساتھ ہی جیل کی رپورٹوں اور جرائم کی فہرستوں کو بغور مطالعہ کرو۔ پھر معلوم ہوگا کہ کیا اثر ہوا ہے کہاں تک اخلاق فاضلہ میں ترقی ہوئی مذہبی شعار کی عظمت نے کتنے دلوں میں جگہ لیکر انکو عمل پر آمادہ کیا؟ یہ باتیں پھینکدینے کے قابل نہیں غور کرنے کے لائق ہیں جو بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا دیں گی کہ پھر اصلاح کا کیا طریق ہے؟

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

جبکہ صحیح اور یقینی بات ہے تو پھر رسمی علوم فنون کو حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دے لینا یا ان کی اشاعت ہی میں تمام کوششوں کو صرف کر دینا تائید دین سمجھ لینا خام خیالی ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی امیدوں کا تمام دار و مدار اور انحصار رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فلاح عاقبت کے لیے اس **آسمانی نور** کے اترنے کی ضرورت ہے جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دور کرتا ہے اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ وہ کامل یقین اور معرفت جو تعلقات نفسانیہ سے چھڑا کر **حقیقی نجات** تک لے جا سکتی ہے انسانی تجویزوں اور تدبیروں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور انسانی فلسفہ اسجگہ کوئی مدد نہیں دیسکتا بلکہ یقین یہ معرفت اور نور ہمیشہ ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے ظلمۃ کے وقت آسمان سے نازل کرتا ہے آج بھی

نور آسمان سے اترا ہے

یہ وہی نور ہے جو ایک صالح بندہ کو دکھایا گیا تھا کہ **قادیان میں اترا ہے اور اس سے اس کی اولاد محروم رہی** یہی سوچنے والے سوچتے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں لیکن **مبارک** وہی ہیں جو اس **نور** سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ افسوس اُن پر جو محروم اور بد قسمت ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور متکلمین کی تقریروں میں کیا فرق

چہ نسبت خاک را با عالم پاک اسی محل اور موقع کے لیے زیادہ موزون اور مناسب ہے متکلمین لیکچراروں کو اپنے لیکچروں سے کیا غرض ہوتی ہے؟ ان کی غرض صرف اظہار لیاقت اور سننے والوں سے تحسین و واہ وا کی صداؤں کا سننا چیز لینا اپنی خیالی منطق سے اپنے مفید مطلب قضیے جما کر نتائج نکالنا۔

برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کی غرض ہوتی ہے **بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی** اور اسی غرض کو مد نظر رکھکر وہ تقریر کرتے ہیں ان کی تقریروں میں پیچ در پیچ جملے معترضے اور معلق قضیے نہ پائیں گے بلکہ ان کے کلام میں ایک **سادگی** ہوتی ہے جو اس تقریر کا **حسن ظاہری** کہلاتی ہے جو کچھ اُن کے دل میں اُبلتا ہے وہ دوسروں کے دل پر ڈالتے اور اسی لیے ع

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

کے مصداق ان کی تقریریں ہوتی ہیں۔ انکی تقریر کا **موضوع** اور **مادہ** کیا ہوتا ہے وہی لوگ جو ان کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں ان کے امراض روحانی کا علم اور علاج اسی لیے ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے ہیں

ان کی غرض سننے والوں کو کہانی سنا کر ہنسانا یا بہلانا نہیں ہوتی بلکہ وہ انکو بیمار پا کر ان کے درد و اسقام سے مطلع ہو کر تیر بہدف نسخے بتلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی کلام خیر الکلام ما قل و دل کے مصداق ہوتی ہے اس میں لفظ کم اور معانی بہت ہوتے ہیں اگر جاننے ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام کو دیکھو اور خود اپنے کانوں سے سنو تو اس کی راہ ہم بتاتے ہیں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور آ کر اسکی پاک مجلس میں بیٹھو تمہیں خود معلوم ہو جائیگا کہ

نبی کس طرح کلام کیا کرتے ہیں؟

کامیابی ہی اعلیٰ معجزہ ہے

نبیوں اور رسولوں کی کامیابی جو ان کو اپنے فرض منصبی میں ہوتی ہے اُن کا زبردست معجزہ وہی ہوتی ہے گو اور خوارق اور نشانات بھی اُنسے سرزد ہوتے ہیں مگر ان نشانات کی غرض و غایت جماعت کے ایمان کی تقویت اور انکو مدارج سلوک کے طے کرانے ہوتے ہیں۔ اس معجزہ کی عظمت اور شوکت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب وہ کامیابی اس اصلاح اور فلاح میں ہو جو اس نبی کی بعثت کی غرض ہوتی ہے۔

اسی معیار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی دنیا کی تاریخ میں **لانظیر** کامیابی ہے اور اس لیے ہم اسکو **عظیم الشان معجزہ** یقین کرتے ہیں جسکی نظیر ان منکروں اور نکتہ چین کاروں سے مانگتے ہیں جو آپ کے معجزات یا رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اور آپ نے اپنے انفاس طیبہ کی برکت و تاثیر سے جو اصلاح اُس جماعت کی کی کیا کہیں اسکی نظیر ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران کو ایک جماعت ملی تھی لیکن قرآن شریف کو پڑھنے والے نہیں نہیں بلکہ بائبل اور یہودیوں کی عام تاریخ کو پڑھنے والے بھی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قوم کیسی متمرد اور سرکش تھی اور روحانی صحبت اور صدق قدم سے کسقدر دور اور مہجور تھی۔ اپنے سید و مولیٰ امام کے لیے ان میں حسن ظن اور اخلاص کس درجہ کا تھا؟

برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جماعت ملی اُسکو دیکھو کہ اسنے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی اخوت کی رو سے پیچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی۔ اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی ظاہر و باطن میں انوار نبوۃ ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھیں۔ بس اس سے بڑھ کر کوئی کیا ہوگا؟ اور اس سے بڑھ کر پاک تبدیلی کس نبی کی صحبت میں کب ہوئی کہ بت اور بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا سچا تعلق پیدا کر بیٹھے کہ اُسکی راہ میں جانوں تک سے دریغ نہ کیا۔

دنیا میں اصلاح کے لیے ریفارمر آئے اور پاک لوگوں کے آنے والوں میں ایسی حیرت انگیز تبدیلی کا کوئی نمونہ دکھائی۔ عیسائیو! اپنے خدا کی بھیڑوں اور یسوع کے بروں میں جو ناصرہ کی گلیوں میں اور گلیل کے کوچوں میں طیار ہوئے تھے کیا ایسی حیرت انگیز تبدیلی کا اثر دکھا سکتے ہو؟ وادعوا شہداء کم ان کنتم صدقین وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

اس قدر عظیم الشان انسان دنیا میں اصلاح کے لیے آیا اور یہ فخر اسے حاصل ہوا؟ پھر نادان کہتے ہیں کہ مسیح محمدی کو مسیح موسوی پر شرف نہیں شرم! شرم!! شرم!!!

ایک مقدّمہ کا فیصلہ ہوگیا

رنگ لایا ہے ہمارا خوب مگر مدت کے بعد
گل کھلیں گے اور بھی ہے گو یہی مہندی کا رنگ

ہمارے ناظرین نہایت ہی شوق اور بیقراری کے ساتھ ان مقدمات کے فیصلہ سننے کے منتظر ہیں جو گورداسپور میں ہماری جانب سے یا ہم پر دائر ہیں۔ لیکن ابھی انکو قریباً ہندوستان کی مذہبی دنیا کو کم از کم کل مقدمات کا فیصلہ سننے کے واسطے ایک عرصہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔

مقدمات کے دائر کرنے کے وجوہات اس مقدمہ بازی پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات اسوقت ہم بیان کرنے کے لیے وقت اور موقع نہیں پاتے اور اپنے وقت پر اسپر مفصل لکھا جاوے گا ان شاء اللہ۔ اسوقت ہم صرف ایک مقدمہ کے متعلق جسکا فیصلہ ۱۴ / جنوری ۱۹۰۴ء کو **رائے چندو لال صاحب** مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور نے سنایا ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور اس مختصر مضمون میں کل مقدمہ کا خاکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یہ مقدمہ وہ مقدمہ ہے جو الحکم میں مقدمہ دغا زیر دفعہ ۴۲۰ کے نام سے ظاہر کیا جاتا رہا ہے۔

ناظرین کو اسکے حالات اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لیے	یہ مقدمہ کب دائر ہوا اور کیونکر ؟

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ **اعجاز المسیح** جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی عربی تصنیف ہے ستر دن کے اندر باوجودیکہ چار جزو کا وعدہ تھا ساڑھے بارہ جزو پر شائع ہوگئی اور ۲۳ / فروری ۱۹۰۱ء کو **پیر گولڑی** کو بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی اور بالمقابل پیر صاحب کی طرف سے ستر دن کے اندر چار جزو اور ساڑھے بارہ جزو تو کجا ایک آدھ صفحہ بھی اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہ ہوا۔ اور الہام **منعہ مانع من السماء** پورا ہوگیا پیر گولڑوی کی علمیت۔ عربی دانی اور قرآن دانی کا راز طشت از بام ہوگیا۔ **پیر صاحب** نے اپنی اس ندامت کو دور کرنے کے لیے بڑی جد و جہد کی اور آخر **محمد حسن فیضی** کے نوٹوں کو جو اُسنے اعجاز المسیح پر لکھے تھے حاصل کر کے اعجاز المسیح کے رد میں **سیف چشتیائی** کا ایک حصہ مخصوص کر کے شائع کردیا۔ اور یہ الزام لگایا کہ اعجاز المسیح سرقہ ہے اور سطر چہ خدا تعالے کے عظیم الشان نشان کی بیحرمتی کی۔ محمد حسن فیضی نے اعجاز المسیح کے رد کا ارادہ کیا تھا اور ابھی نوٹ ہی لکھنے پایا تھا کہ فوت ہوگیا اور خدا نے اُسکو اپنے اس ارادہ میں نا مراد رکھا مگر پیر گولڑی نے اس کتاب کو شائع کردیا اور ساری کتاب میں کہیں ذکر نہ کیا۔ مگر خدا تعالے نے اس سحر کو پاش پاش کردیا اور راز سربستہ کھول دیا۔

مولوی کرم دین ساکن بھیں اور شہاب الدین شاگرد مولوی کرم دین وغیرہ نے اپنے خطوط کے ذریعہ اطلاع دی کہ پیر گولڑی کی کتاب سیف چشتیائی بجائے خود فیضی کا سرقہ ہے اور اصلی نوٹوں کے دکھلانے کا وعدہ کیا جسپر حکیم فضل الدین صاحب بھیں گئے اور ان نوٹوں کو چند روپے دیکر خرید لیا۔

ان سب خطوط کی بنا پر الحکم مورخہ ۱۷ / ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون پیر گولڑی کی اس چوری پر شائع ہوا جسنے گولڑی کی جماعت میں ایک اضطراب اور تزلزل پیدا کیا۔ مولوی کرم دین چونکہ گولڑی کی جماعت کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا اور اپنا نام مخفی رکھنا چاہتا تھا اور ہمنے قرآن شریف کے احکام کے ماتحت اسکی پرواہ نہ کی اس کا نام ظاہر کر دیا جس سے برافروختہ ہو کر اس نے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ / اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون طبع کرایا کہ یہ فیضی کے نوٹ نہیں ہیں اور پیر گولڑی نے سرقہ نہیں کیا وغیرہ وغیرہ مرزا صاحب سے ہماری خط و کتابت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر اس کے فیصلہ کے لیے بجز اسکے اور کوئی راہ نہ تھا کہ بذریعہ عدالت فیصلہ ہو کہ آیا یہ نوٹ واقعی محمد حسن فیضی کے ہیں یا نہیں پھر گولڑوی نے ان کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یا نہیں پیر صاحب نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے یا نہیں۔ اور سیف چشتیائی کا وہ حصہ جو اعجاز المسیح کی تردید میں ہے سطر چہ سرقہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ۱۳ / نومبر ۱۹۰۲ء کو یہ استغاثہ لالہ گنگا رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا گیا۔ اور ایک لمبی دوڑ کے بعد ۱۴ / جنوری ۱۹۰۴ء کو پورے چودہ مہینے کے بعد اس کا فیصلہ سنایا گیا۔

مقدمہ کے دوران میں کیا کیا کارروائی ہوئی۔ جب مفصل روئداد مقدمہ کی شائع ہوگی اُس وقت ظاہر ہوگی۔ پیر مہر علی شاہ کو بطور گواہ طلب کیا گیا اور کسطرح پیر صاحب نے اس پیالہ شہادت کے پینے سے بچنا چاہا یہ سب باتیں تفصیل طلب ہیں اور اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

غرض

کہ مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا کہ وہ خطوط جو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے تھے کہ وہ کرم دین یا اُس کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے ہیں اور مرزا صاحب یا اُن کی جماعت کے افراد کے نام ہیں اور جو مضمون سراج الاخبار ۶ / اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کرم دین کے نام سے چھپا تھا جنمیں ہر دو یعنی خطوط اور مضمون سراج الاخبار سے کرم الدین علاقہ میں انکاری تھا اور کہتا تھا کہ یہ خطوط وغیرہ میرے نہیں ہیں وہ سب اسی کے ثابت ہوکر لیکن کرم دین پر بقول مجسٹریٹ جرم دغا زیر دفعہ ۴۲۰ ثابت نہ ہوا۔ بیچارے گولڑوی کا اب کیا حال ہوگا جبکہ عدالت کے جوڈیشل فیصلہ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ تمام خطوط مولوی کرم دین کے ہی لکھے ہوئے ہیں جن میں سے ایک خط میں وہ پیر گولڑی کو یہ سارٹیفکٹ عطا کرتا ہے۔

میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع عدی تھی کہ **پیر صاحب** کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ان نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حاشیہ پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھسے منگوائی تھیں **اب واپس آگئی ہیں اور مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہ درج کتاب پائے گئے۔ یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھکر اپنی طرف منسوب کر لیے اور اُس کا نام تک نہ لیا**

اور پھر اسی خط میں لکھا ہے

جس میں اُنھوں نے اعتراف کیا کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ اُنھوں نے چُرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے۔

اس خط اور دوسرے خطوط کو جو کرم دین کے نام سے شائع ہوئے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے کرم دین ہی کے قرار دیے ہیں جنکو اس نے اپنے حلفی بیان کے نیچے کہا تھا کہ میرے نہیں ہیں اور سراج الاخبار جہلم میں لکھا تھا کہ میری خط و کتابت نہیں

اب عدالت نے تو اس پردہ کو کھول دیا ہے پیر صاحب بھی اس راز کو ظاہر کر دیں اور پبلک کو زیادہ انتظار میں کیا واقعی انھوں نے جیساکہ کرم دین نے لکھا ہے **سارقانہ کارروائی کی ہے اور محمد حسن کے نوٹ چُرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے ؟** یا کرم دین اس خط کے مضمون میں جھوٹ بولتا ہے۔ اُمید ہے کہ پیر صاحب اب زیادہ عرصہ تک پبلک کو منتظر نہ رکھیں گے۔ اور بہت جلد بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے اس معاملہ پر قلم اُٹھائیں گے (بشرطیکہ اُن کی صحت درست ہو اور ڈاکٹروں کے علاج سے انکو مخلصی ہوگئی ہو اور خدا کرے کہ ہوگئی ہو) پیر صاحب کے مخلص اور وفادار مریدوں سے خصوصاً التماس ہے کہ وہ پیر صاحب کی اپنی تحریر اس معاملہ کے متعلق شائع کرا دینگے ورنہ پبلک کا حق ہے کہ وہ یہی سمجھے کہ **بے شک پیر صاحب نے مضمون چرایا ہے** جیساکہ کرم دین لکھتا ہے اور یہ نتیجہ کچھ سراج الاخبار والا مضمون بھی کرم دین کا ہے اور خطوط بھی کرم دین کے اور پھر ایک دوسرے کی تردید ہے اور اپنے حلفی بیان میں وہ خطوط سے انکاری ہے اور سراج الاخبار کے مضمون سے بھی انکاری ہے سراج الاخبار کا لائق ایڈیٹر بطور محاکمہ کے شائع کرنا اپنا فرض سمجھے کہ **ان بیانات میں سے سچا کون اور جھوٹا کون ؟** بلکہ انجمن نعمانیہ لاہور کا بھی فرض ہے کہ وہ اس معاملہ پر کچھ لکھے اور ان والا شان معززین کو جن کے خطوط مقدمہ میں پیش کیے گئے ہیں یہ دونوں مضمون غور سے پڑھ کر قول فیصل لکھنا چاہیے اس نادر موقعہ کو پیسہ اخبار کے لائق ایڈیٹر بھی ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ پیسہ اخبار میں امداد کرم دین کے لیے اپیل شائع ہوا تھا اب اچھا موقعہ ہے کہ اس معاملہ پر روشنی ڈالی جاوے۔ کرم دین کے سچ جھوٹ پر اگر موقع ابھی نہیں ہے تو کم از کم پیر گولڑی کی سیف چشتیائی کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ وہ کرم دین کے خط کے موافق **سارقانہ کارروائی ہے یا نہیں۔**

ہمکو

بیچارے صاحب کی حالت پر بہت افسوس ہے دوران مقدمہ میں انکو بڑی کشمکش رہی اور ان کی حالت صحت بھی بگڑتی رہی مگر آخری فیصلہ ان کے حق میں **مفید ثابت نہیں** ہوا۔ اور پبلک کو حق ہوگیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ پیر صاحب نے واقعی

سارقانہ کارروائی کی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھکر اپنی طرف منسوب کر لیے اور اُس کا نام تک نہ لیا

(بخط مولوی کرم دین)

ہم اسپر ابھی اور تفصیل سے لکھینگے وا پیر صاحب کا انتظار کریں۔ روئداد مقدمہ جو سراج الاخبار چھاپ رہا تھا جسکا پہلا نمبر شائع کیا تھا جسمیں اس معاملہ پر انصاف اور دیانتداری سے روشنی ڈالی جانی چاہیے

فی الجملہ ایک مقدمہ کا خاتمہ سطر چہ ہوگیا ہے۔ گورداسپور

کی پبلک کو ان مقدمات سے اچھی دلچسپی رہی یہاں تک کہ بعض مجسٹریٹ بھی دلچسپی سے حالات سنتے تھے خصوصاً جناب مرزا اعظم بیگ خان صاحب کو بہت دلچسپی تھی۔ حضرت اقدس کی شہادت جب اس مقدمہ میں ہوئی تھی تو کئی مجسٹریٹ سننے کو موجود تھے۔

اس امر کا ذکر کرنا بھی خالی از دلچسپی نہیں کہ گورداسپور میں ہمارے مخالف یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ ہمکو کوئی مکان رہنے کے لیے نہ ملے اور اس کوشش میں بڑے بڑے آدمیوں نے حصہ لیا جنکا حصہ لینا ہر طرح سے نامناسب تھا۔ مگر خداتعالے کا شکر ہے کہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔

اس عدالت میں اس مقدمہ کا خاتمہ ہوگیا اب آئیندہ دیکھنا ہے کیا ہوتا ہے

لیکن

یہ زمانہ میں یادگار رہیگا کہ عدالت کے فیصلے کے موافق **پیر مہر علی شاہ نے سرقہ مضمون فیضی کا کیا ہے** کیونکہ کرم دین نے اپنے خطوط میں جو فیصلہ عدالت سے اسی کے ہیں اس امر کا اظہار کیا ہے

اسلیے

اس مقدمہ کا نتیجہ پیر گولڑی کے حق میں تو اسی قدر ہوا کہ انکی کتاب **فیضی کا سرقہ ثابت ہوئی**

اور

مولوی کرم دین صاحب دبیر ابوالفضل کے لیے اسقدر کہ انھوں نے پہلے خط لکھے اور پیر کو **سارق مضمون قرار دیا بعد میں اس کی پردہ پوشی کے لیے سراج الاخبار میں لکھدیا کہ کوئی خط نہیں لکھا اور نوٹ خام نویس لڑکے سے لکھوائے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور حلفی بیان کے ماتحت کہا کہ مضمون لکھا اور نہ خط لکھا۔** اب نتیجہ جو کچھ ہو وہ خود ہی بیان کریں تو اچھا ہے۔ آئیندہ جو کچھ ہوگا وہ دیکھا جاوے گا +

باقی مقدمات میں حکیم فضل الدین صاحب نے اور ایڈیٹر الحکم نے اس بنا پر درخواستیں دیں کہ وہ ان مقدمات کا انتقال چیف کورٹ سے کسی دوسری عدالت میں کرانا چاہتے ہیں بالفعل کل مقدمات ایک ماہ کے لیے ملتوی ہوگئے ہیں۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

لاہور میں عظیم الشان مذہبی جلسہ

کسی دوسری جگہ ہم نے انجمن فرقانیہ لاہور کے واجب الاحترام سکرٹری کی ایک چٹھی نقل کی ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین غور سے پڑھینگے یہ جلسہ جس شان اور عظمت کا ہوگا اس کا اندازہ قبل از وقت ہے لیکن اس جلسہ کی حیثیت کا پتہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ

خدا کا مامور و مرسل مسیح موعود علیہ السلام

اس موقع پر اپنا پیام لاہور جیسے مختلف مذاہب کے مرکز میں اہل ملل کو پہونچائیگا۔ جلسہ کے اہتمام اور انصرام کے لیے جس قدر سعی اور کوشش کی ضرورت ہے لاہور کی انجمن فرقانیہ کے سرگرم ممبروں سے پوری اُمید ہے تاہم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر ممبر کا فرض ہے کہ وہ لاہور کی جماعت کو ہر طرح سے اس قابل بنانے کے لیے طیار رہے کہ وہ اس عظیم الشان جلسہ کا پورا انتظام کرسکیں۔ انجمن فرقانیہ لاہور کے قابل اور تجربہ کار سکرٹری صاحب کی خدمت میں اسقدر عرض کردینا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ وہ **محکمہ ریلوے سے خط و کتابت کرکے رعایتی کرایہ کی منظوری حاصل کریں** تو دور دراز کے احباب کو بھی شمولیت کا موقع مل سکے گا + جلسہ کی تاریخوں کے انعقاد کے متعلق جب صحیح فیصلہ ہو جائے گا اُسوقت اطلاع دیجائے گی +

مفتری کیسے ذلیل ہوتا ہے

وہ شخص بھی بڑا ہی مفتری ہے جو آیات اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مفتری کو مہلت ملجاتی ہے + الحکم کے ناظرین مفتری الیاس ڈاکٹر ڈوئی کے نام سے خوب واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جسکو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے دعوت مقابلہ کی تھی الحکم کے کالموں میں ڈاکٹر ڈوئی کا تذکرہ پہلے پہل ۱۰ر جنوری ۱۹۰۱ء کے الحکم صفحہ ۱۲ کالم ۳ میں کیا گیا ہے۔ ناظرین الحکم کے ایمان کو تازہ کرنیکے لیے ہم اس نوٹ کو جو الحکم نمبر اول جلد ۵ میں شائع ہوا ہے یہاں درج کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے

بیگناہ شہر

امریکہ میں جو آج کل ایجادات کی لحاظ سے نئی دنیا ہے ڈاکٹر ڈوئی صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ ایک شہر آباد کر رہے ہیں جسکو وہ بیگناہ شہر کے نام سے پکارنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کوئی شخص گنہگاری کی زندگی بسر کرنے والا اس میں آباد نہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب کوڑی تو دور کی لاتے ہیں مگر ہمکو یہ خیال دامنگیر ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود عیسائی رہ کر عیسائی دنیا میں عیسویت کے اصول کو مد نظر رکھکر اس قسم کا شہر آباد کریں !!! عیسائی مائی تہالوجی نے کفارہ کی کل ٹھیک بٹھانے کے لیے یہ اصول قرار دے لیا ہے کہ کوئی شخص بے گناہ قرار دیدیا جائے تو عیسائیت کا سارا تار و پود کھل جاتا ہے اور یسوع کی صلیب بر داری (خواہ اُسکو ملعون بنا کر خدا سے قطع تعلق ہی کیوں نہ کرا دے) ایک بے سود بات ہو جاتی ہے غرض ڈاکٹر صاحب عیسویت یا لوسویت کی بنا پر ایسا شہر آباد نہیں کرسکتے اور اگر ما پریوں اور کیتھولک فادر زنی اس مسئلہ پر غور کی تو ڈاکٹر صاحب کی سخت مخالفت کرینگے کیونکہ جب گنہگار ہی نہ رہے تو مسیحی قربانی کس مرض کی دوا ٹھیرے گی اور کیتھولک کے یہاں اقرار گناہ کی آمدنی کا صیغہ موقوف ہو جائے گا۔ جب تک کفارہ کا مسئلہ اور صلیب پرستی ہے اُسوقت تک ڈاکٹر صاحب کو ایسی کامیابی نہیں ہوسکتی کیونکہ امریکہ کی شروت اُسپر آزادی خیالات اور اُسپر کفارہ کا اصول سمند ناز پر ایک اور تازیانہ ہوا المعاملہ ہے۔ اور یہی وہ راز ہے جو ان ممالک کے فسق و فجور کی زندگی کی تہ میں کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر واقعی ایسا شہر آباد کرنا چاہتے ہیں تو اسلامی اصول کی بنا پر اور مسیح موعود میں زندہ ایمان اور گناہ سوز فطرت پیدا کرنے والا ایمان لیکر کسر صلیب کے لیے عزم بالجزم کرکے اس شہر کی بنیادی اینٹ بسم اللہ پڑھکر رکھیں تو کامیابی کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔ ورنہ صلیب کے سایہ میں ایسا شہر! ع

این خیال ست و محال ست و جنوں

صلیب پرستی نے انسانی قویٰ کو جو اخلاق فاضلہ ہیں برباد کر دیا ہے۔

یہ نوٹ

آج سے تین سال پیشتر الحکم میں نکلا تھا۔ وہ شہر آباد کیا گیا۔ اور اسمیں جو کچھ دجالی رنگ پھیلایا گیا وہ ہمارے ناظرین عنقریب ایک مبسوط آرٹیکل میں ان شاء اللہ پڑھینگے جو مسیح موعود اور مفتری الیاس کے عنوان سے شائع ہونے والا ہے۔ حال یہ شہر چار ہزار روپے کے باعث قرق ہوا ہے جس کی تالشیں ہیرا یک میں ہوئی ہیں ڈوئی نے اپنے اخبارات میں بھی اس خبر کی تصدیق کردی ہے جو ۷ر دسمبر ۱۹۰۴ء کی سول ملٹری گزٹ میں شائع ہوئی تھی۔ ڈوئی صاحب کی بیوی اور بیٹا تو اس سے ناراض ہو کر انگلینڈ کو چلدیے ہیں اور خود ڈوئی صاحب بھی مانند ی ڈوئی اور یوریا بدھنا باندھ کر عنقریب اس شہر کو

در و دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہمتو سفر کرتے ہیں

کہتے ہوئے چھوڑنے والے ہیں اگرچہ آپ رحلت کی وجہ سیر بتاتے ہیں مگر دنیا پر کھل جائے گا کیا معاملہ ہے ؟

ڈوئی صاحب مدراس بھی آنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔

ڈوئی کا باپ اصلی باپ نہیں

امریکہ کے اخبارات نے ڈوئی کے اپنے اور اُسکے باپ کے بیان سے ظاہر کیا ہے کہ اسکا معروف باپ اسکا اصلی باپ نہیں ہے پھر ڈوئی کا باپ کون ہے؟

آریہ گزٹ + ست دھرم پرچارک

آریہ گزٹ اور پرچارک کے درمیان ضرب کی علامت دی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آجکل ان دونوں اخبارات میں باہم قلمی جنگ ہو رہی ہے اسپر سناتن دھرم گزٹ رقمطراز ہے کہ "ناظرین یہ دونوں اخبار ماس اور گھاس پارٹیوں کے ہیں آجکل ان اخبارات کے ذریعہ سوامی دیانند کو قبر سے کھودا جارہا ہے اور آپس میں وہ جوت پیزار چل رہی ہے کہ اگر سناتن دھرم گزٹ وہی جواب دیتا جو یہ اپنے نمبروں میں ایک دوسرے کے برخلاف لکھ رہے ہیں تو شاید انکے حوصلہ کا نزلہ ایک دوسرے کو جانب کا قند کی طرح جذب نہ کرسکتا۔ مگر چونکہ یہاں سناتن دھرم گزٹ سے بالا نہیں اسلیے بہتر ہے کہ دور ہی دور سے انکی بد اندیش تحریروں کا جائزہ لیں۔"

اگرچہ یہ قلمی جنگ جو دونو اخبار کے درمیان ہو رہی ہے ایک ناگوار رنگ اختیار کیے ہوئی ہے لیکن پبلک کو اس سے فائدہ پہونچنے کی اُمید ہے + اسلیے بہتر ہے کہ دونو اخبارات واقعات کو پیش کرکے پبلک کو فائدہ پہونچائیں۔

گرنتھ کا انگریزی ترجمہ

مسٹر مکالف کا ترجمہ ختم ہو گیا ہے اب وہ ولایت جانے والے ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے ثابت کیا ہے کہ سکھوں کے مذہب کے موافق گائے کے گوشت کی کہیں ممانعت نہیں ہے۔

مکالف صاحب کی اس تجدید سے سکھ ازم میں اصلاح ہوسکتی ہے۔ اور گائو کشی کا جھگڑا ہمیشہ کیلیے طے ہو سکتا ہے۔ اگر سکھ صاحبان غور کریں - - -

---

اطلاع۔ انگریزی میگزین کی چھپوائی میں پیدا فوں کے ڈاک میں گم ہو جانیکے باعث چار پانچ یوم کا توقف ہوگیا ہے۔ خریداران انتظار کریں۔ منیجر

حضرت مسیح موعود اور پایونیر

نمبر ۲ دوم

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۱ جلد ۸

خصوصیت کے ساتھ جبکہ اس مضمون میں پایونیر حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت رقمطراز ہے اور اسکا منشاء دراصل مذہبی تحریک کو خطرناک بنانے سے یہ ہے کہ اس پاک تحریک کو جو دنیا میں حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہو رہی ہے خطرناک بنائے۔ لیکن ہم ابھی آگے چلکر بتائیں گے کہ یہ پاک تحریک بنی نوع انسان کے لیے عامۃً اور گورنمنٹ کے لیے خاصۃً بہت ہی مفید ہے اور نافع۔ **امن اور صلحکاری** کی بنیاد ڈالنے والی ہے اور دنیا میں ایک بہشت کا نمونہ قائم کرنا اسکے عام نتائج میں سے ہے۔

ہاں

ہم یہ اعتراف کرتے ہیں اور اسکے ماننے میں ہمکو کوئی شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ یہ تحریک اور سلسلہ عیسائی مذہب کی ہیکل کو گرا دینے کا **موجب** ضرور ہے اور **صلیب پرستی** اور **مردہ پرستی** کی لعنت سے دنیا کو چھڑانے اور رستگاری کا سچا ذریعہ ہوگا۔ اس سلسلہ کا یہی **احسان عام** نہ ہوگا کہ دنیا ایک **مردار پرستی** سے نجات پا جائیگی اور **حقیقی حی و قیوم** خدا کی پرستش دنیا میں قائم ہوگی بلکہ یہ احسان خاص **تا مرت کے مسیح پر** ہوگا کہ اُسکی رسالت ثابت ہوگی اور وہ اللہ تعالےٰ کا ایک برگزیدہ بندہ ٹھیرایا جاویگا اور اسکو اس لعنت سے بچا لیا جاویگا اور وہ اس سے بری ثابت کیا جاوے گا جو مسیح کے نادان دوستوں نے اس کے واسطے روا رکھی ہے۔

ہم عیسائیوں کی اس نادانی اور سادہ لوحی پر سخت حیران ہیں کہ ایکطرف تو وہ مسیح جیسے انسان کے لیے جسکو انجیل میں **نور** مانتے ہیں اور پھر نور ہی نہیں بلکہ خدا کا بیٹا اور اُسکا پہلا اور خود خدا (**نعوذ باللہ من ذالک**)

اور باوجود اس کے اپنے خدا اور خدا زادہ کی یہ توقیر اور عظمت کہ وہ **ملعون** بھی ہے حالانکہ **لعنۃ** ایک ایسی خطرناک کیفیت ہے جس سے انسان کا دل خدا تعالیٰ سے بکلی برگشتہ ہوکر دور اور مہجور ہوتا ہے اور ایسا ناپاک اور گندہ ہو جاتا ہے جسطرح جذام سے جسم گندہ اور کٹ جاتا ہے اور عربی اور عبرانی کے تمام اہل زبان متفق اللفظ ہوکر اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ملعون یا لعنتی صرف اُسی حالت میں کسیکو کہا جاتا ہے جبکہ اُسکا دل اللہ تعالیٰ سے تمام تعلقات محبت اور معرفت عبودیت کو توڑ تاڑ کر شیطان کا بندہ اور غلام ہو جاتا ہے اور بجائے نور کا فرزند کہلانے کے شیطان کا فرزند ہو جاتا ہے

اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ **لعین شیطان** کا نام ہے پس یہی نام حضرت مسیح کے لیے **تجویز** کرنا اور ان کے پاک اور منور دل کو شیطان کے **تاریک دل سے** مشابہت دینا اور وہ جو بقول انکے **خدا سے** نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے اور وہ جو آسمان سے ہے اور وہ جو علم کا دروازہ ہے اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے اُسی کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ **ملعون** ہوگیا اور خدا سے مردود ہوکر خدا کا دشمن ہوکر اور سیاہ دل ہوکر اور خدا سے برگشتہ ہوکر اور معرفت الٰہی سے نابینا ہوکر **شیطان کا وارث بنگیا**۔ اس اعتقاد کے سُننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ یہ بڑی بھاری **غلطی** اور خطرناک **سوء ادبی** ہے جو عیسائی قوم نے باوجودیکہ مسیح کو خدا بنایا ہے اُسکے لیے روا رکھی ہے۔

پس اس **غلطی** اور **سوء ادبی** سے عیسائی قوم کو چھڑانا بے شک

اس پاک سلسلہ کی غرض ہے

اگر اس صورت میں یہ تحریک خطرناک ہو سکتی ہے تو پھر ہمکو **پایونیر** کی دانشمندی پر اور بھی افسوس کرنا چاہیے۔ عیسائیوں کا عیسائی ہونیکی حیثیت سے یہ پہلا فرض ہونا چاہیے کہ وہ

مسیح کو لعنت سے چھڑائیں

جو ہم کرنا چاہتے ہیں اور ہمکو ہر قسم کی جائز امداد دینی چاہیے کیونکہ ان کے خدا پر سے یہ الزام دور کیا جاتا ہے

پس

اس تحریک میں اگر کوئی بات خطرناک ہے تو یہی ہے کہ یہ سلسلہ اس بات کو روا نہیں رکھ سکتا کہ وہ خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ کی نسبت **ملعون** کا لفظ سے جو قریبًا دو ہزار برس سے اُسکی نسبت روا رکھا گیا ہے اور اُسکی **لعنۃ** پر ایک نادان قوم نے اپنی نجات کا انحصار رکھا ہے۔

کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے آگ

مسیح بیچارہ تو ملعون ہو اور ایک قوم اُسکی لعنت سے فائدہ اُٹھائے اور اُسکو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھکر جو جی میں آئے کر گذرے۔

بیشک

اس **پاک تحریک** کی یہ بھی غرض ہے کہ کل دنیا کے سامنے **حقیقی خدا** پیش کرے اور اللہ تعالیٰ کی ہمہ قدرت ہمہ قدرۃ ذات پر بھروسا کرنا اور اس سے سچا پیوند پیدا کرنا سکھلائے۔ اور یورپ اور تمام عیسائی دنیا کو جو **حقیقی خدا** کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور عاجز انسان بھی وہ جو مر چکا ہے اس **مردہ پرستی** کے گڑھے سے نکالے اگر اس صلیب پرستی کی لعنت اور **مردہ پرستی** کی ذلت سے نکالنے کی تحریک کوئی **خطرناک تحریک ہے** تو پھر ان لوگوں کی حالت اور بھی **واجب الرحم** ہے جو اپنے **مربی** اور **محسن** کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور نافع اور **مفید وجود** کو مضر قرار دیتے ہیں۔

ہم پایونیر کو اور بھی اصلاحیں بتلانے والے ہیں جو اس پاک سلسلہ کے ذریعہ نوع انسان میں کی جا رہی ہیں لیکن جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ہمنے وعدہ کیا تھا۔ فی الحال ہم پایونیر کو اپنے پُرانے فائل دیکھنے کی تکلیف دیتے ہیں تاکہ اسے معلوم ہو جاوے کہ مشنریوں کی تحریک پر خود پایونیر کا ایڈیٹر کیا بول رہا ہے چنانچہ ۹ ۲ ؍ جولائی ۱۹۰۰ء کو اُس نے مندرجہ ذیل آرٹیکل شائع کیا ہے۔

۹ ۲ ؍ جولائی کے پایونیر میں اسحاق جیکسن کی پادریوں کے جوش و خروش کی نسبت ایک چٹھی شائع ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام خونریزیاں جو اس وقت چین میں ہو رہی ہیں انکے بانی مبانی پادری ہی ہیں ان کا مذہبی جنون حد سے تجاوز کر گیا ہے اور وہ اپنے تعصب مذہبی میں ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ لاکھوں بندگان خدا کا خون اُن کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ جیکسن صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"اور عیسائیت کی ظالمانہ روح میں ہمیشہ سے جنون کی آمیزش رہی ہے اس کی تہ میں خام خیالیاں پوشیدہ ہیں اور خونریزیوں کی دولت بہت ہو رہی ہے وہ مذہبی معاملات کی اشاعت میں مخلوق خدا پر خرابی اور آفتوں کے سامان پیدا کرتی ہے۔ تمام تاریخی دفتر اس کے شاہد ہیں اور یہ جنگ جو چین میں ہو رہی ہے اسکی تہ میں عیسائیوں کی ظالمانہ روح چھپی ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پادری اپنے خداوند مسیح کے قول پر عمل کر رہے ہیں جہاں خداوند فرماتا ہے "یہ مت سمجھو کہ میں دنیا میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔" یہ کل آفتیں اسی قول سے اُٹھی ہیں اور یہ خونریزیاں سب اسی وجہ سے ہو رہی ہیں"

اخبار ڈیلی کرانکل مطبوعہ ۲۰ ؍ جون (لندن) میں لارڈ سالسبری کی اسپیچ پر جو اُنھوں نے پادریوں کو مخاطب کرکے دی تھی حسب ذیل رائے چھپی ہے۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے "کہ ہمیں پادریوں کے مسئلہ کی جانب توجہ کرنی پڑی اس لیے کہ چین میں عام طور پر آجکل اسی مسئلہ پر زور شور دکھایا جا رہا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ پادری صرف اپنے بوتے پر دور دراز کا سفر اشاعت دین مسیحی کے لیے کرتے تھے۔ اور انکا کوئی معاون نہ ہوتا تھا لیکن اب یہ بات نہیں ہے بلکہ غیر سلطنت میں جاکر پادری اپنی گورنمنٹ کی طرف امداد کے لیے نظر کرتے ہیں کہ کوئی اگن بوٹ روانہ کیا جائے جہاں جنگی جہازوں کی امداد پہنچے دیکھنے والوں کو پورا یقین ہو گیا کہ اس ظالمانہ کارروائی کے بانی پادری ہیں۔

لارڈ سالسبری نے اسلام پر بحث کرتے ہوئے فرمایا "اے پادریو تم ایسے مذہب سے سابقہ ڈالتے ہو جو نہایت خاص ہے اگرچہ اُس میں اغلاط موجود ہیں تاہم ایک وسیع مخلوق کا مذہب ہے

تم انھیں کبھی عیسائی نہ بنا سکو گے اور اگر تم انہیں کامیاب بھی ہو گئے ہو تو تمھاری کامیابی اس خطرہ عظیم کے مقابلہ میں ہیچ ہے جو اس سے بعد ازاں پیدا ہوا ہے اور چین سے خطرناک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور پھر اُس سے خونریزی ہوتی ہے اور اس خونریزی کی وجہ سے عیسائیت کی ترقی مسدود ہو جاتی ہے اور وہ خیال کہ اس کی عام طور پر منادی کی جائے مایوسی سے بدل جاتا ہے انگلستان کے جلیل القدر مدبر کے یہ الفاظ بہت ہی اہم ہیں ایسا مدبر جو یہ کہا چکا ہے جس نے اپنی رائے صاف طور پر بیان کر دی کہ مشرقی ممالک میں عیسائیت کی کامیابی عظیم خونریزی کے آگے جو اُسکی وجہ سے ہوتی ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ فی الاصل ایک تجویز ہے جو پادریوں کو بہت ہی توجہ کرنی چاہیے۔ (باقی آئندہ)

اطلاع

منشی محمد خان صاحب مرحوم کے نام سے جاری رہنے والا پرچہ حافظ عظیم بخش صاحب کے نام بمقام پٹیالہ جاری ہو گیا ہے۔ اور کوئی صاحب درخواست نہ کریں (ایڈیٹر)

ہندوستان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

نمبر دوم

آج ہمارے لیے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا جو مسیح خداوند ہے۔ یہ فقرہ ہے جو ایک اُردو کے اندر لودھیانہ کے عیسائی اخبار سے ہم نے گذشتہ اشاعت میں نقل کرکے دکھایا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس فقرہ کے مفہوم اور حقیقت پر غور کریں۔

صفات الٰہی کا مسئلہ ایسا عظیم الشان مسئلہ ہے جس میں ساری دنیا کی قوموں نے کسی نہ کسی پیرایہ میں غلطی کھائی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو اقوام عالم میں وجود باری تعالیٰ تو غیر متنازعہ فیہ ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جس امر میں دنیا نے نہ سنبھلنے کے قابل ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ مسئلہ صفات ہے کیونکہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ خدا ہے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ وہ کیسی ذات ہے اسکو یعنی اُس کی صفات کو عالم سے مخلوقات عالم سے کیا مناسبت کیسا تعلق واقع ہوا ہے۔ انتظام عالم خدبات انواع مخلوقات سے خصوصاً نوع انسانی کے فطرتی کے تقاضاؤں اور میلانوں ہیئت کذائی کس قسم کی صفات والا خدا چاہتی ہے۔ صرف ایک یہی راہ ہے جس پر دنیا کے کسی مذہب نے کوئی روشنی نہیں ڈالی بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی نوبت پر اسے اور بھی دھندلا کیا ہے۔ عیسائیوں نے خدا کو اس طرز پر بیان کیا ہے کہ قالب انسانی میں پورا ڈھال کر ویسی ہی ضعیف اور ناقص ہستی ثابت کر دکھایا ہے اور تشبیہ کی تاریک راہ اختیار کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈالدیا ہے اس عظیم الشان سِرّی (راز) مسئلہ صفات الٰہی کو اگر کھولا ہے تو اس مہیمن کتاب فرقان مجید نے کھولا ہے کہ وہ صانع۔ خالق۔ رازق۔ رب۔ قادر۔ رحمٰن۔ رحیم۔ سمیع۔ بصیر ہے اور ان صفات میں کامل ہے اسپر بھی ہر قسم کے ممکن ظنوں اور وہمی شبہوں کے مٹانے کو فرمایا لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

غرض

اس فقرہ پر جو نور افشاں نے لکھا ہے غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی وہ بھی پیش کرتے ہیں جسکو خدا وند کہا گیا ہے جس سے تشبیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اسکو خداوند کہنا سراسر غلطی اور کفر ہے۔ خدا کا ہمتا اور مثیل کوئی ہو سکتا ہی نہیں مگر لیکن نصاریٰ کو یہ غلطی تو حید کی تحلیل کے ذریعہ لگ سکتی ہے

جس میں جا بجا خداوند خداوند پایا ہے ہیں یہی وجہ ہے جو ہم نے اوپر کہا ہے کہ اس مذہب نے صفات الٰہی کے مسئلہ میں سنبھلنے کے ناقابل ٹھوکر کھائی ہے۔ ایک عاجز انسان کو جو بشریت کے لوازمات سے بڑھ کر کچھ بھی اپنے اندر قوت اور حقیقت نہیں رکھتا جسکو یہودیوں نے پکڑ کر طمانچے مار کر منہ پر تھوک کر صلیب پر چڑھا دیا جہاں اُسنے ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے ہوئے جان دی اُسکو خداوند کہنا قریب ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں اور زمین پھٹ جاوے اس ظلم عظیم پر

یسوع ناصری کے متبعین اس استحقاق کو ثابت کریں جو یسوع کو وہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ خدا کی ہمتائی کے قابل بناتا ہے ✦ ہم نے یسوع ناصری کی لائف کو پڑھا ہے اُس کے کارناموں کو جو انجیل میں پائے جاتے ہیں غور سے دیکھا ہے خدائی تو عظیم الشان اور لا نظیر مقام ہے (جو ایک ہی ذات پاک کو جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کی مصداق حاصل ہے) نبوت کا مقام بھی اس گلیل کی گلیوں میں پھرنے والے یسوع کو ملتا دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر نبوت تو انسانوں میں سے فرد کامل کا حصہ ہوتا ہے انجیل اسے کوئی اعلیٰ درجہ کا انسان بھی ثابت نہیں کرتی جس کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو اور محبوبیت کے مقام اور مراتب سے جو آشنا اور واقف ہو

اگر کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں شک ہو تو ہم اسپر مفصل بحث کرنیکو خوشی سے طیار ہیں

یسوع کے مرید اور ماننے والے اسکو خداوند تو کہتے ہیں مگر کیا خدا تعالیٰ کی یہی صفت ہی کہ وہ ایک عورت کی پیشاب گاہ سے پیدا ہو پھر کسقدر شرم کی بات ہے کہ یوسف نجار کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ جسپر اس زمانہ کے یہودیوں کے ایک دو نہیں ہزار ہا الزام اور اعتراض ہیں خداوند کہا جاوے اس قوم کی بدقسمتی اور نامرادی پر ماتم کرنا چاہیے جو اپنا ایسا خدا مانتی ہے۔ اس سے اس کے خیالات میں عظمت اسکے اخلاق فاضلہ میں بلند پروازی اس کی روح میں عبودیت کا اعتراف کیونکر پیدا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی ستایش اور حمد کے لیے روح میں کامل جوش اور تضرع کیونکر حرکت کرے جب وہ اپنے سامنے ہمہ ضعف۔ ہمہ ناتوانی۔ اور ہمہ ناکامی و ناتوانی و نامرادی کو دیکھتی ہے اور یقین کرتی ہے کہ یہی خدا ہے۔ اور پھر اسے نجات دینے والا سمجھتی ہے ✦ ایک معمولی عقل کا انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ امور انسانی ترقی کے لیے سخت مانع

ہیں اور اس سے قویٰ انسانی کی نشوونما بے تحریک ہے مگر یسوع کے پیرو اور انکی بھیڑیں نہیں سمجھتی ہیں ✦ ایسا شخص جو انسانیت کے شرف کو چھوڑ کر وہ مقام حاصل کرنا چاہیے جسکی اسے مقدرت ہی نہیں اور جو کسی انسان اور آدم زاد کو مل ہی نہیں سکتا یقینی امر ہے کہ وہ انسانیت کے مقام سے بھی گرجاتا ہے پھر اس سے یہ توقع کرنا کہ وہ دنیا کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوگا یا ہو سکتا ہے اور یہی حماقت ہے۔

اگر یسوع کی لائف کو پڑھا جاوے اور اس قوم کے حالات پر جو خود اُس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ جسکو اسکی معذوری کا شرف ملا نظر کی جاوے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ یہ شخص جو نامرادیوں کا مجموعہ ہے خداوند کہلانے کا کبھی بھی مستحق نہیں ہے۔

یہ امر بڑی توجہ کے قابل ہے کہ کیا کبھی یہود کو جو توریت کے وارث تھے اور جن میں متواتر انبیاء و رسل آتے رہے ابنیت کی بھی تعلیم دی گئی تھی کہ ان میں کوئی خدا آنیوالا ہے اگر کوئی ایسی پیشگوئی یہودیوں کو اپنے بزرگوں اور نبیوں سے ملی ہوتی تو اگرچہ یہ تو ناممکن ہے کہ وہ یسوع کو خداوند مانتے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہودیوں کے سارے فرقے کے سب ایسی پیشگوئی کے منکر ہو جاتے کہ خدا بھی آنے والا ہے۔

یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہیں بلکہ عیسائیوں کی حقیقت اس سے طشت از بام ہوتی ہے اور جن پیشگوئیوں پر یہ یسوع کی خدائی کی عمارت بناتے ہیں وہ بنیاد سے ہی فاسد ہے یہ صرف ان کی خانہ ساز بات ہے کہ بیوجہ ایک انسان کے بچہ کو خدا بنا دیا ہے افسوس اسوقت پر اور اس شخص پر جسنے یہ عقیدہ قائم کیا ✦ یہی وجہ ہے کہ پہلی ہی صدی سے ان میں ایک فرقہ موحد بھی چلا آتا ہے جو یسوع کو صرف ایک انسان سمجھتا ہے لیکن اس سے بڑھکر ایک خوشی کی بات ہے کہ آج یورپ اور امریکہ میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور کرہ ارض کے دوسرے حصوں سے یہ صدائیں آرہی ہیں جو یسوع کو انسانیت کے اعلیٰ مقام سے بھی گرا ہوا قرار دیتے ہیں اور مغرب میں بائبل کا صفایا ہو رہا ہے۔ خاص لاہور میں پادریوں کے بڑے بھاری مجمع میں پادری بیپ ورتھ صاحب نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں وہ اور بھی حیرت انگیز ہیں اور عیسائی مذہب کی ہیکل کو گرانے والے ہیں۔

غرض

عیسائیوں کے گھر میں بھی یسوع کی خدائی پر اتفاق نہیں ہے اور جب اس نااتفاقی کے ساتھ یہودیوں کی سخت مخالفت کو دیکھا جاوے جو وہ اس عقیدہ میں یسوع کے متبعین کے ساتھ رکھتے ہیں تو عیسائی اس چور کیطرح پکڑے جاتے ہیں

جو عین چوری کے وقت پکڑا جاوے کیونکہ اگر کسی انسانی خدا کے آنے کی پیشگوئی توریت یا نبیوں کے دوسرے صحائف میں ہوتی تو یہودی اسکے انتظار اور آمد کو دوسرے وقت پر تو ڈال سکتے تھے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجیں۔ کیونکہ توریت کی تعلیم سے یہودی کہاں بھاگ سکتے تھے ✦ افسوس عیسائیوں نے ایک مردہ کو خداوند اور خدا بنایا اور اس مردہ پرستی کے اثر کے نیچے اپنی ذہنی اور علمی قوتوں کو ہی نہیں کھو بیٹھے بلکہ اُن کا کانشنس اور نور قلب بھی مرگیا ہے اور اب خدا اور انسان میں تمیز کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔

جہانتک اس مسئلہ پر غور کی جاوے اُس کی حقیقت یہی کھلتی جاوے گی کہ یہ عقیدہ حماقت سے گھڑا گیا ہے

پس

۲۵ دسمبر کا دن کیسے مبارک دن ہو سکتا ہے جبکہ ایسا انسان پیدا ہو جو دنیا کو ہلاک اور تباہ کر دے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ یسوع کی خدائی کا سارا مدار اس شخص کی گردن پر ہے جو عیسائیوں میں پولوس رسول کے نام سے مشہور ہے اور سردار کاہن کی لڑکی کے عشق میں نامراد رہ کر ایک خواب کے ذریعہ عیسائیوں کا جمعدار ہو گیا اور نہ صرف یہودیوں کو خراب کیا بلکہ عیسائیوں کے بنا بھی ایسے اصولوں پر رکھدی جو اس ملت کی ہلاکت کے لیے کافی ہیں

اسقدر بیان کے بعد اب ہم یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ سچے مذہب نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ایسا ناتوان اور حقیر خدا نہیں جو نامرادی کی مجسم تصویر ہو۔ بلکہ وہ وہ خدا ہے جسکا وجود ان لوگوں پر بھی حجت ہوتا ہے جو عقل رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی ہوتی اس خدا میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی ضرورت نہیں ہوتی ✦ اور یہ مسلم بات ہے کہ یہ صفت اس خدا میں ہے جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اسوقت دنیا کے کل مذاہب نے یا تو بالکل اصل خدا ہی کو چھوڑ دیا ہے اور اسکی جگہ کوئی مصنوعی خدا بنا لیا ہے جسکو ان کے اپنے ہاتھوں یا خیالات نے تراشا ہے جیسے عیسائیوں نے اور یا واجب صفات سے ان کو علحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ مگر اسلام کا خدا وہ حقیقی خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرۃ میں نظر آرہا ہے۔ جو مردہ نہیں بلکہ ہمیشہ آباد کے لیے زندہ اور حیّ و قیوم خدا ہے ✦

(باقی وارد)

فاضل امروہی کی تحریر

بقیہ مضمون از رسالہ الفرقان

ثالثاً خود آپ نے سنین نبوی کا شمار ۱۲۰۰ھ
کو ترک کر کر سن نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہی اعتبار کیا ہے کہ ۱۲۰۰ھ کی جگہ ۱۳۰۰ نبوتی
قائم کیے ہیں لہذا مہدی کے لیے بھی انکی بعثت
کا وہی وقت جو نزول انوار الہام کا زمانہ ہے
معتبر رکھنا ضروری ہے اور ۱۲۹۰ھ میں جو آپ
برعایت ابتدائے بعثت نبی کریم صلعم کے
۱۲ سال اور زائد کر کر مطابق سن ۱۳۰۲ نبوت کے
گردانتے ہیں یہ ہمکو کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہے
ہماری مراد تو یہ ہے کہ روشنی عامہ کا ظہور ۱۲۹۰ھ
ہجری کا بیان ہوا جو مطابق سن ۱۳۰۲ نبوت کے
آپ کے نزدیک ہے۔ اور ۱۲۹۰ھ مطابق
۱۸۷۳ء کے ہیں اور اس ۱۸۷۳ء میں عمر حضرت
اقدس کی قریب ۳۲ سال کے تھی کیونکہ سنہ
پیدائش آپ کا ۱۸۳۹ء ہے اور اسی سنہ ۱۲۸۹ھ
مطابق ۱۸۷۲ء میں جو آپ کے نزدیک سنہ ۱۳۰۱
[illegible] ہوتے ہیں انوار الہام کا نزول شروع
ہو گیا تھا دیکھو الہام پیشین گوئی نمبر ۲۱ اور
مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء کو بھی
ایسے الہامات کثرت سے ہیں جو ۱۸۷۲ء سے
پیشتر ہوئے ہیں پس ۱۸۷۲ء میں نزول روشنی
کا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور اس عمر ۴۰ یا ۳۲
سالہ میں حضرت اقدس کے الہامات ہونے
میں یہ ستر اور حکمت ہے کہ مشابہت بین المسیح
المحمدی و بین المسیح الموسوی ثابت
ہو جاوے کیونکہ مسیح موسوی کا سنہ بعثت بھی
یہی ہے اور آپ تو صرف حدیث سے سنہ ۱۳۰۰ھ
کے بعد اس کا اشارہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن
ہم تو قرآن اور حدیث دونوں سے ہی **امام
آخر الزمان کے نور** کے ظہور کا کامل ثبوت
سنہ ۱۳۰۰ھ کے بعد آپ کو بتائے دیتے ہیں
قرآن مجید میں تو وہی **آیت استخلاف**
موجود ہے جس میں لفظ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
موجود ہے آپ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے چودھویں صدی
میں حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام مبعوث ہوئے
تھے لہذا **مسیح موعود محمدی** کا بھی چودھویں
صدی میں بلحاظ لفظ **کما** کے مبعوث
ہونا لازم ہوا تاکہ مشابہت بین السلسلتین
متحقق ہو جاوے اور حدیث تو خود بآواز
بلند اس وقت میں پکار کر کہہ رہی ہے کہ
چودھویں صدی کے راس پر ہی بعثت مجدد
کی ضروری ہے اور مجدد بھی وہی مصلح موعود کہ جو
لفظ **کما** مقتضی ہے۔ اب چونکہ
اس جگہ پر آپ کے دو اقرار موجود ہیں اول
تو مہدی کے ظہور نور کے لیے تیرھویں صدی
دوسرے یہ کہ اگر تیرہ صدی کا کہیں اشارہ
مہدی کے لیے حدیث سے نکلے تو بے شبہ سن
نبوۃ سے تیرہ سو سال بعد روشنی کا ظہور ثابت ہو گا
لہذا آپ کو اب تسلیم کرنا اس روشنی روحانی
کا بے شک وشبہ واجب اور فرض ہو گیا کیونکہ
اب تو قرآن اور حدیث دونوں نے میقات
اس نور کے ظہور کے لیے شہادت دیدی کہ
ظہور اس کا سنہ ۱۳۰۰ نبوۃ کے بعد مطابق ۱۲۸۹ھ
میں ہونا ضروری ہے
تیسرا اقرار آپ کا یہ ہے کہ یہ روشنی
عامہ صرف دو مرتبہ ہوئی ہے ایک تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دوسرے مہدی
کے لیے جو آپ کو مشاہدہ ہو چکی اور مسئلہ
بروزیہ **محمدی** ہونے کا مہدی کے لیے آپکو
مسلم ہے لہذا اس مسیح موعود کا بروزیہ محمدی
ہونا بھی آپ کو تسلیم کرنا ضروری ہوا کہ
الشیٔ اذا ثبت ثبت **بلوازمہ**
قضیہ مسلمہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ سورہ شوریٰ
سے جو ہئے وقت اور سن مہدی کا استخراج
کیا ہے وہ سن ۱۳۰۰ شمسی ہیں نہ سنہ
قمری تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ
تعلیم جملہ مسائل اسلامیہ مثل حج وصیام
رمضان المبارک و عیدین وغیرہا میں
سنین قمریہ کو شمسیہ گردانا یا برعکس جس
میں مسائل اسلامیہ کے درمیان تقدیم
وتاخیر لازم آتی ہے منع فرمایا ہے
حتی کہ فرمایا گیا کہ **انما النسیٔ زیادۃ فی
الکفر یضل بہ الذین کفروا**
یعنی سوائے اسکے نہیں کہ آگے پیچھے کر لینا
زیادتی ہے بیچ کفر کے گمراہ کیے جاتے ہیں
ساتھ اس کے وہ لوگ جو کافر ہوئے آخر
آیت تک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے
سخت زجر و توبیخ کی ہے اس امر پر کہ مسائل
اسلامیہ میں شمسی قمری کے خلط ملط کرنے
سے اگر تقدیم وتاخیر کی جاوے لہذا اس اسلامی
مسئلہ اہم مسیح موعود و مہدی مسعود میں سنین
شمسیہ کا خلط قمریہ میں نہیں کیا جاسکتا
اور تاریخ بعثت مامورین الٰہی کے لیے مکلفین
کے علم میں کوئی نص قطعی نہیں ہوا کرتی جس
میں ایک دو سال کا فرق نہ ہو جاوے ہاں
علم الٰہی میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا ہے بلکہ
اہل عرب تو بڑے بڑے حسابوں میں کسرات
کو بھی قصداً شمار نہیں کیا کرتے دیکھو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کو مرض الموت میں
حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس کے نصف ۶۰
میں قرار دیا حالانکہ آپ کی عمر ۶۰ سے زائد
یعنی ۶۳ برس کی ہوئی ہے پس جبکہ آپکے
نزدیک مسئلہ مہدی و مسیح موجود ہے وفات
عیسیٰ بن مریم کے آپ معتقد ہیں جو کثرۃ و فتح
یاجوج و ماجوج کی جو مسیح کے وقت میں ہونیوالی
تھی وہ آپ کو مسلم ہے پیشین گوئیوں میں
تشبیہ و مجاز و استعارات کے واقع ہونیکی
آپ قائل ہیں حمار اقمر سواری دجال آپ
ریل کو کہتے ہیں۔ مسیح موعود کا دولت
اسلامی میں بطور روحانی کے آپ مقدمہ
تفسیر غایت البرہان میں لکھ چکے ہیں۔ مسئلہ
بروز آپ کو مسلم ہے۔ کشوف و خسوف
کے آپ قائل ہیں وکذا وکذا آپ کیواسطے
حوالہ دینے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ
بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ۔
اگر فرضاً کوئی امر آپ کے خیال کے مطابق
ابھی تک موجود نہیں ہوا ہے تو بمقابلہ
واقعات اور مشاہدات کے امر خیالی اور ظنی
آپ کا کیونکر ان کا معارض ہو سکتا ہے اور
کیونکر عذر عدم تسلیم کا قرار پا سکتا ہے
کما قال تعالیٰ ولو القیٰ معاذیرہ
آپکو لازم ہے اپنے متشابہات اور ظنیات
کو واقعات اور محکمات کی طرف رجوع
کیجئے زرنہ **رباعی**

کیا شک ہی ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جسکی صداقتوں کو تمہیں نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تمنے مسیحا بنا دیا

اور اگر آپ یہ کہیں جیسا کہ مینے سنا ہے کہ
آپ ہی کہا کرتے ہیں کہ میری ہی کتابوں کو
دیکھکر حضرت مرزا صاحب نے دعوی مہدویت
اور مسیحائی کا کیا ہے یعنی یہ دعوی ان کا جھوٹا
ہے اسکے جواب میں **اول** تو یہ گذارش ہے
کہ مفتری علی اللہ کے لیے اس قدر نشانات
آسمانی اور زمینی کا جمع ہو جانا اور خود انکی
ذات میں ہزاروں نشانوں اور پیشین گوئیوں کا
مجتمع ہونا اور روزافزوں اس کے سلسلہ
کی ترقی کا ہوتا جانا اور پھر ان کے خود لکھے
ہوئے مسلمہ نشانات کا بھی مجتمع ہو جانا کیا
مفتری علی اللہ کے لیے آپ کے نزدیک جائز
ہے اندریںصورت تو کارخانہ نبوۃ انبیاء سے
بھی امن جاتا رہے گا۔ اور **ثانیاً** یہ عرض
ہے کہ جو مہدی یا مسیح آپ کے نشانات و علامات
مندرجہ آپ کی کتب مؤلفہ کے مطابق آویگا
آپ یا آپ کے ہم مشرب اس سے بھی یہی
کہہ سکتے ہیں کہ ان کتابوں کو دیکھکر تم نے
دعوی کیا ہے پھر یہ اعتراض غلط ان کا
تو اسوقت بھی قائم ہو سکتا ہے کہ جب اصلی
خیالی مہدی آپ کا آوے گا **فاین المفر**
غرضکہ ایسے عذرات واہیہ سے تو معلوم ہوتا
ہے کہ آپ کو کسی مہدی اور مسیح کی تصدیق
ہرگز نصیب نہ ہووے گی کیونکہ اگر ان
کے نشانات مقررہ مندرجہ کتب مخالف
ہونگا تب بسبب مخالفت کے تصدیق سے
آپ محروم رہینگے لہذا بہر حال ہر دو مشکل
سوائے تکذیب کے اور علاوہ یہ کہ اس کی
تکذیب میں خود آپ کی کتابوں کی تکذیب
ہوئی جاتی ہے۔ ونعم ما قیل

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اور فاطمی النسب ہونا جو آپ شرط مہدویت
گردانتے ہیں اول تو ہمنے سابق ہی رسالہ
میں اس شرط کو بموجب ادلۂ شرعیہ کتاب
وسنت کے مہدی آخر الزمان کے واسطے
باطل کر دیا ہے۔ ثانیاً حضرت اقدس کی نسب
میں ایسی امہات بھی آگئی ہیں جو سیدانیاں
بھی تھیں دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو
اور نسب کا اعتبار ماں کی طرف سے بھی
معتبر ہونا اغلب ہے کہ آپ تسلیم کرتے ہونگے
جیسا کہ مؤلف رسالہ البرہان نے بھی تسلیم
کیا ہے تو اس اعتبار سے بھی حضرۃ مرزا صاحب
فاطمی النسب بھی ہو گئے پھر اب کیا عذر ہے
بینوا توجروا
اگر اس کل بیان کو لغو سمجھا جاوے تو
ثابت ہوتا ہے کہ نزول مسیح سے مراد جو احادیث
**کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم
واما مکم منکم** وارد ہوا ہے یہی
ہے کہ خلافت و امامت جو قریش بنی اسمٰعیل
میں چلی آتی ہی وہ منتقل ہو کر پھر بنی اسرائیل
میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح بن مریم خاتم
انبیاء بنی اسرائیل تھے کہ انکے بعد خلافت
و امامت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو گئی تھی کہ
بنی اسرائیل میں سے پھر کوئی شخص امام
الدنیا نہ ہوا لیکن جبکہ پھر ایک مدت کے
بعد اسی خاتم بنی اسرائیل کا نزول بیان
فرمایا گیا تو یہ ایک استعارہ لطیفہ ہو جسکا
سے مراد یہ ہے کہ وہ خلافت پھر بنی اسرائیل
میں آجاوے گی لیکن رہے گی ابراہیم کی
ذریت میں کما قال اللہ تعالیٰ **انی
جاعلک للناس اماما قال ومن
ذریتی قال لا ینال عہدی الظلمین**
خلاصہ یہ کہ نزول مسیح استعارہ ہے
تسلب من قریش ملکہا کے لیے۔
اب میں پھر اصل کلام کیطرف رجوع
کر کر کہتا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب
میں اللہ تعالیٰ نے اصل اور نسب کے رو
سے تو فارسی الاصل گردانا اور رسول
کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے **من اسلم
من فارس فہو من قریش ہم
اخواننا وعصبتنا** فرما کر ایک اعتبار کر
قریش کے ساتھ ملحق فرمایا۔ اور حکمت الٰہیہ نے
ان کی امہات میں سیدانیاں بھی داخل
کر دیں تاکہ ماں کی طرف سے بھی قریش کے
ساتھ ان کا تعلق ہو جاوے یہ تمام
اوصاف ان میں کیوں جمع ہوئے یہ اسی
لیے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کی
مخلوق کے لیے جو خیالات اور طبائع مختلف
رکھتی ہے اسپر ایک حجت بطور نشان کے
پوری ہو جاوے اور ان کو دھوکہ
نہ کے لیے ایک بہانہ ملجاوے [illegible]

۴ اور الہامات پیشگوئی [illegible] مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء

جس کا یہ خیال ہو کہ مہدی آخرالزمان اور مسیح موعود من الرحمٰن کا قریشی نہ ہونا چاہیئے اُسپر یوں اتمام حجت کیا جاوے کہ آپ والدین کی طرف سے قریشی الاصل و النسب نہیں ہیں اور جس کا یہ خیال ہو کہ مسیح و مہدی آخرالزمان کا قریشی ہونا چاہیئے تو اُسپر بھی اتمام حجت اسی طرح اللہ تعالے کی طرف سے ہو جاوے کہ بہ اعتبار امہات کے یا بہ اعتبار حدیث مذکورہ کے ان میں ایک طرح کی قریشیت بھی ہے تب بھی اُن کی تصدیق ایسے خیال والے پر ضروری ہے اور نیز بدیں لحاظ کہ مماثلت کے ساتھ عیسیٰ ابن مریم کے بھی ہو گئی کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی باپ دادا کی طرف سے بنی اسرائیل میں نہیں تھے کیونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے ہاں بلحاظ والدہ حضرت مریم کے وہ بنی اسرائیل میں سے ضرور تھے کیونکہ حضرت مریم صدیقہ بنی اسرائیل میں سے تھیں فتمت المشابہت و کملت المناسبۃ وبس اور مؤلف رسالہ نے حضرت اقدس کے الہام عربی پر بھی ایراد کرنا چاہا ہے مگر ابھی تک کوئی اعتراض نہیں کیا جب ظاہر کرے گا تب اُس کے جہل کا تار و پود ان شاءاللہ تعالے اُدھیڑا جاوے گا آگے اس کے جو رسالہ احسن البیان لکھا ہے وہ کل کا کل بعثت مہدی و مسیح موعود کے لیے ایک علۃ موجبہ ہے اور مضمون رسالہ کو ہم بھی احسن البیان ہی سمجھتے ہیں چند مقام کسی قدر اصلاح طلب اور ترمیم کے قابل ہیں جنکی اصلاح ہم مختصر طور پر کیے دیتے ہیں

قولہ صـ۲ سطر ۔ اس کشمکش میں ہم کیا طریق حق حاصل کر سکتے ہیں۔

الجواب اس کشمکش فتن ضلالت میں اُمت پر فرض ہے کہ اس صدی کے مجدد کی طرف رجوع کریں جس کی مجددیت کی تصدیق کے لیے ہزارہا ادلہ شرعیہ نقلیہ اور نیز براہین عقلیہ شہادت صادق دے رہی ہیں **وماذا بعد الحق الا الضلال**۔

قولہ صـ۲ سـ۲۱ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ خود رائی سے کام لیں۔

الجواب فی الحقیقت درست ہے بلکہ رجوع کرنا اُس مصلح کی طرف ضروری ہے جس کا اس صدی کے راس پر مبعوث ہونا بسبب موجود ہونے حشر فتن ضلالۃ کے ضروری تھا اور اب تو صدی میں سے ۲۱ سال بھی گزر چکے ہیں۔

قولہ صـ۳ سطر ۔ ہر شخص اپنی رائے پر نازاں اور دوسرے کی نہیں سنتا تو قیامت کا انتظار کر

الجواب لہذا اس زمانہ فتن ضلالۃ میں رجوع کرنا اُس مہدی و ہادی کی طرف ضروری ہوا۔ جس کا آنا اس صدی میں قبل قیامت کے ضروری ہے۔

قولہ صـ۳ سـ ۔ اور اپنی سمجھ پر نازاں ہو کر تمام سلف صالحین و کتب متقدمین سے قطع نظر کر لیں

الجواب چونکہ ان کتب میں بحکم **ثم یفشوا الکذب** کے خلط ملط روایات موضوعہ کا بھی ہو گیا ہے لہذا اُس مجدد کی طرف رجوع کرنا واجب ہو گیا جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی طرف دعوۃ کرتا ہے اُس سے اعراض کرنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اب زمانہ **ظھر الفساد فی البر والبحر** کا ہے جس کے تم خود مقر ہو۔

قولہ صـ۳ سـ۱۱ ۔ اسی طرح درجہ بدرجہ اپنے سے نیچے درجہ کے علماء کو خیال فرمائیے۔

الجواب چونکہ اس قرن میں بحکم **فطال علیھم الامد فقست قلوبھم** کے سلف صالح کے عقاید اور اخلاق و اعمال پر عملدرآمد نہیں رہا جیسا کہ تم خود مقر ہو اور بھی اسباب یعنی شرور و فتن آخرالزمان بحکم **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** کے مقتضی بلکہ علۃ موجبہ اس مہدی آخرالزمان کی بعثت کے لیے ہو گئی ہیں لہذا اُسی کی طرف رجوع کرنا تمام اُمت کے واسطے ضروری ہوا۔

قولہ صـ۳ سـ۲۰ نواب اپنے اوپر لازم کر لیں کہ کسی مذہبی تحریر کو بغیر سند علماء معتبرین کے ملاحظہ نہ فرماویں۔ الخ

الجواب اب چونکہ مہدی آخرالزمان تمام علماء امۃ کا بھی مصلح ہے کیونکہ علماء تو مصداق **علماءھم شر من تحت السماء** کے ہو گئے ہیں لہذا بغیر سارٹیفکٹ اُسی مہدی موعود کے جو صدی کے راس پر آ چکا ہے کسی تحریر مذہبی کو معتبر سمجھکر ملاحظہ نہ کرنا چاہیے

قولہ صـ۴ سـ۱ اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔

الجواب جبکہ علماء زمن شر من تحت السماء کے مصداق ہو گئے ہیں تو اب اہل ذکر صرف وہی مصلح ربانی ہو سکتا ہے لا غیر کیونکہ علماء بھی تو اُمت ہی میں داخل ہیں مگر وہ مصلح ربانی جو مہدی موعود اور مسیح محمدی ہے وہ اُمت کا افسر ہے اور وہی اُمت کی اصلاح کے لیے آیا ہے خواہ علماء ہوں یا غیر علماء کیونکہ **حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا** میں علماء امت کا استثناء موجود نہیں ہے جو وہ مجدد علماء اُمت کی اصلاح کے لیے مبعوث نہ ہوا ہو پس علماء اُمت کو بھی ضرور ہے کہ اُسی کیطرف اس زمانہ شور و شر میں جس کے آپ قائل ہیں رجوع کریں۔

قولہ صـ۴ سطر ۱۸ لیکن اُنکا یہ طرز بتلا رہا ہے کہ اُنھوں نے ضرور مشکوۃ نبوۃ سے اقتباس کر کے بیان فرمائی ہوگی۔

الجواب ہاں ضرور مسلم ہے مگر **ثم یفشوا الکذب** کا کیا علاج جس کے سبب بعض روایات اسرائیلی کتب اسلام میں داخل ہو گئیں ہیں سو اُنکی تصدیق یا تکذیب کے لیے قرآن مجید یا حدیث صحیح پر عرض کرنا ضروری ہے جو یہ مہدی ربانی اپنا عملدرآمد اُسپر کر رہا ہے اور یہی طریقہ صحابہ کرام کا تھا

قولہ صـ۴ سـ۱۹ جھوٹی روایات بیان کرنے کے معنے یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف طمع دنیاوی سے کسی بات کو منسوب کر دینا

الجواب ہاں مسلم ہے صحابہ میں تو یہ صفت مذموم نہیں تھا مگر بعد قرون خیر کے بحکم **ثم یفشوا الکذب** کے یہ عدل اور عدالت موجود نہیں رہی اسی وجہ سے کتب اسلامیہ میں خلط ملط روایات موضوعہ کا ہو گیا ہے جس کی تنقید اور تنقیح ضروری ہے اور اس قرن میں یہ منصب تنقید و تنقیح ایسی روایات کا سوائے اس حکم موعود کے اور کون بجا لا سکتا ہے پس ایسی روایات کی تنقید اور تنقیح کرنے میں بھی اس حکم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ وہی اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ہو کر آیا ہے جیسے **حدیث حکماً عدلاً** نص صریح ہے

قولہ صـ۵ سـ۱ ۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ سلف صالحین کے قدم بقدم چلنا چاہیئے

الجواب سلف صالحین کے بعد **ثم یفشوا الکذب** کا کیا علاج لہذا فرض ہوا کہ اس قرن پر فتن میں اُسی مہدی اور مسیح کی طرف رجوع کیا جاوے جو حکم ہو کر آیا ہے۔

قولہ صـ۵ سـ۲۲ مفسرین اور محدثین کا علوم میں عالی مرتبہ اور بلند مقام واقفین پر مخفی نہیں۔

الجواب لیکن اُنکے خیالات اور آراء مقابل قرآن اور احادیث صحیحہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتے ہیں کما قال اللہ تعالے **اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ** یہ تو شیوہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا تھا نہ صحابہ کرام کا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

باقی آیندہ

ایک مشنری انگریز قادیان میں

سلسلہ کیلیے دیکھو نمبر ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

ایسا ہی ایک حدیث شریف میں پڑھا گیا کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں تشریف لانے میں کسی ضروری دینی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تو اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس خوف سے کہ نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کر کے نماز شروع کر دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آگے کھڑے ہو کر جماعت کرائی - پھر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اور ہنسنا اسواسطے تھا کہ آپ نے اپنی جماعت میں اُس بیگانگت اور وحدۃ اسلامی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جس کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے قوم نے حضرت ابوبکر کو باوجودیکہ وہ اقوام عرب کی رسومات کے برخلاف اپنا امام بنا کر اسبات کو ثابت کر دیا کہ آنحضرت کے انفاس پاک کی تاثیر سے اُنھوں نے دین کو دنیا پر مقدم کر کے نفس کے شیطان کو کچل دیا تھا اور **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** یعنی اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے اس حکم قرآنی پر پورا پورا عمل کیا - دراصل یہی کامیابی اپنے مقاصد میں جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی ایسی کسی نبی کو نہیں ہوئی - کیونکہ اول تو آپ سے **اکملت لکم دینکم** یعنی میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ کی صدا خدائے علیم و خبیر سے سُنکر اپنے مدعا کے انتہا کو پا لیا اور نبی عیسیٰ کیطرح آپکو یہ نہیں کہنا پڑا کہ ابھی بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے (انجیل) ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اللہ تعالے کی اطاعت میں پورا جاں نثار فرمانبردار دیکھ لیا جیسا کہ آپ کا جی چاہتا اور جیسا کہ اللہ تعالے کا منشا تھا۔ پس ہر طرح سے کامیاب اور فتحیاب ہو کر اور اپنا کام پورا کر کے آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے - ایسی ہی اور کئی ایک باتیں ہوئیں جن سے ثبوت حقانیت اسلام اور بطلان مذاہب غیر خی زمانہ ہوتا تھا۔ اور مشنری صاحب ان سب باتوں کو چپ چاپ سنتے رہے

اور عموماً ہاں ہاں کرتے رہے

مفتی محمد صادق صاحب سے ڈاکٹر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی اُس پیشگوئی کے متعلق دریافت کیا جو حضرت مرزا صاحب نے پگٹ اور ڈوئی کے متعلق کی ہے اس پر مفتی صاحب نے ایک لمبے بیان میں ڈاکٹر صاحب کے سامنے ان پیشگوئیوں کے منشاء مواقع ضرورت اور نتائج پر ایک گفتگو کی جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اور جہاں جہاں درمیان میں ڈاکٹر صاحب بولے یا سوال کیا ؟ بھی ہم درج کرتے ہیں۔

ایمان ایک بڑی دولت ہے اور ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ دنیا میں جس قدر راستباز پیدا ہوئے انبیا اولیا اور اُن کے مخلص دوست اور پیرو سب ایمان کی قوت سے فتح پاتے رہے اور دنیا میں اپنا سکہ چلاتے رہے۔ ایمان ہی کی طاقت تھی جسنے حضرت موسیٰ کے لیے سمندر خشک کر دیا اور ایمان ہی تھا جسنے حضرت ابراہیم کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور ایمان ہی تھا اور ایمان ہی تھا جسنے حضرت مسیح کو صلیب کی لعنتی موت سے بچا لیا۔ ایمان وہ شے ہے جس کی نسبت حضرت مسیح اپنے حواریوں کو انجیل میں فرماتے ہیں کہ اگر تجھ میں رائی کی برابر ایمان ہے تو اگر پہاڑ کو کہے کہ یہاں سے اُٹھکر وہاں چلا جا تو وہ چلا جائے گا۔ جب کبھی دنیا سے یہ ایمان اُٹھ جاتا ہے اور لوگ پست ہمت اور بے یقین ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی ایسا آدمی مبعوث کرتا ہے جو اُس ایمان گم شدہ کو دوبارہ دنیا میں قائم کر دے اور اپنی قوت ایمانی سے معجزات اور خوارق دکھلا کر دنیا کو اُس اعلیٰ اور برتر ہستی کی قوت تام اور رحم تام قدرت تام اور اُسکے ازلی ابدی ہونے پر لوگوں کو یقین دلا دے۔ اُس شخص کے یقین توجہ اور ہمت میں ایسی خداداد طاقت ہوتی ہے کہ مخلوق الٰہی اُسکی صحبت سے اور اُسکے پاک انفاس کی برکت سے بدی پر ایک غلبہ پاتی ہے اور اپنے شیطان کو فنا کر کے اور اپنی بد کاریوں کو چھوڑ کر خدائے واحد لاشریک کی محبت اور عبادت اور فرمانبرداری میں یگانہ و یکطرفہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت یورپ اور امریکہ کے ممالک میں جس قدر بے ایمانی اور کلام الٰہی کی بے ادبی اور معجزات و خوارق کا انکار اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے عزتی بیباکی کے ساتھ ہو رہی ہے وہ سب اس امر کا نتیجہ ہے کہ اُن ممالک کے عیسائیوں میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا جو اُس درجہ کی قوت ایمانی اپنے اندر رکھتا ہو جس کا ذکر خود حضرت مسیح نے کیا تھا کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کی برابر ایمان ہو تو تم پہاڑ کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پھینک سکتے ہو یعنی نہایت ہی مشکل اور سخت کام بھی تمہارے آگے آسان ہو جائینگے۔ چنانچہ ہم اُن کتب اور رسالجات اور اخبارات اور ذاتی خطوط میں جو برابر یورپ اور امریکہ سے ہمارے پاس آتے ہیں

اور ہم روز پڑھتے ہیں کہ ان ممالک کے فاضل اور علماء بائبل کو محرف مبدل جعلی غلط۔ مجموعہ۔ افسانہ اور لغو کلام جانتے ہیں اور یہ باتیں نہ صرف اُنھیں ممالک تک محدود ہیں بلکہ خود ہندوستان میں بھی پچھلے سال کلکتہ میں اور اس سال لاہور میں عین پادریوں کے جلسوں میں بعض پادریوں نے اپنے لکچروں میں یہ باتیں بیان کیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے بھی سنی ہونگی

ڈاکٹر صاحب - میں اُس لاہور والے لکچر میں خود موجود تھا۔

مفتی صاحب پھر جہاں سب پادری موجود تھے اور بائبل پر ایسے سخت حملے کیے گئے تھے کیا کسی نے جواب نہ دیا۔

ڈاکٹر صاحب ہاں بعض نے اعتراض کیے تھے۔

مفتی صاحب - مگر سول اخبار نے وہ لکچر تو چھاپا تھا۔ لیکن اُس وقت کے اعتراض نہیں چھاپے۔ کیا سبب ہے۔

ڈاکٹر صاحب سول اخبار نے اُس وقت کے اعتراضات تو نہیں چھاپے لیکن بعد میں پادری ... نے جو تردید اُسکی کی تھی وہ چھاپ دی تھی

مفتی صاحب لیکن اُس تردید کا جواب بھی سول نے چھاپ دیا تھا اور پھر جواب الجواب کے چھاپنے سے انکار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید سول اخبار مذہب بھی دوسرے فاضل اور عالم محقق عیسائیوں کا سا ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب شاید ایسا ہی ہو۔

مفتی صاحب وہ پادری صاحب جن کا یہ لکچر پادریوں کے بھرے جلسے میں ہوا تھا کہ بائبل اکثر حصہ میں بے اعتبار اور جھوٹی روایتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور اُسکے مشمولہ معجزات بالکل ناقابل اعتبار قصے ہیں۔ یہ صاحب کون ہیں اور کیا کام کرتے ہیں

ڈاکٹر صاحب - یہ لکچرار پادری بیب ورتھ صاحب ہیں۔ جو لاہور کے اُس بڑے گرجے کے پیش امام ہیں جو ریل کے ملازم انگریزوں کی خاطر بنایا گیا ہے۔

مفتی صاحب - خوب۔ جب پیش امام کا یہ مذہب ہے تو بیچارے مقتدی لوگوں کا کیا حال۔ اچھا جب یورپ کے علماء فضلاء کا یہ حال ہے کہ وہ خود بائبل کو سچا نہیں مانتے تو اُن کی مذہب کا نام عیسائیت نہیں رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب۔ میرے نزدیک تو یہ لوگ دہریت تک پہنچ گئے ہیں۔

مفتی صاحب تو پھر آپ یہاں آنے کے بجائے اُسجگہ یورپ اور امریکہ میں اپنی مشنری کیوں نہیں پھیلاتے کہ اُنکو درست کریں۔

ڈاکٹر صاحب۔ اُسجگہ بھی مشنری کام کرتے ہیں لیکن لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں بے ایمانی بہت پھیل جائے گی۔ یہ محققین معجزات کا بالکل انکار کر رہے ہیں آپ کی ان کے متعلق کیا رائے ہے

مفتی صاحب میں اسبات کو بیان کر رہا تھا۔ اول تو ہمارے قرآن شریف کی ابتدا ہی سے خدا تعالیٰ نے ایسی حفاظت کی ہے کہ سینہ بسینہ قرآن شریف حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آجتک صحیح الفاظ میں ایسا محفوظ چلا آتا ہے کہ ہزارہا لاکھوں حافظ ہر زمانہ میں قرآن شریف پڑھتے پڑھاتے ایک دوسرے کو نمازوں میں سناتے رہتے ہیں اور کسی غلطی کا احتمال ممکن ہی نہیں۔ ایس کبھی ایسا اعتراض تو کوئی کر ہی نہیں سکتا کہ قرآن شریف کا کوئی حصہ غلط یا جعلی یا غیر اصلی ہے یا اس میں کوئی تحریف و تبدیل ہوئی ہے جیسا کہ اناجیل کے متعلق کہا گیا ہے اور بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک تو اناجیل اپنی اصلی زبان میں کہیں نہیں ملتیں اور ترجمہ مترجم کا خیال ہے جیسا اُس نے سمجھا ویسا ہی شائع کر دیا اور پھر دنیا میں اُس مترجم کے خیالات کی اشاعت ہوتی ہے نہ کہ اصل کلام کی اور پھر اس میں بھی ہزاروں شبہات پڑگئے ہیں کہ یہ کلمات کس نے لکھے اور کس نے نہ لکھے اور لکھنے والے کہاں تک معتبر تھے وغیرہ۔

ہمارے پاس یورپ کے بڑے بڑے فاضلوں کے لکھے ہوئے مجموعے کتاب انسکلو پیڈیا بائبلکا چار جلدوں میں اور کتاب انسکلو پیڈیا برٹنی کا ۳۵ جلدوں میں اور دیگر کئی ایک کتابیں بڑے بڑے فاضلوں کی لکھی ہوئی موجود ہیں جو یورپ میں شائع ہوئی ہیں اور بڑے بڑے فاضل محقق پادریوں پروفیسروں اور ڈاکٹروں کی تصانیف اور تالیف وہ سب بائبل کے متعلق یہی عقائد رکھتے ہیں۔ وفات مسیح کے قائل ہیں اور مسیح کو صرف ایک انسان مانتے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہوں گی۔ ایسا ہی ہمارے پاس کئی ایک یورپ امریکہ کے بزرگوں کے خطوط آتے ہیں چنانچہ لگے دن بھی امریکہ کے ایک فاضل کا میرے پاس خط آیا جس کا نام مسٹر ہارڈی ہے وہ اپنے خط میں صاف لکھتا ہے کہ کوئی تعلیم یافتہ انسان اس ممالک میں اس امر کا قائل نہیں کہ مسیح خدا تھا یا خدا کا شریک تھا یا غیر فانی تھا یا بے گناہ تھا بلکہ مثل دوسرے انسانوں کے گناہ کرتا تھا اور فوت شدوں میں داخل ہے۔

دوسری وہی بات جس کا میں پہلے ذکر کر رہا تھا یورپ اور امریکہ میں اس انکار معجزات کی اصل اور باعث یہ ہے کہ اُن کے درمیان مقربین کی کوئی نمونہ اور معجزات و خوارق کی کوئی مثال موجود نہیں رہی اور گذشتہ باتیں بہت پرانی ہو کر افسانوں کے رنگ میں ناقابل اعتبار ہیں لیکن اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اسمیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ اس قسم کے آدمی خدا کیطرف سے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اسلام کی صداقت کے ثبوت کے لیے دنیا کو معجزات و خوارق عادات دکھاتے رہے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا ایک آدمی پیدا کیا ہے اور وہ پاک انسان

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں

جن کی زندگی نے دنیا کو بہت سے معجزات اور خوارق دکھلائے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر مثلاً حق کی تلاش والا اول لیکر نہ تماش بینی کے طور پر کیونکہ تماشا بیں کو خدا حق نہیں دکھاتا صرف سچے مذہب کا پیاسا بنکر اگر ... کم از کم چالیس روز تک یہاں ٹھیرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکو کوئی نہ کوئی نشان دکھائے گا۔ اور یہ بات تمام راستبازانسانوں کے ہوتی ہے چنانچہ آپ بھی چاہیں تو مشاہدہ کر سکتے ہیں اور معجزات کے متعلق آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ان سائنس دانوں کا اعتراض در اصل ہم پر وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کا اعتراض یہ ہے کہ کوئی بات خلاف نیچر نہیں ہو سکتی اس واسطے معجزات ناممکن

لیکن ہم معجزات کو خلاف نیچر نہیں سمجھتے اور نہ ان کو سلسلہ علت معلول سے باہر گردانتے ہیں بلکہ ہمارے نزدیک تمام باتیں نیچر کے قانون کے مطابق ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اپنے خاص بندہ کے واسطے بعض خواص نیچر اور قوانین فطرۃ ظاہر کرتا ہے کہ دوسرے تمام انسان اُس سے عاجز ہو جاتے ہیں کہ ویسا کر سکیں یا کر سکنے کی کوشش کر سکیں۔ در اصل خدا تعالیٰ سب باتوں پر قادر ہے اور قانون خدا کا ہے نہ کہ خدا قانون کا۔ ہر ایک حکم جو اُسکی مشیت سے سرزد ہوتا ہے وہ ایک قانون ہے اور ہم خدا کو ایسا نہیں مانتے کہ جیسے کے ڈنڈے کی طرح چاروں طرف سے بیشمار رسوں سے جکڑا ہوا ہے ممکن نہیں کہ بالکل ہل جل سکے۔ بلکہ ہم خدا تعالیٰ کو ایسا مانتے ہیں کہ وہ ایک قادر مطلق ہستی ہے اور تمام کارخانہ عالم کل کی طرح قبضۂ قدرت میں ہے اور کوئی پتہ بغیر اُس کی اجازت کے ہل نہیں سکتا وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور سب پر احاطہ کیے ہوئے ہے مگر اُس پر کوئی نہیں جو اُس پر احاطہ کرے ہیں وہ اپنے برگزیدوں کی خاطر ایسے نشانات دکھاتا ہے جس سے انسان عاجز آجائیں یہی معنی معجزہ کے ہیں یعنی عاجز کر دینے والا۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر ملک مصر سے نکلے تو فرعون اپنے جرار لشکر کو ساتھ لیکر اُنکو پکڑ لینے کے ارادہ سے پیچھے دوڑا۔ اور اگر اُس کا بیشمار لشکر معدود التعداد اسرائیلیوں کو پکڑ لیتا تو جو حال اُنکا کرتا وہ عیاں تھا۔ لیکن خدا نے اپنے وعدہ کے موافق حضرت موسیٰ اور اُنکی قوم کو ایسے رنگ سے بچایا کہ جس سمندر سے وہ بچکر نکل گئے اُسی دریا میں فرعون عاجز آکر اپنے لشکر کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔ اب خواہ اس کا موجب ... کہ سمندر کے جوار بھاٹے نے حضرت موسیٰ کو وہ وقت دیا ہو جب پانی خشک تھا اور فرعون کو عین پانی کے چڑھنے کا

وقت دیا ہوا کوئی اور کارخانہ قدرت کا فی نا مینا اس امر کا باعث سمجھو بہر حال نشان تو اس میں ہے حضرت موسیٰ بچکر نکل گئے اور فرعون ان کے دیکھتے دیکھتے با وجود تمام سامانوں اور اسباب کے ڈوب گیا۔ ایسا ہی تمام انبیاء و رسل کی زندگی بجائے خود ایک نشان اور معجزہ ہوتا ہے۔ اول تو خود یہ لوگ عین بعثت کے ابتدائی وقت میں ایک بڑے عظیم الشان معجزہ کی بنیاد رکھدیتے ہیں کیونکہ ایک غریب کس مپرس انسان جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تمام قوم کو للکار کر کہدیتا ہے کہ اے لوگو میں تمھیں ڈرانے اور خوشخبری دینے کے لیئے آیا ہوں کہ جو کوئی تم میں سے حکام الٰہی کو مانے گا وہ کامیاب ہوگا اور اپنی مراد کو پاوے گا پھر جو کوئی میرا انکار کرے گا اور ان احکام کو نہ مانے گا وہ ہلاک ہوگا۔ سو اسکے بعد باوجود بیکسی اور بے بسی کے خدا اسکو عزت دیتا اور اسکے دشمنوں کو ذلیل کرتا اور اس کے مخالف باوجود دولتوں عزتوں طاقتوں کے اس کے مقابلہ سے عاجز آجاتے ہیں پس یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا ہے جو کہ وہ دکھاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کیا نبوۃ کا اور عرب کو توحید کیطرف دعوۃ کی اور انکو کہا کہ اگر تم لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لاؤ تو عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے۔ ورنہ تم میں سے جو میرا مقابلہ کرے گا وہ ہلاک ہو جاویگا۔ اسوقت کس کی سمجھ میں آ سکتا تھا کہ یہ باتیں ہی طرح سے ہو جائیں گی جسطرح کہ یہ شخص کہتا ہے مگر آخر سب عاجز آگئے اور وہی ہو کر رہا جو خدائے پاک نے فرمایا تھا۔ ایسا ہی آج سے قریباً ۲۲ سال پہلے کی براہین احمدیہ چھپی ہوئی موجود ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام اس سے بھی پہلے کا شائع ہوا تھا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آویں گے اور ایسا ہی یہ مدۃ کا الہام شائع ہو چکا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے۔ اُس وقت ان باتوں کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ کوئی آدمی باہر سے نہ آتا تھا بلکہ خود قادیان کے لوگ بھی حضرت مرزا صاحب سے کم ہی واقف تھے وہ باتیں آج ۲۵۔۳۰ سال کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ باوجود مخالفوں کی سر توڑ مخالفتوں کے روز روشن کی طرح پورے ہو رہے ہیں کیا یہ انسان کا کام ہے۔ اگر دنیا کے سارے انسان بھی ملکر ان الہامات کو پورا ہونے سے روکنے کی ایسی ہی جان توڑ کوششوں میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ بعض اب تک لگ رہے ہیں اور لگے ہوئے ہیں تب بھی وہ سب کے سب عاجز ہو جائیں گے اور یہ معجزہ ظاہر ہو رہا ہے اور آئندہ زور شور سے ہو کر رہے گا۔ ایسا ہی بہت سے مخالف عیسائیوں اور آریوں اور غیر مذاہب کے لوگوں نے ملکر حضرت مرزا صاحب پر اقدام قتل کا جرم لگانا چاہا اور بڑا مقدمہ کھڑا کیا اور ایک لڑکے نے شہادت بھی دی اور اسکی شہادت دو مجسٹریٹوں کے سامنے حضرت اقدس مرزا صاحب کے برخلاف ہو گئی اور ظاہر بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی مگر اس واقعہ سے اور اس سے بریت سے کتنی مدۃ پہلے حضرت کو اطلاع ہو چکی تھی جو کہ ہم سب سن چکے تھے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ خدا نے مجسٹریٹ مسٹر ڈگلس کے دل کو انصاف پر استقامت پر قائم کر دیا اور حضرت صاحب بچ گئے اور تمام مخالف ہو گئے۔ پس کیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ نہ تھا ایسے ہی اور بہت سے واقعات ہم رات دن حضرت اقدس کی صحبت میں رہ کر دیکھ رہے ہیں اور ہر ایک یہاں رہنے والا دیکھ سکتا ہے منجملہ ان معجزات کے جو ان لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہو کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوا کرتے ہیں ایک معجزہ قبولیت دعا کا بھی ہے خدا تعالےٰ اپنے ان برگزیدوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی نظیریں پہلے انبیاء اور اولیاء سب کی لائف میں بکثرت پائی جاتی ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب ایک بڑی مصیبت وارد ہوئی کہ دشمنوں نے اُنکیلیے صلیب پر چڑھانے (یعنی لعنتی موت سے مارنے کا ارادہ کیا) تو حضرت عیسیٰ نے ساری رات رو رو کر اور خدا کے آگے گڑ گڑا کر دعا کی کہ یہ پیالہ اُن سے ٹل جائے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ نہ میری مرضی کے لیے بلکہ تیری مرضی کے لیئے پس خدا تعالیٰ نے اُن کی دعا کو سنا اور انکو اس لعنتی موت سے نجات دی (جیسا کہ عبرانیوں کے خط سے بھی ظاہر ہے کہ ان کے تقویٰ کے سبب ان کی دعا سنی گئی)

ڈاکٹر صاحب یہ کیوں کہا جائے کہ باوجود نبی ہونے کے وہ موت سے ڈر گئے حالانکہ مولوی عبد اللطیف باوجود نبی نہ ہونے کے موت سے نہیں ڈرے

مفتی صاحب - یہ صحیح ہے انبیاء موت سے نہیں ڈرا کرتے اور نہ اُن کے ساتھی ایسے مصائب سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔ لیکن انبیاء کے اس طرح قتل ہو جانے سے اُن کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور حق شبہ و شک میں پڑ جاتا ہے اور کام ادھورا رہ جاتا ہے اور اُن کی لائف بجائے ہدایت کے مخلوق الٰہی کے لیے گمراہی کا موجب ہو جاتی ہے (اور نیز توریت کے مطابق صلیب پر مرنا لعنت کی موت تھی اور صلیب پر مرجانے سے وہ یہود کی شریعت کے مطابق ایک مفتری اور فاسق قرار دیے جاتے ہیں نہ کہ راستباز اس واسطے ضرور تھا کہ وہ اس قسم کی موت سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں پناہ مانگتے ہیں ایڈیٹر) اور حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کا شہید ہو جانا بہت بڑی مصلحت اور برکات اور اس سلسلہ کی ایک بھاری خدمت کا موجب ہوا۔ چنانچہ ایکبات یہ ہے کہ اسوقت تمام دنیا میں بذریعہ ڈاک تار وغیرہ کے حضرت اقدس کے اشتہارات اور دین کی تبلیغ پہونچائی جا سکتی ہے لیکن افغانستان ایک ایسا علاقہ ہے کہ کوئی کتاب یا اشتہار یا واعظ بھی نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا منشا تھا کہ اُس ملک میں بھی اس اپنے رسول کی تبلیغ اور اسکی آمد کی خبر اور یسوع مسیح کے مرجانے کی تحقیقات پہونچ جائے اس واسطے اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس ملک میں خون کا اشتہار شائع کیا جسکے فوائد عظیم الشان سے عنقریب ساری دنیا آگاہ ہو جائے گی لیکن اسوقت بھی دنیا میں ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے وعدہ دیا ہے کہ اسکی عمر اسی سال کے قریب ہوگی پس اگرچہ مخالف مولوی عبد اللطیف کے قتل پر قادر ہوئے جس میں بڑی مصلحت تھی تاہم کوئی قادر نہ ہوگا کہ اس نبی کو قتل کر سکے جسکو واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ دیا گیا۔

پس سمجھنا چاہیئے کہ ایسا ہی اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا اور ایک بیہوشی کی سی حالت میں وہ صلیب سے اُتارے گئے اور ایک غار کی مانند قبر میں رکھے گئے۔ چنانچہ یہ ایک طبی مسئلہ ہے کہ زمین کی گرمی بعض بیہوشیوں کے دور کرنے کے واسطے انسان کے بدن کے لیے بہت ہی مفید ہوتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مسیح کا اتنی تھوڑی دیر صلیب پر رہنا خود اس امر کی بڑی شہادت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو صلیبی موت سے بچا لیا۔ ہم نے جوسیفس بڑے یہودی مورخ کے اقوال پڑھے ہیں کہ اُس زمانہ کی صلیبوں پر سے تین روز کے لٹکائے ہوئے بعض مجرم جب اُتارے گئے تو اُن میں ہنوز ربق جان باقی تھی اور تھوڑے سے علاج کے ساتھ وہ تندرست ہو گئے۔ پس مسیح کا صلیب سے چند گھنٹے کے بعد زندہ آ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہوگی بلکہ تعجب تو اس پر ہوگا کہ وہ اتنی تھوڑی دیر میں مرجائے اور پھر جب وہ تندرست ہوا تو کچھ دن وہاں رہ کر مشرقی ممالک کو چلا آیا اور ملک کشمیر میں آکر اپنی باقی عمر گذاری جو کہ اسوقت یہودیوں سے آباد تھا۔ چنانچہ اسکی قبر کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ اُس یسوع ناصری کی قبر ہے

ڈاکٹر صاحب لیکن حواری شہادت دیتے ہیں کہ وہ آسمان پر چلا گیا تھا۔

مفتی صاحب آپکو یہ سوچنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اگر گورنمنٹ کسیکو پھانسی کا حکم دے اور وہ اتفاق سے بچ جائے تو کیا اسکے دوست لوگوں کے سامنے ظاہر کریں گے کہ وہ پھانسی سے بچگیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اس معاملہ کو مخفی رکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ اُن کا دوست پھر پکڑا جائے اور پھانسی دیا جائے۔ ایسا ہی مصلحت تھی کہ حواری اس ملکی راز کو کسی کے ساتھ ظاہر کرکے یسوع مسیح کی جان کو دوبارہ خطرہ میں ڈالتے اور آپ بھی ہلاک ہوتے۔ بلکہ اُنھوں نے مل جلکر یہی بہتر سمجھا کہ مسیح کسی دور کے ملک میں چلا جائے اور وہ اسکو رخصت کرنیکے واسطے ایک پہاڑ کے دامن تک اُس کے ساتھ گئے اور جب وہ انکو الوداع کرکے پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ نیچے دیکھتے رہ گئے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ پہاڑوں پر بادل نیچے اُترا کرتے ہیں۔ پس وہ ایک بادل میں چھپ گیا اور حواریوں نے اس واقعہ کو استعارۃً یوں بیان کیا کہ وہ بادل میں گھر کر آسمان کی طرف یعنی اوپر کی طرف چڑھ گیا۔ اور ضرور تھا کہ وہ ایسا ہی کرتے۔

اب میں اپنے اصلی مضمون کی طرف عود کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی دعائیں سنا کرتا ہے۔ چنانچہ اُس نے مسیح کی دعا بھی سُنی۔ اور قبولیت دعا بھی انہیں لوگوں کا ایک معجزہ اور نشان ہوا کرتا ہے اس واسطے حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ کے جھوٹے مدعی یعنی پگٹ اور ڈوئی کو اپنے مقابلہ میں قبولیت دعا کا نشان دکھلانے کے لیے بلایا ہے۔ کیونکہ جو سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے ضرور ہے کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اُسکی دعا کو سُنے اور اُسکے مخالف کو ذلیل کرے پس پگٹ اور ڈوئی کا مقابلہ یورپ اور امریکہ کے لیے ایک بڑا نشان ہے اور یہ نشان پورا ہو رہا ہے اور ہوگا۔ خواہ پگٹ اور ڈوئی اس اشتہار کا جواب دیں یا نہ دیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن

ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی نے کمال محنت اور عرق ریزی کے ساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اس کی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ و شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں۔ دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔

حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے۔ خریداران الحکم و البدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض۔ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جاتی ہے قیمت بلا جلد ۱۲ مع جلد ۱۴ پارہ ۱۲ کی قیمت ۲ عم کے پارہ کی قیمت ۲

المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال۔

تتمہ رسالہ الفرقان

فاضل امروہی

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ نزول مسیح ابن مریم جو احادیث صحاح میں وارد ہوا ہے وہ خود ایک استعارہ ہے اس مسئلہ کے لیے کہ خلافت وامامت جو اوائل زمانہ سے لیکر آنحضرت تک قریش بنی اسماعیل میں چلی آئی وہ منتقل ہو کر پھر بنی اسرائیل میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح بن مریم خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے تھے انکے بعد وہ خلافت اور امامت بنی اسرائیل میں باقی نہ رہی بلکہ بنی اسماعیل میں منتقل ہو گئی اور بنی اسرائیل میں سے اُن کے بعد کوئی نبی نہ ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے کما قال اللہ تعالےٰ **مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ** یہ بشارت حضرت عیسیٰ کی مندرجہ قرآن مجید باب ۱۴–۱۵–۱۶ یوحنا انجیل میں بھی اب تک موجود ہے پس جسطرح فارقلیط والی پیشگوئی میں یوحنا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سے مراد استعارۃً یہ ہے کہ عہد امامت اب بنی اسرائیل میں نہیں رہے گا بلکہ بنی اسماعیل میں آجاوے گا اسی طرح جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نزول مسیح خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے لیے بشارۃً ارشاد فرمائی تو اس سے بھی یہ استعارہ ہے کہ اس وقت عہد امامت قریش میں باقی نہ رہے گا چنانچہ اس استعارہ کو بہ تصریحات یوں بھی بیان فرما دیا کہ **تُسْلَبُ قُرَیْشٌ مُلْکَہَا** اور یہ بھی فرما دیا **فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ** اس سے مراد استعارۃً یہی ہے کہ اُس مسیح کی نسل میں یہ عہد امامت منتقل ہو جاوے گا اگر اس کلام سے یہ مراد نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایک کلام نبوۃ لغو ہو جائے گا کیونکہ تزوج اور تولد کا ہونا کوئی بڑا نشان نہیں ہے کہ تزوج بھی سب کیا کرتے ہیں اور تولد بھی سب کے یہاں ہوا کرتا ہے الا ماشاء اللہ لہٰذا اس کلام نبوۃ کے لیے محل صحیح بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے یہ ہو کہ اُس مسیح موعود کے تزوج اور تولد سے ایک نسل امامت قائم ہو گی کہ آئمہ اس کی نسل میں ایک مدت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اسی استعارہ کی تصریح ہے اس حدیث میں کہ **لَا الْمَہْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ** یعنی پھر کوئی مہدی قریش میں سے نہ ہو گا بجز عیسیٰ بن مریم کے یعنی اسی کی نسل میں امامت ومہدویت قریش کی منتقل ہو جاوے گی۔

اور حضرت اقدس کے **الہامات ذیل** جو مدت دراز سے شائع ہو چکے ہیں یعنی **تریٰ نسلاً بعیدًا** ۔ **خلق آدم فاکرمہ** ۔ **اردت ان استخلف فخلقت آدم** وہ بھی انہیں احادیث اور نزول مسیح ابن مریم کے استعارہ کی تشریح کرتے ہیں کیونکہ اگر کوئی نسل بعید ایسی ہو جس میں آئمہ دین پیدا نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس نسل کی قدر وقیمت ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر بھی نہیں ہو سکتی ہے پس ایسی نسل کے لیے الہام میں اللہ تبارک وتعالےٰ کیطرف سے امتنان فرمانا اور احسان جتلانا کیونکر خیال میں آسکتا ہے اور پھر اگر عہد امامت بنی اسماعیل سے منتقل ہو کر اس مسیح موعود سے اُسکی ابتدا نہیں ہوتی تو پھر **خلق آدم** الہام کے کیا معنی ہیں اور نیز الہام **قل ان امرت وانا اول المؤمنین** بھی اسی انتقال عہد امامت از قریش بطرف مسیح موعود اور اُسکی نسل کے ناظر ہے اور نیز الہام **ینقطع آباءک ویبدء منک** اور نیز الہام **وانت منی بمنزلۃ اولادی** اسی مسئلہ کی طرف مصرح ہے اور نیز الہام **الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر والنسب** بھی اسی طرف مشیر ہے کیونکہ اگر اس صہر ونسب میں عہد امامت منتقل ہو کر نہیں آیا تو پھر فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ کونسی نعمت کے ساتھ امتنان فرماتا ہے جسپر بڑے اہتمام سے الحمد للہ بھی تلاوت کیا گیا ۔ اور پھر الہام **انا اخرجنا لک زروعًا یا ابراہیم** نے بھی اسی مسئلہ کی تصریح کی ہے اور پھر **آخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم** کا کونسی ذلیل معارضہ کر سکتی ہے جو دال ہے اسپر کہ حضرت خاتم النبین صلعم کی تعلیم کتاب وحکمۃ اور تزکیہ وتلاوت آیات کی قریش سے منتقل ہو کر دوسری قوم آخرین میں چلی جاوے گی اور بموجب حدیث صحیح کے جو متفق علیہ ہے اور ہم اُسکے مضمون کو اعلام الناس کے دوسرے حصہ میں نظم کر کر لکھ چکے ہیں یہ حدیث باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ آخرین یقینا فارسی النسل سے ہیں پس جبکہ ایک مسئلہ پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ خصوصًا احادیث متفق علیہا اور الہامات متواترہ موجود ہیں اور اس انتقال عہد امامت پر صریح دال ہیں تو اب بڑی شقاوت ہے کہ اس مسئلہ کی تصدیق نہ کی جاوے و نعوذ باللہ منہ ۔ ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء

تکملہ

آج بتاریخ ۴ جنوری ۱۹۰۴ء ہماری نظر سے البرہان نمبر ۲ و ۳ بھی گذرا جو البدر کے یہاں آیا ہوا تھا اُسکو مطالعہ کر کر ہم کو اپنے احباب کی نصیحت یاد آگئی وہ یہ کہ مؤلف البرہان آپ کے خطاب کے لائق ہرگز ہرگز نہیں ہے آپ خود اُسکو مخاطب نکریں کوئی صاحب آپ کے تلامذہ میں سے اسکا جواب لکھدیوے گا ۔ لیکن ہمارا یہ خیال تھا کہ جب تمام مخالفین علماء کے ہلاک اور تباہ ہو جانے کے بعد اس شخص نے ماہوار رسالہ نکالنا شروع کیا ہے اور اپنی ہلاکت کے سامان واسباب کو خود مہیا کرنا چاہا ہے کما قال اللہ تعالیٰ **لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ** تو اغلب کہ مثل محمد حسین وغیرہ ہلاک شدہ علماء کے یہ بھی ہو گا لہٰذا رسالہ الفرقان دو سہ روز میں لکھکر بہ درخواست محبی محمد علیخان صاحب شاہ جہان پوری واسطے طبع کرانے کے نزدیک محبی الموصوف ملازم بہم لائنسز راولپنڈی کے روانہ کر دیا اور کچھ انتخاب اس رسالہ کا الحکم نے بھی ہم سے لے کر شائع کر دیا ہے لیکن مطالعہ نمبر ۲ و ۳ البرہان سے بخوبی منکشف ہو گیا کہ مؤلف البرہان ہرگز ہرگز ہمارا مخاطب صحیح نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا ناظرین کے لیے ان چند سطور میں ہمکو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ مؤلف رسالہ علوم آلیہ سے محض ناواقف اور نابلد ہے لہٰذا نمبر ۲ سے ایک علمی نکتہ چینی اُس کے مع جواب کے لکھے دیتے ہیں تاکہ اُسکے علم کی پردہ دری ہو کر اس کوچہ علمیہ سے اُسکا نابلد ہونا ناظرین پر واضح الدلائل ہو جاوے

قولہ ملخصًا صلہ نمبر ۲ مرزا صاحب کا ایک الہام اور خوش فہمی **تبارک الذی من علم وتعلم** تحفہ گولڑویہ صلہ ۲۲ ۔ اول تو اس الہام میں ایک لفظ من زائد ہے اور علم اور تعلم دونوں صلہ الذی کے ہیں اور پھر موصول وصلہ ملکر فاعل تبارک کا ہوا ہے پس جو شخص الذی کا مصداق ہے اسی کے لیے ہر دو مفہوم علم وتعلم کے ثابت ہونگے چونکہ مرزا صاحب کی شرح میں لفظ مَن سے مراد معلم ہے جو رسول کریم صلعم ہیں اور متعلم سے مراد خود ذات شریف ہیں لہٰذا الہام بھی غلط ہوا اور شرح بھی اُسکی غلط پھر اللہ تعالےٰ کیطرف سے یہ الہام کیونکر ہو سکتا ہے ۔ انتہیٰ ملخصًا

الجواب یہ ہے ۔ اس نکتہ چینی مؤلف کو بطور تلخیص کے لکھہ پایا ہے جو مؤلف سے بایں خوش اسلوبی بیان نہیں ہو سکی واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ اصل الہام حضرت اقدس کا یہ ہے جو براہین کے حصہ سوم صد ۲۳۹ حاشیہ نمبر ایک سطر ۲۲ ۔ میں لکھا ہوا ہے اور نیز براہین سے دیگر متعدد رسائل میں بھی نقل کیا گیا ہے **کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم وتعلم** مؤلف رسالہ جو لفظ مَن کے ساتھ الذی کو بھی شامل کرتا ہے اُسکو دھوکا تحفہ گولڑویہ کو دیکھکر واقع ہوا ہے جو سہو کا تب سے الذی زائد لکھا گیا ہے اگر مؤلف کو تحقیق حق منظور تھی جیساکہ اُس کا دعویٰ ہے تو اُسپر فرض اور واجب تھا کہ تصحیح اُسکی اصل کتاب براہین احمدیہ اور دیگر کتب حضرت اقدس سے کر لیتا یا اولا ہم لوگوں سے دریافت اور تحقیق کر لیتا بعد تحقیق کے اگر اُسکو یہ ثابت ہوتا کہ لفظ مَن کے ساتھ الذی بھی اس الہام میں موجود ہے تب اپنی زبان یا قلم سے کلام الٰہی میں زائد لفظ کہدینے کی جرأت کرتا مگر اُس نے ایسا کچھ نہیں کیا تو مجکو مؤلف سے خوف ہے کہ کسی نسخہ قرآن مجید میں جو اکثر سہو کاتب سے غلطی ہو جایا کرتی ہے اُس غلطی کو دیکھکر قرآن مجید کا بھی منکر اور مکذب ہو جاوے گا کہ اُس میں یہ غلطی واقع ہو گئی کلام مجید کلام الٰہی نہیں رہا ونعوذ باللہ من ہذا القول مثل البول۔

دوسری نکتہ چینی سے ناظرین کو معلوم ہوا ہو گا کہ مؤلف نے مختصر معانی اور مطول کا مطالعہ بھی نہیں کیا چہ جائیکہ دوسری اس فن کی کتابوں کو دیکھا ہو بالفعل ہم کتاب مطول ہی سے جو صنعت معنوی ان الفاظ الہام میں موجود ہے بیان کرتے ہیں بلکہ مخاطب کو ترجمہ کر کر پڑھلائے دیتے ہیں واضح ہو کہ اس الہام میں صنعت استخدام ہے ومنہ ای من المعنوی الاستخدام وہو ان یراد بلفظ لہ معنیان احدہما ای احد المعنیین ثم یراد بضمیرہ ای بالضمیر الراجع الی ذلک اللفظ معناہ الآخر او یراد باحد ضمیریہ ای ضمیری ذلک اللفظ احدہما ای احد المعنیین ثم یراد بالآخر ای بالضمیر الآخر معناہ الآخر ترجمہ یعنی صنائع بدائع معنویہ میں سے ایک صنعت استخدام بھی ہے اُسکی تعریف یہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد لیے جاویں اور جب اسی لفظ کی طرف کوئی ضمیر راجع ہو تو اُس سے دوسرے معنے مراد لیے جاویں یہ تو قسم اول صنعت استخدام کی ہوئی اور دوسری قسم صنعت استخدام کی یہ ہے کہ جبکہ دو ضمیریں ایک لفظ ذو معنیین کی طرف راجع ہوں تو ایک

ضمیر سے تو ایک معنی مراد لیے جاویں اور دوسری ضمیر سے دوسرے معنے ارادہ کیے جاویں اپنی مطول وغیرہ میں ان دونوں صنعتوں کے لیے شعراء عرب کے اشعار بھی پیش کیے ہیں چونکہ ابھی تک مخاطب ہمارا محض مبتدی ہے لہذا ہم صرف کتاب مطول سے ایک شعر لکھتے ہیں۔

کقولہ ای قول البحتری **شعر**

فسقی الغضاء والساکنیہ وان ہم
سبوہ بین جوانح وضلوع

یعنی پس سیراب کرے اللہ تعالے غضا اور اُسکے رہنے والوں کو اگرچہ اُنھوں نے جلایا ہے اُس غضا کی آگ کو میرے پہلوؤں اور پسلیوں کے درمیان۔ **ف** اس بیت میں متعلق قسم دوم صنعت استخدام کی دو ضمیریں ہیں اول ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے جو الساکنیہ میں ہے اور یہ ضمیر بنظر غضا کے راجع ہے اور یہاں پر معنی مراد غضا سے وہ مکان ہے جس میں درخت غضا کے ہوں کیونکہ معنی غضا کے کلام عرب میں اُس مکان کے بھی آتے ہیں جس میں درخت غضا کا ہو اور سبّوہ میں بھی ایک ضمیر منصوب ہے جو راجع ہے اُسی غضا کی طرف اور یہاں پر معنے غضا کے آگ کے ہیں جو اُسی درخت کی لکڑیوں سے حاصل ہوتی ہے کما فی المطول وحواشیہ پس اس شعر میں لفظ غضا تو ایک ہی ہے جسکے دو معنی مراد ہیں ایک معنی مکان کے ہیں جسکے اعتبار سے اول ضمیر کا رجوع غضا کی طرف ہوا اور دوسرے معنی آگ کے ہیں جس کے لحاظ سے دوسری ضمیر اُسی غضا کیطرف راجع ہوئی۔ اور تخصیص آگ غضا کی اس لیے کہ شاعر نے کی ہے کہ اس درخت کی آگ اگر راکھ میں دبائی جاوے تو ایک ماہ تک وہ آگ باقی رہ سکتی ہے اور نیز اُسکی آگ تیز بھی بہت ہوتی ہے الحاصل اس لحاظ سے اس بیت میں دوسری قسم صنعت ہو سکتا ہے کیونکہ فسقی الغضا میں غضا سے مراد درخت غضا ہے اور والساکنیہ کی ضمیر جو غضا کی طرف سے راجع ہے اُس سے مراد وہ مکان ہے جس میں درخت غضا ہو پس اس شعر میں ہر دو قسم صنعتوں کی مثال موجود ہے اور اس بیت ہذا میں بجائے ضلوع کے قلوب بھی روایت کیا گیا ہے بطرح ۹

فسقی الغضا والساکنیہ وان ہم
سبوہ بین جوانح وقلوب

اب مخاطب کو الفاظ الہام کے معنی بموجب اس صنعت استخدام کے ہم سمجھائے دیتے ہیں۔

واضح ہو کہ لفظ مَنْ اسم موصول ہے جو باتفاق نحویین الفاظ عموم سے ہے اور جو باعتبار اپنے مصادیق کے کثیر المعنی اور کثیر الافراد ہے تمگے اس کے دو صلے واقع ہوئے ہیں جس میں دو ضمیریں لفظ من کی طرف موجود ہیں صیغہ عَـاٰنَـکَ میں جو ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے وہ راجع ہے لفظ من کی طرف جس کے معنی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو معلم ہیں اور صیغہ تعَـاٰنَ میں جو دوسری ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے وہ بھی اُسی من کی طرف راجع ہے مگر وہ لفظ من جس کے معنی مراد حضرت اقدس مسیح موعود ہیں جو متعلم ہیں لفظ من میں وجہ اس تکثیر موضوع لہ کے یہ ہے کہ اسماء موصولات کی وضع عام ہے اور موضوع لہ اُس کے خاص خاص کثیر ہیں دیکھو شرح جامی کو کیونکہ اس الہام میں اگر یہ صنعت استخدام نہ ہوتی تو کلام الٰہی انتہائی مرتبہ فصاحت اور بلاغت سے نازل ہو جاتا علاوہ اس کے اس صنعت کے اختیار کرنے کے ایک لطیف وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کا بروز محمدی ہونا چونکہ دلائل قاطعہ سے اپنے محل پر ثابت ہو گیا ہے لہذا اس صنعت استخدام کے اختیار کرنے سے مسئلہ بروز محمدی کیطرف بھی اشارہ لطیفہ ہو گیا کیونکہ اکثر اس صنعت استخدام کا استعمال اُسی جگہ پر بموجب تقاضائے علم معانی کے کیا جاتا ہے جہاں پر دونوں معنوں مرادیں ایک قسم کا اتحاد ہووے اور دونوں معنے باہم از قسم لازم وملزوم ہوں دیکھو کتب فن معانی کو اگر اس الہام کے الفاظ بموجب زعم فاسد مخالفین کے یوں ہوتے کہ **فتبارک من علم ومن تعلم** تو الفاظ الہام فصاحت اور بلاغت معنویہ سے بھی پست ہو جاتے اور مسئلہ بروز کیطرف بھی اشارہ لطیفہ نہ ہوتا

ونعم ما قیل

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اے کم نصیب مخالفو تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالے سے محاربہ کر رہے ہو یاد رکھو کہ تم ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوگے تمھاری نکتہ چینیاں جس قدر کلام الٰہی پر ہونگی تمھارے ہی علم کی پردہ دری ہوگی

یاد رکھو الہام

اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

اور

اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ

شعر

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

شعر

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

قومی امرسلیں

از دفتر انجمن فرقانیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری کا جلسہ لاہور میں

مکرمی اخویم جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سلمہ ربہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کو بھی یاد ہوگا۔ کہ گذشتہ سال جبکہ حضرت حجۃ اللہ امام علیہ السلام جہلم والے مقدمہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو یہاں پر بھی ایک روز کے لیے قیام کا اتفاق ہو گیا تھا رات کے وقت جبکہ بہت سے حاضرین زیارت کے لیے جمع تھے تو حضرت اقدس نے ایک نہایت ہی مؤثر تقریر فرمائی تھی۔ دوران تقریر میں یہ بھی فرمایا

کہ ہمارا ارادہ ہے کہ کسی وقت لاہور میں چند روز ٹھیر کر اتمام حجۃ کیلیے تمام مخالفین اسلام کو بذریعہ ایک عام اعلان کے مدعو تبلیغ کی جاوے اور نیز جو بدگمانیاں ہماری نسبت ہمارے کم فہم مخالفوں نے عوام الناس کے دلوں میں بٹھا رکھی ہیں ان کے دور کرنے کے لیے کوشش کی جائے تاکہ یہ لوگ غلطی میں رہ کر جاہلانہ موت نہ مریں۔

یہ خوشخبری سنکر سب دوست خوش ہوئے اور آجتک اس مبارک روز کی انتظار کرتے رہے خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ دن بہت قریب آگیا ہے **حضور علیہ السلام** نے محض فضل ورحم سے جو آپ کے دل میں نوع انسان کی ہمدردی کے واسطے بھرا ہوا ہے اظہار فرمایا ہے کہ آپ ضرور ضرور خدا تعالی نے چاہا تو آیندہ موسم بہار میں یعنی **اخیر مارچ سنہ ۱۹۰۴ء** تک یہاں تشریف لاوینگے اس مبارک تقریب پر جس قدر اظہار مسرت کیا جائے تھوڑا ہے کیونکہ یہ وہ **خاتم** الخلفائے ہے جس کے انتظار میں ہزارہا بزرگان دین اس مبارک ومنور چہرہ کے دیدار کو ترستے ہوئے اس دار فانی سے رحلت کر گئے چنانچہ ۹ر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو لاہور کے احمدی برادران کا ایک **خاص جلسہ** گمٹی والی مسجد میں منعقد ہوا جس کے **صدر** باتفاق رائے حاضرین ہمارے مخدوم ومحترم جناب **شیخ رحمت اللہ** صاحب مالک بمبئی ہوس قرار پائے اور کارروائی شروع ہوئی۔ شروع میں ہمارے قدیمی واعظ جناب حافظ **فضل احمد** صاحب نے قرآن کریم سے وعظ فرمایا۔ بعد ازاں ہمارے مکرم ومعظم بھائی جناب ڈاکٹر **میرزا یعقوب بیگ صاحب** ایل ایم ایس پروفیسر میڈیکل کالج لاہور نے افتتاحی تقریر ایسی پُر تاثیر الفاظ میں فرمائی جسنے حاضرین کے دلوں پر بہت نیک اثر پیدا کیا۔ تقریر کے ختم ہونے پر مفصلہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں

۱- جلسہ کے اخراجات کا ([illegible]) اندازہ کرکے مبلغ **دو ہزار روپیہ** کا موازنہ کیا گیا اور یہ رقم بذریعہ چندہ جمع کی جائے۔

۲- جلسہ کے متعلق انتظامی امور کے طے کرنیکے لیے چیدہ احباب کی ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جسکی وساطت سے تمام امور طے ہوا کرینگے

پہلی تجویز کے مطابق چندہ کی فہرست کھولی گئی ہر ایک بھائی نے جو اسوقت حاضر تھا بڑے انشراح سے اپنا اپنا چندہ لکھایا۔ ایکہزار روپیہ فوراً لکھا گیا۔ خدا تعالی کا فضل ہے کہ چندہ کے دینے میں ہر ایک نے مستعدی ظاہر کی۔ چندہ دہندگان کے نام مع رقوم چندہ بعد میں ارسال کروں گا۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ برخاست ہوا یہ روئداد جناب کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ آپ اسکو سب سے پہلے اشاعت میں درج فرماکر **برادران بیرونجات کو اس مبارک خوشخبری سے مطلع کریں تاکہ وہ اپنی اپنی جگہ پر شمولیت کے لیے آمادہ ہوں۔**

دیگر جو جو امور قابل اشاعت ہوا کرینگے وہ آپکو وقتاً فوقتاً بھیجتے رہا کرینگے والسلام

خاکسار تاج الدین سکرٹری
از لاہور ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

ہر شہر کی احمدی جماعتیں اپنا فرض سمجھ لیں کہ وہ اپنے ہاں کے ضروری اور قومی واقعات اندراج کے لیے دفتر الحکم میں بھیجا کریں۔ اگر باقاعدہ انجمن ہو اور اُس کا ہفتہ وار جلسہ ہوتا ہو تو چاہیے کہ ہفتہ وار جلسوں کی روئداد بھیجا کریں۔

الحکم کی موجودہ حیثیت سے اشاعت پر جو مبارکباد اور خوشنودی کے خطوط آئے ہیں اُن سب کے لیے یکجائی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

جلسۃ الوداع کی تقریب پر وعظ

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر اول جلد ۱۰

وہ محبت اور اخلاص جو صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا اس کے مقابلہ میں انھوں نے نہ وطن کی پروا کی اور نہ عزت و آبرو و راحت و آرام کو مدنظر رکھا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فنا فی الرسول کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں پورے کامیاب ہوئے۔

عرب جیسے اکھڑ اور آزاد خود رائے قوم تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے مستفیض ہوئے تو ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں انکو دیکھتا تو اسے صرف بت نظر آتے ہر ایک اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھا ہے اور اتنا حوصلہ اور جرأت نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر پیش دستی کرے اور بولنے لگے۔ کیوں؟ اسلیے کہ انھیں حکم ہو چکا تھا

آداب الرسول

لا تقدموا بین یدی الرسول۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات بڑھ کر نہ کرو۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں اتنی بڑی جماعت کو یہ حکم ہوتا ہے کہ تم کچھ نہیں بول سکتے ہمارے بھیجے ہوئے رسول کی اتباع کرو۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

یعنی یاد رکھو تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو بلکہ تم اس کے ماتحت رہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر مجلس اور محفل کے کچھ آداب ہوتے ہیں اگر ان آداب اور مجلس سے قطع نظر کی جاوے اور بے پروا ہو تو انسان بجائے اس کے کہ اس مجلس سے فائدہ اٹھاوے اور اس میں کوئی عزت حاصل کرے وہ اس سے نکالا جاتا ہے اور یا ان فوائد اور منافع سے محروم رہ جاتا ہے جو اس مجلس میں بیٹھنے والوں کو ہوتے ہیں۔ دنیا کے حاکموں اور عہدہ داروں کے درباروں میں جاؤ تو تمھیں آگاہ کیا جاوے گا کہ وہاں کسطرح بیٹھنا ہے اور کسطرح ہونا ہے مکارم اخلاق کی کتابوں میں آداب مجلس اور آداب گفتگو وغیرہ وغیرہ جدا جدا باب مقرر کیے ہیں۔

اس لیے کہ اخلاق فاضلہ کے حصول کیواسطے آداب و قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ پھر صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پاک مجلس سے سعادت اندوزی کے لیے کیا پابندی آداب کی ضرورت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ صحابہ کی کامیابیوں اور روحانی مدارج کی ترقیوں اور منازل سلوک کے طے کرنے کا اصل راز یہی تھا کہ انھوں نے فنا فی الرسول ہونے کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ ایک دم کے واسطے بھی آپکی اطاعت سے قدم باہر نکالنا نہیں چاہتے تھے اور انھوں نے قدم باہر نہیں رکھا۔

اخلاص اور صواب

اعمال صالحہ کی حقیقت اسی لیے یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی عمل عمل صالح نہیں کہلاتا جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں۔

اول یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے موافق اور ماتحت ہو

دوم وہ اس طریق پر ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے۔ پہلی شرط کا نام اخلاص ہے اور دوسری کو صواب کہتے ہیں۔ صحابہ نے اس راز کا پتہ لگا لیا تھا اسواسطے وہ وہی کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کا رنگ رکھتا ہو کیونکہ انھوں نے یہ آداب الرسول کی آیتیں سنی ہوئی تھیں وہاں انھوں نے کلام الہی کو پھر بھی سنا تھا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ +

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہدے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الہی بن جاؤ تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تمکو دوست رکھے گا +

پس چونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کی ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی کلید اور وہ ہے اتباع نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

صحابہ کرام کو جو یہ حکم دیا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور محبوب الہی بننے کا جو یہ گُر ان کو بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علحدہ علحدہ ترقی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ترقی کرنے کا یہ اصول ہے کہ انفرادی طور پر ترقی کریں بلکہ انبیاء و رسل کے ماتحت ترقی کرنے کا اصل الاصول یہی ہے کہ سب کے سب اکٹھے ہو کر اس کی اطاعت اور نقش قدم پر چلنے میں ایسے فنا ہوں کہ اسی کا عکس اور نمونہ بننا چاہیں۔ اور اسکے سایہ میں اسطرح جمع ہو جائیں جیسے مرغی کے پروں کے نیچے بچے جمع ہو جاتے ہیں۔

انبیاء سے فیض کسطرح ملتا ہے

جو لوگ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ اور پاک لائف کو پڑھتے ہیں جو قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی پر نظر کرنے سے ملتی ہے۔ کیونکہ آپ مجموعی طور پر کل نبیوں کی صفات اور کمالات کو لے کر آئے تھے اور جہاں ایک طرف آپ نوع انسان کے اکمل افراد میں سب سے اعلیٰ تھے اور سب کی خوبیوں اور کمالات کے جامع تھے وہاں کل دنیا کی اصلاح اور ہمیشہ تک کے لیے مصلح اور ہادی ہو کر آئے تھے۔ اس واسطے جسقدر نبی دنیا میں گذرے ہیں یا جسقدر خوبیاں اور کمالات انسان میں انتہائی درجہ تک ہو سکتے ہیں وہ سب آپ میں موجود تھیں۔ اسلیے آپ ہی کی لائف پر غور کرنا کل نبیوں کی سیرت کو پڑھ لینا ہے۔

مگر

مجھے اس مقام پر پہونچکر دل پر ایک ٹھوکر لگی ہے اور سخت درد محسوس ہوتا ہے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور لائف پڑھنے والے اور اسکا اسوہ بنانے والے بہت ہی کم ہیں۔

مسلمانوں کا فرض تھا کہ آپ کی سیرۃ کو تدبر سے پڑھتے مگر انھوں نے نہیں پڑھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن کریم ہے اور قرآن کریم کیطرف دیکھیے مسلمانوں کو ہے اُس کے لیے یہ آیت بالکل صحیح ہے۔

رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا +

قرآن شریف ہی آپ کی پاک سیرۃ ہے اور اسی کی طرف مسلمانوں کو توجہ نہیں باوجودیکہ وہ بہت ہی ذلیل حالت تک پہنچ گئے ہیں لیکن ابھی تک بھی وہ بیدار نہیں ہوئے + اور اصل باعث جو ان کی تباہی اور ذلت کا ہے اسکو نظر انداز کر کے یورپ کی اتباع سے اور مغربی فلسفہ کو اسوہ بنا کر مسلمان کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے؟ ترقی کی ایک ہی راہ ہے اور وہ وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار کی تھی اور وہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنانا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو اسوۂ حسنہ ٹھیرایا ہے

لقد فیکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

بات کچھ اور تھی اور میں اس سلسلہ میں ادھر چلا گیا ہوں میں نے ایسا عمداً اور ارادۃً نہیں کیا یہ میرے دل میں ایک درد تھا اور ہے کہ مسلمان بلندی سے گرے ہیں اور پھر ابھرنے اور گڑھے سے نکلنے کے لیے گھاس پھوس کو ہاتھ مارتے ہیں + اور اس مضبوط رسی کو جس کی بابت کہا گیا تھا

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

چھوڑ بیٹھے ہیں اور اسکی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔

غرض

انبیاء علیہم السلام سے فیض ملنے کی ایک ہی راہ ہوتی ہے اور وہ وہی راہ ہے جسکو قرآن شریف میں کونوا مع الصادقین کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا کوئی مامور دنیا میں آتا ہے تو وہ ایک مشین یا کل کی طرح ہوتا ہے جس قدر لوگ اُسکے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہیں وہ انفرادی طور پر ترقی نہیں کرتے بلکہ اُن کا فرض ہونا چاہیے کہ اس سے ملے رہیں اگر وہ اس سے ملے نہیں رہتے تو وہ ترقی نہیں کر سکتے اور اس فیض کو جو اس سے ملتا ہے نہیں پا سکتے + جس قدر لوگ محبوب الہی بننا چاہتے ہیں انکو چاہیے کہ اس کا ساتھ دیں اور اسکی سچی اتباع کریں

ازالہ وہم

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پوچھتے ہیں کہ مامور کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہمکو کیا ضرورت ہے؟ ہم شرائع حقہ سے واقف ہیں اور اعمال صالحہ کی حقیقت سے آگاہ ہیں اور ان کے پابند ہیں۔ مگر یہ ان کا دعوی ہی دعوی ہوتا ہے اگر وہ اس سے واقف اور آگاہ ہوتے تو انکار ہی نہ کرتے؟ اعمال صالحہ کی حقیقت میں رسول کی سچی اتباع ضروری جزو ہے پھر اعمال صالحہ سے وہ واقف اور ان کے پابند کیسے ہو سکتے ہیں

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض امور اصولی طور پر معلوم ہوتے ہیں لیکن ان پر عمل کرنا یا سچا اور حقیقی ایمان پیدا ہونا اور گناہ سے نفرت کرنا اور بچنا یہ باتیں صرف ایک رسمی یا خیالی علم سے نہیں ہو سکتیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کفار کو مخاطب کر کے فرمایا من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی جب اُن سے پوچھا جاوے کہ خالق السموات والارض کون ہے تو صاف کہدیتے ہیں کہ اللہ ہی ہے اور بت پرستی کے متعلق بھی وہ یہی سمجھتے اور کہتے تھے یقربونا الی اللہ زلفی یعنی خدا تعالیٰ کے قرب میں پہونچاتے ہیں پھر قرآن شریف کا ایک سطر میں توحید پر خط کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں پھر ایسا کون ہے جو بچے بنیئے کے اچھا بچتا ہے

یا عام اخلاق کی ضرورت محسوس نہ کرتا ہو اور تو اور بدکار سے بدکار آدمی بھی بدکاری کو برا سمجھتا ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس سے باز بھی رہے اور بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرے بس انبیاء علیہم السلام نرا علم دینے کے لیے نہیں آتے ہیں بلکہ وہ اپنے اندر ایک کشش اور **جذب کی قوت** رکھتے ہیں جس سے دنیا کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور پھر اپنی **قوت قدسی** کا اثر ان پر ڈالتے ہیں اور وہ لوگ جو انکی پاک صحبت میں رہتے ہیں ان کے پاک اور کامل نمونہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے اندر بدیوں کو دور کرنے اور ان سے بچنے اور فضائل کے حاصل کرنے کی قوت پاتے ہیں۔

مگر

یہ **قوت اور طاقت** اور توفیق کب ملتی ہے اس وقت جبکہ وہ اُس کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوں اور اسکی مجلس کے آداب کی نگہداشت کریں اور انمیں ایسی وحدت ارادی ہو کہ سارے کے سارے ایک کل کے نیچے کام کرتے ہوں۔ اور سب کے سب **حبل اللہ** کو مضبوط پکڑے رہیں اور ان کی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ ہوں یہ ہے وہ اصل جس سے انسان **روحانی کمالات کو مامور کی صحبت میں حاصل کرتا ہے** اور صحابہ نے اسی اصل کو مضبوط پکڑ کر سب منازل سلوک طے کیں ؎

یاد رکھو

قوم قوم نہیں بنتی اور انعام نازل نہیں ہو سکتے جب تک وہ ایک شیرازہ میں جمع نہ ہو۔ جبتک وہ متفرق اور منفرد حالت میں رہے گی اسکی طاقت کمزور ہوگی اور وہ ان فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتی۔ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی سرگروہ ایک ہی مرکز اور ایک ہی چشمہ ہو۔

میں نے ایک چھوٹی سی کتاب میں ایک کہانی پڑھی تھی۔ کہ ایک بار انسانی جسم کے اعضا نے باہم مشورہ کیا۔ پاؤں نے کہا کہ مجھے روزی کمانے کے لیے سفر کی کیا ضرورت ہے کھاتا تو پیٹ لیتا ہے۔ ایسا ہی ہاتھوں نے کہا کہ مجھے کمانے کی کیا حاجت۔ آنکھوں نے دیکھنے کانوں نے سننے سے غرض ہر ایک عضو نے اپنے اپنے فرض منصبی سے انکار کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ پیٹ میں جب کچھ نہ گیا تو آخر کل طاقتیں اور قوتیں سلب ہونے لگیں اور جب ہر ایک پر اس کا اثر ہوا تو پھر سب پکار اٹھے کہ یہ ہماری غلطی ہے۔ پیٹ ہی کے لیے مفید نہ تھا بلکہ ہم سب کی زندگی کا اصل راز بھی یہی **اتفاق تھا**۔

اس کہانی سے سبق یہ ملتا ہے کہ جب **تک وحدت ارادی پیدا نہ ہو زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔**

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس راز کو سمجھ لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دین و دنیا میں مظفر و منصور ہو گئے۔ صحابہ کرام نے یہ بات کیسے حاصل کی اور کسطرح لوگ پورا کیا اس کا ایک نمونہ ان کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اثنائے بیان میں آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ابن مسعود ایک گلی میں آ رہے تھے وہاں ہی یہ آواز اُن کے کان میں آئی اور معاً وہیں بیٹھ گئے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھ گئے فرمایا کہ اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ چونکہ اس حکم کی تعمیل ضروری تھی اور یہ معلوم نہیں کہ مسجد تک جانے میں مجھے یہ موقع ملے یا نہ ملے اس واسطے میں یہیں بیٹھ گیا کہ تعمیل ارشاد ہو جاوے۔

یہ ہے نمونہ صحابہ کی اطاعت اور تعمیل حکم کا۔ اور جبتک یہی روح اور رنگ مسلمانوں میں پیدا نہ ہو یقیناً سمجھو کہ کوئی ترقی اور کامیابی نہیں ہو سکتی اور ہرگز نہیں ہو سکتی **خواہ یورپ کے فلسفہ اور ایجاد کو اپنا قبلہ بھی بنا لیں۔**

اسطرح پر

تم سمجھ سکتے ہو کہ وحدت کی کیسی ضرورت ہے انسان انسانی کمالات میں ترقی کرنی **چاہتا ہے**۔ جمادات اور نباتات بھی اپنے رنگ میں ایک ترقی کرتے ہیں لیکن ان تمام کی تہ میں بھی یہ راز **وحدت کام کرتا** ہے۔ اگر وہ اعضا کسی مرکز کے متبع نہ ہوں تو مردہ اور بیکار ہو جاتے ہیں اگر یہ اعضا انسانی دوران دم قلب میں شریک نہیں ہوتے تو تھوڑی دیر میں ان کا نتیجہ عام طور پر نظر آ سکتا ہے کہ وہ قوی بیکار ہو جاویں۔

پس وحدۃ کی ضرورۃ ہے وحدۃ پیدا کرو اور اسکے لیے ایک ہی راہ ہے کہ اسوہ حسنہ کا کامل اتباع ہو۔

یہ خیال کرنا اور سمجھ لینا ضروری بات ہے کہ جو مامور آتا ہے وہ کوئی نئی بات ہی نہیں لاتا اور یہ حاقت عظیم ہے انبیاء علیہم السلام تو اس صداقت کی نشو و نما کے لیے آتے ہیں جو فطرۃ قانون قدرۃ اور جستہ جستہ فقرات کتاب میں موجود ہوتی ہے اور انکی غرض اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا کرنا اور گناہ کی موت سے بچانا نیکی تدابیر کا بتانا اور ایک وحدت پیدا کرنا ہوتی ہے اس مسئلہ کو حضرات صحابہؓ باریک نظر سے دیکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کوئی امر بدون کسی جمعیت کے ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ نادان قوم نے صحابہ کی باریک نظر کو نہیں پہچانا اور بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے انپر اعتراض کر دیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد معاً کچھ لوگوں کو خلافت کی فکر پڑی وہ اعتراض کرنے کو تو اعتراض کرتے ہیں مگر نہیں جانتے

من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ

صحابہ اس اصل کو مانتے اور اسپر ایمان لاتے تھے اسلیے انھوں نے پہلے **امام** کا اقرار ضروری سمجھا کیونکہ اگر امام نہیں تو یہ کسطرح معلوم ہوتا کہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کیا کرنا ہے۔ مختلف الرائے اور مختلفۃ الخیال کے آدمی موجود تھے۔ کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ لیکن جب ایک امام ہو گیا اور اُسکو قوم نے تسلیم کر لیا پھر کوئی امر متنازعہ باقی نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ باقی آیندہ

ارشادات حضرت اقدس علیہ السلام

کی یادگاری میں پرچہ میگزین کے متعلق

التماس ضروری

حضرت اقدس کے اُس تاکیدی ارشاد کے بعد جسمیں اس رسالہ کے اجرا و شیوع کے اصل اغراض و مقاصد ظاہر کر کے **اسلام** کو حملہ مخالفین کے مہلک حملوں کی یادوصرص سے بچانے اور اسکے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ روحانیت پیدا کرنے اور عوام الناس کو ضلالت و جہالت کے خطرناک گڑھے میں گرنے اور مخالفین کے دام تزویر سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اس کے قیام و استحکام کے بارہ میں اعانت اشاعت رسالہ کی تحریک کی غرض سے لمبے چوڑے الفاظ میں کچھ زیادہ قلمفرسائی کرنا ہمارے نزدیک غیر ضروری اور محض تحصیل حاصل ہے کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اپنے اس ارشاد میں جس قدر تاکید فرمائی ہے اور حد سے بڑھے ہوئے پرزور الفاظ میں اپنے مخلصین کو اسکی خریداری کی جانب متوجہ کرنا چاہا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی تاکید نہیں ہو سکتی۔ کیا اپنی جماعت کے مخلص پر جوش باہمت احباب کے لیے حضرۃ اقدس کی جانب سے یہ کچھ کم تاکیدی الفاظ تھے۔ کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسطرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک اُن سے ممکن ہے اپنی ہمت کو دکھلاویں جو کوئی میری موجودگی میں اور میری زندگی میں میرے منشا کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا" حضرت اقدس نے صرف انہیں الفاظ پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس رسالہ کی خریداری و مالی اعانت کے واسطے مکرر الفاظ ذیل میں تاکید فرمائی ہے کہ "ہمیں معلوم نہیں کہ اسوقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے۔ واقعی وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جاوے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ اس خدمت میں جان توڑ کوشش کرو۔"

یہ تو اس ارشاد حضرۃ اقدس میں سے چند کلمات بغرض آگاہی مخلص احباب کے نقل کیے جاتے ہیں ورنہ سچ پوچھو تو اس ارشاد کا ہر ایک لفظ تاکید مجسم ہے۔ اپنی جماعۃ کو اس رسالہ کی اعانت کے لیے سخت تاکید فرماتے ہوئے اُس ارشاد کے آخری سطور میں ظاہر فرمایا ہے کہ "اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ جماعۃ موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے" اگرچہ حضرت اقدس کے اُس تاکیدی ارشاد کے نکلنے پر ابتدائی تازہ جوش میں اپنی جماعت کے ہر طبقہ کے احباب نے حسب استطاعۃ اسکی مالی امداد اور اشاعۃ میں حتی الوسع بہت سعی فرمائی۔ اور اپنی اخلاص مندی و ہمت کا ایک تقاضا نمونہ دکھلایا اور اسی کوشش کا ثمرہ ہے کہ تعداد خریداری ۹ سو سے ۸ سو یعنی دو چند تک پہنچ گئی ہے۔ مگر تا ہم حال میں اپنے مخلص احباب کی اس تگاپو فی سبیل اللہ کی رفتار میں کسی قدر بہ نسبت اوائل کے نرمی ہی دکھائی دیتی ہے حالانکہ ابھی رسالہ کی خریداری کو اس تعداد تک پہنچنے میں بہت کمی ہے جس تعداد تک پہنچانے کا امام صادقؑ نے اپنے ارشاد مبارک میں ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس دھیما پن کا بجز اس کے کوئی اور باعث نہیں کہ تا حال اپنی جماعت کی جملہ افراد کے کانوں تک اس ارشاد حضرت اقدس کے پرزور تاکیدی الفاظ کی آواز نہیں پہنچی ورنہ کہاں اس پاک جماعت کے مخلص احباب کے پر جوش دل اور اپنے پیارے امام کے ارشاد پر قربان ہونیوالی روحیں۔ اور کہاں ایسے تاکیدی حکم کی تعمیل میں اسقدر کم التفاتی۔ اس دلائل سے بھی زیادہ احمدیہ جماعت کے احباب اگر پانچ فیصدی ایسے مخلص نکل آویں جو کم از کم فی کس ایک ایک نسخہ کے خریدار بنیں تاہم تعداد خریداری دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے۔

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل اور رسالہ کے مفاد اس امر کے مقتضی ہیں کہ احمدیہ جماعۃ کا کوئی فرد خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہے۔ تمام ممالک غیر امریکہ و یورپ وغیرہ میں اس رسالہ کے مضامین نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے جس سے مخالفین کے دلوں میں بھی تلاش حق کی تحریکیں پیدا ہو گئی ہیں حال ہی میں آسٹریلیا سے ایک یورپین کی چٹھی آئی ہے جسمیں وہ اس رسالہ کے مضامین کی دلچسپی کو ایک اشتیاق سے ظاہر کر کے کہتا ہے کہ اسکے حقائق دلچسپ مضامین میں متلاشی حق کے لیے صداقت کی ایک کھلی راہ ہے امید ہے کہ اسکی عمدگی کے اثر سے اور بھی بہت لوگ ضرور متاثر ہونگے" کیونکہ ہو ہمارے امام صادق کی تحریرات سے سعید فطرۃ و سعادت کیش روحیں کبھی بھی بے اثر نہیں رہ سکتیں جبکہ جا بجا اپنی جماعۃ کے مخلص احباب کے دلوں میں انکے احکام کی بجا آوری کا خیال و غیرت پیدا نہ ہو بمنشیت ایزدی میں جو کام ہوتا ہے اور جس غرض کے لیے اسکا مامور آیا ہے وہ سب ہو کر ہی رہیگی۔ یہ تو صرف ہمارے واسطے نوشتۂ غیبی حاصل کرنیکا ایک موقعہ حسنہ ہے تا دارین فلاح

بمفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است این بہرحالت شود پیدا

حسنات دارین حاصل کرنیکا عین وقت ہے اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو کار خیر میں ہاتھ بٹانیکی توفیق بخشے تاکہ اپنے امام پاک کے احکام پر عمل کر کے سابق بالخیرات بنیں آمین ثم آمین

مینیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان دارالامان

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

من وجوہ اعجاز القرآن

مہجورا

روا کہ حسن صورت فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند
ردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجا است
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند
ریم و از کماں تغافل بچشم ما
آں روئے خوب و گیسوئے عنبر فشاں نماند
بینم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلا است
کس را غم اشاعت فرقاں بجاں نماند
یسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معین
ایں یوسفی کہ ہیچ کسش کارواں نماند
باتم کباب شد ز غم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند
وش اندکی مرا بجائے شکیب بود
امشب بہ پیش حال کہ تاب و تواں نماند
ے سید الوریٰ مدد ے وقت نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس را عناں نماند
صد بار رقص ہا کنم از خرمے اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
رنج و درد می گزرانیم روزگار
یارب ترحمے کہ دگر مہرباں نماند
ے خواہ ہیچ روز بود لطف زندگی
کس از پے مدام دریں خاکداں نماند
فروز گرد دل از پے قرآں بسوز رست
جذبے دگر ترا کجا سبب یگاں نماند
گمذار ورد مثنوی و طول غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدر آں نماند
در خانماں نشینی و صد نازمے کنی
آں را کہ سید است کس از خانماں نماند
خلق از برائے شوکت دنیا چہا کنند
دردا کہ مہر کعبہ چو مہر بتاں نماند
اے بیخبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

علیہ السلام والتحیۃ

تمتہ تقریر حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور وہ تکلف اور تکلیف جو پہلے ہوتی تھی اب ذوق و شوق اور لذت سے بدلجاتی ہے یہ مقام ہوتا ہے صالحین کا جنکے لیے فرمایا

وَلَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ

اس مقام پر پہونچکر کوئی فتنہ اور بغاوت مومن کے اندر نہیں رہتا نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے جذبات پر فتح پاکر مطمئن ہوکر دار الامان میں داخل ہو جاتا ہے + اور اس سے آگے فرمایا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَا اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زبانی تو ایمان کے دعوے کرتے ہیں اور مومن ہونے کی لاف وگزاف مارتے رہتے ہیں مگر جب معرض امتحان و ابتلا میں آتے ہیں تو ان کی حقیقت کھل جاتی ہے اس فتنہ و ابتلا کے وقت ان کا ایمان اللہ تعالیٰ پر ویسا نہیں رہتا بلکہ شکایت کرنے لگتے ہیں + اسے عذاب الٰہی قرار دیتے ہیں حقیقت میں وہ لوگ بڑے ہی محروم ہیں جنکو صالحین کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی تو وہ مقام ہے جہاں انسان ایمانی مدارج کے ثمرات کو مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات پر ان کا اثر پاتا ہے اور نئی زندگی اسے ملتی ہے لیکن یہ زندگی پہلے ایک موت کو چاہتی ہے۔ اور یہ انعام و برکات امتحان و ابتلا کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمیشہ عظیم الشان نعمت ابتلا سے آتی ہے اور ابتلا مومن کے لیے شرط ہے جیسے

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ +

یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ اتنے ہی کہدینے پر چھوڑ دیے جاویں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں۔ ایمان کے امتحان کے لیے مومن کو ایک خطرناک آگ میں پڑنا پڑتا ہے مگر اس کا ایمان اس آگ میں سے اسکو صحیح سلامت نکال لاتا ہے اور وہ آگ اس پر گلزار ہو جاتی ہے۔ مومن ہوکر ابتلا سے کبھی بےفکر نہیں ہونا چاہیے۔ ابتلا میں ثابت قدم رکھلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں جو سچا مومن ہے ابتلا میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذت اور بھی بڑھ جاتی ہے اللہ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتحیابی چاہتا ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ انسان خواہش تو اعلیٰ مدارج اور مراتب کی کرے اور ان تکالیف سے بچنا چاہے جو ان کے حصول کے لیے ضروری ہیں۔

یقیناً یاد رکھو کہ ابتلا اور امتحان ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان کامل ہوتا ہی نہیں اور کوئی عظیم الشان نعمت بغیر ابتلا ملتی ہی نہیں ہے دنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دنیوی آسایشوں اور نعمتوں کے حاصل کرنیکے لیے قسم قسم کی مشکلات اور رنج و تعب اٹھانے پڑتے ہیں طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جاکر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے اور پھر بھی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔

پھر

خدا تعالیٰ جیسی نعمت عظمیٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں یہ بدون امتحان کیسے میسر آ سکے۔

پس

جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اسے چاہیے کہ وہ ہر ایک ابتلا کے لیے طیار ہو جاوے + جب اللہ تعالیٰ کوئی سلسلہ قائم کرتا ہے جیسا کہ

اس وقت اس نے اس **سلسلہ** کو قائم کیا ہے تو جو لوگ اس میں اولاً داخل ہوتے ہیں ان کو قسم قسم کی تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں ہر طرف سے گالیاں اور دھمکیاں سُننی پڑتی ہیں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ یہاں تک کہ ان کو کہا جاتا ہے کہ ہم تم کو یہاں سے نکال دینگے یا اگر ملازم ہے تو اس کے موقوف کرانے کے منصوبے ہوتے ہیں جس طرح ممکن ہوتا ہے تکلیفیں پہونچائی جاتی ہیں اور اگر ممکن ہو تو جان لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا ایسے وقت میں جو لوگ ان دھمکیوں کی پروا کرتے ہیں اور امتحان کے ڈر سے کمزوری ظاہر کرتے ہیں

یاد رکھو

خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن کے ایمان کی ایک پیسہ بھی قیمت نہیں ہے

کیونکہ وہ ابتلا کے وقت خدا سے نہیں انسان سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کی پروا نہیں کرتا وہ بالکل ایمان نہیں لایا کیونکہ دشمنی کو اس کے مقابلہ میں وقعت دیتا اور ایمان چھوڑنے کو طیار ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صالحین میں داخل ہونے سے محروم ہو جاتا ہے یہ خلاصہ اور مفہوم ہے اس آیت کا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک وہ **بُزدلی** کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت و مشکل کے اُٹھانے کو طیار نہ رہے گی **وہ صالحین** میں داخل نہیں ہو سکتی + تم نے اسوقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم دُکھ دیے جاؤ - تم کو ستایا جاتا ہے گالیاں سُننی پڑتی ہیں - قوم اور برادری سے خارج کرنے کی دھمکیاں ملتی ہیں جو جو تکالیف مخالفوں کے خیال میں آسکتی ہیں اسکو دینے کا وہ موقع ہاتھ سے نہیں دیتے - لیکن اگر تم نے ان تکالیف اور مشکلات اور ان موذیوں کو خدا نہیں بنایا بلکہ **اللہ تعالیٰ** کو خدا مانا ہے تو ان تکالیف کو برداشت کرنے پر آمادہ رہو اور ہر ابتلا اور امتحان میں پورے اُترنے کے لیے کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے اسکی توفیق اور مدد چاہو تو میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ تم **صالحین** میں داخل ہو کر **خدا جیسی عظیم الشان نعمت کو پا لوگے** - اور ان تمام مشکلات پر فتح پا کر دار الامان میں داخل ہو جاؤ گے -

صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لیے **اسوۂ حسنہ** ہے تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اُس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے - اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا - دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اُسکو بُزدل نہیں بنایا

اُسنے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔

عبد اللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ **وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مریگا**

اگرچہ اُسکو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا - لیکن اس تھوڑی سی مدت میں جو وہ یہاں رہا اُس نے عظیم الشان فائدہ اُٹھایا + اُسکو قسم قسم کے لالچ دیے گئے کہ اسکا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہیگا مگر اُس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی انکو ہیچ سمجھا یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اُس نے مقدم نہیں کیا بلکہ **دین کو مقدم کیا** جس کا اُسنے **خدا کے سامنے** عہد کیا تھا کہ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا** -

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو - کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہو جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ **براہین احمدیہ** میں ۲۳ برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی - وہاں صاف لکھا ہے

شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

کیا اُسوقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ ۲۳ یا ۲۴ سال بعد **عبد الرحمٰن** اور **عبد اللطیف** افغانستان سے آئیں گے اور **پھر وہ وہاں جا کر شہید ہوں گے**۔ وہ دل لعنتی ہے جو ایسا خیال کرے -

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے - اور اپنے وقت پر آخر یہ نشان پورا ہو گیا

اس سے پہلے عبد الرحمٰن جو مولوی عبد اللطیف شہید کا شاگرد تھا سابق امیر نے قتل کرایا۔ محض اسوجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبد الرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا - اور اب اس امیر نے مولوی عبد اللطیف کو شہید کرا دیا - یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لیے ہے - اس پیشگوئی کے معنی اب مخالفوں سے پوچھو - کہ کیا یہ پیشگوئی صریح الفاظ میں نہیں ہے ؟ اور کیا اب یہ پوری نہیں ہوگئی ہے ؟

کیونکہ انگریزوں کے ملک میں تو کوئی کسیکو بے گناہ ذبح نہیں کرتا ہے

اس لیے یہاں تو اس کا وقوع نہیں ہونا تھا - اور علاوہ بریں ہماری تعلیم ایسی تعلیم نہیں تھی کہ کوئی اُسکو پکڑ سکے - بلکہ یہ تعلیم تو امن کے پھیلانے والی ہے - پھر یہ پیشگوئی کیسے پوری ہوتی - اس لیے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے پورا کرنے کے لیے **کابل کی سرزمین کو مقدر کیا ہوا تھا**

اور آخر ۲۴ سال کے بعد یہ پیشگوئی ٹھیک اسی طرح پوری ہوئی جسطرح پہلے فرمایا گیا تھا - اس سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **عسى ان تکرهوا شيئا وهو خير لكم** - یہ ایک قسم کی تسلی ہے یعنی جب ایسا معاملہ ہو تو غم نہیں کرنا چاہیے - کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنکو تم پسند کرتے ہو اور وہ اچھی نہیں ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جنکو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لیے مفید ہوتی ہیں + یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد بالکل سچ ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آنے والا ہے کہ اس کی شہادت کی حکمت کھلنے والی ہے اور میں نے سنا ہے کہ اسوقت **چودہ آدمی** قید کیے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عبد اللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے اور یہ **ظلم** ہوا ہے - **وہ حق** پر تھا - اسپر امیر نے ان آدمیوں کو قید کر دیا ہے اور ان کے وارثوں کو کہا ہے کہ وہ انکو سمجھا کر ایسے خیالات سے وہ باز آجائیں مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے + اگر عبد اللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کسطرح پیدا ہوتا - اور یہ رُعب کسطرح پڑتا -

یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے اور اسکی بنیاد عبد اللطیف کی شہادت سے پڑی ہے - اگر مولوی عبد اللطیف زندہ رہتے تو دس بیس برس تک زندہ رہتے آخر موت آجاتی - اور موت آتی ہے اس سے تو آدمی بچ نہیں سکتا - مگر یہ موت موت نہیں یہ **زندگی ہے** اور اس سے مفید نتیجے پیدا ہونے والے ہیں اور یہ مبارک بات ہے - دشمن بھی اگر خبیث نہ ہو تو براہین احمدیہ کی پیشگوئی کو پڑھ کر اور ان کے حالات پورے طور پر دیکھکر اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ اگر یہ افترا ہے اور رات کو جھوٹا الہام بنا کر سنا دیتا ہے تو یہ اثر استقامت کیوں ہوا اور ۲۳ یا ۲۴ سال کے بعد ایک بات جو بطور پیشگوئی شائع کی گئی تھی کیوں پوری ہو جاتی ہے ؟ اس قدر عرصہ تک تو انسان کو اپنی زندگی کی بھی اُمید نہیں ہو سکتی + اور پھر اسکے ماننے والوں میں اس قدر استقامت اور قوت ہے کہ بیوی بچوں تک کی پروا نہیں کرتا - مال اور جان کا خیال تک بھی نہیں کرتا

ایمان جیسی دولت پر سب کچھ قربان کرنے کو طیار ہو جاتا ہے ایک اہل بصیرت

اس سے نتیجہ نکالنے میں غلطی نہیں کریگا کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اسکے منشا ہی کے ماتحت ہے ایک سلسلہ جو خود اُس نے قائم کیا ہے اور آپ جسنے ایک نشان دیا ہے - اسی کی وہ قوت اور استقامۃ اس شہید کو عطا کی تا کہ اُسکی شہادت اس سلسلہ کی سچائی پر ہمیشہ دلیل اور گواہ ہو - چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اب یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہوگا اور خدا چاہے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آنے لگے ہیں -

الاستقامة فوق الكرامة

مشہور بات ہے عبد اللطیف کے اس استقلال اور استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کا ہوگا جو اس واقعہ پر غور کریں گے - چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے اسلیے

یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اسپر قربان ہیں

پھر اس پیشگوئی میں **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** جو فرمایا ہے یہ دشمنوں کے لیے ہے کہ تمہیں بھی کبھی مرنا ہی ہے موت تو کسیکو نہیں چھوڑے گی - پھر عبد اللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے تم کیوں خوش ہوتے ہو آخر تمہیں بھی مرنا ہے عبد اللطیف کی موت تو بہتوں کی زندگی کا باعث ہوگی مگر تمہاری جان اکارت جائے گی اور کسی ٹھکانے نہ لگے گی -

مولوی عبد اللطیف کی شہادت اور استقامت کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ ۲۳ یا ۲۴ برس کی ایک پیشگوئی براہین میں موجود تھی جو پوری ہو گئی - اور یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہوگی اور سوا اب یہ **خون اُبھنے لگا ہے اور اسکا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دے گا** -

ایک مولوی کی کرتوت

ایڈیٹر نور افشاں کے نام خط

مسلمانوں کے لیے رونے کا مقام

نئے سال کا تحفہ

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ آپکو نئے سال کے کئی تحفے آئے ہونگے مگر میں جو تحفہ خدمت عالیہ میں ابلاغ کرتا ہوں۔ یہ نہ صرف آپ کے لیے بلکہ تمام مسیحی دنیا کے لیے کارآمد ہے۔ آپ کے خداوند یسوع مسیح کی شان جسکو ہم لوگ حضرت عیسیٰ کہتے ہیں۔ اس کا کچھ تذکرہ مسلمانوں کے فرقہ ناجیہ (جنکو نجات کا سرٹیفکٹ مل چکا ہے) کے ایک پرجوش عالم فاضل ممبر نے اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں بیان کیا ہے آپ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق جو عقیدہ ظاہر کیا ہے چونکہ ان کے بیان کے موافق ان کا ماخذ تفاسیر میں، اس لیے وہی عقیدہ غالباً تمام اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کیونکہ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے وہ فرقہ ناجیہ سے نکل گیا اور گمراہ ہوگیا اس کتاب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقتدا و پیشوا اور افضل الانبیاء کہتے تو ضرور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو جو خوبیاں اور اوصاف حضرت عیسیٰ میں جمع کر دی ہیں وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ بلکہ وہ ایک اعلیٰ اور فوق العادت ہستی تھی جو انسانی لباس میں ظاہر ہوئی۔ آپ گو خداوند یسوع مسیح کہتے ہیں مگر بعض باتیں ان کے متعلق ایسی بیان کرتے ہیں جو ان کی خدائی کی شان میں کچھ شک سا پیدا کر دیتی ہیں مثلاً واقعۂ صلیب کہ یہودیوں کے ہاتھ سے آپ کے جسم مطہر و مقدس کو ایذا پہونچی۔ مولوی صاحب بلکہ فرقہ ناجیہ کے کل ممبر اتنی سی بات بھی گوارہ نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور صلیب پر آپ کا جسم مبارک چڑھایا جائے

---

* یہ خط ایک مولوی صاحب کا لکھا ہوا ہے ہم خوش ہیں کہ ہمارے محمدی بھائی اب یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ بائبل کو خدا کی کلام اور خداوند مسیح کو محمد صاحب سے افضل ماننے لگے ہیں ہمیں امید ہوتی ہے کہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھکر مسیح کو نجات دہندہ بھی قبول کرینگے۔ ایڈیٹر نور افشاں

توبہ نستغفر اللہ۔ اگر حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو کیا ہوا اگر حضرت یوسف قید رہے تو کچھ پروا نہیں اگر دو تین پیغمبر قتل ہوگئے تو مضائقہ نہیں اگر ہمارے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ کا دندہ مبارک جنگ میں شہید ہوا تو خیر۔ کیونکہ یہ سب بشر رسول تھے مگر حضرت عیسیٰ جو ملائکہ میں سے ایک فرد ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳۰ شہادۃ القرآن) ان کیطرف صلب کی نسبت بھی کفر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود کے ملعون ہونے کا سبب قولہم انا قتلنا المسیح فرمایا ہے کہ محض صلیب و قتل کی نسبت بھی منع ہے اور مسلمانوں میں جو ایسا اعتقاد رکھے اُسکا بھی یہی حکم ہے (دیکھو صفحہ ۶۴ - ۶۵) پھر حضرت عیسیٰ کی شان میں آیا ہے ومن المقربین اور عیسیٰ مقربوں میں سے ایک تھے غالباً مسیحی اور اکثر اہل اسلام بھی مقرب کا لفظ عام سمجھتے ہونگے مگر مقربین محض ملائکہ سے خاص ہے اور مراد اُن مقربین سے ملائکہ مقربین ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳۰) پس چونکہ ان کا قرب حسی - سماوی جسمی - ملحوظ ہے اس لیے حضرت عیسیٰ بھی چونکہ ملائکہ میں سے ایک فرد ہوئے اسلیے اُن کا آسمان پر اللہ کے پاس جسد ہونا ثابت ہوگیا (صفحہ ۱۳۰) لیجیے جناب اس سے یہ ثبوت بھی مل سکتا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلعم بھی مقربین سے نہیں تھے ورنہ وہ بھی آسمان پر جاتے ایک اور لفظ ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ سے ہی خاص ہے چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں قرآن شریف میں خبر سعادت اثر و ایدناہ بروح القدس آپ ہی سے مخصوص ہے اور یہی تاثیر روح القدسی احیاء موتیٰ اور دیگر معجزات کا باعث ہوئی" (صفحہ ۱۲۴) آپ بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ اگر روح القدس اسلام کے رسول کو بھی ہوتی تو وہ بھی یہ معجزات دکھاتے اور آسمان کو اپنا مستقر بناتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو "اکمل و افضل" صرف زبان سے کہتے ہیں کیونکہ ان کے دین اور خود ان کی رسالت کی تکمیل کا بہت کچھ اعتقاد حضرت عیسیٰ پر ہے چنانچہ ہر رسول کے لیے چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے (دیکھو صفحہ ۱۲) ایک تو یہ ہے کہ اُس کے آنے کی کسی رسول نے پیشگوئی کی ہو چنانچہ حضرت عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی تمام انبیاء نے کی اور ہمارے رسول کریم کی جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے حضرت عیسیٰ نے کی۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرے یہ دو باتیں ہیں جو رسول عربی صلعم میں موجود نہیں ایک تو یہ کہ اس نے کسی اور آنیوالے نبی کی پیشگوئی کی ہو اور دوسری یہ کہ اس رسول کی کوئی اور نبی آکر تصدیق کرے کہ واقعی وہ سچا رسول تھا۔ اب جبتک کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ آسمان سے نہ آئیں ہمارے رسول کے ان اوصاف کی تکمیل نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کو اپنی رسالت ثابت کرنے کیلیے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی ضرورت ہے اور دین اسلام کا پھیلنا بھی آپ ہی کی آمد پر منحصر ہے اور آنجناب کی آمد بھی کوئی معمولی آمد نہ ہوگی فرشتوں کے بازوؤں پر حضور معلی نزول اجلال فرمائیں گے اور بانی اسلام سے تو ساری عمر میں لاکھ دو لاکھ مسلمان ہوئے مگر آپ تمام دنیا کو ایک دین پر جمع کر دینگے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف شہادت دی تو غضب ہی ہو جائیگا مسیحی تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت صلیب پر واقعہ ہوگئی مگر فرقہ ناجیہ زور دیتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا پہلے خیال پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ مرجانا دنزا خدائی کے خلاف ہے اسلیے غالباً آخر الذکر کا یہ عقیدہ ہے امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب انکو اس حکمت الٰہی (صلیب موت بر صلیب) سے آگاہ فرمادینگے۔ پھر حضرت عیسیٰ چونکہ آپکا مادۂ فطرتی روح قدس کا تھا اس لیے آپ کو آسمان پر جگہ دیگئی اور آپ "فوق اہل الارض" کہلائے (دیکھو صفحہ ۱۰۲ مائے افسوس اہل ارض میں ہمارے رسول اللہ صلعم بھی شامل ہیں) کیونکہ آپکا جسم مدینہ میں مدفون ہے پس فوقیت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مسیحی دوستوں کو ملگیا اور مولوی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ کے حق میں آیۃ کا لفظ ہر جگہ فرمایا ولنجعلہ اٰیۃ للناس تاہم اسے مسیح کو تمام لوگوں کے لیے آیۃ (نشان) بنائیں پس آپ کا وجود مبارک از سر تا پا ایک آیۃ ہونا چاہیے۔ اور اسکی تکمیل یوں فرمائی کہ پہلو بطور خرق عادت بے باپ پیدا ہوئے اور پیدایش کے ساتھ ہی نطق و بیان بلیغ پھر اُن مریضوں کو شفا جنکے علاج سے اطبا عاجز ہوں (اندھی کو آنکھیں اور کوڑھی کو اچھا کر دینا) معجزہ اعادۂ حیات (زندگی کو واپس لانا) خلق طیر (زندگی کو پیدا کرلینا) صعود الی السماء (آسمان پر چڑھ جانا) پھر مسئلہ نزول جس میں باوجود مرور زمانہ و گردش زمان کے متغیر و مستحیل ہونیسے آپکا محفوظ رہنا ثابت ہوتا ہے یہ چھ باتیں ہیں (دیکھو صفحہ ۷) آپ سوال کر سکتے ہیں کیا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں کسی اور نبی میں بھی جمع ہوئیں کیا مسلمانوں کے رسول (صلعم) میں بھی! جواب نفی میں ملیگا۔ پس میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ یہ مذکورہ بالا اسلام مسیحیت کے بہت ہی نزدیک ہے اور دنیا میں کسی مذہب کے پیشوا حتیٰ کہ آپ کہہ سکتے ہیں خود اسلام کے مقتدا کو بھی یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ دنیا کے کسی مشہور اور اعلیٰ مذہب کے لوگ اسکی نسبت اسکے اپنے تابعدار ولسے بڑھکر اعتقاد رکھتے ہوں۔ افضلیت کا مسئلہ حل ہوچکا۔ گو یہ گو اپنی زبان سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی کو افضل ظاہر ہیں مگر یہ بیان بالا اسکی تردید کر رہا ہے اب صرف اتنا فرق رہ گیا ہے کہ مولوی صاحب کے ہمخیال مسلمان حضرت محمد کو رسول مانتے ہیں اور مسیحی نہیں مانتے اور بس۔

اب دیکھیے کون غالب آتا ہے۔ آپکو کوشش چاہیے کہ یہ بھی اٹھ جائے اخیر میں اتنا ایزاد کرنا چاہتا ہوں کہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کا فخر بھی محض حضرت عیسیٰ ہی کو حاصل ہے اور آپ ہی کی والدہ ایسی عورت ہیں جسکے بارہ میں اللہ نے فرمایا تھا تمام جن وانس کی عورتوں پر فضیلت دی گئی کیا کسی اور نبی کو بھی یہ فخر حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ بیان مندرجہ بالا کے مطابق بشریت سے تو نکل ہی چکے ہیں اور خالق حیات۔ زندہ کرنیوالا۔ باوجود اسقدر زمانہ کے گھٹنے بڑھنے سے علیحدہ۔ عالم الغیب۔ زندہ رہنے والا۔ یہ سب اوصاف تو ثابت ہوچکے خدا جانے خدا ماننے میں کیا تامل ہے آپ مہربانی سے حضرت مریم کے شکم مبارک سے پیدا ہونے اور صلیب پر موت کے وقوع کی حکمت بالغہ ان لوگوں کو اطلاع دیدیں پھر کامل اتحاد ہو جائیگا ایک اور قابل توجہ امر ہے ابتک بعض مسلمان سمجھے بیٹھے ہیں کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلے انبیا پر احسان ہے کہ انکی نبوۃ کی صداقت کی شہادۃ دی اور خاصکر حضرت عیسیٰ کو ان الزامات سے پاک کیا جو یہودیوں وغیرہ نے آپکی ولادت و معجزات و وفات کے متعلق کیے تھے مولوی صاحب مصنف شہادت القرآن نے اس پردہ کو بھی اٹھا دیا ہے اور یہ لاینحل مسئلہ حل کر دیا ہے دیکھو صفحہ (۱۰۱) تفسیر ومطہرک من الذین کفروا ان کولکھکر کہتے ہیں کہ یہ تطہیر طعن رسول اللہ صلعم کی معرفت قرآن شریف میں کی گئی ہے اسلیے یہ وعدہ درست ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی کوئی مستقل طور پر برات ذکر نہیں کیگئی جو کیگئی ہے وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کو نقل کیا گیا ہے (گویا قرآن شریف نقل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ راقم) لہذا یہ تطہیر خود عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس وعدہ سے پوری ہوچکی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی نقل بالاستقلال ناقل اور معبر کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس میں اپنے پہلے کے تابع ہوتا ہے (گویا نبی یا بانی اسلام حضرت عیسیٰ کے تابع ہیں۔ راقم) اس عبارت سے بہت سی باتوں کا فیصلہ ہوگیا ہے اور اب کسی مسلمان کا منہ نہیں کہ مسیحیوں پر اپنے رسول صلعم کا فخر جتلا سکے۔ پس اے مسیحیو تم خوش ہو اور آپس میں ایکدوسرے کو مبارکباد دو کیونکہ کا سب انڈو میں ہے اس لیے کسی مسلمان کو آپ کے خداوند پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ رہے گی +

راقم بنی نوع انسان کا خیرخواہ +

ایڈیٹر الحکم ہم اسپر اگلی اشاعت میں ان شاء اللہ ریمارک کریں گے۔

نوٹ علہ۔ غالباً مسیح کے خلق حیات کے معجزہ کے قائل نہیں یعنی مٹی کے پرندے بنا کر ان میں جان پیدا کرنا۔ ۔ ایڈیٹر نور افشاں۔

حضرت حجۃ اللہ امام الملت کے مکتوبات

مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کے نام

یہ خط ان دنوں مولوی صاحب کے نام لکھا گیا تھا جب وہ اس سلسلہ عالیہ کیطرف توجہ رکھتے تھے اور حضرت حجۃ اللہ کے دعاوی کے خلاف انھوں نے زبان نہ کھولی تھی اور پوری یکسوئی بھی نہیں کی تھی۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مکرمی اخویم مولوی احمد اللہ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ افسوس کہ مجھے دہلی واپس آنے کے وقت آپ سے ملاقات رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہر چند ارادہ تو تھا کہ چند روز آپ کی ملاقات کے لیے امرتسر میں ٹھہر جاؤں مگر اہل و عیال میرے ساتھ تھے اور میں بوجہ مرض خارش مجبور تھا اسوجہ سے ٹھہر نہ سکا۔ اور اسجگہ آکر بیماری خارش اسقدر ترقی کر گئی کہ ابھی سفر کرنے سے بکلی مجبور ہوں با اینہمہ آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے اور تمنائے قلبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو کر بعض امور واجب الاظہار آپکی خدمت میں عرض کیے جائیں لیکن بوجہ سخت مجبوری بیماری مذکورہ کے امرتسر میں جا نہیں سکتا اور چونکہ خارش امراض مزمنہ میں سے ہے اس لیے معلوم نہیں کہ کب تک اس سے شفا حاصل ہو۔

آج علیٰ سبیل فلا فات کی وجہ سے اور نیز بنظر محبت و اخلاص آنمکرم کے یہ خیال آیا کہ اگر آنمکرم کو اسی جگہ آنے کی تکلیف دوں تو اُمید قوی ہے کہ تشریف آوری سے دریغ نفرمائینگے لہذا مکلف ہوں کہ براہ مہربانی صرف تین چار روز کے لیے ضرور تشریف لاویں آپ کی آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہوگا محض مصلحت دینی کی وجہ سے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیونکہ دیکھتا ہوں کہ تقوی جو راس الخیرات ہے آنمکرم میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک امر دینی فہم اور فراست اور درایت کا تقوی پر موقوف ہے اگر کسی انسان میں تقوی وجود نہ ہو تو اگرچہ وہ اتنی کتابوں سے لدا ہوا ہو کہ جس قدر ریل گاڑی میں لکڑی وغیرہ لدی ہوئی ہوتی ہے تب بھی وہ کتابیں بغیر تقوی کے اُسکو کچھ مفید نہیں ہو سکتیں جیسا کہ یہودیوں میں بہت سے علما ایسے تھے کہ توریت کی آیت آیت انکو حفظ کی طرح تھیں لیکن چونکہ ان میں تقوی نہیں تھا اس لیے خدا تعالی نے قرآن کریم میں ان کا نام علما ربانی نہیں رکھا بلکہ انکو اس لائق بھی قرار نہیں دیا کہ انسان کے نام سے موسوم کیے جائیں غرض بجز کمال جوہر تقوی کے صرف علم رسمی کی آنکھ کسی کام نہیں آتی۔

آجکل اکثر لوگوں کی آنکھوں پر جسقدر تاریکی و بدظنی و بدگمانی چھاگئی ہے اگر غور کرکے دیکھا جاوے تو اُسکا باعث بجز ترک تقوی اور کوئی چیز نہیں حضرت عیسی علیہ السلام نے کسیکو چوری کرتے ہوے دیکھا تھا اُسکو کہا کہ کیا تو چوری کرتا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ اللہ تعالے کی قسم ہے میں چوری نہیں کرتا تب حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی۔ سو انھوں نے چور کو چوری کرتے ہوے دیکھکر پھر صرف اُسکے قسم کھانے پر کیوں اُسکو محل سرقہ سے بری قرار دیا اُس کا یہی سبب تھا کہ اُس نبی معصوم کی آنکھیں تقوے کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں سو اُس نے نہ چاہا کہ ایک شخص کو اللہ جل شانہ کی قسم کھاتے دیکھکر پھر اُس قسم کو ذلت اور خواری کی نظر سے دیکھے لیکن اسجگہ اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا تعالی کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوۃ کا دعوی نہیں کرتا اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائک کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے انکی آنکھوں میں اس عاجز کی اُس چور جتنی بھی قدر نہیں جو مسیح علیہ السلام کی آنکھوں میں تھا اس کا انصاف روز قیامت ہوگا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ مگر ان لوگوں نے بغیر اسکے کہ میرے حالات کا ان کو پورا علم ہوتا یونہی کافر کافر کا شور مچادیا اور ہر چند میں نے ہزارہا دفعہ ان کے روبرو شہادت دی کہ میں کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور مقر ہوں اور ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ و مرفوعہ متصلہ میں درج ہیں اور قبلہ کیطرف نماز پڑھتا ہوں۔ لیکن ان علماء نے میرے اس بیان کی بھی کچھ پروا نہیں کی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر میری کسی تالیف میں کچھ ایسا کلمہ ہے جو آپ لوگوں نے عقیدہ حقہ اسلام کے مخالف سمجھ لیا ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے میری تالیف کا منشا وہی ہے جو میں اپنے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر چکا ہوں اور اگر کوئی آدمیت اور اہلیت سے میری کتاب کے مواضع معترض علیہا میرے سامنے پیش کرے تو میں چند منٹ میں اُسکو مطمئن کر سکتا ہوں میری تالیفات میں کوئی امر مخالف اسلام نہیں بلکہ ہر ایک جگہ اصل عقیدہ اسلام کو مسلم رکھکر نکات کشفیہ اور معارف روحانیہ کا بیان ہے لیکن افسوس کہ یہ علماء میرے یہ تمام بیانات سنکر صرف یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمھارے دل میں تو کفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انھوں نے دلکو چیر کر دیکھ لیا ہے۔

بعض یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ

اور نہیں جانتے کہ یہ تو منجانب اللہ بذریعہ وحی رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو بعض پنہانی کفار کی خبر دی گئی تھی مگر ان مولویوں پر تو کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ان کو تو یہ آیت یاد رکھنی چاہیے جس میں لَسْتَ مُؤْمِنًا ہے غرض ان امور کی بخوبی اطلاع دینے کے لیے اور نیز بعض خاص مسائل متعلقہ اپنے پر مطلع کرنے کے لیے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیونکہ میں دلی یقین سے خیال کرتا ہوں کہ جن امور کو آنمکرم بانشراح صدر سمجھ لیں گے انکا دوسرے ناواقف دلوں پر ڈالنے کے لیے پوری پوری کوشش عمل میں لائیں گے سو آپ خالصاً للہ یہ سفر چند روزہ کے لیے اختیار فرماویں

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

از قادیان ۱۲ نومبر ۱۸۹۱ء

سید محمد عسکری صاحب کے نام

میری زندگی صرف احیاء دین کے لیے ہے اور میرا اصول دنیا کی بابت یہی ہے کہ جب تک اُس سے بکلی منہ نہ پھیر لیں ایمان کا بچاؤ نہیں۔ راحت و رنج گذرنے والی چیزیں ہیں اگر ہم دنیا کے چند دم مصیبت و رنج میں کاٹیں گے تو اُس کے عوض جاودانی راحت پائیں گے۔ بہشت انھیں کی وراثت ہے کہ جو دنیا کے دوزخ کو اپنے لیے قبول کرتے ہیں اور لذات اور عیش و عشرت دنیوی کے لیے مرے نہیں جاتے۔ دنیا کیا حقیقت رکھتی ہے اور اس کے رنج و راحت کیا چیز ہیں جب کو آخرت کی خوشحالی کی خواہش ہے۔ اُسکے لیے یہی بہتر ہے کہ تکالیف دنیوی کو بانشراح صدر اٹھاوے۔ اور اس ناپکار گھر کی عزت اور ذلت کو کچھ چیز نہ سمجھے۔ یہ دنیا بڑا دھوکا دینے والا مقام ہے جسکو آخرت پر ایمان ہے وہ کبھی اس کے غم سے غمگین اور نہ اس کی خوشی سے خوش ہوتا ہے۔ والسلام

۱۰ فروری ۱۸۸۸ء

مولوی احمد الدین صاحب کے نام

از عاجز عائذ باللہ الصمد احمد۔ بخدمت اخویم مولوی احمد الدین صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مخلص رسید واضح باد کہ فتح باب رحمت الہی بیک طریقہ نیست کسی را بروزہ و نماز می کشند و دیگرے را بصدقہ و خیرات یا بعملی دیگر راہ مید ہند غرض وسائل قبولیت بحضرت احدیت مختلف افتادہ اند۔ وایں احقر بتائید دین و قلع و قمع مذاہب شیاطین مامور است و ہمدریں کار و خدمت لذت و کشائش می یابد و ہمیں سیرت را از دیگر کساں نیز دوست میدارد و میخواہد کہ ازاں راہ اینہ آنہا ہم کہ بدلق خود سرو کار میدارند و از غریقان ضلالت و معصیت بکلی دست کشیدہ اند ہمچو انبیاء بتعلیم عباد اللہ مشغول شوند و از بہر اعلاء کلمہ اسلام جان و مال و عزت و آسائش را فدا کنند کہ در حالت موجودہ زمانہ ہمیں اعظم عبادات است۔ بفکر خود مبتلا ماندن و از فکر برادر خود بکلی رو تافتن نامردی و نااہلی ست۔ پس مذہب ما ہمیں است کہ ذکر یافت و ہم بدیں مامور یم و خورسندیم و ہر کہ براہ ما قدم زدن اشتیاقی دارد بر او مخفی نماند کہ ما را ہمیں خدمت سپردہ اند کہ با مخالفین دین متین مناظرہ و مجادلہ کنیم و بدیشاں حجت الہی با تمام رسانیم و کسیکہ چنیں سیرتے و خصلتے ندارد گو زاہد متقی باشد یا عابدے یا گوشہ نشینی یا چلہ کشی او با ما مناسبتے ندارد و از ما نیست وکل حزب بما لدیہم فرحون و من ینصر اللہ ینصرہ۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۸ء

مولانا نور الدین صاحب کے نام

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکے استفسار کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ اصل علاج حزن کا ترقی معرفت ہے اللہ جل شانہ کا یہی قانون قدرت ہے کہ

مختصر نوٹ اور نکات

انیس الجلیس کے حوالہ سے روزانہ پیسہ لکھتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی تب تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر ایک خاندان کی اصلاح نہ ہو اور خاندان کی اصلاح تب تک نہیں ہو سکتی جب تک عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں اور عورتوں کی تعلیم تب تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ خاوند اپنی بیویوں کو باپ اپنی بیٹیوں کو بھائی اپنی بہنوں کو تعلیم نہ دیں۔

تعلیم نفس الامر میں ایک عمدہ شے ہے لیکن دلیل قاعدہ کلیہ کے وہ موجب اصلاح نہیں ہو سکتی + یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب مجید اصلاح کا طریق مدرسوں کا اجرا یا مستورات کی تعلیم قرار نہیں دیتی ہے بلکہ بام ترقی پر چڑھنے کے جو اسباب قرآن کریم نے پیش کیے ہیں اور جنکو عمل میں لا کر مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہ کر تجربہ کر لیا تھا کہ فی الحقیقت ان سے بہتر کوئی نسخہ کامیابی کا نہیں ہے انکی طرف افسوس سے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو توجہ نہیں ہے اور جب توجہ دلائی جاتی ہے تو اسپر ہنسی اور ٹھٹھے کرتے ہیں

یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

کہکر خاموش ہو رہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قوم کو اپنے درد کی شناخت کی توفیق دے اور وہ اس کے حقیقی علاج کی طرف متوجہ ہو۔

قرآن کریم قوم کی ترقی کی جڑ تقویٰ بتاتا ہے اور کسی قوم کے تنزل و ترقی کی تہ میں ایک ہی اصل کام کرتی ہے جو ان پاک الفاظ میں ادا ہوئی ہے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

اور پھر اس کی تفصیل مختلف مقامات میں مختلف طرز پر ہوئی ہے۔ تبدیلی قوم کا رنگ خدا تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے جس قسم کا وہ خود اختیار کرتی ہے یعنی اگر قوم اسباب تنزل سے پنجہ مارتی ہے تو ادبار قومی نصیب ہوتا ہے اور اگر طریق تقویٰ سے تمسک کرتی ہے تو وہ اسکی ترقی کا زینہ ٹھہرتا ہے۔ پس ترقی یا تنزل کی تہ میں **اصل تبدیلی** کام کرتی ہے۔ ایسے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ پاک تبدیلی نہ کرے **پاک تبدیلی** نہیں ہو سکتی جب تک ان میں کوئی **صاحب کشش** اور **صاحب قوت قدسی** وجود موجود نہ ہو + جو اپنی پاک صحبت کی تاثیروں اپنی دعاؤں اور عقد ہمت اپنے پاک نمونہ سے حیرت انگیز تبدیلی کر دیتا ہے۔ یہ ہے اصلاح کا **کامل طریق** جسکو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے تجویز فرمایا ہے۔

جبکہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جبتک کہ وہ پاک تبدیلی نہ کرے اور پاک تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک **صاحب کشش وجود** ہے جو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتا ہو اور اسی کیطرف سے اصلاح کے لیے مامور ہوا ہو تعلق نہ ہو؟ تو پھر اسوقت اصلاح کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سے سچا تعلق ہو۔

اور جب قوم ترقی کرے گی تو اسی ایک راہ سے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جسکو خدا نے پسند فرمایا ہے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔

افسوس ہے کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے! اور زمین ضرورۃ ضرورۃ بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بد بخت قوم! اُٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بےعزت کیا گیا وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا

تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقتمیں جوش نہ مارتی

اب سمجھ

کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو انا الموجود کی آواز آئے۔

ایک مرتبہ ہمارے ایک مخالف نے ہمسے کہا کہ تمہارے اور عام مسلمانوں کے درمیان اتنا فرق ہی کافی ہے کہ عام مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں اور تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کو بھی نبی مانتے ہو۔ اسپر ہمنے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ اصل یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور تم مسیح ابن مریم کو۔ کیونکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ نبوۃ کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا اور قرآن شریف ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی نبوت اور مستقل نبوت کے دروازے کلی بند ہیں لیکن خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر یہ مانتے ہیں کہ نہیں! مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی کے لیے ایک کھڑکی کھلی ہے۔ جب اُنکا یہ اعتقاد ہے تو جواب دو۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد حقیقی نبی آگیا اور خاتم الکتب قرآن کے بعد مستقل وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ختم نبوت کیونکر ہوا؟ کیا نبی کی وحی وحی نبوۃ ہوگی یا کچھ اور۔ یا مسیح منصب نبوت سے معزول ہو کر آئے گا؟ اس سوال پر ہمارے مخالف کو تو کوئی جواب نہیں آیا + سلیم الفطرت ناظرین بھی غور کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین احمدی قوم مانتی ہے یا بدنصیب مخالف!!!

ہمارے ایک محسن مخدوم کے ہاں ایک ریاست کے مشیر اعلیٰ مہمان تھے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اثنائے بیان میں ایک احمدی نے فرمایا کہ جناب مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے میں یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوۃ سے انکار کرنا پڑے گا اور یا یہ کہ مسیح ابن مریم کو منصب نبوت سے معزول ماننا ہوگا۔ اسپر مشیر اعلیٰ نے نہایت متانت اور بخیال خویش پر معنی الفاظ میں فرمایا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی اگر نبی ہی رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو جاوے تو اس سے اس کی کوئی کسر شان نہیں!

ممکن ہے مشیر اعلیٰ صاحب کے نزدیک کوئی حرج نہ ہو کہ **ایک نبی منصب نبوۃ سے معزول ہو جاوے**

لیکن

اس بات سے ایک خاص امر کا پتا لگتا ہے۔ مسلمانوں میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضرت عیسےٰ جب آوینگے تو وہ امتی ہوں گے۔ اور وعظ خوان اس امر کو بڑے زور سے بیان کیا کرتے ہیں اور فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھتے ہیں حقیقت میں یہ بات تو صحیح تھی مگر افسوس کہ دنیا نے اسکو نہ سمجھا حقیقت یہی تھی کہ آنے والا مسیح اسی اُمتہ کا ایک فرد ہوگا اور اس اُمتہ میں سے ہی ایک کا مسیح ہو جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی علو شان کو ظاہر کرتا ہے لیکن مغز و حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے غلطی کھائی اور دو ہزار برس سے مردہ کو (عام اصطلاح کے موافق) قبر سے نکال لائے اور منصب نبوۃ سے معزول کرکے لا بچھایا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ایمان کے تازہ رکھنے اور قوۃ معرفۃ و یقین کے بڑھنے کے واسطے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکالمات و مخاطبات کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ یہ فیض اور فضل امت محمدیہ صلعم کو حاصل ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور فیض سے اپنے ظرف و استعداد کے موافق حصہ لیتا ہے + جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی سچائی کا زبردست نشان ٹھیرتا ہے + یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک وجود کو حجت ٹھیرایا ہے + جسطرز پر آپ اسلام کو ادیان باطلہ و ملل کاذبہ پر غالب کر رہے ہیں تیرہ سو برس کے اندر اسکی نظیر کم ملے گی + یہ ہم بیشک مانتے ہیں کہ اسلام کے زندہ برکات ہر زمانہ میں رہے ہیں لیکن اسی شان اور شوکت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا ظہور نہیں ہوا۔ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو اسلام کی زندگی کو تسلیم نہیں کرتا

مجرد الہامات کوئی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے اور نرے الفاظ و فقرات کوئی معرفت اور بصیرت کی نہیں بخش سکتے انکی نسبت یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ وہ الہامات ربانی ہیں یا القاء خیالی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سچے ملہمات کا نشان رکھا ہوا ہے کہ اسکے ساتھ اقتداری قوت کے نشانات ہوتے ہیں ان میں پیشگوئیاں اور تحدیاں ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات واقعی خدا کیطرف سے ہیں کیونکہ وہ غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے ساتھ زبردست نشان ہوتے ہیں جو مفتری کو نہیں دیئے جاتے۔ اگر کوئی خالی الذہن ہو کر غور کرے تو اس اصل سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر غور کرنے والوں کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کی حقانیت معلوم کرنے کے واسطے وہ معیار اور محک استعمال کریں جو سلسلہ نبوۃ کی صداقت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ سلسلہ منہاج نبوۃ پر قائم ہوا ہے پس جو شخص منہاج نبوت کو چھوڑ کر کسی اور طریق اور راہ سے اسکو پرکھنا چاہے گا وہ ناکام رہیگا، اور کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا۔

قرآن کریم نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ فرمایا **ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و**

الیوم الآخر۔ حقیقت میں یہ آنحضرت صلعم کی عظمت وشان کا اظہار ہے۔ زندگی کی مختلف حالتوں اور صورتوں میں آپکا نمونہ ہونا چھوٹی سی بات نہیں اور وہ نمونہ بھی کامل نمونہ بہترین نمونہ۔

لاریب آپؐ کی زندگی انسان کی شگفتہ اور نشوونما یافتہ اور کامل مہذب زندگی کے ہر شعبہ کے لیے نمونہ بہم پہونچاتی ہے ایک مصلح (ریفارمر) ایک قوم بنانے والا ایک ملٹری کمانڈر (جنگی سپہ سالار) ایک غیر قوموں سے برتنے کے آداب کی معرفت کا عارف۔ ایک شوہر ایک باپ۔ ایک عظیم الشان دوست۔ ایک لیکچرار۔ ایک محب وطن۔ ایک بنی نوع انسان کا سچا خیر خواہ۔ ایک فیاض وجواد انسان۔ ایک قادر علی الانتقام ہوکر عفو کر دینے والا۔ ایک سلطان ذی شان۔ ایک منقطع الی اللہ درویش۔ غرض تمام اخلاقی شعبوں کا پورا اور کامل نمونہ اور انک لعلی خلق عظیم کا سچا مصداق ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم

ہمارے

مخدوم ومحترم واجب العزت حضرت **حکیم الامۃ** فرمایا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی **لائف** پر بہت غور کرنا چاہیے۔ اور اسے بہت پڑھا کرو۔ لیکن کیا یہ ہماری **التجا** نا واجب ہو سکتی ہے اگر ہم حضرت حکیم الامۃ سے چاہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف شعبوں پر مختلف اوقات میں اپنی **وسیع واقفیت** اور **نکتہ رس** جودت طبیعت سے ہمیں اور ہمارے ناظرین کو کوئی گرانقدر ہدیہ عطا کریں۔

تاریخی نام کی ضرورت

ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر ممتاز علیخان صاحب سمالی لینڈ بربرا سے دریافت کرنے میں کہ ان کے ہاں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے وہ اُسکا نام تاریخی سنہ ۱۳۲۸ھ اور سنہ ۱۹۱۰ء کا رکھنا چاہتے ہیں نام ان کے نام کی طرز پر ہو۔ اُمید ہے کہ ہمارے بھائی فن تاریخ سے مذاق رکھنے والے مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ رکھکر بہت جلد تاریخی نام سے اطلاع دینگے۔

اطلاع

منشی محمد خان صاحب مرحوم کے نام کا اخبار جاری ہو چکا ہے اب کوئی درخواست نہیں آنی چاہیے۔

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ وجلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

اس سے تو صحابہ کی اولوالعزمی انکی فراست صحیحہ اور وحدۃ ویکجہتی کی خواہش صادقہ کا پتا ملتا ہے اور یہ فعل انکا قابل تعریف ثابت ہوتا ہے مگر نادان معترض اسکو بھی اعتراض سے خالی نہیں چھوڑتا۔ سچ ہے۔ ؏

عیب نماید ہنرش در نظر

کا معاملہ ہے

پھر قرآن شریف چونکہ حکیم خدا کی کتاب ہے اور وہ انسانی قویٰ اور انسانی ضرورتوں کے علم پر حاوی ہے اس لیے وہ ایک اصل کو تو قائم رکھتا ہے ضمنی امور کو اس حد تک جہاں تک انسان کی جائز ضروریات کا تعلق ہے چھوڑ دیتا ہے یا یہ کہو کہ وہ کوئی حکم ایسا پیش نہیں کرتا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو اور وہ اسکی تعمیل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صاف فرمایا لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا

مجھے اس موقعہ پر قرآن کریم کی عظمت اور کمال کے سامنے روح میں ایک وجد محسوس ہوتا ہے اور اسکے منجانب اللہ ہونے پر یہ ہی زبردست دلیل نظر آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی ایک بڑی قوم جو آج اپنی دانش اور تجربہ پر اتراتی ہے اپنی ایجادوں اور صنعتوں پر ناز کرتی ہے اپنی ہدایت نامہ کو بکلی چھوڑ بیٹھے ہیں محض اس لیے کہ اسکی تعلیم ناممکن العمل ہے۔ اور وہ ایسی تعلیم ہے جس کے معلم کی نسبت تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ **انسانی قویٰ** کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے کسی حصہ اور شعبہ کے لیے انجیل کی ہدایت نہیں مل سکتی۔

ایک شوہر۔ ایک باپ۔ ایک کمانڈر افسر۔ ایک قاضی اور جج۔ ایک سلطان جلیل القدر۔ ایک منتبل الی اللہ درویش۔ ایک مقنن۔ ایک جواد انسان تاؤ انجیل سے کیا ہدایتیں لے سکتا ہے ہماری گورنمنٹ مذہبًا عیسائی ہے لیکن اگر وہ انجیل کے موافق عملدرآمد کرنا چاہے تو آج پولیس اور فوج کو الگ کرے۔ اور کوئی ہندوستان مانگے تو یہ دوسرے حصے سلطنت کے دینے کو طیار ہو جاوے۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے پر عمل شروع ہو تو آج انگلستان کا صفایا ہو جاوے۔ ملک کا امن چین خطرناک حالت میں پڑ جاوے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اسپر عمل نہیں اور عملی طور پر

یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انجیل ہدایت نامہ نہیں ہے

اور وہ انسانی زندگی کی ضروریات سے ناواقف شخص کے خیالات ہیں +

غرض

یہ ذکر تو ذوق بیان کی وجہ سے درمیان آگیا میں یہ بیان کرنا چاہتا تھا کہ قرآن شریف چونکہ اللہ علیم وحکیم کی کتاب ہے اس لیے وہ انسانی ضرورتوں اور انکی مجبوریوں کا پورا علم اور فلسفہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے اور انسان چونکہ متمدن ہے بعض اوقات اسکو مشکلات پیش آجاتے ہیں اور وہ ہر دم اس سرکار میں حاضر رہنے سے معذور ہو سکتا ہے۔ اس لیے معمولی دوری کو انقطاع کلی کا موجب نہیں ہونے دینا چاہیے۔ جس قدر دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور کثرت استغفار نہ ہو۔ اس لیے انقطاع کلی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے۔

ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ الآیہ

یعنی اہل مدینہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں کا یہ کبھی حال نہ ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص کام میں توجہ کریں تو یہ اپنی جگہ سمجھیں یا نہ سمجھیں اس کے خلاف ورزی نہ کریں۔

انبیاء ومرسلین کے کام اللہ تعالیٰ کے اشارے اور ایما کے ماتحت ہوتی	انسان سہو وان نہیں

ہیں اور ان میں باریک در باریک اسرار اور غوامض ہوتے ہیں موٹی عقل سے دیکھنے والوں کی نظر میں ممکن ہے کہ ایک فعل معتد معلوم نہ ہو لیکن در اصل اس میں مآل کار قوم اور ملک کے لیے ہزاروں ہزار مفاد اور بہتریاں ہوتی ہیں تو یہ اسکی حماقت ہوگی اگر اسپر اعتراض کرے۔

نادان انسان ہر فعل کی علت غائی اور ضرورت کو نہیں سمجھتا۔ اور نہ اسکے لیے ضروری ہے کہ یہ ہر ایک فعل کی علت غائی ہی سوچتا رہے۔ ایک کیکر کے درخت کو جو اس قدر کانٹے لگائے۔ اور شیشم یا آم کے درخت کو ایک بھی کانٹا نہ لگایا۔ اب اگر ایک احمق اعتراض کرے کہ یہ کیا کیا کیکر کے درخت کو کانٹے کیوں لگائے اور دوسرے کو کیوں نہ لگائے یہ اسکی نادانی ہوگی یا نہیں؟ اسکی مصلحت اور ضرورت کو تو وہی خدا سمجھتا ہے جسنے کیکر اور آم کو بنایا ہے دوسرا کیونکر اسے سمجھے + اسی طرح انبیاء کے افعال وحرکات جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اللہ تعالیٰ کے خفی وجلی احکام اور اشارات کے ماتحت ہوتے ہیں بعض اوقات ان کے افعال عام نظر میں ایسے دکھائی دیئے جاتے ہیں جو دوسروں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ مگر در حقیقت درست اور صحیح وہی ہوتا ہے اب ایک آدمی دیکھتا ہے کہ بدر کے جنگ میں تین آدمی مخالفوں کی طرف سے نکلے ہیں اور تین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکلے ہیں کوئی کہے کہ تین مقابلہ میں ڈیڑھ کافی تھا آپنے تین کیوں بھیجے ڈیڑھ کے لیے کافی تھے؟ مگر وہ بڑا ہی احمق اور نادان ہوگا جو کہے کہ یہ کارروائی غلط تھی۔

یاد رکھو

خدا تعالیٰ کی مرسل مخلوق کو اپنی فراست پر قیاس نہیں کر لینا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا کہ خیر القرون کی مخلوق کو تخلف جائز نہیں ہے۔ خواہ اس میں مصائب اور مشکلات ہی پیدا ہوں اور ہوتے ہیں مگر جب وہ اپنا کام اسپر مقدم نہ کریں گے تو کیا یہ تکالیف اور مصائب اکارت جائیں گے۔؟ کبھی نہیں! سنو!

ذلک بانھم لا یصیبھم ظما ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین +

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سفر میں پیاس لگتی ہے موقع پر پانی نہیں ملتا۔ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے تکان یا تکالیف ہوتی ہے ایسا ہی سفر میں ممکن ہے کہ روٹی نہ ملے یا ملے تو وقت پر نہ ملے اس قسم کی صدہا قسم کی تکلیف ہوتی ہے اس قسم کی تکالیف اور مشکلات اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور یا دشمن سے کوئی فائدہ حاصل کرے سفر میں حضور الٰہی میں انکا ثمرہ ضرور ہوتا ہے اور انکو ذمہ اعمال میں نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ خدا چونکہ شکور خدا ہے وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

باقی آئندہ

پایونیر اور حضرت مسیح موعود

نمبر ۳

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۲ جلد ۹ -

ڈاکٹر آر - این - کسٹ - ایل - ایل ڈی نے برٹش انجمن میں بمقام الیسوچ پادریوں کو مخاطب بنا کے یہ بیان کیا تھا ” اگر غیر ممالک کے لوگ ۔ انگلستان میں چلے آئیں اور عرب مسلمان ویسٹ منسٹر کے پاس ایک حصہ زمین پر قبضہ کر کے ایک مسجد بنالیں اور بڑے بڑے منارے بنا کے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کریں تو میں تم سے دریافت کرتا ہوں آیا اہل لندن کی کیا کیفیت ہوگی اور وہ انھیں کس نظر سے دیکھیں گے ۔ لوگ دوڑ پڑینگے پولیس دست اندازی کرے گی کہ مہذب سرزمین میں یہ کیا غل مچا رکھا ہے اور ان بیچاروں کا دم بھر میں نیا پانچا کر دینگے ۔ پھر اس انگریز کا کیا علاج ہے جو چین میں جاتا ہے عیسائیت کے پھیلانے کی تدبیر کرتا ہے تو وہ میں ایک بلند مقام پر ایک گرجا بناتا ہے اور اس مقدس زمین کو جسکو چینی پرستش کرتے ہیں اسطرح ناپاک کرتا ہے ۔ اگر چینی وقتاً فوقتاً فساد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور غیر ملکی شیطانوں سے سخت خطرناک طریقہ سے انتقام لیں تو کیونکر ناز یبا ہوسکتا ہے وہ دول خارجہ کے لوگوں کی موجودگی نہیں چاہتے اور غیر ہمدرد غیر ملکیوں کو اپنے درمیان رہنے دینے کی انھیں مطلق ضرورت نہیں ہے -

---

مسٹر ٹی - جے اسکاٹ نے ۵ر جولائی کے پایونیر میں ان لوگوں کا جواب دیا تھا جو عیسائیت پر مذکورہ بالا اعتراض کرتے ہیں اور لکھا تھا کہ عیسائیت کے ساتھ ساتھ تمدن اور تہذیب نے ترقی کی ہے - انجیل مقدس ہی نے رومۃ الکبری کو بچادیا ہے اور یورپ میں اسی سے زندگی پیدا ہوئی ہے ۔“ اسحاق جیکسن صاحب تحریر فرماتے ہیں جس شخص نے فاضل مصنف لیکی کی تاریخ ” ہسٹری آف دی مڈل ایجیز “ اور موشم صاحب کی تاریخ عیسائیت کو دیکھا ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ پادری صاحب مذکور فرماتے ہیں غلط ہے - اب دیکھنا یہ ہے کہ جب رومۃ الکبری میں عیسائیت قائم ہو کے یورپ میں آئی ہے اسوقت اس کی کیا کیفیت تھی - زاہدوں اور راہبوں نے تمام جنگلوں کو اپنے غلیظ صومعوں سے بھر دیا تھا یہ لوگ وحشی جانوروں کی طرح رہتے تھے اور انکے بدن پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے ہزاروں بلکہ

لاکھوں راہب کتوں کی طرح گھومتے پھرتے تھے اور غریب رعایا کو سلطان کی بادشاہت کی بشارتیں دیتے تھے اور انکو برباد کر رکھا تھا - اس زمانہ میں جبکہ خداوند مسیح کے سچے پیرو موجود تھے اور ان کے پاس انجیل مقدس بھی انھوں نے تمام دنیا کو ذبح کو لت پت کر دیا - تثلیث کے بلجا کیلیے لاکھوں آدمیوں کا صفایا ہو گیا - وہ لاکھوں آدمی شہید ہوے جو بیچارے یہی نہیں جانتے تھے کہ خداوند مسیح کون ہے اور آسمانی بادشاہت کہتے کسے ہیں - اسی کم بخت عیسائیت نے پورے چار لاکھ عورتوں اور بچوں کو زندہ جلا دیا اور انپر جادوگری کا الزام لگایا گیا کیونکہ بائبل میں لکھا ہے ” جادوگرنیوں کو زندہ نہ چھوڑ - اب ہمیں اپنے زمانہ کی کیفیت دیکھنی چاہیے کہ موجودہ مسیحی مورخ عیسائیت کی نسبت کیا رائے دیتے ہیں اور کفر یعنی اسلام کی نسبت کیا خیال ظاہر کرتے ہیں کیپٹن ٹیلر اسلام کی نسبت جیسے لارڈ سالسبری ایک خالص مگر الوہیت میں مغالطہ رکھنے والا مذہب ہے یہ رائے دیتا ہے - جبکہ اسکو ایک حبشی قوم نے قبول کیا ہے بت پرستی - جنات پرستی مخلوق پرستی یعنی جاندار اور غیر جاندار چیزوں کی پرستش - مردم خوری - انسانی قربانی اطفال کشی - جادوگری فوراً دور ہو جاتی ہیں باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں نجاست کی جگہ صفائی ہو جاتی ہے - اور وہ ذاتی شرف اور سلیف ریسپکٹ حاصل کر لیتی ہیں مہمان نوازی ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے اور شراب خوری بہت کم رہجاتی ہے اور جوا متروک ہو جاتا ہے - بیحیائی کے ناچ اور عورت مرد کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں - عورتوں کی پاکدامنی نیک خصلت خیال کیجاتی ہے - محنت کاہلی کی جگہ حاصل کر لیتی ہے ذاتی اختیار کی جگہ قانون دخل کر لیتا ہے انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے - خاندانی خصومتیں اور جانوروں اور غلاموں پر بیرحمی کا امتناع ہو جاتا ہے - انسانیت اور مہربانی اور یگانگی کا خیال سکھلایا جاتا ہے کثرت ازدواج اور بندہ گری ٹھیک طور سے ترتیب دیجاتی ہے - اور ان کی برائیاں کم کی جاتی ہیں - کل دنیا میں اسلام سب سے زیادہ قوی گروہ شراب نہ پینے والوں کا ہے اور **بمقابلہ اسکے یورپ کی ترقی سے گویا شراب خوری اور گنہگاری کا پھیلاؤ اور اسکی جگہ قوم کا تنزل مراد ہے** حالانکہ اسلام کسی کم درجہ کی تہذیب نہیں پھیلاتا جس میں پڑھنے اور لکھنے کا علم - عمدہ لباس پہننا - ذاتی صفائی - راستگوئی اور سلف ریسپکٹ (شرف ذاتی) شامل ہیں اسکی برائی رکنی

اور تہذیب پھیلانے کے اثر سے عجیب ہیں - پھر سر ہنری بارڈ مقام شوستری بابت یہ لکھتے ہیں - یہ شہر ایران کا ہے اور اسمیں تیرہ ہزار کی آبادی ہے کل باشندے نہایت خوش و خورم اور صاف رہتے ہیں اسکے کہنے کے بعد فاضل مذکور ایک خطرناک جملہ لکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ” چونکہ **یہاں عیسائیت نہیں ہے اسلیے یہ ساری سرسبزی اور صفائی دکھائی** دیتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں شراب کی دکانیں نہیں اگر عیسائیت ہوتی تو **ضرور مے فروشی ہوتی جب مے فروشی ہوتی تو اس خوشنما شہر کے باشندوں کی سرسبزی مٹ جاتی**

افسوس ہم انگریز نہ صرف اپنے ملک اور ریاست کو برباد کرتے ہیں بلکہ جہاں جاتے ہیں بربادی بخش عرق منشی کو لیے ساتھ لیجاتے ہیں پارک کا متوفی آرک بشپ لکھتا ہے **ہم نے تمام دنیا کو شراب خانہ خراب سے ناپاک کر دیا ہے** اور ہم نے دنیا کو بے یار و مددگار بچوں کے آگے بربادی کا ایک پہاڑ بنا کے کھڑا کر دیا ہے - انگلستان کا جن اقوام سے سابقہ پڑا ہے انھیں اسنے قعر مذلت میں پھنسا دیا ہے اور سبکو شراب کا عادی بنا دیا ہے ہم اس قومی بربادی کے الزام سے اپنے کو کبھی نہیں بچا سکتے -

مسٹر چارلس وہٹس کہتے ہیں کہ اس سے ہم نہیں انکار کر سکتے کہ پادریوں کی کوشش کے پیچھے پیچھے ضرور کچھ نہ کچھ نیکی بھی ہے اصل میں انکا منشا زیادہ تر عیسائی بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ خاص ایجنسیوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کا منشا کچھ اور **ہے اور وہ صرف جہانداری کا سلسلہ ہے جو پادریوں کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے -**

کلیفورنیا ایک عمدہ یادگار پادریوں کی فتوحات کی موجود ہے تمام یورپ کے پادریوں کی مشنوں کو میں **تعصب و سراسر دھوکا اور جہل مرکب سے بھرا ہوا سمجھتا ہوں انکی تاریخ انسانی خونریزیوں سے بھری ہوئی ہے** اور ساتھ ہی سراسر بدمعاشیوں سے پر ہے - انھوں نے ہمیشہ قومی ترقی کے اندام میں رعشہ پیدا کر دیا ہے اور خدا کی مخلوق کے لیے ان پادریوں کی مشن زہر ہلاہل کا حکم رکھتی ہے -

یہ انتخاب پایونیر کا ایک ہی مہینہ کے بعض پرچوں کا ہے اور گویا پایونیر کا مکمل فائل ٹٹولا جاوے اور اسمیں آزاد منش اور اہل الرائے یورپین اہل قلم کے ان مضامین کی پڑتال کی جاوے جو انھوں نے عیسائی مشنریوں کی مذہبی تحریک اور ان کی کارستانیوں کے متعلق لکھے ہیں تو شاید صفحوں کے صفحے نکل آئیں - اور ان رسالوں اور کتابوں کو بھی اگر جمع کر لیا جاوے جو یورپ کے آزاد خیال لوگوں نے مشنریوں کے متعلق لکھے ہیں تو ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ کئی سال تک انکا انتخاب الحکم کے سارے صفحوں میں ہفتہ وار دینے سے بھی ختم نہ ہو -

تاہم اس انتخاب میں جو ہم نے پایونیر سے دیا ہے اور خود اس کے کالموں میں یہ فقرات موجود ہیں صاف طور پر ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہوتی ہے کہ اگر کوئی مذہبی تحریک خطرناک اور بری ہے تو وہ صرف عیسائیوں کی مذہبی تحریک ہے - مگر افسوس ہے کہ پایونیر خود عیسائی ہے اور وہ اسے خطرناک نہیں کہہ سکتا! پھر بھی اگر مذہبی تحریک نفس الامر میں بری شے ہے تو ہمارا پایونیر کی واجب الرحم حالت پر افسوس آتا ہے مذہب حقہ کی تحریک کبھی بری نہیں ہوسکتی بلکہ وہ تو بنی نوع انسان کے لیے ایک رحمت اور سراسر برکت ہوتی ہے - اور جس قدر زور سے وہ تحریک پھیلے اسیقدر ملک میں امن اور تہذیب پھیلتی ہے -

اور

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یہی غرض اور غایت ہے کہ وہ دنیا کو اس مذہب کے نیچے لانا چاہتا ہے جو جنگلی کو انسان اور پھر مہذب اور باخلاق انسان اور پھر اس سے باخدا انسان بنا سکتا ہے - اگر یہ تحریک خطرناک ہے تو پھر یاد رکھو کہ

دنیا میں کوئی تحریک مفید نہیں

اسقدر ذکر تو مذہبی تحریک کے متعلق تھا اور یہ پایونیر کو معلوم کرا دیا گیا ہے کہ مشنریوں کی مذہبی تحریک سے بڑھ کر کوئی خطرناک تحریک نہیں پس اس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان مشنریوں کے سلسلوں کو بند کرائے اور اگر گورنمنٹ یا پایونیر اس میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتے اور نہیں کر سکتے تو اسکی ایک اور بھی راہ ہے - پایونیر خاموشی کے ساتھ دیکھتا رہے کہ عیسائی مذہب کا سنگھاسن اگر نیکو ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ یورپ کی مہذب دنیا بڑی نیازمندی کے ساتھ اسلام کی مقدس ہدایتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والی ہیں اور عیسائیت کے اصولوں اور عقائد سے متنفر -

اور جب مغرب میں یہ انقلاب ہو گیا تو پھر سہارے درانہ ریش پادریوں اور مشنریوں کو اپنی صف خود لپیٹنی پڑے گی - اور ضرور لپیٹنی پڑے گی -

باقی آئندہ

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج کی موت

گورکل کے لالہ منشی رام نے اپنے اخبار مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۷ پر ایک عجیب بات لکھی ہے جو حقیقت میں واقعات پر مبنی ہے اور جس سے ہم وہ عظیم الشان نتیجہ نکالتے ہیں جو اس نوٹ کے عنوان میں دیا ہے وہ بات یہ ہے کہ مسٹر ہربرٹ سپنسر کی موت کا حال لکھتے ہوئے لالہ صاحب رقمطراز ہیں کہ ایک ہندوستانی شریف نے مسٹر سپنسر کی تعلیم کے لیے انکا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک ہزار پونڈ ان کی یادگار میں ایک خاص لیکچروں کا سلسلہ جاری کرنے کے لیے نذر کیے۔ اب ہم عصر ایڈووکیٹ لکھنؤ کی تحریر سے معلوم ہوا ہے کہ وہ شریف ہندوستانی پنڈت شیام جی کرشن ورما تھے اور آگے چلکر کہا ہے کہ کہاں وہ زمانہ کہ شری سوامی جی دیانند جی مہاراج کی کرپا سے پنڈت شیام جی کرشن معمولی حالت سے سنسکرت کے فاضل بنے ولایت جاتے ہوئے اپنے گرو سے رخصت ہونے آئے اور کہاں یہ زمانہ ہے کہ پنڈت شیام جی آریہ سماج کے لیے بیگانہ اجنبی بن گئے۔ ... واقعہ آریوں کی خاص توجہ کے لائق ہے

میری رائے میں اصلی باعث ایسے وقوعات کا یہ ہے کہ آریہ سماج کے اندر مقناطیسی طاقت سے اپنی طرف اعلیٰ دماغ آدمیوں کو اپنی طرف کھینچنے والی کوئی زبردست آتمک (روحانی) شخصیت موجود نہیں۔

جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے یہ خاص توجہ کے قابل ہیں۔ کیا اس فقرہ سے صاف طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ آریہ سماج میں **روحانی کشش والا** جزو موجود نہیں ہے؟ یقیناً صاف لفظوں میں اسکے یہی معنی ہیں۔ اور جب کوئی صاحب کشش موجود نہیں پھر آریہ سماج کی موت میں کیا شبہ باقی ہے کسی قوم اور مذہب کی زندگی کی اصل روح وہی **پاک وجود** ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے ایک **جذب** اور **کشش** کی قوت لیکر آتا ہے وہ اپنی مقناطیسی قوت اور کشش سے سعیدوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے پھر اپنے پاک انفاس سے ان میں قوت قدسی کی سٹیم پیدا کرتا ہے جس سے ان میں سعادت اور رشد کی قوتیں نشو و نما پانے لگتی ہیں۔ اسوقت دنیا کے تمام مذاہب اس اصل زندگی کی بنا پر مر چکے ہیں بجز **اسلام** جس میں خدا کا برگزیدہ **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی **روحانی کشش** کے اعلیٰ نمونے دکھلانے کو موجود ہے جسنے صرف صرف اسی ایک پہلو سے (علاوہ دلائل و براہین ساطعہ) کل مذہبوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اسلام کو سب ادیان پر غالب کر دکھایا ہے اور کوئی نہیں جو اس کے مقابلہ کے لیے آسمانی امداد و برکات اور اپنے مذہب کے زندہ نشانات کا ثبوت دینے کو نکلے۔ پس اے **احمدی قوم!** تجھے مبارک ہو کہ تیرا **امام** وہ **لانظیر** ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کی ساری ملتیں ہلاک ہوگئی ہیں اور خود اب تو میں پکار اٹھی ہیں کہ ہم میں کوئی روحانی کشش والا پاک وجود نہیں۔ کیا اب بھی کوئی منکر رہے گا کہ

مسیح موعود کے پاک وجود نے اسلام کو کل دینوں پر غالب کر دیا ہے؟

اللھم ایّد الاسلام بالامام الحکم العادل

بلبلا مژدہ بہار بیار

فرانس میں ایک مسودہ پیش ہے یعنی ایک قانون طیار ہونے والا ہے کہ کسی مذہبی جماعت کو کسی قسم کی مذہبی تعلیم کی اجازت نہ ہوگی ان واقعات سے کیا سبق ملتا ہے؟ یورپ کی حالت کا کیسا پتہ لگتا ہے؟ یورپ جو بخیال (فاسد) خویش تہذیب اور شائستگی کا سرچشمہ بنا بیٹھا ہے اسکی یہ حالت ہو رہی ہے کہ مذہبی تعلیم کو قانوناً روکنے کے واسطے فرانس کی سلطنت کوشش کر رہی ہے کیسا زمانہ ہے مذہب کی اشاعت مذہبی اصولوں کی پابندی بجائیکہ انسانیت کو پیدا کرنے والی اور تہذیب و شائستگی کے پھیلانے والی ہے قانوناً روکی جا رہی ہے۔ جب دنیا کی حالت اسدرجہ پر پہونچ چکی ہے تو کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مغربی قوموں میں حق کی اشاعت کے لیے اور اسلام کی خوبیاں ذہن نشین کرنیکے لیے **خدا کا مامور** دنیا میں آتا؟ ضرور تھا کہ وہ آتا اور وہ **مسیح موعود ہی ہوتا** کیونکہ اس کی روحانیت اسوقت جوش میں ہے اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے کیسی خوش کن اور مبارک خبر ہے کہ جیسے دجّال کے پگھل جانے کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کیا اب وہ وقت نہیں آگیا کہ اسطرح پر دجال **پگھل جاوے**۔ یہ مسیح موعود کی توجہ کاملہ کا اثر ہے کہ ممالک یورپ کے لوگ کسی نہ کسی رنگ میں عیسویت کو خیرباد کہہ رہے ہیں **ایسے قوانین کی ضرورت** دراصل عیسائی مذہب ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ اس سے انسان کی اخلاقی اور روحانی اور ذہنی ترقیاں مسدود ہوتی ہیں۔ پھر اگر اس طرح پر مذہبی تعلیم کو نہ روکا جاوے تو کیا کیا جاوے یہ ساری باتیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کامیابی کی بشارتیں ہیں جو مغرب سے آرہی ہیں اور اب وہ وقت قریب ہے کہ **آفتاب مغرب سے طلوع** ہو اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے۔

الامراض تشاع و النفوس تضاع۔

خدا کے جری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرصہ سے یہ وحی ہو چکی ہے اور اس کا ثبوت دنیا کے مختلف حصوں کے حالات سے اطلاع رکھنے پر کافی مل رہا ہے حال میں شکاگو کے ایک تھیٹر میں تماشے کے موقع پر آگ لگی ... ۱۲۰۰ کے قریب تماشائی تھے جو اس رستخیز میں بیتابانہ دروازہ کیطرف دوڑے اور لڑ بھڑ کر نکلنے کی کوشش میں پامال ہوگئے۔ عجیب افراتفری پڑی ہوئی تھی الامان! ۵۷۴۔ اموات اور ۵۰ مجروحین کا اندازہ ہوا جنمیں سے بڑے حال بلب تھے عورتیں اور بچے بہت ضائع ہوئے سیڑھیوں کے نیچے لاشوں کا انبار لگ گیا اوپر تلے ۱۲-۱۲۔ نعشوں کے ڈھیر لگے دیکھے گئے شور و غل سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی آگ سے بدرجہا زیادہ نقصان بھاگ دوڑ سے پہونچا۔ امداد کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ مقتولین آتشزدگی کی تدفین تین دن تک ہوتی رہی۔ شہر بھر ماتم زدہ سیاہ پوش ہے تمام پبلک مقامات اور دوکانیں بند ہیں مجلس تحقیقات آتشزدگی کی رپورٹ پر ۱۹ تماشہ گھر بند کر دیے گئے۔ **وقنا ربنا عذاب النار**

مختون آریہ اور مختون عیسائی

نوزائشان لودھیانہ میں ایک مختون عیسائی نے مختون آریہ سنت شدہ برہمچاری عبد الغفور بی اے۔ کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر شائع کی ہے جس میں بالآخر اس سے خواہش کی ہے کہ وہ عیسائیوں سے ملکر اپنی تسلی کرے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیحیوں کے پاس تسلی کی کیا راہ ہے **ملعون** کے ساتھ ملکر **لعنت** کے سوا کیا مل سکتا ہے؟ ہاں اگر عیسائی باش و ہرچہ خواہی کن کا سبز باغ اسے دکھاتا ہے تو یہ جدا امر ہے۔ مختون آریہ نے **نیوگ** کے متعلق جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں اسکو اسٹڈی کر رہا ہوں کیا اس سے مراد یہ ہے کہ آپ تجربہ کر رہے ہیں یا سرے سے نیوگ کے متعلق کوئی رائے ہی قائم نہیں کی خوب! آریہ بننے کو تو بہت جلد طیار ہو گئے مگر ابھی مسائل سے پوری واقفیت کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ چہ خوش!

وہ مراسلت یہ ہے۔

اس مختون آریہ نے ۱۱۶۔ اعتراض قرآن کی تعلیم پر کیے ہیں۔ سو ان کا جواب مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ سنا ہے کہ مولوی نور الدین بھیروی لکھ رہے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس کا جواب ترک اسلام شائع کر دیا ہے (جسکی قیمت ۸ رہے) مجھے صرف ایک بات انکی نسبت کہنی ہے جو کہ دیباچہ کے صفحہ ۹ میں لکھی ہے یہ مختون برہمچاری تحریر فرماتے ہیں "کہ میں نے قرآن اور اسلام کو سب سے نچلے درجہ میں پایا۔ بائبل اور عیسائیت کو اس سے اوپر اور کئی درجہ اوپر اور بہتر پایا۔ میں عیسائیت کو قبول کر لیتا۔ اگر عیسائیت کی دو تثلیثیں معہ چند دیگر واہیات کے میرے راستے میں روک نہ بنتیں۔"

لاریب تثلیث کا مسئلہ ایک سخت ابدی چٹان ہے تاہم کروڑہا لوگ مانتے ہیں جنکی آنکھیں خدا نے کھولی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بلا تحقیق و تفتیش مختون برہمچاری نے اسکو رد کیا۔ محققوں کا کام نہ تھا کیا انھوں نے کسی مسیحی مشنری یا کسی ایسے مسیحی سے جو محمدیوں سے مسیحی ہوا ہے اسکی بابت دریافت کیا۔ سخت افسوس ہے کہ بلا تحقیق انھوں نے اسلام کو چھوڑا ایسے زود باش شخص پر نامختون آریوں کو فخر ہو تو ہو۔ کیونکہ ملاقات کے وقت جب میں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ تناسخ اور نیوگ کی بابت آپ کی کیا رائے ہے تو جواب دیا۔ کہ ابھی میں اسکی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کی۔ کہ پھر تو بہت دانائی آپ نے نہیں کی۔ کہ بغیر کامل تسلی کے آپ نے اسلام کو خیرباد کہکر آریہ دھرم قبول کیا۔ اسلام میں کیا نقص پایا۔ جواب دیا کہ گوشت خوری۔ ان کی لیاقت پر مجھے ایک **لطیفہ** یاد آیا جو ناظرین کے مذاق کی خاطر لکھتا ہوں۔ جو حسب حال مختون برہمچاری کے ہے

لطیفہ ایک جولاہا رات کو کسی ساہوکار کے گھر چوری کو گیا اسباب کی گٹھڑی باندھ کر دیوار پر جو کودنے لگا تو گٹھڑی اندر گر گئی اور آپ دیوار کے باہر گر گیا اور بھاگ گیا۔ صبح کو پولیس اور لوگ اکٹھے ہوگئے کسیکو پتہ نہ لگے کہ چور کس راستہ آیا اور کیونکر گٹھڑی چھوڑ کر چلا گیا۔ چور جولاہے نے دیکھا کہ لوگ کس قدر حیران ہیں تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چور اس راستہ سے اندر کودا اور اسباب نکالکر باہر صحن میں گٹھڑی باندھی۔ اور اس راستہ دیوار پر چڑھا جوں باہر کودنے لگا تو گٹھڑی اندر اور میں باہر۔ بعینہ یہی حال اس مختون آریہ برہمچاری کا ہے۔ مجھے تو ان کے حال پر سخت افسوس ہے کہ گڑھے سے نکلکر کنوئیں میں گر گیا۔ کاش کہ اب بھی مسیحیوں سے ملکر اپنی تسلی کرے۔ اگر تسلی نہ ہو سکے تو پھر وہ بری الذمہ ہوں گے۔ تحقیق تو فرض ہے

تفسیر القرآن

کا ماہواری نمبر جنوری ۱۹۰۴ء سے ان شاء اللہ العزیز شائع ہونا شروع ہو کر جو الحکم کے ۴ نمبر کے ساتھ روانہ ہوگا۔ اور جلد ۲ کا پہلا نمبر قرار دیا جائے گا

ہم اور ہمارے ناظرین

اس عنوان کے نیچے ہم اپنے ناظرین کے متعلق اہم اور قابل اشاعۃ امور کا تذکرہ کیا کرینگے - ایڈیٹر

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں طیار بیٹھے ہیں

ایک قابل قدر دوست اُٹھ گیا

ہمارے ناظرین نواب عماد الملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ سابق ہوم سکرٹری حیدر آباد دکن کے نام سے عموماً واقف ہونگے آج ہم آپ کے انتقال کی افسوسناک خبر ناظرین الحکم کو سناتے ہیں جو ۱۳ر جنوری ۱۹۰۶ء بمقام لکھنؤ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نواب صاحب موصوف کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے پورا اتفاق اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دلی محبت تھی۔ آپ دسمبر ۱۹۰۰ء میں کانفرنس کے اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے دارالامان تشریف لائے تھے اور ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کو شرف نیاز کا پہلا موقع ملا + نواب صاحب جیسے انسان کا جس نے اس زمانہ کی مہذب سوسائٹی میں نشوونما پایا ہو اور انگریزی طرز معاشرت اور طریق بود وباش اختیار کر رکھا ہو۔ قادیان جیسے مقام پر سفر کی صعوبتیں اور کوفتیں اُٹھا کر پہنچے بجز زبردست کشش اور اخلاص کے نہیں ہوسکتا + جن دنوں نواب صاحب آئے بارش کیوجہ سے راستہ اور بھی خراب ہوگیا تھا غرض ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۰ء کو حضرت حجۃ اللہ سے آپ ملے اور حضرت اقدس نے ان کے حسب حال ایک زندگی بخش تقریر فرمائی جو الحکم نمبر ۴ جلد ۵ میں شائع ہوئی ہے ہم چاہتے تھے کہ مرحوم ومغفور کے اس تذکرہ کے ساتھ اس تقریر کو درج کریں مگر فی الحال ہم اسے ملتوی کرتے ہیں

نواب صاحب کو حضرت حجۃ اللہ کی شناخت کی توفیق کیسے ملی ؟ یہ ایک عجیب راز ہے جس سے ہم اپنے ناظرین کو واقف کرنا ضروری سمجھتے ہیں

نواب صاحب موصوف نے خاکسار ایڈیٹر الحکم کو جب بمقام قادیان گفتگو کا موقع ملا اور آپ سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ **پایونیر** میں جب **بشپ صاحب لاہور** کے نام ایک چٹھی شائع ہوئی اور اسکو مینے پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ کوئی **معمولی اور زمینی انسان** نہیں ہوسکتا۔ جو اس قسم کی تحدی کررہا ہے اور فوق العادت دعوت کررہا ہے - اس نے **اسلام** کے کمال حسن کے اظہار کا وہ طریق اختیار کیا ہے جسکو کوئی آدمی خواہ کتنا ہی عالم وفاضل کیوں نہ ہو اختیار نہیں کرسکتا مگر وہ جسکو براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق شدید ہو + پھر یہ معلوم کرکے انکی ایمانی قوۃ اور بھی بڑھی کہ جس شخص کے متبعین میں بڑے بڑے جلیل القدر فاضلوں اور لائق تعلیم یافتوں کے نام ہیں وہ صاحب **کشش انسان** ہوسکتا ہے۔ یہ باتیں انکو اس سلسلہ کی طرف متوجہ کررہی تھیں کہ اتفاق سے انکو **سیرۃ مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

نواب صاحب فرماتے تھے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میں ایسے شخص کے دیکھنے کے واسطے بےاختیار ہی تو ہوگیا۔ اور اندر ہی اندر یہ جوش پیدا ہوتا گیا کہ اس پاک وجود کی زیارۃ سے ضرور مستفید ہونا چاہیے حقیقت میں یہ شخص مفتری اور کاذب نہیں کوئی بات اگر ہماری سمجھمیں نہ آوے تو یہ جدا امر ہے لیکن اس کے سچے ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا غرض سیرۃ مسیح موعود پڑھ کر انھوں نے حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سے خط وکتابت کی اور لکھنؤ میں جہاں وہ پریکٹس کرتے تھے حضرت اقدس کے کسی مرید کا پتہ پوچھا - اور اس تقریب سے ان کو حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سے جو لاہور کے مشہور ومعروف خاندان کے ایک درخشندہ گوہر ہیں ملاقات ہوئی ۔ ڈاکٹر صاحب کے اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ نے ان کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اور بھی گرویدہ کردیا۔ اور پھر انکو الحکم کے پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا جو ان کے اس شوق کو بڑھاتا رہا - اور وہ کسی موقعہ کی تلاش میں رہے اور آخر دسمبر ۱۹۰۰ء کو دارالامان آئے اور جو کچھ اُنھوں نے سنا یا پڑھا تھا اور اس سے جسقدر جوش اور محبت پیدا ہوئی تھی اُس سے کہیں زیادہ یہاں پہونچکر فائدہ اُٹھایا - ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۰ء کی تقریر کے بعد آپ کو کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا۔

سید عبد اللہ صاحب بغدادی اور صاحبزادہ سراج الحق صاحب سے انکی ملاقات ہوئی تو وہ سید عبد اللہ صاحب سے یہ سُنکر بہت خوش ہوئے کہ مذہب شیعہ ترک کرکے احمدی مذہب اختیار کیا - پھر سراج الحق صاحب کہتے ہیں کہ سید عبد اللہ صاحب نے نواب صاحب مرحوم سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت اقدس کو کیسا پایا تو نواب صاحب نے عربی زبان میں کہا کہ یہ نبیوں جیسا اور اس کا کلام نبیوں جیسا ہے اور بیشک وشبہ صادق ہے۔ راست باز ہے۔

چونکہ کانفرنس میں شریک ہونا تھا اس لیے جلد تشریف لے گئے - اور پھر دارالامان آنے کے واسطے تڑپتے رہے اور بار ہا تلاش موقع میں رہے مگر افسوس کہ وہ یہ آرزو دل ہی میں لے گئے +

نواب صاحب موصوف کی ارادت اور عقیدت سلسلہ کے ساتھ بہت بڑھ گئی تھی دارالامان کی قومی ضرورتوں میں باضابطہ حصہ لیتے تھے الحکم کے ساتھ ان کو محبت تھی اور تفسیر القرآن مرتبہ خاکسار ایڈیٹر کے ساتھ بھی انکو بڑا عشق تھا - تفسیر القرآن کے متعلق ان کے عجیب عجیب شوق سے بھرے ہوئے خطوط آتے تھے اور انھوں نے اپنے صوبہ کے ایک درجن سے زیادہ معزز اور بارسوخ لوگوں میں الحکم اور تفسیر القرآن کی اشاعت کی ہے - جزاہ اللہ احسن الجزا۔

غرض

مرنے والا اس سلسلہ کی محبت اور عقیدت میں فوت ہوا - آپ کی بیماری کے دنوں میں بھی دعا کے لیے خط پہونچا - مسٹر مہدی حسن صاحبہ نے بھی لکھا لیکن اُن کا وقت آپہونچا تھا اور وہ رخصت ہوئے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ **امام الزمان** کی شناخت کرکے مرے + چونکہ سب کے لیے یہ راہ درپیش ہے اس لیے اس سے کوئی چارہ نہیں اب مہدی حسن کے انتقال سے کچھ شک نہیں کہ ان کے دوستوں کا قابل قدر دوست اُٹھ گیا ان کے خاندان کا گرامی قدر ممبر جاتا رہا مسز مہدی حسن بیوہ ہوگئیں لیکن خدا کی مشیت یہی تھی اور ایسے وقت مشیۃ اللہ سے راضی ہوجانے والے اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کے مستحق ہوجاتے ہیں - پس بجز اسکو اور یہیں کیا مناسب ہو کہ رضا بالقضا کا نمونہ دکھائیں - ہم مسز مہدی حسن اور ان کے خاندان کے دوسرے ممبروں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور آرزو رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس پاک سلسلہ سے اپنا پیوند جوڑ کر اپنی روحانی بہتری اور دائمی خوشحالی کی فکر کریں ۔ اور جو تکمیل نواب صاحب مرحوم ومغفور نہیں کرسکے وہ پوری کریں - کیونکہ ان کو موقع اور وقت ہے - آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

پایونیر میں مندرجہ ذیل نوٹ مرحوم کے متعلق شائع ہوا ہے۔

نواب مہدی حسن فتح نواز جنگ صاحب کے انتقال پر ملال جو ۱۳ر تاریخ مقام لکھنؤ میں ہوا جسقدر بھی افسوس کیا جائے تھوڑا ہے آپ صرف تین ہفتے بیمار رہے تھے - اور مرض خون میں زہریلے مادہ کا زیادہ ہونا تشخیص کیا گیا تھا - نواب صاحب مرحوم اپنے حیدر آباد کے تعلقات کی وجہ سے جہاں انھوں نے سر سالار جنگ ثانی کے پُرآشوب زمانہ کے بعد نہایت حسن لیاقت سے کام انجام دیا ہمیشہ یادگار رہیں گے حیدر آباد میں سب سے اول آپ چیف جسٹس مقرر ہوئے جس کے لیے کیا بلحاظ اپنی انگریزی قابلیت اور کیا بلحاظ قانونی واقفیت وہ نہایت ہی مناسب تھے - جس زمانہ میں مرحوم چیف جسٹس تھے سردار عبد الحق کی برخاستگی کا جھگڑا پیدا ہوگیا - جس میں شمال ومغربی جماعۃ نے حیدر آباد میں وزیراعظم سر آسمان جاہ کو اپنا موافق بنا رکھا تھا - اس جماعت کے گروہ مہدی علی (نواب محسن الملک) مشتاق حسین اور مہدی حسن تھے - اور اس جماعت کی کامیابی پر چیف جسٹس مہدی حسن مرحوم ہوم سکرٹری مقرر ہوگئے مگر اس کے بعد جب نواب سرور جنگ کا زمانہ آیا اور انھوں نے نظام دکن کے مزاج میں پورا رسوخ پیدا کرلیا - تو نواب مہدی حسن کی حالت وہ نہ رہی ... مرحوم نے سرور جنگ کے ... کی کوششوں میں خود بھی نقصان اُٹھایا اور نواب سرور جنگ کی علیحدگی کے ساتھ ہی ریاست سے علیحدہ کر دیے گئے ریاست سے علیحدگی کے بعد مرحوم نے اپنے دوست محسن الملک کی طرح اپنے وطن میں پرائیویٹ زندگی بسر کرنی شروع کردی - مگر اس زندگی میں بھی ہمیشہ پبلک کاموں میں دلچسپی ظاہر کرتے رہے - اور اکثر بذریعہ انگریزی اخبارات مثل پانیر اور ٹائمس کے اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے -

لارڈ سٹینلے عرف عبد الرحمٰن

لارڈ سٹینلے آف الڈرلی عرف عبد الرحمٰن جن کی وفات پر تمام ہندوستان اور انگلستان کے اخبارات متاسف پائے جاتے ہیں - دنیا میں پہلے مسلمان پیر (Peer) یعنی خاندانی نواب تھے یہ صاحب گو اپنے دوسرے رشتہ داروں کی طرح رومن کیتھلک چرچ کے پیرو تھے مگر قسطنطنیہ میں چند روزہ بود وباش سے مسلمان سوسائٹی کے ساتھ تعلق رکھنے سے ان پر اسلام کا ایسا عمدہ اثر پڑا کہ وہ عیسائیت کو ترک کرکے مذہب اسلام قبول کیا - جس کے بعد ان کا نام عبد الرحمٰن رکھا گیا - لنڈن کا اخبار مارننگ پوسٹ لکھتا ہے کہ مرحوم گو مسلمان تھا لیکن اسکی فیاضی ایسی وسیع وعام تھی کہ پادری صاحبان جو بار ہا اسکی اراضیات سے فائدہ اُٹھا چکے ہیں - اُسے عرصہ دراز تک شکر گذاری کے ساتھ یاد رکھیں گے - جو بات لارڈ مرحوم مسلمانوں کے علاوہ جمیع ہندوستانیوں کی نظر میں بھی وقیع اور معزز ٹھہراتی ہے - وہ اسکی ہمدردی اور دلسوزی ہے کہ جو وہ ہمیشہ ہز ہائینس آغا خان اور ...

ی ہندوستانی معاملات میں ظاہر کیا کرتے تھے ۔۔نے محمڈن فنڈ ہند میں لارڈ کرزن کی وساطت سے ایک معقول رقم عطا فرمائی - اور ایک سو ۔۔ پاس پونڈ کا چیک ایک دوست کی معرفت ۔۔ غرض سے روانہ فرمایا کہ اس کا دو تہائی حصہ مظلوم کانسٹیبل نرسنگ سنگھ کو جو مقدمہ چھڑا ۔۔نیکا رہا ہوا تھا - اور باقی ایک تہائی اور اینیو ی رفاہ عام کام میں دیا جائے - محمڈن یونیورسٹی کے فنڈ میں بھی چندہ دیا تھا - لندن میں پین اسلامک سوسائٹی - کیمبرج مسلم ایسوسی ایشن - اور ایم - اے او سی ایسوسی ایشن نے اس واجب التعظیم شخص کی وفات پر اظہار ہمدردی کے تار لیڈی سٹینلے کے نام بھیجے اور ۲۶ دسمبر ۱۹۰۳ء بروز منگل ۸ بجے صبح رضا آفندی امام سفارت ترکی نے حمید بے ترکی سفیر کی موجودگی میں رسوم تجہیز وتکفین ٹھیک شرائع اسلام کے مطابق ادا کیں - جیسا کہ لارڈ مرحوم نے اپنے آخری وصیت میں خاص طور پر خواہش ظاہر کی تھی - پین اسلامک سوسائٹی کے ممبر رسوم تجہیز وتکفین میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر چونکہ صاحب سکرٹری کو تدفین کی اطلاع بعد از وقت لگی ۔۔ند مسلمان ممبر جمع ہوئے - اور غائبانہ ۔۔

مشنری بھیڑیوں کی کرتوت | تناولی میں چند مشنریوں نے ایک گڈریے کی ۱۶ سالہ دختر کو جبراً چھین لیا غریب گڈریا انصاف کا خواہاں بہت عرصہ تک عدالتوں میں مارا مارا پھرتا رہا مگر کسی نے اسکی داد فریاد نہ سنی آخر اُسنے تنگ آکر خود زور بازو سے لڑکی کو مشنریوں کے بیرحم پنجوں سے چھڑا لیا - جس پر تمام مشنری آمادۂ فساد ہوگئے اور جب غریب گڈریے نے اپنے ڈیفنس میں ہاتھ اُٹھایا تو اسکو بطور ایک مجرم کے جیل خانہ کا مُنہ دیکھنا پڑا - گو ہائیکورٹ سے رہا ہوگیا مگر یہ رہائی ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں جو اُسے برداشت کرنی پڑیں ہیچ ہے -

(ایڈیٹر - شاباش ! یسوع ناصری کے نیلوا! شاباش ! ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری اور پہاڑی وعظ کی منادی کرنے والو ! شاباش!!! عیسائی ضرور بنایا جاوے خواہ انصاف تہذیب اور قوانین مذہب وملک کی کتنی ہی بیحرمتی کیوں نہ ہو ؟)

ا۔۔ | البشیر ایک چونکا دینے والی خبر دیتا ہے کہ علیگڈھ کالج کے طلباء پر چرچ مشن کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے اور طلباء سے بھجن گوائے جاتے ہیں اگر نواب محسن الملک بہادر نے انتظام نہ کیا تو آیندہ ہفتہ تک ۔۔ب حال کھولدینگے - !

(ایڈیٹر - اس راز کا افشا تو از بس ضروری ہے تا معلوم ہو کہ علیگڈھ کالج میں کیا ہو رہا ہے -)

ایک بشپ کی درگت | وہائٹ صاحب جو چھوٹا ناگپور کے بشپ ہیں حال ہی میں چار عیسائیوں کو لیکر ایک گاؤں میں وعظ کرنے گئے - مگر عیسائیوں نے دیہاتیوں کی ناراضگی دیکھکر بائسکل پر سوار ہوکر گاؤں سے باہر ہوجانے لگے کہ چند باشندگان نے بشپ صاحب کو بائسکل پر سے گرا کر لاٹھیوں سے خوب مارا سر اور بازو دوں پر سخت زخم آئے -

(ایڈیٹر - دیہاتیوں کا سر تو پھرا نہیں تھا آخر کوئی امر اشتعال بخش پیش آیا ہی ہوگا یا اُنھوں نے تجربہ کرنا چاہا ہوگا کہ یسوع کی تعلیم پر کہانتک عمل کرتے ہیں)

دنیاء اسلام کی خبریں

جرائد کا انتخاب

مستعفی وزیر اعظم ایران کے خلاف جو فتویٰ مجتہدان ایران کی طرف سے کفر کا لگایا گیا ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ ان کا تعلق شاید فرقہ بابی کے ساتھ ہے - قطع نظر اس کے کہ ایسا وزیر خطیر ایران کو ملنا محال ہے یہ لائق وزیر یورپ کی چالبازیوں کو خوب سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ دولت ایران اور دولت عثمانیہ میں اتفاق قائم رہے اسکی علحدگی ایران کے حق میں نہایت مضر ہے اگر ایران بہت جلد آکر واپس نہ لے تو اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا - افسوس کہ ہر جگہ مذہبی مقتدا ہی کام خراب کرتے ہیں - (روزانہ پیسہ بحوالہ الراوی)

(اس خبر کا آخری حصہ بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ کل ممالک اسلامیہ کے مقتداؤں کی حالت بگڑ رہی ہے پھر ایسی حالت میں یہ کہنا کہ کسی ایسے امام کی ضرورت نہیں جو خدا سے تائید پاکر آئے سخت غلطی اور نادانی ہے - ایڈیٹر)

مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد عبدہ کی واپسی یورپ پر یونیورسٹی قصائد تہنیت کئی لکھے گئے مگر خصوصاً شیخ عبدالحلیم ازہری کا قصیدہ قابل تعریف ہے اس قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

وما المجد الا الاتباع لشرعنا
وما الشرع الا ماتہ الناس تہتدی

واقعی انسان کے لیے سب سے بڑی فضیلت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ مذہب حقہ کا پابند ہو اور مذہب حقہ کی فضیلت یہ ہے کہ لوگ ہدایت پائیں

(ایڈیٹر - اسلام کے کمالات اور خوبیوں کے اظہار کا اسوقت اکیلا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہی کی پاک ذات ہے کیونکہ دکھلا کر نمونہ اسلام کی پاک ہدایتوں کی اتباع کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج اس سے افضل انسان دنیا میں نہیں ہے -)

کابل میں اس خبر کو تازہ کیا گیا ہے کہ امیر حبیب اللہ خان ہندوستان تشریف لائینگے لیکن امیر نے اس امر کا اپنے کسی دربار میں بھی ذکر نہیں کیا اور اس خبر کی تصدیق سرکاری طور پر بھی نہیں ہوئی جبتک اس قسم کی خبریں موصول نہوں کہ سامان باربرداری وغیرہ کابل سے ڈاکہ کو آرہا ہے اسوقت تک امیر صاحب کے ہندوستان آنے کا یقین نہیں ہے -

---

مصری مسلمان جس قدر روپیہ سیونگ بنک میں جمع کراتے ہیں اُسپر سود نہیں لیتے اسلیے گورنمنٹ مصر نے خدیو معظم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ سیونگ بنک کی امانتی رقوم کو تجارت میں لگا دیا جاوے اور ہر سال جسقدر منافع ہو وہ شرکا پر تقسیم کیا جاوے تو پھر غالباً کسیکو اس منافع لینے میں انکار نہ ہوگا - مگر خدیو معظم اس سے کوئی بہتر عمل تجویز سوچنے کی فکر میں ہیں

نواح کابل سے گرانی غلہ کی شکایت آئی ہے امیر صاحب نے کوتوال کے نام حکم جاری کیا ہے کہ جسطرح ہو غریبوں کی مدد کریں -

(یہ دوسری آفت ہے جو اخوند زادہ عبد اللطیف کی شہادت کے بعد کابل پر آنے والی ہے - ایڈیٹر)

ابوالعلاء اور عمر خیام | عرب کا مشہور فلاسفر اور شاعر "ابوالعلا" جس کا نام ابھی تک گمنامی کی حالت میں تھا - اب اسے روشنی پر لایا گیا ہے - ابوالعلا سے تھوڑی ہی مدت بعد "عمر خیام" مشہور فارسی شاعر پیدا ہوا جس نے اپنے اشعار میں ابوالعلا کا ڈھنگ اختیار کیا - اور اُس نے ایسی شہرت حاصل کی کہ یورپ اس کی باتوں کو از حد پسند کرتا ہے اور کئی زبانوں میں اس کے اشعار کا ترجمہ کیا گیا - حال میں ملک شام کے ایک مشہور ادیب اور شاعر امین آفندی جو آجکل ممالک متحدہ امریکہ میں اقامت پذیر ہے یہ محسوس کرکے کہ جو عزت آجکل یورپ میں عمر خیام کی ہو رہی ہے - اس کا اصلی مستحق "ابوالعلا" ہے کیونکہ عمر خیام نے فقط اس کے خیالات کو عربی سے فارسی میں ادا کیا ہے ورنہ ساری فضیلت ابوالعلا کو ہے - ابوالعلا کے اشعار کو انگریزی نظم میں ترجمہ کرنا شروع کیا ہے - چنانچہ ایک حصہ کا ترجمہ چھپ بھی گیا ہے - جسے دیکھکر مترجم کی اعلیٰ لیاقت اور قابلیت کی داد بیساختہ دینی پڑتی ہے کہ اس نے کسطرح سے عربی نظم کو انگریزی نظم میں ادا کیا ہے - معانی اور مدعا میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیا - بلکہ اکثر مقامات پر ترتیب بھی وہی رہی ہے - بطور نمونہ ناظرین کی تفریح کے لیے اس عربی کی ایک رباعی مع ترجمہ انگریزی ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے باقی کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے

والحمد والکبر ضدان انما فصما
مثل اتفاق فتاء السن والکبر
یجن تناقض ہذا من ترابہ ذا
واللیل ان طال غال الیوم بالقصر

Virtue and pride cannot each other greet.
As youth and age themselves can never meet.
When this one grows, the other shrinks and when,
The night is long, the day is not complete.

ایسے بیسیوں جواہرات عربی کے خزانوں میں مدفون ہیں کہ جن سے آج دنیا واقف نہیں - مسز اینی بیسنٹ کی یہ نصیحت قابل قدر ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے - ایسی عربی کتب کو انگریزی میں ترجمہ کردیں - (پیسہ)

تفسیر القرآن بالقرآن

ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی نے کمال محنت اور عرق ریزی کے ساتھ تصنیف فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نورالدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنادی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً انکی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے - تفسیریں بیان ہے - قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں - دلوں پر اثر کرنیوالی ہے حضرت مسیح الزمان اور مولانا نورالدین علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہوچکی ہے -

خریداران الحکم والبدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۲ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جاسکتی ہے قیمت بلا جلد ۱۰ مع جلد ۱۲ پارہ دوم کی قیمت ۸ عم کے پارہ کی قیمت ۲

المشتہر خاکسار فتح محمد خان منیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال -

درخواست خریداری بمقام تراوڑی آنی چاہییں -

خطبۂ عید الفطر

از حضرت حکیم الامۃ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

یہ رکوع جس کا میں نے ابتدا پڑھا ہے اُس رکوع کے بعد ہے جس میں رمضان اور روزہ کا تذکرہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو نیک اعمال کے بجا لانے کی کیسی محبت تھی اور کلام اور اُسکے عجائبات پر آگاہی پانے کا کس قدر شوق تھا

روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بنتا ہے

اس سے پیشتر کے رکوعیں رمضان شریف کے متعلق یہ بات مذکور ہے کہ انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض نوعی اور بقائے نسل کی۔ شخصی ضرورت مثلاً جیسے کھانا پینا ہے اور نوعی ضرورت جیسے نسل کے لیے بیوی سے تعلق۔ ان دونوں قسم کی طبعی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے۔ آجکل تو دن چھوٹے ہیں سردیکا موسم ہے اور ماہ رمضان بہت آسانی سے گذرا مگر گرمی میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھوک پیاس کا کیا حال ہوتا ہے اور جوانوں کو اسبات کا علم ہوتا ہے کہ ان کو بیوی کی بیویوں کی کسقدر ضرورت پیش آتی ہے سخت گرمی کے موسم میں انسان کو پیاس لگتی ہے ہونٹ خشک ہوتے ہیں۔ گھر میں دودھ۔ برف۔ مزہ دار شربت موجود ہیں مگر ایک روزہ داران کو نہیں پیتا۔ کیوں؟ اسلیے کہ اس کے مولا کریم کی اجازت نہیں کہ انکو استعمال کرے بھوک لگتی ہے ہر ایک قسم کی نعمت۔ زردہ۔ پلاؤ۔ قلیہ۔ قورمہ۔ فرنی وغیرہ گھر میں موجود ہیں۔ اگر نہ ہوں تو ایک آن میں اشارہ سے طیار ہو سکتے ہیں مگر روزہ داران کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا کیوں؟ صرف اس لیے کہ اسکے مولا کریم کی اجازت نہیں۔

شہوت کے زور سے پٹھے پھٹے جاتے ہیں اور اسکی طبیعت میں سخت اضطراب جماع کا ہوتا ہے بیوی بھی حسین نوجوان اور صحیح القویٰ موجود ہے مگر روزہ دار اسکے نزدیک نہیں جاتا کیوں صرف اسلیے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر جاؤں گا تو خدا تعالے ناراض ہوگا۔ اسکی عدول حکمی ہوگی ان باتوں سے روزہ کی حقیقت ظاہر ہے کہ جب انسان اپنے نفس پر یہ تسلط پیدا کر لیتا ہے کہ گھر میں اسکی ضرورتوں اور استعمال کی چیزیں موجود ہیں مگر اپنے مولا کی رضا کے لیے وہ حسب تقاضا نفس اُن کو استعمال نہیں کرتا تو جو اشیا اسکو میسر نہیں اُن کی طرف نفس کو کیوں راغب ہونے دے گا۔ رمضان شریف کے مہینہ کی بڑی بھاری تعلیم یہ ہے کہ کیسی ہی شدید ضرورتیں کیوں نہ ہوں مگر خدا کا ماننے والا خدا ہی کی رضا مندی کے لیے ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے اور انکی پروا نہیں کرتا۔ قرآن شریف روزہ کی حقیقت اور فلاسفی کی طرف خود اشارہ فرماتا اور کہتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

روزہ تمہارے لیے اس واسطے ہے کہ تقوے سیکھنے کی تمکو عادت پڑ جاوے۔ ایک روزہ دار خدا کے لیے ان تمام چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے جنکو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور ان کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس لیے کہ اس وقت میرے مولا کی اجازت نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پھر وہی شخص ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کی شریعت نے مطلق اجازت نہیں دی اور وہ حرام کھاوے پیوے اور بدکاری میں شہوت کو پورا کرے تقویٰ کے لیے ایک جزئی بیان کی ہے آپس میں ایکدوسرے کا مال مت کھایا کرو۔

حرامخوری کے اقسام

حرامخوری اور مال بالباطل کا کھانا کئی قسم کا ہوتا ہے ایک نوکر اپنے آقا سے پوری تنخواہ لیتا ہے مگر وہ اپنا کام سُستی یا غفلت سے آقا کے منشاء کے موافق نہیں کرتا تو وہ حرام کھاتا ہے۔ ایک دوکاندار یا پیشہ ور خریدار کو دھوکا دیتا ہے اُسے چیز کم یا کھوٹی حوالہ کرتا ہے اور مول پورا لیتا ہے تو وہ اپنے نفس پر غور کرے کہ اگر کوئی اسی طرح کا معاملہ اس سے کرے اور اُسے معلوم بھی ہو کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا تو کیا وہ اُسے پسند کرے گا ہرگز نہیں جب وہ اس دھوکہ کو اپنے خریدار کے لیے پسند کرتا ہے تو وہ مال بالباطل کھاتا ہے اسکے کاروبار میں ہرگز برکت نہ ہوگی۔ پھر ایک شخص محنت اور مشقت سے مال کماتا ہے مگر دوسرا ظلم (یعنی رشوت۔ دھوکا۔ فریب۔) سے اُسسے لینا چاہتا ہے تو یہ مال بھی مال باطل لیتا ہے۔ ایک طبیب ہے۔ اسکے پاس مریض آتا ہے اور محنت اور مشقت سے جو اُس نے کمائی کی ہے اس میں سے بطور نذرانہ کے طبیب کو دیتا ہے یا ایک عطار سے وہ دوا خریدتا ہے تو اگر طبیب اسکی طرف توجہ نہیں کرتا اور تشخیص کے لیے اُسکا دل نہیں تڑپتا۔ اور عطار عمدہ دوا نہیں دیتا اور جو کچھ اُسے نقد ملگیا اُسے غنیمت خیال کرتا ہے یا پُرانی دوائیں دیتا ہے کہ جن کی تاثیرات زائل ہو گئی ہیں تو یہ سب مال بالباطل کھانیوالے ہیں غرضکہ سب پیشہ ور حتی کہ جوڑھے چمار بھی سوچیں کہ کیا وہ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ انکی ضرورتوں پر انکو دھوکا دیاجاوے اگر وہ پسند نہیں کرتے تو پھر دوسرے کے ساتھ خود وہی ناجائز حرکت کیوں کرتے ہیں روزہ ایک ایسی شے ہے جو ان تمام بری عادتوں اور خیالوں سے انسان کو روکنے کی تعلیم دیتا ہے اور تقویٰ حاصل کرنے کی مشق سکھاتا ہے جو شخص کسی کا مال لیتا ہے وہ مال دینے والے کی اغراض کو ہمیشہ مدنظر رکھکر مال لیوے اور اسی کے مطابق اُسکو شے دیوے۔

روزہ سے قرب الٰہی ہوتا ہے

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سر الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا لیکن انکو چاہیے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے لعلھم یرشدون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اسکا ذریعہ خدا پر ایمان اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ کی شان نزول۔

جب صحابہ نے دیکھا کہ ایک ماہ رمضان کی یہ عظمت اور شان ہے اور اس میں قرب الٰہی کے حصول کے بڑے ذرائع موجود ہیں تو انکے دل میں خیال گذرا کہ ممکن ہے کہ دوسرے چاندوں (مہینوں) میں بھی کوئی ایسے ہی اسرار مخفیہ اور قرب الٰہی کے ذرائع موجود ہوں وہ معلوم ہو جاویں اور ہر ایک ماہ کے الگ الگ احکام کا علم ہو جاوے اسلیے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دوسرے چاندوں کے احکام اور عبادات خاصہ بھی بتا دیے جاویں۔

ہلال و قمر کا تفاوت

یہاں لفظ اَھِلَّہ کا استعمال ہوا ہے جو کہ ہلال کی جمع ہے بعض کے نزدیک تو پہلی دوسری اور تیسری کے چاند کو اور بعض کے نزدیک ساتویں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور پھر اس کے بعد قمر کا لفظ اطلاق پاتا ہے احادیث میں جو مہدی کی علامات آئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک ہی ماہ رمضان

مہدی کی علامت

میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا وہاں چاند کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قمر کا لفظ استعمال کیا ہے اور اعلیٰ درجہ کا قمر ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ تاریخ کو ہوتا ہے اور اسکے گرہن کی بھی یہی تاریخیں مقرر ہیں اس سے کم زیادہ نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی سورج گرہن کے لیے بھی ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ تاریخ ماہ قمری کی مقرر ہے غرضکہ قمر کا لفظ اپنے حقیقی معنوں کے رو سے مہدی کی علامت تھی۔ لیکن لوگوں نے تصرف کرنے وہاں قمر کے بجائے ہلال کا لفظ ڈالدیا ہے اور یہ اُن کی غلطی ہے۔

ہر ایک نیا چاند انسانی زندگی کی مثال میں ایک سبق دیتا ہے

صحابہ کرام کے اس سوال پر کہ اور چاندوں کے برکات و انوار سے ہمکو اطلاع دیجاوے اللہ جلشانہ نے یہ جواب دیا قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ یعنی جیسے ماہ رمضان تقوے سکھانے کی ایک شے ہے ویسے ہر ایک مہینہ جو چڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کے لیے ہی آتا ہے انسان کو چاہیے کہ نئے چاند کو دیکھکر اپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اور کم ہو گیا ہے اور نہیں معلوم کہ آیندہ چاند تک میری زندگی ہے کہ نہیں اس جس قدر ہو سکے وہ خیر و نیکی کے بجا لانے میں اور اعمال صالحہ کرنے میں دل و جان سے کوشش کرے اور سمجھے کہ میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے۔ برف چونکہ پگھلتی رہتی ہے اور اسکا وزن کم ہوتا رہتا ہے اس لیے اسکے تاجر کو بڑی ہشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور اسکی حفاظت کا وہ خاص اہتمام کرتا ہے ایسے ہی انسان کی زندگی کا حال ہے کہ برف کی مثال ہے کہ اس میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ کم ہوتا ہی رہتا ہے اور اسکا تاجر یعنی انسان ہر وقت خسارہ میں ہے ۶۴۔ ۶۵ سال جب گذر گئے اور اس نے نیکی کا سرمایہ کچھ بھی نہ بنایا تو وہ گویا سب کے سب گھاٹے میں گئے ہزاروں نظارے تم آنکھ سے دیکھتے ہو اپنے بیگانے مرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے تم انکو دفن کرکے آتے ہو اور یہ ایک کافی عبرت تمہارے واسطے وقت کی شناخت کرنے کی ہے اور نیا چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گذر گیا ہے اور تھوڑا باقی ہے۔ اب بھی کچھ کرلو۔ لمبی لمبی تقریریں اور وعظ کرنے ایک رواج ہو گیا ہے ورنہ سمجھنے اور عمل کرنیکے لیے ایک لفظ ہی کافی ہے کسی نے ایک طرف اشارہ کرکے

کہا ہے۔

شعر

مجلس وعظ رفتنت ہوس است
مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است

پس ان روزانہ موت کے نظاروں سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے ہاتھوں میں ہوتے ہیں عبرت پکڑو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور کاہلی اور سستی میں وقت کو ضائع مت کرو۔ مطالعہ کرو اور خوب کرو کہ بچہ سے لیکر جوان اور بوڑھے تک اور بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ جسقدر جاندار چیزیں ہیں سب مرتے ہیں اور تمنے بھی ایکدن مرنا ہے پس وہ کیا بدقسمت انسان ہے جو اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کی کیسی قدر کرتے تھے کہ جب انکو ماہ رمضان کے فضائل معلوم ہوئے تو فوراً دوسرے مہینوں کیلئے سوال کیا کہ قرب الٰہی کے اگر اور ذرائع بھی ہوں تو معلوم ہو جاویں۔

روح کا علاج ضروری ہے اور اسکا ایک ہی نسخہ ہے

میرے پاس بیمار آتے ہیں انکی اور انکی حالت پر حیران ہوا کرتا ہوں کہ جسم کے آرام کے لیے یہ اسقدر تکلیف برداشت کرتے اور اخراجات اور مصائب سفر کے زیربار ہو کر میرے پاس آتے ہیں اُنسے یہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ضرور چھوڑ دینگے لیکن پھر بھی ذرا سے دکھ سے آرام پانے کے لیے ترک وطن کرتے ہیں عزیز و اقارب کو چھوڑتے ہیں اور انکی بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ جسطرح ہو تپ جلدی ٹوٹ جاوے لیکن روح کی بیماری کی کسیکو فکر نہیں ہے اسکے واسطے نہ کوئی تڑپ نہ رنج نہ الم۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد اعمال کے جواب دہ ہونگے اور یہاں بھی برابر ہوتے رہتے ہیں آتشک والے مریض کو اسکے اعمال کی جو پاداش ملتی ہے وہی اُسے خوب جانتا ہے اسی طرح بدنظری اور بدکاری کی عادتیں جو پڑتی ہیں آپ پھر انسان ہزار جتن کرے انکا دور ہونا بغیر فضل الٰہی کے بہت مشکل ہوتا ہے اور اسکے بڑے بڑے دکھ دینے والے نتیجے اسے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ جب یہ حال ہے اور جسم کی ادنیٰ ادنیٰ سی ایذا کی تمام فکر ہے تو روح کا کیوں فکر نہیں کرتے۔ روح کی بیماریوں کی علاج کا ایک ہی نسخہ ہے جس کا نام قرآن شریف ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بدکار لوگ کہیں گے

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

کہ اگر ہم خدا کے فرستادوں کی باتیں کان دھر کر سنتے اور عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے یہ حسرت انکو کیوں ہوگی صرف اسلیے کہ وقت اُنکے ہاتھ سے نکل گیا اور اب پھر ہاتھ نہیں آسکتا۔ پس روح کی بیماری کا یہی علاج ہے کہ وقت کو ہاتھ سے نہ کھووے اور اس نور اور شفا کتاب قرآن شریف پر عملدرآمد کرے اپنے حال اور قال اور حرکت اور سکون میں اُسے دستور العمل بناوے۔

واعظوں اور سامعین کے مدارج۔

عبرت پکڑنے میں دو مرحلے اوپر بیان کر آیا ہوں **تیسرا مرحلہ** یہ ہے کہ واعظ کا وعظ انسان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں ہوتا آج سے کئی سو برس پیشتر ایک تجربہ کار کہتا ہے **شعر**

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

میری طرح بہت سے واعظ کھڑے ہوتے ہیں بہت سے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نیت روپیہ بٹورنے کی ہوتی ہے بہت سے ایسے کہ لوگ ان کے وعظ اور تقریر کی تعریف کریں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہونگے جو کہ محض خدا کے واسطے وعظ کرتے ہوں۔

اسی طرح سننے والوں کا حال ہے میں طبیب ہوں اسلیے بعض لوگ صرف اسی لحاظ سے وعظ سنتے ہونگے کہ انکا علاج اچھی طرح کروں اور کسیکی کچھ اور کسیکی کچھ غرض ہوگی اور بعض ایسے بھی ہونگے کہ محض خدا کے لیے سنتے ہوں۔ غرض وعظوں کے سننے اور سنانے والے مختلف اغراض لیے ہوتے ہیں جو خدا کے لیے سننے اور سناتے ہیں انکو چھوڑ کر باقیوں کے لیے یہ علم بڑی مشکلات کا موجب ہوتا ہے اور وبال جان ہوتا ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوتی ہے اور انسان سن یا سنا کر خود ہی اس میں پھنس جاتا ہے۔ عالموں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم خود اپنے عمل پر عامل تھے کہ نہیں تم تکبر کا وعظ کرتے تھے لیکن خود تکبر سے خالی نہ تھے۔ تم بغض اور کینہ سے بچنے کی نصیحت لوگوں کو کرتے تھے مگر خود نہیں بچتے تھے۔ تم ریاکاری سے لوگوں کو روکتے تھے مگر خود نہیں رکتے تھے۔ یہ روحانی بیماریاں ہیں جن کا علاج انسان کے لیے ضروری ہے۔ چاہیے کہ علم کے مطابق عمل ہو۔

ایک مزکی النفس انسان سے مستفید ہونے کی راہ

لوگوں کے اندر کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اسلیے خدا کی رحمت کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک مزکی نفس انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اپنے نفس اور خواہش سے کچھ نہیں کرتا خدا کے بلائے بولتا ہے اسکی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے یا خدا کی زبان اسکی زبان ہوتی ہے اسکی آنکھیں خدا کی آنکھیں یا خدا کی آنکھیں اسکی آنکھیں ہوتی ہیں اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ یا خدا کے ہاتھ اسکے ہاتھ ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے آتا ہے اور ایک مقناطیسی قوت اپنے ساتھ رکھتا ہے تاکہ لوگ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اپنے اپنے نفوس کا تزکیہ کریں اور یہ تعلق ایسا مضبوط ہو جیسے ایک درخت کی شاخ پورے طور پر اپنے تنہ سے پیوستہ ہوتی ہے۔ ایسا ہی یہ بھی صدق و صفا اور اخلاص اور پوری اطاعت کے ساتھ اس کے ساتھ پیوستہ ہو تو تزکیہ کی اس روح سے جو مزکی کے اندر ہوتی ہے فائدہ اُٹھا سکیگا ورنہ اس کا نشو و نما ہرگز ممکن نہیں۔

ماہ شوال نبوۃ کا چاند ہے

پس وقت کی قدر کرو اور ہر ایک چاند جو تمہاری روح کے لیے ایک وقت اور فرصت لاتا ہے اس سے نصیحت سیکھو جو چاند تم نے کل دیکھا ہے وہ گویا نبوۃ کے اول سال کا چاند ہے کیونکہ قرآن شریف کا نزول اسی ماہ شوال کے ماقبل رمضان میں شروع ہوا اسلیے یہ چاند اور اس کے پہلے کا چاند ہر ایک مومن کے لیے خیر و برکت کا موجب ہے حدیث شریف میں دعا آتی ہے کہ انسان چاند دیکھے تو کہے۔

ھلال خیر و رشد ھلال خیر و رشد اللھم اھلہ علینا بالامن والامان والسلامۃ والاسلام

پس چاہیے کہ روحانی پرورش کے لیے ہم سچا تعلق مزکی کے ساتھ پیدا کریں وہ اب موجود ہے جس کی انتظار ۱۳۰۰ سو برس سے ہو رہی تھی

حقیقت حج و جماعۃ

وَالنَّجْمِ پھر فرمایا کہ چاند حج کے وقت کی بھی خبر دیتا ہے جو اسلام کا ایک اعلیٰ رکن ہے۔ باوجود اسکے کہ نوٹس اور اشتہاروں کی کثرت ہو رہی ہے اور ہر جگہ مجلسیں اور سوسائٹیاں جوش و خروش سے قائم ہو رہی ہیں مگر پھر بھی دنیا میں کوئی مجلس ایسی دید و شنید میں نہیں آئی جس کے ممبر وقت جمع ہوتے ہوں مگر جناب الٰہی نے اطاعت اور طہارت کے ساتھ وقت جمع ہونے اور ملکر اسکی عظمت و جبروت کو بیان کرنا مسلمانوں کا فرض کر دیا ہے کوئی شہر اور قصبہ نہ دیکھو گے جس کے ہر محلہ میں اسلام کی پنجگانہ کمیٹی نہ ہوتی ہو لیکن اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام باشندگان شہر کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا جاتا تو یہ ایک تکلیف مالایطاق ہوتی اسلیے تمام شہر کے رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کے لیے ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرر ہوا پھر اسی طرح قصبات اور دیہات کے لوگوں کے اجتماع کے لیے عید کی نماز تجویز ہوئی۔ اور چونکہ یہ ایک بڑا اجتماع تھا اس لیے عید کا جلسہ شہر کے باہر میدان میں تجویز ہوا لیکن اس سے پھر بھی کل دنیا کے مسلمان میل ملاپ سے محروم رہتے تھے۔ اس لیے کل اہل اسلام کے اجتماع کے لیے ایک بڑے صدر مقام کی ضرورت تھی تاکہ مختلف بلاد کے بھائی اسلامی رشتہ کے سلسلہ میں یکجا باہم مل جاویں لیکن اس کے لیے چونکہ ہر فرد و بشر مسلمان اور امیر اور فقیر کا شامل ہونا محال تھا اس لیے صرف صاحب استطاعت منتخب ہوئے تاکہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کریں اور مختلف خیالات و دماغوں کا ایک اجتماع ہو اور سب کے سب ملکر خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو بیان کریں۔ حج میں ایک کلمہ کہا جاتا ہے

لبیک لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک

جس کا مطلب یہ ہے کہ اے مولا تیرے حکموں کی اطاعت کے لیے اور تیری کامل فرمانبرداری کے لیے میں تیرے دروازہ پر حاضر ہوں۔ تیرے احکام اور تیری تعظیم میں کسیکو شریک نہیں کرتا۔ غرضکہ یہ حقیقت ہے مذہب اسلام کی جسکو مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے پھر دن میں پانچ دفعہ کل مسلمانوں کو **اللہ اکبر** کے لفظ سے بلایا جاتا ہے۔ کوئی نادان اسلام پر کیسے ہی اعتراض کرے کہ ان کا خدا ایسا ہے ویسا ہے مگر وہ خدا تعالیٰ کے لیے **اکبر** سے بڑھ کر لفظ وضع نہیں کر سکتا۔ نماز کے لیے بلاتے ہیں تو **اللہ اکبر** سے شروع کرتے اور ختم کرتے ہیں تو **رحمۃ اللہ** پر۔

حج کے برکات میں سے ایک یہ تعلیم ہے جو کہ اس کے ارکان سے حاصل ہوتی ہے کہ انسان سادگی اختیار کرے اور تکلفات کو چھوڑ دے اس کے ارکان کبر و بڑائی کے بڑے دشمن ہیں دور و دراز کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے اپنے اور اقارب چھوٹتے ہیں سستی اور نفس پروری کا استیصال ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر ایک بات یہ ہے کہ ہزاروں ہزار سال سے ایک معاہدہ چلا آتا ہے وہ یہ کہ جناب الٰہی کے حضور حاضر ہو کر منظور کرتا ہے اور بہت سی دعائیں مانگتا ہے

محدود عقل اور خواہش کے محدود نتائج

ولیس البر انسان کو ایک زبردست طاقت کا خیال ہمیشہ رہتا ہے اور یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ ہر ایک مذہب میں جناب الٰہی کی عظمت و جبروت ضرور مانا جاتا ہے جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ ایک عظیم الشان طاقت ضرور ہے جس کے ذریعہ سے یہ نظام عالم قائم ہے اس کے قرب کے حاصل کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ جسمانی سامان حاصل کر کے جسمانی آرام حاصل کیا جاوے جیسے ایک دوکاندار کی بڑی غرض دنیا یہ ہوتی ہے کہ اس کا گاہک واپس نہ جاوے ایک اہل کسب ایک دو روپیہ کما کر پھولا نہیں سماتا لیکن ایسے لوگ انجام کار کوئی خوشحالی نہیں پاتے وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہش محدود ہوتی ہے اسلیے محدود فائدہ اُٹھاتے ہیں اور قدر و استقلال سے کیا نتیجہ

پاتے ہیں۔ بعض اس سے زیادہ کوشش کرتے ہیں اور ان پر خواب اور کشف کا دروازہ کھلتا ہے اس قسم کے لوگوں میں بھلائی اور اخلاق سے پیش آنے کا خیال و ارادہ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ ان کی عقل بھی محدود ہوتی ہے اس لیے ان کی راہ بھی محدود ہوتی ہے۔ ایک حد کے اندر اندر رہتے ہیں اور ان کے مشیر بھی محدود الفطرۃ ہوتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ کہ کوئی بھلائی انکی نظر میں بھلی اور برائی بری کسی محدود خیال سے نہیں ہوتی بلکہ ان کی نظر وسیع اور اثبات پر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے کوئی عقل اور علم اُسے محیط نہیں بلکہ کل دنیا اسکی محاط ہے اسکی رضامندی کی راہوں کو کوئی نہیں جان سکتا بجز اس کے کہ وہ خود کسی پر ظاہر کرے۔ یہ نظر انبیاء اور رسل اور ان کے خلفاء راشدین کی ہوتی ہے وہ نہ خود تجویز کرتے ہیں اور نہ دوسرے کی تراشیدہ تجاویز مانتے ہیں بلکہ خدا کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلتے ہیں۔ عرب کے نادانوں کو خیال تھا کہ جب وہ گھر سے حج کے لیے نکلیں اور پھر کسی ضرورت کے لیے انکو واپس گھر آنا پڑے تو گھروں کے دروازہ میں سے داخل ہونا وہ معصیت خیال کرتے تھے اور پیچھے سے چھتوں پر سے ٹاپ کر آیا کرتے تھے اور اسے ان لوگوں نے نیکی خیال کر رکھا تھا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ باتیں نیکی میں داخل نہیں بلکہ نیکی کا وارث تو متقی ہے تم اپنے گھروں میں دروازہ کی راہ سے داخل ہوا کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

اس روح کو ابد الآباد ضرورتیں ہیں جنکی کسیکو خبر نہیں اور مر کر جس ملک میں لوگ جاتے ہیں جہاں سے مرکر آج تک کوئی نہیں آیا جو یہ بتلاوے کہ وہاں کے لیے کس قسم کے سامان کی ضرورت ہے کھانے پینے لباس اور آسایش کے واسطے کیا کیا انسان ساتھ لیجاوے۔ گذشتہ زمانہ کی نسبت تو لوگوں کے بڑے بڑے دعوے ہیں اور بعض مذہب اپنی قدامت پر بڑا فخر و ناز کرتے ہیں آریہ کہتے ہیں کہ ہم ہزارہا برس سے ہیں اور جین مت والے ان سے بھی زیادہ قدامت میں قدم مار رہے ہیں اور زرتشت کے ماننے والوں نے تو حد ہی کر دی کہ ہندسے کے پہلے ستارہ صفر بڑھا دیے۔

غرضکہ گذشتہ تاریخ کے دیکھنے میں انسانوں نے بڑی دعوے کیے ہیں ایسے ہی اسٹرالوجی علم نجوم میں دور دور کے ستاروں کی تحقیق کی گئی ہے اور عجیب عجیب خواص اور ہیئت انکی دریافت کی ہے فلاسفہ میں دماغ اور دوربینی میں یہانتک نوبت پہنچائی ہے جیالوجی والوں نے زمین کے اندر بڑے بڑے غوطے لگائے مگر ایک سکنڈ کے بعد کیا ہونیوالا ہے کوئی نہیں بتاتا۔ اور جب ایک سکنڈ کے بعد کی خبر نہیں بتلائی جاتی تو مر کر کیا ہوتا ہے اور کیا مرحلے پیش آتے ہیں اسکی خبر کون دیوے خدا کی ہی ایک ذات ہے جو اسکی خبر دے سکتی ہے اور کوئی نہیں وہی بتلاتا ہے کہ مرنیکے بعد تمکو فلاں فلاں امور کی ضرورت ہے اور ہم کو اس وقت ہی جو وہاں کے لیے فلاں قسم کا سامان درکار ہے۔ یہ خبر انبیاء اور ماموروں کے ذریعہ ملتی ہے اور جو پیشگوئی وہ بتلاتے ہیں وہ خدا سے خبر پا کر بتاتے ہیں ورنہ بذات خود غیب دان کوئی نہیں ہوتے۔

رضاء الٰہی کی وہی راہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی معرفت بیان کرے اور خوش قسمتی سے ہمارا امام ان سب سے واقف ہے اور وہ بتلا سکتا ہے کہ تم اسطرح خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہو لیکن جو شخص اپنی طرف سے کوئی راہ تجویز کرتا ہے اور بلا کسی الٰہی سند کے کہتا ہے کہ اس سے خدا راضی ہوگا وہ نفس دھوکا دیتا ہے خدا کی راہ کا علم انسان کو تقویٰ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تم تقویٰ اختیار کرو اللہ تمکو علم عطا کرے گا جس سے تم اسکی رضامندی کی راہ پر چل جاؤ گے تقویٰ یہی ہے کہ انسان بالکل خدا کا ہو جاوے اسکا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا ہر ایک حرکت و سکون خدا کے لیے ہو جب وہ ہمہ تن اپنے وجود اور ارادوں کو خدا کے لیے بنا دیگا تو پھر خدا بھی اس کا بنجاویگا من کان للہ کان اللہ لہ

یہ وقت قابل قدر ہے

مہینے اوپر ذکر کیا تھا کہ چاندوں کے ذریعہ سے انسان کو وقت کی قدر معلوم ہوتی ہے اور یہ اسکی گذشتہ اور آیندہ عمر کا سبق دیتے ہیں اسی طرح ہر ایک بات کا ایک وقت مقررہ ہوتا ہے وہ جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو پھر ہاتھ نہیں آیا کرتا دیکھو کل شام تک ایک وقت تھا اور اسکے دن میں تندرست اور مقیم کیلیے کھانا پینا حرام تھا لیکن جب وہ وقت ختم ہو گیا تو اسکے احکام اور برکات بھی ختم ہو گئے۔ آج ایک وقت ہے کہ اسکا حکم کل سے بالکل متضاد ہے اگر کل تندرست اور مقیم کے لیے کھانا پینا دن میں حرام تھا تو آج اس کے واسطے نہ کھانا حرام ہے نہ پینا۔ ہماری آنکھ کان ناک دست و پا سب کچھ وہی ہیں جو کل تھے لیکن تقویٰ اطاعت اور حکم برداری کی ہی ہے کل اور آج میں کسقدر تفرقہ ہے۔ اسیطرح خدا نے حج۔ عید۔ نماز۔ کھانے۔ پینے۔ سونے جاگنے وغیرہ کیلیے وقت مقرر کیے ہیں اور جب وقت پر اسکو حسب رضاء الٰہی بجا لایا جاتا ہے تو وہ فضل اور برکات کا موجب ہوتا ہے۔ کل روزہ رکھنے کا ثواب تھا اور آج عذاب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادۃ دراصل اطاعۃ کا نام ہے اگر اسمیں اطاعت الٰہی اطاعت نہو تو وہی عبادۃ حرام اور قبیح ہو جاتی ہے اس سے ایک نکتہ حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہوتا ہے ایسے ہی کامل متقی بننے کے لیے ایک وقت ہوتا ہے۔ اور وہ وقت ہوتا ہے جب خدا کیطرف سے کوئی مامور دنیا میں آیا ہو سو یہ بھی وہی وقت ہے جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ نہیں آتا۔ مدت کا دروازہ تو کسی انسان کے لیے بند نہیں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل خاتم الانبیاء ہیں جن لوگوں نے آپکا زمانہ پایا وہ آپ پر ایمان لائے اور متقی بنے لیکن آخر آپ فوت ہوے اور ہمیشہ کے لیے ان لوگوں میں نہ رہے۔ ہاں آپکے انفاس طیبہ دیر تک رہے اور رہینگے اور یہ ہر ایک نبی اور مامور کے ساتھ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ کسیکے انفاس طیبہ بہت دیر تک رہتے ہیں کسیکے تھوڑی دیر تک۔ لیکن وہ بذات خود انہیں نہیں رہتے۔ دیکھو مسیح کو دو ہزار برس سے زندہ کہتے تھے آخر وہ بھی مردہ ثابت ہوا اسکے بیچارے نے اُسے آسمان پر زندہ کہا مگر زمین نے مردہ ثابت کیا اور اُسکے انفاس بھی مر گئے تعلیم کا یہ حال ہوا کہ خدا کا بیٹا بنا یا گیا۔ اسی لیے ہماری تعلیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ عبدہ و رسولہ کا لفظ ایزاد ہوا کہ کہیں سابقہ قوموں کی طرح گمراہ ہو کر متبوع کو خدا نہ بنا سمجھیں۔ اور جب خدا کی توحید کا بیان کریں تو ساتھ ہی ساتھ آپکی عبودیت کا بھی ذکر کیا جاوے۔ اگر ایسی تعلیم عیسائیوں کے ہاتھ ہوتی تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ یہی وقت کا ذکر کرنا تھا پس تمکو چاہیے کہ وقت کا خیال رکھو۔ یہ آج عید الفطر ہے پھر جو زندہ رہے تو دوسرے سال اسے پاوے گا امام کے ماننے کا بھی یہی وقت ہے جبکہ وہ زندہ موجود ہے اگر اسوقت نہ مانا تو پھر پچتاؤ گے

مومنوں پر تین وقت

ہر ایک مامور کے ماننے والوں پر تین وقت ہوا کرتے ہیں اور صحابہ پر بھی وہ وقت تھے ایک تو مکہ کا جبکہ آنحضرتؐ کو ہر طرف سے دکھ دیا جاتا تھا جان کے لالے پڑے ہوے تھے اور اسوقت آپکو بعض لوگوں نے مانا۔ دوسرا وہ جبکہ آنحضرتؐ مدینہ میں پہلے آئے اور بعض لوگ آپ پر ایمان لائے تیسرا وہ وقت جبکہ صحابہ دنیا کے فاتح ہو رہے تھے اور ملک پر ملک آپکے قبضہ میں آ رہا تھا اب سوچو کہ ان تین وقتوں میں جن جن لوگوں نے مانا اور خرچ کیا۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ فتح مکہ سے اول جن لوگوں نے خرچ کیا تھا انکی نسبت خود آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب جو لوگ احد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کریں تو انکی وہ قدر نہیں ہو سکتی جو فتح مکہ سے اول ایک جو کی مٹھی ہو سکتی ہے۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے مقام اور انکا وقت

خالد بن ولید جیسے فاتح کے سامنے یہ فقرہ کہا تھا کہ تمہاری خدمات اور فتوحات ان لوگوں کے ہم پلہ ہرگز نہیں ہو سکتیں جو کہ فتح مکہ سے پیشتر ایمان لائے اور نہ انکی ان کے سامنے کچھ قدر ہے پس یاد رکھو کہ امام کے ماننے کا ایک وقت ہوتا ہے اسی طرح کھانا دانی ہے اور اسکے ساتھ ہو کر خرچ کرنیمیں بڑی برکات ہوتی ہیں اور اس خرچ کا یہی وقت ہے اگر تم کرو گے تو خدا اسکا اجر اپنے ذمہ رکھیگا اسکے لیے خدا نے ہر ایک سلیم فطرۃ میں ایک نظیر رکھدی ہے کہ جب کوئی کسی سے سلوک کرے یا نیکی کرے تو ایک سلیم الفطرت انسان کبھی گوارا نہیں کرتا کہ اُسے بدلا نہ دیا جاوے اور دل میں اسکی عظمت گھر نہ کرے تو اب سوچو جسنے فطرۃ میں یہ بات رکھدی ہے وہ آپ کیسے گوارا کریگا کہ کسیکی نیکی کا بدلا نہ دے وہ بڑا غنی ہے اسکی راہ میں اسکی رضامندی کیلیے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے وہ ضرور بدلا دیتا ہے۔ اب لمبے وعظ و نصیحۃ میں کیا کروں۔ میں مجدد یا ملہم یا مامور یا مسیح نہیں ہوں جو ہو اُسے کشتی نوح بنا کر تمہارے آگے رکھدی ہے وہ جدھر بلانا چاہتا ہے ادھر جاؤ دور کنارہ رہا اگر تو سیچ بھی اسطرف نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ مجاہدہ بڑی بڑی خاردار جنگل میں لوہے کے کانٹے ہیں اور دشوار گذار راہیں طے کرنی ہیں نازک پاؤں والے میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ پھر تم اُسے یہ بھی کہتے سنا ہے کہ جس چشمہ پر میں تمکو بلانا چاہتا ہوں ابھی سے ابھی کسینے پانی نہیں پیا اور اسنے یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی باتیں کہنے کے لائق ہیں مگر تم میں انکی قبولیت اور برداشت کا مادہ نہیں پاتا اسلیے نہیں کہتا ہیں اگر یہ سب باتیں تمہارے کام نہیں آئیں اور تمکو نفع نہیں بخشیں تو میرا کورا بیان کیا فائدہ دے سکتا ہے اسلیے تمہارے لیے ضروری ہے کہ اس وقت کی قدر کرو۔ اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہزاروں برس کے انتظار کے بعد بھی نہ ملیگا۔ خرچ کرنیکا اور تقویٰ کے نزکیہ حاصل کرنیکا یہی وقت ہے نفس کا تزکیہ امام کے ساتھ ہو کر مال خرچ کرنے سے بھی ہوا کرتا ہے وہ اب موجود ہے اور اس سے پیوند ہونیکا موقع ہے اگر یہ جاتا رہا تو میرے جیسے وعظ تو کیا ہے ۱۳۰۰ برس سے وعظ ہوتے ہی آئے ہیں دعا کرو اور وقت کا مطالعہ کرو اور خدا سے قوت طلب کرو کہ وہ ان باتوں کی توفیق عطا کرے۔

مثلاً خرچ کرنیکے یہاں بڑے موقع ہیں مہمانخانہ ہے۔ لنگر خانہ ہے۔ کالج ہے۔ پھر بعض لوگ آتے ہیں لیکن وہ بیخرچ ہوتے ہیں انکو خرچ کی ضرورۃ پڑتی ہے بعض دولتمند بھی آتے ہیں اور میں نے اکثر دفعہ لوگوں کو کہا ہے کہ وہ اگر اپنا سامان وغیرہ میرے حوالہ کر کے رسید لیلیا کریں کہ گم نہ ہوا کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتے اور انکا سامان گم ہو جاتا ہے اور امداد کی ضرورۃ انکو آ پڑتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ محض ابتغاء لوجہ اللہ یہاں رہتے ہیں پھر دو اخبار بھی ہیں اگرچہ انکے مہتمم اپنے فرائض کو کما حقہ بجا نہیں لاتے مگر تاہم انکا ہونا غنیمت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے فان لم یصبہا وابل فطل تو ان سب اخراجات کو مدنظر رکھنا اور ان موقعوں پر خرچ کرنا چاہیے جو اہم امور ہیں وہاں اہم اور جو اس سے کم ہیں وہاں کم درجہ بدرجہ ہر ایک کا خیال رکھو

اسوقت اور خرچ کی یہ مثال ہے جیسے ایک کسان تھوڑے سے دانے بو کر اور کھیت کو خدا کے سپرد کر کے چلا آتا ہے اور اگرچہ ان میں سے کچھ ضائع ہوتے ہیں پرندے کھاتے ہیں لیکن پھر بھی منوں غلہ ان سے پیدا ہوتا ہے مگر بے وقت بیج بونے سے وہ پیدا وار محال ہے جو وقت پر بیج بونے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

غرضکہ ہر ایک چاند کو غنیمت جانو اور اپنی بہتری کنبہ کی بہتری خلق اللہ کی بہتری کو ہر وقت مد نظر رکھو اور نیک سلوک سے پیش آؤ اس وقت جو مراتب تمکو مل سکتے ہیں پھر نہیں ملینگے اب ایک پیسہ سے جو کام نکلتا ہے وہ پھر ہزاروں کے خرچ سے نہ نکلیگا خدا سے قوۃ مانگو کہ وہ نیکی کرنیکی اور بدی کو ترک کرنیکی توفیق دیوے جسقدر بچے یہاں بورڈنگ میں پڑھتے ہیں وہ سب ہمارے بچے ہیں انکے لیے دعا کرو کہ بچے علم میں ترقی کریں اور نیک بنیں ۔۔

ایک خط

گذشتہ اشاعت سے آگے

امکا شفہ ایسی قوت ہے جیسا کہ ثبات والی چیز ہے اور جو کشف و تاسیس وہ اپنے معارف، علوم اور قوت ہائے باطن کی وجہ سے لوگوں کے واسطے ایک حجت ہو گئے ہوں اس واسطے پھر کشفی نظارہ کے بعد۔ اب ظاہری نظارہ کی طرف نظر کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ اور ہڈیوں کیطرف نظر کر کسطرح ہم انکو بڑھاتے ہیں پھر ہم اُن کو گوشت پہناتے ہیں یہ حکم تو وحی متلو میں تھا اور عموماً ہر ایک وحی متلو کے ساتھ جو غیب کے متعلق ہو ایک کشفی نظارہ ہوتا ہے جس سے اسکی حقیقت پورے طور پر روشن ہو جاتی ہے (فلما تبین لہ) یعنی جب ان مکاشفات اور الہامات کے بعد ان کو حقائق پر اطلاع ہوئی تب کہنے لگے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ خواب میں حواس ظاہری چیزوں کی طرف سے منقطع ہو جاتے ہیں اسی لیے قرآن مجید نے خواب کو بھی ایک قسم کی موت قرار دیا ہے ایسا ہی کشف میں تمام قویٰ خاص نظاروں کی طرف سے ایسے کھینچ جاتے ہیں کہ موجودہ اور قریبی چیزوں کی طرف سے گویا مردہ ہو گئے ہیں اسی واسطے سو سالہ مکاشفہ کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ نے سو سال اُسکو مردہ رکھا اہل کشف کے لیے یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے مگر ظاہر پرستوں کے نزدیک نہایت ہی حیرت انگیز ہے جسکی وجہ سے بعض مفسرین نے ایک عجیب و غریب قصہ ایجاد کیا کہ جب یرمیاہ کو بیت المقدس کی ویرانی پر افسوس ہوا۔ اور حیران ہوئے کہ اب اللہ اسکو کیسے آباد کرے گا اسپر اللہ نے اُنکو مار دیا اور سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا مرنے سے پہلے اُنھوں نے انجیر کا تھیلا اور شیرہ انگور کا برتن درخت سے لٹکا دیا تھا۔ جب زندہ ہوئے تو وہ ویسے کے ویسے موجود تھے سڑے بسے نہ تھے مگر گدھا جو درخت سے بندھا تھا اُس کی ہڈیاں رہ گئی تھیں جب خدا نے یرمیاہ سے پوچھا کہ تو کتنی مدت رہا۔ اُنھوں نے جواب دیا ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ان کے خیال کی بنا یہ تھی کہ آپ صبح کے وقت سوئے تھے اور عصر کے وقت زندہ ہوئے اسلیے اُن کو ایک ہی دن کا خیال تھا خدا نے فرمایا نہیں تو سو برس پڑا رہا ہے گدھے کو دیکھ کہ وہ سفید ہڈیاں ہو گیا ہے مگر تیری روٹیاں اور شیرہ نہیں سڑے بسے پھر خدا نے یرمیاہ کے روبرو گدھے کو زندہ کیا اور اُسکی ہڈیاں جوڑ کر اُنپر گوشت چڑھایا۔

اس قصہ پر ہمارے **چند اعتراضات** ہیں

(۱) اول تو خلاف سنۃ اللہ جو واقعات ہوں اُن کے ماننے کے واسطے قطعی ثبوت اور یقینی شہادتوں کا ہونا ضروری ہے مگر اسکے واسطے کوئی بھی سند نہیں۔ قاضی بیضاوی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو زندہ ہوا تھا یا تو عزیر تھے یا خضر تھے یا کوئی کافر منکر بعثت تھا۔ جب صاحب قصہ کے نام کا ہی پتہ نہیں تو پھر خلاف سنت اور واقعات کو کیسے تسلیم کیا جائے۔

(۲) دوم ایک نبی کا سو سال تک مردہ رکھنا تقدس باری تعالیٰ اور شان نبی کے خلاف کیونکہ نبی کی روح جو منصب تبلیغ لیکر آیا ہے ایک دم بھی مردہ نہیں رہ سکتی بلکہ ہر وقت علوم اور معارف میں ترقی کرتی رہتی ہے

(۳) سوم نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہوتے ہی عالم قدس میں پہونچکر مقربین رب العلمین میں شامل ہو جاتی ہے۔

(۴) چہارم اسجگہ پر ایک شہر ویران شدہ کی آبادی کا سوال تھا کہ یہ کیسے آباد ہوگا اس کے واسطے تاریخی مثالیں کافی ہو سکتی تھیں یہ کوئی بڑے ادق سوالات میں سے نہ تھا کہ اسکے سمجھانے کے واسطے خداوند کریم کو ایک نبی کو سو سال مردہ رکھنا اور پھر زندہ کرنا پڑا اور گدھے کو مار کر اُس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھانا پڑا۔ کیا نبی کے اطمینان کے واسطے ایک معمولی بات میں خدا کا وعدہ کافی نہیں ہو سکتا تھا

(۵) پنجم۔ آثار زمانہ نے گدھے کو گلا سڑا کر صاف ہڈیاں نکالدیں مگر روٹیاں اور شیرہ ویسے ہی پڑے رہے قرآن مجید نے اس کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں بیان کی۔

(۶) ششم (وانظر الی حمارک) فرمایا ہے اگر سفید ہڈیاں رہ گئی تھیں تو یہ کہنا چاہیے تھا (وانظر الی عظام حمارک)

(۷) ہفتم قصہ میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یرمیا نبی صبح کے وقت سوئے اور عصر کے وقت زندہ ہوئے تھے اسی خیال سے انھوں نے ایک دن کہا مگر سو برس میں تو در و دیوار حجر و شجر اور نشیب و فراز سب بدل جاتے ہیں جب بیدار ہوئے نہ تو وہ در و دیوار ہونگے نہ وہ حجر و شجر اور نہ وہ نشیب و فراز پھر انکے نظارہ سے کچھ نہ سمجھے بلکہ خدا کو سمجھانا پڑا کہ تو سو سال مردہ رہا۔

(۸) ہشتم ایسی لاعلمی سے ثابت ہوتا ہے کہ موت نے اُن کے قویٰ کو بیکار بنا دیا تھا ورنہ عالم قدس سے ہزارہا معارف اور نیکرو لیں آتے۔

(۹) نہم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجکو ہم لوگوں کے واسطے نشان بنانا چاہتے ہیں مگر جو سو سال مردہ پڑا رہا۔ اور اپنے مرنے کی خود اسکو خبر نہیں تو وہ اوروں کے واسطے کیا نشان و حجت و گواہ ہو سکتا ہے

(۱۰) دہم گدھے کی ہڈیوں کو از سر نو جڑتے ہوئے اور اُنپر گوشت چڑھتے ہوئے خود یرمیا نے دیکھا اور کسی نے نہیں اور یہ بھی دوسروں کے واسطے کیا حجت ہو سکتا ہے۔

(۱۱) یازدہم۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سو سال کے بعد وہ پہلے لوگ نہ رہے ہوں اور ان جدید لوگوں میں یرمیا نبی اجنبی ہو گئے ہوں۔ تو جو حجت معروف شخص ہونے میں ہو سکتی تھی وہ اب اجنبی رہنے میں نہ رہی بلکہ انکا یہ ظاہر کرنا کہ میں سو سال مردہ رہا میرا گدھا میرے سامنے زندہ کیا گیا ایک ابتلا کا موجب ہو گیا ایسی خلاف بات سمجھانے کے واسطے بھی ایسا ہی اور معجزہ ان جدید لوگوں کو دکھانا چاہیے۔

(۱۲) دوازدہم۔ قرآن مجید میں ان امور میں سے کسی کی بھی تصریح نہیں موت کا لفظ ویرانی پر خواب پر روحانی قویٰ کے معطل ہونے پر کفر اور بددینی پر غشی پر آیا ہے پس یہ قطعی طور سے کہاں ثابت ہوا کہ یہاں پر موت کے حقیقی معنے مراد ہیں بلکہ سیاق و سباق اس کے منافی ہے اور نیز خداوند کریم نے جو سورہ مومنون میں فرمایا ہے کہ حقیقی موت کے بعد انکا وہ ہے یوم قیامت تک چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون) جس کا بیان ہو چکا ہے یہ آیۃ قطعی قرینہ صارفہ و بینہ قویہ ہے اس امر پر کہ یہاں پر موت سے حقیقی معنے مراد نہیں ہیں۔ ورنہ تخلف وعدہ لازم آوے گا۔ خدا کی باتیں پوری ہوئیں اور پوری ہوں گی۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے لیکن خدا کی باتیں نہیں ٹلیں گی۔ والنظر الی العظام عام ہے۔ اُس گدھے کا نام۔ الف لام اُس تخصیص کیطرف اشارہ کرتا ہے جو ہڈیاں حالت نشو و نما میں ہوتی ہیں سو یہ معروف بات ہے۔

(۱۳) سیزدہم۔ حقیقی موت کے بعد زندہ ہونا اسی عالم میں قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا جہاں احیاء موتی کا بطور اعجاز کے ذکر ہے وہاں روحانی مردے مراد ہیں جنکے اصلاح پذیر ہونے کی کوئی اُمید باقی نہ تھی چنانچہ اسکو اسکے موقعہ پر ذکر کرینگے ان شاء اللہ تعالیٰ اگر واقعی طور پر مردے زندہ ہوتے تو بشر کی مجال نہ تھی کہ مسیح کی ایسی سخت مخالفت کرتا پھر اُن کے حواریین میں کسی مردہ کا داخل ہونا مذکور نہیں جو عذاب قبر اور سزا اعمال دیکھ چکے ہوں اُنکو تو بدرجہ اولیٰ تابع اور محافظ ہونا چاہیے تھا۔ اور اُن کی زبانی تاریخ عالم میں عذاب قبر اور حالات بعد الموت بڑے ذوق شوق اور دھوم دھام کے ساتھ درج ہونے چاہییں تھے مگر کسی معتبر تاریخ میں ایک فقرہ بھی اُن کی زبان سے درج نہیں ہوا یہ واقعات تو سلطنتوں کے عروج و زوال سے بھی زیادہ عظیم اور قابل توجہ مورخین تھے

(۱۴) چہاردہم جبکہ ان آیات سے مشاہدات کشفی کا بیان صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حالات میں ایک عظیم الشان ثبوت ہے پھر اُس کو پلٹ کر غیر فطرت اور خلاف سنۃ اللہ کی طرف لیجانا کیسے جائز اور صحیح ہو سکتا ہے۔

(۱۵) پانزدہم۔ ایسے لغو اور بے بنیاد قصے قرآن مجید کیطرف منسوب کرنے سے بڑا حرج ہے اور (لا تلبسوا الحق بالباطل) کے خلاف عمل کرنا ہے محققین علماء و حکماء اور مورخوں کی نظر میں قرآن مجید کو حقیر کرنا ہے۔

(۱۶) شانزدہم۔ ایسے کرشموں کی ضرورت عام منکرین کو ہوتی ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کو

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

کیا انبیاء عام ہوشیاروں کی برابر بھی نہ رہے کہ اُن کے اطمینان کے واسطے قوانین مستمرہ کو توڑنا پڑا۔

بعض محققین کا قول ہے کہ یہ کشف نہیں ایک خواب تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دکھلایا۔ اور اسکی تائید توریت کتاب حزقیل نبی سے ہوتی ہے چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۷۔ آیت ۱ میں لکھا ہے خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اُس نے مجھے خداوند کی روح میں اُٹھا لیا۔ اور اُس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا۔ اور باب ۱۱ آیت ۲۴ سے اسکی اور بھی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے۔ انجام کار روح نے مجھے اُٹھایا اور خدا کی روح نے رویا میں مجھے پھر کسدیوں کے ملک میں اسیروں پاس پہنچا دیا سو وہ رویا جو میں نے دیکھی مجھ سے اوپر اُٹھ گئی پس جب یہ خواب ثابت ہو گئی تو اب ان آیات کی حقیقت بیان کرتے ہیں خوب غور سے سنو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں جس شخص کے گذرنے کا ذکر ہے وہ حزقیل نبی تھے جو ایک غیر آباد قریہ کے پاس سے گذرے۔ اور اُسکے آس پاس بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی دیکھیں تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کو اللہ کیسے زندہ کر سکتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے اُن کی تسلی کے لیے اُنپر خواب طاری کی اور خواب میں اُن ہڈیوں وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے ہوئے دکھایا یعنی خواب میں یہ معلوم ہوا کہ میں سو سال تک زندہ رہا۔ اور میرے سامنے وہ آباد ہوا۔ کیا وہ انسان جو دہلی میں بحالت خواب پڑا ہے اور خواب میں وہ دیکھتا ہے کہ میں کلکتہ میں سیر کر رہا ہوں۔ سو ظاہر ہے کہ اُسکا کلکتہ میں سیر کرنا عالم خواب میں ہے نہ اس عالم میں۔ سو ایسا ہی اُسکو خیال کرنا چاہیے کہ خواب میں یہ دیکھنا کہ یروشلم سو برس میں آباد ہوا اور سو برس تک میں زندہ۔ یہ قیام۔ اور رکنا اور ٹھہرنا عالم خواب میں تھا نہ اس عالم میں۔ جیسا کہ کلکتہ کی سیر کرنا عالم خواب میں تھا نہ اس عالم میں پھر جب خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے دریافت کیا کہ تم اس عالم خواب میں کتنی دیر تک رہے۔ اُنھوں نے بظاہر عالم کون و فساد کا سوال سمجھا۔ یعنی یہ اُنھوں نے سمجھا کہ اصلی مدت قیام کی نسبت یہ سوال ہے اسی لیے اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ اس حالت میں رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سو سال تک اس نظارہ کو دیکھتا تھا۔ اور یہ بات عالم مثال

کے متعلق تھی پھر جب حزقیل نبی کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سو سال تک سویا رہا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع شک کے لیے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی تھی یعنی عالم مثال کے سو سال تھے اس دنیا کے سال نہیں تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ ابھی سال نہیں گذرا ہوگا گدھے کو دیکھو وہ صحیح تندرست کھڑا ہے وہ مرا نہیں اور نہ دبلا ہوا - ہم نے تو تمہارے لیے لوگوں میں ایک نشان دکھانا چاہا ہے وہ نشان یہ ہے کہ تو ان ہڈیوں کی طرف دیکھ پھر ہم کیسے گوشت و پوست چڑھاتے ہیں جب تو درست کہا میں جانتا ہوں کہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے یعنی اب خوب مجھ پر واضح ہو گیا کہ اسطرح غیر آباد ملک کو آباد اور سرسبز کر دیتا ہے۔

الحاصل یہ اس نبی کی طرف سے ایک پیشگوئی کرائی گئی کہ یروشلم سو سال کے اندر آباد ہوگا چنانچہ اس پیشگوئی کی حزقیل کی کتاب باب ۳۷ - ورس ۱۲ سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے اس لیے تو نبوت کر یعنی پیشگوئی سنا دے اور ان سے کہو کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھو اے میرے لوگو میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تمہیں تمہاری قبروں سے باہر نکالوں گا - اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا - اس پیشگوئی کا ظہور قبل مسیح ۵۳۶ میں کورس کیقباد جسکو قرآن شریف میں ذوالقرنین کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے - دیکھو کتاب یرمیا نبی باب ۱۲ - ورس ۲۵ - ہر مفصل حال تلخیص التواریخ مصنفہ مولوی محمد حسن صاحب امروہی میں لکھا ہے - چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کر دیا تھا - اور قوم بنی اسرائیل جنگلوں اور بیابانوں میں ماری ماری پھرتی رہی جسکی وہ بالکل تباہ ہو گئی تھی اور قرآن شریف میں ان کو ہڈیوں سے نامزد کیا گیا ہے یعنی ان کے گوشت و پوست بالکل نہیں رہے اور صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں یعنی وہ شریعت حقہ سے سراسر محروم اور تمدنی زندگی سے بالکل عاری تھے آخر کیقباد بادشاہ نے یروشلم کو از سر نو آباد کیا - اور ان کو انسان بنایا۔

چوتھی آیت یہ ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ +

ترجمہ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں ہزار موت کے خوف سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے انکو کہا کہ مر جاؤ تم جہالت کی موت سے - پھر ان کو زندہ کیا یعنی ان کو شریعت سکھلائی اور وہ اس لیے کہ اللہ لوگوں پر فضل ہی کرنے والا ہے لیکن بہت لوگ ناشکری کرتے ہیں۔

تم لغت عرب سے معلوم کر سکتے ہو کہ موت کے معنے جہالت کے بھی ہیں یہاں اس آیت میں وہی معنی مراد ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی نسبت ہے اور جنکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قوم کے مقابل میں لڑائی کے لیے حکم دیا تھا - تو انھوں نے انکار کر دیا تھا جس پر حضرت موسیٰ نے ان کے حق میں بددعا کی تھی جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو جنگلوں میں نکالا ہوا تھا اور وہ مدتوں تک حیران اور سرگردان رہے اور وہ ایک موت سے بھاگے تھے مگر جہالت کی موت میں جا پڑے کیونکہ شریعت سے وہ ناواقف ہو گئے - جنگلوں میں کہاں علم - اور کون ان کو سنانے والا تھا انکا مفصل حال سورہ مائدہ رکوع تیسرے میں ہے لہذا اس رکوع کا ترجمہ ہم یہاں لکھتے ہیں تاکہ خوب واضح ہو جاوے +

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم تم ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر کی ہیں - کیا یہ تھوڑی نعمت ہے کہ تم میں نبی بنائے گئے اور تم میں بادشاہ بنائے گئے اور تم کو وہ کچھ دیا کہ آج تک جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا اے میری قوم اب تم ارض مقدسہ یعنی شام کو چلو جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور تم اس امر کے بجا لانے سے پیٹھ نہ دکھاؤ - ورنہ تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے - انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو ایک ظالم قوم رہتی ہے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم نہیں جائیں گے - اگر وہ نکل جائیں تو بیشک ہم داخل ہوں گے ان خائفین میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہا کہ اے لوگو تم دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو جاؤ گے اور جبکہ تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو - انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اے موسیٰ کہ جب تک وہ لوگ وہیں ہیں ہم تو کبھی بھی نہیں جائیں گے تو اور تیرا رب ہی چلے اور لڑائی کرتا پھرے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها فاذهب انت وربك فقاتلا انا هٰهنا قاعدون) تب موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی کا مالک نہیں اس فاسق قوم اور ہم میں جدائی ڈالدے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اس قوم پر چالیس برس تک ارض مقدس و پاک زمین کو حرام کر دیا گیا ہے یہ مارے مارے پھرتے رہیں گے پس ان بدعہد لوگوں پر افسوس مت کر (قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تاس على القوم الفاسقين

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے رسول کی عدول حکمی سے وہ معتوب ہوئے ان کو چالیس سال کے لیے جلا وطن کیا گیا اور وہ مارے مارے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے ان میں علم رہا اور نہ مذہبی معلومات رہی ایک وحشیانہ اور جاہلانہ زندگی بسر کرتے رہے اس زندگی کو جس میں وہ اس حالت میں رہے اللہ تعالیٰ نے لفظ موتوا سے تعبیر کیا ہے چالیس برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انپر رحم کیا اور یوشع بن نون کو ان میں رسول مقرر کر کے ان کو اس وحشیانہ زندگی سے نکالا - اور شریعت کے احکام سکھلا کر از سر نو زندہ کیا - دیکھو توریت کتاب یشوع نبی - باب اول لغایت ۔

یہ کوئی انوکھی بات نہیں تمام انبیاء حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے لوگوں کو جو جہالت اور کفر کی ظلمت میں گرفتار تھے نور شریعت سے منور کر کے ایک نئی اور مطہر زندگی عطا کرتے تھے چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق فرماتا ہے

يا ايها الذين امنوا استجيبوا لله والرسول اذا دعاكم لما يحييكم

یعنی اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں تمہارے زندہ کرنے کے لیے طلب کریں تو مان لیا کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مومن مرے ہوئے تھے جنکو بلا کر زندہ کیا جاتا تھا نہیں نہیں انکا جسم تو مرا ہوا نہیں تھا بلکہ ان کی روح شریعت حقہ کی عدم موجودگی سے مری ہوئی تھی اور صرف شریعت کے احکام کو سننا اور ان پر عملدرآمد کرنا اسکی روح کی زندگی کا موجب تھا۔

قرآن شریف کی آیت زیر بحث میں بھی یہی قسم کی موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ قوم خدا تعالیٰ کے قہر میں آ گئی تھی اور انکو ایک بہت دور و دراز عرصہ تک آبادی سے دور کیا گیا تھا - اور وہ اخلاقی زندگی سے بالکل محروم ہو چکے اور بے نصیب تھے جس سے انکی روح پر موت واقع ہوئی تھی بالآخر یوشع بن نون کے ذریعہ ہدایت پاکر از سر نو زندگی میں داخل ہوئے

پانچویں آیت یہ ہے

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۹

اور جب تم نے ایک نفس کو مارا پس اس نفس کشی میں تم نے نزاع حاصل کیا - اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرنے والا اگر پس ہم نے حکم دیا کہ اسکی بعض باتوں کو بعض کے ساتھ مارو - اور اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کیا کرتا ہے اور تمکو اپنے نشان دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھو اور عقلمندی اختیار کرو۔

اور اس آیت سے پہلے یہ ہے واذ قال موسى لقومه ان الله يأمركم ان تذبحوا بقرة قالوا اتتخذنا هزوا اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو - انھوں نے جواب دیا کہ تو ہم سے کیا مخول اور مسخر کرتا ہے۔

اب ان آیات کی شرح اور مطلب غور سے سنو - چونکہ اس قوم میں حماقت اور جہالت اور سرکشی وہ بہیمی گوسالہ پرستی اور گاؤ پرستی سخت درجہ کی تھی اس لیے موسیٰ کے اس کہنے پر کہ اللہ نے تم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے بے ایمانوں جاہلوں کی طرح حجت پیش کرنے لگے پہلے تو اس صادق کے قول کو مخول اور ٹھٹھا تصور کیا یہ کیسی حماقت تھی کہ موسیٰ اولوالعزم نبی جس کی صحبت میں برسوں رہے ہزارہا نشانات دیکھے پھر جب وہی نبی ایک حکم خدا کا سناوے اور اللہ کا نام لے کر سناوے اور وہ یہ کہیں کہ کیا تو ہم سے مخول کرتا ہے اللہ کے نام سے حکم پہونچانے میں مخول کو مد نظر رکھنا کسی جاہل ہی کا کام ہو سکتا ہے پھر اسکی ماہیت رنگت اور خصوصیت کی بابت سوال کرتے رہے پھر ان کی گستاخیوں اور بیہودہ سوالات کی وجہ سے آخر اس صحیح وسالم خوش رنگ بیداغ گائے کا پتہ دیا گیا جس سے وہ کوئی کام نہ لیتے تھے بلکہ پرستش کی طرح عزت کرتے تھے اس وجہ سے گائے کی پرستش اور اسکی بیجا تعظیم کا دور کرنا مد نظر تھا گائے کے ذبح کرنے میں یہ ایک خاص مصلحت ہے کہ گائے پرست قوموں کو ہمیشہ کے واسطے نظارہ دکھایا جاوے کہ گائے خدا نہیں اگر خدا ہوتی تو اس کے ذبح کرنے والے ہلاک ہو جاتے بلکہ کسی کا ہاتھ اسکو کاٹ ہی نہ سکتا مگر جو لوگ بیعقلی کے ساتھ اس عادت پرانی کو سمجھیں انکی حالت ہے کہ کوئی انسان کو خدا بنا لیتا ہے کوئی پتھروں کو کوئی چاند سورج اور ستاروں کو کوئی پہاڑ و دریا یا سمندر کو الغرض بہت سی کج بحثیوں کے بعد انھوں نے گائے ذبح کی مگر ایسی بیدلی اور مجبوری کیساتھ کہ جس کا عدم وجود برابر تھا - (باقی آئندہ)

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

الحکم

چہ گویم بات تو گر آئی چہار قادیان ہیں | دو ہیں شفا بینی عرض دار الامان ہیں

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عام

خواص و معاونین

ہندوستان سے باہر

غیر مذاہب والوں سے

اپنے سلسلہ کے غیر مستطیع لوگوں سے

نمبر ۳ — دار الامان قادیان ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء — جلد ۸

میرا کام

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بہرزم ازدل وجان وصف یار خود بکنم
من آں نیم کہ تغافل ز کار خود بکنم
بہرزمان بدلم این ہوس ہمی بوشد
کہ ہرچہ ہست نثار نگار خود بکنم
اگرچہ دررہ جاناں چو خاک گردیدم
دلم تپد کہ فدا ایش غبار خود بکنم
روم بگلشن دلدادگاں کزاں باغم
چہ ایکو چاغیرے قرار خود بکنم
رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد
زمانہ را خبر از برگ و بار خود بکنم
تعلقات دلارام خویش بنمایم
ہمائے اوج سعادت شکار خود بکنم
بگوش ہوش شنو از من اے مکفر من
کہ مے گواہ بدیں کردگار خود بکنم
نہ فکر تفرقہ بازہ آ باشتی پردازہ
ذکرنہ گر بہ بر عم گسار خود بکنم
عمارت ہمہ دوناں خراب خواہم ساخت
اگر نہ چشم رواں آبشار خود بکنم
مقیم بر سر راہے نشستہ ام ہر دم
کہ تا گذارش عرضے بیار خود بکنم
بروے یار کہ از بہر قوم مے سوزم
نگر دلش چو دل ریش زار خود بکنم

کلمات طیبات یا ملفوظات امام الزمان حضرت احمدیہ

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

تتمہ تقریر ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے لیکن جہاں تک پیشگوئی کے الفاظ پر غور کرتا ہوں اس میں عسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم ایک ہی بڑی تسلی اور اطمینان کی بات ہے کہ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں میں جانتا ہوں اور اسپر افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس قسم کا نمونہ صدق اور وفا کا عبد اللطیف نے دکھلایا ہے اس قسم کے ایمان کے لیے میرا کانشنس فتویٰ نہیں دیتا کہ ایسے لوگ میری جماعت میں بہت ہیں اسلیے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سبکو اس قسم کا اخلاص اور صدق عطا کرے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو عزیز نہ سمجھیں میں ابھی جماعت میں بزدلی کو دیکھتا ہوں اور جب تک یہ بزدلی دور نہ ہو اور عبد اللطیف کا سا ایمان پیدا نہ ہو یقیناً یاد رکھو کہ وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ یخادعون اللہ میں داخل ہے۔ مومنوں میں وہ اسوقت داخل ہونگے جب وہ اپنی نسبت یقین کر لیں گے کہ ہم مر بیٹے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب دشمنوں کے مقابلہ پر جاتے تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا گھوڑوں پر مردے سوار ہیں۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اب یکدم موت ہی اس میدان سے الگ کریگی۔

اللہ تعالیٰ لاف وگزاف کو پسند نہیں کرتا وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اسمیں ایمان کا کیا رنگ ہے جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا۔ اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ لیکن جب استقامت ہوتی ہے تو پھر انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی دیا جاتا ہے یہانتک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے۔ ظاہری حالت اگر اپنی جگہ کوئی چیز ہوتی اور اسکی قدر و قیمت ہوتی تو ظاہرداری میں تو سب کے سب شریک ہیں۔ عام مسلمان نماز میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک شرف اور بزرگی اندرونہ سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بزرگی ظاہری نماز اور اعمال سے نہیں ہے بلکہ اسکی فضیلت اور بزرگی اس چیز سے ہے جو اسکے دل میں ہے۔ حقیقت میں یہ بات بالکل سچی ہے کہ شرف اور علو اسی چیز کی بات ہے۔

مثلاً ایک شخص کے دو خدمتگار ہوں اور ایک خدمتگار تو ایسا ہو جو ہر وقت حاضر رہے اور بڑی جانفشانی سے ہر ایک خدمت کے کرنے کو حاضر اور طیار رہے اور دوسرا ایسا ہے کہ کبھی کبھی آجاتا ہے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے جو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے آقا کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ محض ایک مزدور ہے جو دن پورے ہوجانے پر تنخواہ لینے والا ہے اور اسی کیلیے کام کرتا ہے اب صاف ظاہر ہے کہ اسکے نزدیک قدر و قیمت اور محبت اسی سے ہوگی جو محنت اور جانفشانی سے کام کرتا ہے نہ کہ اس مزدور سے۔

پس یاد رکھو کہ وہ چیز جو انسان کی قدر و قیمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے وہ اسکا اخلاص اور وفاداری ہے۔ جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مجاہدات کرتے تھے جو رہبانیت سے رستہ باز ہوکر آپکو سلاسل کالکر جگر کے لیے لٹکا رکھتے تھے نہ یکن کیا وہ ان مجاہدات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگئے تھے؟ ہرگز نہیں۔

نامرد بزدل بیوفا جو خدا تعالیٰ سے اخلاص اور وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا اسکا دغا دینے والا ہے وہ کس کام کا ہے اسکی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ ساری قیمت اور قدر وفا و صفا سے ہوتی ہے ابراہیم علیہ السلام کو وہ اسلام حاصل کیا

الانوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔ بسم اللہ

جو شرارت اس درجہ تک ہو وہ کس بنا پر ملا ؟ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے **ابراھیم الذی وفّٰی** ابراہیم وہ ہے جس نے پورے طور سے صدق وفا داری کو دکھلایا۔ گو آگ میں ڈالے گئے مگر انھوں نے اسکو منظور نہ کیا کہ وہ ان کا فرونکو کہدیتے کہ تمھارے ٹھاکروں کی پوجا کرتا ہوں خدا تعالیٰ کے لیے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انھوں نے فی الفور اسکو قبول کر لیا۔ ہر ایک ابتلا کو انھوں نے اسطرح پر قبول کر لیا کہ گویا **عاشق** وصبر تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتلا پیش آئے۔ خویش و اقارب نے ملکر ہر قسم کی ترغیب دی کہ اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم دینے کو طیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنا لینے کو طیار ہیں اگر بیویوں کی ضرورت ہے تو خوبصورت بیویاں دینے کو موجود ہیں۔ مگر آپ کا جواب یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمھارے شرک کے دور کرنے کے واسطے مامور کیا ہے۔ مصیبت اور تکلیف تم دینی چاہتے ہو دے لو۔ میں اس سے رک نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ کام جب خدا نے میرے سپرد کیا ہے پھر دنیا کی کوئی ترغیب اور خوف مجھکو اس سے ہٹا نہیں سکتا۔ آپ جب طائف کے لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تو ان خبیثوں نے آپ کے پتھر مارے جس سے آپ دوڑتے دوڑتے گر جاتے تھے۔ لیکن ایسی مصیبتوں اور تکلیفوں نے آپ کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کے لیے کیسی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور کیسی مشکل گھڑیاں ان پر آتی ہیں۔ مگر ان چند مشکلات کے ان کی قدر شناسی کا بھی ایک دن مقرر ہوتا ہے اسوقت ان کا صدق روز روشن کی طرح کھل جاتا ہے اور ایک دنیا انکی طرف دوڑتی ہے۔

عبد اللطیف کے لیے وہ دن جو اسکی سنگساری کا دن تھا کیسا مشکل تھا وہ ایک میدان میں سنگسار کرنے کے لیے لایا گیا اور ایک خلقت اس تماشا کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ دن اپنی جگہ کسقدر قدر و قیمت رکھتا ہے اگر اس کی باقی ساری زندگی ایکطرف ہو اور وہ دن ایک طرف تو وہ دن قدر و قیمت میں بڑھ جاتا ہے۔ زندگی کے یہ دن بہرحال گذر ہی جاتے ہیں اور اکثر بہائم کی زندگی کی طرح گذرتے ہیں۔ لیکن مبارک وہی دن ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت و وفا میں گذرے فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس لطیف اور عمدہ غذائیں کھانے کے لیے اور خوبصورت بیویاں اور عمدہ عمدہ سواریاں سوار ہونے کو رکھتا ہے بہت سے نوکر چاکر ہر وقت خدمت کے لیے حاضر رہتے ہیں مگر ان سب باتوں کا انجام کیا ہے ؟ کیا یہ لذتیں اور آرام ہمیشہ کے لیے ہیں ہرگز نہیں انکا انجام آخر فنا ہے۔

مردانہ زندگی یہی ہے کہ اس زندگی پر فرشتے بھی تعجب کریں۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ اسکی استقامت اخلاص اور وفاداری تعجب خیز ہو۔ خدا تعالیٰ نامرد کو نہیں چاہتا اگر زمین و آسمان بھی ظاہری اعمال سے بھردیں لیکن ان اعمال میں **وفا نہ ہو** تو انکی کچھ بھی قیمت نہیں کتاب اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک انسان صادق اور وفادار نہیں ہوتا۔ اسوقت تک اسکی نمازیں بھی جہنم ہی کو لیجانے والی ہوتے ہیں جب تک پورا وفادار اور مخلص نہ ہو ریاکاری کی جڑ اندر سے نہیں جاتی ہے۔ لیکن جب پورا وفادار ہو جاتا ہے اسوقت اخلاص اور صدق آتا ہے اور وہ زہریلا مادہ نفاق اور بزدلی کا جو پہلے پایا جاتا ہے دور ہو جاتا ہے۔

اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے یہ آخری زمانہ ہے اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔

اسوقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں اس لیے صدق اور **خدمت**

کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے اب اسکے بعد کوئی موقع نہ ہوگا **بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اسموقع کو کھووے**

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمھیں **صادق** بنا دے۔ اسمیں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنیکے لیے کوشش کرو۔ اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے عبد اللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مد نظر رکھو کہ اس نے کسطرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں کسطرح ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمھارے لئے پیش کیا ہے۔

ہمیشہ ملتے رہو یہ دنیا چند روزہ ہے ایکدن آنا ہے کہ نہ ہم ہونگے نہ تم

اور نہ کوئی اور اور یہ سب جنگل ویرانہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہو گئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے پس اس تبدیلی کو مد نظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور یہی نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنیوالی نسلوں کو تباہ کرو گے۔ انسان کی فطرۃ میں نمونہ پرستی ہے وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو ان کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اٹھائیں گے بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اسکا وعظ کرتے ہیں وہ دوسرونکو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسرونکو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہونچتا ہے۔

ایک مولوی کا ذکر ہے کہ اس نے ایک مسجد کا بہانہ کرکے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا ایک جگہ وہ وعظ کر رہا تھا اسکے وعظ سے متاثر ہو کر ایک عورت نے اپنی پازیب اتار کر اسکو چندہ میں دیدی مولوی صاحب نے کہا کہ اے نیک عورت کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں جہنم میں جاوے اس نے فی الفور دوسری پازیب بھی اتار کر اسکو دیدی۔ مولوی صاحب کی بیوی بھی اس وعظ میں موجود تھی اسکا اسپر بھی بڑا اثر ہوا اور جب مولوی صاحب گھر میں آئے تو دیکھا کہ انکی عورت روتی ہے اور اس نے اپنا سارا زیور مولوی صاحب کو دیدیا کہ اسے بھی مسجد میں لگا دو۔ مولوی صاحب نے کہا کہ تو کیوں ایسا کرتی ہے یہ تو صرف چندہ کی تحریر تھی اور کچھ نہ تھا غرض

ایسے نمونوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہونچا ہے ہماری جماعت کو ایسے باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تم ایسے نہ بنو چاہیے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تمکو ملتا ہے وہ تمھارے منہ کو تاڑتا ہے اور تمھارے اخلاق عادات۔ استقامت۔ پابندی احکام الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو وہ تمھارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے بس ان باتوں کو یاد رکھو۔ تم کلامہ المبارک۔

اس کے بعد حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بعد ادائے نماز عصر گھر کو تشریف لے آئے۔ (ایڈیٹر)

دلائل الخیرات اور دیگر وظایف کی نسبت امام الوقت کی رائے

جناب قاضی آل احمد صاحب رئیس امروہہ نے دریافت کیا کہ دلائل الخیرات جو ایک کتاب وظیفہ کی ہے اگر اسے پڑھا جاوے تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہی ہے اور اسمیں آنحضرت صلعم کی جا بجا تعریف ہے۔

فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بلا مددگی کی ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملا کر وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو۔ وہ محدثات میں داخل ہو گی رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگا دے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اسکے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چلکر اور قسم کا پھول چنتا ہے پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھا دے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے ورنہ پھر سوال ہو گا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اور کسکی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورہ یٰس پڑھو گے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں

قرآن شریف سے اعراض کی صورتیں

قرآن شریف سے اعراض کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک صوری اور ایک معنوی صوری یہ کہ کبھی کلام الٰہی کو پڑھا ہی نہ جاوے۔ جیسے اکثر لوگ مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ قرآن شریف کی عبارۃ تک سے بالکل غافل ہیں۔ اور ایک معنوی کہ تلاوت تو کرتا ہے مگر اس کے برکات و انوار و رحمت الٰہی پر ایمان نہیں ہوتا۔ پس دونوں اعراضوں میں سے کوئی اعراض ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

امام جعفر کا قول ہے واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے کہ میں اسقدر کلام الٰہی پڑھتا ہوں کہ ساتھ ہی الہام شروع ہو جاتا ہے مگر بات معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک جنس کی شے دوسری شے کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔

ب اس زمانہ میں لوگوں نے صدہا حاشیے چڑھا رکھے ہیں شیعوں نے سنیوں سے الگ - ایک دفعہ ایک شیعہ نے میری والدہ صاحبہ سے کہا کہ میں فقرہ بتلاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو تو پھر طہارت اور وضو وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی - اسلام میں کفر بدعت زندقہ الحاد وغیرہ اسی طرح آئے ہیں ایک شخص واحد کے کلام کو اسقدر عظمت دیگئی جسقدر کلام الٰہی کو عظمت دینی چاہیے تھی - صحابہ کرام اسی لیے احادیث کو قرآن سے کم درجہ پر جانتے تھے یکدفعہ حضرت عمرؓ فیصلہ کرنے لگے تو ایک بڑھیا عورت نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک بڑھیا کے لیے کتاب اللہ کو ترک نہیں کر سکتا اگر ایسی بات تو کرتے جنکے ساتھ وحی کی کوئی مدد نہیں وہ عظمت دیجاوے تو پھر کیا ہو مسیح کی حیات کی نسبت جو اقوال ہیں اگر انکو بھی صحیح مان لیا جاوے تو اسلام ... شریعت کے بالکل مخالف ہیں -

مسیح موعود کی ندا مغربی دنیا میں

ایک انگریزی اشتہار مغربی دنیا میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک نشان کے ذریعہ اتمام حجت کی خاطر شائع کیا گیا تھا - انڈیا میں اس کی ایک بھی کاپی شائع نہیں ہوئی - اس کا وہ حصہ جو عام ہے رفاہ عام کی خاطر ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی جماعت کے ایمان بڑھانے کا موجب ہو - ایڈیٹر

زمین جب گناہ اور شرک سے آلودہ ہوجاتی ہے جو انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک کامل الفطرۃ انسان اپنی ذات سے پاک تعلق بخشکر اور اپنے مکالمے سے اسکو مشرف کرکے اور اپنی محبت میں اسکو انتہا تک پہونچا کر اسکے ذریعہ سے دوبارہ زمین پاک و صاف کرے - انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اُس سے پیدا کرلیتا ہے جب وہ بالکل خدا کے لیے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا اور ایک ... آئینہ کیطرح بنجاتا ہے تب اُس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہو جاتا ہے - اس صورت میں وہ بشری اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بنجاتا ہے اور کبھی اُس سے صفات الٰہیہ صادر ہوتی ہیں کیونکہ اسکے آئینہ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے - اور کبھی اس سے بشری صفات صادر ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے - اور ایسے انسان کو دیکھنے والے کبھی دھوکا کھا کر اور صرف ایک پہلو کا کرشمہ دیکھکر اسکو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا میں مخلوق پرستی اسی وجہ سے آئی ہے اور صدہا انسان اسی دھوکہ سے خدا بنائے گئے ہیں مگر ہمارے اس زمانہ میں جس قدر عیسائیوں کا وہ فرقہ جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اس دھوکہ میں مبتلا ہے اسقدر کوئی اور قوم مبتلا نہیں - مسیح سے صدہا برس پہلے جو لوگ خدا بنائے گئے تھے جیسے راجہ رامچندر - راجہ کرشن - گوتم بدھ ہمارے اس زمانہ میں اُن کے پیرو متنبہ ہوتے جاتے ہیں کہ یہ اُن کی غلطیاں تھیں - مگر افسوس حضرت مسیح کے پیرو اب تک اس زمانہ میں بھی خواہ نخواہ خدائی کا خطاب انکو دے رہے ہیں اگرچہ اس خیال کا بطلان ایسا بدیہی تھا کہ کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی

مگر افسوس کہ عیسائی ابھی تک اس زمانہ کی ہوا سے دور بیٹھے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ ایسے لغو خیالات کا زمانہ بھی دن بدن مخالف ہوتا جاتا ہے تو انھوں نے اپنی معمولی طریقوں سے مایوس ہوکر یہ ایک نیا طریق اختیار کیا کہ کوئی ان میں سے الیاس بنگیا اور کسی نے کہا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں اور میں ہی خدا ہوں اس مجمل فقرہ سے مراد میری یہ ہے کہ **لنڈن** میں تو **مسٹر پگٹ** نے خدائی اور مسیحیت کا دعوی کیا اور **امریکہ** میں **مسٹر ڈوئی** الیاس بن بیٹھے اور پیشگوئی کرتے کہ مسیح ابن مریم پچیس برس تک دنیا میں آجاوے گا - دونوں میں فرق یہ ہے کہ ڈوئی نے تو بزدلی دکھلائی اور الیاس بننے میں بھی اپنی پردہ دری سے ڈرتا رہا اور مسیح نہ بنا بلکہ مسیح کا خادم بنا - اور پگٹ نے بڑی ہمت دکھلائی کہ خود مسیح بنگیا نہ صرف مسیح بلکہ خدا ہونے کا دعوی کیا - اب لنڈن والوں کو کسی بیماری آفت مصیبت کا کیا اندیشہ ہے جن کے شہر میں خدا اُترا ہوا ہے مگر میں نے سنا ہے کہ لنڈن میں کچھ **یہودی** بھی رہتے ہیں اس لیے بیشک یہ اندیشہ ہے کہ انکو طبعاً یہ خیال ہوا ہو کہ یہ تو وہی مسیح ہے جو صلیب سے بوجہ غشی کے غلطی کے ساتھ زندہ اُتارا گیا اور پھر موقعہ پاکر مشرقی بلاد کی طرف بھاگ گیا اور اب ایسے طور سے اسکو صلیب دیں کہ کام تمام ہو جائے اور پھر کسی طرف بھاگ نہ سکے اور ساتھ ہی یہ فکر بھی ہے کہ مبادا عیسائیوں کو بھی خیال آجاوے کہ **پہلا کفارہ پرانا** اور بودا ہو چکا ہے اور شراب خوری اور فسق و فجور کی کثرت نے ثابت بھی کردیا ہے کہ اس کفارہ کی **تاثیر** جاتی رہی اس لیے اب ایک نئے **خون** کی ضرورت ہے - سو میں ہمدردی سے کہتا ہوں کہ مسٹر پگٹ کو ان سے چوکس رہنا چاہیے -

الغرض ان دنوں میں جبکہ زمین میں ایسے ایسے جھوٹے اور ناپاک دعوے کیے گئے ہیں اسلیے خدا نے جس کے کام عجیب ہیں **مجھکو پنجاب کی سرزمین** میں پیدا کیا اور **میں جیساکہ خدا نے مجھے فرمایا**

وہ سچا مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا اور میں صرف اپنے **منہ** سے

نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا میری **گواہی** دیتا ہے اُس نے اس گواہی کے پورا کرنے کے لیے صدہا نشان میرے لیے ظاہر کیے اور کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اُس مسیح سے مجھپر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے - میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع ہوکر منعکس ہوا ہے جو اُسکے آئینہ میں ہوا تھا - اگر میں صرف اپنے منہ سے کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر وہ میرے لیے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دے سکتا

میرے لیے اسکی ہزارہا گواہیاں ہیں جنکو میں شمار نہیں کر سکتا

اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں سے ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہیگا یہ فیصلہ جلد کر کہ **پگٹ** اور **ڈوئی** کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کردے کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہوکر تجھسے بہت دور جا پڑے ہیں سو اے ہمارے **پیارے خدا** انکو اس مخلوق پرستی کے زہر سے رہائی بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لیے تیرے تمام نبیوں نے کیے ہیں - ان کانٹوں میں سے ان زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمے سے انکو سیراب کر کیونکہ سب نجات تیری معرفۃ اور تیری محبت میں ہے **کسی انسان کے خون میں نجات نہیں**

اے رحیم کریم خدا ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے اب انپر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھولدے -

اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور **صلیب اور خون مسیح کے خیالات** سے انکو بچالے -

اے قادر کریم خدا ان کے لیے میری دعائیں سُن اور آسمان سے ان کے دلوں میں ایک نور نازل کرتا وہ تجھے دیکھ لیں کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے کس کے قبضہ میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دینگے اور تیری آواز سُنیں گے - پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے تو نوح کے دنوں کی طرح **انکو ہلاک مت کر** کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں بلکہ انپر رحم کر اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لیے کھولدے - ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے - جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لیے بھیجا ہے - سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی **وحی** سے مجھے تو نے **وعدے** دیے ہیں ان وعدوں کو تو پورا کرے گا ضرور کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے -

اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کردے کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بیخبر ہیں

اے قادر کریم میری سُن لے کہ تمام طاقتیں تجکو ہیں -

آمین ثم آمین

ہم اور ہمارے ناظرین

ہم مفصلہ ذیل بزرگوں کے شکر گذار ہیں جنھوں نے دفتر الحکم کے ایک حصہ کے گرجانے پر خصوصیت سے مدد دی تھی - اگرچہ انھوں نے وہ امداد تعمیر دفتر الحکم کے فنڈ میں دی تھی مگر ہم انکی اس امداد سے انکی علمی خیرات کے صیغہ کو وسیع کردیتے ہیں -

منشی عبد العزیز صاحب نے میرٹھ سے ۵ روپیہ اور منشی محمد اسماعیل صاحب نے منشی عبد العزیز صاحب کی تحریک پر ۵ میرٹھ سے روانہ کیے تھے - ہم ان ۱۰ روپیہ کے بالعوض صاحبان ممدوح کی طرف سے ۵ - اخبار ایسے لوگوں کے نام جاری کرینگے جو دو روپیہ پیشگی قیمت بھیجدیں پس یہ نادر موقع الحکم کے ان عاشقان زار کے لیے ہے جو اس کی پوری قیمت پر اسے خرید نہیں سکتے تھے - مگر یاد رہے کہ صرف فی الحال ایک سال کے لیے دو روپیہ سالانہ قیمت پر انکے نام اخبار جاری ہوگا - اللہ تعالٰی ہمارے ایسے معاونین کو نیک کاموں میں بہت کچھ مدد دینے کی توفیق عطا فرماوے آمین

جناب بابو محمد **افضل خان** صاحب کلرک ڈیرہ غازیخان - جناب بابو نذیر الدین صاحب بہامو اور جناب ابو سعید صاحب عرب بجتا پور چوہدری محمد سرفراز خان صاحب رئیس ... خصوصیت سے شکر کے قابل ہیں جو الحکم کی توسیع اشاعت کے کام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں - حضو صاً ابو سعید صاحب عرب جو آج تک الحکم کو بارہ تیرہ خریدار دے چکے ہیں انھوں نے الحکم کو برہما اور آسام کے علاوہ ملیبار اور پینانگ تک پہونچا دیا ہے -

الحکم کہاں کہاں جاتا ہے ؟ ناظرین الحکم کے لیے مسرت

افزا امر ہے - کل مقامات کی فہرست طویل ہے - مختصراً کشمیر سے لیکر راس کماری تک اور پشاور اور سرحد افغانستان سے لیکر برہما اور آسام تک اس کے علاوہ سیلون - تاتار - پینانگ سٹریٹ سٹلمنٹ - مصر - سمالی لینڈ - مشرقی افریقہ تک جاتا ہے

ڈاکٹر رحمت علی مرحوم

ناظرین الحکم ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم کے نام نامی سے خوب واقف ہیں ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ میں ایک عالی ہمت اور مستعد نوجوان تھے افریقہ میں رہ کر انھوں نے اپنے قابل فخر نمونہ سے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی راہ میں ہزاروں روپیہ فراہم کرکے بھیجے -

نیوگ اور طلاق

رسالہ کا عنوان دیکر لاہور کی آریہ سماج اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض ممبران لاہور کے مابین عام جلسوں میں تقریری پیرایہ میں ایک قسم کا مباحثہ ہوتا رہا اور آخر اشتہاروں پر نوبت آ پہنچی۔ انجمن فرقانیہ لاہور کی طرف سے آریہ سماج پر ہر طرح سے اتمام حجت کی گئی۔ اور چار مختلف اشتہار اس سلسلے میں نکلے۔

حال میں پانچواں نمبر ہمارے پاس بغرض اندراج الحکم پہونچا ہے جو اس عنوان سے شائع ہوا ہے "نیوگ اور طلاق پر قطعی اور فیصلہ کن بحث اور نیوگ کے متعلق صاحب مجسٹریٹ پشاور کا فیصلہ" چونکہ اس پمفلٹ کی عام اشاعت کی غرض سے یہ ہمارے پاس بھیجا گیا ہے اس لئے ہم اس کے محفوظ رکھنے اور عام اشاعت کی اصول کو مد نظر رکھکر ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور اس سے یکجائی لطف حاصل کرنے کیلئے اسے بعض دوسرے مضامین کو ملتوی رکھکر ایک دفعہ ہی شائع کر دیتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ انکے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر ان کو اس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

اُن کے طریق و دہرم میں گو لاکھ ہوں فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب

دل میں یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلان وفا نکند این سرائے خام
دنیائے دون نماند و نماند بکس مدام

ہمارے ایک دوست نے آریہ صاحبان کا وہ اشتہار ہمیں دیا جس کو انہوں نے ہمارے اشتہارات نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے آخری جواب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ہم تو اپنے اشتہارات چھپتے ہی سب سے پہلے آریہ صاحبان کے گھروں اور مجلسوں میں بھیجدیا کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے مہربان دوست آریہ اپنے اشتہاروں کو آپ ہی کچھ ایسا خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔ کہ ان کو ہمیں پہنچانے سے شرمندہ ہوتے ہیں یا بخل کیوجہ سے نہیں پہنچاتے لیکن یوں چھپانے سے یہ بات تو چھپ نہیں سکتی بصارت اور انصاف رکھنے والے اصحاب اس بات کو خود محسوس کر کے افسوس ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ آریہ نے ہمارے کسی اشتہار کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف ہمیں اور ہمارے مخدوم و سردار حضرت شمس الضحیٰ کہف الوریٰ فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلعم اور ہمارے محترم امام ہمام مہدی و مسیح مجدد الوقت جری اللہ حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام اور اہل اسلام کے تمام بزرگوں کے متعلق دل آزار اور سخت اور غلاب یافتہ علماء و فضلاء کی کنایۃ صراحت سے توہین کرنے کے لئے مبتذل الفاظ اور مبتذل اور خلاف واقعہ باتیں لکھکر ہماری دل آزاری کی ہے۔ لیکن ہم اُن کی ان دل آزاریوں پر صبر کرتے ہیں۔ ہمیں ان کا آخری خطاب دیکھکر سخت افسوس پیدا ہوا ہے کہ رسم و رواج و قوم و عیال اور دنیا کی محبت نے اُن کو ایسا سرگشتہ اور گرفتار کر لیا ہوا ہے کہ ان کی محبت کے مقابلہ میں اپنی نا بستہ شدہ ناش ملاقی کو ترک کرنے اور اسلام کی مبین اور روشن صداقتوں کو قبول کرنے کیلئے نیک دلی سے آمادہ نہیں ہوتے۔ اور سست مقابلہ کا دعوے صرف زبانی ہی زبانی کرتے ہیں عملاً نہیں۔ اُن کے اس آخری جواب کے بعد ہم نہیں سمجھتے کہ اُن کی طرف سے کوئی اور اشتہار نکلیگا اور کسی طرح سے وہ تحقیق حق کے لئے ضروریات کو ہم پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ خیر انہوں اور جبر سے حق منوانا تو اسلام میں جائز نہیں۔ یہ بات ہم انہیں کیلئے چھوڑتے ہیں۔ البتہ اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہر ایک کے سر پر موت کھڑی ہے۔ اسلئے اس چندروزہ زندگی کیلئے اپنی ... اور ... اڑے رہنا اور اسی کی پاسداری میں ہٹ دھرمی پر تلے رکھ حیلوں اور غلط بیانیوں سے حق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا اپنی ہی جانوں پر ظلم کرنا ہے۔ ہماری نسبت غلط بیانی کرنا کہ ہم کو پہلے ہی توقع تھی کہ جب آپ لوگوں سے کوئی معقول جواب ہمارے اعتراضات کا بن نہیں پڑیگا تو آپ گالی گلوچ اور تہذیب اور شائستگی سے گری ہوئی تقریر اور تحریر پر اتر آئینگے بلکہ خود آریوں کو ہی ملزم ٹھیراتا ہے۔ کیونکہ بفرض محال اگر ہم نے انکو گالیاں نکالی ہیں تو یہ وہی گالیاں ہیں جن کے کھانے کی توقع اور یقین سے انہوں نے ہمکو اشتہارات اور چٹھیات کے ذریعے باوجود ہمارے بار بار کے انکار اور تامل کے اصرار کے ساتھ مباحثہ کیلئے بلایا۔ اور جس نتیجہ کو پہلے ہی یقینی توقع رکھکر انہوں نے ہمیں مخاطب کیا تھا پھر اس سے رنج اور غصہ کہاں بجا ہو سکتا ہے۔ اس کے تو وہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ لیکن ان کی یہ باتیں ہم پر سراسر تہمت ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں سچائی تو ہے نہیں جس کی تائید کیلئے کوئی دلائل قطعیہ ان کے ہاتھ میں ہوں۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک جھوٹ کے نباہنے کیلئے کئی اور جھوٹ اور دھوکہ بازیوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ پس اب بھی حسب عادت طرح طرح کے لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے ہم پر بہتان باندھنا اور تہمتیں لگانا اور خلاف بیانی کرنا شیوہ بنا لیا ہے اسی خیال سے تو ہم نے تحریری مباحثہ کیلئے ان کو عرض کیا تھا کیونکہ زبانی مباحثات میں یہ لوگ اپنی مستمرہ عادت خلاف گوئی سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو دھوکہ میں ڈال سکینگے۔ اور تحریری میں یہ قابو آ جائینگے۔ ناظرین آپ ہی غور کر سکتے ہیں۔ کہ ابھی دون کے دو جلسوں میں ہی ہم ان کے اصرار سے حاضر ہوئے۔ اور ہماری طرف سے مکرم بھائی ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کے نیوگ پر کھڑے ہوکر اعلیٰ درجہ کی مہذب اور شائستہ زبان میں اُن کے مکروہ مسائل کی قلعی کھولی اور ان کے اپنے پریسیڈنٹ مسٹر روشن لعل صاحب بیرسٹر اور پبلک نے صراحت اور کنایہ سے انکی شکست پر گواہی دی۔ اور ... ہونہاں اسبات کا پرزور الفاظ میں ان کے پریسیڈنٹوں کی زبان سے شکریہ ادا کیا گیا کہ احمدی جماعت کی طرف سے نہایت تہذیب اور محبت اور امن سے کارروائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد کوئی تقریری موقعہ ہم سے مقابلہ کا انہیں نہیں ہوا۔ تو پھر ان لوگوں کا یہ لکھنا کہ گویا ہم نے اپنی تقریر میں انہیں گالیاں نکالی ہیں۔ ان کی چالبازی اور خلاف بیانی اور جھوٹ و ساختہ بات نہیں تو اور کیا ہے؟ ہمارے پاس تو انکی چٹھیات موجود ہیں۔ جن میں ان دونوں جلسوں کے بعد بھی بڑے اصرار سے ہمکو بلایا ان کے اشتہارات موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے جلسوں میں ہماری غیر حاضری میں ہمکو مخاطب کیا۔ اگر بفرض محال ہم پہلے گالیاں نکال چکے تھے تو کس عقل اور ہوش سے ہم کو اسکے بعد التجائیں کرتے رہے۔ اب تو ہمکو گالیوں کی تہمت لگائی۔ اور اگر ہم انکار نہ کرتے اور ان کے طلب کرنے پر بھروسہ کر کے جلسوں میں متواتر حاضر ہوتے رہتے تو ممکن تھا کہ کوئی اور سخت مکروہ تہمت ہمکو لگا دیتے۔ ہم موقع اور ضرورت پر ان کی چٹھیات بھی شائع کرینگے۔ منت اور سماجت اور التجاؤں سے گھر پر بلاتے رہنا ہمارے امن اور مہذب اور شائستہ طور پر کارروائی کرنے پر پرزور الفاظ میں اسوقت شکریہ ادا کرنے اور اسکے بعد بھی ہمکو بلاتے رہنے اور ہمارے انکار کرنے (جو انکار صرف اسلئے تھا کہ ان کی نیتوں میں حق جوئی معلوم نہ ہوتی تھی) کے بہت عرصہ بعد اب یہ کہنا کہ ہم نے ان کو گالیاں نکالی تھیں خوب ستت کا وچار ہے۔

اب رہا یہ امر کہ گویا ہم نے اپنی تحریروں میں ان کو گالیاں نکالی ہیں سو ہم نے تو کوئی گالی اپنے کسی اشتہار میں نہیں نکالی۔ گالی کی تعریف تو کسی شخص کے حق میں ایسے توہین اور حقارت آمیز کلمات بیان کرنیکے ہیں جو اسکی نسبت خلاف واقعہ ہوں۔ اگر کسی شخص میں کوئی واقعی نقص موجود ہو تو بنظر اصلاح اس نقص کے بیان کرنیکو گالی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ تو واقعہ اور اصلیت کا اظہار ہے۔ سچی بات کو صاف الفاظ میں بیان کرنیکو گالی کے مترادف اور ہم معنے سمجھ لینا نادانی اور حماقت کی دلیل ہے اسیطرح اگر کوئی شخص اپنے حقوق طلب کرے تو اُس سے اس امر کو بھی گالیاں سمجھنا ظلم ہے۔ اور ہم اس بات کو ناظرین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ وہ خود ہماری اور آریہ صاحبان کی تحریرات پڑھکر انصاف کریں ہم ذیل میں چند امور لکھکر دکھاتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ نیکدلی اور سچی ہمدردی سے لکھا ہے۔ کیا وہ گالیاں ہیں۔

۱۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ آریوں کے نامی مسافر اور دہرم کے اور پیشوا جناب پنڈت لیکھرام صاحب کا آریہ ست کیطرف سے مسلم وکیل منتخب ہوکر ہمارے امام مہدی و مسیح موعود حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کو مقابلہ پر دونوں مذہبوں اسلام اور آریہ دہرم کے منجانب اللہ اور حق اور باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے پیش ہونا اور اخیر میں پنڈت صاحب کی درخواست پر فریقین کا ایک دوسرے کی موت سے متعلق پیشگوئی کو حق اور باطل کے فیصلے کیلئے اسطرح سے قطعی معیار مقرر کرنا کہ جس شخص کی پیشگوئی سچی نکلے اسی کا دین اور مذہب منجانب اللہ اور حق پر ہوگا۔ اور پیشگوئی جھوٹی نکلنے والے فریق کے مذہب پر قطعی ڈگری حاصل ہوگی اور فریق مغلوب کے مذہب کا باطل اور شیطانی ہونا اسی سے فیصلہ پا جائیگا۔ اس پر پنڈت لیکھرام صاحب کا پیشگوئی کرنا کہ مجھکو میرے پرمیشر نے خبر دی ہے۔ کہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی بمرض ہیضہ تین سال کے اندر مر جائینگے اور اس پیشگوئی کا سراسر جھوٹا نکلنا اور حضرت مخدوم کا تا ایندم زندہ ہونا اور پنڈت لیکھرام کا ہمارے مخدوم و مولے حضرت میرزا غلام احمد صاحب کی پیشگوئی کے مطابق باوجود قوی ہیکل اور مضبوط جوان ہونے کے احکم الحاکمین خدا کی سچی اور انتہائی عدالت کے حکم سے مقررہ وقت و یوم و ماہ و سال و طریق سے ہلاک ہوکر اسلام کے قطعی غلبہ اور صداقت اور منجانب اللہ ہونے اور آریہ دہرم کے باطل ہونے پر آسمانی مہر کے لگ جانے اور قطعی اور مستقل ڈگری حاصل ہونے کے بعد بجز ہٹ دھرمی اور ضد اور سینہ زوری کے کونسی معقول وجہ ان کے ہاتھوں میں ایسی باقی رہگئی ہے جس کے حوصلہ پر آریہ دہرم کو خدا اور مخلوق کے سامنے سچا بیان کر سکتے ہیں۔ اس عظیم الشان آسمانی فیصلہ سے ایمانی فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ اور ہم آریہ دہرم پر فتحمند اور منصور ڈگری دار ہونے کی حیثیت میں اپنے فیصلہ اور ثابت شدہ حق کا آریوں سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ تمام مباحثات سے پہلے وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا جواب دیں۔ کہ کیوں اسکو ٹال مٹول میں رکھ رہے ہیں۔ کیا انصاف کی رو سے اسلام پر اس فیصلے کے مطابق ایمان لانے اور آریہ دہرم کو باطل سمجھنے سے گریز کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا جس بات کو خدا نے جھوٹا ثابت کر دیا ہے اس پر اڑے رہنا ست سے پیار ہو سکتا ہے؟ اب ناظرین انصاف کریں کہ ہم نے تو یہ امر حق پیش کر کے اپنا حق طلب کیا ہے کیا اس کا نام گالی ہو سکتا ہے؟

۲۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ اسوقت تک ہمکو یہی معلوم ہو سکا ہے کہ جناب سوامی دیانند جی مہاراج اور پنڈت لیکھرام جی مہاراج اور آریہ دہرم کے دوسرے مسلم پیشوا اور ہادی اور بڑے اور شریمان مہان پرش اور شریمتیوں نے باوجود نیوگ کی ضروریات پیش رہنے کے نیوگ کرنے کرانے کے عملی نمونے نہیں دکھلائے۔ جو اس بات پر گواہی ہے کہ وہ بھی اس پر عمل کرنے سے فطرتاً پشیمان اور متامل تھے۔ سوامی جی مہاراج گرہست کے تعلقات سے الگ رہے۔ اسلئے انہیں اُس غیرت اور شرم و حیا اور ضرورت عفت کا جو ہمارے اہل گرہست کیلئے ضروری ہوتا ہے کچھ ذاتی تجربہ کبھی حاصل نہ ہوا۔ اسی محرومی کیوجہ سے انہوں نے اس نا پاک مسئلہ کو اپنی کتاب میں لکھکر اوراق کو ناپاک کر دیا۔ ہمارے ایمان میں یہ ایک نہایت ناپاک مسئلہ ہے۔ اور اس کا سرچشمہ بھی ناپاک ہے کیونکہ روشنی

ہمر چشمہ سے تاریکی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اگر آریوں کو ان باتوں سے اتفاق نہیں تو مہربانی کر کے وہ ثابت کر دکہائیں کہ (۱) جناب سوامی جی مہاراج نے اپنی مصلحانہ زندگی میں کسی وقت بہت اختیار کیا تہا؟ (۲) ان کو باپ اور بعزت خاندانوں کی ضروریات غیرت وبج وبت وغیرہ کے ذاتی تجربہ سے حس حاصل ہو گئی تہی؟ (۳) انہوں نے غور یا اُن کی اچہا اور بدنیت سے اُن کے خاندان میں کسی نے نیوگ کیا کرایا تہا؟ (۴) اُن سے ان کا نیوگی یادگار ونکا سلسلہ چلا اور ایک یا اُن کے کسی وقت بعد تک ان کے سلسلہ حسب ونسب میں ہونے کا فخر رکہنے والے موجود ہیں؟ (۵) یہ مسلم بات ہے کہ لیکہرام جی مہاراج کو بوجہ اولاد نرینہ نہ ہونے کے اپنے گہر میں نیوگ کرانیکی ضرورت تہی سو باوجود ضرورت انہوں نے کبہی اپنے گہر میں نیوگ کرایا یا خود ہی کہیں کیا اور اسی سے اُن کا سلسلہ اولاد نرینہ چلا؟ (۶) یا زمانہ حال کے نامی آریہ لیڈروں میں سے ہی کسی نے اس پر عمل کیا یا کرایا ہے؟ لیکن جہانتک ہمکو معلوم ہے آریہ صاحبان ان باتوں کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ پہر ہماری بات کو کس عقل سے گالی قرار دیتے ہیں۔ خود اپنے پیشواؤں کی نسبت خلاف واقعہ ایمان رکہتے اور انکو ان باتوں کا متہم کرنا چاہتے ہیں جو اُن میں تہا نہیں۔ یہی گالیاں ہیں جو آپ اپنے بزرگوں کو دے رہے ہیں۔ ہم تو کسی کے بزرگ کو گالی دینا گناہ سمجہتے ہیں۔

اصل میں نیوگ دو لفظوں سے یا نیو اور وگ سے مشتق ہے نے اور نیو اُس محبت اور یارانہ کو کہتے ہیں جو محبت کا مقدر ہوتی ہے۔ اور وگ گائیوں کے گلے کو کہتے ہیں پس نیوگ کے معنے گائیوں کے آپس میں نر و مادہ کو تعلق صحبت کے ہوئے۔ لئے زبان کی عزت بہی تو جبہی بحال رہ سکتی ہے کہ وہ اپنے اکثر الفاظ کی وجہ تسمیہ پیش کر سکے۔ نیوگ کی وجہ تسمیہ میں یہ بات بین طور پر پڑی ہوئی ہے کہ یہ وہ رسم ہے۔ جسمیں گئو والے اچہے سانڈوں سے بچے حاصل کرنیکیلئے گائیوں کو اُن کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور گئو ڈالنے کے عوض میں سانڈ ہونکو پرورش کرتے کہلاتے اور پلاتے ہیں۔ یہ ایک حیوانی رسم ہے۔ انسانوں کیلئے نہیں۔ ہم وید کے مصنفوں کو اس قدر بیعقل نہیں مان سکتے کہ اُن کی اس رسم کو درج کرنے سے یہ مراد ہے کہ گویا یہ انسانوں کے لئے کیہے سوامی جی نے اسکو غلط سمجہا ہوگا کیونکہ اگر فی الواقعہ ویدوں میں اسطرح لکہا ہے تو بجائے اسکے کہ ان کی کچہہ عزت کی جائے ان کو تو جہالت اور فحش کا تو وہ ماننا پڑتا ہے ان آریوں کے قدیم آبا و اجداد مال و ندگ تہے یعنے اُن کی گذران گائیوں پر تہی۔ اور بعضے کچہہ کچہہ کہیتی باڑی بہی کر لیا کرتے تہے۔ گائیوں کے وگ دگلے، ان کی عزت اور ان کا فخر انہیں کی پرورش اور پالنا کرنا ان کا ہنر و تمدن انہیں کی صحبت میں جنگلوں میں انکا بسیرا۔ انہیں کی پیداوار اور ان پر انکا گذارہ تہا۔ چنانچہ کرشن جی کا نام گئو پال مشہور ہے۔ حال جیسے مویشی پرور جنگل لوگوں کی زندگی ان آریوں کی

ہو وہ باقی کا خفیف سا خاکہ یاد کراتی ہے۔ ان لوگوں میں کوئی تمدن نہ تہا قانون نہ تہا۔ اس لئے سب ذرا ترقی کی تو اپنے حسب مذاق وید تصنیف کئے۔ اور اُنمیں وہی حیوانیت کی باتیں لکہیں۔ جو گائیوں کی صحبت میں رہنے سے ان میں بہی داخل ہو گئی تہیں۔ گئو کی معبودانہ عزت اور گئو پالن میں فخر کا اصول اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ وید کی مندرجہ دعائیں اور آرزوئیں بہی تمام گائیوں میں ترقی اور بہتری کے متعلق ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ نیوگ کو مسئلے پر یہ گائے پرور قوم عمل کرتی ہو۔ گو یہ بات بہی ثابت نہیں۔ لیکن اگر یہ بات ثابت بہی ہو تو بہی وہ خود ایک جنگلی اور غیر متمدن قوم تہی۔ اُس جاہلیت اور گئو پالن کے زمانہ کی ان باسی رسوم کو اس تہذیب اور تمدن کے زمانہ میں پیش کرنا جہالت میں داخل ہے۔ گائے کو گئو ماتا کہا جاتا ہے لیکن یہ اس لئے نہیں کہ اُس کو حقیقی ماں سمجہا جائے اور اس کی عادات اور رسوم اور فطرت کو وراثت سمجہہ کر اپنے لئے قاعدہ بنا لیا جائے۔

سوامی جی مہاراج خود اکثر بن باس خلوت اور تنہائی میں بر بیچاری غور و بچار کرتے رہے۔ اور اس نئے زمانہ کی تہذیب اور شائستگی اور ترقی سے انکی اخلاق و معاشرت پر کچہہ اثر نہ ہو سکا کثرت سے ویدوں کی مطالعہ میں مستغرق رہنے کی وجہہ سے ان کے دل پر بہی اسی قدیم آریہ گئو پالن زندگی کا نقشہ گہرا جم گیا اور اسی کے آثار کی لوگونکو تعلیم کرتا شروع کر دی۔

۳- ہم نے لکہا تہا کہ تمام دیسی اقوام جن میں ہم اور آریہ شامل ہیں ایک دوسرے کی اعضا اور ہمسایہ ہیں۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوتے ایک دوسرے کی شادی و غمی کے کلاج و کام سنوارتے ہیں۔ ہمارے سامنے اور شرکت سے کئی آریہ بیاہ ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ بیاہ کیطرح نیوگ بہی علے الاعلان ہونا ضروری ہے۔ الا وہ ناجائز متصور ہوتا ہے مخفی طور پر نیوگ نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سوامی کے اصول سے ہی حرامکاری ٹہہرتی ہے آج تک ہمنے کسی آریہ گہرانے میں کسی کو نیوگ کرنے کرانے کا انتظام کرتے نہ دیکہا اور نہ سنا ہے۔ ہماری مخالفت نیوگ سے صرف اس لئے ہے کہ یہ ایک مکروہ بدکاری خیز رسم ہے۔ اور اس کے اعتقاد اور ارتکاب سے انسان فواحش کا مرتکب ہوتا ہے۔ ہم تو اپنے ہموطن اور ہمسایہ آریونکو ایسے گند میں غرق ہوتا دیکہہ نہیں سکتے ہمیں سچی ہمدردی اسبات پر مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم آریونکو اس سے روکیں لیکن یہ دیکہہ کر کہ آریہ فی الواقعہ نیوگ پر عمل نہیں۔ ہمکو بڑی خوشی ہوتی ہے کیونکہ ہم دیکہتے ہیں۔ کہ جس مراد کے لئے ہم سچائی کو آریوں کے پیش کرتے ہیں وہ مراد ہماری حاصل ہے اور ان کی اپنی فطرتیں ہی ہماری تائید میں اُن کو نیوگ سی بلا سے باز رکہہ رہی ہیں

یہ تو ظاہر حال ہے۔ لیکن انخفاء عالم الغیب نہیں ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی رکیک تاویل سے ہمسایہ قوم سے سوشم کے مارے آریوں نے مخفی نیوگ کو جائز بنا لیا ہو۔ کیونکہ اُن کا اپنا اختیار ہے۔ اور خفیہ طور سے نیوگ کرتے کراتے ہوں اسلئے اسکی اصلیت دریافت کرنیکی غرض سے ہم نے آریہ صاحبان کی خدمت میں ادب اور عاجزی سے درخواست کی تہی اور اب بہی باادب زور سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ہم پر اسقدر مہربانی کریں کہ ایک ایسی فہرست مرتب کر کے شائع کریں جسمیں دو تین سو معزز لیڈنگ آریوں کے گرامی نام مع مفصل پتہ کے لکہے ہوں جنہوں نے آپ یا اپنے گہروں میں نیوگ کیا یا کرایا ہو۔ کس کس کے ساتہہ نیوگ کیا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اسی طرح مفصل پتہ کے ساتہہ دو تین سو ایسے بہاگوان بیریوں کے نام بہی اس فہرست میں درج کریں جو اپنی اس چوتہا ورعلی اور اخلاقی رسم سے فیضیاب ہوئیں اور ان کی فیضیابی کا نتیجہ کیا ہوا۔ اور ساتہہ ہی اس کے تین چار سو نیوگ زادہ بچوں کے نام بہی لکہہ دیں۔ ناظرین انصاف کریں کہ کیا ایسی درخواست کرنا گالی ہے؟

۴- مشاہدہ اور تجربہ ہی ایک شے ہے جس کے ذریعہ سے انسان کسی امر کے یقینی نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے خشک خیال اور لاف گزاف بالکل بے سود ہوتے ہیں۔ اسوقت تک اور آئیندہ اسوقت تک جب تک کہ مذکورہ بالا فہرستیں شائع نہ کریں ہم یہی سمجہتے ہیں کہ نیوگ کے متعلق آریونکو خود کچہہ تجربہ اور مشاہدہ حاصل نہیں صرف طبع آزمائی کی غرض سے یا نادانی سے خیالی لاف گزاف کر رہے ہیں۔ جائے غور ہے کہ جس نیوگ کے متعلق اپنا اور اپنی قوم کے اکابر کا کوئی تجربہ اور مشاہدہ پیش نہیں کرتے اور جس کے عمل ارتکاب کے خود بہی قابل نہیں۔ اور کوئی نمونہ اور نتیجہ نہیں دکہلا اور جس کا کوئی عملی وجود ہی ثابت نہیں کرتے اسی کے قابل عمل ہونے پر مباحثہ کرنے کیلئے ہم کو اور دوسرے لوگوں کو بلاتا کس راستبازی اور عقلمندی اور حق شناسی پر مبنی ہو سکتا ہے سوائے دو دانچ زبان کے اُن کے وجود کی کیٹی کے تمام جوارح اور ممبر اور اعضاء تو ہماری تائید کا ثبوت دے رہے ہیں یہ تو مسلم بات ہے کہ نیوگی ضروریات تو ہمیشہ آریہ گہروں میں رہتی ہیں اور شاید ہی اُن کا کوئی خاندان نیوگ کی کسی نہ کسی ضرورت سے کسی وقت خالی ہو۔ تو باوجود ضروریات میں محیط ہونیکے نیوگ کو عملاً کرنے سے گریز کرنا اور اس سے فائدہ نہ اٹہانا ہمارے ہاتہہ میں انکی شکست کی ایک زبردست دستاویز ہے۔

پیارو! خود تو تمہاری نیچر اسکو گندہ اور ناپاک اور مجرمانہ کام سمجہہ کر اس پر عمل کرنے سے شرمندہ ہے۔ اور تم کسیطرح سے اپنی قوم میں عملی رواج ثابت نہیں کر سکتے تو اسکے تو بہی معنے ہیں کہ نادان لوگوں کو دام تزویر میں لاکر مذہبی آڑ میں بے قید عیاشی کا لائسنس حاصل کر لیا جائے۔ اور اسی کی طفیل کفایت شعاری سے مزے اڑانا نصیب ہو۔ اگرچہ ممکن ہے کہ چند عقلمند عیش پسند جوانوں کا نیوگ کو مسئلہ کا ایڈوکیٹ بن کر اسکی ترویج کیلئے کوشش کرنا کسی ایسی غرض کیلئے ہی ہو لیکن ہم ان پر اسقدر بدظنی کرنا نہیں چاہتے۔ اتنا ضرور سمجہتے ہیں کہ در اصل نیوگ کو خود ہی ایسا گند جانتے ہیں کہ اول تو کرتے نہیں اور اگر کرتے بہی ہیں تو بہی اُس کو ایسا گندہ سمجہتے ہیں کہ ہمارے سامنے عملی گواہی پیش کرنے سے نادم ہیں۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت اس کو ست سمجہتے ہیں۔ اور اسپر عمل نہیں کرتے تو آریہ نیم کے رو سے دہرم سے دور اور است کرنے والے ٹہرتے ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ ہر کام سے پہلے آریہ صاحبان ہماری مطلوبہ فہرستیں شائع کریں۔ تاکہ ہمکو بہی ان کے عملی نتائج اور فوائد اور نقصانات کے موازنہ کرنے کا موقعہ میسر ہو۔ زبانی لاف گزاف پر تو آپ لوگ بہی مباحثہ کرنا بیعقلی سمجہتے ہونگے اس پر بحث ہو ہی کیسے سکتی ہے۔ اب عرصہ قیل و قال میں بہت گذر چکا ہے۔ اسلئے ہم آریہ اصحاب کو ایک ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس اثناء میں آریوں نے یہ فہرستیں مکمل اور مستند طور پر شائع نہ کیں تو اس کے یہی معنے ہونگے۔ کہ وہ جہوٹے ہیں۔ اور ہماری فتح کی ڈگری اور ایک اُن پر ہو جائیگی۔ اور پہر ہمکو حق حاصل ہوگا۔ کہ اس کو آریوں پر حجت پیش کریں۔ اور پبلک کو اس سے مطلع کریں۔ اس کے فیصلہ ہو جانیکے بعد ہم مباحثہ کو بہی طیار ہونگے۔ کہ اگر آریہ صاحبان اسقدر ثابت کر دیں۔ کہ آریہ ڈیبیٹنگ کلب لاہور کے ممبروں نے ذاتی طور پر نیوگ کا تجربہ کر لیا ہے اور جن عورتوں کا جن مردوں سے نیوگی سنجوگ ہوا اُن کا مفصل نام و پتہ و اولاد وغیرہ ایک مستند فہرست میں شائع کریں۔ تو پہر بعد تحقیقات ہم اپنے خیالات اور نتیجہ تحقیقات کو نیک نیتی سے عرض کر دیں گے۔ لیکن اگر اس سے ہی گریز کریں تو پہر انصاف نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کو نساگوشہ انکو جگہہ دے گا۔ اور کس منہ سے نیوگ اور آریہ دہرم کا نام لینگے۔ ناظرین غور کرو کیا یہ گالیاں ہیں یا واقعات کا اظہار؟

۵- کتاب ماننے والی قومیں اتنا تو جانتی ہیں کہ عورت اور مرد میں بیاہ کا ہی سنجوگ جائز ہوتا ہے جو مسلہ کتاب کے مطابق کیا جائے آریہ بیاہ بہی وہی جائز ہو سکتے ہیں۔ جو اُن کے وید کے مطابق ہوں۔ جو تعلقات وید کے مطابق نہیں وہ اور اُنکے تمام نتائج اور اولاد وغیرہ بہی ناجائز ہی ہوتے ہیں۔ آریہ صاحبان نیوگ کے عملی ثبوت کے مطالبہ کے جواب میں ہمیشہ یہ پیش کرتے ہیں کہ زمانہ حال کے آریہ بیاہ ویدوں کے مطابق نہیں ہوتے۔ اور اسلئے

جاتا۔ آریون کی یہ ایک ایسی نامعقول
دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ تمام آریہ گویا
ے ہین۔ اور ان کی تمام اولاد ناجائز ہے
ان لوگون کی عقلون پر کیسا پردہ
کہ اپنی قوم کا بھی حیا نہین کیا۔ ہر حیثیت
ہین کے انسان اُن مین موجود ہین بڑے
معزز اور شریف بھی ہین۔ اُن سب کی نسبت
ہین کہدی ہین جن کا یہان اعادہ کرتے بھی
شرم آتی ہے۔ ہمین تو گالیان دی ہی تہین
اپنی قوم کو بھی دہر دبایا۔ ناظرین غور کرین کہ
ن نکالنے کے مجرم وہ الزام کا کون ملزم ہوتا
ہم یا آریہ صاحبان ؟

۶- اشتہار ع مین جسقدر حوالہ جات ہمنے درج
ہین۔ وہ اسی کتاب ستیارتھ پرکاش سے ہین
پر "مستند" لکھا ہوا ہے۔ آریون نے چالاکی
ہوکر دہی سے یہ لکھا ہے۔ کہ گویا ہمنے حوالون
مین تصرف کیا ہے۔ سو! اے ناظرین باانصاف
ستیارتھ پرکاش کو لیکر ہمارے اشتہار کی
عبارتون کو اس سے مقابلہ کرکے دیکہ لو۔ اگر ہمنے ایک
لفظ بھی اپنی طرف سے ملایا ہو یا معنے مطلب بگاڑی
ہون تو بیشک ہم ملزم ہیں۔ ہان البتہ اس قدر تو ہر ایک
انسان جانتا ہے۔ کہ حوالہ دینے کیلئے ساری کتاب
کی نقل نہین لکہی جاتی۔ نفس مضمون کے متعلق جسقدر
ضروری ہوتا ہے ایسے طریق مین کہ مصنف کا منشا
فوت نہو اقتباس کرکے لکہنا دیانتداری کا کام ہے
سو اسطرح ہمنے مصنف کے منشا کو رعایت رکہکر
مضمون کے متعلق جتنا ضروری تہا لکہہ دیا تہا
[illegible] صاحب یہ ثابت کر سکتے ہین۔ کہ ہمنے
[illegible]ون مین اپنی طرف سے کوئی تصرف کیا ہوا
[illegible] بار کہتے ہین۔ کہ اُن عبارتون مین جو ہمنے
[illegible] کے لئے نقل کی ہیں اپنی طرف کا ایک حرف بہی
کم اور زیادہ نہین کیا۔ ہان اگر اس مستند کتاب
کے سوا کوئی اور کتاب مستند ستیارتھ پرکاش
آریہ صاحبان کے پاس ہے تو مہربانی کرکے یا تو
اس مین سے وہی عبارتین نقل کرکے شائع کردین
جو ہم نے لکہی ہین یا وہ کتاب ہمارے پاس بہیجدین
ہم اسی سے عبارات نقل کرکے دوبارہ شائع کردین
گے۔ اور اس کے لئے آٹھ روز کی میعاد مقرر کیجاتی
ہے۔ اگر آٹھ روز مین دونون باتون میں سے آریہ
صاحبان نے کوئی بات نہ کی تو ناظرین انصاف کرین!
کیا یہ گالی ہے ؟

۷- یہ بات عام طور پر مشہور ہو چکی ہے۔ کہ آریہ
صاحبان نے رُملی اور ابراہیم جیسے چند بازاری [illegible]
ساتھ ملا کر طرح طرح کی باریک اور مخفی چالاکیون سے
مسلمانون کے تمام فرقون کے معزز اور مسلم علماء اور
فضلاء اور انجمنون کی توہین کی۔ اور مقدس اور مطہر
اسلام کے برخلاف شرارت کی نیت سے منصوبے
بنائے۔ کہین ان سے جہوٹے اشتہار نکلوائے
اور کہین انکو شہ دیکر اپنی مجلسون مین معزز اور خطاب
مسلمانون کو ان سے گالیان دلوائین۔ کہین ایک
[illegible] مسائل بیشہ سیلم کر مولوی اور وکیل اسلام کے خانہ
بانہ خطابات دیکر مسلمانون کا دل دکہایا۔
آریہ لوگ ایسی حرکتین تمام مسلمانونکی توہین کی نیت
سے کررہے ہین۔ اور اس بیہودگی پر اسقدر مُصر ہین
کہ اب تک بہی ان باتون سے باز نہین آتے۔ باوجودیکہ
مسلمانون کے تمام معزز فرقون سُنی شیعہ۔ غیرمقلد وغیرہ
کے مسلم اور مستند علماء اور لاہور کی تمام مسلم اور
مستند انجمنون نے صاف لفظون مین لکہدیا ہے
کہ ابراہیم کسی فرقہ یا انجمن کیطرف سے وکیل اسلام
نہین۔ لیکن پہر بہی آریون نے اپنے اشتہار مین
لکہا ہے۔ کہ اب تک وہ ابراہیم کو وکیل اسلام ہی
تسلیم کرتے ہین۔ اس منصوبہ کو تقویت دینے کے
لئے انہیں نکھو اور مسلمان نام کی ایک انجمن بنوالی ہے
جس کا نام حامی اسلام رکہہ لیا ہے۔ لاہور مین کوئی
مستند انجمن حامی اسلام مسلمانون کے کسی فرقہ کی
موجود نہیں۔ اور یہ منصوبہ بہی ہمارے اشتہار ۲ کے
کے بعد بنایا ہوا ہے *

ہم تو حیران ہین۔ کہ ان پڑہے لکہے آریونکو کیا ہوا
کیون خدا سے مقابلہ کی ٹہان لی ہے۔ ان کی عقلین
کہان گئین۔ صداقت ایسی شرارتون سے تو حاصل
نہین ہوسکتی۔ ناظرین ذرا غور سے آریہ صاحبان
کے پہلے اشتہار کی سطر ۲۴ و ۲۵ پڑہکر دیکہیں
کہ اُس مین صاف لفظون مین لکہا ہے کہ "آپ کا یہ ظاہر
کرنا کہ آپ تمام اہل اسلام کے وکیل بن کر ہم سے
مباحثہ کرنا چاہتے ہین۔ ہم ماننے کیلئے ہرگز
تیار نہین جب تک کہ اہل اسلام کی کم سے کم
دو چار مستند انجمنون کی طرف سے اس امر
کے ثبوت مین آپ تحریرات شائع نکراوین"۔
اسمین آریون نے آپ ہی ایک اصول قائم کیا ہے
کہ ان کے نزدیک وکیل اسلام وہ شخص ہی تسلیم
ہوسکتا ہے۔ جس کی وکالت کے ثبوت مین دو
چار مستند انجمنون نے پہلے سے تحریرات شائع
کردی ہون۔ یہی ایک ضروری اور اقل معیار
اسلامی وکالت کے لئے انہون نے خود مقرر کیا ہے
تو اب اگر ان صاحبان مین کچہہ بھی غیرت اور حیا
اور حق پروری کا خیال ہے تو وہ ثابت کرین۔ کہ
انہون نے ابراہیم کو وکیل اسلام اسلئے تسلیم کیا ہے
کہ اسکی وکالت کے ثبوت مین دو چار مستند انجمنون
کیطرف سے ان کے تسلیم کرنے سے پہلے ایسی تحریرات
شائع ہوگئی تہین کہ گویا انہون نے ابراہیم کو اسلام
کی طرف سے ان کے ساتھ مباحثہ کرنیکے لئے وکیل
منتخب اور منظور کیا ہے۔ اور ہم یقیناً کہتے ہین کہ لاہور
کی ایک بہی مستند انجمن کیطرف سے کوئی ایسی تحریر
شائع نہین ہوئی تو باوجود اسبات کے پہر بہی انکا
ابراہیم کو وکیل اسلام اور مولوی لکہنا کس ایمانداری
اور حق پروری پر مبنی ہوسکتا ہے۔ ہم اسوقت
آریونکو چیلنج کرتے ہین کہ وہ دو چار مستند انجمنون
کی طرف سے ایسی تحریرات شائع شدہ پیش کرین
اور اگر وہ پیش نہ کرین گے اور ہرگز وہ پیش نہ
کرسکینگے تو اے اہل انصاف! یاد رکہو کہ ان لوگون
کی نیتون مین مفسدہ پردازی اور شرانگیزی
کے سوا اور کیا ہے۔ اور اُن پر اور ان کے طریق
وہ ہر پر منصوبہ بازی اور باطل ہونے کی ایک
اور مہر لگ گئی ہے۔ کیا کوئی آریہ ہے جو ایسی
تحریر پیش کرکے اس سیاہی کو چہرے سے دور
کرسکے! ہمکو آریون کی اس دستاویز نے
حق دیدیا ہے۔ کہ ہم انکو خلاف گو کہین۔
اے آریہ دوستو! سوچو! کیا یہ حق جوئی اپکی
ہے ؟ حق سے مقابلہ کرنے سے آپ کو یہ
خفت اور شرم اٹھانا پڑی۔ اب بھی باز
آؤ اور حق سے فائدہ اٹھاؤ *

۸- جو لوگ علے الاعلان فواحش اور زناکاری
کرتے ہین۔ اُن سے کون عقلمند تعارض کرتا
ہے۔ آریہ صاحبان اگر یہ دکہلادین کہ وہ
علے الاعلان نیوگ کرتے ہین۔ تو ہم بہی انکو کیونکر
تعارض نہ کرین گے کیونکہ نیوگ ہمارے ایمان مین
زناکاری ہی ہے۔ خلافت اور وراثت
انسانی خاصہ ہے۔ جس کے لئے اس کو دوسرے
حیوانون سے امتیاز حاصل ہے۔ اسی لئے تحقق
وحفاظت نطفہ فطرتاً لازمی ٹہیرکر انسانی حقوق
کے بچاؤ کا ایک ہی ذریعہ ہے اور اسی لئے
اس کی خلاف ورزی سخت ظالمانہ حق تلفی
ہونیکی وجہ سے زناکاری نام رکہاتی ہے۔ اور
حکومت اور قوم کی طرف سے سخت عقوبتون
سے قابل سزا ٹہیرتی ہے۔ نیوگ مین
تحقق وحفظ نطفہ کے اصول قائم نہیں رہتے
اور اسی لئے یہ زناکاری ہے۔ قانون سرکاری
کے رو سے بہی بیاہی عورت کا اپنے خاوند
کی موجودگی مین اُس کے سوا کسی غیر سے کسی
حالت میں ہمبستری کرنا زناکاری ہے۔ اسی
کے متعلق صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع
پشاور نے بمقدمہ مہرچند بنام گنگا بشن وغیرہ
مورخہ دسمبر ۱۹۰۳ء کے فیصلہ مین لکہا ہے
"استغاثہ یہ بہی بیان کرتا ہے۔ کہ کتاب مذکور
کے صفحہ ۹۰ پر لکہا ہے کہ دیانند کے پیرو زناکار
ہین۔ اور چونکہ مستغیث بہی دیانند کا ایک
مرید ہے۔ اس لئے اس بیان سے اسکی بہی توہین
ہوئی ہے۔ اصل کتاب کی عبارت یہ ہے
"**اب اس فن زناکاری کے استاد
(دیانندجی) کی تحریری ہدایات
کے مطابق یہ دیانند کے پیرو
زنا کرین اور کرائینگے**"۔ اسبات سے
انکار نہین ہو سکتا کہ دیانندجی کی خاص
مذہبی کتاب ستیارتھ پرکاش مین ہمبستری
کے متعلق ہدایات درج ہین۔ اور مستغیث
بہی اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اُس کا اس
مسئلہ پر ایمان ہے۔ جسمین ایک بیاہی عورت اپنے شوہر
کی زندگی مین اسکے سوا غیر بیاہے مردون سے
ہمبستری کرسکتی ہے۔

یہ رسم بیشک زناکاری ہے

ملزم نے نیک نیتی کے ساتھ صحیح واقعہ بیان
کردیا ہے کہ دیانندجی کے پیروؤن نے
مذکورہ مسائل پر ایمان لاکر اب زناکاری شروع کردی
ہے اور اگر وہ اسی ایمان پر قائم رہے تو زیادہ
زور سے زناکاری کا ارتکاب کرنے لگ جائینگے
پس نیوگ ستمہ زناکاری ہے۔ اور جس کتاب مین اس کی
ہدایات درج ہین وہ کتاب بہی فحش آموز ہے۔ آریون
نے ہم پر گالی نکالنے کی جہوٹی تہمت لگاتے ہوئے
ذرا شرم نہین کی کہ گالیان تو نیوگ کا نام پبلک کے
سامنے لینا ہے۔ زناکاری کے حامی خود زنا کرتے
کراتے رہین تو خیر ہے۔ لیکن اگر وہ دوسرے لوگون
پر طرح طرح کی اغوا آمیز تحریرون سے اس کا اثر ڈالیں
اور ان کو اور اُن کی عورتون کو اس کے مرتکب
ہونے کی ترغیب یا نصیحت کنایۃً یا صراحتاً سے
کردین تو وہ اغوا اور توہین اور بدچلنی اور بد
اخلاقی پہیلانے کے مرتکب ہونے کے مجرم ہیں۔
یہی حال آریون کا ہے۔ کہ نیوگ کے زناکاری مین
مبتلا کرنے کیلئے مختلف قسم کے حیلون سے لوگون کو
اغوا کر رہے ہین۔ زناکاری کے حامی اور مرتکب
اخلاقی دنیا مین کسی شرافت اور حیثیت کا دعوے
نہین کرسکتے *

ناظرین غور کرین۔ کہ یہ لوگ جو تمام ہندوؤنکو
زناکار بنانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ گالیان نہیں ہین۔

۹- اسبات کو تو ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ انسان
کا ابتدائی نام نطفہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد جنین
پہر بچہ وغیرہ نام رکہاتا ہوا اپنے عمر کے سب مرحلے
طے کرتا ہے۔ اور اس بات سے بہی اکثر لوگ واقف
ہونگے۔ کہ تشخیص وتعزیر جرائم میں سیاسی طور پر
ہر ایک جرم کی عظمت اور خفت کی رعایت بہی
بیجا سمجہی گئی ہے۔ ایک پیسہ چوری کرنے والا بہی
چور اور لاکہہ روپیہ چوری کرنیوالا بہی چور کہلاتا
اور سنگینی جرم کے لحاظ سے سادی سزا پاتا
ہے۔ انسان فروشی کے جرم مین نطفہ سے لیکر
اخیر عمر تک انسان کا خرید وفروخت کرنا انصافاً
شامل ہین۔ اور اسی اصول پر برٹش گورنمنٹ نے
بہی نطفہ سے لیکر اخیر عمر تک انسان کی حفاظت
کے لئے قوانین نافذ کئے ہوئے ہین۔ اسی معقول
گورنمنٹ نے اسقاط حمل اور قتل کا قانونی انسداد
بہی اسی واسطے کیا ہوا ہے۔ نیوگ تو فی الواقعہ
انسان فروشی ہی ہے۔ اس مین ایک جوان تہوڑی
سی مٹھائی یا روپیہ یا لذت کے عوض مین اپنا پیارا
لخت جگر جس کا ابہی نطفہ نام ہے۔ کسی دوسرے
کے ہاتہہ اس کی بیوی سے ہمبستری کرنے فروخت
کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی قطعی بیع ہوتی ہے۔ کہ
پہر ایک دوسرے یعنے حقیقی والد و مولود کا باہمی
کوئی تعلق نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور دونوں ایک
دوسرے کی راحتون اور خوشیوں اور فائدون
سے ہمیشہ کیلئے منقطع اور محروم کردئیے جاتے
ہیں۔ دونون کے حقیقی حقوق پر ایک غاصبانہ
اور ظالمانہ حملہ ہوتا ہے۔ اسلئے نیوگ جسکا دوسرا
نام **انسان فروشی** صحیح ہے۔ انسان کو حقیقی
حقوق سے ظالمانہ اور غاصبانہ طور پر محروم کرنیکا
ذریعہ ہے۔ اور تہذیب اور انسانی شرافت

اور بے اور پت اور غیرت اور عقل اور اصول تمدن جمہور اور حق شناسی اور حقیقت اور سچائی کے سراسر خلاف ہے +

۱۰- نیوگ بلحاظ اپنی کیفیات کے محافظ سے زناکاری اور انسان فروشی وغیرہ جرائم کی ہم شکل ہے - اگر اس کو صرف اولاد لینے کے بہانے سے جائز قرار دیا جائے - تو ہر قسم کے جرائم اور سماجی اور بداخلاقیوں اور ظلموں کو مختلف قسم کے حیلوں اور بہانوں کی بنا پر جائز ٹھیرانا اور رواج دینا پڑے گا - اور اس لئے اس ایک جرم کا رواج ہزارہا جرائم کا دروازہ کھول دیگا - اور اس کثرت سے ملک میں جرائم شروع ہو جائینگے جن کا انسداد مشکل ہو جاویگا - اور ملک میں بے امنی اور فساد پھیل جائیگا - اور تہذیب سے گر کر ملک وحشت اور جہالت میں غرق ہو جائیگا - اور اسی قدیم زمانہ کے بن باسی جنگلی کسو پالن زندگی کی طرف تنزل کر جائیگا -

۱۱- نیوگ کرانے والوں کو سخت مکروہ دہوکہ بازی کا بھی مرتکب ہونا پڑتا ہے - کیونکہ یہ بیان کیا جاتا ہے - کہ اصل مقصود اس سے اولاد حاصل کرنا ہے تو ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضروری خواہش ہوتی ہے کہ اولاد مضبوط تندرست اور خوبصورت حاصل ہو - اور اس غرض کے حاصل کرنے کیلئے کسی تنومند اور خوبصورت صحیح القوی جوان کو تلاش کیا جائے - پھر اگر کوئی ایسا جوان دستیاب بھی ہو جائے اور اس کا نیوگ کرنے کا خیال نہ ہو اور اور پراوسی سے خالص ایثاری مدنظر ہو تو چونکہ جوانی میں لوگ عموماً مغلوب الشہوت ہوتے ہیں اسکو نیوگ کی خواہشمند نازنین اپنے حسن کی آراستگی اور طرح طرح کے ناز و انداز سے فریفتہ کرکے دہوکہ سے نیوگ کرا سکتی ہے - یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے بعض شریر لوگ گلاٹ کے خوشنما زیوروں کو سڑکوں پر ڈال کر نادان لوگوں کو لوٹ لیا کرتے ہیں - ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تمام آریہ ایسے ہی کرتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسی صورت کا پیش آنا ممکن ہے +

۱۲- یہ امر تسلیم کیا گیا تہا کہ یہ مباحثہ تحریری قومی اور قطعی ہوگا - اور یہ انتظام قرار دیا گیا تہا کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کے حامیوں کو شریک کر سکیں - چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق اسلام کے حامیوں کو شریک کرنے کیلئے ہم نے اشتہار دے شائع کرکے ان کو درخواست کر دی تہی - کہ مسئلہ نیوگ پر اپنے اپنے اعتراضات لکھ کر ہمارے پاس بھیجدیں - تاکہ حسب قرارداد ان کو منتخب اور مرتب اور شائع کرکے آریوں کے پاس جواب کیلئے بھیجدیا جائے - اور آریہ صاحبان کو صاف لفظوں میں بار بار بذریعہ اشتہارات کہا گیا تہا کہ اسی قرارداد کے موافق آپ بھی آریہ ست کے حامیوں کو اشتہارات دیکر درخواست کرو - کہ مسئلہ طلاق پر اپنے اعتراضات آپ کے پاس بھیجدیں - پھر ان کو اسیطرح شائع کرکے آپ ہمارے پاس بھیجدیں - لیکن افسوس کہ آریہ صاحبان نے ہمارے اشتہار دے کی درخواست اور شرائط قرارداد کے مطابق کوئی اشتہار نہ دیا بلکہ آج تک نہیں دیا - چونکہ یہی ایک طریق قومی فیصلہ کیلئے سب سے ضروری تہا - اس سے آریوں نے پہلو تہی کرکے ثابت کر دیا کہ در حقیقت مباحثہ تحریری سے وہ گریز اور فرار کر گئے - آریوں نے اب کوئی ماہ گذرنے کے بعد لوگوں کی سخت ملامت اور شرمندہ کرنے سے تنگ آکر اپنا داغ مٹانے کیلئے یہ اشتہار شائع کیا ہے - اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے بلا رہے ہیں - ورنہ اگر ان میں سچی جرأت ہے - اور ان کا یہ اشتہار سچا ہے - اور وہ خود سچ دہرم رکہتے ہیں - اور سچ اور جہوٹ کا نکھیڑا چاہتے ہیں - تو **ہماری مطلوبہ باتیں پوری کر دیں** اور پھر ہمیں اپنا جواب سنائیں - اور ہم سے سنیں - اگر ہماری اس بات میں بھی آریہ صاحبان لوگوں کو مغالطہ دینا چاہیں تو ہم انکو اسی قسم و کرم سے منع کرتے ہیں - جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ پاک اور معزز ہے - کہ وہ اپنا وہ اشتہار پیش کریں جو انہوں نے ہمارے اشتہار دے کی درخواست کے مطابق شائع کیا ہو - جسمیں اپنی قوم کے حامیوں سے طلاق پر اعتراضات جمع کرنیکا انہوں نے انتظام کیا ہے - اس بات کو انصاف پسند ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں - کہ اگر آریہ صاحبان کوئی ایسا اشتہار پیش نہ کر سکیں اور یقیناً وہ پیش نہ کر سکینگے تو یہ بات ان کے گریز اور اسلام کی فتح پر بین شہادت کا حکم رکھنے والی قرار پا جائیگی -

ہم اس بات کو دوبارہ واضح کرنا چاہتے ہیں - کہ ہماری یہی اصولی شرائط تہیں جن کی بنا پر تحریری مباحثہ منظور کیا تہا - تاکہ یہ ایک قومی مباحثہ ہو اور ایک دفعہ کامل تیاری کے ساتھ ان مسائل کا فیصلہ ہو جائے فرداً فرداً قوم و ملک کا وقت ضائع نہ ہو اور ناحق کے جھگڑوں سے ہمیشہ کیلئے امن ہو جاوے - لیکن جس بات کیلئے آریہ صاحبان گریز کرتے تہے - آخر مجبوراً انہوں نے وہ اپنے اس اشتہار میں اب لکھدی ہے کہ آریہ سماج میں ہر ایک شخص اپنے ساختہ پرداختہ کا خود ذمہ وار ہے اور یہی آپ میں اور ایک آریہ سماج میں بڑا فرق ہے - کیونکہ آریہ سماجی اندھا دہند کسی شخص پر اعتبار نہیں کر سکتا - گو آریہ صاحبان نے بڑی فخر سے یہ کلمات لکھے ہیں - لیکن فی الحقیقت یہ شرمناک کلمات ہیں - ایک تو اس لئے کہ ان سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ کوئی آریہ آپس میں اعتبار کے قابل نہیں - جب باہمی ان کو ایک دوسرے پر اعتبار نہیں تو ہمارا اعتبار کا کیا حق ہو سکتا ہے - ان کا مذہب ان میں قومی تمدن اور سلسلہ اور قومیت اور حمیت اور اخوت قائم نہیں کر سکا - نفسا نفسی اور تفرقہ ہی تفرقہ ان میں ہے - اس لئے کہ اگر ان میں یہی باتیں تہیں تو ان کو ابتدا میں ہم سے مخفی رکھ کر ہم کو اس دہوکہ میں رکہا کہ ان میں قومیت کا سلسلہ ہے - پھر جب بہت روپیہ اور کوشش اور وقت ہمارا خرچ ہو چکا تو اس کے بعد اس راز کو کہولا - ہمارے اشتہار کو دیکھ لو ہم تو قومی اور قطعی مباحثہ کرنا چاہتے تہے - مگر ایک ایک سے ساتھ کون مباحثہ کر سکتا ہے - یہ بات تو ہم کو اب ہی معلوم ہوئی ہے - کہ یہ صاحبان ویدوں کو الہامی بھی نہیں مانتے - کیونکہ اس امر کی تصدیق کرنے والے گواہوں اور ویدوں کے لانیوالوں پر بھی ان کا اعتبار نہیں ہو سکتا تو یہ کیسے الہامی ہو سکتے ہیں - یہ بھی ہم کو اب معلوم ہوا ہے - کہ سوامی صاحب پر بھی انہیں اعتبار نہیں - اور وہ اپنے ساختہ پرداختہ کے خود ذمہ وار تہے اُن کی تعلیم سے ان کا کوئی واسطہ نہیں وغیرہ وغیرہ ہم کو تو سخت افسوس ہوتا ہے - جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس ساری کارروائی کی ذمہ واری کا بوجھ بھی صرف بیچارے مسٹر دہرم چند پر ڈالکر سبکدوش ہو گئے - اور وہی ہمارے مخاطب ٹھیرے ہیں - کیا یہی حقیقت تہی جس کے حوصلہ پر ہمارے صادق و مصدوق امام حضرت

میرزا غلام احمد صاحب

کے ساتھ مباحثہ کرنا چاہتے تہے - اس واسطے اب یہ ضرورت بہت زور سے پیش آئی ہے کہ آپ تمام آریوں کیطرف سے مصدقہ مختار نامہ حاصل کریں - یا اس شخص کو ہمارے مقابل پر پیش کریں جس کے پاس تمام آریوں کی طرف سے مختار نامہ موجود ہو - کیونکہ جدا جدا ایک ایک سے مباحثہ تو ہماری دس عمروں میں بھی ختم نہیں ہو سکتا - آریہ صاحبان مختار نامہ حاصل کئے بغیر ایک حرف بھی بول نہیں سکتے اور نہ لکھ ہی سکتے ہیں +

۱۳- ناظرین جانتے ہیں - کہ آریہ صاحبان نے ہم سے بحیثیت احمدی جماعت ہونے کے مباحثہ کرنا منظور کیا تہا - چنانچہ ان کے پہلے اشتہار میں یہ عبارت ہے "ہم آپ کو ایک محدود احمدی جماعت کی حیثیت میں سمجھتے ہوئے ہی ہم آپ سے مباحثہ کرنے کیلئے بخوشی تیار ہیں" اور اس کے لئے ان کو جبر نہیں کیا گیا تہا بلکہ خود اپنی خوشی سے انہوں نے ہمیں کہا تہا - اس نئے اشتہار میں انہوں نے لکہا ہے - کہ گویا ہم پر کفر کے فتوے لگے ہیں وغیرہ وغیرہ - اب یہ ظاہر ہے - کہ آریہ صاحبان کو اس امر کے اشتہار میں بیان کرنیکی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کے نزدیک کفر کے فتووں کے ذریعے سے ہماری اس حیثیت میں اب تغیر اور فرق آگیا ہے جس کو مباحثہ کرنے کیوقت انہوں نے تسلیم کیا تہا - کیونکہ مباحثہ منظور کرنے سے پیشتر کی حالت کا اب انکو وقت بیان کرنا تو اسوقت بجا اور عقلمندی کا کام ہو سکتا تہا - جسوقت ہمکو مباحثہ کیلئے بلایا تہا اور پھر جسوقت ہم سے تحریری مباحثہ طے کیا گیا تہا - اور یہ بھی مسلم بات ہے کہ کسی غیر کے کافر کہنے سے انسان کافر نہیں ہو سکتا - آریہ صاحبان خود ہی غور کریں کہ سناتن دہرمی اور دوسروں نے ان پر کیسے فتوے دیئے انہیں بے حیثیت اور وحشی وغیرہ کہا تو کیا ان فتووں سے فی حقیقت آریہ صاحبان ویسے ہو گئے ہیں؟ اگرچہ ہم آواز بلند کہتے ہیں - کہ منظوری مباحثہ کیوقت پیشتر کا بھی کوئی فتوےٰ ہمارا نہیں جسکے رو سے ہماری اس حیثیت میں فرق ڈالنے والے کلمات ہوں - بلکہ کوئی فتوے لے ہی نہیں لیکن ہم اسوقت آریوں سے یہ عرض کرتے ہیں کہ مہربانی کرکے وہ فتوے پیش کریں جو کسی جماعت علماء کی طرف سے ہمارے احمدی جماعت میں ہونے کی حیثیت کے تغیر اور تکفیر کے متعلق شائع ہوا ہو - اور اگر پیش نہ کر سکے تو اپنے جہوٹے ہونے پر ایک مہر لگا دینگے - ایسی غیر متعلق باتوں کو آریہ صاحبان صرف ہمیں گالیاں دینے کیلئے لکہتے ہیں -

۱۴- سچائی اور انصاف اور معقولیت سے بیچارہ اور ہر طرف سے ناکام اور محصور ہو کر جہنجلاہٹ سے آریوں کا ہمارے گلے پڑ جانا اور ذاتیات پر اتر آنے اور ہمیں اور ہمارے سردار فخر موجودات سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور ہمارے مقدس اور پاک امام مہدی و مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کو علماء کو صراحت اور کنایت سے برا بہلا کہنے کا جواب ہم اسوقت تو نہیں دیتے - ہم اس پر صبر کرتے ہیں +

۱۵- آریہ صاحبان نے لکہا ہے "ہمارا ارادہ آپکو اشتہارات کا جواب دینے کا نہ تہا - اور ہم آپکے اشتہار کا کوئی نوٹس نہ لیتے اور کوئی جواب نہ دیا جائیگا" آریوں کا اصل منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کے اس زبردست پنجہ سے بچا بھی چہڑالیں اور بات بھی بنی رہے - کیونکہ انہوں نے خود ہی تو پہلے یہ سلسلہ چہیڑا تہا - اور خود ہی کلب قائم کیا - لوگوں کو مباحثہ کے لئے مدعو کیا - اشتہارات شائع کئے - ہمیں بھی خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا - اور ہم سے جواب اور سوال طلب کئے - ہم نے بدیں مصلحت پہلے انکار ہی کیا کہ مباحثوں سے چنداں نیک نتیجہ پیدا نہیں ہوتا اور ہمارا زبانی مباحثات کرنیکا اصول نہیں فضول قصہ آزمائی کو ہم بیہودہ اور لغو سمجھتے ہیں - لیکن ان کی متواتر التجاؤں اور پر اصرار درخواستوں سے ان سے مباحثہ منظور کیا ہم کو یہ خیال تہا کہ آریہ پنڈت لیکہرام کی موت کے بعد سچائی سے فائدہ اٹھانے کیلئے مستعد ہو گئے ہونگے اور ہٹ دہرمی اور عورتوں کی طرح طعن و تشنیع اور دوسروں کو ترغیب دینے اور بہڑکانے سے باز آگئے ہونگے لیکن اسکو خلاف ثابت ہوا ہے - اب جبکہ انکو اپنی کمزوری یہانتک معلوم ہوگئی ہے کہ ہر حال مثال سے اپنی عاجزی اور شکست کو تسلیم کر رہے ہیں - ہم یہی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر انکی یہی حالت ہے تو ہم ہی کیا انکو مجبور کر سکتے ہیں یہ تو رضامندی کا کام ہے - خیر اپنے گھر سلامت رہیں پر نیوگ کو چھوڑ دیں اور از روئے انصاف وہ پابند ہیں کہ اسکو عمل اور ایمان دونوں سے خارج کر دیں -

ہمیں پوری نیک نیتی اور خیر خواہی اور سچی ہمدردی سے ان باتوں کو لکھا ہے - ہم نہایت اخلاص سے کہتے ہیں کہ آریہ صاحبان نصیحت کی باتیں قبول کریں اور دریغ نہ کرینگے ہمارے تمام مطلوبہ امور کا جواب ہو نہ یا ناہی آریہ صاحبان کیلئے اس عرصہ میں جواب تسلیم ہوگا - اصل مطلب حد پڑ کر آپ انکا آپ باتوں میں ٹالنے کی کوشش کرنا فضول اور بے مطلب اور غیر متعلق بات ہوگی - پس ہمارے دوست آریہ مرد میدان بنیں اور مطلوبہ امور ہم سے نپٹائیں - والسلام علے من اتبع الہدےٰ

المُلتمس آریوں کو سچی نصیحت کرنیوالا خاکسار سید محمد صادق الیعم

مختصر نوٹ اور نکات

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں ایک قوم بنانے اور وحدۃ کی روح پھونکنے کے واسطے آیا ہے قوم کو قوم بنانے کے واسطے جہاں اور بہت کا باتوں کی ضرورت ہے اس امر کی بھی ضرورۃ ہے کہ ان کے رشتے ناطے باہم اپنی ہی قوم میں ہوں یعنے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے اتفاق رکھنے والے غیروں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی سعی نہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا اور ۷ جون ۱۹۰۸ء کو ایک خاص اشتہار اسی غرض کے لئے شائع کیا تھا۔ جس کے دو تین جملے یہ ہیں۔

"باہمی اتحاد کے بڑھانے کے لیے اور نیز انکو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کے واسطے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب۔ اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہونچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے لیے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں خاندان میں پرہیزگاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے تابع اور ثنا خوان ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لیے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔"

ان فقرات کو پڑھو اور سوچو کہ کہاں تک یہ پاک وجود قوم کو قوم بنانے کی فکر میں ہے اور کسطرح ہم قوم کے تزکیہ اور تصفیہ کے لیے دردمند ہے۔

بسا اوقات یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم کبھی کبھی کوئی پیرگراف یا جملہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا بزرگان ملت کی تصانیف سے لیکر درج کرتے ہیں ایسا اعتراض کرنے والے یاد رکھیں کہ ہمارا کام یاد دہانی کر[illegible] اور اخبار کے ذریعہ قوم میں ان تحریکوں کو اور پاک اغراض کو پھیلانا مقصود ہے جو حضرت حجۃ اللہ کی بعثت کی علت غائی ہیں پھر ان کے بار بار ذکر سے ہم اخبار کے کالم تکرار سے سیاہ نہیں کرتے بلکہ اصل غرض پوری کرتے ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار ہا فرمایا ہے کہ میں اپنی تصانیف میں ایک ہی مسئلہ کو بار بار اسلیے ذکر کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی مقام پر تو پڑھنے والے پر اثر پڑے گا۔ اور وہ بیدار ہو کر بیٹھے گا۔ دراصل انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام سے ناواقف لوگوں کو ایسا خیال ہو سکتا ہے کہ ان کے کلام میں تکرار کیوں ہوتا ہو؟ انبیاء علیہم السلام اپنے مقاصد اور اغراض کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اس لیے جہاں موقع پاتے ہیں اس کا ذکر ضرور کر دیتے ہیں۔ وہ تکرار مفید اور قند مکرر کا مزہ دیتا ہے فضول نہیں ہو[illegible]

حضرت حکیم الامۃ کی یہ بات کیسی لطیف اور نکتہ معرفت ہے کہ میں انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر بھی قربان ہوتا ہوں ہمارے امام کی سچائی کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ کوئی بات ہو کوئی مضمون ہو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ ضرور کرینگے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسر صلیب کے لئے مامور ہو کر آئے ہیں

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رد مخالفین کے لیے طرز کلام ایجاد کیا ہے اس نے کل ملتوں کو جو باطل ہیں ہلاک کر دیا ہے یعنی یہ کہ ہر ایک آسمانی کتاب کا یہ فرض ہے کہ دعویٰ بھی آپ ہی کرے اور اس دعوے کی سچائی کی دلیل بھی آپ ہی دے۔ نہ یہ کہ دلایل کے لیے بیجا بیجا سے حاشیے چڑھائے جائیں اور اسکو آسمانی مان کر پھر اپنی دلایل کا اسے محتاج قرار دیا جاوے۔ اس اصل سے دنیا کی کل ملتوں سے مقابلہ کرو سب کی سب یقیناً عاجز ہیں۔ صلیب کے پرستاروں سے پوچھو کہ انجیل میں مسیح کا دعویٰ کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں اولاً دکھاؤ پھر اس کے دلائل انجیل ہی سے پیش کرو۔ وہ اس سوال سے ہلاک ہوتے ہیں ویدکے ماننے والوں سے ان کے اعتقادی امور کے لیے پوچھو کہ وید میں ان کا دعویٰ اور دلائل دکھاؤ وہ یقیناً شرمندہ ہوں گے۔ غرض یہ ایسا زبردست اصل ہے کہ اسکو ہاتھ میں لیکر اسلام ہی غالب ہو سکتا ہے اور کوئی مذہب ٹھیر نہیں سکتا اور اس جدید علم کلام کا فخر صرف صرف حضرت مسیح موعود کو ہے اللّٰھم

صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

ایک اور حربہ جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا ہے وہ زندہ برکات اور خارق عادت نشانات ہیں کسی مذہب کا پیرو آج فخر سے بیان نہیں کر سکتا کہ اسکے مذہب کی سچائی کی دلیل وہ نشانات اور ثمرات ہیں جو ایک سچے مذہب کے پرستار میں ہونے چاہییں۔ یہ فخر بھی معرکہ عالم پر حضرت مسیح موعود کو آج دیا گیا ہے جو اسلام کی عظمت اور سچائی کا زبردست نشان ہے۔

مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لیے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آیندہ ہو گی بجز اسکے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں خدا کے لیے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو اور میں تمھیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمھارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ کر ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لیے اترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے متواتر سعی اور مجاہدات کی ضرورت ہے مجاہدات سے مراد شیوہ مردم آزاری نہیں ہے بلکہ مجاہدات سے مراد نفسانی جذبات اور خواہشوں کے خلاف جنگ کرنا ہے تزکیہ نفس کے لیے اس دھوبی سے سبق لینا چاہیے جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیے جاتا ہے یہانتک کہ آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہونچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کر کے بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھا انکا جزو بنگیا تھا کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونا شروع ہو جاتا ہے یہانتک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی ترکیب ہے اور تمہاری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے

حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں ایک ہی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محض امی تھے حقیقی اور کامل مہدی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ تھے کیونکہ انھوں نے صحف ابراہیم وغیرہ پڑھے تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ انھوں نے توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ہی نے پڑھا جو پڑھا اسی لیے عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی قرآن شریف میں آیا ہے + مسیح موعود کا نام بھی مہدی اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اور خاص خدا تعالیٰ ہی سے ہدایت پانے والا اور تمام روحانی وجود اس سے حاصل کرنے والا اور ان علوم اور معارف کو پھیلانے والا جن سے لوگ بے خبر ہو گئے ہیں کیونکہ یہ ضروری لازمہ صفت مہدویت ہے کہ گم شدہ علوم اور معارف کو دنیا میں لاوے اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے یہ بھی ہے کہ وہ ثریا سے ایمان لانے والا ہے۔

ابن یمین خلف امیر الدین طغرائی جنکا اصل نام امیر محمود تھا اپنے زمانہ کے فاضل اجل ہونے کے علاوہ خوش اخلاق اور نیک صفات تھے پیشہ زراعت سے تحصیل معاش کرکے ہمیشہ بڑے بڑے فاضلوں اور فقیہوں کی دعوتیں کیا کرتے تھے آپ نے مقطعات میں اچھے اچھے مضامین لکھے ہیں چنانچہ ذیل کے اشعار قابل غور ہیں

چوں جامہ چرمیں شمرم صحبت ناداں
زیرا کہ گراں باشد و تن گرم ندارد
از صحبت ناداں بتر نیز بگویم
خویشے کہ تو انگر شدو آزرم ندارد
زیں ہر دو بتر داں تو شہی را کہ در اقلیم
با خنجر خونریز دل نرم ندارد
زیں ہر سہ بتر نیز شنو تا تو بگویم
پیرے کہ جوانی کند و شرم ندارد

رسالہ سراج الحق

دیکھنے پڑھنے سننے کے قابل۔ وفات مسیح علیہ السلام میں نئی طرز کی بحث ہے صحابہ اور امت محمدیہ کا اسمیں اجماع وفات مسیح کی ثابت کیا گیا ہے۔ قادیان سے باہر ہم رسالوں سے کم نہیں جائینگے۔ قیمت فی رسالہ ایک آنہ محصول علاوہ۔ ملنے کا پتہ خاکسار سراج الحق نعمانی کے پاس قادیان آنی چاہیئیں۔

عیسائیوں کی کرتوت

اہل ہند کے لیے روزگار کا میدان

مخدومی مکرمی جناب اڈیٹر صاحب زاد سلمہ۔ ماہ حال میں بسبب کم فرصتی صرف آج ہی لکھنے کا موقع ملا ہے معاف فرماویں۔ آیندہ تمام مشرقی مقامات اور جزائر اعظم امریکہ سے مسلسل لکھتا رہوں گا۔ اور سب کے بعد دیگرے تمام اہل مشرق کے عادات اور ارادات اور حالات مفصل طور سے قلم بند کر کے برائے آگاہی قوم دفتر پیسہ اخبار کو بھیجتا رہوں گا۔ اور انتہائی مشرق کے مسلمانوں کے حالات سے اہل قوم کو پوری واقفیت بہم پہونچاؤں گا۔ اس خط میں جزائر فلپائن کے تاریخی واقعات کا خلاصہ لکھنا چاہتا ہوں اور آیندہ یہاں کی تجارت اور حکومت اور اہل سپین کی کارروائی کا مفصل ذکر کروں گا۔

ان جزائر میں اہل ہسپانیہ نے تین سو برس سے زیادہ حکومت کی جنھیں ۱۸۹۸ء میں اہل امریکہ نے آکر سبکدوش کیا۔

سب سے پہلے اہل عرب نے ان جزائر کو دریافت کیا تھا جنھوں نے تمام باشندوں کو (جو جنگلی وحشی اور ننگے مادر زاد تھے) وحدانیت کا سبق پڑھایا۔ اور تمدن کا راستہ بتایا۔ وہ اپنا فرض ادا سمجھکر واپس چلے گئے۔ اور اہل فلپائن کو آزادی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد کوئی سو برس پیچھے اہل سپین نے آکر جزائر کے شمال پر قبضہ کر لیا۔ اور باشندوں کو بزور شمشیر عیسائی بنانا شروع کیا۔ چنانچہ آخر کار یہ لوگ وحدانیت چھوڑ کر تثلیث کے پیرو بن گئے۔

لیکن جزیرہ مِنڈاناؤ جنھیں تا ہنوز دین اسلام جاری ہے۔ اور جو فلپائن کا جنوبی حصہ ہے ان سے تین سو برس میں فتح نہیں ہو سکا۔

وہاں تا ہنوز مسلمان رئیس (جنکو وا فو یا سلطان کہتے ہیں) حکمران ہیں۔ تین سو برس کے عرصہ میں اہل ہسپانیہ نے جزیرہ مذکور کے صرف چند بندرگاہوں پر قبضہ کیا۔ اور بس۔ لیکن لڑائی ہمیشہ جاری رکھی۔ اور دوران جنگ میں جو مسلمان قیدی ان کے ہاتھ لگے۔ ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیے۔ انکو شمالی فلپائن میں لاکر زبردستی عیسائی بناتے تھے۔ انکو سیدھے طور سے عیسائی بنانے میں اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ جب تک کہ انکے منہ میں سور کا گوشت نہ ڈالتے تھے۔ غرضیکہ بہت لوگ سور کھانے سے انکار کر کے بندوق کا نشانہ بن گئے۔ معلوم نہیں یہ سور کھلانے کا پیچ عیسائیوں نے کب سے سیکھا اور کہاں سے اخذ کیا ہے۔

انگریز۔ جرمن۔ فرانس۔ روس وغیرہ اقوام کے کونسل یہاں موجود تھے۔ اور یہ سب کارروائیاں بہ آنکھیں خود دیکھتے تھے۔ لیکن ہسپانیہ کو نہیں روکا۔ افسوس کہ وہ لوگ جو معتمدان ملبار یہ اور مقدونیہ کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ انھوں نے ان بیکسوں اور بے بسوں کو بالکل پس پشت ڈالدیا تھا۔

اس عرصہ دراز میں جو جو وحشیانہ اور درندوں کی سی کارروائیاں عیسیٰ کی خنزیر خور امت نے ان مظلوموں کے ساتھ کی ہیں۔ ان کے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک مسلمان کو یہ حالت لکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

یہ ناقابل شنود وحشیانہ کارروائی ۱۸۹۸ء تک برابر جاری رہی۔ جبکہ امریکہ نے آکر اس بے تمیزی کے طوفان کو للکارا۔ ۱۸۹۸ء سے اضلاع متحدہ امریکہ کی حکومت ہے۔ جو انگریزی سلطنت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ملائم ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ غربا کے حق میں باعث رحمت الٰہی ہے۔

میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ اہل امریکہ سے بڑھکر اور کوئی قوم غریبوں کی خیر خواہ نہیں ہے۔ یہاں کے قوانین غربا کی آسایش اور آرام کے واسطے بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر ایک قلی کو اس قدر مزدوری ملتی ہے۔ کہ ایک آدمی کی کمائی سے تمام کنبہ راحت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ہر ایک شخص جو امریکن سیٹزن ہو امریکہ میں سرکاری ملازمت حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں پولیس کانسٹیبل کو دو سو پچیس روپیہ ماہوار ملتا ہے اور فوجی سپاہی کو ۴۸ روپیہ ماہوار اور خوراک ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ۱۰۰ روپیہ سالانہ کپڑوں کا الاؤنس ملتا ہے۔ اور تیس سال کے بعد تیس پونڈ یعنی چار سو چار روپیہ یکمشت انعام ملتا ہے۔ کلارک کو دو سو چالیس روپیہ ماہوار سے چار سو پچاس روپیہ ماہوار تک ملتا ہے۔ ہاں افسروں کی تنخواہ بہ نسبت انگریزی عہدہ داران کے کم ہے۔ یعنی کرنل کو سات سو روپیہ اور جنرل کو تیرہ یا چودہ سو روپیہ۔ اسی طرح گورنر فلپائن کو صرف پچہتر ہزار روپیہ سالانہ اور پریزیڈنٹ صاحب اضلاع متحدہ امریکہ کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ غرضیکہ اس سلطنت میں نہایت اعتدال سے غریبوں اور امیروں سے سلوک کیا جاتا ہے۔ بخلاف ہندوستان کے جہاں مزدور بیچارے ۔۔ میں تمام دن سڑکوں پر کام کرتے ہیں اور ۔۔ روپیہ ماہوار میں فوجی سپاہی کی حیثیت سے اپنی جان کو بوگوں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ گو یہ سلطنت اہل ہند کے لیے ابر رحمت ہے۔ لیکن افسوس کہ وسیع بر اعظم ہند سے صرف پنجاب کے سکھ تارک الوطنی پر کمر باندھتے ہیں جو پہرہ دینے کے سوا اور کوئی کام نہیں جانتے۔ یہاں پر پنجاب کے سکھ اور مسلمان سب کے سب واچمین چوکیدار ہیں جنمیں ایک بھی صاحب ہنر و پیشہ نہیں ہے۔ امریکن لوگ افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستانیوں کو کیا ۔۔ ادا کریں۔ کیونکہ وہ واچمین کے سوائے اور کچھ نہیں جانتے۔ ساٹھ سکھ اور مسلمان سرکاری واچمین ہیں۔ جنکو آٹھ آٹھ پونڈ ماہوار اور خوراک ملتی ہے۔ باقی سب کمپنیوں میں واچمین ہیں۔ جہاں انکو پانچ پونڈ سے لیکر آٹھ پونڈ تک تنخواہ ملتی ہے لیکن کھانا نہیں ملتا۔ یہاں پر قلی کو چھ روپیہ روزانہ مزدوری اور خوراک ملتی ہے۔ اگر رڑکی کالج کے سند یافتہ یا اور مکینیکل انجینیرز اور معمار یہاں آجائیں۔ تو بے انتہا روپیہ کما سکتے ہیں۔ لیکن اہل ہند بھوک سے مرتے دیکھے گئے ہیں مگر سفر کے عازم نہیں۔ درزی اور لوہار اور نجار کمہار اور سنگ تراش یہاں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ لیکن وطن کے ۔۔ انتے دلبر بنیں گے۔

ایک یورپین طرز کا حجامت جاننے والا حجام یہاں بیس روپیہ روزانہ کما سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں دو روپیہ ایک حجامت کے دیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں پانچ روپیہ ماہوار کی نوکری ڈھونڈتے ڈھونڈتے عمر گذر جاتی ہے۔ لیکن سفر کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ اگر ہندوستان کے ہندو مہاجن جن کا کئی ارب اندوختہ روپیہ بالکل بیکار پڑا ہے۔ کمر ہمت باندھکر اہل چین اور جاپان کے موافق غیر ممالک میں تجارت اور معاملات کرتے۔ تو بے انتہا روپیہ کماتے۔ اور ہندوستان کے نام کو عزت دیتے۔ اور لاکھوں ہندوستانی غریب اور بے کفاف ان کے سایہ میں پلتے اور ان کے لیے کام کرتے۔

کسی چینی یا جاپانی غریب کو ممالک غیر میں غیر اقوام کا دست نگر ہونا نہیں پڑتا۔ کیونکہ انکے ملک کے بڑے بڑے سوداگر ہر جگہ موجود ہیں جو اپنے اہل ملک غریبوں کو اپنے کاروبار میں لگا دیتے ہیں۔ ہر طرح سے ان کی امداد کرتے ہیں۔ اور معقول تنخواہیں دیتے ہیں لیکن غریب ہندوستانی تارک الوطنوں کی کوئی قومی سوداگری کمپنی یا کارخانہ ممالک غیر میں نہ ہونے کے سبب یہ ہمیشہ اقوام غیر یعنی اہل چین۔ جاپان اور اہل یورپ کے دست نگر رہتے ہیں۔ اور انھیں ذلت کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔

ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں سے نہ کوئی سوداگر باہر نکلتا چاہتا ہے۔ اور نہ صاحب ہنر و پیشہ۔ صرف پنجاب کے سکھ جو بجائے نیکنامی کے اپنے ملک کو اور بھی بدنام کرتے ہیں۔ کیونکہ واچمینی کے سوا اور کوئی کام ان سے نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ۳۰ کروڑ باشندوں سے ایک صاحب ہنر بھی یہاں نہیں پہونچا۔ تمام ہندوستان سے ایک فیروز پور کا ہندو آیا ہے۔ جو نقشہ نویسی کا کام جانتا ہے۔ جسکو بیندرہ پونڈ ماہوار اور خوراک ملتی ہے میں دنیا کی تمام اقوام کو جو ہندوستانیوں سے زیادہ متمول اور آسودہ ہیں دنیا کے راہ طلب میں پوپاں اور دواں اور ہر طرح سے سرگرم دیکھکر نہایت متاسف ہوتا ہوں کہ اہل ہند باینہمہ افلاس کیوں بے غم بیٹھے اور کیوں ذلت سے نفرت نہیں ہوتی۔ میں فی الحال اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ باقی پھر لکھوں گا۔ لیکن آخر میں واضح ہو کہ اگر کوئی ہندوستانی انجینیر یا دوسرا اعلیٰ پیشہ والا شخص یہاں آنا چاہے۔ یا یہاں کے حالات دریافت کرنے منظور رہوں تو مجھ سے بذریعہ پیسہ اخبار خط و کتابت کر سکتا ہے۔

الراقم آپ کا تابعدار ایک افغان۔

روزانہ پیسہ اخبار

آریہ سماج اور مذہب اسلام پر حملے

حاجی محمد عیسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۰ دسمبر کو جو ایک انویٹیشن پوسٹ کارڈ سکرٹری آریہ سماج علیگڈھ کی جانب سے واسطے شرکت سالانہ جلسہ کے میرے پاس آیا۔ وہ بجنسہ اور نقل جواب جو میں نے دیا ہے شامل ملفوف ارسال خدمت ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے گرانمایہ اخبار کے مفید ہو۔ چونکہ حاجی صاحب کے جواب میں ایک بہت ضروری امر کا اظہار کیا گیا ہے اس لیے اسے بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

" بخدمت جناب سکرٹری صاحب آریہ سماج علیگڈھ۔ جنابمن آپ کا کارڈ بعیہ الرقعہ بشرکت سالانہ جلسہ آریہ سماج میرے پاس آیا۔ اس یادآوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن بوجوہات چند شرکت سے مجبور ہوں۔ اور ساتھ ہی اس کے آریہ سماج کے نیک مقاصد کے ساتھ بھی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں ساتھ ہی اسکے یہ بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں جو آپکو توجہ دلاؤں۔ کہ بالعموم آریہ سماجیوں کی طرف سے مذہب اسلام پر سخت حملے کیے جاتے ہیں۔ یہ بعید از اخلاق ہے ہر ایک مذہب والے کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کی تعریف کر کے ترقی کرے۔ نہ کہ دوسروں کے مذہب کو برا کہہ کے۔ اور میرے خیال میں کوئی مذہب کسی دوسرے کی توہین ہرگز گوارا نہیں کرتا ہے جس سے فریق خلاف کی دلشکنی متصور ہو۔ بس ضرورت ہے کہ آپ لوگ اس اصلاح کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوں۔ اور اس قلیل تحریر کو بہت کافی خیال فرماویں میرے خیال میں آریہ سماج کے مذہب اسلام پر حملے کرنے سے سوائے آپس کی نزاع اور کشیدگی بڑھنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسلیے اسوقت آریہ سماج کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ اس سماج کے متنازعہ مسئلہ کا فیصلہ کر دیں کہ سوائے اپنی بہبودی کی کوشش کے دیگر مذاہب خصوصاً اسلام کی چھیڑ چھاڑ کو ترک کر دیا جائے ورنہ ان کے اس میلان کا نتیجہ ملک کے حق میں کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا۔ "

(روزانہ پیسہ)

نمبر ۵ دار الامان قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۲ء جلد ۶

مرثیہ بر تفرقہ و حالت اسلام

می سزد گر خون بیارد دیدۂ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالی اسلام و قحط المسلمیں
دین حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں
سخت شورے او فتاد اندر جہاں از کفر و کیں
آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
می تراشند عیبہا در ذات خیر المرسلیں
آنکہ در زندان ناپاکی ہست محبوس و اسیر
ہست در شان امام پاکبازاں نکتہ چیں
تیر بر معصوم می بارد خبیث بد گہر
آسمان را می سزد گر سنگ بارد بر زمیں
پیش چشمان شما اسلام در خاک او فتاد
چیست عذرے پیش حق اے مجمع المتنعمیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں
مردم ذی مقدرت مشغول عشرتہائے خویش
خرم و خنداں نشستہ با بتان نازنیں
عالماں را روز و شب با ہم فساد از جوش نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دیں
ہر کسے از بہر نفس دون خود طرفے گرفت
طرف دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں
اے مسلماناں چہ آثار مسلمانی ہمیں ہست
دیں چنیں ابتر شما در عیش و در خواب حزیں
کاخ دنیا را چہ استحکام در چشم شما ہست
یا مگر از دل بروں کردید موت اولیں

دور موت آمد قریب اے غافلاں فکرش کنید
دورے تا کے بخوابِ لطیف و مہ جبیں
نفس خود را بستۂ دنیا مدار اے ہوشمند
ورنہ تلخی ہا ببینی وقت انفاس پسیں
دل مدہ الا بدلدارے کہ حسنش دائم است
تا سرور دائمی یابی ز خیر المحسنیں
آن خردمندے کہ او دیوانۂ راہش بود
ہوشیارے آنکہ مست روئے آں یار حسیں
ہست جام عشق او آب حیات لازوال
ہر کہ نوشید است او ہرگز نمیرد بعد ازیں
اے برادر دل منہ در دولت دنیائے دوں
زہر خوں ریز ہست در ہر قطرۂ ایں انگبیں
تا توانی جہد کن از بہر دیں با جان و مال
تا ز رب العرش یابی خلعت صد آفریں
از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں یاد گیر
یاد ایامیکہ ایں دیں مرجع ہر کیش بود
عالمے را او رہانید از رہ دیو لعیں
بر زمیں گسترد ظل تربیت از نور علم
پائے فخرے زد ز عز و جاہ بر چرخ بریں
ایں زمانے آنچناں آمد کہ ہر ابن الجہول
از سفاہت میکند تکذیب ایں دین متیں
صد ہزاراں ابلہاں از دیں بروں بردند خر
صد ہزاراں جاہلاں گشتند صید الماکریں
بر مسلماناں بلا اوبار زیں رہ او فتاد
کز پئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت قریں

گر بگرد عالمے از راہ دین مصطفٰے
از رہ غیرت نمی جنبد ہم مثل جنیں
فکر ایشاں غرق ہر دم در رہ دنیائے دوں
مال ایشاں غارت اندر راہ لہو و بنیں
ہر کجا در مجلسے فسق ہست ایشاں صدر شاں
ہر کجا ہست از معاصی حلقۂ ایشاں نگیں
با خراباتے آشنا بیگانہ از کوئے ہدیٰ
نفرت از ارباب دیں با بت پرستاں ہمنشیں
رو بگردانید دلدارے کہ صد اخلاص داشت
چوں پلید اندر دل ایں قوم صدق المخلصیں
آں زمان دولت و اقبال ایشاں در گذشت
شومی اعمال شاں آورد ایامی چنیں
از رہ دیں پرورے آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں
یا الٰہی باز کے آید ز تو وقت مدد
باز کے بینیم آں فرخندہ ایام سنیں
ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں
ایخدا زود آ و بر ما آب نصرتہا ببار
یا مرا بردار یا رب زیں مقام آتشیں
ایخدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں
چوں مرا بخشیدۂ صدق اندریں سوز و گداز
نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں
کار و بار صادقاں ہرگز نماند ناتمام
صادقاں را دست حق باشد نہاں در آستیں

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ علیہ السلام و التحیہ

۳ جنوری ۱۹۰۲ء کو بعد نماز جمعہ اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ہمارے محسن و مخدوم جناب نواب محمد علیخان صاحب ڈائرکٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے برادر معظم اور جناب مشیر اعلی ریاست مالیر کوٹلہ کی (جو اپنے کسی ضروری کام کے لیے آئے تھے) ملاقات ہوئی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے اس موقع پہ جو کچھ فرمایا وہ تقریر ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ایڈیٹر

فرمایا

گلستاں میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

کار دنیا کسے تمام نہ کرد۔

گناہ اور غفلت سے پرہیز کے لیے اسقدر تدبیر کی ضرورت ہے جو حق ہے تدبیر کا اور اسقدر دعا کرے جو حق ہے دعا کا۔ جبتک یہ دونوں اسد رجہ پر نہ ہوں اسوقت تک انسان تقوی کا درجہ حاصل نہیں کرتا اور پورا متقی نہیں بنتا۔ اگر صرف دعا کرتا ہے اور خود کوئی تدبیر نہیں کرتا ہے تو وہ اللہ تعالی کا امتحان

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

محسنین کے معنے

مولا کریم چونکہ شکور ہے اور علیم وخبیر ہے اس لیے وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ بے شک اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔ محسن کسے کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے احسان کی تعریف جبرئیل نے صحابہ کی تعلیم کے لیے پوچھی ہے آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کو دیکھتا ہے یا کم از کم یہ کہ یہ یقین کرے کہ اللہ تعالے تجھ کو دیکھتا ہے

یہ ایک ایسا مرتبہ عظیم الشان ہے جس کے کسی نہ کسی پہلو کے حاصل ہو جانے پر انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور بڑے بڑے معراج اللہ تعالے کے حضور پا لیتا ہے۔ ساری نیکیوں کا سرچشمہ اور تمام ترقیوں اور بلند پروازیوں کی جان اللہ تعالے پر ایمان ہے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق فاضلہ کو حاصل ہی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالے پر یقین نہ ہو کہ وہ ہے میں اس بات کے ماننے کے واسطے کبھی تیار نہیں ہو سکتا کہ ایک دہریہ بھی کبھی اعلیٰ درجہ کے اخلاق فاضلہ والا ہو سکتا ہے + کوئی چیز اسکو گناہوں کے ارتکاب سے نہیں روک سکتی۔ نیکی کا کوئی سچا مفہوم اسکی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ پھر وہ نیکی کیسے کرے اور گناہ سے کیونکر بچے اُس کی ساری عمر نا اُمیدیوں اور مایوسیوں کا شکار رہتی ہے وہ اسباب اور علت و معلول کے سلسلہ کے پیچ در پیچ تعلقات میں ہی منہمک رہ کر آخر حسرت اور یاس سے اس دنیا کو چھوڑ جاتا ہے

دہریہ اور مومن

میں نے دہریہ اور ایمان والے دونوں کو مرتے ہوئے دیکھا ہے اور دونوں کی موت میں زمین و آسمان کا فرق پایا ہے + میں سچ کہتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں اور پھر جو چاہے آزما کر دیکھ لے کہ سچی راحت اور **حقیقی خوشی صرف صرف ایمان باللہ** سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی لائف میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کوئی واقعہ خودکشی کا نہیں پایا جاتا **مومن** کی اُمید اپنے اللہ پر بہت وسیع ہوتی ہے وہ کبھی اس سے مایوس نہیں ہوتا ان کی زندگی کے واقعات کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ ایک ایک وقت اُن پر ایسا آیا ہے کہ زمین اُن پر تنگ ہو گئی ہے لیکن اس شدت ابتلا میں بھی وہ ویسے ہی خوش و خرم رہے جیسے اُس ابتلا کے دور ہونے پر۔ وہ کیا بات ہے جو ان کو اس موت کی سی حالت میں بھی خوش و خورم اور زندہ رکھتی ہے فقط اللہ پر ایمان۔

محسن کا پہلا اور دوسرا درجہ

غرض **محسنین** کے زمرہ میں داخل ہونا بہت ہی مشکل اور پھر **مشکل کشا** ہے۔ پہلا درجہ جو **محسن** کا اعلیٰ مقام ہے کہ وہ خدا تعالے کو دیکھ رہا ہے بعد میں حاصل ہوتا ہے اسکا ابتدائی درجہ یہی ہے کہ وہ یہ ایمان لائے کہ میرے ہر قول و ہر فعل کو مولیٰ کریم دیکھتا اور سنتا ہے۔

جب یہ مقام اسے حاصل ہوگا تو ہر ایک بدی کے وقت اس کا نور قلب اس ایمان کی بدولت اس سے روکے گا اور لغزش سے بچا لے گا۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ ہوگا کہ آخر وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ خدا تعالے کو دیکھ لے گا۔ اور یہ وہ **مقام** ہے جو صوفیوں کی اصطلاح میں **لقا** کا مقام کہلاتا ہے۔

پس

جب انسان محسن ہو کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو پھر تھوڑا ہو یا بہت اللہ تعالے اسکے بہتر بدلے دیتا ہے۔ یہ صرف اعتقادی اور علمی بات ہی نہیں۔ کہانی اور داستان ہی نہیں بلکہ واقعات نفس الامری ہیں۔

مہاجرین میں خلافت کا راز

میں دنیا کی تاریخ میں جس سے مراد میں انبیاء علیہم السلام کی پاک تاریخ لیتا ہوں بہت سے واقعات اس کی تصدیق میں پیش کر سکتا ہوں اور علمی طریق پر بھی خدا کے فضل سے اس کی سچائی ثابت کرنے کو طیار ہوں۔ مگر ان سب باتوں کو چھوڑ کر میں ایک عظیم الشان واقعہ صحابہ کی لائف کا دکھانا چاہتا ہوں۔ میں ایک عرصہ تک اس سوال پر غور کرتا رہا کہ کیا وجہ تھی جو انصار کو خلافت نہ ملی بلکہ **خلافت** کے اول وارث مُہاجر ہوئے اور مہاجرین میں سے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ حالانکہ انصار میں سب نے بڑی ہمت کی اور ان کی اسوقت کی امداد یہی ہے کہ ان کو **انصار** کا پاک خطاب دیا لیکن اسکا کیا سبب ہے کہ بادشاہی اور حکومت کا انکو حصہ نہ ملا۔ اور پہلا خلیفہ قریشی ہوا۔ پھر دوسرا تیسرا چوتھا بھی یہانتک کہ عباسیوں تک قریشیوں ہی کا سلسلہ چلا جاتا ہے بنو سقیفہ میں کوشش کی گئی کہ ایک خلیفہ **انصار میں سے** ہو اور ایک مہاجرین میں سے مگر یہ تجویز پاس نہیں ہوئی اور کسی نے نہ مانا + آخر مجھ پر اس کا سِر کھلا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اپنا کام کر رہی تھی

انصار نے کیا چھوڑا تھا جو ان کو ملتا مہاجرین نے ملک چھوڑا۔ وطن چھوڑا۔ گھر بار چھوڑا مال و اسباب۔ غرض جو کچھ تھا وہ سب چھوڑا اور سب سے بڑھ کر ابوبکر صدیق رض نے اسلیے جنھوں نے جو کچھ چھوڑا تھا اُس سے کہیں زیادہ بڑھ کر پایا + زیادہ سے زیادہ انکی زمین چند بیگہ ہوگی جو اُنھوں نے خدا کے لیے چھوڑی مگر اس کے بدلے میں یہاں خدا نے کتنے بیگہ دی؟ اس کا حساب ہی کچھ نہیں۔

پس یہ سچی بات ہے کہ جسقدر قربانی خدا کے لیے کرتا ہے اسی قدر **فیض** انسان اللہ کے حضور سے پاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کتنی بڑی تھی پھر اس کا پھل دیکھو کسقدر ملا۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک خواب کی بنا پر جس کی تاویل ہو سکتی تھی حضرت ابراہیم نے اپنے خلوص کے اظہار کے لیے جوان بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ پھر خدا نے اُسکی نسل کو کسقدر بڑھایا کہ وہ شمار میں بھی نہیں آ سکتی۔ اسی نسل میں **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** جیسا عظیم الشان رسول خاتم النبیین رسول کر کے بھیجا۔ جو کل انبیاء علیہم السلام سے افضل ٹھیرا۔ جسکی اُمت میں ہزاروں ہزار اولیاء اللہ ہوئے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثیل تھے اور لاکھوں لاکھ بادشاہ ہوئے یہانتک کہ **مسیح موعود** جو **خاتم الخلفاء** ٹھیرایا گیا ہے وہ بھی اسی اُمت میں پیدا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے اُسے پایا اور اُسکی شناخت کا موقع ہم کو دیا گیا **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ**

یہ بدلا یہ جزا کس بات کی تھی؟ اسی عظیم الشان قربانی کی جو اُس نے خدا تعالیٰ کے حضور دکھائی۔ واقعی یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیم کی عمر جب کہ سو برس کے قریب پہونچی اسوقت قوی بشری رکھنے والا کیا اُمید اولاد کی رکھ سکتا ہے پھر تیرہ برس کی عمر کا نوجوان لڑکا جو ۸۴ برس کے بعد کا ملا ہوا ہو اُسکے ذبح کرنے کا اپنے ہاتھ سے ارادہ کر لینا معمولی سی بات نہیں ہے جس کے لیے ہر شخص طیار ہو سکے غور کرو اس ذبح کے بعد عمر کے آخری ایام ہیں اور قبر قریب ہے۔ پھر کیا باقی رہ سکتا ہے نہ مکان رہا نہ عزت و جبروت۔ مگر اے ابراہیم تجھپر خدا کا سلام! تو نے خدا تعالے کے ایک اشارہ اور ایما پر سارے ارادوں اور ساری خوشیوں خواہشوں کو قربان کر دیا اور اس کے بدلے میں تو نے وہ پایا جو کسی نے نہیں پایا۔ خاتم النبیین اسی اسماعیل کی نسل میں ہوا اور خاتم الخلفاء اسی خاتم النبیین کی اُمت میں۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ**

پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ صدق اور اخلاص کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ اے ابراہیم تو فرمانبردار ہو جا عرض کیا حضور میں تو فرمانبردار ہو چکا۔ اَسْلِمُ نہیں کہا اَسْلَمْتُ کہا یعنی اپنا ارادہ رکھا ہی نہیں معاً حکم الٰہی کے ساتھ ہی تعمیل ہو گئی۔ پھر اس اخلاص سے کیا بدلا پایا یہی کہ **ابو الملۃ** ٹھیرا۔ جو کچھ چھوڑا اُس سے بڑھ کر ملا۔

اسی طرح سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرو۔ اہل مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو بادشاہ بننے کی آرزو ہے تو ہم تجھکو بادشاہ بنانے کے واسطے طیار ہیں۔ اگر تجھے دولتمند بننے کی خواہش ہے تو دولت جمع کر دیتے ہیں اگر حسین عورت چاہتا ہے تو تامل و مضائقہ نہیں یہ کیا چیزیں تھیں مگر دنیا پرست کی نظر ان پرے نہیں جا سکتی تھی اسلیے اسی کو پیش کیا آپ نے اسکا کیا جواب دیا؟ یہی کہ اگر سورج اور چاند کو میرے دائیں بائیں رکھدو تو بھی میں اس اشاعت اور تبلیغ سے رُک نہیں سکتا + اللہ! اللہ! کسقدر اخلاص ہے اللہ تعالے پر کتنا بڑا ایمان ہے۔ قوم کی مخالفت ان دکھوں اور تکلیفوں کے سمندر میں اپنے آپکو ڈالدینے کے واسطے رحیم کسقدر جوش اور گرمی ہے جو اس انکار سے آنے والی تھیں۔ ان تمام مفاد اور منافع پر ٹھوکر دینے کے لیے کتنی بڑی جرأت ہے جو وہ ایک دنیادار کی حیثیت سے پیش کرتے تھے مگر خدا تعالی کو راضی رکھکر اُسکو مانکر اسکے احکام کی عزت و عظمت کو مدنظر رکھکر اس قربانی کا بدلا آپنے کیا پایا؟ وہ پایا جو دنیا میں کسی ہادی کو نہیں ملا اور نہ ملے گا

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

کی صدا کسکو آئی؟ اور کسنے ہر چیز میں آپکو وہ کوثر عطا کی جسکی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی؟ سوچو! اور غور کرو!!

میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں انکے ہادیوں اور بانیوں کے حالات کو پڑھا ہے اسلیے دعوی سے کہتا ہوں کہ کوئی قوم اپنے ہادی کے لیے ہر وقت دعائیں نہیں مانگتی ہے مگر مسلمان ہیں کہ دنیا کے ہر حصہ میں ہر وقت ہر آن اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم کی دعا آپکے لیے کر رہے ہیں جس سے آپ کے اور مراتب ہر آن بڑھ رہے ہیں۔ یہ خیالی اور خوش کن بات نہیں واقعی اسی طرح ہے دنیا کے ہر آباد حصہ میں مسلمان آباد ہیں اور ہر وقت انکی کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور ہوتا ہے جس میں لازمی طور پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھا جاتا ہے مقرر نماز ونکے علاوہ نوافل پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اور درود شریف بطور وظیفہ کے پڑھنے والے بھی کثرت سے۔ اسطرح آپکے مراتب مدارج کا اندازہ اور خیال بھی ناممکن ہے۔ یہ رتبہ یہ فخر کسی اور ہادی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا ہے +

باقی آئندہ

مختصر نوٹ اور نکات

اسلامی دنیا اسوقت چلا اٹھی ہے کہ اسلام اور مسلمانون پر یہ دن بہت سختی کے ہین ۔ اور مسلمانون اور اسلام کے سنبھالنے کا یہی وقت ہے ۔ اخبارات مین اس قسم کے مضامین کو پڑھ کر ہمین حیرت اور تعجب ہوتا ہے کہ جس حال مین دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے سرے تک بالاتفاق یک زبان ہو کر مسلمان پکار رہے ہین کہ اسلام اور مسلمان نازک حالت مین ہین پھر سمجھ مین نہیں آتا کہ اس نازک حالت سے بچانے والے کی تلاش انہین جنون کے درجہ تک کیون نہیں پہونچی ۔ اللوا کے لائق اور فاضل ایڈیٹر مصطفےٰ کامل نے پیرس کے ایک مشہور اخبار مین ایک مضمون لکھا اور اس مین ثابت کیا ہے کہ اسوقت اسلام پر نہائت سختی کے دن ہین اور مصر کے ایک مشہور اخبار الظاہر نے سلطان المعظم سے خطاب کر کے لکھا ہے کہ یہی وقت اسلام اور مسلمانون کے سنبھالنے کا ہے ۔ کیا یہ ضرور نہین اس امر کی داعی نہین ہین کہ انا لہ لحافظون کا وعدہ اب پورا ہو ؟

مصر کے اخبارات مسلمانون کی اس نازک حالت کو محسوس کر کے سلطان ٹرکی سے امید کرتے ہین کہ وہ ان کی حالت کو سنوارنے مگر وہ نہین جانتے کہ [illegible] ہیں ہمارے آسمانی عذاب اور سماوی قضا و قدر کے روکنے کیلئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں ہے مگر افسوس کہ اسکی طرف مسلمانون کو توجہ نہین دلائی جاتی اور رجوع و توجہ دلانے والا ہے اور ان کی بدگوئی اور اس سے بدظنی پھیلانے کو اسلام کی ترقی کا راز سمجھا جاتا ہے ۔ اسلام نے شاہانہ جاہ و حشم کے باعث کبھی ترقی نہین کی ۔ ہان یہی ہے کہ حقیقی اسلام نے سچے مسلمانون کو بادشاہ بنا دیا ہے پر اسلام اور مسلمانون کی ترقی کا ذریعہ کسی بادشاہ یا سلطان کو قرار دینا خطرناک غلطی ہے اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی فارغ البالی کا راز ہمیشہ وہ وجود رہا ہے جو خدا تعالےٰ سے قوت پا کر دنیا مین آتا ہے اور اپنی قوت قدسی اور عظیم الشان انقلاب دنیا کی روحانی حالت مین کر دیتا ہے پھر وہی روحانی انقلاب مسلمانون کی اصلاح حالت کا باعث ٹھیرتا ہے ۔ اسلئے ایسے شخص کو پیش کرنے کی حاجت نہین ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نمونہ مسلمانون کو کبھی بھول نہیں سکتا پھر اسوقت کسی سلطان کے سہارے سے اسلام باقی تھا ؟ اسلام کا حافظ خدا ہے جو رحیم ہے اور اسکا مظہر وہ وجود ہے جو خدا سے تائید یافتہ ہے ۔ بس اسلام کی ترقی اور مسلمانون کی حالت کی بحالی ہوگا ۔

راز اسی کے دم عیسوی میں ہوتا ہے ۔ اسلئے جو چاہتے ہین کہ اسلام کا بول بالا ہو جو چاہتے ہین کہ مسلمانون کی حالت سنبھلے انہین اس طبیب حاذق کیطرف رجوع کرنا چاہیئے ورنہ اسے چھوڑ کر ساری دنیا کی تدابیر و تہا ویز کر کے دیکھ لین کامیابی کی صورت ناممکن اور مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی کا مقولہ صادق آئیگا ۔

لاہور کی بائیبل بک سوسائٹی نے ایک رسالہ ہمین بغرض ریویو دیا ہے جس کا نام انہون نے ابطال مرزا رکہا ہے اور اس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے مسیح کا آخری خطاب دجال ہے ۔ تجہ کو میری ماتہہ کی ایک مار کہانا ہے ۔ اور تو اس سے بچ کے نہین جا سکتا ۔ ہم انشاء اللہ کوشش کرینگے کہ اس رسالہ پر ریمارک کرین ۔

لیکن ٹائٹل پیج کا یہ فقرہ ہمکو بہت ہی پسند آیا ، حقیقت میں یہ بالکل سچ ہے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی حربہ اور ضرب سے

مسیح الدجال کا خاتمہ ہو گیا ہے ۔ تمام پیشگوئیان اس پر آکر ختم ہو جاتی ہیں اور عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان یہ مسلم عقیدہ ہو گیا ہے کہ دجال کی آخری اور فیصلہ کن شکست مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ہاتہ سے ہونیوالی ہے ۔ اور اب عیسائی دنیا یورپ اور امریکہ مین چلا اٹھی ہے کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد اید و اللہ الاحد نے موجودہ عیسائیت کے تمام عقائد اور اصولون کا خاتمہ کر دیا ہے ۔ آن کی تحریرون کو پڑھ لینے کے بعد کوئی دانشمند عیسائی نہین رہ سکتا ۔ یورپ کے اہل الرائے عیسائی اس فکر میں ہیں کہ یورپ کو عیسائی رکھنے کیلئے ان کا قومی اور ملکی فرض ہو گیا ہے ۔ کہ وہ حضرت حجۃ اللہ کے تیز کے قلم سے عیسائی ذریت کو بچائین ۔

ان دیسی عیسائیون کو ابھی معلوم نہین (یا معلوم تو ہے مگر یہ اس تیر لگنے والے جانور کیطرح کہہ رہے ہیں کہ آلتی جھوٹ ہے) کہ یورپ اور امریکہ کی عیسائی دنیا مین دجال پاش پاش ہو رہا ہے اور صلیب ٹوٹ رہی ہے ۔ بائبل بک سوسائٹی کو ریویو کیلئے انتظار کرنا چاہیئے

تاہم رسالہ جو بغرض ریویو ہمیں دیا گیا ہے اسکے دوسرے صفحہ پر ایک نوٹس لکھا گیا ہے کہ اس رسالہ پر حضرت اقدس کا کوئی مرید قلم نہ اٹھاوے ۔ اور لکہا ہے کہ اگر تم پیش از وقت بولوگے تو ہم آئندہ تم سے مخاطب ہونگے اس بات کو خوب یاد رکھنا ۔ سچ ہے صلیب پرستار اور مردہ ہڈیون کے پجاری راستی اور صداقت سے کوسون دور جا پڑے ہیں ۔ ان مین انصاف اور دیانت سے کام لینا جائز نہیں سمجھا گیا کیون حضرت ایک طرف رسالہ بغرض ریویو پیش کرنا اور دوسری طرف قدم اٹھانے سے روکنا

یہ خالی چالاکی ہے ۔ یہ دیدار سے نمائی و پیچیدگی پر عمل ہو رہا ہے ۔ اگر حق اور حقیقت سے غرض ہے تو پھر اس کے کیا معنے کہ کوئی مرید قلم نہ اٹھائے ۔ اس بزدلی اور گریز دہری کی بھی داد دینی چاہیئے ۔ لیکن بائبل بک سوسائٹی کے ممبر یاد رکھین کہ جب اس رسالہ پر ریویو ہوگا تو انہین معلوم ہو جائیگا کہ واقعی **مسیح موعود کے پاس دجال کی ہلاکت کیلئے ایک ہی حربہ کافی ہے**

ضرورت امام پر بحث کرتے ہوئے فاضل سیالکوٹی نے لکہا ہے کہ نظام ظاہری کے قیام و بقا کے لئے حکیم خالق نے ایسا ہی کیا ہے اور انسانی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ کوئی کتنا ہی اپنے تئین دور کھینچے کتنی ہی آزادی جتائے پھر بھی اسکو ایک حکمران یا سرپرست سے چارہ نہین ہر کوئی کمیٹی کوئی مجلس کوئی کونسل کوئی پارلیمنٹ ایسی نظر نہین پڑتی جسمین ایک میر مجلس یا پریسیڈنٹ نہ ہو کوئی گھر نہین جس کا انتظام طبعًا و لازمًا اس امر کا مقتضی نہیں ہوتا کہ کوئی ذی اختیار و ذی اقتدار آدمی اس مین سرپرست ہو جو سب کو ایک جتہہ مین قائم رکہے اور مختلف خیالات و جذبات کو رنگ تمام کر ایک سلسلہ انتظامیہ مین منسلک کر دے ۔ غرضیکہ انسانی فطرت کے مطالعہ سے صاف ثابت ہے کہ جسطرح انسان کو انتظام ظاہری کے لئے اس سے بے نیازی نہین کہ وہ ایک خاص حکمران یا سرپرست اپنے لئے مقرر کرے جو متفرق خیالات کو جمع کرے مختلف جذبات کو متحد کرے اس کل کو عمدہ اسلوب اور احسن نظام پر چلائے اسی طرح روحانی حکومت اور باطنی نظام کے لئے بھی ایک خاص فرد ہونا لازمی اور ضروری ہے جسکو ظاہری حاکم یعنے بادشاہ کے مقابل امام کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے ۔

ہمارے عزیز بھائی رحمت علی
ہاسپٹل اسسٹنٹ شہید ہو گئے
اللّٰہم یا ارحم الراحمین ارض عنہ وارضہ

کئی دنون سے ہم اخبار میں اس خبر کے اشتہار دینے شہید مذکور کے دوستوں اور رشتہ دارون کو نقل در انش کر رکھا تھا اور وہ امید و بیم کی حالت میں اس خبر کے صدق و کذب کی تحقیق میں مصروف تھے ۔ مگر عادتًا امید کی طرف زیادہ تر میلان تھا ۔

آج ہمارے عزیز دوست سید جلال صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ نے یوگنڈا سے آئی سے

بر برا سالی لینڈ کے خط سے سید کی کمر بالکل ٹوٹ گئی اور ہمارے دلون کو اس بات پر یقین کرنے کا ناگوار اور تلخ پیالہ پینا پڑا ہے کہ اس بوم شوم کی دی ہوئی خبر درست تھی ۔

سید جلال صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کافر منت سنگل دروش کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔ جب کہ اس کے زخمون کو ڈریس کر رہے تھے ۔ مفصل کیفیت جو ہمین تفصیل طلب قلوب کی پیاس کو بجھا سکتی ہے ہمارا ممدوح خبرون کے مطلع کی تاریکی یا شدت اضطراب سے پیدا ہونے والی جلدی کے سبب تحریر نہین کر سکے ۔ امید ہے کہ ہمارے عزیز سید صاحب جسقدر ممکن ہو سکیگا ۔ ہمارے اس انتظار اور قلق کے رفع کرنے کیلئے تا بمقدور کوشش کرینگے ۔

شہید کی زندگی اگرچہ اسقدر مختصر ہو کہ طفولیت اور اٹھتی ہوئی جوانی کے جوشون کے وقت کو اگر اس مین سے منہا کر دیا جائے تو بہت ہی کم وہ حصہ رہ جاتا ہے جسے دنیا کے پر آشوب اور پر فتن اور پر امتحان میدان مین تنہا ہو کر جینے کا وقت کہا جاتا ہے ۔ مگر ۲۰ - یا ۲۲ - برس کی تھوڑی سی زندگی مین ان سے وہ کام ظہور مین آئے جو بڑی لمبی عمر اور دراز مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد بھی بہت ہی تھوڑے لوگون کے ہاتھوں سے نکلا کرتے ہین ۔ مرحوم مغفور بڑے درجے کے متقی تھے ۔ انہین جمعیت باطن ۔ سکینت اور ورع اس درجہ کی حاصل تھی کہ ان سے گہری واقفیت رکھنے والے ان کی ولائت کو مسلم جانتے تھے ۔

عین آغاز شباب مین جو جذبات اور شہوات کے خوفناک جوشون کا زمانہ ہوتا ہے وہ مشرقی افریقہ مین کئی سال تک رہے ۔ تنخواہ معقول پوری آزادی ۔ نہ بزرگون کا سایہ سر پر ۔ نہ اقربا کی رقیب ناک تصویر آنکھوں کے سامنے ۔ ایسے اوقات اور ایسے میدانون میں جہاں بہتون نے جان اور ایمان سے کیسے خالی کر دیئے ۔ جہان اکثر آب آتشین کی پر زور رو کے آگے بہ نکل کر عدم کے سمندر میں جا پہنچے اور بہتیرے دوسرے رنگون کے فسق و فجور میں مبتلا ہو کر نقد جان و ایمان کھو بیٹھے وہان ہمارے پیارے اور با سوف رحمت علی نے ۔ زہد ۔ ورع ۔ تقویٰ ۔ طہارت اور ایمان باللہ کا وہ نمونہ دکھایا جو ہم سلسلہ احمدیہ کے بزرگ اور مشہور راستباز دن اور گذشتہ پاکباز دن کے سوا کسی مذہب اور مشرب کے پیرو مین نہیں پاتے ان کی پاک اور متقیانہ زندگی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جہان جہان وہ رہے محض ان کی چال چلن کو دیکھ کر بہت سے لوگون نے خدا تعالےٰ کے سچے خلیفہ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کو شناخت کر لیا ۔ یہ بالکل صحیح اور حق بات ہے کہ رحمت علی مصداق آئینہ تھے حضرت مرسل اللہ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے دیدار کیلئے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

حضرۃ علیؑ کو کہ ایک دل بھی تیرے ذریعہ سے ہدایت پا جائے تو تجھے سرخ اونٹوں سے بہتر خیال کرنا چاہئے ۔ مغفور رحمت علی کے ذریعہ سے بہت سی جانین اس لعنت ابدی سے بچ گئیں ۔ جو مسیح موعود مہدی علیہ السلام کے انکار اور کفر کے سبب نازل ہوتی ہے ۔ میری طرف کئی دوستوں نے خطوط میں لکھا ہے کہ رحمت علی کے طفیل سے اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت نصیب ہوئی کہ ہم سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے

یہ بات صحیح ہے کہ بعض فطرتوں میں اللہ کیطرف سے وہ مادہ جذب رکھا ہوتا ہے جو انبیاء و مامورین کی جبلت میں مفطور ہوتا ہے ۔ وہ جہاں ہوتے ہیں ۔ اکیلے اور مہجور رہ نہیں سکتے ۔ وہ ضرور ایک جماعت بنا لیتے ہیں ۔ وہ اس قندیل کیطرح ہوتے ہیں جسے موسم برسات میں روشن کیجئے ہزاروں پروانے اور ہر ادہر سے اسکے گرد جمع ہو جاتے ہیں ہمارے عزیز مرحوم رحمت علی ایسے لوگوں میں سے ایک تھے ۔ یہی قوت جذب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تھی ۔ اس مقدس جماعت نے دلوں کو اپنے تقوے کے جذب سے مسخر کیا عجیب بات ہے کہ جس قوم کی سرزمین پر ان کی قاہر اور منصور و مظفر تلوار چلی اور ان کے تختوں کو انہوں نے تختہ کر دیا وہی قومیں ان کی راست بازی کی شرم صدر سے قائل اور گرویدہ ہو گئیں ۔ یہ ایسی بات ہے کہ دنیا کی دوسرے فاتح قوموں کی تاریخ میں نہ جب اس کی نظیر موجود تھی نہ اب ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے ۔ اور ہمارے سلسلہ احمدیہ کے منجانب اللہ ہونے کی بین نظیر دلیل ہے کہ اسطرح کی قوت قدسی ہماری جماعت کے اکثر احباب میں پائی جاتی ہے ۔ بہتوں نے ان کے ہاتھوں پر ان کے سیرت کے مطالعہ کے بعد اپنی ناپاک زندگی سے توبہ کی اور سچے تائب اور متقی بن گئے ۔

خدا تعالیٰ نے جس قوم کو ترقی دینا چاہتا ہے ان میں ترقی اور ابدی زندگی کے موجبات اور اسباب پیدا کر دیتا ہے بڑا قوی سبب اور موجب جو درحقیقت تمام مختلف اسباب کا مجموعہ ہے تقوے ہے ۔ اس پہلی برگزیدہ جماعت کو جسے خدا نے دنیا کیلئے اسوہ بنانا تھا اپنی بزرگ کتاب میں بار بار یہی فرمایا کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون ۔ تمام قرآن شریف تقوی کی تاکید سے بھرا ہوا ہے ۔ آخرکار وہ تقوی ہی کی بدولت ان تمام دشمنوں پر غالب آ گئے جو اپنی بدکاریوں اور ریاکاریوں کی بدولت خدا تعالیٰ کی نظر میں مقہور اور مغضوب ہو چکے تھے ۔ آج ہمارے زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے رسول اور نبی کو صلوات اللہ علیہ وسلامہ بھیجا ۔ وہ یہی چاہتا ہے کہ اپنی جماعت کو تقوے پر چلاوے اور تقوے کی تاکید کرے اس لئے کہ

میرا مبارک وعدہ ۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ تقوی کی شرط سے مشروط ہے ۔

ہماری جماعت کے نوجوانوں کے لئے ڈاکٹر رحمت علی شہید زندہ سبق چھوڑ گئے ہیں ۔ خدا تعالیٰ منہ کی چالاکیوں اور لفاظیوں کا شیدا و شیفتہ نہیں ہوتا اس کی لطیف نگاہ دلوں کی تہ تک جاتی ہے ۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اس کا دل اس جان گداز فکر سے خالی نہ ہو کہ اب تک اس نے تقوے طہارت سے کہاں تک حصہ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے انفاس کو کہاں تک قوۃ قدسی اور پاک جذب سے بہرہ مند فرمایا ہے ۔ و حاسر عمر سے بجھلتی رہیں کہ کب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہدا علی الناس اور خیر امتہ ہونے کے مستحق ہوں گے اور کب وہ وقت ہو گا کہ اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی شیریں آواز سن لیں گے مومن جوانمرد عالی ہمت ہوتا ہے ۔ چھلکے پر قناعت کرنا اور محض خشک لفظوں پر ناز کرنا پست ہمت مجہولوں کا کام ہے ۔

اب میں چاہتا ہوں کہ پیارے رحمت علی کا آخری خط جو میرے نام آیا شائع کروں اس سے ان کے اخلاص اور توجہ کا ثبوت ملتا ہے جو انہیں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی شاخوں کی طرف تھی اور نیز یہ خط ان کی آخری یادگار کی حیثیت میں فرقتزدہ دلوں کی تسکین کا موجب ہو گا اس کے بعد دوسرا خط سید جلال صاحب کا ہے جس میں وہ شہید کی طرز شہادت اور سیرت پر گفتگو کرتے اور چاہتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ حضرت شہید کی سیرت سے حصہ بخشے ۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان سید صاحب کی دعا اور آواز کو سنے اور آرزو کو پورا کرے ۔

آخر میں میں صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رحمت علی کی والدہ ضعیفہ اور ان کی بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے ۔

(آمین) عاجز عبد الکریم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

مونیم مکرم بندہ حضرت مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل الحکم کے ذریعہ مدرسہ کے متعلق حضرۃ رسالت مآب کا حکم عالی پہنچا جس کے پڑھنے سے بدن کانپ اٹھا ۔ میں بھی ان بدبختوں میں سے ہوں جو بسبب چند مشکلات (جن کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو یہاں آ کر دیکھے) اپنا مقرر کردہ ماہوار چندہ برابر نہیں بھیج سکتا

اس لئے حضور کی خدمت عالی میں بھی عرض ہے کہ جناب اس ناکارہ کو براہ مہربانی اطلاع بخشیں کہ سکول و کالج میں سنہ ۱۹۰۲ء و سنہ ۱۹۰۳ء میں میری طرف سے کس قدر روپیہ پہنچا ہے تاکہ جو کمی ہو وہ جس وقت موقع ملے پوری کر سکوں ۔ میری طرف سے پانچ روپیہ ماہوار کے حساب سے دو سال میں ایک سو بیس روپیہ ہونے چاہئیں ۔ میں وقتاً فوقتاً کچھ روپیہ بھیجتا رہا ہوں جس کا حساب میرے پاس نہیں اس لئے آپ اگر حساب سے اطلاع بخش سکیں تو ایک سو بیس میں سے جو کمی ہو وہ پوری کر دی جاوے ۔

آخر دسمبر میں پھر لڑائی پر جانا ہے اس دفعہ ایک سخت فیصلہ کن جنگ کی امید ہے ملا یہاں سے نزدیک قریباً کئی ہزار فوج کے ہمراہ پڑا ہے ۔

خاکسار رحمت علی ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

مذکورہ بالا خط مرحوم کیطرف سے مولوی عبد الکریم صاحب کے نام تھا ۔

ذیل کا خط سید جلال صاحب کیطرف سے مولوی صاحب موصوف کے نام ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس جان گداز جگر پاش واقعہ کو تحریر میں لاکر قلم آگے تحریر کو یاری نہیں دیتی ہر لفظ پر قلم رکتی ہے ۔ اور آنسو آنکھوں سے جاری ہیں وہ خبر یہ ہے کہ ...... ڈاکٹروں نے تحریر فرمایا ہے کہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب خدا مغفرۃ کرے مورخہ ۱۰ر جنوری کی لڑائی میں جبکہ وہ دشمنوں کے زخموں کو بطور ہمدردی ڈریس کر رہے تھے ۔ ایک ظالم مجروح نے ایک بھالہ ان کی چھاتی میں گھسو دیا اور اس طرح سے ہم نو نہال احمدی اور مولیٰ کو ہم سے جدائی ڈالدی ۔ ڈاکٹر رحمت علی کو شاید جماعت احمدیہ کے کل بھائی جانتے ہیں ۔ چنانچہ جماعت افریقہ تو ان کو ماں باپ کے تعلق سے بھی زیادہ عزیز جانتے تھے ۔ کیونکہ اس دور خطہ میں انہوں نے ہی پہلے ہماری احمدی جماعت کا بیج بویا ۔ یہاں پر انہی کی طفیل سے جماعت احمدی کھڑی ہوئی ان کی بردباری حلیم مزاجی ۔ خشیت اللہ و زہد ہر ایک ان سے سن آدمیوں کے لئے ایک نمونہ تھی ۔ باوجود اتنی تکالیف لڑائی کے وہ اپنے آقا کے حکم بجا لانے اور خطوط کا جواب دینے اور اپنے حکم خدا کے بجا لانے میں کبھی طبیعت میں کسل نہ لاتے تھے ۔

وہ شخص خدا کے قوم تھا اور اس کے دل میں تمنا تھی کہ کوئی وقت اسلام کا بول بالا دیکھے جسکا بیج بذریعہ ہمارے یہاں اب بویا گیا تھا لیکن افسوس کہ اگر

عمر نے وفا نہ کی اور تمام امیدیں سینہ میں رہ گئے ۔ خدا ان کو غریق رحمت فرما دے اور ان کے عزیز و اقربا اور جماعت احمدی کو صبر جمیل عطا فرماوے ۔ یہ بھی شہزادہ عبد اللطیف کی طرح شہید ہوئے کیونکہ دشمن کے زخموں کو بطور ہمدردی اسلامی ڈریس کرنے لگے اور مارے گئے ۔

میں کل جماعت احمدی کی خدمتیں عموماً اور حضور اقدس اپنے آقا مہدی و مسیح کی خدمت میں خصوصاً ملتمس ہوں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاوے یہاں پر ہم پڑھ ہیں گے اور دعا کریں گے ۔

میں اپنے آقا سے ملتمس ہوں کہ کوئی دعا فرماویں کہ ظالم ملا کا خاتمہ ہو ۔ جس نے ایسی قیمتی جان کو تلف کیا ہے ۔

نیز ان کے جملہ اسباب و صندوق میرے پاس ہیں ۔ اور کتب بھی میرے پاس موجود ہیں ۔ براہ مہربانی ان کے بھائی صاحب اور ان کے ورثا سے دریافت کیا جائے کہ ان کی بابت کیا کروں ۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ بشرط زندگی ایک سال بعد واپس آؤں گا ۔ اگر کہیں تو ہمراہ لے آؤں ۔ یا کچھ اور بندوبست کروں ۔ ملتمس ہوں کہ بذریعہ اخبار البدر والحکم مطلع کیا جاوے ۔ کل خط و کتابت بندہ کو نام پر ہو ۔

راقم سید جلال ہاسپیٹل اسسٹنٹ سول ہسپتال بربرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

مکرمی معظمی جناب اخویم محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

میں بھائی رحمت علی مرحوم کی وفات کی متوحش جان گداز خبر نہایت رنج و الم کی حالت میں آپ کو سناتا ہوں ۔ کاش کہ اس کی بجائے اور خبر سناتا نصیب ہوتا ۔ وہ نوجوان واقعی نور قلب سے معمور ۔ دین کا سخت دلسوز اور جان توڑ کوشش کرنیوالا تھا ۔ ان کے حسن اکرام کو کہاں تک بیان کروں ۔ کسی کے قرضہ میں بطور ہمدردی ہاتھ بٹانے میں شریک ہوتے کسی کے نام اخبار جاری کرانے ۔ کتب دینے کسی کو نقد روپے دینے میں ۔ کسی سے جوانمردانہ سلوک کرنے میں اور جس جگہ گئے ہر دلعزیزی پیدا کی یہاں تک ان کا اندرونی تقوے مشہور تھا ۔ کہ سپاہی اکثر نماز کے پابند ہیں لیکن ان کو آوارہ و ملعون ملا کا لقب ...... انکی ان لڑائی کی تکالیف میں نماز کی پابندی کی وجہ سے دکر رکھا تھا اور وہ سپاہیوں میں اسی نام سے مشہور تھے ایک دفعہ ان کے افسر کپتان ڈاکٹر نے ایک دفعہ ان کو کہا کہ اگر ہم اتنی عبادت کریں تو بہشت میں جانے کیلئے خدا کی اجازت بھی نہ مانگیں وہ اکثر صاحب کشف بھی تھے عموماً پہلے سے انکو بھی خوابیں آ جاتی تھیں بسا اوقات انہوں نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ یہ امر مجھکو خواب میں ایسا دکھایا گیا ۔ وہ ایسا ہی ہوتا تھا ۔ ابھی قریب کا ذکر ہے شائد ان کی وفات سے کوئی ۱۵ یوم پہلے کہ مجھکو لکھا کہ تمہاری سکھر میں بیٹے خوابیں لڑکی کو گود میں کھلایا ہے چنانچہ اس کے چند یوم بعد ایسا ہی ہوا کہ ...

۳ جنوری کو میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور میں نے ان کو خبر بھی بھیجی لیکن مجھکو معلوم نہیں کہ وہ خط اون کو ملا یا نہیں کیونکہ ان کی شہادت ۵ دار جنوری کو ہوئی۔

ماشاء اللہ مرنے کے پہلے ہی خلق اللہ سے ہمدردی کا ثبوت دے گئے کہ دشمن یعنے ملاکو زخموں کو ڈرس کرنے لگے اسی مردود مجروح نے اپنا بھالا ان کو زور سے مارا کہ فوراً شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا ان کو غریق رحمت کرے۔ اور ظالم کو جزائے بد دے۔ یہاں کل افریقہ میں جماعت احمدی کی ان نے ہی تخم ریزی کی ہے وہ ہمارے ان کی قلیل جماعت کا سرتاج اب ہم بے سروپا ہو گئے۔

زیادہ تحریر کرنے میں دل منہ کو آتا ہے میں نہیں جانتا کہ آپ لوگوں کو اور ان کے قریبی رشتہ داروں کو اور ان کی بیوہ شدہ کو کیا رنج پہونچیگا۔ اور کس طرح سے اس صدمہ کو برداشت کر سکیں گے۔ آپ سبکو بذریعہ اخبار ملاقات تسلی دیں۔ میں نے قبل ازیں ایک خط مختصر جلدی میں اطلاعی طور پر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کو لکھا ہے۔ ان کا تمام اسباب ٹرنک بکس کتابیں وغیرہ سب میرے پاس پڑی ہیں بذریعہ اخبار مشتہر فرما دیں کہ میں ان کے جملہ اسباب کی بابت کیا تجویز کروں سب خط و کتابت میرے نام پر ہو۔ حضرت اقدس کی خدمت میں یہ التماس عرض فرما دیں کہ دعا فرما دیں کہ ہم سے کوئی صاحب اس قابل ہو جاوے کہ ان کی طرح دوسروں کیلئے زندہ نمونہ ہو سکے۔ بندہ سخت گنہگار ہے اور خواہاں ہے کہ خاص توجہ سے بندہ کے حق میں دعا فرما دیں ابھی تک نماز بھی درست نہیں پڑھی۔

ہاں مذہبی دلسوزی کا مادہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ نجات ابدی کے واسطے بجز یہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ بہر کیف مجھکو اپنی عافیت کے بخیر ہونے کیلئے حضرت اقدس مسیح و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی ازحد ضرورت ہے۔ میں اپنے گناہوں کی شرم کے سبب خود خط نہیں لکھ سکتا۔ آپ خود مہربانی کر کے مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سے ذکر فرما دیں کہ کسی طرح بندہ مرحوم کیطرح نور قلب سے ملو ہو جاوے۔

سب اصحاب احمدی کی خدمت میں سلام اور باقی اصحاب احمدی جو لڑائی میں شامل ہیں ان کی بخیر واپسی کے لئے دعا کیجاوے۔

احقر سید جلال احمدی ہاسپٹل اسسٹنٹ انچارج ڈسپنسری بمبرا سالی لینڈ بربرا۔

(از البدر)

حضرت مسیح موعود اور پاینیر

(نمبر ۱۳)

گذشتہ میں نمبروں میں ہم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ پاینیر کا یہ کہنا کہ یہاں ذراسی ہی مذہبی تحریک ایسی ہے جیسے بس میں چنگاری بالکل عیسائی مشنریوں کے حسب حال ہے اور اس کے سچے مصداق بھی یسوعی ہیں لیے ہیں ہم نے واقعات کی بنا پر عیسائی مصنفوں کی تحریروں اور سب بڑھ کر خود پاینیر ہی کے کالموں سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد پاینیر لکھتا ہے۔

کہ یہ بات صرف سرآوردہ یا خاص لوگوں ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ عام ہے سوڈان سالی۔ اور سرحدی فرقوں کی زندہ مثالیں موجود ہیں

پاینیر اس فقرہ سے بھی یہی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مذہبی تحریک ہی ان شورشوں اور شوریدہ پشتیوں کا باعث ہوتی ہے جو آئے دن سرحد پر ہوتے رہتے ہیں یا سوڈان یا سالی لینڈ میں جنکا ظہور ہوا ہے۔

ہم اس بات کے ماننے کے واسطے طیار نہیں ہیں کہ حقیقی مذہب کی تحریک سے ایسا ہوتا ہے بلکہ ایک غلط فہمی اور غلط کاری ہے جو ان شورشوں کی تہ میں کام کرتی ہے اور جہانتک ہمارا خیال ہے ہم اس کے بانی اور باعث بھی ان مشنریوں کو ہی سمجھتے ہیں اور ہم کو اس امر کے اعتراف سے بھی کوئی شرم نہیں کہ بعض نادان اور خام خیال ملاؤں نے بھی اصول مذہب کی ناواقفی کی وجہ سے **جہاد** کو سمجھا اور جائز قرار دے رکھا ہے۔ یہ ایک غلطی ہے جو عام مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اسی کی اصلاح کیلئے **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آیا ہے تاکہ وہ امن اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کرے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ سرحد پر خیالات **خام جہاد** کے پھیلے ہوئے ہیں اور وہ مذہب کی آڑ میں خون ناحق کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر اس خون ناحق کے بعض نادان **مولوی** اور مفتری **مشنری** ذمہ وار ہیں + جاہل مولویوں نے جہاد کی حقیقی فلاسفی کو نہیں سمجھا اور عام لوٹ مار اور قتل انسان کا نام جہاد رکھ لیا۔ انھوں نے تو جہاد کا مفہوم غلط سمجھا۔ برخلاف اس کے پادریوں نے سرحدی جاہلوں اور تند خو لوگوں کو برافروختہ کر دیا۔ کیونکہ انھوں نے جہاں ایکطرف فارسی اور اردو اور پشتو میں ہزاروں کتابیں رسالے اور اشتہار اسلام کے خلاف شائع کیے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی اور قرآن کریم پر حملے کیے وہاں انھوں نے اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے انھیں رسالوں میں جو پنجاب و ہندوستان اور سرحدی علاقوں میں شائع کیے گئے) یہ بھی شائع کیا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے ہی کا نام اسلام ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سرحدی شوریدہ پشت دیوانوں نے **جہاد** کی دو گواہیاں پالیں مولویوں کی غلط فہمی اور پادریوں کا افترا اور اس سے ان کے جوش بڑھ گئے اور ان سے وہ حرکات سرزد ہوئیں جو اب اسلام پر بدنما داغ لگانے کے لیے مخالف پیش کرتے ہیں۔ پس ہم اس امر کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ ان غلط خیالات کی اشاعت سے سرحد کے پر جوش دیوانوں پر بڑا اثر پڑا ہے اور بارہا ملک کی حالت امن مخدوش حالت ہونے کی قریب پہنچی ہے۔ لیکن ہم یہ ماننے کو طیار نہیں ہیں کہ مذہبی تحریک اسکی محرک ہے بلکہ اسکے ذمہ وار

یا تو مبتدی ملا ہیں اور یا مفتری مشنری

اور ملک میں امن اور صلاحیت کے خیال پیدا کرنیکے لیے **گورنمنٹ** کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ پادریوں کی ان تمام اور ناپاک اور بیہودہ اور بیفائدہ تصنیفات کے ذخیرہ کو تلف کر دے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے اور **پاینیر** کو چاہیے بجائے اسکے کہ مذہبی تحریک کو اسکا ذمہ دار قرار دے مشنریوں کو اسکا ذمہ دار قرار دے اور اسکو پر زور آرٹکلوں میں گورنمنٹ کو متوجہ کرنا چاہیے کہ یہی لوگ ہیں جو غلط اور بیہودہ اعتراض کر کے مسلمانوں کے دلوں کو رنج پہونچاتے اور انکو جہاد کی یاد دہانی کرتے کراتے ہیں

یہ ہمارا اپنا ہی خیال اور رائے نہیں ہے بلکہ اس رائے کو ہندوؤں کے علاوہ بعض منصف عیسائیوں نے بھی قبول کیا ہے چنانچہ ذیل میں ہم بعض معزز ہندو و سکھ اور عیسائی اخبار والوں کی رائیں پادریوں کی بعض تصنیفات پر درج کرتے ہیں۔ جو ہمارے لائق **پاینیر بہادر** کے غور سے پڑھنے کے قابل ہیں اور وہ یہ ہیں

رائے ہندو پرکاش امرتسر و آفتاب پنجاب لاہور کہ ان دونوں اخباروں کے مالک اہل ہنود ہیں۔

چونکہ پادری عماد الدین صاحب امرتسر میں پادری کا کام کرتے ہیں وہاں کے اخبار ہندو پرکاش جلد ۲ نمبر ۴ مطبوعہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۰ و ۱۱ میں جو امرتسر کے اہل ہنود کیطرف سے جاری ہے لکھا ہے کہ پادری عماد الدین امرتسری کی تصنیفات تاریخ محمدی وغیرہ (وغیرہ سے مراد ہدایت المسلمین) کچھ اُس کتاب سے سفر مشن انگیزی میں کم نہیں کہ جس نے بمبئی کے مسلمانوں اور پارسیوں کے صد ہا سالہ اتفاق اور محبت کو نفاق اور عداوت سے مبدل کر دیا اور دونوں کو یک لخت ہلاکت کا منہ دکھا یا یہاں پادری صاحب کی تصانیف یعنی **تاریخ محمدی** اور ہدایت المسلمین اور تفسیر مکاشفات امن عامہ کے خلل اندازی میں کس لیے ناکام رہیں پنجابی مسلمان مفلس کم ہمت اور اکثر جاہل ہیں یا وہ انکو سمجھتے نہیں اور صرف مسلمانوں کا انگریزی گورنمنٹ سے دل پھاڑنے کی علت غائی پر تصنیف کی گئی ہیں اگر بفرض محال وہ سارے الزامات سچے بھی سمجھے جائیں تاہم بیچارے پادری صاحب کے کام تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۴ کے اعتراض سے محفوظ نہیں کیونکہ اسمیں ہر ایسے فعل کا رفاہ عام کی بابت سے ہونا مستثنیٰ کے لیے مشروط ہے۔ مندرجہ بالا فقرے ہم نے اخبار آفتاب پنجاب جلد ۲ نمبر ۲۹ سے انتخاب کیے ہیں جس بنا پر اخبار مذکور کے اڈیٹر صاحب نے وہ تمام مضمون لکھا ہے ہم اُس سے صرف مقتبس فقروں کی نسبت اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں اور جو شکایت صاحب موصوف پادری عماد الدین کی تصنیفات کے بارہ میں کرتے ہیں بلحاظ ملکی مصلحتوں کے ہم اتنا زیادہ کہتے ہیں کہ انکی تصانیف میں جسکا حوالہ اوپر درج ہے **بلاشبہ امن میں خلل پڑ سکتا ہے** اور وہ کچھ عجیب ڈھنگ سے مرتب ہوئے ہیں کہ جنکو فی الجملہ **شرارت انگیز بلکہ شرر خیز کہنا ذرا بھی غیر حق بات نہیں**

ایسے ایسے ملکی شور و شر کے حق میں جو اس قسم کی کتابوں سے پیدا ہوتا ہے بقول وقائع نگار موصوف کے سرکار کیطرف سے مناسب انتظام لابد ہے۔ ہم بتلا سکتے ہیں کہ دانشمند گورنمنٹ نے اسطرح کے معاملات میں دخل دیا ہے چنانچہ اہل ہندوستان کے اندر لارڈ ولزلے صاحب سابق گورنر جنرل نے ۱۸۰۲ء میں ہندوؤں کی رسم جل پروا کو حکماً بند کر دیا اور ۱۸۲۹ء کے اندر لارڈ ولیم بنٹنگ صاحب گورنر جنرل نے ستی کی قدیم رسم کو قانون مرتب کر کے موقوف کروا دیا۔ گورنمنٹ اس بات کو معلوم کرے کہ کیوں ہندوستان کے مسیحی مصنفوں میں سے تمام لوگ پادری عماد الدین کو ہی انگشت نما کرتے ہیں اسکی یہ وجہ ہے کہ وہ بھی یہی چاہتا ہے کہ میری تالیفات سے **عام لوگ مذہبی ولولہ میں آکر اور حرارت سے مغلوب ہو کر بے ادائیاں کریں اور سرکار میں مفسد شمار ہو جاویں۔** ہم نے سنا ہے کہ پنجاب ٹریکٹ سوسائٹی کی پبلشنگ کمیٹی نے شورش انگیز کتاب کے دوسرے حصہ کو ابھی [illegible]

...نے لکھا ہے کہ اس میں پہلے حصے سے زیادہ ... باتیں درج ہیں اگر یہ بات سچ ہے تو ... نے خوب کہا" انتہی تمام ہوئی عبارت ... پر کاش کی۔

شمس الاخبار لکھنؤ

... صاحبوں کے شمس الاخبار لکھنؤ ... مرکنٹائل پریس ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء ... جلد ۲ باہتمام پادری کریون صاحب ... ۹ میں لکھا ہے کہ نیاز نامہ جس کے ... مصنف صفدر علی صاحب بہادر بھی کسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ساگر ملک متوسط ہیں عماد الدین کی تصنیفات کی مانند لغو ہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں اور

اگر ۱۸۵۷ء کے مانند پھر غدر ہوا ... ایسی شخص کی بد زبانیوں او ... بیہودگیوں سے ہوگا۔ جب

... پانسو روپے کو بھی کوئی نہ پوچھے ... پنشن میں ۷۰ ستر روپے ماہواری اور کوٹھی ... کے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے ... کو کولھو بھی بنالیں۔ ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہیے۔ انتہی۔ (باقی آئندہ)

مسئلہ جہاد پر گفتگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود امام زمان علیہ السلام کی مخالفت جو اکثر نافہم مسلمان کر رہے ہیں اسکی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ حضرت اقدس ان کے خیالی جہاد کی مخالفت میں اپنی تعلیم بیان کرتے ہیں۔ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی فطرت میں گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی اور وفاداری موجود ہے اور انھوں نے کوئی ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جبکہ انھوں نے جہاد کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش نہ کی ہو جو مسلمانوں کی بدقسمتی سے بعض پرانے فیشن کے علماء کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اپنی تعلیم اور شرائط بیعت میں گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کو شامل کیا ہے گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کا خیال بھی ایک ناقابل عفو گناہ ہے اور ہم اپنے ہادی کی تعلیم کے مطابق گورنمنٹ برطانیہ کو اولوالامر میں داخل کرتے ہیں اور اسلئے اولوالامر کی اطاعت بھی خدا کا حکم سمجھکر کرتے ہیں۔ بیشک یہ

گورنمنٹ اسی قابل ہے کہ اسکو ہم سچا نے مہربان والدہ کے خیال کریں۔ ہمارا جان و مال ہماری عزتیں خدا تعالیٰ نے اس محسن گورنمنٹ کے ذریعہ محفوظ کر دی ہیں اور ہمیں آزادی بخشی کہ ہم ان سچی اور پاک ہدایتوں کو جو ہمارا امام لیکر آیا ہے مشتہر کر سکیں اور محض اس گورنمنٹ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہمکو ان درندہ طبع لوگوں سے بچایا جو ہمارا خون حلال جانتے ہیں اور ہمارے مال و اسباب تک کو چھین لینے میں ثواب سمجھتے ہیں۔ میں آج جہاد پر گفتگو کروں گا کیونکہ ہمارا فرض ہے کہ اس غلط فہمی کو جو اکثر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہے ہمیشہ دور کرتا رہوں اور گورنمنٹ برطانیہ کی سچی خیر خواہی لوگوں کے دلوں میں بٹھاؤں میں جہاد پر پوری بحث کروں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہرگز ہرگز گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے

اے مسلمانو تم گورنمنٹ برطانیہ سے کیوں جہاد کرو؟ کیا اولوالامر اور مہربان ماں سے بھی جہاد جائز ہے؟ کیا تم خدا کے ان احسانوں کو بھی بھول گئے جو اُس نے گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ سے تم پر کیے ہیں؟ پنجاب کی کیا حالت تھی وہاں کے مسلمانوں کو خدا نے کس کے ذریعہ سے آزادی دلوائی؟ مرہٹوں کی سختی اور ظلم سے کس کے ذریعہ چھٹکارا ملا۔ یہ موجودہ مذہبی آزادی تمھیں کس سے ملی؟ کیا تم ان احسانوں کو اتنا جلد بھول جاؤ گے! افسوس ایسی حالت میں جہاد کا خیال شرم! شرم!! شرم!!! اور مسیح موعود کو تو ایسے وقت میں آنا ہی تھا کہ جہاد کرنے کی ضرورت ہی نہ ہووے۔ جب ہی تو ایسی گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں ہم مسلمانوں کو پیدا کیا اور یہیں مسیح موعود کو بھی مبعوث کیا۔

میرے مخالفو! تم یہ کیا کہتے ہو کہ مسیح موعود جہاد کیوں نہیں کرتا؟ وہ جہاد کرے تو کس سے کرے؟ میں تو کوئی وجہ نہیں پاتا کہ جس سے مسیح موعود کو کسی سے عموماً اور گورنمنٹ برطانیہ سے خصوصاً جہاد کرنا ضروری ہو۔ بلکہ اگر وہ جہاد کرنے کا خیال بھی کریں تو وہ گنہگار ہوں گے کیونکہ حدیث میں ان کے لیے یضع الحرب وغیرہ وغیرہ آچکا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ماموریت اللہ وحشیوں کی طرح بغیر وجہ لڑتا پھرے اور آخر مارا جائے یا فتحمند ہو؟ بھائیو! اسلامی جہاد کا حکم بلا وجہ نہیں ہوا بلکہ جب ہزار طرح کی تکلیفیں آنحضرت کو اور مسلمانوں کو پہونچ چکی تھیں تو محض امن قائم کرنے کیلیے مسلمانوں کو تلوار اُٹھانے کا حکم ہوا تھا تو کیا اس گورنمنٹ برطانیہ نے امن قائم رکھنے میں کسی طرح کی کسر باقی رکھی ہے جو مسیح موعود یا کسی مسلمان کو جہاد کا اعلان دینے کی ضرورت پیش آتی ہے؟

ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اس گورنمنٹ نے امن کا وہ نمونہ دکھلایا ہے کہ جسکی مثال ابتدائے دنیا سے آجتک ملنا ناممکن ہے اور نہ اس سے بڑھ کر امن کیحالت عقل تجویز کر سکتی ہے۔ تو پھر کوئی دیوانہ ہوا ہے جو جہاد کرنے کے لیے اُٹھے۔ اور اگر یہ کہو کہ اسلام پھیلانے کیلیے تو یہ ناجائز ہے اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام میں بزور شمشیر مذہب منوایا جاتا ہے اور یہ محض جھوٹا الزام ہے۔ اور ہمکو ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ اسلام میں ہرگز ہرگز زبردستی مذہب پھیلانے کا حکم نہیں ہے۔ سنو! اور غور سے سنو۔

(۱) اگر اسلام میں بزور شمشیر زبردستی مذہب منوانے کا حکم ہوتا تو خدا یہ نفرماتا کہ "دین میں زبردستی نہیں" اور یہ کہ "تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافروں پر جبر کرنے والا نہیں" اور یہ کہ "خدا کے راستہ پر حکمت اور وعظ اور اچھی نصیحت سے بلا" یہ نہیں کہ زبردستی بزور شمشیر اور یہ کہ "تو ان پر کڑوڑا نہیں" اور "تجھکو سوا حکم کے پہونچا دینے کے اور کوئی کام نہیں"۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اسلام میں زبردستی مذہب منوانے کا حکم نہیں۔ اگر حکم ہوتا تو خدا اسکے خلاف کیوں فرماتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ مکہ میں مصلحت وقت کے لیے حکم ہوا تھا لیکن جب آپ مدینہ میں آئے تو یہ حکم جاتا رہا اور قتال کا حکم آیا۔ اس سے بڑھ کر اسلام پر اتہام نہیں ہو سکتا۔ خدا کا حکم نہ ہوا کسی دھوکہ باز گورنمنٹ کی پالیسی ہوئی یا تمھارے جیسے کجرو کے دل کا کھوٹ کہ جب مکہ میں کمزوری دیکھی تو یہ پٹی پڑھائی کہ نہیں میں لڑائی نہیں چاہتا میں صلح کے ذریعہ سے اسلام پھیلانا ہوں اور اسلام میں زبردستی نہیں (اور دل میں یہ تھا کہ اچھا یارو ذرا مدینہ تو جانے دو پھر دیکھنا میں تمھاری کیسی خبر لیتا ہوں) اور جب مدینہ آئے تو سارے قول و قرار بھول گئے اور لگے مار دھاڑ کرنے کہ مسلمان ہو جاؤ نہیں تو تمھاری جان اور عزت کی خیر نہیں۔ خیر اس کا بھی جواب دیتا ہوں دیکھو اور غور کرو۔

اول تو یہ کہ اُنھیں سورتوں میں سے جن کی آیتوں کا ترجمہ میں نے لکھا ہے سورۂ یونس اور سورہ بقرہ ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بخوبی قوت ہو گئی تھی۔ اُنھیں سورتوں میں حکم ہے "وما علی الرسول الا البلاغ المبین" ترجمہ اور پیغمبر کا حکم کو صاف صاف پہونچا دینے کے سوا اور کچھ

بھی نہیں (سورۂ نور) اور لا اکراہ فی الدین دین کے بارے میں کسی قسم کی زبردستی نہیں (سورۂ بقرہ) اور لگے ہاتھ اسکا شان نزول بھی دیکھ لو۔

شام سے ایک عیسائی پادری مدینہ میں آیا اور ایک صحابی کے دو لڑکے اس کی صحبت میں آنے جانے لگے آخر وہ عیسائی دونوں لڑکوں کو بہکا کر شام کو لیگیا۔ اُن صحابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پوچھا کہ اگر حکم ہو تو میں اُن لڑکوں کو زبردستی واپس لے آؤں تو یہ آیت اتری لا اکراہ فی الدین۔ اب کہو اس سے بڑھ کر اور کیا آزادی مذہب کی دلیل ہوگی کہ مسلمانوں کے لڑکے عیسائی ہو جائیں اور اُس کا باپ اُنکو لانے کی اجازت چاہے اور خدا فرماوے کہ لا اکراہ فی الدین۔

مخالفو! دیکھو اسکو بھی اپنے منافقانہ خیال سے پالیسی نہ بنا دینا واتقوا اللہ دوسرے یہ کہ خدا کے احکام جو بطور اصل اصول کے نازل ہوئے ہیں وہ جگہ کی تبدیل یا قوت اور ضعف کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو سکتے۔ خدا کا حکم یہ ہے کہ زبردستی کسیکو مسلمان نہیں کیا جا سکتا پس جب آنحضرت مکہ میں تھے اُسوقت بھی کوئی شخص زبردستی مسلمان نہیں ہو سکتا تھا اور جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو لڑائی کا حکم ہوا مگر وہ لڑائیاں لوگوں کو زبردستی سے اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنے کے لیے نہ تھیں بلکہ امن قائم کرنے کے لیے تھیں جنکو ہم آگے چلکر بتفصیل بیان کریں گے۔

اور بلا وجہ اس کے کسی کا یہ کہنا کہ یہ سب اُسوقت کا حکم ہے جبکہ مسلمان کمزور تھے مگر پھر جب قوت ہو گئی تو آیت قتال زبردستی مذہب قبول کروانے کے لیے نازل ہوئی۔ تو اس سے قرآن مجید میں مخالفت لازم آتی ہے خدا تعالے ارشاد فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا تو کیا یہ قرآن کے مطالب میں غور نہیں کرتے کہ کہیں سر مو فرق نہیں اور اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اختلاف بتانا گویا دوسرے لفظوں میں قرآن کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ انھیں اندھوں کے لیے یتدبرون القرآن آیا ہے۔

باقی آئندہ

اقتباس

جزائر فلپائن کے حالات

فلپائن میں ہسپانی پادریوں کے شیطانی کام

مخدومی و مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام اخبار زاد عنایتکم
پہلے خط میں فلپائن کے تاریخی حالات سے بہت سے ضروری واقعات رہ گئے تھے۔ اس لیے اب وہ لکھنا چاہتا ہوں۔

جب اہل سپین نے شمالی فلپائن کے باشندوں کو بزور شمشیر مشرک اور خنزیر خور بنایا۔ اور زمانہ گزرے پر نئی پشتوں نے کیتھولک مذہب کو اپنا موروثی مذہب خیال کیا۔ اور قدرتی محبت پیدا ہوئی۔
تو پادری صاحبان نے عیسائی مذہب کے خفیہ راز اور اسرار بتانے پر کمر باندی۔ گناہوں کی فیسیں مقرر کیں۔ اور ایک محکمہ روحانی ٹیکس کا بنایا۔ سب سے بڑے گنہگار کے تمام گناہ ساٹھ ڈالر ادا کرنے پر معاف کیے جاتے تھے۔ اور بہشت کی راہداری لمبی ہوتی تھی۔
اس ٹیکس کا نام سپینش زبان میں

تلفظ: ریسا گرسے گوریانہ سیپتا پیسوس پارا ایرال سیلو لاس آلس (ترجمہ) دعائے مقبول ساٹھ ڈالر ہے۔ واسطے بھیجنے بہشت میں ارواح کو۔
جو مالدار یہ ٹیکس ادا کر سکتے تھے۔ ان کو کسی گناہ کے کرنے میں ڈر نہیں تھا۔ پادری صاحبان ساٹھ ڈالر سے کر بہشت کی رسید حوالے کراتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کے ایجنٹوں کی حیثیت سے یہ صاحبان تین سو برس سے زیادہ عرصے تک یہ ٹیکس وصول کرتے رہے۔ ہر سال لاکھوں آدمی یہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔ اور یہ طریق ۱۸۹۸ء تک برابر جاری رہا۔ جس کا نتیجہ آج میں بچشم خود دیکھ رہا ہوں کہ فلپائن کا زرخیز رقبہ اور شہروں کے عالی اور مفید مکانات پادریوں کے پاس ہیں۔
گزشتہ سال آنریبل ولیم ٹافٹ گورنر جزائر فلپائن شہر روم (اٹلی) کو گیا تھا۔ تاکہ پوپ صاحب روم سے وہ جائداد وغیرہ منقولہ۔ جو باشندگان فلپائن نے ان جزائر میں پوپ صاحب کے نام کر دی تھی۔ خرید لے۔ لیکن پوپ صاحب نے منظور نہیں کیا۔
جب کوئی مرتا تھا۔ تو اس کے پسماندگان گرجا کے ٹیکس ادا کیے بغیر اس کو دفن نہیں کر سکتے تھے۔ اور جب کبھی کسی نے انکار کیا۔ تو وہ اسی وقت گورنمنٹ سے پکڑوا کر بندوق کا نشانہ بنایا گیا۔
بہت سے آدمی مجھے ملتے ہیں۔ جنکی والدین نے مردوں کے ٹیکس ادا کرنے کے جرم میں نشانہ بندوق بنائے گئے ہیں۔
یہ پادری صاحبان بیس بیس اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ عورتوں کو بغیر نکاح اور کسی عہد و پیمان کے استعمال کرتے تھے۔ جس کے ثبوت میں تمام فلپائن کی گواہی کے علاوہ میں اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ ہزاروں دوغلے بے پدر پھرتے نظر آتے ہیں جن سے پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارا باپ کون تھا۔ تو جواب دیتے ہیں کہ (ا سپانیول فرائیلے) یعنی ہسپانیہ کا پادری۔ پادری صاحبان نے اس کثرت سے تخم ریزی کی ہے کہ جن کو اب جہازوں کے اسباب اتارنے اور رکشا کھینچنے کے سوا کوئی اور وجہ معاش حاصل نہیں۔
پادری صاحبان نے جو عیش ان جزائر میں کیا۔ وہ نہ تو کسی دولتمند نے کیا ہوگا۔ اور نہ صاحب تخت و سلطنت نے شادی کرنے سے پہلے جب تک جوان عورت کو دو تین رات گرجے کے پراسرار کمروں میں روحانی تعلیم و بپتاتی شادی ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی ان قواعد پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ اور جب کبھی کسی نے کیا۔ تو وہ اسی وقت عدم کو روانہ کیا گیا۔
زمانہ سلطنت سپین کو چھوڑ کر ایک تازہ واقعہ عہد امریکہ کا بیان کرتا ہوں۔ جس کو کہ ابھی دو برس پورے نہیں ہوئے۔ البایلو جزائر ہذا میں ایک شہر ہے۔ وہاں کے ایک گرجے میں اتوار کے دن ایک خوبصورت جوان عورت پادری صاحب کی نگاہ پڑی۔ تمام مردوں اور عورتوں سے روحانی اور انسانی راز پوچھتے پوچھتے جب اس جوان عورت کی باری آئی۔ تو پادری صاحب نے کہا کہ تمہارے بارے میں روح القدس کا منتظر ہوں کیونکہ تمہارے نصیب میں کچھ پیچیدگی نظر آتی ہے ذرا صبر کرو۔ غرضیکہ تمام لوگ رخصت ہوئے اور مذکورہ بالا عورت پادری صاحب کے اشارے کے مطابق پیچھے رہ گئی۔ گرجہ خالی ہوتے ہی پادری صاحب نے عورت کو پاس بلا کر کہا کہ تم جانتی ہو کہ تمہارے پیٹ میں کیا ہے؟ عورت بولی "نہیں"۔ پادری صاحب نے کہا کہ مجھکو روح القدس کی قوت سے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پیٹ میں ایک لڑکی ہے جس کے کان نہیں ہیں۔ اور جب وہ پیدا ہوگی۔ تو بغیر کان کے ہوگی۔ بیوقوف عورت نہایت پریشان ہوئی اور رونے لگی کہ میری لڑکی تو بہت بدصورت معلوم ہوتی ہوگی۔ پادری صاحب نے کہا اس میں کیا شک ہے۔ لیکن مجھکو اسکا علاج معلوم ہے۔ یہ کمی عیسیٰ مسیح کے خون سے پوری ہو سکتی ہے۔ جو تمہارے پیٹ کے اندر پہنچایا جائے۔ عورت بولی مسیح کا خون کسطرح ملے گا اور کس طرح میرے پیٹ کے اندر پہنچایا جائیگا۔ پادری صاحب نے جواب دیا کہ عیسیٰ مسیح کا خون آسمان سے مجھکو بخشا ہے۔ اور میں جیسا چاہتا ہوں۔ عورت نے منت و زاری شروع کی کہ جس طرح ہو سکے۔ مجھکو تھوڑا خون دے دو۔ پادری صاحب نے کہا کہ مسیح کا خون تو میں کسیطرح بھی دینا نہیں چاہتا لیکن غریبوں کی امداد کی بھی بائبل میں تاکید ہوئی ہے اس لیے میں ازراہ غریب نوازی تھوڑا سا خون تمہارے اندر پہنچا دوں گا۔ جس پر جوان عورت نے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد پادری صاحب اپنے پراسرار اور روح القدس سے بھرے ہوئے کمرے میں اس خوبصورت جوان عورت کو لے گئے۔ اور کمبخت نے بجائے عیسیٰ کے خون کے اپنی شہوت کا شکار بنایا۔ اور فارغ ہو کر عورت کو نہایت تسلی دے دی کہ اب کان ٹھیک ہو جائینگے۔ اور جب تم دوسرے اتوار کو آؤ۔ تو میں پھر تھوڑا سا خون ڈال دونگا۔ اور پھر تم بالکل بے فکر رہو۔ پادری صاحب کی اس گفتگو پر عورت تسلی پا کر گھر چلی گئی۔ لیکن سادہ مزاج عورت نے بالکل پردہ نہیں رکھا۔ اور جب شوہر گھر آیا۔ تو گرجا کے اسرار اور پادری صاحب کی کرامات کا قصہ مفصل کہہ سنایا جوں ہی شوہر نے سنا آگ ہو گیا اور ایک بڑی چھری لے کر گرجا پہنچا اور اسی وقت پادری صاحب کا کام تمام کیا۔ پولیس نے گرفتار کیا۔ اور مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ لیکن امریکن جج نے پہلی ہی پیشی میں شوہر کو بالکل بری کر دیا۔
پادری صاحبان نے حتی الوسع اہل فلپائن کو ایسی تعلیم نہیں دی۔ جس سے وہ نیک و بد میں تمیز کر سکیں یا کچھ زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو جائیں چنانچہ ان لوگوں کو جغرافیہ تاریخ وغیرہ علوم سے بالکل خبر نہیں ہے۔ اور خیال کرتے ہیں کہ جزائر فلپائن ایک بہت وسیع براعظم ہے اور جزائر فلپائن اور چین کے سوا باقی تمام دنیا کو یورپ سمجھتے ہیں ہسپانیہ کے پادریوں نے تین سو برس تک ان بیچاروں کو ایسے خیالات کا بنائے رکھا۔ جو کہ وہ اپنی مطلب براری کے واسطے کافی سمجھتے تھے۔ ان دوران تاریکی میں بہت سے نوجوان برائے تحصیل علم ہسپانیہ (یورپ) چلے گئے۔ لیکن ان کو وہاں بھی تعلیم کا اہل بنایا گیا۔ اور مذہبی تعلیم کے سوا کچھ نہیں پڑھایا گیا۔ ان میں سے معدودے چند جو دیگر بلاد یورپ میں تعلیم پائی۔ تو کچھ بصیرت کی آنکھیں ہو گئیں اور واپس فلپائن آکر پادری صاحبان کی کارروائیوں پر نکتہ چینی کرنے لگے جن کو یکے بعد دیگرے راہی ظلمات عدم کیا گیا۔
پادری صاحبان کی کرامات اور مکاشفات کی داستانیں اتنی ہیں کہ ایک بڑی کتاب میں بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ پھر اس مختصر رقعہ میں کسطرح بیان کیجا سکتی ہیں۔ لیکن جو کچھ لکھا گیا۔ اس کو مشتے نمونہ از خروارے سمجھ کر اندازہ لگانا چاہیے۔
اگر کسی کو میری اس تحریر میں کچھ مبالغہ یا افترا معلوم ہوتا ہو۔ تو وہ ڈاکٹر ہوزے رسال کی کتاب جو سپینش زبان میں ہے اور انگریزی میں بھی اسکا ترجمہ ہوا ہے۔ مطالعہ کرے اس کتاب کا نام

اور انگریزی میں بھی یہی نام ہے۔ یہ کتاب جزائر فلپائن کے شہر مانیلا اور ایلوایلو میں امریکن بک سوسائٹی سے مل سکتی ہے۔ قیمت ۵ ڈالر یا ۱۵ روپیہ ہے۔
ڈاکٹر ہوزے رسال جزائر فلپائن کا باشندہ تھا جس نے فرانس اور جرمنی میں تعلیم پائی تھی۔ اور میڈیکل علوم میں بہت لیاقت رکھتا تھا۔ مدت دراز کے بعد جب واپس فلپائن پہنچا تو پادریوں کی کارروائیوں کی تفصیل میں یہ کتاب لکھی۔ ڈاکٹر مذکور لکھتا ہے کہ مجھکو بحیثیت ایک ڈاکٹر ہونے کے بہت سے پادری صاحبان کے علاج کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے میں نے دیکھا ہے کہ اکثر پادری صاحبان کے آلات تناسل میں فرق آگیا ہے۔ اور نیچرل ساخت میں بہت تغیر واقع ہوا ہے۔ جس کی وجہ پادری صاحبان کا دیسی (یعنی فلپائن) کے باشندوں کی نوجوان باکرہ لڑکیوں سے کثرت جماع ہے کیونکہ ہر ایک گرجا کے پادری صاحب کو سال میں سیکڑوں خوبصورت باکرہ دیسی عورتوں کا نکاح کروانا ہوتا ہے۔ اور شادی سے پہلے کئی راتیں عورت کو گرجا کے تنہا اور پراسرار کمروں میں روحانی تعلیم و بپتاتی ہے۔ اور اس روحانی تعلیم کے ساتھ پادری صاحب کچھ جسمانی تعلیم بھی دیتا ہے۔ جس کے ثبوت میں بے شمار لڑکیوں کی شہادت میں اپنا ڈاکٹری مشاہدہ پیش کرتا ہوں۔ اس قسم کی سیکڑوں باتیں بتائیں اور ہر ایک کو یا یہ ثبوت تک پہنچایا یہ کتاب گورنمنٹ کے خلاف نہیں تھی۔ صرف پادریوں کے برخلاف تھی۔ پادریوں نے سپینش گورنمنٹ سے ڈاکٹر مذکور کو پکڑوا کر اس نکتہ چینی کے پاداش میں ۳۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بندوق کا نشانہ بنوا دیا۔ ڈاکٹر مذکور کی موت قوم کے حق میں مفید ثابت ہوئی۔ کیونکہ دوسرے سال ۱۸۹۷ء میں امریکہ نے آکر ان کو اہل سپین کے جور و ستم سے سبکدوش کیا۔ اب ڈاکٹر مذکور کے میموریل منڈ میں کئی ملین ڈالر جمع ہوئے ہیں اور اس کی موت کی تاریخ کو سرکاری طور پر تعطیل کا روز مقرر کیا گیا ہے اور اس کا فوٹو امریکن گورنمنٹ نے نوٹ پر چھپوایا ہے۔
پادری صاحبان کے علاوہ باقی اہل سپین کا آرڈر اس طرح تھا کہ کوئی باشندہ فلپائن یورپی لباس نہ پہنے اور نہ یورپین دستور اور طرز و روش اختیار کرے۔ جب کبھی کسی دیسی نے بوٹ اور کالر وغیرہ پہنے۔ تو اس کی خوب گت بنائی۔ اور کہا کہ تم یورپین ہو۔ جو یہ لباس پہنتے ہو۔ وہ بیچارہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرا مذہب تو پہلے ایشیاٹک تھا۔ تو پھر کیوں آپ لوگوں نے جبراً چھڑا دیا۔ اور یورپی مذاہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ غرضیکہ عیسیٰ کے وارثوں نے جو کچھ ان جزائر میں کیا ہے۔ وہ عیسائی بزرگی اور عیسائی تعلیم کی برکت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بتاتا ہے امید ہے کہ آپ اپنے نامی اخبار کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو یہاں کی عیسائی اقوام کی کرتوت اور عیسائی خانقاہوں کے اسرار سے۔ جو اس خط میں لکھے گئے ہیں۔ واقف کریں گے۔

یہ ہے ہسپانی عیسائی مذہب اور یہ ہیں اوس کی پوشیدہ راز ہیں اور یہی ہے اوسکی حقیقت اور انجام میں اپنے آئندہ خطوط میں جزائر فلپائن اور ایشیا

کی تجارت اور پیداوار کے بارے مین ایک مفصل بیان لکھونگا۔ اور ظاہر کرونگا کہ اہل ہندوستان کو ان جزائر مین کیا کرنا چاہئے۔ اور وہ اس جزائر میں کسطرح پیسہ کما سکتے ہیں۔ سوداگری ملازمت اور صنعت وحرفت وغیرہ کے باب میں پوری آگاہی دونگا اور اسیطرح امریکہ اور دیگر بلاد مشرق اور مغرب سی سلسل لکھتا رہونگا۔

چونکہ میں افغان اور افغانستان کا باشندہ ہون اسلئے مجھکو اردو تحریر میں دسترس نہیں ہی لیکن مجھے امید ہے کہ آپ عبارت کو خود درست کرکے شایع کرتے رہیں گے اور مجھے معذور سمجھینگے۔

میں موسم بہار میں شنگہائی اور پیکن سے ہوتا ہوا بلادی پوسنگ جاؤنگا۔ اور پھر وہاں سے براہ جاپان اضلاع متحدہ امریکہ مذکورہ بالامقامات کے تمام عجیب اور مفید حالات سی اہل قوم کو آگاہی دیتا رہونگا۔

راقم افغان۔ نامہ نگارہ از فلپائن

حضرت حکیم الامت کے مکتوبات

او آرام دل وجان۔ مُلجِ روح وروان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس وقت آپکی بیماری کا حال لاہور سے۔ اور بھیرہ میں پہونچکر دوسرے روز مسہل لینا۔ اور مسہل سے دوسرے روز آرام پانا۔ اور حکیم شیخ احمد صاحب کے توجہ علاج میں اور آپکی ضعف ونقاہت کا حال میرے واسطے ایک عجیب بہار وخزان کا موجب ہی مبدل مالک جلد تر صحت وقوت مرحمت فرماکر راقم الحروف کو طمانیت بخشی۔ میرے بہت ہی پیارے۔ کولین کا کہانا۔ دودھ کا پینا بہت ہی مناسب ہے۔

جناب حکیم صاحب "بندہ ام تا زندہ ام" کے معنے اب کہان گئے۔ شاید منسوخ الحکم آیات میں معدود ہوئے۔ راقم تو قرآن شریف میں کبھی نسخ کا قائل نہیں تہا۔ یہاں کیوں جلد تر قائل ہوگیا۔

بخدمت بہ اخلاق شیخ فضل الٰہی صاحب۔ السلام علیکم۔ سفر کشمیر جلدی جلدی آتا جاتا ہے۔ خداوند نے میرے واسطے آرام کی تدبیر بنادی اب آپ فرمائیے کیا ارادہ ہے۔ آپکی ہمراہی یاد ہے۔ بخدمت جمیع حال پرسان سلام واجب۔

از جموں ۷ مرکاتک

السلام علیکم۔ خاکسار نے شنید خبر انتقال مہاراجہ جموں پونچہ سے جموں پہونچا۔ کوہستان کے راستہ آنا ہوا۔ اگر آپ فرماویں۔ آپ کے لئے بہت دعائیں کروں۔ الٰہی پیارے بار بیتعالے کی جناب میں آپ خود کیوں نہیں گڑگڑاتے۔ اے میرے محسن مینے گناہ برگناہ کیا۔ اور تونے ہمیشہ عفو فرمایا۔ اور پردہ پوشی کی اے ارحم الراحمین۔

میرے فلان فلان غموم میں تو محض اپنے کرم سے دستگیری کر۔ مت تیری بارگاہ میں تیرا ہی نام تیرا ہی کرم

شفیع کرتا ہون۔

شادی کے معاملہ مین "اِنَّ المُبَذِّرِینَ کَانُوا اِخوَانَ الشَّیَاطِین" یاد رہے اور میں ہرطرح حاضر ہون جبوقت کہو۔

موزی کا جلانا ممنوع ہے۔ دلیل "لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ" حدیث میں وارد ہے (۱) مکہ اکل حلال ہے یعنے اوس کا جز وحرام نہیں مگر دم مسفوح۔ دلیل "ھُوَ الَّذِی خَلَقَ لَکُم مَّا فِی الاَرضِ" سے کل اشیا کی حلت ثابت ہی۔ پھر میتہ اور ما اہل لغیر اللہ۔ دم موقوذہ۔ متردیہ والنطیحہ ما اکل السبع کی حرمت قرآن سے اور سباع وغیرہ محرمات کی تخصیص حدیث سے ثابت ہی۔ باقی کل اشیا اباحت اصلی پر ہیں (۲) سری بیان کرنے سے مکروہ نہیں ہوتی۔ دلیل بالا دیکھو جراب لفافہ اجل۔ ضیاء اور قاموس میں ہے۔ پس سوتی جراب اور چمڑے کے موزہ کو عام ہے چمڑے کی تخصیص نہیں۔ صاحب مجمع البحار نے تخصیص کی اور دلیل نہیں دی۔

۲۷ ستمبر ۱۸۸۵ء

عاجز ہمہ عجز۔ نور الدین عفا اللہ عنہٗ۔ اپنے نہایت پیارے دوست الہ دین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ عرض کرتا ہے۔ شافی اپنے رحم سے محمد صدیق کو جلد تر شفا بخشے۔ یہاں سرکار کی طبیعت علیل ہے۔ اگر نوکری چھوڑتا ہوں۔ تو یہ حرج کہ نمک حرام کہلاتا ہوں۔ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ دیکھو آرام کے وقت حرام خوری کرتا رہا۔ اب علالت کے وقت ترک تعلق کرکے چلاگیا۔ والا آپکی تار پر میرا یہی ارادہ تہا کہ اگر رخصت نہ ملی استعفا دیدونگا۔ یہاں کے احباب صلاح نہیں دیتے۔ حیران ہوں۔ اور ایسا نازک موقعہ ہے کہ رخصت مانگنا ہی آدمیت اور نمک خواری کے خلاف ہی۔ محمد صدیق سے جو آپکا تعلق ہے۔ وہی یا اس سے زیادہ میرا ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو۔ آپکا اور میرا تعلق کچھ ایسا ہے۔ جس کا بیان لاحاصل ہے۔ آپکو معلوم مجھے معلوم۔ اور حکیم صاحب کو معلوم۔ افسوس کچھ ایسے کشمکش میں ہوں۔ کہ الٰہی توبہ۔ خداوند کریم اس سب تکلیف کے بدلے صدیق کو شفا بخشے۔ آمین یارب العالمین۔ مین نہین کہتا۔ کہ مجھے اپنی لڑکی پیدا ہونے کی خوشی نہین۔ وہ خوشی قدرتی یا فطرتی ہے۔ الا صدیق کی بیماری ایسی حالت میں "سیر در ملوا" سے کچھ کم نہیں آپکی رنج وآرام کو میں بالکل اپنا رنج وآرام جانتا ہوں۔ تقدیری معاملات کے آگے انسانی چارہ گری محض لاشی ہوا کرتی ہے۔ پیارے۔ میرے جیسا آزاد اس صحبت تعلق مین جسطرح خوش وخورم ہوگا۔ آپ اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ آپ کی سردردی کہاں تک کروں۔ اصل مطلب یہ شرقی وایشیائی عادات ورسومات کا داغ نہ لگے۔

جواب کرسنامہ تحریر کرتا ہون . . . .

میں بھی مکرر رخصت کی تدبیر کرتا ہون . . . .

شیخ صاحب کی سب رنج وآرام ومصائب وتکالیف کا باعث ہمارے گناہ ہیں۔ اور استغفار سب سے عمدہ علاج ہے۔

آپ معاصی سے توبہ پہر بھی توبہ فرمائیو۔ انشاء اللہ تعالےٰ خداوند کریم رحم کریگا والسلام۔ خط پہ تاریخ ضرور لکھا کرو۔

۶ اسوج ۲۱ نومبر۔ از جموں۔

پیارے عزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ لوگ مجھے برا کہیں۔ کہیں کافر کہیں۔ کہیں زانی وفاسق وفاجر کہیں کہیں . . . .

مجھے یقین ہے۔ تم میرے لڑکپن کے دوست۔ اگرچہ میں ایسا ہی ہون۔ تب بھی ہرگز ہرگز ایسا یقین کیا۔ گمان ہی نہ کروگے۔ وہم بھی نہ کروگے تم نے کیوں خط وکتابت کو ترک کیا۔ سبب تو کہو کیا تمہارے تعلقات اس امر کے ساتھ منحصر تہے جسکے ایفا کو قدرت نے نہ تمہاری کوشش نے روکدیا۔ نہیں نہیں نہیں۔ لو میں ہی ابتدا کرتا ہوں تم کو اپنی محبت کی قسم دیتا۔ الا کیا کروں شرک سے بھلا یہ تو لکھو اب جواب لکھوگے۔

نور الدین از پونچھ ریاست ڈاکخانہ کہوٹہ ضلع راولپنڈی

۷ ستمبر ۱۸۸۵ء

لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ منافق کے تین نشان ہیں۔ ایک یہ کہ بات کہے۔ اور جہوٹ بولے۔ میں اس وقت ان دو بالا فقرون پر اکتفا کرتا ہون السلام علیکم بہی نہیں لکہ سکتا۔ میری ہوش سے پہلے کے تم میرے پیارے اور عزیز۔ اور سچ کہتا ہون۔ دلدار ہو۔ مینے آجتک تمہاری طرح کا عزیز دنیا میں نہ کیا۔ اور ابتک تم سے وہی محبت ہی۔ خدا گواہ ہے۔ اور اس سے زیادہ کون گواہ ہوگا۔ اگر تم جانو۔ تم از یاد رفتہ نہیں۔ تم کسی زمانہ کے دوست ہو اور اب بھی دوست ہو۔ پیارے میں کیا کہوں بد گمانی شرع میں ممنوع ہے میں نے بھیرہ کو پیارے راحت جان کو خط لکھا۔ راولپنڈی میں حکیم شیخ احمد نے کہا۔ کہ تمہارا دوست تم پر سخت ناخوش ہے۔ کیونکہ تم نے اوسے کوئی وعدہ کیا۔ اور ایفا چور آگئے۔ مینے کہا سچ ہے۔ مگر میرا دوست شکوہ نہ کریگا۔ تب میں سنجیدگی سے خاموش رہا۔ ان دنوں ایک سخت نقصان سے جس کا بیان اسوقت مناسب نہیں زیر بار تہا۔ مینے چاہا زیر باری سے اللہ تعالےٰ نجات دے۔ الا ابہی مبتلا تہا۔ آپکا کارڈ پہونچا اور حکیم کا قول سچ یقین کیا۔ شیخ امام الدین رخصت پر ہے۔ امروز فردا آنیوالا ہے۔ جس وقت آتا ہی ارشاد کی تعمیل ہوگی۔ میں کون ہوں نام نہیں لکہتا۔

از کشمیر ۲۳ ساون۔ ۸ اگست ۱۸۸۵ء

تمہاری شکائت سچ اور بالکل سچ ہے۔ اور میں یا میرا عذر عزیز من۔ بالکل لغو اور بیجا ہے عزیز اگر تم مجھے تہوڑی دیر کے لئے سچا جانو۔ تو میرے اس فقرہ پر یقین کرو۔ من بدتر از کافرستم من بدتر

از کافر فرنگ ہستم۔ میری حالت رحم کے قابل ہے اور ملامت کے قابل نہیں۔ میں بہت جلد بھیرہ میں آنیوالا ہون۔ دیکہو گے تو حیران ہوگے۔ تمہارا سچا عاشق نثار۔ بالکل نثار وخوار ہے۔ اچھا ملاقات پر شکوہ کرلینا . . . . . پہر عرض ہے اس تباہ کار پر رحم ہو۔ والسلام۔

از جموں ۶ اسوج ۲۲ ستمبر ۱۸۸۵ء

السلام علیکم۔ کیوں جیسا کوئی خفگی ہے۔ کوئی ناراضی مجھ پر وجہ سچ معلوم نہیں۔ بہلا وہی لکھدیجئے۔ بہلا کیا کہ نہ سلام۔ نہ خیر خیریت۔ اچھا آپکی مرضی ہوچکی۔ اب خاکسار کی مرضی پر خط لکھ دیجئے۔

خاکسار نور الدین ۸ کاتک از جموں ۲۱ اکتوبر ۱۸۸۵ء

پیارے عزیز۔ السلام علیکم۔ تم کیسے ہوگئے۔ ایک نا آشنا سے وفا سے سابقہ پڑا۔ انا للہ۔ پیارے اور سچے پیارے مجھے وہ محبت ایسی نہ تہی۔ جو محو کے قابل ہوتی میں کشمیر سے آکر بیمار ہوگیا۔ پانچ مہینہ کا عرصہ گذرتا ہے۔ تپ وکہانسی درد عارض رہا۔ بچنے کی امید مفقود تہی اب آرام ہے۔ بالغرض تبدیلی آب وہوا کشمیر جاتا ہون۔ آپ کو اللہ کا نام یاد دلاتا ہون مجھپر عفو کرکے جواب ضرور دیجئے۔ پتہ ہمراہ کیمپ مہاراجہ جموں کشمیر نور الدین کو پہونچے۔ یا جموں نور الدین۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۶ء

عزیز من۔ راحت من السلام علیکم۔ آپکا مہجور دوست مدت کا بہولا ہوا۔ آپکے بہیرہ میں موجود ہے۔ کیا ممکن ہے آپ کی ملاقات سے مشرف ہوسکے۔ ہمارے مولینا واستاد مولوی عبد الکریم صاحب اگر تشریف لاویں اونکو بہی تکلیف دیجائے۔

۷ اپریل ۱۸۸۶ء از مقام بھیرہ۔

اوصیک بتقوی اللہ فقد فاز المتقون۔

برادر عزیز حفظک اللہ وسلم۔ ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج اتفاقاً مجھے جموں جانیکا اتفاق پڑگیا کونسل نومبر میں جموں جائیگی۔ کیونکہ ویسرائے نے ۲۶ اکتوبر سری نگر ملک کشمیر میں آنا ہے۔ ابتک ثابت نہیں ہوسکا کہ یہ خاکسار بہی کشمیر میں آئیگا۔ یا نہیں۔ آپکی دونوں فرمائشیں انشاء اللہ تعالےٰ پہونچ جاوینگی۔ والسلام

نور الدین۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۹۱ء۔

عزیز من جان من۔ السلام علیکم۔ خاکسار عنقریب بہیرہ میں آنیوالا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جلد تر پہونچتا ہون جس معاملہ پر آپنے مجھے تاکید تمام فرمائی اسمیں بالمواجہ جسقدر مجھسے ہوسکتا ہے (اور کوئی بڑی بات نہیں) میں ہرطرح حاضر ہوں۔ اودوشالہ اور مہر بخش الہ جان کے واسطے کشمیر لکہا ہوا ہے۔ جسوقت دونوں چیزیں آتی ہیں۔ ہمراہ لاتا ہون۔ ولیوال کا معاملہ طے ہوجاوے اچھا ہے۔ زیادہ کوشش کیجئے۔ اور اسکی انجام کا فکر فرمائیے۔ والسلام۔

تمہارا دعاگو نور الدین عفا اللہ عنہ۔ ۱۵ جنوری ۱۸۹۲ء

شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلگرامی
و
مسئلہ جہاد

چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

یوں تو ہمیشہ سے متعصب عیسائی اور دوسری غیر مسلم قومیں اسلامی جہاد کو نہایت خطرناک پیرایہ میں پیش کرتی رہی ہیں۔ مگر پہلی صلیبی جنگ کے بعد سے آجتک تنگ خیال و متعصب مصنفین اور خصوصاً اہل گرجا نے جہاد کو ایک خون آشام دیو ثابت کرنے میں ضمیر فروشی سے بھی دریغ نہ کیا اور ہر فرد یورپ کے دلمیں ایسے زہریلے خیالات پیدا کر دیئے کہ وہ باوجود علم و آزادی خیالات اسلام کو مرادف سفاک سمجھ رہے ہیں۔ گو خاک یورپ نے گبن کارلائل ڈیون پورٹ ولبان وغیرہ منصف مزاج مورخ و محقق پیدا کئے مگر ان بیچاروں کی صدائی حقہ اہل گرجا کی اوہام اور شور و شغب کے آگے ہمیشہ نقارخانہ میں طوطی کی آواز بنی رہی مصنفین انسائکلوپیڈیا کو اس امر کا اعتراف ہے کہ کئی وجوہ سے عیسائیت کا شفاف چشمہ گدلا گیا منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ پولٹیکل خیالات طمع دنیا و تعصب مذہب کے پردہ میں داخل ہو کر اوروں کو تکلیف پہونچانے لگیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی اسلامی واعظ سے کام پڑتا ہے تو تنگ خیال عیسائی واعظ و مناظر اپنے دین کی خوبیاں پیش کرنے کے بدلے جناب بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زندگی اور بے نظیر اصول اسلام پر بیجا خردہ گیری کرنا شروع کر دیتے ہیں اور جب کسی اسلامی دولت سے سابقہ ہوتا ہے۔ تو عیسائی مسئلہ جہاد کو نہایت کریہ شکل میں پیش کر کے اپنے ہم مذہبوں کی آتش غضب کو مشتعل کر دیتے ہیں اس عام ہر بونگ کے آگے منصف مزاج اخباروں کی تحریرات اور راستباز معقول کے خطبے چنداں مفید نہیں ہوتے۔ اسوقت جبکہ بغاوت مقدونیہ طول کھینچ رہی ہے اور دولت عثمانی نے مفسدین کی سرکوبی کیلئے فوجیں متعین کر دی ہیں۔ متعصب عیسائی خصوصاً اہل گرجا نے غل مچا رکھا کہ ظالم ترکوں نے بیچارے عیسائیوں کا قتل عام کر دیا۔ گو سفیر عثمانی نے بارہا ان خرافات کی تکذیب کر دی اور یورپین سلطنتوں کو آگاہ کر دیا کہ یہ ساری بلگیری خانہ ساز کہانیاں ہیں جو ترکی مظالم کے نام سے مشتہر کیجاتی ہیں۔ علاوہ اس کے روس و آسٹریا اور خصوصاً جرمن ان فرضی ترکی مظالم کو قابل التفات سمجھتے ہی نہیں مگر ہمیں افسوس آمیز تعجب ہوتا ہے کہ ایک دو نہیں چار انگلش آرچ بشپوں نے اپنی گورنمنٹ کو اس امر پر اکسایا ہے کہ وہ معاملہ مقدونیہ میں ترکی کے ساتھ سختی کا پہلو اختیار کرے مگر غیور گورنمنٹ ایسے اوچھے حرکات کیوں کرنے چلی تھی وہ اسوقت گلادسٹونی اور سالسبری چال میں نہیں چلی ہے لہذا اوس نے اپنے جنگی جہازات روانہ کرنے میں کسیقدر تامل سے کام لیا۔ مگر متعصب فتنہ انگیزوں کو کیسے چین آتا۔ انہوں نے اخبارات میں ترکوں اور اسلامی جہاد کی مذمت شروع کر دی تاکہ عام خیالات میں ہیجان پیدا ہو اور عیسائی طبائع میں کروسیڈ کا سا مذہبی جوش لہریں لینے لگے اور ہر ایک ظالم ترکوں کے خون کا پیاسا ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ انگلینڈ میں ایسے حق جو عیسائی بھی موجود ہیں جو احقاق حق میں ثابت قدم رہا کرتے ہیں۔ ایک صاحب ڈبلیو۔ بی۔ کے۔ لنڈن ڈیلی نیوز مورخہ ۲۲ر ستمبر میں مظہر ہیں آرچ ڈیکن آف لنڈن نے ڈیلی نیوز میں یہ تحریر شائع کروائی ہے کہ "یہ عین مذہب ترکی ہے کہ بذریعہ شمشیر اپنے عقائد کی اشاعت کرے" اور ایسے اظہار کو دو فیصدی عیسائی اور مسٹر جی کے چسٹرٹن (جیساکہ ان کے مضمون ہفتہ گزشتہ سے ظاہر ہے) صحیح مانتے ہیں اور کس عیسائی کو اسلام کے نظام تجسم جہاد اور کافر کشتوں کے ساتھ لڑ کر شہید ہونیوالے بہادران اسلام کے عظیم الشان بہشت اور بے حساب حوریں منتظر رہنے کی کہانیاں یاد نہیں جو اس نے زمانہ طالبعلمی میں سنی نہیں؟ بہرحال محرر مضمون کو آرچ بشپ ڈیکن کی تحریر سے تشفی نہ ہوئی کیونکہ انہیں موہوم سا خیال تھا۔ کہ قرآن شریف مثل پنج صحائف موسوی اعلےٰ خوبیاں رکھتا ہے۔ اور جہاد اسلامی تحریرات میں سفیہانہ سفاکی نہیں دکھلایا گیا ہے۔ بلکہ وہ اسطرح کی مدافعتی جنگ ہے۔ جیسے بنین صاحب کی کتاب پلگرمس پراگرس میں عیسائیوں کی لڑائی ظاہر کی گئی ہے اور یہ کہ اس مسئلہ پر اسلامی خیال سے ہنوز بہت کچھ سننے کی گنجائش باقی ہے مگر ان میں یہ مشکل پیش آئی کہ "اسلامی خیال" آئے کہاں سے؟ لنڈن میں کوئی اسلامی مسجد نہیں اور انسز آف کورٹ کے قانونی طلبا سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ ان کی رائے مستند ہو۔ مگر صاحب مضمون کہتے ہیں کہ خوش قسمتی سے مس سیانگ متعلقہ انڈین نیشنل ایسوسی ایشن انہیں مشکل وقت کی دوست مل گئیں مس صاحبہ نے اونہیں بتلا دیا کہ وہ "اپر نارووڈ" جائیں۔ وہاں ایک فاضل مسلمان پروفیسر سید علی بلگرامی رہتے ہیں۔ جو کیمبرج یونیورسٹی میں زبان مرہٹی کے لکچرار ہیں۔ اور انہوں نے وہاں پروفیسر عربی کا کام بھی انجام دیا ہے۔ البتہ وہ جہاد کی حقیقت اسطرح بیان کر سکینگے کہ قابل سماعت ہو۔ حق جو مضمون نگار کیسی ہل ہو پہنچکر ایسے مکان میں داخل ہوئے جسکی دیواریں اسلامی زیارتگاہوں کے نقشوں سے رنگی ہوئی تھیں۔ مع قرآن شریف۔ تفاسیر عربی اور ایسی جدید جرمن و انگلش تصانیف جو ان سے متعلق تھیں رکھی ہوئی تھیں۔

پروفیسر صاحب کا سلسلہ نسب بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہونچتا ہے۔ فی الحقیقت ایسے فرد فرید ہیں جو اپنے امور مذہب کو اچھی طرح بیان کر سکیں۔ محرر مضمون کو بلگرامی فاضل نے یقین دلایا کہ "دعوت اسلام بزور شمشیر" محض بے اصل خیال ہے کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا جائے۔ ایسے میں صاحب مضمون کی نظر قرآن شریف پر پڑی اور انہوں نے دریافت کیا کہ سنا ہے اس باب میں یہ جو لکھا ہے "جب تمہیں کفار سے سابقہ پڑے تو ان کے سر اوڑا دو اور ان کا قتل عام کرو" اس سے کیا مراد ہے۔ جواباً فاضل سید صاحب نے کہا کہ بیشک یہ قرآن میں مسطور ہے۔ مگر بلحاظ شان نزول اس کے مطلب کو سمجھنا چاہیے جیسے انجیل مقدس کے باب میں کیا کرتے ہیں۔ ایسی خونی باتیں تو زبوری گیتوں میں موجود ہیں جو روزانہ گرجوں میں گائی جاتی ہیں اور مسلمان عیسائیت کو ایک خونخوار مذہب ہونے کا الزام نہیں لگاتے۔ فاضل پروفیسر نے پھر تو حالات جنگ مستفسر کو کہہ سنائے کیونکہ انہیں ایام میں یہ آیہ کریمہ زبان رسالت مآب سے مسموع ہوئی تھی کہا بمقام مکہ عالم شباب میں جناب رسول عربی اپنی راستبازی اور اخلاق حمیدہ کے لئے مشہور تھے اور امین کہلاتے تھے اور آپ کے خویش و اقارب اس مقدس قوم سے تھے جنہیں نگہداشت خانہ کعبہ سپرد تھی جو عربوں کی بت پرستی کا مرکز تھا آنحضرت نے بت پرستی قوم کی مخالفت شروع کر دی اور دعوت لا الہ الا اللہ کرنے لگے۔ اسکا یہ فطری نتیجہ ہوا کہ آپ کی سجادہ قوم آپ سے برگشتہ ہو گئی مگر بیرونی مطوفین کعبہ میں آپ کے کچھ معاون مل گئے لہذا آپ مدینہ ہجرت کر گئے۔ اور وہاں پر باوجود دشواریوں اور مزاحمتوں کے بتوں کی مذمت اور اشاعت توحید کرتے رہے۔ بالآخر آپ کو مدافعتی جنگ کا سامان کرنا پڑا۔

انہیں ایام میں جب کہ مشرکین عرب آپ کو علی التسلسل ایذائیں پہونچا رہے تھے اس قسم کے جنگی الفاظ ظاہر کئے گئے تھے۔

فاضل پروفیسر نے مستفسر سے کہا کہ ہمارے مفسر اس آیت کو منسوخ یا دوسری آیتوں کو اسکی ناسخ بتلاتے ہیں۔ لہذا یہ عقائد اسلام میں اسیطرح قابل استناد نہیں جیسے توراۃ میں بعض منسوخ آیتوں کی حالت ہے۔ اسی آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ خاتمہ جنگ کے بعد اسیران جنگ کو یونہی چھوڑ دیا جائے یا ان سے خفیف فدیہ لیکر رہا کر دیا جائے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنگ اپنی حفاظت کیلئے تھا اور ساتھ ہی اپنے ہم قوم دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک مقصود تھا۔ ([illegible]) (دہلی آئینہ)

دارالامان کی پبلک ضرورتیں

ہسپتال کا سوال

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جناب سول سرجن صاحب بہادر گورداسپور کے سامنے ضلع گورداسپور میں ایک جدید ڈسپنسری کے کھولے جانیکا سوال درپیش ہے۔ اور کاہنووان کے باشندے چاہتے ہیں کہ وہ ڈسپنسری وہاں کھولی جاوے۔ لیکن ہم اس سے پہلے یہ امر ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ قادیان میں ایک ہسپتال کی ضرورت ہے۔ کاہنووان کی آبادی سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے شاید ۲۹۱۰ آدمیوں کی ہے جس میں قریباً تین یا چار سو کے قریب کمی واقع ہو گئی ہے۔ کیونکہ کاہنووان میں پلیگ کا بہت زور رہا ہے۔ اور قادیان کی آبادی گذشتہ تین سال کے اندر میں چار سو کے قریب بڑھی ہے۔ کیونکہ یہاں ایک کالج اور ہائی سکول کھولا گیا ہے۔ جسکے ساتھ ایک بورڈنگ ہوس بھی ہے۔ اور علاوہ ازیں تین مختلف پریس اور دو ہفتہ وار اخبار اور دو تین ماہواری رسالوں کے دفتر یہاں سے شائع ہیں۔ اور حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے طفیل سے لوگ مستقل طور پر اپنی سکونت قادیان کو بنا رہے ہیں کاہنووان کے قریب گورداسپور کا ہسپتال ہے۔ لیکن قادیان کے متصل آٹھ نو کوس سے کم فاصلے پر کوئی ہسپتال نہیں ہے۔ اگرچہ حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب نے ایک بڑا شفاخانہ خیراتی اپنے خرچ سے جاری کر رکھا ہے۔ جس میں دو تین دوائیاں دینے والے اور علاج کرنے والے آپ کے شاگرد بھی کام کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے بھی آپ کے پاس اس کثرت سے مریض آتے ہیں کہ صبح سے شام تک آپ بہت کم فارغ رہ سکتے ہیں۔ بجالیکہ مدرسے کے متعلق ایک علیحدہ ڈسپنسری رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ضروری سرجیکل اپریشن کیلئے اور انگریزی ضروری ادویات کے نہ ملنے کے باعث مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ اسلئے اگر کاہنووان کے بجائے قادیان میں وہ مجوزہ ہسپتال کھولا جاوے تو اس سے یہی نہیں کہ قادیان اور اسکی نواح کی پبلک کو بہت بڑا فائدہ پہونچیگا۔ بلکہ کاہنووان کے لوگ بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ہم جناب سول سرجن صاحب بہادر کی ذات سے یہی امید کرتے ہیں کہ وہ اس سوال کو بڑے غور اور فکر سے حل کریں گے۔ اچھا ہو اگر صاحب بہادر قادیان اور کاہنووان دونوں جگہوں کو معاینہ کریں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ قادیان میں اس جدید ہسپتال کے کھلنے پر کاہنووان کے مقابلہ میں اخراجات میں بھی کمی رہیگی

برنظر وہ تمام مذاہب ہوتے ہیں جو اسلام کے مخالف ہیں اور اُس کے طرز بیان میں ایک اور بھی خوبی ہے کہ وہ ہر دعوی کی دلیل خود ہی بیان فرماتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آریوں کے اس اعتقاد کی تردید فرمائی ہے جو اُنھوں نے فلاسفروں کی تقلید سے بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی موجودات میں سے کسی کا بھی خالق نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی عیسائیوں کے اس عقیدہ کو باطل کیا ہے کہ مسیح بھی خالق ہے اُس نے چڑیاں بنائی تھیں ان دونوں باتوں کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں **ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا** یعنی جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کچھ اللہ ہی نے نہ کسی اور نے تمھارے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں جو کچھ موجود ہے یہ سب اللہ ہی کی مخلوق ہے نہ کسی دوسرے کی اب وہ نادان بتلائیں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی مٹی کے پرندے اور چڑیاں بنایا کرتے تھے کہ وہ مسیح کے بنائے ہوئے پرندے کہاں ہیں۔ اب آگے جو دلیل **ھو بکل شیء علیم** بیان فرمائی۔ یہ دلیل بہ شکل اول کے جو بدیہی الانتاج ہے اسطرح پر قائم ہوتی ہے۔ صغریٰ اُسکا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی تمام موجودات کی کنہ اور کیفیت کا کامل عالم ہے۔ کبریٰ یہ ہے اور جو تمام موجودات کی کنہ اور کیفیت کا کامل اور پورا پورا عالم ہے وہی تمام [illegible] کا خالق ہے۔ پس نتیجہ یہ حاصل ہوا اللہ ہی تمام موجودات کا خالق ہے۔ [illegible] مسلم فریقین ہے۔ ۔ ما کبریٰ۔ اُس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ایک مسلم بات ہے کہ علم کامل ہی [illegible] کے بنانے پر قادر کر دیتا ہے۔ اسی لیے مقولہ ہے کہ جب علم اپنے حد کمال تک پہنچ تو عین عمل ہو جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا [illegible] ہوتی ہے اُس کا کامل اور پورا علم [illegible] کو ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جسقدر [illegible] کوئی دوسری ہستی اُسکو نہیں [illegible] اُس دوسری ہستی کو اُن چیزوں کا [illegible] ہے۔ پس آریہ صاحبان کا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو [illegible] باطل ہو گیا۔ اگر اپنے گمان میں [illegible] سمجھتے ہیں تو یہ ثابت کریں کہ اُن کے موافق علم تام کیونکر ہو سکتا ہے اس اعتقاد سے تو معاذ اللہ علم تام باری تعالیٰ کی نفی لازم آتی ہے اور یہ محال ہے اور مستلزم محال کو محال ہے۔ اور مسلمان صاحبان جو کہتے ہیں کہ مسیح خالق طیور ہے وہ ثابت کریں کہ علم کامل اور پورا پورا علم جو صفت مخصوصہ جناب باری ہے۔ وہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دیدیا تھا حالانکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ یہ صفت علم کامل کسی مخلوق میں نہ ذاتی طور پر ہے نہ مستعار طور پر ہو سکتی ہے۔

اگر کہو کہ علم تام صناع لوگوں کو ہوتا ہے

تو لازم آئے گا کہ قدرتی اور مصنوعی چیزوں میں امتیاز نہ ہو۔ حالانکہ یہ مسلم بات ہے کہ قدرتی چیزیں کبھی مصنوعی نہیں ہو سکتیں اور مصنوعی چیزیں کبھی قدرتی نہیں ہوتیں۔ جیساکہ ایک گھاس کا تنکا یا گندم کا دانہ قدرتی ہیں یہ کبھی مصنوعی نہ ہوں گے۔ کوئی انسان کیسا ہی دانشمند ہو اور مدبر اور موجد کیوں نہ ہو۔ اُسکو نہ بنا سکے گا۔ اسی طرح پر کپڑا یا روٹی مصنوعی چیزیں ہیں مگر خدا تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے کہ روئی کے بجائے کپڑا پیدا کرے یا گندم کے دانہ کے بجائے روٹیاں اگائے۔

اب یہ صاف شدہ اور ثابت شدہ صداقت ہے۔ اسی معیار پر اس مسئلہ کو پرکھنا چاہیے یہ ہی معیار خود فیصلہ کر دے گا۔

الراقم خاکسار عبدالرحیم ساکن میرٹھ عفا اللہ عنہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور عالم اخبارات

عصر جدید جو میرٹھ سے ماہوار تمدنی اصلاح قومی ترقی اور پالٹکس پر نکلتا ہے جنوری ۱۹۰۴ء کی اشاعت میں اخوندزادہ مولوی عبداللطیف شہید کے متعلق پیسہ اخبار کی رائے پر حسب ذیل ریمارک کرتا ہے۔

قتل مذہبی روزانہ پیسہ اخبار [illegible] سے نہایت عمدگی کے ساتھ جاری ہے اور اس ملک میں مسلمانوں کا ایک ہی روزانہ اخبار ہے ۔ ۔ دسمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں ملا عبداللطیف کے قتل کے بارہ میں ایک مضمون لکھتا ہے جس میں ایک حد تک غریب صاحبزادہ کے قتل کی حمایت کی گئی ہے اور اس کی مثال یورپ کے قومی تعصب و مذہبی غداری سے دیگئی ہے۔

لائق ایڈیٹر کی اس رائے سے ہمکو قطعی اختلاف ہے کوئی شخص لمحہ کے لیے ہمکو قادیانی مرزا کا معتقد نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہم اُس بزرگ کی اس کوشش کو پسند کرتے ہیں کہ سب مولویوں کو جہادی قرار دیکر مطعون کیا جاوے۔ مگر ہم عقاید اور دین کے معاملہ میں تلوار کا فیصلہ قبول نہیں کر سکتے۔ کوئی ملک کوئی قوم علم یا تقوی میں ترقی نہیں کر سکتی جبتک وہ اپنی مسلمہ عقاید کے خلاف بات سننے سے اسقدر کارہ ہو کہ غیر مقلد کو آگ یا تلوار یا پتھر سے سزا دے۔ یہ تعصب دنیا میں سچ کے پھیلنے کو روکتا ہے اور قوموں کو سخت جہالت اور تاریکی میں ڈالتا ہے۔

ہم خدا سے بڑھ کر نہیں ہیں اور رسول سے زیادہ دین کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ جب خدا خلقت کے اختلاف کو نہیں مٹانا چاہتا اور رسول [illegible]

کہہ دیا گیا کہ تو انسانوں پر گماشتہ نہیں ہے تو کابل کے ملا کس شمار میں ہیں۔ اگر وہ حق و باطل کا فیصلہ کرنے بیٹھ جاویں اور دنیا کا نظم و نسق انکی رائے کے موافق ہو تو دنیا کا کارخانہ کیسے چل سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک سخت سے سخت سزا جو ایک خلاف اعتقاد شخص کو مصلحتاً دیجا سکتی وہ جلاوطنی ہے۔ زندگی کا معاوضہ انسان نہیں کر سکتا اسلیے سوائے اُس صورت کے جب کہ سلطنت کے امن میں خلل کا یقین واثق ہو اور قتل سے کمتر کوئی سزا دینی نہ ہو۔ یا اُس صورت میں جبکہ کسی شخص نے قتل کر دیا ہو ان صورتوں کے سوا کوئی تیسری صورت ایسی معلوم نہیں ہوتی جس میں موت کی سزا دیجاوے۔ بہرحال مسلمانوں میں زیادہ وسیع الخیالی کی ضرورت ہے اور ہرگز کسی مخالف فرقہ کے قتل سے خوش نہ ہونا چاہیے۔ ؎

اے دوست برجنازۂ دشمن چو بگذری
شادی مکن کہ برتو ہمیں ماجرا رود

عصر جدید کے لائق ایڈیٹر کی یہ رائے "نہ ہم اُس بزرگ کی اس کوشش کو پسند کرتے ہیں کہ سب مولویوں کو جہادی قرار دیکر مطعون کیا جاوے" ہمارے نزدیک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریروں سے ناواقفیت کو ظاہر کر رہی ہے، حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مسلمانوں کے دل سے ان قابل نفرت خیالات کو دور کرنا چاہتے ہیں جو خونی مہدی اور خونی مسیح کے اعتقاد کے رنگ میں انکے دلوں میں چھپے ہوئے ہیں اور جہانتک ہمارا خیال ہے عصر جدید کے لائق ایڈیٹر کی تحریر سے بھی یہی ترشح ہو رہا ہے کہ "وہ عقائد اور دین کے معاملہ میں تلوار کا فیصلہ قبول نہیں کر سکتے" پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ عصر جدید کیوں اس کوشش کو پسند نہیں کرتا جو جہاد کے خیالات کے دور کرنے میں کی جاتی ہے یہ کوشش تو ایسی مبارک کوشش ہے کہ جسمیں ہر امن جو اور نیک خیال انسان کو شریک ہونا چاہیے سید احمد خان صاحب بالقابہ نے بھی اپنی موت سے چند روز پیشتر حضرت حجۃ اللہ کے متعلق ۲۴ جولائی ۱۸۹۸ء کے تہذیب الاخلاق میں جو مضمون شائع کیا تھا وہ اسی کی تائید اور حمایت میں تھا پھر تعجب ہے کہ عصر جدید کے ایڈیٹر صاحب کو یہ کوشش ناپسند کیوں ہے بہرحال خواہ حضرت اقدس کی کوشش کو کتنا ہی ناپسند کرے حضرت اقدس اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں ہو سکتے۔ اور وہ جہاد کے بیہودہ خیالات کو مسلمانوں کے دلوں سے دور کرنا ہی چاہتے ہیں۔

عصر جدید کے اس ریمارک سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ پیسہ اخبار نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے قتل کی بیجا حمایت کی ہے مگر پیسہ اخبار کبھی اپنی غلطی کا اعتراف کیونکر کرنے والا ہو گا

احیاء السنہ لاہور جو چکڑالوی کی مذہب [illegible] کی اصلاح کے لیے لاہور سے شائع ہونے لگا ہے ہمکو ان تحریروں پر نوٹس لینے کے لیے متوجہ کرتا ہے جو وقتاً فوقتاً چکڑالوی مشن کے رسالہ اشاعۃ القرآن میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف ہوتی ہیں۔ ہم اس یاد دہانی کے لیے ہمعصر موصوف کے شکر گذار ہیں۔ اور انشاء اللہ عند الضرورت چکڑالوی کے زہریلے خیالات پر توجہ کی جائیگی

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

ایک جھوٹا مہدی کاذب پھانسی دیا گیا

نادان کہتے ہیں کہ مفتری علی اللہ کو مہلت دیجاتی ہے اور وہ ایک مدت تک زمانہ نبوت [illegible] زمانہ جو زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو پا لیتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ محض افترا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک اور سچی رسالت پر خطرناک حملہ ہے اور آیت شریفہ **لو تقول علینا بعض الاقاویل** کے صریح خلاف ہے اور اسکی نظیریں آئے دن نظر آتی رہتی ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک نیا مہدی کاذب محمد الامین سوڈان میں گرفتار ہو کر پھانسی دیا گیا ہے۔ اور اسطرح اس کے مفتریانہ دعوی کا خاتمہ ہو گیا ہے اسکے متعلق مختصر حالات اسطرح پر شائع ہوئے ہیں کہ سوڈان کے ڈپٹی گورنر جنرل کرنل ماہن نے انگلستان کو جاتے ہوئے خرطوم میں سنا کہ ایک شخص محمد الامین نامی نے جنوبی کردفان میں اپنے آپ کو مہدی مشہور کر رکھا ہے چونکہ اس حرکت سے بڑے بھاری مفسدہ کا اندیشہ تھا اُسنے اسیوقت دوسو سواروں کی فوج اگبوٹ میں سوار کر کے نیل سفید کی جانب روانہ کر دی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ دوسو سپاہیوں کی پیادہ فوج معہ دو مکسیم توپوں کے میرے رسالے کے ساتھ مقام تگالا آملے فوج کو دوسو میل کا لمبا اور دشوار گذار سفر صحرائی ملک میں بہت جلد طے کرنا پڑا جو بوجہ بارش کے اور بھی زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا جب فوج کو پتا لگا کہ مہدی ایک گاؤں میں ہے انھوں نے ایک لمبا کوچ کر کے دن نکلتے ہی اُسکو آ دبایا۔ کچھ خفیف سی گولہ باری ہوئی اور مہدی نے گھبرا کر اطاعت قبول کر لی اور قید ہو کر العبید بھیجا گیا۔ بعد ازاں اسپر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور اُسے پھانسی دیگئی اسطرح اس مفتری کا خاتمہ ہوا۔ پھانسی پر اسکی لاش صاف کہہ رہی تھی۔ مصرعہ

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
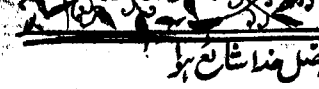
انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر بفضل خدا شائع ہوا

ایک خط

گذشتہ اشاعت سے آگے

جن لوگوں کی معلومات وسیع ہیں وہ اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں بعض قلندر و نقشبندی وسہروردی وغیرہ نے بھی ان شغلوں کی طرف بہت توجہ کی تھی شیخ محی الدین ابن عربی کو اس میں کامل مہارت تھی۔ بعض لوگ اس شبہ میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی جماد جاندار بنجائے تو اس میں کونسا شرک ہے ایسے لوگوں کو جاننا چاہیے کہ اس جگہ دعا کا کچھ ذکر نہیں اور دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اور دعا پر جو فعل مترتب ہوتا ہے وہ فعل الٰہی ہوتا ہے نبی کا اسمیں کچھ دخل نہیں ہوتا اور نبی خواہ دعا کرنے کے بعد فوت ہو جائے نبی کے موجود ہونے یا نہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں۔ لیکن اس جگہ وہ صورت نہیں۔ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھلاتے تھے وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے اور قرآن شریف میں بھی کہیں ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے اور پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتے تھے بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جسکو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے کام اقتداری طور پر یعنی بغیر دعا کے دکھاتا۔ اقتداری کے یہ معنی نہیں کہ بغیر اذن الٰہی کے ایسے کام دکھاتا تھا۔ کیونکہ پارہ ۲۴ سورہ مومن کے آخر میں ہے وما کان لرسول ان یاتی بایة الا باذن الله اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا کہ دے آنا کوئی نشان مگر حکم سے اللہ کے۔

پس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ سب کام عمل الترب کے ذریعہ سے کیے جاتے تھے تو ایسے معانی کے لیے قرائن سیاق وسباق موجود ہیں اس اجمال کی تفہیم کے لیے ایک مختصر تمہید بیان کی جاتی ہے۔

عقد سے سنو! کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جنمیں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے رسول اکرم کا معجزہ تھا اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اُسے ظاہر فرمایا تھا (۲) دوسرے معجزات عقلی ہیں وہ اُس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جسکو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب اے مخالفو! سیاق آیت دیکھو و یعلمه الکتب والحکمة والتوراة والانجیل۔ اور نیز دیکھو وانبئکم بما تاکلون۔ اور نیز دوسری جگہ مائدہ میں بھی یہ آیات بصیغہ خطاب آئی ہیں۔ ان کا سیاق دیکھو واذ علمتك الکتب والحکمة والتوراة والانجیل اور نیز اُس سے اوپر یہ بھی آیا ہے واذ ایدتك بروح القدس پس سیاق وسباق آیات سے ظاہر ہوا کہ یہ معجزہ عقلی وعلمی معجزہ ہے۔ یعنی حضرت مسیح کو ایک بالاتر عقل عطا فرمائی گئی جس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ انسان کی روح میں یہ خاصیات ہیں جن کے ذریعہ سے عجائبات مذکورہ بالا ظہور پذیر ہو سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو یہ سمجھ یہ عقل حاصل نہ تھی یہ عقل جو خارق عادت تھی الہام الٰہی کے ذریعہ سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ اذن کے معنے آگاہی دادن بھی صاحب صراح نے لکھے ہیں اور لفظ اذان بھی اسی معنی میں مستعمل ہوا اور آیة فأذنوا بحرب من الله ورسوله میں یہی معنی ہیں۔ وہ لفظ اذن بھی اس معنی پر شاہد قوی ہے اب اگر مخالف یہ کہیں کہ پھر احیی الموتی کے کیا معنی ہوں گے تو جواب اس کا یہ ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ سے وہ مردے زندہ ہوتے تھے جو قریب الموت تھے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ باعتبار مآل کے انکو موتی کہا گیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے من قتل قتیلا فله سلبه یہ معنی ہمارے مذاق کے طور پر نہیں ہم جو روحانی بیان کرتے ہیں وہ آگے عنقریب بیان کریں گے۔ اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ جائز ہے کہ مسیح کو خدا نے خلق طیور کی طاقت عطا فرما دی ہو۔ اول تو جواب اسکا یہ ہے کہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ خالقیت و ربوبیت و احیاء اماتت وغیرہ صفات خاصہ الوہیت سے ہیں اور خاصہ کی تعریف میں یہ امر داخل ہے کہ وہ غیر میں نہیں پایا جاتا چنانچہ اللہ تعالیٰ آخر سورہ حج میں فرماتا ہے ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه ضعف الطالب

والمطلوب ما قدروا الله حق قدره ان الله لقوی عزیز۔

یعنی جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب ملکر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی اُنکی چیز چھینکر لے جائے تو انھیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے وہ چیز واپس لے سکیں انکے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے کہ کیسا ہونا چاہیے

اگر ہمارے مخالف یہ کہیں کہ بلا شک خلق اشیاء عباد سے ناممکن ہے مگر ممکن بالغیر اور اسی طرح احیاء موتی انسان سے بموجب آیة سورہ فرقان ولا یملکون موتا ولا حیوة ولا نشورا کے ناممکن ہے مگر ممکن بالغیر ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ علم منطق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ممتنع اور واجب بالذات اور بالغیر ہوتے ہیں مگر ممکن بالغیر نہیں ہوتا۔ اگر مخالف لوگ یہ فرماویں کہ احیی الموتی صاف صریح موجود ہے اسکا ثبوت دو کہ روحانی مُردے مراد ہیں اور موتی کا اطلاق روحانی مردوں پر بھی آیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ دیکھو پارہ ۲۰ سورہ نمل انك لا تسمع الموتی۔ اگر مخالف لوگ یہ کہیں کہ بلا شک یہاں پر روحانی مردے مراد ہیں لفظ موتی سے مگر آیت زیر بحث میں موتی سے مراد حقیقی مردے مراد ہیں کیونکہ لفظ احیاء اسکے ساتھ موجود ہے تو اے حضرات مخالفین آپ لوگ ذرہ متوجہ ہو کر سمجھ جائیں اور اُس قادر سے مدد چاہیں جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور نازل کرتا ہے۔

اے حضرات مخالفین خدا کے واسطے آپ لوگ خوب سوچکر اور دلونکو مقام کر بہت صبر و قرار اور طمانیت اور سکینت کے ساتھ خیال فرماویں۔ دیکھو یہی آیات بصیغہ خطابات اخیر سورہ مائدہ میں اسطرح واقع ہیں واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمه والابرص واذ تخرج الموتی باذنی یعنی اور یاد کر اُس وقت کو یاد کر جب تو میری وحی اور الہام سے انسانی مادوں سے پرندوں جیسے (بلند پرواز انسان) بنایا کرتا تھا اور اُن میں ہدایت کی روح پھونکتا تھا تب وہ میری وحی کی برکت و تربیت سے پرواز کرنے لگے اور میری وحی سے روحانی اندھوں اور جذامیوں کو اچھا کرتا تھا اور اُس وقت کو یاد کر جب تو میری وحی سے اُن روحانی مردوں کو جن کے اصلاح پذیر ہونیکی کوئی اُمید نہ تھی اُنکی ظلمانی حالت سے نورانی و عرفانی حالت کی طرف نکال دیتا تھا۔

اب اے مخالفو! دیکھو! خود قرآن کریم ہی نے یہ بتا دیا کہ احیی الموتی سے اخرج الموتی مراد ہے۔ کسی اور نے تفسیر نہیں کی خود قرآن شریف ہی نے تفسیر کر دی اب بھی تمھاری فساد قلبی نہ جاوے تو اسکا کیا علاج ہو سکتا ہے اور آیت اذ ایدتك بروح القدس اس معنی کی اور بھی تائید کر رہی ہے بعض مخالفین اس مقام پر ایک اور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ نبی کا فعل بعینہ خدا کا فعل ہے یعنی مسیح کا طیور کو پیدا کرنا اور احیاء موتی یہ انکا فعل نہیں خدا کا فعل ہے۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ فتشابه الخلق علیهم کا مجاب واقع ہو گیا امنیاز کی صورت کیا ہے دوم ہم دریافت کرتے ہیں کہ مسیح کو خدا کے ساتھ عینیت ہے تو یہ باطل ہے کہ مسیح عاجز اور عبد تھے اور اگر غیریت ہے تو کیوں اُن کا فعل خدا کا فعل شمار کیا گیا۔ اگر کہو عینیت و غیریت دونوں تھی تو یہ وہی قول ہوا کہ دو دو بھی ہیں اور دونوں ایک بھی ہیں۔

اور نیز نصاری تو فقط توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہوئے اور تمھارے نزدیک تو توحید فی التربیع وتربیع فی التوحید وغیرہ بہت دور تک یہ سلسلہ جائز رہا پھر نصاری پر تم کیوں الزام لگاتے ہو اور کیوں انکو برا جانتے ہو اور ما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی پر جو لوگوں نے خیال کیا ہے یہ اُنکی غلط فہمی ہے یہاں پر نفی اعتبارًا اور ثبوت رمی اور اسناد رمی اللہ کی طرف مجازًا واعتبارًا ہے نہ حقیقةً جو اب کے پہلو میں اسناد خلق اللہ کیطرف حقیقةً ہے یہ قیاس مع الفارق ہے دیکھو حواشی مختصر معانی و مطول وغیرہ کو۔ اللہ کیطرف اسناد رمی کو کل علمائے معانی مجاز عقلی مانتے ہیں۔ نہ اسناد حقیقی اور تم جو جواب دیتے ہو مجاز عقلی وہاں کہاں ہے اپنے جواب کو تم خود آپ ہی نہیں سمجھتے۔

اصل امر یہ ہے کہ اگر تم میں کچھ بھی نور ایمان ہوتی تو محکمات قرآنیہ کے آگے اسقدر چون وچرا اور رد و انکار نہ کرتے سر جھکاتے اور خوف خدا کرتے۔ تمکو تو تمھارے خیالی عقاید پیارے ہیں آیات قرآنی سے تم کو عداوت ہے۔

اور ہمارے مخالف لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح کو ذاتی طاقت احیاء موتی کی نہیں ہے ہاں خدا کی طرف سے مسیح مالک اُن افعال کے ہیں۔ اول تو جواب اس کا ہم یہی دیتے ہیں کہ

[illegible] بنانے سورۂ فرقان میں صاف فرمایا ہے کہ [illegible] شخص موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے

الذی له ملك السموٰت والارض ولم یتخذ ولداً ولم یکن له شریك فی الملك وخلق كل شیء فقدره تقديرا واتخذوا من دونه الهة لا يخلقون شيئاً وهم يخلقون ولا يملكون لانفسهم ضراً ولا نفعا ولا يملكون موتا ولا حيوة ولا نشورا

یعنی وہ خدا وہ خدا ہے جو تمام زمین و آسمان کا اکیلا مالک ہے کوئی اُس کا حصہ دار نہیں اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اُس کے ملک میں کوئی اُسکا شریک اور اُسی نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر ایک حد تک اُس کے جسم اور اُس کی طاقتوں اور اُسکی عمر کو محدود کر دیا اور مشرکوں نے بجز اُس خدائے حقیقی کے اور ایسے ایسے خدا مقرر کر رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ اور مخلوق ہیں اپنے ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ موت اور زندگی اور جی اُٹھنے کے مالک ہیں اب دیکھو خدائے تعالیٰ صاف صاف طور پر فرماتا ہے کہ [illegible] کوئی خالق نہیں بلکہ ایک دوسری جگہ سورۂ حج میں بھی فرمایا ہے کہ تمام [illegible] ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور [illegible] صاف طرز پر فرماتا ہے کہ کوئی شخص موت [illegible] کا مالک نہیں ہے۔ اسجگہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی مخلوق کو موت و حیات کا مالک بنا دینا اور اپنی صفات میں شریک کر دینا اُسکی عادت میں داخل ہوتا تو بطور استثناء ایسے لوگوں کو ضرور باہر رکھ لیتا۔

پھر اسپر بھی بعض مخالفین باز نہ آئیں اور یوں کہیں کہ ان آیات سے یہ نکلتا ہے کہ بالاستقلال ذاتی طور سے مسیح احیاء موتی نہیں کرتے تھے۔ احتمال ہے کہ خدا کیطرف سے تو یہ اختیار حاصل ہوا ہو اور خدا کیطرف سے وہ مالک ہوئے احیاء موتی کے۔ اس کا بہت [illegible] جواب تو یہ ہے کہ احتمالات پر عقائد کا بنا [illegible] نہیں ہوتی ہے دلائل قطعیہ پر ان کی بنا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس احتمال کی بھی میں جڑ کاٹے دیتا ہوں خدا وند کریم خود سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے کہ میری طرف سے بھی کوئی یا مسیح مالک احیاء موتی وغیرہ کا نہیں لقد کفر

الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم قل فمن یملك من الله شیئا ان اراد ان یهلك المسیح ابن مریم وامه

دیکھو معالم نے اسکی تفسیر فمن یملك من الله شیئا میں لکھا ہے من یقدر ان یدفع من امر الله شیئا اذ قضاه

تم لوگ پہلے سمجھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [illegible] کہ جسپر موت کا حکم صادر ہو گیا۔ یعنی مر گیا اسپر میرا یہ حکم صادر ہو گیا کہ وہ پھر قبل قیامت کے اسی عالم میں زندہ نہیں کیا جائے گا۔ پھر اے مخالفو! تم ہوش میں آ جاؤ۔ اگر تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے دفع امر اور رد قضا کا مسیح کو مالک بنا دیا ہے تو یہ سخت خطرناک عقیدہ ہے۔ اس آیت سے تو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مدافعت حکم کا مالک نہیں بنایا۔ پھر تم کیسے خلاف اس کے معتقد ہو جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو مالک بنا دیا ہے کہ وہ خدا کے احکام نافذ شدہ کو ٹالا کرے۔ اے دانشمندو خدا تعالیٰ نے تو یہ حکم نافذ فرما دیا کہ مردہ قبل قیامت اس عالم میں زندہ نہ کیا جائے گا پھر کیا تم یہ تجویز کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے یہ حیلہ تراشا ہے کہ مسیح کو اس حکم کے ٹالنے کا مختار بنا دیا ہے۔

ایک فرقہ نصاریٰ میں سے ایسا ہی ہے جس کا اعتقاد تمہارے اعتقاد کے مثل ہے۔ اے میرے مخالفو! خدا سے ڈرو۔ تم ایک انسان کی مخالفت میں جھلا کر اور جھنجھلا کر کیوں خدائے تعالیٰ اور اُسکے کلام کے اور اُسکے رسول کے مخالف بنے جاتے ہو۔ کہیں ضد اور اصرار بیجا کے جوش میں یا معاصرت کی اکڑ فوں کے [illegible] اروں میں آ کر ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھنا۔

اے جناب ماسٹر نور الدین صاحب آپ کو لازم ہے کہ اس عقیدہ کی تحقیق کر کے رد و انکار پر کمر بستہ ہونا [illegible] ورنہ آپ اس آیت

لا تقف ما لیس لك به علم

کے مخالف ٹھہرینگے۔

جناب ماسٹر صاحب! ذرا انصاف فرما کر اور حق طلبی اور صداقت کی روح لیکر پچیسویں پارہ سورہ شوریٰ کی آیات مرقومۃ الذیل پر غور کرو

ام اتخذوا من دونه اولیاء فالله هو الولی وهو یحی الموتی وهو علی کل شیء قدیر۔

دیکھو مترجموں نے کبھی یہ ترجمہ بھی لکھا ہے۔ سو اللہ جو ہے وہی ہے کام بنانے والا اور وہی جلاتا ہے مُردے۔ دیکھو قواعد معانی بلاغت کے رو سے بھی یہاں پر ہو ضمیر فصل کا لانا مفید معنی حصر ہے اور یہ جبکہ غیر ذات باری بھی اسمیں شریک ہو سکتا، عام ہے کہ یہ شرکت باذن ہو یا بغیر اذن ہو دونوں صورتوں میں حصر منقوض ہوتا ہے [illegible] اسپر اسطرح تو ہمنے شروع میں بھی کہا تھا کہ یہ اوصاف مخصوصہ الوہیت ہیں اور خاصہ کی تعریف ہی یہ ہے ما یوجد فیه لا یوجد فی غیره۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح غیر اللہ میں داخل ہیں عین ذات باری تعالیٰ نہیں ہیں کل اہل اسلام اس کو مانتے ہیں اور پھر جب کہ صفات باری تعالیٰ کو علمائے متکلمین نے لا عین لکھا ہے تو اور دیگر مخلوقات ممکنات کیونکر لا عین نہ ہوں گے۔ افسوس ہے کہ مخالف الرائے مولوی صاحبان ہمیں مخالفہ میں خاصہ کی تعریف کو بھی گاؤ خورد کر گئے اور اسی طرح سے سورہ جاثیہ کی اس آیت پر غور کرو

واذا تتلی علیهم ایاتنا ما کان حجتهم الا ان قالوا ائتوا بآبائنا ان کنتم صادقین قل الله یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیمة لا ریب فیه ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

دیکھو یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی نے مردے زندہ نہیں کیے اگر ایسا سابق میں ہوا ہوتا یا مسیح سے یا حال میں رسول اکرم سے احیاء موتی کا امکان ثابت کرنا منظور ہوتا تو جناب باری جواب میں ان کافروں کے جن کا مقولہ یہ تھا وما یهلکنا الا الدهر بھلا ایسے دہریے لوگوں کو بنا بر واقعات اور مشاہدات زمانہ سابقہ تاریخیہ کے یہ جواب دینا کافی اور مسکت تھا۔ کہ تم کیسے احیاء آباء اجداد کی تمنا کرتے ہو۔ پہلے بھی مسیح نے مردوں کو زندہ کیا جیسا کہ یہ مردوں کا زندہ کرنا لوگوں کے مشاہدہ میں آ چکا ہے تم کیسے لوگ جاہل اور ہٹ دھرم ہو کہ مشاہدات کا بھی انکار کرتے ہو حالانکہ برخلاف اس کے خداوند کریم نے جواب مذکور الصدر کا قرآن میں ذکر بھی نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ ہی تم کو جلاتا ہے پھر تمکو مارے گا پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے دن لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

بس اس جواب سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں مسیح نے مردے زندہ کیے ہیں وہ لا یعلمون میں داخل ہیں۔ اور پھر یہ بھی سچ ہے کہ وہ لوگ اکثر ہیں اسواسطے آج عالم ما کان وما یکون کا ہے اُس نے فرمایا ولکن اکثر الناس لا یعلمون اور یہ جملہ ان لوگوں پر بھی صادق آیا جو جمع الی یوم القیامۃ کے منکر تھے اور ان لوگوں پر بھی صادق آیا جو جمع قبل یوم القیامۃ کے قائل ہیں۔ افسوس ہے یہ لوگ آپ ہی تو یہ سنایا کرتے ہیں کہ السکوت فی معرض البیان بیان اور آپ ہی اس قضیہ مسلمہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور آپ بڑے بڑے وعظوں میں ایک بڑے زور و شور کے ساتھ سنایا کرتے تھے کہ ہرگز حضرت شیخ عبد القادر نے مردے زندہ نہیں کیے۔ مردے قبل یوم بعث زندہ ہو ہی نہیں سکتے ہیں خدا خود وعدہ فرما چکا ہے

ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون

وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے ان الله لا یخلف المیعاد ایسا اگر ہو تو تغلیب کذب باری لازم آتی ہے جو مستلزم ہے [illegible] ابطال آیۃ

ان الله لا یخلف المیعاد

کو ہے اسپر معلوم یہ لوگ کیونکر ان باتوں کو فراموش کر گئے اور عمداً آیات پر پانی پھیرتے چلے جاتے ہیں خدا ان کو ہدایت کرے۔ [illegible]

اور نیز ان آیات شریفہ کے مطالب پر بھی غور کرو جو پارہ اول کے تیسرے رکوع کے آخر میں موجود ہیں

کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیه ترجعون

یعنی تم اللہ تعالیٰ کا کیونکر انکار کرتے ہو تم مردہ تھے اُس نے ہی تمکو زندہ کیا پھر وہی تمکو موت دیگا پھر زندہ کرے گا آخر وہی مرجع و مآب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی پر ایک لطیف دلیل پیش کی ہے اسطور پر کہ کیا تم اُس اللہ کا انکار کر سکتے ہو جس نے تم کو محض عدم سے زندہ بنایا یا نطفہ کی حالت میں مردہ تھے زندگی بخشی۔ جاہل تھے عالم بنایا۔ کچھ نہ تھے سب کچھ کیا۔ انسان کیا۔ انسان اپنی حالت پر اگر غور کرے تو وجود باری تعالیٰ کے لیے اسے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی اسی لیے اس دلیل کو اللہ تعالیٰ نے کیف سے شروع فرمایا جو تعجب کے لیے آتا ہے یعنی ہستی الٰہی ایسی کھلی ہستی ہے کہ اُس کا انکار موجب تعجب ہے۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احیاء اموات اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فعل ہے اور اس نوع احیاء میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے کیونکہ یہ تو ہستی باری تعالیٰ پر ایک دلیل ہے۔ اور لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح نے مُردوں کو زندہ کیا جیسے اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک فعل خاص ہے اور اُسکی ہستی کے لیے دلیل ہے پس اس رنگ میں اگر مسیح نے مردوں کو زندہ کیا تو نقض الدلیل لازم آوے گا۔ جو دلیل اور مستدل کی شان پر داغ نقص و عیب لگاتا ہے پھر اسی سلسلہ دلیل ہستی باری تعالیٰ پر فرمایا

هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعا ثم استوى الى السماء فسوٰهن سبع سموٰت وهو بكل شیء علیم

اللہ وہ اللہ ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے [illegible] پیدا کیا ہے اور اُس نے سب مخلوق کو محض اپنی [illegible] سے پیدا کیا ہے پھر آسمان کی طرف [illegible] اُسکو ٹھیک ٹھاک کیا اور اسے ہر [illegible] چیز کا عالم کامل ہے۔ قرآن کریم [illegible] فرماتا ہے وہ واقعات کو [illegible]

ہم اور ہمارے ناظرین

ہمارے مکرم جناب ابو سعید عرب صاحب رنگون میں الحکم کی توسیع اشاعت کے کام میں از بس مصروف ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء عرب صاحب ہر ہفتہ دو تین خریدار بھیج رہتے ہیں۔ انھوں نے الحکم کے اغراض و مقاصد کی وسعت اور اشاعت کے سوال کو خوب سمجھا ہے۔ الحکم کو ایسے مربیوں کی کثیر تعداد مطلوب ہے۔

... کا نام۔ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ڈاکٹر ... علیخان صاحب کے بچہ کا تاریخی نام پوچھا ... جس کے جواب میں بہت سے خطوط و ... پہونچے ہیں۔ اور ان میں نعمت علی ... بچہ کا تاریخی نام تجویز کیا گیا ہے۔ اس نام ... کے متعلق ہمارے ایک کرمفرما نے مندرجہ ... رویا بھی لکھی ہے جسکی بنا پر اس نام کو ... مبارک و نعمت الٰہی سمجھا جاتا ہے وہ رویا یہ ہے

پنجشنبہ کو آنیوالی رات کا ذکر ہے کہ مینے خواب میں ... بزرگ کو دیکھا جسنے مجھے ایک قطعہ دیا ہے لکھا ہوا تھا **نعمت علیخان** اس کے پیچھے میری آنکھ کھل گئی اور میں اسکی تعبیر سوچتا رہا مجھے بغیر اس کے کچھ معلوم نہیں کہ کسی نعمت ملنے والی ہے آج ... جمعہ کو آپکا پرچہ میری نظر سے گذرا تو معلوم ... کہ ایک صاحب ڈاکٹر ... علیخان تاریخی ... کے خواستگار ہیں مجھے خیال آیا کہ دیکھوں ... نعمت علیخان سے تاریخ تو نہیں نکلتی حساب ... سے معلوم ہوا کہ ٹھیک ٹھیک ۱۳۲۱ھ نکلتے ... یہ معلوم کر کے مجھے خوشی بھی ہوئی اور ... حیرت بھی کہ بغیر تعارف اور کسی قسم کے فکر یہ نام کیسے معلوم ہو گیا"

غرض الحکم اپنے مکرم بھائی کو اسوقت ... مولود مسعود کی مبارکباد دیتا ہے اور ... کرتا ہے کہ یہ مولود قوم اور ملک کے لیے واقعی ... نعمت غیر مترقبہ ثابت ہو آمین۔

... مولوی کی کرتوت۔ کے عنوان سے ... خط الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں چھپا ہے ... عنوان راقم کے خط کے متعلق نہیں بلکہ شہادۃ ... القرآن کے اس مصنف کے متعلق ہے جسنے ... مولوی کہلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مسیح ... ابن مریم کو فضیلت دی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

... ہمارے مکرم مخدوم حکیم فضل الدین صاحب نے الحکم کی توسیع اشاعت کی ضرورت کو محسوس کر کے چھ ... پرچے الحکم کی خرید کر کے اپنے ان احباب اور ... کے نام جاری کرائی ہیں جنکو ابھی ... سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ...

الحکم ان کے لیے موجب ہدایت ہو اور اسطرح پر حکیم صاحب کی اصل غرض پورا کرنے کا سچا ذریعہ۔ اللہ تعالے حکیم صاحب کو اس کار خیر کی جزا دے اور ہمارے دوسرے احباب کو اسکی تقلید کی توفیق بخشے۔

الحکم کی قیمت ۔ الحکم کی عام قیمت سالانہ پانچ روپیہ ہے اس سے کم نہیں لی جاتی ۱۲ؔ شرح جو رکھی ہے وہ محض اپنے سلسلہ کے غیر مستطیع لوگوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے اور ۱۲ؔ غیر مذاہب میں اسکی اشاعت کا مذاق پیدا کرنے کے لیے ورنہ الحکم جیسا اخبار جو ۲۲ × ۲۹ کے اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر ۱۶ صفحوں پر شائع ہوتا ہے ۱۲ؔ میں ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ اور اصل اخراجات بھی اس قیمت سے بڑھ کر ہیں۔ جسقدر تعداد پانچ روپیہ اور دس روپیہ سالانہ پر دینے والے احباب کی بڑھے گی اسیقدر گنجائش کم قیمت دینے کی نکلتی رہے گی۔ اور ہم اپنی طرف سے کوئی موقع الحکم کو ہر ایک احمدی کے ہاتھ تک پہونچانے کے لیے ہاتھ سے نہیں دیتے چنانچہ پچھلے ہفتہ دو روپے سالانہ پر بھی ۳۵۔ اخبار دینے کا اعلان کیا گیا ہے جو منشی عبد العزیز صاحب اور منشی محمد اسمٰعیل صاحب کی عالی ہمتی کا نتیجہ ہے۔ اسطرح پر اگر تین سو آدمی دس روپیہ سالانہ قیمت دینے والے ہوں تو ہم چھ سو آدمیوں کے نام صرف دو روپیہ سالانہ میں الحکم جاری کر سکتے ہیں اب الحکم کی کثرت اشاعت اور اسکا مفید بنانا **قوم کے ہاتھ میں ہے**۔ بہت ہیں جو صاحب ۱۲ؔ سالانہ قیمت کے لیے درخواست کرتے ہیں وہ اپنی حیثیت کو خوف خدا کو مدنظر رکھکر دیکھ لیا کریں۔ ۱۲ؔ اصل اخراجات سے بھی کم ہیں۔

قوم کے اولو العزموں کی یادگار کو قائم رکھنا قوم کی زندگی کی دلیل ہے اور ہم بہت خوش ہیں کہ ہماری قوم میں یہ روح نفخ ہو رہی ہے ہمارے مکرم مخدوم بھائی **ڈاکٹر رحمت علی صاحب** مرحوم کے جنگ سمالی لینڈ میں اپنی گورنمنٹ کی وفاداری میں جان نثار کرنے کی خبر لکھی جا چکی ہے اور اب اس کی تصدیق سمالی لینڈ سے آئے ہوئے خطوط نے بھی کر دی ہے۔

سمالی لینڈ سے ہمارے مکرم بھائی الحکم کے غیور معاون ڈاکٹر سید جلال صاحب نے ایک خط کے ذریعہ ہمکو اطلاع دی ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی ایک یادگار رکھنا چاہتے ہیں ہم ان کے خط کو بجنسہٖ ذیل میں درج کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ سید جلال کیطرح اور بھی اولو العزم بزرگ اپنی جماعت میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے قومی کاموں کے امدادی سلسلوں کو ان کے نام سے قائم رکھنے کی فکر کرینگے۔

الحکم جو ڈاکٹر صاحب کے جیب سے جاری تھا اسے سید جلال اپنے خرچ سے کسی مسکین کے نام جاری کرانا چاہتے ہیں۔ یہ درخواست مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کی معرفت آنے پر کسی مستحق مسکین کے نام جاری کر دیا جاویگا ڈاکٹر صاحب مرحوم نے الحکم کا ایک پرچہ اپنی جیب سے ایک مستحق اخبار کے قدر دان مگر مسکین عالم کے نام جاری کرا رکھا تھا جو بظاہر اسوقت بند ہو جانا چاہیے۔ مگر ہم اسکو اپنے خرچ سے صاحب موصوف کے نام مرحوم کی یادگار پر جاری رکھتے ہیں۔

سید جلال صاحب کا خط یہ ہے

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ براہ مہربانی یہ چند سطور اپنے گرامی اخبار میں درج فرما کر مشکور فرما دیں۔ بھائی ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم کی یادگار قائم رکھنے کے واسطے بندہ اس کام کے لیے طیار ہے کہ انکا نام و نمبر الحکم میں جاری رکھا جائے اور وہ پرچہ کسی مسکین کے نام پر کسی رعایتی قیمت پر جاری رکھیں بندہ انشاء اللہ تعالے وہ قیمت ادا کریگا۔

مرحوم نے جو ۱۰ نمبر انگریزی میگزین اور ۵ نمبر اردو میگزین اپنے نام سے جاری کیے تھے ان میں سے ۵ نمبر انگریزی میگزین بندہ اپنے نام پر ان کے یادگار کے طور پر ان کی طرف سے لکھاتا ہے جس کی قیمت ہر ماہ میں انشاء اللہ تعالی ہمراہ دیگر قیمت میگزین یعنی مبلغ للعہ ماہواری پر اضافہ کر کے ارسال کیا کرے گا۔ مجکو امید ہے کہ دیگر احباب احمدی خصوصًا اہل بربرا سمالی لینڈ اس نیک کام میں شریک ہو کر باقی نمبروں کی کمی کو پورا کرینگے۔ اور اپنے بھائی کے ساتھ حقیقی محبت کا سچا ثبوت دینگے

... بندہ نے جو مبلغ للعہ ماہوار کالج ... دینیات کے واسطے اپنے ذمہ لیے ہیں اور جنکو بندہ تا حال ماہواری ادا کرتا رہا ہے وہ ایک وظیفہ کیصورت میں بندہ کی طرف سے کسی سید یتیم بچہ کو بالتخصیص دیا جاوے درصورت عدم موجودگی جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر کالج جناب نواب محمد علیخان صاحب جس کے لیے تجویز فرماویں۔ بندہ کو بہرصورت بسر و چشم منظور ہے۔

یہ عرض کر دینا بھی بعید از قیاس نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا ارقام کا اجرا بندہ کے یہاں کی سروس میں موجودگی و عدم موجودگی پر منحصر ہوگا۔ شاید اگر بندہ انڈیا واپس چلا جائے گا تو بسبب قلیل تنخواہ ان ارقام میں کمی کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن بندہ کا اغلب ارادہ یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالے یہاں کے سروس کو بشرط زندگی اختیار کرونگا۔ اور بعد ایکسال کے انڈین ملٹری سروس سے ڈسچارج لونگا کیونکہ اجنٹ بندہ کا ابھی ایک سال باقی ہے اور شاید یہ انتظام رخصت پر جانے سے پہلے کرونگا آگے جو خدا کو منظور ہے وہی ہوگا

الراقم سید جلال احمدی ... سپرنٹنڈنٹ ...

جلسہ لاہور کے متعلق

بہت خطوط آتے ہیں کہ کونسی تاریخ مقرر ہے جواب کے لیے لکھا جاتا ہے کہ ابھی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ تاریخ مقرر ہونے پر اطلاع دی جائے گی۔

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ ہر قسم کی خط و کتابت متعلقہ اخبار میں اپنا نمبر خریداری ضرور لکھا کریں ورنہ تعمیل ارشاد نہو سکے گی اور بعض اسکا جواب دہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خریداروں کی تعداد بفضل خدا ہر روز ترقی پر ہے۔ چٹ کا نمبر دینے میں اسبات کا لحاظ رہے کہ رجسٹرڈ لیٹر ... لکھا جاوے یہ نمبر ڈاکخانہ کا ہے جو اخبار کی رجسٹری کے لیے لاہو ا ہے اسکو خریداروں کے نمبر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے

ضروری اطلاع

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس تصویر کے پچھلے الحکم میں شائع ہونے کا اعلان کیا گیا ہے وہ تصویر چھپ چکی تھی اور جہاں طیار ہو کر روانگی کا انتظام شروع تھا کہ اس میں ایک مبصر نے مصور کا کوئی نقص دکھا دیا جسکی وجہ سے اسکی اشاعت کسی قریب وقت پر ملتوی کرنی پڑی

بدمزاج پادریوں کا لدو — کلکتہ میں ایک عجیب مذہبی مقدمہ شروع ہوا ہے جو مسٹر ... نے ریورنڈ مکان کی پر تین ہزار ہرجانہ کا کیا ہے بناء دعویٰ یہ ہے کہ آخر الذکر نے مدعی کو پادری بنانے سے انکار کیا تھا اور وجہ انکار یہ تھی کہ مدعی بدمزاج اور بول چال میں ناعاقبت اندیش ہے۔ یہ مقدمہ بڑا ہی دلچسپ ہے کیونکہ اگر فیصلہ ہو گیا کہ بدمزاجی وغیرہ نا قابلیتوں کے باعث ایک شخص کو مذہبی وعظ کا منصب نہیں دیا جا سکتا۔ تو ان بیشمار پادریوں اور ... اس ملک کو مخلصی مل جاوے گی جو ہمیشہ دوسرے مذاہب کے لیڈروں اور ... کو گالیاں دینے ہی اپنے واعظ کی غرض سمجھتے ہیں بلکہ جواب دندان شکن ملنے پر اپنے مخالف کو عدالت تک بیجانے کی دھمکی دیا کرتے ہیں۔

رسالہ سراج الحق

میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ مسیح کی وفات میں اس طرز کا رسالہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ قیمت ۳ر علاوہ محصول باہر چار رسالوں سے کم روانہ نہ ہونگے۔

خاکسار سراج الحق نعمانی قادیان دار الامان

نمبر ۶ دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۴ء جلد ۸

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

اے قدیر و خالق ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہ نما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
گر تو دیدہ ہستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بد کار را
شاد کن این زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار
ہر مراد شاں بفضل خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوار من
دشمنم باش و تبہ کن کار من
ور مرا از بندگانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کار کن
اندکے افشاء آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ
واقفی از سوز ہر سوزندۂ

زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم
زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابراء من
اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من
آتشے کاندر دلم افروختی
وز دم آں غیر خود را سوختی
ہم ازاں آتش رخ من برفروز
ویں شب تارم مبدل کن بروز
چشم بکشا ایں جہان کور را
اے شدید البطش بنما زور را
ز آسماں نور نشان خود نما
یک نگاہے از بوستان خود نما
ایں جہاں بینم پُر از فسق و فساد
غافلاں را نیست وقت موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند
ہمچو طفلاں مائل افسانہ اند
سرد شد دلہا ز مہر روئے دوست
روئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار
از کرم ما آفتابے را برآر

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

علیہ السلام والتحیۃ

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت آج بفضل خدا بہت تندرست رہی اور آپ نے بعد نماز مغرب عشاء کی نماز تک مجلس فرمائی۔

طاعون کا ذکر ہوتا رہا کہ اب فروری کا مہینہ آگیا ہے اس کا زور ہوگا۔ چنانچہ مختلف مقامات سے اسکی خبریں آنی شروع ہوگئی ہیں

خدا شناسی اور سچے ایمان کی ضرورت

فرمایا کہ ضروری بات خدا شناسی ہے کہ خدا کی قدرت اور جزا سزا پر ایمان ہو اسی کی کمی ہے دنیا میں فسق و فجور ہو رہا ہے لوگوں کی توجہ دنیا کیطرف اور رگنا ہوں کی طرف بہت ہے دن اور رات یہی فکر ہے کہ کسی طرح دنیا ہیں دولت۔ وجاہت۔ عزت ملے جس قدر کوشش ہے خواہ کسی پیرایہ میں ہی ہو مگر وہ دنیا کے لیے ہے خدا کے لیے ہر گز نہیں۔ دین کا اصل لب اور خلاصہ یہ ہے کہ خدا پر سچا ایمان ہو مگر اب مولوی وعظ کرتے ہیں تو ان کے وعظ کی بھی علت غائی یہ ہوتی ہے کہ اسے چار پیسے مل جائیں جیسے ایک بیوپاری ایک دستار یک تھیلے جو رقمی کے لیے کرتا ہے ایسے ہی یہ لوگ کرتے ہیں ایسی حالت میں بجز اسکے کہ عذاب الٰہی نازل ہو اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایک اعتراض ہم پر یہ ہوتا ہے کہ اپنی تعریف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مطہر و برگزیدہ قرار دیتے ہیں۔ اب لوگوں سے کوئی پوچھے کہ خدا تعالیٰ جو امر ہمیں فرماتا ہے کیا ہم اسکی نافرمانی کریں اگر ان باتوں کا اظہار نہ کریں تو معصیت میں داخل ہو۔

قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کیا الفاظ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں ان لوگوں کے خیال کے مطابق تو وہ بھی خود ستائی ہوگی۔

خود ستائی کرنے والا حق سے دور ہوتا ہے مگر جب خدا تعالیٰ فرمائے تو پھر کیا کیا جائے یہ اعتراض ان نادانوں کا صرف مجھ پر ہی نہیں ہے بلکہ آدم سے لے کر جس قدر نبی رسول اولیا اور مامور گذرے ہیں سب پر ہے۔ ذرا غور کرنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ جسے خدا تعالیٰ مامور کرتا ہے ضرور ہے کہ اسکے لیے اجتبا اور اصطفا ہو اور کچھ نہ کچھ اس میں امر خصوصیت چاہیے کہ خدا تعالیٰ کل مخلوقات میں سے اسے برگزیدہ کرے خدا کی نظر خطا جانے والی نہیں ہوتی پس جب وہ کسیکو منتخب کرتا ہے وہ معمولی آدمی نہیں ہوتا قرآن شریف میں بھی اسی کیطرف اشارہ ہے واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اس سوال کا آخر ماحصل یہ ہے کہ وہ

ہمیں مفتری کہیں گے۔ مگر پھر اس پر سوال ہوتا ہے کہ عجب خدا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز سے ہر ایک افترا کا موقعہ دیئے چلا جاتا ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی دلوں میں آتا ہے اگر مفتری ہوں کے ساتھ خدا کے یہ سلوک ہیں اور اسطرح سے ان کی تائید اور نصرت کی جاتی ہے جیسے کہ ہماری۔ تو پھر کل انبیاء کو بھی انہیں مفتری قرار دینا پڑے گا۔ وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ کی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں۔ جسے خدا تعالیٰ منتخب کرے اگر وہ اسکی تعریف نہ کرے تو کیا گندا کہے اس سے خدا پر حرف آتا ہے کہ اس کا انتخاب گندا ٹھیرتا ہے۔

اگر دنیا کے مجازی حکام اعلیٰ کو بھی دیکھو تو وہ بھی حتی الوسع کمشنری۔ لفٹنٹی۔ ڈپٹی کمشنری وغیرہ کے عہدوں کے لیے انہیں کو انتخاب کرتے ہیں جو کہ ان کی نظر میں لائق ہوتے ہیں اگر وہ حکام اعلیٰ کی نظر میں نالائق اور ردی اور کم پایہ کے آدمی کے ناقابل ہوں تو انتخاب نہیں کیے جاتے۔ بس اسی طرح مامورین وغیرہ خدا تعالیٰ کی نظروں میں نالائق اور کمینے اور اشقیا ہوں تو پھر لوگوں کو مزکی بنانے کی خدمت ان سے کیسے لی جاوے۔

یہ ایک نکتہ ہے کہ ان کا جو اعتراض ہوتا ہے وہ صرف میری ذات پر نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے کہ آدم سے لے کر جس قدر نبی اسوقت تک گذرے ہیں سب اس میں شامل ہوتے ہیں بھلا وہ ایک اعتراض کر کے تو دکھلاویں جو سابقہ انبیاء میں سے کسی پر نہ ہوا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ایمان کے لوازم تمام اسوقت ردی ہو گئے تھے۔ دل عداوت ایمان سے خالی ہیں دنیا کی زیب و زینت کے خیال نے دلوں پر تصرف کر لیا ہے ایک گہرے ظلمات میں لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ اسوقت بڑی ضرورت اور احتیاج اس امر کی ہے کہ وہ تقویٰ جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور کتاب اللہ نازل ہوئی حاصل ہو ایک مردہ ایمان لوگوں کے پاس ہے ایسے اس ایمان کی کوئی نشانی بھی ناظر میں نہیں ہے اور اسی باعث سے یہ وبال ان لوگوں پر ہے پھر کہتے ہیں کہ کیا ہم نماز ادا نہیں کرتے روزہ نہیں رکھتے کلمہ نہیں پڑھتے ان کم بختوں کو اتنی خبر نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو یہود بھی تو عبادتیں کرتے تھے پھر وہ کیوں مغضوب ہوئے۔

ان کی نہایت بد قسمتی اور شقاوت ہے کہ جھلا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے دین کیا ہے کب کہا جاتا ہے کہ فلاں متقی ہے۔ فلاں مومن ہے۔ صرف چھلکے اور پوست پر نازاں ہیں اور مغز کو ہاتھ سے کھو دیا ہے جو کہ دین کی اصل روح ہے اب خدا چاہتا ہے کہ وہ روح دوبارہ پیدا کرے اگر ان لوگوں میں تقوےٰ اور معرفت ہو تو یہ اعتراض کر کے خود ہی نادم ہوں۔

سواد اعظم کیا شے ہے

ایک یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سواد اعظم حیات مسیح کا قائل ہے اگر سواد اعظم کے یہ معنی ہیں کہ ایک گروہ کثیر ایک طرف ہو تو اسکی بات سچی ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود و عیسائی قوم کا بھی سواد اعظم تھا وہ اہل کتاب ہی تھے۔ بڑے بڑے عالم فاضل عابد ان میں موجود تھے ان کے معیار سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انکی شہادت معتبر مان لینی چاہیے اصل سواد اعظم وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر اللہ کو مانتے ہیں اور علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ پر ان کا ایمان ہے اور ان کی شہادت معتبر ہوتی ہے بھلا سوچکر دیکھو کہ جس راہ میں بچھو۔ سانپ اور درندے وغیرہ ہوں۔ کیا دس ہزار اندھے اس کی نسبت کہیں کہ یہ راہ اختیار کرو تو کوئی انکی بات مانے گا۔ اور جو ان کے پیچھے چلیں گے وہ سب مرینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں علیٰ وجہ البصیرت بلاتا ہوں اگرچہ آپ ایک فرد واحد تھے لیکن آپ کے مقابل ہزارہا منکرین کی بات قابل اعتبار نہ تھی جو آپ کی مخالفت کرتے تھے اب اس وقت ایک سواد اعظم نہیں ہے بلکہ کئی سواد اعظم ہیں۔ اہلحدیثوں۔ بھنگیوں چرسیوں۔ شرابیوں وغیرہ کا بھی ایک سواد اعظم ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں کا بھی ایک سواد اعظم ہے تو کیا ان لوگوں کے اقوال کو سند پکڑا جاوے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قلیل من عبادی الشکور کہ شاکر اور سمجھدار بندے ہمیشہ کم ہوتے ہیں جو کہ حقیقی طور پر قرآن پر چلنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ نے انکو اپنی محبت اور تقویٰ خلا کیلیے

وہ خواہ قلیل ہوں مگر اصل میں وہی سواد اعظم ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اُمّۃ کہا ہے حالانکہ وہ ایک فرد واحد تھے مگر سواد اعظم کے حکم میں تھے۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ شرارتوں مفسدیوں اور حیلہ بازیوں میں رہتے ہیں ان کا عمل ایک بالشت بھی آسمان پر جا سکے اور وہ ان نیک بندوں کے برابر ہوں جنکی عظمت خدا کی نظر میں ہے۔ عبداللطیف کی ہی ایک نظیر دیکھو کہ بار بار موقعہ ملا کہ جان بچ جاوے مگر اس نے یہی کہا کہ میں نے حق کو پا لیا اس کے آگے جان کیا شے ہے سوچکر دیکھو کیا جھوٹھ کے واسطے دیدہ و دانستہ کوئی جان جیسی عزیز شے دیسکتا ہے

ایک بدنصیبی ان لوگوں کی یہ ہے کہ آکر صحبت حاصل نہیں کرتے اور دور دور رہتے ہیں ان کے اسلام کی مثال ایک تصویر کی مثال ہے کہ اس میں نہ ہڈی نہ گوشت نہ پوست نہ خون نہ روح اور پھر اُسے انسان کہا جاتا ہے۔ اپنی کثرت پر ناز کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کی عزت نہیں کرتے حالانکہ اس کثرت پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی ہے۔ آپ نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا اور درمیانی زمانہ کو جس میں انکی تعداد کروڑوں تک پہونچی اور کثرت ہوئی فیج اعوج کہا ہے۔ پھر اصل میں یہ کثرت بھی نہیں ہے خود ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے ہر ایک کا الگ الگ مذہب ہے ایک دوسرے کی تکفیر کر رہا ہے جب یہ حال ہے تو خدا کی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہ آوے گا۔ خود انہیں میں سے ہیں جو مانتے چلے آئے ہیں کہ مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا حدیثوں میں اماکم منکم موجود ہے سورہ نور میں منکم ہے۔

معراج میں آپؐ نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ اور دکھیا اور آنے والے اپنے مسیح کا اور حلیہ بتلایا۔ پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر سب انبیاء فوت ہو چکے ہیں ان تمام ثبوتوں کے بعد اور ان کو کیا چاہیے

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء

سیر

ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا یہ اسی زمانہ کے لیے ہے کیونکہ اس میں ہلاکت اور عذاب مختلف پیرایوں میں ہے۔ کہیں طوفان سے کہیں زلزلوں سے کہیں آگ کے لگنے سے اگرچہ اس سے پیشتر بھی یہ سب باتیں دنیا میں ہوتی رہی ہیں مگر آجکل ان کی کثرت خارق عادت کے طور پر ہو رہی ہے جسکی وجہ سے یہ ایک نشان ہے اس آیت میں طاعون کا نام نہیں ہے صرف ہلاکت کا ذکر ہے خواہ کسی قسم کی ہو۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قوت اور پوری توجہ سے لوگوں نے دنیا اور اسکے ناجائز وسائل کو مقدم رکھا ہوا ہے اور عظمت الٰہی کو دلوں سے اُٹھا دیا ہے اب صرف وعظوں کا کام نہیں ہے کہ اسکا علاج کر سکیں عذاب الٰہی کی ضرورت ہے۔

بابو شاہدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور عذاب سے بھی لوگ عبرت نہیں پکڑتے کہتے ہیں کہ ہمیشہ بیماریاں وغیرہ ہوا ہی کرتی ہیں فرمایا قرآن شریف میں طوفان نوح کا ذکر ہے بجلی کا ذکر ہے اور یہ سب حادثات دنیا میں ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں کیا ان کے نزدیک یہ عذاب الٰہی نہ تھے جنکا ذکر خدا تعالیٰ نے کیا ہے اور ان سب کا ہمیشہ دنیا میں وجود رہتا ہے مگر جب کثرت ہو اور ہولناک صورت سے ظاہر ہوں اور ایک دنیا میں تہلکہ پڑ جاوے تب یہ نشان ہیں وحی بھی اسی طرح سے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ لوگوں کو سچے خواب آتے ہیں تو پھر انبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی خصوصیت یہی کثرت اور درجہ کمال سے ہوتی ہے۔ اب اسوقت جو ہلاکت مختلف طور سے ہو رہی ہے اسکی نظیر یہ دکھلا دیں۔

گذشتہ دنوں میں عالیجناب احسان علیخان صاحب برادر نواب محمد علیخان صاحب مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے انھوں نے حضرت اقدس سے نیاز بھی حاصل کی تھی اور آپ نے ایک جامع تقریر بھی اُسوقت فرمائی تھی جس سے اُن کے اکثر شبہات و شکوک کا قلع و قمع ہوا تھا اسکا مفصل ذکر ہوتا رہا۔ کسی کی طرف سے یہ اعتراض بھی پیش ہوا کہ اُن کے ایک مصاحب نے کہا ہے کہ ابھی مہدی و مسیح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوگ نماز یں پڑھتے ہیں۔

اسپر آپؑ نے فرمایا کہ عام طور پر دلوں میں دہریت گھر کر گئی ہے لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں صلیبی فتنہ بڑھ رہا ہے اگر اب بھی ضرورت نہیں تو کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نام و نشان نہ رہے اسکی تو وہی مثال ہے کہ ایک میت موجود ہو اُس میں روح کا نام بھی نشان نہ ہو اور صرف اُس کے آنکھ کان ناک وغیرہ اعضا دیکھکر کہا جاوے کہ [illegible] اگر نہیں ہے تو اور چار دن یہ [illegible] سڑے گا اور بدبو پھیلے گی تو خود [illegible] کہ روح کا نام و نشان نہیں صرف پوست ہی پوست ہے ابھی کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں۔

اہل تشیعہ کو جو محبت حضرت امام حسین سے ہے اور آپ کے اور آپ کے واقعہ شہادت کو سنکر جسطرح ان کے جگر پارہ پارہ ہوتے ہیں اس میں سے تکلف اور تصنع کو دور کر کے باقی ان لوگوں کے حق میں جو دلی خلوص سے امام صاحب سے محبت رکھتے ہیں اور انکی شان میں ہر ایک قسم کے غلو کو معیوب قرار دیتے ہیں فرمایا کہ اس سے ہم منع نہیں کرتے کہ کوئی کسی بزرگ کی محبت یا جدائی میں آنسوؤں سے روئے

فرمایا

کہ ہدایت کے تین طریق ہیں۔ بعض لوگ تو کلمات طیبات سنکر ہدایت پاتے ہیں۔ بعض تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ بعض کو آسمانی نشان اور تائید نظر آجاتی ہے کیونکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ اب اسوقت جو خدا دکھلا رہا ہے وہ تنبیہ ہے دوسرے نقول ہیں۔

یکم فروری ۱۹۰۴ء

سیر

اتمام حجت کی تکمیل

فرمایا کہ قویٰ خواہ کتنے ہی قوی ہوں اور عکس قدرتی اوائل میں کیوں نہ ہو مگر تاہم عمر کا اعتبار نہیں ہے نہیں معلوم کہ کس وقت موت آجاوے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ اگرچہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایکدفعہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا جاوے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا ہے جو تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں جو کچھ یہ مولوی کہہ دیتے ہیں اُسے آمنّا و صدقنا کہکر مان لیتے ہیں۔ ہماری طرف کی باتوں اور ہمارے دعووں اور دلیلوں سے محض ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جاکر بذریعہ تقریر کے لوگوں پر اتمام حجت کی جاوے اور انکو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں

خدا تعالیٰ کی بے نیازی پر ایمان

فرمایا کہ ہمیں بیشک اگرچہ مجھے الہام بھی ہوا ہے اور خواب بھی آئے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر نظر پڑتی ہے تو مجھے اپنی عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے پھر مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ انکو کوئی عمر کا وعدہ بھی نہیں ملا ہوا مگر پھر بھی وہ ایسے عمل کرتے ہیں جیسے کہ موت مطلق آنی ہی نہیں ... سعادت یہ ہے کہ انسان کو فکر پیدا ہو جاوے تو سب کام خود بخود درست ہو جاویں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے بہت سے آثار بتلائے مگر تاہم ذرا سخت آندھی چلتی یا ابر سیاہ ہوتی تو آپ گھبرا جاتے اور خیال کرتے کہ کیا قیامت تو نہیں آگئی۔ اُسوقت آپ کی نظر خدا تعالیٰ کی بے نیازی پر ہوتی تھی جنگ بدر میں فتح کا وعدہ تھا مگر تاہم رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ فتح کا وعدہ تو ہے مگر شاید کوئی شرط ہو جو ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہو جس کا مجھے علم نہیں تو پھر فتح نہ ہو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا وعدے تھے مگر آخر قوم کی شوخیوں اور نافرمانیوں سے مرکعب گئی اسکی وجہ یہ تھی کہ انہی وعدوں کے جن شرائط کے ساتھ مشروط تھے اُن کے برعکس قوم نے کارروائی کی ... شامت اعمال کا اثر موسیٰ پر پڑتا تھا۔ جنگ احد میں ایک طائفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا نہ مانا تو آپکو کسقدر تکلیف ہوئی اور آپ کے دانت شہید ہوئے اور ... میں دشمن گھس گئے ... زور لگا کر اُسے نکالنا ... نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے آگے کس کی پیش جا سکتی ہے۔

مرحوم رحمت علی شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ذکر پر فرمایا کہ یہ اس کی پاکیزہ فطرت کی نشانی ہے کہ افریقہ میں غائبانہ دور بیٹھے ہوئے قبول کیا اور اس چھوٹی سی عمر میں ترقی اخلاص میں بھی کی۔ اس سال میں اور بھی ہمارے مخلص فوت ہوئے ہیں۔

شہد

شہد کے تذکرہ پر آپ نے فرمایا کہ دوسری تمام شیرینیوں کو تو اطباء نے عفونت پیدا کرنیوالی لکھا ہے مگر یہ ان میں سے نہیں ہے اس میں ... اور دیگر پھل اس میں رکھکر تجربہ کیے گئے ہیں کہ وہ بالکل خراب نہیں ہوئے سالہا سال ویسے ہی پڑے رہتے ہیں۔

فرمایا کہ ایکدفعہ ہم نے انڈے پر تجربہ کیا تو تعجب ہوا کہ اسکی زردی تو ویسی ہی تھی مگر سفیدی انجماد پاکر مثل پتھر کے سخت ہو گئی جیسے پتھر نہیں ٹوٹتا وہ بھی نہیں ٹوٹتی تھی۔

خدا تعالیٰ نے اسے شفاء للناس کہا ہے واقعی عجیب اور مفید شئے ہے تو کہا گیا ہے یہی تعریف قرآن شریف کی فرمائی ہے ریاضت کش اور مجاہدہ کرنے والے لوگ اکثر اسے استعمال کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ قوت بول وغیرہ کو محفوظ رکھتا ہے

اس میں ال جو ناس کے اوپر لگایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے اپنے یعنی خدا تعالیٰ کے ناس (بندے) ہیں اور اُنکے قرب کے لیے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں اُن کے لیے شفا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تو ہمیشہ خواص کو پسند کرتا ہے عوام سے اُسے کیا کام۔

تناسخ کی اصل

فرمایا کوئی عمدہ آدمی فوت ہو تو صدمہ ضرور ہوتا ہے لیکن دنیا ایسی جگہ ہے کہ اسکی امثال پھر ویسے پیدا ہو جاتے ہیں نیکوں کے بھی بدوں کے بھی۔ اسی لیے بعض نے دنیا کو دوری لکھا ہے کہ جن صفات کے لوگ اس کے ایک دور میں گذر جاتے ہیں پھر اُسی قسم کے لوگ وہی سیرتیں اور صورتیں لیکر دوسرے دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور یہیں سے ٹھوکر کھا کر لوگ تناسخ کے قائل ہو گئے ہیں

۵-۶ فروری سنہ ۱۹۰۵ء

مداہنہ

سرسید کے ذکر پر فرمایا دوسری قوم کے رعب میں آکر اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ اب آخری ایام میں تثلیث کے ماننے والوں کو بھی نجات یافتہ قرار دیا گیا۔ مداہنہ کی انتہا یہی ہوا کرتی ہے کہ آخر اسی قوم کا انسان ہو جاتا پڑتا ہے قرآن شریف میں اسی لیے ہے لن ترضیٰ عنک الیہود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتہم دوسرے کو راضی کرنے کے لیے انسان کو اس کے مذہب کو بھی اچھا کہنا پڑتا ہے اسی لیے مداہنہ سے مومن کو پرہیز کرنا چاہیے

فرمایا کہ مجھے بھی یہ الہام ہوا ہے کہ یراہین یں دنج ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اسوقت ان لوگوں (یعنی مخالفوں) میں سے شاذ و نادر ہی ہوگا جو ہم سے راضی ہو اور ہمارے ساتھ اخلاق سے پیش آنا چاہتا ہو ہاں اگر شخصی طور پر کسی کی ذات میں اخلاق ہو تو وہ شاید ہم سے اخلاق سے پیش آجاوے ورنہ قومی طور پر یہ ہرگز اخلاق سے پیش آنا نہیں چاہتے۔

اجتہادی غلطی

کسی صاحب نے لدھیانہ سے حضرت صاحب کو مخالفین کا یہ اعتراض لکھا کہ شاتان تذبحان کا الہام جو اب شہزادہ عبد اللطیف شہید کے بارہ میں لکھا گیا ہے وہ قبل ازیں کسی تصنیف میں مرزا احمد بیگ اور اُس کے داماد پر چسپاں ہو چکا ہے اس پر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا کہ اگر ہم سے اجتہاد میں غلطی ہو جاوے تو حرج کیا ہے۔ اجتہاد اور شئے ہے اور تفہیم الٰہی اور شئے۔ اگر ہم نے ایک معنی اپنی رائے اور فکر سے کر دیے تو آخر اپنے وقت پر خدا تعالیٰ نے اصل اور حقیقی معنے بتلا دیے۔ اس الہام میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں عسیٰ ان تحبوا شیئاً و ھو کرہ لکم۔ اب دیکھنا چاہیے کہ کیا احمد بیگ جیسے منکرین کی زندگی ہماری محبوبات سے تھی یا مکروہات سے۔

اگر ہماری کوئی غلطی ہو تو اس میں تنقیح طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسی غلطیاں انبیاء سے ہوتی رہی ہیں کہ نہیں۔ جیسے کہ خواب میں ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور کا خوشہ دیا تو آپ نے اسکے یہ معنے کیے کہ ابوجہل کسی وقت مسلمان ہو جاوے گا لیکن وہ تو مسلمان نہ ہوا آخر عکرمہ اسکا بیٹا جب مسلمان ہوا تو خواب کے معنے پورے طور پر سمجھ میں آئے

ایک مفتری کی زندگی حباب کی طرح ہوتی ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں سچائی کی خوشبو ہے کہ زندہ اٹھتے ہیں (یہ کا نفرنسیں جو مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں ...) لیکن ہماری صداقت خود بخود لوگوں کے دلوں میں پڑتی جاتی ہے لوگوں نے بہتیرا واویلا کیا اور روکتے رہے اور اب بھی کرتے اور روکتے ہیں لیکن پھر بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

اب ذرا ایک نظر سے غور سے دیکھو تو ہمارا سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اور یہی نشانی ہے اس بات کی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اگر یہ نہ ہوتا تو ہمارے مخالف آجتک کب کے کامیاب ہو جاتے۔ ہم یہاں چپ چاپ بیٹھے ہیں کسی تدبیر اور طاقت سے کام نہیں لیتے کہ اثر انداز ہو نہ دورے لگا رہے ہیں نہ کچھ مگر تاہم ایک حرکت شروع ہے۔ روز جو ڈاک آتی ہے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا دن ہو تو ہو ورنہ ہر روز بلاناغہ بیعت کے خطوط آتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا کہ انمیں کوئی نہ کوئی بیعت کے لیے طیار ہی نہ کرتا ہو۔

تین قسم کے لوگ

فرمایا کہ اسوقت تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو بغض و حسد میں جلے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں انکی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔

دوسرے وہ جو اسطرف رجوع کرتے ہیں انکی تعداد ترقی پر ہے

تیسرے وہ جو خاموش ہیں نہ ادھر ہیں نہ اُدھر انکی تعداد کثیر ہے وہ طبایع کے زیر اثر نہیں ہیں ورنہ ان کے ساتھ ملکر سب و شتم کرتے لیکن اس لیے وہ ہماری مدد میں ہیں

فرقہ معاندین غنیمت ہے

یہ فرقہ جو معاندین کا ہے اگر نہ ہوتا تو چپ رہنے والے اصل میں کوئی شے نہیں ہیں انہیں کی وجہ سے تحریک ہوتی ہے وہ شور ڈال ڈال کر ان لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں انکی باتوں میں چونکہ آسمانی تائید نہیں ہوتی اس لیے تناقض ہوتا ہے خدا تعالیٰ کچھ فرماتا ہے اور یہ کچھ کہتے ہیں۔ قال کچھ ہے حال کچھ ہے آخر شور و شر پا سنکر بعض کو تحریک ہوتی ہے کہ دیکھیں تو سہی ہے کیا پھر جب وہ تحقیق کرتے ہیں تو حق ہماری طرف ہوتا ہے آخر ان کو ماننا پڑتا ہے۔

معاندین ہم پر کیا کیا الزام لگاتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ یہ پیغمبروں کو گالیاں دیتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ نماز روزہ وغیرہ ادا نہیں کرتے آخر تنقید پسند طبائع ان باتوں سے فائدہ اُٹھا کر ہماری طرف رجوع کرتے ہیں اس جماعت معاندین کے ہونے سے ہمارا برسوں کا کام دنوں میں ہو رہا ہے لوگ آگے ہی منتظر ہیں۔ وقت خود شہادت دے رہا ہے اور انکی آنکھیں اسطرف لگی ہوئی ہیں کہ آنیوالا آوے۔ جب یہ معاندین ایک مفتری کے رنگ میں پیش کرتے ہیں تو تحقیق کرتے کرتے خود حق کو پا لیتے ہیں۔

افغانستان اور مسیح موعود

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے اب افغانستان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے زیر اثر کر دیا ہے اور آپکی شہادت سے ہمارے تعلقات افغانستان سے بہت کچھ وابستہ ہو گئے ہیں اسلیے وہاں کی آمدہ خبروں سے ہمیں اور ہمارے احباب کو ایک خاص دلچسپی ہونی چاہیے کہ ایک سرزمین جسکی خمیر میں خونریزی کا بیج بویا گیا ہے اور جان کو ہتھیلی پر رکھکر چلنا پھرنا اس کے باشندوں کا کام ہے۔ اور جنھوں نے اپنی نجات کا مدار صرف اسبات کو سمجھ رکھا ہے کہ ایک کافر کو تیغ بیدریغ سے ناحق قتل کر دیا جاوے جب ایسی سرزمین حضرت موعود کے زیر اثر ہو کر ان تمام ظالمانہ خونریزی کے خیال سے پاک و صاف ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق پر اسکی شفقت اور رحم بڑھ جاوے اور بلا امتیاز مذہب بنی نوع انسان پر ہمدردی کی روح ان میں پھونکی جاوے تو یہ تغیر و تبدل منجملہ عظیم الشان معجزات کے ہوگا اور سمجھا جاسکے کہ لاکھوں روپیہ صرف کرکے مدرسہ اور مکتب وہاں قائم ہوں اور ہزاروں حیلوں سے رفتہ رفتہ ان اقوام سے اسلحہ لیے جائیں اور انکی قوتوں کو کمزور کیا جاوے۔ حضرت مسیح موعود کے پاک انفاس کی برکت اور تاثیر سے یہ مطلب شفقت علیٰ خلق اللہ کا حاصل ہو جاوے تو امن پسند حکام اور سلاطین کے لیے یہ کسقدر شکریہ کا مقام ہو سکتا ہے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف تو شہید ہو کر خون کا اشتہار اس سرزمین میں دے گئے۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر مہر لگا گئے اور آپکے دعاوی اور تعلیم کی تخم ریزی کر گئے لیکن اب یہ خونی اشتہار دفعتاً فوقتاً کن رنگوں میں جلوہ دکھلاتا ہے۔ یہ ایک عجیب نظارۂ قدرت ہے جو کہ ایمان کو تازگی اور دلکو سرور بخشتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ علاقہ ترکستان میں ایک مزار ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار کہلاتا ہے وہاں سے ایک مجذوب کابل میں آیا اور اسنے مختلف مقامات پر کھڑے ہو کر آواز بلند کہا ہے کہ سید عبد اللطیف بڑے ظلم کے ساتھ مارے گئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں لیکن یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اُس کا پیر کابل میں موجود ہے اور نزدیک ہے کہ کابل اپنے کیے کی سزا پاوے عوام الناس کا چونکہ ایسے مجذوبوں پر حسن اعتقاد ہوتا ہے اسلیے کابل میں بہت کھلبلی مچی ہوئی ہے ایسے مجذوب جو کہ مامورین میں سے نہیں ہوتے اگرچہ انکی کلام بحیثیت ایک مخبرانہ پیشگوئی کے نہیں تسلیم کی جاسکتی مگر چونکہ انقطاع دنیا پر وہ اہل اللہ اور مامورین سے مناسبت رکھتے ہیں اس وجہ سے بعض غیبی اخبار ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اسی طرح ہم اس مجذوب کی اس پیشگوئی پر چنداں یقین نہیں کرتے لیکن ہاں خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو کچھ نکل چکا ہے کہ یہ ایک عظیم ظلم ہوا ہے جسکی سزا کابل بھگتے گا وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور عبد اللطیف صاحب شہید کا وہاں شہید ہونا اور احمدی عقائد کا وہاں رواج پانا خود حضرت مسیح موعود کا وہاں جانا ہے۔

(صاحبزادہ محمد سعید صاحب)

شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ کا نام محمد سعید ہے عمر آپ کی ۲۵-یا ۳۰ سال کے درمیان ہے مگر قد و قامت کے لحاظ سے آپ ۴۰ سالہ نوجوان معلوم ہوتے ہیں اور اپنے باپ کے قدم بہ قدم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب آپکے والد عبد اللطیف صاحب شہید کیے گئے اور آنکو کابل میں طلب کیا گیا تو بعض کمزور دل لوگوں نے مشورہ دیا کہ اپنے والد کیطرح اپنے آپکو مرزا صاحب پر راسخ الاعتقاد ظاہر کرکے عزیز جان کو نہ تلف کرو۔ امیر صاحبزادہ محمد سعید صاحب نے انکو جواب دیا تھا کہ جو کچھ انکا عقیدہ تھا وہی میرا عقیدہ ہے اگر وہ مارے گئے اور میں مرجاؤں تو کیا حرج ہے آخر میں اُسی باپ کا فرزند ہوں سنا گیا ہے کہ امیر صاحب کابل بھی اب اپنے کیے پر پشیمان ہیں اور انکی اولاد کو اب امیر صاحب نے تین ہزار جریب زمین علاقہ ترکستان کی طرف عطا کی ہے کابل کی جریب یہاں کی جریب سے طول میں سہ گونہ ہوتی ہے اور جن قاضیوں نے مولوی صاحب شہید کے قتل پر فتویٰ دیا تھا کچھ اُنکی ناجائز کارروائیاں انکشاف بھی ہوا ہے جس سے ان قاضیوں کی وقعت امیر صاحب کے دل سے کم ہو گئی ہے

کابل میں قحط سے پریشانی پھیل رہی ہے اور امیر صاحب نے باہر سے غلہ منگوانے کو کچھ اونٹ ۔۔ ہزار اونٹ حاصل کیے ہیں اور انکے لیے ساٹھ ہزار جانور بار برداری سرکاری ہیں غرض خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں اور ایک بیان کی صداقت پر آسمان و زمین نے سرزمین کابل میں مہر لگائی ہے جیسے سر الشہادتین میں فاضل مرحوم نے بیان کیا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس قوم پر عذاب الٰہی ضرور نازل ہوگا ہے جیسا کہ لکھا ہے وما انزلنا علیٰ قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلین ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم خامدون الخ یہ قحط منجملہ اسی عذاب کے ہے کاش اہل کابل عبرت پکڑیں۔

شہید مرحوم کے بفضلہ ۵ فرزند اور ۵ دختر ہیں۔

دار الامان کا ہفتہ

اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بدستور کسی نہ کسی قدر ناساز رہتی ہے دوعارضے تو آپ کو قدرتی طور پر بطور پیشگوئی شامل حال رہتے ہیں جنکا کبھی کبھی دورہ ہو جاتا ہے یعنی دوران سر وغیرہ۔ اور گذشتہ تین ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک عارضہ کھانسی بیمار رہنے کی وجہ سے ضعف ہو گیا ہے تاہم یہ جناب کی عامی سنت ہے کہ جب ذرا بھی افاقہ ہو تو مسجد میں تشریف لاتے اور نماز باجماعت ادا کرتے ہیں ہو باقی ممبران خاندان خدا کے فضل سے بخیریت ہیں

۔ بزرگان ملت بھی بفضلہ بخیریت ہیں

۔ موسم کا رنگ تبدیل ہو چلا ہے مگر گلابی جاڑوں کے رنگ میں سردی بدل گئی ہے۔

ہمارے مقدمات

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کے حضور جو درخواست بغرض انتقال مقدمہ فوجداری گئی تھی اور جسکی پیشی ۱۲۔ فروری ۱۹۰۴ء مقرر تھی ۱۲ فروری کو بمقام علی وال جہاں دورہ تھا پیش ہوئی۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے درخواست مذکور کو نامنظور فرمایا + اور مقدمہ بدستور لالہ چندولال صاحب کی عدالت میں رہنے دیا گیا + درخواست انتقال ان امور کی بنا پر تھی جو عدالت کی بعض کارروائیوں سے ہمکو بحیثیت مستغیث انصاف کی راہ میں روک نظر آتی تھی + بہر حال صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اپنا یہی فیصلہ دیا + جس کے متعلق عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ دیگئی ہے جسکے لیے ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء مقرر ہے

مقدمہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی عدالت سے واپس لالہ چندولال کی عدالت میں جاکر ۱۶ فروری کو پیش ہوا۔ اعلیحضرت کی طبیعت بوجہ سخت ناسازی ہو گئی اور آپ سول سرجن صاحب بہادر گورداسپور کے ہی سرٹیفکٹ کیوجہ سے اُس روز واپس چلے آئے + ۱۶ کو ۱۱ بجکر ۲۰ منٹ گذرے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا عدالت میں جانے سے پہلے گورداسپور کا ایک حصہ ہماری خطرناک مخالفت کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ اور مقدمات کے متعلق عجیب عجیب افواہیں اُڑائی جارہی تھیں مجسٹریٹ صاحب نے جس اسلوب اور طریق سے آج کی کارروائی کی وہ کسی دوسرے وقت پر مفصل بیان ہوگا ناظرین کو بہت سی رد و کد کے بعد مجسٹریٹ نے ایک ہفتہ کی مزید مہلت چیف کورٹ سے حکم لانے کیواسطے دی + اور ۲۳ فروری ۱۹۰۴ء مقرر کی حصول نقول کے متعلق ہمکو جسقدر گورداسپور کے متعلق بدانتظامی اور پریشانی اُٹھانی پڑی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔ بہر حال کسی کے کچھ اختیار میں نہیں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے تاکہ نصر من عند اللہ کا ثبوت کسطرح پر نظر آسکتا ہے جبکہ سب اسباب موافق ہوں۔

۱۴-۱۵ کی درمیانی شب میں اعلیحضرت علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ دریا زور پر ہے اور پھر آپکو ایک کوٹھا پیاروں کا دکھایا گیا مگر اس کوٹھے کو کسی ایسی لات ماری ہے کہ وہ اندر ہی اندر غرق ہو گیا اور ایک الہام ہوا

لعلی آتیکم منہا بقبس او اجد علی النار ھدی

اعلیحضرت اُسی روز دار الامان آپہونچے + ہم کو متعلقین مقدمہ اپنے وکلاء کے ساتھ لاہور چلے گئے + اب ۲۲ فروری کو چیف کورٹ میں اور ۲۳ فروری کو گورداسپور میں مقدمہ کی بنا ہر پیشی ہے دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے

جاپان اور روس کی جنگ

جاپان اور روس کی خطرناک جنگ شروع ہو گئی ہے + ہم اس جنگ کو یاجوج ماجوج کی لڑائی قرار دیتے ہیں یہ ہماری ذاتی رائے ہو ممکن ہے اس سے کسیکو اختلاف ہو اور وہ اختلاف وجوہات قویہ پر مبنی ہو لیکن ہم اسکے وجوہات پھر کسیوقت عرض کرینگے۔ ہمارے ناظرین بھی عام لوگوں کی طرح روس اور جاپان کی جنگ کی خبریں سننے کے خواہشمند ہونگے اسلیے ہم اگلی اشاعت سے آغاز جنگ سے لیکر اسوقت تک کی کل خبریں شائع کرینگے اور ساتھ ہی جاپان اور روس کی لڑائی کا نقشہ بھی دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اُمید ہے ہمارے ناظرین اسکو دلچسپی سے دیکھیں گے

ہمنے الحکم کی کسی پچھلی اشاعت میں لکھا تھا کہ الحکم کا مذاق دوسرے لوگوں میں پیدا کرنے کے لیے اور اپنے ناظرین کو بعض ضروری ملکی معاملات سے آگاہ کرنیکے لیے الحکم کا کچھ حصہ عام ملکی معاملات کے متعلق جدا کر دینا چاہتے ہیں اور اس تجویز پر مارچ کے ابتدائی پرچہ سے ہم عملدرآمد کرینگے۔ الحکم پہلے ۴۸ کالموں پر شائع ہوتا تھا اور وہ کالم موجودہ کالموں کے بالمقابل ڈیڑھ کی نسبت رکھتے ہیں اسلیے ہم ۱۰ صفحہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق مضامین کے لیے جدا رکھیں گے اور باقی ۲ صفحہ عام ملکی معاملات اور خبروں کے لیے۔ اسطرح ہم اُمید کرتے ہیں کہ الحکم کی خدمت کا سلسلہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہفتہ زیر اشاعت میں توسیع اشاعت کے سلسلہ میں سعی کرنیوالے احباب کے نام نامی و اسماء گرامی کے اندراج سے ہم قاصر ہیں اخبار کا بہت بڑا حصہ ہماری غیر حاضری میں مرتب ہوا کر

صبح کی سیر

۷ فروری ۱۹۰۴ء

آج ہمارے محترم مخدوم ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے حضرت اقدس نے باہر تشریف لاتے ہی ڈاکٹر صاحب سے اپنی ناسازی طبیعت کا ذکر فرمایا اور اسی سلسلہ میں فرمایا

انسان کا اصل طبیب اللہ تعالیٰ ہی ہے جسنے اسکو بنایا ہے

ضعف دماغ میں دیکھتا ہوں کہ ہماری کمزوری کا سر یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کیا ہوا تھا کہ اسوقت **جہاد** کے خیالات کو دور کیا جاوے اور ہمکو اس سے الگ رکھنا تھا اس لیے اُسنے عوارض اور کمزوری کو بھیجا۔ اور یہ بھی کہ اپنی کسی کارگزاری پر گھمنڈ نہ ہو بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل کے خواستگار رہیں۔

نزول کے لفظ میں بھی یہی سر ہے گویا آسمان سے اُترا ہے یعنی سب کام خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اس میں انسانی دخل نہیں ہے اور جب انسانی ارادوں اور منصوبوں سے الگ ہوے تو وہ سب امور **خارق عادت** ٹھیرے ✤ عام طور پر بھی کہا کرتے ہیں کہ خدا اُتر کر لڑا ہے ✤ مگر تعجب کی بات ہے کہ ہمارے مخالفوں نے سب باتوں کو جسمانی بنا لیا ہے۔ ادھر یہ مان لیا ہے کہ وہ دو زرد چادریں پہنے ہوے اُتریگا معلوم نہیں ان بھگیے کپڑوں کے پہننے سے اس کی کیا غرض ہوگی ✤ یہ چادریں شاید حضرت ادریس نے سیکر دی ہوں گی۔ پھر تعجب ہے کہ وہ کبھی میلی نہ ہوں گی اور نہ وہ کبھی اُنکو اُتاریگے اور نہ وہ پھٹیں گی۔ یہ کیسی عجیب باتیں ہیں جنکو سُنکر ہنسی آتی ہے۔ ادھر یہ لباس تجویز کیا اور خدمت یہ تجویز کی کہ وہ جنگلوں میں خنزیر مارتا پھرے۔

پردہ حضرت ام المؤمنین کی طبیعت کسی قدر ناساز رہا کرتی تھی آپ نے ڈاکٹر صاحب سے مشورۃً فرمایا کہ اگر وہ ذرا باغ میں چلی جایا کریں تو کچھ حرج تو نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ نہیں اس پر اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ دراصل میں تو اس لحاظ سے کہ معصیت نہ ہو کبھی کبھی گھر کے آدمیوں کو اس لحاظ سے کہ شرعاً جائز ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں رعایت پردہ کے ساتھ باغ میں لیجایا کرتا تھا اور میں کسی ملامت کرنیوالے کی پروا نہیں کرتا **حدیث شریف** میں بھی آیا ہے کہ بہار کی ہوا کھاؤ۔ گھر کی چار دیواری کے اندر ہر وقت بند رہنے سے بعض اوقات کئی قسم کے امراض حملہ کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو لے جایا کرتے تھے۔ جنگلوں میں حضرت عائشہؓ ساتھ ہوتی تھیں۔

پردہ کے متعلق بڑی **افراط تفریط** ہوئی ہے **یورپ** والوں نے تفریط کی ہے اور اب ان کی تقلید سے بعض **نیچری** بھی اسی طرح چاہتے ہیں حالانکہ اس بے پردگی نے یورپ میں فسق و فجور کا دریا بہا دیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل بعض **مسلمان** افراط کرتے ہیں کہ کبھی عورت گھر سے باہر نکلتی ہی نہیں حالانکہ ریل پر سفر کرنیکی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ غرض ہم ان دونوں قسم کے لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو افراط اور تفریط کر رہے ہیں

۸ فروری ۱۹۰۴ء

حسب معمول حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سیر کے لیے تشریف لائے ✤ سلسلہ کلام مقدمات کے متعلق شروع ہوا ✤ اور چند منٹ کے بعد سلسلہ کلام کا رخ بدل گیا جسکو ہم اپنے الفاظ اور طرز پر مرتب کرکے لکھتے ہیں ✤

(ایڈیٹر)

آخری فتح دعا سے ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آگیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلایل مفید ہو سکتے ہیں۔ ورنہ دلایل کی پروا ہی نہیں کی جاتی اور قلم کام نہیں دیتا ہم ایک کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں مخالف اس کے جواب میں لکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ **دعا** سے آخری فتح ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کا یہی طریق رہا ہے۔ کہ جب دلائل اور حجج کام نہیں دیتے تو اُن کا آخری **حربہ** دعا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا **وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ** یعنی جب ایسا وقت آجاتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بات لوگ نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف متکبر و سرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں ایسا ہی **مسیح موعود** (علیہ الصلوۃ والسلام) کے متعلق جو یہ آیا ہے **وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا** اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنے ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اُسے رد نہیں کرسکتا آخری زمانہ میں شیطان کی ذریت بہت جمع ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعود کی دعائیں اسکو ہلاک کردیگی۔

نوح کے زمانہ سے مناسبت اسی طرح نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت نوحؑ تبلیغ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر اُنھوں نے دعا کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طوفان آیا جسنے شریروں کو ہلاک کردیا اور اسطرح پر فیصلہ ہوگیا۔ آخر اُن کی کشتی ایک پہاڑ پر جا ٹھیری جسکو اب اراراٹ کہتے ہیں اراراٹ کی اصل یہ ہے **ارا آراٹ** یعنی میں پہاڑ کی چوٹی کو دیکھتا ہوں۔ اُنھوں نے ایک پہاڑ کا سرا دیکھکر کہا تھا اور اب یہی نام سے مشہور ہوگیا۔ اور بگڑ کر اراراٹ بنگیا

یہ زمانہ بھی نوح علیہ السلام کے زمانہ سے مشابہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور وہی الہام جو کشتی کا نوحؑ کو ہوا تھا یہاں بھی ہوا ہے۔

اسی طرح پر اب خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا چاہا ہے اور حقیقت میں اگر ایسا نہ ہوتا تو ساری دنیا دہریہ ہو جاتی۔ **اقبال** اور کثرت نے دنیا کو اندھا کردیا ہے

اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ جو کہا گیا ہے بالکل سچ ہے انسان جب سلطنت اور حکومت کو دیکھتا ہے تو اُس کے خوش کرنے کے لیے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کے واسطے وہی رنگ اختیار کرنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسوقت عیسائیوں کی کثرت اُنکی قومی ثروت اور اقبال نے لوگوں کو خیرہ کر دیا ہے اور ان وجوہات سے بہت سے لوگوں کو ادھر توجہ ہوگئی ہے۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس مذہب کا خاتمہ ہو جاوے اور اسکے لیے **دعا** کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ عیسائی خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ اُن کے مذہب کو ہلاک کردے گا۔

دلرا بدل رہیست دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ پادری خصوصیت سے ہماری جماعت کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے دشمنی کرتے ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کو اسقدر برا نہیں سمجھتے۔ جہاں کہیں ہمارا ذکر ہو گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی فطرت خود تسلیم کرتی ہے کہ یہ سلسلہ انکو ہلاک کردینے والا ہے۔ جیسے بلی کا مُنہ جب چوہا دیکھتا ہے حالانکہ اُسنے پہلے کبھی اُسپر حملہ نہ بھی کیا ہو فوراً ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ میری دشمن ہے۔ بکری نے کبھی شیر کو دیکھا بھی نہ ہو لیکن جونہی اُسے نظر آجاوے وہ گھبرا کر کھانا پینا چھوڑ دے گی۔ اسی طرح پر عیسائی ہمارے سلسلہ کے کسی آدمی کو دیکھکر ہی اُس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی اُمید انکو نہیں ہے۔ اُنکی فطرت ہی انکو بتا دیتی ہے۔

فطرت کے معنے فطر کے معنے پھاڑنے کے ہیں اور فطرت سے یہ مراد ہے کہ انسان خاص طور پر پھاڑا گیا ہے جب آسمان سے قوت آتی ہے تو نیک قوتیں پھٹنی شروع کرتی ہیں۔

امتیاز خبیث و طیب فرمایا براہین احمدیہ میں جو یہ الہام ہے بڑا ہی پُر زور اور مبشر ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَتْرُكَكَ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ یعنی خدا ایسا نہیں ہے جو تجھے چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کرکے نہ دکھا دے۔ یہ الہام بڑا ہی مبشر ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عظیم الشان فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔

عیسائیوں کی کثرت اور مسلمانوں کی ہمت اگرچہ یہ سچی بات ہے کہ جب سے عیسائیوں کا قدم آیا ہے مسلمانوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی اور کسی نہ کسی حد تک اُن کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کتابیں اور رسالے لکھتے ہی رہے ہیں لیکن باوجود اسکے بھی اُنکی جماعت بڑھتی ہی گئی ہے یہانتک کہ اس شمار تیس لاکھ کے قریب مرتد ہو چکے ہیں۔ اسلیے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ **کسر صلیب** جانکاہ دعاؤں پر موقوف ہے دعائیں ایسی قوت ہے کہ جیسے آسمان صاف ہو اور لوگ تضرع اور ابتہال کے ساتھ دعا کریں تو آسمان پر بدلیاں ہی نمودار ہو جاتی ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے اسیطرح میں خوب جانتا ہوں کہ **دعا** اس باطل کو ہلاک کردیگی۔ اور ان لوگوں کو تو کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ دین کے لیے دعا کریں مگر میرے نزدیک بڑا حربہ **دعا** ہی ہے اور یہ بڑا خطرناک جنگ ہے جس میں جان جانے کا بھی خطرہ ہے

وَنِعْمَ مَا قِيْلَ

اندریں وقت مصیبت چارہ ما بیکساں
جز دعاء بامداد و گریہ اسحار نیست

پھر ان دعاؤں کے لیے گوشہ نشینی کی بڑی ضرورت ہے کئی دفعہ یہ بھی خیال آیا ہے کہ باغ میں کوئی الگ مکان دعاؤں کے واسطے بنالیں

غرض یہ تو میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ محض قلم سے کچھ نہیں بنتا۔ اغراض نفسانی نے انسان کو دبایا ہوا ہے بہت سے لوگ نوکری کی غرض سے عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض اور نفسانی غرض کیوجہ سے اور بعض لوگ گورنمنٹ کے تعلقات کیوجہ سے

آسایش کی حقیقی راہ اسطریق پر سچی راحت اور آسایش نہیں مل سکتی مومن کو حقیقی راحت اور آسایش کے لیے خدا سے ہونا چاہیے۔ جو مومن آسایش کی زندگی چاہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اُسکے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں ورنہ یہ یقیناً یاد رکھیں کہ خدا کو چھوڑکر دوسروں پر بھروسہ کرنے والے اچھا خیر خواہ نہ پائیں گے

مسیح اول و مسیح آخر کی دعا مجھے خیال آتا ہے کہ حضرت مسیح نے جب دیکھا کہ صلیب کا

واقعہ ٹلنے والا نہیں تو اُن کو اس امر کا بہت ہی خیال ہوا کہ یہ موت لعنتی موت ہوگی پر اس موت سے بچنے کے لیے اُنھوں نے بڑی دعا کی۔ دل بریاں اور چشم گریاں سے اُنھوں نے دعا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آخر وہ دعا قبول ہوگئی چنانچہ لکھا ہے فَسَمِعَ لِتَقْوٰہُ ہم کہتے ہیں کہ جیسے پہلے مسیح کی دعا سُنی گئی ہماری بھی سُنی جاوے گی۔ مگر ہماری دعا اور مسیح کی دعا میں فرق ہے۔ اُسکی دعا اپنی موت سے بچنے کے لیے تھی اور **ہماری دعا دنیا کو موت سے بچانے کے لیے** ہے (ایدہٗ اللہ بنصرہٖ)

ہماری غرض اس دعا سے اعلاء کلمۃ الاسلام ہے۔ احادیث میں بھی آیا ہے کہ آخر مسیح ہی کی دعا سے فیصلہ ہوگا۔

دلائل سے بھی کام لو

اگرچہ فیصلہ دعاؤں ہی سے ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیے اور قلم کو رکنا نہیں چاہیے۔ نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اسی لیے **اولی الایدی والابصار** کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے جہاں تک **بیان** اور **لسان** سے کام لے سکو کام لیے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لیے سمجھ میں آتی جاویں انھیں پیش کیے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہونچا دینگی۔

میری غرض

میری غرض اور نیت بھی یہی ہے کہ جب وہ وقت آوے تو اپنے وقت کا ایک حصہ اس کام کے لیے بھی رکھا جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تبتل تام اور انقطاع کلی سے دعا کرے تو ایسے ایسے خارق عادت اور سماوی امور کھلتے ہیں اور سوجھتے ہیں کہ وہ دنیا پر حجت ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس دعا کے وقت جو کچھ خدا تعالیٰ ان کے استیصال کے متعلق دل میں ڈالے وہ سب پیش کیا جاوے۔

انبیاء کا خوف اسکی غناء ذاتی سے اور مسیح موعود کے لیے بشارۃ

فرمایا کہ کھانسی جب شدت سے ہوتی ہے تو بعض وقت دم رکنے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جان کندن کیسی حالت ہے چنانچہ اس شدت کھانسی میں مجھے اللہ تعالیٰ کی غناء ذاتی کا خیال گذرا۔ اور میں سمجھتا تھا کہ گویا موت کا وقت قریب ہے۔ اُسوقت

الہام ہوا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا اس کے یہ معنے سمجھائے گئے کہ ایسا خیال اسوقت غلط ہے بلکہ اُسوقت جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ کا نظارہ دیکھلو۔ اُسوقت تو کوچ ضروری ہو جاتا ہے

سب کے لیے یہی اصول ہے کہ جب وہ کام کہ جس کے لیے اسکو بھیجا جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہ رخصت ہوتا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

تو سچ ہے مگر سب آدمی اپنے اپنے کام اور غرض جس کے لیے وہ آتے ہیں واقف نہیں ہوتے بعض کا اتنا ہی کام ہوتا ہے کہ چوپایوں کی طرح کھا پی لینا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنا گوشت کھانا ہے اسقدر کپڑا پہننا ہے وغیرہ اور کسی بات کی اُن کو پروا اور فکر ہی نہیں ہوتی ایسے آدمی جب پکڑے جاتے ہیں تو پھر یکدفعہ ہی اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

لیکن جو لوگ **خدمت دین** میں مصروف ہیں اُن کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اُسوقت تک کہ جب تک وہ اس کام اور خدمت کو پورا نہ کر لیں۔

درازی عمر کا نسخہ

انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے۔ تو اُسکو چاہیے کہ جہانتک ہو سکے خالص دین کیواسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکا نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دغا دیتا ہے وہ اسکی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبتک زندگی بڑھانیکی اس کے خلوص اور وفاداری کا کوئی رنگ نہ دیکھے کچھ پروا نہیں کی جاتی۔ پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ **دین** کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ وار نہیں ہے۔ یونہی چلی جاتی ہے۔

ایک **صحابی** کا ذکر ہے کہ اُسکے ایک تیر لگا اور اُس سے خون جاری ہو گیا اُسنے دعا کی کہ اے اللہ عمر کی تو مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ البتہ میں یہود کا انتقام دیکھنا چاہتا تھا جنھوں نے اسقدر اذیتیں اور تکلیفیں دی ہیں۔ لکھا ہے کہ اُسی وقت اُسکا خون بند ہو گیا جبتک کہ وہ یہود ہلاک نہ ہوے۔ اور جب وہ ہلاک ہوگئے تو خون جاری ہو گیا اور اُسکا انتقال ہو گیا۔ حقیقت میں سب امراض اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں کوئی مرض اُسکے حکم کے بغیر پیش دستی نہیں کر سکتا۔ اسلیے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرے یہی اقبال کی راہ ہے مگر افسوس ہے جن راہوں سے اقبال آتا ہے اُن کو انسان بدظنی کی نظر سے دیکھتا ہے اور نحوست کی راہوں کو پسند کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آخر گر جاتا ہے۔

اعلیحضرت امام الملۃ مسیح موعود کے مکتوبات

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے نام

محترم ناظرین!

یہ خطوط جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جہانتک ہمارا علم ہے کبھی شائع نہیں ہوے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب اول اول آمادۂ مخالفت ہوے ہیں اُسوقت کے یہ مکتوبات ہیں۔ اور ۱۸۹۱ء کا یہ معاملہ ہے۔ ان خطوط کو پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وجہ مخالفت کیا ہوئی ہے؟ اور اعلیحضرت حجۃ اللہ کو اپنے مولیٰ کریم کی **وحی** پر کسقدر انشراح صدر سے البصیر یقین کامل ہے۔ کیسی مخالفت اور اعتراض کی کچھ پروا نہیں۔ دنیا کی خیالی ذلت اور عزت سے سروکار نہیں۔ اصل غرض اعلاء کلمۃ الاسلام ہے ہمیں خواہ کوئی ناراض ہو یا خوش۔ بہرحال امید ہے کہ یہ قوم کی ایمانی ترقی کا باعث ہوں گے

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہونچا اشتہارات تلاش کرکے اور بعض مہمانوں کے کرایہ کے لیے ارسال خدمت ہیں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہو سکا کیونکہ مجھکو دردگوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے اعتراض احباب دربارہ کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضاء و قدر حضرت حکیم مطلق سے وقوع ہو گیا ہے شاید اسمیں یہ مصلحت ہوگی کہ جو کچھ درمیانی کارروائیاں آجتک ہوئی ہیں اُنکا وقوع میں آجانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا مگر بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن یہ تمام توقفات قادر مطلق کے انواع اقسام کی روکوں سے واقع ہوئی گئی ہیں الوہیت کی زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتے ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی اُنھیں میں ہوتی ہے انسان ایسی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن شریف سے ظاہر ہے

غرض میرے ساتھ معاملہ حضرۃ عزۃ جل شانہٗ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اسکی مصلحت میری مصلحت پر مقدم ہو جاتی ہے۔ وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کر دیوے اور جس بات کے لیے میرا سینہ کھولدیا ہے اُسکے لیے انکا سینہ بھی کھولدے وھو علیٰ کل شیء قدیر

اور اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت لفظ استعمال کیے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح اُن سے جھگڑا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسی ہی بدتہذیبی سے پیش آویں مگر ان تالیفات کیطرف خواہ ردی کی نیت سے کیوں نہ ہو رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا سو جس بات پر میری رائے قائم کی گئی سو اگرچہ ابھی اُسکے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو رد کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے اور باایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتدا سے استعمال کیا۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز سخن جسکے اختیار کرنیکے لیے حال تک میرا سینہ کھولدیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شئے ہے جسپر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جسقدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اُسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آیندہ میں نے بھی قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کیجائے۔ اور اسی پر خدا تعالیٰ نے میرے دلکو قائم کر دیا ہے سو میں جانتا ہوں کہ اسمیں بھی ایک حکمت مخفی اور اسمیں ایک حکمت ہے۔

اور جو آنمخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیشگوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں ہے اب تک آپکی خدمت میں اسوجہ سے اُسکا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا انا للہ وانا الیہ راجعون مجکو تو اس بارہ میں اعلان واشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کے لیے مجبور ہوں مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اسکی کچھ پروا اور نہ اُسکا کچھ اندیشہ ہے میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کے لیے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ اُنکو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اُس سے بہت سا فائدہ اُٹھائے گا۔

بعض احباب مجھپر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے ہو دو دو سو تین تین سو روپے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا اس کے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للّٰہ ہے اور ہمیں بھی بار بار تواضع اور اکرام ضیف کے لیے حکم ہوا ہے تخفیف مصارف کے لیے تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جہانتک طاقت تھی حسب توفیق خداداد اُن کی خدمت کی گئی سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اُسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کرسکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں جس قدر میرے پر قرضہ ان حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے ان گراں باروں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی قوت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جاسکتی مگر وہ ایک ہی حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے والسلام

۸ ستمبر ۱۸۸۶ء

ولہٗ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ - بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عنایت نامہ پہونچا - میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوءظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے میں ایسے مسلمانوں کی فتح یا بیع پر راضی ہوں جن کا ظن کسی طور سے درست ہوے میں نہیں آتا - یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنے ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپیہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ روپیہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں یہ ایک ضعیف خیال ہے جو واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتا واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے انکو انجام دیتا گیا غایت ما فی الباب یہ کہ عندالضرورۃ قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا ہے اور کچھ اُنہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق بعض غیر سالکین اور معترضین کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کرلیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خداتعالیٰ مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا

میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جاوے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الحمد للّٰہ ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہیں ہاں کئی دفعہ گمان ہوا ہے کہ وہ یہی ہے کیونکہ یہی لڑکا **تین کو چار کرنے والا ہوا** - حضرت مسیح کی روز پیدائش میں پیدا ہوا (۳) سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نورافشاں میں درج ہے

(۴) اس کے روز پیدائش میں یعنی بعد تولد یہ الہامات ہوے

انا ارسلناہ شاھدا و مبشرا و نذیرا۔ کل شیٔ تحت قدمیہ کصیّب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق۔

سو میرے نزدیک ابتک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی واللہ اعلم بالصواب والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۸۶ء

ولہٗ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہونچا - میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کرسکتا اور جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کرسکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بابت تو خاتمہ کو پہونچ گئی اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیے اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اُسکو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں اِس تجربہ اُس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے آیندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے جس کا اب مجھے علم نہیں لکھونگا ہاں آپ کے اس خط کی نسبت جسکو مینے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالۂ وساوس کچھ لکھوں گا اور وہ بھی ہر حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپ کے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جاوے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جاوے سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے منزہ رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۱۵ اکتوبر ۱۸۸۶ء

حضرت حکیم الامت کا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

حضرت **یوسف** علیہ الصلوۃ والسلام نے محض خداتعالےٰ کے خوف سے ایک عورۃ کے ساتھ بدکاری کرنے سے پرہیز کیا - ورنہ ایک عام آدمی بھی جس کی نگاہ بہت ہی چھوٹی اور پست ہو کہہ سکتا ہے کہ اس تعلق سے وہ اُس عزت سے جو اُسوقت اُنکی تھی زیادہ معزز اور آسودہ حال ہوتے اگرچہ یہ خیال ایک دنی الطبع آدمی کا ہو سکتا ہے سو مومن کبھی وہم بھی نہیں کرسکتا کہ کسی بدی اور بدکاری میں کوئی آرام آسودگی کی عزت مل سکتی ہے سچی عزت اور راحت مل سکتی ہے کیونکہ ارشاد الٰہی اسطرح ہے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور پھر معزز ہونا رسول اور مومنین کے لیے لازمی ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو - کمینہ فطرت کم حوصلہ انسان عاقبت اندیشی سے حصہ نہ رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ انکو آرام ملتا ہے مگر حضرت **یوسف** نے اس عزت اس آرام اور دولت کو لات ماری اور خداتعالےٰ کے احکام کی عزت کی - قید قبول کی مگر حکم الٰہی کو نہ توڑا - نتیجہ کیا ہوا وہی **یوسف** اسی مصر میں اسی شخص کے سامنے اس عورت کے اقرار کے موافق معزز اور راست باز ثابت ہوا - وہ **امین** ٹھیرایا گیا اور جس مرتبہ پر پہونچا تم میں سے کوئی اس سے ناواقف نہیں - یوسف علیہ السلام کا یہ سارا تذکرہ بیان کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

یعنی عادت اللہ اور سنت اللہ اسی طرح پر واقعہ ہوئی ہے کہ کوئی محسن ہو کبھی ہو اسکو اسطرح جزا ملتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کو ملی۔

غرض

انسان **محسن** بنے پھر خدا اُسکے ساتھ ہے اور اُسے مراتب اعلےٰ ملتے ہیں خدا کی راہ میں تھوڑا ہو یا بہت جو کچھ خرچ کرتا ہے اور خدا کے لیے اگر کوئی وطن اور مال اور دولت یا عزت کو چھوڑتا ہے وہ بیوطن نہیں ہوتا اسکو بہترین وطن دیا جاتا ہے وہ بے قوم و بے یار و مددگار نہیں رہتا اسکو بہترین قوم بہترین احباب و دوست دیے جاتے ہیں جو چھوڑتا ہے اُس سے بہتر

پاتا ہے - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر خرچ جو اللہ کی راہ میں ہوا اوقات ہوتے ہیں **مامور من اللہ** جب آتا ہے اُسکے زمانہ میں اسکی اعانت و نصرت کی عنداللہ قدر اور عزت ہوتی ہے وہ وقت ایسا ہے کہ ایک مٹھی بھر جو مٹھی خدا کی راہ میں کرنا بہت قیمت اور قدر رکھتے ہیں مگر ایک زمانہ اس ماموری کا ایسا ہوتا آجاتا ہے اُسوقت سونے کے پہاڑ خرچ کرنے بھی اس قدر قیمت نہیں ہوگی - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں ہر طرف سے مخالفت کی صدائیں بلند تھیں مسلمان ہونے والوں کو وہ اذیتیں اور تکلیفیں دی جاتی تھیں جو آج خدا کے محض فضل سے

اس گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمارے مخالف ہمکو نہیں پہنچا سکتے

اُسوقت آپ نے فرمایا کہ ایک مٹھی جو کی آج جو قدر ہے وہ ایک وقت آنے والا ہے اُحد پہاڑ کے برابر سونا دینے کی وہ قدر نہ ہوگی - حقیقت میں یہ کیسی سچی بات ہے جب مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا اگر عباسیوں کے زمانہ میں ہارون رشید یا مامون رشید اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک مٹھی جو کی دیتے تو ان کے لئے شرم اور عار کا باعث ہوتا - مگر یہ خوب یاد رکھو جس چیز کے بدلے ہمیں سلطنت پائی اور قیصر و کسریٰ کے خزانے اُن کے پاؤں میں ڈالے گئے وہ ایک مٹھی جو ہی تھی جو صحابہ نے دی - اس سے بھی صاف نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور پھر مامور کی ابتدائی بعثت کے ایام میں خرچ کرنا بہت ہی بڑا قدر و قیمت رکھتا ہے - یہ تو ہے انفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت

اتقا اور صحبت صادق - اب ایک اور امر ہے جو قرآن شریف نے ثابت ہے

جس کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے وہ کیا ہے؟ متقی بننا اور صادقوں کا ساتھ دینا ہے - حقیقت میں تقویٰ کی اصل روح انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ صادقوں کی صحبت میں نہ رہے - صادق کی پاک صحبت اندر ہی اندر ایک خاص اثر انسان کی روح پر کرتی ہے اور اس کے امراض روحانی کا مداوا اسکی پاک توجہ - عقد ہمت - دعا - اور موثر وعظ و نصائح جو وہ وقتاً فوقتاً درد دل سے کرتا ہے - اور وہ نشانات و خوارق جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالےٰ اسکی تائید اور نصرت کے لیے نازل فرماتا ہے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور جب ایمان کامل ہونے لگتا ہے تو گناہ کی زندگی پر موت آکر ایک نئی زندگی اسے

...ہے جس میں تقوے کے خواص اور ...نے جاتے ہیں - لیکن انسان کی ضرورتیں ...کمزوریاں انعامات الٰہیہ کی وسعت سے ...اس کی ذاتی کمزوریاں اور بشری ...بعض اوقات ایسا کرتے ہیں کہ ہر وقت ...ان کی صحبت میں نہیں رہ سکتا۔ ...فیض اور فضل جو اُن کی پاک صحبت ...ہے وہ اسے ان شرائط اور لوازمات ...جو خاص صحبت ہی سے مختص ہیں ...سکتا اس لیے ایک اور ضرورت پیش ...وہ ضرورت ہے

تفقہ فی الدین

کی - تفقہ فی الدین کے لیے | ...فی الدین | پھر یہ حکم صادر ہوا کہ

...ان المؤمنین لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

...چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے اور نہ مناسب ...ہے کہ سب کے سب مسلمان یکدفعہ ...نکل جاویں اس لیے کیوں ہر گروہ سے ...جماعت اس مقصد اور غرض کے لیے ...کہ وہ تفقہ فی الدین کرے اور جب وہ ...قوم کے پاس لوٹ کر واپس آئیں تو ...قوم کو ڈرائیں - تاکہ وہ قوم بری باتوں ...سے بچے۔

...آیت سے پہلی آیت میں **انفاق** کے ...فضائل بیان ہوئے ہیں اس واسطے کہ اس آیۃ ...میں جو ابھی میں نے پڑھی ہے **انفاق** کی ...ضرورت بھی پیش ہوئی ہے اس سے پہلی ...آیت یہ ہے۔

ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔

...یعنی اور نہ وہ اللہ کی راہ میں کوئی تھوڑا یا بہت مال خرچ کریں گے اور نہ کوئی میدان ...طے کریں گے مگر یہ کہ ان کے واسطے اس خرچ اور سفر ...کی جزا لکھی جاوے گی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان ...اچھے کام کا بدلا دے جو وہ کرتے تھے۔

...اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ...کہ ماموریں کے وقت سفروں کی ضرورت بھی ...پیش آتی ہے اور خدا کے لیے کوئی نہ کوئی ...سفر قوم کے بعض یا کل افراد کو کرنا پڑتا ہے ...اور وہ سفر بجائے خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ...بہترین جزا کا موجب اور باعث ہوتا ہے۔ ...غرض اس میں انفاق کی فضیلت بیان کر کے ...اس دوسری آیت میں جو تفقہ فی الدین کے ...لیے ایک جماعت کے نکلنے کی ہدایت کرتی ہے ...انفاق کی ضرورت بیان کی گئی۔

باقی آئندہ

نوٹ ایڈیٹر

اس مقام پر ہم اپنی قوم کو ایک اہم ضرورت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ اسپر حضرت مولانا و مخدومنا حکیم الامۃ عم فیضہ نے بھی اپنی جگہ مناسب الفاظ میں توجہ دلائی ہے لیکن ہم بھی چند سطریں بطور حاشیہ کے لکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہم نے سنہ ۱۹۱۵ء کی پہلی سہ ماہی میں الامام کی دینی ضرورتیں اور ہمارے احباب کی توجہ کی ضرورت کے عنوان سے ایک لیڈر لکھنا شروع کیا تھا اور اُس میں ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں جو لیڈر لکھا ہوا تھا اسکو یہاں مکرر درج کرتے ہیں تاکہ اس نوٹ کا اصل مدعا جو ہم یہاں لکھنا چاہتے ہیں پورا ہو۔ اس لیڈر کو پڑھ کر اب قریباً چار سال بعد بھی وہ ضرورت جو شاخ دینیات کے متعلق ہماری رائے میں بدستور موجود ہے + گو مدرسہ تعلیم الاسلام کی صورت میں اب بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے مدرسہ تعلیم الاسلام اب **تعلیم الاسلام کالج** ہے جو ایک بڑے وسیع پیمانہ پر خدا کے فضل سے چل رہا ہے اور جس کے واسطے قوم کی بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے - خصوصاً ان ایام میں کہ وہ زیر بار اخراجات ہو رہا ہے اور اسکی بہت سی ضرورتیں **توسیع عمارت** اور آلات سائنس وغیرہ کی باقی ہیں جس کے **لیے عیدین کے ڈوپٹن** کافی نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے واسطے **ماہوار مستقل چندوں** کی ضرورت ہے جسکی اہمیت حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے اعلان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی - ڈائرکٹر صاحب قوم کی سعی کے شکر گذار ہیں کہ قوم نے اپنے فرض کو سوچا ہے اور اُنکا ہاتھ بٹایا ہے لیکن ابھی اس امر کی شکایت بیشک باقی ہے کہ اس اعلان کے منشاء کے موافق جو حضرت حجۃ اللہ نے شائع فرمایا ہے ماہوار مستقل چندوں کی طرف

توجہ نہیں ہوئی اسلیے باقاعدہ ماہوار چندوں کا ہونا چاہیے

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا - ہماری اصل غرض شاخ دینیات کے متعلق قوم کو توجہ دلانے کی ہے اس لیے ہم وہ لیڈر جو ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے یہاں دیتے ہیں اور یہ ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ ڈسپنسری تو مدرسہ کے متعلق کھل چکی ہے مدرسہ کا ایک الگ کتب خانہ بھی ہے

وہ لیڈر یہ ہے

گذشتہ نمبر میں ہم نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ضرورت اور اسکی ضروریات پر ضروری بحث کی ہے اور ہمکو اُمید ہے کہ قوم اُسپر پوری توجہ کرے گی - یہ معلوم کر کے ہمکو اور بھی خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی سلمہ ربہ کی تحریک پر جناب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے پانسو روپیہ اور خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے ایک سو روپیہ مدرسہ کی امداد کے لیے بھیجدیا ہے جزاھم اللہ احسن الجزا - اُمید ہے دوسرے احباب بھی توجہ کرینگے چونکہ ابھی مدرسہ تعلیم الاسلام ہی کی بحث ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس نمبر میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق **دینیات کی شاخ** پر بحث کریں۔

دینیات کی شاخ کے متعلق ہمنے الحکم کے کسی گذشتہ نمبر میں یہ اطلاع دیدی ہے کہ مجلس منتظمہ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق جداشاخ دینیات کی کھولنے کی تجویز کرلی ہے مگر اس سے پیشتر کہ وہ شاخ کھولی جاوے ہم چند ضروری امور مجلس منتظمہ اور قوم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ اُن میں جس قدر مناسب حصہ ہوگا اُسپر ہماری قوم اور مجلس منتظمہ غور کرنے کی ضرورت سمجھے گی

اس شاخ کی ضرورت ہے

اس میں شک نہیں کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں اس شاخ کی بیحد ضرورت تھی اور سچ پوچھو تو تعلیم الاسلام کے نام کا منشاء یہی تھا اور ہے اور ہماری شروع سے یہی آرزو تھی کہ مدرسہ کے متعلق ایک ایسی برانچ کھولی جاوے جس میں علوم عربیہ اور قرآن کریم اور احادیث پڑھائے جاویں اور عربی زبان میں مضامین لکھنا تقریر کرنا طلبہ کو سکھایا جاوے اور اگر ممکن ہو تو اسکے ساتھ صرف انگریزی زبان بھی سکھائی جاوے - بہر حال ہم کسی لمبی تقریر میں اسکی ضرورت ثابت کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ایک مسلم اور ثابت شدہ امر ہے کہ دار الامان کے مامور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک وجود احیاء دین کے لیے ہے اسکی ساری کوشش اسی ایک بات میں خرچ ہو رہی ہے کہ مسلمان مسلمان بنیں اور اسلام اور قرآن کا بول بالا ہو مگر ہمکو جس امر پر غور کرنا باقی ہے - وہ صرف یہ ہے کہ اس شاخ کا انتظام کسطرح ہو اور کیونکر ہو اور کیسے اسکو چلایا جاوے

کیا تعلیم ہو

اس شاخ میں کیا تعلیم ہو

دینیات کی شاخ کا نام خود بتلا رہا ہے کہ اس میں دینی علوم پڑھائے جاوینگے مگر ہم اپنے خیال میں اس شاخ کا جو منشاء سمجھے ہوئے ہیں اسکو ذرا کھول کر بیان کر دینا چاہتے ہیں اصل غرض اس شاخ کے اجراء سے یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے لوگوں کی ایک پاکیزہ باعمل جماعت پیدا ہو جو قرآن کریم کے حقائق اور معارف کو زبانی بیان کر سکے اور اپنے عمل سے کر کے دکھاوے اور موجودہ واعظوں کی اصلاح کرے پس ضروری ہے کہ اس کے لیے ایک ایسی سکیم طیار کیا جاوے جو پرانے زمانہ کی بھدی سکیم کے موافق نہ ہو - بلکہ صرف و نحو کی ضروری تعلیم جس سے انسان غلط بیانی اور غلط نویسی سے بچ سکے اور قواعد ضروریہ کا لحاظ رکھ سکے - البتہ علم ادب خوب پڑھایا جاوے کیونکہ جس قدر عربی علم ادب کی باریکیوں پر انسان پہنچ جاوے گا اُسی قدر قرآن کریم کی عظمت دل پر قائم ہوگی - غرض قرآن کریم - احادیث - علم ادب جس میں تاریخ لغت اور ضروری علوم متعلقہ ادب شامل ہیں - اور پھر عربی زبان میں تقریر کرنا مضامین لکھنا - اور اسات کے لیے کہ وہ لوگ جو اس تعلیم الاسلام سے طیار ہوں نرے ملا ہی نہ ہوں اور مسجدوں کے ٹکڑوں پر گذارہ کرنیکے عادی نہ ہو سکیں ضروری ہو کہ انکو علم طب پڑھایا جاوے - تاکہ وہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان کے موافق تعلیم پائیں - اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں کون لوگ داخل ہوں

شاخ دینیات کے طالب علم کون ہوں

اگر ابجد خوان بچوں کا مکتب بنایا جاوے تو اس سے وہ غرض حاصل نہ ہوگی جو ہماری مجلس منتظمہ کی اصل غرض ہونی چاہیے اس لیے ضروری ہے کہ اس شاخ میں داخل ہونے والے طلبہ کے لیے ایک آسان سا امتحان داخلہ مقرر کیا جاوے اور سردست ایک خاص تعداد ان طالب علموں کی رکھی جاوے + جو اس غرض کے لیے آنا چاہیں - اس کے متعلق اور ضروری امور دوسرے وقت پر پیش ہو سکتے ہیں

اب ایک تیسرا امر باقی ہے کہ اسکے چلانے کا انتظام کیا ہو یعنی اخراجات کہاں سے آویں اس کے متعلق ہم ایک عمدہ تجویز پیش کرتے ہیں جو ہماری قوم کے متعلق ہے

دینیات کی شاخ کے اخراجات کیونکر ادا ہوں

یہی سب سے اہم اور ضروری مسئلہ ہے جسپر ہماری قوم کو توجہ کرنی ضروری ہے + چونکہ ہر ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اس امر پر مکلف ہے کہ وہ **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کرے - مگر اس حکم کی وسیع صورت چونکہ قریباً ممکن نہیں - اس لیے خود خدا تعالیٰ نے ایک ایسی صورت بتلائی ہے کہ جس سے ہر ایک مسلمان اس حکم پر پورے طور پر عمل ہو سکے اور وہی ثواب لے سکے جو ایک حقیقی واعظ لے سکتا ہے وہ کیا ؟

خدا تعالیٰ نے سورۂ براءت کے آخری حصہ میں فرمایا ہے

وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون یعنی چونکہ یہ امر تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کل مومن علوم حقہ کی تعلیم اور اشاعت میں نکل کھڑے ہوں اس لیے ایسا ہونا چاہیے کہ ہر طبقہ اور ہر گروہ میں سے ایک ایک آدمی ایسا ہو جو علوم دین حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو حقائق دین سے آگاہ کرے۔ تاکہ ان میں خوف و خشیت پیدا ہو پس قرآن کریم نے جب ایک بہترین راہ ہمارے لیے کھول دی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اسکو ہی دستور العمل بنایا نہ جاوے؟ ہمارے خیال میں دینیات کی شاخ میں کل اخراجات اسطرح پر ادا کیے جاویں کہ جہاں جہاں حضرت اقدس امام الزمان علیہ الرحمٰن کی جماعت کے لوگ بکثرت ہیں یعنی ہر بڑے بڑے شہر میں سے ایک ذہین فہیم یا ایک نیک بخت شخص ایسا منتخب کیا جاوے جو یہاں دار الامان میں رہکر علوم دینیہ حاصل کرے اور پھر اپنی قوم یا شہر میں واپس جا کر واعظ کا کام کرے اور اسکے اخراجات کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہو جو اسکو یہاں بھیجیں۔ اور وہ شخص اپنی زندگی اس طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرے اشاعت اسلام اپنا فرض قرار دے لے۔ ایسے طالب علموں کے جملہ اخراجات۔ کتابیں۔ خوراک پوشاک۔ بورڈنگ کی فیس اور ضروری اخراجات اس مجلس کے ذمہ ہوں جو اس کو بھیجے۔ اور یہ ایک ایسا امر ضروری ہے جس پر ساری قوم کی توجہ درکار ہے۔ اور یہی ہماری اصل غرض و غایت ہے۔ عید الضحیٰ کے جلسہ پر ہمارے بہت سے احباب جمع ہوں گے ہم چاہتے ہیں کہ **دار الامان** میں ایک عام جلسہ ان ضروری امور پر غور کرنے کے لیے بھی کیا جاوے اور اس **شاخ** کے چلانے کی تجویز پر بحث ہو اور مدت تعلیم جہاں تک ہو تھوڑی رکھی جاوے۔ اسطرح پر اس شاخ کا چلانا بالکل آسان اور سہل ہو گا۔ اب ہمکو صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس شاخ کے متعلق اور کیا کیا ضروری اخراجات ہیں۔ اور اس کے متعلق جو اساتذہ ہوں وہ کیسے ہوں؟

شاخ کی ضروریات اور اساتذہ

مدرسہ دینیات کی ضرورتوں میں سے پہلی اور بڑی ضرورت

مکانات مدرسہ اور بورڈنگ کی بابت کے اخراجات کا سر دست ہم کوئی تخمینہ پیش نہیں کر سکتے۔ مگر بڑی بھاری ضرورت ہے لائبریری اور ڈسپنسری کی۔

لائبریری کی ضرورت تو عام ہے ایک بڑی حد تک ہمارے محسن و مخدوم مولانا مولوی **نور الدین** صاحب کا کتب خانہ اس ضرورت کو پورا کرے گا مگر ڈسپنسری کی ضرورت ایسی عظیم الشان ضرورت ہے کہ اور باتوں سے مقدم اسکا فکر ہونا چاہیے چونکہ مضمون لمبا ہو جاتا ہے اس لیے اس کے متعلق ہم کوئی طویل بحث اب نہیں کر سکتے۔ اب مختصر طور پر اساتذہ کے متعلق ہم کو کہنا باقی ہے اس سے پیشتر ہماری رائے یہاں کے مدرسین کے متعلق بجائے خود اور ہی کچھ تھی مگر بعد فکر بسیار ہماری رائے یہ قرار پائی ہے کہ اور کوئی استاذ مقرر ہوں۔ مولانا مولوی **سید محمد احسن** صاحب امروہی جو علم فن مناظرہ میں ایک خصوصیت رکھتے ہیں اس مدرسہ کے متعلق اگر ان کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی جاوے تو بہت بہتر ہو گا بہرحال شاخ دینیات کے متعلق ہماری یہ رائے ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ ایک سیر کن بحث کریں مگر طوالت مانع ہے ہم اخیر میں امید کرتے ہیں کہ اس میں جو امور قوم کی توجہ طلب ہیں وہ انپر بشرطیکہ نہایت اور ضروری ہوں غور کرے گی اور جو ہماری مجلس منتظمہ کے متعلق ہوں وہ انپر غور کریگی۔

اخیر میں ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس شاخ نو کو سرسبز کرے اور اسکے پھلوں کو اکلھا دائم کا مصداق کرے۔ آمین۔

مسئلہ جہاد پر گفتگو
گذشتہ اشاعت سے آگے

(۲) صلح اور معاہدہ کے حکم سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کو زبردستی منوانا مراد نہیں۔ کیونکہ اسکا ماحصل یہ ہے کہ کافروں کے مذہب میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں صرف مسلمانوں کو ایذا نہ دیں۔ ان سے لڑیں نہیں اور ان کے دشمنوں کی مدد نہ کریں۔ اور ان معاہدات پر قائم رہنے کی نہایت تاکید کی۔ اور معاہدہ کرنے والوں سے جو اپنے معاہدہ پر قائم رہیں لڑنے کی ممانعت فرمائی۔ پس معاہدہ کی اجازت بھی صاف دلیل اسبات کی ہے کہ مذہب کی آزادی میں خلل ڈالنا مقصود نہ تھا۔ اور نہ لڑائی سے کسیکو زبردستی ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ صرف امن کا قائم رکھنا مقصود اصلی تھا۔ اے دلکے اندھو! اگر زبردستی ہی مسلمان کرنا ضروری تھا تو پھر معاہدہ کرکے ان کو اپنے مذہب ہی پر چھوڑ دینا چہ معنی دارد؟ خدا تعالیٰ سورہ نحل میں فرماتا ہے اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون۔ پورا کرو عہد اللہ کا (یعنی جو خدا کو درمیان دیکر عہد کیا ہے) جبکہ تم نے عہد کیا ہو اور نہ توڑو اپنی قسموں کو انکے مضبوط کرنے کے بعد اور بیشک تم نے اللہ کو کیا ہے ضامن اپنا بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

خود سورۂ توبہ میں جس میں نہایت سختی سے لڑائی کا حکم ہے خدا نے فرمایا ہے الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے اور پھر انھوں نے اس کے بعد پورا کرنے میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے برخلاف کسیکی مدد کی تو تم پورا کرو ان کے ساتھ عہد میعاد تک بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو۔

پھر اسی سورہ میں فرماتا ہے الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین جن مشرکوں سے مسجد حرام کے پاس تم نے عہد کیا تھا پھر جب تک کہ وہ تمھارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے عہد پر قائم رہو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (یعنی عہد پر قائم رہنے والوں کو)

معاہد کفار اور مشرکین سے ایسی رعایت کی گئی ہے کہ ان کا اور مسلمانوں کا حق برابر کر دیا اور ذرا بھی کمی نہ کی۔ زبردستی مسلمان بنانے کے کیا یہی طور ہوتے ہیں؟ سنو۔

وماکان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن فتحریر رقبۃ مؤمنۃ وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مؤمنۃ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین توبۃ من اللہ وکان اللہ علیما حکیما۔ ترجمہ اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان دھوکے سے مارا جائے تو قاتل کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقدور نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنے چاہییں۔ اور اسکے سوا مقتول کی دیت (خون بہا) اسکے کنبے کو دی جائے۔ پھر اگر وہ مقتول ایک ایسی قوم کا ہے جسکے تئیں مسلمانوں سے دشمنی ہو اور وہ مقتول مسلمان ہے تو قاتل کو صرف مسلمان غلام ہی آزاد کرنا ہو گا اور اگر مقتول ایسی قوم کا ہے کہ اس قوم سے اور مسلمانوں سے معاہدہ ہے تو قاتل کو غلام بھی آزاد کرنا ہو گا اور مقتول کی دیت اسکے کنبے کو بھی دینی ہو گی۔

بس اس سے بڑھ کر اور معاہدہ کی کیا رعایت ہو سکتی ہے۔ پھر جبکہ معاہدہ کرنا اور معاہدہ کا پابند رہنا اور معاہد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ کرنے کا حکم ہے تو پھر اسلام بزور شمشیر منوانا کس جانور کا نام ہے؟ کیا زبردستی مسلمان بنانے کے یہی معنی ہیں کہ قوموں سے معاہدہ کرکے انکو مذہبی آزادی دی جائے اور ان سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے۔

(۳) یہ کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ اگر عین لڑائی میں بھی کوئی مشرک یا کافر پناہ مانگے تو اسکو پناہ دو اور پھر اسکو خدا کا کلام سناؤ اور اگر وہ قبول کرے تو اسکے امن کی جگہ میں پہونچا دو جیسا کہ خدا فرماتا ہے وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون۔ اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو تو اسکو پناہ دے جب تک کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچا دے اسکو جہاں وہ نڈر ہو۔ یہ اسواسطے کہ وہ کچھ علم نہیں رکھتے۔

کہو مخالفو! کیا اسکو زبردستی اسلام منوانا کہتے ہیں کہ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو چھوڑ دیا جائے

(۴) جزیہ خود اسبات کی دلیل ہے کہ مذہب اسلام میں زبردستی اسلام قبول کروانے کا حکم نہیں سنو۔ عذر سے سنو۔ جزیہ کا حکم یہی ہے کہ جب کسی ملک سے بوجہ ان کی شرارت کے یا شرارت کے خوف کے لڑائی ہو اور وہ ملک فتح ہو جائے تو جو لوگ فتح کے بعد مسلمان نہ ہو جاویں وہ ایک ہلکا سا ٹیکس اپنی جانی و مالی حفاظت کے عوض میں ادا کریں اور وہ فوجی خدمت سے آزاد رہیں کیونکہ جو قومیں اکثر فوجی خدمت ادا کرتی رہیں وہ جزیہ سے بری ہو گئیں۔ چنانچہ مولانا **محمد شبلی نعمانی** اپنی کتاب الجزیہ میں لکھتے ہیں کہ "لیکن غیر مذہب والے جو اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور جن کی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی انکو فوجی خدمت پر مجبور کرنیکا اسلام کو کوئی حق نہ تھا نہ وہ ایسے پرخطر خدمت کے لیے راضی ہو سکتے تھے۔ اسلیے ضرور تھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی ٹیکس ادا کریں اسی ٹیکس کا نام جزیہ تھا.... لیکن اگر کسی موقعہ پر غیر قوموں نے فوج میں شریک ہونا یا شرکت کے لیے آمادہ ہونا گوارا کیا تو وہ جزیہ سے بری کیے گئے"۔ پھر لکھتے ہیں کہ "خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والیِ ایلہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا تھا اسمیں یہ الفاظ منضم فرمائے یحفظوا و یمنعوا یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جائے اور دشمنوں سے بچائے جائیں (دیکھو فتح البلدان بلاذری

تو ہم تو خوش ہوکر ہمارے احسانوں اور بشارت ہوگی تو گورنمنٹ برطانیہ سکو خوب معزز سمجھائیگی - ہم لوگوں کو جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم تو خوب اُنکو امام گورنمنٹ برطانیہ کی دل سے اطاعت کرنا فرض ہے اور ہیں۔

(۳) اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنھوں نے مسلمانوں کو اُن کے بچوں اور عورتوں کو عذاب اور تکلیف میں ڈال رکھا ہے اور اُس کا ذکر سورہ نسآء میں ہے **وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔** یعنی کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے ہو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے بچانے کے لیے مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو نکال اور کر ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

تو مخالفو! ایسی حالت تو مجھے کہیں نظر نہیں آتی اور اگر کہیں ہو تو اس مہربان گورنمنٹ برطانیہ سے عرض کرو وہ تمھارے شکایت کو بحسن وخوبی مٹا دے گی اور ان مسلمان بچوں - عورتوں - مردوں کو ظالموں کے ظلموں سے آزادی دلوادے گی کیونکہ خدائے کریم نے اس گورنمنٹ برطانیہ کی فطرت میں رحم انسانی کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ اور اگر یہ گورنمنٹ برطانیہ کسی موقع پر تم ہی سے کام لینا چاہے تو ہمکو اُس کے حکموں پر لڑنے مرنے کے لیے طیار ہوجانا چاہیے کیونکہ یہ اولوالامر ہے اور اولوالامر کے حکموں کو ماننا فرض ہے۔

ہاں تو جناب مخالف صاحبان! خدا تو یہ فرماوے کہ دین کے بارے میں زبردستی نہیں تو کافروں پر دین کے لیے جبر کرنے والا نہیں تو اُن پر کڑوڑا نہیں۔ تیرا کام سوائے حکم کے پہونچانے کے کچھ نہیں - ایک صحابی کے لڑکوں کو ایک عیسائی بہکا کیے جاتے اور جب اُن کا باپ واپس لانے کا قصد کرے تو وحی اترے کہ **لا اکراہ فی الدین** - خدا صلح اور معاہدہ کرنے کو کہے اور معاہد کو بڑے بڑے حقوق دے - پھر مفتوحہ ملک کے کافروں سے ایک ہلکا سا ٹیکس جزیہ لیکر اُن کے جان و مال و مذہب کی حفاظت اپنے ذمہ لینے کو کہے اور وہ ٹیکس بھی اس لیے کہ مسلمان ملک کی حفاظت کے لیے فوجی خدمت پر مجبور ہیں اور تاکہ وہ ایک ہلکا سا ٹیکس دیکر بری ہوجائیں گرجا بناویں مندر بناویں مذہبی رسوم دھوم دھام سے کریں - پھر جو شخص عین لڑائی میں پناہ چاہے تو پناہ دیا اور مسلمان ہونے کے لیے قرآن سے نصیحت کریں پھر اگر وہ مسلمان نہ ہو تو اُسکو اُسکے امن کی جگہ پہونچا دیں - اور لڑائی کا حکم صرف امن قائم رہنے کے لیے ہو یعنی اُن

لوگوں سے جو مسلمانوں سے لڑیں اور اُن لوگوں سے جو عہد شکنی کریں۔ اور اُن لوگوں سے جو مسلمان مرد عورتوں اور بچوں کو ستاویں پھر اُس میں نہایت ہی احتیاط کرنیکا حکم فرماوے کہ لڑائی میں زیادتی مت کرو تو پھر تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ اسلام میں حکم ہے کہ دین کو زور شمشیر پھیلاؤ کسیطرح کسی پہلو نہی مت کرو لغو نہ کرو تہ تیغ کرو۔ **اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!!**۔

بعض مخالف کہہ اُٹھتے ہیں میرزا غلام احمد (علیہ السلام) جہاد کے حکم کو منسوخ بتاتے ہیں - اُن مخالفوں سے میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ السلام منسوخ کیوں بتانے لگے تمھارے خیالی جہاد کا حکم ہی نہیں ہوا ہے کہ زبردستی اسلام بزور شمشیر منواؤ - یا بلا وجہ یونہیں وحشیوں کیطرح لڑتے پھرو یا علاوہ رہنے دوسرے علاجوں کے یوں ہی مار دھاڑ کرو اور کٹ مرو - تو پھر میرے پیارے مخالفو! منسوخ کسکو کہتے ہیں جب حکم ہی نہیں ہوا تو منسوخ کیسا! ہاں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے بہت ستایا یہانتک کہ حضرت اور مہاجرین کو گھر بار چھوڑنا پڑا اور آپنے مدینہ میں آکر پناہ لی اور کفار آپ کے اور مسلمانوں کے استیصال کے فکر میں لگے رہے تب کوئی علاج نہ رہنے کے بعد اور برداشت کے اپنی حد تک پہونچ جانے کے بعد مجبوراً یہ حکم نازل ہوا کہ مسلمان اپنی حفاظت کے لیے اور نیز مکہ کے مظلوم مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی آزادی کے لیے تلوار اُٹھاویں جسکو تم کسی دھوکے باز گورنمنٹ کی پولیسی کے طرح بتاتے ہو - سنو میں اسکو صراحت کے ساتھ بتلاتا ہوں۔

یہ ظاہر ہے اور اُسکے صراحت کرنے کی ضرورت نہیں کہ آنحضرت اور صحابہ کرام سے کفار کیسی عداوت رکھتے تھے اور کیسی کیسی تکلیفیں اور اذیتیں اُن کے ہاتھ سے آنحضرت اور صحابہ کو پہونچیں اور بار بار اُنھوں نے آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا اور حبشہ تک مہاجرین کے تعاقب میں گئے پھر یہانتک کہ آنحضرت کو مدینہ ہجرت کرنے پڑی اول تمام حالات سے جو عداوت کہ قریش مکہ کو مسلمانوں سے ہوگئی تھی اور ہر طرح اُنکو معدوم کرنے اور ایذا پہونچانے کی تدبیریں کرتے تھے بخوبی ظاہر ہے کہ قریش مکہ کو مدینہ کے لوگوں سے بھی جو مسلمان ہوگئے تھے اور آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا ویسی ہی عداوت تھی جیسی کہ مکہ کے مہاجرین سے تھی - اور خود اُن کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ آنحضرت اور اُنکے صحابہ کے ساتھ مکہ میں کرتے رہے تھے یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ اگر آنحضرت کے صحابی زیادہ قوی ہوجاینگے تو مکہ پر حملہ کرینگے اور حقیقۃً میں آنحضرت کے سوا اگر اور کوئی ہوتا تو وہ ضرور ایسا ہی کرتا - یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ

مدینہ پر ہمیشہ چڑھائی کرنے کا خیال رکھتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں اسی بات کیطرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے **وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔** یعنی اہل مکہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمکو تمھارے دین سے پھیر دیں اگر وہ ایسا کر سکیں - مدینہ والے بھی قریش مکہ کے حملہ سے مطمئن نہیں رہتے تھے اسلیے کہ مدینہ کے اُن لوگوں میں جو ایمان نہیں لائے تھے اور آنحضرت کے مدینہ تشریف لانے کو پسند نہیں کرتے تھے اور مدینہ کے اُن لوگوں سے جنھوں نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا نہایت ناراض تھے اور چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑکر مکہ چلے گئے تھے اور قریش مکہ سے جا ملے تھے۔

اب دیکھنا چاہیے ایسی حالت میں آنحضرت و مہاجرین اور انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن وامان قائم کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے تھا اور اُس مقصد کے حصول کے لیے چار امر لازمی تھے کہ بغیر اُن کے امن و حفاظت مطلوبہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

(۱) اس بات کی خبر رکھنی کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں۔

(۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے گرد رہتے ہیں اُن سے امن کا اور قریش مکہ کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ کرنا - لیکن عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا اس منصوبہ کے لیے ایسا ہی ضرور تھا جیسا کہ امن کا معاہدہ کرنا کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات قائم نہ کیجائے تو کوئی معاہد اپنے عہد پر قائم نہیں رہتا اور امن مطلوبہ حاصل نہیں ہوسکتی

(۳) جو مسلمان مکہ میں مجبوری رہ گئے تھے اور موقع پاکر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُن کے بھاگ آنے پر جس قدر ہوسکے اُن کی اعانت کرنا کیونکہ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اُسکے ساتھ بہانہ کرکے کوئی مسلمان مدینہ میں بھاگ آنیکے لیے نکلا ہو۔

(۴) جو گروہ قریش مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پھر آنے والا ہے ہتھیاروں سے اُنکا مقابلہ کرنا - کیونکہ ایسا کرنا اُسی امن کے قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

ان چاروں باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں کہ جس کی نسبت کہا جاوے کہ اُس سے زبردستی بزور شمشیر اسلام منوانا مقصود ہے بلکہ یہ حفاظت کے لیے ہے اور ان کے سوا اور دو امر ہیں جو امن و حفاظت کے لیے ہتھیاروں کے اُٹھانے کا باعث ہوتے ہیں۔

(۱) یہ کہ کافر مسلمانوں کو جان کے قبضہ میں ہوں تکلیف اور ایذا دیتے ہوں اُنکی مخلصی کے لیے یا اُنکو نجات دلوانے کے لیے لڑائی کی جاوے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین الخ۔**

(۲) یہ کہ کافر مسلمانوں کو اُن کے احکام مذہبی ادا کرنے کے لیے مانع ہوں بشرطیکہ اُنکی عملداری میں نہ رہتے ہوں کیونکہ اُس صورت میں اُن کے لیے ہجرت لازم ہے نہ لڑائی (ایسی آفت سے پنجاب کے مسلمانوں کو گورنمنٹ برطانیہ نے چھڑایا جس میں سکھوں کے ہاتھوں گرفتار تھے جس کا کل مسلمانوں کو احسان مند ہونا چاہیے اور ضرور ہونا چاہیے۔)

اگرچہ اس لڑائی کی بنیاد ایک مذہبی امر ہے لیکن اُس کا مقصود اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنی ہے۔ (جو آجکل بہر صورت حاصل ہے) نہ کہ تلوار سے مذہب قبول کروانا۔

اور ایک اور امر ہے جو انھیں لڑائیوں کا ضمیمہ ہے یعنی جس ملک یا قوم سے انھیں امور کے سبب مخالفت ہے اور لڑائی انھیں امور کے سبب مشتہر ہوچکی ہے اُس ملک یا قوم پر چھاپا مارنا یا اُن کا اسباب اور اُنکی رسد اور اُنکے ہتھیار وغیرہ کو لوٹنا۔

پس آنحضرت کے وقت میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں وہ سب انھیں شقوں میں سے تھیں جن کو حفاظتی و دفاعی کہیں گے تو اور کیا کہیں جس کے دماغ میں خدا نے ذرا بھی قوۃ سیاست اور انتظام ملکی دی ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کل اُمور جو میں نے اوپر لکھے ہیں حفاظت اور دفع پر مبنی ہیں اور اُس میں سے کوئی امر ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ زبردستی مذہب منوانا منظور تھا یا بغیر سوچے سمجھے وحشیوں کیطرح مار دھاڑ کرنا اور صرف کٹ مرنا تھا بلکہ نہایت مجبوری کی حالت میں حفاظت اور دفع کے لیے تلوار اُٹھانا تھا۔

خلفاء کے ارعبد کے وقت جو کچھ جنگ ہوئی وہ کسریٰ شہنشاہ ایران اور قیصر شہنشاہ قسطنطنیہ سے ہوئی اور جو ارد گرد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں وہ انھیں دونوں کی باجگذار تھیں - پس ان ریاستوں سے جو جنگ ہوئے وہ گویا انھیں دونوں سے ہوئے بلکہ زیادہ تر ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے صلح ہی ہوگئی جیسا کہ تواریخ واقعات سے ثابت ہے

ان دونوں سلطنتوں سے جو جہاد ہوئیں اُن کی بنا بھی آنحضرت ہی کے وقت سے شروع ہوئی - ہرقل سے تو [illegible] سے جہاد کی گئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمرہ ازدی کو ہرقل کے نام ایک خط دیکر بھیجا تو جب وہ موتہ میں پہونچے تو مارڈالے گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فاتلوں کی سزا دہی کے ۔۔۔
تیس ہزار فوج دیکر بھیجا آخر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں خاص ہرقل کی شاہی فوج بھی شامل تھی اور اس کے بعد جنگ تبوک بھی ہرقل کی حملہ آوری کی خبر کی وجہ سے کی گئی تھی اور پھر لڑائی چھڑ گئی۔

اور ایران سے اس لیے ہوئی کہ اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عداوت تھی چنانچہ جب اُسکو آنحضرت نے دعوۃ کی اور نامہ دعوت اسلام بھیجا تو اُس نے غصہ میں آکر آنحضرت کی گرفتاری کے لیے دو سپاہی بھیجے۔ پس اُس کی عداوت میں کیا کسر باقی رہ گئی۔ پھر اسلامی سرحد اور اُسکی سرحد ملگئی تو بہت پیچیدگیاں واقع ہوگئیں جنکی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رض کو ضرور ہوا کہ بخفظ ماتقدم کے خیال سے پہلے ہی پیشقدمی کرتے مصر بھی ہرقل کے ماتحت تھا اس لیے اُس پر بھی جہاد کرنی ہوئی اور جب لڑائی شروع ہوگئی تو جہاں حملہ کرنا مناسب سمجھا گیا کیا گیا اور علاوہ اس کے جب اسلام دنیا میں ظاہر ہوا تو اس وقت اُس کے اردگرد ایسی جماعتیں تھیں کہ جو اُسکو ہرگز نہیں چاہتی تھیں۔ بہت سی ایسی تجاویز ہر روز سوچی جاتی تھی کہ جس سے یہ عدیم طاقت بالکل دور ہو جاوے ایسے وقت میں اسلام کا فرض تھا کہ اپنا بچاؤ جس طرح چاہے کرے۔ اور اپنی قوت کو بڑھا کر اپنے رہنے کی جگہ کرے اور چونکہ اسلام کو اپنی صداقت اور استقامت کا اظہار منظور تھا اسواسطے اُس نے ہر ایک حملہ کا جواب دفعیہ کیا تو پیارے مخالفو! اسوقت جو سب سے بڑا حملہ جیز اُدیان کا اسلام پر کتابی حملہ ہے اسکے دفعیہ میں حضرت اقدس کا ساتھ کیوں نہیں دیتے اور اگر تم نہیں دوگے تو کچھ حرج نہیں خدا اپنے مرسل کا ضرور ساتھ دیگا اور بڑے زوروں سے اسلام کی اور اسکی صداقت کو ظاہر کر دے گا ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔

ہاں سنو! غور سے سنو!! تاریخی واقعات سے آزادی مذہب کی مثالیں بیان کرتا ہوں

النجوم الزاہرہ واقعات ۱۸۱ھ میں لکھا ہے کہ جب ہارون رشید بادشاہ نقفور قیصر روم کی بغاوت سے نہایت ہی برہم ہوا تو عیسائیوں کی طرف سے اُسکے خیالات بہت کچھ بدل گئے اور غالباً اُسی کا اثر تھا کہ اُسنے قاضی یوسف صاحب سے جو مذہبی صیغہ کے افسر کل تھے پوچھا کہ عیسائیوں کے گرجے اسلام میں کیوں محفوظ رہے اور آج یہ اُن کو کیوں اجازت حاصل ہے کہ وہ علانیہ صلیب نکالتے ہیں تو اُس کا جو قاضی صاحب نے جواب لکھا اُسکے الفاظ یہ ہیں۔

انما كان الصلح جزي بين المسلمين واهل الذمية فى اداء الجزية وفتحت المدن على ان لا نهدم بيعهم ولا كنا ئسهم اهل المدينة خارجا وعلى ان يقاتلوا من ناواهم من عدوهم وعلى ان يخرجوا الصلبان فى اعيادهم فافتتحت الشام كلها والحيرة الا اقلها على هذا فلذلك تركت البيع والكنائس

یعنی مسلمان اور ذمیوں سے جزیہ کی بنا پر جو صلح ہوئی تھی اس شرط پر ہوتی تھی کہ انکی خانقاہیں اور گرجے شہر کے اندر ہوں یا باہر برباد نہ کیے جائیں۔ اور یہ کہ اُن کا کوئی دشمن اُن پر چڑھ آوے تو اُنکی طرف سے مقابلہ کیا جائیگا اور یہ کہ تہواروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ تمام شام اور حیرہ سوا کچھ تھوڑے کے انھیں شرائط پر فتح ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ خانقاہیں اور گرجے اسی طرح چھوڑ دیے گئے اور برباد نہیں کیے گئے۔

مخالفو! اسلام بزور شمشیر پھیلانا اسی کو کہتے ہیں کہ اُن کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اُنکو مذہب کی آزادی دیجائے اُن کے گرجے وغیرہ قائم رکھے جائیں۔ اسلامی ممالک میں بڑی دھوم دھام سے صلیبیں نکلیں ناقوس اور گھنٹہ کی آواز ہو اور اُن لوگوں کے بچاؤ کے لیے ہر کسی سے چاہے مسلمان ہو لڑائی کی جاوے۔ ؟

خلیفہ ہادی کے وقت میں مصر کے کئی گرجے منہدم کر دیے گئے تھے۔ خلیفہ ہارون کے وقت میں مصر کے حاکم موسیٰ نے علماء سے اس بارہ میں استفتا لیا تو علامہ لیث بن سعد نے جو تمام علمائے مصر کے پیشوا اور بہت بڑے محدث تھے سب گرجوں کو از سرنو بنوانے کا فتویٰ دیا اور سرکاری خزانہ سے تعمیر کرایا گیا چنانچہ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے فبنيت كلها بمشورة

الليث بن سعد بن لهيعة وقال هو من عمارة البلاد واحتجا بان الكنائس التى بمصر لم تبن الا فى الاسلام فى زمن الصحابة والتابعين

کہو مخالفو! صحابہ اور تابعین کیوقت میں تو گرجے وغیرہ بنے اور آج آپ مسیح موعود سے بزور شمشیر اسلام پھیلوانا چاہیں؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحرانیول کے پادری کے معاہدہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پادری وغیرہ اپنے منصب پر بحال رہینگے اور مذہب سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں۔

کہیے حضرات! اگر مذہب میں زبردستی ہوتی تو پادریوں کو اپنے منصب پر بحال رکھکر کیوں غیر مذہب کو مضبوط کرتے۔ کیا قلیل مقدار جزیہ کا لیکر مذہب کو زبردستی نہ قبول کروانا اس بات کی صاف دلیل نہیں ہے کہ زبردستی تھی ہی نہیں؟ سوچو! اور غور کرو۔ ہاں خوب غور کرو۔

طبری میں لکھا ہوا ہے کہ ایکدفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عورت نے مسلمانوں کی ہجو کی اشعار گائے تو ایک افسر نے اس جرم پر اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالے تو حضرت ابوبکر نے اس افسر کو خود لکھا کہ اگر وہ مسلمان تھی تو معمولی سزا دینی چاہیے تھی اور اگر ذمی تھی تو جب ہمنے اُسکے شرک و کفر سے درگذر کی تو ہجو شرک و کفر سے بہر حال کم ہے۔

حضرت خالد نے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جب حیرت پر فتح حاصل کی تو یہ معاہدہ لکھا

لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة ولا يمنعون من ضرب النواقيس ولا من اخراج الصلبان فى يوم عيدهم۔

یعنی اُن کے گرجے برباد نہ کیے جائینگے نہ اُنکو ناقوس بجانے سے منع کیا جائےگا نہ عید کے دن صلیب نکالنے سے روکا جائیگا
(کتاب الخراج صفحہ ۸۴)

اور ایسے ہی اور صلح نامے خالد نے کیے تھے قاضی یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں ان تمام احکام کو نقل کر کے لکھا ہے کہ خالد کے اُن معاہدوں پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی کسی نے اعتراض نہیں کیا تو گویا اسپر کل صحابہ علیہم السلام کا اجماع ہوگیا۔ یاد رہے کہ ایسے ایسے معاہدے زبردستی اسلام پھیلانے کے حکم کے بعد نا ممکن تھے۔

سنو پیارے مخالفو! جو کچھ مینے لکھا ہے وہ محض انصاف اور راستی سے لکھا ہے اور مجکو قوی اُمید ہے کہ جو تم میں سچ کا پیارا کرنے والا ہوگا اُسپر یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ اس موجودہ حالت میں کسی طرح سے کسی کے ساتھ جہاد جائز نہیں ہے۔

اور خدا ایسے ہی دن ہمیشہ رکھے اور گورنمنٹ برطانیہ تو محض ایک رحمت مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جسکی فرمانبرداری اور اطاعت ہمکو دل وجان سے خدا کا حکم سمجھکر کرنی چاہیے بیشک گورنمنٹ برطانیہ ہمارے لیے بجائے ماں کے ہے اور جو کچھ ہمکو ضرورت ہو اور جو کچھ غرض ہو اُس سے عرض کرنا چاہیے اور اگر کوئی عرض ہماری قبول نہ ہو تو ناامید نہ ہونا چاہیے کیونکہ

اسور ملکت خویش خسرواں دانند

اور ماں بھی تو بچہ کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتی اگر بچہ آگ یا سانپ لینا چاہے تو ماں نہیں لینے دیتی تو یہ گورنمنٹ بھی تو بجائے مہربان ماں کے ہے وہ ہماری ضرورتوں کو خوب سمجھتی ہے اگر آج نہیں تو کل سمجھیگی پر ضرور سمجھے گی اور ضرور سمجھنا چاہیے ہم نادان بچے اپنا ناز کیوں چھوڑیں وہ ناز برداری کرے ہی گی اور ضرور کرے گی۔ کیا اُسکو اپنی بھولی بھالی رعیت کا کچھ خیال نہیں ہے ضرور ہے اور ہوگا اور کیوں نہیں ہوگا

رعیت چو بیخ است و سلطان درخت

خدا سے دعا مانگو کہ اس سلطنت کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور شریعت نور ہدایت کا کبھی اس سلطنت کو پلاوے اور جیسا اس دنیا میں ہمارے انگلستان کے بھائی خوش ہیں آخرت میں بھی خوش ہوں۔

ہاں اور جو تم یہ کہتے ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں تو حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ لڑے گا اور تلوار چلائے گا۔ تو سنو یہ تمکو دھوکا لگا ہے۔ ہاں غور سے سنو! صحیح حدیث میں مسیح موعود کے بارے میں صاف آیا ہے کہ

یضع الحرب

یعنی مسیح موعود جنگ وجدال کو موقوف کریگا تو دیکھو یہاں سے صاف ثابت ہے کہ انکو جنگ وجدال و آلات حرب کی ضرورت نہیں ہوگی پس جن حدیثوں میں مسیح موعود کے لڑنیکا ذکر ہے اُن کے معنے سوائے اسکے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ دلایل و براہین کی تلوار سے لڑینگے اور اُن کے مُنہ سے وہ حقائق و معارف نکلینگے کہ کافر دم نہ مار سکیں گے گویا مر جائیں گے۔

اور یہی بات انجیل سے بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ آنیوالا مسیح منہ کی دو دھاری تلوار سے لڑے گا۔ اور آیت

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

کے نیچے اگر اسکا فیصلہ ہو جاتا ہے اور یہ بات تم مسیح موعود میں ملاحظہ کر رہے ہو۔

دوسری روایت دیگر آیا ہے کہ یضع الجزیة یعنی جزیہ کو موقوف کرینگے جس کا آپ لوگ یہ معنی لگاتے ہیں کہ جزیہ کے حکم کو منسوخ کر دینگے اور سوائے اسلام کے کافروں سے کچھ قبول نہ کرینگے لیکن یہ بیہودہ معنی ہے۔ نادانو! اکمل الکتاب قرآن میں جب آچکا ہے حتی یعطوا الجزیة تو پھر وہ بدلنے والے کون؟ یاد رکھو کہ قرآن شریف کا لفظ اور ایک نقطہ بھی نہیں تبدیل ہو سکتا ہے جس کے بارہ میں خدا نے فرمایا ہے ما یبدل القول لدی اور الیوم اکملت لکم دینکم جب قرآن شریف کا ایک حکم بھی بدلا تو وہ خاتم الکتب کتاب نہ ہوئی اور جب وہ خاتم الکتب نہ ہوئی تو اُس کا لانے والا بھی خاتم النبیین نہ ہوا (معاذ اللہ)

(باقی آئندہ)

ضرورت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک عرصہ گذرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری جماعت کے اہل قلم ضرورت امام پر مضامین لکھیں۔ میں ان مضامین کو سنوں گا اور دیکھوں گا کہ انھوں نے کس طرح میرے وجود کی ضرورت کو سمجھا ہے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور بہت سے مضامین لکھے گئے ایک وہ اعلیٰ حضرت کے حضور سنائے گئے۔ بعض مضامین خود مضمون نویسوں نے سنائے کچھ ہمارے مکرم بھائی منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی نے سنائے اور آخر اس خدمت کو خاکسار نے سرانجام دیا۔

ان مضامین کا مجموعہ ہمارے پاس موجود ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت حکیم الامۃ کا مضمون ہمکو نہیں ملا تھا۔ اس سے پہلے اس سلسلہ میں جناب میر حامد شاہ صاحب کا مضمون چھپ چکا ہے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب [illegible] بھی طبع ہو چکا ہے۔ آج سے ہم صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا مضمون شروع کرتے ہیں جو اپنے رنگ کا ایک ہی مضمون ہے اعلیٰحضرۃ نے بھی اسکو بہت پسند فرمایا تھا چونکہ صاحبزادہ صاحب سلسلہ مشائخ کے اسرار سے خوب واقف [illegible] اسلیے یہ مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا جاویگا

(ایڈیٹر)

ضرورت مسیح موعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ مرے اللہ ادھر آجا میرے پیارے
چوں بوئے گل اصل میں سماجا مرے پیارے
کب ہمکو ترے حسن کے شعلہ کی خبر تھی
[illegible] رنگ لگائی تو بجھا جا مرے پیارے

تمام عالم کے حالات تجربوں اور چشم دید اور [illegible] اخباروں رسالوں اشتہاروں اور مذہبی فتنوں اور فسادوں اور دنیوی شرارتوں پر [illegible] جائی یا علیحدہ علیحدہ طور پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قسم قسم کے فساد [illegible] رنگ برنگ کی شوخیاں اور بیباکیاں [illegible] طرح طرح کے بغض و حسد و کینہ و عداوت [illegible] دشمنی بیجا اور بخل اور گونا گون قصہ [illegible] روایات و ناول و افسانے نے ہر ایک [illegible] ملت و مذہب کے پیرو اور متبع کو حق و سداد [illegible] صداقت و راستی سے دور ڈال دیا ہے [illegible] دیکھو انانیت میں غرق جسپر نظر ڈالو [illegible] یا دیگر نے فسق میں محو ہے۔

دنیا نے اپنا اپنا رنگ و روپ اور ایک عالم [illegible] الا مجھیں و بہروپیہ بنا ہوا ہے حقیقت [illegible] مروت۔ فتوت۔ غیرت۔ حمیت۔ صدق

وصفا۔ تقویٰ۔ تزکیہ۔ تصفیہ۔ خشیۃ اللہ بیک قلم مفقود ہے۔ امراء کو دیکھو تو عجیب حال ہے غرباء کی نئی چال ہے پیروں فقیروں میں اور ہی نئی و نرالی ادا ہے ایک دوسرے پر حرکات میں سکنات میں قول میں فعل میں ہر ایک وضع اور تراش و خراش میں سبقت لیگیا ہے۔ جدھر نظر کرو ایک عجیب عالم نظر آتا ہے جہاں تہاں نظر ڈالو کچھ اور کا اور ہی نظارہ پیش نظر ہوتا ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

بحر و بر مفاسد سے بگڑ گئے خشک و تری کوئی مقام دارالامن نہیں ملتا اہل کتاب و غیر اہل کتاب خراب ہو گئے مسلمانوں اور دوسرے لوگوں میں یہ [illegible] ان میں کوئی فرق اور نہ ان میں کوئی تمیز ایک سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر الامان مفاسد و فتن کا کوئی ٹھکانا نہیں اگر پورے پورے لکھے جائیں تو قلم گھس جائیں دواتیں ختم ہو جائیں کاغذ رہ جائیں قومیں کی قومیں ایک دوسرے کی مدد کریں تب یہ ختم نہ ہوں۔

میں دور کیوں جاؤں اور دوسروں کے حالات و مقالات پر کیا افسوس کروں [illegible] اپنے اُس گروہ پر روؤں اور کیا عجیب ہے کہ آنکھوں سے بجائے آنسوؤں کے اشک خون بہاؤں کہ جو گروہ صوفیہ صافیہ کے نام سے مشہور اور اپنے اعمال و اوراد و وظائف و رفتار و کردار و اشغال و رسم و رواج پر مغرور اور ہمہ دانی و ہمہ بیانی میں مسرور ہے اور باایں ہمہ اپنے آپ کو علوم روحانیہ کا منبع اور معارف و خدادانی کا سرچشمہ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرضوان والغفران کا وارث بنے میں مشہور ہے۔ اور خوارق عادات اور نشانات و کرامات اور کشوف و رویاء و الہامات نادرانہ و مقتدرانہ و نیز منفرجانہ کا مدعی اور اہل اللہ و واصل باللہ اور مقرب الرحمٰن اور مستجاب الدعوات ہونے کا مفتخر اور اطفال اللہ و متخلق باخلاق اللہ میں داخل ہونے کا تاج اپنے سر پر اور انا الحق کی پٹی زیب کمر کرنے والا بلکہ اس سے بھی ایک دو بالشت زیادہ مصرعہ

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

پر بڑے جوش و خروش سے قدم مارنیوالا ہے۔ وہی تمام نعماء الٰہیہ و اسرار ربانیہ سے دور و مہجور ہے وہ علوم روحانیہ سے محض ناواقف انبیاء علیہم السلام کے طریق کار سے بیخبر سنت اللہ و سنت الانبیاء و الاولیاء سے سراسر نادان و ناسمجھ اور نااہل۔ کرامتوں و خوارق اور کشوف اور اسرار رویاء اللہ حقیقتہ الہامات و وحی الٰہیہ سے نابلد و ناآشنا۔ بجائے ترک ماسوی اللہ کے ترک اللہ اور بجائے فنافی اللہ کے فنا فی الرسوم والدنیا اور بجائے رجوع الی اللہ کے رجوع بالخلق والخلائق و تسخیر الدراہم والاجنۃ ہیں۔

مجھے رات دن کے برتاؤ اور آٹھوں پہر کی نشست و برخاست اور ہر وقت کی خلا ملا اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہنے سے خوب ثابت ہوا کہ جس قدر یہ فرقہ پستی میں ہے اور جیسی یہ گروہ ناقص حالت میں ہے اسکی نظیر دوسرے فرقوں میں کم ہے کیونکہ دعویٰ کچھ اور افعال کچھ۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

وہ پاک مذہب اسلام اور وہ مصفا طریق خدا تعالیٰ کی رضا اور وصل الٰہی حاصل کرنیکا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خدا سے لائے اور اپنے صحابہ کو دیا وہ اب اس سلسلہ میں کہاں۔ توحید باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ ان سے ایسی گئی کہ جس کا پتا نہیں لگتا۔ عقائد حقہ اور اعمال صالحہ اور خداشناسی اور معرفت الٰہی اور قرآن شریف کی سمجھ اور اسکی پابندی اور وہ تعلیم سب کچھ مفقود ہے سنن انبیاء سے مختصر [illegible] غرضکہ ہر ایک حسن اور حسن طریقہ سے غفلت ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس گروہ کے اقوال اور افعال یکساں ہوتے اور جو کچھ زبان سے کہتے ہیں کرکے بھی دکھلاتے تو کیوں اسقدر فتنے اور فساد کے دروازے دنیا میں کھلتے۔ اسی فرقہ کا نااہل اور ناملہم ہونا دنیا کی خرابی کا زیادہ تر باعث ہوا۔ اسی فرقہ نے سب سے پہلے اپنا بد نمونہ دکھلایا یہی وہ طائفہ ہے کہ جس کا سب سے پہلے قدم پھسلا عقائد میں توحید میں تقویٰ میں طہارۃ میں اعمال میں افعال میں لباس میں رفتار و گفتار میں معرفت الٰہی میں عبادت میں ہدایت میں غرضکہ ہر ایک طریقہ حسنہ میں گیا گذرا ثابت ہوا ہے۔

نماز جو ذریعہ نجات اور خدا سے ملنے اور ہمکلام ہونے کا اور معراج مومن ہے وہ تو ان میں کچھ قدر و منزلت ہی نہیں رکھتی وہ تو اسطور سے ادا کی جاتی ہے جیسے مرغ دس پانچ دانوں کو جلدی سے چن کر کسی اور طرف رخ کرلیتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ نماز سے خدا نہیں ملتا وصال الٰہی بہر حاصل نہیں ہوتا یہ تو صرف ایک حکم ہے جسکو جس طرح جلد جلد ادا کرلینا چاہیے نماز کو سنوار کر یا آہستہ آہستہ پڑھنا سخت نادانی اور بیوقوفی ہے۔

افسوس یہ لوگ نماز سے ایسے بیخبر ہوئے اور اس نعمت عظمیٰ اور سعادۃ کبریٰ سے ایسے محروم ہوئے۔ نماز ہی ایک جس سے خدا ملتا ہے جس کو بخشا ہو بلکہ یہ نجات حقیقی ہے جس سے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے

ایک صوفی درویش نے ایک روز مجھسے پوچھا کہ وصول الی اللہ و تنویر قلب کا طریق آپکے مرشد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیا بتاتے ہیں میں نے کہا کہ قرآن شریف کو اپنا دستورالعمل بنانا اور اس کے احکام کی پابندی اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے پرہیز اور نماز سنوار کر اور دل لگا کر پڑھنا اور نماز میں ہی دعائیں کرنا جیسے قومہ ہے قیام ہے جلسہ ہے رکوع ہے سجدہ ہے بعد تلاوت قرآن کریم یا ادعیہ ماثورہ یا تسبیح مطہرہ اپنی زبان میں تب اُس بزرگ نے یہ بات سنکر نہایت حقارت کے الفاظ میں فرمایا کہ یہ تو مزا [illegible] کا طرز ہے قرآن سے یا نماز سے خدا نہیں ملتا اور نہ یہ راہ خدا تک پہنچنے کی ہے پھر میں نے کہا کہ آپ کون سی راہ بتلاتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ توجہ دینا اور مراقبوں کے اندر مرشد کا تصور کرنا اور اسکو حاضر سمجھنا نفی و اثبات کی ضربیں لگانا میں نے کہا کہ یہ راہ تو ہندوؤں کی راہ ہے مسلمان صوفیوں نے بعض فقراء ہنود اور جوگیوں سے یہ فعل لیے ہیں اسلام میں انکا نام و نشان نہیں۔ [illegible]

الغرض جہانتک دیکھا جاتا ہے اس فرقہ میں اعمال افعال عبادات اسلامی کو چھوڑ کر صدہا طرح کی بدعتیں اور طرق عبادت وغیرہ اپنی طرف سے ایسے ایجاد کیے کہ گویا شریعت اور طریقت کو انھوں نے الگ الگ بنا [illegible]

صوفیوں میں ایک ہزار فرقہ سے کم فرقے نہیں ہیں اور سب فرقے ایک دوسرے سے علیحدہ راہ اپنی رکھتا ہے اور مشہور و معروف ان میں چار خاندان اور چودہ خانوادے ہیں۔ [illegible]

سب سے پہلے انھوں نے توحید باری تعالیٰ عز اسمہ میں ٹھوکر کھائی ہے اور وحدۃ الوجود کا ایک بنیا مسئلہ اپنی طرف سے ایجاد کیا پھر اس میں کوئی حلولی ہے کوئی اتحادی ہے کوئی اس کے بین بین ہے۔ نہ اس وحدۃ الوجود کی بحث قرآن میں ہے نہ احادیث میں اور نہ آئمہ اربعہ میں اس کی کچھ بحث ہوئی یہ بھی ہندوؤں کا یا بعض ایسے لوگوں کا ایجاد کیا ہوا ہے کہ جو خدا کی راہ سے اور اسکی رضامندی کے طریق سے دور پڑے ہوئے تھے اسی لفظ کا ترجمہ ہمہ اوست ہے قرآن شریف کی آیات محکمات و بینات کو چھوڑ کر بعض آیات متشابہات سے توڑ مروڑ کر وحدۃ الوجود کا مسئلہ ثابت کرتے ہیں مگر وہ بھی بے اصل اور بے حقیقت ہے اگر یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہوتا جیسا کہ انھوں نے سمجھ رکھا ہے کہ کل دار مدار خداشناسی اللہ تعالیٰ [illegible] کا اسی پر ہے تو ضرور تھا کہ قرآن شریف میں اس کی کافی بحث ہوتی [illegible] کوئی سورۃ منجملہ [illegible] قرآنیہ کے ضرور ہوتی [illegible] یا بخاری [illegible] وغیرہ احادیث کی کتابوں میں کوئی باب بیان کیا جاتا [illegible]

مختصر نوٹ اور نکات

(۱) خصلتان فریضتان علیٰ کل ذی ایمان طلب العلم و طلب الکسب یطلب علم لصلاح دینه و طلب الکسب لصلاح دنیاه فمن یطلب العلم ولم طلب الکسب جاء یوم القیامة مفلسًا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو خصلتیں ہر صاحب ایمان پر فرض ہیں ایک طلب علم اور اس کی تحصیل دوم طلب کسب و تجارت تحصیل علم اپنے دین کی صلاح و بہتری اور تجارت اور کسب اپنی دنیا کی صلاح اور بہبود کے لیے جو شخص علم حاصل کرے مگر کسب تجارت میں سعی نہ کرے وہ قیامت کے دن مفلسوں کی سی حالت میں حاضر ہوگا۔

(۲) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرمان یہ ہے نہیں ہے وہ شخص ہم میں سے جو امور آخرت میں منہمک رہنے کے لیے معاملات دنیا سے دست بردار ہو جاوے۔

(۳) فرمان نبوی ہے اُس شخص میں نیکی وخیر نہیں ہے جو وجہ حلال سے مال جمع کرنے کو دوست نہ رکھتا ہو۔

(۴) شرافت ونجابت کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اشرف بالفضل والادب و لا بالاصل والنسب انسان کے لیے بزرگی و فضیلت اخلاق فاضلہ سے ہے نہ اونچے حسب و نسب سے۔

مہذب کون ہے؟ المؤید نے ایک دلچسپ اور سبق آموز آرٹکل "مہذب کون ہے" کے عنوان سے لکھا ہے جسکا ماحصل یہ ہے " مسلمان جب تک اپنی زبان میں ترقی نہ کریں ممکن نہیں کہ وہ عام اور مجموعی حیثیت سے ترقی و تہذیب حاصل کر سکیں ہم یہ نہیں کہتے کہ انھیں دیگر زبانیں سیکھنی نہ چاہییں۔ نہیں سیکھیں ضرور سیکھیں انگلش۔ فرنچ جرمن روسی غرضیکہ مہذب و ترقی یافتہ اقوام عالم کی ساری ہی زبانیں شوق سے حاصل کریں۔ مگر اس نیت سے کہ ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے قومی علم و ادب عربی کو ترقی دیں۔ مگر افسوس کہ آج کل تو مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس ہے وہ غیر قوموں کی زبانوں سے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتے اور پیدا کرتے ہیں۔ مگر عربی کی ذرا پرواہ نہیں کرتے جو ان کی نہ صرف قومی بلکہ مذہبی زبان بھی ہے۔ ان ہی علوم متنوعہ کو جو آج یورپ کی متعدد زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور انھی کے ذریعہ ہم سیکھتے ہیں کیا اپنی پیاری عربی زبان میں حاصل نہیں کر سکتے؟ اگر یہ عذر ہو کہ عربی میں بحالت موجودہ علوم جدیدہ ہیں ہی نہیں پھر کوئی اس میں انکی تحصیل کرے تو کیونکر؟ کیا یہ ہمارا اپنا ہی قصور نہیں؟ بلا شبہ ہم مسلمانوں کا ہی قصور سہت اور لاریب ہماری ہی غفلت ہے کہ ہم عربی کو جدید علوم و فنون کے ذخائر و خزائن سے مالا مال کرنے میں ساعی نہیں ہوتے اگر بذریعہ تراجم یہ تمام علوم عربی لٹریچر میں آجائیں تو پھر مسلمان شائقین علوم مذکورہ عربی کے ذریعہ سیکھنے میں کیا عذر و تامل ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس کہ عربی میں اس درجہ کی قابلیت اور دستگاہ پیدا کرنے کا خیال کسے ہے؟ حالانکہ اعلیٰ درجہ کی عربی جاننے سے مسلمانوں کو کئی قسم کے فوائد و برکات مقصود ہیں۔

اول تو مسلمان نوجوانوں پر لامذہبی کا جو الزام لگایا جاتا ہے اور جوانوں پر ایک حد تک فی الواقع عائد بھی ہوتا ہے وہ دور ہوگا۔ کیونکہ عربی کی اعلیٰ تحصیل سے انھیں کتب دینیہ اور بالخصوص قرآن کریم کے فہم مطالب کا اچھا موقع ملے گا۔

دوسرے اسلامی تاریخ سے کماحقہ آگاہی پیدا ہوگی۔

تیسرے ہمارے قومی لٹریچر کے وقار و رفعت میں اضافہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں عربی علم ادب کی توسیع و ترقی قدرتًا اور ضرورتًا ہوگی مگر حیف صد حیف کہ مسلمان اس زبان کی سرپرستی چھوڑتے جاتے ہیں اور دانایان فرنگ اسکی حفاظت اور اس سے استفادہ کرنے میں مشغول ہیں۔ پھر جائے غور ہے کہ جیسی مہذب یہ اقوام مغربی ہیں ویسی شائستہ قوم ہم اپنے تئیں بھلی سمجھیں تو کس منہ سے؟ جو ہمارا فرض تھا اُسے تو وہ لوگ ادا کر رہے ہیں۔ پھر اگر ہم غافل و نادان کہلائیں تو کیا ہیں؟ مسلمان جب تک آنکھیں کھول کر اپنی زبان عربی کی دستگیری نہ کریں جب تک اسکی ترقی و توسیع استحکام اور قیام و بقا میں کوشاں نہ ہوں انھیں اپنی حالت پر رونا چاہیے۔ ہمعصر المؤید نے بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کی بے توجہی کا یہ دکھڑا رویا ہے پھر مسلمانان ہند کا تو ذکر ہی کیا انھیں عربی کو علوم جدیدہ سے مالا مال کرنے کی توفیق و ہمت تو کیا ہوگی وہ پہلے اسکی تحصیل سے ہی عہدہ برآ ہو لیں یہاں ایک فیصدی بھی مسلمان شاید ہی ایسے ہوں جو عربی اور پھر جدید عربی بخوبی لکھ پڑھ سکتے ہوں فہم قرآن کے لحاظ سے ہماری اور بھی بدتر حالت ہے خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوگا۔

باوصفیکہ ہم صدق دل سے اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوۃ کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النبیین** اور آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں آ سکتا۔ قرآن کریم ویسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے اللہ کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی یا مرسل کے لفظ سے پکارے کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رسولُ رسولِ اللّٰہِ آیا ہے عرب کے لوگ تو اپنے انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مُرسَل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا آہ!

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے کمالات اور خوارق میں سے آپ کی علمی اور عملی تکمیل ہے۔ کیونکہ آپ کی تکمیل علمی اور عملی بلا واسطہ کسی اُستاد کے ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکا نام **مہدی** بھی ہے اور **عبد** بھی۔ کون نہیں جانتا کہ آپ کی علمی تکمیل کسی اُستاد کے ذریعہ نہیں ہوئی اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آپ کی عملی طاقتیں کسی مہذب مجلس کی صحبت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ یہی خالص مہدویت کے لحاظ سے آپکو بہت سے اسرار اور معارف اور کلم جامعہ بخشے گئے یہاں تک کہ قرآن شریف میں اسقدر معارف اور نکات اور علوم حکمیہ الٰہیہ اور دلائل عقلیہ فلسفیہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے کہ وہ ان تمام معارف اور بلاغت کا ملہ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ درجہ کا علمی معجزہ ٹھہر گیا جس کی نظیر پیش کرنا تمام جن و انس کی طاقت سے باہر ہے۔ پس آپ کے اعلیٰ درجہ کا کمال جس سے آپکی خصوصیت ہے **مہدویت** اور **عبودیت** ہے۔

مہدویت سے مراد وہ انتہائی معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ اور عملی برکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھلائے گئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں اول درجہ کا معجزہ ہے جس کے ذریعہ سے بیشمار انسان ایمانی اور عملی قویٰ کی تکمیل کرکے معرفت تامہ کے بلند منارہ تک پہنچ گئے اور عارف کامل ہوگئے اور **عبودیت** سے مراد وہ حالت انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی جس سے آپ اس راہ کیطرح جو صاف کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے ہو گئے۔

یسوع مسیح کا شیطان اُس پر ایمان نہ لایا بلکہ اسکو پکڑ کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور اُسے گمراہ کرنا چاہا پس یسوع کا شیطان کے ساتھ چلے جانا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتی شاید عقیدہ تثلیث کی طرح کوئی سر مخفی ہو جو بجز عیسائیوں کے اور کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بالمقابل **محمد رسول اللہ** صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے** یسوع کی لاف پڑھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ پر نظر کرنے والے کم از کم اس ایک امر کو بغور سوچیں!!!

یورپین فلاسفر تو شیطان کے وجود ہی کے قائل نہیں پھر معلوم نہیں کہ وہ اس انجیلی واقعہ کی کیا حقیقت سمجھتے ہیں۔ شاید نور افشاں کے ایڈیٹر کو یہ راز معلوم ہو۔

مسیح کے آخری الفاظ جو انجیل سے ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اور انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موت کا پیالہ ٹلنے اور موت سے بچنے کے واسطے ساری رات دعا کرتا رہا۔ اور اوروں کو بھی دعا کے واسطے کہا گویا اس چند روزہ فانی زندگی سے اسنے ایسا پیار کیا کہ ساری رات زندہ رہنے کے لیے اور موت کا پیالہ ٹل جانے کے واسطے دعائیں مانگتا رہا۔ برخلاف اس کے کہ ہمارے سید و مولےٰ **نبی آخر الزمان** صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ دنیا سے جانے کے واسطے دعا کی **اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ** جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ **حضور** علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشا تھا کہ گویا اب میں اسجگہ رہنا نہیں چاہتا۔ میں اپنے خدا کے پاس جانا چاہتا ہوں اب مسیح کے آخری الفاظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ کا موازنہ نہ کرو!!! اول الذکر خدا کا شکوہ کرتا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے حضور جانے کا آرزومند ہے۔

اطلاع

میں ۱۵ فروری سے ۱۸ تک قادیان سے باہر رہا ہوں اسلیے اخبار دیر سے شائع ہوا ہے

(ایڈیٹر)

ان کی اصطلاحیں عجیب ان کے طریقے ایسے ایجاد جن کا اسلام میں نام و نشان نہیں۔

مجھ کو یاد ہے کہ میں جب ۱۸۸۱ء ہجری میں حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوا تو اس زمانہ میں مجھے وحدۃ الوجود کے مسائل میں بڑی مشق تھی کیونکہ ہمارا یہی عقیدہ اور یہی مذہب تھا اور ہماری یہی تعلیم تھی اور یہی خدادانی و خداشناسی اور معرفت الٰہی سمجھتے تھے پہلے حضرت اقدس سے یہی سوال کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اسلام سے اسکو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ سب چیزیں خدا کی عین ہیں اور خدا تعالیٰ اسکو غیر بتلاتا ہے۔ محی الدین ابن عربی نے اسمیں سخت ٹھوکر کھائی اگر سب چیزیں خدا کی عین ہوتیں تو خدا تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ الحمد للہ رب العالمین بلکہ اسکی جگہ یہ فرماتا کہ الحمد للہ عین العالمین۔ بس حضرت اقدس کا اتنا فرمانا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اور میرے تمام عقیدہ اور مسائل وجودیہ پر پانی پھر گیا اور جو کچھ حقیقت اس مسئلہ کی تھی وہ سب منکشف و ہویدا ہو گئی اور میں خوب سمجھ گیا اور اسکی اصل حقیقت تک پہنچ گیا اور کما حقہ یہ سر مجھ پر ظاہر ہو گیا۔

اس گروہ میں صدہا مختلف فرقے ہیں خیر القرون کے بعد کچھ عجیب و غریب شر القرون ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جو بطور امر مستقبل یعنی بطریق پیشگوئی تھا وہ کیسا سچا ہوا جو فرمایا تھا کہ خیر القرون کے بعد یفشوا الکذب ہے۔ یعنی میرا زمانہ اور مسیح موعود کے زمانہ کے سوا درمیانی زمانہ فیج اعوج اور یفشوا الکذب کا ہے۔ سو اب تو مجھے ان فرقوں کے نام بھی یاد نہیں مگر میں یقیناً کہتا ہوں کہ کوئی ایک ہزار کے قریب قریب یہ فرقے ہیں۔

چار خاندان اور چودہ خانوادے تو مشہور ہیں مگر انکی شاخیں اور شعبے جو اب وہ مستقل خاندان بن گئے ہیں وہ ایک ہزار کے قریب ہیں یا شاید اس سے بھی زیادہ۔

چار خاندان میں تو بظاہر نماز و روزہ وغیرہ خیر کچھ ہیں مگر ان کے علاوہ اور تو نماز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ جسکا بیان میری طاقت سے باہر ہے۔ ان کے اوراد و وظائف و اشغال و مراقبات ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور کچھ اور کے اور ایجاد کر رکھے ہیں۔ انکے عقائد اور اعمال کا کیا حال بیان کروں خدا کی کلام و کتاب مجید سے کوسوں دور ہے قرآن شریف اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اس کے ترجمہ کی غلطت فائی ان کے پاس یہی ہے کہ ختم کی رسومات پڑھ کر اسکا ثواب پہنچا دیا جائے تیجے دسویں بیسویں چالیسویں اور برسی میں اسکو پڑھ کر نہیں نہیں کچھ آیات چیدہ چیدہ پڑھ کر ارواح کو خوش کر دیا جائے جس سے مردوں کے گناہ بخشے جائیں خواہ انھوں نے دنیا میں خلاف خدا اور رسول عمل کیے ہوں یا نہ کیے ہوں یہ تو یہ مرے ہوں اور اسی پیر اسلام پر رسوم اور بدعات میں مبتلا ہوں شرک و کفر میں کوئی کمی نہ کی ہو۔

الغرض

قرآن شریف کی ان لوگوں کے نزدیک اور کلام الٰہی کی یہ عزت ان کے دلوں میں ہے اور جس مطلب پر قرآن شریف نازل ہوا تھا اس غرض کو بالکل انھوں نے بھلا دیا ہے۔

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

اولیاء اللہ کو جو فوت ہو گئے اور واصل بحق ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ) خدائی میں شریک ٹھہراتے ہیں بجز ان کے خدا کی خدائی چل نہیں سکتی ان کی نذر و نیاز چڑھاوے دیئے جائیں تو حل مشکلات و آسانی ہوتی ہے۔ گویا بزرگوں کو بھی رشوت کی ضرورت ہے جس نے قبر خانہ سے وہ تنگ و تاریک حجرہ خانہ سے وہ چھوٹا کر اعلیٰ علیین اور قرب الٰہی کی جگہ جنت میں پہنچے اس لغار سے انکا پیٹ نہ بھرا پھر بھی ان ہی دنیا کی چیزوں میں انکا دل اٹکا رہا اور گوڑ کی ریوڑیوں پر رال ٹپکتی رہی۔ دنیا میں جس لباس کو انھوں نے پسند نہیں کیا انکے وصال کے بعد وہی مکروہ و ناپسندیدہ کپڑے ان کی قبروں پر ڈالے گئے۔

اور پھر یہ بھی اعتقاد ہے کہ قطب ابدال اور غوث اور فرد اور قطب العالم قطب الاقطاب اسی دنیا میں رہتے ہیں اور دنیا کا نظم و نسق اور انتظام انہیں کے ہاتھ میں ہے یہ سب جانتے ہیں خدا نے اوپر ہو کر گر گئے ہیں اور رشتہ کو سب جمع ہو کر تمام انتظام دنیا کا کرتے ہیں۔

مجھے ایک بزرگ کا جواب جو وہ فوت ہو گئے واقعہ یاد ہے کہ جب کوئی حاجتی اور اہل غرض حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے انکے پاس جاتا تو وہ کہتے کہ ہاں میں نظام الدین اولیاء یا فلاں بزرگ سے تمھارا حال کرونگا جیسا وہاں سے حکم ہو گا وہ میں تمھیں سنا دونگا اور ان کا توشہ اور غلاف کے لیے سامان طیار کر لو۔

غرض یہ بزرگ جو چاہیں کر گذریں کوئی پرسان نہیں ہوتا۔ پھر یہ عیسائیوں کے کفارہ کی طرح اپنے بزرگوں کا کفارہ بنائے بیٹھے ہیں عیسائی تو ایک ہی کفارہ پر بھروسہ کیئے ہوئے ہیں یہاں صدہا اور ہزارہا کفاروں کو تکیہ بنایا ہوا ہے کہتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارے واسطے سب کچھ کر گئے اب ہمیں عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور نیکی کی اور نہ نماز روزہ کی پروا اور جو ان میں کچھ کرتے بھی ہیں تو صرف رسمی طور اور رواجی طریق پر۔

ایک صاحب سجادہ کا ذکر ہے کہ بعض لوگوں نے انپر طعن کیا کہ یہ شراب پیتے ہیں فسق و فجور اور رسمی و بھام میں مستغرق اور ارباب نشاط کے جلسوں اور رقص و سرود میں مشغول رہتے ہیں کسی نے ان کے مریدوں اور ارادت مندوں میں سے جو وہ بھی اسی قماش کا آدمی تھا جواب دیا کہ آپ لوگوں کو ان کے قرب و منزلت اور قبولیت کی خبر نہیں ہے میرا لے ایک دفعہ انپر ایسی قسم کا اعتراض کیا تھا موسیٰ ایک روز کرامت ہے کہ دیکھو ایک عظیم الشان بزرگ کے سجادہ اور ان کے وعمال اور افعال ایسے تو میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ بزرگ جن کے یہ سجادہ اور گدی پر بیٹھے ہیں وہ دریا میں گندے اور ناپاک چرک آلودہ کپڑے دھو رہے ہیں مینے عرض کی کہ حضور یہ کیا کرتے ہیں فرمایا میرا پوتا میرا سجادہ نشین اب موجود ہے انکی ناپاکیاں اور گندیاں اور خباثتیں دھوتا ہوں میں کیا کروں جو وہ کرتا ہے سب مجھے کرنا پڑتا ہے کیونکہ اپنے بزرگوں کی لاج ہمیں ہی رکھنی پڑتی ہے ہم ہی خبر نہ لیں تو پھر کون خبر لے وہ کرتا ہے میں دھوتا ہوں پس میں اس خواب سے جاگا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب اعتراضات کو یک قلم دل سے اٹھا کر مرید ہو گیا اور سمجھا کہ جنپر یہ بزرگوں کی مہربانی اور خاص نظر ہے وہ جو کریں سو مغفور ہے اب مینے عہد کر لیا ہے کہ بزرگوں کی اولاد پر میں کبھی کوئی بدظنی نہ کروں گا۔

اب صوفیوں اور مشائخ کا یہی کمال سمجھا جاتا ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی کرامتیں بیان کرنا۔ اور بزرگوں کے مزارات پر جانا اور ان سے حاجات طلب کرنا اور کروانا نذر و نیاز غلاف قبول کرنا اور خود ایسے باتیں کرنا کہ گویا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ابھی ابھی عرش سے برسے ہو کے آئے ہیں۔ انکو یہ خبر ہی نہیں کہ نری بزرگوں کی کرامتیں بیان کرنا جب تک کہ خود کچھ نہ ہو فضول ہے اسلام تو وہ پاک اور زندہ اور ہمیشہ تازہ بتازہ و معطر مذہب ہے کہ اپنے پیروؤں کو دائمی حیات اور ہمیشگی کی زندگی بخشتا ہے اسکے پابند ہمیشگی زندگی پاتے ہیں وہ مردوں اور رخصت شدہ لوگوں تک اپنے انوار اور برکات کا دروازہ بند نہیں رکھتا وہ خود منور اور دوسروں کو منور کرتا ہے نہ وہ خود تاریک ہے اور نہ دوسروں کو تاریکی میں چھوڑتا ہے۔ اسلام تو یہ سکھاتا اور تعلیم دیتا ہے کہ جو تقویٰ اور جس طہارت اور اعمال حسنہ کو بجا لا کر دوسرے بزرگ خدا کے پیارے بنے تم بھی وہی تقویٰ اور طہارت اور اعمال و افعال بجا لا کر ویسے ہی بلکہ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو جاؤ۔ اگر دوسروں کی بڑائی اور باسی کرامتیں ہی بیان کرنا ہے تو پھر تمھارے بھائی دوسرے مذہب والے ان باتوں میں کیا کچھ کم ہیں وہ تم سے بھی زیادہ صدہا درجہ کرامتیں اپنے بزرگوں کی سنا دیتے ہیں پھر تم میں اور ان میں فرق کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ عیسائیوں ہی کو دیکھو کہ وہ یسوع کی کیا کیا کرامتیں اور خوارق و معجزات بیان کرتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یسوع نے وہ کام کیے کہ زمین آسمان میں نہ سما سکیں۔ اور مردے ایسے زندہ کیے کہ جو شمار میں نہ آسکیں۔ اندھوں کو معجزات دکھلائے کوڑھیوں کو [illegible] مادر زاد اندھوں لولوں لنگڑوں کو تندرست اور چنگا بھلا کیا۔ بھلا اب بتلاؤ تو سہی کہ سید عبد القادر جیلانی نے ایک کشتی دریا میں سے نکالی جس میں چند شخص تھے اور یسوع نے اسقدر مردے اُن کی آن میں زندہ کیے کہ شمار سے باہر ہوں وغیرہ وغیرہ پھر اس میں تمھاری کیا حقیقت اور سچائی رہی ہندوؤں کی کتابیں سنو اور ہی تعجب ہو۔ تمھاری تو اسی میں نیکی ہے اور خصوصیت کہ تم خود کچھ دکھلاؤ اور وہ دکھلاؤ کہ عیسائی اور ہندو تمھارے مقابلہ میں دم نہ مار سکیں۔

یہ نامراد مُردہ پرست قوم عیسائی اپنی تمام آرزوؤں اور مرادوں کو مسیح کے ذمہ لگا کر بیٹھ رہے ہیں۔ یہ صوفی یہ درویش یہ قبر پرست سجادہ نشین اگر راہ راست پر ہوتے اور صراط مستقیم کی پابندی ان میں ہوتی اور سچا تقویٰ اور سچی طہارت اور خشیۃ اللہ ان میں پایا جاتا اور وہ واقعی صاحب کرامت و خرق عادت ہوتے اور معرفت الٰہی کی خوشبو سے معطر ہوتے تو کیوں آج غیر قوموں کو اسلام جیسے پاک و شستہ و مصفّٰی و معطر و موثر و منور مذہب پر ہاتھ ڈالنے اور ٹھٹھا اڑانے کا موقع ملتا ان کے بدعملیاں انکی بری حالتوں اور خراب کرتوتوں نے عیسائیوں برہموں جینیوں وغیرہم کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا۔ ان کا یہ خیال کہ کرامت کو ایسا چھپاؤ جیسے عورت اپنے حیض کو مخفی کرتی ہے کسقدر دور از عقل اور ذہانت ہے۔ بھلا خدا تعالیٰ ایک نعمت عطا کرے اور یہ اُس نعمت کی بیقدری کریں تب ہی تو اس بیقدری کے بدلے وہ نعمتیں وعطیات الٰہیہ واپس لے لی گئیں ایسے ناقدروں سے لے لینا ہی بہتر ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ برہموں نے جو الہام اور مکالمات الٰہیہ اور خوارق و معجزات سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کو بیکار اور معطل ٹھیرایا یہ انہیں بزرگواروں کی بدولت ہے یہ کرامتیں دکھلاتے انبیاء اور اولیاء کی گدی کے مالک کہلا کر انکی طرح خوارق و کرامات اور کشوف و رؤیا کو ظاہر کرتے خدا کی ہستی کا نشان دیتے تو کیوں اسلام پر آج چاروں طرف سے ظلمات تیر و تبر کے وار چلتے۔ عیسائیوں کی مجال تھی کہ وہ علی الاعلان کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ کوئی معجزہ ثابت نہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو بگاڑا بلکہ اسلام کو نقصان کے دھبے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی کرائی۔ باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محب قدیم سید محمد علی صاحب - بعد دعائے فقیرانہ و سلام مسنونہ واضح رہے کہ میں نے آپکا خط غور سے پڑھا - معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میری ایک مدت دراز کی صحبت اور نیز ایک لمبے عرصہ کی ارادت سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا -

عزیز سید! میں نے قادیان میں اپنا کیا نقصان کیا اور کیا خسارہ اُٹھایا - کیا خدانخواستہ کوئی میرا ہاتھ جاتا رہا یا آنکھ ناک کان میں فرق آگیا یا کوئی اور عضو گر گیا - یا معاذ اللہ میں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا یا انبیا اولیا اور خدا کے برگزیدوں اور مقبولوں سے روگردان و برگشتہ ہوگیا وہ کون سی ایسی بات ہے جو میرے لیے باعث نقصان اور موجب حرمان ہوئی اگر لکھی ہوتی ایک تو بتلائی ہوتی - بندۂ خدا! بے تحقیق اور بغیر سوچے منہ اُلال کر بات کہدینا اچھی نہیں یہاں تو وہی نماز وہی زکوٰۃ وہی روزہ وہی حج وہی کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہی اوامر وہی نواہی وہی احکام وہی طرز عبادت وہی طریق اخلاق ہے جو دین اسلام میں ہے - ہاں اگر نہیں ہے تو ایک فقط حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام نہیں ہے - وہ کیوں نہیں؟ اسلیے نہیں کہ اس شرک مجسم اور کفر اعظم حیات مسیح ابن مریم سے اسلام کوسوں دور ہے قرآن کریم اس سے منکر ہے رسول اس سے منکر صحابہ اس سے منکر تابعین اور تبع تابعین اس سے منکر آئمہ و اکابر و اولیا اس سے منکر پھر بڑی بات یہ کہ میرے آبا و اجداد اس سے منکر پھر بتلاؤ کہ اس میں نفع ہے یا نقصان - اگر قرآن میں مسیح کی حیات کا ذکر ہوتا یا احادیث و آثار میں یا اکابر اسلام و آئمہ عظام و اولیا کرام اور اہل ولایت کے تذکرہ میں یہ ذکر پایا جاتا تو تو میں مورد طعن اور مصدر تشنیع ہو سکتا تھا -

سید صاحب! سوچو! اور غور کرو! چند ایک روایات ضعیفہ نہیں نہیں موضوعہ ناقصہ کاسدہ اور لغو اور بیہودہ دبے ودبا اور یا تراجم مفسدہ و غیر صحیحہ کی بنا پر تم یا کوئی اور مجھے ملامت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں - کیا تمہارے والد تم سے کہہ گئے اور مجھسے پوشیدہ رکھ گئے؟ بالکل نہیں؟ یا میرے کسی آبائی سلسلہ کی کسی تصنیف میں دکھا سکتے ہو کہ اُنھوں نے مسیح کی حیات کے بارہ میں ایک لفظ بھی لکھا ہو؟ قطعاً نہیں - خدا کے لیے سوچو! اور خوف خدا کو دل میں جگہ دو - تم کیا میرے رہ دیدیں میں بہتوں نے مجھے لکھا ہے اور تم سے جنہوں نے کہا ہے اسی واسطے ایک میں نے رسالہ لکھا ہے جس میں آیات سے احادیث سے اور صحابہ کے اجماع سے تابعین و تبع کے اقوال سے اور نیز حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے لے کر نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن سلسلہ وار نام بنام میں نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ حبیب الرحمٰن رضی اللہ عنہم تک کتب معتبرہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ سب بزرگ یکے بعد دیگرے وفات مسیح کے قائل تھے اور حضرت قطب الاقطاب قطب جمال الدین احمد ہانسوی جو حضرت امام اعظم سے گیارہویں پشت میں ہیں اور مجھ سے اٹھارہویں پشت میں ہیں اور آپ کے شہر میں انکی خانقاہ ہے جسکی زیارت کے لیے آپ صبح صبح ہر روز جایا کرتے ہیں اور نماز قضا ہوجائے مگر وہاں کا جانا ترک نہ ہو اُنھوں نے وفات مسیح کو کھول کر بتا دیا ہے کہ وہ مرگئے اور آنے والا مسیح اور ہے اور نزول جو وفات پاگیا اور جو مسیح آنے والا ہے وہ اسی اُمت سے ہے اور اسپر اُنھوں نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ جیسے رمضان کا مہینہ ایک چلا جاتا ہے اور دوسرا رمضان اُسکی جگہ آتا ہے مگر وہ اُس رمضان کا غیر ہوتا ہے جو گذر گیا اور ہوتا ہے رمضان ہی - پس اس رسالہ کے دیکھنے سے ثابت ہو جائے گا کہ نقصان تمھی اُٹھا رہے ہو یا اس خاکسار نے - اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ یہ عاجز کس بصیرۂ تامہ اور انکشاف صحیحہ و صریحہ بینہ پر قادیان میں آیا ہے اور خدا کے فضل اور رحمت اور الٰہی نشان کو پایا ہے اور کس مظہر اللہ کے قدوم میں جگہ لی ہے -

افسوس صد حسرت و افسوس طرح طرح کی رسومات اور قسم قسم کی بدعات و اہیات نے آپ کے دل میں جگہ لے رکھی ہے جس سے آپکو صاف اور سیدھی راہ ٹیڑھی اور پر خار نظر آتی ہے - آنکھیں کھولو - کس برتے پر مجھے کہتے ہو کہ آپ نے اپنا بڑا نقصان کیا پیارے سید میں نے نقصان کیا یا تم نے؟ نقصان اپنا کیا یہ تمھارا کہنا کہ حضور اپنے اہل و عیال کو وطن لے جایئے اور آپ یہاں تشریف لے آیئے تو ہم سب ویسے ہی دست بستہ حضور کے غلام حاضر ہیں - استغفر اللہ ثم استغفر اللہ کیا مجھے اب بعد بصیرۂ صحیحہ حاصل کرنے کے پھر بے بصیرتی میں ڈالتے ہو - کیا پھر مجھے ڈھولک وستار اور چنگ و رباب اور جھوٹے حال و قال میں اور بدبودار بدعات و رسومات اور میلوں ٹھیلوں میں پھنسانا چاہتے ہو جن امور شنیعہ کو ان بزرگوں نے بھی منع فرمایا جن کے مزارات پر یہ کام کیے جاتے ہیں چنانچہ حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا کے تذکرہ میں لکھا ہے - کتاب سیر الاولیا ملاحظہ ہو - کہ شخصی آمد و گفت کہ یاران شما در فلان جمع جمعیتی کردند و مزامیر در میان بود خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر بر زبان مبارک راند کہ ہرچہ کردہ اند نیکو نہ کردہ اند من بارہا منع کردہ ام کہ سماع مزامیر و محرمات نباشد - الخ -

اور اخبار الاخیار میں یہ لکھا ہے کہ روزے بعضی از مریدان شیخ نظام الدین اولیاء مجلسی داشتند و از دف و نای سرودے می شنیدند شیخ نصیر الدین محمود در مجلس بود برخاست تا برآید یاران تکلیف نشستن کردند گفت خلاف سنت است گفتند از سماع منکر شدی و از مشرب پیر برگشتی گفت حجت نمی شود دلیل از کتاب و حدیث می باید بعضی از غرض گویان این سخن بخدمت شیخ رسانید کہ شیخ محمود چنین میگوید شیخ را صدق معاملہ او معلوم بود فرمود راست میگوید حق آنست کہ او میگوید و در سیر الاولیا می نویسد کہ در مجلس شیخ نظام الدین مزامیر نبودی و تصفیق نکردندی -

پیر صاحب! جسکو خود اہل طریقت ایک امر منع فرما دیں تمکو اسمیں پھر ملوث کرنا چاہتے ہو اور گھر گھری دیہیوں کی طرف کھینچتے ہو - کیا مجھ اس فقیرنی جیسا کرتے ہو کہ کسی بادشاہ نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا وہ کچھ فکر اور غم سے ملول رہتی گئی بادشاہ نے اس ملالت اور غم کا حال دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ میرے حسب منشا کھانا نہیں ملتا بادشاہ نے کہا کہ جسطرح چاہو وہ انتظام کیا جاوے اُس نے عرض کیا کہ یہ چاہتی ہوں کہ کھانا میرے مکان میں جب لایا جائے تو میں اکیلی کھاؤں اور میرے پاس کوئی نہ ہو - پس بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو فقیرنی نے دروازے مکان کے بند کرکے اور کھانوں کو طاقوں میں رکھدیا اور پھر ایک ایک طاق پر جاتی اور سوال کرتی اور دو دو چار چار لقمے لیکر کھاتی - تب اُسکا وہ رنج دور ہوا بادشاہ نے یہ حال معلوم کرکے اُسکو اپنے محل سے دفع کیا سید صاحب! مجھے آپ ایسا ہی دیکھکر خوش ہونا چاہتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک -

دیکھو ہمارے جد امجد حضرت قطب جمال الدین نے جب فرید الدین گنجشکر سے بیعت کی تو تمام آمدنی دیہات و خطابت کو ترک کر دیا تھا اور مرشد کی صحبت کو اسپر ترجیح دی - مرشد جیسی نعمت بھی کوئی دنیا میں ہے یا ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں - اخبار الاخیار وغیرہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب انتساب او با امام اعظم ابو حنیفہ کوفی ست از اعاظم خلفاے شیخ فرید الدین گنجشکر است جامع کمالات ظاہر و باطن بود روزے شخصی از ہانسی بخدمت گنجشکر آمد از وی پرسید کہ حال ما چگونہ است عرض کرد کہ مخدوم از آں روز کہ بخدمت پیوستہ ترک کردہ است مواضع و اسباب و شغل خطابت کلی ترک دادہ است و گرسنگیہا و بلاہای سخت میکشد شیخ فرید الدین خوشحال شد و فرمود الحمد للہ خوش جا شد - علی ہذا القیاس ایسا ہی میں نے بھی کیا تو کیا بُرا کیا کہ خدا کی رضا اور مرشد کی صحبت کے لیے اپنی آمدنی کثیر اور جاگیر اور عہدۂ پیری و صاحبزادگی کو الوداع کیا اور پیر بھی وہ پیر کہ سب پیروں کا پیر اور مرشد بھی وہ مرشد کہ سچا اور صادق اور خدا کا فرستادہ مرشد مسیح موعود مہدی معہود جس کے انتظار میں ہزاروں پیر فقیر لاکھوں کروڑوں راسخ علما و صادق اولیا اس جہان سے گذر گئے اور گویا یہ کہتے ہوئے اسی شوق میں رخصت ہوگئے -

وہ بھی دن ہوگا کبھی شاہ امم میرے گھر تک آپکے آئیں قدم
میں پکاروں شوق سے یہ دمبدم من ہمی دارم کہ در پایت کشم
تو کہ در خوبی نداری ہمسرے

وہ تمام بزرگ اگر اسوقت زندہ ہوتے تو سر منہ کے بل ہاتھوں کے بل چلکر آتے اور اس مرسل یزدانی کے قدموں کی خاک پاک کو سرمہ بناتے اور اس فرستادہ الٰہی کی بیعت سے شرف حاصل کرکے اسکی بارگاہ معلیٰ میں دست بستہ یہ گذارش کرتے

خمسہ

اے تیرا الاحسن کا عالم نیرے و تیری کس کس آن پر کوئی مر
دین و دل اور جان دیں کیا کیا اگر من ندیدم چون تو ہرگز دگرے
مہدی و عیسیٰ و دہر انورے

اور یہ بات آپکی سراسر ناواقفیت پر اشارہ کر رہی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں نہ کوئی عالم ہے نہ فاضل ہے نہ کوئی صوفی نہ مشائخ - لوگ یہی بیہودہ اعتراض کرتے ہیں اور صادق اور سعید الفطرۃ لوگ اور عالم بھی اور فاضل بھی اور مشائخ بھی اور صوفی بھی ہزار در ہزار اس سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہوتے رہینگے - آپ جیسے معترضین کے منہ بند کرنے کے لیے میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اسمیں علما و فضلا اور مشائخ کی فہرست معہ پتہ و نشان دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایک میں ہی نہیں بلکہ بیشمار سعید اور ہزارہا عالم و فاضل اس سلسلہ پاک میں داخل ہو چکے ہیں اور داخل ہوتے جاتے ہیں

خمسہ

بیکڑوں بسمل پڑے در پر ترے اور ہزاروں فقیں وش ہنکر پھرے
کوئی بیخود کوئی واویلا کرے من ندیدم چون تو ہرگز دگرے
مہدی و عیسیٰ الخ

کہہ کے بسم اللہ رکھتی ہیں قدم تیرے کوچہ سے نہیں ٹلتے ہیں ہم
جان کے جانیکا ہو اب کسکو غم من ہمی دارم کہ در پایت کشم
تو کہ در خوبی نداری ہمسرے

وہ تجلی ہے تمھاری بے حجاب دونو عالم جسنے کر ڈالے خراب
آدمی ہوں کسطرح لاؤں میں تاب ورنہ میں پنہاں ہما آفتاب
گر برآئی با مداد از منظرے

عشق صادق انجیل نوجوان میرے بخشیں باس ہی پوچھ میاں
درد باطن کے یہ ہوتے ہیں نشاں ہر کہ دید از چشم خسرو خونفشاں
گشتہ ہر مو بر تنِ او نشترے

عزیز سید! ایک دفعہ یہاں آؤ اور خدا تعالیٰ کی نئی تجلی کے ظہور کا نظارہ کرو تو معلوم ہو کہ خسران مبین میں آپ مبتلا ہیں نہ کہ عاجز فقیر -

خاکسار سراج الحق نعمانی عفی عنہ
یکم جنوری ۱۹۰۴ء

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کا ... اہتمام سے چھپکر شائع ہوا -

نمبر — دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ فروری سنہ ۱۹۰۴ء — جلد

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

علیہ السلام والتحیۃ

گذشتہ اشاعت سے آگے

دنیا میں یہی طریق قاعدہ ہے کہ جب مثلاً محکمہ بندوبست ایک جگہ کام کرتا ہے اور وہ کام ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہ عملہ وہاں نہیں رہتا ہے اسی طرح انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آتے ہیں ان کے آنے کی ایک غرض ہوتی ہے اور جب وہ پوری ہو جاتی ہے پھر وہ رخصت ہو جاتے ہیں۔

لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھتا ہوں تو آپ سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت اور قابل فخر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نہیں ملی۔

آپ ایسے زمانہ میں آئے کہ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی تھی اور وہ مجذوم کی طرح بگڑی ہوئی تھی اور آپ اسوقت رخصت ہوئے جب اپنے لاکھوں انسانوں کو ایک خدا کے حضور جھکا دیا۔ اور توحید پر قائم کر دیا آپ کی قوت قدسی کی تاثیر کا مقابلہ کسی نبی کی قوت قدسی نہیں کر سکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی حالت میں منقطع ہوئے کہ وہ حواری جو بڑی منت سے طیار کئے تھے جن کو رات دن ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ بھی پورے طور پر مخلص اور وفادار ثابت نہ ہوئے اور خود حضرت مسیح کو انکے ایمان اور اخلاص پر شک ہی رہا۔ یہاں تک کہ وہ آخری وقت جو مصیبت اور مشکلات کا وقت تھا وہ حواری انکو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک نے گرفتار کرا دیا اور دوسرے نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ لعنت کی اس سے بڑھ کر ناکامی اور کیا ہوگی۔

حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم نبی بھی راستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ اور وہ ارض مقدس کی کامیابی نہ دیکھ سکے۔ اور ان کے بعد ان کا خلیفہ اور جانشین اسکا فاتح ہوا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی قابل فخر کامیابی کا نمونہ ہے۔ اور وہ کامیابی ایسی عظیم الشان ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ آپ جس بات کو چاہتے تھے جب تک اسکو پورا نہ کر لیا آپ رخصت نہیں ہوئے آپ کی روحانیت کا تعلق سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا چاہتے تھے چنانچہ کون اس سے ناواقف ہے کہ اس سرزمین میں جو بتوں سے بھری ہوئی تھی ہمیشہ کے لیے بت پرستی دور ہو کر ایک خدا کی پرستش قائم ہو گئی۔ آپ کی نبوۃ کے سارے ہی پہلو اسقدر روشن ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔

آپ ایک خطرناک تاریکی کے وقت دنیا میں آئے اور اسوقت گئے جب اس تاریکی کو دنیا کو روشن کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی قدسی قوۃ کے کمالات کا یہ بھی ایک اثر اور نمونہ ہے کہ وہ کمالات ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ نظر آتے ہیں اور کبھی وہ قصہ یا کہانی کا رنگ اختیار نہیں کر سکتے۔ اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ خوارق اور اعجاز اب نہیں ہیں۔ پیچھے ہی رہ گئے ہیں مگر یہ ان کی بدقسمتی اور محرومی ہے وہ خود چونکہ ان کمالات و برکات سے جو حقیقی اسلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتی ہیں محروم ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تاثیریں اور برکات پہلے ہوا کرتی تھیں اب نہیں۔

ایسے بیہودہ اعتقاد سے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان پر حملہ کرتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے اسوقت جبکہ مسلمانوں میں یہ زہر پھیل گئی تھی اور خود مسلمانوں کے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے پیدا ہو گئے تھے

مجھے بھیجا ہے تاکہ میں دکھاؤں کہ اسلام کے برکات اور خوارق ہر زمانہ میں تازہ بتازہ نظر آتے ہیں۔

اور لاکھوں انسان گواہ ہیں کہ انھوں نے ان برکات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور صدہا ایسے ہیں جنھوں نے خود ان برکات اور فیوض سے حصہ پایا ہے۔

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایسا بیّن اور روشن ثبوت ہے کہ اس معیار پر آج کسی نبی کا متبع وہ علامات اور آثار نہیں دکھا سکتا

جو میں دکھا سکتا ہوں

جسطرح یہ قاعدہ ہے کہ وہی طبیب حاذق اور دانا سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ مریض اچھے کرے اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے وہی افضل ہوگا جو روحانی انقلاب سب سے بڑھ کر کرنے والا ہوا اور جس کی تاثیرات کا سلسلہ ابدی ہو۔

اب اس محک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور مسیح کی کامیابی کو دیکھو۔ ایک موقع مسیح پر مشکلات کا آتا ہے وہ قوم اور جماعت جو اس نے طیار کی تھی وہ اپنا کیا نمونہ دکھاتی ہے۔ انجیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ خاص شاگرد جو حواری کہلاتے تھے اسکو چھوڑ بیٹھے اور جو ان میں بھی خاص تھے ایک تیس روپے کے لالچ سے اسکو گرفتار کرانے والا ٹھہرا اور دوسرا جسکو بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں وہ سامنے لعنت بھیجتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

قوم کو کیا تکلیفیں ہیں مگر وہ اُس قوم کو کچھ وقعت نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بات بات پر اعتراض کرنے والے اور انکار کرنے والی قوم تھی۔ یہاں تک کہ کہدیا اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون۔ مگر اسکے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو دیکھو۔ کہ اُنھوں نے بکریوں کی طرح اپنا خون بہا دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوگئے تھے کہ وہ اسکے لیے ہر ایک تکلیف اور مصیبت کو اُٹھانے کو ہر وقت طیار تھے اُنھوں نے یہانتک ترقی کی کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ انکو دیا گیا۔ پس صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی الگ نہیں ہوئے اور وہ آپ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ کرتے تھے بلکہ دریغ نہیں کیا اُن کی نسبت آیا ہے

مِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ

یعنی بعض اپنا حق ادا کرچکے اور بعض منتظر ہیں کہ ہم بھی اس راہ میں مارے جاویں۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر و عظمت معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے روشن ثبوت ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان ثبوتوں کو ملکوک کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قدر کرسکتا ہے جو صحابہ کرام کی قدر کرتا ہے۔ جو صحابہ کرام کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں کرتا۔ وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اور پھر صحابہ سے دشمنی۔ جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُرا سمجھتے ہیں اور اُن سے دشمنی کرتے ہیں وہ فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی نبوۃ کے روشن دلائل کو توڑتے ہیں + جب ایک ٹانگ ٹوٹ جاوے تو باقی کیا رہ جاتا ہے اگر آپ ۲۳ سارے زمانہ رسالت میں دو چار آدمی بھی معاذ اللہ ایسے طیار نہیں کرسکے جو اعلیٰ درجہ کے باخدا انسان ہوں اور جنھوں نے اعلیٰ درجہ کی روحانی تبدیلی کرلی ہو تو پھر آپکی قوت قدسی کا کیا ثبوت رہ جاوے گا پھر اگر دوسرے لوگوں کے اعتراضوں کو دیکھا جاوے جو وہ اُنپر کرتے ہیں تو پھر تو معاذ اللہ ایک بھی راست باز آپ کی تعلیم سے ثابت نہیں ہوتا۔ نواصبیہ (خوارج) حضرت علی کو معاذ اللہ منافق کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرلیا حالانکہ [illegible] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع بھی فرمایا تھا۔ اس اعتراض کا جواب شیعہ کیا دیسکتے ہیں۔ اسی طرح پر ناصبیہ کے اعتراض ایسے ہیں کہ انکو سنکر بدن پر لرزہ پڑتا ہے + ادھر شیعہ ہیں کہ وہ شیخین کی ذات پاک پر شوخی کے ساتھ اعتراضات جمع کرتے ہیں + لیکن اگر یہ دونو فریق خداترسی اور روحانیت سے کام لیتے تو ایسا نہ کرتے وہ دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جسم کیطرح ہیں اور صحابہ کرام آپکے اعضا ہیں۔ جب اعضا کاٹ دیے جاویں تو پھر باقی کیا رہ گیا۔ جسم ناقص رہ جاتا ہے اور خوبصورتی بھی باقی نہیں رہتی

ان باتوں کو سُن سُنکر بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور مسلمانوں کی حالت پر افسوس آتا ہے کہ وہ اپنی اس قسم کی کارروائیوں سے بھی دشمنوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع دیتے ہیں اور ان کی زبانیں کھلتی ہیں بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے اسلام کی جڑ کاٹ رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی اندرونی کمزوریاں اور خرابیوں نے یہ ضرورت پیدا کی کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کی تائید اور نصرت کے لیے ایک سلسلہ قائم کردیتا جو ان غلط فہمیوں کو دلوں سے دور کردیتا۔

یہی غرض ہے میرے آنے کی

جو سعید الفطرت ہیں وہ اس حقیقت کو سمجھکر اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں + میں پوچھتا ہوں کہ یہ بات بڑی ہی قابل غور ہے کہ یہ لوگ جو مسلمان کہلاکر صحابہ کی ذات پر حملہ کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملہ کرتے ہیں اور قرآن شریف کی عزت پر حملہ کرتے ہیں غیر قوموں خصوصاً عیسائیوں کے بالمقابل ہمارا یہی زبردست دعویٰ ہے کہ آپ کی پاک تعلیم اور صحبت نے ایسے اعلیٰ درجہ کے روحانیت پیدا کی۔ اور بالمقابل مسیح کے ۱۲ حواری بھی درست نہ رہ سکے لیکن جب یہ عقیدہ ہو کہ بجز ایک یا دو کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں کسیکی بھی اصلاح نہیں ہوئی تو پھر ہم کو منہ دکھانے کی بھی جگہ نہیں رہتی۔ اس صورت میں ہم ان کے سامنے کیا پیش کرسکتے ہیں؟

قرآن شریف کی اس سے کیا عزت رہی ایک طرف تو ہم یہ مانتے اور پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم خاتم الکتب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور نبوت ختم ہوچکی دوسری طرف اسکی تاثیرات کو یہانتک ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دو آدمی کے سوا کوئی درست نہ ہوسکا [illegible] اعتراضات کو جمع کیا جاوے جو مخالف کرتے ہیں تو پھر نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک بھی درست نہیں ہوا۔ بلکہ سارے [illegible] اس عقیدہ کی شناعت کو خوب [illegible] کہ اسکا اثر اسلام پر کیا پڑتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو یہ یوں مخالف ہوئے۔ اور قرآن شریف کے برخلاف اسطرح پر ہیں کہ کہتے ہیں اصل قرآن شریف نہیں رہا جواب موجود ہے وہ محرف مبدل ہوگیا ہے اور اصل قرآن مہدی کسی غار میں لیکر چھپا ہوا ہے اب تک نہیں نکلتا۔ دنیا گمراہ ہورہی ہے اور اسلام پر حملے ہورہے ہیں مخالف ہنسی کرتے ہیں اور خطرناک توہین کررہے ہیں اور مسلمان دنیا کے ہاتھ میں بقول ان کے قرآن شریف بھی نہیں ہے اور مہدی ہے کہ وہ غار سے ہی نہیں نکلتا۔ کوئی سمجھدار آدمی ہندو سے ڈر کر ہمیں بتائے کہ کیا یہ بھی دین ہوسکتا ہے؟ اور اس سے کوئی آدمی روحانی ترقی کرسکتا ہے۔ یہ محض افسانے اور خیالی باتیں ہیں۔ حقیقت اور سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت اور تاثیر کے ساتھ بھیجا تھا جس کا اثر ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو خدمت اسلام کی کی ہے اور جسطرح پر اُنھوں نے اپنے خون سے شائع کی آبپاشی کی ہے اُسکی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملے گی ان کی خدمات اسلام کے لیے نہایت ہی قابل قدر اور اعلیٰ درجہ کی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کے دین میں سستی واقع ہونے لگتی ہے اور کمی فہم یا مرور زمانہ کیوجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو کر پاک دین بگڑنے لگتا ہے

اُس وقت اللہ تعالیٰ ایک شخص کو مامور کرکے بھیجتا ہے جو اُسکے بلائے بولتا ہے اور روح القدس کی تائید اُسکے ساتھ ہوتی ہے۔

وہ ان غلط فہمیوں اور خرابیوں کو دور کرتا ہے جو علمی طور پر دین میں پیدا ہوجاتی ہیں اور اپنے عملی نمونہ اور قدسی قوت کے ساتھ ایک نیا ایمان دنیا کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر بخشتا ہے۔

(باقی آئندہ)

رسالہ سراج الحق

وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں نرالی بحث جس میں اجماع اُمۃ سے وفات ثابت کیگئی ہے قیمت ار محصول ۱ر منگاؤ سراج الحق نعمانی از قادیان

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیحضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت اب پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ خاندان رسالت کے جمیع ممبر خدا کے فضل سے تندرست ہیں۔

۲۔ بزرگان ملت بھی خدا کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ تندرست اور خدمت دین میں مصروف ہیں

۳۔ حضرت حکیم الامۃ کا رسالہ ترک اسلام کا جواب ختم ہوگیا اُسکا نام

نور الدین

رکھا گیا ہے۔ آپ توجہ کررہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی توفیق رفیق...... حال ہو تو ستیارتھ پرکاش کا جواب بھی لکھا جاوے اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامۃ کی روح القدس سے مدد فرماوے۔ اور جلد اس خدمت دین کی توفیق آپ کو دے آمین۔

حضرت حکیم الامۃ کا ایک اعلیٰ درجہ کا مضمون **مذاہب عالم پر ریویو** اور نہایت مختصر الفاظ میں الحکم کی اسی اشاعت میں شائع ہوتا ہے اور آیندہ بھی اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو الحکم میں وقتاً فوقتاً آپ کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین شائع ہونگے۔

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک خط شیعہ مذہب پر لکھنا شروع کیا تھا اور وہ اگر خط ہی رہتا تو الحکم کی اسی اشاعت میں شائع ہوجاتا مگر خدا نے آپ کے سینہ کو کھولدیا اور ایک معمولی خط کے بجائے ایک رسالہ ہوگیا ہے، اسلیے علیحدہ طبع ہوگا۔

فاضل امروہی نے اپنے وطن سے ابھی تک مراجعت نہیں فرمائی۔

۴۔ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اس ہفتہ میں منجملہ اور معزز مہمانوں کے ہمارے مکرم سید تفضل حسین صاحب پنشنر تحصیلدار اٹاوہ سے تشریف لائے۔

ہمارے مقدمات

مقدمات کے انتقال کی درخواست جو چیف کورٹ میں ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء کو گذری وہ بھی نامنظور ہوئی۔ ۲۳ کو مقدمات گورداسپور میں بعدالت چندو لال صاحب پیش ہوئے

علی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جناب مسٹر اوگارمن صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وکلا نے ریر بیز (؟) حکیم فضل الدین صاحب اور ایڈیٹر الحکم کی طرف سے آخر الذکر وکلا پیش ہوئے۔

مگر پہلے مقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم دین پیش ہوا۔ خواجہ صاحب نے تقریر کی کہ ملزمان پر فرد جرم لگایا جاوے۔ اسکے بعد فریق ثانی نے اپنی بحث شروع کی اور ختم کی۔

۲۴ فروری کو پہلے مسٹر اوگارمن صاحب نے اعلیٰ حضرت کی طرف سے ایک درخواست مع تحریری بیان پیش کی کہ یہ بیان شامل مثل کیا جاوے جو ۲۵ کو فیصلہ کے لیے رکھی گئی جس کا فیصلہ ۲۵ کو نہیں ہوا۔ اور آخر وہ بیان مسٹر صاحب موصوف نے بطور تقریر تحریری پیش کر دیا جو شامل ریکارڈ کیا۔ مستغیث کو **عدالت نے** دیدیا۔

۲۴ کو خواجہ صاحب نے کرم دین کے مقدمہ میں جوابی تقریر شروع کی جو ابھی ختم نہیں ہوئی۔

۲۵ کو کرم دین نے بذریعہ ایک درخواست کے استدعا کی کہ مجھے تقریر کے لیے موقع دیا جائے کیونکہ شیخ نبی بخش صاحب نے مولوی فقیر محمد کی طرف سے تقریر کی تھی۔ اسپر خواجہ صاحب نے کہا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقیر محمد ان مضامین کو جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں کرم دین کے باور کرتا ہے اور شیخ نبی بخش صاحب اپنی بحث میں انکار کر چکے ہیں یہ تقریر پھر اسکی طرف سے کیونکر ہو سکتی ہے۔ مگر عدالت نے ملزم کرم دین کو موقع دیا اور اسنے تقریر کی بالآخر خواجہ صاحب نے شیخ نبی بخش اور کرم دین کی تقریروں پر جوابی تقریر ۱۲ بجے تک کی اس کے بعد مقدمہ ۸ مارچ پر ملتوی ہوا

احمدی جماعت کی خدمت میں ایک عاجز کی درخواست

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ ایک سال سے میں ایک دینی امر کی نسبت سخت فکر میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں اُس فکر کی وجہ سے میری جان گداز نہیں ہوئی۔ چونکہ جماعت کی دعا میں برکت ہوتی ہے۔ اسلیے ملتمس ہوں کہ سب بھائی اپنی نمازوں میں میرے لیے ضرور دعا فرماویں

ثم السلام علیکم۔

خاکسار یار محمد بی۔اے۔ ایل ایل بی احمدی اسٹنٹ ایم۔او۔ ایل کلاس لاہور کالج

اعلان

مدرسہ تعلیم الاسلام سے امتحان مڈل میں امسال ۱۲ طالب علم بھیجے گئے تھے جن میں سے ۹ طالب علم بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس سال بسبب کثرت بارش اور بیماری اور بعض دیگر وجوہات کے مدرسہ بہت عرصہ تک بند رہا۔ اور تعلیم کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نتیجہ بہت عمدہ رہا ہے۔ سال گذشتہ میں اس مدرسہ سے چھ طالب علم امتحان مڈل میں بھیجے گئے تھے اور چھ ہی پاس ہو گئے۔ امسال پاس ہونے والوں کے نام مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) مرزا **عزیز احمد** ولد خان صاحب مرزا سلطان احمد صاحب ای۔اے۔سی۔

(۲) **عبد الغفار خان** احمدی ولد خان صاحب مولوی انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی۔

(۳) **اقبال علی غنی** احمدی برادر فیض علی صابر صاحب۔

(۴) **سمیع اللہ خان** احمدی ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور

(۵) **راجہ محمد اسحاق** احمدی ہمشیرزادہ مرزا خدابخش صاحب۔

(۶) **عبد الحق** ولد بابو غلام محی الدین صاحب ہیڈ کلرک محکمہ انہار امرتسر۔

(۷) **عبد العزیز احمدی** ۔ فیض اللہ چک

(۸) **قاضی** عبد السمیع احمدی ساکن ضلع گورداسپور

(۹) **عبد الغنی** احمدی ولد بابو غلام محی الدین صاحب ہیڈ کلرک محکمہ انہار امرتسر

جماعت چہارم ہائی ۱۵ مارچ ۱۹۰۴ء کو کھولی جائے گی۔ تمام طلبا کو چاہیے کہ حتی الوسع تاریخ مقررہ پر پہونچ جاویں۔ تاکہ کسیکی پڑھائی میں حرج نہ ہو۔ جو طلبا غیر مدارس سے یہاں آنا چاہیں اُن کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مدرسہ سے اپنا ڈسچارج سارٹیفکیٹ ساتھ لیکر آدیں کیونکہ یہ مدرسہ صاحب انسپکٹر محکمہ تعلیم کے معائنہ اور ملاحظہ کے لیے کھولا جا چکا ہے اور اس واسطے انٹر سکول رولس یعنی قواعد باہمی معاہدہ درمیان مدارس پنجاب زیر نگرانی صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم کی پابندی ضروری ہے۔

صاحب انسپکٹر صاحب بہادر مدارس نے اس مدرسہ کے متعلق اپنی رائے بہت عمدہ ظاہر فرمائی ہے جو عنقریب اخبار میں شائع کی جاوے گی والسلام۔

محمد صادق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ۲۳ فروری سنہ ۱۹۰۴ء

دار الامان میں ڈسپنسری کی ضرورت اور سول سرجن صاحب بہادر

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں قادیان میں ایک ڈسپنسری کے کھولے جانے کے متعلق جو آرٹیکل ہم نے لکھا تھا۔ اور وہ اس بنا پر تھا کہ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ صاحب سول سرجن بہادر کے سامنے کالووان میں کسی ڈسپنسری کے کھولے جانے کا سوال ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں قادیان کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ وجوہات ترجیح بھی ہم نے بتا دیے تھے اس آرٹیکل پر صاحب ممدوح نے خصوصیت سے توجہ فرمائی ہے جسکی چٹھی صاحب ممدوح کے دفتر سے ہمیں جواباً پہونچی ہے وہ یہ ہے

حکم ہوا کہ

جواباً لکھا جاوے کہ بالفعل کوئی تجویز قصبہ کاہنووان یا دیگر جگہ جدید ہسپتال کھولنے کی درپیش نہیں ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب ایسی تجویز ہو صاحب ممدوح قادیان کا لحاظ ضرور رکھنے کی کوشش فرماوینگے۔

یاد رفتگان

ہمارے بعض مرحوم ہم جماعتوں کا نوحہ ایک ہم جماعت نے لکھا ہے۔ اس میں مرحوم مغفور **ابوب صادق** کا بھی ذکر کیا ہے جسکو پڑھ کر مرحوم یاد آگیا۔ چونکہ اس ذکر میں مرحوم کی پاک سیرت کا تذکرہ ایک ایسے نوٹ سے ہوا ہے جسکو اس سلسلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اسلیے وہ زیادہ وزن دار اور گرانقدر ہے۔ ہم کو ذیل میں درج کرتے ہیں وہ یہ ہے

ہم نہیں بھولے نتیجہ خوابیاں ابوب کی
اسپ طبعی کا بھی سچ سچ تھا وہ نتیجہ زمن
اسقدر صبر اور استقلال وہ زہد و ورع
تھا جوانوں کے لیے ضرب المثل اسکا چلن

نکاح کی ضرورة

ہم نے اس سے پہلے بھی ایک دو مرتبہ **سردار فضل حق صاحب** کے متعلق ضرورت نکاح کا اعلان کیا تھا۔ اور انہوں نے شادی بھی کر لی تھی مگر محض **سلسلہ عالیہ** سے تعلق کی وجہ سے انکو طلاق دینا پڑا کیونکہ لڑکی کے والدین سخت متعصب تھے انہوں نے سلسلہ مبارک سے الگ ہونا گوارا نہیں کیا اپنی بیوی کو چھوڑ دینا زیادہ آسان سمجھا۔ **سردار صاحب** کے متعلق ہمکو کچھ زیادہ لکھنے اور کہنے کی ضرورت نہیں **حضرت حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** حضرت **حکیم الامۃ** عم فیضہ کو ایک خط میں "**سردار صاحب**" کی نسبت یہ فقرات لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

لڑکیوں کی تلاش میں والدین کو بڑی دقتیں واقع ہوتی ہیں لائق لڑکا ملتا نہیں اور آپکو معلوم ہے کہ **سردار فضل حق صاحب** بہت نیک چلن آدمی ہیں اور صاحب جائداد و زمین ہیں اور والد صاحب اُن کے گیارہ سو دو سو روپیہ سالانہ جاگیر رکھتے ہیں اور **سردار فضل حق صاحب** کی لائلپور میں بھی زمین ہے اور جمعیت معاش بہرصورت عمدہ رکھتے ہیں اور جوان اور خوش شکل آدمی اور لائق ہیں ایسا لائق ساتھ کم میسر ہو۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

عرض

جو صاحب سردار صاحب کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کرنا چاہیں وہ حضرت مولانا مولوی **عبد الکریم صاحب** سے خط وکتابت کریں۔

ارشادات القرآن ونفایس القصص والحکایات

مولوی **فتح محمد خان** صاحب جالندھری نے قرآن مجید میں سے احکام وہدایات الگ اور قصص وحکایات الگ اُردو زبان میں جمع کر دیے ہیں۔ ارشادات القرآن میں احکام ہیں اور وہ پہلا حصہ ہے دوسرے حصہ میں وہ قصے نہایت **فصیح اردو** میں لکھے گئے ہیں جن کا قرآن **شریف** میں تذکرہ ہے ان کتابوں کی ایک ایک **جلد** ہر ایک مسلمان کے گھر میں رہنی چاہیے۔

قیمت حصہ اول یعنی ارشادات القرآن فی جلد ۶
قیمت حصہ دوم نفائس القصص والحکایات ۶

عورتوں اور بچوں کو یہ کتابیں پڑھانے کے قابل ہیں

دفتر الحکم سے طلب کرو

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۶ جلد ۸

عام طور پر کل انسان ایک امام کے حضور جمع نہیں ہو سکتے کل دنیا نہ تو متفق ہی ہو سکتی ہے نہ وہ ایک جگہ جمع ہو سکتی ہے ملک کی طبعی تقسیم اور پھر کل دنیا کی طبعی تقسیم اس امر کی شاہد ہے۔ اس عام نظام قدرت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ سب کے سب امام کے حضور جمع رہو اور ہر وقت حاضر رہو قریباً تکلیف مالا یطاق ہو جاتی جو حق تعالیٰ نے نہیں رکھی۔ یہ فخر عیسائیوں کو بے شک ہے کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انکو ایسی شریعت ملی ہے جسکو کوئی انسان بجا لا سکتا ہی نہیں۔ اگرچہ تعجب ہے کہ پھر وہ شریعت کا نزول ہی کیوں مانتے ہیں سرے سے کہدیتے شریعت آئی ہی نہیں اور نہ اسکی کوئی ضرورت تھی کیونکہ انسان اسکی بجا آوری اور تعمیل سے قاصر ہے۔ لیکن اسلام ہاں پاک و بے عیب اسلام ایسی شرمناک اور قابل مضحکہ بات کو روا نہیں رکھتا وہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی پاک ہدایت دیتا ہے پھر میں کیوں ایک طرفۃ العین کے لیے بھی یہ روا رکھوں کہ اسلام میں کوئی حکم ایسا بھی ہے جسکی تعمیل نا ممکن ہے یہ خوبی اور عظمت اسلام کی ہی ہے کہ اسکی جمیع احکام اس قسم کے ہیں کہ ہر ایک انسان انسے اپنی استطاعت و طاقت کے موافق اپنی حالت اور حیثیت کے لحاظ سے یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے وہ بیمار ہے اٹھکر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ بیٹھکر حتی کہ اشاروں سے بھی پڑھ سکتا ہے۔ اس کا ثواب ایک مستعد تندرست آدمی کی نماز سے کم نہیں ہوگا اور نہ اس نماز میں کوئی سقم واقع ہو سکتا ہے ایک شخص استطاعت حج کی نہیں رکھتا حج نہ کرنے سے اسپر گناہ نہیں ہوگا اسی طرح پر تفقہ فی الدین کی بھی مختلف صورتیں ہیں ہر شخص اتنا وقت اور فراغت نہیں رکھتا کہ وہ اس کام میں لگا رہے۔ دنیا میں تقسیم محنت کا اصول صاف طور پر ہدایت کرتا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف کام کریں انسان کی تمدنی زندگی کی ضروریات کا تکمل ہو سکتا ہے پس اسی اصول کی بنا پر حکم ہوا کہ

مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

یعنی یہ امر تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کل مومن علوم حقہ کی تعلیم اور اشاعت میں کل کھڑے ہوں اسلیے ایسا ہونا چاہیے کہ ہر طبقہ اور گروہ میں سے ایک ایک آدمی ایسا ہو جو علوم دین حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جاکر انکو حقائق دین سے آگاہ کرے تاکہ ان میں خوف و خشیت پیدا ہو۔

میں افسوس اور درد دل کے ساتھ کہتا ہوں کہ عملی رنگ میں اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا ہے حقیقت میں ایسا ہی ہوا ہے۔

علم کی غرض و غایت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا ہو جس خوف سے خدا تعالیٰ کی معرفت بڑھتی ہے اور انسان گناہوں اور بدیوں سے بچتا ہے۔ یہ بات خیالی نہیں یقینی اور نیچرل ہے۔ دیکھو تم کیوں خون کرنے سے ڈرتے ہو؟ صرف اسلیے کہ تعزیرات ہند ڈراتی ہے اور اس کی سزا سمجھاتی ہے دلپر ایک خاص اثر ڈالکر ایسی حرکات سے بچاتی ہے یہ طریقے دراصل بدیوں سے بچنے کے عارضی اور ظنی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قانون مجریہ وقت کے ہوتے ہوئے بھی باوجود دیکہ مجرموں کو سزا ملتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں من کل الوجوہ جرائم کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ حقیقی طور پر یہ دروازہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے بند ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء ربانی اور ماموروں کی زندگی میں یہ نمونہ بدیوں کا نہ ملے گا بلکہ انکی زندگی پاک اور بے لوث ہوگی؟ وہ ایسی بدیوں سے نہیں بچتے کہ وہ تعزیرات ملک سے ڈرتے ہیں بلکہ وہ تعزیرات خدا سے ڈرتے ہیں اور وہ خوف ان کے نفسانی قویٰ پر غلبہ پاکر اس مادہ کو بھسم کر دیتا ہے جو بے اعتدالی کا جوش نفس سے پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسی حقیقی طور سے گناہ سے بچنے کا طریق خوف خدا کا دلپر مستولی ہوتا ہے۔ ایک اور بھی راہ ہے جس سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حسن پر اطلاع ہے۔ جب پوری معرفت اور بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جمال کو دیکھتا ہے تو اس حسن کے بالمقابل تمام لذات اسے ہیچ اور فانی نظر آتی ہیں اور ساری خوشیوں اور راحتوں کو اسی صاحب الحسن کی اطاعت میں پاتا ہے یہ مقام اعلیٰ درجہ کے انسانوں کا ہوتا ہے مگر ایک طبقہ انسانوں کا ایسا بھی جو خوف الٰہی بھی ان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے۔ اور یہ خوف **علوم حقہ** میں تفقہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے اسی لیے علماء ربانی کی شان میں کہا گیا ہے

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

مگر آج اس زمانہ میں **عالم** کے یہ معنی سمجھے گئے ہیں کہ کج بحثیاں کرنے میں طاق ہو کبھی کسی بات کے ماننے کے لیے طیار نہ ہو جو منہ سے نکل جاوے خواہ وہ کیسا ہی بیہودہ اور لغو ہو اسکی تائید میں قرآن شریف میں تحریف کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے سے بھی نہ ڈرے۔ خدا تعالیٰ مجھکو اور میرے بھائیوں کو ایسے علم سے بچالے۔ آمین۔

حضرت امام نے ایک الہامی قصیدہ لکھا ہے اس میں کا یہ شعر کیسا سچا ہے

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نے خرم

تم علم پڑھو لیکن اگر اس علم سے خدا کا خوف اور خشیت پیدا نہیں ہوتی تو استغفار اور لاحول پڑھو کہ وہ علم حجاب اکبر ہو کر ہلاکت کا موجب نہ ہو جاوے میں نے بڑے بڑے مولوی اور عالم کہلانے والے دیکھے ہیں اسوقت موجود ہیں اور تم میں سے اکثر اس سے ناواقف نہیں کہ وہ چیز جو ان کی راہ میں امام وقت کی اطاعت میں ٹھوکر کا باعث ہوئی وہ وہی ان کا علمی ناز اور گھمنڈ تھا۔ اگر وہ حقیقی علوم کے وارث ہوتے تو ان میں خشیت اور خوف پیدا ہوتا ان کے دل یہ سنکر ڈرجاتے کہ سنانے والا کہتا ہے۔

میں خدا کا مامور ہوں

یہ چھوٹی سی بات نہ تھی خدا کے بھیجے ہوئے سے **مقابلہ!!!** میں سچ کہتا ہوں کہ یہ خدا کا فضل ہے جسکو میں بیان کرتا ہوں کہ میرا دل اس تصور سے بھی کانپ جاتا ہے کہ انکار کے لیے کیوں جرأت کرتے ہیں؟ مگر مشکل یہ ہے کہ وہ **علم** نور فراست ساتھ ہی نہ رکھتا اس سے بہتر تھا کہ وہ جاہل ہوتے ایک اور بات قابل غور ہے کہ **عالم ربانی** بننے کے لیے شرط ہے **تقوے اللہ** کی بدون اسکے **علوم حقہ** کی کلید مل سکتی ہی نہیں کیونکہ خود خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اِتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اصل معلم علوم حقہ کا تو خدا تعالیٰ ہی ہے اور اسکی راہ ہے تقوے اللہ۔

جب اس طریق پر انسان تقوی اختیار کرے **تو علوم حقہ کے دروازے اسپر کھلیں گے** اور وہ **اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا** میں داخل ہوگا۔

غرض **عالم ربانی** کے لیے ضرورت ہے کہ تقوے سے کام لے اور تقوی کی حقیقت اس وقت تک کھل نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ کے صادق اور مامور بندہ کی صحبت میں نہ رہے جیسا فرمایا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اس سے صحبت صادق کی بہت بڑی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور فی الحقیقت ضرورت ہے لیکن چونکہ ساری قوم ایک ہی وقت اپنے امام کے گرد نہیں رہ سکتی اور اگر ہر فرد قوم کا حاضر بھی ہو تو ہر ایک فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ طبیعتیں جدا جدا ہیں اور مذاق الگ الگ اور تقسیم محنت کا اصول الگ اسکی مخالفت کرتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا

کہ ایک گروہ حصول تعلیم دین کے لیے حاضر ہو اور وہ واپس جاکر قوم کو سکھائے

میں پھر کہتا ہوں کہ اس آیت اور اسکے اصل مفہوم پر غور کرو۔ اسکے الفاظ کو سوچو کہ ان کے اندر اصول تعلیم کے لیے کیسا کھلا اور واضح قانون رکھا ہے اصل غرض **تفقہ فی الدین** ہے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ طوطے کی طرح چند کتابیں رٹ لے اور دستار فضیلت باندھ کر یا ایک کاغذ سند کے طور پر ہاتھ میں لیکر قوم پر ایک بوجھ بنکر مالیہ وصول کرتا پھرے۔ نہیں بلکہ اسکی روحانی اور اخلاقی حالت اسکی نکتہ رسی اور معرفت ایسی ہو اسکے کلام میں وہ تاثیر اور برکت ہو کہ لوگوں پر خوف الٰہی مستولی ہو کر ان کو گناہوں سے بچانے کا باعث ہو۔ وہ ایک نمونہ ہو جس سے قوم پر اثر پڑ سکے۔ مگر بتاؤ اور وسیع نظر کرکے دیکھلو کہ کتنے ہیں جو اسکے صحیح مصداق ہیں۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے **مرزا صاحب** کو **امام** مان کر صادق سمجھا بہت اچھا کیا لیکن کیا اس غرض و غایت کو سمجھا کہ **امام** کیوں آیا ہے؟ وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ اسکی غرض یا اسکا مقصد میری تقریروں سے یا مولوی عبد الکریم کے خطبوں سے یا کسی اور کے مضمون نویسیوں سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہم اس غرض اور مقصد کو پورے طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے بیان میں وہ زور اور اثر ہو سکتا ہے جو خود اس رسالت کے لانے والے کے بیان میں ہے پھر اسکے معلوم کرنیکو تو خود اسکے منہ سے کچھ سننا چاہیے۔ اور یہ اس کی صحبت سے معلوم ہوگا۔

تم نے مولویوں کو ناراض کیا بیجا رشتوں کو چھوڑا اور اکثروں کو یہ مشکلات بھی پیش آئیں کہ انکو اپنے بعض رشتہ داروں یا عزیزوں سے قطع تعلق کرنا پڑا۔

مذاہب عالم پر ریویو

حضرت حکیم الامت کے قلم سے
پرانی یادداشت لی سے

عام پر

(۱) مذہب صحیح وہ ہے جسکی صحت عملاً ثابت ہو۔ پھر وہ جس کی حقیقت اور نفس الامریہ دلائل واضحہ اور حجج نیرہ سے ثابت ہو۔ پھر وہ ہم آخر مقابلہ میں مظفر رہو۔

میں بارہا سوفسطائیہ اور وجودیہ کو اس پہلی دلیل سے جیتا ہے۔ ایک بار سوفسطائیہ کو کہا کہ عمل میں تم اپنے مذہب کو لاکر دکھیو۔ جو کوئی تم میں سے بھوکا ہوتا ہے روٹی کھاتا ہے پیاسا ہو پانی پیتا ہے۔ کچہری میں ملازم ہو وقت پر اسے کچہری میں جانا۔ اپنے اپنے فرض منصبی احتیاط سے ادا کرتا ہے۔ پھر ان نظریوں کا ثمرہ کیا ہے جنکو تم بحث میں لاتے ہو۔

ایسا ہی قائل وحدت الوجود عام ہندو کیطرح اعمال عبودیت سے کامیاب۔ پھر اس دعویٰ الوہیت کا نتیجہ کیا۔ کفارہ کے عقیدہ کا عملی فائدہ بجز بیباکی کے کیا ہے۔ تثلیث سے کیا جدید علمی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ ابوبکر کے الطاف خلافت سے اب کیا حاصل کیا اب علی کو اسکو مل سکتی ہے جس سے تمہارے زعم میں [illegible]۔ غرض تمام بطلان پر یہ تلوار چلتی ہے۔

۲۔ کامل کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے صحیح دلائل پیش کرے اور اپنے مخالف کی تکذیب اور تکذیب کے دلائل نیرہ پر حاوی ہو۔ یہ بات توریت موجودہ اور مخطا لعہ کردہ بائبل میں نہیں اور نہ اناجیل وگرنتھ میں اور نہ اس وید میں جو چنے سنتا ہے۔ نہ ژند وستا میں اور نہ ساکنوں اور بدھوں کی مقدسہ کتب میں۔

اور پھیر لیں برہموں کے یہاں جو کتاب صحیفہ فطرت سے اسمیں وہ اسرار سے نکلا ہے۔ کہ تریاق از عراق نمی آید ومارگزیدہ بمیرد۔

مسیحی

۱۔ علاوہ توریت کے حلال وحرام۔ اور احکام سے سروکار ہی نہیں۔ اور راستہ ہیلی پر وہ زور لگاتے ہیں کہ اربوں روپیہ پانی کیطرح اس کام میں لگا دیا عجب اور بہت تعجب۔

۲۔ تحقیق در تحقیق کی فکر اور انجیل مسیح کی کھو بیٹھے ہیں۔ اُس کا نام ونشان نہیں مگر ایک فقرہ (ایلی ایلی لما سبقتانی)

۳۔ نیچر کے دلدادہ ہیں اور غور نہیں کرتے کہ شیر کا بچہ شیر اور اسکے لوازمات اپنے باپ کے لوازمات مگر مسیح میں الٰہی لوازمات کہاں۔

۴۔ زانی کو آتشک وسوزاک ہوتا ہے اور پھر بھی اعتقاد کہ مسیح کفارہ ہے۔ کیا گناہ کا اثر جسم پر نہیں پڑتا۔ پڑتا ہے اسی واسطے آدمی ماتھے کے پسینہ سے روٹی کماتا ہے۔ اور حوا دردزہ سے جنتی ہے پہلے مسیح کو مرہم کر انسان معاً بپتسمہ سے شفایاب کیوں نہیں ہوتا۔

۵۔ تثلیث وکفارہ میں دعویٰ ہے کہ ان میں عقل کو دخل مت دو اور نہیں سمجھتے کہ اگر عقل کو دخل نہ دیا جائے۔ تو کسی غلط مذہب پر بھی کوئی اعتراض نہیں آ سکتا۔

۶۔ ایک مسیحی اور اسکا چیلہ کہتا ہے کہ تثلیث کا باریک مسئلہ اب تک مسلمان سمجھے ہی نہیں۔ پروفیسر کہتا ہے کہ ایشیائی دماغ اس دقیق بات تک پہونچتا ہی نہیں۔ اسپر کہا گیا کہ مسیح خود ایشیائی اور اسکے نادان چیلے سب ایشیائی تھے کیوں سمجھے۔ یا یہ مسئلہ یورپ کا ایجاد ہے۔

بسقدر اعتراضات ان لوگوں نے اسلام پر کیے بڑھ چڑھ کر ان لوگوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور اپنے دعوے کو مدلل نہیں کر سکتے اور نہ اپنے اعتراضات کو مبرہن۔ مثلاً جہاد اور غلامی کثرت ازدواج اور طلاق ان کے معرکۃ الآرا اعتراضات ہیں۔

لاکن قومی جہادوں میں دنیا میں بے نظیر۔ اور مجرموں۔ مخالفوں کے غلام بنانے میں یہاں تک ۔۔۔ بتلاؤ کہ غلاموں کے لیے جو مکانات ہیں انکو جیل خانہ نام رکھتے ہیں اور ہم وہاں رکھتے ہیں جہاں ہمارا ہی باپ بھائی فرزند۔ کثرت ازدواج کے منکر مگر عملی طور پر جو نقوی ہے وہ ظاہر کہ کنچنیاں کیونکر ہیں ضرور ہیں۔ پاؤں میں وہ حالت کہ الامان الامان۔ ظاہر ہے کہ ایک مرد اپنا بیج بہت جگہ رکھ سکتا ہے مگر ایک عورت بہتوں کا بیج پرورش نہیں کر سکتی۔

طلاق کی مشکلات اور جبیر وہ مبنی ہے اسکو دیکھتے ہیں کہ فطری قواہش اولاد کی ہوتی ہے اور بعض عورتیں بانجھ ہیں عورتیں اپنے بعض عوارض سے مرد کے پاس نہیں رہ سکتیں یا ان کا رکھنا مالی اور جانی نقصانات کا باعث ہوتا ہے اور عملی رنگ میں ناجائز طور پر قضائی شہوات کرتی ہیں جسے ضرورت پڑتی کہ طلاق کو جائز کردیں۔

علی الشیعہ

۱۔ قرآن کریم کے متعلق جیسے تفسیر میں لکھا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ اسکی ترتیب کو عمداً بگاڑ گیا۔ اور اس میں کمی کی گئی۔ پھر ایسی کتاب کیونکر قابل تمسک ہو سکتی ہے۔

(پھر حدیث ثقلین میں یہ پہلی بات ہی غیر مفید ہوئی) اسی واسطے صاحب مجمع البیان طبرسی افسوس کرتا ہے کہ تفسیر خاصہ (شیعہ) میں نہیں یا کم ہے

۲۔ حدیث کے پہلے مبلغ انکے نزدیک (اعاذنا اللہ) منافق۔ غاصب۔ مرتد۔ اور بیدین تھے۔ یا تقیہ باز۔ پس وہ کیونکر مثبت کسی امر دینی ہو سکتے ہیں۔

۳۔ فقہ واصول فقہ قرآن وحدیث پر مبنی ہے۔ جب اصل ہی نہیں تو فرع کہاں۔

۴۔ تاریخ میں چاہی واقعات صحیحہ کا بیان ہو۔ یہ لوگ صحابہ کے بیان میں کوئی خوبی ابوبکر وعمر کی۔ اور کوئی نقص اہل بیت کا بیان نہیں کر سکتے ہیں۔

کاش قالت الیہود لیست النصاریٰ علی شیء وقالت النصاریٰ لیست الیہود علی شیء پر تدبر کرتے۔

۵۔ نبیوں کی ضرورت نے اخلاق وذہنیت کو اس بھی نہیں آنے دیا

۶۔ علم کلام انکا امور بالا پر موقوف ہے اور تقیہ کے باعث ذہنی قوتیں مردہ یا پژمردہ ہو جاتے ہیں

۷۔ بڑے بڑے الفاظ میں کسی معصوم کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر عملی فائدہ نہیں دکھا سکتے۔ کہ وہ معصوم کہاں اور انکے نواب ونظائر کب معصوم ہیں۔

(۱) سنیئے ایکبار بمقام مالیرکوٹلہ مولوی شیخ احمد صاحب مجتہد سے عرض کیا تھا کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا سے معلوم ہوتا ہے کہ افواج در افواج لوگ دین الٰہی میں داخل ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے۔ مجھے ایک مومن کے دس بیس نام سنا دو۔ آپ نے اسکا جواب دیا کہ پہلے اذا کی تحقیق نقلی طور پر کلام الٰہی سے ہونی چاہیے کہ آیا زمانہ حادث ہے یا قدیم۔ پاک ہے یا نجس متصل ہے یا منفصل وغیرہ وغیرہ۔ میں عرض کیا کہ اسے لکھ دیجیے

پھر یہ قصہ میں نے ایک بار حضور امام علیہ السلام پیش کیا تو فرمایا آپ تو دور چلے گئے الحمد للہ کا لفظ کفایت کرتا ہے کیونکہ اپنے اندر باہر دائیں بائیں سب منافق ہی منافق تھے تو بجائے الحمد کے قرآن اور آپ کا کلام لاحول ولا قوۃ سے شروع ہوتا۔ الحمد للہ کا مقام تھا۔

(۲) یہ لوگ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا پر غور کرتے تو حاشا یہ کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ۲۳ برس کی محنت اور دعاؤں کا نتیجہ خاتم الکمالات

گویا کہ کوئی ان کے ہاتھ پر مزکی ومطہر ہوا۔ تزکیہم کہاں گیا۔ لیستخلفنہم فی الارض کیا ہوا۔ منافق کے بارے میں تو ارشاد ہے وھموا بما لم ینالوا پس صحابہ کرام کیوں کامیاب ہوئے۔

(۳) واقعات صحیحہ۔ نفس الامریہ سے ان کو تعلق نہیں۔

میں اگر امام صاحب امام حسین کی ہے تو قبل از شہادت کیوں۔ پھر اسکا بروز شہادۃ توڑنا کیوں۔ اگر ان کے ہاتھ نہیں۔ تو یہ تعظیم کس بنا پر

(۴) امام حسین شہادۃ پاچکے۔ اور شہید کیلیے نص ہے۔ یرزقون فرحین۔ پھر جسکو فرح عطا ہوئی اسپر گریہ یعنی چہ

(۵) سوزخواں۔ محرم کی آمد پر خوش۔ اجتماع پر خوش۔ داد پر خوش۔ صدر نشینی پر خوش خرم اور اظہار کرنا ہے رنج کا۔ غم والم کا۔

دنیا طلبی اصل غرض ہے اور مخفی۔ اسکو دیکھ کی آڑ میں ہزاروں ہزار مطاعن اور تدابیر امور کے ذریعہ کام لیا گیا۔ اور امارت بنو امیہ کے ہاتھ آگئی۔ پھر دوسری کوشش میں عباسی بازی لے گئے۔ آخری سعی۔ علقمی اور طوسی کی ہوئی اور سلطنت کو مغل لے گئے۔

نیز اگر فرض کرلیں کہ مولی مرتضیٰ خلیفہ بلا فصل بن جاتے تو خلفا راشدہ کے علاوہ کیا تعلیم فرماتے۔

نکاح

نکاح کا شخصی فائدہ حفظ صحت بعض بیماریوں میں۔ دفع مزاحمت جو ایک بے تمیزی ہے۔ بے حیائی۔ بے مروتی ہے۔

نوعی فائدہ۔ حفظ نوع۔ تربیت اولاد۔ بے تحقیق نطفہ کی کون فکر کرے

اسلیے

جسمی طاقت۔ مالی وسعت۔ پر ارشاد ہے و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ فھو اغض للبصر واحصن للفرج۔ لتسکنوا الیہا

اولاد صالح۔ نساءکم حرث لکم۔ و تزوجوا الولود الودود

جب ۔۔ ہے تو عورت طلاق لے۔ مرد طلاق دے۔ خلع یا فسخ ہو اگر فوائد باطل ہوں

عورت	مرد
۱۔ نفسانی ضرورتیں پوری نہوں	”
قابل ولادت نہ ہو	”
معاشرۃ کے نقص ہوں	”
جائز شرائط کو پورا نہ کرے۔	نان ونفقہ نہ دیسکے

طلاق

یہ سب کچھ صحیح لیکن اگر اس غرض کو معلوم نہ کیا جس کے لیے وہ چھوڑا ہے تو کیا فائدہ !
اپنے آپکو مشکلات میں تو ڈال لیا مگر غور تو کرو کس قدر ہیں جو یہاں رہ کر قرآن شریف سیکھیں علمی اور عملی تفسیر کا یہاں کے سوا کہیں موقع نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا مامور یہاں موجود ہے۔ میں سچ کہتا ہوں میرے دل میں یہ تڑپ اور جوش ہے اور رہتا ہے کہ میرے بھائی سمجھدار اور ذہین یہاں رہیں اور قرآن شریف کے علوم حقہ کو سیکھیں اسی طرح جیسے اہلِ صحابہ مدینہ میں رہ رہ کر سیکھتے اور پھر واپس جاکر اپنی قوم کو تبلیغ کرنے اور ان کی اشاعت میں مصروف رہتے۔

(باقی آیندہ)

فٹ نوٹ۔ مولانا ! آپ کی تڑپ اور اضطراب محض خدا تعالیٰ کے لیے ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے اُمید کی جاتی ہے کہ مراد کبھی نہ کبھی وقت پیدا ہو جاوے گی اور خدا تعالیٰ قوم کے دل میں اس ضرورت کی اہمیت کو القا کرے گا ۔ لیکن میں اپنی آرزو اور تمنا کے موافق الحکم ہی کے ذریعہ آپ سے التماس کرتا ہوں اس کام کے لیے ضرورت ہے آپ کی متواتر **تحریک** اور **تحریر** کی اس اہم ضرورۃ مسئلہ میں **قوم** کو آگاہ کریں کہ وہ ایک **شاخ دینیات** اس التزام کے ساتھ قائم کرے جس کا ذکر میں نے الحکم کی گذشتہ اشاعت میں کیا ہے یا اگر اس سے کوئی بہتر صورت ہو [illegible] امید کرتا ہوں کہ اگر آپ یا مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی دو تین تحریریں اس ضرورت پر نکلیں تو قوم میں ایک حرکت پیدا ہو جاوے ۔ اس امر کی لاریب بڑی ضرورت ہے کہ ایک جماعت ایسے لوگوں کی پیدا ہو جو علوم حقہ حاصل کریں اور پھر واپس جاکر اپنے شہروں اور ملکوں میں وہ تبلیغ کا باعث ہوں ۔ اگر الحکم کے ناظرین میں سے بیس شخص بھی پانچ پانچ روپے ماہوار کے وظائف دینے کا اس دینی کام کے لیے عزم بالجزم کریں تو وہ ہمیشہ کے لیے اپنے واسطے نیکیوں کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں ؟

کیا کوئی ہے جو اس ضرورۃ کو محسوس کرے اور بارشاد الٰہی فاستبقوا الخیرات میں قدم آگے بڑھائے

خریداروں کو اطلاع

جو صاحب نمبر چٹ کے حوالہ سے خط نہیں لکھتے وہ ہم کو معذور سمجھیں اور اپنا قصور تصور فرماویں کیونکہ کئی مرتبہ اعلان ہو چکا ہے مگر نمبر چٹ اکثر نہیں لکھا جاتا۔

ایڈیٹر

تار کی خبریں

لندن ۱۶ فروری۔ واشنگٹن پایہ تخت صوبجات متحدہ امریکہ میں خبر پہونچی ہے کہ ۲۰ ہزار جاپانی فوج ۱۴ فروری کو کوریا کے بندر چیلفو میں اُتری ۔ جاپان اپنی بری فوج کو بطریق احسن جمع کر رہا ہے ۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ملک کی حفاظت کے لیے کافی فوج پیچھے رکھکر وہ تین لاکھ سپاہ میدان جنگ کو بھیج سکتا ہے ۔ افواج کے اجتماع و نقل و حرکت میں سخت اخفا سے کام لیا جا رہا ہے ۔ فوجیں رات کے وقت روانہ کی جاتی ہیں

پورٹ آرتھر میں بقول روسیان ۱۴ فروری کو کوئی نئی بات وقوع میں نہیں آئی۔

ہر دو جدید خریدکردہ جاپانی کروزر موسومہ کسوگا و نشین جو اٹلی کے شہر جینوا سے پچھلے مہینہ انگریز افسروں اور ملاحوں کی نگرانی و اہتمام میں روانہ ہوئے تھے بخیریت جاپانی بندرگاہ یوکوسوکا میں پہونچ گئے ہیں۔

فرمنہ [illegible] پانچ کروڑ روبل کی مالیت کے کریڈٹ نوٹ جاری کیے ہیں اور روبل روسی سکہ ہے جو [illegible] کی برابر ہے۔

سنگاپور کے اخبارات کو تار آئے ہیں کہ جاپانیوں نے [illegible] اور مانچوریا ریلوے کے متعلق جو روسی سٹیمر چینی بندر شنگھائی اور [illegible] کے مابین [illegible] مسافر لے جایا کرتے تھے وہ سب پکڑ لیے ہیں

چار انگریزی مصافی جہاز جو موسوم [illegible] جو امیر البحر کا جہاز ہے اور [illegible] وغیرہ ۱۱ فروری کو بندر چیفو میں پہنچ گئے [illegible] کا وزن ساڑھے دس ہزار ٹن ہے ۔ باقی وہ اس سے زیادہ وزنی اور [illegible] ہیں ۔ (وطن)

جاپان نے [illegible] کی میعادی نوٹ جاری کیے ہیں جن پر وہ خریداروں کو پانچ فیصدی سالانہ سود دے گی ۔ اور ایک سو کے نوٹ کو وہ ۹۵ میں بیچے گی اس کا روپیہ سرکار پانچ سال گذرنے پر ادا کرے گی۔ دیگر [illegible] لوٹوں کی طرح بازار میں بک سکیں گے ۔ جاپانی سکہ ین [illegible] کے برابر ہے۔

ایک انگریزی تجارتی جہاز موسومہ آفریدی پر پندرہ سو جاپانی جو روسی بندر ولاڈی ووسٹاک میں کاروبار کرتے تھے ۔ شمالی جاپان کے بندر ہکوڈیٹ میں پچھلے دنوں پہونچے۔

جاپانی سرکاری نوٹوں کا بھاؤ بھی ماہ جنوری میں بہت گر گیا تھا جن سے ہنڈیاں کی منڈی یعنی سرکاری کاغذات و تمسکات کی خرید و فروخت کے بازار کے بہت سے دلال تقریباً دیوالیہ ہوگئے اس بے اطمینانی کے ابھی جلد دور ہونے کی توقع نہیں۔

چین و جاپان ۔ ملکہ چین نے ظاہر کیا ہے کہ چین اس جنگ میں روس کے برخلاف جاپان کا ساتھ دے گا اور مانچوریا کی سلامتی کے لیے جو چین کا صوبہ ہے بلا تامل جنگ کرے گا اس اچانک اعلان پر پایہ تخت کے بازاروں میں لوگوں کے جھگمٹے لگ رہے ہیں اور عام حیرانی ظاہر کی جا رہی ہے ۔ چینی محکمہ جنگ کے عہدہ دار سارا دن ملکہ کی خدمت میں حاضر رہ کر باہم صلاح و مشورہ کرتے رہے اور سیکڑوں اردلی ایک دفتر سے دوسرے دفتر کو دوڑتے رہے ۔ عام خیال ہے کہ چین بہت جلد عملی کارروائی کرنے والا ہے۔

ایک روسی جہاز آج کولمبو پہونچا اور یہ سنکر کہ لڑائی چھڑ گئی ہے آنے جانے سے رُک گیا ہے۔ وہ تا احکام ثانی وہیں رہیگا۔

روسی بیڑہ جہازات موسومہ بحر قلزم کے مصافی جہازات آسلی ابیا [illegible] ۔ و تمزی و [illegible] ۔ اور چند تارپیڈو کشتیوں کو تا احکام ثانی بندر جبوتی میں رہنے کا حکم لایا ہے (یہ وہی جہازات ہیں جو ایک ہفتہ معرض اخفا میں رہے ۔ ممکن ہے یہ خبر بھی جزیرہ منی کوئی وغیرہ کی خبروں کی طرح منگھڑت یا محض قیاسی ہی ہو ۔ جبوتی مشرقی افریقہ کے وسط میں انگریزی سومالی لینڈ اور اطالین علاقہ حبش اور خاص حبش کے درمیان ایک فرنچ بندرگاہ ہے ۔ وہ آبنائے باب المندب کے جنوب میں ہے اور عدن شمال مشرق میں ۔ عدن اور جبوتی میں ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ ہے ۔ انگریزی بندر زیلع بالکل جبوتی کے قریب ہے ۔ فرانس اسے فوجی استحکامات سامان حرب و رسد اور [illegible] جہازات کے لحاظ سے عدن ثانی بنانے کے درپے ہے ۔ وطن)

سینٹ پیٹرز برگ (پایہ تخت روس) میں خبر چلی ہے کہ جاپانی افواج کی معقول جمعیت (باربرداری کے جہازوں پر سوار) جو جاپانی کروزروں کی حفاظت میں خلیج لاؤ ٹنگ کو جا رہی ہے کہ خشکی پر اُتر کر پورٹ آرتھر کے قریب روسی انچوری ریلوے لائن کو توڑ دے (خلیج لاؤ ٹنگ نقشہ میں دکھا دی گئی ہے ۔ وہ پورٹ آرتھر کے مغرب اور خلیج پچلی کے شمال میں ہے ۔ وطن)

جاپانی نقصان ۔ جنوبی جاپان کے بندر ناگاساکی میں افواہ ہے کہ روسیوں نے ایک جاپانی ٹرانسپورٹ (باربرداری کا جہاز) جس پر ۱۸ سو بری سپاہ سوار تھی غرق کر دیا ہے ۔

بدبختی ۔ چینی بندر چیفو سے ایک تار بھیجا آیا ہے کہ پورٹ آرتھر کے قلعوں کے روسی گولندازوں نے تین روسی تارپیڈو کشتیوں کو جاپانی بیڑہ کا قلعہ تصور کرکے گولوں کی تابڑتوڑ بارش سے غرق کر دیا۔

افواہ ۔ کولمبو کے اخبار کے ذریعہ کلکتہ میں شب گذشتہ یہ خبر پہونچی ۔ ہانکو چین کے اندرونی حصہ کے شہر سے ۱۵ فروری کو ساڑھے پانچ بجے یہ تار بھیجا گیا ۱۳ ماہ حال کی رات کو روسیوں نے چھ جاپانی جنگی جہاز غرق کیے ۔ روسیوں کا کچھ نقصان نہ ہوا ۔ جاپانیوں نے خلیج کن چو کے ساحل پر تیس ہزار فوج اتاری وہاں اڑھائی سو روسی کاساک (سوار) موجود تھے ۔ جو تلواروں سے قیمہ قیمہ کر دیے گئے ۔ روسی اخبارات نے لڑائی کی موجودہ رفتار پر ابھی کوئی قابل ذکر ریمارک نہیں کیا ۔ جاپانیوں کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ خشکی پر بھی بجمعیت کثیر دشمن پر حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

روسی وسطی مانچوریا کے شہر نیوچوانگ کو قلعہ بند کر رہے ہیں ۔ اور بحری و فوجی دستوں کو از سر نو مرتب کر رہے ہیں۔

جو جاپانی باشندے ولاڈی ووسٹاک سے ٹوکیو آئے ہیں انکا بیان ہے کہ وہاں حملہ کے روکنے کے لیے کچھ تیاری نہیں کی گئی ۔ نہ روسیوں نے دہانہ پر کوئی تارپیڈو سمندر میں رکھے ہیں نہ سرنگیں بنائی ہیں ۔ اور جو دس تارپیڈو کشتیاں وہاں ہیں وہ سمندر کے منجمد ہونے کی وجہ سے ایک جگہ جکڑی ہوئی ہیں۔

روسی دریا یالو کے شمالی کنارہ پر فوج جمع کر رہے ہیں انکو خیال ہے کہ جاپانی زور حملہ اسی موقع پر کریں گے تاکہ ریلوے لائن کو توڑ کر پورٹ آرتھر اور ولاڈی ووسٹاک کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ منقطع کر دیں۔

دو جاپانی تارپیڈو شکن جہازوں نے ۱۴ فروری کو روسی جہازات مقیم پورٹ آرتھر پر تارپیڈو چلانے کے لیے حملہ کیا ۔ مگر سخت برف باری کے طوفان نے جس سے تاریکی چھا رہی تھی ان کی کوشش کو بیکار کر دیا اور وہ واپس ہٹ گئے ۔ تاہم وہ تارپیڈو چلا گئے۔ جو خیال ہے کہ ایک روسی جہاز کو جا لگے۔

علاقہ قاف کے شہر باکو میں ارمنی لوگ زار کی فتحیابی کی دعا گرجہ میں مانگ رہے تھے کہ کسی نے ایک بمب کا گولہ پادری پر پھینک دیا کئی شخص زخمی اور دو ہلاک ہوئے (ناظرین وطن کو معلوم ہے کہ ارمنی رعایا روس کے جدید احکام اور خاصکر مذہبی معاملات اور جایدادوں کے متعلق روسی حکومت کی مداخلت سے سخت ناراض ہو رہے ہیں ۔ یہ گولہ انہی میں سے کسی نے پادری پر چلایا ہوگا ۔ کہ ان ظالموں کی فتحمندی کی دعا مانگنے کے لیے کیوں اپنی جماعت کو جمع کیا ۔ وطن)

افواہ ہے کہ زار نے ترکستان کے گورنر کو حکم دیا ہے کہ اگر انگلستان تبت میں یا کسی اور طرف کچھ بھی پیشدستی کرے تو فوراً افغانستان پر حملہ کر دے ۔

جنگ جاپان و روس

آغاز جنگ

(از لنڈن ۹ فروری صبح کے دس بجے) روسی امیر البحر الیکسف گورنر مانچوریا وغیرہ نے اپنی حکومت کو تار دیا ہے۔ کہ جاپانی تارپیڈو کشتیوں نے ۸ و ۹ فروری کے درمیانی رات کو بوقت نصف شب ان روسی جنگی جہازوں پر جو بندر آرتھر سے باہر کھلے سمندر میں لنگر زن تھے۔ حملہ کیا۔ جس میں ہمارے دو مصافی جہاز "رٹ وزان" اور "زاروچ" اور ایک کروزر جہاز "پلاڈا" کو نقصان پہونچا۔ جنگی جہازوں کی بلحاظ جسامت و ساخت وعمل چند قسمیں ہیں۔ سب سے اعلیٰ مصافی جہاز ہیں۔ جس کو سمندر کے قلعے کہنا چاہیئے۔ یہ عموماً دس بارہ ہزار سے لیکر اٹھارہ بیس ہزار ٹن وزن کے ہوتے ہیں انکی رفتار بوجہ گران وزنی زیادہ نہیں ہوتی۔ اوسط رفتار ۱۵ میل فی گھنٹہ ہے ان پر چھوٹی توپوں کے علاوہ چار پانچ کے قریب کلاں ترین توپیں ۱۲۔ انچ قطر کی نال کی ہوتی ہیں اور عموماً ڈیڑھ دو فٹ موٹی فولادی زرہ سے سب طرفوں سے محفوظ ہوتی ہیں یہ جہاز محض لڑائی کے لئے مقصود ہوتے ہیں۔ ایک مصافی جہاز پر بالاوسط ۵-۶ کروڑ روپیہ خرچ آتا ہے۔ اور خواہ کتنی جلدی کی جائے۔ ڈیڑھ دو سال سے پہلے تیار نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم کروزر (گشت کنندہ) کہلاتی ہے۔ یہ بھی عموماً زرہ پوش ہوتے ہیں اور اعلےٰ درجہ کے کروزر جہاز کا وزن بالاوسط ۸-۹ ہزار ٹن ہوتا ہے اور عموماً چند بھاری توپیں بھی ان پر ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک طرح سے مصافی جہاز ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ مصافی جہاز سست رفتار ہوتا ہے اور کروزر تیز رو۔ اور اس وجہ سے دشمن کے تعاقب طلایہ رسانی اور تمام ایسے کام جن میں تیز روی درکار ہو۔ اس سے لئے جاتے ہیں۔ بالفاظ مختصر ان دونوں میں وہی فرق ہے۔ جو بری فوج کے قلعہ شکن توپخانہ (فیلڈ آرٹلری) اور اسپی توپخانہ میں ہے ... بلحاظ جسامت و ساخت پھر چند درجہ ... سے اتر کر آگن بوٹ ہیں جو عموماً ... ہزار ٹن کے ہوتے ہیں۔ بڑی لڑائی ... مصافی جہاز یا کروزر۔ آگن بوٹ سب اپنی اپنی ... کام ... دیتے ہیں جس طرح بری معرکہ میں پیدل ... توپخانہ ... پیدل ... مگر فوراً فوراً وہ زیادہ تر ...

... دشمن کے تجارتی جہازوں کو تاخت و تاراج کرنے کا ہی کام دے سکتے ہیں جیسوں صدی کے بحری آلات و جہازات میں سب سے خطرناک شئے تارپیڈو کشتی ہے۔ اس کا وزن ۱۰۰-۲۰۰ ٹن سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وزنی سے وزنی مصافی جہاز کو بھی چشم زدن میں تہ و بالا کر دیتی ہے اور اس کے حکم میں وہی حکم رکھتی ہے جو خشکی کے قلعہ کے لئے سرنگ پہلے تارپیڈو کشتی کو تارپیڈو چلانے کیلئے جہاز کے قریب لانا پڑتا تھا۔ اب تارپیڈو یا بحری بان ایسا ایجاد ہو گیا ہے۔ کہ کشتی کو جہاز سے دو ہزار گز کی مسافت پر رکھکر اگر اسے جہاز پر پھینکا جائے۔ تو بھی جہاز کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ تارپیڈو کشتی بوجہ کم وزنی و ساخت خاص ۳۰ میل فی گھنٹہ چل سکتی ہے اس بلائے مبرم کے دفعیہ کے لئے تارپیڈو شکن جہاز ایجاد ہوئے ہیں۔ جن کا وزن ۳-۴ سو ٹن کا ہوتا ہے اور ان پر نہایت تیز چلنے والی توپیں رکھی جاتی ہیں۔ تاکہ تارپیڈو کشتی کو دیکھتے ہی جبکہ وہ ابھی ۳-۴ میل کے فاصلہ پر ہو۔ اس پر تابڑتوڑ گولوں کی بارش کرکے اسے اتنا قریب آنے سے پہلے ہی جہاں سے وہ موثر طور پر تارپیڈو چلا سکے فنا کر دیا جائے تیسری قسم سطح کے نیچے چلنے والی کشتی کی ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ پانی کے اندر سطح کے نیچے نیچے بے معلوم طور پر بڑھکے آکر غنیم کے جہازوں کو تارپیڈو لگا کر اڑا دے یہ تازہ ایجاد ہے اور ابھی اس کے اثر کا عملی امتحان نہیں ہوا۔ موجودہ جنگ میں اس کا حسن و قبح ظاہر ہو جائیگا۔ مصافی جہاز زاروچ روسی بیڑہ مقیم مشرق اقصےٰ کا بہترین جہاز تھا وزن ۱۳ ہزار ٹن تھا اور اس کے انجن ۱۶ ہزار تین سو گھوڑوں کی طاقت کے ہیں۔ زرہ ۱۱ و سات انچ دبیز ہے اور رفتار ۱۸ میل فی گھنٹہ۔ اس پر ۴-۱۲۔ انچ قطر کی ۶ انچی اور دس ۳۔ انچی توپیں تھیں جن سب کی ایک باڑھ کے گولوں کا وزن ۴۴ من ہوتا ہے۔ جہاز رٹ وزان تقریباً اس کے برابر ہے۔ کروزر پلاڈا کا وزن ۶ ہزار ۱ سو ٹن تھا۔ رفتار ۲۰ میل اور اس پر ۸ چھ انچی قطر کی توپیں تھیں۔ (وطن) زار نے ماسکو جاکر دعا مانگنے کا عزم ملتوی کر دیا ہے جاپان کا ایک بیڑہ کوریا کے بندر چلفو کو روانہ ہوا ہے۔ قیصر جرمنی نے جنگ کی وجہ سے بحیرہ روم کا مجوزہ دورہ ترک کر دیا ہے۔ روسی جنگی جہاز پچھلے ہفتہ اسلئے پورٹ آرتھر سے گئے تھے کہ ان جہازوں کو جن پر روسی فوج کا ایک پورا ڈویژن سوار تھا بحفاظت دریا یالو تک پہنچا آئیں۔ جاپان کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو اس کا پیمانہ صبر چھلک گیا اور اس نے جنگی کارروائی شروع کرکے تین روسی تجارتی جہاز جنپر کوئلہ و رسد بار تھی پکڑ لئے۔ خبر ہے کہ تساسی بو کے قریب دو اور روسی تجارتی جہاز پکڑ لئے گئے دریا یالو کوریا اور مانچوریا کے درمیان بہتا ہے ایک ڈویژن میں بالاوسط دس بارہ ہزار سپاہ (پیدل و سوار و توپخانہ) ہوتی ہے۔ تساسی بو جنوبی جاپان میں اہم بحری مرکز ہے۔ (وطن) فرانس و روس۔ روسی چینی مقام شانہائی کوان کو نیوچوانگ ...

... ہیں اور فرانس کو اس کا قبضہ دے گئے ہیں۔ فرنچ مقبوضہ ٹانکن سے ایک فرنچ پلٹن مقام مذکور کے قلعوں پر قبضہ کرنے کیلئے پہنچا چاہتی ہے۔ سردست صرف ایک فرنچ سنتری وہاں فرنچ جھنڈے کی حفاظت کر رہا ہے مقام مذکور میں انگلستان کی طرف سے جو شخص مامور ہے۔ اس نے اعتراض کیا ہے کہ فرانس اس پر قبضہ نہیں کر سکتا انگریزی سپاہ دستہ علاقہ پیکن کا اعلےٰ افسر جنرل ونڈرس بھی روانہ کیا ہے۔ شانہائی کوان۔ مانچوریا۔ پیکن لائن ریلوے لائن کا اہم سٹیشن ہے اور پورٹ آرتھر سے بجانب مغرب چین ساحل پر واقع ہے۔ (وطن) ٹائمز کا بیان ہے کہ جاپان نے آخری مراسلہ میں روس سے صرف یہ چاہا تھا۔ کہ وہ چین کی سلامتی کا تحریری عہد لکھدے۔ جاپان نے اتنی نرمی برتی تھی۔ کہ اس نے مانچوریا سے روسی سپاہ میں سے ایک سپاہی تک کے واپس بلائے جانے کا بھی مطالبہ نہ کیا تھا۔ نہ یہ تقاضا کیا تھا۔ کہ روس مانچوریا میں جو دخل حاصل کر چکا ہے۔ اس کو کچھ بھی کم کر دے۔ **جاپان** نے اعلان کیا ہے کہ اس نے چھ درخواستیں بغرض جواب پیش کی تھیں۔ مگر کسی کی روس نے پرواہ نہ کی اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ اسکی نیت بخیر نہیں۔ اور زیادہ توقف کرنا جاپان کے حق میں سم قاتل تھا۔ جاپانیوں نے روسیوں کا ایک ڈاک کا جہاز بھی جو انوار کو تنگہا سے چلا تھا پکڑ لیا ہے **چینی جنگ** شروع ہو جانے سے مشوش ہو کر پیکن میں فوج جمع کر رہے ہیں۔ مقام لوچینگ کو (جو مانچوریا میں پورٹ آرتھر سے دو سو میل کے فاصلہ پر اور ساحل سے ۴۰ میل اندر ریلوے لائن پر واقع ہے۔ (وطن) یورپین باشندے چھوڑتے جا رہے ہیں۔ ۸۵ ہزار جاپانی فوج جو ہر طرح سے لیس ہے جاپان سے عنقریب براہ سمندر کوریا میں داخل ہونیوالی ہے۔ پیکن کے سفارتخانوں کی محافظ فوجیں بڑھا دیگئی ہیں۔ **افواہ** ہے کہ چین نے کوریا کو مطلع کیا ہے کہ ہم بظاہر جاپان کے طرفدار ہیں لیکن درباطن روس سے معاہدہ کر چکے ہیں اور ہمارا ارادہ ہے کہ جب روس اور جاپان دونوں جنگ سے کمزور ہو جائیں۔ تو دونوں سے اپنا بدلا لیں کوریا بھی یہی انداز اختیار کرے۔ یہ اندازہ غلط ہے کہ روس نے پورٹ آرتھر میں دو لاکھ سپاہ کیلئے دو برس کی خوراک جمع کر رکھی ہے۔ موجودہ ذخیرہ چھ ماہ کیلئے بھی کافی نہیں۔ اور اگر جاپانیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس نے طول کھینچا تو شہر کی صفائی کا انتظام ناقص ہونے کی وجہ سے باشندوں کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ ان نقصوں کے ظاہر ہونے پر ایڈمرل الیکسف نے کئی اہلکاروں کو برطرف کر دیا ہے۔ اور چند کو سزا بھی دی ہے جھیل بیکال کے کنارہ پر بہت سی ٹرینیں ہر وقت تیار کھڑی رہتی ہیں۔ تاکہ بصورت جنگ ایک لاکھ فوج مانچوریا پہنچ جاسکے۔ یہ جھیل سائبریا کے وسط میں کوریا سے ۱۲ سو میل بجانب غرب اور سینٹ پیٹرسبرگ سے تین ہزار میل بجانب شرق ہے۔ یہ اس وقت منجمد ہے روسی اسکی سطح پر بھی لائن بچھا رہے ہیں موسم گرما میں

اس پر جہاز چلتے ہیں دونوں طرف ریلوے لائن ہے۔ (وطن) آرمین بیڑہ جہازات مقیم مشرق اقصےٰ کے لئے سامان رسد وغیرہ کا مخزن چینی بندر کیاشوکی بجائے جس پر جرمنی قابض ہے ٹھا دیا۔ صدر مقام جاوا میں بنایا گیا ہے۔

از لنڈن ۹ فروری وقت ۸ بجے شام

روس نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں جاپانی و روسی نامہ پیام کا خلاصہ دیکر بتایا گیا ہے کہ روس کا منشا جنگ کا نہ تھا۔ جاپان نے خواہ مخواہ جنگ چھیڑی ہے **جاپانی** تارپیڈو کشتیوں کے شبخونی حملہ میں روسی جہاز پلاڈا تو بالکل ہی ڈوب گیا۔ اور زاروچ اور رٹ وزن کو بہت نقصان پہنچا۔ جاپانی حملہ آور بیڑہ میں ۱۷ زرہ پوش جہاز تھے **امریکہ** نے دول یورپ کو تحریک کی ہے کہ سب ملکر جاپان و روس کو لکھیں۔ کہ جنگ کے دوران میں اور اسکے بعد بھی چین کی سلامتی و حیادت مدنظر رکھیں۔ اس میں ہرگز کسی طرح کا خلل ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ امریکن بیڑہ جہازات مقیم جزائر فلپاین جنگ کے حالات سے مطلع رہنے کے لئے بحیرہ چین کو گیا ہے۔ **روسی** رعایا مقیم جاپان کی حفاظت کا ذمہ جو دوسرے ملک میں ہو۔ ہر فریق کے دوستدار سلطنت لے لیتی ہے۔ کیونکہ خود متخاصم فریق مقابل کے ملک میں اپنا کوئی سفیر یا قونصل رہ جانے سے اپنی رعایا کے حقوق کی کچھ نگرانی نہیں کر سکتا ذمہ لینیوالا ملک اپنے سفیر اور قونصلوں کی وساطت سے یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ (وطن) **جاپانی** حکومت نے اپنی کل قلمرو میں جنگی قانون نافذ کر دیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اپنی رعایا سے اسے کسی طرح کا خطرہ ہے **جاپان** میں قومی حکومت ہے یعنی بادشاہ و رعایا ایک ہی قوم اور مذہب کے ہیں۔ اس قانون کے نفاذ کا یہ مطلب ہے کہ جنگی اغراض و مصالحہ اس کے مقتضی ہیں کہ اپنا یا بیگانہ فوجی نقل و حرکت اور تجاویز سے آگاہ نہ ہونے پائے۔ تاکہ ان کے ذریعہ دانستہ یا نادانستہ غنیم کو اطلاع نہ پہنچ جائے ان معاملات کے اخفا رکھنے کے لئے جنگی قانون نافذ کر دیا جاتا ہے۔ کہ جو شخص کسی راز کو معلوم کرنا چاہے یا کسی اور بیجا حرکت کا مرتکب ہو وہ فوراً پکڑ لیا جائے اور سرسری تجویز کے بعد کیفر کردار کو پہنچا دیا جائے (وطن) **روس** کے پایہ تخت میں رعایا نے تعلقات منقطع ہونے پر جوش حب الوطنی کے اظہار میں کل ۸ فروری کو دہوم دہام سے جلسے کئے۔ مگر آج ۹ فروری کو جب پورٹ آرتھر کے واقعہ کی اطلاع آئی۔ تو کل روسی غنیم کی اس مستعدی اور جسارت و کامیابی پر ششدر رہ گئے۔ روسی اسپر بڑے متعجب ہیں کہ جاپان نے بلا اعلان جنگ لڑائی شروع ... سینٹ پیٹرسبرگ کے کوچہ و بازار میں جوش میں بھرے ہوئے باشندوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں آج رات شاہی محل میں محفل رقص ہونے کو تھی۔ اب نہیں ہوگی

لنڈن ۱۰ فروری۔ دوسرا حملہ۔

بقول ایڈمرل الیکسف پندرہ جاپانی مصافی ...

جہازوں نے ۱۰ فروری کو پورٹ آرتہر پر گولہ باری کی - اور وہان کے روسی جہازون پر بہی - روسی مسافی جہاز پالشوا، اور کروزر جہازات ڈایناء اسکولڈ اور نوویک کو نقصان پہنچا - (مسافی جہاز پالشوا کا وزن ۱۱ ہزار ٹن ہے - اور رفتار ۱۹ میل - یہ جہاز نسبتاً پرانا ہے - کروزر ڈاینا کا وزن ۶۴ سو ٹن اور رفتار ۲۵ میل ہے - وہ تیز ترین کروزر تہا - وطن) شبخون مین جن دو روسی مسافی جہازون کو نقصان پہنچا تہا - وہ کنارے سے لگا دیئے گئے ہیں - کہیسے پانی میں رکہنے کی صورت میں ان کے ڈوب جانے کا اندیشہ تہا - ان دونون جہازون کی وجہ سے پورٹ آرتہر کے بندر کا دہانہ رک گیا ہے - ۱۰ فروری کو بحری معرکہ میں جاپانی امیر البحر ٹوگو بہی موجود تہا - جاپانی بیڑہ مین چہہ مسافی جہاز تہے - مفصل حالات یہ ہیں - شبخون کے بعد جاپانی بیڑہ واپس چلا گیا - دوسرے دن دس بجے چار جاپانی کروزر پورٹ آرتہر کے قریب آئے - روسی جہازات نے (ان کو ملوانے بے دردھ سمجہہ کر) تعاقب کیا - کچہہ دور گئے تہے کہ جاپانی بیڑہ کا بڑا حصہ لڑائی پر تیار پایا گیا - اور دونون بیڑون میں لڑائی شروع ہوگئی - پورٹ آرتہر کے روسی قلعون سے بہی جاپانی بیڑہ پر گولہ باری کی گئی - کچہہ دیر لڑائی کرکے جس مین متذکرہ روسی جہازون کو نقصان پہنچا - جاپانی بیڑہ واپس چلا گیا - بظاہر حالات اس کے کسی جہاز کو کوئی صدمہ نہ پہنچا -

تیسرا معرکہ - اسی دن ۹ فروری کو جاپانی بیڑہ کا کچہہ حصہ کوریا کے بندرگاہ چلفو میں پہنچا - یہان دو روسی جنگی جہاز کروزر وریاگ و کروزر کوریز موجود تہے -

آخر الذکر جاپانی گولون سے غرق ہو گیا اور وریاگ جل اٹھا - اور بالکل نکارہ ہو گیا - اس کے کچہہ ملاح خشکی پر پہنچ گئے - جن کو جاپانیون نے پکڑ لیا - باقی غرق ہو گئے - جاپانی بیڑہ کا خفیف نقصان ہوا - اس بیڑہ کی پناہ میں معمولی جہازون پر چند ہزار جاپانی فوج بہی گئی تہی - جو بندر میں اتاری گئی - خبر ہے کہ اسی دن مغربی و جنوبی کوریا کے کئی دیگر موقعون پر بہی جاپانی فوج اتاری گئی (کروزر وریاگ کا وزن ۶ ہزار سو ٹن تہا - اور رفتار ۲۵ میل - پچہلے سال یہ جہاز خلیج فارس اور کراچی ہوتا ہوا خلیج فارس کی طرف گیا تہا اور بیان کیا گیا تہا کہ اس عظیم الشان جہاز کو دیکہہ کر باشندگان سواحل خلیج فارس روس کی طاقتوری کے اور بہی قائل ہو گئے تہے - جاپانی طاقت نے جس کا نام بہی شاید ادہر کے اکثر لوگ نہ جانتے ہون گے - اس عظیم الشان نشان کو چشم زدن میں نابود کر دیا -

چنانچہ وریاگ کی کلالی کا خیال دور کرنے کے لئے انگریزی حکومت نے انہی دنون دو طاقتور جہاز وہاں بہیجے تہے اور لارڈ کرزن بہی زیادہ تر اسی خیال کو بالکل محو کرانے کے لئے چار بڑے طاقتور جہازون کا ہمراہ لے گئے تہے - وطن) امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ بالکل الگ تہلگ رہیگی - **جاپانی حکومت** نے

ہی نامہ و پیام کے متعلق طویل بیان شائع کرکے لکہا ہے کہ جاپان نے کیون جنگ شروع کی **متذکرہ بالا** فتح کی وجہ سے یورپ کی منڈیون میں روسی ہنڈیکا بہاؤ ڈیڑہ فیصدی گر گیا - اور جاپان کی ہنڈی کا ۳ فیصدی بڑہ گیا - تمام دنیا کے اخبار جاپان کو اس شاندار ابتدا پر مبارکباد دے رہے ہیں حتیٰ کہ جرمن اخبار بہی - جو پہلے جاپانیون پر تمسخر اڑاتے تہے - اب اس کے برعکس روسیون پر قہقہہ لگا رہے ہیں جو جاپان کو بلا اعلان حملہ کرنے پر ملزم ٹہرا رہے ہیں - زار نے آج منشور شاہی صادر کیا ہے جو جنگ کے اعلان کے مترادف ہے جن فوجی اور بحری ماہران فن نے یہ اندازہ لگایا تہا کہ جاپانی اعلیٰ قابلیت رکہتے ہیں - وہ اپنے قیاس کی صحت پر خوش ہیں - اور کہتے ہیں کہ پورٹ آرتہر والے حملہ تارپیڈو دان نے ہمارے قیاس کو حرف بحرف صحیح ثابت کر دکہایا ہے ایک اعلیٰ افسر بحری کا بیان ہے کہ جاپانی ملاح دنیا بہر میں بہترین ہیں - پندرہ دن کی تربیت کے بعد وہ بڑے سے بڑے جہاز کو چلانے کے قابل ہو جاتے ہیں فوجی مبصرون کی رائے ہے کہ جاپانی سپاہی بہی اپنے بحری بہائیوں کیطرح دنیا کو اپنے کارنامون سے حیران کر دیں گے -

لنڈن ۱۱ فروری - بحری افسرون کی کمی کی وجہ سے روسی بحری فوج کے تمام انسائینون کو اعلیٰ عہدے لفٹنٹ وغیرہ کے دیئے گئے ہیں (انسائین بحری فوج مین سب سے چہوٹا عہدہ دار ہوتا ہے جسے سارجنٹ کے مشابہ سمجہنا چاہیئے - وطن) زار نے ان کو بروقت ترقی ان الفاظ سے مخاطب کیا دو ایک دغاباز دشمن نے رات کی تاریکی مین ہماری اشتعال اور وجہ موجہ کے ہمارے قلعہ اور بیڑہ پر حملہ کیا ہے " ایم کورینو جاپانی سفیر سینٹ پیٹرز برگ سے روانہ ہو گیا ہے **پورٹ** آرتہر کے معرکون سے یورپ کے اخبارات کا انداز بدل گیا ہے - وائینا (پایہ تخت آسٹریا) کے کئی اخبارات جاپانیون کے نمایان کارنامون کے بے انتہا تعریف کر رہے ہین - اور برلن کے لوگ بہی بالعموم جاپانیون کے ساتہ دیکہے جاتے ہیں مشہور ہے چلفو کے روسی جہاز وریاگ اور کوریز کے تباہ ہونے پر ان کے ملاحون وغیرہ نے فرنچ جہاز پیسکل پر پناہ لی - بقول روسیان پورٹ آرتہر کے معرکون میں ۱۰ روسی ہلاک اور ۴۱ زخمی ہوئے - انگلستان نے بہی متخاصمین سے الگ تہلگ رہنے کا اعلان کر دیا ہے - تاہم انگریزی بیڑہ کو حکم پہنچ گیا ہے کہ فریقین کے جہازون کو جو کوئلہ خریدنا چاہیں صرف اسی قدر دیا جائے جس سے وہ اپنے ملک کے قریب ترین بندر تک پہنچنے کے قابل ہو جائیں فرنچ وزیر خارجہ ایم ڈولکاسی نے فرنچ پارلیمنٹ میں بیان کیا - کہ اسے شان ہیکوان پر جاپانی فوج کے قابض ہونے کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی مانچوریا میں روسی ریلوے کا ایک پل (غالباً انہی جاپانی انجینیرونمیں سے کسی نے جو قلیون کے بہیس میں لائن پر پہیلے ہوئے

ہیں - وطن) اڑا دیا ہے - اس حادثہ میں ۴۰۰ روسی ہلاک ہوئے - کوریا کے مقامات سے - چنگ سینگان اور تاشی جیو کے درمیان ٹاکوٹون نے تار کاٹ دیا ہے - **جاپان** کے شہر کوبی اور چین کے بندر سنگہائی میں جاپانی فتوحات پر بڑی خوشیاں منائی جا رہی ہیں - **روسی** فوج (مانچوریا کی طرف سے) دریا یالو کو عبور کرکے کوریا مین داخل ہو گئی ہے اور جنوب رویہ بڑہتی آرہی ہے - **انگلستان** امریکہ کی مندرجہ بالا تجاویز کا موئد رہے گا - تمام مبصرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائی بحری فتوحات سے جاپان بری فوج کو جہاں چاہے اتارنے اور پہنچانے کے قابل ہو گیا ہے **جاپانی** اور روسی افواج کے ہمراہ انگلستان کیطرف سے چند فوجی افسر رہیں گے - (ایک ہمعصر نے لکہا ہے یہ افسر اسلئے ساتہ رہیں گے کہ فریقین کی نگرانی کرتے رہیں اور اس کا خیال رکہیں کہ وہ راہ راست سے تجاوز نہ کرنے پائیں " یہ غلط ہے انگلستان یا کسی اور طاقت کو منصب پنچ کا منصب حاصل نہیں - ہر سلطنت جس کے فریقین سے سفارتی تعلق ہون - بموقعہ جنگ اپنے بحری اور بری افسر مقابل افواج کے ساتہ رہنے کو بہیجتی ہے - جس سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی آنکہون سے واقعات کو مشاہدہ کرکے طریق معرکہ آرائی وغیرہ کے متعلق اپنے تجربہ اور علم کو بڑہائیں اور جو بات مفید نظر آئے - اس کو اپنی فوج میں بہی رائج کرنے کیلئے نوٹ کر لیں - اور کل مشاہدات کا لب لباب اپنے محکمہ جنگ کے سامنے پیش کریں - تاکہ اگر وہ کسی امر کو پسند کرے تو اپنے افسران اور فوج کو اس سے آگاہ کرے - چنانچہ جنگ ہسپانیہ اور امریکہ، معارضہ ٹرانسوال اور ترکی افسر بہی اسی غرض سے بہیجے گئے تہے اور علیٰ ہذا معاربہ جاپان و روس میں بہی انگلستان کے علاوہ ترکی اور دیگر سلطنتیں بہی اپنے افسر فریقین کو مختلف رسالون کے ساتہ مامور کریں گی - وطن) ہندوستان سے بہی غالباً انگریزی حکومت چند فوجی افسر اس کام کے لئے منتخب کریگی -

بقول ٹائمز مانچوریا میں روسی فوج کی جمعیت کا جو اندازہ کیا جاتا رہا ہے - وہ مبالغہ آمیز تہا درحقیقت اتنی فوج نہیں - ایک خبر چینی تاجر کا خیال ہے کہ جاپانی وانجیری قلی مانچوریا ریلوے کے اکثر حصہ پل یون کو مسمار کر دیں گے -

موگا شکار شہر سے کہ چند جاپانی کروزر جہازون نے ۲ روسی باربرداری کے فوجی جہاز جن پر دو ہزار بری سپاہی سوار تہے پکڑ لئے ہیں - یہ روسی سپاہ اب ان کے ساتہ مین بطور اسیران جنگ موجود ہیں - ابتداء - انگریزی گورنمنٹ کا بیان ہے کہ جنگ کی ابتدا روس کی طرف سے ہوئی - سب سے پہلا گولہ مقام چلفو ایک روسی جہاز نے چلایا - اس کے بعد جاپانیون نے بحری شبخون ماری - مولہ بالا ۳ گرفتار شدہ روسی جہازون میں ایک جہاز مسمی کار بسکو ساکن بحیرہ اسود کے روسی والنٹیر بیڑہ کا تہا جو نہایت شاندار اور مستحکم جہاز ہے - اور ضخیم جنگی جہاز کا

کام دے سکتا ہے -

جاپانیون نے ایک اور روسی جہاز ڈاک بنام منگولیہ غرق کر دیا ہے -

روس کا انداز روسی ان نقصانات اور شکستون کو صبر و حوصلہ کے ساتہ برداشت کر رہے ہیں - ان کو بہروسہ ہے کہ خشکی پر ہم ان شکستون کا بدلہ لین گے **واپسی** (ایک روسی بیڑہ جس میں مسافی جہاز اوسلی آبیا - دو درجہ دوم کے کروزر اورورا اور دمتری ڈونسکوئی اور دو تارپیڈو شکن جہاز ہیں - راستہ سے پلٹ گیا ہے - دیہ بیڑہ یورپ کی طرف سے مشرق اقصےٰ کیطرف آرہا تہا - اور نہر سوئز سے گذر چکا تہا - وہ ابہی کولمبو کے قریب پہنچا تہا - اسے واپس بلا لینے میں روس نے عقلمندی سے کام لیا ہے - غالباً وہ روس واپس نہیں جائے گا بلکہ نہر سوئز کے قریب لنگر زن ہوگا - جہاں پہلے سے چند اور روسی جہاز موجود ہیں اور شاید اس بیڑہ کو ہمراہ لیکر پہر مشرق اقصےٰ کو بڑہیں یا ابہی ادہر جہازون کے یورپ سے آنے کا انتظار کرے - وطن) روس نے ویلز سے کوئلہ خریدنے کی جو فرمائشیں کر رکہی تہیں ان کو بہی منسوخ کر رہا ہے -

فرانس لنڈن مین حیرانی ہے کہ فرنچ لوگ خلاف معمول اس پرآشوب موقعہ پر قابل تعریف ضبط و وقار سے کام لے رہے ہیں جاپان کی فتح اور اپنے دوست روس کے نقصانات پر کسیطرح کا اندیشہ و تردد ظاہر نہیں کیا - **انگریزی حکومت** نے سر ولیم نکلسن اور کرنل جیمز ہلڈین کو جاپانی فوج کے ہمراہ بطور اتاشی رہنے کیلئے منتخب کیا ہے - وہ دونوں ولایت سے روانہ ہو گئے ہیں - جھیل بیکال کے منجمد سطح پر عارضی ریل بچہانے کے علاوہ اس پر پختہ پل بہی تیار ہو رہا ہے روسی ٹہیکیدار ول نے ذمہ لیا ہے کہ وہ ۲۸ فروری تک یا اس سے بہی پہلے اسے مکمل کر دیں گے - روسی حکومت نے ان لوگون کو جن کے پاس روسی سرکاری ہنڈیان اور پراسیسری نوٹ ہیں مطلع کیا ہے کہ وہ اس اندیشہ سے کہ کہیں ان کا نرخ اور نہ گر جائے ان کو اونے پونے دامون پر فروخت کرکے خسارہ نہ اٹہائیں - روس کی مالی حالت نہایت مستحکم اور عمدہ ہے یہ عارضی مشکلات ہیں جلد صورت بدل جائیگی - یہ اعلان بتاتا ہے کہ کل روس میں کیسی تشویش اور گبہراہٹ پہیل رہی ہے - فرانس کے شمالی ساحل کے بندر بریسٹ اور جنوبی ساحل کے بندر ٹولون میں متعدد کروزر اور تارپیڈو شکن جہاز مشرق اقصےٰ کی طرف جانے کو تیار ہو رہے ہیں اور کوریا کی مسافہ عظیم بسرعت تمام سیگون (مشرقی فرنچ مقبوضات کے بندرگاہ) کو بہیجی گئی ہے -

۱۲ فروری آج ایک جاپانی دخانی جہاز کولمبو سلامت پہنچا - وہ لنڈن سے آیا ہے اسکے سلامت پہنچنے کی مطلق امید نہ تہی - خیال تہا کہ روسی جنگی بیڑہ انہیں سوئز و کولمبو کے درمیان ہے وہ اسے گرفتار کر لے گا - یا غرق کر دے گا - جاپانی جہاز کے کپتان کا بیان ہے کہ اس نے جہاز کا رنگ بدل دیا - پورٹ سعید پہنچ کر پہر اصلی ہیئت پر لایا گیا - سوئز مین اس نے ایک روسی مسافی جہاز اور ۲ تارپیڈو کشتیان

یہ نہیں بتایا گیا۔ روس میں جاپانیوں کی متواتر فتوحات سے ایسی .... گھبراہٹ پھیل گئی ہے کہ جن کے پاس روسی سرکاری نوٹ ہیں وہ بڑے خسارہ پر ان کو بیچتے جا رہے ہیں اور کئی روسی بنک دیوالہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ جاپانی کوریا کے مختلف موقعوں پر لگاتار فوج اتار رہے ہیں۔ روسی سفیر پاولوف مع عملہ سیول سے چین کو روانہ ہو گیا ہے۔ جہاز وریاگ بھی غرق ہی ہوا تھا۔ اس جہاز کوریٹز اور باربرداری کے جہاز سنگری کے جن روسی ملاحوں نے فرنچ، اطالین۔ اور انگریزی جنگی جہازوں پر پناہ لی تھی۔ ان کی نسبت جاپان نے منظور کر لیا ہے کہ انہیں پناہ دہندہ جہازوں کے کپتان تا اختتام محاربہ جنگ میں شریک نہ ہونے اور مجوزہ مقام نظر بندی سے بھاگ نہ جانے کا عہد لے کر چینی بندر شانگھائی کو بھیج سکتے ہیں۔ چند روسی جنگی جہاز بحر بالٹک بیڑہ کے ۲۲ جنوری کو مشرقی افریقہ کے فرنچ بندرگاہ جیبوتی میں پہنچے۔ جہاں انہوں نے کوئلہ لیا۔ اور مار ماہ حال تک مسافر جہاز آوسلی آبیا۔ باربرداری کے جہاز سناٹوف۔ تین تارپیڈو شکن اور چند تارپیڈو کشتیوں کے انتظار میں جو سویز سے روانہ ہو چکے ہیں وہیں رہینگے اس کے علاوہ کئی اور روسی تارپیڈو کشتیاں اور جہازات باربرداری بھی نہر سویز سے گذر رہے ہیں۔ یہ بھی بیڑہ کو جیبوتی جائیں گے۔ (اگر یہ خبر صحیح ہے تو جزیرہ سنی کوئی والا خیال صحیح نہوا۔ وطن)

ٹائمز جاپانیوں کی مستعدی، پھرتی، دلاوری، باقاعدگی و حسن انتظام کی تعریف کر کے قیاس ظاہر کرتا ہے کہ خشکی کی لڑائی میں بھی وہ ویسے ہی صفائی کے ہاتھ دکھائیں گے جیسے کہ بحری معرکوں میں دکھا چکے ہیں۔

جاپانی بندر کی مسماری ۔ خبر ہے کہ روسی جنگی جہازوں نے جاپان کے بندر ہاکوڈیٹ پر گولہ باری کر کے اسے تودہ خاکستر بنا دیا ہے ہاکوڈیٹ جاپان کے شمال مغربی ساحل کا ایک نہایت آباد اور بارونق بندرگاہ ہے۔ وہ روسی بندر ولاڈی ووسٹاک کے محاذ اس سے تین چار سو میل کے فاصلہ پر ہے۔

پورٹ آرتھر اور چیلفو سے جہاں پہلے معرکہ ہوئے ہاکوڈیٹ بخط مستقیم علی الترتیب پندرہ سو اور بارہ سو میل کی مسافت پر ہے کوریا میں لڑائی جا رہی ہے کس سے اور کن کی؟ یہ نہیں بتایا گیا۔ (وطن)

۱۰ فروری کو جاپان نے بھی باضابطہ جنگ کا اعلان کر دیا۔ افواہ ہے کہ جاپانیوں نے بحر روسی کروزر بھی پکڑ لئے ہیں۔ ایک انگریزی سٹیمر کپتان نے جو آج کولمبو پہنچا ہے۔ بیان کیا کہ روسی بحیرہ بیڑہ کے دو بڑے وزرا اور چار تارپیڈو کشتیاں بندر جیبوتی میں داخل ہوئے اور کوئلہ لیکر فوراً روانہ ہو گئے تھے۔ اس پُراسرار بیڑہ کی نقل و حرکت کے متعلق یہ آخری مصدقہ خبر ہے۔ فرنچ بندر جیبوتی سے کولمبو سات دن کا راستہ ہے یعنے عدن کی نسبت قریب تر ہے۔ ایسے اخفا کے ساتھ روسی بیڑہ کے نقل و حرکت کرنے سے کولمبو (انگریزی جزیرہ سیلون یا لنکا کے صدر مقام) میں عجیب و غریب افواہیں اڑ رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے سرکاری خزانہ احتیاطاً یہاں سے جزیرہ کے اندرونی قصبہ کانڈی کو بھیجدیا جائیگا۔ روسی کولمبو پر دھاوا کرنے اور اسے لوٹنے کا قصد رکھتے ہیں۔ کولمبو میں گو اس وقت کوئی انگریزی جنگی جہاز نہیں۔ تاہم سات باتریاں کلاں توپوں کی وہاں کے قلعوں میں موجود ہیں۔

یورپ سے جسقدر تجارتی سٹیمر مشرق اقصےٰ کو جاتے ہوئے۔ کولمبو وارد ہوتے ہیں۔ جاپانی قونصل ان کو تا اطلاع ثانی احتیاطاً دم میں ٹھیرا لیتا ہے۔ نو وارد جاپانی جہازوں کے ملاح کولمبو آکر جب اپنے ملک کی فتوحات کی خبریں سنتے ہیں تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور بے اختیار اچھلنے کودنے لگ جاتے ہیں۔

جاپانی بندر ہاکوڈیٹ پر جن روسی جہازوں نے گولہ باری کی وہ ولاڈی ووسٹاک سے گئے تھے (عام خیال تھا کہ ولاڈی ووسٹاک کے قریب سطح برف سے منجمد ہو رہی ہے اس لئے اس بندر میں جو روسی جہاز موجود ہیں وہ برف کے پگھلنے تک باہر نہ نکل سکینگے۔ شاید اکثر یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں روس کے پاس ایک جہاز برف توڑنے والا موجود ہے جو ایک حرکت میں سو فیٹ کی طوالت اور آٹھ فٹ کے عرض میں کئی فٹ موٹی تہ برف کی ہٹا دیتا ہے یعنے اس حساب سے وہ چند گھنٹوں میں جہازوں کیلئے راستہ بنا سکتا ہے۔ وطن)

لنڈن ۱۴ فروری ۔ روسی جہاز امپی پورٹ آرتھر میں۔ ایک تارپیڈو سرنگ سے ٹکرا کر پارہ پارہ ہو گیا۔ چار افسر اور ۹۲ ملاح ہلاک ہوئے چار روسی جنگی جہازوں نے جو غالباً ولاڈی ووسٹاک سے آئے تھے۔ جاپانی صوبہ ہر دو شیمہ کے ساحل کے قریب دو جاپانی تجارتی جہازوں پر گولہ باری کی ایک غرق ہو گیا۔ دوسرا بھاگ کر بندر فوکو یامہ میں پہنچ گیا۔ مگر ناکارہ ہو گیا (فوکو یامہ بندرگاہ ساکی کے متصل ہے۔ وطن) ایک روسی تارپیڈو شکن اور ایک آشروی تجارتی جہاز جس پر روس کے لئے کوئلہ بار تھا پورٹ سعید (مصر) میں لنگر زن تھے۔ مصری حکومت نے ان کو فوراً چلے جانے کا حکم دیا ہے۔ روس نے ایک تارپیڈو جہاز کو سویز کے بندر میں رکھنے کی اجازت چاہی تھی۔ مصری حکومت نے انکار کر دیا کیونکہ ایسی اجازت دینا قانون ملل کے رو سے جائز نہیں۔ یہ قانون چاہتا ہے کہ جو ملک لڑائی سے الگ تھلگ رہیں وہ کسی فریق کو پناہ نہ دیں۔ جو پناہ دے یا کسیطرح کی آسانی بہم پہنچائے۔ فریق ثانی اسے بھی اپنا دشمن تصور کر سکتا ہے۔ اور بشرط استطاعت اگر بدلے تو اس پر الزام عاید نہیں ہوتا۔ وطن

روسی بحری ہزیمتوں سے شکستہ دل نہیں ہوئے وہ اپنی حکومت کا حوصلہ بڑھانے کے لئے پایہ تخت میں بڑے بڑے جلوس نکال رہے ہیں اور گاتے بجاتے نعرے لگاتے جاتے ہیں اور زار کی درازی عمر کی دعائیں مانگتے ہیں۔ بقول جاپان امیرالبحر ٹوگو پورٹ آرتھر کی شبخون میں چار جاپانی قتل اور پچاس زخمی ہوئے۔

جرمنی اور چین نے بھی الگ تھلگ رہنے کا اعلان کر دیا ہے۔ روسی سفیر مقیم جاپان وہاں سے یورپ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔

۱۴ فروری ۔ جاپان نے ہی چین کو الگ رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ تاکہ میدان جنگ کا رقبہ اور جنگ کے مصائب کا دائرہ حتی الامکان محدود رہے۔ جاپان نے چین کو یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ سرحد پر کافی فوج جمع کر دے اور متخاصمین میں سے کسیکو سرحد سے تجاوز نہ کرنے دے۔ چیلفو کے بحری معرکہ میں روسیوں کے ۲ افسر اور ۴۳ ملاح ضائع ہوئے۔ چین کی حمایت (علیحدگی) کی حرمت کرنے کی امریکن تجویز کو انگلستان نے قبول کر لیا ہے۔ غالباً روس بھی اتفاق کرے گا۔ دس ہزار چینی فوج حفاظت سرحد اور کسی فریق کو خاص چین کی حد میں نہ آنے دینے کے لئے شان ہیکوان بھیجی گئی ہے۔ تین فرنچ کروزر فرانس سے مشرق اقصےٰ کو جانیوالے ہیں۔ خبر ہے کہ پورٹ آرتھر کے گرد اگرد سب طرف قلعے موجود ہیں مگر توپیں نصف پر ہیں۔ اسلئے روسیوں کو اس کی حفاظت کیلئے بندر ڈالنی پر بھی متصرف رہنا ضروری ہوگا مگر ان کو خطرہ ہے کہ کہیں چین بھی جاپان کے ساتھ نہ ملجائے۔ الکسیو اور روسی بحری افسر مشرق اقصےٰ کو گئے ہیں۔ فرانس نے (روس کی طرف سے) چین کو یقین دلایا ہے کہ روس اپریل میں مانچوریا کو خالی کر دیگا بشرطیکہ چین روس کو یہ تحریری معاہدہ لکھدے کہ وہ مانچوریا کو روسی حمایت و حفاظت میں رکھیگا۔ اور اس کا کوئی حصہ کسی اور سلطنت کو نہ دیگا۔ نہ کسی کو وہاں تجارت کا حق عطا کرے گا۔ چینی کروزر مقیم شنگھائی جنگی خدمت کیلئے تیار ہو رہے اور سامان حرب و رسد بار کر رہے ہیں۔ لارڈ لینسڈون وزیر خارجیہ انگلستان نے اس افواہ کی تردید کی ہے کہ انگلستان جاپان کو اجازت دیدے گا کہ وہ چینی بندر دی ہائی وی مقبوضہ انگلستان کو اپنا مرکز اور مخزن بنائے۔ اور پھر کہا کہ ہم نے بذریعہ تار دی ہائی دی سے دریافت کیا ہے کہ کیا کوئی ایسی کارروائی ہوئی ہے جسکی بنا پر اس مضمون کی افواہ مشہور ہو سکتی تھی

مریض عشق کے سوال کا جواب

یہ ایک خط ہے جو کہ حضرت حکیم
مولوی نورالدین صاحب کے ایما سے
مفتی فضل الرحمان صاحب نے ایک شخص
کیطرف لکھا جس نے یہ لکھا تھا
کہ میں ایک شخص پر عاشق ہوں اگر
وہ ملجاوے تو مرزا صاحب کا مرید ہوجاؤں

قادیان ۷ فروری سنہ ۱۹۰۴ء

جناب من - ہم تمہیں ایک نصیحت کرتے ہیں کہ جب کوئی انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکا ہو جاتا ہے اگر کسی آدمی تھانہ دار یا تحصیلدار یا مجسٹریٹ یا کسی اور آدمی سے جب کوئی تعلق ہو جاتا ہے۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس تعلق والے شخص کی وہ بھی خوشی چاہتا ہے۔ پس جب فطرۃ بشری اس امر کی مقتضی ہے کہ اپنے آدمی کی خوشی اپنے تعلق والے کی رضامندی مقصود ہوتی ہے تو کیا وہ مولا کریم اور رب العالمین ارحم الراحمین ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ ضرور کرتا ہے اسی لئے فرمایا **من کان للہ کان اللہ لہ** جو شخص خدا کا بنے خدا اوس کا بن جاتا ہے۔ اور جس کا خدا ہو جاوے اس کو دنیا اور مافیہا کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔

تم غور کرو کہ اگر تم بھی تہ قلب خدا سے دل لگاؤ کہ تجھے دانا بینا رحمن رحیم خدا جب مانگیگے اگر تو ہماری یہ شرط پوری کر دے۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے شرط لگاؤ کہ ہم تمہیں شفیع تب مانیگے اگر تم ہمارا یہ کام پورا کرا دو۔ تو پھر اس کا انجام شاید کیا ہو۔

مرزا صاحب کو مرید بنانیکا شوق نہیں ہے

جہاں تک میں جانتا ہوں مرزا صاحب کو مرید بنانے کا شوق ہرگز نہیں ہزاروں بلکہ کم سے کم سینکڑوں مرید ایسے بھی ہونگے کہ اگر وہ سامنے آویں تو وہ ان کو پہچان بھی نہ سکیں بلکہ مخاطب بھی نہ کریں۔ میرا اپنا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ نہ مرزا صاحب خدا کے ایجنٹ ہیں اور نہ دوکاندار ہیں۔ اگر اسطرح قاضی الحاجات ہو کر لوگوں کو مرید بناویں تو پھر تو دنیا کے کاروبار بند ہو جاویں اور لوگ انہی کے مرید بنتے جاویں حالانکہ دہریوں کا کام بھی چلتے ہیں۔

خدا تعالےٰ سے سچا معاملہ کرو جب اس سے تعلق ہو جاویگا تو وہ خود یا تو تمہارے کام تمہاری مرضی کے مطابق پورا کرے گا۔ اور اگر ان میں تمہاری بھلائی نہوگی تو تمہارے دلکو ان سے بدلا دیگا۔ اور تمہاری تسلی و تسکین ہوگی۔

غرض سب دل اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ عاشقوں کے دل بھی اور معشوقوں کے دل بھی اور وہ قالب قلوب متصرف ہے آپ وہ راہ اختیار کریں جو کامیابی کی حقیقی راہ ہو امتحان کی راہ خطرناک ہو!

(البدر)

فرقہ مسیح موعود

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۶ جلد ۸ - ۱۷ فروری

جہاں کسی درویش یا صوفی کے رس بیس یا سو دو سو مرید ہوئے تو آپے سے نکل جاتا ہے اور جو کچھ زیادہ مریدوں کی تعداد بڑھی تو خدا کی پناہ اور زیادہ دام تزویر میں پھنسانے کی سوجھتی ہے - ایک شراب خوار شراب پیکر اور بھنگ پینے والا بھنگ پیکر علی ہذا القیاس ایک بدکار اور فاسق بدکاری اور فسق و فجور میں مبتلا ہوکر دنیا کو دھوکا نہیں دیسکتا کیونکہ وہ جیسا کرتا ہے ویسا ہی زبان سے کہتا ہے مگر اس فرقہ کے پابند جنکا میں نے ذکر چھیڑا ہے ظاہر کچھ اور باطن میں کچھ مخلوق الٰہی کے سدّ راہ طریقہ اور صراط مستقیم ہوتے ہیں

شعر

وحبّ الهوىٰ داءٌ والله مضلّ مدمّرٌ

فلمّس افعىٰ ناعم في النّاظر

ترجمہ

اللہ کی قسم ہوا و ہوس کی محبت زہریلا اور ہلاک کر ڈالنے والا سانپ کی طرح ہے جسپر سانپ کے اوپر کی کھال نرم معلوم ہوتی ہے اور اندر زہر بھرا ہوا ہے - آپ بھی خدا کی پسندیدہ راہ بھولے اور دوسروں کو بھی اُس راہ سے روکتے ہیں - جب آپ ہی اُس راہ اور مقصد کو نہ پا یا تو دوسروں کو کب منزل مقصود پر پہونچا سکتے ہیں - انکا یہ حال ہے کہ جیسے ایک گپی اور شیخی کا حال ہے ایک گپّی نے گپ ماری کہ ہمارے باپ دادا کے ہاں ایک اونٹنی تھی وہ اسقدر لمبی تھی کہ شرق و غرب تک کا گھاس وہ چگ لیا کرتی تھی شیخی نے کہا کہ ہاں ہمارے ہاں بھی ایک ہمارے دادا کا اسقدر لمبا نیزہ تھا کہ اُسکی بھال آسمان تک پہونچتی تھی اور جب کبھی بارش کی ضرورت ہوتی تو اُس نیزہ سے بادلوں کو جمع کرکے برسا لیا کرتے تھے - اگر اسی طرح گپوں شیخیوں سے باپ دادا کی کرامتیں سنانا ہی خدا شناسی ہے تو ہندوؤں میں بھی بڑی کرامتیں ہیں -

ایک نئے بزرگ جو آجکل حصار کیطرف ہیں اُن کا قول ہے کہ ہمیں کسی حلال یا حرام سے کیا مطلب اور ہمیں کسی مذہب اور غیر مذہب سے کیا علاقہ اور ہمیں کفر و اسلام سے کیا سروکار ہمیں تو مرید ہمارا بنکر نذرانہ دے خدمت کرے دعوتیں ہوں مٹھائیوں کے ڈونے آویں - اللہ اللہ کیا زمانہ کا حال ہے کیا زمانہ کی نئی چال ہے یہ بزرگی ہے جسپر انکو فخر ہے کہ ہم میں ہی خدا دانی اور راہنمائی ہے -

قطعہ

مجھے کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب اُلٹا
یہ عجب ہے رسم اُلٹی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
چلے تھے حرم کو رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق
نہ ہوا ثواب حاصل یہ ہوا عذاب اُلٹا

جب پیشوایان قوم اور راہنمایان گم گشتگاں کی یہ حالت خراب ہوئی جنھوں نے خدادانی کا بیڑا اُٹھایا ہے تو دوسروں پر کیا افسوس مولوی اور عالم بھی جو ان کے پیرو تھے وہ بھی ان کے ساتھ تہ و بالا ہوئے اور پیروں کے ساتھ گھن پسنے لگا انھوں دیکھا کہ جو صاحب کرامۃ ہی نہتے ہیں اور انکی آن یہ کرامت ہیں تو ہم کیوں اپنا حلوہ منڈا گنوا دیں انھوں نے بھی یال دیکھا نہ ملکھی نگے دائیں بائیں ہاتھ مارنے ان کا بوجھ بھی ان حضرات صوفیہ کی گردن پر ہے جنہیں ہوکر خدا کے کہلا کر اور خدا کی معرفت کا دم بھر کر لم تقولون مالا تفعلون کے مصداق بنے اللہ اللہ! کبر مقتا عند الله -

یا توان میں قرآن فاتحہ میں ختم ہوتا ہے یا تعویذ گنڈوں و عزائم و منتروں میں برتا جاتا ہے کتّے کی ہڈیوں پر گدھے کی کھالوں پر اور مرغ کے دم مسعود سے آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں -

وہ خدا جو رب العالمین - رحمٰن - رحیم - مالک - مرید - قدیر - سمیع - بصیر علیم ہے اسکو انھوں نے گویا اپنے قبضہ قدرت میں لیا ہوا ہے ایک شخص آتا ہے کہ میں آپ کو اس قدر روپیہ دونگا اور یہ نذرانہ آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا مجھے کوئی ایسا تعویذ عنایت ہو کہ دو شخصوں میں عداوت اور بغض پیدا ہو جائے اور فلاں عورت یا مرد میرے قبضہ میں آجائے اور مجھپر عاشق و شیدا و فریفتہ ہو جاوے یا میرے حسب منشا مقدمہ ہو جاوے تو پھر کیا تھا پیر صاحب جھٹ پٹ زانو بدلکر طیار ہو جاتے ہیں کہ ہاں ہمارے پاس ایک ایسا عمل مجرب اور تعویذ تیر بہدف موجود ہے کہ اُسی اُسی وقت یا اسقدر عرصہ قلیل میں جو چاہو وہی ہوسکتا ہے ہمارے بزرگوں سے اُسکی اجازت اور تاثیر سینہ بسینہ چلی آتی اِدھر لکھا یا کیا اور اُدھر مراد بر آئی - خدا تعالیٰ ان کے نزدیک نہ علیم ہے بصیر اور سمیع بھی نہیں ہو گویا خدا کچھ نہیں جانتا اور پیر صاحب ہر ایک شئے کی حقیقت و ماہیت سے واقف ہیں اور خدا تعالیٰ کو محض ایک لاشئے بت کی طرح تصور کر رکھا ہے کہ جو پیر صاحب کی مرضی وہی اُسکی مرضی انکا طریق اسلام سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا -

قرآن شریف پر عملدرآمد کرنے کے بجائے مصنوعی اور فرضی دعائیں بنا رکھی ہیں کوئی دعا سیفی - کوئی سیف الرحمٰن - کوئی دو نیم لفظی کوئی طرمیت وغیرہ جن کا اسلام میں نام اور نشان بھی کہیں سنا نہیں ہے دعائیں اور انکی عبادت اور پوجا اور کہیں ملائکہ سے دعا ہو انکی پوجا اور حاجات کے وقت موکل اور ملائکہ اور اجنّہ کو پکارنا اور اُنسے حاجات اور امداد طلب کرنا اور اُن کے نام کے کھانے پکانا اور بکرے مرغ وغیرہ ذبح کرنا اور منکا کاتنا جاتا بر عروج اور موکلات اور ملائکہ کے اسمار کی تسبیح پڑھنا اور ان کے لیے بخورات سلگانا اور فرضی ملائکہ اور فرضی موکلات کے ناموں کا وظیفہ پڑھنا اور لڑی و فتنہ ان کو پکارنا اور انکی حمد و ستائیش کو ورد کے طور پڑھنا اور بزرگ اولیاء کے ناموں کو پڑھنا اور وظیفہ کرنا - فرضی عملیات کو ورد زبان رکھنا - اور جب اس سے فارغ ہوتے ہیں تو راگ رنگ اور رباب و چنگ کا شغل رہتا ہے نماز قضا ہو جاوے لیکن یہ مجالس رقص و سرود میں شامل ہونا قضا نہ ہو - اور کہتے ہیں کہ بزرگ ان امور سے خوش ہوتے ہیں قبروں کا طواف کرنا غلاف چڑھانا پھول چڑھانا ڈوری اور تاگے منت کے قبروں پر باندھنا کہ ان سے بزرگونکو یاد رہے نقار رنگی جوڑیاں منت کی چڑھانا قبروں کا بناؤ سنگار کرنا اور گرمی کے انگ اور سردی کے غلاف برسات کی موسم کے غلاف قبروں پر ڈالنا عرضیاں لکھکر قبروں کے کٹہروں پر ٹانگنا گولے سرخ و سفید زرد و سبز رنگ برنگ کے لٹکانا چھت بند دیوار گیریاں اگر سوز انگیٹھیاں صندل پھولوں کی طشتریاں سنہری کہیں روپہری اور منت کے لیے آٹے اور گھی کے چراغ جلانا - رنڈیاں میراسی ہیجڑے نقال سے خوار سب وہاں جاتے اور ہجوم کرتے اور ناچتے اور گاتے ہیں - ارباب نشاط قبروں اور گنبدوں کے سامنے گانے اور رقص کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ جنہیں حضور میں مجرا کرکے کچھ سنا آویں کہ حضرت کی رضاء و خوشنودی کا باعث ہے -

اور جو ان واصلان الٰہی کی گدیوں پر ہیں انکی بات بنتی ہے نذر و نیاز لیتے ہیں مکروہ حرام کا کچھ خیال نہیں کوئی رنڈی کنجری تسخیر و حب کے لیے تعویذ مانگے تو بخوشی خاطر لکھدیتے ہیں کہ زنانی اور لشتی اور آب اور روزی کشادہ رہے اُنکو تسخیر کے وظائف بھی بتلائے جاتے ہیں -

کبوتر بازوں اور تیتر اور مرغ بازوں اور بلبل اور بٹیر لڑانے والوں کو بھی تعویذ دیے جاتے ہیں کہ فتح ہو - پتنگ کنکوے تکل کی بازی کے ہار جیت کے بھی تعویذ ہوتے ہیں

ہم نے ایک درویش صوفی ہندی زبان میں جیسے بلھے شاہ کی کافیاں پنجاب میں مشہور ہیں ٹپے اور ٹھمریاں چوبولے ہر ایک قسم کی راگ راگنی میں تصنیف کیا کرتے تھے جس میں اسلام کی ہتک اور کفر کی عظمت و شوکت ہوتی تھی اور اپنے تمام مریدوں کو سکھلایا اور گوایا کرتے تھے ڈھولک ستار تنبورا طاؤس طبلہ سارنگی دوتارہ مجیرے دُور و اکتارہ خنجری گھنگرو بجوایا کرتے تھے جسکے وجہ سے اور لوگوں میں بھی وہاں یہ رواج عام ہے اور مسلمان اسکو سنت پیر و مشرب مرشد سمجھکر عام طور سے یہاں تک کہ مہندو ذکی ہوری میں بھی شامل ہوتے ہیں - لڑکوں کو زنانہ کپڑے پہنکے جایا کرتے تھے - ایک لڑکے پر وہ بزرگ درویش عاشق ہو گئے جب وہ انکے دام میں نہ پھنسا تو اُسکی جگہ ایک سور باندھا اور ایک مرید کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ ہر روز لوگوں کے گھروں میں کانے کے لیے جایا کرے اور اُس سور کے لیے پاخانہ لایا کرے مریدوں کو حکم تھا کہ جب وہ دورہ کرنے کے لیے مریدوں میں جائیں تو مرید انکی پالکی اُٹھایا کریں چنانچہ ہمیشہ ان کے مرید پالکی اُٹھایا کرتے تھے - انکا ایک مرید جسکو وہ خلافت دینا اور اپنے قائم مقام کرنا چاہتے تھے کئی سال تک اُس سے گداگری کرائی ٹکڑے گھر گھر منگوائے اپنی پالکی میں بجائے کہار کے اُسکو لگاتے - جسپر انکی مہربانی ہوتی یا توجہ کا پرتو پڑتا اُسکو سجاتے اور زنانے کپڑے پہناتے اور اس امر کو اصل الاصول خداشناسی کا بتلاتے - اب اُن کے وہ گیت جو کفر و اسلام میں تفرقہ نہیں کرتے گائے جاتے ہیں اور کتابوں میں مدون و مکتوب ہیں ان گیتوں کی کتابوں کی عظمت قرآن سے بھی زیادہ کی جاتی ہے -

صوفیوں پیرزادوں میں جفر اور رمل اور نجوم وغیرہ کا بھی چرچا ہے اسکو بڑے شوق سے سیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جفر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایجاد ہے امام جعفر نے اسکی تفسیر و تشریح اور اشاعت کی اور امام مہدی اسکے کامل مصدر و مورد ہیں اور واقف ہوں گے اور اُن کے تمام کاروبار اور فتح و نصرت اسی کے ذریعہ ہوگی - جفر کے دو حصے ہیں ایک حصہ کو آثار کہتے ہیں اور دوسرے حصہ کا نام اخبار ہے اخبار کے حصہ سے غیب کی خبریں نکالتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے پیشگوئیاں کرتے ہیں اور پہلے حصہ سے تعویذ نقش عزائم افسون - قسمتیں اور موکلات کے نام استخراج کرتے ہیں اور حب اور بغض اور تسخیر اور کشائیش رزق اور فتوح اور حل مشکلات اور ادعیہ وغیرہ بیدا کرتے ہیں - درحقیقت یہ ایک سراب محض اور یقینی لاشئے ہے -

مجھکو بھی ایک دفعہ ان نالائق مصنفوں سے یہ خبط سوجھا تھا کہ میں نے جفر میں یہانتک ترقی کی تھی کہ شاید مجھسے زیادہ جاننے والا کوئی ہو مجھے تو خدا نے ایک کشف اور نیز ایک الہام کے ذریعہ سے بچا لیا

میرا ایک کشف

اور اسدرجہ تک مجکو غلو تھا کہ نجوم کا جو عملی حصہ ہے اُسکو بھی میں سیکھنے لگا تو ایک روز رات کو عشا کی نماز پڑھ کر میں بیٹھا تھا کہ یکایک میرے کان میں غیب سے آواز آئی کھڑا ہو جا میں چونک پڑا اور چاروں طرف دیکھنے لگا کہ

و قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھکر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔ میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے ہیں اُن کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہوجانا بجز اسلام قبول کرنیکے ہرگز ممکن نہیں ہرگز ممکن نہیں!

اے نادانو تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مردار کھانے میں کیا لذت؟!!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اسوقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہوگیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسیکو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق پاوے تو قبول کرلیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ ایک مردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشت خاک۔ کیا یہ مردہ خدا ہوسکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دیسکتا ہے؟ ذرا آؤ ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے مردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کردیگا

جلت وصایانا هدیٰ لکنها
کبرت علیک ولیتها لم تکبر

میری وصیتیں ہدایت کی رو سے بڑی بزرگ ہیں۔ لیکن تجھ پر گراں ہیں کاش گراں نہ گذرتیں۔ افسوس تجھ پر گراں نہ گذرنی چاہیئیں تھیں۔

تم کلامہ الشریف

پہلے کی تو میں کہتا نہیں کہ لوگوں کو مردہ پرستی میں کیا مزہ آتا ہے مسیح کی پرستش کی تب ویسی اور پیر دستگیر کی پرستش تب ویسی اور کسی صنم اور بُت کی پوجا کی تب ویسی زندہ خدا حي وقیوم خدا مستجاب الدعوات خدا افسوس ان کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا ماقدروا اللہ حق قدرہ

اور فرمایا

اطع ربک الجبار اهل الاوامر

وخف قهره واترك طريق التجاسر

اپنے خدائے جبار اور احکام والے کی اطاعت کر۔ اور اُس سے ڈر اور دلیری کی راہ اختیار مت کر۔

فلا تعتدوا العظمی فان الهنا
غیور علی حرماته غیر قاصر

حد سے گذرنا خدا کی حدبندیوں کو توڑنا اختیار نہ کرو کس لیئے کہ ہمارا معبود محبوب مقصود اپنی حدود اور حرام کی ہوئی چیزوں پر غیرت مند ہے وہ مجرموں کو ہرگز نہیں چھوڑے گا۔

ولا تقعدن یا ابن الکرام بمسند
فترجم من حب الشریر کخاسر

اے بزرگوں کی اولاد اور اے بزرگوں کے گدی نشینو مسند کی ساتھ نشست و برخاست مت کر۔ شریروں کی محبت اور انکی مجالست سے ٹوٹا اور خسارہ ہی پاوے گا۔ اور آخرکار اُنکے دور ہونا پڑیگا

ولا تحسبن ذنبا صغیرا کهین
فان وداد الذنب احدی الکبائر

اور چھوٹے اور صغیر گناہ کو آسان نہ سمجھ کیونکہ صغیرہ گناہوں کو پسند کرنے اور ہلکا جاننے سے بڑے اور کبیرہ گناہ ہوجاتے ہیں۔

واخر نصحی توبة ثم توبة
وموت الفتی خیر له من مناکر

اور میری نصیحت تو آخر کار یہی ہے کہ غیر خدا کو چھوڑنا اور اوامر الٰہی کو قبول کرنا اور اُسکی نواہی سے اُسکی طرف رجوع کرنا ہی بہتر ہے اور اسی میں خیر ہے کہ معاصی اور ارتکاب منکرات سے پہلے ہی مرجاوے۔

بہت سے لوگ اس میں سنی بھی شیعہ بھی عادت رکھتے ہیں کہ جب کہیں شامت اعمال سے معاصی و منکرات کے ارتکاب سے فسق و فجور کے شیوع سے خدا کی طرف سے تنبیہ کے لیے وبا ہیضہ یا قحط یا کوئی اور بلا نازل ہوتی ہے تو یہ شعر دروازوں پر چوراہوں میں تختیوں اور جبینوں پر لکھوا کر کندہ کرکر لگاتے ہیں وہ شعر یہ ہے

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمة
المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمة

خدا جانے کس رافضی کی شامت اعمال کی وجہ سے یہ شعر تصنیف ہوا اور کس کمبخت نابینا صوفی نے اسکو قبول کرکے دنیا کو شرک کی بدبو دار نجاست میں ڈالا۔ یہی امور اور ایسے ضرورتیں چاہتی ہیں کہ کوئی مصلح آوے اور اس اندرونی شرک کی جڑ پر تبر توحید رکھے۔

نادان اس شعر کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے اور نہ آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ ناصح کو دشمن اور مصلح کو مفسد قرار دیتے ہیں۔

کوئی ہفت بند کاشی کا وظیفہ پڑھتا ہے کوئی دیوی دیوتا کے نام کی مالا جپتا ہے کوئی یا علی اور یا حسین پکارتا ہے کوئی یا خواجہ یا فرید یا پیر کی طبیعت کے نعرے لگاتا ہے غرضیکہ ہر ایک نے خلاف مقصود راہ کچھ اختیار کر رکھا ہے سچ ہے

ظهر الفساد فی البحر والبر

ربنا المسیح پکارنے والوں نے مسیح جیسے ایک عاجز انسان اور مشت خاک اور بے پر و بے زر بیکس کو خدا اور قاضی الحاجات ٹھیرایا اور ربنا الحسین کہنے والوں نے ایک مسکین اور عاجز تر انسان کو مجیب الدعوات اور قاضی الحاجات مانا۔

ان دونوں میں کوئی فرق بتائے کہ یہ کتنے پانی میں اور وہ کتنے پانی میں ایک گروہ نے مسیح کے خون سے نجات کا ذریعہ قبول کیا اور دوسرے گروہ نے حسین کے خون کو نجات کا وسیلہ تسلیم کیا۔ ان دونوں گروہوں میں کوئی تمیز کرکے بتلاوے کہ کفارہ میں کس کا قدم آگے نکلا ہوا ہے۔ کسی شخص نے کسی شخص سے پوچھا کہ پہاڑ پر چڑھنا بہتر ہے یا اُترنا اُس نے جواب دیا کہ چڑھنے اور اُترنے دونوں پر لعنت ہے۔

یہ اُسوہ مصلح اور امام نے جس کی بعثت کی اس دنیا و [illegible] انسان کے وقت ضرورت تھی بتلایا کہ [illegible] نہ کسی کا کفارہ نہ فدیہ اگر کسی کا فدیہ یا کفارہ ہونا [illegible] تھا تو عیسائیوں کے مسیح کا کفارہ ہونا چاہیے تھا اور حسین کا فدیہ یا کفارہ [illegible] شیعوں کو یاننا [illegible] کہ کفارہ اور فدیہ یا قربان کا لفظ بتلاتا ہے کہ اعلیٰ شے پر ادنیٰ چیز قربان ہونی چاہیے نہ ادنیٰ پر اعلیٰ۔ ہم [illegible] نزول آلهی [illegible] اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ ادنیٰ چیزیں اعلیٰ چیزوں پر قربان ہوتی ہیں گائے بیل بکری بھیڑ جیسے حیوان پتھر پانی کپڑے کاٹھ نباتات جمادات سب اشیاء انسان کے استعمال میں آتی ہیں انسان کسیکو کھاتا ہے کسیکو پہنتا ہے کسی چیز سے اپنے آرام کے لئے سامان طیار کرتا ہے کسی پر سوار ہوتا ہے کسی سے مکان بناتا ہے یہ سب چیزیں انسان سے ادنیٰ ہیں اور انسان اشرف المخلوقات ہے۔ سب انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اور جب انسان ایک آبخورہ یا ایک گلاس پانی کا نوش کرتا ہے تو آج کل کی تحقیقات کے نزدیک جو ایک قطرہ میں ہزارہا کیڑے ثابت کرتے ہیں کس قدر بے حد و بیشمار کیڑے پی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و خلق ما فی الارض جمیعا تمام چیزیں جو زمینوں میں ہیں وہ سب تمہارے لیے ہیں نہ تم اُن کے لیے۔ کس قدر افسوس ہے شیعوں اور عیسائیوں پر کہ اپنے سے بہتر یعنی حسین اور مسیح کو قربان کرتے ہیں اور مسیح و حسین کی ایک بھیڑ بکری یا ایک پانی کے نامعلوم کیڑے جتنی حیثیت کی برابر بھی قدر اور عزت نہیں سمجھی خدا کی مار ایسے فہم پر اور خدا کی پھٹکار ایسی سمجھ بوجھ پر۔

یہ ادنیٰ اور ناپاک اعلیٰ اور پاک کو اپنے اوپر قربان کریں اپنے بدلہ میں فدیہ دیں۔

خدا کی پناہ بدمعاشوں اور فاسقوں اور فاجروں کے بدلے میں مسیح و حسین جیسے راستباز اور مقبول خدا اور محبوب الٰہی مارے جائیں بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ ان راستبازوں اور مقدسوں کے بدلے میں یہ خبیث و شریر قربان کیے جاتے تاکہ دنیا ہر قسم کی پلیدی اور نجاست سے پاک ہوتی اور خدا ترسوں اور راستبازوں کے وجود با جود سے دنیا منور اور پاک اور معطر رہتی۔

لو اور سنو۔ عیسائیوں کو دیکھو انہوں نے یہیں تک بس نہیں کی کہ مسیح کو کفارہ میں لاکر اپنے اوپر سے قربان کردیا۔ بلکہ اُسکو لعنتی اور اُس لعنتی قربانی کو نجات۔ یہ خوب بات ہوئی۔ ایک عیسائی کی بیوی زنا کرکے اسکے گھر کے لائق نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ ناپاک اور خبیث ہوگئی مگر یسوع ملعون یعنی ناپاک اور خبیث بنکر معاذ اللہ انکا بہشت اور وسیلہ نجات ہے۔

ملعون کسکو کہتے ہیں۔ ملعون شیطان کو کہتے ہیں۔ جب کسی پر لعنت پڑے گی یا لعنة اللہ پڑیگی تو سمجھا جاوے گا کہ وہ اول درجہ کا شریر اور سیاہ دل اور بدباطن اور سیاہ رو اور واقعی شیطان بنگیا اور جو صفات شیطان کے ہیں وہ تمام اُن شیطانی اوصاف سے متصف ہوگیا۔ لعنت کا مفہوم یہی ہے کہ جس پر خدا کی لعنت پڑے وہ شیطان اور خدا کا دشمن اور خدا اُس کا دشمن۔ اُس کا خدا سے بالکل قطع تعلق خدا کا اُس سے قطع تعلق اور خدا کا منکر ہے۔ اور لکھا ہے کہ اللعین الشیطان۔ صدہا اور ہزارہا عیسائیوں پادریوں سے سوال کیا گیا کہ کیا یسوع خدا سے منحرف اور روگرداں اور منکر اور سیاہ دل ہوگیا تھا اور خدا اُس سے منحرف ہوگیا تھا اور وہ خدا کا دشمن اور خدا اُس کا دشمن ہوگیا تھا اور دہریت اور تمام شیطانی صفات اُسمیں داخل اور سرایت کرگئی تھیں اور کوئی ایسا بھی زمانہ اُسپر آیا ہے خواہ ایک ہی منٹ کے لیے ہو کہ ولدیت اور مولودیت کا قطع تعلق ہوگیا کہ نہ وہ اُسکا باپ اور نہ وہ اُسکا بیٹا اور کیا ان میں بھی عداوت اور بغض اور شحنا پیدا ہوگئی تھی۔ جیسے کہ یہود کو مسیح سے اور تمکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کوئی پادری جواب نہیں کرسکا۔ یہ ماننا اور تمام کارخانہ درہم برہم
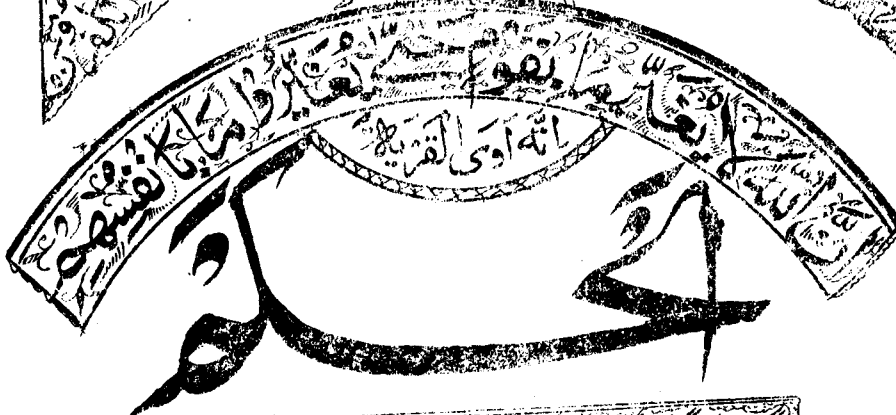
باقی آئندہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم باتو گر آنی چہ دار قادیان ہی — دارالامان ہی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی

پیشگی قیمت سالانہ

عام سے ۔ ۔ ۔ ما
خواص معاونین سے ۔ ۔ ۔ عہ
ہندوستان سے باہر ۔ ۔ ۔ للعہ
غیر مذاہب والوں سے ۔ ۔ ۔ ۱۲ر
غیر مستطیع لوگوں سے ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

نمبر ۸ — دارالامان قادیان — مارچ — جلد

پیام ناصر

از حضرت میر ناصر نواب سلمہ اللہ الوہاب

یہاں آیا ہے اک بندہ خدا کا
وہ نائب ہے محمد مصطفیٰ کا
اُسے کہتے ہیں اب یہ لوگ دجال
ہوا ہے اہل دنیا کا عجب حال
مسلماں ہو گئے خود اُس کے دشمن
بنے ہیں مولوی بھی اُس کے رہزن
سناؤں تم کو کیا غم کی کہانی
ہوے ہیں دشمن جاں یار جانی
مگر اللہ ہے ان کا مددگار
لگا لیں زور جتنا چاہیں اشرار
اخیری فتح ہے یاں متقی کی
اُکھڑ جائے گی آخر جڑ بدی کی
بدوں کو ہو گی آخر کار یاں مار
وہ پہنیں گے گلے میں لعنتی ہار
زمانہ آ گیا نصرت کا نزدیک
مگر معلوم ہے اللہ کو ٹھیک
ابھی باقی ہے کتنے روز کی ڈھیل
خدا کے ہاتھ ہے تاخیر و تعجیل
صبوری سے مدد مانگو خدا سے
گذارو زندگی تم اِتقا سے

کرو نیکی کہ نیک انجام پاؤ
اگر لینا ہے کچھ ایمان لاؤ
جماعت میں ہو اس مہدی کی شامل
ملو کامل سے تا ہو جاؤ کامل
ادھر آؤ ہدایت لُٹ رہی ہے
پھرو گے بھٹکتے گمراہ تا کے
پیو اگر محبت کا پیالا
عداوت سے کرو تم منہ کو کالا
ملو مہدی سے تم پاؤ ہدایت
کرو اسلام کی آ کر حمایت
چلو عیسیٰ کی خدمت میں چلو تم
حیات جاوداں پا لو گے تو تم
دل مردہ کو دیتے ہیں جلا وہ
عجب کرتے ہیں شیشہ کو جلا وہ
سنو لوگو نہ تم بیہودہ باتیں
گذار دو قادیاں میں چند راتیں
یہاں اخلاص سے تم چل کے آؤ
کہ تم کا یہاں کچھ پھل بھی پاؤ
کرو تحقیق یاں آ کر ہر اک بات
نہ تم کوتہ کرو تحقیق سے ہات
پرے بیٹھے نہ تم باتیں بناؤ
تم اس مرد خدا کے پاس آؤ
کرو ہر بات کی تحقیق تم خود
خدا نے تم کو دی ہے عقل اور بُد
بہانہ بازیوں کو چھوڑ دو تم
مہاریں اس طرف کو موڑ دو تم
رضا حق کرو یاں آ کے تحصیل
کرو حالات میں کچھ اپنے تبدیل

خدا کے فضل سے لو آ کے
عداوت کا کرو تم پاک فصہ
خیال خام تم دل میں نہ لاؤ
کسی بدگو کے دھوکے میں نہ آؤ
خدا کے قہر سے ہر دم ڈرو تم
نہ اس مردار دنیا پر مرو تم
یہاں آ کر کرو ایمان تازہ
کہ حاصل ہو تمھیں اک جان تازہ
پرانے وسوسے دل سے مٹاؤ
کلام اللہ پر ایمان لاؤ
رسول اللہ کے اقوال دیکھو
اور اس مہدی کے تم اعمال دیکھو
نمونہ ہے یہ احمد مجتبیٰ کا
یہ نائب ہے محمد مصطفیٰ کا
امام وقت و مہدی زماں ہے
تمھارا دھیان اے لوگو کہاں ہے
محبت سے تم اس کو آ کے دیکھو
کہ تا اس کی صداقت تم پہ ظاہر
غرض سے پاک ہے یہ عرض میری
قسم کھاتا ہوں میں اس پر خدا کی
نصیحت اور محبت سے کہا ہے
یہ سچی بات ہے شاہد خدا ہے

قیمت رسالہ سراج الحق محصول

وفات مسیح میں نرالی اور اچھوتی بحث ہم رسالہ سے کم باہر نہیں جا سکتا۔ قریب ہے کہ خریدار و نکو بار دوم کے اڈیشن کا انتظار کرنا ہے سراج الحق نعمانی

کلماتِ طیبات یا ملفوظاتِ احمدیہ

علیہ السلام والتحیۃ

گذشتہ اشاعت سے آگے

لیکن جب انسان خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور شعائر اللہ کی پروا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پروا ہو جاتا ہے اور اس شخص اور ایسی قوم کو تباہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ چغتائی سلطنت نے جب دین سے غافل ہو کر بہائم کی سی سیرت اختیار کر لی۔ تو پھر اسکا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ سلطنت جو صدیوں سے چلی آتی تھی اُسکا کچھ بھی باقی نہ رہا اور ایک مشاعرہ پر اُسکا خاتمہ ہو گیا۔ پس انسان کو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کھلی اور چھپی ہوئی بدکاریاں آخر انسان پر وہ گھڑی لے آتی ہیں جس کا اُسے آسایش کے ایام میں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اسلیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر وقت دل پر ہے اور اس کی عظمت و جبروت سے ڈرتا ہے اور اعمال صالحہ کی کوشش کرتا رہے اور پھر دعا کے ساتھ اسکی توفیق مانگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے

اسقدر تقریر اعلیٰ حضرت نے فرمائی تھی کہ مشیر اعلیٰ صاحب نے بڑی شفاعت سے ذیل کا سوال آپ کو پوچھا۔ ایڈیٹر

سوال آپ کی طرف سے نبی یا رسول ہونے کے کلمات شائع ہوئے ہیں اور یہ بھی کہ میں عیسیٰ سے افضل ہوں اور اور بھی تحقیر کے کلمات بعض اوقات ہوتے ہیں جن پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت اقدس۔ ہماری طرف سے کچھ نہیں ہوتا میں ان باتوں کا خواہشمند نہیں تھا کہ کوئی میری تعریف کرے اور میں گوشہ نشینی کو ہمیشہ پسند کرتا رہا۔ لیکن میں کیا کروں جب خدا تعالیٰ نے مجھے باہر نکالا۔ یہ کلمات میری طرف سے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ جب مجھے ان کلمات سے مخاطب کرتا ہے اور میں بالمواجہ اس کا کلام سنتا ہوں پھر میں کہاں جاؤں لوگوں کے اعتراضوں اور نکتہ چینیوں کی پرواکروں یا اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاؤں؟ میں دنیا اور اس کے اعتراضوں کی کوئی حقیقت اور اثر نہیں سمجھتا لیکن خدا تعالیٰ کو چھوڑنا اور اس کے کلام سے سرگردانی کرنا اسکو بہت ہی برا سمجھتا ہوں اور میں اسکو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ اگر ساری دنیا میری مخالف ہو جاوے اور ایک متنفس بھی میرے ساتھ نہ ہو بلکہ کل کائنات میری دشمن ہو

پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے انکار نہیں کر سکتا دنیا اور اس کی ساری شان و شوکت اس **جلیل کلام** اور **خطاب** کے سامنے ہیچ اور مُردار ہیں میں انکی کبھی پروا نہیں کرتا۔ پس کوئی اعتراض کرے یا کچھ کہے میں

خدا تعالیٰ کے کلام کو اور خدا کو چھوڑ کر کہا جاؤں۔

(ایڈیٹر)
اسی مضمون کو اعلیحضرت نے قصیدہ الہامیہ کے ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے

حکم است ز آسمان بزمیں میرسانمش
گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم

اور یہ بالکل غلط ہے کہ میں انبیاء و رسل یا صلحاء امت کی تحقیر کرتا ہوں۔ جیسے میں ابرار و اخیار کا ذکر کرتا ہوں اور ان کے مقام و قرب کا جتنا [illegible] کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا کیونکہ [illegible] اسی گروہ سے ہیں اور الجنس مع الجنس [illegible]

[illegible]

کیونکہ جوہری ہی جوہر کی حقیقت کو سمجھتا ہے اسطرح دوسرے لوگ خواہ امام حسین کو سجدہ کریں مگر وہ ان کے رتبہ اور مقام سے محض ناواقف ہیں۔

اور عیسائی خواہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بنا دیں مگر وہ ان کے اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بیخبر ہیں۔ اور ہم ہرگز تحقیر نہیں کرتے۔

مشیر اعلیٰ۔ عیسائی خواہ خدا بناویں لیکن مسلمان تو نبی سمجھتے ہیں اس صورت میں ایک نبی کی تحقیر ہوتی ہے۔

حضرت اقدس۔ ہم تو حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی یقین کرتے ہیں اور سچے نبی کی تحقیر کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ اسیطرح حضرت امام حسین کی بھی نیایت عزت کرتے ہیں لیکن جب عیسائیوں سے مباحثہ کیا جاوے وہ راضی نہیں ہوتے جب تک حضرت عیسیٰ کو اللہ یا ابن اللہ نہ کہا جاوے۔ اسلیے جو کچھ انکی کتاب پیش کرتی ہے وہ دکھانا پڑتا ہے۔ تاکہ ایک کفر عظیم کو شکست ہو۔

مشیر اعلیٰ۔ ان کے مقابلہ میں اگر انکی نرمی کی جاوے یہ تو اچھی بات ہے مگر اصول صحیح کو تو انکی خاطر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

حضرت اقدس۔ اصول صحیح وہ ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ قائم کرے ہم ان اصولوں پر چلتے ہیں جن پر ہمکو اللہ تعالیٰ نے چلایا ہے اگر کوئی اس وقت ان باتوں کو استہزا کی نظر سے دیکھتا ہے اور یقین نہیں لاتا

تو مرنے کے بعد اسکی حقیقت کھل جائیگی

اور خود دیکھ لیگا کہ کون **حق پر ہے۔**

میرے اس دعوے پر کہ میں امام حسین سے افضل ہوں شور مچایا جاتا ہے لیکن اگر پوچھا جاوے کہ آنے والا مسیح حسین سے افضل ہے یا نہیں تو اسکا کیا جواب ہے۔

مشیر اعلیٰ۔ پھر آپ کے نزدیک کیا ہے۔

حضرت اقدس میں خدا تعالیٰ نے تو مجھے یہی بتایا ہے کہ میں **افضل ہوں۔** اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اسیطرح آنے والا محمدی مسیح۔ کرسوی مسیح سے افضل ہے۔ اسوقت آپ انکار کریا تو کریں لیکن مرنے کے بعد تو سب کچھ ظاہر ہو جاویگا اور پتہ لگ جاوے گا کہ کون افضل اور حق پر ہے۔

میں اگر اپنی طرف سے شیخی جتلاتا ہوں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں لیکن اگر کوئی میرے **صدق** کے نشانات دیکھکر بھی جھٹلاتا ہے تو پھر اس کا [illegible] ہے وہ میری تکذیب نہیں [illegible] اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔

آپ جو کچھ کہتے ہیں بطور **مقلد** کے کہتے ہیں ذاتی بصیرت [illegible] نہیں ہے لیکن میں جو کچھ کہتا ہوں [illegible] شہود کے کہتا ہوں اور

خدا تعالیٰ سے بصیرت پاکر کہتا ہوں

میں خدا تعالیٰ کے مکالمات سنتا ہوں ہر روز اس سے مخاطبات ہوتے ہیں پھر میں ایک نابینا مقلد کی پیروی کسطرح کروں۔

ہاں

اگر کوئی امام حسین کو مجھ سے **افضل یقین** کرتا ہے اور اسکا کوئی الگ خدا ہے تو پھر

میں دیکھلوں گا کہ وہ میرے مقابل اس افضلیت کے کون سے نشان اپنی ذات سے دکھا سکتا ہے۔ اگر کوئی نشان نہیں دکھا سکتا اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں دکھا سکتا تو پھر سب کے لیے جو تحقیق کی راہ کھلی ہے اسکا انکار نامناسب ہے

یہ نری کہنے ہی کی باتیں نہیں ہیں میری زندگی کا کون ذمہ وار ہو سکتا ہے جبکہ میں براہ راست خدا تعالیٰ سے سنتا ہوں۔

خواہ مجھے دوزخ میں ڈالدیا جاے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاے میں اس کی بالکل پروا نہیں کرتا۔

میں کبھی اس امر حق کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے ان نشانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہے جن نشانوں کے ساتھ **آدم۔ نوح۔ موسیٰ۔ ابراہیم** علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچانا تھا میں اب اس راہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اس دروازہ کو چھوڑ کر اور کس جگہ میں کیونکر جا سکتا ہوں۔

براہین احمدیہ چوبیس برس پہلے کی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے وہ شیعوں کے پاس بھی ہے گورنمنٹ کے پاس بھی کاپی ہے اسکو کھولکر پڑھو کہ کسقدر نشان اس میں دیے گئے تھے۔ اور وہ اسوقت دیے گئے تھے کہ جب کسی کے وہم و گمان میں بھی وہ باتیں نہ آسکتی تھیں کہ ایسا ہو جاوے گا۔ مثلاً اس میں لکھا ہے کہ آج تو اکیلا ہے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ فوج در فوج لوگ تیرے ساتھ ہوں گے۔ دنیا دار مقابلہ کرینگے مگر وہ اس مقابلہ میں ناکام رہینگے اور میں تجھے کامیاب کروں گا۔ اب کوئی مخالف اس کا جواب دے کہ کیا وسیطرح نہیں ہوا۔

جب براہین احمدیہ شائع ہوئی ہے تو سارے ملک میں کوئی آدمی نہیں تھا جو مجھے جانتا ہو قادیان سے باہر کسیکو کچھ پتہ نہ تھا۔ لیکن اب دیکھاو کہ کسقدر رجوع دنیا کا ہو رہا ہے اور اس ملک سے نکلکر امریکہ آسٹریلیا اور یورپ تک اس سلسلہ کی شہرت ہو گئی ہے۔ کیا لوگوں کو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے اور روکنے کے واسطے کوششیں نہیں کی گئی ہیں۔ کفر کے فتوے دیے گئے۔ قتل کے مقدمے بنائے گئے جسطرح جس کسی کا بس چلا اس نے لوگوں کو بازرکھنا چاہا۔ لیکن جس قدر مخالفت کی گئی اسی قدر زور و شور کے ساتھ اس سلسلہ کی اشاعت ہوئی اور آفاق میں اسکا نام پہونچگیا اسی کے موافق جو خدا نے پہلے فرمایا تھا۔ اب تمہیں کوئی جواب دے کہ کیا یہ انسانی کلام ہو سکتا ہے کہ چوبیس برس پیشتر ایسی پیشگوئی کرے اور پھر وہ حرفاً حرفاً پوری ہو جاوے اور وہ پیشگوئی ایسی حالت میں کی جاوے کہ اس وقت کوئی آدمی جاننے والا بھی موجود نہ ہو اگر یہ انسانی کلام ہے تو پھر ایسا دعویٰ کرنے والے کو چاہیے کہ اسکی نظیر پیش کرے۔ پھر اسی براہین میں درج ہے

یاتون من کل فج عمیق
و یاتیک من کل فج عمیق

اگر اس نشان کو دیکھا جاوے تو اپنی جگہ یہ کوئی ۱۰ لاکھ نشان ہوگا۔ ہر آدمی نیا آنے والا مہمان اس نشان کو پورا کرتا ہے۔ اور مختلف دیار و امصار سے خطوط آرہے ہیں تحائف آرہے ہیں جس کے واسطے ڈاکخانہ اور محکمہ ریل کی کتابیں بھی گواہ ہیں۔ پھر کیا یہ معمولی نظر سے دیکھے جانے کے قابل باتیں ہیں ایسے ایسے صدہا نہیں ہزار کو نشان ہیں ان نشانوں کے ہوتے ہوئے

میں خدا تعالیٰ کا انکار کروں اور اسکی باتوں کو چھوڑ دوں!!! یہ کبھی نہیں ہو سکتا خواہ میری جان بھی چلی جاوے۔

پھر ان نشانات کو الگ رکھو میں تو اپنے اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین رکھتا ہوں اور اسکا وعدہ ہے کہ اگر کوئی چالیس دن میرے پاس رہے تو وہ ضرور کوئی نہ کوئی نشان دیکھ لے گا۔

ہماری جماعت اسبات کی گواہ ہے اور ان میں شاید ایک بھی ایسا آدمی نہ نکلے گا جس نے کوئی نہ کوئی نشان نہ دیکھا ہو پھر آپ ہی بتائیں

کہ خدا کی راہ کو چھوڑ کر میں کس کی بات سن سکوں اسکے مقابل میں جلتی ہوئی آگ میں کود پڑنا میرے لیے آسان ہے

گراس کو چھوڑنا مشکل ہے۔

دیکھو وہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں انکی روحیں ان برکات کو محسوس کرتی ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے ان کو ملی ہیں + مگر وہ لوگ جو امام حسین کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے چال چلن کو اختیار نہیں کرتے اور انکا اتباع نہیں کرتے وہ یاد رکھیں کہ قیامت کو امام حسین سے الگ ہٹھائے جائیں گے اور انسے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

نواب صاحب (شیعہ ہیں) ہم تو حضرت امام حسین کو سجدہ نہیں کرتے البتہ نواسہ رسول سمجھکر مانتے ہیں۔

حضرت اقدس - حضرت امام حسین کے نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یا شہید ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے - اور اسی حد تک ان کو ماننا کسی خرابی کا باعث نہیں ہوا بلکہ انکی شان* میں بہت بڑا غلو کیا گیا ہے میرے ایک استاد بھی شیعہ تھے جو آپ کے ہاں بھی جایا کرتے تھے مجھے بہت سا موقع ملا ہے کہ میں اس غلو کا اندازہ کروں جو وہ امام حسین کی نسبت کرتے ہیں - وہ اتنا ہی ہرگز نہیں مانتے کہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے یا شہید ہوئے بلکہ وہ حاجت روا اور مشکل کشا مانتے ہیں لیکن آپ یاد رکھیں کہ جب تک وہ طریق اختیار نہ کیا جاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا - اور جس پر حضرت علی اور حضرت حسین نے قدم مارا تھا کچھ بھی نہیں ہو سکتا تعزیے بنانا اور نوحہ خوانی کرنا کوئی نجات کا ذریعہ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق قائم کرنے کا طریقہ نہیں ہو سکتا - خواہ کوئی ساری عمر سر مارتا رہے۔

سچی پیروی الگ چیز ہے اور محض مبالغہ ایک اور امر ہے - جبتک انسان انبیاء علیہم السلام کے رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا انکی محبت اور ارادت کا دعویٰ محض ایک امر ہے جسکا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(ایڈیٹر) دلنعم ما قیل

از عمل ثابت کن آن نور کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفی را راہ کنعان گیر

علیہم السلام کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کے نمونہ کو اختیار کریں اور اسی رنگ میں رنگین ہو کر ان کے ساتھ سچی محبت کا اقتضا یہی ہوتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلیں اور اگر یہ بات نہیں تو سارے دعوے ہیچ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایسی ہی مثال ہے جیسے گورنمنٹ مختلف قسم کی صنعتیں وغیرہ یہاں بھیجتی ہے اور لوگوں کو دکھاتی ہے اس سے اس کی یہ غرض تو نہیں ہوتی کہ لوگ ان صنعتوں کو لیکر اسکی پوجا کریں بلکہ وہ تو یہ چاہتی ہے کہ یہاں کے لوگ بھی ان نمونوں کو دیکھکر انکی تقلید کریں اور ایسے نمونے خود بنایا کریں + جو دلیل ارتقاء ہے

وہ فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن جو توجہ نہیں کرتے انکو کوئی فائدہ ان نمونوں سے نہیں ہو سکتا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی جو لوگ سچی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے قول و فعل کو اپنے لیے ایک نمونہ قرار دیکر اسی کے موافق اپنا چال چلن اور عمل درآمد کر لیتے ہیں خدا تعالیٰ انکی مدد کرتا ہے - اور انپر بھی اسی رنگ کے برکات اور فیوض کا دروازہ کھولا جاتا ہے جس قسم کے برکات انبیاء علیہم السلام کو دیے جاتے ہیں - اور جو انکی اتباع نہیں کرتے وہ نامراد رہتے ہیں - یہ نمونہ جب سے انبیاء علیہم السلام آتے ہیں برابر چلا آیا ہے اور ہر زمانہ میں اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہوا ہے - یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا بجز اس آدمی کے جسکو ذرا بھی ایمان اور یقین نہ ہو۔

نور الدین پر ریویو

نمبر اوّل

مقدمہ

نور الدین پر ریویو لکھنا تو اس قلب و دماغ کا کام ہو سکتا ہے جو اس روشنی سے سینہ منور رکھتا ہو جسکی نسبت یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ النار آیا ہے - پھر ہم جو اپنی علمی اور عملی قابلیت کا پبلک سے زیادہ علم رکھتے ہیں کس طرح ریویو لکھنے کا کیونکر حوصلہ کر سکتے ہیں؟ ہاں جرأت اور دلیری کی تہ میں ایک بات ہے جو کشاں کشاں اس طرف لائی ہے اور ہم اسکا اظہار کسی خاص وجہ سے کرنا نہیں چاہتے الا اگر اللہ تعالیٰ نے ہمکو توفیق دی اور ہم اپنے مدعا میں کسی حد تک بھی کامیاب ہو گئے پھر انشاء اللہ اس راز کو بیان کریں گے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

نور الدین پر ریویو لکھنے سے پہلے چند ضروری امور بیان کرنے کے قابل ہیں جن پر یہ ریویو مشتمل ہوگا تاکہ ناظرین الحکم ہمارے اس ریویو کی غرض و غایت ہوتی ہے پس

اولاً - ریویو کی حقیقت جس کے ضمن میں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ریویو کے بانی اہل عرب ہیں اور ریویو سے علم کلام کیونکر پیدا ہوا؟ نیز تصنیفات پر رائے لکھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے

ثانیاً - نور الدین کے مصنف و مؤلف حکیم الامۃ تحقیقات مولانا مولوی نور الدین صاحب کا مختصر تذکرہ۔

ثالثاً - نور الدین کی ریویو (بر مصنفت) [illegible]

یاد رہے کہ مندرجہ حاشیہ امور پر اس ریویو میں ہم بحث کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں - یہ امور عشرہ جو ہمارے زیر بحث ہونگے ہر مخالف و موافق کے نزدیک ایسے دلچسپ اور مفید ہیں کہ اگر انپر پوری پوری بحث کی جاوے تو غالباً **نور الدین** کے برابر ایک جلد طیار ہو جاوے اس لیے کہ یہ مضمون بہت ہی وسیع ہے لیکن ہم اس توسیع خیال کے سلسلہ کو چھوڑکر اس ریویو میں حتی الوسع ایجاز و اختصار سے کام لینگے خیر الکلام ما قل و دل

(خلاصہ)

رابعاً - نور الدین متکلم کی نظر سے زمانہ حال کو کس قسم کی تصنیفات کی ضرورت ہے

خامساً - نور الدین متکلم کی نظر میں زمانہ حال کی ضرورت کے واسطے کون کون سی کتابیں موجود ہیں۔

سادساً - نور الدین کے مضامین کی تلخیص اور نور الدین کی خصوصیات اور انپر ریویو۔

سابعاً - ہمیں کچھ کچھ انتخاب اور اقتباس نمونہ کیطور پر

ثامناً - نور الدین اور اسی مضمون کی دوسری کتابوں میں امتیاز

تاسعاً - نور الدین پر ہمارے ہمعصر اہل الرائے بزرگ اور قوم کی توجہ

عاشراً - آریہ سماج اور اسلام کے مباحثین

کے حکیمانہ ارشاد پر عمل ہو جاوے۔

اور ہمارے بعض ناظرین بھی جو ایسی بانوں سے شاید مذاق نہ رکھتے ہوں گھبرا نہ جائیں +

امر اوّل

ریویو لاطینی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی اور یورپ کی دوسری زبانوں کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہے - ریویو کا لفظ اب ہماری زبان اردو میں بھی منتقل ہو گیا ہے اور اخبارات اور ماہواری رسالوں میں مختلف عنوانوں کے تحت اس سے کام لیا جاتا ہے مگر حقیقت الحال یہ ہے کہ بڑی بے لطفی اور بے مزگی کے ساتھ اور اصل اغراض و مقاصد کو پس پشت ڈالکر ہمارے یہاں ریویو کی غرض و غایت اسی قدر سمجھی جاتی ہے کہ زیر ریویو چیز کی جس قدر ثنا و صفت ہو سکے کی جاوے برخلاف اس کے یورپ و امریکہ کے ریویو نگار جو ریویو کرتے ہیں وہ فی نفسہا ایک جداگانہ تصنیف ہوتی ہے جسمیں ملک اور قوم کو ایک علمی فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔

کیونکہ تعلیم یافتہ موجودہ زمانہ کے ترقی یافتہ (ترقی سے مراد مادی ترقی سمجھنی چاہیے) ممالک کے محققوں کی رائے میں ریویو وہ ہوتا ہے جو ان مراتب کے لیے (جو اصل مقصود ہیں) ایسا بیان ہو (عام اس سے کہ اسکے نقصوں کا آئینہ ہو یا اسکے مفید ہونیکی کسوٹی) جو مصنف سے بڑھ کر ہو۔ مگر ہم ریویو کو تقریظ ہی کے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں جس سے فائدہ مراد نہیں ہے۔ ریویو نویسی دراصل عرب کے فاضلوں اور فلاسفروں کی ایجاد ہے اور انکی شاگردی میں اہل یورپ نے اس فن کو سیکھکر اپنے رنگ پر ڈھالا ہے - اہل عرب (جہانتک ہماری واقفیت ہماری رہنمائی کرتی ہے) ریویو کو النظر بھی کہتے ہیں اور القات بھی اسکا نام رکھتے ہیں۔

ہمارا یہ بیان کہ اہل عرب اس شریف اور معزز فن کے بانی مبانی اور موجد ہیں محض خوش اعتقادی یا تعصب پر مبنی نہیں بلکہ حقیقت ہی یونہی ہے ہم جو اپنے اسلاف کے دوسرے کمالات علمی سے ناواقف ہیں اسکو بھی بھول بیٹھے ہیں - اور ہر فرعی اور علمی ترقی کو یورپ سے آتا ہوا دیکھتے ہیں اسلیے یورپ ہی کو ہر کمال کا موجد اور بانی سمجھنے لگتے ہیں یہ قصور فہم ہی ٹھیک نہیں ہے اس فن ریویو نویسی کے عروج کو موجد ہونے اور انکے اسکو اوج پر پہونچانے کا حال اس محقق و واقف پر کھل سکتا ہے جو انکی نادر علوم اور شریف و اعلیٰ درجہ کے فنون سے نہ صرف واقف بلکہ ماہر ہو

ریویو کی بنیاد عربوں میں کیسے پڑی اور اس سے علم کلام کیونکر پیدا ہوا

اول اول اسلام میں فلسفہ لکھا ہوا نہ تھا لیکن جب فضلاء عرب نے یونانی علوم کو لیکر اپنی زبان میں ترجمہ کیا تو انکے ساتھ ہی یونانیوں کا فلسفہ بھی انہیں لکھا اور باوجودیکہ یونانی فلسفی کی کمزوریاں بھی ظاہر ہو چکی ہیں لیکن ہم ہیں کہ ہمارے درسوں اور مکتبوں میں ابھی تک وہی کتابیں چلے جاتے ہیں + غرض جب فلسفہ یونان اسلام میں داخل ہوا تو وقت کے عقلمندوں نے دیکھا کہ اصل مطلب سے دور نکل جانے کے سامان پیدا ہو چلے ہیں تو انہوں نے اسپر نظر ثانی یا القات لکھنی شروع کر دی - جو ریویو کا اصل منشاء ہے چنانچہ یہی ریویو نویسی ایک اعلیٰ درجہ کے مفید اور کارگر علم کلام کے پیدا ہونے کا موجب ہو گئی۔

اس امر کے ماننے میں غالباً کسیکو کلام نہ ہوگا کہ یہ معزز فن علم کلام کو اسی کا خاصہ ہے اور کسی اور قوم میں (جہانتک ہمارا علم ہے) نہیں وہ علم کلام سے مراد اس طریق بیان کو لیتے ہیں جسمیں مسلمہ عقائد کو عقلی اور فلسفی دلائل سے ثابت کیا جاوے - غرض اس ریویو نگارکی دھن نے عربوں کو وہ خزانہ ملا جو کسی اور کو نہیں ملا - البتہ دوسری قوموں نے اسکی نقل اتاری ہے اور اسپر ایزاد کر سکی ہیں مگر ہم ہیں (عام مسلمان) جو اسطرف توجہ نہیں کرتے - مگر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور تقاضائے زمانہ سے ایک روحانی متکلم ہم میں بھیجا ہے جس نے آکر حقیقی علم کلام کی بنیاد رکھدی ہے - اور نور الدین کے مصنف نے جیسا کہ ہم دکھلانے کی انشاء اللہ کوشش کریں گے اپنے ایک عزیز اور قابل قدر ہمعصر (خلافت راشدہ کے مصنف) کی طرح اس بنیاد پر عمارت شروع کر دی ہے جزاہما اللہ خیر الجزاء

غرض

یہیں ریویو کے معنی اور اسطریق پر اس سے علم کلام پیدا ہوا اب ہم اس امر اول کے خاتمہ پر یہ بتانا چاہتے کہ کسی تصنیف پر رائے لکھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ تخم تاثیر صحبت کا اثر ایک عام نفوس اسکے جز اول کے متعلق گو بعض اہل الرائے متفق نہیں اور اسکو صحیح نہیں سمجھتے لیکن دوسرا جزو عام طور پر مسلم ہے - اور ہمکو اسوقت ملحوظ نظر ہے - ہر فرقہ ہر ملک اور ہر طبقہ کے دانشمندوں اور مدبروں کا اسپر اتفاق ہے کہ صحبت سے بڑھ کر (عام اس سے کہ بھلی ہو یا بری) کوئی چیز مؤثر نہیں اسکے مؤثر ہونیکا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کا ارشاد اسی کامل کتاب میں موجود ہے - جیسے انسانی صحبت اندر ہی اندر اپنا اثر کرتی رہتی ہے اسیطرح مختلف تصانیف اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی ہیں ہمارے زمانہ کا ربانی عالم اور قرآنی فلاسفر یہی وجہ ہے کہ ناولوں کو مخرب اخلاق فسانوں اور داستانوں کو بھی سحر میں شامل کرتا اور سحر کہ جیسے جھوٹ جاتے کا باعث قرار دیتا ہے - مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ ایشیا کے مصنفوں نے اس کتابی اثر صحبت کی بھی پروا نہیں کی اور نہ ملک کے ریفارمروں نے اس ضرورت کو کبھی محسوس کیا اور نہ وہ اس اثر کے شناسا ہوئے + اگرچہ عدم علم عدم شی کو مستلزم نہیں لیکن اپنی اتہاس سالہ زندگی میں یہ معاملہ بجز مستذکرہ بالا فلاسفر کے منہ سے ہم نے کبھی نہیں سنی اسکا عام ثبوت یہ بھی ہے کہ ملک کا موجودہ لٹریچر دیکھو اور جو تصانیف اور کتب ملتی ہیں انکو پڑھو - پھر معلوم ہوگا کہ کیا ہے؟ ملک کے بگڑے ہوئے مذاق کتب بینی نے ملک کی اخلاقی حالت پر جو اثر کیا ہے اسکے واسطے حافظ شہروں کو دیکھو جو تعلیم اور تہذیب کے مرکز سمجھے جاتے ہیں یہ ایک ضمنی بات تھی جو درد دل کی وجہ سے آ گئی ورنہ اصل غرض ہماری وہی مضمون ہے کہ تاثیر صحبت کے رنگ میں کتابوں کے ذریعہ بہت بڑی بداخلاقی پھیلی ہے - اور اسکے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اہل قلم ہیں (اس سے ہماری مراد ریویو نگار) اگر وہ اپنے قلم کے ہنر اور تازیانہ سے ایسی مصنفوں کو درست کرتے تو آیندہ تصنیفات کے سلسلہ میں اصلاح ہو جاتی۔ اور جب ریویو نگاری کو دجیدالعصر اور ماہر لوگ ہاتھ میں لیں گے یہ اخلاق بگاڑنے والا لٹریچر بڑھتا جاوے گا۔ غرض تصنیف پر ریویو لکھنے سے بڑے فائدے ہوتے ہیں اگر وہ کتاب عمدہ ہو تو اس سے اسکے ناظرین کو فائدہ حاصل کرنیکا حوصلہ بڑھتا ہے اگر وہ کتاب بری ہو تو اس سے احتراز کا سبق ملتا ہے - کوئی نقص یا کمی رہ گئی ہو تو اصلاح اور تکمیل ہو جاتی ہے یہیں ہم فوائد ہیں جنکو مد نظر رکھکر ہم ایسے ریویو کرنا چاہتے ہیں

باقی آیندہ

---

* نوٹ - نواب صاحب [illegible] حضرت جعفر علیہ السلام [illegible] انکی شان [illegible] ہیں کیا [illegible] جو تمہیں نو لاہوری سید علی حائری کا رسالہ وسیلہ دیکھیں جس میں انبیاء کی نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بھی امام حسین ہی قرار دیے گئے ہیں (ایڈیٹر)

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ وجلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

... سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رہنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ کیونکہ جب تک یہاں نہ رہے تو انوار شریعت اور مغز قرآن جو یہاں پیش کیا جاتا ہے اس سے اطلاع کیونکر ہو؟ یہاں نہ رہنے ہی کی وجہ سے آداب النبی کے خلاف بعض او قات ہمارے بھائی حضرت اقدس سے دعا کے لیے لکھتے ہیں۔

۹۹ فیصدی ایسے خطوط دعا کے لیے آتے ہیں جنکو دعا کرانے کی حقیقت سے خبر نہیں ہے اگر ان کو اس راز پر اطلاع ہو تو انکا قلم کانپ جاوے اور کبھی ایسی درخواستیں کرنے کی جرأت نہ کریں۔ کیا دنیا دار کے رنگ میں کوئی شخص بطور خود یہ تجویز ملکہ معظمہ کو کر سکتا ہے کہ مجھے فلاں جگہ کا گورنر یا عہدہ دار بنا دو؟ ایسے آدمی کو نادان نہ کہا جاوے گا؟

دعا ایک عجیب برکت اپنے ساتھ لاتی ہے اور اس سے بڑے بڑے عقدے حل ہوتے ہیں مگر **دعا** دعا ہو جب تک اس میں وہ زینت اور خوبصورتی پیدا نہ ہو جو اس کے لوازمات ہیں اسکا کوئی اثر نہیں۔ سچا اضطراب ہو۔ کامل تبدیلی کی جاوے۔ رعایت آداب الدعا ہو۔ خشوع وخضوع کے ساتھ اعلاء کلمۃ الاسلام کے لیے دعا کی جاوے۔ پھر باب اجابت اس کے لیے جلد کھولا جاتا ہے اور دنیوی برکات بھی اسکے ساتھ ہی آتی ہیں۔

صحابہ کی خصوصیت میں نے صحابہ کی سیرۃ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور مجھے یاد نہیں کسی اولو العزم صحابی کی پاک زندگی میں یہ پایا جاتا ہو کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دنیوی اغراض کے لیے یہ عرض کی ہو کہ حضور دعا کریں مجھے فلاں سلطنت مل جاوے یا میرے بیٹا ہو جاوے جو میری جائیداد کا وارث ہو۔ اس سے صحابہ کی عظمت اور انکی پاک باطنی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر دیکھو انھوں نے گو دنیا کے لیے کوئی دعا نہیں کرائی لیکن کیا وہ دنیا سے محروم رہے؟ دنیا خود ان کے پاس آگئی۔ وہ بادشاہ بنا دیے گئے۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے انکے پاؤں میں ڈالے گئے

اب کوئی مقابلہ کرے دوسرے بادشاہوں کا جو دنیا میں ہوئے ہیں لیکن کیا وہ صحابہ جیسے بادشاہ ہوئے۔ پس تم بھی دنیا کے لیے دعائیں نہ کرو۔ اور نہ منگواؤ بلکہ دین کی عظمت اور اسکے اعلاء کے لیے خود بھی کرو۔ اور امام سے بھی کراؤ۔ یہ خدا تعالیٰ کے لیے ہونگی انکی اجابت اونچی ہے پھر اس کے ثمرات بھی لازمی طور پر آئینگے۔

دعاؤں سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیے ان کے نتائج عرصہ دراز کے بعد بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن مومن کبھی تھکتا نہیں۔ قرآن شریف میں دعاؤں کے نمونے موجود ہیں ان میں سے ایک ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے وہ اپنی اولاد کے لیے کیا خواہش کرتے ہیں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

اس دعا پر غور کرو حضرت ابراہیم کی دعا روحانی خواہشوں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ آپ کے تعلقات بنی نوع کی بھلائی کے جذبات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے وہ دعا مانگتے کہ میری اولاد کو بادشاہ بنا دے۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب میری اولاد میں ان ہی میں کا ایک رسول مبعوث فرما۔ اس کا کام کیا ہو وہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور ایسا مقدس قوت قدسی رکھتا ہو کہ وہ انکو پاک ومطہر کرے اور انکو کتاب اللہ کے حقائق ومعارف سے آگاہ کرے اسرار شریعت ان پر کھولے۔

یہ ایسی عظیم الشان **دعا** ہے کہ دنیا کی کوئی دعا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اسی بنا پر ... سے جن لوگوں کے حالات زندگی ہمیں مل سکتے ہیں کسی کی زندگی میں یہ دعا پائی نہیں جاتی حضرت ابراہیم کی عالی ہمتی کا اس سے خوب پتہ ملتا ہے۔ پھر اس دعا کا نتیجہ کیا ہوا اور کب ہوا۔ عرصہ دراز کے بعد اس دعا کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان پیدا ہوا۔ اور وہ دنیا کے لیے ہادی اور مصلح ٹھیرا قیامت تک رسول ہوا۔ اور پھر وہ کتاب لایا جس کا نام قرآن ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی رشد۔ نور اور شفا نہیں ہے۔

یہ دعاؤں کے برکات اور ثمرات ہیں۔ پھر اس دعا سے کسقدر ثمرات حضرت ابراہیم کی اولاد کو ملے تم خود سوچ سکتے ہو۔

بات یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ بنجاتا ہے اور اسکی ساری نفسانی خواہشوں پر موت آجاتی ہے اور ساری غرض وغایت اللہ کے لیے ہو جاتی ہے اور اسکے دین کا بول بالا ظاہر کرنا اس کا مقصد ہو جاتا ہے تو پھر ساری مشکلات اسکی حل ہو جاتی ہیں۔ دنیا اور اسکے اسباب خود اس کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ مگر اس کی راہ اختیار کرنے کے واسطے ضرورت ہے قرآن شریف پر عمل کرنے کی۔ اور عمل کے لیے پہلے ضروری ہے قرآن شریف کا فہم اور فہم قرآن بجز تقویٰ کے حاصل نہیں ہوتا اور اسکے واسطے مجاہدہ شرط ہے۔ اور یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں ماموروں کی صحبت سے اور صادق کے پاس رہنے سے اسی لیے اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اور پھر یہ نصیحت فرماتا ہے کہ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ کے لیے اپنی اپنی جگہ سے کچھ آدمی بھیجو جو ماموروں کی صحبت میں رہ کر وہ فیض حاصل کریں اور پھر واپس اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کریں تاکہ ان میں خشیت الٰہی پیدا ہو۔

بارہا یہ بات میرے دل میں پیدا ہوتی ہے اور جوش اٹھتا ہے کہ لوگ اس ارشاد الٰہی پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ مجھے فخر ہے کہ قرآن مجھے آتا ہے مگر یہ فخر جائز اسوقت ہوگا کہ تم ایک بار اس قرآن کو دستور العمل بنانے کے واسطے سارا پڑھ لو۔ لوگ مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کیونکر آ سکتا ہے۔ میں نے بارہا اس کے متعلق بتایا ہے کہ اول تقویٰ اختیار کرو۔ پھر مجاہدہ کرو۔ اور پھر ایکبار خود قرآن شریف کو دستور العمل بنانے کے واسطے پڑھ جاؤ۔ جو مشکلات آئیں ان کو نوٹ کر لو۔ پھر دوسری مرتبہ اپنے گھر والوں کو سناؤ۔ اس دفعہ مشکلات باقی رہ جائیں انکو نوٹ کرو۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ اپنے دوستوں کو سناؤ۔ چوتھی مرتبہ غیروں کے ساتھ پڑھو۔ میں یقین کرتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر کوئی مشکل مقام نہ رہ جاوے گا۔ خدا تعالیٰ خود مدد کریگا لیکن غرض ہو اپنی اصلاح اور خدا تعالیٰ کے دین کی تائید۔ کوئی اور غرض درمیان نہ ہو۔ بڑی ضرورت عملدرآمد کی ہے۔ ایکمرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے وہ کیا بات تھی جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا وہ یہ حکم تھا

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ

یعنی جب تک تو اور تیرے ساتھ والے تقویٰ میں قائم نہ ہوں وہ کامیابیاں نہیں دیکھ سکتے اس لیے تو سیدھا ہو جا جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے۔ ... یاد رکھو کہ ہماری اور ہماری قوم کی کامیابی ایک تبدیلی چاہتی ہے کہ قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ نرے دعوے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس دعوے کا امتحان ضروری ہے جبتک امتحان نہ ہوئے کوئی سارٹیفکیٹ کامیابی کا مل نہیں سکتا۔ خیر القرون کے لوگوں کو بھی یہی آواز آئی

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر چھوڑ دیے جاوینگے کہ وہ ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں۔

ابتلاؤں اور آزمایشوں کا آنا ضروری ہے بڑے بڑے زلزلے اور مصائب کے بادل آتے ہیں۔ مگر یاد رکھو ان کی غرض تباہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا منشا اس سے استقامت اور سکینت کا عطا کرنا ہوتا ہے اور بڑے بڑے فضل اور انعام ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ جو لوگ کچے غیر مستقل مزاج۔ کم ہمت اور منافق طبع ہوتے ہیں وہ الگ ہو جاتے ہیں صرف مخلص وفادار۔ بلند خیال اور سچے مومن رہ جاتے ہیں جو ان ابتلاؤں کے جنگلوں میں بھی امتحان اور بلا کی خار دار جھاڑیوں پر دوڑتے چلے جاتے ہیں وہ تکالیف اور مصائب ان کے ارادوں اور ہمتوں پر کوئی برا اثر نہیں ڈالتا۔ ان کو پست نہیں کرتیں بلکہ اور بھی تیز کر دیتی ہیں وہ پہلے سے زیادہ تیز چلنے اور اس راہ میں شوق سے دوڑتے ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے وہ بلائیں وہ تکالیف و مصائب وشدائد خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضل اور کرم اور رحمت کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور وہ کامیابی کے اعلیٰ معراج پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر ابتلاؤں کا تختۂ مشق نہ ہو تو کسی کامیابی کی کیا امید ہو۔ دنیا میں بھی دیکھا۔ ایک ڈگری حاصل کرنے کے واسطے اے۔ بی۔ سی شروع کرنے کے زمانہ سے لیکر ایم اے کے امتحان تک کسقدر امتحانوں کے نیچے آنا پڑتا ہے۔ کسقدر روپیہ اس کے واسطے خرچ کرتا ہے اور کیا کیا مشکلات اور مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ باوجود اسکے بھی یقینی امر نہیں ہے کہ ایم اے پاس کر لینے کے بعد کوئی کامیاب زندگی سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ تعلیم میں طالب علم صحت خطرناک حالت میں پہونچ جاتی ہے اور ڈپلوما اور پیام موت ایک ہی وقت آ پہونچا ہے اس محنت اور مشقت اور ان امتحانوں کی طیاری روپیہ کے صرف سے اسنے کیا فائدہ اٹھایا۔ والدین نے کیا؟ مگر اسکے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی طرف ابتلاؤں اور امتحانوں میں پڑنے والا کبھی نہیں ہوا کہ وہ کامیاب اترا ہو اور نامراد رہا ہو۔ ان لوگوں کی لائف پر نظر کرو اور ان کے حالات پڑھو جنپر خدا تعالیٰ کے مخلص بندے ہونیکی وجہ سے کوئی ابتلا آیا اور انھوں نے ثبات قدم استقلال اور صبر کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا اور پھر بامراد نہ ہوئے ہوں۔ ایسی ایک بھی نظیر نہ ملے گی

(باقی آئندہ)

دربارِ شام

۲۷ فروری سنہ ۱۹۰۷ء

آج اعلیحضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد کے بالائی حصہ پر نماز مغرب ادا کی اور بعد ادائے نماز مغرب شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔ چند مہمانوں نے اجازت روانگی حاصل کی + بعض احباب خصوصاً **سید تفضل حسین** صاحب اٹاوی (جو گیارہ سال کے بعد آئے تھے) کو خطاب کر کے پیار سے فرمایا کہ آمدن باارادت رفتن باجازت آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کب تک آپ کو ٹھہرنا چاہیئے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی خواہش ہوتی ہے کہ احباب عرصہ تک رہ کر آپکی پاک صحبت سے بہرہ اندوز ہوں۔ اسی ضمن میں طاعون کی شدت کا ذکر ہو گیا۔ اس پر آپ نے سلسلہ کلام یوں شروع

فرمایا

من کان للہ کان اللہ لہ

حقیقت میں سچے مسلمان بننے کا اب وقت آیا ہے + یقین بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ پر جس قسم کا یقین انسان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہے پس ضروری امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف کرو تا وہ بھی تم پر رحم کرے کیونکہ سچ یہی ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔

طاعون اور صحابہ کی شہادت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ بھی طاعون سے فوت ہوئے لیکن اُن کے لیے وہ شہادت تھی۔ مومن کے واسطے یہ شہادت ہے جیسے پہلی اُمتوں پر رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ تھی۔ صحابہ کس قدر اعلیٰ درجہ رکھتے تھے لیکن ان میں سے بھی اسکا نشانہ ہو گئے اس سے اُن کے مومن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ابو عبیدہ بن الجراح جیسے صحابی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑے ہی عزیز تھے طاعون ہی سے شہید ہوئے تھے۔ طاعون سے مرنا عام مومنوں کے لیے تو کوئی حرج نہیں البتہ جہاں انتظام الٰہی میں فرق آتا ہے وہاں خدا تعالیٰ ایسا معاملہ نہیں کرتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی مامور و مرسل طاعون کا شکار نہیں ہو سکتا اور نہ کسی اور خبیث مرض سے ہلاک ہوتا ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے انتظام میں بڑا نقص اور خلل پیدا ہوتا ہے

پس انبیاء و رسل اور خدا کے مامور ان امراض سے بچائے جاتے ہیں اور یہی نشان ہوتا ہے

صحابہ کی خصوصیت پر ضمنی تذکرہ

حضرت حکیم الامت نے عرض کی کہ حضور یہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ جو رہ گئے ایک بھی بہرہ نہ تھا۔ اس پر امام الملۃ نے فرمایا کہ چونکہ اُس وقت خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہو رہا تھا اور اس امر کی ضرورت تھی کہ صحابہ اُسے سُنیں اور روایت کر کے دوسروں تک پہنچائیں اسلیے اللہ تعالیٰ نے اس انتظام کو قائم رکھنے کے لیے صحابہ کو اس بہرہ پن سے محفوظ رکھا + ایسے وقت اگر آنکھ نہ ہو تو کام ہو سکتا ہے لیکن کان کے بغیر کام نہیں چل سکتا ان حقائق و معارف کو جو خدا کا مرسل بیان کرتا ہے سننے کی بہت بڑی ضرورت ہوتی ہے

پہلے کلام کی طرف رجوع

غرض یہ مقام ڈرنیکا ہے کیونکہ طاعون بڑی شدت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور جو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صاف نہیں کرتا وہ بڑے خطرہ کی حالت میں ہے نفاق کام نہیں دے گا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم

بعض وقت انسان موجودہ حالت امن پر بھی بے خطر ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ امن میں زندگی گذارتا ہوں مگر یہ غلطی ہے کیونکہ یہ تو معلوم نہیں ہے کہ سابقہ زندگی میں کیا ہوا ہے اور کیا کیا بے اعتدالیاں اور کمزوریاں ہو چکی ہیں اسواسطے مومن کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ کبھی بیخوف نہ ہو اور ہر وقت **توبہ** اور **استغفار** کرتا رہے کیونکہ استغفار سے انسان گذشتہ بدیوں کے بُرے نتائج سے بھی خدا کے فضل سے بچ رہتا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ **توبہ** اور **استغفار** سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین

سچی توبہ کرنے والا **معصوم** کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ تو **معاف** ہو جاتے ہیں پھر آیندہ کے لیے خدا سے معاملہ صاف کر لے۔ اس طرح پر خدا تعالیٰ کے اولیاء میں داخل ہو جاوے گا اور پھر اُس پر کوئی خوف و حزن نہ ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ولی

خدا تعالیٰ نے انکو اپنا ولی کہا ہے حالانکہ وہ بے نیاز ہے اُس کو کسی کی حاجت نہیں اسلیے استثنا ایک شرط کے ساتھ ہے ولم یکن ولی من الذل۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ تفرک کر کسیکو ولی نہیں بناتا بلکہ محض اپنے فضل اور عنایت سے اپنا مقرب بنا لیتا ہے اسکو کسیکی کوئی حاجت نہیں ہے اس ولایت اور قرب کا فائدہ بھی اسی کو پہنچتا ہے۔

ہزاروں ہزار تو اند اجر امور ہوتے ہیں جو اُس کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے اور نہ صرف اُسکی دعائیں قبول کرتا ہے بلکہ اس کے اہل و عیال اُسکے احباب کے لیے بھی برکات عطا کرتا ہے اور صرف یہانتک ہی نہیں بلکہ ان مقاموں میں برکت دیجاتی ہے جہاں وہ ہوتے ہیں اور اُن زمینوں میں برکت رکھی جاتی ہے اور اُن کپڑوں میں برکت دیجاتی ہے جنہیں وہ ہوتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ **ولی اللہ** بننا ہی مشکل ہے بلکہ اس مقام کا سمجھنا ہی دشوار ہوتا ہے کہ یہ کس حالت میں کہا جاوے گا کہ

وہ خدا کا ولی ہے

انسان انسان کے ساتھ ظاہرداری میں خوشامد کرسکتا ہے اور اُسکو خوش کرسکتا ہے خواہ دل میں ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہ ہو۔ ایک شخص کو خیر خواہ کہ سکتے ہیں مگر حقیقت میں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خیر خواہ ہے یا کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ اس کی اطاعت و محبت کس رنگ سے ہے پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب اور دغا نہیں ہو سکتا کوئی اُسکو دھوکا نہیں دیسکتا۔ جب تک سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ یک رنگ ہو کر خدا تعالیٰ کا نہ بن جاوے کچھ فائدہ نہیں۔ **یاد رکھو** اللہ تعالیٰ کا اجتبا اور اصطفا **فطرتی** جوہر سے ہوتا ہے۔ ممکن ہے گذشتہ زندگی میں وہ کوئی صغائر یا کبائر رکھتا ہو۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اسکا سچا تعلق ہو جاوے تو وہ کل خطائیں بخشدیتا ہے۔ اور پھر اسکو کبھی شرمندہ نہیں کرتا نہ اس دنیا میں اور نہ آخرۃ میں۔ یہ کسقدر احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ جب وہ ایکدفعہ درگذر کرتا اور عفو فرماتا ہے پھر اُس کا کبھی ذکر ہی نہیں کرتا اُسکی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ پھر باوجود ایسے احسانوں اور فضلوں کے بھی اگر وہ منافقانہ زندگی بسر کرے تو پھر سخت بدقسمتی اور شامت ہے۔

برکات اور فیوض الٰہی کے حصول کے واسطے دل کی **صفائی** کی بھی بہت بڑی ضرورت ہے جب تک دل صاف نہ ہو کچھ نہیں چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ دل پر نظر ڈالے تو اُسکے کسی حصہ یا کسی گوشہ میں کوئی شعبہ نفاق کا نہ ہو جب یہ حالت ہو۔ تو پھر الٰہی نظر کے ساتھ تجلیات آتی ہیں اور معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

اُس کے لیے ایسا وفادار اور صادق ہونا چاہیئے جیسے **ابراھیم** علیہ السلام نے اپنا صدق دکھایا یا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمونہ دکھایا۔ جب انسان اس نمونہ پر قدم مارتا ہے تو وہ بابرکت آدمی ہو جاتا ہے پھر دنیا کی زندگی میں کوئی ذلت نہیں اُٹھاتا۔ اور نہ تنگی رزق کی مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ اس پر خدا تعالیٰ کے فضل و احسان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اُس کو لعنتی زندگی سے ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کا خاتمہ بالخیر کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ جو

خدا تعالیٰ سے سچا اور کامل تعلق رکھتا ہو تو خدا تعالیٰ اُسکی ساری مرادیں پوری کر دیتا ہے اُسے نامراد نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں کریم اور قادر

اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بڑی قابل غور ہیں اور ان صفات پر ایمان لانے سے بھی اُمید وسیع ہوتی اور مومن کا یقین زیادہ ہوتا ہے۔ وہ صفات اس کے قادر اور کریم ہونیکی ہیں۔ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں کوئی **فیض** نہیں ملتا ہے + دیکھو اگر کوئی شخص کریم تو ہو اور اسکے پاس ہو تو ہزاروں روپیہ دیدینے میں بھی اسے تامل اور دریغ نہ ہو لیکن اس کے گھر میں کچھ بھی نہ ہو تو اسکی صفت **کریمی** کا کیا فائدہ۔ یا اسکے پاس روپیہ تو بہت ہو مگر کریم نہ ہو۔ پھر اس سے کیا حاصل؟ مگر خدا تعالیٰ میں یہ دونوں باتیں ہیں۔ وہ **قادر** ہے اور کریم بھی ہے اور ان دونوں صفتوں میں بھی وہ **واحد لاشریک** ہے۔

پس جب ایسی قادر اور کریم ذات کے ساتھ کوئی کامل تعلق پیدا کرے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہوگا۔؟ بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے وہ شخص جو اسکا فیصلہ کرے سرمد نے کیا اچھا کہا ہے۔

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے یار می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

حقیقت میں اس نے سچ کہا ہے بیمار اگر طبیب کی پوری اطاعت نہیں کرتا ہے تو اس سے کیا فائدہ؟ ایک عارضہ نہیں تو دوسرا اسکو تنگ کر دیوے گا اور وہ اسطرح تباہ اور ہلاک ہو گا۔ دنیا میں اسقدر آفتوں سے انسان گھرا ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہی کا فضل اسکے شامل حال نہ ہو اور اس کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو تو پھر سخت خطرہ کی حالت ہے۔

پنجابی میں بھی ایک مصرعہ مشہور ہے ع

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

یہ من کان للہ کان اللہ لہٗ ہی کا ترجمہ ہے۔

جب انسان خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو پھر کچھ شک نہیں ساری دنیا اسکی ہو جاتی ہے۔ ہمارے اسوقت بڑے بڑے مشکلات آ کر پڑتے ہیں۔ لوگ ہمارے سلسلہ کی مخالفت کے لیے کیا کیا کوشش نہیں کرتے اسکی عدم ضرورت کے واسطے کہتے ہیں کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ہم نماز اور کلمہ نہیں پڑھتے؟ جو لوگ اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں وہ آخر بے نصیب رہ جاتے ہیں۔

برکات نماز کسطرح ملتے ہیں — اس میں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جسکو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے۔ ورنہ وہ نماز نہیں ہے پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ اسکو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح **کلمہ** بھی وہی پڑھتا ہے جسکو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھواوے جبتک **نماز** اور **کلمہ** پڑھنے میں **آسمانی چشمہ** سے کچھ حصہ نہ ملے تو کیا فائدہ؟ وہ **نماز** جس میں **حلاوت** اور **ذوق** ہو اور انسان سے سچا تعلق قائم ہو کر پوری نیازمندی اور خشوع کا نمونہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے جسکو پڑھنے والا افراد محسوس کر لیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔

ابدال — جب یہ تبدیلی اسی کی حالت میں واقع ہوتی ہے اسوقت اسکا نام **ابدال** ہوتا ہے۔

احادیث میں جو ابدال آیا ہے اس سے یہی مراد لگتی ہے کہ کامل انقطاع اور تبتل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے اپنی حالت میں تبدیلی کر لے۔

جیسے قیامت میں بہشتیوں میں تبدیلیاں ہونگی کہ وہ چاند یا ستاروں کی مانند ہونگے اسی طرح اسی دنیا میں بھی ان کے اندر تبدیلی ضروری ہے تاکہ وہ اس تبدیلی پر شہادت ہو اسی لیے آیا ہے

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

اس دنیا میں بھی ایک بہشت ہے جو مومن کو دیا جاتا ہے اسکے موافق کچھ تبدیلی بھی یہاں ہوتی ہے۔ اسکو ایک خاص قسم کا رعب دیا جاتا ہے جو الٰہی تجلیات کے پرتو سے ملتا ہے نفس امارہ کے جذبات سے اسکو روک دیا جاتا ہے اور نفس مطمئنہ کی سکینت اور اطمینان اس کو ملتا ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں یہاں تک کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو کہا گیا۔

قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم

اسی طرح اس کے لیے کہا جاتا ہے یا نار کونی بردا و سلاما۔ اس آواز پر اسکے سارے جوشوں کو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ میں ایک راحت اور اطمینان پا لیتا ہے اور ایک تبدیلی اس میں پیدا ہو جاتی ہے جب تک یہ تبدیلی نہ ہو۔ نماز۔ روزہ کلمہ۔ زکوٰۃ وغیرہ ارکان محض رسمی اور عادتی طور پر ہیں ان میں کوئی روح اور قوت نہیں ہے اور ایسا انسان خطرہ کی حالت سے نکلکر امن میں آ جاتا ہے۔

یاد رکھو

جب انسان کا وجود خدا کی محبت میں گم ہو جاتا ہے اسوقت وہ جان لے کہ خدا بھی محبت رکھتا ہے کیونکہ دل را بدل رہیست مشہور ہے

اہل و عیال کا تہیہ — بہت سے لوگ ہیں جو اہل و عیال کا تہیہ کرتے ہیں اور ان کے سارے ہم و غم اسی پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں کہ ان کی اولاد ان کے بعد انکے مال و اسباب اور جائداد کی مالک اور جانشین ہو۔ اگر انسان کی غرض اسی حد تک محدود ہے اور وہ خدا کے لیے کچھ بھی نہیں کرتا تو یہ جہنمی زندگی ہے اسکو اس سے کیا فائدہ جب یہ مر گیا تو پھر کیا دیکھنے آئے گا کہ اسکی جائداد کا کون مالک ہوا ہے اور اس سے اسکو کیا آرام پہونچے گا۔ مرگا تو قصہ پاک ہو چکا۔ اور یہ کبھی پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ اس لیے ایسے ہم و غم سے کیا حاصل جو دنیا میں جہنمی زندگی کا نمونہ ہے اور آخرت میں بھی عذاب دینے والا۔ قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے واپس نہ آنے کے دو وعدے ہیں ایک جہنمیوں کے لیے۔ جیسے فرمایا

حرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون

اھلکنٰھا عذاب پر بھی آتا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ خراب زندگی کے لوگ پھر واپس نہیں آئیں گے۔ اور ایسا ہی بہشتیوں کے لیے بھی آیا ہے

لا یبغون عنھا حولا

مسیح کا عدم رجوع — دونوں قسم کے لوگ جو تھے ہیں ان دونوں کا عدم رجوع ثابت ہے پر معلوم نہیں مسیح کو کیسطرح پھر واپس لاتے ہیں۔ ان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کا پھر آنا فضول ہے۔ اور جو شخص قرآن کریم کی اس شہادت اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کو منظور نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو مردوں میں یحییٰ کے پاس دیکھ آئے ہیں اسپر بھی جو انکار کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

غرض

جبکہ یہ ثابت ہے کہ پھر اس دنیا میں واپس آنا نہیں ہے اور یہاں سے سب قصہ تمام کر کے جائیں گے اور پھر دنیا سے کوئی تعلق باقی نہ رہے گا تو املاک و اسباب کا خیال کرنا کہ اس کا وارث کوئی ہو یہ شرکاء کے قبضہ میں نہ چلے جاویں فضول اور دیوانگی ہے ایسے خیالات کے ساتھ دین جمع نہیں ہو سکتا۔

مال

یہ منع نہیں بلکہ جائز ہے کہ اس لحاظ سے اولاد اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری کرے کہ وہ اس کے زیر دست ہیں تو پھر یہ بھی ثواب اور عبادت ہی ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے نیچے ہوگا۔ جیسے فرمایا ہے۔

ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا

اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بیدست و پا ہو جاتے ہیں۔ اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کی خدمت کے رنگ میں ہوتی ہے اور اسی طرح **اولاد** جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اسکی تربیت اور پرورش کے سامان نکرے تو وہ گویا **یتیم** ہی ہے پس انکی خبر گیری اور پرورش کا تہیہ اس اصول پر کرے تو ثواب ہوگا۔ اور **بیوی** اسیر کیطرح ہے اگر یہ عاشروھن بالمعروف پر عمل نہ کرے تو وہ ایسا قیدی ہے جسکی کوئی خبر لینے والا نہیں ہے۔

غرض ان سب کی غور و پرداخت میں اپنے آپ کو بالکل الگ سمجھے اور انکی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے

بلکہ **واجعلنا للمتقین اماما** کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی **خادم** ہو لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہونگے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لیے یہ کوششیں کرتے ہیں۔ اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے۔ اور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر انکی جائداد کا مالک نہ بنجاوے مگر یاد رکھو کہ اسطرح دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔ غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ **دین کی خادم** ہو۔

اسیطرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے **اولاد پیدا ہو** اور وہ اولاد دین کی سچی خدمتگذار ہو۔ اور نیز جذبات نفس سے محفوظ رہے اسکے سوا جسقدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ **رحم** اور **تقویٰ** مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔

اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہم و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس قسم کے قصور اور کسریں ہوتی ہیں جن سے **"تاریکی میں ایمان"** رہتا ہے لیکن جب ہر حرکت و سکون خدا ہی کے لیے ہو جاوے تو **ایمان روشن** ہو جاتا ہے۔ اور یہی غرض ہر مسلمان مومن کی ہونی چاہیے۔ کہ ہر کام میں اسکے خدا ہی مدنظر ہو۔ کھانے پینے عمارت بنانے دوست دشمن کے معاملات غرض ہر کام میں خدا تعالیٰ ملحوظ ہو تو سب کاروبار **عبادت** ہو جاتا ہے لیکن جب مقصود **متفرق** ہوں پھر وہ **شرک** کہلاتا ہے۔

مگر مومن دیکھے کہ خدا کیطرف نظر ہے یا اور قصد ہے اگر اور طرف ہے تو سمجھے کہ دور ہو گیا ہے

صید نزدیک است دور انداختہ

بات مختصر ہوتی ہے مگر اپنی بدقسمتی سے لمبی بنا کر محروم ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی طرف **تبتل** کرنا اور اسکو مقصود بنانا اہل و عیال کی خدمت اسی لحاظ سے کرنا کہ وہ امانت ہے اسطرح دین محفوظ رہتا ہے کیونکہ اسمیں خدا کی رضا مقصود ہوتی ہے لیکن جب دنیا کے رنگ میں ہو اور غرض وارث بنانا ہو تو اسطرح خدا کے غضب کے نیچے آ جاتا ہے۔

اولاد تو نیکوکاروں اور ماموروں کی بھی ہوتی ہے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بھی دیکھو کسقدر کثرت سے ہوئی کہ کوئی گن نہیں سکتا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انکا خیال اور طرف تھا بلکہ ہر حال میں خدا ہی کیطرف رجوع تھا۔

اصل اسلام اسی کا نام ہے جو ابراہیم کو بھی کہا کہ اسلم۔ جب ایسے رنگ میں ہو جاوے تو وہ شیطان اور جذبات نفس سے الگ ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ وہ خدا کی راہ میں جان تک کے دینے میں بھی دریغ نہ کرے اگر جانسپاری سے دریغ کرتا ہے تو خوب جان لے کہ وہ سچا مسلم نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ پوری اطاعت ہو۔ اور پوری پوری عبودیت کا نمونہ دکھاوے یہانتک کہ آخری امانت جان

ملہ ان حضوروں میں ناکسی سراج الحق نعمانی ہے مصنف تھا۔

بھی دیدے اگر بخل کرتا ہے تو پھر سچا مومن اور مسلم کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ جانبازی کرنے والا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو بڑا ہی پیارا اور محبوب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر آ ہی ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے یہی کیا۔ انھوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور اپنے خون بہا دیے شہید بھی وہی ہوتا ہے جو جان دینے کا قصد کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر کچھ نہیں۔ یہ چند کلمے ناگہانی آفات سے بچنے اور سچا مسلم بننے کے لیے ہیں۔ اور اگر انسان اُن پر عمل کرے تو طاعون سے بچانے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہیں۔

یاد رکھو قہر الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا وہ سخت چیز ہے جنیت قوموں پر جب نازل ہوا ہے تو وہ تباہ ہو گئی ہیں۔ اس قہر سے ہمیشہ کامل ایمان بچا سکتا ہے ناقص ایمان بچا نہیں سکتا۔ بلکہ کامل ایمان ہو تو دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں اور ادعونی استجب لکم خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے جو خلاف نہیں ہوتا کیونکہ ان اللہ لا یخلف المیعاد اُسکا فرمان ہے۔

پس ایسے وقت میں کہ آفت نازل ہو رہی ہے ایک تو یہ چاہیے کہ دعائیں کرتے رہیں دوسرے صغائر کبائر سے جہانتک ممکن ہو بچتے رہیں تدبیروں اور دعاؤں میں لگے رہیں گناہ کا زہر بڑا خطرناک ہے۔ اسکا مزہ اسی دنیا میں چکھنا پڑتا ہے۔ گناہ دو طرح پر ہوتے ہیں ایک گناہ غفلت سے ہوتے ہیں جو شباب میں ہو جاتے ہیں دوسرے بیداری کے وقت میں ہوتے ہیں جب انسان پختہ عمر کا ہو جاتا ہے ایسے وقت میں جب گناہ سے راضی نہیں ہوگا اور ہر وقت استغفار کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر سکینت نازل کریگا اور گناہوں سے بچائے گا۔

گناہوں سے پاک ہونے کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ ہی کا فضل درکار ہے جب اللہ اُسکے رجوع اور توبہ کو دیکھتا ہے تو اُسکے دل میں غیب سے ایک بات پڑ جاتی ہے اور وہ گناہ سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور اس حالت کے پیدا ہونے کے لیے حقیقی مجاہدہ کی ضرورت ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

جو مانگتا ہے اُسکو ضرور دیا جاتا ہے اسی لیے

میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں دیکھو کہ بعض خر گدا ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر روز شور ڈالتے رہتے ہیں اُنکو آخر کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو قادر اور کریم ہے جب یہ اڑ کر دعا کرتا ہے تو پا لیتا ہے کیا خدا انسان جیسا بھی نہیں ؟

قبول دعا کا راز یہ قاعدہ یاد رکھو کہ جب دعا سے باز نہیں آتا اور اس میں لگا رہتا ہے تو آخر دعا قبول ہو جاتی ہے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ باقی ہر قسم کی دعائیں طفیلی ہیں اصل دعائیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے کرنی چاہییں۔ باقی دعائیں خود بخود قبول ہو جائیں گی۔ کیونکہ گناہ کے دور ہونے سے برکات آتی ہیں۔ یوں دعا قبول نہیں ہوتی جو نری دنیا ہی کے واسطے ہو۔ اس لیے پہلے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے دعائیں کرے۔ اور وہ سب سے بڑھ کر دعا

اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ

ہے جب یہ دعا کرتا رہے گا تو وہ مُنعَم علیہم کی جماعت میں داخل ہوگا جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے دریا میں غرق کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے زمرہ میں جو منعم علیہم ہیں داخل ہو کر یہ وہ انعامات الٰہی حاصل کرے گا جیسی عادت اللہ ان سے جاری ہے۔ یہ کبھی کسی نے نہیں سنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک راست باز متقی کو رزق کی مار دے بلکہ وہ تو سات پشت تک بھی رحم کرتا ہے قرآن شریف میں خضر و موسیٰ کا قصہ درج ہے کہ اُنھوں نے ایک خزانہ نکالا۔ اسکی بابت کہا گیا کہ ابوھما صالحا۔ اس آیت میں ان کے والدین کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر نہیں کہ وہ لڑکے خود کیسے تھے باپ کے طفیل سے اس خزانہ کو محفوظ رکھا تھا اور اس لیے اُن پر رحم کیا گیا۔ لڑکوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ ستاری سے کام لیا۔

توریت اور ساری آسمانی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ متقی کو ضائع نہیں کرتا اس لیے پہلے ایسی دعائیں کرنی چاہییں جنسے نفس امارہ نفس مطمئنہ ہو جاوے اور اللہ راضی ہو جاوے پس اھدنا الصراط المستقیم کی دعائیں مانگو کیونکہ اسکے قبول ہونے پر جو یہ خود مانگتا ہے خدا انکو خود دیتا ہے سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جب انسان سچی توبہ کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے یہ دیتا ہے آخر کہتے ہیں کہ بیوی بھی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب واقعات وہ اپنے بیان کرتے ہیں۔ اور یہ سچ ہے بالکل سچ کہ خدا تعالیٰ خود متعہد ہو جاتا ہے۔

اس کے موافق **میرا بھی ایک الہام ہے**

ہر چہ باید نو عروسی را ہماں ساماں کنم

غرض جب متولی اور متکفل خدا ہو تو پھر کیا ہی مزہ آتا ہے۔

اس کے بعد چند سوال بعض باہر سے آئے ہوئے جماعت کے احباب نے پوچھے جو استفسار اور اُنکے جوابات بحکم حضرت درج کیے ہیں :-

دربار شام

۲۰ فروری ۱۹۰۴ء

الخبیثات للخبیثین انسان اگر اپنے نفس کی پاکیزگی اور طہارت کی فکر کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر گناہوں سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ یہی نہیں کہ اُسکو پاک کر دے گا بلکہ وہ اُسکا متکفل اور متولی بھی ہو جائے گا۔ اور الٰہی خبیثات سے بچائے گا۔ الخبیثات للخبیثین کے یہی معنے ہیں۔ اندرونی معصیت ۔ ریاکاری۔ عجب۔ تکبر۔ خوشامد۔ خود پسندی۔ بدظنی۔ اور بدکاری وغیرہ وغیرہ خباثتوں سے بچنا چاہیے اگر اپنے آپکو ان خباثتوں سے بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو پاک و مطہر کرے گا۔

تقویٰ کیا ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے ؟ مگر ضروری امر یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھے کہ تقویٰ کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے ؟ تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے۔ اور اسکے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہونچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اُسکا حق ہے کہ گداز ہو جاوے بیٹھ کر۔ سجدہ میں، رکوع میں قیام میں اور تہجد میں غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھیر جاوے۔ لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے بلکہ یہ دعا اور تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا ہے وہ شخص گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کرکے اپنی تجویز اور تدبیر اور زور بازو سے نیکی حاصل کرنی چاہتا ہے۔ لیکن **مومن** اور سچے **مسلمان** کا یہ شیوہ نہیں وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے پوری تدبیر کرتا ہے اور پھر معاملہ خدا پر چھوڑ کر دعا کرتا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف کی پہلی ہی سورۃ میں دی گئی ہے چنانچہ فرمایا کہ

اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ

جو شخص اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا ہے وہ نہ صرف اپنے قویٰ کو ضائع کرتا اور اُنکی بےحرمتی کرتا ہے بلکہ وہ گناہ کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے جو کنجروں کے ہاں جاتا ہے اور اسی بدصحبت میں اپنا دن رات بسر کرتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے گناہ سے بچا۔ ایسا شوخ انسان خدا تعالیٰ سے مسخری کرتا ہے اور اپنی جان پر ظلم۔ اس سے اسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور آخر یہ خیال کرکے کہ میری دعا سُنی نہیں گئی وہ خدا سے بھی منکر ہو جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات تدبیر سے فائدہ اُٹھاتا ہے لیکن تدبیر پر کلی بھروسہ کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے جب تک تدبیر کے ساتھ دعا نہ ہو کچھ نہیں اور دعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔

جس کھڑکی کی راہ سے معصیت آتی ہے پہلے ضروری ہے کہ اس کھڑکی کو بند کیا جاوے پھر نفس کی کشاکش کے لیے دعا کرتا رہے اسی کے واسطے کہا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

اس میں کس قدر ہدایت تدابیر کو عمل میں لانے کے واسطے کی گئی ہیں تدابیر میں بھی خدا کو نہ چھوڑے دوسری طرف فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔ پس اگر انسان پورے تقویٰ کا طالب ہے تو تدبیر کرے اور دعا کرے دونوں کو جو بجا لانے کا حق ہے۔ بجا لائے۔ تو ایسی حالت میں خدا اسپر رحم کرے گا۔ لیکن اگر ایک کریگا اور دوسرے کو چھوڑے گا تو محروم رہے گا۔

[illegible] انسان اسی طریق سے تقویٰ پر قائم ہوتا ہے اور تقویٰ الٰہی ہی نیک عمل کی جڑ ہے جو اس سے خالی ہے وہ فاسق ہے۔ تقوے سے نیک اعمال پیدا ہوتی ہے اور اسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بنجاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

ان اولیاءہ الا المتقون

مجاہدہ۔ موت قبل الموت کامل طور پر جب تقویٰ کی مرحلہ باقی نہ رہے تو پھر یہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور تقویٰ حقیقت میں اپنے کامل درجہ پر ایک موت ہے۔ کیونکہ جب نفس کے سارے

پہلوؤں سے مخالفت کرے گا تو نفس مر جاوے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے

موتوا قبل ان تموتوا

نفس امارہ گھوڑے کی طرح ہوتا ہے اور جو لذت تبتل اور انقطاع میں ہوتی ہے اس سے بالکل ناآشنا ہوتا ہے جب اسپر موت آجاوے گی تو چونکہ خلا محال ہے اس لیے دوسری لذات جو تبتل اور انقطاع میں ہوتی ہیں شروع ہو جاویں گی۔

یہی وہ بات ہے جسکی ہماری ساری جماعت کو ہر وقت مشق کرنی چاہیے۔ جیسے بچے جب تختیوں پر بار بار لکھتے ہیں تو آخر خوش نویس ہو جاتے ہیں۔

والذین جاہدوا فینا میں مجاہدہ سے مراد یہی مشق ہے کہ ایک طرف وہ لگا رہے دوسری طرف مخالف نفس پر ایسے آخر اللہ تعالیٰ کا فضل آجاتا ہے اور نفس کا جوش و خروش دب جاتا اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اسکی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے آگ پر پانی ڈال دیا جاوے بہت سے انسان ہیں جو نفس امارہ میں مبتلا ہیں۔

جماعت کی اندرونی اصلاح

میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں باہم نزاعیں بھی ہو جاتی ہیں اور معمولی نزاع سے پھر ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے لگتا ہے اور اپنے بھائی سے لڑتا ہے۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک اگر اپنی غلطی کا اعتراف کر لے تو کیا حرج ہے۔

بعض آدمی ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کی ذلت کا اقرار کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے ان باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ خدا کا نام ستار ہے پھر یہ کیوں اپنے بھائی پر رحم نہیں کرتا اور عفو اور پردہ پوشی سے کام نہیں لیتا۔ چاہیے کہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے اور اسکی عزت و آبرو پر حملہ نہ کرے۔

ایک چھوٹی سی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ قرآن لکھا کرتا تھا۔ ایک ملا نے کہا کہ یہ آیت غلط لکھی ہے بادشاہ نے اُس وقت اُس آیت پر دائرہ کھینچ دیا کہ اسکو کاٹ دیا جاوے گا۔ جب وہ چلا گیا تو اُس دائرہ کو کاٹ دیا۔ جب بادشاہ سے پوچھا کہ کیوں کیا تو اُس نے کہا کہ دراصل وہ غلطی پر تھا مگر میں نے اُسوقت دائرہ کھینچ دیا کہ اُسکی دلجوئی ہو جاوے۔

یہ بڑی رعونت کی جڑ بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دیدیا جاوے۔ ایسے امور سے نفس خراب ہو جاتا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ غرض یہ سب امور تقوی میں داخل ہیں۔ اور اندرونی بیرونی امور میں تقوی سے کام لینے والا فرشتوں میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی سرکشی باقی نہیں رہ جاتی تقوی کا حاصل کرو کیونکہ تقوی کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔ متقی دنیا کی بلاؤں سے بچایا جاتا ہے خدا ان کا پردہ پوش ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ طریق اختیار نہ کیا جاوے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسے لوگ میری بیعت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے فائدہ ہو بھی تو کسطرح جبکہ ایک ظلم تو اندر ہی رہا اگر وہی جوش۔ رعونت۔ تکبر۔ عجب ریاکاری۔ سریع الغضب ہونا باقی ہے جو دوسروں میں بھی ہے تو پھر فرق ہی کیا ہے؟ سعید اگر ایک بھی ہو اور وہ سارے گاؤں میں ایک ہی ہو تو لوگ کرامت کی طرح اس سے متاثر ہوں گے۔ نیک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نیکی اختیار کرتا ہے اُس میں ایک ربانی رعب ہوتا ہے اور دلوں میں پڑ جاتا ہے کہ یہ باخدا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے خدا تعالیٰ اپنے عظمت سے اس کو حصہ دیتا ہے اور یہی طریق نیک بختی کا ہے۔

بس یاد رکھو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھائیوں کو دکھ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اسوقت خدا تعالیٰ نے

آخری نمونہ آپکے اخلاق کا قائم کیا ہے۔

اس وقت بھی اگر وہی درندگی رہی تو سخت افسوس اور کم نصیبی ہے۔ پس دوسروں پر عیب نہ لگاؤ۔ کیونکہ بعض اوقات انسان دوسرے پر عیب لگا کر خود اس میں گرفتار ہو جاتا ہے اگر وہ عیب اُس میں نہیں لیکن اگر وہ عیب سچ مچ اس میں ہے تو اسکا معاملہ پھر خدا سے ہے۔ بہت سے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر معاً ناپاک الزام لگا دیتے ہیں ان باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچاؤ۔ اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرو۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے بھائیوں سے نیک معاشرت کرو۔ اور سب سے پہلے شرک سے بچو کہ

یہ تقوی کی ابتدائی اینٹ ہے

ضروری! ضروری!! ضروری!!!

اطلاع خریداران الحکم کے لیے

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ ہر قسم کی خط و کتابت کرنے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھا کریں ورنہ تعمیل ارشاد ہرگز نہ ہوگی اور مطلع اسکا ہرگز جو جواب وہ نہیں ہے۔ کیونکہ خریداروں کی تعداد بفضل خدا ہر روز ترقی پر ہے جس کا نمبر دینے میں احباب کو لحاظ رکھنا چاہیے کہ رجسٹر ڈاک ،، نہ لکھا جاوے یہ نمبر الحکم کا ہے جو احباب کو خریداری کے لیے ملا

دربار شام

۲۱ فروری ۱۹۰۴ء

موسمی بلاؤں اور وباؤں کے تذکرہ پر فرمایا

وبائیں اور بلائیں کب آتی ہیں

جب دنیا میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے تو یہ وبائیں دنیا میں آتی ہیں لوگ اللہ تعالیٰ سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اُن کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی ان شوخیوں اور شرارتوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ باوجودیکہ **طاعون** ایک کھا جانے والی آگ کی طرح بھڑک رہی ہے۔ لیکن وہی مکر و فریب اور بدکاری کے بازار گرم ہیں بلکہ ان میں زیادتی ہی نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ تھکتا نہیں پہلے زمانہ میں بھی جب لوگ گناہ سے باز نہیں آئے تو زمین کے تختے الٹ دیے گئے ہیں اور شہروں کے نام و نشان مٹا دیے گئے ہیں۔ جب **طاعون** پہلے پہل پھیلا ہے تو لوگ سمجھتے تھے کہ یہ یونہی ایک اتفاقی بیماری ہے بہت جلد نابود ہو جاوے گی لیکن جیسے اللہ تعالیٰ نے اُسوقت جبکہ ابھی اس کا نام و نشان بھی نہ تھا مجھے اطلاع دی تھی کہ یہ **وبا** آنے والی ہے ویسے ہی ابھی یہ خوفناک عذاب **بمبئی** ہی میں پھیلا ہوا تھا جو مجھپر ظاہر کیا گیا کہ یہ وبا سارے **پنجاب** میں پھیل جاوے گی۔ اسپر ناعاقبت اندیش لوگوں نے ہنسی اور ٹھٹھا اُڑایا۔ مگر اب دیکھ لو کوئی **جگہ** ایسی نہیں جو اس سے خالی ہو اور اگر کوئی جگہ ایسی ہے بھی تو اُسکے اردگرد آگ لگی ہوئی ہے اس کے محفوظ رہنے کا کوئی معاہدہ نہیں ہو چکا۔ حقیقت میں یہ بڑے ہی اندیشہ اور فکر کی بات ہے جبکہ کوئی **علاج** بھی اسکا کارگر **نہیں ہوا**۔ اور زمینی تدابیر میں ناکامی ہوئی ہے تو پھر کس قدر ضروری ہے کہ لوگ سوچیں کہ یہ **بلا** کیوں آئی ہے اور اسکا **علاج کیا ہے**؟

اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے جب تک لوگ **سچی توبہ** اور **رجوع الی اللہ** نہیں کرتے اور ان شوخیوں اور **شرارتوں** سے باز نہیں آتے جو خدا کی باتوں سے کی جاتی ہیں یہ **عذاب** پیچھا چھوڑتا نظر نہیں آتا۔ لیکن جب انسان **توبہ** اور **استغفار** کرتا ہے اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کا نمونہ دکھاتا ہے تو پھر خدا بھی رجوع برحمت کرتا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اسی طرح فسق و فجور کا بازار گرم ہے اور قسم قسم کے گناہ اس زمین پر ہو رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی عذاب الہی کی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی اس وبا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ قیامت کے قریب عام مری پڑے گی۔ سو اب وہ دن قریب آگئے ہیں اور مری بڑھ رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب زمانہ کا آخر ہے۔

اس بات کو مکرر یاد رکھو کہ جب بخل و حسد اور فسق و فجور کی زہریلی ہوا چلیں جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور جسطرح اللہ تعالیٰ سے ہراسان و ترسان ہونا چاہیے۔ وہ نہیں رہتا۔ یہ ہوا ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بعض اوقات ہیضہ کی زہریلی ہوا پھیلتی ہے اور تباہ کرتی جاتی ہے اسوقت بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو اسمیں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض جو بچ رہتے ہیں اُن کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ صحت درست نہیں رہتی ہاضمہ کا فتور یا اور اسی قسم کی خرابیاں ہوا سے متاثر ہو کر پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب گناہ کی وبا پھیلتی ہے تو بعض تو اس میں بالکل ہلاک ہو جاتے ہیں اور جو بچ رہتے ہیں اُنکی بھی روحانی صحت میں فرق آجاتا ہے سو یہی حال اب ہو رہا ہے اکثر ہیں جو کھلے طور پر بے حیائیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں اور وہ تقوی اور خدا ترسی سے ہزاروں کوس دور جا پڑے ہیں اور جو رسمی طور پر دیندار کہلاتے ہیں اُنکی یہ حالت ہے کہ کتاب و سنت سے الگ ہو رہے ہیں اپنے خیال اور رائے سے جو جی میں آتا ہے کر گذرتے ہیں اور حقیقت اور مغز کو چھوڑ کر پوست اور ہڈیوں کو لیے بیٹھے ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے موافق ایک عذاب بھیجا ہے کیونکہ وہ ایسی حالت میں قیامت سے پہلے اسی دنیا کو قیامت بنا دیتا ہے اور ایسی خوفناک صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ زندگی قیامت کا نمونہ ہو جاتی ہے۔ اور اب یہ وہی دن ہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں سچائی سے بجائے محبت کے بغض کیا جاتا ہے اور عملی حالتیں خراب ہو چکی ہیں غلط اعتقادات پر ایسا زور دیا گیا ہے کہ حد اعتدال سے بہت تجاوز ہو گیا ہے اور اسحالت پر پہنچ گیا ہے جسکو اعتدا کہتے ہیں۔ ساری قوموں کو دیکھو کہ تیرہ سو برس سے بالکل خاموش اور چپ چاپ تھے اگرچہ اسلام کے ساتھ انکی لڑائیاں بھی ہوتی رہیں مگر وہ شوخیاں اور شرارتیں جو اب اسلام کے استیصال اور نابود کرنے کے واسطے کیجاتی ہیں نہیں کی جاتی تھیں اور وہ مذہبی زہر نہ تھا جو آج ہے۔ پچاس برس پہلے اگر ان کتابوں کو تلاش کریں جو اسلام کے خلاف لکھی گئی تھیں تو شاید ایک بھی نہ ملے۔ لیکن اب اسقدر کتابیں اخبارات اور رسالے۔ اشتہارات نکلتے ہیں کہ اگر انکو جمع کیا جاوے تو ایک پہاڑ بنجاوے

بعض بیچے عیسائیوں کے کئی کئی لاکھ طبع ہوتے ہیں جن میں ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ ایسا مجدد مصلح اور پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ایسے وقت آیا جبکہ دنیا نجاست سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت آپ نے دنیا کو پاک صاف کیا اور اس مردہ عالم کو زندہ کیا اُسکی پاک شان میں وہ فحش گالیاں دیجاتی ہیں جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر میں سے کبھی کسی کو نہیں دیجئیں۔

مجھے تعجب آتا ہے کہ ان کم بختوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو نشانہ بنایا ہے۔

ایک عاجز ابن آدم کو خدا بنایا جاتا ہے اور بدعملی کو بیحیائی اور جرأت سے کیا جاتا ہے۔ ام الخبائث (شراب) پانی کی طرح پی جاتی ہے۔ مگر اسپر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاک و مطہر انسان کی پاک ذات پر حملے کرنے کے لیے زبان کشائی کرتے ہیں۔ ان کے ملکوں میں جاکر اگر کوئی عفت اور پارسائی کا نمونہ دیکھنا چاہے تو اسے معلوم ہوگا کہ کفارہ کے کیا کیا برکات انپر نازل ہوئے ہیں۔ جو بڑے مہذب کہلاتے ہیں انکی یہ حالت ہے کہ وہ ہمہ تن دنیا ہی کیطرف جھکے ہوئے ہیں اور ایسے سرنگوں دنیا کے سامنے ہوئے ہیں کہ انھوں نے دنیا ہی کو خدا سمجھ لیا ہے ان کے نزدیک ان شاء اللہ کہنا بھی ہنسی کی بات ہے اور ان کے اثر سے ہزاروں لاکھوں انسان تباہ ہورہے ہیں۔ اور توجہ الی اللہ اور خداتعالے پر بھروسہ کرنا خطرناک غلطی اور حماقت ہے باوجودیکہ یہ حالت ان لوگوں کی ہو چکی ہے لیکن اسلام کے استیصال کے لیے وہ لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں مگر یاد رکھو کہ

اسلام ان کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا اسکا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے

اب اسلام کی اندرونی حالت دیکھو بعض کا چشمہ علماء تھے مگر انکی حالت ایسی قابل رحم ہو گئی ہے کہ اسکے بیان کرنے سے بھی شرم آجاتی ہے۔ جس غلطی پر کوئی اڑگیا ہے یا جو کچھ اُسکے مُنہ سے نکل گیا ہے ممکن نہیں کہ وہ اُسے چھوڑ دے۔ اس غلطی کو جسنے ظاہر کیا جھٹ پٹ اُسے کافر اور دجال کا خطاب مل گیا حالانکہ صادق اور راستباز کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں اسے کسی اپنی غلطی کا پتہ لگا ہے وہیں چھوڑ دیتا ہے اسے ضد اور اپنی غلطی پر نہیں ہوتا مختلف فرقہ بنا۔ باہمی تکفیر فرآت اور اسلام سے جو صاف طور پر انکی حالت کو بتا رہی ہے انکی صرف دنیا تک ہیں انکی سزا اور اثر بھی

دنیا ہی تک محدود ہے مگر جو امور عاقبت کے متعلق ہیں۔ اُن میں اگر سستی اور بے پروائی کی جاوے تو اسکا نتیجہ جہنم ہوتا ہے۔

میں بعض وقت ان لوگوں کی حالت دیکھکر سخت حیران ہوجاتا ہوں اور خیال گذرتا ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالے پر یقین نہیں ورنہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ آیات و نشانات دیکھتے ہیں ہم دلائل پیش کرتے ہیں مگر انپر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ مومن کے سامنے اگر اللہ تعالے کا کلام پیش کیا جاوے وہ فوراً ڈر جاتا ہے اور جرأت سے اسکی تکذیب پر لب کشائی نہیں کرتا مگر انکی عجیب حالت ہے کہ ہم اپنی تائید میں سب سے اول تو یہ پیش کرتے ہیں کہ

خدا نے مجھے مامور کیا ہے

اور پھر اپنی تائید دعوے میں ہم آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں اس سے ہی ترساں ہوجاتے مگر اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ خداتعالیٰ کے نشان دیکھتے ہیں مگر تکذیب کرتے ہیں عقلی دلائل کا اثر نہیں غرض جو طریق ایک راستباز کی شناخت کے ہوسکتے ہیں وہ سب پیش کیے جاتے ہیں لیکن ایک بھی نہیں مانتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک وقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بھاگتے جاتے تھے کسی نے پوچھا کہ کیوں بھاگتے جاتے ہو کہ اُنھوں نے کہا کہ جاہلوں سے بھاگتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ انپر وہ اسم اعظم کیوں نہیں پھونکتے انھوں نے کہا کہ وہ اسم اعظم بھی انپر اثر نہیں کرتا۔

حقیقت میں جہالت بھی ایک خطرناک موت ہے مگر یہاں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسا جہل ہے قرآن پڑھتے ہیں تفسیریں کرتے ہیں حدیثیں سند رکھتے ہیں۔ مگر جب ہم پیش کرتے ہیں تو انکار کرجاتے ہیں یہ نہ خود مانتے ہیں اور نہ اوروں کو ماننے دیتے ہیں۔

یہ زمانہ ایسا آگیا ہے کہ انسان کی ہستی کی غرض و غایت کو بالکل بھلا دیا ہے خود خدا انسانی خلقت کی غرض تو یہ بتاتا ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

مگر آج عبودیت سے نکلکر نادان انسان خود خدا بننا چاہتا ہے اور وہ صدق و وفا راستی اور تقوی جسکو خدا چاہتا ہے بازار میں کھڑے ہوکر اگر نظر کی جاوے تو صد ہا آدمی ادھر سے آتے اُدھر چلے جاتے ہیں لیکن انکی غرض اور مقصد محض دنیا ہے

دفع وہم

خداتعالے اس سے منع نہیں کرتا کہ انسان دنیا میں کام نہ کرے مگر بات یہ ہے کہ دنیا کے لیے نہ کرے بلکہ دین کے لیے کرے تو وہ موجب برکات ہوجاتا ہے مثلاً خدا تعالے خود فرماتا ہے کہ بیویوں سے نیک سلوک کرو عاشروهن بالمعروف لیکن اگر انسان محض اپنی ذاتی اور نفسانی اغراض کی بنا پر وہ سلوک کرتا ہے تو فضول ہے اور وہی سلوک اگر اس حکم الہی کے واسطے ہے تو موجب برکات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ محض دنیا کے لیے کرتے ہیں محبت دنیا ان سے کراتی ہے خدا کے واسطے نہیں کرتے اگر اولاد کی خواہش کرے تو اس نیت سے کرے واجعلنا للمتقین اماما پر نظر کرکے کرے کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جاوے جو اعلاء کلمۃ الاسلام کا ذریعہ ہو۔ جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالے قادر ہے کہ ذکریا کیطرح اولاد دیدے مگر میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی نظر اس سے آگے نہیں جاتی کہ ہمارا باغ ہے یا اور ملک ہے وہ اس کا وارث ہو اور کوئی شریک اسکو نہ لے جاوے + مگر وہ اتنا نہیں سوچتے کہ کم بخت جب تو مرگیا تو تیرے لیے دوست دشمن اپنے بیگانے سب برابر ہیں + میں نے بہت سے لوگ ایسے دیکھے اور کہتے سنے ہیں کہ دعا کرو کہ اولاد ہوجاوے جو اس جائداد کی وارث ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد کوئی شریک لے جاوے۔ اولاد ہوجاوے خواہ وہ بدمعاش ہی ہو۔ یہ معرفت اسلام کی رہ گئی ہے۔ برخلاف اس کے مومن اگر مکان بناتا ہے تو اس میں بھی اُسکی نیت دین ہی کی ہوتی ہے۔ لباس خوراک اس کا پہننا غرض ہر کام دین ہی کے واسطے ہوتا ہے۔ وہ خوراک کھاتا ہے مگر موٹا ہونے کے واسطے نہیں بلکہ اسطرح جیسے یکہ بان کچھ دور جاکر اپنے ٹٹو کو نہاری اور خوراک دیتے ہیں تاکہ وہ اگلی منزل چلنے کے واسطے طیار ہوجاوے اور دم نہ نکل جاوے۔ مومن کی غرض بھی خوراک سے یہی ہوتی ہے۔ کیونکہ نفس کا بھی تو ایک حق ہوتا ہے اور اہل و عیال کا بھی۔ اور پھر خداتعالے کا حق الگ ہے اگر نفس کے حق کی رعایت نہ ہو تو پھر وہ مر جاویگا اور یہ جاہیے بھی یاد رکھو کہ مومن کی غرض ہر آسایش ہر قول و فعل حرکت و سکون سے گو بظاہر نکتہ چینی ہی کا موقع ہو مگر وہ اصل عبادت ہوتی ہے + بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ جاہل اعتراض سمجھتا ہے مگر خدا کے نزدیک عبادت ہوتی ہے لیکن اگر اس میں اخلاص کی نیت نہ ہو تو نماز بھی لعنت کا طوق ہوجاتی ہے جو مومنوں کو کلوا واشربوا کا حکم دیا اور جو خدا کے لیے نماز نہیں پڑھتے انکو

ویل للمصلین فرمایا

کلوا ایک امر ہے جب مومن اسکو امر سمجھکر بجا لاوے تو اس کا ثواب ہوگا اسی طرح عاشروهن بالمعروف امر کی بجا آوری سے ثواب ہوتا ہے لیکن اگر ریاکاری سے نماز بھی ادا کرے تو پھر اسکے لیے ویل ہے۔

اسوقت اسلام جس چیز کا نام ہے اسمیں فرق آگیا ہے تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں اور وہ اخلاص جس کا ذکر مخلصین له الدین میں ہوا ہے آسمان پر اُٹھ گیا ہے

خدا کے ساتھ صدق وفاداری اخلاص محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہوگئے ہیں اب خداتعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سر سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔ وہ خدا جو ہمیشہ یحیی الارض بعد موتھا کرتا رہا ہے اُس نے ارادہ کیا ہے اور اسکے لیے کئی راہیں اختیار کی گئی ہیں ایک طرف مامور کو بھیجدیا ہے جو نرم الفاظ میں دعوت کرے اور لوگوں کو ہدایت کرے دوسری طرف علوم و فنون کی ترقی ہے اور عقل آتی جاتی ہے اب وہ وحشیانہ حالت سکھوں کے زمانہ کی نہیں رہی اور لوگ سمجھنے لگے ہیں۔

ایک طرف اتمام حجت کے لیے آسمانی نشان ظاہر کر رہا ہے چنانچہ جب نزول المسیح چھپکر شائع ہوگی اُسوقت سبکو پتہ لگ جاویگا کیونکہ اسمیں ڈیڑھ سو کے قریب ایسے نشانات لکھے ہیں جن کے ہزاروں لاکھوں گواہ موجود ہیں۔ اسکے پھر قہری نشانات کا سلسلہ بھی رکھا گیا ہے جنمیں سے طاعون کا بھی ایک نشان ہے جو اب جو اس شدت سے پھیل رہی ہے کہ کبھی گذشتہ نسلوں نے نہ دیکھی ہوگی اور بہت سے لوگ ہیں جو ان نشانات اور آیات سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں کوئی دن نہیں جاتا کہ لوگ بذریعہ خطوط یا خود حاضر ہوکر داخل بیعت نہیں ہوتے اگرچہ دنیا میں فسق و فجور اور شوخی و آزادی خود روی بہت بڑھ گئی ہوئی ہے تاہم یہ لوگ جو ہمارے سلسلہ میں آتے ہیں یہ بھی اسی جماعت میں سے نکل نکل کر آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بھی انھیں میں ملے ہوئے ہیں + خداتعالے ان لوگوں کو نکال لے گا اور ان کو سمجھ دے گا۔ اور کچھ طاعون کا نشانہ ہوجائیں گے۔ اسی طرح پر دنیا کا انجام ہوگا۔ اور اتمام حجت ہوگی۔

حضرت مسیح موعودؑ اور پاینیر

(نمبر ۵)

(سلسلے کے لئے دیکھو الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۴ء)

جب کہ بعض عیسائی مولفون اور مصنفون کی تحریرین ایسی پائی جاتی ہیں۔ تو پھر یہ الزام صحیح نہین ہے بلکہ ہم ان ساری خطرناک تحریکون کے ذمہ دار اور جواب دہ عیسائی واعظون کو ہی قرار دیتے ہیں اور واقعات کی رو سے خود پاینیر کے اپنے کالمون سے ان عیسائی مشن کے لیڈرون اور عیسائی پالٹیشنوں کے حوالے پھر پاینیر رقمطراز ہے کہ "ایک خطرہ ملک میں پھیلا ہوا ہے کہ مذہبی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ گورنمنٹ ہند نے اپنی حکمت عملیون سے دینی حرارت یا تعصب کو بہت کچھ دبا دیا ہے"

اس فقرہ پر ہم کو زیادہ کرائی سنرم کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم پہلے بحث کر آئے ہیں کہ یہ خیال غلط اور محض غلط ہے کہ حقیقی مذہب سے کسی قسم کا خوف و خطر ہے۔

البتہ اس پر ہم اتنا ازدیاد کرنا چاہتے ہیں کہ جس مذہب مین حقوق العباد اور حقوق اللہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا گیا یا جو مذہب ان حقوق کی تشریح سے عاری اور جو بانی مذہب اپنے نمونہ کامل سے تہیدست محض ہے البتہ اس سے خطرہ ہو سکتا ہے لیکن جو مذہب کامل طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد مین تفریق کرتا ہے۔ اور جو اپنے اندر زندہ نمونہ عمل درآمد کا رکھتا ہے وہ تو موید امن عامہ ہے اب پولٹیکل نگاہ سے اس سوال پر غور کرنا بیشک گورنمنٹ کا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہین کہ گورنمنٹ امور دنیا سے اسقدر فرصت اور فراغت نہیں رکھتی کہ وہ اس سوال پر غور کر سکے۔

ہم پاینیر کے ساتھ اس بات مین کبھی متفق نہیں ہو سکتے کہ گورنمنٹ ہند نے اپنی حکمت عملیون سے دینی حرارت یا تعصب کو بہت کچھ دبا دیا ہے" بہت کچھ کا لفظ اس فقرہ مین قابل غور ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ کسی حد تک گورنمنٹ مین مذہبی تعصب ہے لیکن ہم افسوس سے اسکو تسلیم نہین کر سکتے۔ بلکہ یقین ہے اور ہم اپنی گورنمنٹ کی نسبت کبھی بدظن نہین کہ اس مین مذہبی تعصب کا کوئی بھی شائبہ ہے ہم ہر وقت تسلیم کرنے کو طیار ہین کہ گورنمنٹ کا مذہب بہ حیثیت گورنمنٹ کوئی مذہب نہین ہے۔ اور اس میں بالکل تعصب نہیں ہے۔

گورنمنٹ نے محض اس خیال سے مذہبی آزادی نہیں دی کہ وہ ہندوون یا مسلمانون سے ڈرتی ہے۔ نہیں بلکہ فیاضی کیساتھ وہ سمجھتی ہے کہ مذہب کے معاملہ مین انسان فطرتاً آزاد ہے زور یا دباؤ کے ساتھ وہ کسی مذہب کو قبول نہیں کر سکتا ان مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اور علاوہ برین ہم اس امر کے کہنے مین بھی کوئی مضائقہ نہین کرتے کہ گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی میں تعصب نہ ہونا سنٹرل بی از بے چادری کا مصداق بھی ہے۔ عملی طور پر عیسائی مذہب گورنمنٹ کو گورنمنٹ رکھ سکتا ہی نہیں کیا اگر گورنمنٹ انجیل پر عمل کرے تو اسے ملٹری ڈیپارٹمنٹ توڑ تاڑ دینا پڑے گا خزانون کی کنجیان اورون کے حوالہ کرنی پڑین گی اور کوئی انگلستان مانگے تو اسے ہندوستان بھی اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دینی چاہیئے۔ غرض انجیلی تعلیم نظم ممالک کی روح اپنے اندر رکھتی ہی نہین اور وہ سیاسی قوانین سے عاری ہے اسلئے گورنمنٹ اگر تعصب مذہبی کرے تو اس کا نتیجہ کیا ہو؟ گورنمنٹ کا مذہبی تعصب نہ کرنا اور مذہبی پالیسی مین نیوٹرل رہنا ہی اسکے لئے سیاسی اصولون کے ماتحت مبارک ہے ورنہ انجیل پر عمل کرتے ہوئے گورنمنٹ سب کچھ ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ *

اس لئے گورنمنٹ کے لئے ضروری بھی ہے کہ مذہبی تعصب سے باز رہے۔ ورنہ دنیا مین ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو جاوے۔ اور ساری حکمون کا خاتمہ ہو جاوے۔

ایک خطرناک اور خونی منظر سامنے پیدا ہو۔ ایک نابکار خونی آتے جنے ایک قتل عمد اور خون ناحق کیا ہے۔ وہ ایک گرجا میں جاوے جہان ایک مشنری صاحب سیاہ جبہ اور لبادہ پہنے بیٹھے ہیں وہ اس کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خداوند یسوع پر ایمان لایا اور اپنے گناہون کی گٹھڑی اس پر لادتا ہون وہان وہ بپتسمہ لیکر کرسچنیٹی کا سرٹیفکٹ لاتا ہے اور مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرتا ہے مجسٹریٹ عیسائیت کی روح اپنے اندر رکھ کے حکم دیتا ہے کہ جب خدا نے اس کو معاف کیا تو مین اس کو کیونکر سزا دے سکتا ہون جاؤ بری۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ڈاکوؤن کا گروہ آتا ہے جن کی سفاکیون اور جفا کاریون سے ایک عالم نالان ہوتا ہے وہ ایک روز مین تھوک چرچ میں جاتے ہین اور وہان سے بہشت کے لئے راہداری کا پروانہ لئے ہوئے جو کے سامنے آتے اور پروانہ پیش کرکے کہتے ہیں کہ مقدس باپ (رومن کیتھولکون کی اصطلاح) نے ہمارے گناہ بخشدیے اور پروانہ راہداری عطا کیا ہے جج حیران ہو کہ اب اس سے بڑھکر شہادت صفائی کیا ہے ان کو چھوڑ دیتا ہے۔

غرض اسطرح خونی۔ قطاع الطریق حرامکار اور قسم قسم کے جرائم کرنے والے کفارہ کا آسرا لیکر آتے اور رہائی پاتے ہین۔ اور دوسری طرف دنیا میں انکے ہاتھ ذبح کئے ہوئے لاشے اور ان کے ورثا رحلت کئے ہوئے بچے اور عورتیں۔ چیخ رہی ہین گر عیسائی مذہب اصولی طور پر یہ عملی طریق سے چھوڑتا ہے تو بتاؤ اسکا نتیجہ کیا ہو۔ ایک میدان محشر قائم ہو جاوے۔ یہ کہہ دینا آسان ہے کہ ہم عیسائی مذہب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کے اصولون کی باریکیون اور ان کے اسرار کو نہین سمجھتے مگر سچ یہی ہے کہ ان باتون کا جواب کچھ نہیں ہے

غرض

ایسی صورت اور حالت مین گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی ضرور یہی ہونی چاہیئے جو ہے۔ اور وہ بہت ہی مفید اور مبارک ہے۔ اور جب کہ گورنمنٹ عملی طور پر اس طریق کو اختیار کر رہی ہے جو دنیا مین امن اور سلامتی کی روح پہونکنے والا ہے پھر اس پر نکتہ چینی فضول ہے۔

ہم کہین گے اور ضرور کہیں گے کہ عیسائی مذہب کی اشاعت کا طریق ہی ایک خطرناک طریق ہے اور اس سے الگ ہو کر بہت کچھ مفاد اور منافع بنی نوع کو پہونچ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ملکوں مین بہت ہی کم لوگ عیسائی ہیں۔ ورنہ اکثر ان میں سے دہریہ اور میٹریلیسٹ ہیں۔

پس

گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی عیسائی مذہب کی اپنی کمزوری کی زبردست دلیل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دوسرے لوگ اپنے مذہب پر قائم نہ رہیں اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہ سمجھیں۔ لیکن ہم یہ قبول کرنے کو ہر وقت طیار ہین۔

کہ اگر کوئی مذہب یا ہادی مذہب دوسرے لوگون پر ظلم کرنے یا ان کے حقوق تلف کرنے کی ہدایت کرتا ہے محض اس بنا پر کہ وہ اس کے ہم مذہب نہین ہیں وہ مذہب

ضرور خطرناک ہے۔

اور جب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے کسی مذہبی تحریک کو خطرناک کہنا خطرناک غلطی ہے اسقدر انٹرڈکٹری نوٹ سے ہم خصوصیت کے ساتھ پاینیر ہاور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور یون رقمطراز ہین۔

آپ بتائیں کہ پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبون مین کتنے انگریزون کو اس بات کا علم ہے کہ پنجاب میں احمدیہ تحریک ہو رہی ہے۔ حالانکہ مذہب اسلام میں جو دو بڑی تحریک یا رخنہ اندازیان ہوئیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی ہے۔ کل ہندوستان مین چار نئے گروہ پیدا ہوئے ہین ممالک متحدہ اور بنگال مین علیگڈہ والے اور برہم سماجی دو گروہ ترقی کر رہے ہیں۔

یہہ دونون فرقے آزاد منش بے تعصب قدرت کے قایل اور گورنمنٹ کے خیرخواہ ہیں جو لوگ ہندوستان کی بہودی چاہتے ہیں ان کے پرسان حال نہیں ہوئے کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور کس رنگ میں ہیں مدت ہوئی کہ آریہ سماج اصلاح کے لئے بمبئی مین قایم کیا گیا تھا مگر اب وہ پنجاب مین ترقی کر رہا ہے اور اپنے کمال عروج پر ہے ہم اس وقت اس کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتے

ان سطور میں جو پاینیر کے کالمون مین چھپی ہین بعض فقرے اس قابل ہین کہ ان پر خوبی غور کیا جاوے اور ان کی حقیقت پر نظر ڈالی جاوے۔

پاینیر پوچھتا ہے کہ "پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبون مین کتنے انگریزون کو اس بات کا علم ہے کہ پنجاب میں احمدیہ تحریک ہو رہی ہے"

ہم حیران ہیں کہ اس کا جواب ہم دیں یا خود پاینیر کا لائق ایڈیٹر۔ لیکن چونکہ پاینیر خاموش ہے اس لئے ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ اس مہر سکوت کو ہم ہی توڑ ڈالین۔

اس سوال کا جواب ہم انشاء اللہ کئی پیرایون اور رنگوں مین دینے کی کوشش کرینگے۔ پاینیر کا منشاء اس سے یہ ہے کہ اس تحریک کا بہت ہی کم علم دوسرے صوبوں مین بجز پنجاب کے ہوا ہے۔ حالانکہ اس کا علم ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ مذہب اسلام کی دو بڑی تحریکوں یا رخنہ اندازیون مین سے اسکو ایک قرار دیتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مذہب اسلام مین ایک رخنہ اندازی کہنا تو سلسلہ عالیہ کی خدمات سے لاعلمی ہے۔ جو پاینیر کے کالمون مین ہوئی ہے۔ لیکن ہم اس سوال کو فی الحال چھوڑ کر صرف

لطیفہ

ہم حیران ہین کہ نشنل کانگرس اور دوسری پولٹیکل انجمنین اسقدر روپیہ ضائع کرتی ہیں اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا وہ کیون مشنریون سے انجیل کی تعلیم پر عمل کرانے کی درخواست نہیں کرتین اور انجیل کے یہ مقامات پیش کرکے اپنے مطالبہ نہیں کرتیں۔ (ایڈیٹر)

اس سوال کا جواب بتانا چاہتے ہین۔ پاینیر کی مراد اگر اس تحریک کا علم گورنمنٹ کو ہونے سے ہے تو ہم بتانا چاہتے ہین کہ موجودہ وقت میں ہندوستان میں کسی اور تحریک کی نسبت سلسلہ عالیہ احمدیہ سے گورنمنٹ بہت واقف ہے۔ (باقی چھٹے نمبر مین)

استفسار اور انکے جواب

سوال اول - یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑہنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب - ہرگز نہیں یہہ توحید کے برخلاف ہے

سوال ۲ - جبکہ غائب اور حاضر دونوں کو خطاب کر دیتے ہیں پہر اسی مین کیا حرج ہے

جواب - دیکہو بٹالہ مین لوگ زندہ موجود ہین مگر ان کو یہان سے آواز دو تو کیا وہ کوئی جواب دیتا ہے۔ پہر بغداد مین سید عبدالقادر جیلانی کی قبر پر جا کر آواز دو تو کوئی جواب نہین آئے گا۔ خدا تعالےٰ تو جواب دیتا ہے جیسا فرمایا ادعونی استجب لکم مگر قبرون والون مین سے کون جواب دیتا ہے پہر کیون ایسا فعل کرے جو توحید کے خلاف ہو۔

سوال ۳ - جب کہ یہ لوگ زندہ ہین پہر ان کو مردہ تو نہیں کہہ سکتے۔

جواب زندگی ایک الگ امر ہے اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ ہماری آواز بہی سن لین۔ یہ ہم مانتے ہین کہ یہ لوگ خدا کے نزدیک زندہ ہین۔ مگر ہم نہین مان سکتے کہ ان کو سماع کی قوت بہی ہے۔ حاضر ناظر ہونا ایک الگ صفت ہے جو خدا ہی کو حاصل ہے۔ دیکہو ہم بہی زندہ ہین مگر لاہور یا امرتسر کی آوازین نہین سن سکتے۔

خدا تعالےٰ کے شہدا اور اولیاء اللہ بے شک خدا کے نزدیک زندہ ہوتے ہین۔ مگر ان کو حاضر ناظر نہین کہہ سکتے۔

دعاؤن کے سننے والا اور قدرت رکہنے والا خدا ہی ہے اس کو یقین کرنا ہی اسلام ہے۔ جو اسکو چہوڑتا ہے وہ اسلام کو چہوڑتا ہے۔ پہر کسقدر قابل شرم یہ امر ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی تو کہتے ہین۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر یا عمر نہین کہتے۔ البتہ یا علی کہنے والے ان کے بہائی موجود ہین۔ یہ شرک ہے کہ ایک تخصیص بلا وجہ کیجائے۔ جب خدا کے سوا کسی چیز کی محبت بڑہ جاتی ہے تو پہر انسان صم و بکم ہو جاتا ہے جو اسلام کے خلاف ہے۔

اسلام توحید کے لئے آیا ہے۔ جب توحید کے خلاف چلے تو پہر مسلمان کیسا۔ تعجب کی بات ہے کہ جن لوگون کو یہ خدا کا حصہ دار بناتے ہیں خود ان کو بہی یہ مقام توحید ہی کے ماننے سے ملا تہا۔ اگر وہ بہی ایسے یا کہنے والے ہوتے تو ان کو یہ مقام ہرگز نہ ملتا۔ بلکہ انہون نے خدا تعالےٰ کی اطاعت اختیار کی تب یہ رتبہ اون کو ملا۔ یہ لوگ شیعون اور عیسائیون کی طرح ایک قسم کا شرک کرتے ہیں۔

جنگ جاپان و روس

لنڈن ۲۳ فروری۔ اڈمرل الکیف مع تمام اسٹاف کے پورٹ آرتہر سے روانہ ہو کر جنکشن سٹیشن (خاربن) مین پہونچ گیا ہے (اگر یہ صحیح ہے تو کل کی یہ خبر غلط نکلی کہ اسے اڈمرل ماکاروف کے آنے تک پورٹ آرتہر ہی رہنے کا حکم ملا ہے۔ وطن)

روس اور جاپان نے امریکہ کی تجویز کے جواب مین لکہا ہے کہ ہم مانچوریا کی حدود سے باہر چین کی حیاد اور بے تعلقی کو نگاہ رکہنے اور اسمین خلل انداز نہ ہونیکو تیار ہیں۔ صوبہ مانچوریا چونکہ میدان جنگ ہے۔ وہ مستثنےٰ رہیگا۔ پورٹ آرتہر سے جو لوگ نکال گئے ہیں۔ اور چینی بندر ینگو میں پہنچے ہیں۔ انکا بیان ہے کہ وہان اب صرف بیس آدمی غیر روسی رہ گئے ہین۔ تاجر اپنا مال و متاع اونے پونے دامون بیچ رہے ہیں۔ تاکہ جلد یہان سے نکلین۔ اسوقت جسقدر اجنبی آدمی وہان موجود ہین وہ یا تو حراست مین ہین یا اونکی سخت نگرانی ہو رہی ہے۔ پورٹ آرتہر اب از سر تا پا جنگی قلعہ بن رہا ہے اوسکے تمام مورچون پر بحری توپچی اور گولہ انداز مامور ہین۔ بندر ولاڈی ووسٹاک سے تمام غیر فوجیون کو نکل جانے کا حکم ملا ہے۔ کیونکہ خوراک کا سامان کمیاب ہوتا جاتا ہے۔ جو کچہہ ملتا ہے روسی حکام فوج کے لئے فوراً خرید لیتے ہین۔

جاپانی بندر ینگا ساکی سے خبر آئی ہے کہ جاپانی بیڑہ نے بندر آرتہر مین روسیون کے چار تارپیڈو شکن جہاز پکڑ لئے۔ روسی اگن بوٹ منڈجور مقیم شنگہائی کی نسبت تازہ خبر ہے کہ جاپانی قونصل مقیم شنگہائی نے پہلے یہ مان لیا تہا کہ اگر روسی جہاز کا کپتان اسکو مستول وغیرہ اتارے اور اسے ناقابل سفر کر دے تو اوسے بیشک شنگہائی مین رہنے دیا جاوے چینی حکومت نے کپتان کو کہا اور اس نے تعمیل کر دی تعمیل ہو چکی تو اب جاپانی قونصل کہتا ہو کہ نہیں چین کی بے تعلقی تب ہی قائم رہسکتی ہے کہ اس روسی جہاز کو باہر نکال دیا جائے۔ خواہ وہ کس حالت مین ہو۔

جاپان و فرانس۔ جاپان نے فرانس کو ایک پر تمکنت مراسلہ بہیجکر اس مین افسوس ظاہر کیا ہے کہ فرانس نے قانون ملل کے صحیح معنے نہیں سمجہے۔ ورنہ وہ روسی بیڑہ کو جیبوتل میں ڈیرہ نہ ڈالنے دیتا۔ اور روس کو اجازت نہ دیتا کہ وہ جیبوتل کو ایک طرح سے روسی بحری مرکز اور قاعدۃ الجیش بنا لے۔

ٹائمز کا نامہ نگار روس سے لکہتا ہے کہ روس کہین ورد میںون مین جا کر مشرق اقصی مین اسقدر فوج جمع کر سکیگا۔ جو جاپان پر غالب آنیکے لئے کافی ہو سکے۔

جاپانی قونصل مقیم بمبئی کو تار آیا ہے کہ ولاڈی ووسٹاک کے روسی بیڑہ نے جہاز ناکانورا مرو کو بحیرہ جاپان کے شمالی حصہ مین ابلتے تاکروہ کے قریب غرق کیا تہا۔ اس کے تمام ملاح اور مسافر سوائے دو کے روسی جہازون نے غرق ہونیسے بچا لئے تہے۔ اور ان کو ولاڈی ووسٹاک لیگئے تہے جہان سے وہ ایک جرمن سٹیمر پر ۲۹ فروری کو ینگاساکی پہنچ گئے۔

جدید خرید کردہ جنگی جہازات کسونگا اور نشین کے انگریز کپتانون کو شاہ جاپان نے خاص باریابی کی عزت بخشی۔ اور دیگر بیش قیمت تحائف کے علاوہ ان کو طبقہ خورشید طالع کے نشان عطا فرمائے۔ یہ دونون جہاز اٹلی کے بندرگاہ جنیوا سے انگریز افسرون اور ملاحون نے جاپان پہنچائے چند جاپانی بحری افسر بہی جو لنڈن کے جاپانی سفارت خانہ سے اٹلی بہیج گئے تہے۔ ان پر موجود تہے۔ مگر جہازون کا کل اہتمام انگریزون کی ہی ہاتہہ رہا تہا۔ وطن)

روس نے کل طاقتون کو مراسلہ بہیجکر اسمین جاپان پر الزام لگایا ہے۔ کہ اس نے چیلفو اور پورٹ آرتہر کے معرکون میں قانون ملل کی بالکل خلاف ورزی کی ہے قانون ملل یا قانون بین الاقوام سے جسے انگریزی مین انٹرنیشنل لا کہتے ہیں۔ وہ ضوابط و قواعد مراد ہیں جن کو دنیا کے تمام مہذب ممالک کے اعلےٰ مقنن امن اور جنگ دونون صورتون مین سلطنتون اور قومون کے باہمی سلوک اور برتاؤ کے متعلق بکثرت رائے وضع کر چکے ہیں اگر کوئی سلطنت ان کی خلاف ورزی کرے تو اسے معمولی مجرم کی طرح تو کوئی سزا نہین دیسکتا۔ مگر دوسری سلطنتین چاہیں تو اس کا اظہار ملامت کر سکتی ہین۔ اور طبع طاقتین خلاف ورزی کرنے والے فریق سے پہلے ہی کچہہ کینہ رکہتی ہون۔ وہ ایسی خلاف ورزی کو جنگ کا بہانہ بہی بنا سکتی ہیں۔ وطن)

اس خبر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ روسی بیڑہ موسومہ بزرطہ کو جو فرنچ بندر جیبوتل میں مقیم تہا۔ اور اڈمرل وائن نوس کے زیر کمان ہے یورپ واپس آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لنڈن ۲۴ فروری۔ جاپانی فوج۔ ٹائمز کا نامہ نگار وی ہائی وی سے تار دیتا ہے کہ تین جاپانی ڈویژن چملفو مین اتر چکے ہین۔ یہ فوج ایسے سلیقہ اور حسن انتظام کے ساتہہ جہازون سے خشکی پر اتری کہ انگریز افسر بہی عش عش کرتے تہے۔ دریا یالو اور پنگ ینگ کا درمیانی علاقہ جنگی لحاظ سے نہایت اہمیت رکہتا ہے اور دونون فریق اس امر سے خوب آگاہ ہین۔

خیال ہے کہ یہ ڈویژن چملفو سے شمال رو یہ بڑہ جائینگے ہیں (جہازون پر فوج کو مع لوازمات و حیوانات سوار کرنا اور پہر اتارنا آسان کام نہین اس میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اور عموماً بہت سے جانور اور سامان ضائع ہو جاتے ہین۔ وطن)

نوٹ - سویڈن ہسپانیہ اور پرتگال کی فوجی تیاریون کی کل والی خبر سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ یورپ کو عالمگیر جنگ کا خوف ہو رہا ہے۔ سویڈن روس کا ہمسایہ ہے۔ اور اسکی تشویش بیشک کسیقدر حق بجانب ہو سکتی ہے۔ مگر ہسپانیہ بیچارے کا کیا دخل۔ اور جزائر کناری کا مشرق اقصی سے کیا واسطہ۔ اسی طرح پرتگال کا حقیر جہاز واسکوڈی گاما بہی کیا کر سکتا ہے وہ بیشک پرتگال کا کلان ترین جہاز ہے مگر درحقیقت ایک معمولی اگن بوٹ نزیادہ وقعت نہیں رکہتا۔ پندرہ پندرہ ہزار ٹن کے جہازون کی جہان ٹکر ہو۔ وہان اس کی کیا بساط اور کیا اثر ہو سکتا ہے۔ وطن)

بمبئی - ۲۴ فروری۔ بمبئی مین تار پہنچا ہے کہ ایک روسی کروزر اور تین تارپیڈو کشتیان جنوب رو جیبوتل کی طرف جاتے ہوئے جزیرہ پیرم (مقبوضہ انگلستان ہے بمتصل جیبوتل بنائے باب المندب کے افریقی ساحل کے قریب واقع ہے۔ وطن) کے پاس سے گذرے۔ جیبوتل مین اس وقت حسب ذیل روسی جہاز ہیں۔ ایک صیانی جہاز تین کروزر۔ ایک تارپیڈو اگن بوٹ۔ گیارہ تارپیڈو شکن ایک بار برداری کا جہاز جسپر ۲۷ سو بحری سپاہی ہے۔ اور ایک کوئلہ کے ذخیرہ کا جہاز۔

(خواہ مخواہ) جنوبی امریکہ کی ریاست وینیزویلا کے ساتہہ انگلستان فرانس و جرمنی وغیرہ کا جو تنازعہ قرضون کے متعلق پچہلے دنون ہوا تہا۔ وہ ثالثی کے لئے ہیگ (واقعہ ہالینڈ) کی مجلس ثالثان عالم کے سپرد ہوا تہا اس مجلس مین تمام مہذب سلطنتون کے نائب شامل ہیں۔ روسی وزیر خارجہ کونٹ موراویف اسکے صدر انجمن ہے۔ (صدارت میعادی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ وطن) اس نے بحیثیت پریذیڈنٹ اس تنازعہ کا جو فیصلہ دیا ہے۔ اس مین خواہ مخواہ جاپان کے دعاوی دربارہ مانچوریا وغیرہ کا بہی بتعارت تمام ذکر کیا ہے۔ مہاں کے جاپانی نائب نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وینیزویلا سے اس معاملہ کا کیا تعلق۔ ان الفاظ کو نکال دینا چاہئے نائب نے اپنی حکومت سے ہی استصواب کیا ہے۔

انگریزی حکومت نے جنرل نکلسن اور کرنیل ہلڈین کے علاوہ جو روسی فوج کے ہمراہ بطور اتاشی رہینگے بارہ اور افسر ہر قسم کی فوج کے منتخب کرکے جاپانی فوج کے مختلف دستون کے ہمراہ رہنے کیلئے بہیجے ہیں۔ یہ سب افسر جنرل نکلسن کے ماتحت رہین گے۔ اور ان کی حسب ہدایات کاربند ہون گے (ایسے اتاشیون کے بہیجنے کی غرض و غایت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ وطن)

روسی بیڑہ موسومہ بزرطہ کو حکم ملا ہے کہ وہ باربرداری کے جہازات کو بہی جنہیں فوج سوار تہی۔ اور وہ بہی ابہی راستہ میں ہی بحیرہ قلزم کے قریب تہے۔ یورپین روس کو واپس ساتہہ لیتا آوے۔ انگریزی جہاز مقیم چملفو پر سوا تین سو روسی ملاح پناہ گزین ہوئے تہے۔ وہ جزیرہ سیلون بہیجے گئے ہین۔ اور مقام دیاتلاور مین کہہ جائیں گے۔ (جہان بوئر قیدیون کا کیمپ تہا)

جاپانی افسرون کو پہانسی۔ شمالی مانچوریا کے دریا سنگری کے ریلوے پل کو اڑانے کے اقدام میں جو تین جاپانی تلیون کے بہیس مین گرفتار ہوئے تہے۔ کورٹ مارشل میں ان کی نسبت ثابت ہوا کہ ان مین ایک جاپانی وستہ انجینیران کا کرنیل تہا۔ ایک بحری فوج کے تارپیڈو بیڑہ مین لفٹننٹ اور دوسرا فوج سفر مینا مین لفٹننٹ کا درجہ رکہتا تہا۔ ان کو اسی وقت طہاپنچی پہانسی پر لٹکا دیا گیا۔ دیگر ممالک کے قونصل کوشش کر رہے ہیں کہ جنوبی مانچوریا کے مقام نوچنگ کو میدان جنگ سے

باہر کیا جائے۔ وہاں کوئی فریق مورچہ بندانہ ہو۔ روس نے اُس مراسلہ میں جو دیگر طاقتوں کو بھیجا ہے اور اس میں جاپان پر قانون ملکی کی خلاف ورزی کا الزام لگایا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جاپان نے کوریا پر قابض ہو کر اس حیثیت سے وہاں جس قدر احکام جاری کئے ہیں۔ وہ سب قانوناً ناجائز ہیں۔

مکرر حملہ۔ روسی سرکاری خبر ہے کہ جاپانی بیڑہ نے ۲۴ فروری کی رات کو پھر پورٹ آرتھر پر حملہ کیا۔ اُسے پسپا کر دیا گیا۔ اور چار جاپانی مصافی جہاز اور ٹرانسپورٹ جہاز غرق ہوئے۔

جاپانی شکست کی تصدیق۔ چینی بندر چیفو کا فرنچ قونصل جاپانی حملہ کی تصدیق کرکے یہ بیان کرتا ہے کہ چار جاپانی جہاز ساحل پر بیکار پڑے ہیں۔ لیکن ابھی دنیا کو اس پر اعتبار نہیں آیا۔ خاصکر بوجہ یہ کہ کوئی تفصیل حالات نہیں بتلائے گئے۔

خبر ہے کہ کونٹ لمسڈورف روسی وزیر خارجیہ مستعفی ہو گئے۔ اور اس کی جگہ ایم۔ ڈی ولی (سابق وزیر مال) مقرر ہوگا۔

ٹانچوریا سے جسقدر جاپانی چینی بندر چیفو میں آئے ہیں ان سب کا بیان ہے کہ روسیوں نے ان پر ناگفتہ بہ ظلم کئے۔ اور کہ جاپان سے سوگنا بدلہ لینے کی دھمکی کو جو زار نے دی تھی۔ وہ ایسے مظالم سے پورا کر رہے ہیں۔ جاپان دار الخلافہ ٹوکیو میں خیال ہے کہ چونکہ امیر البحر الیکسف نے معرف ابنار ہین کو اپنا صدر مقام بنایا ہے۔ اسلئے بری معرکہ آرائی میں غالباً کچھ دنوں کا اور توقف ہوگا۔ پیکن کی خبر ہے کہ چینی حکومت کو یورپ سے اطلاع آئی ہے کہ روس چینی ترکستان میں جرار فوج سواران بھیجنے کی تیاری کر رہا ہے۔ روسی بندر ولاڈی ووسٹاک اور جنوبی جاپان کے بندر نگاساکی کے درمیان جو بحری تار ہے۔ اُسے روسیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ جس سے جاپان آئندہ اس تار پر کوئی پیغام نہیں بھیج سکیگا۔ اور یورپ سے نامہ و پیام کیلئے اُسے چینی بندر شنگھائی اور ہندوستان یا جزائر فلپائن کے بندر مقام مثلاً اور صوبجات متحدہ کے مغربی ساحل کے بندر سان فرانسسکو کے راستہ تار بھیجنے پڑیں گے۔ جاپانی سوداگران مقیم نیویارک (امریکہ) پندرہ لاکھ روپیہ اپنے مجروح سپاہیوں کے فنڈ کے لئے جمع کرنا چاہتے ہیں۔ روسی ایڈمرل شاک مجبور نہیں ہے۔ اگر وہ جہاز لیکر پورٹ آرتھر کے بندر سے باہر نکلتا ہے تو یقینی موت سامنے ہے۔ جاپانی بیڑہ فوراً ان کا کچومر نکال دے۔ اگر خشکی کے قلعوں کی توپوں کی پناہ لئے ہوئے بندر میں ٹھیرا رہتا ہے۔ تو بھی اُس بیڑہ کا عدم وجود اس کے ملک کیلئے برابر ہوتا ہے۔ دو انگریزی کروزر موسومہ فار ماڈا ایل ورسل کو کوریا جانے کا حکم ہوا ہے۔ فار ماڈا ایل کا وزن پندرہ ہزار ٹن ہے رفتار ۲۰ میل زرہ بارہ انچہ و بیز رسل کا وزن ۱۴ ہزار ٹن رفتار ۱۹ میل زرہ گیارہ انچہ دبیز ہے۔ دونوں پر دیگر توپوں کے علاوہ چار چار بارہ انچہ قطر کی نال کی توپیں ہیں۔ (وطن)

ہندوستان کی فوج سے ابھی کوئی افسر فریقین کی افواج کے ہمراہ بطور اطاشی رہنے کیلئے نہیں بھیجا جائیگا۔

امیر کابل لڑائی کے حالات روزمرہ سنتے ہیں اور اُس کی رفتار کو بتوجہ زیر نظر رکھتے ہیں۔ انگریزی روزانہ اخبار پیونیر انکو پشاور سے کابل بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ تازہ خبروں کا برابر علم ہوتا رہے۔ (پشاور کا عملہ امیر صاحب اگر ہفتہ وار کے علاوہ روزانہ وطن کو بھی باقاعدہ امیر صاحب کی خدمت میں بھیجتا رہے۔ تو یقیناً انگریزی اخبارات سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس میں یومیہ تار خبروں کا صرف ترجمہ ہی نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ان کی مناسب تشریح و توضیح بھی کر دی جاتی ہے اور یہ فخر اسی ضمیمہ کو حاصل ہے کہ جاپان سے لیکر انگلستان تک کل ایشیا و یورپ کا نقشہ بھی اب تک صرف اسی نے شائع کیا ہے۔ (وطن)

جاپانی جہازوں کے نام۔ رفتار اور وزن وغیرہ

ہسٹوس۔ اساہی۔ شکشما۔ ہر ایک ۱۵۰۰۰ ہزار ٹن۔ رفتار ۱۸ میل۔ مکاسا ۱۵۲۰۰ ٹن۔ رفتار ۱۸ میل۔ یاشما۔ فوجی ہر ایک ۱۲۳۰۰ ٹن۔ رفتار ۱۸ میل۔ ٹوکیو اساما ہر ایک ۷۰۵۰ ٹن رفتار ½۲۱ میل۔ یکوموا ۹۸۵۰ ٹن ۲۰ میل + آزومہ ۹۴۳۶ ٹن ۲۱ میل + آدزومو۔ ایواٹ ہر ایک ۹۸۰۰ ٹن ½۲۴ میل + کسوگا ۷۰۰۰ ٹن ۲۰ میل + نشین ۷۰۰۰ ٹن ۲۰ میل۔ نکاسگو ۴۳۰۰ ٹن ۲۴ میل + کساگی چٹوزی ہر ایک ۴۸۴۴ ٹن ½۲۲ میل + اکشوکیشما۔ ہشیدیت۔ متشوشما ہر ۴۲۷۷ ٹن ½۱۶ میل + یوشینو ۴۱۸۰ ٹن ۲۳ میل + نینوا اٹکاچیلیو ہر ایک ۳۷۲۷ ¾۱۷ میل + اکتسوشما ۳۱۵۰ ٹن ۱۹ میل + ٹاکانشا ہر ایک ۳۴۰۰ ٹن ۲۰ میل + سوما اکاشی ہر ایک ۲۷۰۰ ٹن رفتار ۲۰ میل

مکرر جاپانی حملہ۔ متضاد بیانات۔ لندن ۲۵ فروری۔ سرکاری خبر ہے کہ ایڈمرل الیکسف نے حسب ذیل تار دیا۔ جاپانیوں نے ۲۴ فروری کو پونے ۳ بجے پورٹ آرتھر پر تارپیڈو کشتیوں سے پھر حملہ کیا۔ اور بندر کے دہانہ میں ۴ سٹیمر جن پر آتش پذیر مصالحہ اور مواد بار تھا۔ غرق کر دینے سے دہانہ کو بند کر دینے کی کوشش کی۔ ہمارے جہاز رٹ وزان اور قلعوں کے توپخانہ نے دو سٹیمروں کو دہانہ کے قریب غرق کر دیا۔ اور پو پھٹنے تک غنیم کی تارپیڈو کشتیوں پر گولہ باری کی۔ دن کی روشنی ہونے پر معلوم ہوا کہ غنیم کے چاروں سٹیمر تباہ ہو گئے ہیں۔ اور کہ اس کی آٹھ تارپیڈو کشتیاں واپس جا رہی ہیں۔ سٹیمروں کے اکثر ملاح کشتیوں پر سوار ہو گئے۔ کچھ ڈوب بھی۔ بندر کا دہانہ بالکل صاف ہے۔ غنیم کے جنگی جہازات دو ڈویژنوں میں منقسم ہو کر پیچھے ہٹے۔ تین روسی کروزروں نے تعاقب کیا۔ اور پھر واپس آ گئے۔ روسیوں کا کچھ نقصان نہ ہوا۔ (یہ تار بتا رہا ہے کہ جاپانیوں کے چار جنگی جہاز نہیں بلکہ معمولی سٹیمر اور خالی جہاز روسی لوگوں سے تباہ ہوئے۔ جن کو خود جاپانی بھی غرق کر دینے کی غرض سے ہی لیگئے تھے۔ فرق یہ رہا کہ وہ انکو دہانہ میں غرق کرنا چاہتے تھے تاکہ راستہ بند ہو جائے۔ اور اگر کوئی جہاز اوپر سے گذرے تو بارود سے اڑ جائے۔ مگر روسی لوگوں نے انکو جبکہ وہ ابھی پڑے ہی تھے غرق کر دیا۔ وطن)

لندن ۲۴ فروری۔ سینٹ پیٹرزبرگ کی خبر ہے کہ آج رات کے حملہ پورٹ آرتھر میں جاپانیوں کے ۴ مصافی اور دو ٹرانسپورٹ جہاز غرق ہوئے (یہ اور نیز مندرجہ ذیل خبر مندرجہ بالا خبر سے پہلے کی ہیں جن کو ۲۵ فروری کی خبر نے منسوخ کر دیا ہے۔ وطن)

سنگاپور۔ ۲۵ فروری۔ چینی بندر شنگھائی کی خبر ہے کہ جاپانی بیڑہ منگل کی رات کو پورٹ آرتھر کے حملہ میں پسپا ہوا۔ روسیوں کا بیان ہے کہ چار جاپانی جنگی جہاز ضائع ہوئے۔

کوریا و جاپان۔ جاپان نے کوریا پر اپنا عمل دخل کرکے مارکوئیس ٹاکو کاواکو وطن کا وائسرائے مقرر کیا ہے۔ کوریا کا شاہی دربار پایہ تخت سیول میں سخت متوحش ہو رہا ہے۔ جاپانیوں نے شاہی محل پر پہرہ بٹھا دیا ہے کہ شاہ کوریا بھاگ نہ جائے۔

پورٹ آرتھر پر پانچواں بحری حملہ۔

لندن ۲۵ فروری۔ وقت شب۔ روسیوں کا بیان ہے کہ جاپانی بیڑہ نے ۲۵ فروری کی صبح کو رات کے ایک اور ساڑھے تین بجے کے درمیان پھر پورٹ آرتھر پر حملہ کیا۔ مگر سب موقعوں پر پسپا کر دیا گیا۔

روسی قیدی۔ جاپان نے انگلستان کو اطلاع دی ہے کہ معرکہ چلیفو کے جو روسی ملاح انگریزی جہاز پر پناہ گزین ہوئے اور اس وقت جزیرہ سیلون کو چلے آ رہے ہیں۔ انگریزی حکومت ان سے جنگ میں پھر شریک نہ ہونے کا عہد لیکر انہیں اپنے وطن روس کو بھیج سکتی ہے۔ انگریزی حکومت اسکے متعلق روس سے نامہ و پیام کر رہی ہے۔

مشرقی سائبیریا کی جھیل بیکال کے سنجمد سطح پر ریلوے لائن مکمل ہو گئی ہے اور اب اس پر سے ٹرینیں گذر رہی ہیں۔

الہ آباد ۲۱ فروری۔ پاینیر کو بتاریخ ۲۵ فروری خاص طور پر لندن سے خبر آئی ہے۔ ایڈمرل الیکسف نے ایک اعلان شائع کرکے اس میں چین کی اعلان بے تعلقی و حیادت کے ہی پہلو پر ہے۔ اسکے عنقریب اعلان جنگ کر دینے کی خبریں قیاسی ہی ہیں۔ (وطن)

اس مندرجہ بالا تار سے جس میں ۲۴ فروری کے حملہ جاپانیان کے حالات ایڈمرل الیکسف نے بتائے ہیں۔ واضح ہو رہا ہے کہ روسی اپنے مصافی جہاز رٹ وزان کو جو سب سے پہلے حملہ مورخہ ۸ جنوری میں تارپیڈو سے زخمی ہوا۔ پھر تیرا لینے اور ایک حد تک قابل کار بنا لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

کلکتہ ۲۶ فروری۔ جنرل آین ہملٹن مشرق کو جاتے ہوئے بذریعہ ۲۴ فروری کو کولمبو پہنچے۔ آپ نے بیان کیا کہ مجھے اپنی تقرری کی خبر عدن میں ملی میں جنگ سے پہلے کا انگلستان سے روانہ ہو چکا تھا۔ مجھے چونکہ کچھ عرصہ کیلئے فرصت تھی۔ اور جاپانی افواج کے بغرض جنگ جمع ہونے کی امیدیں لگ رہی تھیں۔ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رخصت کے دن مشرق کی سیر میں بسر کروں تقرری کی خبر کے علاوہ اور کوئی حکم مجھے ابتک نہیں ملا اور اگر شنگھائی پہنچنے تک بھی کوئی ہدایت اپنی حکومت کی طرف سے مجھے نہ ملی۔ تو وہاں اتر جاؤنگا۔ (جنرل ہملٹن انگلستان کے ایک ممتاز فوجی افسر ہیں۔ جنوبی افریقہ کی جنگ میں بہت ناموری حاصل کی۔ معرکہ چترال میں بھی شامل تھے۔ اس وقت تک افواج برطانیہ کے کوارٹر ماسٹر جنرل تھے آجکل چونکہ کمانڈوں کی تقسیم اور جدید ترتیب ہو رہی اور یہ آسامی ٹوٹ گئی ہے آپ نے بغرض آرام رخصت لیلی ہے تقرری سے آپکی مراد بالفعل بوجہ ترقی اقصے میں جاپانی یا روسی فوج کے ہمراہ بطور اٹاشی مقرر ہونے سے ہے۔ کیونکہ یہ کام بھی کچھ کم ذمہ واری کا نہیں چنانچہ جنرل نکلسن جن کی تقرری بطور اٹاشی کی خبر پچھلے ہفتہ شائع ہوئی تھی۔ وہ بھی ایک ممتاز افسر انگریزی فوج کے ہیں۔ وطن)

روسی سپاہی کی نظاہر تعریف اور در پردہ توہین

جرنیل موصوف نے دوران گفتگو روسی سپاہیوں کی بہت ہی تعریف کی۔ آپنے فرمایا۔ کاسک اچھا عمدہ سوار اول درجہ کے سوار ہیں۔ اور جنوبی افریقہ کے بوئروں کی طرح گھوڑے چڑھے پیدلوں کا کام نہایت عمدگی سے دیں گے۔ روسی سپاہی کو نہایت احتیاط سے مشق و قواعد اور فوجی تربیت سکھائی جاتی ہے۔ ان امور میں دنیا کی کوئی فوج اُن سے بہتر نہیں۔ پیدل سپاہی اپنے افسروں کے از حد اور یہاں تک مطیع ہیں کہ اگر وہ اُن کو حکم دیدیں کہ دشمن کی آتشباری اور باڑھوں کے سامنے کھڑے رہو۔ تو وہ دل و جان سے اسکی تعمیل کریں گے۔ خواہ سب ہی ہلاک کیوں نہ ہو جائیں (اس سے آگے در پردہ توہین کا اعتراض شروع ہوتا ہے۔ وطن) جنرل موصوف نے اس کے ساتھ ہی بیان کیا کہ فن و سامان جنگ کی جدید ترقیات خاصکر نئی رائفل اور بے دود بارود نے طرز جدال و قتال کو بہت کچھ بدل دیا ہے۔ اور آج کل کے زمانہ میں ٹھوس صفوں میں مرتب ہو کر لڑائی کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے (اس جملہ میں ایک طرح روسی سپاہ پر طنز کی گئی ہے جو ٹھوس صفوں میں مرتب ہو کر چلنا اور بڑھنے کی عادی ہے، یا کم از کم محاربہ روم میں اُس نے ایسا ہی کیا تھا۔ مگر یہ اعتراض صرف روسیوں پر ہی وارد نہیں ہوتا۔ جنوبی افریقہ کے محاربہ تک تمام دنیا کی افواج کی یہی کیفیت تھی اس طریق کے نقص بوئروں نے دنیا پر ظاہر کئے اور اس وقت سے ہی سپاہ ان جنگ کو کھلی صفوں میں بکھر کر لڑنے اور حملہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس نئے طریق کو ضرور روسی فوج میں بھی رائج کر دیا ہوگا۔) کاسک روس کے تاتاری النسل مختلف قبیلے ہیں۔ جن میں سے اکثر عیسائی اور کچھ مسلمان ہیں۔ ان کو فوجی خدمت کے معاوضہ میں زمینیں ملی ہوئی ہیں۔ گھوڑے خود کاسک بہم پہنچاتے ہیں۔ سرکار صرف وردی اسلحہ اور راشن دیتی ہے۔ ہر کاسک مرد پر یہ خدمت لازمی ہے۔ مگر امن کے وقت کل تعداد کا کچھ حصہ بر سر کار ہوتا ہے۔ سلطان المعظم نے اسی روسی فوج کے نمونہ پر کرد اور عرب قبائل سے حمیدیہ رسالے مرتب کرکے اپنی فوج سواران میں ساٹھ ستر ہزار جانباز و با تنخواہ سواروں کا اضافہ فرمایا ہے۔ مونٹڈ انفنٹری یعنی گھوڑ چڑھے پیدل اور کیولری یعنی باضابطہ سوار میں یہ فرق ہے کہ آخر الذکر کا گھوڑا ہر دم رفیق و دمساز ہوتا ہے۔ اسے تمام مشق و قواعد شروع سے گھوڑے پر سکھائی جاتی ہے۔ اور وہ

تردید - ۹ مارچ کے روزانہ پیسہ اخبار میں جو بابو چندولال صاحب مجسٹریٹ دہرہ دون کے تنسیخ ہو جانے کی صحیح خبر کے بہتا کہا گیا تو وہ بے بنیاد ہے خبر بالکل بیہودہ ہے احکام بھی غالباً نافذ ہو چکے ہیں ۱۵ مارچ کے بعد پبلک کو عملی طور پر معلوم ہو جاویگا کہ یہ منصف ہو گئے ہیں (ایڈیٹر)

سوائے شاذ و نادر سواروں کے گھوڑے پر ہی سوار رہ کر معرکہ آرا ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اول الذکر در حقیقت پیدل فوج کے سپاہی ہوتے ہیں۔ اور پیدل فوج کی سی ہی مشق و قواعد جانتے ہیں۔ ان کو گھوڑوں پر اسلیے سوار کیا جاتا ہے کہ وہ جلد مقام مقصود تک پہنچ جائیں۔ جہاں پہنچکر وہ عموماً گھوڑوں سے نیچے اتر کر دشمن پر آتش باری کرتے اور اس سے لڑتے ہیں گھوڑے چڑھے ہونے کی وجہ کر وہ بصورت ناکامی پسپا بھی نسبتاً بہت جلد اور آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ (وطن) آخر میں جنرل ہلٹن نے بیان کیا کہ یہ رائے قایم کرنا سہل و مضمون کا کام نہیں کہ کون فریق غالب آئے گا۔ اس کے لئے بہت سے امور پر غور کرنا ضروری ہے۔

چینی گیپین - پیکین میں مشہور ہے کہ چینی حکومت [illegible] باکسروں کو مانچوریا بھیجنے والی ہے۔ باکسر وہی لوگ ہیں جنہوں نے سنہ ۱۹۰۰ء میں اجنبیوں کا قتل عام شروع کر کے دول کو پیکن پر حملہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ ایک نیم مخفی جماعت کے افراد ہیں جو اجنبیوں کو چین سے بیدخل کرنے کی مشترک غرض رکھتے ہیں اور چینی حکومت کے ہی ایما سے ان کی بنا قایم اور کارروائی شروع ہوئی تھی۔ (وطن)

جاپانی کوریا میں بہت سے موقعوں پر فوج جمع کر رہے ہیں جہاں سے پیشقدمی کر کے وہ ان روسی بنادر پر جو دریا یالو کے کنارہ میں حملہ کریں گے جاپانی حکومت نے اپنی فوج کے پہلے آرمی کور کی کمان پر جنرل بیرن کوروکی کو مقرر کیا ہے۔

لنڈن - ۲۶ - جنوری - روسی مانچوریں ریلوے لائین کی حفاظت بڑی احتیاط سے کر رہے ہیں۔ میل میل کے فاصلہ پر ایک بلند مینار بنا ہوا ہے اور ہر ایک میں ۵۰ کاسک مامور ہیں۔

روسی پسپائی - کوریا میں اس وقت کامل ایک ہزار روسی سپاہ ہے جوں جوں جاپانی فوج آگے بڑھتی جاتی ہے۔ توں توں روسی دریا یالو کو پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ جاپانیوں کا بیان ہے کہ مانچورین لائن کے پل سنگری پر تین جاپانی افسروں کو پھانسی ملنے کی خبر غلط ہو۔ کیونکہ روسیوں نے ان کے جو نام مشتہر کئے ہیں وہ جاپانی افسران صیغہ سٹاف میں کسی افسر کے نہیں۔ خبر ہے کہ ایک جاپانی بیڑہ جنگی جہازوں کا روسی بندر لاڈی ووستاک کو بھی گیا ہے۔ جاپانیوں نے [illegible] پورٹ آرتھر پر حملہ کیا۔ مگر ناکام رہے۔ سنگاپور - ۲۶ - فروری - **امریکن قونصل پر** [illegible] جنرل مانچوریا کے بندر نوچوانگ [illegible] امریکن قونصل کو [illegible] روسی سوار نے [illegible] سے سخت پیٹا۔ اس پر [illegible] قونصلوں اور [illegible] سخت جوش پھیل گیا۔ مگر روسی [illegible] جاندار [illegible] (وطن)

لنڈن ۲۴ فروری [illegible] تارپیڈو شکن [illegible]

اور ایک روسی افسر نے جہاز پر جاکر تحقیقات کی کہ آیا یہ واقعی انگریزی جہاز ہے +

جاپانی سفیر مقیم لنڈن کو ٹوکیو سے سرکاری طور پر خبر آئی ہے کہ ۲۴ - فروری کی رات کو جس غرض سے جاپانی بیڑے نے پورٹ آرتھر پر حملہ کیا وہ پوری ہوگئی۔ اس نے بندر کے دہانہ میں (معمولی جہاز غرق کر کے) اسے بند کر دیا ہے۔ یہ خبر ایڈمرل توگو کی طرف سے نہیں آئی۔ مگر اس کی صداقت میں شبہ نہیں۔ (اگر یہ سچ ہے تو جب تک روسی غرق شدہ جہازوں کو بارود سے اڑا کر دہانہ صاف نہ کریں گے ان کا بیڑہ بندر میں مقید رہیگا غرق شدہ جہاز کو اڑا کر راستہ صاف کرنا سہل کام نہ ہوگا کم از کم پانچ چھ دن لے گا جس عرصہ میں جاپانی بیفکر ہو کر باربرداری کے جہازوں پر لگا تار فوج خلیج لاؤ ٹنگ کو بھیج سکیں گے۔ وطن)

مشرق اقصیٰ کے انگریزی بیڑہ کے سپہ سالار نے جو روسی پناہ گزین یا اسیران جنگ جزیرہ سیلون کو بھیجے ہیں۔ وہ ۸ مارچ کو وہاں پہنچیں گے ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔ چھ اعلیٰ افسر دو ادنیٰ افسر ۲۶۷ معمولی ملاح و گولہ انداز۔ جس جہاز پر وہ بھیجے گئے ہیں۔ اس پر تین انگریز افسر اور ۵۰ بحری سپاہی بھی بطور حفاظت سوار ہیں۔ ایک روسی سٹیمر ۴ فروری کو ولاڈی ووسٹاک سے بحیرہ اسود کے بندر اوڈیسہ کو روانہ ہوا تھا۔ اسے اب تک وطن پہنچ جانا چاہیے تھا مگر اس کا کچھ پتہ نہیں

بلقان - ۲۶ - فروری - ٹرکی اور بلگیریا میں قیام امن کے متعلق جو نامہ و پیام ہو رہا ہے اس کا انداز طمانیت بخش ہے۔ فریقین نے ایک دوسرے کی بہت سی باتیں مان لی ہیں۔ اور اب اس تجویز پر غور ہو رہا ہے کہ ٹرکی اور بلگیریا دونوں ایک ہی وقت میں جمع شدہ افواج کو واپس کرنا شروع کر دیں۔

موجودہ انگریزی وزرا کی حالت نازک ہوتی جاتی ہے۔ ۲۲ - فروری کو پارلیمنٹ میں ایک معاملہ میں دو میں لیا گیا۔ اگرچہ گورنمنٹ ہی کے حق میں فیصلہ ہوا لیکن صرف ۱۴ رایوں کی کثرت سے +

نیویارک (امریکہ کے سب سے بڑے شہر) کا آباد ترین حصہ [illegible] جل رہا ہے۔ کئی بڑے بڑے مکان آگ کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بارود سے اڑائے جا رہے ہیں۔ بعد کی خبر کہ تین ایکڑ رقبہ پر مکان جلے۔

لنڈن ۲۷ - فروری - [illegible] بحری حملہ روسی حکومت نے سرکاری طور پر بیان کیا ہے کہ جاپانیوں نے ۲۵ - فروری کو بوقت [illegible] بمقام پورٹ آرتھر میں روسی کروزروں پر حملہ کیا۔ فریقین کے بیڑوں اور خشکی کے قلعوں کی باہم آدھ گھنٹہ تک گولہ باری ہوئی [illegible]

جاپانیوں کو [illegible] پورٹ آرتھر کا [illegible] رک گیا ہے (جاپانی جن جہازوں کو وہاں غرق کرنے کیلئے لے گئے تھے۔ مگر بقول روسیان وہ دہانہ سے [illegible] روسی گولوں سے غرق ہو گئے۔

دو پرانے اور ناکارہ تھے۔ وطن)

کوریا نے اپنے بندر یجو میں ممالک غیر کو تجارت کی اجازت دیدی ہے (یہ خبر چھ سات دن ہوئے پہلے بھی آچکی ہے۔ رائٹر شاید اسوقت پینگ میں تھا اور اسے یاد نہ رہا کہ پہلے بھی یہ خبر بھیج چکا ہوں۔ وطن) کوریا جاپان کے ساتھ مل گئی ہے۔ کوری سپاہ جاپانی سپاہ کے ساتھ میدان جنگ میں روسیوں کا مقابلہ کرے گی۔

جاپانیوں کے جوش حب الوطنی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ جاپانی حکومت کو مصارف جنگ کیلئے چاروں طرف سے لگا تار روپیہ چلا آ رہا ہے۔ جاپانی مرد و زن نشہ حب وطن میں سرشار ہیں۔ وہ صرف زبانی جوش و خروش نہیں دکھاتے ہیں۔ بلکہ عملی حب الوطنی عورتیں بلا تمیز امیر و غریب اپنے زیورات چندہ میں دے رہی ہیں اور امرا جن کے ہاں جاگیرداری کے زمانہ کے دفینے اور خزینے چلے آتے ہیں۔ قوم کی ضرورت کے لئے ان کو نکال نکال کر سرکار کے حوالے کر رہے ہیں۔

جاپانیوں نے ۲۳ - فروری کے حملہ میں چند جہاز غرق کر کے پورٹ آرتھر کے دہانہ کو بند کرنے کی جو کوشش کی۔ وہ بعینہٖ اس کوشش کی نقل ہے جو سنہ ۹۸-۱۸۹۵ء محاربہ امریکہ و ہسپانیہ میں امریکن امیر البحر نے جزیرہ کیوبا کے مشہور مقام سنٹیاگو کے بندر میں ہسپانی بیڑہ کو محبوس کرنے کیلئے کی تھی۔

متضاد روایات - پورٹ آرتھر کے [illegible] متعلق فریقین کے بیانات مجمل اور متناقض ہیں تاہم یہ صاف ہے کہ بندر کا دہانہ بند نہیں ہوا۔ کیونکہ روسی کروزر اور تارپیڈو کشتیاں ۲۴ - فروری سے بعد بھی برابر بندر سے باہر آتی اور اندر جاتی دیکھی جا رہی ہیں۔ کل بمقام پورٹ آرتھر فریقین میں دو خفیف بحری معرکے ہوئے۔ آپس میں گتھے نہیں۔ دور سے زور شور سے گولہ باری ہوئی جسکا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ البتہ فریقین میں سے ہر ایک کا دعوےٰ ہے کہ اس نے دشمن کی ایک دو تارپیڈو کشتیاں غرق کر دیں۔ جاپان کا اس چھیڑ چھاڑ سے غالباً یہ مدعا ہے کہ روسی بیڑہ کو اسطرح مشغول رکھکر اپنے ٹرانسپورٹ جہازوں کو بعافیت مقامات مطلوبہ تک پہنچا دے۔

کوریا نے بروئے معاہدہ اپنے ملک کی حفاظت کا تمام انتظام جاپان کے سپرد کر دیا ہے اور کسی اور سلطنت سے معاہدہ نہ کرنے کا عہد کیا ہے۔ ایک روسی جنگی جہاز نے ہر ایک دخانی جہاز بنالڈرکی بحیرہ قلزم میں تلاشی لی (روسیوں کی یہ کارروائی فضول اور بیوجہ نہیں کیونکہ جاپانی سٹیمر ابھی بحیرہ روم اور انگلستان کے بنادر پر موجود ہیں۔ انہوں نے چند نے انگریزی حکومت سے التجا کی کہ انکو انگریزی جھنڈا نصب کرنے کی اجازت دیجائے جواب ملا کہ جب تک کوئی جہاز انگریزی رعایا کی ملکیت نہ ہو ایسی اجازت نہیں ملسکتی۔ وطن)

تازہ خبریں

جنگ روس و جاپان - (لنڈن ۲ مارچ)

روسی تارپیڈو کشتیوں کی واپسی :- روسی تارپیڈو کشتیاں جو پورٹ سعید سے [illegible] کو روانہ ہوئی تھیں موسم کی خرابی کے سبب پورٹ سعید کو واپس آگئی ہیں۔ جاپانی بندر آرتھر سے چلے گئے :- بندر آرتھر کے ایک سرکاری پیغام تار مورخہ ۲ - ماہ حال سے واضح ہوتا ہے کہ ۲۹ فروری سے جاپانی پورٹ آرتھر میں نہیں دیکھے گئے۔ روسی کروزروں اور تباہ کن جہازوں نے ساٹھ میل کے دایرہ میں ان کی تلاش کی ہے مگر ان کا کہیں نشان تک نہیں ملا۔

برٹش افواج کی حرکت :- بیان ہے کہ ۲۰۰۰ نزار رسالے مارٹا کو جا رہے ہیں جو خیال کیا جاتا ہے بوقت ضرورت چین کو جائیں گے۔ ینگ یانگ پر جاپانیوں کا قبضہ :- جنرل پفلاف کی رپورٹ ہے کہ ۲ ماہ حال کو ۵۰۰ جاپانیوں کے ۲۰۰ سواروں کو ینگ یانگ پر قبضہ کر لیا جو خالی شہر ہے۔ اور رسد کے انہیں ہر روز نگاسٹی [illegible] پہنچتی رہتی ہے جو روس کی حینامیو کو آتی ہے۔ اسی تار میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۲۵۰۰۰ جاپانی توپخانہ کے بغیر چینمپو (شمال مشرقی کوریا) میں اتارے گئے ہیں۔ اور خشکی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

آشمناک میں روسی تیاریاں :- رائٹر کا نامہ نگار سیول تار دیتا ہے کہ روسی جاپانیوں کو دریائے یالو کو راستہ روکنے کیلئے آشمناک میں ایک قلعہ اور وسیع مورچے تعمیر کر رہے ہیں۔ جاپانیوں کی حرکت بندر آرتھر کی طرف :- جاپانی [illegible] میں نہیں۔ بلکہ سو لمپن (خلیج ملکیس) میں اتر رہے ہیں اور جنوبی مانچوریا اور بندر آرتھر میں اتر رہے ہیں لیکر بڑھ رہے ہیں۔ پورٹ آرتھر سے متعلق افواہیں :-

(لنڈن ۳ مارچ) جاپانی لیو تنگ پر نہیں اتار رہے ہیں تاکہ دو ہفتہ کے عرصہ میں خشکی پر بڑھکر بندر آرتھر کا محاصرہ کر لیں۔ نیو یارک ہیرلڈ کا نامہ نگار پیرس ایک سینٹ پیٹرزبرگ کی خبر کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ہمارے جہازوں کے ڈوبنے کے بعد دشمن بندر آرتھر سے چلا جائیگا۔

داخلہ بندر آرتھر کو بند کرنے کی اثر :- داخلہ بندر آرتھر کو بند کرنے سے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور [illegible] یا فاقوں [illegible] ولیڈیو اسٹاک میں غلہ وغیرہ کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔ اہل چیفو کی حالت بھی نہایت نازک ہو رہی ہے۔ فاقہ پر فاقے اٹھانے والے پناہ گزینوں کی کثرت سے مجبور ہو رہی ہیں۔

ایک افواہ کی تردید :- (کلکتہ ۳ مارچ) کلکتہ کے اخبارات میں ذیل کا بیان شائع ہوا ہے۔ ہمیں مطلع طور سے اطلاع ملی ہے کہ سنگاپور کی یہ تار خبر بالکل غلط ہے کہ روس نے چین کے مقابل واقع ولیڈیو اسٹاک نے روپیہ کی ادائیگی ملتوی کر دی ہے۔

ایک طویل سفر :- الہ آباد ۳ مارچ بحری محقق اندازہ لگاتے ہیں کہ بالٹک کا بیڑہ جہازات چار ماہ کے پہلے بندر آرتھر میں نہیں پہنچ سکتا۔

جاپانی جہازوں کی مرمت :- (بمبئی ۳ مارچ) اخبار سٹریٹ ٹائمز کا ایک معتبر نامہ نگار تار دیتا ہے کہ جنگی جہاز اور اکروزر جنہوں نے بندر آرتھر کے ۹ فروری والے حملہ میں حصہ لیا تھا مرمت کیلئے سسیبو بھیجے گئے ہیں۔

مراسلت

ذیل میں ہم اپنے مکرم معظم بھائی مولوی **نذر علی صاحب پشاوری** کی ایک چٹھی شائع کرتے ہیں جو اُمید ہے سید **علی حائری** صاحب لاہوری کی توجہ اپنی طرف کرا سکے گی + **شیعہ** مذہب کی تردید سے مذاق رکھنے والے ان لطائف کو دلچسپی سے پڑھیں گے ۔ (ایڈیٹر)

رجعت شیعہ پر چند لطائف
اور
لاہوری مولوی سے استفسار

ریفارمر شیعہ لکھتا ہے۔

(۱) محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور اکثر انبیاء دیگر اور حضرات آئمہ اور محض مومن اور محض کافر یوم الرجعت میں جسکو قیامت صغریٰ بھی کہتے ہیں زندہ ہوں گے اور اُس روز امام مہدی صاحب ظاہر ہوں گے (غایۃ المقصود جلد اوّل صفحہ ۱)

(۲) امام مہدی کے ظہور پر سب آئمہ زمانہ واحد میں رجوع کرینگے بلکہ مقدم و مؤخر مطابق ترتیب امامت ظاہر ہوں گے۔ **بانحصر** برجعون بترتیب ایام **امامتہم** یعنی پہلے علی مرتضیٰ پھر حسن پھر حسین علیٰ ہذا آخر تک (غایت المقصود صفحہ ۱ و صفحہ ۱۸۹)

(۳) امام مہدی صاحب اپنے مرنے پر امام حسین علیہ السلام کو چارج دینگے اور اپنی مُہر بھی اور امام حسین انکو غسل اور کفن دینگے ۔ غایت صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰ گویا علی مرتضیٰ اور امام حسن درمیان سے حذف اور رعایت ترتیب بھی ساقط ۔ کجا زمانہ واحد کجا قید ترتیب کجا یہ بے ترتیبی ۔ فتدبر۔

اب **سوال یہ ہے** کہ ہر سہ اقوال مختلفہ میں صحیح قول کونسا ہے اور مولوی صاحب نے حدیث کی سند سے ہر ایک قول کو امام معصوم سے منسوب کیا ہے ۔ پھر کیا اذا تعارضا تساقطا کے قاعدہ مسلمہ سے ہر سہ قول قابل رد نہیں ۔

مولانا صاحب اسی کمال اور بضاعۃ علمی کے گھمنڈ پر حضرت امام زمان علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہیں ۔ جس مذہب کی احادیث اور رواۃ ثقات اور آئمہ علماء کے اقوال میں تعارض کا یہ عالم ہو جو مولوی صاحب کی دس سطر کی عبارت میں ظاہر ہے پھر ایسے علماء سے مخاطبہ تضیع اوقات ہے ۔ مولوی صاحب! آپنے تو شیعوں کا بقایا تار و پود بھی ادھیڑ دیا ہے اور اپنے مذہب کے آپ پردہ دری کرکے اُسپر خط نسخ کھینچ دیا۔

شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

یہ تشتے نمونہ خروارے ۔ عرض ہوا ۔ اب چند سوال باقی ہیں

چند سوال

سوال اوّل۔ شیعوں کے امام مہدی صاحب امام زمان ہیں ۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر انبیاء اور آئمہ اور مومنین رجعت میں زندہ ہوں گے تو امام زمان کی پیروی کرینگے یا رسول خدا کی یا علی مرتضیٰ کی مقتدا کون ہوگا

صورت اوّل

اگر کہو سب بزرگوار امام زمان مہدی صاحب ہی کی پیروی کرینگے اور احکام قضایا اور حدود و امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ مہدی کے متعلق ہوگا جیسا کہ صفحہ ۱ غایۃ المقصود پر درج ہے + اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ یازدہ گانہ ماتحتی میں کام کرینگے تو یہ بدیہی البطلان ہے ۔ **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم + وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** (سورۃ النساء) رسول کی موجودگی میں امام کے اتباع اور منیب کے ہوتے نائب کی تابعداری خلاف شرع اور عقل ہے پھر رسول بھی وہ رسول جو امام الرسل ہو ۔ مطابق شیعہ کی تفاسیر کے اولوالامر کا درجہ تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے جو تالی اطاعت رسول ہے ایسا ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تین امام موجود تھے علی مرتضیٰ امام حسن امام حسین مگر امام الکل کے ہوتے کوئی مدعی امامت و خلافت نہ ہو سکا اور یہی تعریف ہمارے خصم کو بھی مسلّم ہے (دیکھو صفحہ ۵ و ۸ غایت جلد اوّل)

صورت دوم

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام الکل موجود ہوں گے اور سب آئمہ مع امام مہدی صاحب اُنہیں کے تابع ہوں گے تو امام مہدی صاحب کو امام زمان تسلیم کرنا اور اُسکے ظہور کا اس قدر انتظار کرکے خوشی منانا فضول اور عبث ہے بلکہ شیعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو امام زمان تسلیم کریں اور اُنہیں کی آمد ثانی کے منتظر رہیں ایسے پیشوا اور مقتدا کے ہوتے کوئی امام کیا بلکہ کوئی نبی بھی قابل اقتدا نہیں ہو سکتا فافہم۔

(۲) دوسرا نقص و اعتراض یہ ہے کہ اگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور رجعت میں تسلیم کیا جائے تو مولوی لاہوری کی وہ تعریف جو غایۃ المقصود صفحہ ۸ پر زیر لفظ امام اُسنے کی ہے غلط ہوگی وہو ہذا۔

(امامت عبارت است از خلافت شخصی از اشخاص از جناب خداوند متعال بہ نیابت رسول مختار از برائے بجا آوردن و قائم ساختن قواعد شریعت حفاظت حلقہ ملت بنحویکہ اتباع و پیروی آنشخص و انقیاد وی بر تمام اُمت واجب باشد و امام در لغت بمعنی مقصود و مقتدا است و در شریعت عبارۃ است از ریاست عامۃ تامہ من اللہ در عامۂ امور دین و دنیا الخ (صفحہ ۸ غایۃ)

پس بموجودگی رسول اور امام الکل کسی اور امام کی اتباع واجب نہیں ۔ اور نہ وہ امام خلیفۃ اللہ یا خلیفۃ الرسول کہلا سکتا ہے اور نہ مقتدا ہو سکتا ہے

(۳) مطابق تعریف مولوی صاحب امام زمان کی پیروی اُمت پر واجب ہے تو جناب امیر اور باقی آئمہ یازدہ گانہ جو مفہوم اُمت میں شامل ہیں رجعت میں مہدی کے تابع ہونگے گویا امام مہدی صاحب اپنے جد اعلیٰ اور اپنے دیگر آباء طاہرین کی بھی اولوالامر اور متبوع اور امام اور مقتدا ہوئے اور اسی کے ضمن میں مولوی صاحب کا وہ کلیہ فاضل اور مفضول کا ہے اُسکے اپنے قول سے باطل ہوا جسکے ذریعہ امام فخر الدین وغیرہ علماء پر اسنے خشک منطق کے رنگ میں جرح کی ہے ۔ فتدبر۔

(۴) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود رجعت میں موجود ہوں گے تو حدیث من لم یعرف امام زمانہ الخ کے کیا معنے ہونگے اور امام زمان کس درد کی دوا ہوگا اور امامت جو اصول دین شیعہ سے ہے بیہودہ اور عبث ثابت ہوگی ۔ کیونکہ وہ زمانہ پھر زمانہ نبوت ہوگا۔

(۵) والامامۃ خلافۃ اللہ عزوجل و خلافۃ الرسول و مقام امیر المومنین والامامۃ زمام الدین و نظام المسلمین و صلاح الدنیا و عز المومنین والامامۃ رأس الاسلام الخ (صفحہ ۱ غایۃ)

القصہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خود موجود ہوے تو یہ تعریف بھی باطل ہوئی کیونکہ خلافت و نیابت رسول کی غیر حاضری میں یا اُس کے بعد ہوتی ہے نہ اُسکی موجودگی میں بلکہ اُس کی موجودگی میں خلیفۃ اللہ اور امام زمان اور مقتدا وہ خود ہی ہوتا ہے نہ اُسکا غیر ۔ پس امام زمان صاحب آپ کے نہ خلیفۃ اللہ ہوے اور نہ خلیفۃ الرسول نہ مقتدا اور نہ امام بلکہ وہم اور گمان

سوال دوم ۔ اگر قریب زمانہ ظہور امام میں ایک شیعہ مر گیا ہو اور اُسکا ورثہ بین الورثاء تقسیم ہو چکا ہو پھر وہی شخص یوم الرجعت میں زندہ کیا جاوے تو وارث مقتسم کے نسبت شرع محمدی میں کیا حکم ہے کیا متوفی جو زندہ کیا گیا ورثاء سے اپنا مال واپس لیگا اور اس قسم رد میراث کا حکم قرآن میں کسجگہ درج ہے ۔

سوال سوم ۔ اگر متوفی کی زوجہ سے کسی دوسرے شیعہ نے نکاح کر لیا ہو تو متوفی کی واپسی پر عورت کس کی ہوگی پہلے اصلی شوہر کی یا دوسرے کی مرافعہ شرعی پر قرآنی فیصلہ کیا ہے ۔

غرضکہ ایک بیہودہ مسئلہ کے ماننے پر بدلیہ نالی موضوعات سے ہو منزار نقص میراث میں اور اولاد نکاح وغیرہ میں پیش آتے ہیں جس کا فیصلہ اس قرآن کریم اور فرقان حمید میں مذکور نہیں ۔ البتہ مصحف فاطمہ اور علی کے قرآن میں جو امام مہدی صاحب غار سر من رای میں ساتھ لے گئے ہیں لکھا ہو تو عجب نہیں ۔ ہاں یاد آگیا ایک اور صحیفہ بھی ہے وہی صحیفہ طولہا سبعون ذراعاً فیہا جمیع ما یحتاج الیہ ولد آدم ۔ وتکون عندہ صحیفۃ فیہا اسماء و اعداد ۔ اور وہ صحیفہ ستر گز لمبا اور ران شتر کی برابر موٹا ہے اور ستر ہزار آیۃ والا قرآن اور جفر جامع ہے امام صاحب کے پاس ہیں (اصول کافی صفحہ ۱۴۲) فقط

خاکسار نذر علی از پشاور۔

ہم اور ہمارے ناظرین

جو بزرگ الحکم کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ انکو جزائے خیر دے اور انکی ہمتوں میں برکت دے + آمین ۔ قومی کاموں میں جب تک قومی قوت کام نہ کرے کچھ نہیں ہوتا ۔ الحکم کی خدمات کے اعتراف یا اسکی ترتیب مضامین کی برجستگی وغیرہ کے متعلق جو بزرگ تحریر فرماتے ہیں ۔ میں اُن کے حسن ظن کا شکر گذار ہوں ۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ مجھے صرف ذاتی تعریف کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اعتراف خدمات کا بہترین ذریعہ ہے

الحکم کی اشاعت میں سعی کرنا:

اگر آپ الحکم کو پسند کرتے ہیں تو کیا آپ نے ارشاد نبوی نہیں پڑھا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے" پھر کیا وجہ ہے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو اسکی طرف توجہ نہیں دلاتے ؟

۱۔ مولوی عزیز بخش صاحب بی ۔ اے ۔ ڈیرہ غازیخاں سے الحکم کی توسیع اشاعت کے لیے خریداروں کے نام بھیج رہے ہیں ۔

۲۔ منشی عبد الحکیم صاحب پُرنیا سے الحکم کے لیے غیر معمولی کوشش سے کام کر رہے ہیں وہ ایک دس بارہ خریدار دے چکے ہیں اور ابھی انکی ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا

۳۔ جناب ابو سعید عرب صاحب نے رنگون میں بہت سے خریدار پیدا کیے ہیں ۔ عرب صاحب کی طبیعت نصیب اعدا ناساز ہے وہ قادیان سے باہر اب غالباً نہیں رہ سکتے ۔ انکے خطوط شوق سے بھرے ہوے آ رہے ہیں کہ وہ قادیان جس قدر جلد ممکن ہو آنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے انکو اپنے اس مبارک ارادہ کا پورا کرے ۔ آمین

الحکم کی اشاعت ایران میں بھی ہونے لگی ہے

صوفی نہیں

ہم کو انسان کے اندر اخلاق رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب نکلتے رہتے ہیں تو نکلتے جاتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے جس کا ان کو علم بھی نہیں ہوتا اس لیے ہم کو ہر ایک قسموں سے بچنا چاہیے۔ بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے دولتمند متکبر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے کہ کہتا ہے یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔ ایک عورت سیدانی تھی اسے پیاس لگی وہ دوسرے گھر میں جا کر کہنے لگی کہ امتی تو ذرا پانی کا پیالہ کو دھو لینا کیونکہ تم امتی ہو اور میں سیدانی ہوں آل رسول ہوں۔ بعض وقت تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اسکا عیب پکڑتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اسکو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہونچانے سے روکتی ہیں ان سب سے بچنا چاہیے۔ مگر ان سب سے بچنا اک موت کو چاہتا ہے۔ جب تک یہ موت کو قبول نہیں کرتا خدا تعالیٰ کی برکت اس پر نازل نہیں ہو سکتی اور نہ خدا اس کا متکفل ہوتا ہے

ضرورتِ حقہ

ہمارے ایک احمدی بھائی سید محمد شاہ صاحب ساکن بن باجوہ کی بیوی بقضاء الٰہی فوت ہو گئی ہے چونکہ یہ صاحب احمدی ہیں ان کی برادری ان سے اسی وجہ سے بے تعلق ہے کہ وہ احمدی کیوں ہوئے یہ صاحب شالبافی کا کام کر کے اپنی وجہ کفاف بخوبی چلا سکتے ہیں اور گیلانی سید ہیں اگر کسی صاحب کو خدا تعالیٰ کی توفیق یاوری دے اور ان سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو وہ محمد علی صاحب مدرس بن باجوہ سے اسکے متعلق دریافت کر کے فیصلہ کریں ہماری جماعت بہت ہی خوش نصیب ہو اگر اپنے تعلقات میں احمدی بھائیوں کی کثرت ملحوظ رکھے اسحضرت اقدس بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا بھی یہ ایک بڑا ذریعہ ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق دے

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ناساز ہے چنانچہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو جناب سول سرجن صاحب بہادر گورداسپور قادیان تشریف لائے اور انہوں نے آپ کی حالت صحت کے لحاظ سے چھ ہفتہ تک سفر کرنے کے ناقابل ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا۔ اسلیے آپ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو گورداسپور حاضر نہ ہو سکے
۲۔ بزرگان ملت خدا کے فضل سے خدمت دین میں مصروف ہیں ایدھم اللہ بنصرہ
۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں بھی بارش ہوئی۔

مقدمات

بمقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم و کرم الدین فرد جرم سنایا گیا۔ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے خلاف مقدمہ تھا وہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پر ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کے لیے ملتوی ہوا کہ ڈاکٹر صاحب آکر شہادت دیں کہ واقعی اعلیحضرت بیمار ہیں یا نہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے عدالت کو توجہ دلائی کہ یہ شہادت ایکٹ شہادت کے ماتحت غیر متعلق ہے۔ اور اسکے علاوہ پیر مہر علی شاہ کے متعلق جب سرٹیفکیٹ پیش ہوتے رہے ہیں تو عدالت نے کبھی یہ تجویز نہیں کیا کہ ڈاکٹر خود آکر شہادت حلفی دے مگر مجسٹریٹ صاحب نے اپنا فیصلہ بحال رکھا اور ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو ڈاکٹر صاحب کی شہادت لی جنہوں نے اپنے سرٹیفکیٹ کی تصدیق کی۔ آخر عدالت نے اس مقدمہ کو ۱۰ اپریل پر ملتوی کیا۔

مقدمہ سرقہ میں ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو حکم سنانے کا وعدہ فرمایا اور ۱۶ مارچ کو مقدمہ خارج کر دیا۔ اور کرم الدین ڈسچارج ہوا۔

اب صرف دو مقدمے باقی ہیں ایک برخلاف کرم الدین و فقیر محمد دوسرا برخلاف حکیم فضل الدین و حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

کمشنر صاحب بہادر گورداسپور میں

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کے دوپہر کو جناب کمشنر صاحب بہادر لاہور۔ گورداسپور تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن مقامی حکام اور عمائد شہر آپکے استقبال کو موجود تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی آپ نے مقامی حکام کا سلام لیا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی کوٹھی پر فروکش ہوئے شیخ علی احمد صاحب پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی گورداسپور نے شہر کے دیکھنے کے لیے عرض کیا۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ کل ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے کوئی ملنے کے لیے نہ آئے۔ مجھے وقت نہیں ہے اسلیے میں شہر کو نہیں دیکھ سکتا۔ مختصر یہ کہ ۱۵ مارچ کو آپ نے خزانہ کا ملاحظہ فرمایا اور ۱۶ کی دوپہر کو واپس لاہور ہوئے

معذرت

میں ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء کی شام کو واپس قادیان آیا ہوں۔ اس لیے ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کا اخبار یہی نہیں کہ بعد از وقت شائع ہوتا ہے بلکہ وہ پورے صفحات پر بھی شائع نہیں ہو سکا اور صرف ۸ صفحہ پر شائع کیا جاتا ہے

انجمن حمایت اسلام لاہور کا قابل دید سالانہ جلسہ

۱۔ پہلے مشتہر ہو چکا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ یکم۔ دوم۔ سوم۔ اپریل کو منعقد ہوگا اور مشاہیر علما و فضلا مختلف دیار و امصار سے تشریف لا کر جلسہ کی عزت افزائی کرینگے اور شرکاء جلسہ کو اپنے پاکیزہ کلاموں اور وسیع معلومات اور تجارب سے مستفیض فرماوینگے پس ہمدردان قوم و ملت اپنی شمولیت سے جلسہ کو بارونق اور کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور علما اور ناظموں کی تقریروں اور نظموں سے حظ وافی حاصل کریں

۲۔ ان صاحبوں کے قیام و طعام کا انتظام حسب دستور ممبران انجمن کے ذمہ ہے جو جلسہ میں تشریف لاویں اور انجمن کے مکان میں ٹھہرنا چاہیں بشرطیکہ وہ کم از کم ایک ہفتہ قبل از تاریخ جلسہ اپنے ارادہ سے اطلاع دیں۔

۳۔ صاحب ٹریفک سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے اور صاحب منیجر اودھ روہیلکھنڈ ریلوے نے ازراہ عنایت منظور کر لیا ہے کہ ان لوگوں سے جو جلسہ میں شامل ہونے کی نیت سے سفر کریں صرف اول کھواے اور سب درجوں کا کرایہ نصف لیا جاوے گا یعنی وہ فقط ایکطرف کا پورا کرایہ دیکر واپس جا سکیں گے بشرطیکہ مسافت پچاس میل سے کم نہ ہو یہ رعایت بشمول ایام جلسہ صرف دس روز کے لیے ہوگی اور اس میعاد کے اندر اندر سفر کرنا ہوگا

۴۔ رعایتی شرح پر سکرٹری انجمن کے سرٹیفکیٹ پیش کرنے پر ریلوے سٹیشن سے ٹکٹ مل سکیں گے پس جو صاحب شریک جلسہ ہونا چاہتے ہیں وہ فوراً راقم سے سرٹیفکیٹ طلب کریں۔

۵۔ ریلوے سٹیشن لاہور پر چند والنٹیر مہمانوں کے استقبال کے لیے موجود ہوں گے جو انہیں گاڑیوں پر سوار کر کے قیام گاہ تک پہونچاوینگے۔

۶۔ سٹیشن سے باہر مگر احاطہ ریلوے کے اندر ایک شامیانہ نصب کیا جاوے گا اور اس کے پاس ایک بلند جھنڈا بطور نشان گاڑا جاوے گا۔ ریل سے اتر کر اور سٹیشن سے نکلکر شریک جلسہ ہونے والے صاحب پہلے اس شامیانہ میں چند منٹ کے لیے ٹھہرینگے اور وہاں سے قیام گاہ کو روانہ ہونگے بس ان صاحبوں کی خدمت میں جو ممبران انجمن کے مکان میں ٹھہرنا چاہیں التماس ہے کہ وہ پہلے اس شامیانہ میں ٹھہریں اور حتی الوسع ایسی ٹرینوں میں سوار ہوں جو دن کے وقت لاہور پہنچتی ہیں

۷۔ جلسہ حسب معمول اسلامیہ کالج کے وسیع صحن میں ہوگا جو ریلوے سٹیشن کے قریب شیرانوالہ دروازہ (خضری دروازہ) کے ساتھ ہے سٹیشن سے نکلکر قلعہ والی سڑک کے رستہ شیرانوالہ دروازہ میں داخل ہوں یا لنڈا بازار میں سے ہو کر یکی دروازہ کے رستہ کالج میں آ جاویں مہمانوں کو اسی مکان میں ٹھہرایا جاوے گا جہاں جلسہ ہوگا۔

۸۔ جلسہ کی کارروائی یکم اپریل کو صبح سات بجے شروع ہوگی جس کے متعلق مکمل پروگرام پھر شائع کیا جاوے گا شائقین جلسہ و کارکنان انجمن کے آرام و سہولت کے لیے نہایت مناسب ہے کہ جو صاحب شریک جلسہ ہونا چاہیں وہ اس امر کی کوشش کریں کہ جمعہ کی صبح کو لاہور پہونچ جاویں

۹۔ علاوہ ان بیرونی احباب کے جو لیکچر دینگے دیگر شرکاء جلسہ کے لیے بھی موقع بموقع وقت نکالنے کی کوشش کی جاوے گی جس میں وہ کچھ مختصر اپنی تقریر سنا سکیں گے جو انجمن کی ترقی اور استحکام سے تعلق رکھتی ہوں اور انمیں ایسی تجاویز ہوں جن پر عمل کرنے سے وہ دقتیں رفع ہو جاویں جو اسکی ترقی اور استحکام کے سد راہ ہیں اور ہو سکتی ہیں۔

۱۰۔ جس مکان میں مہمان فروکش ہوں گے اس کا ایک کمرہ بطور سیٹنگ روم کے مقرر کیا جاویگا جو یہاں سے ہر ایک صاحب کو ہر ایک قسم کی اطلاع جو وہ صاحب حاصل کرنا چاہتے مل سکے گی اور خطوط وغیرہ بھی جو ان کے نام آئے ہوں اسی جگہ سے ملیں گے۔

۱۱۔ مہمانوں کو ٹکٹ دیے جاوینگے جن کے ذریعہ جلسہ کے کمرہ میں داخل ہونے کا حق انہیں حاصل ہوگا

الملتمس شمس الدین جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور۔

مسلمانوں کی فلاح کا اصلی ذریعہ

(عصرِ جدید یا مشہور اہل الرائے اور ہم)

عصرِ جدید نے فروری سنہ ۱۹۰۴ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے کہ اس نے ... مشہور اور لائق آدمیوں سے عصرِ جدید نے مختلف رائے دریافت کی اور یہ سوال ہی لکھا تھا کہ "مسلمانوں کو ایک کفایت شعار اور سنجیدہ قوم بنانے اور ان کو اپنی تمدنی حالت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کیا تجویز کرنی چاہئے؟"

اس سوال کا جواب ڈپٹی نذیر احمد خان صاحب مولوی شبلی نعمانی اور مولوی حبیب الرحمن خان شروانی رئیس بھیکن پور وغیرہ نے اپنے اپنے طرز پر دیا ہے۔ ہم وہ جوابات یہاں درج کرتے ہیں اور اس پر عصرِ جدید کے ایڈیٹر کی رائے بھی درج اور پھر اس پر اپنا ریمارک لیکن افسوس ہے کہ ہم یکجائی طور پر مندرجہ بالا اصحاب کی رائے درج کر سکتے ہیں اور نہ ان پر یکجائی ریمارک اس لئے آج صرف ڈپٹی نذیر احمد خان کی رائے درج کرتے ہیں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تینوں کی رائیں لکھیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی رائے

"مسلمانوں کو ایک کفایت شعار اور سنجیدہ قوم بنانے اور ان کو اپنی تمدنی حالت کی طرف متوجہ کرنے کی تدبیر اگر ہے تو تعلیم ہے اور خاص کر دینی تعلیم اور دینی تعلیم میں بھی خاص کر قرآن کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم کے بعد فرائض اولی کی تعلیم اور اس کے لئے ضرور ہے کہ گروہ علماء کو ہم خیال اور طرفدار بنایا جاوے جن کے ہاتھوں میں قوم کی باگ ہے۔"

اس پر عصرِ جدید کا نوٹ

مسلمانوں کو قرآن شریف کی تعلیم دینا اور وہ بھی سمجھا کر تعلیم دینا ایسی ہے درحقیقت ایسی زبردست تحریک اصلاح کی پیدا ہو سکتی ہے جس کے مقابلہ میں سب کوششیں ناکارہ ہیں۔ جس قدر غور سے **قرآن شریف** کا مطالعہ کیا جاوے اسی قدر معلوم ہوگا کہ اس کا منشا یہی ہے کہ دنیا میں انسان "خدا ترس سنجیدہ اور کفایت شعار بنیں" قرآن اعتدال سے یا عدل سے گذرے۔ تو ہر جگہ ٹوکتا ہے۔ اور دنیا کو نیک عمل اور مشاہدہ قدرت کے لئے ایک میدان قرار دیتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم بھی اگر سچے طریقے سے نہ ہو۔ اور اوہام پرستی اور رسم پرستی اور باطل عقائد مزمنہ کی روشنی میں اس کو دیکھا جاوے تو وہ بھی بجائے ایک حبل متین ہونے کے ایک مجموعہ الفاظ کا ہو جاتا ہے جس کو ہر ایک طرح ہر شخص اپنی طرف کھینچ کر اپنے خام و غلط و پژمردہ تمدن کی تصویر بنا لیتا ہے۔

قرآن شریف کا مطالعہ عقل و علم کے نور سے ہونا چاہئے۔

رہا علماء کو قائل بہ اصلاح کرنا۔ یہ کام بہت مشکل ہے مگر زمانہ آہستہ آہستہ اس کو بھی کرا جاتا ہے۔ یہ پست اور ناکارہ اور متعصب گروہ قوم میں کم ہوتا جائیگا نہیں تو ویسے علماء بھی ... ایسے بے وقعت ہو جاویں گے ہم کو یہ ... تو یہ خیالی اور قومی ہمدردی کا خیال پھیلانے ... یقین ہے کہ علماء بھی اس میں آ کر شامل ہو جاویں گے۔ موجودہ حالت میں علماء کا جم غفیر تو ہماری طرف صرف اسی وقت متوجہ ہو سکتا ہے جب وہ یہ سمجھے کہ ہم ہر اصل و ہر فرع میں ان کا ہم زبان ہیں۔ لیکن یہ نہ ان کی خواہش ہی ہو سکتا ہے نہ ہمارا کہنا ہے۔ لو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ

اس رائے اور نوٹ پر ہمارا ریمارک

اس سوال کے اتنے جواب سے تو ہم بالکل متفق ہیں کہ مسلمانوں کو ایک کفایت شعار اور سنجیدہ قوم بنانے اور ان کو اپنی تمدنی حالت کی طرف متوجہ کرنے کی اگر کوئی تدبیر ہے تو وہ قرآن کریم کی تعلیم ہے لیکن اس تعلیم کی تکمیل کی جو صورت **ڈپٹی نذیر احمد خان صاحب** نے پیش کی ہے کہ "گروہ علماء کو ہم خیال اور طرفدار بنایا جاوے جن کے ہاتھوں میں قوم کی باگ ہے" یہ ایسی غیر معقول اور ناممکن العمل ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا ڈپٹی نذیر احمد صاحب ایسا مشہور آدمی اسے کیوں پیش کرتا ہے۔

ہم **عصر عصرِ جدید** بھی اس سقیم رائے کی کمزوری کو تسلیم کرتا ہے اور اس کو بہت مشکل قرار دیتا ہے۔ وہ علماء کو قائل بہ اصلاح کرنے کا ایک ہی وقت یا ذریعہ سمجھتا ہے کہ یہ پست اور ناکارہ اور متعصب گروہ قوم میں کم ہو جاوے یا ناپید اور بے وقعت ہو جاوے۔ علماء کو جو خطاب عصرِ جدید نے دیا ہے وہ واقعی اس کے مستحق ہیں۔

غرض غور طلب بات نذیر احمد صاحب کی رائے اور عصرِ جدید کی تنقید میں یہ رہ جاتی ہے کہ **قرآن کریم** کی سچی تعلیم مسلمانوں کی اصلاح کا حقیقی ذریعہ تو ہے لیکن اس تعلیم کو سودمند اور مؤثر بنانے کے لئے کیا راہ اختیار کی جاوے؟

بات اصل میں یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکو طوطے کی طرح رٹ لیا جاوے یا ٹوٹا پھوٹا ترجمہ پڑھ لیا جاوے تو اس کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے۔ **قرآن کریم عمل کیلئے ہے** اسلئے مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح کا ذریعہ یہ بتانا چاہئے کہ **قرآن کریم پر عمل کیا جاوے** اور مسلمانوں میں عملی قوت پیدا ہو۔

عصرِ جدید تو یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم اگر سچے طریقے سے نہ ہو اور اوہام پرستی اور رسم پرستی اور باطل عقائد مزمنہ کی روشنی میں اس کو دیکھا جاوے تو وہ بھی بجائے ایک حبل متین ہونے کے ایک مجموعہ الفاظ کا ہو جاتا ہے جس کو ہر ایک طرح ہر شخص اپنی طرف کھینچ کر اپنے خام و غلط و پژمردہ خیال کو تمدن کی تصویر بنا لیتا ہے" مگر اس کا علاج ایسا مبہم اور مشکوک سا بتاتا ہے جس کو ہر شخص شاید نہیں سمجھ سکتا اور وہ یہ ہے کہ "قرآن شریف کا مطالعہ عقل و علم کے نور سے ہونا چاہئے۔"

ہماری رائے میں ایسے خیال کی کمزوری آج سے قریباً بارہ سال پیشتر ان تین شعروں میں خوب ظاہر کی گئی ہے۔ اور اگر عصرِ جدید کے لائق ایڈیٹر صاحب حق و حکمت کو حاصل کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کے خوف کو نظر رکھ کر پڑھیں تو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اے اسیرِ عقل خود برہستیٔ خود کم بناز
کیں سپہرِ بوالعجائب چون تو بسیار آورد
غیر را ہرگز نمی باشد گذر در کوئے حق
ہر کہ آید ز آسمان او راز آن یار آورد
خود بخود فہمیدن قرآن گمان باطل است
ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

قرآن کریم کی تعلیم اور تعلیم کا مدار اگر محض عقلی بلند پروازی اور رسمی اور مروجہ علوم کی بنا پر ہے تو پھر وہ علماء جنکو عصرِ جدید پست ناکارہ اور متعصب گروہ قرار دیتا ہے ان میں شاید کم نہیں۔ لیکن قرآن کریم کی تعلیم اور تفہیم میں وہ محض تہی دست ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ علمی حالتیں بھی بہت ہی کمزور ہو گئی ہیں۔ اور اگر عقل اور علم کے نور سے مراد مغربی روشنی ہے تو پھر اسلام کا خاتمہ ہی سمجھئے مغربی فلسفہ اور یورپ کے علوم و ایجادات ان کے تمدن اور معاشرت کا جو قبیح اثر پڑا ہے وہ کسی سمجھدار آدمی پر مخفی نہیں پس نہیں معلوم کہ یہ عقل اور علم کا نور عصرِ جدید کے ایڈیٹر صاحب کی رائے میں کیا چیز ہے؟

علم آن بود کہ نور فراست رفیق اوست
این علم تیرہ را بپشیزے نمے خرم

اور نورِ فراست سے مراد وہ نور ہے جو تقویٰ اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی کے لئے فرمایا

فانہ ینظر بنور اللہ

غرض

قرآن شریف کی تعلیم (جس سے ہماری مراد عملی تعلیم ہے) کا بہترین ذریعہ وہ نفس مطہر و مطہر ہو سکتا ہے۔ جو

یتلوا علیہم اٰیٰتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب

کا مصداق ہو۔ اس کے سوا جو طریق بھی ہوگا وہ ایک حد تک اپنے ذاتی خیالات اور مقالات ہوں گے جن میں **صاحب حال** کا کوئی اثر یا **قوی** اثر موجود نہیں لیکن وہ جو **خدا تعالیٰ** سے فیض پا کر اور **روح القدس** کی تائید سے کہتا ہے وہ نری انکلیں اور خیالی بلند پروازیاں نہیں ہوتی ہیں **بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے اور سن کر بولتا ہے**

پس قرآن شریف کی تعلیم کیلئے ڈپٹی صاحب کی سقیم رائے تو کسی نوع اور نہج سے قابل لحاظ نہیں غالباً انہوں نے محض اسی خیال سے ہے

قرآن شریف کا ترجمہ کرتے وقت بعض آیات کا ترجمہ محض کورانہ تقلید اور خیال تجارت کی بنا پر کر دیا ہے جن سے انکا دل غالباً متفق نہیں ہوگا

مثلاً آیات متعلقہ وفات مسیح وغیرہ۔

البتہ عصرِ جدید نے جو رائے علماء کے جم غفیر کو ان کے ساتھ ملانے کے متعلق دی ہے۔ وہ **علماء کی حالت کو خوب واضح** کر رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے غور کے قابل ہے۔

پس

اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم کی عام اشاعت مسلمانوں کی اصلاح کا یہی ذریعہ ہے۔ لیکن **قرآن فہمی اور عملی قوت** کے پیدا کرنے کیواسطے خدا تعالیٰ کے مامور اور مزکی کی ضرورت ہے اس کے ماتحت جو قوم ہوتی ہے اس کی ساری نزاعوں اور جھگڑوں کا وہ حکم ہوتا ہے اور اسکا فیصلہ فیصلہ ناطق سمجھا جاتا ہے جس سے ایک وحدۃ قوم میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی ضرورت کو عصرِ جدید کا لائق ایڈیٹر محسوس کرتا ہے۔

پس اس مصیبت سے بچنے کیلئے کہ قرآن کریم حبل المتین بنے ہونے کی بجائے الفاظ ہی کا مجموعہ ہو جاوے جس کو ہر ایک طرح ہر شخص پھیلا سکے ایک ہی راہ ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا مامور خدا تعالیٰ سے علم و روشنی پانیوالا انسان اسکا معلم ہو۔ جب تک ایسے معلم کے زیر سایہ تعلیم پانیوالے نہ آئیں گے۔ خود رائی خود غرضی ضرور کام کرتی رہیگی اور وہ سچی غرض جو قرآن کریم کی تعلیم اور اسکی نزول سے ہے ہمیشہ مفقود رہیگی ہمیں اس امر کے ثابت کرنیکے واسطے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس پر کسی لمبی چوڑی بحث کی حاجت **عربوں کی تاریخ** موجود ہے۔ اور مسلمان اور غیر قومیں بالاتفاق مانتے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے انکی حالت کیسی خطرناک اور تاریک تھی۔ یہ وہ قوم تھی جو دنیا کی مہذب تاریخ میں کوئی جگہ پانے کی قابل نہ تھی۔ انکی معاشرت انکا تمدن انکی سیاست انکا اخلاق انکی روحانی حالت انکی عبادات غرض کل شیرازہ انکا منتشر تھا۔ لیکن پاک اسلام کے رشتہ میں منسلک ہو کر قرآن کریم پر عمل کرکے دنیا کی بہترین متمدن قوم اگر بنی تو **عرب**۔ دنیا کی بہترین ملکدار قوم اگر کہلائی تو عرب۔ علوم و فنون میں ترقی کرنیوالی۔ سیاسی امور کی باریکیوں پر پہنچانیوالی بھی عرب ہی تھی۔ اس مشاہدہ صحیحہ ہوتے ہوئے کس دلیل کی حاجت ہے پس مسلمان اگر کبھی ترقی کر سکتے ہیں اور بیشک کر سکتے ہیں تو اسکی ایک ہی راہ ہے کہ وہ **قرآن** کریم کا جوا اپنی گردنوں پر رکھیں اور اس جوئے کے رکھوانے کیلئے ایک ہی وجود ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہو کر آوے اور خدا کا فضل ہے کہ اسوقت خدا تعالیٰ کا مرسل ہم میں موجود ہے جو **مسیح موعود اور مہدی امین** کے پاک نام سے آیا ہے۔ اس کے ساتھ سچا پیوند کرنے سے قرآن شریف کی عظمت و جلال کا سکہ دل پر بیٹھتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا اقرار کرکے عمل کی توفیق ملتی ہے۔ (باقی پھر سہی)

مراسلت

اگر حقیقت اسلام در جہاں این است
ہزار خندہ کفرست بر مسلمانی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کابل کے ایک معزز عالم فاضل جناب مولوی عبداللطیف صاحب رئیس خوست جب قادیان میں آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف بیعت ہو کر واپس تشریف لے گئے تو وہاں کے نالائق والیوں نے علامہ موصوف کو ظلماً و عناداً شہید کرا دیا۔ اس پر مولوی عبداللہ چکڑالوی کو فتویٰ لکھنے کی ضرورت لاہور میں بیٹھے بٹھائے پڑ گئی اور اپنے ماہواری رسالہ میں ایک طویل فتویٰ بدیں مضمون دیکھا کہ مولوی عبداللطیف حرام موت سے مرا ہے نہ کہ شہید ہوا کیونکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ دوسری آیت الا ان تتقوا منہم تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ۔ اب ناظرین انصاف فرمادیں کہ چکڑالوی صاحب نے کیسی فاش غلطی کی ہے اور آیات بیّنات کا کیسا اُلٹا نتیجہ نکالا ہے پہلی آیت میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جان بچانے کے لیے ایسا کر بیٹھے تو خداتعالیٰ اس پر چنداں گرفت نہیں کریگا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی مجبور کرے یا کچھ اندیشہ معلوم ہو تو جھٹ مرتد ہو جائے۔ دوسری آیت میں صرف کفار کے ساتھ تعلقات دوستانہ رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اندیشہ فساد نہ ہو۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ذرہ سے خوف کی وجہ سے فوراً مرتد ہو جانا چاہیے۔ ان آیات سے اگر کوئی یہ سمجھے جیسا کہ چکڑالوی اپنے رسالہ ماہ جنوری میں لکھتے ہیں کہ (مالک حقیقی کے ساتھ شرک کرنا اولاد کو قتل کرنا فواحش کے نزدیک جانا۔ لہو۔ گوشت خنزیر۔ ناحق خون کرنا۔ یتیموں کا مال کھانا۔ کیل و میزان پورا نہ کرنا۔ عدل نہ کرنا۔ مردار۔ نیاز غیراللہ وغیرہ (یعنی والدہ سے بیٹی سے زنا کرنا خداوند تعالیٰ کو گالیاں دینا وغیرہ) تمام مجبوری کی حالت میں حلال ہو جاتے ہیں اور ایسی حالت میں جو شخص ان سے پرہیز کرے اور اپنی جان کو ہلاک کرے وہ بھاری گمراہ ہے۔ دیکھو صفحہ ۲ اشاعۃ القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۰۴ء) تو اسکی مثال کمثل الحمار یحمل اسفاراً کی ہے کیونکہ خداتعالیٰ مومنوں کو خاص طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولٰئک ہم المہتدون۔ خداتعالیٰ تو مصیبت اور خوف کے وقت صبر کرنیوالوں کو صلوٰۃ اور رحمت کا وعدہ دیتا ہے اور ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے مگر ملا چکڑالوی ایسوں کو کافر بتلاتے ہیں العجب ثم العجب۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما یجمعون۔ کیوں جی یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے یا نہیں۔

[illegible] بباید گریست

پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فلا تخشوہم واخشونی ولاتم نعمتی علیکم پھر فرماتا ہے فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون۔ خداتعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ دنیا کے لوگوں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو مگر معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب میں کچھ دہریت کی رگ بھی ہے جو خدا سے تو نہیں ڈرتے مگر لوگوں سے ایسے ڈرتے ہیں کہ ذرہ سے خوف کی وجہ سے مرتد ہونے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

آفرین [illegible] مرداں [illegible]

چکڑالوی صاحب نے چند آیات سے غلط در غلط استدلال کر کے علامہ عبداللطیف شہید پر ناجائز فتویٰ کفر لگایا مگر خداکی عجیب شان کہ علامہ موصوف کی بریت تو قرآن سے ثابت ہو گئی اور چکڑالوی خود ہی آیت من لم یحکم بما انزل اللہ فیہ کے وعید کے نیچے آ گئے

مصرعہ
میں افسوس اپنا کرتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مصرعہ
کردۂ خویش آمد پیش

چند روز ہوئے کسی احمدی بھائی نے چکڑالوی سے پوچھا کہ اگر مولوی عبداللطیف حرام موت سے مر گئے ہیں تو بتاؤ کہ امام حسین جو کربلا میں قتل ہوئے انکی نسبت آپکا کیا فتویٰ ہے اس کے جواب میں چکڑالوی صاحب لکھتے ہیں تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کا کیا اُن کے لیے اور تمہارا کیا تمہارے لیے جو کچھ وہ کر گذرے تم سے انکی پوچھ کچھ نہ ہوگی پس مرزائی جماعت کا یہ کوئی نیا سوال نہیں بلکہ قدیمی کفر ہے خصوصاً یہودی و نصاریٰ کے ہیں کہ ایسے ایسے سوال و اعتراض قرآن میں موجود ہیں اور ان کے جواب بھی ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ صاحب آئندہ ان فرعونی سوالوں کے جواب دینے کی ہمیں تکلیف نہ دیا کرینگے اور اس غرض سے قرآن ہی پر نگاہ ڈال لیا کرینگے کہ یہ سوال کن لوگوں کے مشابہ ہیں مسلمانوں کے یا کافروں کے انتہیٰ

جواب الجواب۔ مولوی صاحب! فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے یا کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امم سابقہ کی نسبت سوال کیا تھا چونکہ وہ ایک دور دراز زمانہ کے واقعات تھے نیز انکے لیے سوالات بے سود بھی تھے اسلیے انکو یہ جواب دیا گیا کہ تلک امۃ الخ مگر یہ تو آپ سے اسی اُمت کے ایک فرد کی نسبت سوال کرتے ہیں جو قرآن شریف کے احکام کے ماتحت تھا کہ آیا وہ شخص جسنے یزید کی بیعت سے انکار کر کے اپنے آپ کو اور ہمراہیوں کو کربلا کے میدان میں ہلاک کرایا اُس کا یہ فعل قرآنی تعلیم کے مطابق تھا یا مخالف اور اُس کی کارروائی سے حدیث حسب تعلیم قرآن رضی ہوا یا نار جہنم [illegible] دجل سے کیا فائدہ لا تلبسوا الحق بالباطل آپ بھول گئے۔ پھر تلک امۃ میں تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب بھی داخل ہو گئے پھر آپنے انکی نسبت یہ ناجائز فتویٰ کیوں شائع کیا کل کا مردہ آج قد خلت میں داخل ہے آپنے کس دلیل سے حضرت عبداللطیف کو مستثنیٰ کر دیا ہے

چیستی لے کورک فطرت نتاہ
طعنہ بر خوباں بدیں روے سیاہ

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جو واقعات گذرے ہیں جو ایک ایک حیا بجا بکری کیطرح ذبح کیے جاتے تھے انکی نسبت بھی آپ کا یہ فتویٰ ہوگا۔ خصوصاً امام حسین کی نسبت تو آپ کا یہی اعتقاد ہے جو عبداللطیف صاحب کی نسبت ہے مگر شیعہ و سنّی کے خوف سے آپنے ہمارے احمدی بھائی کو صاف جواب نہیں دیا ہے یہ آپ کا عجیب فتویٰ ہے کہ عبداللطیف صاحب کی وفات سے پہلے جو لوگ قرآن شریف کے برخلاف کر گذرے انکو تو کچھ نہ کہو مگر عبداللطیف کو ضرور برا کہدو۔ یہ تو نادان سے نادان بھی جانتا ہے کہ جس روز سے قرآن شریف نازل ہوا ہے اُس روز سے لیکر قیامت تک یہی ایک عام حکم ہے جو کوئی قرآن کے برخلاف چلے گا وہ گمراہ کہلائے گا جو اس کے ماتحت ہو کر چلے گا وہ مومن متقی کہلائے گا۔ آپ کی تخصیص آپ کی جہالت اور ضلالت پر گواہ ہے۔ اگر آپ واقعی طور پر اہل قرآن ہیں تو جواب صاف دیں قرآن شریف بزدلی اور نامردی کی تعلیم نہیں دیتا وہ تو بہادری اور شجاعت دکھلانے کی تعلیم دیتا ہے آیت تذہب ریحکم یاد کرو۔

اب ہم چکڑالوی کے مریدوں سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا بہادر جو ذرہ سے خوف کیوجہ سے کل جرائم کا مرتکب ہونے والا ہو وہ بھی کبھی ہادی دین متین ہو سکتا ہے۔ اور کیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کوئی نبی رسول ولی مجدد ایسا گذرا ہے جو لوگوں کے دھمکانے سے ڈر کر مرتد ہوا ہو۔ قرآن۔ توریت۔ انجیل۔ احادیث۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب کبھی کسی بندۂ خدا کو کفار نے تکلیف دی ہے تو ہجرت کرلی ہے یا قید اختیار کی ہے یا موت قبول کی ہے مگر کسی جرم کے مرتکب ہرگز ہرگز کبھی نہیں ہوئے مگر افسوس تمہارے مرشد پر جو ذرہ سے خوف پر بھی کفر اور شرک کی ترغیب دیتا ہے اور سب بزرگان دین پر یہ ناجائز فتویٰ جو عبداللطیف شہید پر لگایا ہے آپکے اسلام اور قرآن دانی کی حقیقت معلوم شد۔

راقم محمد یمین ہزاروی حال وارد قادیان ۹ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

ہم اور ہمارے ناظرین

الحکم کی موجودہ تقطیع اور حجم کے باعث الحکم میں جسقدر مضامین سماتے ہیں وہ ایک معمولی کتاب کے پانچ جزو میں سماجاتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ الحکم کسقدر ریڈنگ میٹر ہفتہ وار دے رہا ہے لیکن الحکم کو بہترین اور مفید تر اخبار بنانے کے لیے اسکی توسیع اشاعت کی بہت بڑی ضرورت ہے جو قوم کی توجہ چاہتی ہے

اکثر خطوط میں الحکم کی موجودہ تقطیع اور حاشیہ کی اصلاح کے لیے توجہ دلائی جاتی ہے۔ ہمارے ناظرین انشاء اللہ العزیز۔ ار اپریل کے الحکم کو ان اصلاحوں کا عملی پیرایہ پائیں گے۔ اور امید ہے اسے بہت ہی پسند کرینگے اُس وقت انہیں اعتراف انشاء اللہ کرنا پڑے گا

کہ الحکم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پرانا ہی نہیں بلکہ سب سے بہتر اور سب سے بڑا اور سب سے ارزاں اخبار ہے

اور قوم کو حیرت ہوگی کہ اتنا بڑا اخبار اتنی قیمت میں کیونکر دیا جا سکتا ہے

الحکم کی اشاعت کی ایران تک ہونے کا ذکر ہم نے گذشتہ اشاعت میں کیا ہے آج کی ڈاک میں ہمارے مخدوم مولوی نذیر علی صاحب پشاوری رقمطراز ہیں کہ وہ مشہد میں الحکم کی وسعت اشاعت کے لیے خاص سعی کر رہے ہیں۔ وہ صرف یہی نہیں کہ توسیع اشاعت کے لیے فکرمند ہیں بلکہ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ فارسی مضامین لکھنے کے لیے ہی مخلص ہوں گے جو الحکم کو مدد دیں گے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء و ہمکو خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ اگر ہم نیک نیتی کے ساتھ الحکم کے ذریعہ اسلام کی خدمت کو کرنا چاہیں گے تو گو بہت سی مشکلات کے بعد ہی ہو کامیابی ضرور ہوگی اور ایران کی خفتہ قوم میں بیداری کا اثر محسوس ہونے لگے گا۔

منشی فیض الحسن صاحب برطے سے ہم کو دو معزز خریدار بھیجے ہیں جنمیں سے ایک دس روپیہ سالانہ دیگا اور دوسرا پانچ روپے منشی صاحب نے جو کچھ کیا ہے اپنا فرض ادا کیا ہے اسکی جزا خدا سے پائینگے لیکن ہم توسیع اشاعت کے خیال کو عام کرتے اور الحکم کا مذاق پیدا کرنیکے لیے ان دو پرچوں کے ساتھ دو پرچے دو غیر مستطیع طالب علموں کے نام صرف عہ سالانہ فی پرچہ کے حساب سے جاری کرنیکو آمادہ ہیں اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ ۹۶ جزو کی کوئی کتاب ایک روپیہ میں دیجا سکتی ہے کیونکہ الحکم کی کتابی سائز سالانہ ۹۰ جزو کی ہے۔

انجمن حمایت الاسلام لاہور نے اپنا اشتہار جلسہ بغرض اندراج ہمارے پاس بھیجتی ہے اگرچہ ہمکو اس انجمن کی بہت سی کارروائیوں پر اعتراض ہے تاہم حق معاصرت کے لحاظ سے اس کا اشتہار دوسری جگہ درج کرتے ہیں۔

جنگ جاپان و روس

(لنڈن ۹ مارچ)

جاپانیون کی کامیابی پر امریکہ والون کی رائے نیویارک کی سوسائٹی ونکوسن میں ایک ضیافت کی تقریب پر جنرل وڈسیلر نے بیان کیا کہ جاپانی بحری کامیابیون سے انکی عظمت تسلیم کرنی پڑتی ہے اس پر حاضرین نے چیرز دئیے۔

ایم کوچیدا جاپانی قونصل جنرل بھی اس موقع پر موجود تھا اس نے بیان کیا کہ جاپان قومی زندگی کے لئے جد و جہد کر رہا ہے اور وہ انصاف اور معاملہ کی صفائی کا خواہان ہے اسکی تقریر کے اختتام پر حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور چند منٹ تک چیرز دیتے رہے۔

مسٹر ہاورٹ اسسٹنٹ اٹرنی جنرل نے کہا کہ مجھے ایک پرائیویٹ شہری کی حیثیت سے امید ہے کہ جاپان اس لڑائی کو اسطرح جاری رکھیگا جس طرح اسنے شروع کی ہے

جاپانیون کا جزائر پر قبضہ:۔ جاپانیون نے جزائر الی۔ ایدن ۔ ماندا اور الیوٹ پر ۲۶ فروری کو قبضہ کر لیا۔ وہاں انہون نے صرف رسد اور خبر پہونچانے کا علم پایا۔ روسی ۲۳ فروری کو جزائر چھوڑ کر چلے گئے تھے

ریلوے کی حفاظت:۔ چونکہ ٹنسو کی خبر ہے کہ برٹش سفیر کے قول و وعدہ کے سبب بہت سی چینی فوج ریلوے کی حفاظت کے لئے سب سٹیشنوں میں اترتی ہے۔

جاپانیون کا سمندر پر پورا تسلط:۔ جاپانیون کا بحیرہ چین اور خلیج پیچلی پر پورا تسلط ہے ٹنٹسن سے جو مسافر آتے ہیں انکا بیان ہے کہ جاپانی جنگی جہاز ہر ایک قسم کے دخانی جہازون کو روک کر اشیاء ممنوع جنگ کی تلاشی لیتے ہین۔

روسی قیدی چیمپوکی لڑائی مین جو روسی قیدی ہوئے تھے ان کی ایک اور جماعت کولمبو مین روس کی طرف جاتی ہوئی آنے والی ہے۔

جاپانیون کو غنیمت ملی:۔ جاپانیون کو ناگا ساکی مین بہت سا گوشت جو کنستر ون مین بند کرکے جہاز تاٹیا امریکہ سے پورٹ آرتھر کیطرف بھیجا جاتا تھا ہاتھ آیا۔

نیوچوانگ کی تیاریان:۔ روئٹر ٹینگ کو سے تار دیا گیا ہے (۹ مارچ) روسیون نے نیوچوانگ سٹیشن پر پانچ ارنچ دہانہ کی محاصرہ کرنے والی توپین اور ... توپین ریل سے پہنچا دی ہین۔

نیوٹرل جنگی جہازون کی روانگی:۔ نیوٹرل جنگی جہاز روانہ ہو گئے ... اور ... برٹش باشندون کو ... روانہ ہونے کی ...

روسیون کے ناکارہ جہاز:۔ روئٹر کا نامہ نگار ٹوکیو بیان کرتا ہے کہ بندرگاہ پورٹ آرتھر کے اندر تیرہ روسی جہاز ناکارہ ہو گئے ہین۔ اور ایک قلعہ جاپانی بم کے گولون سے بہم تباہ ہو گیا۔ روسی بیمارون کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے۔

تلنوان کے قلعون پر گولہ باری۔ ۸ کی رات کو جاپانی جنگی جہازون نے تلنوان کے قلعون پر گولہ باری کی۔ اور پھر پورٹ آرتھر پر حملہ کیا۔

اشیاء ممنوع جنگ:۔ ۲۱ فروری کا تار ہے کہ ٹوکیو مین سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ جاپانی گورنمنٹ اشیاء ممنوع جنگ کی دو اقسام قرار دیتی ہے۔ اول قسم میں جنگی آلات ہتھیار پھٹنے والی اشیاء اور ان کے بنانے مین جو چیزین کام آتی ہین شامل ہیں اور دیگر اشیاء جن کا صرف لڑائی مین استعمال کرنا مقصود ہو۔ دوسری قسم میں رسد۔ شراب۔ گھوڑے۔ ساز۔ چارہ۔ گاڑیان وغیرہ۔ کوئلہ۔ لکڑی۔ سکہ۔ سونا۔ چاندی۔ کل سامان اور تار ٹیلیفون۔ اور ریلوے بنانے کی اشیاء شامل ہیں۔ دوسری قسم کی اشیاء صرف اس وقت ممنوع خیال کی جائینگی جب ان کا دشمن کی بحری یا بری فوج مین پہنچانا مرکوز ہو۔

جاپانی عدالت انعامات:۔ ناگا ساکی کے قریب مقام سیبو مین انعام کی ایک عدالت قائم ہوئی ہے اس کے فیصلون سے ٹوکیو کی سپریم کورٹ مین اپیل ہو سکیگی۔

امریکن قونصل کے تسلیم کرنے سے انکار روس نے مسٹر مارگن امریکن قونصل متعینہ ڈالنی کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مسٹر ہیس کی رائے ہے کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مسٹر شیفر اور ڈیوسن جو چین سے عہدنامہ چین و امریکہ کی رو سے مکڈن اور پورٹ آرتھر مین قونصل تعینات ہو چکے ہیں۔ امریکن سفیر متعینہ پیٹرسبرگ کا یہ خیال اس بنا پر ہے کہ منچوریا چین کا ایک صوبہ ہے۔ اور کسی اور سلطنت کو دخل دینے کا استحقاق حاصل نہیں۔

جرم کرا لڑائی نہ کرنا:۔ چند ہیوس لوگ جو جنگ سے پہلے روسی افسرون کو رشوت دیا کرتے تھے۔ اور جن کی نسبت سمجھا جاتا تھا کہ وہ جاپانی خفیہ سوسائٹیون کے بل پر اٹھتے تھے۔ روسی ریلون کے نوام مین ہیدان کارزار گرم کر رہے ہیں۔ روسی فیلڈ کمانڈرون کو حکم ملا ہے کہ وہ ان لوگون کے ساتھ سختی کرے پیش آئیں

روسی آبادی جو ٹوکیو سے رخصت ہو چکی ہے تمام روسی آبادی سوائے آرک بشپ کے ٹوکیو سے رخصت ہو گئی ہے۔ ایس یارا نامی جہاز مین سوار ہوئی اور گذشتہ اتوار کو کولمبو سے گذری۔ جاپان کے پولیس افسر روسی گرجے اور آرک بشپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔

محصورین پورٹ آرتھر کا مقابلہ:۔ آخری خبرون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پورٹ آرتھر بحری پہلو سے بند ہو گئی ہے۔ اور اغلب ہے کہ جاپانی اس پر قابض نہ ہو سکیں گے۔ ان کی کوشش یہ ہوگی کہ محصورین کو فاقہ کشی کا عذاب پہنچا کر اطاعت پر مجبور کرین۔

روسی قیدی۔ جاپانی ریڈ کراس سوسائٹی اس وقت چلفو مین ۸۰ روسی مجروحین کی خدمت اور علاج معالجہ کر رہی ہے۔

پورٹ آرتھر کی حالت ٹنٹسن سے جو پرائیویٹ خطوط آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلعہ مین ۸ ہزار جوان ہیں۔ لیکن ان کو امید نہین۔ کہ اگر جاپانی خشکی و تری دونون طرفون سے ایک ساتھ حملہ کرین تو وہ ان کا مقابلہ کر سکین گے۔

پورٹ آرتھر میں اب بھی سخت بد انتظامی ہے جو چینی گورنمنٹ کے زمانہ مین تھی۔ اعلےٰ ملٹری اور بحری حکام ٹھیکہ دارون سے ان ٹھیکون کے کمشن لینے کیلئے دست بگریبان رہتے ہین۔ جو ان کو حکام مذکورہ کے رسوخ سے ملے تھے۔

پورٹ آرتھر مین گولہ بارود کا سامان بہت کم ہے اس کے بندرگاہ کی حفاظت کے لئے کم از کم ۵ سو تارپیڈو کشتیان ضروری ہیں۔ مگر صرف ۳۵۰ موجود ہیں۔ اور ان میں سے پچاس بیکار ہیں۔

ولاڈیو اسٹاک پر گولہ باری امیر البحر الکسیف نے ولاڈیو اسٹاک کی گولہ باری کے متعلق یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ۲۰۰ بم کے گولے چلائے گئے تھے لیکن اس نے یہ بیان نہین کیا۔ کہ وہ پھٹے نہیں۔ جاپانی بیڑہ مین مرتبہ دریا مین آگے بڑھ گیا۔ قلعے یا مورچون کا کچھ نقصان نہیں ہوا شہر اور حفاظتی تعمیرات کو دیگر حصون کا بہت خفیف نقصان ہوا۔

بارڑیون کو آتش باری کے لئے تیار رکھنے کی کارروائی بہت انتظام کے ساتھ ہوئی ہے۔ ... روز بیڑا ساحل کے قریب ہو کر گذرا مگر آتش باری نہ کی۔ اور جنوبی سمت مین غائب ہو گیا۔

بحیرہ قلزم کا تجربہ:۔ برٹش انڈین سٹیمر "ممباسہ" نامی ۷ مارچ کو مدراس پہنچا۔ یہ وہی جہاز ہے۔ جسے روسی جنگی جہازون نے غلطی سے بحیرہ قلزم میں گرفتار کر لیا تھا۔ اس گرفتاری کی کیفیت یون ہے۔ کہ ۲۲ فروری کو ساڑھے دس بجے رات کو جب کہ مسافر اپنے اپنے کمرون میں سونے کی تیاریون میں تھے توپ چلنے کی آواز سنائی دی۔ اہل جہاز چونک اٹھے "ممباسہ" فوراً روسی جہازون کے سمت میں روانہ ہوا تھا کہ اتنے مین دوسری توپ چلنے کی آواز آئی۔ اس کے بعد دو روسی افسر ایک دخانی کشتی مین سوار ہو کر ممباسہ کے تختہ پر آئے اور کاغذات کی تلاشی لیتے رہے۔ مگر بے سود۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے۔ کہ اس شور و شغب سے تمام مسافر جاگ اٹھے۔ اور ڈیک پر آکر جمع ہو گئے۔ روسی افسرون نے افسوس ظاہر کیا کہ ممباسہ کو غلطی سے ٹھہرایا اور اسے بیجا تکلیف دی۔

روسی شکستون کا اثر (لنڈن ۹ مارچ) ٹائمز کا روسی نامہ نگار ... بیان کرتا ہے کہ مشرق مین روسیون کی شکست ہونے سے پولینڈ کے حوصلے بڑھ گئے ہیں اور گورنمنٹ روس نے مجبوراً پولیس کی تعداد بڑھا دی ہے۔

روس کے جنگی جہاز:۔ روس کے تین نئے جنگی جہاز سلوا۔ بو... سوار وف اور ... کے اختتام تک تیار نہ ہو سکین گے۔ ان کے ... میں مشکل پیش آئیگی۔ کیونکہ روسی چیدہ افسر مشرق اقصیٰ میں جا چکے ہیں۔

سائبیرین ریلوے:۔ چین کے جاسوسون نے سائبیرین ریلوے کی حالت بہت بری بیان کی ہے بہت بد انتظامی ہے۔ ریلوے بہت سے مقامات پر مسدود ہو گئی ہے اور اس کا شیرازہ نظام درہم برہم ہو رہا ہے حکام اپنے آپ لوگون پر ضبط نہیں کر سکتے۔

امریکہ مین قومی تعصب۔ (لنڈن ۹ مارچ) ایک حبشی کو زندہ جلا دینے پر سپرنگ فیلڈ واقع اوہایو میں قومی تعصب اور جوش کا دریا امڈ آیا۔ دو ہزار گورے آدمیون نے غریب حبشیون پر حملہ کیا۔ اور ان کے گھرون کو آگ لگا دی۔ بیس بستیاں جل کر بالکل سیاہ ہو گئی ہیں۔ ملیشیا کی آٹھ کمپنیان موقعہ پر روانہ کی گئی ہیں۔

آتش زدگی:۔ بیرونٹ واقع شام کے قریب مٹی کے تیل کے ۲۵ ہزار ٹمبون کے اٹھنے سے جن مین ۵۰ ہزار من تیل تھا آگ لگ گئی۔ جو تین چار روز تک جلتی رہی۔

پولیس مین اونٹون کا استعمال جنوبی افریقہ کے بعض حصوں میں پولیس کے کام کے لئے اونٹون کا استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ایک مہینے مین چھ سات سو میل تک گشت کرتے ہیں اور اچھی حالت میں ہیں

مشرقی افریقہ اور یوگنڈا (لنڈن ۶ مارچ) مسٹر ... ممبر پارلیمنٹ نے مشرقی افریقہ اور یوگنڈا کے مضمون پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ اگر گورنمنٹ لوگون کو وہان کے مقامی حالات سے اچھی طرح مطلع کرے تو اس ملک اور جانے والون دونون کو فائدہ پہنچ سکتا ہے

فوجی کمیشن (لنڈن ۹ مارچ) فوجی کمیشنون پر بحث کرتے ہوئے سر ہنری کیمپل بینرمین نے کہا کہ ہمارا ملک (برطانیہ) جو فتح و جنگ کی پالیسی سے تنگ آ گیا ہے فوجی اخراجات کی برداشت نہیں کر سکتا مسٹر رولنڈ فارسٹر نے لارڈ رابرٹس کی بہت تعریف کی۔

مسٹر بالفور نے سر ہنری بینرمین کے بیان کی تردید کی اور کہا کہ مشرق الاقصیٰ مین حالات کا میلان اس طرف ہو کہ ہمارا اور ایک بڑی ایشیائی طاقت کا ملاپ ایک اور بڑی فوجی طاقت کے ساتھ بذریعہ حد بندی کر رہے ہیں۔

تبت مشن (بیارڈی جانگ ۹ مارچ) ایک دو روز میں آٹھ سو کے۔ ... کدری میں پہنچنے والے ہین۔ جنہین جسقدر ممکن ہو آگے بڑھا دیا جائیگا موسم ... ہیر جالاپ اور ... پر برفباری ہو رہی ہے۔ دیہاتی آجکل کھیتی باڑی میں مصروف ہیں۔

عدن میں شورش (لنڈن ۹ مارچ) ایک عرب سردار جسے ایک سو آدمیون کی جمعیت مین عدن آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بجائے ایک کے ارٹالی سو مسلح آدمی لے آیا۔ صاحب ریزیڈنٹ نے منع کیا کہ اتنے آدمی ... لیکن باز نہ آیا۔ آخر ... تعلیمی انفنٹری اور ... بلکہ ... کو آخری دفعہ سمجھا ... سامان لیا۔

نمبر ۱۰ دار الامان قادیان ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء جلد ۸

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن کریم

قاعدہ یسرنا القرآن کے ذریعہ جس آسانی اور عمدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم دیجا سکتی ہے وہ اب مخفی امر نہیں رہا۔ اسی قاعدہ کے دیباچہ میں جس قسم کے قرآن کریم کا اشارہ کیا ہے محض خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے یسرنا القرآن کے مصنف کی کتابت سے ہمنے ایک قرآن شریف چھاپنا چاہا ہے جو ڈیمی کاغذ پر ۱۸ × ۲۲ کی تقطیع پر یا لفعل بطور نمونہ دو پارے چھاپے ہیں جو صاحب قرآن کریم کی اشاعت کے لیے دل میں جوش رکھتے ہیں اگر وہ اس نیک کام میں ہماری حوصلہ افزائی کرینگے تو اس مشکل کام کا سہل ہو جانا بلحاظ اسباب ممکن ہے اور پھر خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو سارا قرآن شریف چھپ جانا آسان ہے۔
اس نمونہ کے دو پاروں کا ہدیہ ۲ر ہے پارے بالکل طیار ہیں تمام درخواستیں دفتر الحکم کے نام آنی چاہییں۔

مژدہ باد

سلک مروارید کا پہلا اڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا اور قوم نے اس رسالہ کو خاص قدر و منزلت اور حضرت کی نگاہ سے دیکھا اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ بہت مفید بھی ثابت ہوا۔ اب اسکا دوسرا اڈیشن چھپ رہا ہے۔ اس مرتبہ نظر ثانی کے بعد کہیں کہیں مناسب ترمیم بھی کر دی ہے مگر وہ پانچسو سے زیادہ نہیں چھپا۔ جو درخواستیں اس کے ختم ہونے پر آئی تھیں ہمنے انکو محفوظ نہیں رکھا اس لیے جو صاحب جلد درخواستیں بھیجینگے ان کی تعمیل سب سے پہلے ہو جاوے گی ورنہ تیسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا کتابت اور تقطیع میں بھی تبدیلی کی گئی ہے قیمت وہی چار آنے فی جلد

تیسرا اڈیشن چھپ گیا

حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدۃ الوجود پر خط اس سے پہلے دو مرتبہ چھپا ہے قیمت ۲ر

دفتر الحکم کی موجودہ کتابیں

تفسیر القرآن پ ۱ ہم اسکے متعلق کچھ نہیں کہتے قرآن کریم سے محبت رکھنے والے منگوا کر دیکھیں اگر اس سے پہلے اس طرز یا اسلوب کی کوئی تفسیر انہوں نے پڑھی ہے اور یہ محض کسی کی نقل ہے تو بیشک واپس بھیجکر قیمت وصول کر لیں۔ قیمت ۸ر
رپورٹ سالانہ جلسہ سنہ ۱۸۹۷ء جلسہ کی مکمل رپورٹ ہے جسمیں حضرت اقدس کی زبردست تقریروں کے علاوہ حضرت حکیم الامۃ اور مولوی عبد الکریم صاحب کے اعلیٰ درجہ کے لیکچر بھی شامل ہیں جس میں قرآن کریم کے عظمت و جلال کو حقائق اور معارف کے رنگ میں ظاہر کیا ہے قیمت ۸ر
الانذار صرف چند جلدیں ملتی ہیں طاعون کے متعلق حضرت حجۃ اللہ کی کارروائی کا مجموعہ اور جلسہ طاعون کی پوری روئداد قیمت ۴ر
اصلاح المنظر آریوں کے قصہ آدم علیہ السلام پر اعتراض کا لطیف جواب جو حضرت حکیم الامۃ کے ارشاد سے ایڈیٹر الحکم نے لکھا اور آپکی نظر ثانی کے بعد چھپا۔ یہ ایک لاجواب ہے قیمت ۲ر
تفسیر سورۃ تبت ناظر الحق کے قلم سے ایک معترض کے جواب میں قیمت ۲ر
محمود کی آمین قیمت —
حضرۃ اقدس کی پرانی تحریریں حصہ اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آج سے ۲۶ برس پیشتر کے مضامین مسئلہ الہام پر دیو سماج کے بانی اگنی ہوتری سے خط و کتابت۔ مسئلہ تناسخ پر آریوں سے بحث اور وید اور قرآن کا مقابلہ۔ قیمت ۲ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب (دوسرا اڈیشن) حضرت اقدس کے قلم سے کسر صلیب کے لیے کارگر حربہ اور عظمت اسلام کے اظہار کا ذریعہ قیمت ۲ر
النصح جناب میر حامد شاہ صاحب کی تصنیف منظوم اور قابل دید صرف چند نسخے ہیں قیمت ۲ر
مباحثہ حیات و وفات مسیح مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مباحثہ قیمت ۱ر
اسلام پر لیکچر ڈاکٹر ایڈیٹر کا لیکچر قابل دید قیمت ایک آنہ

حقیقت کتاب اللہ عیسائیوں کا رد قیمت ۲ر
حقیقۃ المہدی حضرۃ اقدس کے قلم سے قیمت ۲ر

ضروری اطلاع

اس سے پیشتر ہم نے الحکم میں کئی مرتبہ ظاہر کیا ہے کہ الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت اور ترسیل زر وغیرہ خاکسار ایڈیٹر الحکم کے نام ہونی چاہیے۔ اور الحکم کے متعلق اسکی عدم رسیدگی یا کسی اور قسم کے متعلق شکایت سے براہ راست دفتر الحکم کو اطلاع کرنا چاہیے مگر بعض احباب کسی نہ کسی وجہ سے حضرت اقدس کو خط لکھتے ہیں تو اُس میں ان امور کا بھی جو الحکم سے متعلق ہیں حضرت سے جواب چاہتے ہیں قطع نظر اس سے کہ آپکی اوقات گرامی کا حرج ہوتا ہے آپکو تکلیف ہوتی ہے کیونکہ آپکو کوئی علم الحکم کے خریداروں یا انکی قیمتوں کے وصول ہونے یا روانگی الحکم کے متعلق نہیں بلکہ آپکو الحکم کے مضامین سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا جو ایڈیٹر کی اپنی ذاتی تالیف اور ترتیب ہوتے ہیں اور ذاتی رائیں ہوتی ہیں اور حضرت اقدس کو کوئی استمزاج یا استصواب اسکے متعلق نہیں کیا جاتا کیونکہ آپ کے اوقات گرامی میں اتنی فرصت کہاں یہ کسقدر غلطی ہے کہ آپکو تکلیف دیجاوے پس آیندہ کے لیے یہ ضروری نوٹ کر لیا جاوے کہ ہر قسم کی خط و کتابت براہ راست دفتر الحکم کو ہونی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود اور پاینیر

(نمبر ۶)

اور نہ ایک بار نہ دو بار بلکہ متعدد مرتبہ عالی جناب وائسرائے کشور ہند کی خدمت میں گئی ایک میموریل بھیجکر یہ کہا ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اصولوں اور ان خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پیشوا اور امام یعنی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب پیش کرتا ہے اور جو اس کے گرامی خاندان نے عین طوفان بے تمیزی یعنی سنہ ۱۸۵۷ء میں کی تھیں پھر پاینیر کا یہ کہنا کہ پنجاب کے سوا دوسرے صوبوں میں کتنے انگریزوں کو اسبات کا علم ہے کہ پنجاب میں احمدی تحریک ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے؟ پاینیر کی غرض یا اس کے نامہ نگار کا مقصد اور منشا اس سے یہ ظاہر کرتا نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اسکے معزز و مقدس امام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور یا پاینیر کوئی ایسا قلیل الاشاعت اخبار نہیں ہے کہ پنجاب یا غابت کار ممالک مغربی شمالی کے باہر اسے کوئی نہ جانتا ہو بلکہ وہ ایک وقیع اور وسیع الاشاعت اخبار ہے جسکو نیم سرکاری کہا جاتا ہے اور ہماری رائے تو یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ کے لیے مرغ باد نما ہے۔ پھر جب پاینیر میں متعدد مرتبہ ذکر ہوا ہے پھر پاینیر کی غرض اس فقرہ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ایک خطرناک ملکی حملہ ہے جو اسنے اپنی غلط فہمی یا کم واقفی سے نہیں بلکہ عمداً کیا ہے۔

اور آگے چلکر خود اسی کے الفاظ میں اس فقرہ کی مزید تشریح ہو جاتی ہے جسکو ہم دکھائینگے۔ پاینیر کے اس آرٹیکل کو پڑھ کر اور ان ریمارکس کو پڑھ کر جو وقتاً فوقتاً پاینیر میں نکلے ہیں ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ آرٹیکل پاینیر کا اپنا نہیں بلکہ کسی متعصب عیسائی کے قلم سے نکلا ہے لیکن پاینیر کی یہ بڑی بھاری غلطی یا فروگذاشت ہے کہ اسنے ان بے سروپا اور بیہودہ باتوں پر کوئی ریمارک نہیں کیا جو اس آرٹیکل میں پائی جاتی ہیں۔

پھر آریہ سماج وغیرہ کے ذکر کو چھوڑ کر خصوصیت کے ساتھ فرقہ احمدیہ کا ذکر پاینیر یا اس کا نامہ نگار اس طرح سے کرتا ہے۔

"اسلام میں فرقہ احمدیہ نے انقلاب پیدا کر دیا ہے یہ لوگ بالکل نئے عقائد کے معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ملکی امن کے بدل خواہاں ہیں اور گلے کی طرح غریب اور حلیم الطبع ہیں مگر اسکی حرکتوں پر ایک دو مرتبہ گورنمنٹ کو توجہ کرنی پڑی ہے ہنوز اسکی تحریک پنجاب ہی تک محدود ہے اسکے پیرووں کی تعداد پر نظر ڈالنے کی سے پتا ضرورت ہے گذشتہ مردم شماری کی رو سے گیارہ سو جوان مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں گویا دس ہزار کے قریب اس فرقہ کی مجموعی تعداد ہے جسطرح چالیس سال ہوئے وہابی بڑھ رہے تھے اسطرح آہستہ آہستہ یہ لوگ ترقی کر رہے ہیں انکا آرگن تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے سات پچاس ہزار بلکہ ستر ہزار آدمی کا گروہ ہے"

ان چند سطروں میں چند ایک غلط بیانیاں ہیں جنکو ہم یکے بعد دیگرے بیان کرتے ہیں۔ مضمون نگار کا یہ کہنا کہ اسلام میں فرقہ احمدیہ نے انقلاب پیدا کر دیا ہے پہلی غلط بیانی ہے۔ اسلام میں فرقہ احمدیہ یا کوئی اور کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ اسلام وہی اسلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے اور جو تکمیل نعمت کی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کامل ہو چکا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائیوں کی امیدوں پر فرقہ احمدیہ نے پانی پھیرا بلکہ اسکی جڑوں کو کاٹ دیا ہے اور یہی وہ امر ہے جو عیسائی مؤمنین یہ مضمون نگار وکورا تذن بیقرار اور بے تاب کر رہا ہے۔ غالباً یہی وہ بات ہے جسکو راقم مضمون **انقلاب** در اسلام کہتا ہے۔ ہم اس امر کے ماننے کو طیار ہیں بلکہ بڑے فخر و ناز کے اعتراف کرتے ہیں کہ جو غلط فہمیاں فیج اعوج میں پیدا ہو گئی تھیں (جن کی بنا پر ہاتف کامل مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیسوا منی ولست منہم) انکا استیصال اور ملیا میٹ کرنا سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اصل منشا ہے اور پھر گمشدہ توحید اور ایمان کو واپس لاکر دینا اس کی غرض ہے۔ یہ ایک انقلاب ہے اگر یہی انقلاب ہے جو مراد مضمون نگار کی یہی انقلاب ہے تو لاریب ہم مانتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ ایک انقلاب لایا ہے اور یہ مراد ہو گیا ہے کہ یہ انقلاب کل مذہبی دنیا میں اسلئے ہے کہ دکھا رہا ہے۔ کیا یہ انقلاب کم ہے کہ مریم کے صاحبزادہ کو خدائی کی کرسی سے اتار کر سری نگر (کشمیر) کے محلہ خانیار کی قبر میں سلا دیا ہے۔ کیا یہ انقلاب کم ہے؟ کہ اسنے ثابت کر دیا کہ وہ مذہب جسکی بنیاد صرف ایک **لعنتی لکڑی** پر تھی وہ ایک ہی ضرب سے پارہ پارہ ریزہ ریزہ ہو گئی ہے۔ درحقیقت یہی انقلاب ہے جسکو عیسائی محسوس کر رہے ہیں اور انھیں کرنا بھی چاہیئے۔ انکے مذہب وملت کی ترقی اسی لعنتی لکڑی سے وابستہ تھی جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم جو خدا کا ایک برگزیدہ رسول تھا ہرگز ہرگز لعنتی موت نہیں مرا بلکہ اپنی طبعی موت سے مر گیا اور نہ زندہ آسمان پر گیا اور نہ کبھی اترے گا۔ تو پھر عیسائیوں کے ہاتھ میں رہ کیا گیا؟ وہی ڈھاک کے تین پات یہ وہ انقلاب ہے جسکو پنجاب و ہندہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے عیسائی فلاسفروں اور فاضلوں بلکہ عیسائی انجمنوں نے اسکو محسوس کیا ہے اور وہ اب قوم اور ملک کے سامنے اپیل کر رہے ہیں کہ عیسائیوں کو عیسائی رکھنے کے واسطے اس درد کا درماں کرو۔ چنانچہ ہمارے اخبار کے پڑھنے والے اس سے بیخبر نہیں ہیں وقتاً فوقتاً ہمنے یورپ اور امریکہ کے اخبارات کے کوٹیشن (اقتباس) اسمعاملہ پر پیش کیے ہیں۔ اور ابھی ہمارے رسالہ ماہواری ریویو آف ریلیجنز کے پچھلے نمبر میں (فروری) میں اخبار ٹیبلٹ اور ریکارڈ اور راک کے اقتباس شائع ہوئے ہیں جو پاینیر کی مضمون نگاری کی واقفیت کے لیے ہم یہاں دیتے ہیں تاکہ اسے معلوم ہو کہ فرقہ احمدیہ نے جو انقلاب عظیم پیدا کیا ہے اس کا اثر گنگا اور اٹک کی وادیوں سے نکلکر دریائے ٹیمز کے کناروں تک جا پہونچا ہے۔

کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ داروں کو کچھ کرنا چاہیئے

ولایت کا اخبار ٹیبلٹ ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کے اخبار میں لکھتا ہے کہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ داروں کو کچھ کرنا چاہیئے چنانچہ ذیل میں ہم اسکی عبارت کا ترجمہ دیتے ہیں۔ "وہ مرزا غلام احمد صاحب نے انسکلو پیڈیا ببلیکا (بائیبل کا دائرۃ المعارف) پڑھا ہے اور چونکہ یہ مشہور و معروف کتاب انگریزی کلیسیا کے ایک عظیم الشان عہدہ دار کی تصنیف ہے مرزا صاحب عیسائیت کی تردید میں اسکا حوالہ دیتے ہیں اور شاید ایسا کرنے میں وہ معذور ہیں ہندوستان کے اخبار ریویو آف ریلیجنز میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ معتبر کتاب (جس میں اعلی درجہ کے عیسائی محققین کے خیالات کا اظہار ہے اور جسکے لکھنے والے ایسے اشخاص ہیں جو عیسائی کہلاتے ہیں) انسکلو پیڈیا ببلیکا ہے جسکی دوسری جلد میں لکھا ہے کہ تمام انجیلوں میں یسوع کے متعلق صرف پانچ ایسے فقرے ہیں جو قابل اعتنا ہیں۔ پروفیسر شمیڈل جو زیورچ کی یونیورسٹی میں انا جیل کی تفسیر کا پروفیسر ہے (کیونکہ یہ عظیم الشان عہدہ دار اس مضمون کا لکھنے والا ہے) آگے لکھتا ہے کہ یہ فقرات جو یسوع کی علمی زندگی کے بنیادی پتھر کہے جا سکتے ہیں۔ قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ یسوع کی زندگی میں ہم ایک خاص انسانیت دیکھتے ہیں اور الوہیت کا اگر کوئی شائبہ اسمیں ہے تو صرف اسی قدر ہے جیسا اور انسانوں میں ہو سکتا ہے ہم یقین کرتے ہیں کہ پادری صاحبان ان صداقتوں کا صاف اقرار کرینگے اور یسوع کی الوہیت کے فاسد عقیدہ پر آیندہ کے لیے لعنت بھیجیں گے"

اخبار گارڈین کا ایک نامہ نگار مرزا صاحب کے اس فقرہ پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک مسلمان قرآن شریف کی وحی اور صداقت کے لیے اس سے بڑھ کر دعوی کرے جو عیسائی بائبل کی نسبت کر رہے ہیں لیکن یہ امر کہ وہ اسبات کی تائید پر ایک ایسی کتاب سے پیش کرے جس کا بہت حصہ انگریزی کلیسیا کے ایک عہدہ دار اور پادری اوم آکسفورڈ جیسی یونیورسٹی کے پروفیسر کا لکھا ہوا اور مرتب کیا ہوا ہے ہمارے لیے ایک ایسی شرم کی بات ہے کہ اسکا نشانہ ہمیں نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں پروفیسر چین کو اختیار ہے جسطرح چاہے رائے لگا دے اور جو چاہے لکھے لیکن جب وہ اپنی پبلک حیثیت اور اثر کو ایسے عقیدوں کو پھیلانے میں استعمال کرتا ہے جو عیسائیت کے بنیادی اصولوں کو خاک میں ملا رہے ہیں تو وہ اس سارے کلیسیا کو جسکا وہ ممبر ہے اپنے ساتھ ملزم کرتا ہے اور اس رنگ میں اپر ایک مہلک حملہ کرتا ہے جسکو کلیسیا بچا نیکی کوشش کر رہی ہے" یہی مضمون پر ایک اپیل اعتراض کی صورت میں آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔ لیکن جو نامہ نگار اخبار گارڈین کو لکھتا ہے اسکی رائے ہے کہ کلیسیا کے لاٹ پادریوں کو بھی اسمعاملہ میں کچھ کرنا چاہیئے وہ انکو وہ حلفی اقرار نامہ یاد دلاتا ہے جسپر سب چھوٹے اور بڑے پادری ہاں کر چکے ہیں کہ "کیا تم پوری دیانتداری اور ہوشیاری کے ساتھ تمام غلط اور نئے اصولوں کو جو خدا کے کلام کے خلاف ہیں دور کرنے اور رد کرنے کے لیے تیار ہو گے"

اور پھر کہتا ہے کہ "ہمارے خداوند کی الوہیت کا انکار کوئی نیا اور عجیب عقیدہ تو نہیں لیکن کم سے کم ہمارا یہ ایمان ہے کہ غلط اور خدا کے کلام کے خلاف ہے اگر کلیسیا کے عہدہ دار ہر ایک جھوٹے عقیدہ کو برا کہنے لگیں اور رد کرنے لگیں تو انگریزی کلیسیا کی وسعت کہاں جائیگی" مگر ہم کہتے ہیں کہ کلیسیا کے عہدہ دار اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر کیا کر سکتے ہیں جسکو کلام الہی ماننا جھوٹا ثابت ہو چکا ہے تاہم ہم بھی ان اپیلوں کے نتائج کے منتظر ضرور ہیں +

معلمین بائبل کا الحاد اور اعلیٰ تنقید

اس عنوان کے نیچے ریکارڈ (اک ولایت کے دو اخبار) نے ۳۰ اکتوبر کو کورف صاحب کی ایک چٹھی چھاپی ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں جنھوں نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے چانسلروں کے پاس ایک اپیل بھیجی تھی کہ اعلی تنقید کے نتائج عیسائی عمارت کو گرا دینے والے ہیں وہ لکھتا ہے۔

جناب من! ممالک غیر میں انجیل کی اشاعت کنندہ مجلس نے اپنے سہ ماہی رسالہ میں ایک مضمون بعنوان "اعلی تنقید مشنری کام کو مدد دینے والی ہے" درج کر کے گویا ایک چیلنج دیا ہے اور یہ بھی ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان سے یہ خطرناک اطلاع پہونچی ہے کہ اعلی تنقید کے اصولوں پر اسجگہ اب کھلم کھلا طور پر بائبل کو قرآن شریف کیطرح مانا جاتا ہے۔ چرچ مشنری سوسائٹی کے ماتحت سکول کا پرنسپل کرشن نگر (بنگال) سے اخبار ریکارڈ کو لکھتا ہے کہ پنجاب کا ریویو

آف ریلیجنز سے عیسویّت اور اعلیٰ درجہ کی تنقید کی بناپر کہتا ہے کہ بائیبل کی وہی قدر و قیمت ہے جو قرآن شریف اسے دیتا ہے اور اسطرح مشنریوں کو روکے دیتا ہے کہ وہ بائیبل کی تعلیم کو خیر باد کہیں جو اسطرح باطل ثابت ہو چکی ہے۔ اور وہ اس امر کو تسلیم کر لیں کہ یسوع کی بڑے نام اور ہیبت والے انسانوں سے کچھ بھی زیادہ نہیں اسطرح اس جدید تنقید کی زبردست رد کے سامنے بائیبل ایک ننگے کیطرح رہ گئی ہے" اور یہی اسکی قسمت میں تھا۔

دنیا بھر میں عیسائیت کی یہ شرمناک اور انجام بد کی دھمکی دینے والی حالت ہر فوری اپیل کا موجب ہوئی۔ جو اس ملک میں کیمبرج اور اکسفورڈ کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں سے کی گئی۔ لہذا ان اسباب کی موجودگی میں مجلس اشاعت انجیل کی یہ تحدی اگر اسکا فوری جواب نہ دیا گیا تمام ممالک غیر کے مشنری کام کو تنزل کیے بغیر نہ رہیگی اسلیے اسکا جواب ضرور ہونا چاہیے۔ پھر انجمن تعلیم عیسویت نے حال میں ایک کتاب شائع کی ہے جس میں مندرجہ ذیل فقرات درج ہیں۔ "میری رائے میں تمام تاریخ عالم میں بدھ کی شخصیت یقیناً مسیح سے دوسرے درجہ پر ہے اگرچہ کہنے میں ہم اسکو موسیٰ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسطرح مندرجہ بالا الفاظ میں (جو اُسقف اعظم ولسن نے لکھے ہیں۔ اور بعنوان ایس۔ پی۔ سی۔ کے طبع ہوئے ہیں) ابراہیم۔ الیاس۔ داؤد۔ یسعیاہ۔ انجیل نویسوں اور حواریوں کنواری مریم اور پولوس رسول کا درجہ بدھ سے کم درجہ پر قرار دیا گیا ہے"۔ مزید براں برٹش چرچ کانگرس میں ایک بشپ نے جسکو کینن ڈرائیور اور کینن کیطرح سالہاسال دراز تک ایک اعلیٰ درجہ کا انگریز محقق ہونیکا فخر حاصل رہا ہے۔ انہیں قیاسات کا اعادہ کیا ہے جن کی بنا پر بائیبل کی صورت و صداقت کا انکار ہندوستان آسٹریلیا اور دیگر حصص دنیا میں مبنی ہے ایسی تمام تحدیوں کے جوابات خواہ وہ کسی طرف سے دیے گئے ہوں پہلے سے موجود ہیں کیونکہ گذشتہ چند سال کے اندر ایک کافی ذخیرہ ایسی کتابوں کا موجود ہو گیا ہے جو انگلستان اور جرمن کے پروفیسر دکی ماہرانہ تصنیفات ہیں نیز ان لوگوں کی تصنیفات ہیں جو بائیبل کی جدید تنقید کے ہر شعبے کے ماہر ہیں ان کتابوں میں منقولی طور پر اعلیٰ درجہ کی محققو کا رنگنہ چینیوں کی تردید کی گئی ہے اور اسطرح پاک نوشتوں کی صداقتوں کو مکرر قائم کیا ہے مجلس متعلمین بائیبل حال ہی میں انگلستان اور سکاٹلینڈ میں قائم کی گئی ہے۔ جسکا خصوصیت کے ساتھ یہ مطلب ہے کہ وہ اندرون و غیر ملک میں بائیبل پر حملوں کی مدافعت کے علم کی اشاعت کرے اور اسطرح ہر شخص کی وسعت کے موافق بائیبل کی معقول حفاظت کے اوزار اور مصالح کو بہم پہنچائے۔ اگر اس ملک کو عیسائی رکھنا ہے تو بائیبل کی کامل مدافعت یا ناطقت اس ملک کی قومی زندگی کا ایک ضروری جزو ہو گیا ہے اور ان زبردست کوششوں کو جو بچوں کو مدرسوں میں اور بائیبل کی جماعتوں میں

اعلیٰ تنقید کے اصول سکھا کر انکو ان اصولوں پر قائم کرنے کیلیے کی جاتی ہیں۔ ملحوظ رکھکر یہ اور بھی زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے ✦ بالآخر یہ آخری تدبیر جو ان بربادکن محققوں نے پارہ پارہ شدہ بائیبل کے معاوضہ میں پیش کی ہے۔ یعنی "مسیح بذات خود اور اسکی تعلیم" ہے اور یہ دو انگ کینیوسس سکول اور انسکلو پیڈیا بیلیکا کی متحد کوششوں سے برباد ہو گئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسیح کو ایک ایسا معلم قرار دیا ہے جس سے صدور خطا ہوتا رہا۔ اور اسکو ایک معمولی انسان کے درجہ پر تنزل کیا ہے اسطرح کچھ بھی باقی نہیں رہا ہاں ٹھیک اسی طرح جیسے پہلے کہا گیا تھا۔ مجلس متعلمین بائیبل میں چند مشہور علماء عصر بھی شریک ہیں۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ موسم میں نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیماری کی شکایت بھی ہے۔ قادیان کے اردگرد کے بعض دیہات میں طاعون زور پکڑ رہا ہے۔

۲۔ پتنگ بازی کی یہاں بھی دن بدن کثرت ہو رہی ہے۔ ۴ بجے کے بعد کوٹھوں اور گلیوں اور ریام کے میدانوں میں اچھا خاصہ ہجوم چھوٹے لڑکوں اور نوجوانوں کا ہوتا ہے افسوس ہے کہ یہ مرض بھی طاعون کیطرح عالمگیر ہوتا جاتا ہے ✦ اسکا انسداد اگر ملکی ریفارمر نہیں کر سکتے تو کم از کم ان لوگوں کو گورنمنٹ ہی سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اسکے انسداد کے لیے معمولی قواعد تجویز کر دے۔ ورنہ اس بیماری کے بڑھنے کا نتیجہ یہی نہیں کہ کوٹھوں اور چھتوں سے لوگ گر کر ہلاک ہوتے ہیں یا اکثر ملک کا بہت سا روپیہ ایک فضول اور بیہودہ کام میں ضائع ہو رہا ہے بلکہ بعض اوقات اس سے خطرناک مخالفتوں کا بیج بھی بویا جاتا ہے۔

۳۔ لچھی کے ناپاک اور فحش گیت شہروں سے نکلکر دیہات میں بھی آپہنچے ہم نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ لاہور کی پولیس اسکے انسداد کی کوشش کر رہی ہے۔ اچھا ہو اگر ایسی باتوں کا انسداد گورنمنٹ کی طرف سے ہو کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ملک کا مذاق بگڑ جانے کی وجہ سے اہل ملک خود فکر نہیں کرتے ✦ کیا وجہ ہے کہ جب قانوناً شارع عام پر ننگا ہونا جرم رکھا گیا ہے تو گالیاں دینا جرم نہ سمجھا جاوے ✦ اس قسم کی بیہودگیوں نے اور بیہودہ گیتوں نے بھی ملک کے نوجوانوں کے اخلاق بگاڑنے میں بہت حصہ لیا ہے ✦ ہمارے محسن و مخدوم حکیم الامت حضرت نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کے الفاظ اور طرز بیان سے اسکے اخلاق اور چال چلن کا پتہ لگتا ہے

کرتا ہوں۔ حقیقت میں یہ بالکل صحیح ہے ملک کے متعارف گیت اور ضرب الامثال اسکے اخلاق کا بہترین پیمانہ ہے

۴۔ آریہ سماج قادیان کا سالانہ جلسہ اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں ہونیوالا ہے پولیس کا انتظام بھی غالباً سال گذشتہ کیطرح خاطر خواہ ہوگا۔ آریہ سماج قادیان کے لیڈروں کو مناسب ہے کہ وہ اپنے لیکچراروں اور اپدیشکوں کو بولنے سے پہلے ہدایت کر دیں کہ وہ مشتعل اور دل آزار تقریروں سے جلسہ کی رونق بڑھانے کا خیال چھوڑ دیں بلکہ جہانتک انسے ممکن ہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں یا قومی ضرورتوں سے اپنے سماجی بھائیوں کو آگاہ کریں وہ مذہب کامل اور حقیقی مذہب نہیں ہو سکتا جس کی بنیاد دوسروں کو برا کہنا ہو اور اپنے اندر بھلائی نہ رکھتا ہو ✦ اُمید ہے آریہ اُپدیشک خود اس اصل سے واقف ہونگے اور سال گذشتہ کی طرح ضرورت نہ پڑیگی کہ پولیس عہدہ دار خود انکے لیکچراروں کو بند کرنے کی ہدایت کرے یا پرتی ندہی سبھا کا پریزیڈنٹ بہ حیثیت میر مجلس اسکو اپنے لیکچر کی تیزی اور ناشایستگی سے روکے۔

متفرقات

نواب محسن الملک علی گڈھ کالج میں احیاء عربی کی تجویز کی خطرناک مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم قوم کے حق میں سراسر مضر ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب بھی ایک مضمون اسی کی تائید میں شائع ہوا ہے افسوس! وہ پاک زبان جو مسلمانوں کی قومی ہی نہیں مذہبی اور علمی زبان ہے اس کے احیا اور ترویج کو قوم کے لیے مضر سمجھا جاتا ہے اور مضر سمجھنے والے بھی کون؟ قوم کے بہی خواہ! قومی درد سے بیتاب دل رکھنے والے ریفارمر!!

بے پردگی اور آزادروی کی کچھ ایسی ہوا چلی ہے کہ خالص اسلامی سلطنت روم میں سلطان المعظم کو اسکی روک تھام کی فکر لاحق ہوئی ہے انھوں نے اعلان کیا ہے کہ شرع شریف میں پردہ کے لیے حکم ہے جس کے مطابق مسلمان عورات کا لباس ازار اور کرتہ قرار پایا لیکن کچھ عرصہ سے ستر اسلام کے خلاف اس شرعی لباس میں تبدیلی واقعہ ہو رہی ہے۔ کرتوں کی آستین غدارد اور جیب و گریبان کا پیمانہ بڑھا دیا گیا ہے گو یہ وضع عورتوں نے نئے فیشن کی تقلید کی وجہ سے اختیار کی ہے لیکن غور کرنے سے یہ طرز لباس بالکل ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے دوپٹہ اوڑھنے کا طریقہ ایسا واہیات ہو گیا ہے کہ عورتوں کے تمام بال کھلے رہتے ہیں حالانکہ

ان کو چھپائے رکھنا ہی لازم ہے اکثر لوگ اپنی بیویوں بیٹیوں کو باہر نکلنے کی اجازت دیتے ہیں اور وہ چھوٹی لڑکیوں کیطرح غیر موزون لباس میں بازاروں کی سیر کرتی پھرتی ہیں یہ سب باتیں دیکھکر سلطان المعظم نے حکم صادر فرمایا ہے کہ آئندہ سے کوئی عورت بے برقع بازار میں جانے نہ پائے۔ عورتوں کے وارثوں کو ہدایت کی جاوے کہ وہ انہیں روکیں اور بصورت خلاف ورزی قانونی سزا بھی دیجا سکے گی۔

ایک شخص پیسہ اخبار میں طاعون کا مندرجہ ذیل علاج شائع کراتا ہے جسکو فائدہ عام کے لیے ہم یہاں دیدیتے ہیں شاید کسیکو فائدہ پہونچے اصل علاج طاعون کا وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سچی توبہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف کیا جاوے اور حدود اللہ کی باتوں کو ہنسی میں نہ اڑا دیا جاوے۔ تدبیر کا سلسلہ بھی چھوڑنا چونکہ مناسب نہیں ہے اسلیے ہم وہ نسخہ درج کرتے ہیں۔ وہ نسخہ یہ ہے۔

(۱) جن مریضوں کو مسہل دیا گیا تقریباً اچھے رہے اور جن لوگوں نے اس فصل میں مسہل لیا وہ قطعاً بیمار نہ ہوے

(۲) حالت بخار و سرسام میں۔ ٹائیفک ایسڈ ڈائیلیوٹیڈ ۳ قطرہ، اسپرٹ ایمونیا ایلیٹس ۱ ڈرام، سوڈا بائی کاربونیٹ ... ۹ گرین، مگنیشیا سلفاس ... ۱ ڈرام، شوره قلمی ... لعوق مکسچر میں مکسچر کر کے تین تین ڈرام۔ تین تین گھنٹہ بعد دینے سے بہت جلد آرام ہوتا ہے

(۳) ترک غذا بہت مفید ہے

(۴) سر پر سفیدہ بیضہ مرغ۔ صندل سفید سرکہ خالص روغن گل کشنیز خشک کا ضماد مفید ہے

(۵) بحالت سرسام لاگار لیٹی کا پلستر مفید ہے

(۶) گلٹی پر بعد جونک لگانے کے خیدوار خطائی کھجلا صرع۔ ٹنکچر آیوڈین کا لیپ مفید ہے۔ اور خاکستر گولر کی لکڑی کی ٹکیہ گرم مفید

جوش طبع اور بچے۔ ہم اپنے بچوں کی عادات میں جوش طبع کو کہانتک بڑھائیں اور کس موقع پر روکدیں۔ مہذب لوگوں کے بیجا جوش اور دہقانیوں کی بردباری میں خیر الامور اوسطہا انتخاب کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ جسوقت ہم بیجا جوش کی طرف میلان طبع کو روکتے ہیں اسوقت ہم کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم جائز جوش کی بیخ کنی نہ کر بیٹھیں۔ جو بیغیرتی کی اصل بنیاد ہے۔

(ماخوذ از جنرل)

مراسلات

مباحثہ مابین مولوی محمد عبداللہ صاحب احمدی سوداگر تیماپور علاقہ دکن وپادری گولڈسمتھ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

بمقام تعلقہ شوراپور ضلع لنگسگور علاقہ نظام سرکار عالی حیدرآباد دکن مین امسال پادریون کا جلسہ تقریب عید کرسمس قرار پاکر کئی ایک پادری مدعو کئے گئے۔ بانی جلسہ نانیا پادری کے مکان مین ۹ جنوری سنہ ۱۹۰۴ کو پادری گولڈسمتھ صاحب بہادر کا وعظ سننے کیلئے دعوتی رقعے تقسیم ہوئے منجملہ اُن کے ایک رقعہ جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب سوداگر تیماپوری کو بھی پہونچا۔ سات بجے رات کو پادری صاحب کا وعظ شروع ہوا جسمین یسوع مسیح کا ابن اللہ ہونا اور سولی پر مرکر پھر زندہ ہونا بیان کرتے ہوئے بذریعہ قربانی یسوع۔ کفارہ کا نتیجہ نکالا گیا۔ وعظ ختم ہونے کے بعد یہ خوشخبری سنائی گئی کہ کسی اور صاحب بیان کرنا ہو تو کرے۔ اس اجازت سے جناب مولوی سید عبدالشکور صاحب مددگار مدرس مڈل سکول شوراپور نے اپنی تحریر جسمین خدا پاک کی حمد وصفت لاولدیت اور رسول مقبول صلعم کا نبی ہونا تھا۔ محمد عبداللہ صاحب کو یہ امید نہ تھی کہ اس جلسہ مین دوسرے لوگون کو بھی کہنے کی اجازت ہوگی۔ مگر سید صاحب موصوف تحریر پڑھنے سے ایک امید ہوگئی۔ بناءً برین مولوی صاحب موصوف بھی سٹیج پر کھڑے ہوکر تقریر ذیل سنائی

حضرات حاضرین جلسہ۔ اخاکسار کیلئے عمر بھر مین یہ پہلا موقع ہے۔ جو پبلک کے روبرو بولنے کے لئے کھڑا ہوا ہے ایسے بڑے بڑے جلسون مین جسمین ذی علم پادری صاحبان اور عہدہ داران سرکاری موجود ہون۔ اچھے اچھے مقرر بھی اپنی تقریر کیوقت ہچکچاتے ہون گے۔ اگر یہ عاجز بھی اپنی اس تقریر مین کہین رکے اور ہچکچائے۔ تو اوسکی کم علمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کرکے چشم پوشی فرمائین۔ **صاحبو۔** دنیا مین ہر ایک انسان کی غرض ابدی نجات کا حاصل کرنا ہے۔ اسوقت مذہبی لحاظ سے دعوے کرنیوالے تین گروہ نظر آتے ہین۔ ایک تو عیسائی دوسرے ویدانتی تیسرے۔ اہل اسلام۔

تو دیکھنا یہ چاہیئے کہ ان ہر تین مذاہب مین نجات پانے کے کیا کیا طریق ہین۔

سامعین! عیسائیون کے ہان نجات کا یہ ذریعہ ہو چکا ہے کہ تمام لوگون کے گناہ کے عوض یسوع مسیح کی قربانی کیگئی۔ اب اس پر جو ایمان لاتا ہے۔ وہ نجات پاتا ہے۔

صاحبو! ویدوالون کے ہان نجات کا یہ طریقہ ہے کہ اپنے گناہ کے عوض گائے بیل بھینس بکری گھوڑے بلے۔ وغیرہ کا جنم ہوتا ہے۔

حضرات! قرآن شریف کے رو سے اہل اسلام کے ہان نجات پانے کا یہ طریق ہے کہ پچھلے گناہ سے توبہ کیجائے اور آئندہ کیلئے خدائے کریم کی ذات حاضر وسریع الحساب شدید العقاب ہونے کا یقین حاصل کرکے اور امر الٰہی کے عامل ہوکر منہیات سے پرہیز کرتے ہوئے اس کے فضل کا امیدوار رہے وبس

منصفین۔ اب خاکسار ان ہر تین نجات کے طریقون کو مشرح پبلک کے روبرو پیش کرکے فیصلہ کا امیدوار رہیگا۔

پہلا کفارہ سے نجات حاصل ہونے کا مسئلہ ایک ایسا بیہودہ مسئلہ ہے۔ کہ ایک تھوڑی سی عقل رکھنے والا آدمی بھی اس بات کا کبھی قائل ہوگا کہ گناہ تو کرین ہم اور مارا جائے **غریب بیچارہ یسوع مسیح!!!**

تثلیث پرستون کا مقولہ ہے۔ کہ خداوند کریم رحیم وعادل ہے۔ اگر بندون پر رحم کرکے چھوڑ دے۔ تو عدل کے خلاف ہے اگر عذاب کرے تو رحم کی شے خراب ہے اس لئے اپنے **اکلوتے بیٹے** یسوع کو دنیا مین بھیجکر ساری دنیا کے گناہون کے بلا دینے کے صدقہ مین سولی دیا۔ تاکہ عدل و رحم دونون برقرار رہے۔

حضرات غور سے دیکھا جائے۔ تو اس بنا و کفارہ سے رحم قائم رہتا ہے نہ عدل۔ کیونکہ ایک کے بدلہ مین دوسرے کو سزا دینا سراسر عدل کے خلاف ہے۔ گناہ کرین ہم اور قربان جائے یسوع!! رحم تو اس سے بڑھکر کیا ہوگا۔ کہ دوسرون کے گناہ کے عوض بیٹے کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے اگر غور سے بدلائل دیکھا جائے۔ تو انجیل ہی سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ کفارہ کی عمارت ہی بے بنیاد ہے یسوع سولی پر ہرگز نہین مرا بلکہ وہ زندہ اُترکر مفقود الخبر ہوگیا۔

ثانیاً ویدانیتون کے ہان بھی جو نجات کا طریق ہے وہ بھی ٹھیک نہین ہے۔ چونکہ دودھ۔ دہی۔ گھی۔ مسکہ۔ چھاچھ وغیرہ یہ ایسی عمدہ چیزین ہین کہ ہندوستانی یعنی اہل ہنود بھی دوکش عمدہ چیزین تک نہین سمجھتے اگر ہزارہا طبیب ملکر ایک عرقیات ملاکر دودھ بنالین تو ہو نہین سکتا مگر یہ سب چیزین مثل کس کی ہین! **گناہون** کی۔ کیونکہ جب ہم گناہ نہ کرین۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گائے بھینس وغیرہ پیدا نہونگے۔ پھر دودھ دہی وغیرہ کہان سے!! تجربہ اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ گیہون سے گیہون اور جوار سے جوار اُگتی ہے مگر یہ عجیب تماشہ ہے کہ کالے دھتورے سے اُجلا ساگو دانہ اُگنے لگا۔

اب ہم وید کی رو سے کسطرح لوگون کو کہہ سکتے ہین کہ گناہ مت کرو۔ کیونکہ اس کے معنے دوسرے لفظون مین یہ ہون گے کہ دودھ مت کھاؤ۔ گھی مت کھاؤ۔

ثالثاً۔ اب اسلام کی نجات کا طریقہ پیش کیا جاتا ہے یہ تو معلوم ہے۔ کہ گناہ ایک مہلک بیماری ہے۔ بیمار کے لئے طبیب لوگ پہلی جلاب دیتے ہین۔ تاکہ پچھلا مواد فاسد سب نکل جائے۔ پھر عمدہ غذا جو اس کی طبیعت کے موافق ہو کھانے کیلئے کہکر اُن چیزون کا پرہیز بتاتے ہین جن سے بیماری عود کرنے یا بڑھنے کا خوف ہو۔ پھر دوا کا نسخہ بیماری کو زائل اور طاقت کو بحال رکھنیوالا تجویز کرتے ہین۔ ایسا ہی مذہب اسلام مین گناہ کی بیماری کے لئے توبہ بجائے جلاب کے ہے۔ اور گناہون سے بچنا بجائے پرہیز کے ہے۔ اور عبادت الٰہی بجائے غذائے لطیف کے اور آئندہ کے لئے تاکہ بیماری عود نہ کرے۔ اللہ جل جلالہ کی ذات وصفات پر یقین رکھنا ہے۔ چونکہ انسان کو جو یقین سانپ کے زہر کی نسبت ہے۔ کبھی سانپ کی بل مین ہاتھ ڈالنے نہین دیتا۔ پھر خدا کے حاضر وناظر وسریع الحساب شدید العقاب ہونے کا یقین گناہ مین کیونکر جانے دے گا اگر کسی باغ مین ہم جائین۔ دل مین یہ خیال ہو کہ اس کا مالک کہین ہوگا۔ تو اس کے میوے چرانے مین جرأت پیدا ہوگی۔ اگر یہ یقین ہو کہ باغ مین موجود ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ اور چرانے والون کو سزا دیتا ہے۔ تو ہرگز نکی جاوے گی۔ ایسا ہی اکثر لوگون کا ایمان خدا ہوگا کرکے ہے۔ اگر ہے کرکے ہوتا تو کبھی گناہ کی طرف نہ جھکتے یہ وہ نسخہ ہے جو مذہب اسلام نے نجات کیلئے مقرر کررکھا ہے۔ افسوس کہ اس نسخہ کے استعمال کرنیوالے بہت کم پائے جاتے ہین

حضرات! ان ہر تین نجات کے طریقون مین سے کونسا طریق عمدہ ہے۔ ہر ایک شخص بخوبی خود فیصلہ کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ محقق ہو نہ کہ مقلد

یہ تقریر ختم ہونے کے بعد جلسہ برخاست ہوا دوسرے دن صبح کے آٹھ بجے پادری گولڈسمتھ صاحب قصبہ تیماپور جو شوراپور سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ مولوی صاحب کی مسجد مین آپہونچے۔ اور یسوع کے سولی پر نہ مرنے کی بحث چھیڑی۔

پادری صاحب: ابھی مولوی صاحب کل آپنے لیکچر مین حضرت یسوع کا سولی پر نہ مرنا بیان کیا ہے انجیل مین اسکا کیا ثبوت ہے؟

مولوی صاحب۔ اگر آپ کو ثبوت درکار ہے تو ایک جلسہ عام قرار دیا جائے آپ یسوع کا سولی پر مرنا انجیل سے ثابت کرین۔ خاکسار کے خیال مین جو کچھ تردید اسکی نسبت ہے۔ پیش کیجائیگی۔

پادری صاحب۔ کیا آپ کا انجیل پر ایمان ہے، اور کیا آپ اسکو منسوخ ماننے مین پاک کیا؟

مولوی صاحب۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ جتنے کتب آسمانی ہین وہ بالکل حکمی منسوخ نہین ہین۔ اگر انکو ایسا منسوخ سمجھین۔ تو جو کچھ کہ توحید توریت وغیرہ مین درج ہے کیا وہ بھی منسوخ ہے ہان منسوخیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک غلط بیانی دوسری موزونیت زمانی۔ غلط بیانی یہ ہے کہ پہلے ایک حکم دیا جاچکا ہے۔ بعد مین معلوم ہوا کہ وہ مفید مطلب نہین ہے اس سے بہتر دوسرا حکم تجویز کرکے جاری کیا جائے۔ خدا کے احکام مین ایسی منسوخیت ہو نہین سکتی کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ غلطی کیسی۔ دوسری منسوخیت زمانی یہ ہے۔ کہ ہم کو ایک مکان بنانا ہے۔ کاریگر کو یہ حکم دیدیا۔ کہ اینٹ اور چونہ جلاؤ۔ چند دنون کے بعد دوسرا یہ حکم دیدیا کہ اب جلانا موقوف کردو۔ بنا دیکھو دو۔ پہلا حکم موسم گرما کے لحاظ سے تہا دوسرا حکم موسم بارش وسرما کی لحاظ سے۔

ایسا ہی انجیلی احکام بلحاظ زمانہ اور خاص قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے نافذ ہوئے تھے۔ جو اوسوقت رہی احکام موزون تھے مگر قرآن پاک ہمیشہ کیلئے اور کل دنیا کی اصلاح کیلئے نازل ہوا ہے۔ دیکھو انجیل وفرقان کے احکام کا مقابلہ انجیل کا یہ حکم ہے کہ ایک گال پر طمانچہ مارے۔ تو دوسرا گال بھی دیدے فرقان کا یہ حکم ہے۔ کہ معاف کرنیکا موقع ہے تو معاف کرو ورنہ بدلا لینے کا موقع ہے۔ تو برابر کا بدلا لے۔ ایسا ہی انجیل مین یہ حکم ہے۔ کہ شراب نشہ لانے تک مست پیو۔ قرآن مین حکم ہے کہ ہرگز مت پیو۔ انجیل قسم کہانے سے بالکل منع کرتی ہے۔ قرآن بر سر موقع سچی بات پر قسم کہانے کی اجازت دیتا ہے۔ انجیل کہتی ہے کہ غیر عورتون کو شہوت کی نظر سے مت دیکھو۔ یعنے پاک نظر سے دیکھو۔

۳	۲	۱
متی ۵/۴۲	متی ۵/۳۴	متی ۵/۳۹

قرآن کہتا ہے کہ ہرگز مت دیکھو خواہ شہوت کی نظر سے ہو یا بغیر شہوت کی۔ انجیل کا یہ حکم ہے کہ زنا کی سوائے ہر ایک یا کی پر عورت کی ہمبستری یعنی خواہ مرد عورت کسی بخری بوسہ لے یا بغلگیر ہو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ پاک دن کیلئے بد غرض منسوخیت احکامات مین ہوا کرتی ہے۔ مگر واقعات مین تمہارا جو اسکا واقعات کیمتعلق ہے۔ آیا مسیح کی موت واقع ہوئی ہے یا نہین! پھر اسکو منسوخیت سے کیا نسبت!

پادری صاحب۔ وہ کون سے واقعات انجیل میں ہین کہ جن سے مسیح کا سولی پر مرنا ثابت نہین ہوتا؟

مولوی صاحب۔ مدعی اور مدعا علیہ جب لڑتے ہین تو ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دعوی کی دلائل ہوتے ہین اسی کی پھر وہ سر پر متعدد کی جاتے ہین مگر انصاف پسند حاکم یہ دیکھتے ہین کہ کس کے دلائل قوی اور قرین قیاس ہین۔ ڈگری اسکی جانب دیجاتی ہے اگر آپ انصاف چاہتے ہو۔ تو دوسرا جلسہ مقرر کیجئے فریقین کا بیان سنکر منصف لوگ خود فیصلہ کرینگے الحاصل چند فریقین کے روبرو یہ قرار پایا کہ ایک اور جلسہ کرین۔ پادری صاحب یسوع کی نسبت تین باتون کا ثبوت انجیل سے دین پہلا یسوع کا ابن اللہ۔ دوسرا سولی پر مرکر پھر زندہ ہونا۔ تیسرا مسیح کی موت کفارہ کا باعث ہونا۔ متی ۲۶/۵

۱۱ جنوری سات بجے رات کو نانیا پادری کے مکان مین جلسہ قرار پایا۔ سامعین بوجہ شہرۂ مباحثہ چھ بجے کہ پہلے ہی سے مکان مباحثہ مین جمع ہونے لگے۔ عہدہ داران سرکاری ودکلا و مدرسین وغیرہ لوگون سے مکان بھر گیا تخمیناً پانچ چھ سو آدمی کا مجمع ہوگا۔ لوگ بوجہ تنگی مکان چھت پر چڑھ گئے

ہمارے ناتمام آرٹکل

ہم نے اکثر مسلسل مضامین الحکم میں لکھنے شروع کیے تھے جو ہمارے نزدیک اہم اور ضروری تھے اور یہ قوم کا حسن ظن اور قدردانی ہے کہ اُس نے ان مضامین کو جہاں تک وہ نکل چکے ہیں ایک لطف اور ذوق کے ساتھ پڑھا اور اکثر خطوط کے ذریعہ بار بار تقاضا کیا کہ انکو پورا کیا جاوے لیکن کچھ مقدمات کی مصروفیت اور بعض دیگر پیش آمدہ امورات کی وجہ سے وہ اب تک بھی ناتمام چلے جاتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہماری طول نویسی کی بد عادت کیوجہ سے ختم نہ ہوئے ہوں یا ذوق طبیعت نے انکو فی الحقیقت لمبا کرنا ضروری سمجھا۔ بہرحال اس میں کلام نہیں کہ وہ ناتمام ہیں ضرور۔

اسوقت ہمکو کسی قدر فرصت اور گنجائش ان مضامین کی تکمیل کے واسطے معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ارادہ کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہیں کہ اگر توفیق ملجاوے تو انکو پورا کر دیا جاوے اور ان میں سے پہلا مضمون **اسلام میں عورتوں کی حالت** کے عنوان سے جو شروع کیا گیا تھا اسے مکمل کرنے کی سعی کرتے ہیں وما توفیقی الا باللہ ھو نعم المولی و نعم النصیر

اسلام میں عورتوں کی حالت

نمبر ۴

سلسلہ کیلیے دیکھو ۷ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

حقیقت میں یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ ایسے وقت اور ایسی حالت میں جبکہ روے زمین پر عورت ذات کو حقیر اور ناتوان سمجھا گیا ہو اور اسکی کوئی قدر و قیمت نہ ہو۔ عورت کی جائز عزت اور وہ جب عزت اسکو دیجاوے اور اُسپر عمل کر کے دکھا دیا جاوے۔ اسوقت ممکن ہے یہ بات معمولی نظر آوے۔ کیونکہ قائم ہو چکی ہے اور ہر گوشہ سے صدائیں آ رہی ہیں کہ ہم **عورت** ذات کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن اُنکی مثال امریکہ کی دریافت کی سی ہی ہے کہ کولمبس نے جب نئی دنیا کو معلوم کر لیا تو اسکے ہمعصروں نے حسد کیوجہ سے کہدیا کہ کونسی مشکل بات تھی ہم خود بھی کر سکتے تھے۔

لیکن جب دربار شاہی میں وہ ایک معمولی انڈے کو میز پر کھڑا نہ کر سکے تو معلوم ہو گیا کہ یہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہیں اور یہ دعوی محض اس بنا پر تھا تا کولمبس کی جائز عزت اور قدر کو کم کریں۔ مگر ان باتوں سے دشمن کامیاب نہیں ہو سکتے اسی طرح پر آج متمدن قومیں کہہ سکتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم میں عورتوں کی جو عزت کیجاتی ہے وہ کسی دوسری قوم اور ملت میں نہیں۔ لیکن ہمنے کچھ حصہ اسکا دکھایا ہے اور باقی روز روشن میں لائیں گے + سب سے

پہلا انسان جسنے دنیا میں عورت کی عزت و وقعت کو قائم کیا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اور آپ کی عزت و وقعت جو اس حیثیت سے قائم ہوتی ہے اسوقت پورے طور پر نظر آے گی جب یہ دیکھا جاوے کہ یہ حکم کسوقت دیا گیا تھا دنیا کی اسوقت کیا حالت تھی؟ غور تو کرو کہ دنیا ایک ہی طریق پر چل رہی ہو۔ اور تمام دنیا اس مسئلہ عورت میں ایک ہی خیال اور مذہب پر قائم ہو۔ پھر ایک شخص دنیا کے ایک حصہ میں کھڑا ہو۔ جو کل دنیا سے الگ تھلگ ہو۔ اور وہ ان سب کی مخالفت کرے اور اس طرح پر کل دنیا سے لڑنے کے لیے طیار ہو جاوے اور اس دشوار کام میں بازی لیجاوے۔ فی الحقیقت یہ ایک نادر الوجود بات ہے جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔

اس مضمون میں جو ہم اسلام میں عورتوں کی حالت پر لکھ رہے ہیں اس بحث پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ زن و مرد کے حقوق کی مساوات کا مسئلہ جو پیش کیا جاتا ہے اس کا حقیقی مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ کیونکہ ہم علانیہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ فطرۃ نے مرد و عورت کی بناوٹ میں ایک امتیاز صریح رکھا ہوا ہے۔ لیکن اسکے یہ معنی کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ عورت مرد کی ایسی غلام ہو کہ مثل نباتات جمادات کیطرح وہ کچھ بھی نہ کر سکے اور مرد جو چاہے اس سے سلوک کرے اور جو ستم چاہے اسپر روا رکھے لیکن عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ لب کشائی کرے۔

اس سے پہلے حصہ میں ہمنے بقدر اختصار کوشش کر کے یہ دکھایا ہے کہ عورت پر ہر قسم کے ستم روا رکھے جاتے تھے اور تمام عیبوں اور خطا کاریوں کی جان اسکو کہا جاتا تھا۔ اسیطرح اب ہم یہ بھی اختصار کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں وہ کونسا کام ہے جو عورتوں نے نہیں کیا + البتہ خدا تعالےٰ کی حکیم اور مجید کتاب سے اتنا تو پتہ ہمکو ملتا ہے کہ کوئی عورت کبھی نبیہ ہو کر مبعوث نہیں ہوئی قرآن شریف کی اس آیت شریفہ **وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم** سے یہ استنباط کرتے ہیں اور ہم دعوے سے بیشک نہیں کہہ سکتے کہ ممکن نہ تھا کہ اگر کوئی عورت کبھی نبیہ ہو کر دنیا میں آتی تو خدا کی مجید کتاب اسکا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر نہ کرتی۔

بہرحال ہم ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ ایک نبوت کے منصب پر تو بیشک عورت ذات غالباً مامور نہیں ہوئی اور اس کے سوا دنیا میں ایسا کونسا کام ہے جو اُس نے نہیں کیا۔ سب سے بڑھ کر خطرناک جگہ **میدان جنگ** ہوتا ہے جہاں جانے سے بڑے بڑے دلیروں اور شیردلوں کا پتہ بھی پانی ہوتا ہے لیکن تاریخ عالم بتاتی ہے کہ تلواروں کے سایہ میں بھی یہ خدا کی مخلوق مردوں سے پیچھے نہیں رہی۔ اگرچہ اے مرداں بکوشید و جامہ زناں نہ پوشید کہنے والا فارسی فلاسفر عورت کو میدان جنگ کے ناقابل قرار دیتا ہے لیکن ہم اس کے متعلق یہی کہیں گے کہ اس تصویر کا مصور **آدمی** ہے ہم بہت سی نامور اور بہادر عورتوں کے نام لے سکتے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پڑھنے والے اس سے بیخبر نہیں ہیں پھر سیاست اور ملکداری بھی ایک عظیم الشان کام ہے ہم دیکھتے ہیں کہ عورت ذات نے اس میں بھی وہ حصہ لیا ہے کہ بعض اوقات مردوں کی سلطنت کو بھی اسپر رشک آیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہماری **قیصرہ ہند** کی دانشمندی اور ملکداری کا ایک عالم میں شہرہ اور سکہ تھا۔ علوم و فنون کے حاصل کرنے اور ان میں دستگاہ اور مہارت پیدا کرنے میں بھی پیچھے نہیں رہی تھیں۔ پھر سب سے بڑھ کر خدا ترسی اور دینداری کی ہر ایسی ایسی زاہدہ اور خدا پرست ولیہ عورتیں گذری ہیں جو اپنے زمانہ میں ایک قابل قدر نمونہ تھیں علوم دینیہ اور تفقہ فی الدین میں انھوں نے وہ کمالات دکھلائے ہیں کہ زمانہ نے ہمیشہ انکی ذہانت۔ عقل خداداد اور طباعی کی داد دی ہے۔ اور تحسین کی ہے۔ باوجودیکہ وہ ہر رنگ اور ہر حال میں انسان کے ساتھ ایک وفادار اور قابل قدر عنصر کیطرح رہی ہے، لیکن پھر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہمیشہ سے ہر ملک اور ہر حصہ عالم اور ہر طبقہ انسان میں اسپر ظلم روا رکھا گیا ہے۔ اور انسانی تکریم کے لیے اسکو ایک بدنما داغ تصور کیا گیا + باوجودیکہ بعض صفات اور اخلاق میں یہ مردوں سے بھی بڑھی ہوئی نظر آتی ہے جیسے صبر اور رحم اور رقت قلب جو فطری طور پر عورت میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے وہ بہت جلد ایکبات سے متاثر ہو جاتی ہے اور وفاداری اور استقلال کے ساتھ نباہتی ہے۔ اس میں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ محسن پرستی (جو انسانی سرشت کا بہت بڑا خاصہ ہے جس کے لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اپنی صفت احسان کے کامل نمونوں کو بھی پیش کیا ہے اور اس میں یہی غرض مقصد ہے کہ تا وہ انسانی فطرت محبت الٰہی میں ترقی کر سکے) میں بھی بہت بڑا پایہ ہے اور اسکی محسن پرستی قابل رشک ہے۔ اور جفاکشی میں بھی یہ مرد سے کم نہیں ہے مگر باوجود ان خوبیوں اور اخلاقی کمالات کے مرد ہمیشہ انکو بزدل کہتا ہے انکی کمزوری ضرب المثل قرار دی گئی ہے۔ کودن اور بلید الطبع انکو قرار دیا جاتا ہے ہر چند انکی عقلی اور ذہنی خوبیوں کے عملی نمونے موجود ہیں + کبھی انکی عصمت پر حملہ کیا جاتا ہے اور انکی ذراسی بات کو بھی ایک بتنگڑ بنا کر پیش کیا جاتا ہے + غرض مردوں کے مقابلہ میں انکو نہایت ہی حقیر اور کمزور ثابت کیا ہے ہم نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے اور اب بھی اس سوال پر غور کیا ہے کہ وہ کیا بات اور وجہ تھی جسنے اس ام الکائنات کو ایسا ذلیل اور حقیر بنا دیا + اور ایک ہی جرم کے ارتکاب پر کیوں مختلف نتائج نکالے گئے ہیں؟ ہمکو تو اسکی وجہ بجز اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ مرد نے قانون قدرت اور منشاء الٰہی کو توڑ کر یہ روا رکھا ہے ورنہ خدا تعالےٰ کی مجید کتاب نے اس کا فیصلہ صاف صاف کیا ہے جیسا کہ اپنے محل پر آئے گا۔

ہر قوم ہر چند کہ اسکی عفت، طباعی اور سعادت ذہنیہ مانتی ہے ہر چند کہ اسکے وفادار رقیق القلب ہونے کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کرتی ہے لیکن پھر تعجب ہے کہ ہر ایک قوم با ایں ہمہ سب سے بڑھ کر فتنہ پرداز دغاباز۔ مکار عورت ہی کو قرار دیتی ہے حالانکہ اگر مشاہدہ اور تجربہ سے کام لیا جاوے تو یہ فیصلہ جو عورت کے حق میں کیا جاتا ہے سراسر غلط اور بے دلیل نظر آئیگا۔ جاؤ جیل خانوں میں جا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ مردوں کی تعداد زیادہ ہے یا عورتوں کی اور پھر اگر مقدمات کی روئداد کو دیکھا جاوے تو یہ راز بھی بہت جلد کھل جائے گا کہ عورتیں جن جرائم میں سزا یافتہ ہیں انکے بانی مبانی اور محرک دراصل مرد ہی تھے اور یہ بیچاری انکی ہی تحریک اور ترغیب سے اس روز سیہ کے دیکھنے والی ٹھہری ہیں اصل یہ ہے کہ مرد نے عورت کے متعلق جو فیصلہ دیا ہے وہ خود ہی دیا ہے اور یہ وہی بات ہے کہ کسی تصویر میں شیر کو آدمی نے گرایا ہوا تھا اور شیر نے آدمی سے پوچھا کہ تم نے اس تصویر کو دیکھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ تصویر آدمی نے آپ ہی بنائی ہے بعینہ یہاں بھی وہی مثال صادق آتی ہے عورتوں کے متعلق مرد کا ذاتی فتوی اور اپنی رائے ہے جو اس نے آپ ہی مدعی بنکر تجویز کر لی ہے اور نہ یہ کہ کسی عادل منصف نے یہ فیصلہ دیا ہو

بلکہ

جب عادل منصف کے سامنے یہ سوال پیش ہوا ہے تو اُس نے اس سوال کو ایسے طریق پر حل کیا ہے۔

کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی

(باقی پانچویں نمبر میں)

مراسلت

مولوی عبداللہ چکڑالوی کی قرآن کریم میں غلط فہمی

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اشاعۃ القرآن مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰ھ میں بجواب اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں بیشک۔ میرا اعتقاد ہے کہ مردہ کو بدنی عبادت یا مالی صدقات وغیرہ کسی چیز کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ چکڑالوی صاحب نے اپنے زعم میں تفسیر القرآن بالقرآن بھی لکھی ہے اگر اُن کو تفسیر القرآن بالقرآن کا علم ہوتا تو ایسی بڑی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے۔ انھوں نے اس اعتقاد کا تمسک قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے کرکے ساتھ ہی ترجمہ بھی اپنے مذاق کا کھا ہے

(۱) اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

(۲) مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ

(۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔

(۴) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔

چکڑالوی صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی کو لکھتے ہیں۔ کاشکے کوئی ایک ہی آیت آپ نے انتفاع اموات از صدقات وعبادات وغیرہ پیش کی ہوتی لیجیے مولوی صاحب اگر مولوی محمد حسین نے کوئی آیت پیش نہیں کی تو ہم پیش کر دیتے ہیں۔ لہٰذا معروض ہے کہ انسان کے کلام میں اختلاف و تناقض کے پیدا ہونے کا احتمال ہے مگر قرآن کریم چونکہ خداتعالےٰ کا کلام ہے اسلیے اس میں اختلاف و تناقض کا پیدا ہونا محال ہے۔ اگر آیات مذکورہ بالا جو مولوی صاحب نے بر عدم انتفاع اموات از صدقات وعبادات وغیرہ پیش کی ہیں اگر یہ مراد لی جائے کہ ایک انسان کو خواہ مردہ ہو یا زندہ اپنے عمل وکسب خیر وسعی کے سوا دوسرے انسان کے عمل خیر صدقہ۔ خیرات۔ دعا وغیرہ سے نفع یا بہ الفاظ دیگر راحت۔ آرام۔ اجر۔ ثواب نہیں پہونچ سکتا تو قرآن کریم کی کئی اور آیات اور مشاہدات اور بعض ضروری مسلمات اسلام مولوی صاحب کے بیان بالا کے بالکل برعکس اور مخالف ہیں اسی طرح المنار کے اڈیٹر محمد رشید رضا ساکن بیروت ملک شام سے کسی نے سال گذشتہ میں یہی مسئلہ پوچھا ہے تو اُسنے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے منکسے المنار میں یہ جواب شائع کیا کہ صرف والدین کو اولاد کی خیرات و صدقات وادعیہ سے فائدہ یعنی ثواب پہونچ سکتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی سعی میں ہی ہوتی ہے۔ اور باقی کسی کے صدقات و خیرات وادعیہ سے ہمکو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اب ہم جبکہ قرآن کریم کی بیشمار آیات بینات اور مشاہدات وتجربات کو روزمرہ دیکھتے ہیں تو ان دونوں صاحبان مذکورہ بالا کا بیان بالکل غلط معلوم ہوتا ہے انھوں نے آیات متذکرہ بالا کے معانی سمجھنے میں دھوکا کھایا ہے اور سخت غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس اعتقاد سے اسلام کے بہت سے اہم اور مسلمہ مسائل و اعتقادات کی بیخکنی اور قرآن کریم کی آیات سے اعراض واجب آتا ہے نعوذ باللہ من

هذه الهفوات والالزامات۔

(۱) سنو! قال اللہ تعالیٰ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یعنی اے پیغمبر مومنوں کے لیے خدا سے مغفرت طلب کر بیشک خداتعالیٰ بخشنہار اور مہربان ہے اور ان کے لیے دعا کر بیشک تیری دعا اُن کے لیے موجب آرام واطمینان ہے۔

کیا یہ آیات دوسرے انسان کے عمل سے انتفاع کی دلیل نہیں ہیں؟ اگر مردہ کو اپنے عمل خیر کے سوا کسی دوسرے انسان کے عمل سے کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا تو پھر مردہ کا جنازہ کیوں پڑھا جاتا ہے اور اُس کے لیے دعا کیوں کیجاتی ہے جس عمل سے اُسے نفع نہ ہو اُسکا بجالانا عبث ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے رسالہ صلوٰۃ القرآن میں جنازہ کے لیے قرآن کریم سے دعائیں اخذ کی ہیں جو عام مردہ اور زندہ مومنوں کیلیے کی جاتی ہیں اور اشاعۃ القرآن مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مردہ کو بدنی عبادت یا مالی صدقات وغیرہ کسی چیز کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ مولوی صاحب کے اِس اعتقاد کے موجب اور اُس ترجمہ کی بنا پر جو اُنھوں نے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کا کھا ہے۔ مردہ۔ زندہ کسیکو کسی انسان کی دعا وجنازہ وصلوٰۃ وغیرہ سے کچھ فائدہ وثواب نہیں پہونچ سکتا۔ چنانچہ چکڑالوی صاحب نے مذکورہ بالا آیات کے بالمقابل تشریح وتفسیر میں یہ الفاظ لکھے ہیں کسی زندہ یا مردہ کو کسی دوسرے کی عبادت یا صدقہ کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ تعجب ہے کہ چکڑالوی صاحب باوجود اس اعتقاد کے پھر مردہ کا جنازہ پڑھنا تجویز کرتے ہیں اُن کے مریدوں ومعتقدوں کو چاہیے کہ اُن سے پوچھیں کہ جب لیس للانسان الاما سعی کے یہی معنے سمجھتے ہو کہ انسان کو کوئی بھلائی اور ثواب وراحت وآرام شفقت مہربانی اور فائدہ اپنے عمل کے سوا نہیں پہونچ سکتا تو پھر آپ کا مردہ کے جنازہ کا اہتمام کرنا کس بنا پر ہے کیا اُس کے لیے دعا کرنا آپ کے اعتقاد کے موجب عبث نہیں ہے کیا آپ کے ترجمہ وتفسیر کے موجب دعا وصلوٰۃ الجنازہ عبث نہیں ہو جاتے۔ ایسا ہی محمد رشید رضا نے اگر اس آیت کے یہ معنی صحیح سمجھے ہیں تو اُسکو المنار میں شائع کرنا چاہیے کہ صرف اولاد اپنے والدین کا جنازہ پڑھے اور اُن کے لیے دعا کرے دوسروں کی دعا سے کسیکو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا اگر کسی کے عمل کا ثواب کسیکو نہیں پہونچ سکتا اور ایک شخص دوسرے کی دعا وعبادت سے نفع نہیں اُٹھا سکتا تو بعض مومنوں اور فرشتوں کی دعائیں جو وہ زندہ اور مردہ مومنوں کے حق میں کرتے رہتے ہیں خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُنکو ذکر کرکے اُن کے اس فعل پر اپنی رضا کیوں ظاہر کی ہے بلکہ تاکیدی حکم ہے کہ ایسا ہی کریں۔ دعا ایسی تو بدنی عبادت ہے جسکو دوسرے لفظوں میں صلوٰۃ کہا گیا ہے کیا صلوٰۃ الجنازہ میں سارا ایسی دعائیں شامل نہیں کیا جاتا۔ کیا دعا بدن کے ٹکڑوں زبان اور دل وغیرہ سے صادر نہیں ہوتی ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا ساری عبادت کا مغز اور لب ہے۔ شاید آپ فرماوینگے کہ دوسرے کے حق میں دعا کرنا عبادت نہیں۔ سنو! دعا کے لیے بھی امر آچکا ہے اور اس امر کا بجالانا عبادت ہے وَ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اُن کے لیے طلب مغفرت کر۔ قل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا۔ یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما سارے قرآن کریم کی دعائیں میں جو جمع متکلم کے صیغہ اور جمع کی ضمیر پر آتی ہیں وہ بہت اجتماعی سارے مومنوں کی جانب سے ایک دوسرے کے حق میں ہیں اور بعض کا بعض سے فائدہ ونفع حاصل کرنے پر دلالت کرتی ہیں

(۲) ساری اجتماعی عبادات مثلاً پانچوں نمازوں اور جمعہ وعیدین وحج کو بہت سے مومنوں کا ایک ہی جگہ مقررہ وقت پر اکٹھے ہوکر ادا کرنا بعض انسانوں کا بعض انسانوں کے اعمال خیر واخلاق فاضلہ وحسنہ سے نفع وفائدہ حاصل کرنے پر دلیل ہے۔

(۳) اگر ہم لیس للانسان الاما سعی کے یہ معنی سمجھیں کہ انسان کو اپنے کسب خیر ونیک کمائی کے سوا اور کچھ بھلا اور نفع ونیکی حاصل نہیں ہو سکتے تو بتاؤ کہ لاکھوں انسان جو روزمرہ دنیا میں عدم سے وجود میں آتے اور پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی زندگی کے بیش قیمت وانمول پونجی حاصل کرنے کے لیے کون سی نیکی بجا لاتے ہیں جس سے ان کو ہستی اور زندگی کی اتنی بڑی مایہ ودولت بلا محنت ومشقت اور اپنے کسب وکمائی کے بغیر ملجاتی ہے هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا۔ اولا يذكر الانسان انا خلقناه من قبل ولم يك شيئا

(۴) خاک ہوا آگ پانی۔ زمین۔ سورج چاند۔ ادویہ۔ نباتات چرند۔ پرند وغیرہ بیشمار ارضی وسماوی اشیاء سے جو فوائد وحسنات وآرام۔ سکھ چین ہر دم انسان کو پہونچ رہے ہیں انکی تحصیل کے لیے انسان نے کونسی کمائی کی ہے

(۵) اولاد کی محبت اور پیار کی کشش اور جذب اور اُن کے بقد وجہ دہنت وتربیت اور پرورش کا خیال جو والدین کے دل میں ڈالا جاتا ہے ان سب امور کے حاصل کرنے کے لیے اولاد کیا کمائی کرتی ہے جو والدین کو اُنکی تربیت وپرورش کا خیال اُن کے پیچھے سرگردان کر دیتا ہے۔

(۶) اگر اس آیت سے یہ مراد ہوتی کہ انسان کو اپنی سعی وکسب خیر کے سوا کوئی نیکی اور بھلائی راحت وآرام نہیں مل سکتا تو پھر خداوند تعالیٰ کے کلام کے برخلاف کوئی مشاہدہ ظہور میں نہ آتا اور اُس کے کلام اور کام میں موافقت پائی جاتی اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے لیے بلا عوض کسی قسم کی نیکی اور بھلائی راحت وآرام کے اسباب کے ایجاد کرنے پر قادر نہ ہوسکتا۔ ایسی انسانی ہمدردی کا خیال کسی انسان میں نہ پایا جاتا اور نہ اس کے برخلاف کچھ ظہور میں آتا کیونکہ کوئی شخص ممتنعات کو ایجاد نہیں کر سکتا حالانکہ ہم اس کے برعکس روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہمکو اپنے عمل خیر اور کسب خیر کے سوا دوسروں سے بہت سے بھلائیاں اور نیکیاں اور منافع راحت وآرام بلا عوض حاصل ہو رہے ہیں

(۷) اس آیت سے یہ مراد بھی ہرگز نہیں لے جا سکتے کہ انسان کو اپنے کسب خیر وکمائی کے سوا اور کچھ زیادہ ثواب نہیں مل سکتا۔ کیونکہ مندرجہ ذیل آیات اس امر کی مخالفت کر رہی ہیں من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ یعنی جو کوئی ایک نیکی کرے اُسکو دس نیکیوں کا بدلہ دیا جاوے گا انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب یعنی صابروں کو بے انت وبیشمار ثواب ملے گا۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرة وان تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه اجرا عظيما یعنی خداتعالیٰ نیکی کا بدلہ دینے میں ایک ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی شخص ایک نیکی کرے گا تو خداوند تعالےٰ اپنے پاس سے بڑھ کر اُسکا اجر دے گا۔ من جاء بالحسنة فله خير منها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الذين عملوا السيئات الا ما كانوا يعملون۔ سورہ قصص جزو ۲۰

(۸) مکہ کے کفار عاشرانے سراج الدارین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نابود کرنے کے لیے کیا کچھ جان توڑ کوششیں کی تھیں مگر اُن کی کوششوں اور کمائی کا صلہ وبدلہ اُنکو کیا ملا صرف یہی حبطت اعمالهم یعنی اُنکی کوششیں وکارت ہوگئیں وجہ یہی تھی کہ وہ بدی کی سعی میں تھے اور بدی کا بدلا وصلہ ایک ہی یعنی اکہرا تھا اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود ذی جود کی محافظت کے لیے جو بیشمار جنود ایزدی پہرہ میں رہتے تھے اُنکی سعی کا صلہ بے شمار تھا۔

(۹) کسان کو دیکھو کہ ایک دانہ بونے کے بدلے میں کتنے دانے حاصل کر لیتا ہے۔ آب وہوا مٹی وغیرہ کی تحصیل کے لیے کسان کیا کمائی کرتا ہے جو اُسکے کھیت میں فصل پک کر اُسکے خرمن وانبار بھرے جاتے ہیں قال اللہ تعالیٰ مثل الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فى كل

سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ یعنی مثال اُن لوگوں کی جو اپنے مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مثل ایک دانے کے ہے جسکے بونے سے سات خوشے پیدا ہوتے ہیں اور ہر خوشہ میں سو دانہ ہوتا ہے اسطرح خدا تعالیٰ نیکوں کو اُن کی نیکی کا بدلا بڑھا کر دیتا ہے خدا تعالیٰ شنوا دانا ہے۔

(۱۰) ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم یعنی خدا تعالیٰ نے اہل مکہ کو عذاب نہیں دینے کا جب تک تو اُن میں بیٹھا ہے۔ اب یہ نص صریح ہے دوسرے کے عمل وجود سے نفع حاصل کرنے پر۔ کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکہ کے لوگوں سے خدا تعالیٰ کا عذاب ہٹا رہا جب تک نبی علیہ السلام مکہ میں رہے کفار و اشرار پر عذاب نہ آیا۔ جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں آئے تو کفار و اشرار پر عذاب الٰہی نازل ہونا شروع ہو گیا۔

(۱۱) اگر بالکل یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ انسان اپنے عملوں کے سوا نجات حاصل نہیں کر سکتا تو یہ اتکال علی العمل کا شرک اور فضل ایزدی سے ناامیدی کی دلیل ہے وانہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت سے وہی ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ اب ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے بجا لانے میں سعی کرنی چاہیئے لیکن اعمال صالح کی تکمیل عمل وصحت وعافیت۔ بدن وجان سب خدا تعالیٰ کی رحمت وفضل پر منحصر ہے اسی لیے کہا گیا ہے وان رحمتہ سبقت علےٰ غضبہ یعنی خداوند تعالیٰ کی رحمت ومہر کا پلہ اُسکے غضب اور قہر سے گراں ہے اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ انسان اعمال صالحہ وحسنات کو چھوڑ کر بے قید اور آزاد ہو کر سیئات کا مرتکب ہوتا رہے اور سمجھے کہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں بلکہ ایسا کام خدا تعالیٰ کے قانون اور شریعت کے خلاف ورزی ہے اور جس خلاف ورزی کی پاداش سزا ہے۔

اب ہم ان آیات کی تفسیر قرآن کریم سے بیان کرتے ہیں جو چکڑالوی صاحب نے بر عدم انتفاع اموات واحیاء از صدقات وخیرات وغیرہ پیش کی ہیں۔ واضح ہو کہ یہود میں سے بعض مشائخ وسجادہ نشین دعویٰ کرتے تھے کہ جو ہماری تابعداری کرے گا ہم قیامت کو اپنے تابعداروں کے گناہ کا بوجھ اُٹھا لیں گے چنانچہ اُن کے اس دعویٰ کو حکایتہً خدا تعالیٰ نے ذکر کر کے قرآن کے متعدد مقامات میں رد فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ وقال الذین کفروا للذین امنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم وما ہم بحاملین من خطایاہم من شیء انہم لکاذبون و لیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم ولیسئلن یوم القیٰمۃ عما کانوا یفترون۔

+ قیامت میں گناہوں کی پرسش نہ ہوگی بلکہ علامت سے مجرم کی گرفت ہوگی یومئذ لا یسئل عن ذنبہ۔

۴ انس وسلاحیات۔ سورۃ الرحمٰن۔

سورہ عنکبوت پارہ ۲۰ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ وان تدع مثقلۃ الیٰ حملہا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربیٰ سورہ فاطر۔ پارہ ۲۲۔ اور کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو کہ تم ہمارے تابعدار ہو جاؤ ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے اور اصل بات یہ ہے کہ وہ اُن کے گناہ ذرہ بھر بھی نہ اُٹھائیں گے وہ جھوٹے ہیں اور وہ ضرور اپنے گناہوں کا بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ لوگوں کے گمراہ کرنے کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے جو ان کی اپنی ہی کمائی ہوگی اور ابھی اُن سے پوچھا جاتا ہے قیامت کے دن کی بابت جسے وہ افترا کرتے ہیں۔ دوسری آیت۔ اور نہ اُٹھائے گا کوئی اُٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی بوجھ مرتا اپنا بوجھ اُٹھوانے کو کوئی نہ اُٹھاوے اس میں سے کچھ اگرچہ رشتہ دار ہو۔

چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں کسی یہودی لامذہب اور مدعی سجادہ نشین سے اسی مسئلہ مذکورہ بالا کا ابطال بادنیٰ رد فرمایا جاتا ہے اعندہ علم الغیب فہو یرےٰ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراہیم الذی وفیٰ الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یرےٰ ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ سورہ نجم پارہ ۲۷ کیا اُس لاف زن مدعی کو غیب کی خبر ہے جو دیکھ کر کہتا ہے کیا اُسکو اس علم کی خبر نہیں ہوئی جو موسیٰ اور ابراہیم وفادار کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کو کوئی جی کسی جی کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور نہیں ہے کسی انسان کے ذمہ کسی کے گناہوں کا بوجھ اُٹھانا مگر جو اُس نے خود کمائی کی اور اُسکی کمائی ہوئی گناہوں کو دیکھ بھال کر اُسکو پوری سزا ملے گی (نہ کسی دوسرے کے گناہوں کے بدلے کسی کو سزا دی جاوے گی کیونکہ یہ بات عدل اور انصاف سے بعید ہے۔) جیسا کہ اہل پس یہودی اور نصرانی نے اس گندے عقیدہ کفارہ کا اختراع کر کے عیسائیوں کے گناہوں کے بدلے ناحق عیسےٰ علیہ السلام کو تین دن دوزخ میں جلنا قرار دیکر بیشمار مخلوق کو وارد جہنم کر دیا وان لیس للانسان الا ما سعیٰ میں صرف بدی کے بدلے کا ذکر ہے کیونکہ نیکی کا پاداش دس گنا زیادہ ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرے اُسکو اُس نیکی سے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا اور بدی کا بدلہ بدی کے برابر ملے گا چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا یعنی جو کوئی بدی کرے اُسکو اُس بدی کا بدلہ اُسکے برابر ملیگا لیس للانسان الا ما سعیٰ اور مندرجہ ذیل آیات آپس میں مطابق ہیں من جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا یعنی جو کوئی ایک بدی کرے اُسکو ایک بدی کی جزا

ملے گی۔ من عمل سیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا یعنی جو کوئی ایک بدی کرے اُسکو اُسکے برابر بدلہ ملے گا۔ سورہ مومن پارہ ۲۴۔ من جاء بالسیئۃ فلا یجزی الذین عملوا السیئات الا ما کانوا یعملون سورہ قصص پارہ ۲۰۔ یعنی جو کوئی برائی کرینگے اُنکو اُسی قدر بدیوں کی سزا ملے گی جسقدر اُنھوں نے بدیوں کا ارتکاب کیا دیکھو ما سعیٰ اور ما کانوا یعملون مساوات کے معنوں میں آتے ہیں پس لیس للانسان الا ما سعیٰ کا ترجمہ یہ ہوا کہ انسان کو انھیں گناہوں کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا جو اُس نے خود کما لیے۔ باقی آیات جو چکڑالوی صاحب نے بر عدم انتفاع اموات از صدقات وخیرات ودعا وغیرہ پیش کی ہیں وہ صرف یہود کے غلط اعتقاد کے تردید میں آئے ہیں جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ عدم انتفاع از صدقات وخیرات کا تمسک ان سے ہرگز نہیں ہو سکتا + صدقات بھی حالیہ دعا میں شامل ہیں لا یرد البلاء الا الصدقۃ والدعاء۔

الیٰ ما عودا الیٰ بعض ترہات چکڑالوی و ابنہ علیہا بواسطۃ ہذہ الجریدۃ المفیدۃ والسلام علیٰ تابعی الامام۔

راقم محمد فضل خان احمدی۔ چنگا گوجر خان۔ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

ہماری سہ ماہی رپورٹ

الحکم کی توسیع اشاعت کے کام میں ہمارے احباب وسرپرست حصہ لے رہے ہیں لیکن اسکی رفتار بہت ہی سُست ہے اور اگر سب کے سب پوری سعی اور توجہ سے کام لیں اور ہر شخص اپنا فرض سمجھے کہ اسکو کم از کم ایک خریدار ضرور ہی الحکم کے لیے بہم پہونچانا ہے تو یہ صیغہ بہت جلد الحکم کی ترقی اشاعت کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر جہاں تک غور کر کے دیکھا گیا ہے ہمارے اکثر احباب یا تو اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے اور یا محسوس کرتے ہیں تو یہ حس ایک آنی حس ہوتی ہے جب تک وہ الحکم میں اس تحریک کو پڑھتے ہیں اُس وقت تک وہ متاثر رہتے ہیں اور جہاں اُسکو ختم کیا اُسکے ساتھ ہی وہ اثر جاتا رہا حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے اگر الحکم ان کے نزدیک کوئی قومی خدمت کر رہا ہے؟ اگر وہ اُسکو عزیز رکھتے ہیں؟ تو پھر اس کے قیام وبقا کی لیے جہاں تک اسباب تعلق ہے کوشش نہیں کرتے؟ یہ سوال ہے جس کا جواب ہماری قوم کے ہر فرد پر واجب ہے

اور کم از کم خریداران الحکم کے ہر خریدار پر

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ آیندہ سہ ماہی وار رپورٹ الحکم میں جدید خریداروں کی شائع کر دیا کریں اور ہفتہ وار اُن احباب کے نام تو ہم کبھی کسی رنگ میں شائع کرتے ہیں جو توسیع اشاعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

اگرچہ ابھی پوری سہ ماہی تو نہیں ہوئی تاہم ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء تک خریداروں کی رپورٹ ہم شائع کرتے ہیں۔ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء تک ۱۰۵ جدید خریدار درج رجسٹر ہوئے ہیں + جن میں سے ۸ بند ہو چکے ہیں اور اسطرح پر ۹۷ خریدار جدید سمجھے جاتے ہیں اگرچہ یہ تعداد دو لاکھ سے زیادہ کی جماعت میں دو ماہ اور ۱۲ دن کے اندر بہت ہی کم ہے لیکن کسی صورت میں اسکو غیر مطمئن بھی نہیں کہہ سکتے۔ ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے کہ ہم نے ایک بار الحکم کے متعلق ایک نوٹ لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ بعض احباب کمی قیمت کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارزان فروشی بسیار فروشی۔ ہم نے ان کے جواب میں لکھا تھا کہ ہمیشہ ارزاں فروشی بسیار فروشی کا باعث اور کلیہ قاعدہ نہیں ہے۔ تاہم بعض موقعوں پر ہم نے کمی قیمت کا نمونہ دکھایا ہے اور غیر مستطیع یعنی دس روپیہ ماہوار آمدنی والوں کے نام ۲ روپیہ سالانہ پر بھی الحکم کے جاری کرنیکا اعلان کیا ہے۔ اگر واقعی کمی قیمت بسیار خریداری کا جزو اعظم ہوتی ہے تو اس اندازہ سے الحکم جیسے بڑے اور پرانے اخبار کے ہزاروں خریدار ہونے چاہییں تھے مگر ایسا نہیں ہوا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا تھا وہ غلط نہ تھا۔

اصل بات ترقی اشاعت کی قوم کی باہمی کوشش ہے اور اسکے پیدا ہونے کے واسطے اخبار بینی کا صحیح مذاق ہونا چاہیے۔ جب وہ پیدا نہ ہو کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اگلی رپورٹ جو ہم آخر جون پر شائع کریں گے انشاء اللہ بہت کچھ امید دلانیوالی ہوگی۔ وما توفیقی الا باللہ ہو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

وکیل اور ہم

معزز ہمعصر وکیل نے ۱۹ فروری کی اشاعت میں مولوی بدرالدین صاحب احمدی ساکن قادرآباد کے طاعون سے مرجانے پر ایک نوٹ لکھا ہے اور اس میں الحکم کو یوں خطاب کیا ہے۔

" یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے کہ مرزا صاحب کے اس دعوے پر کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے نہیں مرے گا اُن کے مرید طاعون سے فوت ہوں کیا انکی جماعت کا آرگن اخبار الحکم قادیان اس کا کوئی تسلی بخش جواب دے سکتا ہے؟ ہم ممنون ہونگے اگر وہ اس عقدہ کو کما حقہ حل کر کے لوگوں کی حیرت کو دور کر دے گا۔ اور ہمیں اس دقت سے نجات دلائے گا کہ لوگ بار بار اس قسم کے سوالات پیش کرتے ہیں اور ہم کو مجبوراً سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔ "

ایڈیٹر صاحب نے جس خوش نیتی کے ساتھ جو نکتہ جواب طلب کیا ہے اسلیے ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک ہماری سمجھ اور طاقت ہے اس سوال پر روشنی ڈالیں۔ اس کا تسلی بخش ہونا یا لوگوں کے لیے آیندہ کے واسطے اعتراضات کا سدباب کرنے والا ہونا یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جبکہ اللہ تعالیٰ جیسے عظیم الشان قادر مقتدر یگانہ منزہ ہستی پر اعتراض کرنے والے موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شان پر نکتہ چینی کرنے والے اعتراض کرتے ہیں تو کسی اور کا اُن کے اعتراضوں سے بچنا محال ہے تاہم یہ قاعدہ ہے کہ حق کے اندر جو حقیقت کی روشنی ہوتی ہے وہ پاک دلوں پر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اسی بنا پر ہم اس سوال کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ شاید کوئی سعید الفطرت اس سے فائدہ اٹھاوے ہمکو لائق ایڈیٹر وکیل پر افسوس ہے کہ انھوں نے باوجودیکہ قرآن شریف میں لا تقف ما لیس لک بہ علم پڑھا ہوگا پھر بھی انھوں نے بلا سوچے سمجھے اور بغیر ذاتی تحقیق یہ لکھدیا کہ

" یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے کہ مرزا صاحب کے اس دعوی پر کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے نہیں مرے گا اُن کے مرید طاعون سے فوت ہوں۔ "

دانشمند اور خدا ترس ایڈیٹر کا فرض ہونا چاہیے تھا کہ وہ پہلے اپنی جگہ دیکھ لیتے کہ کیا واقعی مرزا صاحب نے کوئی ایسا دعوی کیا بھی ہے کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے فوت نہیں ہوگا اگر یہ دعوی سہے کبھی اور کہیں نہیں کیا گیا تو پھر اعتراض بجائے خود بودا اور کمزور ہو جاتا ہے بلکہ رہتا ہی نہیں۔

اور پھر اس کے بعد ہمارے معزز ہمعصر اور دوسرے معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ قوانین الٰہیہ میں تغیر یا تبدیل نہیں ہوتا۔ ان کے نتائج ہمیشہ یقینی اور صحیح ہوتے ہیں۔ قرآن شریف ایک دستور العمل اور ہدایت نامہ ہے جو دنیا کو دیا گیا ہے اس میں بعض اوامر ہیں اور ان کے نتائج ہیں نواہی ہیں اور ان کے ثمرات ہیں۔ اوامر کی جو شخص اتباع کرتا ہے خواہ وہ کوئی ہو وہ اسکے مفید اور نیک نتائج سے ضرور بہرہ ور ہوتا ہے اور نواہی کو جو توڑتا ہے خواہ کوئی ہو ضرور ہے کہ اُسکے بد نتائج سے حصہ لے۔ یہ ایک اصل محکم ہے جسکو کسی صورت میں ہم توڑ نہیں سکتے۔

اب ہم سر دست مولوی بدرالدین صاحب کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ آیا انھوں نے کسی ایسے قاعدہ کی بھی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ قادرآباد کے تمام باشندے اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مولوی بدرالدین صاحب اپنے ایک عزیز طاعون زدہ کے گھر دوسرے گاؤں میں جہاں طاعون پڑا ہوا تھا گئے اور خود انھوں نے اس طاعون زدہ کو غسل دیا یہ ایک واقعہ ہے جسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کے پاک ارشاد کے موافق منع فرمایا ہے کہ جہاں طاعون زور سے پھیلا ہوا ہو وہاں مت جائو۔ انھوں نے اس حکم نبوی کی بھی خلاف ورزی کی پھر کیا ضروری نہ تھا کہ ان قواعد و احکام کو توڑنے کی وجہ سے اس بیماری میں اسباب عادیہ کے ماتحت مبتلا ہوتے۔ ہم کو ضرورت نہیں دیکھتے کہ رعایت اسباب پر بھی بحث کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا معزز ہمعصر وکیل ایسا ناواقف نہیں ہوگا کہ وہ رعایت اسباب کی ضرورت سے ناآشنا ہو۔

غرض

مولوی بدرالدین صاحب کی وفات کے تو یہ اسباب ہیں اب ہم عام طور پر اس سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں کہ

کیا کسی احمدی کے طاعون سے فوت ہو جانے سے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے؟

اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس کے وجوہات کے لیے ہم اپنے محسن مخدوم مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ کا ایک خط شائع کرتے ہیں جو انھوں نے اس قسم کے ایک سائل کے جواب میں ۱۴ مئی ۱۹۰۲ء کو لکھا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔

طاعون سے کونسی قوم فائدہ اٹھاتی ہے اور کس قوم کو اس سے خسارہ ہے

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارا معزز ہمعصر وکیل جو اپنی آزادمنشی کو قائم رکھنا چاہتا ہے ان دقتوں سے بچنے کے واسطے جو آئے دن اسکو ایسے سوالات کا جواب دینے میں پیش آتے ہیں اس جواب کو بلفظہ شائع کر دیگا۔

مولوی غزنوی کا یا اور کسی کا احمدی جماعت کے فوت شدوں کی فہرست طیار کرنا محض حماقت کا کام ہے اور آخرکار ندامت اور ذلت کا موجب ہوگا ہمارا یہ دعوی ہے کہ طاعون کو ہمارے سلسلہ کی ترقی و تائید کے لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اس وقت تک ہم دیکھتے ہیں اور تمام دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ کئی ہزار آدمی طاعون کے خوف کے سبب سے ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ غور کرو کیا اس سے ہمارے مخالفوں کو دو خسارے حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ طاعون سے بکثرت مر رہے ہیں اور انشاء اللہ مرینگے دوم یہ کہ انہی میں سے نکلکر ہزاروں آدمی ہماری جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ سوچنے والے کے لیے یہ کتنا بڑا نشان ہے رہا یہ کہ ہماری جماعت سے بھی کچھ لوگ مرے ہیں اور شاید آیندہ بھی بعض مریں خدا تعالیٰ کی استمراری سنت کے مطابق ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر دیکھو جابجا خدا تعالیٰ نے مکی سورتوں میں کفار کو دھمکی دی کہ تمپر عذاب آنیوالا ہے اور فرمایا کہ تم تلوار سے ہلاک ہو جاؤ گے آخر جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں گئے تو خدا تعالیٰ کی وعید کی پیشگوئیوں کا سلسلہ شروع ہوا ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد بدر کی لڑائی واقع ہوئی اس لڑائی کو خدا تعالیٰ کی کتاب نے بڑے ناز اور زور سے الفرقان کہا ہے۔ درحقیقت اس لڑائی سے جو بہت ہی مختصر تھی کفر اور اسلام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو گیا۔ صنادید کی شوکت کی تلوار کند ہو گئی۔ آئمۃ الکفر جو ریشہ دوانی اور منصوبہ بازی میں بالواسطہ یا بلا واسطہ مشار الیہ ہوتے تھے ہلاک ہو گئے اور ایسا ہی خدا تعالیٰ کے عذاب کی باتیں احد میں اور حنین میں اور تبوک وغیرہ جنگوں میں پوری ہوئیں مگر ان لڑائیوں میں صحابہ شہید نہیں ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل الشان صحابی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور چچا اور رشتہ دار شہید ہوئے۔ جناب صدیق اکبر علیہ السلام کے مبارک عہد میں جھوٹے نبیوں کے فتنہ اور ارتداد کے فرو کرنے میں کسقدر بزرگ صحابہ نے جام شہادت پیا حضرت عمر فاروق علیہ السلام کے عہد شریف میں عیسائیوں کی ساتھ لڑائی میں طاعون کے سبب سے قریب پچیس ہزار صحابہ کے شہید ہوئے۔

اب ان مولویوں سے غزنویوں سے لاہوریوں سے امرتسریوں سے بٹالویوں سے خواہ اور بھی چند شہروں یا تمام شہروں کے مولویوں سے اور صوفیوں سے پوچھنا چاہیے کہ کیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی عذاب نازل ہوا تھا۔ اسلیے کہ جب وہ کوئی ظاہری فرق نہیں دکھا سکیں گے اس لوہے کی تلوار کے کشتوں میں جو صحابہ اور انکے دشمنوں کو لگی اور اس نے دونوں کو ایک ہی موضع سے قتل کیا تو اگر کوئی اور مایہ الامتیاز نہیں بتائیں گے یا مانیں گے تو انہیں صاف اعتراف کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ نے اولیاء اور اعداء اللہ کو یکبارگی بلا امتیاز راکھ کیا۔ جو توجیہ اور تاویل وہ وہاں کرینگے وہی ہمارے سلسلہ کے شہداء طاعون کے حق میں بدرجہ اولیٰ چسپاں اور موزون ہوگی اس سلسلہ کا دعوی ہے کہ اس کا قدم منہاج نبوۃ پر ہے اسلیے ضروری ہے کہ اسکی راہ میں وہی امور پیش آئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے فرق اتنا ہے کہ اسوقت خدا تعالیٰ کی قہری اور جلالی اور انذاری پیشگوئیاں اعداء اللہ و الرسول کے حق میں سیف و سنان کی شکل میں پوری ہوئیں اور آج وہی پیشگوئیاں طاعون اور اسکی نظیروں کے رنگ میں پوری ہو رہی ہیں۔ سنت کو معیار ٹھیراکر کسقدر ضروری ہے کہ جیسے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ جنگوں میں اس تلوار سے شہید ہوئے جو ان کے دشمنوں کی خانہ براندازی میں بڑی صفائی سے چلتی تھی۔ آج بھی کچھ اصحاب ہمارے سلسلہ کے طاعون سے شہید ہوں خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ دشمن جس امر کو اعتراض کا نشانہ بناتا ہے وہی خدا تعالیٰ کے سلسلہ حقہ کی تائید و تصدیق کا نشان بن جاتا ہے سوچو اور خدا تعالیٰ کے لیے فکر کرو کہ ہمارے سلسلہ کی بڑی فضیلت کس بات میں ہے۔ یہی کہ یہ سلسلہ کوئی الگ اور اپنی طرز کا نرالا سلسلہ ہو یا یہی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کے قدم بقدم اور پورے معنوں میں ہمرنگ ہو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسکی ساری باتیں بلاتفاوت موبمو وہی ہیں۔ ابھی پار سال ایکدفعہ لاہور کے منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی بدزبانی کے جواب میں ایک سالہ

کہا تھا جو الحکم میں شائع ہوا تھا اُس میں بڑی تحدی سے دعویٰ کیا تھا کہ جو ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت پر یا ذات پاک پر وہ کرتے ہیں میں بڑی صفائی سے دکھا سکتا ہوں کہ وہی اعتراض آریوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر یہودیوں نے جناب مسیح علیہ السلام پر اور نصاریٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے ہیں۔

میں نے بڑے غور و فکر کے بعد بھی کوئی فرق منشی صاحب موصوف کے دل و دماغ میں اور اُن راستی کے دشمنوں اب نہیں دیکھا۔ اور جیسے اُس میں فرقان کے طور پر دعویٰ کیا تھا کہ منشی الٰہی بخش صاحب اور اُن کے دست و بازو منشی عبدالحق صاحب اپنے طومار لا طائل عصائے موسیٰ سے کوئی بڑا اعتراض انتخاب کر کے شائع کریں وہی ہم میں اور اُن میں آخری فیصلہ ہوگا اگر وہی اعتراض پہلے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں کے حق میں پہلے سے وقوع شدہ دکھا دیا تو وہ آئندہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اُس سے لڑنے کی جرأت نہ کریں اور اگر ہم کامیاب نہ ہوئے تو ہم بہت سخت شکست پڑے گی۔ مگر عجیب بات ہے کہ راستی کے دشمن اب تک ایسے ساکت ہیں گویا زبان اُنکے منہ میں نہیں تھی اور قلم اُن کے ہاتھ میں نہ تھا جس جوش سے وہ اُٹھے تھے اور اُسی کا اُبال اُنکی وہ ناپاک کتاب تھی جسنے ابتک ہمارے مبارک کھیت کے حق میں کیا کیا کام دیا ہے اُن کا فرض تھا اور سب سے اوّل اُن کا یہ کام ہونا چاہیے تھا کہ وہ دلیر پہلوان کی طرح میدان میں آتے اور ایک گل سر سبد اعتراض پیش کرتے اور وہ دو فریقوں میں امر فارق ہو جاتا۔ مگر افسوس اُنھوں نے سخت کمزوری اور بزدلی دکھائی۔ اور یہ ہماری تحدی اُنہی کے مقابل نہیں۔ اس کا مخاطب ہر ایک مولوی اور صوفی ہے جو خدا تعالیٰ کے مظہر مسیح کا انکار کرتا ہے۔ غرض بعض آدمی اگر ہمارے سلسلہ کے طاعون سے مر گئے ہیں یا مریں بڑی بے ایمانی یا سادگی اور نا واقفیت ہے کہ اس بات سے خدا کے سلسلہ پر اعتراض کیا جاوے۔ خدا تعالیٰ کے مسیح نے ہر ایک تحریر میں یہی دعویٰ کیا ہے کہ طاعون اُس کے سلسلہ کے حق میں مفید ہوگی اور من حیث اُس کے خدام کی جانب نگران کوئی ہے جو ہماری کسی تحریر سے دکھا سکے کہ کہیں بھی یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ ہماری جماعت سے ایک بھی نہیں مرے گا اپنی طرف سے ایک بات بنا لینی اور پھر اُسے اعتراض کا ہدف بنا لینا پہلے درجہ کی بے ایمانی کا کام ہے۔

اگر ایسا دعویٰ کیا جاتا تو وہی دعوے کی ایک دلیل کافی ہو جاتی اس امر کی کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کے گذشتہ نبیوں کی منہاج پر نہیں کل مامور اور مجاہد اور غازی نبیوں کے بعض اصحاب اعدائے کبیر باکل جماعت کے مقابل اگر شہید نہ ہوئے ہوتے تو ہمارے سلسلہ کو حق پہنچتا تھا کہ ایسا کرتا کہ اُس کا ایک فرد بھی طاعون سے نہ مرے گا۔ یہ طاعون سیف اللہ ہے جو مسیح موعود میں اور اُسکے اعداء میں حکم اور فارق ہو کر آئی ہے۔ اب مسیح موعود کی جماعت میں اور اعداء اللہ میں اس ہیئت میں جنگ ہو رہی ہے۔ ضروری ہے کہ سنتہ اللہ کے موافق ہمارے سپاہیوں سے بھی کچھ لوگ مریں لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ جنگ شروع ہے اور معلوم نہیں اس کا سلسلہ کہاں تک لمبا چلا جاوے۔ اور نادان ناعاقبت اندیش معترض ابھی سے زباں درازی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی حکیم اور زندہ کتاب نے ان ہی مصالح کو مدنظر رکھکر جا بجا سبق دیا ہے کہ العاقبة للمتقین اسکے معنی بجز اسکے اور کیا ہیں کہ درمیانی چشم زخم اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکی جماعت کو بھی لگیں گے مگر انجام کار عدائے قہار و منتقم کی نصرت و تائید اُن ہی کے شامل حال ہوگی اس امر کی تائید میں دوسری جگہ زندہ مبارک کتاب میں لکھا ہے ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله و تلک الایام نداولها بین الناس یعنی اگر تمھیں احد کی لڑائی میں چشم زخم پہونچا ہے تو کوئی جائے شکایت نہیں اس لیے کہ اس سے قبل بدر کے جنگ میں تمھارے دشمنوں کو بھی تو دکھ پہونچا تھا اور ہماری عادت ہے کہ درمیانی موقعوں پر اعداء اللہ اور اولیاء اللہ دونوں فریقوں کو نوبت بنوبت ایسی تکلیفوں کا مزہ چکھا دیتے ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کچھ عرصہ کھینچ اعداء اللہ کو صفحۂ ہستی کرنے کا موقع ملے اور وہ اپنے چال چلیں ہم آخری ہلاکت اور مستاصل ہو جانے کو لیے اپنے ہاتھوں سے پورے سامان طیار کریں۔ پھر ایک اور مقام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان تکونوا تألمون فانهم یألمون کما تألمون وترجون من الله ما لا یرجون یعنی اگر تمہیں کوئی درد پہونچا ہے تو تمہارے دشمنوں کو بھی تو درد پہونچا ہے مگر مابہ الامتیاز تم میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ تم خدا سے وہ بڑی بڑی اُمیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

یہ آیتیں قول فیصل ہیں ہم میں اور ہمارے نکتہ چینوں میں ان آیتوں سے صاف واضح ہو گیا کہ صحابہ کے مرنے پر ایک نے یا بعضوں نے عدم علم یا کمزوری سے اعتراض کیا یا وسوسہ پیش کیا کہ آنحضرت کے صحابہ کیوں مارے جاتے ہیں اُن کے دلکی جنابی سنتہ نے قبل از وقت اس امر کو فرض بالفین کیا ہوگا کہ عذاب الٰہی پوری تمیز کے ساتھ اُنکے اعداء پر محصور و موقوف رہنا چاہیے مگر خدائے حکیم کی غیر متبدل سنتہ نے اُنکے مفروضات کے برخلاف کام کیا۔ اس دلگداز بھیانک نظارہ کو ذرا آنکھوں کے سامنے لاؤ اور دل قابو میں رہ جاوے تو مجھے کہو جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بزرگ اور محبوب چچا اور صادق مرد حضرت حمزہ علیہ السلام خاک و خون میں غلطاں اور بیجان پڑا ہے اور تمام لاشوں میں بلا امتیاز پڑا ہے۔ قریش کی کینہ پرور اور دلیر عورت نے اُسکے کان اور ناک کاٹ کر اور کانوں اور ناکوں کے ساتھ ایک ہار بنا کر گلے میں لٹکایا ہے اور اس گرامی مقتول کی ذلت اور بے عزتی کو اپنے مذہب کی سچائی اور عزت کا قابل فخر نشان سمجھتی ہے اور فخر کی باتوں اور اشاروں سے اپنے حریفوں کو چلاتی ہے اور پھر اس دردانگیز وقت کا تصور کرو جبکہ رحیم کریم ہمدرد انسان یعنی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس بیجان جسم پر کھڑے ہیں اور اُس غم انگیز نظارہ کو دیکھ رہے ہیں اور کس درد بھرے دل سے زبیر کو کہتے ہیں کہ اپنی ماں کو روک دو وہ یہاں نہ آئے وہ اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھکر برداشت نہ کر سکے گی۔ اُس وقت ضرور ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ گذرا ہوگا اور عادۃً بعض نے یہ اعتراض بھی کیا ہوگا کہ خدا کے موعود عذاب میں مامور کے متعلقین بھی تو بلا تفاوت شامل ہوئے ہیں۔ اور کیا یہ بات بھولنے کے قابل ہے جو منافق اُس وقت نکالتے تھے کہ اگر ہمارے بھائی ہماری اُس وقت سُنتے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ملکر ناحق جانیں نہ گنواتے۔

غرض ان ساری باتوں نے متفق ہو کر اپنی گواہی تو صاف صاف دیدی کہ خدا تعالیٰ کی وعید کی پیشگوئیوں کے ظہور کے وقت کافر اور مومن یکساں حصہ لیتے تھے اور اُس وقت بھی کچھ معترض اس قسم کے اعتراض کرتے تھے جیسے اس وقت ہمارے سلسلہ پر کرتے ہیں کہ طاعون سے احمدی کیوں مرتے ہیں۔

ہمیں ہرگز اُمید نہ تھی اور قرآن کریم کی واضح راہوں کے موجود ہونے ہم کیونکر گمان بھی کر سکتے تھے کہ اسلام کا دعویٰ کرنیوالے ہمارے سلسلہ پر اس قسم کا اعتراض کرینگے مگر حق یہ ہے کہ بغض اور حسد انسان کو اندھا کر دیتے ہیں اور ان امراض کے مریض ماموران خدا پر اعتراض کرنیکے سلسلہ اِیجاد ہی اور صبر نہیں کرتے جبتک ایمان کی دولت پوری طرح اُن سے مسلوب نہ ہو جاوے

غور کرو اگرچہ کافر اور مومن یکساں تلوار کی زد کے نیچے آئے مگر انجام کار نے کیا نظارہ دکھایا۔ اس آیت کو پڑھو اور سوچو کہ کس لطف کیفیت اور احساس کو پیش کرتی ہے اور وہ یہ ہے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین یعنی ظالم دشمنوں کی جڑ کٹ گئی اور اُنکے بعد خدا کی حمد یعنی حمد کرنیوالی قوم باقی رہ گئی۔ اُن کثیر بیرون کے مقابل جنکی جڑ کٹ جائے اگر چند آدمی فوت ہو جاویں انکو خوشنسی اُنکے باقیماندہ قوم کے نونہالوں کی آبیاری ہو جاوے تو کیا کہا جائیگا کہ وہ کیوں مر گئے دنیوی فاتحوں اور سلطنتوں کی جنگوں میں بھی خدا کی یہی دیکھی جاتی ہے جس قوم کو آخر کار فتح ملجاوے اور یہی معنی ہیں اُنکے دشمن نامراد ہو جائیں گو اس فاتح قوم کو بھی بالمقابل بہ جانی مالی نقصان پہونچا ہو مگر اُن پر کوئی شماتت اور اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ کیوں اُنکے لوگ بھی مارے گئے۔ ہم صریح دیکھتے ہیں اور خدا نے چاہا تو دنیا کو دکھا دینگے کہ ہندوستان اور پنجاب کی آبادی کو سمجھلو کہ معترضوں کی جماعتوں کا کسقدر حصہ رو بزیرین طاعون کے سبب اور بتحریک سے ہمارے سلسلہ میں داخل رہا ہے خدا کی پیشگوئی کی صداقت کے اظہار کیلیے ہم اس بات پر بصیرت کلمل کر رہے ہیں جو طاعون کے شیوع اور استعمال اور طاعون زدہ مقامات سے ہمارے سلسلہ میں شامل ہونیکی عزت حاصل کر رہے ہیں۔

جب یہ بات صاف ہے کہ طاعون ہمارے شہرکو وہم و گمان سے بڑھکر ترقی دے رہی ہے اور عنقریب خدا کی تائید اُنکی امداد سے لاکھوں تک پہونچ جائیگی تو کسقدر بیتہ کی بات ہے کہ ہم پر یہ اعتراض کیا جاوے کہ فلاں فلاں آدمی ہماری جماعت کا کیوں مرا طاعون کیخاتمہ پر حساب ہونا چاہیے کہ کن ظالموں کی جڑ کٹتی ہے اور کونسی قوم جوش شکر سے لبریز ہو کر الحمد للہ رب العلمین کہتی ہے نادان بد زبان معترضو! ایسی وقت ہے خدا کے نوشتوں کو غور سے پڑھو اور منہاج نبوت پر خدا کی سنت کو سلسلہ کو پرکھو اور وہ باتیں منہ سے نہ نکالو اور وہ تو اپنا دل میں فرق کرنا چاہیے آخرکار تمہارے حصہ میں ندامت اور رسوائی ہے۔ قطع نظر ان مصلحتوں اور حکمتوں کے جو امر بیان ہوئی ہیں اولیاء اللہ میں سے بعض افراد کی ہلاکت اور شہادت سے خدا کی یہ غرض ہوتی ہے کہ دین حقکی باتیں ایمانی اور یقینی رنگ میں جمع رہیں اور اُنکے چہرہ سے سارا اور صاف نقاب نہ اُٹھایا جاوے اس لیے کہ اگر آخر تک ہمارے سلسلہ کا ایک بھی فرد ہلاک نہ ہو اور غیروں پر بھیڑ بکری کی طرح مری پڑے تو زندگی کی لذت ضروری ہے کہ ہر کس و ناکس کو اس سلسلہ کی طرف کشاں کشاں لے آئے اور ایک گونہ اکراہ و اجبار سے لوگ دین الٰہی میں داخل ہوں اور یہ خدا تعالیٰ کے مقاصد و منشاء کے برخلاف ہے وہ دین میں امتحان و ابتلا کا پہلو ضرور قائم رکھتا ہے اس لیے کہ پاک جوہروں اور صافی فطرتوں اور غور و تدبر اور فراست سے حق پا لینے والوں اور مجاہدات سے راستی کے طالبوں میں اور جی کے کچے کُند ذہن لا یعقل بہائم سیرت انسانوں میں فرق کر دے یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں ہر مامور کی راہ میں ابتلا پیش آئے ہیں اور قرآن کریم میں ان امتحانوں کو تمحیص کا موجب قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ آخری کامل نبوت یعنی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کفار کی نگہ میں کوئی موجب ابتلا امر ظاہر نہ ہونے دیتا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ ایک پہلو سے حق کو واضح بھی کر دیا مگر دوسرے پہلو سے مخفی بھی رکھا وہی حال یہاں بھی ہے۔ بعض آدمی ہمارے سلسلہ سے مرے ہیں یا مریں گے اس لیے کہ خدا تعالیٰ کے امتحانوں کا دروازہ کھلا رہے مگر ہماری جماعت کی کثرت اور طاعون سے خصوصاً ہمارا مستفید ہونا سلیم الفطرتوں پر آشکارا کر دے گا کہ حق ہماری جانب ہے اور ہمیشہ سے حق اسی شکل میں جلوہ دکھایا کرتا ہے۔ بالفعل اتنا کافی ہے۔ والسلام

خاکسار عبدالکریم۔

باقی داران وی پی کے وصول کرنے کے لئے طیار رہیں یا خاص وجہ سے مطلع فرمائیں
(ایڈیٹر)

ایک ایسی آہنی دیوار کھڑی کر گئے ہیں کہ ایک بہنگ روسیہ اس کو نہیں پھلانگ سکتا۔

غازی عبدالحمید خان والیٔ دولت عثمانیہ ایک اولو العزم سلطان ہیں اس میں شبہ نہیں جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھے ہیں اپنی علمداری کا بہت سا حصہ روسیوں کی سازش کی نذر کر چکے ہیں۔ اور وہ نہ یارسے کرتے تو کیا کرتے ان کے ہاتھ سلطنت ایسی نیم مردہ حالت میں لگی کہ اس کی زندگی کو لائے پڑے ہوئے تھے جو کچھ ان سے کہا گیا وقتاً فوقتاً طوعاً وکرہاً انہیں کرنا پڑا آخر جب انہوں نے دیکھا کہ روسیوں کی سازشوں سے نجات اس وقت ہوگی کہ ایشیا اور یورپ کو ریلوں کے ذریعہ سے ملا دیا جائے تو امن کی صورت نکل آئیگی۔ سلطان المعظم نے سوچ سکے جو خوبصورتی پیدا کی اندرونی اور بیرونی سازشوں کی وجہ سے خود تو پایہ تخت کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے شہنشاہ جرمنی کو بلا یا وہ ہمارے محبوب خاطر آیا۔ اس سے ریلوے کی متعلق گفتگو ہوئی۔ وہ جب تک کل باتیں طے نہ ہوگئیں روسیوں میں سے کیا گیا جب کمپنی وغیرہ قائم ہوگئی تو روس کھلا پھر کیا تھا روس کے مرچیں لگ گئیں اور ہر کسی کو کہنے لگا کہ یہ کیا غضب ہوا پھر میری دال کیونکر گلے گی اس نے اس ریل کی تعمیر کو روکنے کے لئے مقرر کیا اور سارے میں پریشان مارا مارا پھر گر کامیابی نہ ہوئی۔ اور بغداد ریلوے بھی شروع ہوگئی جو پانچ سال کے عرصہ میں قسطنطنیہ تک پہنچ جائیگی۔ جب زار پریشان ہوکے بیٹھ رہا اور کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس نے اپنے وزیر خارجہ کو بلغاریہ بھیجکے امیر فرڈی نینڈ کو اکسایا کہ یہ وقت ترکوں پر حملہ کرنیکا بہت اچھا ہے۔ اور اس کے بعد مقدونیہ میں غدر کرا دیا۔ ادھر بلغاریہ ترکوں سے جنگ کرنیکے لئے تل گیا اور عام طور پر یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بلغاریہ کے پیچھے روسیہ چھپا ہوا ہے یہ خیال غلط نہ تھا ترکوں نے بھی مجبوراً جنگ کی تیاری کرلی تھی یہاں یہ سامان ہو رہا تھا اور وہاں روسیہ کی قسمت اس پر زہر خند کر رہی تھی کہ یکایک جاپانی بیڑے نے آدھی رات کو بندر آرتھر پر حملہ کر کے روسیہ کے تمام منصوبوں پر خاک ڈالدی۔ انا جعلنا الیہ راجعون اب اسے اپنی جان کے لینے دینے پڑ گئے ہیں۔ نہ بغداد ریلوے کی مخالفت کا ہوش رہا اور نہ بلغاریہ کی حمایت اور نہ مقدونیہ کے مفسدوں کی بارود خشک کرانے کا یہ خیال کچھ بھی نہیں۔ اس کا جہازی بیڑہ بالکل غارت ہو چکا ہے اور اگر کچھ ٹوٹے پھوٹے روسی جہاز موجود ہیں تو وہ عنقریب غرق ہو جائیں گے۔ بغداد ریلوے خوب دھڑلے سے بن رہی ہے۔ بلغاریہ مائل باشتی نظر آتا ہے۔ کیونکہ جس کھونٹے پر وہ کودتا تھا وہ کھونٹا ہی اکھڑ گیا ہے کیا خدا کی شان ہے

چہ چاہا ہے کرتا ہے جو چاہیگا کرے گا
یہ بات حکومت کی اسی کو ہی سزا ہے
سوچئے صاحبو یہ عجیب بات ہوئی کہ کل سلطنت
قائم چالیس لاکھ چار ہزار فوج موجود مگر ہوا ایسی بگڑی

کر سپرد کیا جسے کہ ہنگ ... اور چین وین ایشیا میں آگیا اور کل سلطنت کی بنیادیں چرچرا گئیں۔ دیکھئے آئندہ کیا منظر ہے۔ غیب کا حال کوئی نہیں جانتا۔ فی الحال یہ بات تو ضرور ہوئی کہ مسلمانوں کا پیچھا بہت دن تک روس سے چھوٹ گیا۔ آگے جو کچھ ہوگا وہ دیکھا جائیگا۔ اب تو روسیہ کو اپنی ٹوپی سنبھالنی مشکل پڑ گئی ہے۔ (کرزن گزٹ)

اسلام اور نسب

بعد از بعثت یہ امر ہمیشہ مرکوز خاطر اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) رہا کہ تمام عرب فقط قوم کے صحیح مفہوم میں ایک نیشن ہو جائے۔ مگر غرور نسب جو عربوں کی جبلت میں داخل تھا۔ ایک مضبوط اور دشوار گذار روک قومیت کے راستے میں حائل تھی جبتک یہ روک تمام دور نہ کیا جائے کامل امتزاج نہیں ہو سکتا تھا۔ سب سے زیادہ یہی غرور کا مرض قریش میں تھا۔ اس مرض اخلاقی کے دفعیہ کیواسطے جناب والا نے اپنے خاندان میں زید کا نکاح کرو یا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ کا عملی ثبوت دینے کیلئے جب سنہ ہجری میں مختلف ممالک میں قاصد روانہ کئے گئے تھے تو اسلامی ایلچی کو قوم غسان نے (جو عراق عجم میں رہتی اور عرصہ سے عیسائی ہوگئی تھی) مار ڈالا ان کی سرکوبی کیواسطے جو لشکر مہاجرین و انصار کا بھیجا گیا۔ اُن کا سپہ سالار زید بن حارث تھا۔ زید لڑائی میں شہید ہوا۔ جب سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا اور سلسلہ مہاجرت ختم ہوگیا کیونکہ عرب کا کوئی حصہ دار الحرب نہ رہا تھا اور سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے بعد قریباً تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ اب دوبارہ قوم غسان پر فوج کشی کا اعلان کیا گیا۔ اسامہ بن زید اس لشکر کا جو تمام قبائل عرب سے تیار کیا گیا تھا۔ افسر مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسامہ کے ماتحت کئے گئے۔ یہ لشکر بوجہ علالت پیغمبر خدا ان کی زندگی میں روانہ نہ ہو سکا۔ بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے روانہ فرمایا اور خود پیادہ دو تین میل تک اسامہ کے ہمرکاب گئے۔ اسمیں حکمت یہ تھی کہ اسامہ اپنے باپ کا انتقام لینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیگا اور نیز یہ کہ تمام اہل عرب پر واضح ہو جائے کہ نسب فی الحقیقت خدا کے نزدیک کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس پر بیجا فخر و ناز کیا جائے۔ زید کی سپہ سالاری کیں مہاجرین و انصار کو جتلایا۔ اور اسامہ کے افسر مقرر کرنے سے تمام عرب کو اس کا عملی ثبوت دیا کہ غلام اور غلام زادہ امیر زادہ کے برابر بلکہ بڑھکر ہے۔

یہ ہے اعلیٰ تعلیم اور یہ ہے اس کا عملی ثبوت۔ جسقدر زیادہ سمجھیں سوچیں غور کریں۔ اسی قدر ہماری عقیدت ذات اقدس سے بڑھتی جاتی ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

تمام وہی و خیالی کبر و نخوت جو عقاید باطلہ اور اوہام فاسدہ نے پیدا کر رکھے تھے۔ بتدریج دور کر دیئے تھے۔ جو اصول بیان فرمائے ان کا اپنے طریق عمل سے ثبوت دیا۔ جہان سوز منافرت کے بجائے عالمگیر اخوت (المؤمنون اخوۃ) قائم کی۔ اور آخر کار حیرت انگیز تاریخی واقعہ بیان کر کے اعمال صالحہ کو معیار شرافت قرار دیا۔

قَالَ یٰنُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ

حضرت نوحؑ نے فریاد کی کہ بار الٰہا تیرا وعدہ میرے اہل و عیال کو بچانے کا ہے میرے بیٹے کو غرق ہونے سے بچا۔ ارشاد ہوا کہ وہ تیرا بیٹا نہیں اور تیرے عیال میں داخل ہے کیونکہ اس کے اچھے عمل نہیں۔

چو کنعان را طبیعت بے ہنر بود
پیمبر زادگی قدرش نیفزود

انسانیت کی خالص سونے پر جو صدیوں سے ملمع چڑھا ہوا تھا اخلاق فاضلہ کی کٹھالی میں تپایا۔ اور آخر کار خالص سونے کو الگ کر دیا یہی وہ تعلیم جس سے حضرت علیؓ متاثر ہوکر یوں فرماتے ہیں۔

انا ابن لنفسی کنیتی ادبی
او کان من عجم او من العرب
ان الفتی من قال ها انا ذا
لیس الفتی من قال کان ابی

مختصر یہ کہ جب وہ عوارض جو انسان کی غلط کاریوں نے پیدا کر رکھے تھے اسلامی تعلیم کی برکت سے دور ہو گئے۔ تو جوہر انسانیت نے اپنا خوشنما چہرہ دکھایا۔ اور ملک کے اس سرے سے اس سرے تک عالمگیر اخوت قائم ہوگئی۔ کہاں وہ زمانہ تھا کہ بھائی بھائی کا دشمن اور کہاں یہ وقت کہ تمام ملک و قوم یک جان و دو قالب ہے اور عرب کے ہر ایک گوشہ سے یہ صدا آرہی ہے۔

آفتاب یک و یار دگو ہر یک سعد نیم
آشنا یا نیم باہم ہیچکس بیگانہ نیست

وائے بر حال ما۔ یہ اعلیٰ تعلیم اور یہ استخوان فروشی۔ فاعتبروا الخ۔
(خاکسار الف الدین) (وکیل)

مدرسۃ القادیان و بربرا افریقیا

لما کان نمایۃ امرنا و قصوی شاننا معذا اعلاء کلمۃ الاسلام و تائید الدین و مما نحسبنا انہ ینفعنا فی ذالک ہو مدرسۃ القادیان رجائنا بانہ عسی ان تدب فی نفوس اولادنا روح الحیات مرۃ اخری فہؤلاء الاولاد الذین یتعلمون یرضعون الآن وھم صغار لبان العلوم الدینیۃ و نرجوا من اللہ انہم ھم الذین سیصیرون رجال المستقبل و سیکون منہم العالم والواعظ والمتعظ ومتی استظہروا العلوم ومارسوہا فعلا اتوا بالاعمال المفیدۃ للاسلام والمسلمین وکان ذلک الامر الذی حمل المسیح ابن المریم الموعود علیہ السلام علی ان حرض المؤمنین علی انفاقہم اموالہم فی ہذا السبیل ابتغاء لمرضات اللہ فنشکر اللہ تعالی علی ان القوم قاموا خاضعین اعناقہم لامر الامام فبذلوا اموالہم وجاہدوا بانفسہم ولا ینسا نذکر الاخینا السید الدکتور جلال الدین الذی حملتہ الحمیۃ الاسلامیۃ علی ان احض کلمۃ اہل البربرۃ وحثہ وجہتم فسلکوا کلہم مسالک الصلحاء وقدموا الدین علی الدنیا فارسلوا من اموالہم لمدرستنا ہذا بما تطہرت بہ قلوبہم من حب المال وانتفعت المدرسۃ بنذوراتہم وخیرات ارضہم ونخص بالذکر الرجل الکبیر بابو ہری چند ومن معہ من اہل الہنود بما ظہرت منہم ہذہ السجیۃ الفاضلۃ مع کونہم من غیرنا ونخص بالذکر۔ اخانا محمد قدار۔ واخانا احمد محمد لبیب واخانا حاجی لالجی ومحمد یوسف عیسی وعاون حسن وعبد الحمید وغیرھم الذین قاموا لنصرت الدین القویم۔ فنسئل اللہ لنا ولہم العافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ۔

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی — ز دارا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عام سے — خواص و معاونین سے — ہندوستان سے باہر — غیر مذاہب والوں سے — اپنے سلسلہ کے غریب مستطیع لوگوں سے

جلد ۸ — دار الامان قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء — نمبر ۱۱

کلماتِ طیبات یا ملفوظات احمدیہ

(علیہ السلام والتحیۃ)

گذشتہ اشاعت سے آگے

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی سچی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس طبقہ اور قسم کے لوگ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ دوسری قسم انسانوں کی وہ ہے جو دنیا کی خواہشوں پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور اور مہجور ہیں ان کے سارے اغراض و مقاصد کا منتہیٰ اور انجام دنیا پر ختم ہو جاتا ہے وہ کبھی خیال بھی نہیں کرتے کہ انکو اس فانی دنیا سے ایک دن قطع تعلق کرنا ہوگا اور مر کر یہ سب کچھ یہاں چھوڑ جانا ہے اور پھر خدا تعالیٰ سے معاملہ ہوگا۔ وہ دنیا اور اُسکے دھندوں میں کچھ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ کچھ سوچتا ہی نہیں ... بہت ہی بد قسمت گروہ ہے اور اکثر حصہ ... مبتلا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء و رسل اور آئمہ کے آنے سے کیا غرض ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں اس لیے نہیں آتے کہ انکو اپنی پوجا کرانی ہوتی ہے وہ تو ایک خدا کی عبادت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اسی مطلب کے لیے آتے ہیں۔ اور اس واسطے کہ لوگ اُن کے کامل نمونہ پر عمل کریں اور ان جیسے بننے کی کوشش کریں اور ایسی اتباع کریں کہ گویا وہی ہو جائیں مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ ان کے آنے کے اصل مقصد کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو خدا سمجھ لیتے ہیں اس سے وہ آئمہ اور رسل خوش نہیں ہو سکتے کہ لوگ ان کی اس قدر عزت کرتے ہیں کبھی نہیں وہ اسکو کوئی خوشی کا باعث قرار نہیں دیتے ان کی اصل خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ لوگ اُن کی اتباع کریں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں کہ سچے خدا کی عبادت کرو اور توحید پر قائم ہو جاؤ اسپر قائم ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

یعنی اے رسول ان کو کہدو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس اتباع کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا طریق یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کی جاوے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی اور جو خدا تعالیٰ کے راستباز اور صادق بندے ہوتے ہیں وہ دنیا میں ایک نمونہ ہو کر آتے ہیں جو شخص اس نمونہ کے موافق چلنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن انکو سجدہ کرنے اور حاجت روا قرار دینے کو طیار ہو جاتا ہے وہ کبھی خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہے۔ بلکہ وہ دیکھ لیگا کہ مرنے کے بعد وہ امام اُس سے بیزار ہوگا۔ ایسا ہی جو لوگ حضرت علی یا حضرت امام حسین کے درجہ کو بہت بڑھاتے ہیں گویا اُن کی پرستش کرتے ہیں وہ امام حسین کے متبعین میں نہیں ہیں اور ان سے امام حسین خوش نہیں ہو سکتے۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ پیروی کے لیے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ بدون پیروی کچھ بھی نہیں۔

میں ایک دم میں کیا سناؤں جو خیالات سالہا سال کے دل میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہ دفعۃً دور نہیں ہو سکتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے تو وہ قادر ہے کہ فی الفور تبدیلی کر دے۔ خدا کی توفیق سے پرانے غلط خیالات کو چھوڑنا بہت سہل ہو جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ جھوٹا نہیں ہے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور اُس کی تائید میرے ساتھ ہے اگر میں اُس کی طرف سے مامور نہ ہوتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا اور میری ہلاکت ہی میرے کذب کی دلیل ٹھہر جاتی۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ میری تھوڑی مخالفت نہیں ہوئی ہر طرف سے ہر مذہب والے نے میری مخالفت میں حصہ لیا اور بہت بڑا حصہ لیا۔ ہر قسم کے مشکلات اور روکیں میری راہ میں ڈالی جاتی ہیں اور ڈالی گئی ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے ان مشکلات سے صاف نکالا ہے اور ان روکوں کو دور کر کے وہ ایک جہان کو میری طرف لا رہا ہے اسی وعدہ کے موافق جو براہین احمدیہ میں کیا گیا تھا۔ اسپر بھی میں کہتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ اگر ان مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی میں کامیاب ہو گیا تو میری سچائی میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ مشکلات اور روکیں صرف میری ہی راہ میں نہیں ڈالی گئیں بلکہ شروع سے سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جب کوئی راستباز اور خدا تعالیٰ کا مامور و مرسل دنیا میں آتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے اسکی ہنسی کیجاتی ہے اُسے قسم قسم کے دکھ دیے جاتے ہیں۔ مگر آخر وہ غالب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام روکوں کو خود اُٹھا دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس قسم کے مشکلات پیش آئے ابن جریر نے ایک نہایت ہی دردناک واقعہ لکھا ہے کہ جب آنحضرۃ نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تو قوم کے چند اور لوگ بھڑکے اور مخالفت کیواسطے اُٹھے اُنھوں نے یہ تجویز کی کہ ابو طالب کے پاس جا کر شکایت کریں چنانچہ ابو طالب کے پاس یہ لوگ گئے کہ تیرا بھتیجا ہمارے بتوں اور معبودوں کو بُرا کہتا ہے اسکو روکنا چاہیے چونکہ ایک بڑی جماعت یہ شکایت لیکر گئی تھی اسلیے ابو طالب نے آنحضرت کو بلایا تاکہ اُن کے سامنے آپ سے دریافت کریں جہاں یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ ایک چھوٹا دالان تھا اور ابو طالب کے پاس صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ باقی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ چچا کے پاس بیٹھ جائیں مگر ابوجہل نے یہ دیکھکر کہ آپ یہاں آکر بیٹھیں گے شرارت کی اور اپنی جگہ سے کود کر وہاں جا بیٹھا تاکہ جگہ نہ رہے اور سب نے ملکر ایسی شرارت کی کہ آپ کے بیٹھنے کو کوئی جگہ نہ رکھی آخر آپ دروازہ ہی میں بیٹھ گئے اس دردناک واقعہ سے انکی کیسی شرارت اور کم ظرفی ثابت ہوتی ہے۔ غرض جب آپ بیٹھ گئے تو ابو طالب نے کہا کہ اے میرے بھتیجے تو جانتا ہے کہ میں نے تجھکو کسواسطے بلایا ہے۔ مکہ کے رئیس کہتے ہیں کہ تو ان کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے آنحضرت نے فرمایا اے چچا میں تو انکو ایک بات کہتا ہوں کہ اگر تم یہ ایک بات مان لو تو عرب اور عجم سب تمہارا ہو جاوے گا۔ انھوں نے کہا کہ وہ کونسی ایک بات ہے تب آپ نے فرمایا کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**

جب اُنھوں نے یہ کلمہ سنا تو سب کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور بھڑک اُٹھے اور مکان سے نکل گئے اور پھر آپ کی راہ میں بڑی روکیں اور مشکلات ڈالی گئیں۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے خدا کے راستبازوں اور ماموروں کے مقابلہ میں ہر قسم کی کوششیں انکو کمزور کرنے کے لیے کی جاتی ہیں لیکن خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ساری کوششیں خاک میں ملجاتی ہیں۔ ایسے موقع پر بعض شریف الطبع اور سعید لوگ بھی ہوتے ہیں جو کہدیتے ہیں

ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم

صادق کا **صدق** خود اُس کے لیے زبردست ثبوت اور دلیل ہوتا ہے اور کاذب کا کذب ہی اسکو ہلاک کر دیتا ہے پس ان لوگوں کو میری مخالفت سے پہلے کم از کم اتنا ہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں یہ ایک راہ راست ازلی شناخت کی رکھی ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا اس کے سوا اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدہ دیا ہے **وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ** کہ میں تیری جماعت اور تیرے گروہ کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا اور اُن میں ترقی اور عروج دوں گا۔ میں اس بات کا کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں بخوبی جانتا ہوں کہ ایکوقت آنیوالا ہے کہ **ملوک ملکدار تاجر** اور ہر قسم کے معزز لوگ یہی ہوں گے لوگوں کے نزدیک یہ انہونی بات ہے مگر میں یقینا جانتا ہوں یہی ہوگا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلکہ مجھے وہ بادشاہ دکھلائے بھی گئے ہیں جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ جو اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔ اب اسوقت کوئی اسکو باور نہیں کر سکتا لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسا ہوگا۔ جب آنحضرتؐ نے کہا تھا کہ دین و دنیا ہمیں ہی آجائیں گے اسوقت کسکو خیال ہو سکتا تھا کیونکہ اتنے آدمی صرف آپکے ساتھ تھے جو ایک چھوٹے حجرہ میں آجاتے تھے اور لوگ ایسی باتوں کو سنکر اور گھر جا کر استہزا کرتے تھے کہ گھر سے باہر نکلنے کا موقع نہیں ملتا اور یہ دعوے ہیں۔ آخر سبکو معلوم ہو گیا کہ جو فرمایا تھا وہ سچ تھا۔ مامور اپنی ابتدائی حالت میں ہلال کی طرح ہوتا ہے ہر ایک شخص اسکو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جو تیز نظر ہوتے ہیں وہ دیکھ لیتے ہیں اسی طرح پر سعید الفطرت مومن مامور کو اسکی ابتدائی حالت میں جبکہ وہ ابھی مخفی رہتا ہے شناخت کر لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے پہلے ماننے والوں کا نام سابقین رکھا ہے لیکن جب بہت سی مسلمان قوم در فوج اسلام میں داخل ہوئے تو انکا نام صرف ناس رکھا گیا جیسے فرمایا **اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔**

حقیقت یہی ہے کہ جب حق کھلجاتا ہے پھر انکار کی گنجائش نہیں رہتی جیسے جب دن چڑھا ہوتا ہے تو پھر بجز شپرک کے کون انکار کریگا۔

اصل بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جنپر حق کھل جاتا ہے مگر دنیا کے تعلقات اور مجبوریوں کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں اور اس حق سے محروم رہتے ہیں پس ہمیشہ خدا سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ ان ظلمتوں سے بچاتا رہے اور قبول حق کے لیے کوئی روک اُس کے واسطے نہ ہو۔

نواب صاحب۔ آپ میرے لیے ایمان کی دعا کریں دنیا سے تو آخر ایک دن مر ہی جانا ہے۔

حضرت اقدس۔ اچھا میں تو دعا کروں گا مگر آپ کو بھی ان آداب اور شرائط کا لحاظ رکھنا چاہیے جو دعا کے واسطے ضروری ہیں + میرے دعا کرنے سے کیا ہوگا جب آپ توجہ نہ کریں بیمار کو چاہیے کہ طبیب کی ہدایتوں اور پرہیز پر بھی تو عمل کرے پس دعا کرانے کے واسطے ضروری ہے کہ آدمی خود اپنی اصلاح بھی کرے۔

مشیر اعلیٰ۔ کیا جناب کو یہ بھی اطلاع دیگئی ہے کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی

حضرت اقدس۔ ہاں عمر کے متعلق مجھے الہاماً یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اسّی کے قریب ہوگی اور حال میں ایک رویا کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۵ سال اور بڑھانے کے واسطے دعا کی ہے

(اسپر حضرت اقدس نے رویا سنایا جو پہلے الحکم میں درج ہو چکا۔ ایڈیٹر۔)

مشیر اعلیٰ۔ اب جناب کی عمر کیا ہوگی۔

حضرت اقدس ۶۵ یا ۶۶ سال۔

جب ایک عقیدہ پرانا ہو جاتا ہے اور دیر سے انسان اُسپر رہتا ہے تو پھر اسے اُسکے چھوڑنے میں بڑی مشکلات پیش آتے ہیں وہ اُسکے خلاف نہیں سُن سکتا بلکہ خلاف سُننے پر وہ خون تک کرنے کو طیار ہو جاتا ہے کیونکہ پرانی عادت طبیعت کے رنگ میں ہو جاتی ہے اسلیے میں جو کچھ کہتا ہوں اُسکی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک جھوٹے خیال کو یہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے

مشیر اعلیٰ - اصل میں یہ کام جو آپ کر رہے ہیں یہ بھی عظیم الشان

حضرت اقدس - یہ میرا کام نہیں ہے یہ تو **خلافت الٰہی** ہے جو میری مخالفت کرتا ہے وہ میری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے + اس وقت مسلمانوں کی اخلاقی اور عملی حالت بہت خراب ہو چکی ہے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس فسق و فجور کی آگ سے ایک جماعت کو بچاوے اور **مخلص اور متقی** گروہ میں شامل کرے۔

یہ انقلاب عظیم الشان جو مسلمانوں کی حالت میں ہونے والا ہے اگر یہ انقلاب ہوا تو سمجھلو کہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ جھوٹا ٹھیرے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام کو کوئی روک نہیں سکتا

مسیح موعود جو نام رکھا ہے اور یکسر الصلیب اسکا کام مقرر فرمایا ہے یہ اسلیے ہے کہ عیسائیت کا زمانہ ہوگا اور عیسائیت نے اسلام کو بہت نقصان پہونچایا ہوگا - چنانچہ اب دیکھلو کہ تیس لاکھ کے قریب آدمی مرتد ہو چکے ہیں اور پھر ان مرتدین میں - شیخ - سید - مغل - پٹھان - ہر قوم ہر طبقہ کے لوگ ہیں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی ہیں اور بچے بھی ہیں -

کوئی شہر نہیں جہاں ان کی چھاؤنی نہ ہو - اور انھوں نے اپنا سکہ نہ جمایا ہو - یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ حقیقی خدا کو چھوڑ کر ایک بناوٹی اور مصنوعی خدا بنایا جاوے اور اسکی پرستش ہو پھر یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور افضل الرسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیگئیں - آپ کی شان پاک میں ہر قسم کی گستاخیاں اور ہرزہ گوئیاں روا رکھی گئیں جنکو سنکر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے اور کوئی نیک انسان انکو سن ہی نہیں سکتا -

جب ہم ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو خدا تعالیٰ کی غیرت کب روا رکھ سکتی ہے کہ یہ گالیاں اسی طرح بڑھتی جائیں اور اسلام کی دستگیری اور نصرت نہ ہو -

حالانکہ اس نے آپ وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ - یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ زمانہ کی یہ حالت ہو اور اللہ تعالیٰ باوجود اس وعدہ کے پھر خاموش رہے - بیباک اور [illegible] عیسائی قرآن شریف کی یہانتک بے ادبی کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ استنجے کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قسم قسم کے افترا باندھتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں - اور وہ لوگ ان میں زیادہ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جنم لیا اور مسلمانوں کے گھروں میں پرورش پائی اور پھر مرتد ہو کر اسلام کی پاک تعلیم پر ٹھٹھا کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے - یہ حالت بیرونی خطرہ اسلام کی ہو رہی ہے اور ہر طرف سے اسپر تیر اندازی ہو رہی ہے

ایڈیٹر - ولنعم ماقیل

تیر بر معصوم مبار و خبیث بدگہر
آسمان زمی سزد گر سنگ بارد بر زمیں
ایں زمانے آنچناں آمد کہ ہر ان الجہول
از سفاہت می کند تکذیب اہل دین متیں

تو کیا یہ وقت خدا تعالیٰ کی غیرت کو جو وہ اپنے پاک رسول کے لیے (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھتا ہے جوش میں لانے والا نہ تھا؟ اسکی غیرت نے جوش مارا اور

مجھے مامور کیا اس وعدہ کے موافق جو اُسنے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں کیا تھا

(باقی آئندہ)

نصیحت بعد البیعت

۴ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کی شام کو اعلیحضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر چند احباب نے بیعت کی - جسپر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی - ایڈیٹر -

عمل و استقلال مطلوب ہے

تم لوگوں نے اسوقت جو بیعت کی ہے اس کا زبان سے کہدینا اور اقرار کرلینا تو بہت ہی آسان ہے مگر اس اقرار بیعت کا نباہنا اور اسپر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ نفس اور شیطان انسان کو دین سے لاپرواہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ دنیا اور اسکے فوائد کو آسان اور قریب دکھلاتے ہیں لیکن قیامت کے معاملہ کو دور دکھاتا ہے جس سے انسان سخت دل ہوجاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر بنجاتا ہے - اسلیے یہ بہت ہی ضروری امر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو جہاں تک کوشش ہوسکے ساری ہمت اور توجہ سے اس اقرار کو نباہنا چاہیے - اور گناہوں سے بچنے کے لیے کوشش کرتے رہو -

گناہ کیا ہے

گناہ کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ کے خلاف مرضی کرنا - اور ان ہدایتوں کو جو اپنے پیغمبروں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دی ہیں توڑنا اور دلیری سے ان ہدایتوں کی مخالفت کرنا یہ گناہ ہے - جبکہ ایک بندہ کو خدا تعالیٰ کی ہدایتوں کا علم دیا جاوے اور اسکو سمجھا دیا جاوے پھر اگر وہ ان ہدایتوں کو توڑتا اور شوخی اور شرارت سے گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتا ہے اور اس ناراضگی کا یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ وہ مرنے کے بعد دوزخ میں پڑیگا بلکہ اسی دنیا میں بھی اسکو طرح طرح کے عذاب آتے اور ذلت اٹھانی پڑتی ہے - دنیاوی حکام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ایک قانون مشتہر کر دیتے ہیں اور پھر اگر کوئی ان کے حکم کو توڑتا اور خلاف ورزی کرتا ہے تو پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے لیکن دنیوی حکام کے عذاب سے اور ان کے قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی سزا سے آدمی کسی دوسری عملداری میں بھاگ کر بچ بھی سکتا ہے اور اسطرح بچاؤ کر سکتا ہے

مثلاً اگر انگریزی عملداری میں کوئی خلاف ورزی کی ہے تو وہ فرانس یا کابل کی عملداری میں بھاگ جانے سے بچ سکتا ہے - لیکن خدا تعالیٰ کے احکام و ہدایات کی خلاف ورزی کر کے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ زمین و آسمان جو نظر آتا ہے یہ تو اُسی کا ہے - اور کوئی اور زمین و آسمان کسی اور کا کہیں نہیں ہے جہاں تمکو پناہ ملجاوے - اسواسطے یہ بہت ضروری امر ہے کہ انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اسکی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو کیونکہ گناہ بہت ہی بری شے ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور گناہ پر دلیری کرتا ہے تو پھر عادت اللہ اسطرح پر جاری ہے کہ اس جرات و دلیری پر خدا تعالیٰ کا غضب آتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی -

دکھ کی دو قسمیں

دنیا میں دو قسم کے دکھ ہوتے ہیں بعض دکھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں تسلی دیجاتی ہے اور صبر کی توفیق ملتی ہے - فرشتے سکینت کے ساتھ اُترتے ہیں اس قسم کے دکھ نبیوں اور راستبازوں کو بھی ملتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور ابتلا آتے ہیں جیسا کہ اُس نے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ الآیہ میں فرمایا ہے - ان دکھوں کا انجام راحت ہوتا ہے اور درمیان میں بھی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ خدا کی طرف سے صبر اور سکینت انکو دیجاتی ہے - مگر دوسری قسم دکھ کی وہ ہے جس میں یہی نہیں کہ دکھ ہوتا ہے بلکہ اس میں صبر و ثبات کھویا جاتا ہے اس میں نہ انسان مرتا ہے نہ جیتا ہے اور سخت مصیبت اور بلا میں ہوتا ہے یہ شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ اور اس قسم کے دکھوں سے بچنے کا یہی طریق اور علاج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس زندگی میں شیطان اس کی تاک میں لگا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اسکو خدا سے دور پھینک دے اور نفس اسکو دھوکا دیتا رہتا ہے کہ ابھی بہت عرصہ تک زندہ رہنا ہے - لیکن یہ بڑی بھاری غلطی ہے اگر انسان اس دھوکے میں آکر خدا تعالیٰ سے دور جا پڑے اور نیکیوں سے دستکش ہو جاوے - موت ہر وقت قریب ہے - اور یہی زندگی دار العمل ہے مرنے کے ساتھ ہی عمل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے - اور جسوقت یہ زندگی کے دم پورے ہو کر پھر کوئی قدرت اور توفیق کسی عمل کی نہیں ملتی - خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو مگر خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے کوئی عمل نہیں کر سکو گے - اور ان گناہوں کی تلافی کا وقت جاتا رہیگا - اور اس بد عملی کا نتیجہ آخر بھگتنا پڑے گا -

کون خوش قسمت ہے

خوش قسمت وہ شخص نہیں ہے جسکو دنیا کی دولت ملے اور وہ اس دولت کے ذریعہ ہزاروں آفتوں اور مصیبتوں کا مورد بنجاوے - بلکہ خوش قسمت وہ ہے جسکو ایمان کی دولت ملے اور وہ خدا کی ناراضگی اور غضب سے ڈرتا رہے اور ہمیشہ اپنے آپکو نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتا رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی رضامندی وہ اسطرح حاصل کریگا - مگر یاد رکھو کہ یہ بات یونہی حاصل نہیں ہو سکتی اسکے لیے ضروری ہے کہ تم نمازوں میں دعائیں کرو - کہ خدا تعالیٰ تم سے راضی ہو جاوے اور وہ تمھیں توفیق اور قوت عطا فرماوے کہ تم گناہ آلود زندگی سے بچ جاؤ - کیونکہ گناہوں سے بچنا اسوقت تک ممکن نہیں جبتک اسکی توفیق شامل حال نہ ہو اور اُسکا فضل عطا نہ ہو - اور یہ توفیق اور فضل دعا سے ملتا ہے - اس واسطے نمازوں میں دعا کرتے رہو کہ اے اللہ ہمکو ان تمام کاموں سے بچا جو گناہ کہلاتے ہیں اور جو تیری مرضی اور ہدایتوں کے خلاف ہیں بچا اور ہر قسم کے دکھ اور مصیبت اور بلا سے جو ان گناہوں کا نتیجہ ہے بچا اور سچے ایمان پر قائم رکھ آمین - کیونکہ انسان جس چیز کی تلاش کرتا ہے وہ اُسکو ملتی ہے اور جس سے لاپرواہی کرتا ہے اس سے محروم رہتا ہے جوئندہ یابندہ مثل مشہور ہے - مگر جو گناہ کی فکر نہیں کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہیں وہ پاک نہیں ہو سکتے گناہوں سے وہی پاک ہوتے ہیں جنکو یہ فکر لگی رہتی ہے -

[illegible]

بہت سے آدمی اس دنیا میں ایسے ہیں کہ انکی زندگی ایک اندھے آدمی کی سی ہے - کیونکہ وہ اس بات پر کوئی اطلاع ہی نہیں رکھتے کہ وہ گناہ کرتے ہیں یا گناہ کسے کہتے ہیں عوام تو عوام بہت سے عالم و فاضل لوگوں کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ گناہ کر رہے ہیں حالانکہ وہ بعض گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں گناہوں کا علم جب تک نہ ہو اور پھر انسان ان سے بچنے کی فکر نہ کرے تو اس زندگی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو خواہ سو برس کی عمر بھی کیوں نہ ہو جاوے - لیکن جب انسان گناہ پر اطلاع پالے اور اُن سے بچے تو وہ زندگی مفید زندگی ہوتی ہے مگر یہ ممکن نہیں ہے جبتک انسان محاسبہ نہ کرے اپنے حالات اور اخلاق کو ٹٹولتا رہے کیونکہ بہت سے گناہ اخلاقی ہوتے ہیں جیسے غصہ - غضب - کینہ - جوش - ریا - تکبر - حسد - عجب - یہ سب بداخلاقیاں ہیں جو انسان کو جہنم تک پہنچا دیتی ہیں انھیں میں سے ایک گناہ جس کا نام تکبر ہے شیطان نے کیا تھا یہ بھی ایک بدخلقی ہی تھی جیسے لکھا ہے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اور پھر اسکا نتیجہ کیا ہوا وہ مردود خلائق ٹھیرا اور ہمیشہ کے لیے لعنتی ہوا - مگر یاد رکھو کہ یہ تکبر صرف شیطان ہی میں نہیں ہے بلکہ بہت سے ہیں جو اپنے غریب بھائیوں پر تکبر کرتے ہیں اور اسطرح پر بہت سی نیکیوں سے محروم رہ جاتے ہیں اور یہ تکبر کئی طرح پر ہوتا ہے کبھی دولت کے سبب سے کبھی علم کے سبب سے اور کبھی حسن کے سبب سے کبھی نسب کے سبب سے غرض مختلف صورتوں سے تکبر کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ وہی محرومی ہے - اور اسی طرح پر بہت سے بدخلق ہوتے ہیں جن کا انسان کو کوئی علم نہیں ہوتا - اسلیے کہ وہ کبھی اسپر غور نہیں کرتا اور نہ فکر کرتا ہے -

باقی صفحہ ۱۰ پر دیکھو

بقیہ مضمون صفحہ ۳

منجملہ بداخلاقیوں میں سے ایک غُصّہ بھی ہے جب انسان اس بداخلاقی میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ دیکھے کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچ جاتی ہے وہ ایک دیوانہ کی طرح ہوتا ہے۔ اُس وقت جو اُس کے مُنہ میں آتا ہے کہہ گذرتا ہے اور گالی وغیرہ کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ اب دیکھو کہ اس ایک بداخلاقی کے نتائج کیسے خطرناک ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسا ہی ایک حسد ہے کہ انسان کسی کی حالت یا مال و دولت کو دیکھکر کُڑھتا اور جلتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ اُسکے پاس نہ رہے اس سے بجز اس کے کہ وہ اپنی اخلاقی قوتوں کا خون کرتا ہے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ پھر ایک بداخلاقی بُخل کی ہے باوجودیکہ خداتعالیٰ نے اسکو مقدرت دی ہے مگر یہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔ ہمسایہ خواہ ننگا ہو بھوکا ہو مگر اسکو اسپر رحم نہیں آتا۔ مسلمانوں کے حقوق کی پروا نہیں کرتا وہ بجز اس کے کہ دنیا میں مال و دولت جمع کرتا رہے اور کوئی کام دوسروں کی ہمدردی اور آرام کے لیے نہیں رکھتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا اور کوشش کرتا تو اپنے قوی اور دولت سے دوسروں کو فائدہ پہونچا سکتا تھا مگر وہ اسبات کی فکر نہیں کرتا غرضیکہ طرح طرح کے گناہ ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ یہ تو موٹے موٹے گناہ ہیں جنکو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ پھر زنا۔ چوری۔ خون وغیرہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں۔ اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا چاہیئے۔

گناہوں سے بچنا یہ تو ادنیٰ سی بات ہے اسلیے انسان کو چاہیئے کہ گناہوں سے بچکر نیکی کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرے + جب وہ گناہوں سے بچے گا اور خدا کی عبادت کرے گا تو اسکا دل برکت سے بھر جاوے گا۔ اور یہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ دیکھو اگر کسی کپڑے کو پاخانہ لگا ہو تو اس کو صرف دھو ڈالنا ہی کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ اسے چاہیئے کہ پہلے اسے خوب صابن سے ہی دھو کر صاف کرے اور میل نکالکر سفید کرے اور پھر اسکو خوشبو لگا کر معطر کرے تاکہ جو کوئی اسے دیکھے خوش ہو۔ اسیطرح پر انسان کے دل کا حال ہے وہ گناہوں کی گندگی سے ناپاک ہو رہا ہے اور گھنونا اور متعفن ہو جاتا ہے۔ پس پہلے تو چاہیئے کہ گناہ کے چرک کو توبہ واستغفار سے دھو ڈالے اور خداتعالیٰ سے توفیق مانگے کہ گناہوں سے بچتا رہے۔ پھر اس کے بجائے ذکر الٰہی کرتا رہے اور اس سے اسکو مہکا ڈالے۔ اسطرح پر سلوک کامل ہو جاتا ہے اور بعض لوگ اسکی وہی مثال ہے کہ کپڑے سے صرف گندگی کو دھو ڈالا ہے۔ لیکن جبتک یہ حالت نہ ہو کہ دل کو ہر قسم کے اخلاق رذیلہ و رذیلہ سے صاف کرکے خدا کی یاد کا عطر لگا دے اور اندر سے خوشبو آوے اُسوقت تک خداتعالیٰ کا شکوہ نہیں کرنا چاہیئے لیکن جب یہی حالت اس قسم کی بنا لی ہے تو پھر شکوہ کا کوئی محل اور مقام ہی نہیں رہتا۔

آجکل وبائے زمانہ ہے اس لیے لاپروا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تبدیلی کرنی چاہیئے۔ بہت سے آدمی اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے بیعت کی تھی وہ مر گیا۔ مگر یہ اعتراض فضول ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ صحابہ بھی جنگوں میں شریک ہو کر شہید ہو جاتے تھے حالانکہ وہی جنگ مخالفوں کے لیے بطور عذاب تھی۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بیعت کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بیعت کے بعد حجت پوری ہو جاتی ہے پھر اگر اپنی اصلاح اور تبدیلی نہیں کرتا تو سخت جوابدہ ہے۔ پس ضرورت اسبات کی ہے کہ سچے مسلمان بنو تاکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری کوئی قدر و قیمت ہو۔ جو چیز کار آمد ہوتی ہے اُسی کی قدر کیجاتی ہے دیکھو اگر تمہارے پاس ایک دودھ دینے والی بکری ہو جس سے تمہارے بیوی بچے پرورش پاتے ہوں تو تم کبھی اسکو ذبح کرنے کے لیے طیار نہیں ہو جاتے لیکن اگر وہ کچھ بھی دودھ نہ دے بلکہ نری چارہ دانہ کی چٹی ہو تو تم فوراً اُسکو ذبح کر لوگے۔ اسی طرح پر جو آدمی اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار نیک کام کرنے والا اور دوسروں کو نفع پہونچانے والا نہ ہو اُسوقت تک خداتعالیٰ اُس کی پروا نہیں کرتا بلکہ وہ اُس بکری کی طرح ذبح کے لائق ہوتا ہے جو دودھ نہیں دیتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ تم اپنے آپ کو مفید ثابت کر دکھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس کے بندوں کو نفع پہونچاؤ۔

عمل کی ضرورت ہے

انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نرا استغفر اللہ کہدینا ہی کافی ہے مگر یاد رکھو زبانی لاف گزاف کافی نہیں ہے۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ استغفر اللہ کہے یا سو مرتبہ ہر روز تسبیح پڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے طوطہ نہیں بنایا یہ طوطہ کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اُسکو سوچکر کہے اور پھر اُس کے موافق عملدرآمد بھی کرے۔ لیکن اگر طوطہ کیطرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے جبتک دل اُسکے ساتھ نہ ہو اور اُس کے موافق اعمال نہ ہوں وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خداتعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس لیے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جا سکتے بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کر لیا ہے لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ نری زبان سے تمنے کام لیا مگر باقی اعضا کو بالکل بیکار چھوڑ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضا اس لیے بنائے ہیں کہ اُن سے کام لیا جاوے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کیونکہ اُن کی تلاوت نرا قول ہی قول

ہوتا ہے اور اُسپر عمل نہیں ہوتا۔

جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے موافق اپنا چال چلن نہیں بناتا ہے وہ ہنسی کرتا ہے۔ کیونکہ پڑھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا منشا نہیں وہ تو عمل چاہتا ہے۔ اگر کوئی ہر روز تعزیرات ہند کی تلاوت تو کرتا رہے مگر اُن قوانین کی پابندی نہ کرے بلکہ ان جرائم کو کرتا رہے اور رشوت وغیرہ لیتا رہے تو ایسا شخص جسوقت پکڑا جاوے گا تو کیا اُس کا یہ عذر قابل سماعت ہوگا کہ میں ہر روز تعزیرات کو پڑھا کرتا ہوں۔ بلکہ اُسکو زیادہ سزا ملے گی کہ تو نے باوجود علم کے پھر جرم کیا ہے اس لیے ایک سال کے بجائے چار سال کی سزا ہونی چاہیئے۔

غرض

نری باتیں کام نہ آئیں گی۔ پس چاہیئے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو مفید بنائے تا خداتعالیٰ کو راضی کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسکی عمر بڑھاوے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا اُس نے جو وعدہ فرمایا ہے کہ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض یہ بالکل سچ ہے۔ عام طور پر بھی یہی قاعدہ ہے کہ جو چیز نفع رساں ہو اُسکو کوئی ضائع نہیں کرتا یہاں تک کہ کوئی گھوڑا بیل یا گائے بکری اگر مفید ہو اور اُس سے فائدہ پہونچتا ہو کون ہے جو اُسکو ذبح کر ڈالے۔ لیکن جب وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور کسی کام نہیں آسکتا تو پھر اُسکا آخری علاج وہی ذبح ہے۔ اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر اور نہیں تو دو چار روپیہ کو کھال ہی بک جاوے گی اور گوشت بھی کام آجاوے گا۔ اسی طرح پر جب انسان خداتعالیٰ کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا اور اُسکے وجود سے کوئی فائدہ دوسرے لوگوں کو نہیں پہنچتا تو پھر اللہ تعالیٰ اُسکی پروا نہیں کرتا بلکہ خس کم جہاں پاک کے موافق اُسکو ہلاک کر دیتا ہے + غرض یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف و گزاف اور زبانی قیل و قال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اُسکے ساتھ عمل نہ ہو۔ اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کیے جاویں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بھیجکر صحابہ سے خدمت لی کیا اُنھوں نے صرف اسی قدر کافی سمجھا تھا کہ قرآن کو زبان سے پڑھ لیا یا اُسپر عمل کرنا ضروری سمجھا تھا؟ اُنھوں نے تو یہاں تک اطاعت و وفاداری دکھائی کہ بکریوں کیطرح ذبح ہو گئے اور پھر اُنھوں نے جو کچھ پایا اور خداتعالیٰ نے اُنکی جس قدر قدر کی وہ پوشیدہ بات نہیں ہے۔

خداتعالیٰ کے فضل اور فیضان کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ۔ ورنہ نکمّی شے کی طرح تم پھینک دیے جاؤگے + کوئی آدمی اپنے گھر کی اچھی چیزوں اور سونے چاندی کو باہر نہیں پھینک دیتا ہے۔ بلکہ ان اشیاء کو اور تمام کارآمد اور قیمتی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں لیکن اگر گھر میں کوئی چوہا مرا ہوا دکھائی دے تو اُسکو سب سے پہلے باہر پھینک دوگے۔ اسیطرح پر خداتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے اُنکی عمر

دراز کرتا ہے اور اُن کے کاروبار میں ایک برکت رکھدیتا ہے وہ اُن کو ضائع نہیں کرتا اور بےعزتی کی موت نہیں مارتا۔ لیکن جو خداتعالیٰ کی ہدایتوں کی بےحرمتی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو تباہ کر دیتا ہے اگر چاہتے ہو کہ خداتعالیٰ تمہاری قدر کرے تو اسکے واسطے ضروری ہے کہ تم نیک بنجاؤ تا خداتعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ٹھیرو۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اُسکے حکموں کی پابندی کرتے ہیں وہ اُنہیں اور اُن کے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھدیتا ہے۔ یہی راز انسان کی برکت پانے کا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے ایسا شخص جہاں رہے وہ قابل قدر ہوتا ہے کیونکہ اُس سے نیکی پہونچتی ہے وہ غریبوں سے سلوک کرتا ہے ہمسایوں پر رحم کرتا ہے شرارت نہیں کرتا جھوٹے مقدمات نہیں بناتا جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا۔ بلکہ دل کو پاک کرتا ہے اور خدا کیطرف مشغول ہوتا ہے۔ اور

خدا کا ولی کہلاتا ہے

خدا کا ولی بننا آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے کیونکہ اُسکے لیے بدیوں کا چھوڑنا بُرے ارادوں اور جذبات کو چھوڑنا ضروری ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے اخلاقی کمزوریوں اور بدیوں کو چھوڑنا بعض اوقات بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے ایک خونی خون کرنا چھوڑ سکتا ہے چور چوری کرنی چھوڑ سکتا ہے لیکن ایک بداخلاق کو غصہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے یا تکبر والے کو تکبر چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں دوسروں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے پھر خود اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ جو خداتعالیٰ کی عظمت کے لیے اپنے آپ کو چھوٹا بنا دے گا خداتعالیٰ اسکو خود بڑا بنا دے گا۔ یہ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی بڑا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ کو چھوٹا نہ بنالے + یہ ایک ذریعہ ہی جس سے انسان کے دل پر ایک نور نازل ہوتا ہے اور وہ خداتعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ جس قدر اولیاء اللہ دنیا میں گذرے ہیں اور آج لاکھوں انسان جنکی قدر و منزلت کرتے ہیں اُنھوں نے اپنے آپ کو ایک چیونٹی سے بھی کمتر سمجھا۔ جسپر خداتعالیٰ کا فضل اُن کے شامل حال ہوا اور انکو وہ مدارج عطا کیے جنکے وہ مستحق تھے۔ تکبر۔ بخل۔ غرور وغیرہ رذائل بھی اپنے اندر شرک کا ایک حصہ رکھتی ہیں۔ اسلیے ان بداخلاقیوں کا مرتکب خداتعالیٰ کے فضل میں حصہ نہیں لیتا بلکہ وہ محروم ہو جاتا ہے برخلاف اسکے عزت و انکسار کرنے والا خداتعالیٰ کے رحم کا مورد بنتا ہے۔

تکبر کی قسمیں

تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جب کہ یہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اسکے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اسکا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو تاکہ خداتعالیٰ کی

† اعلیٰحضرت جب تقریر فرماتے فرماتے اس مقام پر پہونچے تو بیعت والوں میں سے ایک شخص اس تقریر سے متاثر ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ کچھ عرض کرنا چاہتا تھا مگر پاس بیٹھے ہوئے صاحبوں نے اسے خاموش کرا دیا جب حضور تقریر ختم کر چکے تو عرض کیا حضور مجھے بہت مصیبت ہے دعا کریں۔ فرمایا اچھا ہم دعا کریں گے۔ ایڈیٹر

جنگ جاپان و روس

لنڈن ۳۰ مارچ **خشکی پر لڑائی**۔ اہم معرکہ۔ جنرل کروپاٹکن خبر دیتے ہیں کہ بمقام جونگ جو کا سکون سے چند ۲ سو قصبیا دن "(سوتنیا روسی میں رسالہ کے ایک حصہ کو کہتے ہیں یہ لفظ صرف کا سکون کے ترپ سے مخصوص ہے۔ وطن) اور جاپانی پیدل و سوار سپاہ میں اہم معرکہ آرائی ہوئی۔ حالانکہ روسی ایک بلند پہاڑی پر تھے۔ جاپانیوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا تاہم اگر ان کو مسلسل پیچھے سے کمک نہ پہنچتی رہتی تو جو جاپانی فوج اسکے مقابلہ میں آئی۔ وہ یقیناً پامال ہو جاتی۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی جانگداز لڑائی کے بعد کاسک بترتیب کامل پیچھے ہٹ گئے۔ اور اپنے زخمیوں کو بھی ساتھ لیتے گئے۔ جاپانی باوصف متواتر کمک کے اس لڑائی میں اپنے تھک گئے اور ان کا اسقدر نقصان ہوا کہ جس پہاڑی کو روسی خالی کر گئے وہ اس پر قبضہ کرنے کو آگے نہ بڑھ سکے۔ روسیوں کے تین افسر اور بارہ سپاہی زخمی اور تین سپاہی ہلاک ہوئے (تار میں لڑائی کی خبر نہیں بتائی گئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ اسی معرکہ کے حالات کسیقدر تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جو ۲۳ مارچ کو فریقین میں ہوا تھا اور جسکی خبر سیول سے پہلے آئی۔ اور کل کے مدراس میں درج ہو چکی ہے)

جاپانیوں نے روسیوں کے جسقدر سٹیمر گرفتار کئے تھے۔ جاپانی عدالت غنیمت نے ان کو مال غنیمت قرار دیا۔ ان پر جاپانی ملاح مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

انگریزی بیڑہ کے کمانڈر ایڈمرل برج نے جاپانی بندر یوکوہامہ کا بحری شفاخانہ جاپانی مجروحین کے لئے جاپانی حکومت کے حوالہ کر دیا ہے۔

ایڈمرل ٹوگو نے جو رپورٹ اپنی حکومت کو بھیجی ہے اس میں لکھتا ہے کہ ۲۷ مارچ کو ہمارے بحریوں نے کمال دلاوری دکھلائی و دگولوں کی بارش میں آگے بڑھتے گئے۔ مگر افسوس جہاز ٹھیک موقعہ پر غرق نہ ہوسکے روسی جہازوں کیلئے اندر باہر جانیکا راستہ باقی رہا۔ ہمارے ۱۳ بحری و افسر ہلاک ہوئے [illegible] رپورٹ سنانے کے بعد جاپانی [illegible] میں بیان کیا کہ پورٹ آرتھر کے دہانہ کو بکلی مسدود کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن بہت کچھ [illegible] ہو رہا ہے۔

[illegible] معرکہ کی کیفیت بقول جاپانیان [illegible] ایک

سو رجہ بند بلندی پر قابض تھے۔ جاپانیوں نے بہ تعداد عظیم ان پر دھاوا کیا۔ روسی کچھ دیر مقابلہ کر کے پیچھے ہٹ گئے۔ اور جاپانی اپنے بادشاہ کی درازی عمر کے نعرے لگاتے ہوئے شہر میں داخل ہوگئے کلیم بلدہ جاپانی ہلاک و زخمی ہوئے۔

۲۷ مارچ کے بحری معرکہ میں بھی انہی جاپانی افسروں اور بحریوں نے جہاز غرق کرنے کی کوشش کی جو ۲۴ فروری کو اس خدمت پر گئے تھے۔ ان کا ہنما لفٹننٹ ہروس تھا۔ جس کے ایک روسی گولے سے پرخچے اڑ گئے جو جاپانی تارپیڈو کشتیاں ہمراہ گئی تھیں۔ انہوں نے غرق کردہ یا غرق شدہ جہازات کے اکثر بحریوں کو بچا لیا۔ روس نے فرانس کی معرفت پورٹ آرتھر کے قرنطینہ کیمپ پر جاپانی گولہ باری کے متعلق ہیگ کے معاہدہ کے تحت جو اعتراض کیا تھا۔ اس کے جواب میں جاپان نے لکھا ہے کہ معاہدہ بحری گولہ باریوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

الہ آباد ۳۰ مارچ ٹائمز کا بیان ہے کہ پورٹ آرتھر میں اسوقت کلیم صرف دس ہزار سپاہ ہے اور اس کے پاس فقط ایک ماہ کیلئے سامان رسد ہے۔

متفرق۔ بمبئی میں گو پھر فساد نہیں ہوا۔ لیکن بوہرہ قوم ابھی خائف ہے کہ کسی وقت ان پر اچانک حملہ نہ کردیں اسی خوف سے ۳۰ مارچ کو بھی انہوں نے اپنی اکثر دکانیں بند رکھیں۔ آدھی فوج اسلئے شہر سے رخصت کر دیگئی احتیاطاً تمام شرابخانے تاحکم ثانی بند رہیں گے۔ کمشنر پولیس نے ۳۱ کی صبح کو حکم دیا کہ تمام تعزیے گاڑے جائیں۔ مگر یہ عرضداشت گذرنے پر کہ ان کی زیارت کی رسم شام کو ادا ہوگی۔ اسنے ۳۱ مارچ کی صبح تک میعاد بڑھا دی۔

پارلیمنٹ میں تحریک پیش ہوئی کہ شاہ انگلستان کو اختیار دیا جائے کہ جنگی ضروریات کیلئے ایسے موقعہ پر جبکہ کسی طاقت سے جنگ اٹل ہوگئی ہو با اختیار خود ۲۵ لاکھ پونڈ خرچ کی اجازت وزراء کو دیدیں۔ پارلیمنٹ سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ مگر بکثرت رائے یہ تجویز نامنظور ہوئی۔

جرمنی وغیرہ کئی ممالک کے بادشاہوں نے بنکوں سے در پردہ یہ انتظام کر رکھا ہے کہ ضروریات جنگ کیلئے فوراً روپیہ کی ایک معین مقدار بادشاہ کو قرض دیدیں انگریزی قوم کو بھی ایک نہ ایک دن اپنے بادشاہ کو یہ اختیار دینا پڑیگا۔ انگریزی پارلیمنٹ میں مسودہ قانون پیش ہوا ہے کہ ممالک غیر کے بدچلن مفلس بیمار اور مشتبہ چلن کے اشخاص کو برطانیہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور اگر وہ پہلے سے موجود ہوں

تو حکومت ان کو نکال دینے کی مجاز ہوگی۔

لبرل فریق کے سرغنہ ممبر پارلیمنٹ سر ہنری مین نے ۲۹ مارچ کو مسٹر بلفور وزیراعظم سے مطالبہ کیا کہ ملک اور قوم کو ان پر بھروسہ نہیں رہا۔ وہ مع دیگر وزراء مستعفی ہو جائیں۔ مسٹر ممدوح نے جواب دیا کہ موجودہ وزارت نے جو اہم کام شروع کر رکھے ہیں ان کو ختم کرنے سے پہلے مستعفی نہیں ہو سکتی۔ خاصکر ایسی صورت میں جبکہ پارلیمنٹ میں اس کے طرفدار اور ہمراہی ممبر مخالفوں سے تعداد میں زیادہ ہیں (وطن)

جنگ موجودہ اور اسلام

ہمعصر اللوا لکھتا ہے:۔ موجودہ جنگ سے اقوام دنیا میں عجب کھلبلی پڑگئی ہے اور ہر قوم اپنے اپنے منافع و مصالح کی وجہ سے ان دو متحارب قوموں میں سے کسی ایک کی ضرور طرفدار ہوگئی ہے۔ جرمنی کو دیکھو۔ جواب سے پہلے چینیوں اور جاپانیوں کا سخت دشمن بنا ہوا تھا اور بالخصوص جاپانیوں کو دول یورپ کے حق میں بشدت خطرناک کہ رہا تھا۔ آج روس کے خلاف اسی کی حمایت و نصرت پر آمادہ ہے۔ اگر اس نصرت و حمایت کی وجہ دریافت کیجئے تو یہی ہے کہ اس کو روس سے سخت نفرت و عداوت ہے۔ یا یہ کہ روس اس کو وقتاً فوقتاً دھمکیاں دیتا رہا ہے۔ اور اسکے دشمن فرانس کا حلیف و مددگار ہے۔ فرانس کو اگر دیکھا جائے۔ تو وہ اسوقت روس کا ہی طرفدار بنکر جاپان کا مخالف بنا ہوا ہے حالانکہ اس کا دعوے ہے کہ وہ ہمیشہ اس سلطنت کا طرفدار ہوگا۔ جو اپنے حقوق کی حفاظت اور بیجا دست درازی کی مدافعت کریگی۔ اسوقت فرانس اپنے صریح دعوے کے خلاف روس کے طرفدار بننے پر اسلئے مجبور ہوا ہے کہ روس کی شکست سے فرانس کا عہد و پیمان بھی حقیر اور بے وقعت ہوا جاتا ہے اور فرانس کی بہت سی امیدوں پر پانی پھر جانے کا احتمال ہے۔

مصر و ترکی بلکہ تمام مسلمان تو یہ چاہتے ہیں کہ خدا کرے روس کو شکست ہو۔ کہ دولت علیہ اپنے اس پرانے دشمن کی بیجا دھمکیوں سے چھوٹ جائے جو اس کا اور مصر کا ہمیشہ دشمن رہا ہے اور جس نے مسلمانوں کو معدد موقعہ پر ہمیشہ نقصان پہنچانے کے لئے جان توڑ کوششیں کی ہیں۔

مصر اس لئے جاپان کا طرفدار ہے کہ جاپان ہی وہ مشرقی سلطنت ہے کہ جس نے تھوڑے ہی زمانہ میں ترقی کر کے بہت کچھ نام و نمود حاصل کیا ہے۔ اگرچہ بعض یورپین سلطنتوں کا یہی خیال ہے کہ مصر اپنے حلیف انگریزوں کی وجہ سے جاپان کا طرفدار ہے لیکن مصر کا یہ میل و رجحان محض انگریزوں کی پیروی میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسلام کا خیر خواہ ہو کر جاپان

کی فتحمندی کی آرزو کرتا ہے۔ کیونکہ جاپان کا غلبہ گویا جنس اصفر (منگول) کا غلبہ ہے۔ جس سے چینی مسلمانوں کو تمدن و ترقی میں آگے بڑھنے کا موقعہ ملجائیگا۔ اس کے علاوہ پھر مشرق ان دول یورپ کی نگاہوں میں بھی بہت کچھ وقعت پا جائیگا جنہوں نے مشرق و اہل مشرق کی قوموں کو اپنے وعدوں اور اپنی بیجا ظلم سے کمزور کر دیا ہے۔

اسوقت ہمارا یہ کہنا کچھ بے محل اور خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ یہی موجودہ جنگ روس و انگلستان کے جنگ کا مقدمۃ الجیش ہے کیونکہ روس اگر جاپان کا ایک دفعہ دشمن ہے تو انگلستان کا دس دفعہ۔ بلکہ سیاسی دنیا کا خیال ہے کہ روس و انگلستان اسوقت بھی جنگ کی تدابیر میں مشغول ہیں اور اپنے اپنے سرحدی مقامات پر مخالف کی دست برد سے روکنے کیلئے فوجیں بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ روس ترکستان کے گورنر کو حکم دے چکا ہے کہ اگر انگلستان اس لڑائی میں جاپان کی مدد یا کم و بیش میں مصالح روس کے برخلاف کوئی کام کرے تو بلا تامل ہندوستان پر چڑھائی کر دے اب اس سے زیادہ باہمی مخالفت کا اور کیا بین ثبوت ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام حالات و اسباب کو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ اس لڑائی کا اسلامی و دنیائی سیاسی حالات میں بھی بہت کچھ اثر ہوگا۔ اس کا ایک جزئی نتیجہ یہ بھی ہے کہ ترکی خاطرخواہ اور اپنی مصلحتوں کے موافق بزور شمشیر مسائل مقدونیہ کا فیصلہ کر لیگی اور جاپان کی فتح ہو یا شکست۔ دونوں حالتوں میں مسئلہ مشرق ایک نئے دور میں آ جائیگا اور چین و کوریا میں نئی روح پھونکنے سے وہاں کے مسلمانوں کو ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہو رہیگا کیونکہ مسلمانان چین بہادر ہیں اور ان میں ترقی کی پوری صلاحیت و قابلیت ہے۔

اگر روس و انگلستان کی کشاکش یونہی رو بہ ترقی رہی تو بہت جلد ہندوستان و عجم و افغانستان کا معاملہ بالالتزام ان ملکوں کی حالت میں بڑا تغیر و انقلاب پیدا کر دیگا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ موقعہ و فرصت اور چیز ہے اور وقت فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس سے کام لینا اور چیز۔ اکثر ایسے موقع آتے رہے ہیں جو اسلام و اہل اسلام کے لئے مفید و سودمند تھے لیکن مسلمانوں نے اپنی غفلت سے وہ موقعے کھو دیئے۔ اور اپنے مفاد و مصالح کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اگر موجودہ وقت کو بھی یونہی رائیگاں کھو دیا۔ تو پھر ایسے موقعہ کا مدتوں انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ جلدی سے ایسا وقت ملنا کوئی آسان بات نہیں ہے اور کوئی عقلمند جائز نہیں رکھتا کہ موجودہ فرصت کو ہاتھ سے گنوا کر آئندہ نادرالوجود فرصت کی امید پر اپنے کاموں کو التوا رکھے۔

یہ ہم سب کچھ اس لئے لکھ رہے ہیں کہ تقریباً کل دنیا اسلام چاہتی ہے کہ بہت جلد ترکی و بلغاریا کی قرار واقعی گوشمالی کر دے اور یہ بھی کہ عجم و افغانستان بچانے کے خود موجودہ جنگ کی پیدا ہونے والے خطرہ

ہوشیار ہو جائیں۔ تا کہ عالم اسلام میں حفاظت و مدافعت کے ساتھ سیاسی ترقی ہو۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کو دین کی عظمت اور مردم شماری کی کثرت سے ہونا چاہیئے۔ فی الجملہ ویسے ہی ہو جائیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بلغاریا روس کے بل پر کودتا تھا۔ ورنہ کیا بلغار اور کیا اس کی ہستی۔ اب روس جاپان سے جنگ شروع کرکے خود ایک مخمصہ میں گرفتار ہو گیا۔ اور بلغاریا بے یار و مددگار رہ گیا۔ تو اس نے اپنا ضعف برای العین دیکھ لیا ہے اور دنیا کو بھی اس کا ضعف معلوم ہو گیا۔ اس لئے علی العموم دنیا نے سمجھ لیا ہے کہ بلغار اب بے یار و مددگار ہے ترک اس کی خبر لئے بغیر نہ مانیں گے اور ہر طرف سے آواز آرہی ہے کہ لڑائی شروع ہوا چاہتی ہے۔

لیکن یہ چیخ پکار اس لئے نہیں ہے کہ ترک واقعی اب پہلے سے زیادہ آمادۂ جسارت ہیں بلکہ یہ خیال اس لئے پیدا ہوا ہے کہ اب بلغار کو پہلے سی بے جا جسارت کا حوصلہ نہیں رہا ہے اور بجائے خود سہما ہوا ہے اگر بلغار نے پہلے بلقان کی شورش میں حصہ نہ لیا ہوتا۔ تو وہ آج ہرگز اس قدر خائف و ہراساں نہ ہوتا۔ لیکن تاہم دولت عثمانیہ کو بلغار سے جنگ کا مطلق فکر و خیال نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بلقان وغیرہ میں بھی جو شورشیں ہو رہی ہیں اور ہو رہی ہیں ان کا انتظام ایک ڈویژن میں کافی طور پر ہو سکتا ہے۔ حکومت عثمانیہ سختی کا برتاؤ جائز نہیں سمجھتی اور نہ اس کو اس بات کی کچھ فکر ہے کہ ممالک از دست رفتہ کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ بلکہ دولت علیہ کا مقصود محض ممالک محروسہ کی حفاظت ہے اور بس۔ اور اس حفاظت میں بھی وہ صلح کو جنگ پر ترجیح دیتی ہے۔ لیکن جب اس کو اپنے ملک میں کوئی رخنہ پیدا ہوتا معلوم ہوتا ہے اور کسی دشمن کی طرف سے اس کے استقلال میں نقصان آتا ہے تو بے شک وہ جنگ سے بھی پہلو بچانا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے اور مردانہ وار قدم آگے بڑھاتی ہے اس لئے یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کہ دولت علیہ عثمانیہ روس کو جاپان کے ساتھ مشغول جنگ پاکر بلغار پر حملہ کے لئے تیار ہو گئی ہے۔ اب تو بلغار سیدھے راستہ پر چل رہا ہے۔ پھر جنگ کی ضرورت ہی کیا ہے ہاں اگر وہ ابھی ابتدائی عادت کے موافق حکومت ملیہ کے ساتھ شرارتیں کرتا رہتا۔ اور بعض و فساد بلغاریوں کو حدود عثمانی میں شورش و فساد کے لئے بھیجتا رہتا۔ اور وہ ناکردنی حرکتیں کرتے رہتے۔ تو البتہ دولت عثمانیہ کی طرف سے بلغار کی گوشمالی کے لئے اس پر حملہ ہو سکتا تھا۔ اور ترک حملہ پر کمر باندھ لیں تو پھر روس کسی سے جنگ کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو۔ دونوں برابر ہیں۔ بلکہ یہ بات تو ترکوں کی بہادری کے خلاف ہے کہ وہ دشمن پر دہوکہ سے جا پڑیں یا کبھی قابل ملامت فعل کے مرتکب ہوں۔ تاریخ اسلام میں عموماً اور تاریخ عثمانی میں خصوصاً کوئی واقعہ ایسا نہ ملے گا جس میں عام مسلمانوں یا ترکوں نے غدر و خیانت سے لڑائی شروع کی ہو۔ ترکی اور روس کے جنگ میں روس کا ہر ایک پہلو غدر و حیلہ پر مبنی رہا لیکن ترکوں نے محض شجاعت اور صدق و صفا سے کام لیا۔

اہل جزائر ہی جب فرانس سے مدافعانہ لڑ رہے تھے تو ان کو اسلامی شجاعت نے اجازت نہ دی کہ فرانسیسیوں پر جبکہ فرانس جرمنی سے لڑ رہا تھا ناگاہ حملہ کر دیں۔ بلکہ انہوں نے پہلے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور جب وہ جنگ موقوف ہو گئی تو حصول استقلال کی کوشش کی۔ اگرچہ مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن دنائت کے مرتکب نہ ہوئے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکا محض شجاعت مردانہ سے کام لیا۔ یہاں تک کہ فرانسیسی بھی ان کی حق پسندی کو مان گئے۔

ترکوں کی شجاعت و شہامت کیا ایسی ہے۔ کہ وہ لوگ اس فکر میں رہیں کہ روس کسی دشمن کی جنگ میں مشغول ہو۔ تو اس سے انتقام لیں۔ یا مارت بلغار پر چڑھائی کا موقع سمجھیں۔ جب تک کہ ترکوں کے استقلال میں کوئی صریح نقصان نہ ہوتا ہو۔ وہ صلح کو جنگ سے ہزار درجہ بہتر جانتے ہیں ہرگز نہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ سلطنت روس کو مشرق اقصےٰ میں مشغول جنگ دیکھ کر بلغار سے آمادہ جنگ ہو گی۔ ہاں اگر بلغار کی طرف سے ہی کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی اور اس نے خود پیشقدمی کی اور جنگ سے کوئی مفر نہ رہا تو مجبوری ہے۔

خلاصۃ الباب یہ ہے کہ ترکوں کو اپنے ملک کی حفاظت اور ترقی تمدن کی فکر ہے نہ کہ جنگ کی۔ اور وہ ہرگز کسی سخت مجبوری کے بغیر جنگ کے خطرات میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔

(وطن)

(باقی آئندہ)

تفسیر القرآن ۲

انشاء اللہ العزیز تفسیر القرآن کا دوسرا پارہ ہی صرف اس مہینے میں مکمل کرکے نہیں بھیجا جاویگا بلکہ تفسیر القرآن کا تیسرا نمبر بھی شایع ہو جائیگا۔

نور الدین پر ریویو

نور الدین۔ پر ریویو کا دوسرا نمبر ۱۰ اپریل کے الحکم میں انشاء اللہ شایع ہوگا۔ اور امید ہے ناظرین اسے پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔ کیونکہ اس میں علامہ نور الدین کا تذکرہ ہے۔

ہم اور ہمارے ناظرین

خریداران و سرپرستان الحکم اپنے واجب الادا حساب بے باق کرنے کی طرف توجہ فرماویں۔ مطبع کی طرف سے بقایا یا سنہ ۱۹۰۴ء کی قیمت کیلئے جن بزرگوں کے نام وی پی جاری ہو رہے ہیں وہ وی پی وصول فرما کر کارخانہ کی اعانت فرماویں اور اپنے ذمہ کی حساب بے باق کریں۔

بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر گولڑہ ضلع راولپنڈی ہمارے اخبار کے پرانے سرپرست اور بہی خواہ ہیں۔ الحکم میں متعدد مرتبہ آپ کا تذکرہ ہوا ہے۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے ایک یہ خوبی عطا کی ہے کہ وہ جہاں کہیں جاتے ہیں کسی نہ کسی شخص کو سلسلہ عالیہ کیطرف لانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں وہ اپنے عزیز الحکم کو کبھی نہیں بھولتے بلکہ ان کا مقولہ ہے کہ میں **الحکم کی خریداری قومی نشان سمجھا کرتا ہوں۔** اور ہر نئے احمدی کو اسکی خریداری پر توجہ دلانا اپنا فرض۔ غرض الحکم کی توسیع اشاعت کے فرض سے وہ غافل نہیں رہتے۔ گولڑہ جاکر آپ الحکم کیلئے ایک خریدار بھیجتے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزا۔

شیخ کرم اللہ صاحب قلعہ لاہور سنگھ الحکم کیلئے ایک خریدار دیتے ہیں اور قیمت بذریعہ وی پی وصول کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ شیخ صاحب ہمارے محسن و مخدوم اور ہماری قوم کے واجب التکریم بزرگ شیخ رحمت اللہ صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور ایک صالح نوجوان ہیں۔ جنکا عمدہ نمونہ بہت سے نوجوانوں پر عمدہ اثر ڈالنے والا معلوم ہوتا ہے۔

۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء سے الحکم کتابی صورت پر شایع کرنیکا ارادہ کیا جاتا ہے اور یہ التزام ناظرین الحکم کے بے حد اصرار سے اسلئے کیا جاتا ہے کہ اسکی حاشیہ وغیرہ کا شیرازہ ہو سکے۔ یہ امر بھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ الحکم اس سے پہلے ۱۷ × ۲۷ کے ۱۶ صفحوں پر شایع ہوتا تھا اور اب ۲۲ × ۲۹ کے ۱۶ صفحوں پر شایع کیا جاتا ہے پہلے تین کالم تھے اب یہ کالم فی صفحہ کرنا پہلے کی نسبت ریڈنگ میٹر الحکم میں دوگنی سے زیادہ ہو گیا ہے کہاں اخبار کے ۲۳ کالم اور کہاں ۶۴ کالم اور نئی پہلی تقطیع کے ۴۸ اس لحاظ سے ہم سچے کہتے ہیں کہ الحکم سے بڑا اور سستا کوئی اخبار اس وقت غالباً ہندوستان بھر میں نہیں ہے اب کتابی صورت پر ہوجانے سے ناظرین کو پتہ لگے گا کہ سال میں کتنے جزو کی کتاب ناظرین کو دیجاتی ہے لیکن اس کتابی تقطیع پر شایع کرنے کی صورت میں شاید ہم ۲۸ صفحہ پر لے

شایع کریں۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ اسکو ترقی دیکر اسی کی صورت میں سالانہ ناظرین کو بھیجا کریں۔ یہ ہمارا خیال اور ارادہ ہے اور اس میں کامیابی کا عطا کرنا اللہ تعالےٰ کے فضل اور اسکی عنایت پر موقوف ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

الحکم کی توسیع اشاعت کا سلسلہ اس ہفتہ بہت ہی کم ہے سرپرستان الحکم توجہ کریں

ہم نے کبھی الحکم میں لکھا تھا کہ الحکم کے خریدار اور اس کا ایڈیٹر اور کارپرداز ملکر ایک کنبہ کا حکم رکھتے ہیں جو بفضلہ تعالےٰ دن بدن بڑھ رہے ہیں (اللہم زد فزد آمین)

اتنے بڑے کنبہ میں جہاں ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی بڑھ جاتا ہے کوئی نہ کوئی ممبر ایسا ہوتا ہے جو بعضا تعالےٰ کے اذن داراد ہے کے ماتحت ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت بھی ہو جاتا ہے۔ اس ہفتہ میاں جلال الدین صاحب مالگذار سیالکوٹ اور مولوی حکیم شیر محمد صاحب ہوجن ضلع شاہ پور کے انتقال کی خبریں پہونچی ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے ان کا جنازہ پڑھا۔ امید ہے مختلف جگہوں کی احمدی جماعتیں بھی ان کا جنازہ پڑھیں گی۔ الحکم کی برادری میں سے دو آدمی کم ہو گئے ہیں اس کمی کو پورا کرنا الحکم کے دوسرے خریداروں کا کام ہے۔ البتہ ہم یہ کرتے ہیں کہ ہم ان بزرگوں کو فراموش کرنا نہیں چاہتے اسلئے ایک سال تک بدستور **انکے نام کا اخبار جاری رہیگا صرف ۱۲ محصول ڈاک ادا کرنیوالوں کے نام** یہ نقری طرف سے ہوگا۔ اگر ان کے ورثار اپنے طور پر اس ضرورت کو محسوس کریں تو وہ اگلا اخبار جاری کرا سکتے ہیں۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لاہور تشریف لیجانے کی کوئی خبر نہیں۔ نہ کوئی تاریخ ابھی مقرر ہوئی ہے اور نہ فی الحال کوئی ایسا موقع نظر آتا ہے۔

۲۔ بزرگان ملت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں اور خدمت دین میں سرگرم۔ مولانا مولوی محمد احسن صاحب فاضل امروہی بھی تشریف لے آئے ہیں اور ایک نئی تصنیف فتنہ چکڑالوی کے استیصال کیلئے کر رہے ہیں جو انشاء اللہ ایک کافی اور لاجواب کتاب ہوگی۔

۳۔ **نور الدین**۔ میں سہو کاتب و چھاپہ کی سہل انگاری کیوجہ سے بعض غلطیاں رہ گئی تھیں اسلئے ایک غلط نامہ تیار کرکے چھاپ دیا گیا ہے جن لوگوں کے پاس نور الدین پہونچ گیا ہے وہ غلط نامہ حکیم فضل الدین صاحب سے منگا لیں۔

۴۔ مبائعین کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور اگلی ان لمبی فہرستوں کا اندراج ہمارے قابو سے باہر ہو چلا۔

۵۔ ایک لڑکا پوٹاش کی ڈلی ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اڑ دا بیٹھا۔ جسم کے اور حصوں پر کچھ آگ ... نے اپنا اثر کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سچے خیر خواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیا سلوک ہوا

اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ان بندوں پر کیا ہی افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا۔ ناشکرے دنیا داروں کا یہ ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ وہ اپنے سچے محسن اور اپنے مخلص خیر خواہ کیساتھ ضرور یہ سلوک کیا کرتے ہیں۔ انبیاء اور رسولوں سے بڑھکر انسان کا خیر خواہ اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن انبیاء اور رسل کے سوانح عمری پر غور کیا جائے تو دل کو بڑا ہی صدمہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر کیا گذرا۔ کسی کو ہیلون سے مار کر حیران اور زخمی کیا گیا کسی کو جلا وطن کیا گیا۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا میں جتنے نبی آئے سب ستائے گئے لیکن میں سب سے بڑھکر ستایا گیا۔ اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے تھا کیونکہ سب سے بڑھکر بنی انسان کا خیر خواہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ پیغمبروں کے بعد نائب جانشین اولیائے کرام ہی خدا کے ناشکرے بندوں کی آنکھوں میں بہت کچھ ستائے گئے ہیں۔ اہل اسلام میں کوئی شاید ہی ایسا ولی اللہ گذرا ہوگا جسکو غیر تو جانے دو اہل اسلام ہی نے ستایا ہو۔ خلفائے راشدین جن سے بڑھکر خیر خواہ اسلام ابتک کوئی نہیں ہوا انکو اسلام سے خارج کر دیا۔ ان کو گالیاں دینا ثواب سمجھتے ایسے ہنوز لاکھوں موجود ہیں۔ ائمہ اربعہ میں ذکر کی تذلیل و تعدی ہونے لگی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو کمبختوں نے اہل بدعت زندیق کافر تک لقب دیا۔ قید خانہ میں قید کرکے آپ سے اینٹ گھڑنے کا کام لیا۔ آخر کو وہ قید خانہ ہی میں راہی ملک بقا ہوگئے۔ ابو عبد اللہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو رافضی کہا۔ رافضی بلکہ کہا یمن سے بغداد تک بیڑی پہنا کر لیکر آئے اور راہ میں لوگ انہیں گالیاں دیتے تھے۔ ابو عبد اللہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ پر اسقدر ظلم کیا گیا کہ پچیس برس تک جمعہ و جماعت کیلئے باہر نکل سکے۔ ذلت کیساتھ قید کئے گئے۔ ایسی بیرحمی کیساتھ لوگوں نے انکی مشکیں باندھیں کہ ان کے بازو کی ہڈی اکھڑ گئی۔ اونٹ پر سوار کرکے پھرایا گیا اور ایک مسئلہ سے انکار کرنے پر ستر کوڑوں سے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔ حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ ... بھاری بھاری زنجیریں ان کو پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ذلیل کرنے کو انکی مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ ان کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔ ہر شام کو جیلخانہ سے نکالکر کوڑے مارے جاتے۔ حضرت امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وطن سے نکالے گئے۔ جب سمرقند پہنچے تو سمرقند والے بھی اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ سمرقند میں رہیں۔ تو آپ نے تہجد کی نماز میں دعا کی کہ خداوند دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ہے تو اب مجھ کو اپنی طرف بلالے۔ پس انہوں نے اوسی ماہ میں انتقال فرمایا۔ قطب الاقطاب بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ شہر بسطام سے سات مرتبہ نکالے گئے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی (جنکو قوم نے سلطان العارفین کا لقب دیا تھا) تکفیر کی گئی۔ شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ الحسنی والحسینی الجیلانی کو فقہائے کافر کہا۔ ابن جوزی نے ان کے خلاف میں ایک کتاب تصنیف کی۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں اون کو نہ صرف کافر کہکر کہا گیا بلکہ علمائے زمانہ نے فتوے دیئے کہ ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بڑھکر ہے اس پر بھی صبر نہ کیا کہ ان کے کل ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ پھر بھی دل کو تسکین نہ ہوئی تب یہ لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور پھر جو کفر میں شک کرنے والے کو کفر میں شک کرے وہ کافر۔ حضرت مولانا مولوی جلال الدین رومی صاحب مثنوی شریف۔ مولانا جامی علیہ الرحمتہ۔ شیخ فرید الدین عطار کو کافر کہنے سے زمانہ کے مسلمان سوتے نہ تھے ابھی تک ہیں۔ حجتہ الاسلام مولانا ابو حامد غزالی رحمتہ اللہ علیہ مصنف احیاء العلوم الدین و کیمیائے سعادت کافر ٹھہرائے گئے اور ان کی کتابوں کو جلا دینا اور انپر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔ ایک شخص نے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپکے بارے میں یہ کہا جاتا ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور جاہلوں کے لعن طعن سے رنجیدہ مت ہو۔ ایسے بڑے بڑے ذلیل جان اور آدمی کو جس کا لوگ حسد نہ کریں اور حقیر سمجھو اس شخص کو جسکو لوگ کافر اور گمراہ نہ سمجھیں۔ غرض اس قصہ کو کہاں تک طول دوں مختصر یہ ہے کہ کوئی سچا خیر خواہ ہو ہی نہیں سکتا جو ستایا نہ جاوے۔ اہل اسلام کے اولیائے کرام کے ساتھ خود مسلمانوں نے جو سلوک کیا ہے اس کو اگر لکھا جاوے تو ایک بہت ہی بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ جلشانہ اپنے پاک اور خالص بندوں کو ایسی تکالیف و مصیبت میں کیوں ڈالدیتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جسقدر متقی اور پرہیزگار ہوتا وہ اسیقدر مقبول خلائق ہوتا سب لوگ اسکی قدر و عزت کرتے اور ہر طرح کے آرام اور عافیت سے اس کی زندگی بسر ہوتی تا سب کی آنکھوں میں اس کی بھلائی ظاہر ہوتی۔ ہر شخص کھلم کھلا دیکھ لیتا کہ خدا سے ڈرنے والے دونوں عالم میں خوش اور باعزت رہتے ہیں۔ کاملین اور مقبولین کا نشانہ آفت و مصیبت و بدنامی و ذلت ہونا انسان کو دھوکے میں ڈالتا ہے اور اس سے ایک قسم کی گمراہی پھیلتی ہے چھوٹی سمجھ کے آدمی سمجھنے لگتے ہیں کہ دغابازی۔ فریب۔ بے ایمانی ظلم شرک و بدعت ہی عمدہ کام ہیں کیونکہ اس سے آدمی خوشحال رہتے ہیں اور دنیاوی کامیابی ان کو نصیب ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب پر خوب غور کرنا چاہیے یہ جہان دار الامتحان ہے۔ اس عالم میں سب باتیں کھلم کھلا نہیں ہو جاتیں سب چیزوں کی اصل حقیقت کے ظاہر ہونے کا عالم دوسرا ہے۔ یہاں کا کڑوا اس عالم میں میٹھا ہوگا اور یہاں کا میٹھا وہاں کڑوا ہوکر ظاہر ہو جائیگا۔ یہاں سب چیزوں پر ایک قسم کا پردہ ہے۔ مالک نے بہشت کو اوپر رنج و مصیبت کا پردہ ڈال رکھا ہے اور دوزخ کے اوپر خوشی اور عیش

کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اسی عالم میں اسقدر تیز ہیں کہ یہ دو غلاف سے پار ہو کر بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہیں۔ بدنصیب ہے وہ جو شراب کی چمک تک ورانی سرور کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور مبارک ہے وہ جسکو جو اس عالم میں شراب میں دوزخ کی بو محسوس کرتا ہے۔ خدا کے پیارے بندے ستائے جاتے ہیں لیکن نہ اس لئے کہ وہ برباد اور خوار ہوں جیسا کہ ثمود و عاد اور ثمود ہوئے بلکہ اس لئے کہ ان کے روحانی قویٰ شگفتہ ہوں ان کے مدارج کی ترقی ہو ان کے وجود میں جو خوبیاں چھپی ہوئی ہیں وہ کھل پڑیں۔ وہ رگڑے جاتے ہیں کسطرح جیسے صندل کہ اس کی خوشبو پھیلے وہ پیسے جاتے ہیں لیکن کسطرح جیسے مہندی کہ اس کی عزت بڑھے اور معشوق کے ہاتھ میں لگائی جائے۔ وہ سرنگوں کئے جاتے اور ظاہری ذلت میں آلودہ ہوتے ہیں لیکن کسطرح جیسے گیہوں کہ زمین میں ڈالکر کسان اوس کو گرد آلود کر دیتا ہے تا وہ اور درخت ہوکر بڑھے اور سیکڑوں گیہوں کی صورت میں ظاہر ہو اور کسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ کل خدائی راہ میں چلنے والے بالاتفاق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رنج و مصیبت اٹھانا دنیا داروں کے ہاتھ سے ذلیل ہونا ناحق کافر کہلانا بہتان اور تہمتوں کا نشانہ بننا ان کو خدا سے قریب کرتا رہا ہے۔ جوں جوں انپر ناحق ظلم کیا جاتا تھا اسیقدر وہ رحمت الٰہی کے جوش کو اپنی طرف دیکھتے تھے ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ کہتے ہیں ؎

آنچہ کفر است بر خلق بر ما دین است
تلخ و ترش ہمہ عالم بر ما شیرین است

ہاں یہ صحیح ہے کہ دنیا داروں نے اونہیں نہایت بیرحمی سے کوڑے مارے ہیں لیکن اندرونی روحانی سرور نے اون کو کوڑے کی چوٹ سے بے پرواہ کر دیا۔ وہ دار پر چڑھائے جاتے ہیں ان کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے ان کی زبان کاٹ ڈالی جاتی ہے لیکن وہ اپنے محبوب ازلی کی روحانی عنایتوں کو بارش کیطرح اپنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور ظالموں کے غصہ کو اور زہر کا لقمہ ہیں۔ ظالم حیران ہوتے ہیں کچھ سمجھ نہیں سکتے تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ شخص دیوانہ ہے ہاں بیشک دیوانہ ہے لیکن کس کا دنیا کا نہیں خدا کا۔ خدا وہ دیوانگی سب کو نصیب کرے۔ ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

غرض ظاہری مصیبتیں۔ بلائیں۔ ذلتیں جو خدا کے برگزیدہ بندوں پر آتی ہیں وہ بجائے اس کے کہ ان کے جوش کو دبا دیں۔ ان کی قومی ہمدردی و بنی نوع انسان کی خیر خواہی کے ولولہ کو مردہ کردیں اور بھی اس جوش کو بڑھاتی اور ابھارتی ہیں۔ ان کا پاک جوش وہ چراغ نہیں جو پھونک سے بجھ جائے۔ بلکہ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے جسکو مخالفت کی ہوا اور بھی تیز و تند کرتی ہے۔ مخالفین اپنی بیجا مخالفت سے ان کی ہمت کو اور بلند کرتے ہیں۔ مخالفین انہیں گندی گالیاں دیکر ان پر بہتان باندھ کر ان کی تکفیر کرکے ان بزرگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم کس درجہ کی تباہی اور ذلت کو پہنچ گئے ہیں۔ جو ایسا ذلیل کام کر رہے ہیں اپنی قوم کی اس ذلیل حالت کو دیکھ کر ان رحم دل بندوں کا دل امڈ آتا ہے اور وہ خدا کی بارگاہ میں اپنے ظالموں کیلئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں آخر ان کی اندھیری راتوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ابر رحمت برستا ہے کہ ساری قوم کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ وہ جو دشمن تھے ہوتے ہوتے جان نثار دوست بن جاتے ہیں۔ اہل عرب کی حالت۔ ان کا معاندانہ جوش اور ان کی آخر کو ایک عجیب کایا پلٹ ایک نہایت ہی قابل غور نمونہ ہے۔ پیغمبران خدا اور مصلحین قوم خدائی حکیم و طبیب ہیں جو اس عالم میں روحانی امراض کو دور کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر مریض بیماری کا چارہ نہ کرے اور ہمیں اور اپنے چھپے ہوئے زخموں کو نہ دکھائیں تو وہ حکیم و طبیب سخت دھوکہ میں رہجائیں اس لئے رحمت الٰہی مخالفت کی ہوا کو ایسی تیز کر دیتی ہے کہ مکاری و ریاکاری کا پردہ اڑا دیتا ہے اور وہ بڑے مقدس کہلاتے تھے اس ہوا سے کیا کرا دیتی چھپی ہوئی گندگی کو ظاہر کر دیتی اور اپنے باطنی کینہ کو سامنے جہان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مصلحان قوم کا دل اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر ایسا کڑھتا ہے کہ اسکا اندازہ وہ کر ہی نہیں سکتے جنکی طبیعت میں رحم دلی اور شفقت کا مادہ نہیں ہے۔ کیا ماں اپنے بچے کی مہلک مرض کو دیکھ کر سکھ کی نیند سو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں تو جان لو کہ مصلحان قوم کے دلوں میں اللہ پاک رحم مادری کیطرح رحمت و شفقت علی الخلق رکھدیتا ہے۔ نیک بندگان خدا قوم کیلئے اسیطرح روتے اور بیقرار ہوتے ہیں جیسے ماں اپنے نہایت ہی مریض بچہ کیلئے روتی اور کلپتی ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ مصلحان قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت ہی سخت الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن ان سخت الفاظ کے اندر محبت و شفقت بھری رہتی ہے کیا والدین اپنی نالائق اولاد کو برا بھلا نہیں کہتے۔ لیکن کیا جسحالت میں وہ سخت الفاظ میں اولاد کو غیرت دلاتے اور دل دکھانیوالی باتیں کہتے ہیں تو کیا اسوقت انکے دلوں سے درد فرزندی دور ہو جاتا ہے؟ نہیں بلکہ اسی درد فرزندی کیوجہ سے ان کے الفاظ تیز ہوتے ہیں۔ ان کی زبان سے تو غصہ بھرے ہوئے الفاظ نکلتے ہیں لیکن دل ونکا روتا ہے۔ بعض اوقات مصلحان قوم عمداً سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں نہ غرض انتقام بلکہ اس پاک ارادہ کی وجہ سے کہ شاید ان سخت لفظوں سے ہی کسی مردہ میں جان آوے۔ بے غیرت میں غیرت پیدا ہو جیسے کبھی لڑکا ہوتا ہے ماں کی پیٹ میں زندہ تھا پیدا ہوا تو بے مردہ معلوم ہوتا ہے تو ڈاکٹر اس بچہ کو پہلے گرم پانی کا چھینٹا اور پھر سرد پانی کا چھینٹا مارتا ہے۔ اور اس طور سے بار بار گرم و سرد پانی کی چھینٹے پڑنے سے لڑکا زندہ ہو جاتے ہیں۔ مصلحان قوم بھی اس قسم کے ڈاکٹر ہیں جو اپنے تیز اور دل دکھانیوالے الفاظ کی گرم اور میٹھے اور پیارے اور دردمندانہ الفاظ کی سرد چھینٹوں کو مارکر اپنی مردہ قوم کو زندہ کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان ڈاکٹروں کے ذریعہ سے زندہ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا تجربہ بیکار جاتا ہے اور لڑکا مرجاتا ہے لیکن ان روحانی ڈاکٹروں کا زندہ کیا ہوا انسان کبھی نہیں مرتا وہ ہمیشہ کی زندگی پا جاتا ہے۔ پیغمبران خدا اور مصلحان قوم طبقہ کے خدمتگار ہیں۔ آفت و بلا کو لبوں پر ڈالی جاتی ہیں۔ لیکن جہان بیشک ہی جو کچھ بھلی ہوئی ہے سب انہی کی ذات سے ہے اس جہان میں گمراہ انسانوں کی ہدایت کیلئے اگر کوئی ایک مختصری بھی نصیحت ہم ہو تو وہ ضرور کسی ہادی برحق کی پھیلائی ہوئی ہے۔ نور زمین سے نہیں نکلتا۔ نور آسمان سے اترتا ہے۔ پس اس اندھیری دنیا کو اوجالا بنانے کیلئے آسمان سے نازل ہونے والے خدا کے بندوں نے نور لاکر ہدایت کو پھیلایا۔ خدا اپنی رحمت ان پاک بندوں پر نازل کرے۔

سب پوسٹ آفس مظلوم ملازمان

اورسیر اور انکی مشکلات

دیہاتی چٹھی رسانون اور ہرکارون کے کام کی نگرانی کیلئے ۔۔ ماہوار کے اورسیر مقرر ہین جنکا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ دیہات مین گشت کرکے یہ دریافت کرین کہ آیا چٹھی رسان اپنے وقت پر آتا ہے یا نہین اور اگر آتا ہے تو لوگون سے ناجائز طور پر کچھ وصول تو نہین کرتا اور اسی قسم کے کام ان کے سپرد ہوتے ہین جن پر بحث کرنا اسوقت ہمارا کام نہین ہے بلکہ ہم اس نوٹ مین صرف افسران بالا دست کی توجہ اس امر پر توجہ دلاتے ہین کہ بلحاظ ان کی ذمہ داری اور کثرت کام کے جو ان کو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ کافی نہین ہے اور اس کی معاوضہ کیوجہ سے اور ان مشکلات کیوجہ سے جو روزانہ سفر کی وجہ سے ان کو پیش آتی ہین یا تو وہ اس امر پر مجبور ہوتے ہین کہ اپنی کارگذاری فرضی دکہائین ۔ چنانچہ کبھی کبھی افسران بالا دست کے پاس اس قسم کی شکائتین بھی ہو جاتی ہین کہ فلان اورسیر جھوٹی ڈائریان بنا تا ہے ۔ لیکن اگر ایسی شکایات صحیح بھی ہون تو ہم پوچھتے ہین کہ اس قسم کی فرضی کارروائیان کرنے کی تحریک کیا خود اعلےٰ افسر نہین دیتے ؟ جب کہ وہ ان کے پاس اسقدر کام دیدیتے ہین جو وہ کر نہین سکتے اور روزانہ سفر اور بھی ان کی طاقتون کو کمزور کردیتا ہے اور اورسیر اپنے فرض منصبی کو پوری تندہی اور کمال دیانتداری سے اسوقت ادا کر سکتے ہین جب کہ ان کو ہارس الونس دیا جاوے اور ایک گھوڑا رکہنے کے واسطے ان کو تاکید کی جاوے ۔ سواری کی حالت مین روزانہ سفر ان کو ناگوار نہین معلوم ہوگا ۔ اور ان کو فرضی کارروائی کرنیکو اسلئے کوئی موقعہ نہین رہیگا ۔ اگرچہ اسوقت ہم کسی پر یہ الزام نہین لگاتے کہ فلان شخص فرضی کارروائی کرتا ہے لیکن اس مین کوئی کلام نہین کہ موجودہ صورت مین سفر کی مشکلات انکو اس قسم کی تحریک ضرور کر سکتی ہین ۔ اس لئے ہم افسران بالا دست کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ اس عہدہ کی حیثیت اور وقعت کو قائم رکھنے کے خیال سے اور ان بیچارون کی حالت زار کا اندازہ کرکے ان کیلئے یا تو ہارس الونس تجویز کیا جائے اور یا اگر یہ فی الحال مناسب ہو تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ فی میل مسافت کے حساب سے سفر خرچ ملا کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو پھر انکی تنخواہ ہی کم از کم بیس روپیہ ماہوار ہو ہم امید کرتے ہین کہ افسران بالا دست اس سوال پر غور کرینگے

مدرسون مین ڈاکخانے

ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اور ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات کی توجہ طلب

ڈاکخانے کی فوائد کے عام کرنے اور کثرت سے ڈاکخانے کہولنے کی ضرورت نے سررشتہ پوسٹ آفس کو ایک وقت مین اس تجویز کی طرف مائل کیا تھا کہ خفیف خفیف سا الونس مدرسون کو دیکر مدرسون مین ڈاکخانے کہولے گئے تھے ۔ چنانچہ اسوقت تک کثرت کے ساتھ ایسے ڈاکخانے موجود ہین جنکا تعلق مدرسون کے ساتھ ہے لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ کیا اس تجویز سے پبلک یا سرکار کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے یا نہین ؟

ابتدا جب یہ تجویز کیگئی تہی ۔ تو ان مدرسون کے ڈاکخانون کی نگرانی اور انتظام سررشتہ تعلیم کے ڈسٹرکٹ انسپکٹرون کے ہاتھ مین تہا ۔ اور ان کے ماتحت محکمہ ڈاکخانہ کی طرف سے ایک اورسیر بھی ہوتا تہا ۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹرون کو اپنی تنخواہ کے علاوہ محکمہ ڈاکخانہ کیطرف سے بھی کچھ الونس ماہوار ملا کرتا تہا ۔ بحالیکہ انکا کام نگرانی ڈاکخانجات بہت ہی کم تہا ۔ اور وہ بھی عموماً وہ اورسیر جو انکو دیا جاتا تہا دیکھا کرتا تہا ۔ یہ الونس ان فائدہ ڈسٹرکٹ انسپکٹرون کے لئے ایک عمدہ تحریک کا باعث تہا ۔ کہ وہ ایسے ڈاکخانے کثرت کیساتھ جاری کرائین یا کم از کم یہ کہ مدرسون کے ساتھ ان کا تعلق ہو لیکن بعد مین محکمہ ڈاکخانہ نے بے فوائد کو ملحوظ رکھکر ڈسٹرکٹ انسپکٹرون سے اس نگرانی کو لیکیا اور اپنے انسپکٹر ہی ایسے ڈاکخانون کے دیکھنے کے واسطے بھی مجاز ٹھہرائے ۔

چنانچہ اب تک یہی عملدرآمد ہو رہا ہے ۔ اور اب قابل غور یہ امر ہے کہ آیا یہ تجویز سرکار اور **پبلک کیلئے مفید ہے یا مضر ہے** ہماری رائے مین اس تجویز سے نہ سرکار کا فائدہ ہے اور نہ رعایا کا بلکہ دونون کے واسطے مضر ہے جسکے دلائل ہم ذیل مین پیش کرتے ہین ۔

اول مدرسین چونکہ سررشتہ تعلیم کے ملازم حقیقی ہوتے ہین وہ افسران ڈاکخانہ کی کوئی حقیقت ہی نہین سمجھتے بلکہ جب سے ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند نے یہ سرکلر جاری فرمایا ہے کہ انسپکٹر مدرسون مین جاکر نہ اترا کرین بعض مدرسون کو اور بھی دلیری اور جرأت ہوگئی ہے کہ وہ انسپکٹران ڈاکخانجات کی کوئی پرواہ نہ کرین ۔ ایک تو پہلے ہی سے ان بیچارون کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب وہ کسی ڈاکخانے کو دیکہنے جاوین تو کوئی گاؤن کا چوکیدار یا نمبردار پوچھتا ہی نہین کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہے علاوہ ازین وہ ہر ایک چیز کی قیمت دیتے ہین لیکن پہر بھی برخلاف پولیس یا اور محکمے اعلےٰ چپڑاسیون کے مقابلہ مین بھی ان کی رسد رسانی اور ضروری امور مین مدد دینے کیلئے کوئی توجہ ہی نہین کرتا کیون ؟ خود افسران ڈاکخانہ ان کی ایسی تحریر وان پر اگر دورکرین تو توجہ کرنے کو طیار نہین ۔ غرض مدرس ان کو اپنا افسر نہین سمجھتے ۔ اور اس کی ایک وجہ اور بھی ہے یہ لوگ براہ راست کسی مدرس کو جو ڈاکخانہ بھی رکہتا ہے ڈاکخانہ کا قصور کرنیکی وجہ سے سزا نہین دیسکتے جیسا کہ وہ اپنی ماتحتون کو سزا دیسکتے ہین ۔ اسبات نے ان لوگون کو بہت دلیر کردیا ہے اور وہ کچھ پرواہ نہین کرتے ہمین ایک سپرنٹنڈنٹ بہادر سے ملنے کا اتفاق ہوا جو ایک برانچ آفس متعلقہ مدرسہ مین کسی تحقیقات کیلئے تشریف لے گئے تہے اثنائے گفتگو مین سپرنٹنڈنٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک معاملہ کی متعلق جب مین نے اس سے پوچہا کہ تم نے مجھے کیون اطلاع نہین دی تو اس نے نہایت لاپروائی سے کہا کہ مین تو جانتا ہی نہین کہ ڈاکخانہ کا سپرنٹنڈنٹ بھی کوئی ہوتا ہے ؟ حالانکہ یہ ایک معمولی بات ہے لیکن اس مدرس نے یونہی کہدیا کہ مجھے علم ہی نہین اگر وہ سپرنٹنڈنٹ بہادر کو اپنا افسر سمجہتا تو کوئی وجہ نہ تہی کہ وہ اسطرح جواب دیتا ۔ یہ اسکی شوخی تہی جو بات کو اسطرح ٹالدیا مختصر یہ کہ وہ اپنا افسر صرف سررشتہ تعلیم کے محکمہ کو سمجہتے ہین ۔ جس سے انکو مستقل تنخواہ ملتی ہے ۔ اور افسران ڈاکخانہ کو افسر نہین سمجہتے ۔ اگر انسپکٹر صاحبان نیک نیتی کیساتھ اس معاملہ مین اپنی رائے ظاہر کرین اور وہ کسرشان نہ سمجہین تو وہ صاف طور پر کہہ سکتے ہین کہ واقعی ایسا ہی ہوتا ہے ۔

دوم پبلک کو نقصان اسطرح پر ہوتا ہے کہ مدرس چٹھیات عموماً لڑکون کی معرفت تقسیم کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات چٹھیات گم ہو جاتی ہین اور یا یہ کہ دیر سے پہونچتی ہین ۔ دیہاتی لوگ چونکہ شکایت کرنے کے عادی نہین ہوتے یا انکو علم نہین ہوتا اور اس کے علاوہ دیہاتی مدرس نمبرداران یا ذیلداران کے ساتھ عموماً راہ و رسم رکہتے ہین اسلئے اگر کوئی شکایت کرنی پر آمادہ بھی ہو تو اسکو نمبردار کے ذریعہ درست کرا لیتے ہین اور اگر شکایت ہو بھی جائے تو پہر تفتیش پر اسکو غلط ثابت کرانے مین کامیاب ہو جاتے ہین ۔ غرض پبلک کو اسطرح نقصان پہونچتا ہے ۔ اور اس مین تو کوئی کلام ہی نہین ہو سکتا کہ وہ ڈاک کو اوقات تعلیم مین (بجز خاص صورتون کے جہان ڈاک اوقات تعلیم کے بعد جاتی ہو) کہولتے اور روانہ کرتے ہین جس سے تعلیمی اوقات مین ہرج ہوتا ہے ۔ پس ہم سررشتہ تعلیم کے لائق اور واجب العزت ڈائرکٹر صاحب پنجاب سے بھی یہ التماس کرتے ہین کہ وہ مدرسون کو قطعاً ڈاکخانہ رکھنے کی ہدایت کرین اور ایسا ہی ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ پبلک کے فائدہ اور سرکار کے نفع کو مدنظر رکھکر ایسے ڈاکخانے بجائے مدرسون کے دیگر دکانداروں یا اور لوگون کو جو اسکے اہل ہون دیدین اور اگر وہ الونس مین تہوڑا سا اضافہ کرکے پانچ یا چھ روپیہ ماہوار ہر ایک برانچ آفس کا الونس مقرر کردین تو کم از کم مڈل پاس مل سکتے ہین ہم اس مضمون پر کسیقدر وضاحت سے روشنی ڈالنے کا ارادہ رکہتے ہین

امرتسر ڈویژن کا سپرنٹنڈنٹ

امرتسر ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ کے متعلق اس سے پہلے ایک مرتبہ ہم نے ظاہر کیا تہا کہ امرتسر ڈویژن کی حالت زار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرصہ تک کوئی سپرنٹنڈنٹ یہان نہین آتا بلکہ جب اسکی واقفیت اس ڈویژن کے متعلق بڑہتی ہے اور وہ ان نقائص کے دور کرنیکیطرف توجہ کرتا ہے جو اس ڈویژن مین پیدا ہوئے ہین تو اسکو یہان سے چلا جانا پڑتا ہے ہمارے اس نوٹ پر گذشتہ ایام مین توجہ کیگئی تہی اور خلیفہ فضل حسین صاحب موجودہ سپرنٹنڈنٹ کو جوان دنون لائلپور تبدیل فرمائے جانیوالے تہے یہان ہی رہنے دیا گیا تہا ۔ مگر اب ہمارے کانون مین یہ سرسرائی شروع ہوئی ہے کہ عنقریب خلیفہ صاحب اس عہدہ کا چارج کسی انگریز کو دینے والے ہین ہمارا یہ کام نہین ہے کہ حکام کے تغیر و تبدل مین دخل دین بلکہ ایسی صورت پیدا ہو کہ پبلک و سرکار کی بنا پر عام خیالات کا اظہار کرسکتے ہین ۔ گو ابھی تک ہم وثوق سے نہین کہ سکتے کہ یہ افواہ کہانتک سچ ہے لیکن اگر اسکو صحیح مان لیا جاوے تو ہم اتنا عرض کرینگے کہ خلیفہ صاحب نے امرتسر ڈویژن کی اصلاح طرف بہت توجہ کی ہے اور چونکہ وہ دیسی ہین اسلئے ہر ایک دیسی بلاتکلف انسے ملکر اپنا عرض حال سکتا ہے اور بوجہ مدارج ترقی کے وہ کل کام سے بخوبی واقف ہین اور کلرکون اور پوسٹماسٹرون وغیرہ کی مشکلات سے پورے آگاہ ہین ۔ امرتسر ڈویژن کی اصلاح کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ جو شخص اس ڈویژن کے حالات سے پورا واقف اور آگاہ ہو اور جعلسازیون اور چالاکیون کا جو بعض دفعات اس ڈویژن مین ظہور پذیر ہوتی ہین انکا علم رکہتا ہو ۔ سو یہ باتین خلیفہ صاحب کو حاصل ہین اور انہون نے اس ڈویژن کی درستی کیطرف توجہ کی ہوئی ہے ۔ ہم امید کرتے ہین کہ پوسٹماسٹر جنرل صاحب اس ڈویژن کی اصلاح کے خیال سے اور خلیفہ صاحب کی قابلیت کو ملحوظ رکہکر فی الحال اس ڈویژن مین انہیں رہنے دین گے تاکہ جو جو نقص ابہی باقی ہین اور جنکی طرف وہ توجہ کر رہے ہین دور ہو جائین ۔ ہم کسی اگلے مضمون مین ان اصلاحون کی ایک تفصیل دینگے جو خلیفہ صاحب کی آنے سے ہوئی ہین ۔ اور جو عرصہ سے چلی آتی تہین ۔ خلیفہ صاحب کی قابلیت اور وسعت واقفیت کے متعلق ہمکو کچھ کہنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ ابہی پچہلا امتحان مین آپ ہندوستان بہر مین **اول** رہے ہین البتہ ہم یہ بھی چاہتے ہین کہ انکے دفتر کے متعلق جو شکایات وقتاً فوقتاً سنی جاتی ہین اسپر انکی توجہ بکار ہے اگرچہ اسوقت ان شکایتون مین بہت کچھ کمی ہوگئی ہے کیونکہ خلیفہ صاحب اپنے ہاتہ سے کام کرتے ہین ۔ اور کلرکون پر کام کا انحصار نہین کرتے ۔ اور ماتحتون کو شکایتون کا زیادہ موقعہ اسوقت ملتا ہے جبکہ سپرنٹنڈنٹ خود توجہ نہ کرے اور

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کی اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

نمبر ۱۴ و ۱۵ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۰ اپریل و ۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

کلمات طیبات احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

۱۹-اپریل کی شام

"زندگی کے فیشن سے بہت دور جا پڑے ہیں" یہ الہام آج اعلیحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا تھا - اسپر فرمایا کہ زندگی کی اصل غرض اور مقصود تو اللہ تعالےٰ کی عبادۃ ہے مگر اسوقت میں دیکھتا ہوں کہ عام طور پر لوگ اس غرض اور مقصود کو فراموش کر چکے ہیں اور کھانے پینے اور حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنیکے سوا اور کوئی مقصود نہیں رہا ہے - اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ دنیا کو پھر اسکی زندگی کی غرض سے آگاہ کرے اور یہ فناء پھر اسکو رجوع کرلے گی -

اسلیے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اللہ تعالیٰ کا خوف اسکو بہت سی نیکیوں کا وارث بنالے گا - جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی اچھا ہے کیونکہ اس خوف کیوجہ سے اسکو ایک بصیرت ملتی ہے جس کے ذریعہ وہ گناہوں سے بچتا ہے + بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعام اور اکرام پر غور کرکے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اسکی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچتے ہیں - ایک قسم لوگوں کی ایسی بھی ہے جو اسکے قہر سے ڈرتے ہیں + اصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کی پرکھ سے اچھا نکلے - بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم **متقی** ہیں مگر اصل میں **متقی** جنکا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر میں **متقی** ہو -

اسوقت اللہ تعالیٰ کے اسم **ستار** کی تجلی ہے لیکن قیامت کے دن جب پردہ دری کی **تجلی** ہوگی اسوقت تمام حقیقت کھل جاوے گی + اس تجلی کے وقت بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو آج بڑے **متقی** اور پرہیزگار نظر آتے ہیں قیامت کے دن وہ بڑے **فاسق** فاجر نظر آئیں گے + اسکی وجہ یہ ہے کہ عمل صالحہ ہماری اپنی تجویز اور قرار داد سے نہیں ہو سکتا - اصل میں **اعمال صالحہ** وہ ہیں جن میں کسی نوع کا کوئی **فساد** نہ ہو کیونکہ **صالح فساد** کی ضد ہے جیسے غذا طیب اسوقت ہوتی ہے کہ وہ نہ کچی ہو نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنی درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جزو بدن ہو جانے والی ہو - اسی طرح پر ضروری ہے کہ **عمل صالح** میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو - اور پھر نہ اس میں کسی قسم کا کسل ہو نہ عجب ہو نہ ریا ہو نہ وہ اپنی تجویز سے ہو جب ایسا عمل ہو تو وہ عمل صالح کہلاتا ہے اور یہ **کبریت احمر** ہے -

شیطان انسان کو گمراہ کرنیکے اور اسکے اعمال کو فاسد بنانیکے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے + یہاں تک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے نماز پڑھتا ہے تو بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملا دیتا ہے ایک امامت کرانے والے کو بھی اس آفت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اسکے حملے سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسکے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں وہ تو گویا اسکا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقع پاکر ان پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے + جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطانی راہوں سے بار یک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں -

ریا اور عجب وغیرہ سے بچنے کے واسطے ایک **ملامتی فرقہ** ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور سیئات کو ظاہر کرتا رہتا ہے - وہ اسطرح پر سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملوں سے بچ جاتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ بھی کامل نہیں ہیں - ان کے **دل** میں بھی غیر ہے اگر غیر نہ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے - انسان معرفت اور سلوک میں اس وقت کامل ہوتا ہے جب کسی نوع اور رنگ کا غیر ان کے دل میں نہ رہے اور یہ **فرقہ انبیا** علیہم السلام کا ہوتا ہے - یہ **ایسا کامل** گروہ ہوتا ہے کہ اسکے دل میں غیر کا وجود بالکل معدوم ہوتا ہے +

اصل بات یہ ہے کہ غیر کے وجود کو کالعدم سمجھنا یہ بھی اختیاری نہیں ہے کیونکہ یہ **حالت عشقیہ** ہے جو از خود پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اسکی جڑ **محبت ذاتی** ہے جب **محبت ذاتی** کے مقام پر انسان پہونچتا ہے تو یہ عشقیہ حالت پیدا ہو کر غیر کے وجود کو جلا دیتی ہے +

کیا؟

الحکم کے متعلق آپکا کوئی فرض نہیں ہے؟

اگر ہے تو آپ سوچکر جواب دیں آپنے اسے کس حد تک ادا کیا ہے؟

بقیہ مضمون صفحہ اول

جب محبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اُسوقت حالت عشقیہ پیدا ہو کر وجود غیر کو جلا دیتی ہے اور پھر کسی کے مدح و ذم یا عذاب و ثواب کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی مدح بھی سن لیا کرتے تھے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ آپکو اس مدح کی پروا ہوتی تھی سخت غلطی ہے آپ کو ان باتوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا اور کوئی اثر اس کا آپ پر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک محل مدح ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو ہلاک کر دیتا ہے لیکن آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق اور رشتہ تھا کہ کسی دوسرے کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ پس آپ کسی انسان کی مدح سے کیا خوش ہو سکتے تھے۔ ایسا ہی ذم کا حال ہے۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی **محبت ذاتی** میں فنا ہو چکے تھے کوئی غیر احساس باقی ہی نہیں رہا تھا اسلیے سارے مقام ختم ہو چکے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہی وہ مقام ہے جو مقام امن کہلاتا ہے۔ زاہد خشک کی مدح کرنے والا اسکو ہلاک کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس مدح سے خوش ہو کر اپنے **وجود** کو بھی کچھ شے سمجھنے لگتا ہے اور اپنے اعمال پر ایک ناز کرنے لگتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مراتب بھی وہبی ہیں کوشش سے نہیں ملتے۔ اور انسان کامل اسی مقام پر ہوتا ہے **صوفی** کہتے ہیں جب تک محبت ذاتی نہ ہو جاوے ایسی محبت کہ بہشت اور دوزخ پر بھی نظر نہ ہو اُسوقت تک کامل نہیں ہوتا اس سے پہلے اسکا خدا بہشت اور دوزخ ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسکے لیے **اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ** کا حکم ہوتا ہے کیونکہ اس کی رضا خدا کی رضا ہوتی ہے جبتک یہ حال نہ ہو اندیشہ ہوتا ہے کہ نیکی ضائع نہ ہو جاوے۔ ذاتی محبت والے سے اگر اسکی غرض پوچھی جاوے کہ تو کیوں خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ کچھ بھی بتا نہیں سکتا کیونکہ اُسے کوئی ذاتی غرض محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ اگر اسکے لیے دوزخ کی **وعید** بھی ہو کہ تو اگر عبادت کرے گا تو دوزخ ملے گا تب بھی وہ رک نہیں سکتا کیونکہ اسکے رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت اور محبت ہوتی ہے وہ بے اختیار ہو کر اسکی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ اسکو نہیں معلوم کہ کیوں کھچا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ وہ ثواب و عذاب کی پروا کرتا ہے اور نہ مدح و ذم کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ انبیاء و رسل اسی مقام پر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مخالفت اور خطرناک مصائب اور مشکلات انکو اپنے کام سے ہٹا نہیں سکتیں۔ میں **اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** میں اسمقام کو سمجھتا ہوں یہ ایسا دارالامان ہے کہ شیطان اسکے نہیں آ سکتا۔ ایک زاہد بعض وقت مغضوب کے زمرہ میں آ سکتا ہے لیکن جو **اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** کے مقام پر پہونچ گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ محبت ذاتی کی آگ غیر کے وجود کو مطلقاً جلا دیتی ہے اور اسکو امن میں داخل کر دیتی ہے **استجابت دعا** بھی اسی مقام پر ہوتا ہے۔ یہ ایسا رفیع اور اعلیٰ مقام ہے کہ اس کی تصریح بھی نہیں ہو سکتی یہ ایک کیفیت ہے جو دوسرے کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ **انبیاء** علیہم السلام کے گلہ کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ ان تعلقات سے محض ناآشنا ہوتا ہے جو انبیاء و رسل اور اللہ تعالیٰ میں ہوتے ہیں اسلیے کسی ایسے امر کو جو ہماری سمجھ اور دانش سے بالاتر اور بالاتر ہے اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا صریح حماقت ہے۔ مثلاً آدم علیہ السلام کا گلہ کرنے لگے کہ انھوں نے درخت ممنوع کا پھل کھایا۔ یا عَبَسَ وَتَوَلّٰی کہنے بیٹھے۔ ایسی حرکت آداب الرسل کے خلاف ہے اور کفر کی حد تک پہونچا دیتی ہے چونکہ خدا تعالیٰ اُن کا محبوب ہوتا ہے بعض اوقات وہ کسی بات پر گویا روٹھ جاتا ہے۔ وہ باتیں عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتی ہیں۔ ۳۰ سال کے قریب کا عرصہ ہوتا ہے کہ ایک مقرب فرشتہ کو مینے دیکھا جس نے مجھے ایک توت کی چھڑی ماری۔ پھر مینے اسکو دیکھا کہ کرسی پر بیٹھکر رونے لگا۔ یہ ایک نسبت بتائی ہے کہ جیسے بعض اوقات والدہ بچہ کو مارتی ہے پھر رقت سے خود ہی رونے لگتی ہے یہ ایک لطیف استعارہ ہے جو مجھپر ظاہر کیا گیا ہے۔

میرا مطلب بھی نہیں آتا کہ ان تعلقات کو جو انبیاء رسل اور اللہ تعالیٰ میں ہوتے ہیں کسطرح ظاہر کیا جاوے یہ تعلقات ایسے شدید اور گہرے ہوتے ہیں کہ بجز کامل الایمان ہونے اور اس وجہ سے آشنا ہونے کے انکی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ اسلیے **صوفیوں** نے لکھا ہے کہ انکے افعال اور اعمال عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتے ہیں انکو انکے ضمن میں ذکر کرنا بھی سلب ایمان کا موجب ہوتا ہے کیونکہ ان کا حساب تعلقات کا ہے ذرہ بھر کی کیفیت کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے؟ عام پر عاشق و معشوق کے تعلقات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ تعلقات تو اس سے لطیف تر ہیں۔

ناحقیقت سے ناآشنا **استغفار** کے لفظ پر اعتراض کرتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ جسقدر یہ لفظ بیان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی پاکیزگی دلیل ہے ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑھے ہوئے اس معلوم ہوتا ہے کہ آپ عاشق تھا ہیں۔ ہمیں بڑی بلند پروازی کے ساتھ ترقیات کر رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کرتے ہیں اور اظہار شکر کر قاصر پاکر تدارک کرتے ہیں یہ کیفیت ہم کسطرح ان عقل کے اندھوں اور مجذوم الفطرت لوگوں کو سمجھائیں انپر واضح ہو تو وہ سمجھیں جب ایسی حالت ہوتی ہے احسانات الٰہیہ کی کثرت آکر اپنا غلبہ کرتی ہے تو روح محبت سے پُر ہو جاتی ہے اور وہ اُچھل اُچھل کر استغفار کے ذریعہ اپنے قصور شکر کا تدارک کرتی ہے۔

یہ لوگ خشک منطق کیطرح اتنا ہی نہیں جانتے کہ وہ قوی جن سے کوئی کمزوری یا غفلت صادر ہو سکتی ہے وہ ظاہر نہ ہوں۔ نہیں وہ ان قوی پر تو فتح حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کرکے استغفار کرتے ہیں کہ شکر نہیں کر سکتے۔ یہ ایک لطیف و اعلیٰ مقام ہے جسکی حقیقت سے دوسرے لوگ ناآشنا ہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے حیوانات گدھے وغیرہ انسانیت کی حقیقت سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ اسطرح انبیاء و رسل کے **تعلقات** اور انکے مقام کی حقیقت سے دوسرے لوگ کیا اطلاع رکھ سکتے ہیں۔ یہ بڑے ہی لطیف ہوتے ہیں اور جسقدر محبت ذاتی بڑھ جاتی ہے اُسی قدر یہ اور بھی لطیف ہوتے جاتے ہیں۔ ایک معشوق اور عاشق صرف یہی کہا تھا کہ تم بادشاہ سے بیزار کرتے ہو صرف اتنی بات پر ایک عرصہ تک ناراض رہنا پڑا حالانکہ عام نظر میں یہ ایک معمولی بات ہوتی ہے مگر نہیں ان تعلقات محبت کے منافی تھی + غرض یہ ایک لطیف سر ہے جسپر ہر ایک مطلع نہیں ہو سکتا یہی ایک مقام ہے جسکی طلب ہر ایک کو کرنی چاہیے

برکریماں کارہا دشوار نیست

۲۸ اپریل کی شام

ارشادات عالیہ

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رویا اور الہامات سنانے شروع کیے جب وہ سنا چکا تو آپنے فرمایا **میں تمہیں** نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ خوب یاد رکھو کہ ان خوابوں اور الہامات ہی پر نہ رہو بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو بہت سے الہامات اور خواب **سنیر و** پیل کیطرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا اصل مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور بے ریا تعلق اخلاص اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پوری نہیں ہو سکتی۔ مگر **اللہ** سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے جہانتک ہو سکے صدق و اخلاص ترک ریا و ترکیہ نفسیات میں ترقی کرنی چاہیے اور مطالعہ کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو پھر خوابات اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دینگے بلکہ صوفیوں نے لکھا ہے کہ اوائل سلوک میں جو رویا یا وحی ہو اس پر توجہ نہیں کرنی چاہیے وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔

انسان کی اپنی خوبی اسمیں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا **فضل** ہے جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھاوے یا کوئی **الہام** کرے۔ اسمیں کیا لیا دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت وحی ہوا کرتی تھی لیکن اس کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا گیا کہ اس کو یہ الہام ہوا۔ یہ وحی ہوئی بلکہ ذکر اگر کیا ہے تو اس بات کا کیا کہ

اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفّٰى

وہ ابراہیم جسنے **وفاداری** کا کامل نمونہ دکھایا یا یہ کہ یا ابراہیم **قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین۔** یہ بات ہے جو انسان کو حاصل کرنی چاہیے اگر یہ پیدا نہیں تو پھر رویا و الہام سے کیا فائدہ! مومن کی نظر ہمیشہ اعمال صالحہ پر ہوتی ہے اگر اعمال صالحہ میں کمی ہے۔ اگر اعمال صالحہ نہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ **مکر اللہ** کے نیچے آ جاتا ہے سکو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے اور اسکے لیے ضرورت ہے اخلاص کی صدق و وفا کی نہ یہ کہ قیل و قال تک ہی ہماری ہمت و کوشش محدود ہو۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے اور رویا اور وحی کو القا رشید الہی سے پاک کر دیتا ہے اور انفعالات احلام سے بچا لیتا ہے پس اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ رویا اور الہام پر ہی مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہیے بہت سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ انکو رویا اور الہام ہوتے رہے لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گزرنا آسان نہیں۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کر سکتے کہ رویا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہیں اور مجاہدات و کشاکش ہو رہیں اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا وہ تو فرماتا ہے **لیس للانسان الا ما سعی** اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مجاہدہ کرے اور وہ کام کرکے دکھاوے جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ صبح کو شام تک مکالمہ کرے تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہ تو اسکی عطا ہوگی۔ دھیان یہ ہوگا کہ خود ہم نے اسکے لیے کیا کیا؟ **بلعم** کتنا بڑا آدمی تھا مستجاب الدعوات تھا اسکو بھی الہام ہوتا تھا لیکن انجام کیسا خراب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے کتے کی مثال دیتا ہے اسلیے **انجام** کے نیک ہونے کیلئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہیے اور ہر وقت لرزاں ترساں رہنا چاہیئے۔ (باقی آئندہ)

ایڈیٹر کے اپنے مضامین

نور الدین پر ریویو

نمبر دوم

چہ خوش بودی اگر ہر یک اُمّت نور دیں بودے
ہمیں بودی اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

نور الدین پر ریویو" کے پہلے نمبر میں ہمنے ریویو کی حقیقت پر بحث کی تھی اور ہمیں یہ بھی بتانا ہے کہ ریویو کے بانی اہل عرب ہیں اور ان ریویو نویسی کے سلسلہ میں علم کلام پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن اس نمبر میں (جیساکہ ہمنے پہلے اس مضمون کی تقسیم کی تھی) ہم نور الدین کے مصنف و مؤلف حکیم الامت شیخنا و مولانا مولوی نور الدین صاحب کا مختصر تذکرہ لکھنا چاہتے ہیں۔

یہ تذکرہ اگر تذکرہ کے رنگ میں لکھا جاوے تو خواہ کتنا ہی اختصار بھی کیوں نہ کیا جاوے لیکن ایسے اخبار کے متعدد نمبروں میں بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس مقام پر علامہ مصنف کے تذکرہ سے ہماری یہ غرض ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے نشیب و فراز اور مختلف منازل اور طبقات عمر پر بحث کریں بلکہ اس ریویو میں حکیم الامت کے تذکرہ کی غرض جہانتک ہم نے ملحوظ رکھی ہے اور امید ہے کہ ہمارے بالغ نظر ناظرین ہمیں ہمارے ساتھ متفق ہونگے فقط یہ ہے کہ ہم دیکھیں اور دکھائیں کہ کیا نور الدین کا مصنف **قرآن کریم یا اسلام** یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی **اہلیت رکھتا ہے یا نہیں**؟ اور کیا اس کے پاس اسقدر کافی سامان کتب خانہ وغیرہ کا ہے جو وہ **قلم** اُٹھاوے؟ یا کیا وہ اس میدان کا مبارز ثابت ہو چکا ہے اور **قوم** اور **ملک** میں اسکی وسیع واقفیت اور اسکی فہم و فراست (اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله والی فراست) مسلم ہوئی ہے کہ وہ **ترک اسلام** یا اور اسی قسم کے رسائل کا جواب لکھے

المختصر

اس ریویو کے ضمن میں علامہ موصوف کے تذکرہ سے اگر کوئی غرض ہے تو فقط اسی قدر ہے اور اسی لیے ہم اس تذکرہ میں آپ کے **منازل** **زندگی** پر کوئی بحث نہ کرینگے بلکہ جیساکہ ہمارا دیرینہ آرزو ہے اور جو خدا تعالیٰ ہی کے فضل اور توفیق سے پوری ہو سکتی ہے ان امور پر نور الدین (مراد حیات نور الدین) میں مفصل بحث کرینگے **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**۔

نور الدین کا مصنف اپنے سلسلہ نسب میں حضرت **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے اور آپ جد امجد کیطرح **غیرت اسلام** اور حمیت ملت خیر الانام کا خمیر اپنی فطرت میں رکھتا ہے۔

پس

آپ کی خاندانی وجاہت اور نسبی شرافت پر بحث کی کوئی حاجت نہیں حضرت فاروق کی لائف پڑھنے والے کجا اور جنھوں نے نہیں بھی پڑھی وہ سماعی طور پر آپ کے محاسن اور دینی غیرت سے خوب آگاہ ہیں۔ اسلیے فاروق اعظم سے خون کا تعلق رکھنے والا اگرچہ بعید یا کیوں نہ گذرگئی ہوں پھر بھی اپنے خون میں وہ غیرت مذہب حقہ کے لیے ضرور رکھتا ہے۔ فاروق اعظم کی بابت سید المرسلین نے فرمایا ہے کہ شیطان اسکے سایہ سے بھاگتا ہے۔ پھر نور الدین کے ٹائٹل پیج پر

بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق ولكم الويل مما تصفون

پڑھنے والوں کو حیرت نہیں کرنی چاہیے ہم اپنے ناظرین کو نور الدین کا سرورق خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کی صلاح دیتے ہیں اس پر **نور الدین** کی لائف کا ایک خاص راز مرقوم ہے جو ہم اپنے وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ حل کرینگے لیکن کم از کم انکو پتہ لگ جاوے گا کہ **فاروقی رگ** غیرت یہاں کام کر رہی ہے

غرض

نور الدین فطرتی طور پر **اسلام** کی حقانیت کے اظہار کا ایک جوش رکھتا ہے اسلیے وہ بہترین **اہل** ایسی کتاب لکھنے کا ہو سکتا ہے اور ہے

پھر

دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا **نور الدین** آجکل کے مصنفوں کیطرح کتاب فروشی کو ذریعہ معاش سمجھتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کی ہمیں کچھ بھی ضرورت نہیں ہے **نور الدین** خدا کے محض فضل و کرم سے اسقدر عالی ہمت اور فیاض انسان ہے کہ اپنے ارشاد ہوں کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہونے پر بھی اپنی ہمت قرار تنخواہ میں بنی نوع انسان کی خدمتگذاری اور اشاعت دین میں صرف کی ہیں اور یہ ایک ایسا امر واقعی (فیکٹ) ہے کہ اس پر اسوقت ہمارے مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے **نور الدین** کی ضروریات زندگی کا دائرہ بہت ہی محدود ہے اسکی طبیعت میں نمایش تکلف تصنع نہیں وہ بلا مبالغہ **خوردن**

برائے زیستن و ذکر کردن است پر عمل کرتا ہے۔ جن لوگوں کو اسکی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے اسکی طرز زندگی ایک ہی اصل پر چل رہی ہے اعلاء کلمہ اسلام کے متعلق ہماری اپنی رائے حکیم الامت کے حق میں نہایت کمزور اور سقیم ہو سکتی ہے اسلیے ہم اسکے متعلق اس **انسان کامل** کی شہادت پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے **مسیح موعود** کے نام سے بھیجا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لیے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام انکے نور اخلاص کی طرح **نور دین** ہے میں انکی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں انکے دل میں جو تائید دین کے لیے جوش بھرا ہے اسکے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو انکو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لیے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انھیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کرکے اپنی روحانی رفاقت کیطرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انھیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی **حکیم نور الدین** بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں

مولنا مرشدنا امامنا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کیواسطے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں

میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔

حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ انکی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپکی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کیلیے طیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔

مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور انکی غمخواری اور جاں نثاری جیسے انکے قال سے ظاہر ہے اُس سے بڑھ کر انکے حال سے انکی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہانتک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں انکی روح محبت کے جوش اور مستی سے انکی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

اس رائے کو پڑھ کر صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ **نور الدین** کا مصنف اعلاء کلمہ اسلام کا کیسا سچا جوش رکھتا ہے اور **اخلاص** کے ساتھ اپنا سارا مال و منال اس راہ میں لٹا دینے کے لیے ہمیشہ طیار رہتا ہے نہیں بلکہ کر دیا۔ ایسے انسان کے متعلق اس قسم کا وہم بھی خطرناک گناہ ہے

پس

یاد رہے کہ **نور الدین** کے مصنف نے **نور الدین** کو محض کتب فروشی کے طور پر شائع نہیں کیا بلکہ محض خدا کے لیے خدا کے دین کی عظمت و جلال کے اظہار کے لیے

نور الدین کا پبلشر اگر اپنی طرف سے کتاب پر کوئی دیباچہ لکھ دیتا تو بہت ہی موزون اور مناسب تھا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ یہ فروگذاشت کی گئی ہے تاہم ابھی تک نمایاں ہستی والے لوگوں کو یہ علم ہوگا کہ **نور الدین** کے **مصنف نے نور الدین کی اگر کچھ جلدیں لی ہیں تو وہ بھی خرید کر** اس سے بڑھ کر اس مخلصانہ خدمت دین کا اور کیا ثبوت چاہیے گا اور سب سے بڑھ کر اس کتاب کی قبولیت خدا ایک مہر کرے گی۔

بہر حال (باقیت)

فٹ نوٹ۔ یہ دعا صدق دل اور راستی سے کی گئی تھی قبول ہو گئی۔ ایڈیٹر

پایونیر اور حضرت مسیح موعود
نمبر (۹)

پایونیر کا نامہ نگار مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر بہی غلطی کر رہا ہے جبکہ وہ صرف گیارہ سو جوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر بتاتا ہے۔ پہر وہ ہماری کسی پرانی تحریر کی بنا یہ کہتا ہے کہ

"اُس کا ارکن تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ پچاس ہزار بلکہ ستر ہزار کا گروہ ہے"

اس کے متعلق ہمکو صرف اسیقدر کہنا ہے کہ اس وقت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متبعین کی تعداد زن و مرد اور بچے ملاکر تین لاکہ سے کم نہیں ہوگی۔

اسیقدر انٹروڈکٹری نوٹ کے بعد اس رسالہ کا ذکر شروع کیا ہے جسکی بنا پر یہ آرٹیکل پایونیر میں لکہا گیا ہے۔ چنانچہ لکہتا ہے۔

"حال میں ۲۴ صفحون کا ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس کا نام "مرزا غلام احمد مہدی مسیح قادیانی" ہے اس کے مصنف لاہور کے پادری ایچ ڈی گریسوولڈ صاحب فلسفہ کے ڈاکٹر ہیں۔

اس رسالہ میں معمول سے زیادہ سخت الفاظ کا استعمال کیا گیا۔ گرجو کچہ لکہا ہے وہ بادی النظر میں صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے"

جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے اس سے رسالہ مذکور کی طرز تحریر اور اداے مطلب کا پتہ ملتا ہے اگرچہ راقم مضمون کا یہ منشا نہیں تہا کہ وہ اس رسالہ کے خلاف کوئی ریمارک کرے۔ لیکن راستی اپنی قوت سے ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

پادری صاحب کے رسالہ کا معمول سے زیادہ سخت الفاظ میں ہونا راقم مضمون کیلئے تعجب انگیز ہو تو ہو لیکن ہمارے نزدیک کچہ بہی بات نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب پادری صاحب نے صرف خداوند یسوع کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے باوجودیکہ انجیل کا پیارا وعظ عیسائیوں کی ہاتہ میں بخیال شان ایک گوہر نایاب ہے لیکن اس پربہی جب پہاڑی وعظ کے معلم کی اس گفتگو پر نظر کیجاتی ہے جو وہ یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں سے کرتا تہا تو سمجہ میں آتا ہے کہ گفتنی وکردنی [illegible]

[illegible] پس ہم ڈاکٹر گریسوولڈ کے رسالہ کو اگر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جس سے معلوم [illegible] رسالہ مذکور [illegible] پر نکتہ چینی کرنے کی ہی دراصل ہی غرض تہی کہ ناظرین کو یہ ذہن نشین کرایا جاتا کہ بڑی ہی بے تعصبی

سے رائے زنی کی گئی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین کو پتہ لگ جائیگا کہ یہ راز مخفی نہیں رہ سکا۔ نامہ نگار نے مصنف رسالہ سے بہی بڑہکر بغض کا اظہار کیا ہے۔ اور فقرہ خط کشیدہ سے ایک بہولے بہالے پبلک کو گمراہ کرنا چاہا ہے اگر نامہ نگار صاحب غور اور فکر سے تنقید کرتے تو وہ اس رسالہ کی غلط بیانیوں کو ظاہر کرتے۔ نہ کہ انہیں صحیح قرار دیتے۔ پہر آگے چلکر کہتا ہے۔

"قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے وہاں پینسٹہ سالہ ایک آدمی رہتا ہے جسکی صورت بزرگوں کی سی اور چہرہ مسخر القلوب اور عقل تیز ہے۔ یہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان ہیں۔ اسیوجہ سے قادیانی کہلاتے ہیں۔ فرقہ احمدیہ کے بانی اور سردار ہیں ذات کے مغل ہیں۔ چار صدی گذرین بابر کے عہد سلطنت میں ان کے بڑے سمرقند سے آئے تہے۔ موروثی پیشہ دوا فروشی ہے"

مرزا صاحب کو اس رسالہ کے مصنف نے پبلک میں انٹروڈیوس کرنے میں جس غلط کاری سے کام لیا ہے وہ ایک قسم کی لائیبل ہے اور صریح غلط۔

حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں کبہی دوا فروشی پیشہ قرار نہیں دیا گیا نہ اسکی کوئی حاجت۔ اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا مختصر سا تذکرہ ہم یہاں درج کردیں جو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکہا ہے جس کے پڑہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان ایک مستقل اور خود مختار دمجاز حکمران خاندان تہا۔

واضح ہو کہ اون کاغذات اور پرانی تحریرات سے جو اکابر اس خاندان نے چہوڑ گئے میں ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلےٰ تہا بزرگ اجداد اس نیاز مند الہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتہ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دہلی میں پہنچے اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچہی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتہ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تہے یا بعد اس کے بلاتوقف اس ملک میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکہنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ ساتہ پہونچے ہوں یا کچہ دن پیچہے سے آئے ہوں مگر انہیں شاہی خاندان سے کچہ ایسا تعلق تہا جسکی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سردار ان میں شمار کئے گئے تہے۔ چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت [illegible] دیہات [illegible] بطور جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری [illegible] وہ متعلقدار ٹہرائے گئے [illegible] دوران دیہات کی وسط میں ایک گاؤں انہوں نے قائم کر کے ٹہرایا ایک قصبہ اپنی سکونت کیلئے آباد کیا جسکا نام اسلام پور قاضی

ماجہی رکہا یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصبہ کے گرداگرد ایک فصیل تہی جسکی بلندی بیس فٹ کے قریب ہوگی اور عرض اسقدر تہا کہ تین چہکڑے ایک دوسرے کے برابر اسپر چل سکتے تہے چار بڑے بڑے برج تہے جنمیں قریب ایک ہزار کے سوار وپیادہ فوج رہتی تہی اور اسجگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجہی تہا تو اسکی یہ وجہ تہی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کیطرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تہی اور منصب قضاء یعنے رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا انکی سپرد تہا اور یہ طرز حکومت اس وقت تک قائم و برقرار رہی کہ جس وقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گذار رہا لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں باعث کاہلی و سستی وعیش پسندی و نالیاقتی تخت نشینوں کے بہت سا فتور آگیا۔ اور کئی ملک ہاتہ سے نکل گئے انہیں دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی سے منقطع ہوکر یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کی طرح ہوگیا جسکو سر پر کوئی سرپرست نہ ہو اور خدا تعالےٰ کی اسپر یہ قدرت ہے کہ سکہوں کی قوم کو جو دہقان بے تمیز تہی ترقی دینا چاہا۔ چنانچہ اس کی ترقی اور تنزل کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر اندر ختم ہوکر ان کا قصہ بہی خواب خیال کیطرح ہوگیا۔ غرض اس زمانہ میں کہ جب چغتائی سلطنت نے اپنی نالیاقتی اور اپنی بدانتظامی سے پنجاب کے اس حصہ سے بکلّی دست برداری اختیار کی تو ان دنوں میں بڑے بڑے زمیندار اس نواح کے خود مختار بنکر اپنے اقتدار کامل کا نقشہ جمانے لگے سو انہیں ایام میں بفضل و احسان الہی اس عاجز کے پردادا صاحب مرزا گل محمد مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری سے ایک مستقل رئیس اور طوائف الملوک میں سے ہنکر ایک چہوٹے سے علاقہ کے جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہگئی تہے کامل اقتدار سے ساتہ فرمانروا ہوگئے اور اپنی مستقل ریاست کا پورا پورا انتظام کرلیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کیلئے کافی فوج اپنے پاس رکہ لی اور تمام زندگی ان کی ایسی حالت میں گذری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تہے اور نہ کسیکے خراج گذار بلکہ اپنی ریاست میں خود مختار حاکم تہے اور قریب ایک ہزار کے سوار وپیادہ انکی فوج تہی اور تین توپیں بہی تہیں اور تین چار سو آدمی عمدہ عمدہ عقلمندوں اور علماء دین میں سے ان کے مصاحب تہے اور پانسو کے قریب قرآن شریف کے حافظ وظیفہ خوار تہے جو اس جگہ قادیان میں رہا کرتے تہے اور تمام مسلمانوں کو سخت تاکید تہی کہ صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دین اسلام کے احکام پر چلنے کی تاکید تہی اور مسکرات تا شدیدی

کو اپنی حدود میں رائج ہونے نہیں دیتے تہے اور اگر کوئی مسلمان ہوکر خلاف شعار اسلام کوئی لباس یا وضع رکہتا تہا تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تہا اور سقیم الحال اور غربا اور مساکین کی خبرگیری اور پرورش کیلئے ایک خاص سرمایہ نقد اور جنس کا جمع رہتا تہا جو وقتاً فوقتاً ان کو تقسیم ہوتا تہا یہ ان تحریرات کا خلاصہ ہے جو اسوقت کی لکہی ہوئی ہم کو ملی ہیں جنکی زبانی طور پر بہی شہادتیں بطریق مسلسل اب تک پائی جاتی ہیں۔ یہ بہی لکہا ہے کہ ان دنوں میں ایک [illegible] زیر سلطنت مغلیہ کا غیاث الدولہ نام قادیان میں آیا اور مرزا گل محمد صاحب مرحوم کے استقلال و حسن تدبیر و تقوےٰ و طہارت و شجاعت و استقامت کو دیکہ کر چشم پر آب ہوگیا اور کہا کہ اگر مجہے پہلے سے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد پنجاب کے ایک گوشہ میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ تا وہی دہلی میں تخت نشین ہو جاتا اور خاندان مغلیہ تباہ ہونے سے بچ جاتا غرض مرزا صاحب مرحوم ایک مرد اولی العزم اور متقی اور نہایت درجہ کے بیدار مغز اور اول درجہ کے بہادر تہے اگر اسوقت مشیت الہی مسلمانوں کے مخالفانہ ہوتی تو بہت امید تہی کہ ایسا بہادر اور اولی العزم آدمی سکہوں کی بلند شورش سے پنجاب کا دامن پاک کر کے ایک وسیع سلطنت اسلام کی اس ملک میں قائم کر دیتا جس حالتمیں رنجیت سنگہ نے باوجود اپنی تہوڑی سی پدری ملکیت کے جو صرف نو گاؤں تہی تہوڑی ہی عرصہ میں اسقدر پہیلاؤ سے جو پشاور سے لدہیانہ تک خالصہ ہی خالصہ نظر آتا تہا اور ہر جگہ ٹڈیوں کیطرح سکہوں کی فوجیں دکہائی دیتی تہیں تو کیا ایسے شخص کیلئے یہ فتوحات قیاس سے بعید تہیں جسکی گمشدہ ملکیت میں سے ابہی چوراسی یا پچاسی گاؤں باقی تہے اور ہزار کے قریب فوج کی جمعیت بہی تہی اور اپنی ذاتی شجاعت میں ایسے مشہور تہے کہ اسوقت کی شہادتوں سے بدایت ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک میں ان کا کوئی نظیر نہ تہا لیکن چونکہ خدا تعالےٰ نے یہی چاہا تہا کہ مسلمانوں پر انکی بیشمار غفلتوں کی وجہ سے تنبیہ نازل ہو اسلئے مرزا صاحب مرحوم اس ملک میں مسلمانوں کی ہمدردی میں کامیاب نہ ہو سکے اور مرزا صاحب مرحوم کے حالات عجیبہ میں سے ایک یہ ہے کہ مخالفین مذہب بہی انکی نسبت ولایت کا گمان رکہتے تہے اور ان کے بعض خارق عادت امور عام طور پر دلوں میں نقش ہوگئے تہے یہ بات شاذ و نادر ہوتی ہے کہ کوئی مذہبی مخالف اپنے دشمن کی کرامات کا قائل ہو لیکن اس راقم نے مرزا صاحب مرحوم کے بعض خوارق عادت ان سکہوں کے منہ سے سنے ہیں جن کے باپ دادا مخالف گروہ میں شامل ہوکر لڑتے تہے اکثر آدمیوں کا بیان ہے کہ بسا اوقات مرزا صاحب مرحوم صرف اکیلے ہزار ہزار آدمیوں کے مقابل پر میدان جنگ میں نکلکر ان پر فتح پا لیتے تہے

باقی ہے

حضرت مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

[illegible] کیونکہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا جب تک اُسکو اپنا ایک حصہ سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر [illegible] عہد ہوں یا کسی قسم کے [illegible] کسی بھائی کو آزار [illegible] مخالف ہے [illegible] اپنی بد عملی کیوجہ [illegible] باہر ہے اُسکی پروا مت کرو [illegible] تمہاری پیشانی پر داغ ہے [illegible] اور خدا سے ڈرنے کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لیے سارے دکھ اُٹھاؤ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر گالی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابل پر گالیاں نہ دیں وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوے اور نیک بختی کے ساتھ خدا کے فیصلہ کیطرف نظر رکھیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوے اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اُس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسیکی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جبتک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اسکی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اسلیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوے اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اُسکے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوے میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُنکو جو تقوے اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقوے کی برکت سے فرعون پر کیسے فتحیاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ انکو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اُسکے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ انکو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ ان کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں۔ کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اُسکا دل پلید اور ناپاک [illegible] شیطان کی مانند ہو جاتا ہے اسلیے لعین شیطان کا نام ہے اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص بالکل [illegible] اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بکلی دور و دل بیزار ہے اور خدا اُس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام و نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اُسکو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھکر تمام دشمن یہودیوں کو اُسکے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گذرا جس نے قوم کی ایذا کیوجہ سے ہجرت نہ کی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کیطرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہونچا کر آخرکار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خان یار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے یزار و یتبرک بہ۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر الزمان کو جو سید المتقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر و منصور کیا گو اوائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کیطرح تلخ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سو اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہونچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اُسکے لیے مدد نازل ہوتی ہے اور اسطرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکہ معظمہ میں ظاہر ہوئے تھے اور اُن دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راست بازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی سو بھائیو! اُسپر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھلو گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کریگا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جسکے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھکر کہو۔ تم اسکی جماعت ہو جنکو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لیے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُسکے لب جھوٹ سے اور اُسکا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اُسکی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اُسکے لیے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اُسکے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھلو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔ تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہانتک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے۔ وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لیے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جاں نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کیے جاتے اور اُنکو بُرا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور ٹھگ اور فریبی اُنکا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کیلیے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپکو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ اُن کی تائید میں کوئی نشان دکھا دے تب یکدفعہ اُنکا دل دکھتا اور اُنکا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور اُنکی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جسطرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یکدفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کی دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہونچ جاوے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

اے لوگو خدا سے ڈرو۔ اور درحقیقت اُس سے صلح کر لو۔ اور سچی صلاحیت کا جامہ پہن لو اور چاہیے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ہو جاوے خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کر سکتا ہے۔ وہی ہے جو مہلک بلاؤں کو ایک ہی ارادہ سے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دور پھینک دیتا ہے۔ مگر اسکی عجیب قدرتیں انہی پر کھلتی ہیں جو اسکے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اسکے لیے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اسکے آستانہ پر گرتے ہیں اور اُس قطرہ کیطرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھلکر اُسکی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں اُنکی خبر لیتا ہے۔ اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے اُنھیں بچا لیتا ہے اور بد[illegible] کے مقاموں سے اُنھیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اُنکا متولی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ اُن مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا اُنکی مدد کرتا ہے اور اُسکی فوجیں اُنکی حمایت کے لیے آتی ہیں کسقدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دو گے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لیے اُسکی حدود کو توڑ دو گے۔ ہمارے لیے اُسکی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے

نمبر ۱۷ | دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد

مدرسہ تعلیم الاسلام کو اس وقت خصوصاً کیا ضرورت درپیش ہے

ہمارے مقامی اخبارات میں شائع ہو چکا اور قوم پڑھ چکی ہے کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا اور رائے بک میں لکھا کہ وہ اگست کے مہینہ میں ایک دفعہ پھر ملاحظہ کریں گے اور بعض نقصوں کی تلافی ہو جانے کے بعد جو رائے بک میں انکی طرف سے لکھی گئی ہیں مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کریں گے۔ من جملہ اُن نقصوں کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کے متعلق نکالے اور ان کی تلافی پر زور دیا ہے چند کمروں کا زیادہ کرنا ہے اور یہ کہ ہر ایک اُستاد کے آگے ایک میز اور کرسی ہونی چاہیے۔

وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہے اور کام بھی درحقیقت تھوڑا ہے اگر قوم کی طرف سے کافی مدد جلد ملجائے۔ اور قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مدد میں یا جلدی مدد کرنے میں سہل انگاری کی جائے تو کس قدر ضرر کا احتمال ہے۔ سردست **پانسو روپے** کی ضرورت ہے اور یہ رقم نئی اور زندہ قوم کی بلند ہمت اور وسعت حوصلہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ اگر ایسا ہو کہ **سیالکوٹ** کی جماعت ایک سو اور **لاہور** کی جماعت ایک سو اور **کپورتھلہ** کی جماعت کم از کم پچاس اور **گوجرانوالہ** کی جماعت پچاس اور **حیدرآباد** دکن کی جماعت ایک سو بہم پہونچا دیں اور اسی طرح دوسرے **شہروں** کی جماعت اپنی **استطاعت** کے موافق رقوم اکٹھی کریں تو بہت جلد عمدہ طور سے کام ہو جاتا ہے

اُمید ہے کہ ہمارے مکرم معظم **دوست** اور خدا تعالیٰ کے **انعامات** خاصہ کے **مورد** اصحاب جن کے اسمائے گرامی ذیل میں ثبت ہوتے ہیں **خصوصاً** اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دیں گے۔

شیخ **رحمت اللہ**۔ منشی **تاج الدین** صاحب۔ سید **محمد حسین** صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ **مرزا یعقوب بیگ** صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم **محمد حسین** صاحب قریشی۔ شیخ **نور محمد** صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ منشی **محمد نواب خان** صاحب تحصیلدار گجرات۔ خواجہ **جمال الدین** صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں خصوصاً۔ منشی **عبد العزیز** صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ **محمد اسمٰعیل** صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ شیخ **عطا محمد** صاحب سب اورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ **نور احمد** صاحب پلیڈر ایبٹ آباد ہزارہ۔ منشی **عزیز بخش** صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازی خان۔ بابو **غلام محمد** صاحب گلگت۔ بابو **غلام احمد** صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات گلگت +

اگر یہ بزرگ ناصران ملت معقول رقمیں عنایت کرینگے تو اُمید ہے اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ گدائی کا دامن زیادہ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی + اُمید ہے کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہیں ہو سکے خدا تعالیٰ کی راہ میں قدم اُٹھانے سے کوتاہی نہیں کرینگے +

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

۱۸ مئی سنہ

اظہار ارادت

ذیل میں ہم **منشی محمد خان** صاحب مرحوم افسر بگی خانہ کپورتھلہ کی ایک نظم درج کرتے ہیں جو ان کے کاغذات سے نکلی اس نظم کو نظم کی حیثیت سے درج نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے حسن ارادت کے اظہار کے لیے۔

اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین اسکو دلچسپی سے پڑھیں گے + (ایڈیٹر)

الٰہی سب کے مقصد بر آئیں
یہ ہادی ہو شفیع المذنبین ہے
ہزاروں بدعتیں آکر مٹائیں
جہاں روشن کیا ہو اسنے آکر
نشان دین کا تو ذکر کیا تھا
تری شکل و شمائل کیا بیاں ہو
کہیں تجکو مثیل اپنا بنایا
سنا ہو حضرت یوسف حسیں تھے
ولیکن تو تو مثل مصطفیٰ ہے
ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
دکھایا زور وہ تیرے قلم نے
فصاحت ماتھ تیری چومتی ہے
صداقت کو نشاں تیرے عیاں ہیں
تری امداد بار اللہ ذکر دی
تو آیا ہے بعین انتظاری
زمین دل پڑی تھی مردہ ساری
بچا جسکے لیے تو نے دعا کی

الٰہی سکی پوری ہوں دعائیں
یہ بیشک رحمۃ للعالمین ہے
ہدایت کی سبھی راہیں بتائیں
وہی بدر اتم مہر منور
جہاں سے نام تک بھی مٹ چکا تھا
بیاں ہو گر محمد کی زباں ہو
کہیں اکمل ہی اپنا سا بتایا
مگر مثل محمد وہ نہیں تھے
محمد خود ہی گویا آگیا ہے
شنیدہ کے بود مانند دیدہ
جھکا یا سر عرب نے اور عجم نے
بلاغت مست ہو ہو جھومتی ہے
گواہ اسپر زمین و آسماں ہیں
رسول پاک نے تیری خبر دی
دو ناو لگ رہی تھی بیقراری
تو آیا مثل باران بہاری
ہوا برباد جسکو بددعا دی

دعا ہے کیا تری حکم خدا ہے
نہیں ہے بددعا تیر قضا ہے

ضروری اطلاع

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکیگی اور مطبع اسکا جوابدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فضل سے تعداد خریداران ترقی پر ہے ضروری خیال رہے (منیجر)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر گورداسپور رہے البتہ درمیان مین ۲۲ اور ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو اتوار اور مقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ کی وجہ سے وقفہ ملنے کے سبب دارالامان تشریف لائے اور ۲۳ کی صبح کو مع الخیر براہ راست گورداسپور تشریف لے گئے۔

گورداسپور مین ہمارے مکرم بہائی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن مع اپنے چند احباب کے حاضر ہوکر بہرہ اندوز سعادت ہوئے۔ اور احباب کو بیعت کراکر واپس تشریف لیگئے۔ حضرت حجۃ اللہ کی صحت خدا کے فضل و کرم سے اچھی رہی ہے۔

۲۔ بزرگان ملت خدا کے فضل و کرم سے اچھے ہین حضرت حکیم الامۃ کی طبیعت دو تین دن ناساز رہی مولوی سید محمد احسن صاحب اب بالکل تندرست ہین اور حضرت اقدس کی ہمراہ گورداسپور مین ہین۔

۳۔ تازہ الہامات*۔ الدنا لک الحدید۔ معنی دیگر نہ پسندیم ما۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

یہ سب الہامات بمقام گورداسپور ہوئے ہین۔

۴۔ قادیان مین اب بالکل امن ہے۔ ننگل باغبانان مین باپ بیٹون کی باہمی لڑائی مین ایک بیٹا مارا گیا۔ اس کے بہائی پر الزام قتل تہاپا جاتا ہے۔ ابہی تہوڑے ہی دن ہوئے ہین کہ یہہ گاؤن طاعون سے تباہ ہورہا تہا باوجود ایسی سرزنش اور تنبیہ کے ایسے سنگدل لوگ موجود ہین۔ تعجب کی بات ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر بہ موقع واردات پر پہنچا۔ مفصل حالات پہر۔

ایک تعلق کی ضرورت

ایک شریف آدمی غیر احمدی نے بعض احمدی افراد کا اخلاق دیکھکر اپنی ایک دوشیزہ بالغہ عمر ۱۶ سال خوش شکل حلیم الطبع صوم و صلوٰۃ کی پابند کا نکاح کا ارادہ احمدی جماعت کے کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے جو اوصاف ذیل سے موصوف ہو۔

(۱) قوم کا کشمیری ہو (۲) احمدی جماعت کا خاص ممبر ہو (۳) عمر ۲۰ و ۲۵ سال کے درمیان ہو (۴) وجہ معاش کم از کم ۲۰ روپیہ ماہوار رکہتا (۵) خوش شکل ہو۔ اس کے متعلق خط و کتابت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب ۔۔۔ ۔۔۔ گورداسپور سے کیجاوے۔

خاکسار عبد الحق احمدی پٹواری مرزاپور تحصیل گورداسپور

کلمات طیبات بالملفوظات احمدیہ

نماز مین حصول حضور کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے قلم سے

۱۶ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو دوپہر کی گاڑی مین بمقام گورداسپور احاطہ کچہری مین حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر دو تین احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ ان آنیوالے ارادتمندون مین ایک شخص بالکل اجنبی تہا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپکا نام مولوی نظیر حسین سخا دہلوی ہے کسی وقت آپ جاورہ مین پرشین پروفیسر رہے ہوئے سیاحتم درسرداد والا معاملہ ہوا اور وہان سے الگ ہوکر نکل کہڑے ہوئے اور سیاحت کیلئے پسند کیا کہ ایک تہیٹریکل کمپنی کے ساتہہ بطور ڈراماتسٹ تعلق پیدا کر کے مختلف شہرون مین پہرتے پہراتے امرتسر مین وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس کا نام عرصہ سے سنا ہوا تہا تمنا زیارت باقی تہی اس لئے امرتسر سے صرف ایکدن کی رخصت لیکر حاضر ہوئے۔ آپکے چہرہ سے اخلاص اور سعادت کے آثار نظر آتے تہے کیا عجب اللہ تعالیٰ آپ کو مزید معرفت اور بصیرت عطا کرے اور وہ کسی عمدہ اور مفید کام مین اپنی زندگی بسر کرسکین جو ملک اور قوم کیلئے مفید ہو۔ غرض انہون نے احاطہ کچہری مین ہی بیٹھکر اپنی پاکٹ بک نکال کر اس پر ایک عریضہ لکہا اور خاکسار ایڈیٹر کو دیا کہ حضرت اقدس کے حضور پیش کردے۔ خود وہ پاس ادب کیوجہ سے یہہ جرأت نہ کرسکے۔ حضرت کی خدمت مین وہ پیش کردیا گیا حضرت نے جو جواب اس پر لکہا وہ مع اصل عریضہ کے ہم ذیل مین دیتے ہین۔ ایک .... امر اور بہی قابل ذکر ہے کہ سخا صاحب نے حضرت اقدس کے گرامی نامہ کو نہایت احترام سے لیا اور عرض کیا کہ اس بارگاہ عالی مین مین وہ چیز مانگنے آیا ہون جو اور جگہ نہین مل سکتی۔ دنیا اور اسکی سامان بقدر ضرورت بلکہ اس سے بہی بڑھکر مولا کریم نے عطا کر رکہے ہین اس لئے مین نہین چاہتا تہا کہ یہان اس کا کوئی سوال کرون وہ دوسری جگہ ملسکتی ہے اور اس بارگاہ کو اس سے کیا واسطہ یہان وہ چیز ملتی ہے جو ابدی ہے فانی نہین۔ جب وہ یہہ عرض کررہے تہے تو انکی آنکہون سے آنسو رواں تہے۔

خدا کرے کہ وہ اس ملاقات سے بہت بڑا فائدہ اٹہائین۔ اب ہم وہ تحریرین درج کرتے ہین۔ ایڈیٹر

قبلہ و کعبہ مدظلکم العالی

حضور کے پابوس کا از حد شوق تہا الحمد للہ کہ شرف زیارت حاصل ہوا۔ حاجت صرف یہ ہے کہ کچہہ ہدایت فرمائی جاوے تاکہ حضوری حاصل ہو اور خدا کی طرف دل لگے۔ اگر اسی پر جواب سے سرافرازی ہو تو یہہ ارشاد پُرعزت ہمیشہ حرز جان رہیگی زیادہ حد ادب۔ فقط

عریضہ نظیر حسین سخا دہلوی۔

جواب حضرت اقدس

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

طریق یہی ہے کہ نماز مین اپنے لئے دعا کرتے رہین اور سرسری اور بے خیال نماز پر خوش نہون بلکہ جہان تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کرین اور اگر توجہ پیدا نہو تو پنجوقت ہر ایک نماز مین خدا تعالیٰ کے حضور مین ہر ایک رکعت کے کہڑے ہوکر یہ دعا کرین کہ اے خدائے قادر ذوالجلال مین گنہگار ہون اور اسقدر گناہ کی زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ مین اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہین ہو سکتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کردے اور میرے دل مین اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹہادے تاکہ اوس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہوکر حضور نماز مین میسر آوے اور یہہ دعا صرف قیام پر موقوف نہین بلکہ رکوع مین اور سجود مین اور التحیات سے بعد بہی یہی دعا کرین اور اپنی زبان مین کرین اور اس دعا کے کرنے مین ماندہ نہون اور تہک نہ جاوین بلکہ پورے صبر اور پوری استقامت سے اس دعا کو پنج وقت کی نماز مین اور نیز تہجد کی نماز مین کرتے رہین اور بہت بہت خدا تعالیٰ سے اپنے گناہون کی معافی چاہین کیونکہ گناہ کی باعث دل سخت ہو جاتا ہے ایسا کرینگے تو ایک وقت یہہ مراد حاصل ہو جائیگی۔ مگر چاہئے کہ اپنی موت یاد رکہین آئندہ زندگی کے دن تہوڑے سمجہین اور موت قریب سمجہین یہی طریق حضور حاصل کرنیکا ہے۔ والسلام۔

۱۶ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احاطہ کچہری مین رونق افروز تہے وقتاً فوقتاً جو کچہہ آپ نے فرمایا ہدیہ ناظرین ہے۔ ایڈیٹر

دنیا کی تلخیون اور عام ناکامیون پر فرمایا کہ مثنوی مین لکہا ہے۔ ؎

دشت دنیا جز دد و جز دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

فرمایا دنیا کے مشکلات اور تلخیاں بہت ہین۔ یہ ایک دشت پر خار ہے اس مین سے گذرنا ہر شخص کا کام نہین ہے گذرنا تو سب کو پڑتا ہے لیکن راحت اور اطمینان کے ساتہہ گذرجانا یہہ ہر ایک شخص کو میسر نہین آسکتا۔ یہ صرف ان لوگون کا حصہ ہے جو اپنی زندگی کو ایک فانی اور لا شئے سمجہکر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے لئے اسے وقف کردیتے ہین اور اس سے سچا تعلق پیدا کر لیتے ہین ورنہ انسان کی تعلقات ہی اس قسم کے ہوتے ہین کہ کوئی نہ کوئی تلخی اسکو دیکہنی پڑتی ہے بیوی اور بچے ہون تو کبہی کوئی بچہ مرجاتا ہے تو صدمہ برداشت کرنا ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو۔ تو ایسے ایسے صدمات پر ایک خاص صبر عطا ہوتا ہے جس سے وہ گہبراہٹ اور سوزش پیدا نہین ہوتی جو ان لوگون کو ہوتی ہے۔ جن کا خدا سے کوئی تعلق نہین ہوتا پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منشا کو سمجہکر اسکی رضا کیلئے اپنی زندگی کو وقف کرتے ہین وہ بیشک آرام پاتے ہین ورنہ ناکامیان اور نامرادیاں زندگی تلخ کردیتی ہین۔

ایک کتاب مین ایک عجیب بات لکہی ہے کہ ایک شخص سڑک پر روتا ہوا چلا جارہا تہا راستہ مین ایک ولی اللہ اس سے ملے انہون نے پوچہا کہ تو کیون روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دوست مرگیا ہے اس نے جواب دیا کہ تجہکو پہلے سے سمجہ لینا چاہئے تہا مرنیوالے کے ساتہہ دوستی ہی کیون کی؟۔

دنیا عجیب مشکلات کا گہر ہے بیوی بچون کے نہ ہونے سے بہی غم ہوتا ہے اور اگر ہون تب بہی مشکلات پیدا ہوتے ہین ان کے ضروریات کے پورا کرنیکیلئے بعض نادان انسان عجیب عجیب مشکلات مین مبتلا ہوتا ہے اور صراط مستقیم سے ہٹکر انکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مال۔ ہم پہونچاتا ہے اور پہر صدہا مشکلات مین پہنستا ہے۔ ایک فقیر ننگ دہڑنگ جسکے پاس ستر پوشی کے سوا اور کوئی کپڑا تک نہ تہا خوش و خرم کہیلتا کودتا جارہا تہا کسی سوار نے اس سے پوچہا کہ سائین صاحب آپ ایسے خوش کیون ہین؟ اس نے کہا کہ جسکی مرادین حاصل ہوجائین وہ خوش ہوتا ہے یا نہین۔ سوار نے کہا کہ تیری ساری مرادین کسطرح پوری ہوگئی ہین؟

اوس نے کہا کہ جب خواہشین چہوڑدین تو مرادین پوری ہوگئین۔

بات بالکل ٹہیک ہے انسان دو طرح ہی خوش ہوسکتا ہے یا تو حصول مراد کے ساتہہ یا ترک مراد کے ساتہہ اور انہین سے سہل طریق ہو ترک مراد کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب زندگی تلخ ہے بجز اس کے جو اس دنیا کی ملونیون سے الگ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بادشاہون نے بہی ان تلخیون اور ناکامیون سے عاجز آکر خودکشی کرلی ہے۔

دنیا کی لذت خارش کیطرح ہے۔ ابتدا لذت آتی ہے پہر جب کہجلاتا رہتا ہے تو زخم ہوکر

---

* گورداسپور مین الہامات یہی ہوئے۔ (۱) لا تقبل منهم شهادة (۲) حسن بیان (۳) گورداسپور کے واسطے آزمائش ... مین ... (۴) ... سنلقي في قلوبهم الرعب۔

اس میں سے خون نکل آتا ہے۔ یہانتک اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور وہ ناسور کیطرح بنجاتا ہے اور اسمیں درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ شہر بہت ہی ناپائدار اور بے حقیقت ہے مجھے کئی بار خیال آیا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کسی مردے کو اختیار دیدے کہ وہ پھر دنیا میں چلا جاوے۔ تو وہ یقیناً توبہ کرا ٹھے کہ میں اس دنیا سے باز آیا خدا تعالےٰ پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلات دنیا سے نجات پا سکتا ہے کیونکہ وہ درد مندوں کی دعاؤں کو سن لیتا ہے مگر اس کیلئے یہ شرط ہے کہ دعا مانگنے سے انسان تھکے نہیں تو کامیاب ہوگا اور اگر تھک جاریگا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے بدظن ہو کر سلب ایمان کر بیٹھے گا۔ مثلاً ایک شخص کو اگر کہا جاوے کہ تو اس زمین کو کھود خزانہ نکلے گا مگر وہ دو چار ہاتھ کھودنے کے بعد اسے چھوڑ دے اور دیکھے کہ خزانہ نہیں نکلا تو وہ اس نامرادی اور ناکامی پر ہی نہ رہیگا بلکہ بتانیوالے کو بھی گالیاں دیگا۔ حالانکہ یہ اسکی اپنی کمزوری اور غلطی ہے جو اس نے پورے طور پر نہیں کھودا۔ اسیطرح جب انسان دعا کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اپنی نامرادی کو اپنی سستی اور غفلت پر تو محمول نہیں کرتا بلکہ خدا تعالےٰ سے بدظنی کرتا ہے اور آخر بے ایمان ہو جاتا ہے اور آخر دہریہ ہو کر مرتا ہے۔

جہاں حضور بیٹھے ہوئے تھے وہاں سامنے ایک آم کا درخت تھا جسکو کچے پھل لگے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا۔

دیکھو اس آم کو پھل لگا ہوا ہے مگر یہ کچا پھل ہے اگر کوئی اس کو کھانے ... جاوے اور اسکو نہی اصل مقصد سمجھے تو بجز اس کے کہ اس کے کھانے سے پیچش وغیرہ نکل آوے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اسیطرح پر نیم ملاں خطرہ ایمان والی مثال سچ ہے۔ نارسیدہ منزل کا کچے پھل کیطرح ہوتا ہے۔ وہ جو کسی بات کو سنائیگا تو اسے گمراہ کریگا۔ اور اگر خود کریگا تو آپ گمراہ ہوگا خدا تعالیٰ کی راہ میں جبتک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اترے وہ کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے۔ اور وہ آزمائے نہ جاویں۔

ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ یاد رکھیں انہیں کیلئے دوسری جگہ یہ ہے وما ھم بمؤمنین۔

اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلمنا۔ یعنے تم یہ نہ کہو کہ ایماندار ہو گئے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور اطاعت اختیار کر لی ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کامل ایماندار بننے کیلئے مجاہدات کی ضرورت ہے اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

منشی نظیر حسین صاحب نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویر میں اتارا کرتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں یہ خلاف شرع نہ ہو لیکن جناب کی تصویر دیکھکر یہ وہم جاتا رہا

فرمایا انما الاعمال بالنیات ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیجدیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اسکی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں؟۔

اسلام ایک وسیع مذہب ہے اس میں اسلام کا مدار نیات پر رکھا ہے۔ کسی لڑائی میں ایک شخص میدان جنگ میں نکلا جو اترا کر چلتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ چال بہت بری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تمش فی الارض مرحا مگر اسوقت یہ چال خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے کیونکہ یہ اوسکی راہ میں اپنی جان تک نثار کرتا ہے اور اسکی نیت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ غرض اگر نیت کا لحاظ نہ رکھا جاوے تو بہت مشکل پڑتی ہے۔ اسیطرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکا تہ بند نیچے ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جاوینگے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رو پڑے کیونکہ ان کا تہ بند بھی ویسا تھا آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شے ہے۔

منشی نظیر حسین صاحب۔ میں خود تصویر کشی کرتا ہوں اس کے لئے کیا حکم ہے۔

فرمایا۔ اگر کفر اور بت پرستی کو مدد نہیں دیتے تو جائز ہے۔ آجکل نقوش و قیافہ کا علم بہت بڑھا ہوا ہے

باوجود اس کے کہ انسان اپنے نفس کے اندر اختیار اور قدرت کا ایک مادہ پاتا ہے مگر پھر بھی وہ الٰہی قدرت کے تصرفات سے باہر نہیں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام قوتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ جو اللہ کریم کی ذات ہے وہ اوس سے قوت طلب کرے اس طلب کرنے میں ہی اسے خدا تعالےٰ کے فضل کی خاص ضرورت ہے بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ایک ضرورت کو محسوس کرتا ہے جانتا ہے کہ اوس کے لئے دعا کرنی چاہئے لیکن باوجود اس علم اور قدرت کے وہ دعا نہیں کرتا اور اسے اس کے لئے انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا بعض لوگ اس باریک سر اور تصرفات الٰہی کو مدنظر نہ رکھکر دعا پر اعتراض کرتے ہیں ان کے ایسے اعتراضات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا اسی لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاویگی بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی اور دل سخت ہو جاتا ہے چونکہ اس سر سے لوگ واقف نہیں ہوتے اسلئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جف القلم والی (یعنی مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے) بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے علم میں سب کچھ ضرور ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالےٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضرور ہی کر دیوے اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ سب کچھ ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بیہودہ ہے تو دردسر کیوقت علاج کیطرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔ پیاس کیلئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کے تردد پر ہی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

دعا عمدہ شے ہے اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالےٰ مہربان ہو جاتا ہے۔ دعا کے نہ کرنے سے اول زنگ دل پر چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا سے اجنبیت۔ پھر عداوت پھر نتیجہ سلب ایمان ہوتا ہے۔

سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے اور وہ خدا سے ابعد ہوتا ہے جو ٹیڑھی راہ اختیار کرتا ہے وہ بلا تلخی دیکھنے کے مرتا نہیں

ہماری خواہش یہ ہے کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں جیسے کہ موسےٰ نے رب ارنی کہا تھا ورنہ ہمیں تو بہشت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور شے کی

ایک رئیس کا یہ خیال سنکر کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ دعا سے مشکل حل ہوتی ہے انکو بہت ہی کمزور کرنیوالا ہے آپ نے فرمایا کہ جو دعا سے منکر ہے وہ خدا سے منکر ہے۔ صرف ایک دعا ہی ذریعہ خدا شناسی کا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اسکی ذات کو طوعاً وکرہاً ماننا جاوے۔ اصل میں ہر جگہ دہریت ہے آجکل کی محفلوں کا یہ حال ہے کہ دعا۔ توکل اور انشاء اللہ کہنے پر تمسخر کرتے ہیں ان باتوں کو بیوقوفی کہا جاتا ہے۔ ورنہ اگر خدا سے انکو ذرا بھی انس ہوتا تو اس کے نام سے کیوں چڑتے جسکو جس سے محبت ہوتی ہے وہ پھیر پھیر کے کسی نہ کسی طرح سے محبوب کا نام لے ہی لیتا ہے اگر ان کے نزدیک خدا کوئی شے نہیں ہے تو اب موت کا دروازہ کھلا ہے اسے ذرا بند کر سکیں تو دکھا دیں تعجب ہے کہ ہمیں جسقدر اس کے وجود پر امیدیں ہیں اسی قدر دوسرا گروہ اس سے ناامید ہے اصل میں خدا کے فضل کی ضرورت ہے اگر وہ دل کے قفل نہ کھولے تو اور کون کھول سکتا ہے اگر وہ چاہے تو ایک کیڑے کو عقل دیسکتا ہے کہ اسکی باتوں کو سمجھ لیوے اور انسان کو محروم رکھ سکتا ہے

طاعون کو سب و شتم کرنا منع ہے کیونکہ وہ تو مامور ہے ہاں خدا سے صلح کرنی چاہئے کہ وہ اسے ہٹا لیوے۔

شام کیوقت جب مجلس منعقد ہوئی تو منی پور آسام سے ایک ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نیاز حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب پہلے ہندو تھے عرصہ چوبیس سال سے مشرف باسلام ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جاں نثار ہیں۔ منی پور آسام میں آپ ہمارے بھائی احمدی حضرت مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین کے ہمراہ رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں علاقہ بنگال وغیرہ کی طرف جہاں جہاں میں رہا ہوں مولویصاحب جیسا خوشخصال اور فرخندہ حال اور پاکیزہ آدمی نہیں دیکھا۔

۲۔ آج ونکو مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور دردسر اور بخار کے عوارض کو دیکھکر بعض صاحبوں کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولویصاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھیرا۔ آپ نے نبض دیکھکر انکو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے پھر تھرما میٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو۔ اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے اسکی کتابوں پر ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان دنوں لوگوں کو اور بعض جماعت کے آدمیوں کو بھی طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش آ رہے ہیں اسلئے میرا ارادہ ہے کہ ایک رسالہ لکھکر اصل حقیقت بیعت اور الہامات سے اطلاع دیجاوے کہ جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ بعض لوگ بیعت میں داخل ہو کر کیوں طاعون سے مرتے ہیں

۴۔ فرمایا کہ ان دنوں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلٹی نکل آئی میں نے اسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدے کو ٹال سکے تھوڑے عرصہ میں وہ خود بخود ہی بیٹھ گئی ٭

مسیح موعود کی تعلیم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اگرچہ شرعی طور پر اُن پر کچھ ثابت نہ ہوا لیکن اس کارروائی کے لیے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر اُن کی نسبت شکایت ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راست بازی میں ایک روشن نمونہ دکھلاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اُنکی طرف انگلی بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت اُن لوگوں میں سے نہ تھے جنھوں نے راست بازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اسکے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں اُن کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ دنیا پر ظاہر کرینگے۔

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشانوں کو دیکھکر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور تا اُنکو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سُن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھکو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لیے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لیے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقوے اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جاوے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راست بازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکا دیکر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں اور جلد واپس آئینگے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس نے ایک بیگانہ عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرایا۔ اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارون کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اُس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے ایک بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہونگے کہ میں واپس آؤں گا۔ مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی اور وہ اب تک واپس نہ آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں پر نہیں کیا گیا اس لیے میں تمھیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آچکے میں ہم میں بھی پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جبکہ ہم دُکھ دیے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اسکی جناب میں تضرعات کریں اور اُسکے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جسکی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بنا پر میں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کرکے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کیطرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب *[illegible]* فانتصر۔ مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سُنیگا اور میرے لیے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کردے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا

میں اسوقت کسی دشمن کو مقابلہ کے لیے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جواب الٰہی چاہتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام اُن لوگوں کے لیے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے ایسا ہی میں عام اغراض کی بنا پر بغیر اسکے کہ زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اور یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالیٰ کی شہادت طلب کرنے کے لیے میں لکھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اُس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو سنہ ۱۹۰۶ء تک ختم ہوں گے ایک ادنیٰ قسم کا نشان ظاہر نہیں ہوگا اور اسطرح میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پائیں گے اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے۔ میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنجوقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں دعا کرتے ہیں کہ اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لیے **چار قسم کے نشان** چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں نبیوں کا کمال صدیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اسکو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونیکی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اسکی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچوقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں۔ یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اسمیں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اسطرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھلایا تھا دیکھو متی باب ۶ آیۃ ۹ پس تم اسی طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھیراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اُس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُسکو نہ دوں اور اپنے لیے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اُسکے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اُسکے لیے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیے کہ میں اُسکی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اُسکے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور سے بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اُس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیے کہ میں اُس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اُسکی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی لینا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اُسکی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اُسکو اُٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اُسکو نیچے گرا دیتا ہے * پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ (باقیست)

---

* یہ باتیں ہمارے بطور نصیحت اپنی عزیز جماعت کے لیے ہیں۔ دوسرا کوئی ہمارا نہیں کہ کسیکا نام لیکر ان کا تذکرہ کرے ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔ منہ

حضرت اقدس کی چھوٹی اور پرانی تحریرین

(خاص الحکم کے کالموں میں شائع ہوتی ہیں)

"عفو گناہ کی فلسفی"

گناہ کی معافی کا فلسفہ یہ ہے کہ چونکہ انسان خدا کیلئے پیدا کیا گیا ہے اسلئے اسکا تمام آرام اور تمام خوشحالی صرف اس میں ہے کہ خدا کا ہو جاوے کیونکہ جو سچی خوشحالیاں اس کی سرشت میں خدائی انوار سے ودیعت ہیں جو ظاہر نہیں ہو سکتیں جب تک وہ اس حقیقی رشتہ کو جو اسکو خدا سے ہے عمل میں نہ لاوے پھر جب انسان خدا کو چھوڑ دے تو اسکی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی ان کھڑکیوں کو بند کردے جو آفتاب کی طرف سے کھلی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ ان کے بند کرنے کے ساتھ ہی ساری کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جاویگا۔ اور وہ روشنی جو آفتاب سے ملی تھی یکلخت دور ہو کر ظلمت پیدا ہو جاویگی۔ اور یہی ظلمت ہے جو ضلالت اور جہنم سے تعبیر کیجاتی ہے۔ کیونکہ تمام دکھوں کی وہی جڑ ہے۔ اور اس ظلمت کا دور ہونا اور اس جہنم سے نجات پانا اگر قانون قدرت کے طریق پر تلاش کیا جاوے تو کسی کو مصلوب کرنے کی حاجت نہیں بلکہ وہی کھڑکیاں کھول دینی چاہئیں جو ظلمت کا باعث ہوئی تھیں کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ہم ہمیشہ کھڑکیوں کو بند رکھنے پر اصرار کریں کسی روشنی کو پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سو گناہ کا معاف ہونا کوئی قصہ کہانی نہیں جسکا ظہور کسی آئندہ زندگی پر موقوف ہو اور یہ بھی نہیں کہ یہ باتیں محض بے حقیقت اور مجازی نافرمانیوں اور مجازی قصور بخشی کے رنگ میں ہیں بلکہ جب انسان خدا سے اعراض کرکے اس روشنی کے مقابلہ سے پرے ہٹ جاتا ہے۔ اور ادھر ادھر ہو جاتا ہے جو خدا سے اترتی اور دلوں پر نازل ہوتی ہے تب اس صورت موجودہ کا نام خدا کے کلام میں **جناح** ہے جسکو پارسیوں نے مبدل کرکے گناہ بنا لیا ہے۔ اور جنح جو اس کا مصدر ہے اسکے معنے ہیں میل کرنا اور اصل مرکز سے ہٹ جانا ہے۔ پس اسکا نام جناح یعنے گناہ اس لئے ہوا کہ انسان اعراض کرکے اس مقام کو چھوڑ دیتا ہے جو الٰہی روشنی پڑنے کا مقام ہے اور اس خاص مقام سے **دوسری طرف میل** کرکے ان انوار سے اپنے تئیں دور ڈالتا ہے جو اس سمت **مقابل میں حاصل ہو سکتے ہیں** اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ گم شدہ انوار کسی شخص کے مصلوب ہونے سے ہمیں مل سکتے ہیں یا ان کے حصول کیلئے قانون قدیم یہی ہے کہ ہم ان کھڑکیوں کو کھول دیں جو آفتاب کے سامنے ہیں تب وہ کرنیں اور شعاعیں جو بند کرنے سے گم ہو گئی تھیں یکدفعہ پھر پیدا ہو جائیں گی سو اسمیں کچھ شک نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک یہی صحیح ہے جو ان کھڑکیوں کو کھولا جائے تب ہم نہ صرف انوار کو پائیں گے بلکہ اس مبدء الانوار کو بھی دیکھ لیں گے جسکا نام آفتاب ہے۔ جسمانی قانون قدرت بھی یہی ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے تم میں سے ایسا شخص کون ہے کہ جب اپنی کوٹھڑی کے دروازہ کے بند ہونے کی حالت میں اندھیرے اور حبس کا دکھ پاوے۔ وہ کسی کے مصلوب ہونے کا منتظر ہو اور یقین رکھتا ہو کہ یہ دروازے کسی کے سولی دیئے جانے سے کھلیں گے۔ اور جب تک کوئی سولی نہ دیا جاوے اندھیرے میں بیٹھا رہے بلکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ ہوا کے رکنے سے تنگ نہیں ہوگا تاہم ایک خوفناک اندھیرے سے تنگ آکر اٹھے گا اور اپنے ہاتھوں ساری کھڑکیاں کھول دیگا۔ تب ساتھ ہی صورت موجودہ جاتی رہیگی۔ اور روشنی اور ٹھنڈی ہوا سے گھر بھر جائیگا۔ اسی کی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ فرما کر کہا ہے۔

من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی و اضل سبیلا ۔ یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہے اس جہان میں بھی اندھا ہوگا یعنے خدا کو دیکھنے کی آنکھیں جسکو اس جہان میں نہیں ملیں اس جہان میں بھی نہیں ملیں گی۔ راستباز جو قیامت کو خدا کو دیکھیں گے وہ اسی جگہ سے خدا کو دیکھنے والے حواس ساتھ لیجائیں گے اگرچہ اسجگہ اللہ تعالےٰ نے صرف آنکھ کا ذکر کیا ہے مگر اشارۃ النص سے کان بھی اسمیں داخل ہیں۔ یعنے جو شخص اسجگہ خدا کی آواز نہیں سنے گا۔ اسجگہ بھی نہیں سنے گا۔ خدا کو جیسا کہ خدا ہے بغیر کسی غلطی کے پہچاننا ہی تمام روشنیوں کا مبدء ہے۔ لیکن جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا پر بھی موت اور دکھ مصیبت جہالت وارد ہو جاتی ہے اور وہ بھی ملعون ہوکر سچی پاکیزگی اور الٰہی رحمت سے مردود ہو جاتا ہے اور لعنت کے مفہوم کے مطابق خدا اس سے بیزار ہو جاتا ہے کیا ایسے لوگوں کے دلوں پر سچے خدا کی معرفت کا ایک ذرہ بھی پڑا ہے۔ اگر کہو کہ ہمارا مذہب نہیں کہ یسوع کو ہم حقیقی طور پر بدکار اور خدا کی رحمت سے دور اور خدا کے غضب کا مورد اور اسکی نظر عنایت سے گرا ہوا سمجھیں اور ایسا خیال کریں کہ سچ مچ خدا اس سے بیزار ہو گیا تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تمام باتیں لعنت کے مفہوم میں داخل ہیں اور جس نے یہ عقیدہ رکھا ہے کہ یسوع لعنتی ہوا اسکو ضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ لعنت کا تمام مفہوم اس پر صادق آیا۔ اور جس حد تک لعنت کے معنے لغت کی رو سے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام معنے اسمیں پائے گئے سو لعنت کے معنے لغت کی رو سے وہی ہیں جو ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں لعنت کا شیطان وارث ہے پس ہر ایک ملعون واقعی طور پر شیطان ہے پس اگر یسوع ملعون ہے تو ہمیں معاف فرماویں کہ ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان ہے ہم اسوقت اس بحث کو زیادہ لکھنا نہیں چاہتے اپنے پہلے کلام کیطرف عود کرکے کہتے ہیں کہ **سچی نجات کا چشمہ سچی خدا شناسی ہے**۔ اور سچی طور پر گناہ کی معافی اس روشنی کی مرکز پر قائم ہو جانا ہے جس سے میل کرکے اور ہٹ کر ادھر ادھر گر گیا تھا۔ اللہ جل شانہ عز اسمہ کی لغت میں ہی کیا اتفاق نے برکت رکھی ہے کہ اسکا ایک لفظ ہی بڑے بڑے جھگڑوں کا فیصلہ کر دیتا ہے جس خدا نے گناہ کا نام جناح رکھا اس نے ابتدا سے اسی لفظ کے ذریعہ سمجھا دیا کہ گناہ کی حقیقت اصل مرکز سے ادھر ادھر میل کرنا ہے اور جناح کا ضد توبہ کے مقابل ہے کیونکہ وہ ہی ایک میل ہے۔ **نجات کا مفت ملنا اور اعمال کو فرضی رکھنا** یہ عیسائیوں کی ایک غلطی ہے اگر مفت خدا ملتا تو یسوع کیوں چالیس روزے رکھتا اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی کوہ سینا پر روزے رکھے تب خدا کی کتاب ملی کیا ان نمونوں سے سمجھ نہیں آتا کہ **دنیا محنت اور مجاہدہ کا مقام ہے**۔ جسقدر دنیا میں مفت خورے ہیں حقیقت میں سب بدمعاش ہیں مثلاً اول درجہ کے چور مفت خورے ہیں پھر ڈاکو اور ٹھگ اور امانت میں خیانت کرنیوالے اور رشوت لینے والے تمام نیکوں کو راستبازی کی راہیں عمل کے بعد ملتی رہی ہیں۔

یہ بات غور کے قابل ہے اور عیسائی اسکو مانتے ہیں کہ خدا بدی سے اسقدر بیزار ہے کہ ایک بدی کا عوض دائمی جہنم ہے۔ پھر جبکہ بدی سے وہ اسقدر بیزار ہے تو اس کے عدل کا تقاضا ہونا چاہئے کہ وہ نیکی سے بھی اسیقدر راضی ہے یعنے اس ایک نیکی کا عوض بھی دائمی جنت رکھا ہو۔ پس اس صورت میں تو **نیکی بدی کا کفارہ ٹھہر گئی** ہے کسی اور کا مرنا کیا اگر کوئی شخص درد سر سے بیتاب ہو تو کوئی اور اپنا سر کسی پتھر سے پھوڑ ڈالے تو اس سے اس کا درد سر جاتا رہیگا؟ کبھی نہیں پس جبکہ ایک انسان بدی کرنیکے بعد ایسی نیکی بجا لایا جسکا عوض دائمی جنت ہے تو ضرور ہے کہ پہلی بات موقوف ہوکر دوسری بات قائم ہو جاوے ورنہ خلاف عقل ہوگا۔ اسی کے مطابق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بدی میں خدا تعالےٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے کہ وہ جہنم تک پہونچاتی ہے تو عدل کا ضرور یہ تقاضا چاہئے کہ نیکی میں بھی اسکے مقابل پر ایک خاصیت ہو سو وہ یہی ہے کہ وہ جنت تک پہونچاتی ہے مثلاً کھڑکیوں کا بند کرنا ایک بدی ہے جسکی لازمی تاثیر یہ ہے کہ کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جاوے پھر اسکے مقابل پر نیکی یہی ہے کہ وہ گم شدہ پھر واپس آ جاوے یا بتبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ **عذاب ایک سلبی چیز ہے** اور خوشحالی **ایک امر ایجابی** اور سلب اور ایجاب میں کوئی امر درمیانی نہیں ہوتا۔ پس جیسا کہ ظلمت عدم وجود روشنی کا نام ہے ایسا ہی عذاب عدم وجود خوشحالی کا نام ہے مثلاً بیماری اس حالت کا نام ہے کہ جب بدن مجری طبعی پر نہ رہے سو **جب انسان کی روحانی حالت مجری طبعی سے ادھر ادھر کھسک جائے اسی اختلال کا نام عذاب ہے**۔ پس جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پیر اپنے محل سے اتر جاوے اسوقت درد شروع ہو جاتی ہے اور یہ درد کہیں باہر سے نہیں آتی بلکہ اس عضو کی اترنیکو لازم پڑی ہوئی ہے ایسا ہی عذاب کی حالت ہے کہ وہ باہر سے نہیں آتا اور گو وہ خدا کا فعل ہے جیسا کہ اگر کوئی سم الفار کھاوے خدا اسکو مار دیتا ہے اور اگر آتشک زدہ عورت کے پاس جاوے تو خدا اسکو آتشک کر دیتا ہے۔ اور جبکہ یہ بات ثابت ہوئی کہ عذاب صرف ایک سلبیہ ہے یعنے جو سچی خوشحالی سے دور ہونیکی وہ ایک حالت پیدا ہوتی ہے وہی عذاب ہے۔ قرآن شریف نے بار بار اسی پہلو میں سے یہ آیت پیش کی ہے جسکی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے۔

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ

یعنے عذاب جہنم خدا کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکتی یعنے اندر سے ہی نکلتی ہے پس ایسی حالتیں کہ عذاب ایک سلبی امر ہے لازم آتا ہے کہ امر ایجابی پیدا ہونے سے وہ عذاب ٹھہر جاوے کیونکہ قانون قدرت جو ہمارے نظر کے سامنے ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ ہمیشہ امر سلبی امر ایجابی سے دور ہو جاتا ہے اور کسی تیسری شے کی حاجت نہیں پڑتی مثلاً کھڑکیوں کو بند ہونے سے جو اندھیرا اندر پیدا ہو جاتا ہے اسکا علاج یہی کافی ہے کہ پھر کھڑکیوں کو کھول دیا جاوے۔

اس صورت میں ہر ایک صاف سمجھ جائیگا کہ گناہ اور معافی گناہ کی فلاسفی کیا ہے گناہ ایک امر سلبی ہے یعنے وضع طبعی سے ادھر ادھر ہو جانا اور معافی گناہ بطور **استرداد صحت زائلہ** کے ہے یعنے کھوئی ہوئی صحت کو اپنی حالت پر لانا۔ اور کھسکے ہوئے عضو کو ایسی جگہ پر رکھنا جہاں سے وہ کھسک گیا تھا سو جسطرح **جناح** کے معنے ہیں مرکز طبعی سے میل کرنا اسیطرح اسکے مقابل پر توبہ کے یہ معنے ہیں کہ مرکز طبعی کی طرف میل کرنا یہ دونوں لفظ مقابل پر پڑے ہیں اس تقابل کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔ اور یہ دونوں لفظ نہایت قابل قدر ہیں کہ اصل حقیقت کو دکھلاتے ہیں اور گناہ اور معافی گناہ کی سچی فلاسفی بتلا رہے ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک +

نوٹ:۔ عیسائیوں کے خیال میں یہ سمجھا گیا ہے کہ عذاب الٰہی اس انسان کے عذاب کی مانند ہے جو نافرمانی سے چڑ کر مارتا ہے اور جس نے اپنے نفس پر فرض کر رکھا ہے کہ کبھی قصور سے درگزر نہ کرے اور اس کی اس خصلت سے مخلصی حاصل کرنیکیلئے بجز اس کے اور کوئی طریق نہیں کہ اسی کا بیٹا گنہگاروں کے گناہ معاف کرانیکیلئے اپنے تئیں سولی پر چڑھا دے تا اسطرح کے باپ قصاب کی منتقمانہ عادت بھی پوری ہو جاوے اور دوسرے لوگ بچ جاویں اور کچھ شک نہیں کہ قرآن نے اس تعلیم سے اختلاف کیا ہے اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ جسطرح بدی میں یہ خاصیت ہے کہ خدا سے دور ڈالتی ہے اسیطرح نیکی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ پھر خدا کے پاس لے آتی ہے۔

حضرت حکیم الامت کا دوسرا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں قسم قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور حضور قلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لئے کیا کیا جاوے؟ اس کا علاج بھی نماز ہی ہے کثرت کے ساتھ بے ذوقی اور بے حضوری سے بھی جب نمازیں ہوتی رہیں گی تو اسی بے حضوری سے حضور اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جائیگا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ گھبرانا نہیں چاہیئے اور تھک کر اس راہ کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ جو مطالب پیش کرتے ہو اور جو کچھ پڑھتے ہو سمجھ سمجھ کر پڑھو پھر حضور پیدا ہونے لگے گا۔

نماز کے عجائبات میں سے اجتماع بھی ہے اسی لئے حق الوسع نماز کو باجماعت ادا کرو۔ ہماری جماعت کیلئے ایک قسم کا ابتلا کا زمانہ ہے بعض کم فہم اور مساجد کے اغراض سے ناواقف لوگ ہماری مخالفت میں یہانتک بڑھ گئے ہیں کہ اپنی مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کچھ عیسائی آئے تھے اور آپ نے اپنی مسجد میں انکو اپنے طریق پر گرجا کر لینے سے منع نہیں فرمایا اور یہ زمانہ ہے کہ ذرا سے اختلاف کیوجہ سے مسجدوں سے نکال دیتے ہیں اور اس اخراج میں اسقدر غلو ہے کہ بعض دفعہ ان لوگوں نے مسجدوں کے فرش اکھیڑ دئے ہیں اور ان کو دھلوایا ہے۔ مسلمانوں کی اس قسم کی حالت بتلاتی ہے کہ اس وقت ایک امام کی ضرورت ہے مگر یہ جاہل قوم اپنے درد مند طبیب اور شفیق غمگسار کو دشمن سمجھتی ہے اور اسطرح اس کے فیوض و برکات سے بے نصیب ہو رہی ہے۔ آہ! یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔

غرض

نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اس کیلئے مسجدوں کا انتظام ہونا چاہیئے۔ میرے دوست میری اس عرض کو غور سے سنیں اور بدگمانی کی نظر سے نہ سنیں میں سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ درد دل سے کہتا ہوں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر ایمان رکھ سکتا ہوں بعض لوگوں کو جب کہا گیا ہے کہ تم اپنے شہر میں مسجد بنالو تو وہ کہتے ہیں کہ چندہ کرا دو تا کہ مسجد بنالیں۔

میں نے انہیں کہا ہے کہ مسجد کی بہت بڑی ضرورت ہے لیکن نفس الامر یہ ضروری بات نہیں ہے۔ کہ کوئی عظیم الشان عمارت ہو تم سیدھی سادی کوئی عمارت اگر ممکن ہو بنالو۔ ورنہ چبوترہ ہی سہی اوس پر چھپر ڈال لو۔ دیکھو ہمارے ہادی کامل صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام مدینہ طیبہ میں یہی مسجد کی بنا تھی مگر اس کیلئے کوئی بہت بڑا اہتمام اسوقت نہیں کیا گیا۔ معمولی کھجور کے تنوں کی چھت ڈال لی گئی یہانتک کہ بارش میں وہ مسجد اسقدر ٹپکتی کہ صحابہ کے کپڑے لت پت ہو جاتے۔

وہی مسجد گو آج عظیم الشان مسجد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنا تو ضروری سمجھی مگر اسکی عالیشان عمارت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اسیطرح جیر وادی غیر ذی زرع میں ایک عظیم الشان مسجد بنائی گئی جو اللہ تعالیٰ کا گھر کہلایا بیت الحرام اس کا نام رکھا گیا جو ان اول بیت وضع للناس کا مصداق ہوا۔ ہاں جو خدا تعالیٰ کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت قرآن کریم کی سچائی کا زبردست نشان ہے وہ مسجد جہاں روئے زمین کے مسلمان کھچے چلے جاتے ہیں۔ وہ مسجد کعبۃ اللہ کی مسجد ہے اب غور کرو کیا ان دونوں مسجدوں کے لئے بنانے والوں نے اس وقت چندوں کی فہرستیں کھول تھیں؟ نہیں کعبہ کی بنا کے لئے خدا تعالیٰ کے دو برگزیدہ بندے باپ اور بیٹا خود ہی مستری معمار اور مزدور بنے۔ وہ سماں کیسا عجیب ہوگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسمٰعیل اس مسجد کو بنا رہے تھے۔ جس اخلاص اور غرض کیلئے انہوں نے بنیادی پتھر رکھا ہوگا اس کا ثبوت اس قبولیت اور رجوع سے ملتا ہے جو اس مسجد کو حاصل ہوئی۔ ایسی جگہ وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا۔ جو کل دنیا کے لئے "رحمۃ للعالمین" ہو کر آیا۔ جسکی رسالت کا دامن قیامت تک دراز اور جو خدا تعالیٰ کی کامل شریعت کا لانے والا ٹھہرا۔ اور وہ وادی غیر ذی زرع آخر ام القریٰ کہلائی اور دنیا کی ناف اسکو کہا گیا۔ اس میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ جب تک انسان تاریکی کے اندر رہتا ہے اور پیٹ میں ہوتا ہے ساری غذا اوس کو ناف ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے اور اس کی پرورش ہوتی ہے اور پھر آخر وہ ایک جدید راستہ سے پیدا ہوتا ہے اور ایک عظیم الشان فضا کے نیچے آتا ہے۔ اسیطرح جب دنیا ایک خطرناک ظلمت میں مبتلا تھی اس وقت توحید کا دودھ مکہ کی ہی ناف سے نکلا ہے۔ اور جب تک انسان اس دودھ سے پرورش نہیں پاتا۔ وہ جنم لینے کے قابل نہیں ہو سکتا۔

غرض وہ عظیم الشان مسجد تھی اس کا بنانا کوئی مشکل کام اس وقت نہیں سمجھا گیا باپ بیٹے نے مل کر اسکو بنا لیا۔ اور وہ دوسری مسجد جو اس کے لئے فرعی یعنے مسجد نبوی وہ بھی ایک معنوں سے باپ اور بیٹوں نے بنائی کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو امہات المومنین قرار دیتا ہے اس حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باپ تھے اور صحابہ آپ کے فرزند تھے۔ اس مسجد کو صحابہ کے ساتھ مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنا لیا۔ اور ساری دنیا اسکی متوالی ہو گئی۔

اس زمانہ میں بھی میں اس قسم کی مسجد کا ایک نمونہ دکھاتا ہوں۔ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مسجد بنائی ہے زمین نہیں ملی تو اوپر چھت کے ہی بنالی ہے۔ بات کیا ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کیواسطے ہوتی ہے وہ بابرکت ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہو تو کچھ نہیں بنتا۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ لاہور امرتسر میں کئی بڑی بڑی مسجدیں ہیں۔ لاہور میں شاہی مسجد اور وزیر خاں کی مسجد موجود ہے کیا وہ مسجدیں ایسا متوالا اور پروانہ بنا سکتی ہیں۔ جو مکہ اور مدینہ کی مسجد بنا سکتی ہے یا ہماری چھوٹی سی مسجد۔

غرض جس جس جگہ ہمارے بھائی رہتے ہیں تو سب سے مقدم اور ضروری کام کم از کم ایک چھوٹی سی مسجد ہے جیسی ممکن ہو بنالو۔ اگر سستی کرو گے تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ غرض پہلی بات نماز ہے نماز پانچ وقت احباب کو جمع کرتی ہے یہ تو اسکی ظاہری خوبی اور حسن ہے نماز ہی کی خوبی ہے کہ سارے گاؤں کے لوگ ایکدن جمع ہوتے ہیں اور نماز ہی کی خوبی ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔ نماز ہی کی خوبی سمجھو کہ تم آئے۔ یہاں آنے کی یہ غرض نہیں ہونی چاہیئے کہ یہاں میلے ہونگے تو ایسا جلسہ ہوگا تقریریں ہونگی۔ یہ تو ایک قسم کے میلے کی ہی صورت ہے۔ نہیں بلکہ یہاں آنے کی غرض وہی ہو جو حق سبحانہ تعالیٰ کا منشا رہے۔ وحدت ہو۔ اخوت ترقی کرے اور اصلاح نفس ہو۔ ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یہ نہیں فرمایا احبابا اس میں کیا سر ہے وہ سر مجھے یوں سمجھ میں آیا۔ کہ محبوب میں رنج نہیں ہوتا۔ بھائیوں میں رنج بھی ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی قصور فہم سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور ناراض ہو گیا۔

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ فضل الٰہی سے ہی اخوان بن سکتے ہیں اپنی کوشش اور محنت سے کچھ نہیں ہوتا پس اگر کسی سے کوئی غلطی یا کمزوری ہو جاوے تو اخوت ہی کے رنگ تک رکھو۔ یہاں آنے کی ایک بڑی غرض یہی رکھو کہ تمہارے تعلقات باہم مضبوط اور اچھے ہوں اور خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔

جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں پر غور کرو۔ کہ انہیں کیا جا کہا گیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی مربع مل جاوے۔ نہیں بلکہ انکی ساری دعائیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہیں۔

غرض

یاد رکھو کہ اجتماع پر اللہ تعالیٰ کا فیضان نازل ہوتا ہے۔ اس وقت ایک تعارف پیدا ہوتا ہے۔ ایک خدمت کا شریک ہوتا ہے جتنا خرچ کیا۔ گھر چھوڑا آرام چھوڑا۔ سمجھو اغراض کے یہ غرض ہی ہو سکتی ہے کہ کم کچھ ... میں صحابہ جدا ہوتے ہیں ... ہے اغراض اور اموال کو خرچ کرتے ہیں مشکلات بھی پیش آتی ہیں تو اس میں کوئی شبہ اور کلام نہیں ہو سکتا کہ جب ہم یہ سب کچھ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے مامور اور شکور خدا کی طرف سے قدر بڑھتی ہے۔ اور یہ ایک سفر دوری ہوتی ہے۔ جیسا عظیم الشان اجر ملنے والا ہوتا ہے اول دعاؤں سے حصہ ملتا ہے جو خدا تعالیٰ کا مامور خصوصیت کے ساتھ ایسے موقع پر مانگتا ہے کیونکہ وہ سب جو اسوقت موجود ہوتے ہیں ان دعاؤں میں شریک ہوتے ہیں۔

پس

ایسے موقعوں پر آنا چاہیئے۔ لیکن پاک اغراض اور رضاء الٰہی کے مقصد کو ملحوظ رکھ کر نہ کسی اور غرض اور خواہش سے + باقی آئندہ۔

جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں وہ مشکل ہے اور اس کی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعوے اس مہدی کا ہے جس کی نسبت کوئی شک نہیں۔

خدا بڑا رحیم کریم ہے اگر لوگ راتدن تضرع کریں خیرات اور صدقات دیں تو شائد وہ رحم کر کے اس عذاب سے ان کو نجات دے۔ اگر جماعت متفق ہو کر تضرع کیطرف متوجہ ہو تو اوس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارا آخری حصہ عمر کا ہے اور ہمیشہ تجربہ ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی غالب ہوتا ہے واللہ غالبٌ علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یوسف علیہ السلام کا قصہ ہی دیکھو کہ سب بھائی مصیبت زدہ ہو کر اسی کے سامنے پیش ہوئے لیکن اسے شناخت نہیں کر سکے اگر یہ ہمارا سلسلہ ایک انسانی کاروبار ہوتا تو سب سے اول بیزار ہونیوالا اس سے میں ہوتا مگر جبکہ اس کے قدم قدم پر خدا کا الہام ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے اسی کی طرف سے ایک امر ہے۔

فرمایا ہم بھری کو آسیدن غم ہوتا تھا جسدن خدا کی راہ میں انہیں کوئی غم نہ ہوتا۔ مومن کسی نہ کسی ابتلا میں ضرور رہتا ہے۔

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
نہ سہی وصل تو حسرت ہی سہی

(از ملفوظات)

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

خط

(ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں)

پہر سب سے بڑا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق تہا۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی چہوڑ دو جو سرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کے قایل نہ تہے میں ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قایل ہیں انہیں سے ایک گروہ تو ایسا نکلا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر خود امیز ادکر لیا اور اپنی ایک جدید شریعت قائم کرلی گو زبان سے نہیں مگر عمل سے خود قسم قسم کے وظائف اور اوراد سیفیاں اور کیا کیا بکہہ نکالے اور ان میں ایسا تمسک ہوئے کہ وہ اصل شریعت پس پشت ڈالدی گئی۔ عبادت کو طریقے ہی نئے نئے ایجاد کرلئے گئے اور یہ ترمیم تنسیخ عملی یہانتک پہونچی کہ ایک نئی شریعت نظر آرہی ہے جو میری اس بات کو مبالغہ اور خیالی سمجہتا ہے اسکو چاہئے کہ سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں اور دوسری قسم کے فقراء سے ملکر دیکہے کہ انہوں نے معمول کیا ہیں۔ پہر ان لوگوں میں جو علماء کہلاتے ہیں ان کی باہمی اختلاف پر نظر کرکے اور بہی حیرت ہوتی ہے اور اصل شریعت کا پتہ لگانا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔

ان باتوں کو چہوڑ کر ایک اور عظیم الشان غلطی کہو یا اوس کا نام کچہہ اور رکہو پیدا ہوچکی تہی وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق وہ لوگ جو آپ کو باوجودیکہ سچا نبی مانتے ہیں یہ اعتقاد رکہتے تہے کہ آپ معاذ اللہ مرگئے ہیں اور مردہ رسول ہیں اگر منہ سے نہیں کہا تو عمل سے بتاتے تہے کہ آپ مرچکے ہیں بلکہ میں درد دل سے کہتا ہوں اور یہ الفاظ کہتے ہوئے زہرہ گداز ہوجاتا ہے کہ وہ آپ کو عملی طور پر معاذ اللہ ابتر مانتے تہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے فیوضات و برکات کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہوگیا اور آیندہ نور نبوت سے کوئی حصہ لینے والا آپ کی تعلیم سے مزکی اور معلم ہونیوالا نہیں ہے۔ یہ کسقدر اندہیر اور ظلم کی بات ہے کہ وہ ہادی کامل اور کامل انسان جو دنیا کی اصلاح کیلئے بہیجا گیا جسکو ہم شاہد ہوا۔

قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ وہ نبی جسکی نبوت کا دامن قیامت تک دراز ہو اس کے اعجاز و خوارق ایک محدود زمانہ تک آکر ختم ہوگئے۔ اور یہ سلسلہ آئندہ کے لئے بند ہوگیا کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو تسلیم کریگی اور اسے ماننے پر طیار ہوجائیگی۔

کوئی شخص ثبوت نہیں دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اس معیار پر ثابت کرے حضرت عیسے کو تو آسمان پر زندہ تسلیم کیا جاتا ہے اور اسطرح پر اکلی زندگی اور نبوت پر خط تنسیخ کہینچا جاتا ہے اور پہر کہا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قایل ہیں کوئی انصاف سے کہے کہ جب حضرت مسیح کا یہ قول ہو مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اور ابہی تک وہ زندہ ہی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے جبتک حضرت عیسی کی زندگی کا خاتمہ نہو اسوقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت نہایت مشکوک نظر آتا ہے۔ مگر مبارک ہو اس کامل انسان پر جس نے آکر اس راز سربستہ کو کہولدیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے روشن اور بین دلایل دنیا کے سامنے رکہدیئے۔ اور ثابت کرکے دکہایا کہ آپ زندہ نبی ہیں۔

جسطرح آپکے وجود سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملا۔ اسیطرح آپکے وجود ہی سے سلسلہ نبوت کی گواہی ملی اور خود آپ کی ذات پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت کامل ٹہیری۔ آپ نے اپنے ذاتی تجربہ اور وجود سے یہ ثابت کردیا ہے کہ آپ کی کامل تعلیم کا نمونہ یہہ ہوسکتا ہے اور اس تعلیم پر عمل کرنے سے یہ ثمرات اور نتایج ملتے ہیں حقیقت میں اس زمانہ کے لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے تسلیم کرنے کیلئے کیا حجت اور دلیل ہوسکتی تہی اگر یہ نہ آیا ہوتا۔ نری دلیل بازی اور منطقی بحثیں اس کیلئے کافی نہیں۔ کیونکہ دوسرے مذاہب باطلہ والے بہی اپنے مفید مطلب بہت سی دلایل اور منطقی توجیہیں کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ پر کیا گذشتہ معجزات اور خوارق کوئی اثر پیدا کرسکتے تہے؟ کبہی نہیں کیونکہ دوسرے لوگ ہندو اور عیسائی بہی اس امر میں کچہہ پیچہے نہیں رہے ہوئے۔ ان کے ہاں بہی بہت سے معجزات اور خوارق کی داستانیں اور کہانیاں موجود ہیں اگر صرف روایت پڑہکر سنا دینا ہے تو بتاؤ کہ ان کے رد کرنے کی دلیل کیا ہے؟

مگر نہیں اس خدا کی حجت و آیہ نے رسالت محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے لئے داستانوں اور کہانیوں پر انحصار نہیں کیا اس نے تازہ بتازہ نشان اور آیات خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے دنیا کے سامنے پیش کئے۔ اور یہ قرار دیا کہ یہ آیات اور نشانات صرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے ملتے ہیں۔ اور اسطرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور اسلام کا بول بالا کیا۔

کیا اس سے بڑہکر اور کوئی ثبوت اسلام کی سچائی۔ قرآن کریم کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ہوسکتا تہا اور اس تعلیم کے ثمرات اور نتایج کا زندہ نمونہ پیش کردیا اور دوسرے تمام مذاہب ملل کے حامیوں اور لیڈروں کو جو اسوقت موجود ہیں چیلنج کیا کہ اگر تم میں اپنی تسلیم کی سچائی اور خوبی کا کوئی ثبوت ہے تو اس کے ثمرات اور نتایج کو پیش کرو تاکہ دنیا پر کہل جاوے کہ کسی مذہب کے اختیار کرنے سے یہ نتایج حسنہ پیدا ہوسکتے ہیں۔ اور وہ نتایج اور ثمرات آیندہ زندگی کے وعدوں اور سچائیوں پر گواہ ہوں اور کوئی اس کے مقابل نہیں آتا۔ کاش اگر مسلمانوں کو اس عشق اور محبت کی کیفیت پر اطلاع ہوتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے دل میں ہے اور جس کے لئے وہ رولیا جاتا ہے تو آج اس کے خاک پا کو سرمہ دانیوں میں ڈال کر دور دراز میں لے جاتے۔

جب ہم اس غیرت اور جوش پر نظر کرتے ہیں جو وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکہتا ہے اور اسکی اس تڑپ اور اضطراب کو دیکہتے ہیں جو اسلام کے غیروں کے حملوں سے محفوظ رکہنے کیواسطے اسکے دل میں ہے اور جو اسنے عمل سے دکہا رہا ہے اور پہر اس کے مقابل قوم کے سلوک پر خیال کرتے ہیں تو جگر خون ہوجاتا ہے کہ کیا یہ انسان اس قابل تہا کہ اس کو گالیاں دی جاتیں ہر طرح سے اسکو ستانے کے منصوبے کئے جاتے اسکی راہ میں سانپ اور بچہو چہوڑے جاتے اور پتہر ڈالے جاتے! اور پہر کس گناہ پر گناہ صرف یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق اور خادم ہے اور اسکی غلامی پر ناز اور فخر کرتا اور اپنی ساری کوشش اور ہمت اس کے لئے صرف کررہا ہے کہ دنیا کو منوا دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔

ناقدر شناس قوم! خدا سے ڈر تو نے کس پر ہتہیار باندہے ہیں ہاں سن رکہہ وہ کیا کہتا ہے۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم

ناعاقبت اندیش قوم! محبان احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت میں ہزار داستان پر تو حملہ کرتی ہے دیکہو اس کا انجام اچہا نہیں ہوگا میں پہر پوچہتا ہوں کہ اے مخالفت کرنیوالو! بتاؤ تو سہی کہ کیا اس امر پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرتا ہے۔

اس کے ساتہہ یہہ سلوک ہونا چاہئے تہا۔ کیا مسیح کی موت سے اسکی جایداد برہتی تہی؟ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور سب سے بڑہکر خدا تعالیٰ کی عزت وجلال کے لئے ضروری تہا کہ وہ ابن آدم جو خدا کے عرش پر بٹہایا گیا ہے مارا جاتا اسکی موت اسلام کی زندگی ہے۔ اگر تم اسلام کی زندگی سے خوش نہیں ہوسکتے تو نہ ہو۔ وہ اب مرچکا اور دنیا کے عقلمند اور آیندہ نسلیں اسکی زندگی کی قایل نہیں رہ سکتیں اور اسکی موت اور اسلام کے احیا کا فخر اسی پہلوان کو ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں سچ کہتا ہوں کہ کتنی منت ہے اسکی مسلمانوں کی گردن پر کیونکہ اس نے زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب ثابت کرکے دکہا دی پس مبارکی ہو تجہ کو اے مسیح کہ تو کامیاب ہوگیا۔

اس کے بعد قرآن شریف کا مسئلہ تہا مسلمان اس کو ایک کتاب مانتے تہے بلا تغیر اسی رنگ وحیثیت کی کتاب جیسے توریت انجیل اور وید بیجان کو ماننے والے مانتے ہیں۔ عام مسلمان۔ صوفی۔ متکلمین اس زمانہ میں اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی فرق نہیں بتا سکتے تہے اور کوئی امتیاز اس اور دوسری کتابوں میں نہیں دکہا سکتے تہے نری تقریروں اور لفاظیوں میں ہر ایک شخص اور ہر ایک اہل مذہب اپنی اپنی کتاب کے لئے بہت کچہہ کہہ سکتا اور تقریریں کرسکتا تہا۔ مگر وہ عظمت اور شوکت جو کتاب اللہ کی ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کوئی ظاہر نہیں کرسکتا تہا۔ قرآن شریف کو دوسرے اہل ملل کیطرح اپنی تقریروں اور وکالتوں کا محتاج سمجہتے تہے اور خود قرآن کریم کو ایک کتاب تصور کئے بیٹہے تہے لیکن اس خدا کے مسیح نے آکر یہہ دکہایا کہ قرآن شریف ہمارے دلایل اور وکالت کا محتاج نہیں وہ ہر ایک امر میں خود ہی دعوے پیش کرتا ہے اور خود ہی اس دعوے کی دلیل پیش کرتا ہے وہ ہماری کسی تقریر یا دلیل کا محتاج نہیں وہ ہر ایک ناطق کلام ہے۔ اور پہر اوس نے دکہایا کہ قرآن شریف میں کیسی برکت ہے کہ یہ زندہ کتاب ہے اور اس پر چلکر خدا کی نصرت اور برکات حاصل ہوتے ہیں۔

باقی آیندہ

مکر اللّٰہ مکر اللہ کے یہی معنے ہیں کہ انسان کی باریک در باریک تدابیر اور تجاویز پر آخرکار خدا کی تجاویز غالب آجاویں اور انسان کو ناکامی ہو۔ اگر کوئی کتاب اللہ سے یہی فلاسفی کو نہیں مانتا تو دنیا میں ہی اسکی نظیر موجود ہے اور اسکے اسرار یا تیمارداری میں سمجہ کہ باریک سے باریک تدابیر کرکے اپنا سامان حفاظت کرتا ہے لیکن گورنمنٹ جو تجاویز باریک در باریک اسکی گرفتاری کی رکہتی ہیں اور وہ غالب آجاتی ہیں تو خدا کیونکر غالب آوے۔ «ملفوظات»

نظم

از جناب محمد ابراہیم بن موسیٰ خان (کراچی)

اے دلت سنگ و نما ... نے بہ بحیرا و دیو اندیشہ
مرد یکرنگ شو دو رنگی چیست دین احمد گزین فرنگی چیست
تا بکے محو حرف ہر واہی غافل از سر صبغۃ اللہی
ہر کرا نور چشم حق بین دید صبغۃ اللہ رنگ بے دین نہ
ایک چشم تو غیر مے بیند بہتر از صاف تیرہ بیند
زانکہ خفاش از ضعف بصر در خور افتادہ وقت شام و سحر
کو روزن نور مہر کم تابد ظلمت و روشنی بہم تابد
ہوا ... صلاح بینش خود مکن پس تماشائے نور احمد کن
شمع دانش کہ دلفروز بود در خود بخت تیرہ سوز نبود
تو باین شمع تیرہ سوز مناز جز بخورشید نیمروز مناز
چیست خورشید با تو گویم فاش آنکہ پوشیدہ گشت بر خفاش
یک جہان دل بنور او معمور لیک جسم بآبگل مستور
مشرقش ... قادیان ... ز کر عین خمسہ اے نادان
آفتاب ... سپہر ... برتر از اوج ماہ و مہر ... است
من بخون جگر شنا ختمش تا بجان قبلہ گاہ ساختمش
گر دربند خواب و خور باشی بہتر آن بہ کہ بخبر باشی
زانکہ این از لوازم خاک است خاکیان را چہ جا بر افلاک است
تو و عصیان ما و کمال دوست ہر کسے آن کند کہ لائق اوست
غافلان را ... سر و مطلق دعوئے فہم راز اہل حق
در مباحث سر ستیز کشی حلق خود را بہ تیغ تیز کشی
باکر داری بقا بلہ ہشدار یا مسیحائے احمد مختار
راہ عرفان حق مگو سہل است ہر کہ سہلش شمرد نااہل است
نشنیدی کہ آن ز مو باریک ہست و تیرہ تر از شب تاریک
پس چنین دان کہ خشت ماموریش تا نہ پنداری از خدا دوریش
عجز و زاری است مطلب اینجا پائے بگذار در رو بسر اینجا
چیست با شوخی غرور رحیم سر سلیمی طبع ابراہیم

قدیم روسیونکا مذہب اور اُنکا عیسائی ہونا

زمانہ قدیم مین روسی بہی اس زمانہ کی تمام آریا اقوام کی طرح بت پرست تہے اور بہت سے دیوتاؤن کی پوجا کیا کرتے تہے۔ ان کے لئے قربانیان کرتے اور بھینٹیں چڑہاتے تہے۔ ان کے دیوتاؤن مین چہہ بہت مشہور و معتبر سمجہے جاتے تہے۔ پہلا۔ بیرون جو برق و باد و جنگ و صلح کا دیوتا تہا۔ دوسرا واجد بوگ تہا جسکو معبود الشمس کہنا چاہئے۔ تیسرا۔ ڈ ہڈلا د و۔ یعنی رب النور۔ چوتہا۔ ڈومو کوئی۔ الہ الارض۔ پانچوان۔ فوڈیا نوئی۔ خداوند آب۔ چہٹا۔ کلنی جو برج و مرج کا مالک مانا جاتا تہا۔ سال کے بعض ایام مقرر تہے۔ جن مین خصوصیت کے ساتہہ ان معبودون کی پرستش ہوتی تہی اور یہی دن روسیون کا تہوار سمجہے جاتے تہے۔ دسوین صدی عیسوی تک روسی اسی مذہب کے پابند رہے اور آخر کار اسی صدی مین تمام یورپ کے بعد روسی بہی نصرانی ہو گئے۔

جس زمانے مین کہ آفتاب اسلام چمک رہا تہا۔ اور اسکی فتوحات کی روشنی انتہائے ایشیا کے تاریک کونون مین رہنے والون کی آنکہین خیرہ کر رہی تہی۔ روسی اور صقلبی دونو بالکل وحشی اقوام تہین۔ جن کے افراد بطور غلامون کے بغداد و بصرہ۔ دمشق وغیرہ بڑے شہرون کے بازارون مین بکتے نظر آتے تہے۔ اور عام طور پر صقالبہ بروے کہلاتے تہے۔ یہی غلام خلفا کے خادم بنتے۔ اور فوجون مین بھرتی کئے جاتے تہے۔ انہین مین بہت سے خواجہ سرا بہی ہوتے تہے اور حرم سراؤن مین معمولی خدمتین کرتے تہے۔ اسلام کی برکت سے ان قومون کے ہزارون غلام آزادی پاکر خلفا کے اعوان و انصار خاص بن گئے۔ اور اعلےٰ مدارج ملکی و مالی تک پہونچے۔ اندلس کی حکومت بنی امیہ مین ان لوگون کا شمار بہت کچہہ بڑہ گیا تہا۔

نوین صدی عیسوی سے پہلے پہلے روسی قومین بالکل وحشیانہ زندگی بسر کرتی تہین۔ ان مین باقاعدہ ریاست و حکومت کا نام و نشان بہی نہ تہا۔ درانحالیکہ مسلمان اسوقت فضل و کمال حاصل کرنے کے بعد نہایت شان و شوکت سے حکومت کر رہے تہے۔ اور ان کی سلطنت تین برّاعظمون تک پہیل چکی تہی۔ اسی اثنا مین روسیون نے اپنی حالت کچہہ کچہہ درست کی۔ مگر ان کے رئیس و سردار یورپ کے عام بادشاہون کیطرح مسلمان امرا و خلفا۔ خصوصاً عبدالرحمان ناصر خلیفہ اندلس کے پاس وقتاً فوقتاً دفعتاً تحائف بہیجتے رہے۔ اس باقبال خلیفہ کے دروازے پر ہمیشہ جرمنی۔ روس۔ فرانس۔ روم (بواد مجہول) کے ایلچی تحفے اور ہدیے لئے ہوئے باریابی کے منتظر نظر آتے تہے۔ اور سلاطین فرنگستان اس کے رعب و جلال سے خائف و لرزاں رہتے تہے۔ مگر مسلمان خلفا نے کبہی دیگر اقوام کی مجبوری یا کمزوری سے فائدہ نہین اٹہانا چاہا بلکہ وہ ان سفرا سے باخلاق پیش آتے۔ اور اپنے معتمد بہی سلاطین یورپ کے پاس بہیجتے رہتے۔ جہانتک ہم کو علم ہے پہلا مسلمان ایلچی بادشاہ روس کے پاس خلیفہ مقتدر باللہ نے چوتہی صدی ہجری کے ابتدا مین احمد بن فضلان کو بہیجا۔

جب یہ ایلچی اپنے سفر سے واپس آیا تو جو سامان اس نے وہان دیکہے اور ان کے عقاید دریافت کئے تہے وہ ایک کتاب کی صورت مین لکہے۔ مسلمانون مین غالباً وہی پہلا شخص تہا جسکو ان امور کے دریافت کرنے کا موقع ملا۔ آج ہم اسی کی تحریر سے اس زمانہ کے روسیون کی عادات اور دینداری کا حال اقتباس کرتے ہین۔ وہ لکہتا ہے کہ "دریائے ڈالگا پر مینے ایک تجارت پیشہ روسی قوم کو دیکہا۔ اس سے پہلے ایسے قوی الجثہ مضبوط آدمی میری نظر سے نہین گذرے تہے۔ ایک ایک ان مین سے بلا مبالغہ نظامی کے اس شعر کا مصداق تہا ؎

سیاہے بہ کردار نخل بلند
ہراسان ازو دیدۂ فیل بند

اگر کچہہ فرق تہا تو اتنا تہا کہ ان لوگون کا رنگ نہایت سُرخ تہا۔ یہ لوگ نہ کرتے پہنتے ہین نہ کوٹ بلکہ ہر ایک آدمی ایک اونی کمل کا تہیلا سا اپنے جسم مین ڈال لیتا ہے۔ جو فقط ایک ہاتہہ کی طرف سے کسی قدر کہلا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہان سے ان کا ایک ہاتہہ نکلا رہتا ہے۔ ان مین کوئی شخص تلوار اور چہرے سے خالی نہین ہوتا۔ یہ ہتہیار فرانس کے بنے ہوئے اور بڑے کارآمد و آبدار ہوتے ہین۔ اور ہر وقت ان کے گلے مین لٹکے رہتے ہین۔ ہر ایک عورت کی چہاتیون پر کٹوریان بندہی رہتی ہین۔ اگر شوہر غریب ہے تو یہ کٹوریان لوہے اور تانبے کی ہونگی۔ اور صاحب مقدور ہونیکی حالت مین سونے اور چاندی کی۔ ہر ایک کٹوری مین ایک کڑی مع چہری کے لٹکی رہتی ہے اور گلے مین چاندی سونے کے ہار ہوتے ہین۔ ان کا دستور ہے کہ جب کسی کے پاس دس ہزار درہم ہو جاتے ہین تو وہ اپنی بیوی کے لئے ایک ہار بنوا دیتا ہے۔ اور ہر دس ہزار کی زیادتی پر ایک ہار زیادہ ہوتا جاتا ہے بعض بعض عورتون کے گلے مین مین نے بہت سے ہار دیکہے۔ جن کو مین پہلی نظر مین شمار نہ کر سکا۔

ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ زیور دریائی مہرون یعنی گہونگہون کا ہار ہے۔ وہ ایک ایک مہرہ ایک ایک درہم کو خریدتے ہین۔ اور اپنی بیوی کے ہار بنواتے ہین۔ یہ لوگ انتہا درجے کے پلید و ناپاک ہین۔ آبدست تک نہین لیتے پہر بہلا غسل جنابت پر آمادہ ہونا تو کجا ان حیوان بصورت انسان کی جماعتین اپنے شہرون سے آکر والگا پر ایک لنگر انداز ہوتی ہین اور پہوس پتی کے جہونپڑے بنا لیتے ہین اور ایک ایک جہونپڑے مین کم و بیش دس دس بیس بیس شخص رہتے ہین۔ ہر ایک کی چارپائی الگ الگ ہوتی ہے۔

ان کی لونڈیان اور سامان تجارت ان کے ساتہہ ساتہہ چلتا ہے۔ جب ان کی کشتیان اس لنگرگاہ پر پہنچتی ہین تو ہر ایک شخص کچہہ روٹی اور گوشت و پیاز و شراب لیکر ایک انسان چوبی بت کے پاس جاتا ہے۔ اس بت کے ارد گرد اور بہی بہت سی چہوٹی چہوٹی مورتین نصب ہین۔ اور اس کے پیچہے ایک لمبی لکڑی زمین مین گڑی ہوئی ہے ان مین سے ہر ایک شخص اس بڑے بت کو باادب سجدہ کر کے بخضوع عرض کرتا ہے کہ اے میرے معبود مین یہان حاضر ہوا ہون اور میرے ساتہہ اسقدر لونڈیان اور گہوڑے پوستین ہرن اور دوسرا تجارتی سامان ہے۔ مین تیرے لئے یہ بہینٹ لایا ہون جو بڑی عقیدت سے نذر کرتا ہون۔ میری تمنا ہے کہ تو میرے پاس کسی گاہک کے بہیجے خریدار کو بہیجے کہ میرا مال مونہہ مانگے داموں پر خریدے اور مجہہ سے تکرار نہ کرے۔"

اس قدر کہنے کے بعد یہ لوگ وہان سے چلے آتے ہین۔ اب اگر ان کی تجارتی اشیاء کی فروخت مین دیر ہوئی اور سودا حسب خواہ نہ بکا تو پہر دوبارہ سہ بارہ مذکورہ بالا طریق پر ہدیہ لیکر اس بت کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین۔ اور اگر پہر بہی آرزو پوری نہ ہو تو چہوٹے چہوٹے بتون پر نذرانہ چڑہاتے ہین۔ اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوتے ہین۔ کیونکہ ان چہوٹے بتون کو وہ لوگ بڑے بت کے بیوی بچے سمجہتے ہین غرض سودا نہ بکنے کی حالت مین باری باری ان چہوٹے بتون سے سفارش و شفاعت کی التجا کرتے رہتے ہین۔ یہان تک کہ ان کا سامان فروخت ہو جاتا ہے اور وہ سمجہتے ہین کہ ہمارے معبود نے ہمارا مطلب پورا کر دیا۔ اس کے شکریہ مین یہ تاجر اس بڑے بت کے روبرو چند بیل بکریون کی قربانی کرتے ہین۔ اور تہوڑا سا گوشت صدقے کے طور پر تقسیم کر کے باقی ان چہوٹے بڑے بتون کی بہینٹ چڑہاتے ہین۔ اور بیل بکرون کے سر اس طولانی لکڑی مین لٹکا دیتے ہین جو بڑے بت کے پیچہے نصب ہوئی ہے رات کو جب کتے آکر اس گوشت کو کہا جاتے ہین تو یہ لوگ سمجہتے ہین کہ خداوند نے ہمارا ہدیہ قبول کر لیا اور وہ ہم سے راضی ہے۔ یہ عقائد اگرچہ روسیون کی نوین دسوین صدی عیسوی سے پہلے کے بتائے جاتے ہین۔ لیکن ایکہزار برس گذرنے پر بہی ان میں بہت زیادہ فرق نہین پڑا۔ دیہات کے لوگ اور شہری عورتون کا بڑا حصہ اس قسم کے توہمات مین آجتک مبتلا ہے۔ گو بتون کی جگہہ حواریین کے گرجاؤن اور حضرت عیسےٰ و حضرت مریم کی تصاویر نے لیلی ہے۔ در عایا کے فیلنگ کی خاطر زار روس بہی بعض ایسی رسوم ادا کرتے ہین جو بالکل بے وقعت اور مضحکہ انگیز ہین۔ ابہی وہ آغاز جنگ مین ایک سینٹ کی مزار پر دعا مانگنے جاتے ہتے۔ در حقیقت روسیون کے عقائد ان کے حریف جاپانیون سے زیادہ کمزور اور جاہلانہ ہین۔ جبکا اثر جنگ کے موقع پر اچہا نہیں پڑ سکتا۔

(وطن)

مختصر نوٹ اور نکات

جو دل ایمان نماز اور نیک کاموں سے حظ نہیں اٹھاتا وہ اپنا علاج کرے کیونکہ وہ بیمار ہے جیسے بیمار کو عمدہ سے عمدہ اشیاء بھی اچھی نہیں لگتی ہیں اسیطرح یہ دل روحانی بیماریوں میں مبتلا ہے

قرآن کریم میں اب تک ابد الآباد تک دو عظیم الشان نہریں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسری آسمانی نشانوں کی نہر۔ لیکن عیسائیوں کی انجیل ان دونوں سے ہمیشہ بے نصیب اور خشک رہی ہے اور ایسا ہی دیدکو بھی یہ مقام اور خصوصیت حاصل نہیں ہے ونعم ما قیل۔

کے پرستد بندہ را جز آنکہ نادانے بود
پس بگر دید بر روشان ہر کہ گریانے بود
آں خداوندے کہ نامش ہست برہر برگ ثبت
ہر کہ جوید آں خدا را او مسلمانے بود

انجیل کے ماننے والے کہتے ہیں کہ گناہ کی مزدوری موت ہے لیکن اس پر بھی ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کی خدائی کا اعتراف کرنیوالے اور اپنے گناہوں کی گٹھڑی اس کی گردن پر رکھنے والے اسے ملعون قرار دیکر بھی مرتے ہیں معلوم نہیں یہ موت کس گناہ کا نتیجہ ہے؟ کیا عیسائی کوئی جواب دے سکتے ہیں؟۔

پٹھانکوٹ کے قیام پر ایک مرتبہ جبکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا ہم بیمار ہو گئے۔ تکلیف اور کرب بہت زیادہ تھا۔ ہمارے مخدوم ومحسن حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نہایت شفقت اور ہمدردی کے ساتھ باوجود اپنی کمزوریوں کے خصوصاً تیمارداری کر رہے تھے۔ اس وقت ہماری گھبراہٹ کو دیکھ فرمایا کہ دیکھو سچے اخلاق فاضلہ کا امتحان اور اور ایمان کی آزمائش کا اصل وقت یہی بیماری اور غصہ ہوتا ہے اس وقت سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور اصل حقیقت کھل جاتی ہے۔ مومن مصائب اور تکلیف میں گھبراتا نہیں قدم آگے بڑھاتا ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں تکلیف ہے لیکن اس کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھ کر خوشی کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہئے۔"

حقیقت میں ایمان ایسی ہی حالتوں میں معرض امتحان میں آتا ہے اگر مصائب اور مشکلات ہمارے قدم کو آگے بڑھنے سے نہیں روکتے تو لاریب ہم خوش قسمت ہیں اور اگر قدم ڈگمگاتے ہیں تو ایمان خطرہ کی حالت میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ آمین

یہ بالکل سچی بات ہے کہ سچائی سچائی ہے گو ساری دنیا اس سے انکار کرے اور جھوٹ جھوٹ ہے گو ایک عالم اس کا مصدق اور معترف ہو۔

مولانا مولوی عبد الکریم صاحب ایک روز فرماتے تھے کہ میں **امرھم شوریٰ بینھم** پر غور کرتے کرتے صحابہ کی پاک سیرۃ پر سوچنے لگا۔ جس سے مجھے نہ صرف ایک ذوق اور لطف ہی آیا بلکہ صحابہ کی عظمت کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور پاک فطرت کا بہت بڑا اثر ہوا جس نے ایسی پاک جماعت طیار کی۔ کیونکہ دنیا میں اس قسم کے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں کو کسی سے سن کر صبر کر سکیں۔ اور ان کی اصلاح کریں بلکہ اگر کسی کو کسی کی غلطی یا نقص سے آگاہ کیا جاوے تو وہ خطرناک طور پر مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن **امرھم شوریٰ بینھم** سے صحابہ کی پاک سیرۃ کا پتہ ملتا ہے کہ اگر ان کو کسی غلطی یا کمزوری پر مطلع کیا جاتا تو وہ نہایت ہی خوشی اور شکر گزاری سے اسکی بات کو سنتے۔"

حقیقت میں نصیحت کرنیوالے احباب و اصحاب کا میسر آنا بھی کوئی عام بات نہیں ہے بلکہ یہی بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہوتی ہے جو ایسا دوست میسر آوے۔ ایسے دوست بجز اس مجلس کیلئے قریباً محال ہیں جو خدا تعالیٰ کا مامور آکر قائم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی ابتدائی حالت میں اس لطیف در لطیف ذات اور نہاں در نہاں ہستی کو کامل شعور اور بصیرت سے شناخت نہیں کر سکتا اور یہ مامور و مرسل اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ اور بین ثبوت ہوتے ہیں اس لئے ان ماموروں کے وجود میں جو **خوردبین** کا حکم رکھتے ہیں خدا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے جو خدا کا صادق بندہ اور برگزیدہ **موعود** (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرماتا ہے

آں خدائے کہ از واہل جہاں بیخبر اند
برمن او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ایسی صاف اور سادی ہوتی ہے جو ہر طبقہ کے لوگ ادنیٰ اوسط اعلیٰ سب سمجھ سکتے ہیں عیسائیوں کی طرح رازکی باتیں اور گورکھ دھندے نہیں ہوتے جو کسی کی سمجھ ہی میں نہ آویں۔ میں نے ایک عیسائی سے پوچھا کہ کیا ہر ایک مذہب میں کوئی سرّ بھی ہوتا ہے اس نے جواب دیا ہاں! پھر میں نے کہا کہ سب مذہب سچے ہیں تمہارے اعتراض فضول اور لغو ہیں اس لئے کہ تم جو اعتراض کرتے ہو اس مذہب کا ماننے والا اسکو سرّ ہی مانتا ہے اس کا جواب کچھ نہیں آیا۔ (ملفوظات حکیم الامۃ)

دنیا کی حالت مذہب اور خدا شناسی کے لحاظ سے بہت ہی گری ہوئی ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ رقص میں سرکس وناکس کو بڑا ہی لطف حاصل ہوتا ہے اگر کوئی شخص کام کرتے کرتے تھک جاوے تو اسے چاہئے کہ وہ ناچنے لگے اور جب کہ طبیعت کسل مند ہو اس وقت بھی ناچنا چاہئے کیونکہ ناچنا اس کا بہت بڑا علاج ہے۔

یہ تجویز تو ہے مادہ پرست انسان کی جو حقیقی خوشحالی اور اطمینان قلب کو رقص کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اس کے بالمقابل اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے وہ اطمینان قلب کیلئے کیا ہدایت کرتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** غور کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور عظیم الشان فطرت پر کہ وہ کس مقام پر پہنچا ہے!

اللھم صل علے محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

چلو چھٹی ہوئی **لنڈن** میں ایک طریق جاری ہوا ہے جسکی وجہ سے گرجا گھر جانیکی ضرورت ہی نہیں رہیگی **اسیکٹروفین** ایک نئی کل ایجاد ہوئی ہے جسکی وجہ سے پادری صاحب کا وعظ گھر بیٹھے ہی سن لیا جایا کریگا۔ یورپ میں مذہب ایک کھیل سمجھا جاتا ہے اور محض قومیت کے رنگ میں مذہب مذہب سمجھا جاتا ہے ورنہ اسکی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہی ہے اس لئے اب گرجا جانے سے جو طبیعتیں پہلے ہی متنفر تھیں انہیں اچھا خاصہ موقعہ مل گیا وہ تو نہایت شوق سے **اسیکٹروفین** کے موجد کے شکریہ کے گیت گاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

عیسویت سے شراب بڑھ کر ہے عیسائیوں نے اپنی اس شور و پکار سے دنیا کے کان بہرے کر دیئے تھے کہ عیسائیوں نے ہی دنیا میں تہذیب پھیلائی ہے ہم اس وقت ان منصف مزاج اور سعادتمند مضمون کا ذکر نہ کرینگے جنہوں نے نہایت فیاضی اور فراخدلی کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ **اہل عرب** سے انہوں نے کمالات شائستگی کو پایا۔ بلکہ اس وقت ہم ایک لطیفہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لنڈن کے ایک مشہور اخبار **سپیکٹیٹر** میں کچھ عرصہ گذرتا ہے ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے کہ دنیا میں تہذیب پھیلانے کا کام **دین عیسوی نے نہیں کیا بلکہ شراب نے کیا ہے** وہ لکھتا ہے کہ دین عیسوی کو بھی اس لئے فروغ ہوا ہے کہ اس میں مسیح کی یادگار کو قائم رکھنے کیلئے بھی شراب ہی کا سہرا لیا جاتا ہے اس اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ انسانوں کو جو کچھ قابل وقعت چیزیں ملی ہیں وہ انہیں قوموں سے جو شراب پینے والی تھیں وہ لکھتا ہے کہ "شراب پینے والی قوموں نے نہ صرف دنیا کو فتح کیا بلکہ اسے با اخلاق بنا دیا یہودی شراب پینے والے تھے اور انہوں نے ہمیں نصیحت اور کو سچینی دی یونانی شراب پیتے تھے اور انہوں نے ہمیں علم وادب دیا۔ اور ہنر دیئے۔ قدیم روما والے پیتے تھے۔ اور انہوں نے ہمیں قانون دیا **ٹیوٹن** بہت زیادہ پیتے تھے اور انہوں نے آزادی کی زبردست خواہش دی" خاتمہ پر کہتا ہے وہ دو قومیں جنہوں نے شراب سے پرہیز کیا یعنے ہند اور عرب انہوں نے کیا کیا ہے؟"

اس آرٹیکل سے پتہ ملتا ہے کہ لنڈن کی اخلاقی حالت کس حد تک گر چکی ہے۔ عربوں نے کیا کیا ایک دنیا آگاہ اور واقف ہے **ام الجرائم** اور **ام الخبائث** کی دلدادہ قوموں کا کیا حال ہوا سپیکٹیٹر سے پوشیدہ نہیں۔ اسوقت اس رائے کے اظہار سے ہماری صرف اتنی غرض ہے کہ دکھائیں کہ **یورپ عیسائیت کی کیا قدر کرتا ہے؟** اس کے قیام وبقا کا ذریعہ شراب بتاتا ہے اور شراب کو تہذیب کا سرچشمہ! ایسی مہذب قوم پر خدا رحم کرے۔

آریہ سماج پر مقدمہ آجکل دہلی میں جینی صاحبان اور آریہ سماجی صاحبان کے مقدمہ کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو کتاب آریہ سماجیوں نے جین مت سمیکشا تصنیف کی ہے وہ جینی صاحبان کے پنتھ کے بہت خلاف ہے۔ اور اسوقت دہلی کے جینی صاحبان کو بڑا جوش بھر رہا ہے۔ اور جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں وہ دن دونے ہوتے جاتے ہیں۔ جینی صاحبان نے عرصہ ہوا کئی ہزار روپیہ کا چندہ کر کے روپیہ جمع کر لیا اور گورنمنٹ پنجاب سے نالش کی منظوری بھی کرالی ہے اور اب دو تین صاحب وکیل پیرو کار اس مقدمہ کیلئے اور تجویز کئے ہیں۔ جنکو روپیہ محنتانہ کا نصف دیدیا گیا ہے۔ اور امید ہے کہ اس ہفتہ میں یہ مقدمہ عدالت میں دائر ہو جاویگا اور یہ مقدمہ بڑے زور کے ساتھ چلیگا۔ دیکھئے نتیجہ عدالت میں کیا نکلتا ہے۔ ایک نامہ نگار لکھتے ہیں کہ سرائوگی لوگ جوش میں بھر رہے ہیں کہ آریہ سماجیوں پر نالش فوجداری کی دائر کریں جنہوں نے سرائوگیوں کے مذہب کے خلاف یہ کتاب جین مت سمیکشا تصنیف کی ہے اور لکھا ہے کہ اس مقدمہ کی پیروی کیلئے کئی وکیل کئے گئے ہیں جو عنقریب یہ دعویٰ دائر ہونیوالا ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ سرائوگیوں کا بتاریخ ۲ مئی سنہ ۱۹ء کو معرفت مسٹر کلارنس کرسپر صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور مسٹر راج (ا.ن) صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور بابو گردہاری لال وکیل باجلاس جناب صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی بنام پنڈت شیو دت شرما و پنڈت جسنا داس و لالہ رام چند مالک مطبع پر دائر کیا گیا جو اسی روز عدالت سے پنڈت شیو دت شرما اور لالہ رام چند مالک مطبع کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور پنڈت جسنا داس کے نام سمن جاری ہوا۔ استغاثہ کی پیشی ۱۱ مئی سنہ حال مقرر ہوئی ہے۔

موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

نمبر (۳)

تیسرا دشمن آریہ سماج ہے

ہندوؤں کو جب سے مسلمان فاتح ہند ہوئے ایک طرح کی نفرت و عداوت مسلمانوں سے تھی مسلمانوں کو ملیچھ (ناپاک و نجس) وغیرہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور ہندوستان میں بس گئے اور کئی سو برس تک ایک ساتھ رہنا ہوا بہت کچھ نفرت و عداوت کم ہوگئی تھی۔ لیکن انگریزی تعلیم نے اُس پرانی عداوت کو بڑے شور سے اُبھارا ہے۔ انگریزی مورخوں نے اس خیال سے کہ ہندوستان ایسے دور دراز ملک میں قیام سلطنت انگلشیہ اسی پر ہے کہ اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنے ہندو مسلمان میں میل و اتفاق نہ ہو اس طور سے تاریخ ہند تصنیف کی کہ مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک کا تذکرہ بہت کم کیا۔ لیکن مسلمانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم کو ایسی آب و تاب سے لکھا کہ اُس کے پڑھنے کے شروع سے ہندوؤں کے بچوں کے دلوں میں مسلمانوں سے سخت عداوت پیدا ہو جاتی ہے خدا کی پناہ یہ آگ اب بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور چند موذی طبع مفسد فطرت ہندو اڈیٹران اخبار نہایت زور شور سے اس آگ کو دھونک رہے ہیں خدا جانے اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ مسلمانوں سے عداوت و دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا ایک شخص پنڈت دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ اب روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے بانی مذہب کے نقلیبی اثر اور انگریزی تعلیم کے اثر سے خوب رنگین ہو کر آریہ سماج والے بھی اہل اسلام کے سخت دشمن ہو گئے ہیں ان کی کتابیں جو مسلمانوں کے خلاف میں چھپی ہیں۔ اُن میں دلائل عقلی سے اسلام کا مقابلہ بہت کم کیا گیا ہے۔ لیکن گالیوں کی بڑی بھرمار ہے۔ اس فرقہ کا پنجاب میں بہت زور شور ہے۔ لیکن اگر کوئی ناواقف مسلمان انکی کتابوں کو پڑھ جائے تو ایمان کو کمزور کرنے یعنی شیطانی وسوسہ پیدا کرنے کیلئے یہ بھی کافی ہیں۔

چوتھا دشمن برہمو سماج ہے

اس جدید مذہب کا بانی راجہ رام موہن رائے ہے۔ یہ راجہ نہایت ذہین اور ہوشیار شخص ہندوستان میں گزرا ہے۔ ملک بنگالہ کو اس شخص کے وجود پر فخر ہے۔ اس شخص میں تحقیقات مذہبی کا بڑا شوق تھا۔ اس نے علم فارسی و عربی کو خوب اچھی طرح حاصل کیا۔ دین اسلام سے پورا واقف ہوگیا۔ اپنی باریک بین نظر سے اس قابل شخص نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی تعلیم و یورپین علوم کے آگے ہندو مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں کو جو مسلمانوں سے نفرت و عداوت ہے وہ دین اسلام کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ پس اُس نے دین اسلام اور ہندوؤں کے وید دھرم سے ملا کر ایک نیا مذہب قائم کیا جسکا نام برہمو سماج رکھا۔ اس سماج میں آگے چلکر ایک شخص داخل ہوا جس نے اپنی پرجوش تقریروں اور تحریروں کے ایک ہل چل مچا دی۔ اس شخص کا نام بابو کیشب چندر سین تھا۔ اس شخص نے اپنی زیرکی سے دیکھ لیا کہ ہندو مذہب کا جوڑ ٹھیک نہیں ہے پس جس مذہب کو اُس نے رواج دیا وہ یورپین فلسفہ اور دین اسلام کا جوڑ ہے یعنی یوں سمجھئے کہ دین اسلام کو اگر باپ قرار دیں اور فلسفہ یورپ کو ماں تو ان دونوں کے توسل سے جو لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام ہے برہمو سماج۔ اس وقت سارے ہندوستان میں چار ہزار برہمو سماج کے ممبران ہوں گے۔ بابو کیشب چندر سین ایک نہایت پاک طبیعت اور محقق شخص گذرا ہے۔ اگر اس کو خدا کسی کامل مسلمان کی صحبت نصیب ہوتی تو بہت ہی اعلیٰ درجے کا دیندار مسلمان اور ولی اللہ ہوتا۔ برہمو سماج والوں کے دماغ میں یہ کیڑا پیدا ہوا ہے کہ سارے جہان میں آخری مذہب برہمو سماج ہی ہوگا اس لئے یہ اپنے مذہبی عقاید کو مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ بہتیرے وہ مسلمان نوجوان جو دین اسلام کی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں سے ناواقف ہیں اُن کے فریب میں آ جاتے ہیں اسوقت جہانتک میرا علم ہے تیس چالیس نوجوان مسلمان برہمو سماج میں یا تو داخل ہو گئے ہیں یا اگر داخل نہیں ہیں تو دل سے داخل ہیں۔ برہمو سماج والے آپس ہی کی نا اتفاقی سے کچھ ایسے [illegible] ہو رہے ہیں کہ اُن کی ہمت بالکل ڈھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس دشمن سے لوگوں کو چنداں خوف نہیں ہے۔

پانچواں دشمن جو قلعہ کے اندر تشریف رکھنا چاہتا ہے نیچری مذہب ہے

اس کے بانی سر سید احمد خان کے سی ایس آئی ہیں سید احمد خان کی تصانیف کو دیکھ کر سید احمد کے لکچروں کو سنکر۔ سید صاحب سے خود بحث کرنے سے جو کچھ مجھ کو اس مذہب جدید کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب پر یورپ کے فلسفے کا خوب گہرا اثر ہوا ہے۔ اُن کی روح اس فلسفہ جدید کو پوجتی ہے۔ سید صاحب کی سمجھ میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ نہ صرف اسلام بلکہ ہر دین و مذہب انسانی ترقی کا مانع ہے پس اس کو مٹانا چاہئے لیکن یکبارگی چونکہ اسلام پر حملہ کرنے سے کچھ اثر نہ ہوگا اس لئے آہستہ آہستہ اسلام کی ایک ایک اینٹ کو اکھاڑنا چاہتے ہیں اپنے زعم میں بہت کچھ اکھاڑ چکے اب تھوڑی کسر باقی رہ گئی ہے بہت کچھ ہمت کرکے کئے جاتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق میں یہاں تک کہ گئے کہ انکار خدا بھی مسلمان ہے لیکن پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی کہتے جاتے ہیں۔

سید احمد خان کو اس خاکسار کے ساتھ بڑے درجے کی نفرت و عداوت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ناچیز انگریزی جانتا ہے اپنی بھی کر لیتا ہے۔ اسپیچ و لکچر اسکا اثر دار بھی ہوتا ہے اس کا انگریزی کا لکچر اس درجہ اور رتبہ کا ہوتا ہے کہ ایک بار گورنر مدراس بھی شریک ہو کر صدر جلسہ بنتے ہیں۔ ایسے انگریزی دان کا طلبہ پر ضرور اثر ہوگا پھر افسوس یہ کہ یہ کم بخت ناسندلی خدا اور رسول صلعم کی محبت ہی کا وعظ کہتا ہے پھر لوگوں کو دوزخ بہشت کی جال میں پھنسانا چاہتا ہے پھر یہ چاہتا ہے کہ مغربی السنے کی روشنی سے دماغ منور ہونے کی بعد بھی مسلمانوں کے نوجوان اپنے "غیر مہذب" ہو جائیں کہ لگیں اٹھا بیٹھی کرنے اور خدا کے پاس رونے میں پکار پکار کر سید صاحب سے کہتا ہی رہا کہ میں آپکے پیارے کالج کا دوست ہوں لیکن سید صاحب نے اس خاکسار کو باوجود باضابطہ ممبر ہونے کے بھی کانفرنس کے جلسے میں تقریر کرنے سے نہایت غیر موزوں طور پر روک دیا۔ یہ واقعہ ۲۸ دسمبر سنہ ۹۰ء اللہ آباد کے کانفرنس میں ہوا۔

شعر
کچھ مجھ کو ویکھ کے ساقی کہ یہ حواس ہوئے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب بوتل میں

میری پگڑی اور جبہ وغیرہ "وحشیانہ اور غیر مہذب لباس" کو دیکھ کر سید صاحب کی گھبراہٹ اور بدحواسی قابل یادگار تھی ۹۳ء کے ایجوکیشنل کانفرنس میں مجھ کو ایک دوست کی خاطر سے بیجا شرکت ہونا ہی پڑا۔ پیام کہ کانفرنس میں زبان بند رکھوں لیکن مدرسۃ العلوم علیگڈھ والی مسجد میں کانفرنس کے خلاف وقت میں وعظ کروں لیکن سید صاحب کو جو یہ خبر پہونچی تو سانس اوپر نیچے آنے لگا مارے خوف کے بدحواس ہو گئے کہ اس شخص نے وعظ کہا اور نیچری طلسم توڑ کا فوراً مجھ پر حکمنامہ صادر ہوا کہ خبردار وعظ نہ کہنا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر خدا کی مسجد ہے تو روکنے والا کون ہے۔ اس خیال کو میں نے پکار کر کہدیا چند نیچری صاحبان خصوصاً چند عاشقان علی سید نہایت برافروختہ ہوئے بلکہ میاں برکت علی خان صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور لیک کر میری طرف بڑھے اگر دو ایک بھلے مانس بیچ بچاؤ نہ کرتے تو وہ مجھ پر ضرور ہاتھ چھوڑ بیٹھتے۔ یہ غیظ و غضب کیوں۔ صرف اس لئے کہ میں خدا کی مسجد میں خدا و رسول کے فرمودہ کا بیان کرنا چاہتا تھا۔ اے خدا میری قوم کی روحانی تباہی کس درجے کو پہونچ گئی ہے۔

اے پیارے ناظرین ذرا سوچو اور غور کرو سید صاحب کے عزت و ورتبے کا آدمی اس غریب فقیر سے اسقدر کیوں ڈرتا ہے سید صاحب جیسے ایسا آزادی کا دم بھرنے والا کیوں اس عاجز اسلامی واعظ کے مونہہ میں لگام چڑھانا چاہتا ہے۔ سید صاحب ہیں روپیہ والے میں ہوں نہایت ہی مفلس و غریب۔ سید صاحب ہیں اہل زبان اور میں ہوں بنگالی۔ سید صاحب کو ہے عربی فارسی میں عمدہ لیاقت اور میں ہوں امی محض۔ سید صاحب ہیں نامی فلاسفر اور میں ہوں ایک نہایت معمولی سمجھ کا آدمی پھر کس چیز کا یہ خوف ہے میں سچ کہتا ہوں یاد رکھو

شعر
ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت این مرد صاحب دل نیست۔

آج سید صاحب اللہ کی طرف سچا رجوع کر لیں تو واللہ وہ مجھ کو بہت پیار کرنے لگیں وہ مجھ سے سنیں کریں تو ضرور ایک دو ماہ کالج میں رہ کر محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے طالبعلموں کو دینی لکچر انگریزی و اردو میں سنایا کرے۔ اے خدا تو سید صاحب کو بھی تو بہ نصیب کر۔

اس نیچری مذہب سے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہونچا ہے۔ سیکڑوں نوجوان اس جدید مذہب کے رنگ میں رنگین ہو کر اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ نہ اللہ کی عظمت اُن کے دل میں رہی نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ نماز روزہ سے بالکل ناآشنا اس دنیا کے کیڑے اور انگریزوں کے نقال بن گئے۔ خدا رحم کرے۔

ہم اور ہمارے ناظرین

غالباً ہمارے ناظرین اب اس سرکلر لیٹر سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں جو ہم نے اولاً دو سو خاص آدمیوں کے نام بذریعہ ڈاک کھلی چٹھی کے طور پر روانہ کی تھی اور بعد میں اس خیال سے کہ الحکم کے کل ناظرین کو بھی اس کا علم ہو جاوے ہم نے اسے الحکم میں چھاپ دیا تھا۔ اصل چٹھی کا نتیجہ ۷ ارمئی کے الحکم میں چھپ جانا چاہیے تھا لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہم اس کے نتیجہ کو شائع کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے مگر تاہم ۱۸ ارمئی سنہ ۱۹ء تک جس قدر خطوط اس کے متعلق ہمیں پہنچے ہم ان کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ عرض کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ابھی تک ہم اس تحریک میں محض **ناکام** ہیں آئندہ کی خبر نہیں کہ یہ تحریک اپنا کوئی مناسب اثر پیدا کرے۔

الحکم کا تعلق اگر صرف ایڈیٹر ہی کی ذات سے ہے اور قوم کو اس کے قیام و بقا کی کوئی حاجت نہیں تو کیلئے اور صاف الفاظ میں اس امر کو پیش کرنا چاہیے اور اگر موجودہ **ایڈیٹر** بوجہ حالات اس کے چلانے کی قابلیت نہیں رکھتا تو صاف بات کہنے کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کہ جماعت جس کا آرگن الحکم کہلاتا ہے۔

آخرین منہم کی مصداق جماعت ہے اس لئے اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سی عالی حوصلگی، آزادی رائے، بلند ہمتی اور خوشامد سے نفرت کا ہونا ضروری ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ امر کسی انشاء اللہ العزیز اس میں ہے جو لوگ **اہل الرائے** ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اس سوال کو بڑی **دیانتداری** اور **خدا ترسی** کو مدنظر رکھ کر الحکم کے کالموں میں چھیڑیں اور اس پر بحث کریں۔ اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کہ اس پر مخالفین کو نکتہ چینی کا موقع ملے گا۔ کیونکہ اس سے پہلے **مخالف** ہماری کس بات پر نکتہ چینی نہیں کرتے۔ ناداں نکتہ چینوں کی پروا ایک اخلاص مند مومن نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی قومی اور مذہبی اغراض پر بحث کرنے کیلئے اخبار کے سوا کونسا موقع رکھتے ہیں پھر ہمیں اپنی حالت کے اظہار کیلئے کیوں شرم کرنی چاہیئے۔

یہ خاموشی اور زبان بندی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ ہم **قوم** کی توجہ یا عدم توجہ کو الحکم کے لئے اسباب کے تعلق کی بنا پر **زندگی** اور **موت** کا سوال سمجھتے ہیں۔ اور ایک **قومی آرگن** کا بھی (جو قریباً آٹھ سال سے اپنی حیثیت و ہمت کے موافق خدمتِ قوم میں مصروف رہا ہے) اپنے قیام و بقا کیلئے مالی مشکلات سے محفوظ نہ ہو جانا قوم کی عالی ہمتی اور فدا کاری پر بزبانِ حال نکتہ چینی کا موقع دیتا ہے پھر قوم بھی کوئی معمولی قوم نہیں وہ **قوم** جو انبیاء و رسل کی سیرۃ اور نقشِ قدم پر چلنے والی ہے جس میں خدا تعالے کا برگزیدہ موجود ہے۔ وہ **قوم** جس میں **شکر گزاری** اور احسان شناسی کی روح نفخ ہو رہی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بعض احباب ہمیں **قوم** کا شکوہ کرنیوالا ٹھیرائیں گے **قوم** کو بدنام کرنیوالا کہیں گے لیکن اگر قومی کمزوریوں پر اطلاع دینا قوم کو بدنام کرنا ہے اگر قوم کو اس کی ضرورتوں سے مطلع کرنا **شکوہ** قوم ہے تو یہ ہونے دو۔ ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان ضرورتوں کو جو ہمیں اس **خدمت** کی راہ میں پیش آتی ہیں پیش نہ کریں۔

اور **قوم** خود ہمیں بتائے کہ اگر ہم **قوم** کے سامنے اپنا دکھڑا نہ روئیں تو پھر کیا غیروں کے پاس روئیں؟ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہماری یہ مشکلات قومی مشکلات ہیں تو کوئی نہ کوئی اہل دل اور اہل وسعت ان کو محسوس کریگا اور اللہ تعالے خود قوم کے دلوں میں القا کریگا۔ بہت دنوں سے ہم صبر کئے بیٹھے تھے لیکن اب ہم صبر نہیں کر سکتے ہم میں برداشت کی طاقت نہیں رہی ہماری مالی مشکلات روز افزوں ہیں اور اس کی وجوہات میں سے ایک زبردست وجہ یہ ہے کہ **بقایا داروں** کی مہربانی ہے جس کی ایک فہرست ہم اس ہفتہ کے الحکم میں دیتے ہیں۔ ہم نے نہایت نرم الفاظ میں ان عالی ہمت بزرگوں سے تقاضے کئے خطوط لکھے اور وی پی بھیجے مگر ان کے دل نہ پسیجنے تھے نہ پسیجے۔ اس لئے صرف یہی نہیں ہوا کہ ہم اُن کی **بقایا** کی وجہ سے زیر بار ہوئے بلکہ تقاضے کے خطوط اور وی پی کی واپسی نے اس زیر باری کو اور بھی بڑھا دیا۔ پھر ہم قوم سے دلیل نہ کریں تو کس سے کریں اس لئے ہم اس سوال کو نہیں چھوڑیں گے اور

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

پر عمل کریں گے۔ یا **قوم** الحکم کی مالی مشکلات میں اس کی دستگیری کرے۔ اور اسے اپنا **قومی** اخبار سمجھ کر اس کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتیں سمجھے یا اس امر کا فیصلہ کر دے کہ وہ اس کی **ضرورت** کو قومی ضرورت نہیں سمجھتی۔ اب ہم ذیل میں اس چٹھی کے متعلق آمدہ **خطوط کا خلاصہ** درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان **بزرگوں** سے معافی چاہتے ہیں جن کے نام بقایا داروں کی فہرست میں ہم دوسری جگہ درج کریں گے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ متعدد مرتبہ ان سے تقاضا کیا گیا وی پی بھیجے گئے لیکن انہوں نے پروا نہیں کی ہم کہیں گے کہ ان کی سہل انگاری سے ایڈیٹر یا مالک الحکم مشکلات میں نہیں پڑا بلکہ انہوں نے **اخلاقی** اور **قومی** خطا کی ہے۔ ہمارے حساب کے موافق جو ان کے ذمہ واجب الادا ہے ہم نے درج کر دیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب ہمیں اپنے حساب کی اطلاع نہ دیں گے اُن کو مطبع کے اندراجات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ اپنے حساب میں کوئی غلطی دیکھیں تو اس کے مطابق خط و کتابت کر کے تصفیہ کر لیں۔ لیکن ان کا فرض ہوگا کہ جوابی کارڈ بھیجیں۔ اب ہم اپنی قوم کے پاس ان بقایا داروں کے لئے داد خواہ ہیں جو صاحب کسی سے وصول کرا سکتے ہوں وہ اس کارِ خیر میں ہمکو مدد دیں۔

خطوط کا خلاصہ

۱۔ چوہدری رستم علی صاحب رقمطراز ہیں "میں آپ کی ان تحریکوں کے خلاف ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ایک مضمون لکھ کر بھیج دوں آپ اس کو اخبار میں شائع کر دیں اور عام خریداروں سے اس کا جواب لیا جاوے اور پھر کثرتِ رائے پر عمل کیا جاوے جو طریق آپ نے پیش کیا ہے مجھے بالکل پسند نہیں اس واسطے میں جو کچھ خود پسند نہیں کرتا اس کے واسطے دوسرے کو کیسے تحریک کروں"

ایڈیٹر۔ آپ شوق سے لکھئے میں بھی تو چاہتا ہوں کہ **عام رائے** کا مذاق قوم میں پیدا ہو اور قومی معاملات پر غور کرنے کی عادت نشوونما پائے۔

۲۔ ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب لکھتے ہیں "انشاء اللہ تعالے اس سال کے ختم ہونے پر اخبار کی قیمت حسب تحریر آپ کی دو چند کر دی جائیگی اور دیگر خریداران کی نسبت بھی حتی الوسع کوشش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ"

ایڈیٹر۔ جزاک اللہ احسن الجزا۔ آپ سے ایفاء وعدہ کی تو پوری توقع ہے مگر میں کیوں یہ نہ کہوں کہ یہ ایک نیکی کی تحریک ہے جو آپ میں پیدا ہوئی ہے۔ آپ اسے دوسرے وقت پر کیوں ملتوی کرتے ہیں۔ ایمان بالملائکہ کی فلاسفی حضرت حکیم الامت یہی فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی نیکی کی تحریک پیدا ہو اس پر فوراً عمل کر لیا جاوے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی سال سے عملدرآمد ہو۔

۳۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب جواب دیتے ہیں "میں آپ کے اخبار کو دگنی قیمت پر خریدنے کا اقرار کرتا ہوں"

ایڈیٹر۔ میں آپ کی اس محبت اور قدر کیلئے جو الحکم کی آپ کے دل میں ہے زیادہ ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالے آپ کو جزائے خیر دے مگر **امر دوم** کا جواب باقی ہے یعنے **دس** خریدار

۴۔ مولوی ابو الحمید احمدی صاحب وکیل حیدرآباد دکن سے رقمطراز ہیں۔ "آپ کا مطبوعہ پرچہ دوسری مئی کا ۹ مئی کو مجھے ملا۔ الحکم کے ذریعہ سے جو مضامین اس کے خریداروں کو پڑھنے نصیب ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے کہ جن کا شکریہ میں ایک خریدار الحکم رطب اللسان نہ ہو۔ اور اس کو عرض ہے اگر خریداران الحکم اپنی مقدرت سے زاید بھی قدر کریں تو... میں بخوشی منظور کرتا ہوں کہ بابتہ آئے سنہ ۱۹۱۴ء دس روپیہ سالانہ الحکم کیلئے نذر کروں سنہ ۱۹۱۴ء کی پہلی ششماہی ختم ہونے پر پانچ روپیہ روانہ کر کے تکملہ سالانہ دس روپیہ کا کر دیا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ایک خریدار بھی دیا جاویگا"

ایڈیٹر۔ آپ کا حوصلہ افزا گرامی نامہ میری محنت کا قابل قدر صلہ ہے ماشاء اللہ تعالے آپ ایسی روح قوم کے دوسرے افراد میں نفخ کرے اور آپ کو مہمات دینی میں خدمتگذاری کا سچا جوش بخشے آمین

۵۔ شیخ امام بخش صاحب احمدی ڈھلیانہ لکھتے ہیں "آنجناب کا حکم پہونچا ناچیز نام کا خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہے وہی مالک پروردگار اگر کر دے تو پھر اب عاجز اسی کے بھروسہ پہ اقرار کرتا ہے کہ اسی پانچ روپیہ سالانہ چندہ الحکم کے ساتھ اور پانچ روپیہ دیا کرونگا اور نئے خریداروں کی فکر میں برابر رہتا ہوں"

ایڈیٹر۔ شیخ صاحب کا اخلاص اور محبت قابل رشک ہے۔ اور آپ کی عالی ہمتی قابل تقلید آپ کسی اعلیٰ عہدہ پر سرافراز نہیں باوجود اس کے خدمت دین کیلئے ایک سچا جوش موجود ہے مختصر اور قلیل سی تنخواہ پر بھی میری درخواست کی قدر اس محبت کا پتہ دیتی ہے جو حضرت مسیح موعود سے آپ کو ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے الحکم کیلئے ایسے بہت سے ... توجہ دلائے کہ آپ کی زائد پانچ روپیہ ... بھیجئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

۶۔ مکرمی سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں "۵ تا ۱۵ ارہ یہ کارڈ آپ کی میعاد مقررہ کے ... سے پیشتر آپ کو ملنا چاہیئے تھا مگر کم مائیگی ... میں پس و پیش کرتی رہی مجھے آپ کی خدمت سلسلہ عالیہ کا اعتراف ہے اور آپ کی کارروائی کا ... فکر کرتا ہوں اور غالب آرزو دل میں رہتی ہے کہ ... ہر ایک ارشاد کی تعمیل کیجاوے۔ میں خدا سے توفیق مانگتا ہوں کہ مجھے جلد ہی آپ کی خدمت کا موقع ملے۔ آپ بھی دعا کریں۔ اذکریان کار دشوار والسلام التوفیق"

ایڈیٹر۔ شاہ صاحب مخدوم کا کارڈ میرے لئے نہایت ہی قابل فخر اور عزت افزا ہے جس شکر گزاری کے ساتھ یہ لکھا گیا ہے وہ مجھے بہت ہی شرمندہ کرنیوالی اور خدا تعالے کے احسانات کی شکر میں رطب اللسان ہونے کی محرک ہے کیونکہ یہ اعتراف کسی معمولی انسان کے قلم سے نہیں بلکہ ایسے شخص کے قلم سے ہے جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم کی ذاتی رائے کے موافق انبیاء کی **سیرۃ** رکھنے والا ہے۔ شاہ صاحب **نیت المومن خیر من عملہ** کے موافق آپ اس کارِ خیر میں میرے شریک اور معاون ہو چکے اور توفیق کا رفیق حال ہونا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ضرور توفیق دیگا کیونکہ

ع خدا خود میر سامان است اگر ہمت شود پیدا۔

۷۔ ہمارے مکرم بھائی حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور سے رقمطراز ہیں۔

آپ کا حسن ظن سے بھرا ہوا مطبوعہ گرامی نامہ ...

نورالدین پر ریویو

نمبر (۳)

جہاں تک ہم کہہ سکتے ہیں اور واقعات نفس الامری کی بنا پر کہہ سکتے ہیں نورالدین کے مصنف کی غرض نورالدین کی تصنیف سے آجکل کے عام مصنفین کی طرح یہ کبھی نہیں ہوئی کہ وہ تالیف و تصنیف کو ذریعہ معاش قرار دے۔ اس سے ہماری یہ غرض نہیں کہ خدانخواستہ یہ شریف فن حرام ہے نہیں بلکہ اس کے اظہار سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ جب تالیف و تصنیف نرا پیشہ ہی ہو اسوقت کسی کتاب کو محنت اور فکر سے لکھنا زیر نظر نہیں ہوتا بلکہ مصنف کے ملحوظ خاطر چونکہ زرطلبی ہوتی ہے اس لئے وہ نہ تو اس امر کی پروا کرتا ہے کہ پبلک کے عام مذاق اور اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑیگا نہ یہ سوچتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا جارہا ہے وہ کہاں تک پاک تحقیقات سے گرا ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آجکل مخرب اخلاق ناولوں۔ فسانوں اور کہانیوں نے ملک پر ایک آفت برپا کر رکھی ہے جس سے صرف یہی نہیں ہوا کہ ملک کا عام مذاق کتب بینی بگڑ گیا ہے بلکہ یہ بھی نقصان ہوا کہ علمی کتابیں تصنیف نہیں ہوتیں اور پاکیزہ لٹریچر کا ذخیرہ نہیں بڑھتا اور پست ہمتی اور خود غرضی بڑھتی جاتی ہے جس کے ساتھ ہی بری کتابوں کا اثر اخلاق اور صحت پر بھی خطرناک پڑ رہا ہے۔ جس کا بہت بڑا ثبوت ان اشتہاروں کو مل رہا ہے جو آجکل شائع ہوتے ہیں۔

کیونکہ یہ عام قاعدہ کی بات ہے کہ ملک میں جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو اسی کی بکری کثرت سے ہوتی ہے اور ملک کی عام ضرورت کا پتہ ان اشتہارات سے ملتا ہے جو شائع کئے جاتے ہیں۔ پس آپ کوئی اخبار اٹھا کر دیکھیں اس میں کثرت کے ساتھ اشتہارات دوائیوں کے ہونگے اور ان میں سے بھی "فیصدی" خاص دوائیوں کے جو توالد و تناسل سے متعلق ہیں پس یہ اشتہارات کی کثرت صاف ظاہر کرتی ہے کہ ملک میں ان ادویات کی ضرورت اور مانگ بہت بڑھ گئی ہے اور یہ کثرت مانگ ملک کی اخلاقی اور جسمانی صحت کا سب سے بہتر معیار ہے۔ یہ حالت بد کیوں ہے؟ اس کا ذمہ وار ہم اس لٹریچر کو قرار دیتے ہیں جو ملک میں پھیلایا گیا ہے اگر ہمارے ملک کے مصنف اور مولف ملک کی حالت پر رحم کرتے اور اپنی تصنیفات کی غرض رفاہ عام سمجھتے تو کچھ شک نہیں وہ روپیہ بھی کما لیتے اور اپنے اہل ملک اور ابنائے جنس پر بہت بڑا احسان کرنے والے ہوتے۔

غرض

نورالدین کی مصنف کی غرض چونکہ محض اعلاء کلمۃ الاسلام اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور غمخواری تھی اس لئے اس نے اس کتاب کو ملک اور قوم کیلئے مفید اور کارآمد بنانے کیلئے جہاں تک اس سے ممکن تھا محنت کی کتابوں کو پڑھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے کشود کار کی دعائیں کیں۔ اس لئے ہم نہ اس لحاظ سے کہ احمدی ہونے کی وجہ سے حکیم الامۃ سے کوئی تعلق رکھتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ خود آپ کے ساتھ ذاتی طور پر ہمیں فخر تلمذ ہے۔ بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ یہ کتاب

محض خدا تعالیٰ کی رضا اور نوع انسان کی بھلائی کے لئے لکھی گئی ہے

اس کے بعد نورالدین کی تذکرہ کے ضمن میں دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا اس سے پہلے مولانا موصوف معاصرین میں اسی فن پر کتابیں لکھنے کیلئے مشارٌ الیہ ہو چکے ہیں؟ کیونکہ اگر یہ آپ کی پہلی ہی تصنیف ہو تو کم از کم ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ابھی آپ کا تجربہ اس راہ میں کامل نہیں اور اسکی تصنیف اول خواہ وہ محض رفاہ عام کی غرض سے ہی کیوں نہ لکھی گئی ہو ویسی مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتی جیسا اس کی وہ تصنیف جو اس کے کہنہ مشق ہونے کے بعد شائع ہو۔

پس

اس پہلو کے لحاظ سے بھی ہمیں فخر اور ناز ہے کہ جس مصنف کی کتاب پر ہم ریویو لکھ رہے ہیں وہ اس فن تصنیف اور خصوصیت کے ساتھ مذہبی لٹریچر اور مذہبی لٹریچر میں سے بھی فن مناظرہ میں اہل عصر میں سرمایہ ناز سمجھا گیا ہے اور پھر فن مناظرہ میں سے اہل وید کے ساتھ مناظرہ کرنے میں بھی قابل قدر نگاہوں سے دیکھا گیا ہے جیسا کہ ہم ابھی بتائیں گے۔ چنانچہ فاضل مصنف مندرجہ حاشیہ کتابوں کا مصنف ہے۔

۱۔ فصل الخطاب (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق)
۲۔ فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتب دو جلد
۳۔ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب
۴۔ تصدیق براہین احمدیہ
۵۔ رد تناسخ

انہیں سے پہلی کتاب فصل الخطاب ایک عظیم الشان مختلف فیہ مسئلہ پر ہے یعنے کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو جس قابلیت کے ساتھ لکھا ہے اس کا پتہ اس کے پڑھنے سے لگ سکتا ہے۔

دوسری کتاب جو اسی نام سے لکھی گئی ہے یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس میں عیسائیوں کے قریباً تمام بڑے بڑے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں اور جن پر ان کے مشنریوں اور مناظروں کو بہت بڑا ناز رہا ہے ان اعتراضات کا جواب دیتے وقت علامہ موصوف نے دو پہلو اختیار کئے ہیں۔ پہلے الزامی جواب دیئے ہیں اور پھر تحقیقی جوابات بڑے مفصل اور مسکت لکھے ہیں ہمیں فصل الخطاب پر ریویو اسوقت مدنظر نہیں اس لئے ہم اسے چھوڑتے ہیں۔ یہ کتاب غالباً پندرہ سولہ سال سے لکھی ہوئی ہے لیکن آج تک ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جواب عیسائی مشن کیطرف سے نہیں ہو سکا۔

تیسری کتاب بجائے خود کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ یہ ایک مضمون ہے جو اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ ایک عیسائی اسلام پر تین اعتراض کئے تھے اور وہ اعتراض قرآن شریف کی بنا پر تھے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس بھیجے گئے تھے اس بات کا تو ہمیں علم نہیں کہ انجمن نے اور کسقدر اشخاص کے پاس یہ سوالات بغرض جواب بھیجے لیکن یہ ہم جانتے ہیں کہ انجمن نے جو رسالہ اس نام سے آخر طبع کیا اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ مصنف نورالدین اور مولوی غلام نبی صاحب امرتسری کے تین مضمون جداجدا ان سوالات پر شائع ہوئے ہیں۔ ان جوابات کی وقعت کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ صوبہ پنجاب کے مسلمانوں کی ریپریزنٹیٹو انجمن کی طرف سے شائع ہوئے ہیں اور انجمن کی درخواست پر لکھے گئے ہیں۔

چوتھی کتاب آریوں کے ساتھ تول فیصل ہے یہ کتاب آریہ مذہب کے مشہور و معروف مصنفین کی کتابوں کے جو انہوں نے رد اسلام میں بزعم خود لکھی ہیں مجموعی طور پر جواب میں لکھی گئی ہے اگرچہ تکذیب براہین احمدیہ ایک خاص کتاب خصوصیت کے ساتھ زیر نظر ہے جو آریہ سماج کے سرمایہ ناز مولف کی کتاب ہے۔

پانچویں کتاب تصدیق براہین احمدیہ جلد دوم کا ایک حصہ ہے جو ایک خاص مضمون تناسخ کی تردید میں ہے۔ تناسخ کے مسئلہ کی تردید کسی معمولی نظر کے آدمی کا کام نہیں کیونکہ بعض فلاسفروں کا بھی یہی مذہب تھا اس لئے ایک دقیق النظر اور وسیع الخیال فلسفی متکلم کا کام ہو سکتا ہے پھر جس خوبی سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام جوابات قرآن کریم سے دیئے ہیں جس سے قرآن کریم کی شان عظیم کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

غرض

جو شخص قوم اور ملک میں مذہبی لٹریچر میں لکھنے کا مسلم مشارٌ الیہ ثابت ہو چکا ہو اور مذہبی لٹریچر میں سے بھی مناظرہ کی شاخ میں خصوصیت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہو اور آریہ سماج کے ساتھ اس کی فیصلہ کن تحریریں شائع ہو چکی ہوں وہ بدرجہ اولیٰ حق رکھتا ہے کہ آریہ سماج کی کسی شائع کردہ کتاب کا جواب لکھے۔ پس نورالدین اسی قلم اور دماغ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور بات لکھ کر ہم اس حصہ ریویو کو ختم کرتے ہیں کہ یہ بات بھی کوئی مخفی امر نہیں کہ نورالدین کا مصنف ایک بیش قیمت کتب خانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ جس میں ہر علم و فن پر نادر نادر کتابیں موجود ہیں اب ہم چوتھے نمبر میں نورالدین کے مصنف کا اپنا ریویو اپنی کتاب پر انشاء اللہ العزیز دینگے۔ (باقی چوتھے نمبر میں)

ایک افسوسناک خبر

ذیل میں تالیف و اشاعت سے ایک مضمون درج کرتے ہیں جو ضرورت امام کے مضمون کو صاف کر رہا ہے اس پر ہم پھر رائے لکھیں گے (ایڈیٹر)

سود واپس یا عطائے شما بہ لقائے شما

مدت ہوئی کہ فرقہ محدثین نے فرقہ حنفیہ پر یہ الزام لگایا تھا کہ حنفی لوگوں نے اپنے اجتہادات کو دین بنایا ہوا ہے اور اصل مذہب اسلام جو نرا احادیث میں رچا ہوا ہے۔ اور وہابی کہا کرتے تھے کہ قرآن شریف سے حدیث مقدم ہے کیونکہ قرآن مختصر مجمل متن ہے اور احادیث اس کی مفصل شرح ہے اس خیال سے میں نے کتب احادیث کا ایک انبار خرید لیا۔

مگر اب مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا رسالہ اشاعۃ القرآن نمبر فلاں جلد فلاں بابت ماہ اپریل دیکھا تو جو کچھ اس رسالہ میں بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ کتب احادیث کی نسبت لکھا ہے اس کو دیکھکر تو فوراً دل میں خیال گذرتا ہے کہ دنیا میں جسقدر نسخے کتب احادیث کے ہیں سب کے سب دریابرد کئے جائیں۔ مگر چونکہ نہ تو مجھے سب نسخے مل سکتے ہیں اور نہ میرے مقدور میں ہے اور صرف اپنے خریدکردہ نسخے تلف کر دینا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے فرقہ اہلحدیث کی خدمت میں عرض ہے کہ یا تو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے ان اعتراضات کا معقول جواب دیں اور یا جن کتب فروشوں اور محدثوں نے کتب احادیث کے خریدنے میں میرا روپیہ تلف کرایا ہے اپنی کتابیں واپس لے لیں اور میرا روپیہ مجھے واپس دیدیں ان احادیث کو پڑھ کر بجز آنحضرت صلے اللہ پر بدظنی کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اگر ایک مہینے تک جواب نہ آیا تو میں وہ سب کتابیں بذریعہ ویلیو پے ایبل تاجروں کو واپس بھیجکر اپنا روپیہ وصول کر لونگا۔ اگر کسی تاجر نے وی پی واپس کی تو پھر بذریعہ عدالت روپیہ لیلونگا۔ خود ساختہ زید بکر کی باتوں کو آنحضرت کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیکر ناحق لوگوں کا روپیہ محدثین ضائع کراتے ہیں عجیب انصاف ہے۔

راقم ایک حنفی وہابی

مسلمانوں کی فلاح عصر جدید اور مشاہیر عصر

اس عنوان کے نیچے ہم حافظ نذیر احمد خان اور مولانا شبلی کی رائے پر ریمارک کر چکے ہین۔ آج مولوی حبیب الرحمن صاحب رئیس بھیکن پور کی رائے کی توزین کرتے ہین۔

چنانچہ مولوی حبیب الرحمن صاحب لکھتے ہین "کسی قوم کے شائستہ بنانیکی صرف ایک تدبیر ہے اور وہی مسلمانون کے واسطے ہی۔ کفائت شعاری اور سنجیدگی بھی شائستگی کا ایک جزو ہے۔ لہذا وہی علاج ان کے لئے کارگر ہوگا۔ وہ تدبیر یہ ہے۔ کہ کچھ لوگ اپنی زندگی کو سچے دل سے اس کام کی نذر کر دین اپنی آسائش ذاتی نفع کو اس پر سے قربان کر دین۔ شب و روز اسی دھن مین رہین زبان سے۔ قلم سے۔ نظر سے غرض ان تمام وسائل سے کام لین جو اُن کا شوق بجھائے بدون اس کے تمام تدابیر ادہوری ہونگی"

اس پر عصر جدید مندرجہ ذیل ریمارک کرتا ہی۔ یہ رائے نہائت متین ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ کام کرنیوالے آدمی پیدا کرو اور یہ سب سے زیادہ ضرور اصلاح ہے اور خوشی کی بات ہی کہ کام کرنیوالون کا گروہ چند روز سے بڑہتا جاتا ہی۔

ہمکو اس معاملہ مین شروانی صاحب سے کسقدر اختلاف ہی کہ کسقدر کفائت شعاری اور سنجیدگی شائستگی کا جزو ہے کیونکہ عرفی معنے مین تہذیب سے اسراف اور اوچھا پن اور فن دروغ گوئی یا فن اشتہار مین ترقی ہوتی ہے" اسی وجہ سے ایک ہوشیار یورپین فلاسفر نے حال مین ایک مضمون لکہا تہا۔ اور اسمین بتایا تہا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایشیا کی محنتی قومین جیسے چینی و جاپانی و ہند و اہل یورپ کو زک دکھ میدان تمدن سے ہٹا دینگی۔ وجہ اسکی اسنے یہ بتائی تہی کہ یورپ مین بوجہ شائستگی ضروریات زندگی بڑہتی جاتی ہین اور اس سے مزدوری بہی زیادہ ہے۔ یہ قومین چونکہ ضرورتین کم رکھتی ہین اور کفائت شعار ہین لہذا یورپ کی تجارت کو انجام کار پامال کر دینگی مجھے اندیشہ ہے کہ تہذیب کی .... یہ رو اگر اسیطرح ترقی کرتی گئی تو مسلمان اس دور اندیش فلسفی کی پیشگوئی سے فائدہ نہ اٹہا سکین گے۔ بلکہ بوجہ اپنے اسراف اور بے اعتدالی سب سے پہلے دونون تہذیبون کی بیچ مین کچلے جائینگے۔ فتدبر

ہمارا ریمارک۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ لوگ جو مسلمانون کو ایک شائستہ متین اور کفائت شعار قوم بنانا چاہتی ہین اس کے لئے ایسی تجویزین کیون پیش کرتے ہین جنہین قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ذکر تک بہی نہو۔ کیا اس سے یہ غرض ہی کہ مسلمان ان کو چھوڑ کر کوئی ترقی کر سکین گے۔ ہم کہتے ہین کہ اس سے پہلے کہ تم ان کو کفائت شعار بنانیکی فکر کرو بہتر یہ ہے کہ پہلے مسلمانون کو مسلمان بنالو۔ ایک مسلمان بنا دینا ہی ساری ترقیوں اور شائستگیون اور اخلاقی خوبیون کا مجموعہ ان مین پیدا کر دیتا ہی لیکن اگر مسلمان مسلمان ہی نہ رہین گے تو پہر خواہ کچھ ہی ہو کوئی فائدہ ان تجاویز سے نہین پیدا ہوگا۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب کی یہ رائے کہ کچھ آدمی سچے دل سے اپنی زندگی کو اس کام کی نذر کرین جہانتک الفاظ کا تعلق ہے خوش کن ہو سکتی ہی۔ اگر ہر ایک شخص اللہ تعالے کے فضل اور تائید کے بدون اپنی زندگی دوسرون کی فائدہ کیلئے وقف کر سکتا ہی پہر اللہ تعالیٰ نے جو مامورین و مرسلین کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری رکہا ہی وہ بے ضرورت ثابت ہوجائیگا۔ کوئی شخص حقیقی سوز و گداز ملک اور قوم کی خدمت کیلئے انکی حقیقی بہی خواہی کیواسطے نہین رکھ سکتا جب تک وہ اس منصب پر مامور نہو اور اگر کوئی شخص اپنی تجویز اور خیال پر جب نام کو اپنا معبود بنا کر اٹھے بہی تو اسکا وجود ملک اور قوم کے لئے نافع ثابت نہین ہوگا۔ پس اس امر کو کبھی بہولنا نہین چاہیے کہ مسلمانون کی بہبودی اور بہتری اس مین ہی کہ ان کو مسلمان بنایا جاوے اور اسلام ان کی رگ و ریشہ مین عملی رنگ میں پیدا ہو۔ پہر ناممکن ہی کہ مسلمان ترقی نہ کرین یا مسلمان اعلے درجہ کے کفائت شعار اور متین نہ بن جاوین۔ ایک شخص جب ایمانی اور اعتقادی طور پر مبذرین کو اخوان الشیاطین سمجھیگا تو پہر ناممکن ہی کہ وہ عملی طور پر خود اس بلا مین مبتلا ہونا چاہے وہ شخص جو سچا مسلم بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن کے ماتحت ہوتا ہی۔ ناممکن ہی کہ وہ بنی نوع کی ہمدردی اور شفقت علے خلق اللہ کو اپنا اصول قرار نہ دے اور مومن کہلاکر والذین هم عن اللغو معرضون کا وصف اپنے اندر پیدا کرنیکے ساعی نہو۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ مسلمانون مین اسلام کی روح نفخ کرنیکے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہی جو انبیاء علیہم السلام کی نقش قدم پر آئے اپنی تجویزون اور انسانی منصوبون سے زبان کی چالاکیون یا قلم کی تیزیون سے وہ اس منصب پر مامور نہو بلکہ اللہ تعالے اسے مامور کرے تا روح القدس سے اسکی تائید ہو اور ایک کامل اطمینان اور استقلال اسکو دیا جاوے اور کوئی امر اس کیلئے پشت شکن اور تہکا دینے والا ثابت نہو اس خدا شناسی اور خدا پرستی کے دور اور لامذہبی کے زمانہ مین ہمارا ایسا کہنا ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ رکھیگا ہم اسے خوب سمجھتے ہین مگر سچ یہی ہے کہ مسلمانون کی فلاح اور اصلاح کی اگر کوئی تدبیر ہے تو یہی ہے اس کے سوا ناممکن ہے مسلمانونکی اصلاح۔

اور ہم یہ بشارت دیتے ہین کہ خدا تعالےٰ نے اسوقت جو عین ضرورت کا وقت تہا محض اپنے فضل سے اس گمشدہ قوم کی سہارے اور آرام کیلئے ایک مامور بہیجا ہی جو قوم مین دینی صلاحیت اور تقوےٰ پیدا کرنا چاہتا ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاص منشاء اور مقصد تہا۔ وہ اسی سلسلہ منہاج نبوت پر آیا ہی اور اسی رنگ اور شان سے اصلاح قوم کی فکر کر رہا ہی اگر قوم اس کی بات سنے اور اس کے ساتھ ہو جائے تو ہم یقیناً کہتے ہین کہ وہ کامیاب ہو جائیگی اور ہمارا ہمعصر عصر جدید مسلمانون مین جس قوت اور روح کے نفخ ہونے کی آرزو کرتا ہے وہ انمین پیدا ہو جائیگی لیکن بغیر اس کے ...... دامن سے وابستہ ہوئے اگر کوئی شخص قومی اصلاح اور فلاح کا مدعی ہو تو ہم دعوے سے کہتے ہین وہ کامیاب نہین ہو سکتا کیونکہ یہ ریفارمر (مصلح) خدا تعالےٰ سے تائید یافتہ ہو کر اس کام کے لئے مبعوث ہوا ہے اور اس نے وہی طریق اختیار کیا ہی جو کامیابی کا سچا ذریعہ ہی۔ مسلمانون کو قرآن کریم کی ہدایتون پر عمل کرانا چاہتا ہے اور اسی کو فلاح کا ذریعہ قرار دیتا ہی جو حقیقت ہے پہر قرآن کریم اور اسلام کو چھوڑ کر کوئی تجویز قوم کی بہتری اور بہلائی کی ہو سکتی ہی؟ کبھی نہین کاش مسلمان سمجھین سوچین اور پہر عمل کرین۔

جنگ روس و جاپان کی خبرین

جاپانیونکا نقصان۔ روسیون کا ایک گروہ ماجود الني سے چیفو مین آیا ہی رپورٹ کرتا ہے کہ جاپانی جنگی جہاز شکیشا اور فوجی ۱۶۔ ماہ حال کو پورٹ آرتھر مین ڈوب گئے تھے۔ مگر یہ کہانی مشکوک معلوم ہوتی ہے۔

امیر البحر ٹوگو رپورٹ کرتا ہے کہ ۱۵۔ ماہ حال کو جہاز کساگی کروزر یوشینو کے ساتھ ٹکرایا۔ اور موخر الذکر جہاز ۲۰ منٹ کے اندر غرقاب ہوگیا صرف نوے اہل جہاز بچے۔ اسی روز جنگی جہاز ہتسوسی ایک روسی سرنگ کے ساتھ ٹکرا کر ڈوب گیا۔ ۳۰۰ آدمی بچ رہے +

امیر البحر ٹوگو کی ایک بعد کی تار خبر مظہر ہے کہ ہتسوسی پورٹ آرتھر کے بیرے نوجون کو اُترتے ہوئے دیکھ رہا تہا کہ بندرگاہ سے دس بحری میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق ایک سرنگ کے ساتھ ٹکرایا۔ اس نے امداد کیلئے اشارہ کیا۔ مگر فوراً ہی ایک اور سرنگ کے ساتھ ٹکرا کر نصف گھنٹہ کے اندر غرقاب ہوگیا +

سینٹ پیٹرزبرگ مین بیان کیا جاتا ہے کہ جہاز پیٹرو پولسک کے ڈوبنے کے بعد ایک تارپیڈو کشتی نے جاپانیون کو دیکھ بہال کرنے کی زمین پر سرنگین لگا دین +

(لنڈن ۲۰ مئی) امیر البحر ٹوگو رپورٹ کرتا ہے کہ یہ ایک پر معنی امر ہے۔ کہ جہاز ہتسوسی کے غرقاب ہونے کے بعد سولہ روسی تارپیڈو ڈسٹرائر کر بندرگاہ سے باہر آئے۔ مگر جاپانی کروزرون نے انہین پسپا کر دیا۔ امیر البحر نشیبہ جو جہاز ہتسوسی پر تہا بچ گیا ہے۔ ۲۷ افسر اور وارنٹ افسر دو ضائع شدہ جہازون میں ہلاک ہو گئے۔

(بعد کی خبر) جاپانی جنگی جہاز ہتسوسی پر کل تعداد آدمیون کی ۴۷۱ اور یوشینو پر ۲۴۰ تہی۔ اخبارات مذکورہ بالا دو جہازون کے ڈوبنے پر اظہار ہمدردی و افسوس کرتے ہین

جاپانیون کی پسپائی۔ جاپانیون کی دالیسی چینگ ہنگ کی تشریح ابھی تک نہین ہوئی نیوچوانگ سے ایک تار سے واضح ہوتا ہے کہ یہ پسپائی ایک شکست فاش کے باعث سے تہی۔ لیکن اسکی تصدیق روسی وسائل سے نہین ہوئی۔

نیوچوانگ:۔ روسی جنگی جہاز ڈہیگل دیہولی سے نیوچوانگ کو روانہ ہوگیا ہے۔

روسیونکا عظیم الشان نقصان:۔ خبر ہے کہ جاپانیون نے ۱۴ ماہ حال کو کینگسار قبضہ کر لیا۔ سٹینڈرڈ کا نامہ نگار رشنشن سے مظہر ہے کہ ایک لڑائی مین دو ہزار روسی ہلاک اور مجروح ہوئے۔

جزیرہ نمائے لیاوتنگ:۔ لیاوتنگ مین ایک نہائت سخت چہوٹی لڑائی ہوئی ہے جس مین جانبین کا بہت سا نقصان ہوا ہے۔

ایک جاپانی سرکاری پیغام تار مظہر ہے کہ جاپانی رسالون کی تحکوشن پر اتر نا شروع کر دیا۔

کہلی بندرگاہین:۔ سینٹ پیٹرزبرگ کا ایک تار مظہر ہے کہ نو فتوحات ہر تنگی ہی کہ روس عنقریب سائبیریا کی بندرگاہون کو جنمین ولادیووسٹک بہی شامل ہے تجارت کیلئے کہلی ہونیکا اعلان کریگا +

مختلف خبرین

امپیریل لائبریری کلکتہ۔ جس کا افتتاح لارڈ کرزن نے ۱۸۔ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو کیا تہا اسکی پہلی سالانہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۱ ماہ زیر رپورٹ مین ۱۲۱ مستقل ممبر پڑھنے والے تہے۔ اس عرصہ مین ۱۵۶۹۳ اشخاص برائے مطالعہ لائبریری مین داخل ہوئے

افغانستان مین ٹیکہ چیچک۔ (حیدرآباد ۱۰ مئی) ہر سال ٹیکہ لگانیکا مادہ کابل بہیجا جایا کریگا سردار اور انکی کنبون مین ٹیکہ کو ہمیشہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ کچھ مقدار امیر عبد الرحمن خان مرحوم کے عہد حکومت مین پنجاب مین جایا کرتی تہی۔ غفلت سے کچھ عرصہ تک نہین بہیجی گئی +

مردہ پایا گیا:۔ ۱۷ مئی کو جو شتاب میل پروگرہ سے دہلی کو آرہی تہی۔ اس مین مغل سرائے سٹیشن پر ایک یورپین درمیانہ درجہ کی گاڑی مین مردہ پایا گیا۔

انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷-

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لوار

آج تک انسانی جہاد جو تلوار سے
کیا جاتا تہا خدا کے حکم کے ساتہہ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد
جو شخص کافر پر تلوار اٹہاتا ہی اور اپنا نام غازی رکہتا ہی
وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہی جسنے آج سے
تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہی کہ مسیح موعود کے آنے پر
تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے
ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے
ہماری طرف سے امان اور صلحکاری
کا سفید جہنڈا بلند
کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

الحکم

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے	صہ
خواص و سعادتمین سے	عہ
ہندوستان سے باہر	سے
غیر مذاہب والون سے	۱۲/
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دستِ بیعت میں آنیوالے لوگون سے	۱۲/

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۸ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

تعلیم الاسلام کا سوقت مدرسہ تعلیم الاسلام کو اسوقت

خصوصیت کیساتہ ضرور در پیش ہے

ہماری مقامی اخبارات مین شائع ہو چکا اور قوم پر ظاہر ہو چکی ہی کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکہا اور رائے بک مین لکہا کہ وہ اگست کے مہینہ مین ایک دفعہ پہر ملاحظہ کرینگے اور بعض نقصونکی تلافی ہو جانیکے بعد جو رائے بک مین انکی طرف سے لکہی گئی ہین۔ مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کرینگے منجملہ ان نقصونکے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کے متعلق نکالے اور انکی تلافی پر زور دیا ہی چندکمرونکا زیادہ کرنا ہی اور یہہ کہ ہر ایک استاد کے آگے ایک میز اور ایک کرسی ہونی چاہیے وقت بہت تہوڑا اور کام بہت ہی اور کام بہی درحقیقت تہوڑا ہی اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد ملجاوے۔ اور قابل غور یہ امر ہی کہ اگر مدد مین با جلدی مدد کرنیمین سہل انگاری کیجائیگی تو کسقدر ضرر کا احتمال ہی۔

سردست پانسو روپیے کی ضرورت ہی اور یہ رقم نئی اور زندہ قوم کی بلند ہمت اور وسعت حوصلہ کے نزدیک کچہہ بہی نہین۔ اگر ایسا ہو کہ سیالکوٹ کی جماعت ایکسو اور لاہور کی جماعت ایک سو اور کپورتہلہ کی جماعت کم از کم پچاس اور گوجرانوالہ کی جماعت پچاس اور حیدر آباد دکن کی جماعت ایک سو بہیجدین اور اسیطرح دوسرے شہرون کی جماعت اپنی استطاعت کیموافق رقوم اکٹہی کرین تو بہت جلد عمدہ طور پر کام ہو جاتا ہے امید ہی کہ ہماری مکرم معظم دوست اور خدا تعالی کے انعامات خاصہ کے مورد اصحاب جن کے اسمائے گرامی ذیل مین ثبت ہوئی ہین خصوصًا اسطرف توجہ مبذول فرمائینگے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دینگے۔

شیخ رحمت اللہ۔ منشی تاج الدین صاحب۔ سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی شیخ نور محمد صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات خواجہ جمال الدین صاحب ڈائرکٹر مدارس جمون خصوصًا منشی عبد العزیز صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ محمد اسمعیل صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ شیخ عطا محمد صاحب سب اورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ نور احمد صاحب بلیڈر ایبٹ آباد ہزارہ منشی عزیز بخش صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخان بابو غلام محمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات کلکتہ۔ اگر یہہ بزرگ نامدار ہمت معقول رقمین عنایت کرینگے تو امید ہے انشاء اللہ تعالی گدائی کا دامن زیادہ پہیلانیکی ضرورت نہین پڑیگی۔

امید ہی کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسمار اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہین ہو سکی خدا تعالی کی راہ مین قدم اٹہانے سے کوتاہی نہین کرینگے۔

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

احباب کیخدمت مین ضروری گذارش

کچہہ عرصہ ہوا کہ میان احمد نور صاحب نور رفیقان حضرت مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانیکواسطے مخدومی و مکرمی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے تحریک کی تہی اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چہوٹی سی خدمتمین پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جائیگی تعمیر مکان کا کام شروع ہی کر دیا گیا تہا۔ لیکن آجتک جو اس تحریک پر ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہی سوائے ان رقوم کے جنکا ذکر اس تحریک مین ہی کیا گیا تہا صرف عہ کی رقم جسمین سے عہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطا محمد صاحب اورسیر ایبٹ آباد کا ہی۔ وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہی۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہی۔ اسلئے ضروری ہی کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جائے ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہی اس کی ہی برباد ہونیکا اندیشہ ہی اسکیلئے ضرورت ہی اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر مین حصہ لینا چاہتے ہون بہت جلدی جسقدر ہو سکے روپیہ بہیجکر اس کام کے سرانجام دینے مین مدد دین اور رقم مطلوبہ جسکا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہی پورا کردین اسمین شک نہین کہ اس سلسلہ مین آئے دن دینی کامون کیلئے چندونکی تحریک ہوتی رہتی ہی اور ابہی اسکے ساتہہ ہی مین خود ایک اور تحریک بہی کرتا ہون لیکن یہ بہی سمجہ لینا چاہیے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہی۔ جو صاحب توفیق رکہتے ہون وہ ضرور اس کار خیر مین حصہ لین۔

رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہین۔ شیخ رحمت اللہ عہ شیخ عطا محمد صاحب عہ۔ چندہ معرفت ماسٹر محبوب الرحمن صاحب از قادیان ؎ مفتی محمد صادق صاحب عہ مولوی شیر علی صاحب عہ میان لال الدین صاحب عہ سید محمد علیشاہ صاحب علاوہ صہ چندہ مکان کے چہت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہی۔ مولوی امام الدین مدرس کوٹلی عہ بابو شاہدین گورداسپور عہ۔ میان خیر الدین تہارڈ و عبد العزیز سرناٹ عہ منشی نذیر الدین صاحب ہوشیارپور

۲۹ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

کلماتِ طیبات یا ملفوظاتِ احمدؑ

(تتمہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳)

رویت کا انکار کرنا کتنا بڑا ظلم ہے ہزاروں ہزار نشان خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے ظاہر کئے اور ان کے دیکھنے والے موجود ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ان کو رد کر دیا جاتا ہے اور جدید نشانوں کی خواہش کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ اور نشانات دکھلا دے لیکن سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ ایسے اقتراح کرنے والے اور اپنے ایمان کو مشروط کرنے والے ہلاک کئے جاتے ہیں۔ پہلے نشانوں کو ترک کر کے آئندہ کیلئے سوال کرنا آیات اللہ کی بے حرمتی اور خدا تعالیٰ کے حضور سوء ادبی ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو میں اسے بڑھاؤں گا اور یہ فرمایا ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اور اگر انکار اور کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اب بتاؤ کہ ان آیات الٰہی کی تکذیب اور ان کو حقیر سمجھ کر جدید کی طلب اور اقتراح یہ عذاب الٰہی کو مانگنا ہے یا کیا؟

دیکھو!

میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی آیات کی ہنسی مت کرو۔ اور انہیں حقیر سمجھ کر یہ مت کہو کہ یہ نشان ہیں اور خدا تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لیکھرام خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نشان کے موافق مارا گیا۔ کروڑوں آدمی اس پیشگوئی کے گواہ ہیں خود لیکھرام نے اسے شہرت دی وہ جہاں جاتا اسے بیان کرتا............ یہ نشان اسلام کی سچائی کیلئے اس نے خود مانگا تھا اور اس کو سچ اور جھوٹے مذہب کیلئے بطور معیار قائم کیا تھا آخر وہ خود اسلام کی سچائی اور میری سچائی پر اپنے خون کی شہادت دینے والا ٹھیرا۔ اس نشان کو جھٹلانا اور اسکی پرواہ نہ کرنا یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے پھر ایسے کھلے کھلے نشان کا انکار کرنا تو خود لیکھرام بننا ہے اور کیا۔

مجھے بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ جس حال میں خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا ہے کہ اس نے ہر قوم کے متعلق نشانات دکھائے جلالی اور جمالی ہر قسم کے نشان دیئے گئے پھر ان کو ردی کی طرح پھینک دینا یہ تو بڑی ہی بدبختی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بننا ہے۔ جو آیات اللہ کی پرواہ نہیں کرتا وہ یاد رکھے اللہ تعالیٰ بھی اسکی پرواہ نہیں کرتا۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عقلمند خدا ترس اون کو شناخت کر لیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جو فراست نہیں رکھتا اور خدا کے خوف کو مدنظر رکھ کر اس پر غور نہیں کرتا وہ محروم رہ جاتا ہے کیونکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا دنیا ہی نہ رہے اور ایمان کی وہ کیفیت جو ایمان کے اندر موجود ہے نہ رہے۔ ایسا خدا تعالیٰ کبھی نہیں کرتا اگر ایسا ہوتا تو پھر یہودیوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ حضرت مسیح کا انکار کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں ہوتا اور پھر سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر تکالیف کیوں برداشت کرنی پڑتیں۔ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہی نہیں کہ وہ ایسے نشان ظاہر کرے جو ایمان بالغیب ہی اٹھ جاوے۔ ایک جاہل وحشی سنت اللہ سے ناواقف تو اسی چیز کو معجزہ اور نشان کہتا ہے جو ایمان بالغیب کی حد سے نکل جاوے۔ مگر خدا تعالیٰ ایسا کبھی نہیں کرتا۔

ہماری جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے کمی نہیں کی کوئی شخص کسی کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا جسقدر لوگ اس سلسلے میں داخل ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔

براہین احمدیہ کو پڑھو اور اس پر غور کرو اس زمانہ کی ساری خبریں اس میں موجود ہیں۔ دوستوں کے متعلق بھی ہیں اور دشمنوں کے متعلق بھی۔

اب کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے کہ تیس برس پہلے جب ایک سلسلہ کا نام و نشان ہی نہیں اور خود اپنی زندگی کا بھی پتہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسقدر عرصہ تک رہوں گا یا نہیں۔ ایسی عظیم الشان خبریں دے اور پھر وہ پوری ہو جائیں نہ ایک نہ دو بلکہ ساری کی ساری۔ **براہین احمدیہ** لوگوں کے گھروں میں ہے عیسائیوں، آریوں اور گورنمنٹ تک کے پاس موجود ہے اور اگر خدا کا خوف اور سچ کی تلاش ہے تو میں کہتا ہوں کہ **براہین** کے نشانات پر ہی فیصلہ کر کے دیکھو اس وقت جب کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور کوئی یہاں آتا بھی نہیں تھا ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس جماعت کی جو یہاں موجود ہے خبر دی اگر یہ پیشگوئی خیالی اور فرضی تھی تو پھر آج یہاں اتنی بڑی جماعت کیوں ہے اور جس شخص کو قادیان سے باہر ایک بھی نہیں جانتا تھا اور جس کے متعلق براہین میں کہا گیا تھا

فحان ان تعان وتعرف بین الناس

آج کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب شام مصر سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک دنیا اس کو شناخت کرتی ہے۔

اگر یہ خدا کا کلام نہیں تھا اور خدا کے منشاء کے خلاف ایک مفتری کا منصوبہ تھا تو خدا نے اسکی مدد کیوں کی؟ کیوں اس کے لئے ایسے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے۔

کیا یہ سب میں نے خود بنا لئے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ اسی طرح پر کسی مفتری کی تائید کیا کرتا ہے۔ تو پھر **راستبازوں** کی سچائی کا معیار کیا ہے؟ تم خود ہی اس کا جواب دو۔ سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگا کیا یہ میری اپنی طاقت میں تھا کہ میں اپنے وقت میں کرا لیتا اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کو سچے **مہدی** کا نشان قرار دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس ..... نشان کو میرے دعوے کے وقت پورا کر دیا۔ اگر میں اس کی طرف سے نہیں تھا تو کیا خدا تعالیٰ نے خود دنیا کو گمراہ کیا؟۔ اس کا سوچ کر جواب دینا چاہئے کہ میرے انکار کا اثر کہاں تک پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پھر خدا تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسی طرح پر اسقدر نشانات ہیں کہ ان کی تعداد دو چار نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں تک ہے تم کس کس کا انکار کرتے جاؤ گے۔ اسی براہین میں یہ بھی لکھا ہے۔

یاتون من کل فج عمیق اب تم خود آئے ہو۔ تم نے ایک نشان پورا کیا ہے اسکا بھی انکار کرو۔ اگر اس نشان کو جو تم نے اپنے آنے سے پورا کیا ہے مٹا سکتے ہو تو مٹاؤ۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ دیکھو آیات اللہ کی تکذیب اچھی نہیں ہوتی اس سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا میں نے کہہ دیا ہے اب ماننا نہ ماننا تمہارا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں صادق ہوں اور اسی کی طرف سے آیا ہوں

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کی شام

ایک شخص نومسلم چکڑالویوں کے خیالات کا متبع آیا ہوا تھا اس نے نشان دیکھنا چاہا حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سوال کو طریق ادب و طلب کے خلاف پا کر اسے کہہ دیا تھا کہ تم واپس چلے جاؤ اس پر اوس نے ایک معافی نامہ پیش کیا۔ اس پر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا۔

بات محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ کوئی بات کسی کو سمجھا دے۔ لیکن اسے سمجھا دیتا ہے جو ادب کے طریق پر سچا طالب ہو کر تلاش کرتا ہے **الطریقۃ کلہا ادب** خدا تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی راہ کی تلاش کرتے ہیں وہ ان پر ہدایت و معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے جیسا کہ اوس نے خود فرمایا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**۔ یعنے جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں ہم میں ہو کر سے یہ مراد ہے کہ محض اخلاص اور نیک نیتی کی بنا پر خدا جوئی اپنا مقصد رکھ کر لیکن اگر کوئی استہزاء اور ٹھٹھے کے طریق پر آزمائش کرتا ہے وہ بدنصیب محروم رہ جاتا ہے۔

پس اسی پاک اصول کی بنا پر اگر تم سچے دل سے کوشش کرو۔ اور دعا کرتے رہو تو وہ **غفور الرحیم** ہے۔ لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی پرواہ نہیں کرتا وہ بے نیاز ہے۔

دنیا فنا کا مقام ہے اسلئے ضروری ہے کہ انسان اس فانی مقام پر دلدادہ نہ ہو بلکہ آخرت کی فکر کرے جو ابدی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاوے اور اسکی مرضی کو مقدم کرے اسے جیسے اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو مقدم نہیں کرتا اور اسے ڈھونڈتا نہیں چلتا تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتا جیسے ہزاروں لاکھوں کیڑے مر جاتے ہیں یہ بھی مر جاتا ہے اور اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتا ہے اور دعاؤں سے کام لیتا ہے اور تھکتا نہیں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اسپر اپنی راہ کے دروازے کھول دیتا ہے یہی اصول یہاں بھی ہے۔

کیونکہ مجھے اس خدا نے مامور کر کے بھیجا ہے

پس اگر کوئی یہاں آتا ہے اسلئے کہ وہ شعبدہ بازی دیکھے اور پھونک مار کر ولی بنا دیا جاوے تو ہم صاف کہتے ہیں کہ ہم پھونک مار کر **ولی نہیں** بناتے۔ جو شخص جلد بازی سے کام لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے خدا اسکی پرواہ نہیں کرتا تو پھر اسکی کیا پرواہ۔ اتنا ہی نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ خدا غفور الرحیم ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیے کہ وہ غنی بھی ہے۔ اگر ساری دنیا اتقیٰ قلب لیکر آوے تو اوسکی الوہیت کی شان ایک ذرہ بڑھ نہ جاوے گی اور اگر اتقیٰ نہ ہو تو اس کے کچھ کم نہ ہوگا اس لئے طالب صادق کا پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات **غنی** بے نیاز ہے اسکو حاجت اس امر کی نہیں کہ میں اسکی طرف رجوع کروں بلکہ مجھے حاجت اور ضرورت ہے کہ اسکی طرف رجوع کروں اور اس کے آستانہ الوہیت پر گروں جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا کو میری حاجت نہیں مجھے خدا کی حاجت ہے تو اس میں ایک طلب صادق کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے پس اگر کوئی میرے پاس آتا ہے تو اسے یہی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میرا کام تو صرف پہنچا دینا ہے منوا دینا میرا کام نہیں۔ اگر کوئی اپنی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے کہ ایک دن مرنا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور جانا ہے تو اس کا فرض ہونا چاہیے کہ صبر اور صدق کے ساتھ اس راہ کو تلاش کرے اور کچھ دیر لگے

اور تھکتے نہیں - لیکن جب کوئی حد سے زیادہ شرارت کرتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ہنسی کرتا اور انہیں ٹھٹھے میں اڑانا چاہتا ہے تو اس کا علاج اس نے اور رکھا ہوا ہے - اب بھی یہی ہو رہا ہے - اور ہونیوالا ہے - کتوں اور کیڑوں کی طرح لوگ مر رہے ہیں اور مرینگے -

دیکھو دس روپیہ کا مقدمہ بھی ہو تو انسان اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے مشورہ لیتا ہے اور انپر بھروسہ کرتا ہے پھر وکیل تلاش کرتا ہے وکیل بھی اعلیٰ درجہ کا پھر پھر حکام رس لوگوں کی تلاش کرتا اور ان کی خوشامد کرتا اور جائز و ناجائز وسائل کے استعمال سے بھی نہیں چوکتا - جب ایک تھوڑی سی متاع کیلئے وہ اسقدر جد و جہد اور کوشش کرتا ہے - پھر اسکو شرم کرنی چاہیے کہ دین کیلئے اسکا دسواں حصہ بھی سعی نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اسرار دین اسپر کھل جاویں اور وہ دم زدن میں ولی بنجاوے - چند منٹ کیلئے ایک شخص ہماری مجلس میں آکر بیٹھتا ہے اور باہر نکل کر فتویٰ دیتا ہے کہ میں نے سب کچھ سمجھ لیا ہے - یہ سب کچھ دکانداری ہے - ہم ایسے فتووں اور ایسی راؤں کی کیا پروا کرینگے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام کی سنا اپنے ہاں جو روشن نشانوں اور دلائل سے مؤید ہو رہا ہے ایسی بیہودہ رایوں اور فتووں کی کیا وقعت ہے جو کسی شتاب کار لیسے دینے والوں کو مرنے کے بعد پتہ لگیگا اور دیکھا ان کے فتووں کی کیا حقیقت ہے ؟ اسوقت سارے پردے اٹھ جاوینگے اور حقیقت کھل جاویگی میں دنیا کی حالت پر سخت تعجب اور افسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی کو کبد یا جگر کی تکلیف یا جذام کا اندیشہ ہو تو وہ طبیب تلاش کرتا ہے اور نسخے پر نسخہ استعمال کرتا چلا جاتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی بیماری کیلئے تو یہ جد و جہد کیجاتی ہے پر اس کی مقابل میں دین کیلئے کوئی فکر اور کوشش نہیں کیجاتی - جوئندہ یابندہ ایک عام مثل ہے مگر اس کیلئے یہ بھی تو ضروری ہے کہ جوسعی تلاش اور طلب کا حق ہے وہ ادا کرے - یہ تو نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مجھے کوئی نشان دکھا دو میں شام کو واپس جانا چاہتا ہوں - ایسی جلدبازی اور اقتراح خدا کو پسند نہیں ہے - دیکھو زمیندار کسقدر محنت کرتا ہے - راتوں کو اٹھ اٹھ کر سخت سے سخت زمین میں ہل چلاتا ہے پھر تخم ریزی کرتا ہے آبپاشی کرتا ہے اور حفاظت کرتا ہے تب جا کر کہیں پھل اٹھاتا ہے - یہ کوشش اور محنت دنیا کیلئے تو ہے جو آج ہے کل نہ ہوگی مگر دین کیلئے کچھ بھی نہیں - چونکہ نفس میں خباثت ہوتی ہے اور تلاش حق مطلوب نہیں ہوتی اس لئے جلد فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے سمجھ لیا ہے - یہ بے انصافی اور ظلم نہیں تو کیا ہے ؟ مگر یہ سچ ہے

وما ظلمونا ولکن کانوا انفسہم یظلمون

ایک شخص جو کنواں کھودنے لگا ہے وہ اگر دو چار ہاتھ کھود کر شکایت کرے کہ پانی نہیں نکلا تو کیا اس کو احمق نہ کہا جاویگا اور بلا سمجھے ہوئی کہ ابھی تو اس حد تک پہونچا ہی نہیں جہاں پانی نکلتا ہے ابھی سے شکایت کرتا ہے یہ تو تیرا اپنا ہی قصور اور نادانی ہے - ہر ایک مرتبہ کیلئے ایک قانون قدرت اور وقت ہے خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیوی - پھر دنیوی امور میں تو ان قوانین قدرت کو نگاہ رکھتا ہے لیکن دینی امور میں اگر عقل ماری جاتی ہے اور جلدی کر کے ایک دم میں سب کچھ چاہتا ہے - یہ جلدباز اور شتاب کار لوگ جب خدا تعالیٰ کے ماموروں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں بھی اس شتاب کاری سے کام لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ایک پہاڑ کو مار کر ان کو آسمان پر چڑھا دے - ایسے نشان مانگتے ہیں کہ ایمان ایمان ہی نہ رہے - اگر کوئی شخص چاند یا سورج پر ایمان لا وے تو بتاؤ اس کو اس ایمان سے کیا فائدہ اور ثواب ہوگا - ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ من وجہ محجوب ہو اور من وجہ منکشف اگر ایمان کی حد سے بڑھ کر ہوتا تو پھر ثواب ہی نہ ملتا ثواب کا وعدہ اسی صورت میں ہے کہ عقلمند آدمی عقل صحیح سے کام لیکر قرائن قویہ کو دیکھ سمجھ لیتا ہے کہ یہ حق ہے - لیکن اگر اس طریق کو چھوڑتا ہے تو وہ پھر کسی ثواب کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہی حجاب اٹھ جاوے کہ آفتاب کیطرح ایک شے روشن ہو جاوے تو کون احمق ہوگا جو کہے کہ آفتاب نہیں اور دن چڑھا ہوا نہیں ہے - اگر ایسا انکشاف ہو تو پھر کافر اور مومن میں کیا فرق ہوا - مومن اسکو کہتے ہیں اور اسکو مومن جو من وجہ محجوب پر ایمان لاتا ہے - حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی بات پر صدیق کہلائے -

پس قانون قدرت یہی ہے جو شخص جلدبازی کرتا ہے اور صبر اور استقلال کے ساتھ کوشش نہیں کرتا اور حسن ظن سے کام نہیں لیتا - وہ ہمارا کیا بگاڑیگا اپنی ہی شقاوت کا نشانہ ہوگا - اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک بیمار کسی طبیب کے پاس آوے اور طبیب اسکی مرض کی تشخیص کر کے کہے کہ دو مہینے تک میرے پاس رہ کر علاج کرنا پڑیگا - مگر وہ کہے کہ نہیں دو مہینے تک تو میں رہ نہیں سکتا تم ابھی کوئی قطرہ ایسا دو کہ یہ ساری مرض جاتی رہے - ایسا جلدباز مریض کیا خاک فائدہ اٹھائیگا - وہ تو اپنا ہی نقصان کریگا - اس کیلئے قانون قدرت تو بدل نہیں جاویگا -

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا

پس یہ بڑی بدبختی ہے کہ دنیا کے کاموں میں عقل سے کام لیتا ہے - لیکن دین کے کاموں میں عقل کو بیکار اور معطل کر دیتا ہے - یہ خطرناک مرض ہے - اس کا علاج یہی ہے کہ کثرت سے استغفار کرتا رہے - نیک صحبت میں رہے اور دعاؤں میں لگا رہے اگر یہ نہیں کرتا تو وہ ہلاک ہو جاویگا - اللہ تعالیٰ اسکی کچھ بھی پروا نہیں کرتا لیکن جو صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور اس راہ میں تھکتا اور گھبراتا نہیں دعاؤں میں لگا رہتا ہے - امید ہے کہ وہ ایک دن گوہر مقصود کو پالے

---

۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور ہی تھے کہ مکرم خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر برنج لاہور بھی شرف نیاز کیلئے آئے ہوئے تھے خلیفہ صاحب ایک روشن خیال اور ذی فہم آدمی ہیں وہ لاہور کے حالات ذکر کر رہے تھے کہ وہاں کے مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے ہر اتوار کو زیارتیں نکالکر باہر لیجاتے ہیں - اور اس فعل کو دفعیہ طاعون کیلئے کافی سمجھتے ہیں مسلمانوں کی اس حالت پر خلیفہ صاحب افسوس کر رہے تھے اور اپنی مختلف حالات سناتے رہے - آخر آپ نے عرض کیا -

خلیفہ صاحب ! طاعون میں بعض مقامات پر جو ہمارے احباب مرتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیا جاوے

حضرت اقدس - اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مامور کو دنیا میں بھیجتا ہے تو سنت اللہ یہی ہے کہ تنبیہ کیلئے کوئی نہ کوئی عذاب بھی بھیجتا ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب اسکی مخالفت حد سے بڑھ جاتی ہے اور شوخی و شرارت میں اہل دنیا بہت ترقی کر جاتے ہیں - اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑتے ہیں وہ عذاب اگرچہ سرکش منکرین کیلئے ہوتا ہے - مگر سنت اللہ یہی ہے کہ مامور کے بعض متبعین بھی شہید ہو جاتے ہیں وہ عذاب اوروں کیلئے عذاب ہوتا ہے مگر ان کیلئے باعث شہادت - چنانچہ قرآن شریف صاف طور پر بتاتا ہے کہ کفار جو بار بار عذاب مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ تمہیں عذاب بصورت جنگ نازل ہوگا آخر جب وہ سلسلہ عذاب کا شروع ہوا اور کفار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں ہونے لگیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان جنگوں میں صحابہ شہید نہیں ہوئے - حالانکہ مسلم بات ہے کہ وہ تو کفار پر عذاب تھا اور خاص ان کیلئے ہی آیا تھا - مگر صحابہ کو بھی چشم زخم پہونچا - اور بعض جو علم الٰہی میں مقدر تھے شہید ہوگئے - جن کی بابت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربہم یرزقون یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاویں انکو مردے مت کہو بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور اسی جگہ انکی نسبت فرمایا - فرحین بما اٰتٰہم اللہ -

اب بتاؤ کہ وہ جنگ ایک ہی قسم کا تھا لیکن وہ کفار کیلئے عذاب تھا مگر صحابہ کیلئے باعث شہادت اسیطرح پر اب بھی حالت ہے لیکن انجام کار دیکھنا چاہیے کہ طاعون سے فائدہ کس کو رہتا ہے ہمکو یا ہمارے مخالفین کو اسوقت معلوم ہوگا کہ کون کم ہوئے اور کون بڑھے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہے اور اسکی وجہ طاعون ہی ہے بعض ایسے لوگوں کی درخواستیں بیعت کی اسلئے آتی ہیں جو طاعون میں مبتلا ہو کر لکھتے ہیں کہ اسوقت مجھے طاعون ہوا ہوا ہے اگر زندہ رہا تو پھر آ کر بھی بیعت کرونگا فی الحال تحریری کرتا ہوں - طاعون کے ذریعہ کئی ہزار آدمی اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں -

خلیفہ صاحب - وہ جنگ تو اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تھا

حضرت اقدس - یہ طاعون بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے - خدا تعالیٰ نے دو نشان مسیح موعود کی سچائی کیلئے زمینی اور آسمانی اور بہت سے نشانوں کے سوا مقرر کئے تھے آسمانی نشان تو کسوف و خسوف کا تھا جو رمضان کے مہینے میں واقع ہوگیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا دوسرا زمینی نشان طاعون کا تھا وہ بھی پورا ہوگیا - اب طاعون کا جواب میں نام و نشان بھی نہ تھا جب میں نے اسکی خبر دی تھی اسوقت شتاب کار لوگوں نے جلدبازی کی اور خدا تعالیٰ کے اس بزرگ نشان کو ہنسی میں اڑانا چاہا مگر اب گو وہ زبان سے اقرار نہ کریں مگر ان کے دلوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ پیشگوئی جو طاعون کے متعلق تھی پوری ہوگئی اس نشان سے اعلاء کلمۃ اللہ اسطرح پر ہوگا کہ لوگ آخر جب اسکو عذاب الٰہی سمجھا اسکی موجبات پر غور کرینگے اور فسق و فجور اور شرارت وا ستہزا چھوڑ کر خدا تعالیٰ کیطرف آئینگے اور سمجھ لینگے کہ خدا حق ہے تو اس سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا یا نہیں ؟

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ طاعون [illegible] کام کر رہی ہے اگر اس گروہ میں ایک شہید ہو جاتا ہے تو اس کے قائمقام ہزار آتے ہیں یہ نادانوں کا شبہ فضول ہے کہ کیوں مرتے ہیں ہم کہتے ہیں صحابہ جنگ میں کیوں شہید ہوتے تھے ؟ کسی مولوی سے پوچھو کہ وہ جنگ عذاب تھا یا نہیں ؟ پھر ایک کو کہنا پڑیگا کہ عذاب تھا پھر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا پڑتا ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ پھر نشان مشتبہ ہو جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ نہیں نشان مشتبہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ انجام کار کفار کا ستیاناس ہوگیا اور انہیں کوئی کہیں باقی نہ رہا - اور اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا جیسا کہ فرمایا

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ نظر آگیا اسیطرح طاعون کا حال ہے - اسوقت لوگوں کو تعجب معلوم ہوتا ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک وقت آتا ہے جب طاعون اپنا کام کر کے چلی جائیگی اس وقت معلوم ہوگا کہ اس نے کسکو نفع پہونچایا اور کون خسارہ میں رہیگا - یہ اس زمانہ کیلئے ایک عظیم الشان نشان ہے جسکا ذکر ساری نبیوں کی کتابوں میں [illegible] سے اسقدر جلدی لوگ حق کی طرف [illegible]

خلیفہ صاحب - حضور کیا ایسے لوگ ماجور ہونگے ؟

حضرت اقدس - اسمیں کیا شک ہے کہ وہ امن میں ہو گئے اگر اس سلسلہ میں ہو کر انہیں کوئی تکلیف پہونچ جاوے تو وہ شہادت ہوگی اور خدا کا مامور پر ایمان لانیکا یہ فائدہ تو حاصل ہوگیا -

میں نے جسقدر طاعون کے متعلق کھول کھولکر بیان کیا ہے کسی نے نہیں کیا متواتر میں اس پیشگوئی کو شائع کرتا رہا اور خدا تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں مختلف اوقات میں اسکو متعلق مجھ پر کھولا اور میں نے لوگوں کو سنایا

یا مسیح الخلق عدوانا - تپ ہے آرا ہے ہم

مسیح موعود کی تعلیم

مگر قبل اس کے کہ میں اس اشتہار* کا جواب لکھوں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں کہ جو کچھ اس اشتہار کے لکھنے والوں اور ان کی جماعت نے محض دل دکھانے اور توہین کی نیت سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بال خور اور ٹھگ اور کاذب اور ننگ اسلام کے لفظ کو استعمال میں لائے ہیں اور مجھے لوگوں کا دغا بازی سے مال کھانے والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت کی نسبت سور اور کتے اور مردار خوار اور گدہے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ملیچھ اُن کا نام رکھا ہے ان تمام دکھ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کریں اور میں اس جوش اور اشتعال طبع کو خوب جانتا ہوں کہ جو انسان کو اس حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ نہ صرف اس کو گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ اس کے رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور سخت اور غضب پیدا کرنیوالے الفاظ سنائے جاتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی اور پہلے کسی سے نہیں ہوئی ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا میں قایم ہوا ضرور دنیا نے اُس سے دشمنی کی ہے سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں سو خبردار رہو نفسانیت تمہیر غالب نہ آوے ہر ایک سختی کی برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے۔ تمہیں چاہیئے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو تا وہ بھی خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیاں نہ دیں کیونکہ ان کو معرفت نہیں دیگئی اس لئے وہ نہیں جانتے کہ کس کو گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھو ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن نہیں کہ اوس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اوس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤگے اور تمہاری عمریں بڑہائی جائیں گے۔ تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہیئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہاری کلام پر کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں جہاں تک ممکن ہو سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کیلئے موجب ملال نہ ہوں جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہوکر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے اوس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے موہنہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضایع کرنا ہے بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے۔ اور چاہیئے کہ درد مند دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات موہنہ سے مت نکالو کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی اور سفلا اور کمینہ لوگوں اور اوباشوں کیطرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ مخواہ ہتک آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پرحکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھیرو۔

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اوس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ پیروی کرنے کیلئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ اون کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اوسکا بیٹا وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑہنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اسکی تجلیات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کیطرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی تادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اوس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادر ہو کر ساتھ اس کی راہ میں صدق و صفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اوس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اوس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کے جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی تمہاری خواہشیں اسکی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کروگے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اسکی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کی تمام بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہوکر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اونکی تحقیر۔ اور عالم ہوکر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُنکی تذلیل اور امیر ہوکر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے انپر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کیطرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کیطرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اوس کو دہوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دہوکہ دو کہ جو کچھ ہمنے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جاویگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہوکر جھوٹے کیطرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے موہنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں ہے۔

(باقی آیندہ)

* نوٹ قادیانی آریوں کی اشتہار سے مراد ہے۔ ایڈیٹر

حضرت اقدس کی اچھوتی اور پرانی تحریریں

خاص الحکم کے کالموں میں شائع ہوتی ہیں

این ہمہ وحی است از رب السما
کافرم گر این بنا شد از خدا
وحی حق است این ز نور ذات پاک
صادقیم و بر سر کذاب خاک

(براہین احمدیہ)

شکر قیصرہ

اس رحیم و کریم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے ہمیں زیر سایہ قیصرہ ہند پناہ دیکر یہ موقع عنایت فرمایا کہ ہم اپنی ذات اور اپنی قوم اور اپنے بنی نوع کیلیے سچی ہمدردی کر سکیں اور ترقی کی ان راہوں پر چلنے سے ابدی جہان کے لیے سرمایہ اکٹھا کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف صاف لفظوں میں بیان فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض عیسائی توحید پر قائم تھے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ولو انھم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم منھم امۃ مقتصدۃ وکثیر منھم ساء ما یعملون

الجزو نمبر ۶ سورۃ المائدہ
امت مقتصدہ وہی امت ہوتی ہے جو اپنے اعتقاد اور عملی طریقوں میں صراط مستقیم پر قائم ہو سو یہود کا طریق اقتصاد کو چھوڑنا ... انکار انبیاء تھا اور عیسائیوں کا اقتصاد کو چھوڑنا مسیح کی شان میں غلو تھا۔

پھر دوسری آیت یہ ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ۔ الجزو ۲۸ سورۃ المجادلہ۔ یہ عیسائیوں کے حق میں ہے اسجگہ بھی فرمایا ہے کہ اے وے عیسائیو جو مومن ہو یعنی خدا کہکر کافر نہیں بنے تم اسلام لاؤ تا تمھیں دو حصے ثواب ملے پہلے اس سے اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم اور اب فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مومن انھیں کو ٹھیراتا ہے جو مسیح کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت دو فرقے تھے۔ ایسا ہی حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قیصر و رنجاشی کا گواہی دینا کہ مسیح کی شان اس سے زیادہ نہیں کہ وہ نبی اللہ تھا اب ظاہر ہے کہ اس فرقہ کی کوئی انجیل بھی ہوگی سو وہی انجیل ہے جسکی تصدیق قرآن میں پائی جاتی ہے۔

متی وغیرہ انجیلوں کے بیان اسوجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹھ بہت لکھا ہے اور عمداً پیشگوئیوں کو مروڑنا چاہا ہے یا اپنی طرف سے جھوٹی پیشگوئیاں بنائی ہیں مثلاً تیسرے باب میں متی لکھتا ہے کہ وہ ناصری کہلاوے گا حالانکہ نبیوں کی کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور ناصرہ کے معنی کسی جگہ شاخ کے نہیں آئے بلکہ سرسبز مکان کو ناصرہ کہتے ہیں اور اگر بفرض محال ناصر شاخ کو بھی کہتے ہوں تو ناصرہ جو گاؤں تھا اس سے اسکو کچھ تعلق نہیں کیونکہ یہ گاؤں ٹیلے پر تھا اور اس کے ارد گرد سبزی بہت تھی اس لیے اسکو ناصرہ کہا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ ایک شاخ تھی۔

دوسرے اس وجہ سے بھی متی وغیرہ کا بیان قابل اعتبار نہیں کہ انکی طرف سے الہام کا دعوی ثابت نہیں کہیں نہیں لکھا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں۔

تیسرے اسوجہ سے کہ وہ لوگ بیوقوف اور دغاباز تھے ان کے دل میں پختہ یقین نہ تھا۔

انجیلوں میں صرف بیٹے کا لفظ آنا عیسائیوں کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہودی لوگ نیک انسانوں پر بیٹے کا لفظ اطلاق کرتے تھے ہاں اگر کوئی معمولی انسان اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہے تو یہ کلمہ کفر سمجھتے تھے سو چونکہ وہ یسوع کو اچھا آدمی نہیں سمجھتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ یہ وہی ہے جسکو ہم جانتے ہیں یعنی اسکے چال چلن سے ہم واقف ہیں اسلیے وہ یسوع کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا کفر کا کلمہ سمجھتے تھے اور پھر حسد کے راہ سے اُسپر ادبھی حاشیے چڑھاتے تھے۔

حواری غبی اور بلید بھی تھے اور خدا کے کلام کو سمجھتے نہیں تھے اور اُن سے انجیلوں کے لکھنے سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں اور بڑے ناپاک مبالغے انکی طرف میں آئے ہیں۔ اور خود انجیلوں سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹھ بھی بولتے تھے۔

بن باپ ہونا خدا ہونے کی دلیل نہیں بموجب اقرار عیسائیوں کے ملک صدق سالم بھی بن باپ تھا اور دنیا میں ہزاروں کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔

مسیح کی خدائی پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ عقل قواعد کلی کے ذریعہ سے بحث کرتی ہے جیسا کہ کہا جاے کہ کھجور خشک اور میٹھی ہے اور جو چیز خشک اور میٹھی ہو وہ گرم ہوتی ہے اور نیلوفر پھیکا اور ایک آبی بوٹی ہے اور جو بوٹی پھیکی اور آبی ہو وہ سرد ہوتی ہے پس جبکہ عقلی طور پر مسیح کے خدائے ثابت نہیں ہوسکتی تو اب صرف نقلی طور باقی رہا سو اس میں مقدم توریت ہے۔

اور ایک ذریعہ مسیح کے خدا بنانے کا یہ ہوسکتا ہے کہ اُس نے آپ خدائی کا دعوی کیا ہو مگر اپنا کلام اُس کا کوئی محفوظ نہیں بلکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انجیلیں حواریوں کو الہام ہوئی ہیں گویا ان کلمات کو اُسوقت مسیح کا کلام مانا جاے گا کہ جب اول حواریوں کا الہام صحیح مانا جاے حواریوں نے کہیں یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ یہ کلمات ہمنے مسیح کی زبانی سُنے تھے بلکہ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ یہ کلمات اُن کے الہامی ہیں اور انکی صحت الہام کی صحت پر موقوف ہے پس جبکہ الہام کی صحت میں سخت سخت شبہات ہیں تو کیونکر یہ کلمات صحیح ہوسکتے ہیں ہاں اگر الہام کا دعوی نہوتا اور صرف یہ دعوی ہوتا کہ مسیح کے منہ سے یہ کلمات سنے ہیں تو تاریخی طور پر تحقیقات کیجاتی گر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تعلیم کو بھول چکے تھے پس کیوں نہ کہا جاے کہ یہ شیطانی خیالات ہیں۔

آجکل کی تحقیقاتوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ ستاروں میں بھی آبادی ہے پس اُس آبادی کیلیے بھی کسی ذریعہ نجات کی ضرورت ہے پس اگر کوئی ابن اللہ پہلے بھی مصلوب ہوا تھا تو یہ بات غلط ہے کیونکہ یسوع اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔

عیسائیوں کو جب مباہلہ کے لیے کہا جاے تو کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں کسی پر لعنت بھیجنا ضرورت نہیں سو یاد رہے کہ اسجگہ لعنت سے ... حقیقی لعنت مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ہم میں سے لعنتی ہے اُسپر اسی جہان میں آثار لعنت کے ظاہر ہوجائیں اور یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ ضرور عاقبت میں دوزخ میں پڑے کیونکہ عاقبت کا دوزخ ہنوز مخفی ہے کسی پر حجت نہیں اور ایک کاذب اخیر عمر تک توبہ کرسکتا ہے مگر اس جگہ آثار لعنت حجت ہیں اور وہ آثار توبہ کرنیوالوں کے لیے توبہ کا موقعہ دیتے ہیں سو وہ درحقیقت بیمار دل کے لیے اچھی ہیں اور وہ خداوند کریم سے کتاب الہی میں ایک آخری علاج ہے غرض وہ لعنۃ آخرت سے متعلق نہیں ماسوا اسکے یہ ہرگز نہیں کہ ہم کسی دوسرے معین اور مفرد انسان پر لعنۃ کرتے ہیں بلکہ لعنت جھوٹھ کے پیروی کرنیوالے پر ہے کوئی ہو سو اُس کا مصداق ایک فریق نہیں بلکہ وہی مصداق ہے جسپر خدا کی لعنت ہوچکی ہے سو اس مباہلہ سے یہ غرض ہے کہ جسپر پہلے سے خدا کی لعنت ہوچکی ہے اُس لعنت کے آثار ظاہر ہوں تا تینوں طریق معقول اور منقول اور سماوی لعنت کے آثار سے فیصلہ ہوجاے سو قرآن نے یہ تینوں طریق عیسائیوں کے مقابل پر پیش کیے اور کسی فرقہ کے مقابل پر پیش نہیں کیے کیونکہ یہی دکھانا تھا۔

ناحاش یا نحاش کا لفظ جو توریت میں سانپ کے معنی پر آیا ہے اسجگہ یہ تعجب ہے کہ اس سے شیطان کے کیوں معنی لیے جاتے ہیں عبرانی میں تو صرف سانپ کے معنوں پر آیا ہے اور اگر سانپ ہی مراد ہے جیسا کہ لغت عبرانی میں صرف سانپ کے معنی ہیں تو یہ معنی فاسد ٹھیرتے ہیں کیونکہ انسان کے جان کے دشمن صرف سانپ ہی نہیں بلکہ بچھو بھی تو ایسا ہی اور کئی حشرات الارض ہیں ماسوا اسکے طرح طرح کے درندے انسان کی جان کے دشمن ہیں جیسے شیر بھیڑیا چیتا وغیرہ ایسا ہی کئی زہریر انسان کی دشمن ہیں۔ مگر توریت میں یہ نہیں آیا کہ ان چیزوں سے بھی کوئی شرارت ہوئی تھی۔

توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپ آدم کے گناہ سے پہلے ہی لعنتی جانور تھا جس نے خدا کی مخالفت کی سو سوال یہ ہے کہ یہ آدم سے پہلے کیونکر لعنتی ہوگیا۔

توریت کا بیان ہے کہ سانپ نے حوا سے باتیں کیں لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ سانپ انسان سے باتیں کرے سو کچھ شک نہیں کہ سانپ سے مراد شیطان ہے گو نحاش کا لفظ عبرانی میں صرف سانپ پر اطلاق پاتا ہے مگر کچھ شک نہیں کہ جو ام الالسنہ (عربی) میں لفظ آیا ہے وہ خناس ہے اور خناس کو غیر مرتب طور پر مقلوب کرکے اور خا کا لفظ اڑا کر اور اس پر تین نقطے ڈالکر نحاش بنا دیا گیا ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ خدا کے قانون قدرت کے رو سے شیطان بھی انسان کے ساتھ باتیں نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان نے حوا سے خواب میں سانپ کی صورت پر باتیں کیں یا کشف میں جو بیداری کے مشابہ ہوتا ہے باتیں کیں اور تعبیر کی رو سے سانپ شیطان کا نام ہے اور سانپ سے باتیں کرنا یہ ہے کہ کوئی ظالم بادشاہ ظہور کرے جیسا کہ لکھا ہے ان رای انہ یکلم الحیۃ ظھر عدو من الاعدا فتنۃ پس یہ بات قریب قیاس ہے کہ آدم کے خروج کا یہ باعث ہوا ہو کہ کوئی جابر بادشاہ اُس ملک میں آگیا ہو اور اُسنے آدم کو اُس ملک سے نکالدیا ہو کیونکہ یہ عادت اللہ میں داخل نہیں ہے کہ یونہی خدا کے فرشتے دھکے دیکر نکالیں۔ سانپ کا حوا سے باتیں کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک استعارہ ہے کیونکہ خدا کا قانون قدرت اس بات کی شہادت نہیں دیتا کہ حیوانات انسان سے باتیں کریں اور سلیمان سے طیور کا باتیں کرنا بھی بطریق کشف کے تھا نہ کہ ظاہری طور پر اسی لیے وہ معجزہ تھا اور اگر وہ فعل محض انسانی قوی کے ذریعہ سے ہوتا تو آجکل کے لوگ بھی آدمی حیوانات سے گفتگو کرسکتے۔

استفسار اور ان کے جواب

منشی عالم شیر صاحب سارجنٹ کوئٹہ سے کچھ سوالات بغرض جواب بھیجے ہیں۔ ہم ان سوالات کو حضرت امیر الامۃ کے حضور پیش کر کے ان کا جواب حاصل کیا ہے اور فائدہ عام کیلئے درج کرتے ہیں۔

سوال - جس قوم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائم المغضوب [illegible] قرار دیا ہے کیا ان سے اُن کی مثل رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔

جواب - کسی قوم کے ساتھ تشبہ کرنا تعلق کے بڑھانے کا ذریعہ ہے لیکن مذہب اسلام ہر ایک انسان کو آزادی دیتا ہے نہ کہ ایسی پابندی جس سے عام مخلوق کو تکلیفات پیش آ دین۔ ایسی آزادی بخشتا ہے جو مذہب ہی کی پروا نہ کرنے۔ اسلام نے ایسی آزادی نہیں دی جو مذہب علیحدہ کر دے اور ہر امر میں ایسی سخت پابندی کی جو لوگوں اور ان کے سندوں کی طرح رہنے۔ ایک مسئلہ ہم کو استنباط کرنا ہے۔ **بالوں** کے کترانے کے مسئلہ کے متعلق اصلیت مخصوصیت سے بخاری میں موجود ہے ابوداؤد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بال کٹوا لیتے تھے۔ علاوہ بریں بعض بیماریوں اور ضرورتوں کے وقت ایسے معاملات پیش آ جاتے ہیں پس اگر کوئی انسان تشبہ کیلئے بال کٹواتا ہے وہ تشبہ میں ترقی کرتا ہے جو ضرورتاً کٹواتا ہے اس کیلئے جائز ہے۔ انسان کیلئے ہمیشہ صلحا کا طرز وطریق ترقی کا باعث ہوتا ہے اور ان کی طرز عمل سے جسقدر تشبہ کریگا اسیقدر ان کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا۔ غیر صلحا کا طرز اختیار کرنا کسی نہ کسی پہلو میں کمزوری پیدا کرتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص مکھی مارنے کا فتوی پوچھنے آیا تھا تو آپ نے فتوے ہی سے پہچان لیا کہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اسکو کہا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتوی تو تمہارے لوگوں نے نہ پوچھا مگر مکھی مارنے کی فکر پڑی ہے۔ اسطرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ پر ایمان اور کتاب اللہ پر ایمان کی ضرورت ہے ایسی باتوں کی ضرورت نہیں۔

سوال دوم - ڈاڑھی کے کترانے کے متعلق کیا حکم ہے آیا استرے یا قینچی سے استرے کی طرح کٹوانی چاہئے۔

جواب دوم - ڈاڑھی کا رکھوانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صحابہ کرام کا عمل درآمد تمام آئمہ دین اور اولیاء کرام کی مستمرہ عادت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے منظور نظر لوگوں کا فعل ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ڈاڑھی کے سخت کٹوانے یا منڈوانے والے لوگ اکثر اخلاص نا مملہ سے محروم ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ صریح حکم اوفوا اللحیٰ ڈاڑھی رکھوانے کو چاہتا ہے جو لوگ ڈاڑھی کے منڈوانے میں بے باک ہیں میں انکی نسبت عمدہ رائے نہیں رکھتا۔

سوال سوم - پیر گولڑی کا مرید اعتراض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المومنین علیہا السلام کے پاس جائداد رہن رکھدی ہے رہن ناجائز ہے۔

جواب سوم - عدم جواز رہن کا فتوی میں امید نہیں کرتا کہ پیر گولڑی نے اپنے کسی مرید کو دیا ہو۔ کیونکہ پیر گولڑی دیدہ دانستہ قرآن شریف کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے حالانکہ اس میں تو صاف موجود ہے۔

وان لم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ

اور نہ مجھے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ پیر صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ناواقف ہوں ان کے مریدوں نے خود ہی تجویز کر لیا ہوگا کہ رہن ناجائز ہے۔ اگر وہ پیر صاحب ہی سے فیصلہ پوچھ لیتا تو شاید اعتراض نہ کرتا کیونکہ پیر صاحب جانتے ہیں کہ رہن اور رہن کا قبضہ ایسی چیز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہونے پر آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ میں سمجھ ہی نہیں آتا کہ معترض نے یہ اعتراض کیوں کیا ہے کیونکہ اس کا ایسا اعتراض رہان مقبوضۃ کے لحاظ سے اسی قرآن کا مخالف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کے لحاظ سے آپ کے اتباع کا مخالف ہے پھر فقہ حنفی میں کتاب الرہن موجود ہے اسکا بھی مخالف۔ پھر میں یقین کرتا ہوں کہ صاحبزادگان تونسہ شریف کے پاس بھی زمینیں رہن ہیں۔ وہ ان سے ہی پوچھ لیتا۔

سوال چہارم - دعا قنوت جو وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے۔

جواب چہارم - قنوت وتر ایسی چیز ہے کہ جس میں آئمہ کا اختلاف ہوا ہے اور قنوت الوتر کے اوپر بہ نسبت اختلاف آثار کے امام صاحب کا صحیح فتوی یہ ہے کہ جہاں ایسا ہی اختلاف ہو اور صریح احادیث صحیحہ سے ترجیح نہ ہو سکے تو فقہ حنفی کے موافق عمل درآمد کرنا چاہئے۔ یہ جناب الٰہی کو پسند بات ہے یہ بات میں نے اپنے کان سے سنی اور حضرت اقدس کو دیکھا۔ کسی اور شخص کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بفضلہ تعالیٰ ہم میں زندہ موجود ہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں۔

سوال پنجم - قرآن کریم کی تحدی کی کیا حد ہے۔

جواب پنجم - قرآن کریم کی تحدی کی کوئی حد نہیں ہے البتہ سورۃ ایک طرح حد ہے بات یہ ہے کہ بعض قرآن پر بھی صادق آتا ہے اصل بات یہ ہے کہ چونکہ انبیاء و رسل کی ترقی تدریجی ہوتی ہے اسواسطے ایک وقت عشر اور دوسرے وقت فاتوا بسورۃ من مثلہ فرمایا۔ ادنیٰ صورت میں تین آیات ہی ہیں۔ پس تین آیتیں تحدید ہو سکتی ہیں۔ باقی کیفیت نہیں بتائی کہ کس بارہ میں مثل ہے اس لئے یہ عموم اور یہی تحدی کی شان اور عظمت کو بڑھانیوالا ہے نور الدین میں بھی اسپر لکھا ہے۔

سوال ششم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قلم دوات مانگی تھی شیعہ کہتے ہیں کہ اسمیں خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھنا مقصود تھا۔ مگر اب نورافشاں کے ذریعہ کسی عیسائی نے کہا ہے کہ وہ **تثلیث** پر کاربند ہونیکی ہدایت کرنا چاہتے تھے۔

جواب - اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قلم دوات طلب فرمائیں اور کسی نے شنوائی نہ ہو۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا کہ اس کے بیان کرنیوالے بہت سارے لوگ ہوتے۔ لیکن کوئی روایت ایسی نہیں جس میں دس برس کی عمر والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اسواسطے درایتاً یہ روایت بڑے جھمیلے میں ہے۔ نیز قرآن کریم کی نسبت علاوہ ان صفات کے جو اسکو **نور** اور **ہدایت** کہا گیا ہے یہ ارشاد ہوا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم اور ایسا ہی ارشاد ہوا اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم

پس تیئیس برس کی نبوت میں جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ اکمال تھا اور کافی۔ یہی جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس کلام میں ہے جو بتائی گئی ہے کہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حسبنا کتاب اللہ حسبنا بعینہ یکفیھم کے معنی رکھتا ہے۔ پھر خود قرآن شریف فرماتا یبین اللہ لکم ان تضلوا اس کا بیان اسلئے ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور وہ کتابت بھی اسلئے تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ پس یہ دونو مضمون بالکل قرآن کے مطابق ہیں آپ کو قرآن کی عمل درآمد کی تاکید کرنا مقصود تھا جو اسوقت بیان کیگئی یہ کہنا کہ تثلیث کا ارشاد فرماتے خدا تعالیٰ سے بہت ہے مگر جن کا خدا ایسا ہو کہ عورت کے پیشاب گاہ سے پیدا ہو کر یہودیوں سے مار کھاتا ہوا جان دے۔ وہ عظیم الشان خدا کو بھی اسی پر قیاس کر کے جو چاہیں کہیں مگر یاد رکھیں کہ خدا ہنسی میں نہیں اڑا دیا جاتا (داود گلسٹنسٹ)

ثامن بات یوں ہوئی کہ مریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی تھیں جنکو مسلمان ماریہ کہتے ہیں اور وہ مصری لارڈ بشپ کی بیٹی تھیں عیسائی صاحبان اگر کہیں اس کی روایت ڈھونڈ نکالیں تو بڑا عمدہ موقعہ تھا اور حرج بھی کیا تھا جیسے سکندریہ کے کتب خانہ کیلئے ایک روایت چھٹی صدی میں گھڑ لیگئی تھی۔ یا جیسے اس بیسویں صدی میں مسٹر بانزد نے حرا میں ایک کنواں ثابت کر دیا ہے کہ اسمیں ایک عیسائی کو دھکا دیا ہوا تھا۔ اور جہاں اسقدر انجیلیں گھڑی گئی ہیں ایک روایت کا گھڑ لینا ایسے لوگوں کیلئے کیا مشکل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تثلیث کا جھگڑا تو صحت و عافیت ہی میں چکا گئے تھے۔ جبکہ فرما دیا تھا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔ کیا کوئی عقلمند صحت و عافیت کے اس قطعی فیصلہ کے بعد یہ خیال کر سکتا ہے کہ مرض الموت میں آپ تثلیث بتانا چاہتے تھے۔ ؎ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ

سوال ہفتم - برنباس کی انجیل میں کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور وہ انجیل کم ہو گئی۔

جواب - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا انحصار انجیل برنباس یا کسی اور ایسی ہی کتاب پر نہیں۔ قرآن اور حدیث میں بھی برنباس کا نام نہیں آیا۔ اور نہ کسی متی مرقس لوقا کا نام آیا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ انجیل برنباس کا پتہ ہمیں عیسائیوں ہی کی کتابوں میں ملا ہے چنانچہ ہم ذیل میں اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ انجیل برنباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو محمد ہے درج ہے۔ اور اسکی ٹالنے کیلئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی گویا مسلمان لوگ کسی بات کو اتفاق کر کے مسیحی کتب خانوں میں جا گھسے اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلوں میں جا بجا محمد نبی نام درج کر دیا یا خود یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر کئی ہزار نسخے اس کی لکھکر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابیں ان کے کتب خانوں میں رکھ آئے لیکن ایک فاضل انگریز عیسائی جس نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس نے اپنے دیباچہ میں اس تقریب بیان میں کہ انجیل برنباس میں پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے کہ برنباس کی انجیل پوپ سکسٹس کے کتب خانہ میں تھی اور ایک راہب جو اس پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اس انجیل کی تلاش میں تھا وہ پوپ کی الماری میں جبکہ پوپ سویا ہوا تھا اسی انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لیگیا اور نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنے محمد رسول اللہ کہلا کہلا انجیل میں لکھا ہوا دیکھکر

حوالہ: قرآن کریم کے کسی حصہ کو بھی قرآن ہی کہتے ہیں پس اگر قرآن کا لفظ ہے تو بعض ھ

مسلمان ہوگیا۔ پس اس فاضل انگریز کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب یونان کی کتب خانون چار دن انجیلون میں شامل کرکے عزت کی نظر سے رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اس انجیل کو پڑھکر مسلمان ہوتے تھے۔ پادری صاحبون نے اب تک اپنی کتابون میں جو ہندوستان میں ایسے لوگ بہت کم ہون گے جنکو معلوم ہوگا کہ عیسائیون کے پاس ان چار انجیلون کے علاوہ پانچوین انجیل بھی ہے جسکو پڑھکر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہین۔ لیکن اب پادری صاحبون نے اسقدر اپنے موُنہ سے اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمد صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس میں لکہا ہوا تو ضرور ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکہ یا کہوا دیا ہوگا (ٹھاکر داس نے بھی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۳۴۳ میں کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمین نام آنحضرتؐ یعنے محمد رسول اللہ ایک پیشگوئی کی حضرت مسیح میں لکہا ہوا ہے نقل کرکے آخر میں یہ ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا ہے کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب تک عیسائی لوگ مسلمانون کے ان سوالات کے مدیون ہین کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کو دکہایا اور کیون وہ جعلی کتاب یونان کے مترک کتب خانون میں الہامی کتابون کی ساتھ بعزت تمام رکہی گئین اور کیون بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری ان کتابون کو پڑھکر اور فی الحقیقت سچ سمجھکر دین اسلام قبول کرتے رہے آخر در خانہ کس است حرفے بس است

نوٹ: اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے جو اکابر علماء عیسائین سے ہے ان کا ترجمہ قرآن شریف جو ان کی طرف سے شائع ہوا مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی میں چہپا ہے اس کے پہلے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کیا کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑھکر اور اسمین پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بالتصریح پاکر مسلمان ہوگیا تہا اسطور سے جو نیچے لکہا جاتا ہے بیان کیا کہ فرامیرنیو جو ایک عیسائی مانک یعنے ایک بزرگ راہب تہا۔ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجہکو ایک تحریر ایرنس صاحب کی جو ایک فاضل مسیحیون میں سے ہے منجملہ اسکی اور تحریرون کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اس تحریر مین ایرنس صاحب (جو پولوس عدالی کے الف ہین) اپنے بیان کی صداقت [illegible] کا حوالہ دیتے ہین۔ تب مین [illegible] نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو مین بہی دیکہون۔ اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے

پوپ پنجم کا مجہسے اتحاد دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ میں ہم دونون اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سوگئے تھے مین نے دل بہلانے کو ان کی کتابونکا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلی جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تہی جسکا مین متلاشی تہا اس کے مل جانے سے مجہے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور مین نے سوچا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چہپا رکہون تب مین پوپ صاحب کے جاگنے پر ان سے رخصت ہوکر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لیگیا جس کے پڑہنے سے مجہے دین اسلام نصیب ہوا۔ دیکہو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف۔ جارج سیل صاحب پہر صفحہ ۸۵ سطر ۲۴۔ اسی ترجمہ مین جارج سیل صاحب از عیسائی تعصب کے جوش سے یہ بے دلیل اور مہمل رائے لکہتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنباس مین لفظ پیریکلیطس (جس کا ترجمہ محمدؐ ہے) مسلمانون نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب اصل جعل مسلمانون کا نہین یعنی مسلمانون نے اوسمین صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی بتصریح نام اسمین لکہدی ہے اور جعل یہ اسلئے ٹہرا کہ یہ پیشگوئی بتصریح اسمین موجود ہے۔ جسکا ماننا حضرات عیسائیون کو کسیطرح منظور نہین اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہین کہ اس پیشگوئی کو پڑھکر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہین۔

باقی آیندہ

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف رکہتے ہین۔
۲۸ و ۲۹ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو بوجہ تعطیل اعلیٰ حضرت قادیان تشریف لے آئے تھے۔ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کی صبح کو واپس تشریف لیگئے۔
خاندان رسالت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہے۔
۲۔ بزرگان ملت حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا حکیم الامت دارالامان مین ہین۔ فاضل امروہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ گورداسپور تشریف رکہتے ہین۔
۳۔ موسم مین خاصی تبدیلی ہوچلی ہے ہر روز اندہیان آتی ہین کبہی کبہی ترشح بہی ہو جاتا ہے۔

حالات مقدمہ

مقدمہ کے حالات اس سے زیادہ کچھ نہین ہین۔ کہ بمقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ ۷ جون بغرض بقایا شہادت استغاثہ مقرر ہوئی ہے جسمین حافظ محمد عبدالقدوس صاحب قدسی اور بابو غلام حیدر خان صاحب صاحب تحصیلدار پنڈ دادنخان کی شہادت ہوگی۔

اور بمقدمہ کرم الدین بنام حضرت اقدس وحکیم فضل الدین صاحب مولوی ثناءاللہ امرتسری پر جرح ہو رہی ہے۔
مولوی ثناءاللہ صاحب کی شہادت کے بعد ابہی دو گواہ اور استغاثہ کے باقی ہین۔ مقدمہ عموماً ہر روز پیش ہوتا ہے ناظرین تفصیلی حالات کیلئے انتظار کرین

حالات متعلق ڈاک خانہ

افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ متواتر دو تین نمبرون مین ہم ڈاکخانہ کے متعلق مضامین نہین لکہہ سکے۔ آیندہ اشاعت سے وہ سلسلہ بدستور جاری رہیگا۔ انشاءاللہ العزیز

مذہبی مقدمہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچہلے کسی پرچہ مین آریہ سماجیون اور سناتن دہرمیون کی لڑائی کے مقدمہ کی خبر درج ہوچکی ہے۔ ۲۲ مئی کو بمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی کی ایک کمیٹی ہوئی جسمین آریہ سماجیون نے سناتن دہرم والون سے معافی مانگی اور راضی نامہ تحریری کرالیا اور فریقین کیطرف سے چند اشخاص مقرر ہوئے تھے کہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی کوٹہی پر جاکر عرض کرین کہ انکا راضی نامہ منظور کرلیا جاوے کیونکہ فریقین شریف آدمی ہین۔ مگر کسی صاحب کا حوصلہ نہین ہوا جو وہان جاکر کچھ عرض کرین کہ ۲۴ مئی سنہ حال کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی ملزمان بہی حاضر عدالت تھے ملزمان کی جانب سے بڑے بڑے وکیل پیروکار مقدمہ تھے۔ بروقت پیشی مقدمہ کے فریقین کے وکلاء نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی سے عدالت مین عرض کیا کہ فریقین مین باہم سلوک اور اتفاق ہوگیا۔ اور لڑائی کا فیصلہ ہوچکا ہے اور بمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی کے فریقین گلے مل چکے ہین اب کوئی تنازعہ باہمی نہین رہا ہے فریقین کا راضی نامہ منظور کرلیا جاوے کیونکہ یہ شریف لوگ ہین اور آپ کی اطمینان کیلئے لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی اور لالہ سلطان سنگھ صاحب اور مسٹر راج نرائن بیرسٹر ایٹ لا رائے بہادر لالہ ایشری کرشن داس صاحب کوڑ والے ہین جو اسپر عدالت نے ان کا راضی نامہ منظور کیا اور فریقین کو جرم سے بری کر دیا اور آیندہ کیلئے تنبیہ کی گئی۔ ایک اور تحریر سے معلوم ہوا کہ جنہیون نے بتاریخ ۶ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو بنام پنڈت جمنا داس آریہ سماجی اور رام چند مالک مطبع پر دفعہ ۵۰۳ و ۱۵۳ الف ۲۹۲ تعزیرات ہند بابت اشاعت [illegible] باجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے دعویٰ دائر کیا جو دو ملزمان کے نام وارنٹ گرفتاری اور ایک ملزم کے نام سمن جاری ہوکر ۱۸ مئی تاریخ پیشی مقرر ہوئی جو یہ مقدمہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو پیش ہوا۔ مدعیان کیطرف سے کلارنس کرک پیٹرک صاحب بیرسٹر ایٹ لا تھے اس پیشی پر ایک ملزم حاضر عدالت ہوا اور دو ملزمان پر وارنٹ کی تعمیل نہین ہوئی لیکن ملزمان کے وکیل نے عدالت سے درخواست کی کہ عدالت حکم دے کہ ان دونون ملزمان کی ضمانت داخل کردی جائے تاکہ ملزمان حاضر عدالت ہوجائین لیکن مدعیان کے وکیل نے اس بات کو منظور نہین کیا اور جواب دیا کہ جب تک ملزمان حاضر عدالت نہ ہونگے اس وقت تک ان کی ضمانت نہین ہوسکتی۔ کیونکہ وارنٹ کی تعمیل اب تک نہین ہوئی۔ اسپر عدالت نے ۱۸ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ چنانچہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو یہ مقدمہ پیش ہوا فریقین کیطرف سے وکیل پیروکار رہتے۔ پنڈت جمنا داس بہی حاضر تہا رام چند مالک مطبع بہی خود حاضر عدالت ہوا۔ جو عدالت نے پانسو روپیہ کی ضمانت نقدلی۔ مگر پنڈت شمبودت شرما غیر حاضر تہا۔ اسوجہ سے کوئی کارروائی مقدمہ نہین ہوئی اور ۳۱ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو پہر پیشی مقرر ہوئی۔ (سناتن دہرم گزٹ)

حضرت حکیم الامت کا دوسرا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر نماز میں ایک خاص قسم کا فیضان اور انوار نازل ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالے کا برگزیدہ بندہ ان میں ہوتا ہے اور ہر ایک شخص اپنے ظرف اور استعداد کے موافق ان سے حصہ لیتا ہے پھر **امام** کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے اور بیعت کے ذریعہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ تعلقات کا سلسلہ وسیع ہوتا ہے۔ ہزاروں کمزوریاں دور ہوتی ہیں جنکو غیر معمولی طور پر دور ہوتے ہوئے محسوس کر لیتا ہے اور پھر ان کمزوریوں کے بجائے خوبیاں آتی ہیں جو آہستہ آہستہ نشو و نما پا کر اخلاق فاضلہ کا ایک خوبصورت [illegible] بنجاتے ہیں۔

یہ مت خیال کرو کہ ہم یہاں آتے ہیں اور کچھ نہیں لے جاتے ہیں بہت کچھ ساتھ لے جاتے ہیں مگر یہ لینا اپنی استعداد کے موافق ہوتا کہ جس جس قدر انسان اپنا دل صاف کرتا اور نیکی کے قبول کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اسی کی قدر وہ ان فیضانوں سے حصہ لیتا ہے۔

جسطرح بچہ پرورش پاتا اور نشو و نما پاتا ہے اسیطرح جہر نیکیوں اور بدیوں کا بھی نشو و نما ہوتا ہے۔ جو شخص مامور کی صحبت میں رہ کر ایک دم میں چاہتا ہے کہ تبدیلی ہو جاوے وہ خدا سے ہنسی کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن ہم اس کا قانون قدرت اسی طرح پر پاتے ہیں کہ تدریجی ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون صاف دل اور پاک فطرت ہوتا ہے لیکن انکے کمالات اور ترقیات کے سلسلہ پر اگر نظر کیجاوے تو وہ بھی تدریجی ہوتے ہیں اگر کمالات تدریجی نہ ہوتے تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پر یکدفعہ ہی سارا قرآن شریف نازل ہو جاتا تیئیس برس میں کیوں نازل ہوا؟ دیکھو کسان جو دانہ زمین میں ڈالتا ہے کیا وہ دوسرے ہی دن اسکے کاٹنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے نہیں ایک اچھا خاصہ عرصہ تک اسے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر خدا کے اس صریح اور بین قانون کو توڑ کر جو چاہتا ہے کہ پھونک مارنے سے ولی ہو جاوے تو وہ میری رائے میں اللہ تعالے کے ساتھ ہنسی کرتا اور اسے آزماتا ہے۔

اس لیے ضروری یہ بات ہے کہ انسان عرصہ دراز تک خدا تعالیٰ کے مامور کی صحبت میں حسن ظن اور ارادت کے ساتھ بیٹھے۔ اور وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اسکے نمونہ کو اختیار کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کرے اور اسکو بھی اخلاق فاضلہ کا وارث بنا وے۔ میں کسی اور کی بابت کوئی رائے نہیں دے سکتا اپنی نسبت کہتا ہوں اور اپنی کمزوریوں پر نظر کر کے خیال کرتا ہوں کہ میں اس گاؤں سے ایک گھنٹہ کے لیے بھی باہر جانا اپنی موت سمجھتا ہوں بجز ایسی حالت اور صورت کے کہ مجھے حضرت امام نے حکم دیا ہو۔

مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں مگر یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اسقدر جلدی کرتے ہیں کہ ایک دن رہنا بھی ان کے لیے ہزاروں موتوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔ ان کے جتنے کام بگڑتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر بگڑتے ہیں جتنے مریض ہوتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر ہوتے ہیں۔ ہزاروں ہزار عذر کرتے ہیں یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے مجھے ایسے عذر سنکر ڈر لگتا ہے کہ ایسے لوگ ان **بیوتنا عورۃ** کے الزام کے نیچے نہ آجائیں۔ پس جب یہاں آؤ تو امام کی صحبت میں رہ کر ایک اچھے وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔ کسل اور بعد اچھا نہیں ہے خدا کرے ہمارے احباب میں وہ مزہ دار صحبت پیدا ہو جو وہ اس ذوق اور لطف کو محسوس کر سکیں جو ہم کر رہے ہیں۔

اللہ تعالے ستار ہے اور جب تک کبھی بدیاں انتہا تک نہ پہنچ جاویں اور احاطت بہ **خطیئتہ** نہ ہو جاوے اور حد سے تجاوز نہ کر جاوے خدا تعالے کی ستاری کام کرتی ہے بعد اس کے پھر ستر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس لیے اس سے پہلے کہ تمہاری بدیاں اور کمزوریاں اپنا اثر کر سکیں اور یہ زہر تمہیں ہلاک کرے اسکی تریاق توبہ کا فکر کرو۔

اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ اس نے **کونفیشن** جیسی گندی تعلیم نہیں دی کہ پادری کے سامنے انسان اپنی تمام بدیوں اور بدکاریوں کا اقرار کرتا ہے۔ اسلام نے اسکے **بالمقابل توبہ** کا پاک مسئلہ رکھا ہے جس میں انسان اپنے مولیٰ کریم کے حضور اپنے درد دل کا اظہار کرتا ہے اور خاص اسی کے حضور کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے ملائکہ کو اس میں شرکت کا موقع نہیں دیتا۔

انسان میں کمزوریاں ضرور ہیں اور انکے دور کرنے کے لیے اجتماع ایک عمدہ چیز ہے جیسا کہ لیے تم بلائے گئے ہو وہ کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کا نمونہ دیکھنے کے واسطے تیرہ سو برس سے جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں۔

خدا تعالے کا شکر ہے کہ اسنے ہمیں یہ وقت دیا اور پھر اس عالیشان انسان کی شناخت کی توفیق دی جو اسوقت خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔

یہ وہ وقت ہے کہ اس میں پھر پتہ لگے گا کہ انسان کسطرح ترقی کرتا ہے تدریجی کمال حاصل کرتا کسطرح اسکے دشمنوں کو ناکامی اور نامرادی حاصل ہوتی ہے اور وہ اور اسکی جماعت بامراد اور فائز المرام ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جسطرح صحابہ کی روحانی تربیت ہوئی اور انکی تکمیل ہوئی اسیطرح اب پھر خدا تعالے چاہتا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے جو اسیطرح کمالات روحانی حاصل کرے۔ خدا تعالے کا کلام اب پھر نازل ہو رہا ہے جس سے قرآن کریم کی صداقتوں کی "تازہ بتازہ" تائید ہوتی ہے اور اسکے ثمرات و برکات کا "تازہ بتازہ" نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کسطرح تحدیاں ہوتی تھیں اور کسطرح مخالف قومیں باوجود سر توڑ کوششوں اور مخالفتوں کے بھی ان تحدیوں کے جواب سے عاجز اور لاجواب ہوتی تھیں ہماری سنی سنائی باتیں تھیں۔ مگر آج دکھایا جاتا ہے کہ وہ تحدیاں اسطرح ہوتی ہیں۔ خدا تعالے کا راستباز مامور اور مسیح اللہ تعالیٰ کے منشا اور تائید سے قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے آج تحدیاں کر رہا ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کسطرح مخالف شرمندہ ہو رہے ہیں اور وہ ان تحدیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ساری قوم کو بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم جسکو چاہو اپنے ساتھ ملا لو اور اسکا مقابلہ کرو مگر میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر یہ شخص کاذب ہے (معاذ اللہ) جیسا کہ یہ لوگ مشہور کرتے ہیں کہ یہ عربی کا ایک صیغہ کا بھی نہیں جانتا اور اس نے کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر وہ خدا تعالے کی تائید سے بول رہا ہے اسکے قلم میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کام کرتی ہے۔ اور یہ انسانی طاقت میں ہرگز ہرگز نہیں کہ خدا تعالے کا مقابلہ کر سکے اگر انسانی طاقت بھی ایسا کر سکتی تو پھر خدا خدا ہی نہ رہتا۔ ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے نہ نکلنے ہی نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ راستباز ہے اور خدا تعالے اسکی تائید کر رہا ہے اور یہ کاذب کی تائید نہیں کیا۔

غرض

یہ وہ زمانہ ہے کہ ہم پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تازہ کمالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں یہ بات بالکل سچی ہے کہ اگر یہ شخص نہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور معجزات ایک افسانہ سے بڑھ کر نہ ہوتے جواب واقعات اور مشاہدہ کے رنگ میں نظر آ رہے ہیں اور یہ سب کچھ اسی کے طفیل سے ہے جسکے بلانے سے تم آج یہاں جمع ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں صحابہ محض اللہ تعالیٰ کے جلال و غیرت کے اظہار کے لیے دور و دراز کے سفر کرتے تھے اور خدا تعالے کی رضا کو حاصل کرتے تھے وہی رنگ یہاں دکھایا جاتا ہے کہ ایک جماعت کو آج طیار کیا ہے جو جنگلوں کو طے کرتی ہوئی اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دور و دراز بلاد میں جائے گی اور اسکی غرض کیا ہوگی؟ اللہ کے جلال کا اظہار اسکی گم شدہ توحید کو پھر دنیا پر ظاہر کرنا۔ کیسی پاک اور مبارک غرض ہے آج سفروں کے لیے ہر قسم کی آسایش اور سہولت کے بہم پہونچنے کی وجہ سے لوگ دور و دراز ولایتوں کے سفر کرتے ہیں اور آئے دن ایسے مسافر روانہ ہوتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں ان کی غرض کیا ہوتی ہے؟ دنیا اور صرف دنیا

کوئی ولایت کو جاتا ہے ماں باپ اور احباب اور وطن سے جدا ہوتا ہے اسلیے کہ وہاں جا کے بیرسٹری کا یا کوئی اور امتحان پاس کرے اور دنیا کمائے۔ پھر وہاں سے وہ کیا لاتا ہے۔ علمی یا عملی طور پر خدا کے نہ ہونے کا اقرار یہ تو روحانی ترقی ہوتی ہے اور مارل اینڈ سوشل اصلاح جو وہ کر کے آتا ہے وہ تم میں سے اکثر کو ایسے لوگوں کے دیکھنے سے معلوم ہوئی ہوگی لیکن آج یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک جماعت سفر کرتی ہے لیکن اس سفر کی غرض خدا اور صرف خدا ہے۔ ان لوگوں کی حالت پر جب میں نظر کرتا ہوں تو میرے دل میں انکی عظمت بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ پاک اغراض اور مقاصد لے کر جاتے ہیں۔

یہ اپنے احباب اور عزیزوں سے جدا ہونگے جنگل اور بیابان کاٹتے ہوئے جاوینگے۔ اور ایسی ایسی مقامات پر یہ پہنچیں گے جہاں کہ ہمیں انکی کچھ بھی خبر نہ ہوگی ان کے ساتھ کیا گذر رہی ہے اگر وہ کسی مصیبت اور مشکلات میں مبتلا ہو جاویں جو سفروں میں ممکن ہے (اور ہماری دعا ہے کہ وہ ان مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہیں آمین) تو تم میں سے کون ہوگا جو انکی اسوقت مدد کر سکے گا۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ وہ تم سے اتنے دور ہوں گے کہ اول تو اطلاع آنی مشکل اور اگر آئے بھی تو بہت دیر کے بعد۔ اور پھر وہاں تک پہونچنا بہت مشکل اور دقت طلب ہوگا۔ مگر یہ لوگ ان تمام مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے طیار ہو گئے ہیں انھوں نے اپنے اعزہ اور احباب کی محبت وطن کی الفت اور آرام کی پروا نہیں اور اس سفر کو مقدم رکھا۔

تازہ الہام مقام گورداسپور

(۱) اَنْتَ مِنِّیْ وَ مِنْکَ

(۲) عَسٰی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

قرآن شریف کے متعلق اس نے اگر بتایا کہ اس میں خوارق اور معجزات کی وہی طاقت موجود ہے جو پہلے تھی۔ وہ کرامات دکھلا سکتا ہے۔ مہبط وحی ہو سکتا ہے۔ اگر قرآن شریف کی تاثیر اور قوت اب نہیں رہی۔ تو اس کا کیا فائدہ وہ چھتا جس میں سے مصری نکل گئی ہے۔ تو وہ کیا کام آسکتا ہے۔ لیکن اگر اس میں مصری موجود ہو تو وہ بیشک اس قابل ہے کہ آنکھ سے دیکھیں اور ہاتھ اوسکی طرف لپکے۔

تمام مسلمانوں اور قوموں نے اپنی کتابوں کی نسبت یہ دعوے کر رکھا تھا کہ وہ اس چھتے کی طرح ہیں جس میں مصری نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے اس جری اور مسیح نے آکر یہ دعویٰ کیا کہ نہیں اس میں مصری موجود ہے۔ وہ بدستور شفا اور نور اور رحمت اور ہدایت ہے اس کے برکات و انوار اس کی ثمرات اور نتائج بلاتفاوت ہو کر اب بھی اسکی پیروی سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اس مہبط وحی کے وقت تھے۔

اور پھر یہ دعوے نرا دعویٰ ہی نہیں رہا بلکہ اس نے پر زور دلائل اور تجربوں کے ساتھ اس کو ثابت کر کے دکھا دیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے مگر افسوس ظالم طبع انسان اپنے محسن اور محبوب سے انکار کرتا ہے۔ اسیطرح پھر اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات۔ ملائکہ۔ انبیاء و رسل اور کتاب اللہ کے مطابق لوگوں میں حقیقی اور لذیذ ایمان بالکل نہ رہا تھا جو اس نے آکر پیدا کیا ہے اس نے واضح اور قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ ساری ہستیاں حق ہیں کیا یہ چھوٹا احسان ہے؟

پھر قرآن شریف کا عظیم الشان اور مایۂ ناز مسئلہ دعا کا تھا جو اس مجید کتاب کے اول اور آخر میں لکھا ہے یعنے جیسے پہلے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا ہے آخر میں قل اعوذ برب الناس کہکر پھر اس مسئلہ دعا کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن اس زمانہ میں ایک گروہ تو سرے سے دعا کو محض لا شے سمجھتا تھا اس کے نزدیک دعا پر ایمان لانے بڑھکر بیوقوفی ہی کوئی نہیں جو مانتے تھے اون کا ماننا نہ ماننا برابر ہو چکا تھا اس لئے کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو قبولیت دعا کے نمونے دکھلا سکتا ہو اور جب دعا جیسی نعمت سے اہل عالم بے بہرہ ہو چکے تھے اور علمی و عملی طور پر اس سے ناواقف تھے بلا اس اعتقاد پر ہی ہنسی کیجاتی تھی تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کس پایہ کا ہوگا کیونکہ دعا ہی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان باللہ کو مضبوط ہی نہیں بلکہ زندہ کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کو اور اس کی تصرفات و اقتدار کو وجود و کائنات پر رکھتا ہو دکھاتی ہے۔ اس خدا کے مسیح نے ہی آکر اس مسئلہ کو بھی زندہ کیا اور قبولیت دعا کے تازہ بتازہ نمونے منکرین دعا کے سامنے پیش کئے اور انہیں پکار کر کہا۔

قصہ کوتاہ کن بہ بین از ما دعائے مستجاب

اس قسم کی آواز اس زمانہ میں کسی طرف سے نہیں آتی تھی اور آ کیونکر سکتی جب تک کوئی اس مقام اور مرتبہ پر پہونچا ہوا نہ ہوتا۔

مجھے ہمیشہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف قرآن مجید اول اور آخر میں دعا کے مہتم بالشان مسئلہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور شروع ہی میں یہ دعا سکھلاتا ہے کہ منعم علیہ کی راہ ہمیں دکھا یعنے انبیاء علیہم السلام کے برکات عطا کر اس میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا تھا کہ ہر زمانہ میں قرناً بعد قرن ان کے برکات اور تاثیرات زندہ رہیں گی۔ اگر کوئی شخص بھی ان برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہونا مقدر نہیں تھا تو پھر یہ دعا کیوں تعلیم کی۔ کیا آج تک ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا جو لکھ سکے کہ میری دعا قبول ہوئی ہے۔ قوم زندہ قوم اسیوقت تک ہی جب تک اس میں دعا کا زندہ نسخہ موجود ہے۔ اگر دعا نہیں تو قوم کو مردہ کہنا چاہیئے۔

اس لئے قرآن کریم نے پہلے منعم علیہم کے برکات کے نزول اور حصول کی دعا سکھائی۔ اور آخر میں خاتمہ بالخیر کیلئے سکھایا کہ خدا کی راہوں کے دشمن خناس سے بچیں۔

لیکن اگر خدا کا مسیح نہ آیا ہوتا تو جیسے اور بہت سی صداقتوں کا خون ہو گیا تھا یہ مسئلہ بھی جاتا رہا تھا۔

غرض یہ اصلاح تو اس نے اندرونی طور پر کی ہے یا یہ کہو کہ احقاق حق کیا ہے۔ اب میں مختصراً دکھانا چاہتا ہوں کہ ابطال باطل کیواسطے کیا کیا ہے۔ سب سے بڑھکر ایک باطل جسنے سارے حقوں پر حملہ کرنے کیلئے سارا زور لگایا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا وہ باطل جسنے اللہ تعالیٰ کے مقدسین راستبازوں اور نبیوں کی بے ادبی کی ہے۔ وہ عیسائی مذہب ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو ایک عاجز انسان اور تمام بشری کمزوریوں کے تخمیر کو خدا اور اس کو عرش پر زندہ خدا کہتا ہے اور پھر مسیح کو ایک طرف خدا کا فرزند اور خود خدا مانکر اس کو لعنتی مانکر خون گرایا ہوا مانکر اپنی نجات کا موجب قرار دیتا ہے۔ ایک کوبرا (زہریلا سانپ) ہے جو راستی کو ہلاک کر رہا ہے اور آدم کی اثیری کو کچل رہا ہے۔ اس آدم ثانی نے آکر آدم اول کا انتقام لیا ہے۔ اور ظاہر کر دکھلایا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح الوہی اور خدا ہو۔ آدم زاد کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی کی لعنتی موت اور خون بنی آدم کی رستگاری و نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔

اے عزیزو! اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ اس آدم ثانی نے اس باطل کا سر کسطرح کچلا ہے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہاری سو جبین و عباد کرآتیں اور تم قدس قدس کہتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ستایش اور اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سجدوں کو ہی نکلتے خطبہ میں میں چونکہ مفصل بحث اس پہلو پر نہیں کر سکتا کیونکہ وقت تہوڑا ہوتا ہے۔ اس لئے میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ کہتا ہوں کہ حربہ جو عیسائی مذہب پر چلایا گیا ہے وہ موت مسیح کا ہے یہ حقیقت میں یہ ایک ایسا حربہ ہے کہ جس سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہجاتا۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاوے جیسا کہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ مر گیا تو وہ خدا نہیں ہو سکتا اور پھر جب اوسکی صلیب سے نجات اور رہائی ثابت ہو گئی کہ وہ صلیب پر نہیں مرا تو گو بجائے خود صلیبی موت کو نجات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تاہم جس عقیدہ کی بنا پر یہ مسئلہ مانا گیا ہے اگر وہی غلط ثابت ہو تو باقی کیا رہجاتا ہے۔ یہ یقیناً یاد رکھو کہ عیسائی مذہب کا سارا دار و مدار اس لکڑی پر ہے جس پر مسیح لٹکایا گیا اور اس پر اسکی موت انکے مذہب کی جان ہے۔ مگر اب دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اس لکڑی پر نہیں مرا اس لئے کہ وہ خدا کا راستباز اور برگزیدہ نبی تھا اور اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مر گیا ہے۔ مسیح کی موت ... عیسائی مذہب پر موت آگئی ہے اور ان کے گھروں میں ایک ماتم سا ہے۔

احمق نادان مسلمان چلاتے اور چیختے ہیں اور عیسائیوں کی حمایت کیلئے چلاتے ہیں کہ نہیں مسیح زندہ ہے۔ مگر وہ غلطی پر ہیں اور اس سے آگاہ نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کی موت میں اسلام اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اور سب سے بڑھکر خدا کا زندہ ہونا اسی سے ثابت ہوتا ہے اسی ایک مسئلہ سے اس زبردست باطل کو کچل ڈالا گیا۔

پھر ایک دوسری قوم جس نے اس ہندوستان میں پرورش پائی اور یہاں ہی کے رہنے والے ہے اس باطل کے پیالوں کو گھونٹ پی کر زندہ ہوئی تھی اس کے لئے اس کے گھر میں سے نیوگ کا ایک مسئلہ دکھا کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کے اعتقاد میں دکھایا کہ وہ ایسے خدا کو مانتی ہے جو ایک ذرہ کو بھی پیدا نہیں کر سکتا اور اپنے کسی عاشق زار اور پریمی بھگت کو بھی نجات نہیں دے سکتا۔

غرض احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے جو کچھ اس نے کیا ہے اسے غور سے دیکھو پھر تمہیں اسکا حسن اور خوبصورتی نظر آئیگی۔

اب ان امور پر غور کر و اور سوچ کر جواب دو کہ کیا یہ وہی مسیح موعود نہیں ہے جس کے لئے کہا گیا تھا کہ لیظهره على الدين كله جیسے بادل کے برسنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اسیطرح یہ وہ ٹھنڈی ہوائیں آ رہی ہیں قیصر جرمن چلا اٹھا ہے کہ انسان کو خدا بنانا حماقت ہے۔ انگلستان چلا اٹھا ہے کہ عیسائی مذہب کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ بورکات اللهم عليك وصلوٰة الله عليك ايها المسيح

اب رسول کریم کی عزت کے دن آگئے ہیں اور ہم سب ملکر خدا کے برگزیدہ مسیح کی مدد کریں اور وہ یہ ہے کہ پاکیزہ چال چلیں اور دل سے اسکی نصرت کی دعائیں کریں۔

تازہ الہامات

۳۱ مئی ۱۹۰۴ء۔ انا فتحنا لك فتحًا مبينًا

یکم جون ۱۹۰۴ء (۱) انّی انا الرحمٰن ساجعل لك سهولةً فی امرك

(۲) انّی انا التواب من جاءك جاءنی

(۳) ولقد نصركم الله ببدرٍ وانتم اذلةٌ

(۴) سلام علیكم طبتم

(۵) عفت الدّیار محلها ومقامها (متعلق طاعون)

(۶) (رؤیا) عطر کی شیشی ہاتھ میں ہے ہاتھوں پر اور پگڑی پر عطر مل رہے ہیں۔

احسانِ عام

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک

۱۔ اپنے ہم جنسوں سے شفقت اور نرمی برتنی تمام نوع سے ہمدردی کرنی ان کا بھلا چاہنا بلکہ اپنی منفعت پر غیر کی منفعت کو مقدم رکھنا۔ اپنے دشمنوں، مخالفوں، اور بدخواہوں سے احسان و مروت اور عموماً دوستی کرنا بلکہ اپنے مخالفوں کی خطاؤں سے درگذر کرنا اپنے دشمنوں کی بدخواہیوں کو معاف کرنا ان کی عداوت اور ایذا دہی پر صبر کرنا۔ اور برائی کے عوض ہمیشہ بھلائی کرنا۔ یہ عمدہ اور افضل محاسن اخلاق ہیں۔ جو ہمارے اسلام اور قرآن نے ہم کو سکھلائے ہیں۔ ہر چند کہ حکمائے سابقین گئی زمانوں کے تجربہ اور عرصہ درازکی فکر و غور سے ایسے محاسن اخلاق کے قریب قریب پہنچے تھے۔ اور نہ کوئی ایک ہی حکیم تھا جس نے یہ سب عمدہ مکارم اخلاق کی باتیں سکھلائی ہوں بلکہ مختلف و متعدد حکیموں اور فیلسوفوں نے بہت کچھ سرد و گرم زمانہ دیکھ کر ان میں سے بعض بعض باتیں محاسن اخلاق کی بیان کیں الا چونکہ انسانی خیالات تھے جن کا ٹھیک ٹھیک ہر ملک و مزاج کی مختلف طبیعتوں کے اندازہ کے موافق ہونا ان حکیموں کی عقل کی دور اندیشی سے باہر تھا اور خیالات انسانی افراط و تفریط سے بھی خالی نہ تھے۔ لہذا ان پر وثوق کلی اور اعتماد قطعی بغیر وحی کے انکشاف کے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ وحی الٰہی جس کا انکشاف تمام عالم پر قرآن کے ذریعہ سے ہوا۔ اس وحی کامل نے ان سب اخلاق حسنہ کو تمام و کمال ہر ایک زمانہ اور ملک کے مناسب حال اور اندازہ کے موافق ہم لوگوں پر ظاہر و منکشف کیا +

۲۔ اس بارہ میں جو احکام ہم کو قرآن شریف کے ذریعہ سے ملے ہیں وہ ایسی وضع اور صورت میں نہیں ہیں کہ ان کو کسی خاص سورت یا رکوع میں بحیثیت مجموعی جمع کرکے رکھا ہو جو کہ تصنع اور تکلف سے خالی نہ ہوتا۔ اور جس سے کہ ایک طرح کی دکھلا دینے کی ترکیب اور ظاہری بندش پائی جاتی بلکہ تمام مصحف میں ان پاک احکام اور عمدہ اخلاق کو ہر ایک قسم کے ذکر میں ایسی ہی مصلحت سے متفرق بیان کیا ہے کہ پڑھنے اور سننے والوں کو ہر وقت اور ہر مضمون کے ساتھ ان نیکیوں اور اخلاق کی تنبیہ اور یاد دہانی ہوتی رہے اور اس وحی کے جس مقام کو بلا قصد اور بلا تعین پڑھا جاوے وہیں پر ان میں سے کوئی نہ کوئی نصیحت ضرور مل جاوے +

۳۔ ہم کو قرآن مجید یہ بات سکھلاتا ہے کہ ہم کو لازم ہے کہ بدی کے عوض میں نیکی کریں۔ اور خدا کا یہ مسلم حکم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کی برائی کے عوض میں بھلائی کریں۔

(۱) و یدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدار (رعد ۳)

یہ لوگ برائی کے عوض میں بھلائی کرتے ہیں یہی لوگوں کے لئے دار آخرت ہے۔

(۲) اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا و یدرءون بالحسنۃ السیئۃ (قصص ۵)

ان لوگوں کو دو بار اجر ملیگا۔ اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے بدلے۔

(۳) ادفع بالتی ھی احسن (مومنون ۶)

بری بات کا جواب وہ کہہ جو کہ بہتر ہے۔

یہ صاف سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ہم کو محض حکماً یہ بات سکھلا دی یا ہم اس کو بلا تصدیق محض ایمان کی راہ سے تسلیم کرلیں۔ نہیں بلکہ اس نیکی کرنے کی بدیہی دلیل اور صریح نتیجہ بھی بتلا دیا۔

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم۔ (حم سجدہ)

برابر نہیں نیکی اور نہ بدی۔ جواب میں تو کہہ اس کو بہتر پھر تو دیکھ لے کہ جس میں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔

(۴) پھر قرآن ہم کو یہ بھی سکھلاتا ہے کہ بدلا لینا گو معروف یا مقتضائے عدالت ہو۔ اور ایسا کرنا سہل بھی ہے مگر اس کی کرنا یہ اخلاق کا یہی حکم ہے کہ مخالفوں کی خطاؤں اور برائیوں کو معاف کرو اور عموماً درگذر کرو۔

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ (شوری ۔ ۴۰)

برائی کا بدلہ برائی ویسی ہے پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوار دے تو اسکا ثواب ہے اللہ کے ذمے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین (نحل)

اگر بدلا لو تو بدلا لو اسقدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنیوالوں کو ملے۔

ولمن صبر و غفر ان ذلک من عزم الامور۔ (شوریٰ)

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ (بقر)

سو معاف کرو اور درگذر کرو جبتک بھیجے اللہ اپنا حکم۔

فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین (مائدہ ۲)

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے۔ اللہ بیشک دوست رکھتا ہے نیکی والوں کو۔

فاصفح عنھم وقل سلام۔ (زخرف)

و تو درگذر کر ان کیطرف سے اور کہہ سلام۔

ان آیات محکمات میں قرآن نے کئی طرح سے ہم کو نصیحت کی کہ برائی کرنیوالوں کو معاف کرو۔ بدلا نہ لو بلکہ صبر کرو بخشش دو درگذر کرو اور مخالفوں سے نیکی کرو ان پر احسان رکھو۔

(۵) اور اس سے زیادہ اور بھی صاف صاف کہدیا

یا ایھا الذین آمنوا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم وان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور رحیم۔ (تغابن)

اے ایمان والو بعض تمہاری جوروئیں اور اولاد دشمن ہیں تمہاری۔ سو ان سے بچتے رہو۔ اور اگر معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

دیکھیے اس میں دشمنوں کے حق میں بھلائی اور احسان کے واسطے کیسی تاکید سے الفاظ فرمائے ہیں معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ بخشش دینا۔ اور اس پر یہ بھی آخیر میں اشارہ کیا ہے کہ خدا غفور و رحیم ہے پس تم بھی اپنے دشمنوں سے ایسی خصلت بخشش اور رحم کی اختیار کرو۔

(۶) قرآن شریف نے ہم کو یہ بات بھی اچھی طرح سے واضح کردی کہ ہماری یہ خصلت کہ ہم اپنے دشمنوں سے مہربانی کریں۔ ان کی برائیوں سے درگذر کریں۔ کیوں پسندیدہ ہے اور ہم کیوں ایسی رعایتیں اور عنایتیں اپنے مخالفوں سے کریں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ (نور ۔ ۳)

اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ معاف کرے تم کو۔

اس میں صاف سمجھا دیا کہ چونکہ تم اپنے گنہگاروں خطا کاروں۔ دشمنوں اور مخالفوں سے ایسا شیوہ عفو و غفران کا اختیار کروگے تو خدا بھی تمہاری خطاؤں سے درگذر کریگا۔

اس فقرہ میں "الا تحبون ان یغفر اللہ لکم" بڑی حکمت بھری ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری خطاؤں کو معاف کرے تو لازم ہے کہ ہم بھی اپنے خطا کاروں کی تقصیریں معاف کریں۔ اگر ہم توقع رکھتے ہیں کہ خدا ہم کو بخشے تو ضرور ہے کہ ہم بھی اوروں کی خطائیں بخشدیں یہ آیت ہم کو صاف یہ سکھلاتی ہے کہ ہم ہمیشہ خدا سے یہ دعا کریں کہ جیسے ہم اپنے تقصیرواروں کو معاف کرتے ہیں ویسے ہی خدا بھی ہماری تقصیریں معاف کرے۔

(۷) باہم کی معاشرت میں (خواہ ہمارے اہل معاشرت مسلمان ہوں یا غیر مسلمان دوست ہوں یا مخالف) عدل و احسان برتنا اور انصاف مد نظر رکھنا ایک حکم محکم اور امر لازم ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (نحل)

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنیکو اور بھلائی کرنیکو۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ۱)

آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ پر اور زیادتی پر۔

پھر اس کو بھی واضح کرکے صاف سمجھا دیا کہ کسی قوم کی عداوت تم کو عدل کرنے سے باز نہ رکھے اور کسی جماعت کی دشمنی تم کو انصاف کرنے سے نہ روکے تم سب اپنے دوستوں سے اور دشمنوں سے عدل و احسان اور انصاف برابر قائم رکھو۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (مائدہ ۲)

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کیلئے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو۔ عدل کرو یہی بات لگتی ہے تقویٰ سے۔

(۸) بعض نکتہ چین ظاہر بین مخالفان اسلام نے ان ظاہر اور روشن احکام سے تغافل کرکے ایسا گمان کر لیا کہ گویا قرآن ایسے احکام عفو عام بخشش تام اور محاسن اخلاق سے خالی ہے اور اسی قدر پر اکتفا بلکہ اور بھی ترقی کرکے سمجھے کہ قرآن میں بعض احکام ان نیکیوں کے برخلاف ہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

تمام محاسن اخلاق کے پیشوا اور سب نیکیوں کے مولیٰ ہمارے پیغمبر خدا ہیں۔

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

اور ہم کو ان کے افعال کا کیا اچھا نمونہ ملا ہے کہ وہ اپنے سب دوستوں اور دشمنوں سے کمال نرمی شفقت اور رحمت سے پیش آتے ہیں اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس کی دلیل بھی بدیہی موجود ہے کہ اگر پیغمبر خدا کے اخلاق ایسے نہ ہوتے تو یہ جتنے لوگ ان کے ساتھ جمع ہوئے تھے اور مخالفین تھے ان سے لوٹ کر آتے تھے ان میں سے ایک بھی نہ آتا کسی بد مزاج خشونت کرنیوالے کے پاس کوئی نہیں آتا بلکہ یہ شفقت اور اخلاق نرم دلی اور ملائمت ہے جو سب کو اپنا ہو یا بیگانہ کھینچ لاتی ہے۔ دیکھو وہ آیت قرآن جو ہمارے مضمون کی زیبندہ عنوان ہے اس پر پھر نظر کرو اور پڑھو کہ خدا پیغمبر سے فرماتا ہے

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم۔

یہ کچھ خدا ہی کی مہر ہے کہ تو ان کو نرم دل ملا اور اگر تو سخت اور سنگدل ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے لئے دعائے مغفرت کر۔

پس ہم کو قرآن شریف کے احکام اور پیغمبر کے نمونہ سے یہی واجب و لازم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے بھی نرمی و محبت پیش آویں ان سے بھی نیکی اور بھلائی کریں اور باہم برادرانہ برتاؤ کریں تاکہ بدگمانوں کی غلط فہمی ہماری قول اور فعل سے دور ہو جاوے +

(۹) مگر اسمیں شک نہیں کہ فرق مراتب ضرور ہے

ہم کو عام محبت کا حکم ملا ہے مگر یہ مراد نہیں کہ جو اور محبت خاص کی اہلِ ایمان سے کی جاتی ہے اس کا مرتبہ عام محبت سے زیادہ ہے ویسی ہی اخلاق غیر ایمان والوں سے بھی برتیں۔ چنانچہ جو شدت کفار کی سرزنش میں ان سے عصیان فرمائی فساد اور ناحد ازمی کی وجہ سے (اگرچہ وہ بھی نرمی اور سلامتی کے ساتھ) ان سے برتی جاتی ہے۔ اور جو محبت ایمانی اور خاص دوستی جس کو ایمان کی حیثیت سے ہے نہیں مستحق ہیں۔

علاوہ اس کے عام دوستی کی جو مقتضائے فطرت الٰہی ہر ایک انسان کو کرنی چاہیے) ان دونوں باتوں کی تفاوت پر اس آیت میں اشارہ ہوا ہے۔

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم +

محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں۔

نیز یہی فرق اور امتیاز ہے جو مندرجہ بالا اور اس کے ہم مضمون آیتوں میں بیان ہوا ہے اور اسی فرق اور امتیاز کی اعتبار پر قواعد جنگ اور قتال میں نامناسب ہے کہ مسلمانوں کے گروہ کے آدمی مخالفین اور مقاتلین سے محبت کر کے اپنی ضعف اور شکست کا باعث ہوں۔ مگر صاف صاف کہہ دیا کہ جو دشمن اور مخالف تم سے دین کی بابت قتال نہیں کرتے ان سے نیکی اور انصاف کرو۔ کیونکہ خدا نیکی کرنے والوں اور انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ صرف انہیں لوگوں سے ایسی دوستی منع کی گئی ہے جو کہ دین کی بابت مسلمانوں سے لڑتے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو گھر سے نکالا اور اس پر ایک دوسرے کی مدد کی۔

لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین۔ انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی اخراجکم ان تولوهم ومن یتولهم منکم فاولئك هم الظالمون۔ (ممتحنه)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔ اللہ صرف منع کرتا ہے تم کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے۔ اور مدد کی تمہارے نکالنے پر کہ ان سے کرو دوستی۔ اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہ لوگ ہیں گنہگار

پس جنگ و قتال کی حالت کا ایک خاص قاعدہ ہماری معاشرت کا دستور العمل نہیں ہے بلکہ ہماری حسن معاشرت کا حکم عام یہی ہے۔

لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین۔

(۱۰) یہ بات کہ منافقوں اور کافروں سے ان کی شرارت اور فساد کی وجہ سے ان کی سرزنش اور تنبیہ اور تغلظ فی القول کرنے میں وہ رعایت عام دوستی اور صلح و آشتی کی برتی جاتی ہے۔ اور یہ سرزنش بھی نرمی و سلامتی کے ساتھ کرنی چاہیے اس کے ثبوت میں قرآن شریف کے یہ احکام ہیں

۱۔ فاصفح عنهم وقل سلام (زخرف)

سو درگذر کر ان سے اور کہہ سلام ہے۔

۲۔ اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (فرقان)

اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

۳۔ ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (نحل)

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی بات سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور بحث کر اس طرح جو احسن ہے۔

۴۔ ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن۔

نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر اس طرح سے جو سب سے بہتر ہو۔

۵۔ واعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا۔ (نساء)

اور ان سے درگذر اور ان کو نصیحت کر اور ان کے حق میں کہہ بات کام کی۔

ان آیتوں کے حکم سے ہم کو لازم ہے کہ جب ہم اہل معاصی اور کفار سے سرزنش کریں اور ان کے فساد اور ناخدا ترسی پر ملامت کریں تو اس کو نیک طریقہ سے نرمی کے ساتھ بحال اخلاق سمجھاویں۔

(۱۱) اس مقام پر مسئلہ اکراہ کا بیان بھی ضرور ہے کہ آیات قرآن مجید میں تو مخالفوں سے ایسی نیکیاں اور نیک سلوک کرنے کا حکم ہے اور فہمائش اور سرزنش میں بھی اخلاق کی رعایت پر ضرور ہے تو ایسی صورت میں مسلمان ہونے پر مجبور کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایک ذخیرہ عدم اکراہ کے احکام کا موجود ہے جس سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مذہب کے باب میں زبردستی کا حکم ہوا ہو یا کبھی جبر کیا گیا ہو۔

(۱) فذکر انما انت مذکر لست علیهم بمصیطر۔ (غاشیه)

پس تو سمجھا تیرا کام سمجھانا ہے تو ان پر داروغہ نہیں

(۲) قل اطیعوا الله واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوه تهتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (نور)

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو اس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو تم پر رکھا۔ اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ اور پیغام والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا

(۳) فان تولوا فانما علیك البلاغ۔

پھر اگر وہ پھر جاویں تو تیرا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے

(۴) من یطع الرسول فقد اطاع الله ومن تولی فما ارسلناك علیهم حفیظا۔

جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان

(۵) اتبع ما اوحی الیك من ربك لا اله الا هو واعرض عن المشرکین (انعام)

تابعداری کر تو خدا کی بھیجی ہوئے حکم کی جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مت التفات کر مشرکوں کی طرف۔

(۶) افانت تکره الناس حتی یکونوا مومنین (یونس)

اب کیا زور کرے گا تو لوگوں پر کہ ہو جاویں با ایمان

(۷) وما انت علیهم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔ (ق)

اور تو نہیں ان پر زور کرنے والا سو تو قرآن سے اس کو جو ڈرا میرے وعید سے۔

(۸) اطیعوا الله واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن)

کہا مانو اللہ کا اور رسول کا پس اگر وہ پھر جاویں تو ہمارے رسول کا ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے

(۹) ان هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا۔ (دهر)

یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ اختیار کرے۔

(۱۰) لکم دینکم ولی دین۔ (کافرون)

تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

(۱۱) لا اکراه فی الدین۔

دین میں کچھ زبردستی نہیں۔ (بقر)

(۱۲) یہ سب آیات محکمات ہیں جو مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یعنی اس زمانہ کے لئے ہیں جب اسلام میں ضعف تھا۔ اور اس وقت کی بھی ہیں جب اسلام کو تمکنت اور شوکت حاصل ہوئی مگر جو نکہ کسی حالتمیں جبر و اکراہ جائز نہیں رکھا گیا اس لئے وہی ایک بات ہر جگہ صاف صاف بیان کی گئی۔ اور ایسا ہی برتا بھی گیا چنانچہ عین جدال و قتال کی حالتمیں بھی باوجود طرفین کی مخالفت کے جو مشرک طلبگار امن ہو کر جماعت اسلام کی طرف چلا آتا تو اس کو صرف قرآن کے پاک احکام اور نصائح سنا دینے کا حکم تھا اور جب وہ سن چکے تو اس کو وہیں پہنچا دیتے جہاں اس کی امن کی جگہ ہے۔ حالانکہ یہ موقع اکراہ و جبر کا تھا مگر ایسی بات تو کبھی قرآن شریف میں روا نہیں رکھی گئی

وان احد من المشرکین استجارك فاجره حتی یسمع کلام الله ثم ابلغه مامنه ذلك بانهم قوم لا یعلمون۔ (براءة ۵)

اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے جب تک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو جہاں وہ نڈر ہو۔ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ جانتے نہیں

یہ آخری فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کے محاسن اور قرآن کے مکارم اخلاق کی خبر نہیں۔ اس لئے وہ جانتے نہیں ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ پس ان کو مسلمان کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ ان کو قرآن سنایا جاوے اور اسکی افضل تعلیم اور عمدہ نصائح سننے والے کے دل میں اثر کریں۔

(۱۳) یہاں ذکر مقاتلات اسلامی کا آگیا اور ہم کو اس کے ضمن میں یہ لکھنا مناسب معلوم ہوگا کہ مقاتلات اسلامی کی منشا صرف مدافعت تھی اور یہی غرض تھی کہ مشرکین کے ظلم و عدوان سے ضعفائے مسلمین کو نجات ملے اور ان کو بے روک ٹوک خدا کی عبادت کا موقع ملے۔ اور مخالفوں کی زیادتی اور موذی کفار کا ظلم و ستم دور کیا جاوے اور ان کی لڑائی بند ہو جاوے یہ غرض نہیں ہے کہ وہ جبراً مسلمان ہو جاویں

لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد (حج)

اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم اهلها (نساء)

کیا وجہ کہ تم خدا کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ یارب ہم کو اس شہر سے جس کے لوگ ظالم ہیں نکال لے۔

عسی الله ان یکف باس الذین کفروا (نساء)

قریب ہے کہ اللہ بند کرے لڑائی کافروں کی

اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مدافعت کی لڑائی میں ابتدا مخالفوں کی طرف سے ہونی چاہیے کیونکہ انہیں کے ظلم و عدوان پر بنا چار مدافعت کی ضرورت پڑی اور یہی بات قرآن شریف میں بھی منصوص ہے

هم بدؤکم اول مرة۔ اور مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ تم ہرگز ابتدا نہ کرو ولا تعتدوا

۱۴۔ مخالفوں سے تو علی العموم قرآن شریف میں ایسی نیکیاں اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عین حالت جنگ و جدال کی وہ شفقت اور کریمانہ برتاؤ ہے جو سورہ براءة کی پانچویں آیت سے نقل کیا گیا کہ جو مشرک مسلمانوں کی پناہ میں آوے اس کو قرآن کے احکام و نصائح سنا کر تبیان تک اس سے رعایت کیجاوے کہ جہاں اس کے امن کا مقام ہو وہاں اسے بخیر و عافیت پہنچا دیا جاوے۔ اب لڑائی کے بعد مغلوب اور مقید و مخالفوں کیواسطے عام حکم دیدیا گیا انہیں احسان رکھ کر مفت چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارها ذلك ولو یشاء الله لانتصر منهم ولکن لیبلو بعضکم ببعض (محمد)

پھر جب خوب قتال کر چکو تو قید کر لو اور بعد اس کے یا احسان رکھ کر چھوڑ دو۔ جب تک کہ لڑائی بند ہو جاوے۔ پھر خدا چاہے تو بدلہ لے ان سے مگر وہ تم کو جانچتا ہے۔

نور الدین پر ریویو

نمبر ۴

ریویو کے اس نمبر میں ہم فاضل مصنف کا اپنا ریویو دیں گے اور اس کے بعد اس ریویو پر نظرثانی کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

کیا ہماری کتاب عام پسند ہوگی

ابی اللہ عن تصحیح غیر کتابہ
وکل کتاب غیرہ ذل کا تبہ

الٰہی کتابیں ہی ابتک عام پسند نہیں۔ لاہور جیسے دار السلطنت شہر میں کوئی قرآن کریم ابتک پوری صحت کے ساتھ طبع نہیں ہوا۔ نہ کوئی اعلیٰ علمی کتاب جو الکتاب قرآن کریم کی خادم ہو طبع ہوئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عام پسندیدگی کا کیا حال ہے۔ اور یہ امر کسی مامور و مجدد دین کو بھی نصیب نہیں ہوا کہ اس کی محنت و کارروائی عام پسند ہوئی ہو۔ کیا یہ امر صحیح نہیں کہ ہزاروں ہیں جو مذہبی باتوں کو جنون یقین کرتے ہیں کو ہمیشہ غائب و نہاں ہیں اور مذہبی مقتداؤں میں تو وہی ہے جس کو کہا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ (پ ۲۹ سورہ نٓ)

دوات اور قلم اور وہ عظیم الشان صداقتیں جن کو لوگ لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے (ان کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں کیونکہ وہ تمام تحریریں تیری صداقت کی گواہ ہونگی۔ اور دوسری دلیل یہ کہ مجنون تو خلق نہیں ہوتے اور تو خلق پر کیا خلق عظیم ہے آپکی مقناطیسی جذب اور آپ کے اخلاق ہی تھے کہ ارض عرب آپکے ملک پر اپنے خون کو پانی کیطرح بہاتے تھے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ تیری محنت کا بدلہ غیر محدود و غیر منقطع اور مجنونوں کی افعال و محنت کا تو کوئی بدل ہی نہیں ہوا کرتا۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ مجنون کے افعال و اقوال نیک ثمرات خیر اور منتج کسی نیک نتیجہ کے نہیں ہوا کرتے۔ اور تیرے اقوال اور تیرے افعال کا نتیجہ تو سبھی دیکھ لینگے

اور دوسرے لوگ بھی دیکھ لیں گے اور یہ کیسی سچی پیشگوئی نکلی۔ دنیا میں صرف آپ ہی اکیلے ایسے کامیاب ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (پ ۶ مائدہ) کی آواز اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے سنی۔ اور رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (پ ۳۰) کا نظارہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اس پر بھی نہ ماننے والوں نے نہ مانا پر مانا۔

میں نہ مامور نہ مجدد۔ یہ میری اس کتاب کو اور اس کے جوابات کو مامور و مجدد۔ اور امام الوقت نے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ پینتیس سوال کے جواب تک ہمیں موقع لگا کہ ہم اپنے جواب حضرت امام علیہ السلام پر عرض کر سکیں بلکہ ہمارے بزرگ سید محمد احسن صاحب نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔ ہاں میرے پیارے دوست اور میرے معزز حبیب مولوی عبدالکریم صاحب نے دیکھا اور کہیں کہیں بقدر امکان اصلاح بھی کی۔ ہمارے مدرسہ کے علما کو افسوس نہ ان باتوں کی دلچسپی ہے اور نہ اپنے محدود کاموں سے فرصت ہے کہ وہ بھی اس کتاب کو سنتے یا دیکھتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کو ان سعید الفطرتوں کے حق میں نافع کریگا جو اس کے علم میں ہیں (غرض)

(۱) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ ہے۔ اور وہ موصوف بصفات کاملہ اور ہر ایک نقص سے منزہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے اسی کے ارادہ اور اسی کی خلق سے یہ تمام مخلوق ہے وہ وراء الوراء محیط کا یات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ وَهُوَ الْاَوَّلُ۔ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى وَهُوَ الْاٰخِرُ ہے جبکہ ہمارا یہ عقیدہ اور یہ ایمان ہے تو سوفسطائی دہریہ مسیحی۔ اور وہ یونانی منطقی اور سناتن جو اللہ تعالیٰ کو علت۔ لا بشرط بشرط لا کرکے مانتا ہے اور وجودی نیچری۔ آریہ سماجی جس کے نزدیک الٰہ خالق ارواح خالق مادہ۔ خالق زمانہ۔ خالق فضا اور ان کی گن۔ کرم۔ سبھاؤ۔ خواص افعال۔ عادات کا خالق نہیں کیون پسند کرینگے

(۲) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ وہ متکلم ہے اپنے پیاروں سے کلام کرتا ہے۔ ارادہ و مشیت سے اس کے کام ہوتے ہیں۔ وہ کلام کرتا رہا کرتا رہتا ہے اور کلام کرے گا۔ اس کی کلام و تکلیم کا کبھی سہو نہیں لگی۔ پس جو لوگ اس کو گم سم مانتے ہیں مثلاً برہمو اور نیچری اور جو لوگ کہتے ہیں وہ دو رب برس سے وہ خاموش ہے اور صرف چار آدمیوں سے سرگوشی کا ابتدا میں بولا تھا یا جو کہتے ہیں کہ مسیح یا نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک بات کرکے اب خاموش ہے اور جن کا وہم ہے کہ مسیح کیطرح بے اختیار وہ کیون پسند کرنے لگے

(۳) ہم مانتے ہیں کہ ملائکہ ہیں انبیاء اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور رسولوں نبیوں پر ہمارا ایمان ہے

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رسول رب العالمین مانتے ہیں پھر ان باتوں کے مخالف کیون پسند کرنے لگے۔

(۴) ہمارے نزدیک ہر ایک شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار اور جواب دہ ہے اور ہم عفو مغفرت۔ شفاعت بالاذن کے معتقد ہیں۔ پس ہماری باتوں سے کفارہ کا قائل کب راضی ہوا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو (کہما) عفو والا نمانے وہ کیونکر راضی ہو۔

(۵) ہم صحابہ کرام۔ اور تابعین عظام کو رضوان اللہ علیہم اجمعین ابوبکر و عمر سے لیکر معاویہ مغیرہ تک اویس قرنی اور حسن بصری سے لیکر ابراہیم نخعی و نافع عکرمہ تک اور اہل بیت میں خدیجہ و عائشہ سے لیکر علی المرتضیٰ اور تمام آئمہ اہل بیت علیہم السلام ان سبکو بحمد اللہ اپنا محبوب اور واجب پیارا اعتقاد کرتے ہیں۔ قال الامام علیہ السلام

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است

پس رافضی۔ شیعہ۔ خارجی۔ ناصبی۔ جبریہ قدریہ۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ معتزلہ۔ قواعل اسلام کے منکر۔ احادیث صحیحہ کے منکر اور ان کو توده طوفان کہنے والے کب پسند کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ معمولی کتب تواریخ بلکہ امور تاریخیہ لغت وکتب بیان کو اپنا مقتدا بنائے ہوئے ہیں۔ ہم آئمہ تصوف۔ آئمہ فقہ۔ آئمہ حدیث آئمہ کلام کی تعظیم و تکریم کو ضروری یقین کرتے ہیں۔ اور انکی مشترکہ سبیل کو سبیل المومنین مانتے ہیں ہاں ان لوگون کی آثار باقیہ۔ فتوح الغیب و فتح الربانی للسید الشیخ عبدالقادر الجیلانی عوارف للشیخ شہاب الدین السہروردی جسکو میرے ابن عم حضرت فریدالدین گنج شکر چشتی ہمیشہ اپنے درس میں رکھتے تھے اور وہ نسخہ جسے حضرت سلطان نظام الدین نے پڑھا ابتک جالیون میں موجود ہے۔ منازل السائرین شرح مدارج السالکین۔ طریق الہجرتین۔ مجمع الفوائد و زاد المعاد للشیخ الاسلام الشیخ ابن قیم۔ فصل الخطاب لخواجہ محمد پارسا مکتوبات لشیخ مشائخنا المجدد احمد السرہندی و فتوحات مکیہ ابن عربی الکتاب الصحیح للامام البخاری الموطا للامام دار الہجرۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے آثار باقیہ تصانیف ابو یوسف امام آئمہ فقہ وحدیث وتصانیف امام محمد الشیبانی والطحاوی الام للشافعی محلی وفصل لابن حزم۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ درء تعارض العقل والنقل والرد علی المنطقیین۔ ومنہاج السنۃ للشیخ الاجل رئیس المتکلمین والفقہا والمحدثین والمفسرین شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیۃ الحرانی والمطالب العالیہ للامام الرازی فتح الباری لابن حجر فتح القدیر وتحریر لابن ہمام۔ اور تمام تصانیف حافظ ذہبی۔ جیسے دول الاسلام

میزان و تذکرہ وغیرہ۔ حجۃ اللہ البالغہ لشیخ مشائخنا شاہ ولی اللہ دہلوی نیل الاوطار شوکانی ایسی موجود ہیں مصنف خدا پرست دکھائی دیتے ہیں انکو ساتھ ہیں ابن المنذر ابن قدامہ ابو یعلیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ اور میں سچے دل سے علی وجہ البصیرۃ کامل یقین کرتا ہوں کہ بیشک یہ لوگ مصداق تھے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ کے (پ ۲۱ سجدہ) اور انکی دعائیں وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (پ ۱۹ فرقان) ضرور ہی قبول ہوئیں پس بڑی ہی بے نصیب ہیں وہ لوگ جو انسانی امامت کے منکر ہیں اور اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے بھید سے ناواقف ہیں انکی عملی حالتیں انپر خود ملامت کرتی ہونگی اگر فطرۃ سلیمہ باقی ہے۔ بحمد اللہ ہم نے ان سب کے اسفار طیبہ کو خوب تحریر پڑھا اور ہم علی وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے برگزیدوں میں اور ناولوں میں سے تھے۔ ہم نے لغت میں بخاری۔ اصمعی ابو عبید۔ ابو عبیدہ۔ مفردات۔ راغب نہایہ۔ مجمع البحار اور لسان العرب اور صرف ونحو میں سیبویہ۔ ابن مالک۔ ابن ہشام اور سیوطی۔ اور قرأۃ میں شاطبی اور ابو عمر دانی اور معانی و بیان میں عبدالقاہر جرجانی مصنف دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور سکاکی مصنف مفتاح العلوم اور ادب میں اصمعی اور تفاسیر میں روایۃً ابن جریر۔ ابن کثیر۔ شوکانی کی فتح القدیر اور درایۃً اور روایۃً دونوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ اور فقط درایۃً میں تفسیر کبیر کو آئمہ سلف کے بعد انتخاب کیا ہے۔ قریب زمانہ کے ہندوستانیوں میں جو اصحاب تصنیف گذرے ہیں انہیں صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ کو میں ممتاز انسان اور ربانی الذہن جانتا ہوں۔ میں حضرت مسیح کی وفات کا قائل ہوں اور میرا کامل یقین ہے کہ وہ قتل اور پھانسی سے بچکر اپنی موت سے مر چکے۔ اس امت میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مغضوب اور ضال تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ پس وہ مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود ہے جس کو ہم میں نازل ہونا تھا۔ وہ مہدی معہود اور اس وقت کا امام بھی ہے۔ اور انہیں میں موجود ہے وہ اختلافوں میں حکم ہے۔ ہم نے اسکی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور حشر اجساد جنت و نار ابدی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھکر اسکو امام مان لیا ہے۔ ہم نے اپنے مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے اسکی تائید میں صرف دو قول بیان کرتے ہیں۔ آداب المتقین فی اہل اللہ میں ہے کہ ... استاذ ... صاحب ارشاد امین آمین کا امام عبداللہ الغزنوی ارکی ہمارا ملک پنجاب میں مشہور کی ہماری امام علیہ السلام

اوّل خاتم النبیین رسول رب العالمین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل پر رویا مین دیکھا ہے اور یہ بسبب ان کی کمال اتباع سنت کے تہا - وہ بہت خوبیوں کو جامع اور علمی و عملی حصہ مین اللہ تعالیٰ نے اونکو خصوصیت سے ممتاز فرمایا ہوا تہا انہوں نے ابن حزم کے بارہ مین توجہ کی کہ یہ بہت سخت الفاظ استعمال مین لاتے ہین اس پر عبداللہ المرحوم کو الہام ہوا - مین اس وقت تک عبداللہ مرحوم کو صادق راستباز یقین کرتا ہون اور اسی یقین پر اس الہام کو شایع کرتا ہون

گفتگوے عاشقان در باب رب
جوشش عشق ست نے ترک ادب
ہرکہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش
نے ادب ماند درو نے عقل و ہوش
ہان و ہان ترک حسد کن با شہان
ورنہ ابلیسے شوی اندر جہان
با درشتے تو بازی میکنی
با ملائک ترک و تازی میکنی

اس لیالی کی شہادت ایک شخص ساکن لاہور کوچہ گنبد دار ان کے پاس ہی اور اس کا نام عبدالحی ہے وہ بہی حسن ظن کے قابل ہیں -

ولا ازکی علی اللہ احدًا دوم حضرت امام سیوطیؒ نے اپنی بے نظیر کتاب الاشباہ والنظائر کی جلد سوم صفحہ ۳۰۴ میں لکہا ہے -

قال فیہ جواب سائل سال عن حرف لو لشیخنا و سیدنا - الامام العالم العلامۃ الاوحد الحافظ المجتہد الزاہد - العابد - القدوۃ - امام الائمۃ - قدوۃ الامۃ - علامۃ العلماء وارث الانبیاء - آخر المجتہدین - اوحد علماء الدین برکۃ الاسلام - حجۃ الاعلام برہان المتکلمین - قامع المبتدعین ذی العلوم الرفیعۃ - والفنون البدیعۃ - محی السنۃ - ومن عظمت بہ علینا المنۃ - وقامت بہ علی الاعداء الحجۃ - واستبانت ببرکتہ وہدیہ المحجۃ - تقی الدین ابی العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیۃ الحرانی دنا دہ - وشید من الدین ارکانہ

دوسری تحریک

جس کا مین صفحہ اول پر ذکر کیا ہے - یعنی صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری کے متعلق ہے - مخدومنا و مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تحریک پر اس کتاب کیلئے چندہ کی تحریک ہوکر بڑا حصہ اسیوقت جمع ہوگیا تہا - اب اس مین صرف پندرہ بیس روپے کی کمی ہے اس چندہ مین بڑی بڑی رقمین ۵۰ از حضرت مولوی صاحب موصوف - ۲۵ از نواب محمد علی خانصاحب ۲۵ از شیخ رحمت اللہ صاحب - اور ۲۵ ایک اور صاحب کی طرف سے پہونچ چکے ہین اور اس کے علاوہ پانچ چہہ روپے کے قریب اور چندہ ہوگیا تہا - کمی مذکورہ بالا کو پورا کرنے کیلئے ایک صاحب ہمت ہی کافی ہے اور اگر زیادہ حصہ لینے والے ہوں تو خدائے تعالےٰ ان سب کو اس کا اجر دے گا -

جو صاحب ان چندون مین حصہ لین وہ منی آرڈر کے کوپن میں اس امر کی تصریح کردین کہ کس مد مین ان کا روپیہ جائے -

خاکسار محمد علی - مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور - ۱۲ مئی سنہ

ریمارک

عرصہ ہی ہمارے پاس بعض کتابین بغرض ریمارک آئی ہوئی ہین اور افسوس ہی کہ ہم ان پر اظہار رائے نہین کرسکے جسکی وجہ یہ ہی کہ بدون پڑہے رائے زنی کرنا لاتقف مالیس لک بہ علم کے خلاف کرنا ہے اور ایک طرح پبلک کو دہوکا دینا ہی - ہان اگر دوست نوازی غرض ہو اور خواہ نخواہ کسی رسالہ یا کتاب کی تعریف کر دینا مقصود ہو تو بجائے اس کے کہ اس پر اندہا دہند رائے لکہی جاوے بہتر ہے اخبار نویس اپنے خریدارون سے اس کتاب کیلئے سپارش کردیوے کہ ہماری خاطر سے اس کا ایک ایک نسخہ خرید لیا جاوے - لیکن ہم نے کبہی پسند نہین کیا کہ بلا دیکہے کسی کتاب پر ریویو یا معمولی ریمارک کرین یہی وجہ ہی کہ اکثر بہت عرصہ تک بعض کتابین پڑی رہتی ہین - مندرجہ ذیل کتابین اسوقت ہماری پاس زیر ریویو ہین

کلیات غالب کامل - جو شحنہ ہند کے ایڈیٹر صاحب نے لکہا ہے اور جسپر اب تک ریویو نہ ہونے کیلئے وہ کئی بار بالواسطہ شکایت بہی کر چکے ہین - ہم نے ابہی تک اسے نہین پڑہا - اسلئے ابہی معذور ہین -

ارکان الاسلام - جسکو منشی سراج الدین احمد خانصاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور نے تالیف کیا ہی اس کتاب کو سرسری نظر سے تو ہم پڑہ چکے ہین اس کے اسپر سرسری رائے تو یہی ہی کہ یہ کتاب بہ خیال آجکل کے نوجوانوں کیلئے مفید ہی - خصوصًا ایسی حالتمین کہ اس سے بہتر کوئی کتاب موجود نہین - یہ کتاب ۱۴۴ صفحون پر اچہے کاغذ پر بہت عمدہ چہپی ہی مضامین کو نہایت سلیس بنانیکی کوشش کیگئی ہی قیمت ۸/ ہے ہمارے خیال مین یہ کتاب بے شک عورتون اور بچون کو پڑہائی جانی چاہئے - اور اگر اسلامی انجمنون کے مدارس مین داخل درس کر دیجاوے تو بہت کچہہ مفید ہوسکتی ہے -

ہمین اس کتاب کو پڑہتے ہوئے اسکی صفحہ ۱۲۱ پر یہ فقرہ پڑہنے کا اتفاق ہوا کہ "البتہ ہم حضرت کو خاتم النبیین مانتے ہین کیونکہ آپکے بعد کسی پیغمبر صاحب شریعت کے آنے کی ضرورت نہین" اس فقرہ مین صاحب شریعت کا لفظ خوب چہپا ہوا ہی - مگر بعد مین مصنف نے اسکو سرخ سیاہی سے قلمزن کیا ہے - جس کے متعلق ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہین کہ ایک صحیح عقیدہ کو چہپانے کی بیجا کوشش کی ہے - ہمارے محترم ہمعصر منشی سراج الدین احمد خان صاحب ہمین اس بے لاگ بات کے کہنے پر معاف رکہین گے کہ یہ خیال غالبًا انکو بعض لوگون کے جنبداری سے پیدا ہوا ہی ورنہ سچی بات یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت خواہ نیا ہو یا پرانا آنیوالا نہین - اگر وہ اس عقیدہ کو صراحت سے بیان کرتے تو شاید انپر احمدی ہونیکا الزام عاید کیا جاتا جسکا انہون نے فیصلہ نہین کیا مگر دین کے معاملہ امر حق کے اظہار مین انہین کسی شخص کی پروا نہین کرنی چاہئے - اگر انکا یہی عقیدہ ہے تو ان کو قلمزن کرنیکی کیا ضرورت! ہان اگر وہ اس کو نہین مانتے تو یہ جدا امر ہے - بہرحال کتاب قابل قدر ہے -

---

تیسری کتاب فیصلہ قرآن معروف بہ تکذیب قادیانی ہے جسکو حکیم حافظ محمد الدین نے معمولی کاغذ کے ۹۰ صفحون پر چہاپ کر مرکز بہیجنا چاہا ہم اس کتاب پر چونکہ تفصیلی ریمارکس کرنیکا ارادہ رکہتے ہین انشاء اللہ العزیز - اسلئے کسی اگلی اشاعت پر ملتوی کرتے ہین اس کتاب کا ہمارا ریویو جب شایع ہوگا تو انشاء اللہ ناظرین کو اچہا خاصہ دل بہلانیکا موقع ملیگا جس سے انکو یہ بہی معلوم ہوگا کہ ہمارے علماء کتابون پر تقریظ کیسے لکہتے ہین آیا پڑہکر یا یونہی من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو پر عمل کر لیتے ہین - ہم اصل کتاب سے فقرون کے فقرے درج کرینگے اور اس پر علماء کی تقریظ دکہائینگے کہ وہ کیا کہتے ہین مکذب کی اس کتاب کی تردید کیلئے یہی کافی ہے -

---

تاج ونشان - پر اگلی اشاعت مین ریمارک کرینگے انشاءاللہ

مراسلت

حضرات ناظرین - کل مجہے ایک ایسی مجلس مین جانیکا اتفاق ہوا - جو کہ ایک لاوارث متوفی کے اثاث البیت کو بموجب اسکی وصیت کے تقسیم کرنیکیلئے قرار پائی تہی - چنانچہ اس کارروائی کی انجام دہی کیلئے ایک جناب مولینا و بالفضل اولینا صاحب طلب کئے گئے - متوفی چونکہ زبانی وصیت کر گیا تہا اسلئے مولانا صاحب اسکی وصیت کے مطابق اسکے مال کی تقسیم کا مسودہ ایک سادہ کاغذ پر لکہنے بیٹہے - جب تحریر کرتے ہوئے یہان تک لکہہ چکے کہ "بموجب وصیت متوفی فلاں اسکا مال بتفصیل ذیل تقسیم کیا گیا ہے" مینے عرض کی جناب اتنا اور بہی یہان لکہدیجئے کہ اگر متوفی لوٹ کر واپس آجاوے تو اس صورت مین وہ اپنا مال واپس لے سکتا ہی - یا کم از کم اس تقسیم مین سے کچھ حصہ اسکو اسکی بیکسی کیلئے دیا جاوے ایسا نہو کہ وہ بیچارہ آکر ایک ٹکڑے روٹی کیلئے بہیک مانگتا پہرے -

یہ سنکر مولانا صاحب نے فرمایا کہ بڑی کوڑ مغز ہو ایسے باریک کپڑے - اور اتنی بڑی موٹی عقل - لاحول ولا قوۃ - استغفراللہ - مین نے کہا کہ جناب یہ لاحول اور استغفار پڑہنے کا کون موقع ہی - مین نے تو اس مرحوم کی بہتری کیلئے کہا ہی تو آپ فرماتے ہین مجہے تیری سمجھ پر افسوس آتا ہی تجہے اتنی بہی سمجھ نہین حالانکہ چہوٹے بچے تک جانتے ہین کہ جو متوفی ہوا پہر وہ لوٹ کر کبہی واپس نہین آیا - مین نے عرض کی کہ بندہ نواز یہ تو مین بہی جانتا ہون کہ متوفی کبہی لوٹ کر نہین آسکتا - مگر قرآن شریف مین خداتعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہی انی متوفیک ورافعک - اگرچہ متوفی کے بعد انہین رفع بہی ہو چکا ہی مگر پہر بہی سنا جاتا ہی کہ وہ پہر بہی واپس دنیا مین تشریف لانیوالے ہین - چونکہ آپنے بہی اس شخص کو متوفی لکہا ہی ممکن ہے کہ یہ غریب بہی واپس آجاوے تو بیچارہ کہاں دربدر مارا مارا پہریگا کیلئے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ -

میری اس تقریر سے جناب مولانا صاحب میرا اصلی مطلب تاڑ گئے - تو آپ کیا فرماتے ہین کہ دیکہو کیا نامعقول کی کہان کی بات کہانتک پہونچائی - عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ متوفی اور ہی مفہوم ہے خدا کی نہین صلیب کے نزدیک تک بہی نہین آنے دیا تہا پہر متوفی ہو گیا مینے عرض کی کہ بجا ارشاد ہوا پیر و مرشد تو گویا آپکا مطلب یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر ہی مرتے تو متوفی کا مفہوم درست ہوتا - تو معلوم ہوا کہ پہر دوبارہ اسی لئے ان کو آنیکی تکلیف دیجاتی ہی کہ ایکدفعہ تو وہ بیچارے صلیب سے بچ نکلے تہے مگر اب کی آمین تو ضرور پہانسی دیئے جائینگے کیونکہ متوفی کا مفہوم جو درست کرنا ٹہرا - برین عقل و دانش بباید گریست

پس اب کیا تہا مولانا صاحب کی لام کاف بکنی —

صم اور استغفار جبلانے لگا الامان مارے غصہ کے انکا چہرہ تمتمانے لگا - مین نے تو جانا کہ اب مجہے کچا ہی کہا جاوینگے - مگر یہی خدا کا شکر ہی کہ ان حضرات کی طاقت زباندرازی تک ہی قدرت نے محدود کر رکہی ہی - نامعلوم ہاتہہ پاؤن ہوتے تو کیا کر گذرتے - یہودیون نے تو ایک عیسیٰ کو سولی پر چڑہایا تہا اور خدا نے اپنے فضل سے انہین صلیبی موت سے بچا لیا تہا لیکن

مم اگر انکا بس چلے تو سینکڑون کو ہر روز پہانسی دیا کرین - الغرض مولانا صاحب سخت ہی برافروختہ ہوکر اٹہہ کہڑے ہوئے مینے سب دوستون نے روک کر کہا کہ آپکو کیا شریف لیجاتے ہین - آپکو پہر دوبارہ آنیکی تکلیف ہوگی تو آپ فرماتے ہین کہ کون مردود جیتے جی ایسی مجلس مین پہر دوبارہ آویگا - مینے عرض کی مم

مم بندہ نواز جب آپ جیتے جی ایسی مجلس مین دوبارہ نہین آسکتے تو بیچارے مسیح کو باوجود متوفی ہونے کے کیا اتنا وحشی آتی ہی کہ وہ پہر دوبارہ آوینگے کیا یہودیون کو پہر سولی کہینچ رہی - یہ سنتے ہی مولانا صاحب بڑا ہلا

دیکھو کالم اول

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چہپ کر شایع ہوا -

نمبر ۱۹ دارالامان قادیان مورخہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۴ء جلد

حضرت اقدس کے ملفوظات میں سے چھوٹے چھوٹے جملے

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی **ریا** آوے؟ اس پر **فرمایا** کہ جب چڑیا خانہ گئے ہو جیسے کہا کہ ہاں فرمایا دیکھو وہاں شیر چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں کبھی یہ خیال وہاں جاکر دل میں آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نماز پڑھیں کبھی یہ خیال وہاں جاکر ریاکار سے ریاکار کے دل میں بھی نہیں آسکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی ریا تو ہم جنس سے ہوتی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں ان کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوے ہیں

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ایکدن کی یہ بات ہے کہ کسی نے ذکر کیا کہ منشی الٰہی بخش اور اسکا ترجمان منشی عبد الحق کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جاوے اور جو نہ ہووے وہ شیطانی کام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر اگر خدا تعالیٰ کی قسم دیجاوے تو میں کہوں گا کہ میرے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن جس شخص نے خیالی طور پر دعویٰ کیا ہو وہ ہرگز یہ جراءت نہیں کر سکتا۔ کبھی وہ شخص جو کامل یقین رکھتا ہے اور وہ جو مشکوک ہے برابر ہو سکتے ہیں؟

مولانا موصوف تریاق القلوب جب تالیف ہو رہا تھا اور ابھی ابتدائی اوراق طبع ہو رہے تھے جس مجلس کے یہ نوٹ ہیں اس میں تریاق القلوب کا قصیدہ سنا رہے تھے یہ شعر

نہیب حادثہ بنیاد دیں زجا ببرد ✤ اگر زملت باطل نشاں جدا باشد ✤

پڑھا اور فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے خاص طور پر مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ میرے خلق کی پیروی کرینے عرض کی کہ دعا کرو۔ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر اس نے شراب پی ہوئی ہو تو بھی میں بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا لاؤں گا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑینگے۔ پس اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مومن مومن کبھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے فتح مسیح کو ایک بار ہم نے رسالہ بھیجا اس پر اس نے لکیریں کھینچ کر واپس بھیجدیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کر لیا کہ ہمارا دل دکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو۔ کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اشداء علی الکفار کے یہ معنی بھی ہیں۔

طاعون کا ذکر تھا کثرت اموات پر ذکر کرتے فرمایا۔ دعائیں کرنے سے بجز اسکے انسان مکر اللہ سے بچ نہیں سکتا۔ مگر دعاؤں کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔

فرمایا اسوقت دنیا میں خدا تعالیٰ کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ اگرچہ لوگ برائے نام خدا تعالیٰ کے قائل تھے مگر اصل بات یہ ہے کہ ایک قسم کی دہریت پھیل رہی تھی اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی شناخت کریں۔ خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو توڑنا اس سے بڑھ کر خباثت کیا ہوگی یہ تو اس کا مقابلہ ہے۔

بمقام گورداسپور ۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب کو خطاب کرکے طاعون کے متعلق ذکر فرما رہے تھے۔ اثناء ذکر میں فرمایا۔

بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے مومن کی جان لینے میں تردد ہوتا ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ مومن کو یکدفعہ نہیں پکڑتا ہے پھر اس کے ساتھ نرمی کرتا ہے پھر پکڑتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے یہ حالت گویا تردد سے مشابہ ہے پہلی کتابوں میں بھی اس قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ خدا پچھتایا۔ میرے الہام میں بھی **افطر و اصوم** اسی رنگ کے الفاظ ہیں۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اسکی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہیں مرے گا۔ میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جسکو **میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو** جو شناخت کا حق ہے۔

امام اور پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے
اذن اور حکم سے مامور ہو کر آوے۔ انہیں
اللہ تعالیٰ ایک جذب کی قوت رکھ دیتا ہے
جسکی وجہ سے سعادت مند روحیں خواہ وہ کہیں
ہوں اسکی طرف کھچی چلی آتی ہیں جذب کا پیدا
ہونا اپنے اختیار میں نہیں ہے بناوٹ سے
یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔
یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جو لوگ خدا
کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں وہ اس بات کے
حریص اور آرزو مند نہیں ہوتے کہ لوگ انکو
رجوع ہوں اور اسکی تعریفیں کریں۔ بلکہ ان
لوگوں میں طبعاً مخفی رہنے کی خواہش ہوتی ہے
اور وہ دنیا سے الگ رہنے میں راحت سمجھتے
ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مامور ہونے
لگے تو انھوں نے بھی عذر کیا۔ اسیطرح آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم غار میں رہا کرتے تھے وہ اسی کو
پسند کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ خود انکو باہر نکالتا
ہے اور مخلوق کے سامنے لاتا ہے۔ انمیں ایک
حیا ہوتی اور ایک انقطاع انہیں پایا جاتا ہے
بلکہ وہ انقطاع تعلقات صافی کو چاہتا ہے
اسلیے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک لذت اور
سرور پاتے ہیں۔ لیکن وہی انقطاع اور حیا جو
قلب اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکو پسندیدہ بنا دیتی
ہے اور وہ ان کو اصلاح خلق کے لیے برگزیدہ
کر لیتا ہے۔ جیسے حاکم چاہتا ہے کہ اسے کارکن
آدمی ملجاوے اور جب وہ کسی کارکن کو پا لیتا ہے
خواہ وہ انکار بھی کرے مگر وہ اسے منتخب
کر لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو
مامور کرتا ہے وہ ان کے تعلقات صافیہ اور
صدق و وفا کی وجہ سے انھیں اس قابل پاتا ہے کہ
انھیں اپنی رسالت کا منصب سپرد کرے
بالکل سچی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر
ایک قسم کا جبر کیا جاتا ہے وہ کوٹھڑیوں میں
بیٹھکر عبادت کرتے ہیں اور اسی میں لذت پاتے
ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسیکو ان کے حال پر اطلاع
نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ جبراً ان کو کوٹھڑی سے باہر
نکالتا ہے پھر ان میں ایک جذب رکھتا ہے اور
ہزارہا مخلوق طبعاً انکی طرف چلی آتی ہے۔
اور جب یہی کا کام ہو تو پھر وہ سرسبز کیوں ہو۔
یہ پیر گدی نشین آرزو رکھتے ہیں کہ لوگ انکو
سجدہ کریں اور انکی طرف آویں۔ مگر مامور اس قسم
کے خواہشمند نہیں ہوتے ہاں وہ یہ ضرور چاہتے
ہیں کہ مخلوق الٰہی اپنے خالق کو پہچانے اور خدا
تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے۔ وہ اپنے دل میں
بخوبی سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ خدا
تعالیٰ بھی انکو ہی پسند کرتا ہے کیونکہ جب تک
ایسا مخلص نہ ہو کام نہیں کر سکتا ہے۔ ریاکار
جو خدا کی جگہ اپنے آپ کو چاہتے ہیں وہ کیا
کر سکتے ہیں اسلیے خدا انکو پسند کرتا ہے کیونکہ
وہ دنیا کے آسایش و آرام کے آرزو مند نہیں
ہوتے۔

ریاکاری ایک بہت بڑا گند ہے جو انسان کو
ہلاک کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ریاکار انسان
فرعون سے بھی بڑھ کر شقی اور بدبخت ہوتا
ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کو
نہیں چاہتے بلکہ اپنی عزت اور عظمت
منوانا چاہتے ہیں۔ لیکن جنکو خدا پسند کرتا
ہے وہ طبعاً اس سے متنفر ہوتے ہیں انکی
ہمت اور کوشش اسی ایک امر میں صرف
ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکا
جلال ظاہر ہو اور دنیا اس سے واقف ہو
وہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں اور پسند کرتے
ہیں کہ دنیا ان کو نہ پہچان سکے مگر ممکن نہیں
ہوتا کہ دنیا انکو چھوڑ سکے کیونکہ وہ دنیا کی
بہتری کے لیے آتے ہیں۔
ان لوگوں کے جو دشمن اور مخالف ہوتے
ہیں ان سے بھی ایک فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ کے نشانات ان کے سبب سے ظاہر
ہوتے ہیں اور حقائق و معارف کھلتے ہیں
انکی چھیڑ چھاڑ سے عجیب عجیب انوار ظاہر
ہوتے ہیں اگر ابوجہل وغیرہ نہ ہوتے تو قرآن
شریف کے تیس سیپارے کیونکر ہوتے؟
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی فطرت والے
ہی اگر سب ہوتے تو ایک دم میں وہ مسلمان
ہو جاتے۔ ان کو کسی نشان اور معجزہ کی
حاجت ہی نہ ہوتی۔ پس ہم ان مخالفوں کے
وجود کو بھی بے مطلب نہیں سمجھتے۔ انکی
چھیڑ چھاڑ اللہ تعالیٰ کو غیرت دلاتی ہے اور
اسکی نصرت اور تائیدات کے نشانات ظاہر
ہوتے ہیں۔
غرض خدا کے ماموروں کا یہ خاص نشان
ہوتا ہے کہ وہ اپنی پرستش کرانا نہیں چاہتے
جسطرح پیر وہ لوگ جو پوجے جانے کے خواہشمند ہیں
چاہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی پوجا کراتا
تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے انسان سجدے کے
ہو جانے کے مستحق نہ ہوں؟ میں سچ کہتا ہوں
کہ ایک مرید اس مرشد سے ہزار درجہ اچھا ہے
جو مکر کی گدی پر بیٹھا ہوا ہو کیونکہ مرید کے
اپنے دل میں کھوٹ اور دغا نہیں ہے خدا تعالیٰ
اخلاص کو چاہتا ہے ریاکاری پسند نہیں کرتا۔

خریداروں کا فرض

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ خط
و کتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری
ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکے گی
اور مطلع اس کا جواب نہ ہو سکے گا کیونکہ بفضلہ تعالیٰ
تعداد خریداران ترقی پر ہے۔ (مینیجر)

احاطۂ کچہری

۹ مئی ۱۹۰۶ء

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام درختوں کے سایہ میں حسب معمول
تشریف فرما تھے کہ دینا نگر کے ہندو رئیس آپ کی
زیارت کو تشریف لائے انکے ساتھ اور بھی چند
آدمی تھے انھوں نے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ
سلام عرض کیا اور پھر طاعون کی مصیبت کا
رونا شروع کیا اور کہا کہ بڑا اختلاف مذاہب کا
ہو گیا ہے۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا:
اس زمانہ میں سزا اختلاف مذاہب کی نہیں
رہا اختلاف مذاہب کے سو لوگوں نے خدا تعالیٰ
کو بالکل چھوڑ دیا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے اپنی
سنت کے موافق یہ عذاب نازل کیا ہے۔
کیونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے
شرارتوں اور چالاکیوں کی کوئی حد نہیں رہی ہے
طاعون کو اللہ تعالیٰ نے مامور کرکے بھیجا ہے
جو اسکے نوکر کیطرح ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے
بغیر تو ایک پتہ اور ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا
یہ اور بدبختی ہے کہ باوجودیکہ طاعون ایک
خطرناک ڈرانے والا ہے مگر اسپر بھی خدا کیطرف
توجہ نہیں کرتے اور خدا کی باتوں کو ہنسی اور ٹھٹھے
میں اڑاتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور دل
پاک و صاف نہیں کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے
مجھے خبر دی ہے کہ جب تک اہل دنیا اپنے چال چلن
اور تبدیلی نہیں کرینگے اس وقت تک اس
عذاب کو نہیں اٹھائے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ
لوگوں کو اصلاح کی بھی بالکل توجہ نہیں ہے جب کسی
گاؤں یا شہر میں بیماری پڑتی ہے تو چند روز کے
لیے ایک خوف پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ خوف
بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں اور نہ ایسا کہ اسکے
ذریعہ کوئی اصلاح کریں بلکہ موت کا ڈر ہوتا
ہے کہ کہیں ہم بھی مر نہ جاویں اور یہ جائیداد
اور اسباب کسی دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جاوے
پھر جب ذرا سا وقفہ ہوتا ہے پھر وہی شرارت
اور شوخی۔ اور نہیں ڈرتے کہ اسکے دورے
بہت لمبے ہوتے ہیں۔
رئیس۔ جناب بظاہر زمانہ اچھا بھی معلوم ہوتا
ہے اکثر لوگوں کو دیکھتا ہے کہ بھگتی وغیرہ بھی کرتے
ہیں
حضرت: دل نہیں ہیں جو کچھ ہے پوست ہی
پوست ہے ظاہر داری کے طور پر اگر کچھ کیا جاتا
ہے تو کیا جاتا ہے۔
دل والے روح ہی اور ہوتی ہیں انکی آنکھیں
صاف ہوتی ہیں انکی زبان صاف ہوتی ہے
انکے چال چلن میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے
وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لرزاں ترساں رہتے
ہیں تری زبان درازی سے کوئی اللہ تعالیٰ کو
خوش نہیں کر سکتا مجازی حکام کو جو اصل
حالات سے ناواقف ہیں کوئی خوش کر لیوے تو کر لے
مگر اللہ تعالیٰ کی نظر تو دل پر ہے اور وہ دل کے
مخفی در مخفی خیالات تک کو جانتا ہے۔ پس جب
تک انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کیطرف
نہیں آتا ریاکاری اور ظاہر داری سے کچھ نہیں
بنتا خدا تعالیٰ بھی تبدیلی چاہتا ہے اور میں
دیکھتا ہوں کہ ابھی وہ پیدا نہیں ہوئی جب
لوگ تبدیلی کرینگے تو میں یقین رکھتا ہوں
کہ اگر کچھ حصہ بھی لوگوں کا درست ہو جاویگا
تو اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ یہ تو اور بھی چالاکی
ہے کہ لوگوں کے سامنے نیک بنتے ہیں اور
اپنے آپ کو بڑا متقی اور خدا ترس ظاہر کرتے
ہیں اور اندرونی طور پر بڑی بڑی خرابیاں
ان میں موجود ہوتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں
کہ دنیا کے ظاہری کشت و ساخت میں ہزاروں
مذہب پیدا ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ دیکھتا ہے
کہ اسکے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ
سے معاملہ صاف نہ ہو تو یہ چالاکیاں اور بھی
خدا کے غضب کو بھڑکاتی ہیں چاہیے تو یہ کہ
انسان خدا کے ساتھ معاملہ صاف کرے
اور پوری فرمانبرداری اور اخلاص کے ساتھ
اسکی طرف رجوع کرے اور اسکے بندوں کو
بھی کسی قسم کی اذیت نہ دے۔ ایک شخص گیروے
کپڑے پہنکر یا سبز لباس کرکے فقیر بن سکتا ہے
اور دنیا دار اسکو فقیر بھی سمجھ لیتے ہیں مگر اللہ
تعالیٰ تو اسکو خوب جانتا ہے کہ وہ کس قسم
کا آدمی ہے اور وہ کیا کرتا ہے۔ اسپر طاعون کا
اصل اور صحیح علاج یہی ہے کہ انسان خدا
تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرے
اور اسکی حدبندیوں کو نہ توڑے اور اسکی مخلوق
کے ساتھ رحم کرے۔ بدمعاملگی نہ کرے
اور یہ سب کام اخلاص کے ساتھ کرے لوگوں کو
دکھلانے کی نیت سے نہ کرے۔ اگر اس قسم کی کوئی
تبدیلی کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ
تعالیٰ رحم کے ساتھ اسپر نظر کرے گا۔
رئیس۔ جناب لوگ باہر جاتے ہیں اور
اسکو بھی مفید سمجھتے ہیں مگر مولوی لوگ مخالفت
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم گھروں سے نکلنے
میں خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ مولویوں کے
ایسے فتوے دینے سے بھی بہت سے لوگ
ہلاک ہوئے ہیں۔
حضرت: اللہ تعالیٰ تو علاج سے منع نہیں کیا
کرتا ہے علاج بھی اسی نے رکھے ہیں۔
فرمایا لوگ دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتے کیونکہ طرح
طرح قسم قسم کے منصوبے کرتے ہیں اور ریاکاری
سے کام لیتے ہیں۔ مگر جب تک خدا تعالیٰ
کسیکو منتخب اور برگزیدہ نہ کرے کچھ نہیں ہو سکتا

دیکھو کیسکو بھوک پیاس لگتی ہے تو وہ روٹی کھاتا ہے یا پانی پیتا ہے اسی طرح بیماریوں کے علاج بھی ہیں اور اشیاء میں خواص بھی اسی کے رکھے ہوئے ہیں یہ مولویوں کی غلطی ہے جو ایسا کرتے ہیں اور لوگوں کو تباہ کرتے ہیں خدا تو منع کرتا ہے کہ انسان عذاب کی جگہ پر نہ رہے لیکن ہاں جب بیماری شدت کے ساتھ پھیل جاوے تو یہ مناسب نہیں کہ انسان اس گاؤں یا شہر سے نکل کر کسی دوسرے گاؤں یا شہر میں جاوے اور یہ اسلیے منع ہے کہ جو لوگ وبا زدہ گاؤں سے نکلتے ہیں وہ متاثر آب و ہوا سے نکل کر دوسری جگہ کو متاثر کرتے ہیں اور پھر بیمار ہو کر مر جاتے ہیں - ایسا ہی یہ بھی منع ہے کہ جہاں وبا پڑی ہوئی ہو وہاں بھی کوئی آدمی تندرست جگہ سے نہ جاوے لیکن یہ کبھی منع نہیں ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر باہر کھلے میدانوں میں اور کھیتوں میں نہ جاویں یہ بلکہ ضروری ہے اور اس سے عموماً فائدہ پہنچتا ہے - جہاں طاعون ہو فوراً اس گھر کو خالی کر دینا چاہیے اور باہر کھیتوں یا کھلے میدانوں میں بے شک چلے جاؤ - بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے۔

رئیس - جناب تعجب ہی ہے کہ خدا کے ہوتے ہوئے یہ غضب ہو رہا ہے -

حضرت یہ خدا تعالیٰ کی باتیں ہیں ان میں دخل نہیں دینا چاہیے خدا نے تو خود دنیا پر یہ غضب نازل کیا ہے اگر لوگ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتے تو اسقدر شرارتیں جو زمین پر ہو رہی ہیں نہ کرتے اور خدا تعالیٰ کے غضب سے ڈر جاتے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ خدا کا اقرار کر کے پھر دنیا پر ظلم اور فساد ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکموں کی ہرگز پابندی نہیں کی جاتی تو یہ تو ایک قسم کی خدا کے ساتھ ہنسی ہے پھر خدا تعالیٰ اسکو کب پسند کر سکتا ہے - اب یہ غضب آیا ہے جو دنیا کو سیدھا کرے گا خود اسی نے بھیجا ہے وہ اپنے اسرار کو آپ ہی جانتا ہے ہم لوگوں کو اسکی قدرتوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے - جب وقت آ جاوے گا وہ خود رحم فرماوے گا اور اس عذاب کو اٹھا لیگا وہ ظالم نہیں ہے وہ تو ارحم الراحمین ہے -

رئیس حضور اب تو رحم ہونا چاہیے آپ ہی کچھ کریں +

حضرت میں دیکھتا ہوں کہ ابھی دنیا کی اصلاح ہونی ضروری ہے ہم تو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اسکے ہر ایک فعل کو سراسر حکمت سمجھتے ہیں - یہ عذاب جو اس نے نازل کیا ہے یہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے لوگوں کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکو تکلیف نہیں ہے اگر وہ اس تکلیف کو محسوس کر لیتے تو میں دیکھتا کہ ان میں تبدیلی شروع ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہے - رہا ہمارا رحم یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے ہم اسکی قضاء و قدر پر ہر طرح راضی ہیں اور اسے دیکھتے ہیں البتہ جب وہ خود ہمارے دل میں یہ بات ڈالے گا تو ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہماری دعاؤں کو سن لے گا اور سب کچھ کر دے گا - فی الحال تو جو ہو رہا ہے اسکی عین مرضی کے موافق ہے جب تک وہ پسند کریگا ہوتا رہے گا - اصل علاج یہی ہے کہ خدا سے صلح کی جاوے -

اسقدر تقریر کے بعد رئیس مذکور اپنے احباب کو لیکر نیاز مندی سے سلام کر کے رخصت ہوا +

بہر حال **یا مسیح الخلق** عدوانا کی پیشگوئی اسطور پر ہر طرح سے پوری ہو رہی ہے

(ایڈیٹر)

لاہور میں جو لوگ طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے نماز پڑھنے کے واسطے زیارتیں لیکر نکلتے ہیں ان کا ذکر ہو رہا تھا اس پر فرمایا

جو لوگ اسطرح باہر جا کر نمازیں پڑھتے اور زیارتیں نکالتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی نہیں کرتے سچی تبدیلی کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا + ورنہ پھر وہی شوخی اور بیباکی کیوں نظر آ رہی ہے اگر سچی تبدیلی ہو تو ممکن نہیں کہ طاعون نہ ہٹ جاوے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف جب میں کہتا ہوں کہ سچی تبدیلی کرو اور استغفار کرو - خدا تعالیٰ سے صلح کرو تو میری ان باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور ٹھٹھے اڑاتے ہیں اور اب خود بھی دعا ہی اسکا علاج بتلاتے ہیں -

اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ طاعون ان کے ہی سبب سے آیا ہے کیونکہ انہوں نے جھوٹے دعوے کیے تھے مجھے ان کی اس بات پر بھی تعجب اور افسوس آتا ہے کہ میں تو جھوٹے دعوے کر کے سلامت بیٹھا ہوں حالانکہ بقول ان کے طاعون میرے ہی سبب سے آیا ہے اور مجھے ہی حفاظت کا وعدہ دیا جاتا ہے - عجیب معاملہ ہے + یہ بات تو ان عدالتوں میں بھی نہیں ہوتی کہ صریح ایک مجرم ہو وہ چھوڑ دیا جاوے اور بیگناہ کو پھانسی دیدی جاوے - پھر کیا خدا تعالیٰ کی خدائی ہی میں یہ اندھیر اور ظلم ہے کہ جس کے لیے طاعون بھیجا جاوے وہ تو محفوظ رہے اور اسکو سلامتی کا وعدہ دیا جاوے اور وہ ایک نشان ہو اور دوسرے لوگ مرتے رہیں +

میں کہتا ہوں اسی ایک بات کو لیکر کوئی شخص انصاف کرے اور بتا دے کہ کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرے وہ سلامت رہے اور اسکو یہ وعدہ دیا جاوے کہ تیرے گھر میں جو ہو گا وہ بھی بچایا جاویگا اور دوسروں پر چھری چلتی رہے ؟ یہ تو وہی شیعوں کی سی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت دراصل حضرت علی کو ملنی تھی اور انہیں کے واسطے جبرئیل لائے تھے مگر غلطی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی اور تیئیس سال تک برابر یہ غلطی چلی گئی - اور اسکی اصلاح نہ ہوئی - ایسا ہی اب بھی غلطی لگ گئی جنکی حفاظت کرنی تھی وہ تو مر رہے ہیں اور جو حفاظت کے لائق نہ تھے انکی حفاظت کا وعدہ ہو گیا !!! بھلا اس قسم کی باتوں پر کوئی تسلی پا سکتا ہے

ایک امرتسری ملا کا ذکر آیا کہ وہ کہتا ہے کہ ایک سال گذر گیا تو کیا ہوا ابھی آگے دیکھنا چاہیے -

فرمایا وہ تو ایک سال کا کہتا ہے ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ بالکل سچا ہے اور اسکے دورے تو ستر ستر سال تک ہوتے ہیں وہ منتظر رہیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے ہم بھی انکے ساتھ انتظار کرتے ہیں + وہ ہماری نسبت اگر کوئی خبر خدا سے پاتے ہیں تو شائع کر دیں ہمکو تو جو کچھ خدا نے بتایا ہے ہم نے تو اسکو شائع کر دیا ہے اور دنیا کو معلوم ہو گیا ہے وہ صبر کے ساتھ اب انجام تک دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے -

یہ لوگ ہماری نسبت طرح طرح کی گردشیں چاہتے ہیں وہ آخر انہیں پر ہی لوٹ کر پڑتی ہیں ایک بٹالوی مولوی نے ایک مرتبہ کیا کہ قادیان میں طاعون پڑی ہوئی ہے اور خود اس کو بھی گلٹی نکلی ہوئی ہے - یہ ان کی امانی ہیں کیا گلٹی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نکل سکتی ہے - جب تک آسمان پر ایک تغیر نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا +

ان دنوں جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی ہم خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آتی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اسطرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے - اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا جیسا اس نے فرمایا تھا - اور آئندہ بھی ہم اسکے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حفاظت فرماوے گا

اس کے بعد ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا درست ہے ؟

فرمایا شریعت نے اسکو مباح رکھا ہے ایسی پابندیوں پر شریعت نے زور نہیں دیا بلکہ شریعت نے تو **قد افلح من زکّٰھا** پر زور دیا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرمینیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے اور بغیر اسکے گذارہ بھی تو نہیں ہوتا ہے

ایک شخص نے تسبیح کے متعلق پوچھا کہ تسبیح کرنے کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں ؟

فرمایا

تسبیح کرنے والے کا اصل مقصود گنتی ہوتا ہے اور وہ اس گنتی کو پورا کرنا چاہتا ہے اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ یا تو وہ گنتی پوری کرے اور یا توجہ کرے - اور یہ صاف بات ہے کہ گنتی کو پورا کرنے کی فکر کرنے والا سچی توبہ کر ہی نہیں سکتا ہے - انبیاء علیہم السلام اور کاملین لوگ جنکو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا شدہ ہوتے ہیں انہوں نے گنتی نہیں کی اور نہ اسکی ضرورت سمجھی اہل حق تو ہر وقت خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں انکے لیے گنتی کا سوال اور خیال ہی بیہودہ ہے کیا کوئی اپنے محبوب کا نام گن کر لیا کرتا ہے ؟ اگر سچی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو اور پوری توجہ الی اللہ ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھر گنتی کا خیال پیدا ہی کیوں ہو گا - وہ تو اسی ذکر کو اپنی روح کی غذا سمجھے گا - اور جسقدر کثرت سے کرے گا زیادہ لطف اور ذوق محسوس کرے گا اور اس میں اور ترقی کرے گا -

لیکن اگر محض گنتی مقصود ہو گی تو وہ اسے ایک بیگار سمجھ کر پورا کرنا چاہے گا - (ریاضت)

وطن کو خط

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب وطن! السلام علیکم - وطن مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۱ میں جو آپنے رسالہ ابطال پر ریویو کیا ہے یہ بالکل غلط ہے اس فاش غلطی کا باعث غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے وہ تمام دلائل جو اثبات وفات مسیح اور قبر سرینگر پر شائع کیے ہیں آپنے انکو بغور نہیں پڑھا ورنہ ایسی فاش غلطی کی ہرگز آپ سے امید نہ تھی اور نہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ آپ وطن جیسے قومی اخبار کو کسی لالچ کی وجہ سے بدنام کرینگے - اب عرض یہ ہے کہ اول تو اس غلط ریویو کو واپس لے لیں یا [illegible] وہ تمام دلائل جو وفات مسیح اور اسکی قبر سرینگر کشمیر کے متعلق شائع ہو چکی ہیں سلسلہ وار وطن میں درج فرما دیں اور پھر رسالہ ابطال کو ابتدا سے اخیر تک ساتھ ساتھ درج اخبار کرتے جاویں تاکہ ناظرین اخبار پر رسالہ ابطال کی اصلیت کھل جاوے۔

جناب کے اعلیٰ دماغ میں یہ بے بنیاد بات کیونکر سما گئی ہے کہ اسلامی پہلوان مہدی الزمان کے مقابلہ میں عیسویت کی حمایت یا مولویت کی توہمات ہی کوئی چیز ہیں جسکو آپ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ میری ان چند سطور کو وطن کے کسی گوشہ میں جگہ دیکر جواب بلوث سے ممنون فرماوینگے - واللہ اگر ایسا ریویو کسی اور اخبار میں

ہوتا تو ہمیں کچھ بھی پروا نہ تھی - مگر وطن میں ایسی فاش غلطی جسکو سمجھ کر نظر انداز کرنے کے سکوت ناگوار گذرتا ہے - جناب مرزا صاحب نے جن دلائل سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے [illegible]
نہیں [illegible] ابطال [illegible]
خاکسار محمد [illegible]

مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اُسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اُسکے نام کے لیے غیرت مند نہیں اُسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اُس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اُس سے بیخبر ہے۔ وہ جو اُس کے لیے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اُسکے لیے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اُس کے لیے دنیا سے توڑتا ہے وہ اُسکو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمھارا دوست بنجائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُسکے ہو جاؤ تا وہ بھی تمھارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو سو تمھاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمھیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر اُن پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمھارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمھاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھینگے اُنکو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اُسکی روحانی فیض رسانی سے اِس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لیے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لیے دیا گیا تھا اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائے جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر مثیل موسیٰ موسیٰ سے اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو وہ میں ہی ہوں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اُس سے لڑتا ہے اور جاہل ہے وہ جو اُس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ ایسا نہیں بلکہ یوں چاہیے تھا اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں از انجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اُسکی شفاعت کرے گی۔ سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقوے سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمھارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمھارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمھارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمھاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمھیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اسکو مت چھوڑ دو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیے جاؤ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کیے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمھارا خدا تمھیں آزماتا ہے کہ تم اُسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمھاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمھارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اُسکو چنتا ہے وہ اُس کے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس جاتا ہے جو اُسکو عزت دیتا ہے وہ اُسکو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اُسکی طرف آجاؤ کہ وہ تمھیں قبول کرے گا عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اُسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں اور یہیں دوری نہیں آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اُسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اُس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہیں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اس کے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مرے گا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی اس میں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی خبر اس آیت میں ہے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فلما توفیتنی کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا بیان قرآن میں ذکر نہیں کیا جس کی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا گویا خدا نے اسکو ہمیشہ کے لیے اسلیے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں اور کچھ یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اُسکو مُردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو یہ کیا دین ہے اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ تینے مردہ روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے۔ (باقیت)

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریرین

(جو الحکم کے کالموں مین شایع ہوتی ہین)

ضرورتِ قرآن

قرآن شریف کی ضرورت پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی کتابین موسے کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کے لیے تہین لہذا انکی ہدایتین بہی عام فائدہ کے لیے نہین تہین بلکہ ہر ایک حکم مین خاص قوم ملحوظ تہی مگر قرآن شریف کا مدنظر کوئی خاص قوم نہین ہے بلکہ تمام قومین مین مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو خون نہ کر تو اس کا مدعا یہ ہے کہ اے یہودی قوم تو خون مت کر اور قرآن بہی کہتا ہے کہ تو خون مت کر مگر اس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے تمام دنیا تو خون مت کر مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو زنا مت کر پس اس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے قوم یہود تو زنا مت کر اور قرآن بہی کہتا ہے کہ تو زنا مت کر اور اس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے باشندگان تمام دنیا تم زنا مت کرو - پس جبکہ قرآن اسلئے ہے کہ تمام دنیا کو امر معروف اور نہی منکر سناوے اور توریت اسلئے آئی ہے کہ تاصرف یہود کو امر معروف نہی منکر سناوے تو کیونکر توریت کافی ہوسکتی تہی اور جب یہ بات انسان کے اختیار مین تہی کہ خود بخود توریت کی محدود بیان کی توسیع کر دیتا بلکہ اس توسیع کیلئے نئی وحی کی ضرورت تہی جو توسیع کی بنیاد ڈالتی اور وہ قرآن ہے غرض کسیطرح توریت قرآن کا کام نہین دیسکتی توریت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی دس بیس آدمی کی دعوت کرے اور انکی خوراک کے اندازہ پر روٹی پکا دے اور انکے بیٹہنے کے اندازہ پر فرش بچھا دے اور انکی سب باتون کا اندازہ پر گہر بنا دے اور قرآن کی یہ مثال ہے کہ جیسے کوئی دس لاکہ آدمی کی دعوت کرے اور ان کی اندازہ پر کہانا اور فرش اور گہر وغیرہ طیار کرے اور نیز قرآن کا منشا رہا کہ تمام اقسام کی بدخیال اور بدعقاید کو دور کرے اور جہان تک خدائی پیدائش اور مخلوقات مین قیامت تک خرابیان ہونی ممکن ہے ان خرابیون کو دور کرے لیکن توریت کا منشا صرف اسقدر رہا کہ جو جو امراض یہود کو لاحق تہی ان کا علاج کرے سو یہ قرآن شریف کی انکو لئے ضرورتین ہین -

اسمین شک نہین کہ یسوع خاص بنی اسرائیل کے لئے آیا تہا اور اس کے مخاطب صرف اسرائیلی تہے پس اس صورت مین کفارہ کا منصوبہ جو گہڑا گیا ہے - علاوہ اس کے اس بطلان کی جو ہم لکہ چکے ہین دوسری قومون کو اس سے کچہ غرض نہین اور یسوع نے صاف اقرار کر دیا ہے کہ مین بنی اسرائیل کے گم شدہ بہیڑون کیلئے آیا ہون - پس جس حالت مین وہ اسرائیل کے گم شدہ بہیڑون کے لیے آیا تو اس کا کفارہ کل جہان کیلئے کیونکر ہو سکتا ہے جس کے لیے آیا ان کے لیے مرتا تہا دوسرون کو اسکی موت یا زندگی سے کیا غرض چنانچہ اوس نے صرف اسی قدر کہا کہ مین صرف اسرائیل کی گم شدہ بہیڑون کے لئے آیا ہون ملاکی باب آیت ۵ مین صاف طور پر اپنے شاگردون کو وصیت کی چنانچہ اس باب کی آیت پانچ مین یہ عبارت ہے ان بارون کو یسوع نے فرماکے بہیجا کہ غیر قومون کی طرف نجانا - اور سامریون کے کسی شہر مین داخل نہ ہونا - پہر اسی باب کی آیت ۲۳ مین لکہا ہے کہ جب وے تمہین ایک شہر مین ستاوین تو دوسرے مین بہاگ جاؤ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ تم اسرائیل کے سب شہرون مین نہ پہر چکوگے جب تک کہ ابن آدم نہ آلے - اس آیت سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کو اسرائیل کی قوم کو تبلیغ کرنا منظور تہا اور یہ بہی ان آیات سے نکلتا ہے کہ اسوقت یہودی لوگ تمام دنیا مین متفرق ہوچکے تہے اور انکی ہر ایک شہر مین جانا دو تین سال کا کام نہ تہا سو اس عبارت کا تمام مطلب حل ہو جاتا ہے کہ جب اروشلیم اور اس کی گردنواح کے یہودیون نے یسوع کو منظور نہ کیا تو اس نے اپنے شاگردون کو نصیحت کی کہ وہ اور شہرون مین جہان جہان یہودی مین جاوین - اور کسی مقام مین یہہ جو لکہا ہے کہ یسوع تمام جہان کیلئے آیا تہا اس کے بہی یہی معنے ہونگے کہ تمام جہان کی یہودیون کے لئے -

محمدالدین عیسائی نے یہ اعتراض پیش کیا کہ دنیا کے قوانین مین یہ بات نہین پائی جاتی کہ اگر کسی پر کوئی جرم ثابت ہو تو وہ مثلاً یہ عذر پیش کرے کہ مین اس قدر غریبون کو کہانا کہلایا کرتا ہون اور وہ عذر منظور ہو جاوے بلکہ سزا جرم کی ضرور ملتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہہ کوئی ایسی نیکی ہو کہ جرم کا موازنہ کرے بے شک اس سے گناہ معاف ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص پہانسی دینے کے لایق تہا اسی عرصہ مین ایک شہزادہ کو جو غرق ہوکر مرنے لگا تہا موت سے بچا لیا سو اتنی بڑی نیکی ضرور بادشاہ کے حضور مین اسکی شفیع ہو جائیگی - اور وہ موت سے بچایا جائیگا بے شک گناہ کیلئے حدود مقرر ہین قانون انسانی مین اور خدا کی کتابون مین بہی مگر بڑی نیکی ان حدود کو بہی ضرور مساوی ہے - جو زانی سنگسار کرنیکے لایق ہو اگر اسلام کی حمایت مین ایسے وقت مین اس سے کوئی بہاری نیکی ہو جائے جبکہ اسلام تباہ ہونیکو تہا اور اس نے بچا لیا تو بے شک وہ نیکی اسکی شفیع ہو جائیگی اسی اصول پر ہے جو لکہا ہے جو اسلام سب گناہون کو ہدم کرتا ہے کیونکہ بڑی بہاری نیکی ہے - خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ لیکن اکثر حدود کے وقت مین یہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ اس شخص سے ایسی نیکی ہوئی ہے جو حد کو مانع آگئی ہے اسلئے جرائم کے حدود نہین رکہین پہر اگر وہ شخص اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقیقت مین نیک بخت ہے - تو اس حد کا بہی اس کو بڑا ثواب ملیگا اور شہداء مین داخل ہوگا عیسائی بہی اس بات کے قایل ہین کہ اگر کوئی عیسائی چوری کرے تو ضرور اس کو سزا ملیگی سو یہ سزا دنیا کی انتظام کیلئے ہے خدائی سزا سے نیکی کرنیوالا ضرور بچ جائیگا - قرآن صاف ہدایت کرتا ہے کہ ہر ایک گناہ توبہ سے بخشا جاتا ہے -

ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ نبی نبوت کا دعوے آپ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ بہی اس کتاب مین جو اس پر نازل ہوئی ہے بیان فرماتا ہے کہ یہ نبی یا رسول ہے مگر متی اور یوحنا نے کبہی دعوی نہین کیا کہ ہم نبی ہین اور نہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی تصدیق ان کتابون مین موجود ہے بلکہ عیسائیون کا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ مسیح کے رسول ہین اور یسوع نے ان پر الہام کیا ہے ایسی صورت مین اور بہی مشکل پڑتی ہے کیونکہ پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یسوع درحقیقت خدا ہے اور اگر یسوع خدا نہین تو عیسائیون کو بہی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نبی نہین خاص اُنکے متعلق لوگون کو تو قطعی طور پر اقرار کرنا پڑیگا کیونکہ وہ یسوع کے خدا ہونیکے قائل نہین اس لئے ماننا پڑا کہ یہ چارون انجیلین الہامی نہین ہین پس جس صورت مین ان اناجیل کا الہامی ہونا ثابت نہین ہو سکتا تو جو باتیں جو انمین درج ہین تو وہ اسطور سے قبول کرنیکے لائق نہین جیسا کہ ایک الہامی امر کو انسان آنکہ بند کر کے قبول کرے بلکہ یہ سوانح ہین جو لوگون نے اپنی طرف سے لکہی ہین لیکن سوانح کے قبول کرنیکے لئے تین امر کی ضروری شرط ہے (۱) اول یہ کہ سوانح نویس کاذب نہ ہو کیونکہ کاذب کے قول پر کچہ اعتبار نہین دوسری کہ سوانح نویس کے حافظہ مین خلل نہ ہو تیسری یہ کہ سوانح نویس اپنے چشم رویت بیان کرے - لیکن یہ تینون شرطین انجیلون مین نہین پائی جاتین اسلئے گو ان مین کتنے ہی معجزات درج ہون تب بہی وہ قبول کرنیکے لائق نہین ہم اسجگہ اناجیل کے تحریف کا دعوی نہین کرتے کیونکہ تحریف مین یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی وقت مین کتابین صحیح تہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ کسی وقت مین بہی یہ کتابین صحیح نہین تہین ہان ضرور ہے کہ ایک انجیل حضرت عیسیٰ پر بحیثیت نبی ہونے کے نازل ہوئی ہوگی مگر وہ انجیل مین موجود نہین ہے ایسی انجیل کی ہی قرآن سے ہی تصدیق ہوگی اگر کہین کہ کسطرح وہ انجیل گم ہوگئی تو مین کہتا ہون کہ اسیطرح جیساکہ عبرانی انجیل گم ہوگئی

عیسائیون نے روپیہ کے ذریعہ سے اور مال کی طمع سے لوگون کو مرتد کرنیکی اس ملک مین بدچلنی کو بڑہا دیا ہے اکثر لوگ جب انکی آئندہ امداد سے نومید ہو جاتے ہین تو فی الفور اسلام کیطرف رجوع کرتے ہین لیکن جو بدچالی ان کے دلون مین رائج ہو چکی ہے اور مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے اس لئے وہ اسلام مین کام کے بہی نہین رہتے - کبہی مسلمانون کیطرف آتے ہین کبہی عیسائیون کیطرف جاتے ہین اور بعض مثلاً تہی سکہ مین پہرتے رہتے ہین - اور بعض کسی جگہ اپنے تئین عیسائی ظاہر کرتے ہین اور کسی جگہ مسلمان غرض شکم پرستی کی عادتین پختہ ہو جاتی ہین

حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا ایک بڑی بہاری بہید پر دلالت کرتا تہا اور وہ یہ کہ نبوت مردون کی طرف سے سلسلہ بنی اسرائیل مین نبی لانا ترک کر دیا اور صرف ماں کی نسبت سے یسوع بنی اسرائیل مین سے کہلایا -

مسیحائی طور پر یہ عادت یا یون کہو کہ انسانی مسیح کی خاصیت ثابت ہوگئی ہے کہ وہ زہر کہانے کا بہی عادی ہو جاتا ہے بعض کو دیکہا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت مین کئی تولہ افیون کہا لیتے ایسا ہی بعض کو مین نے بچشم خود دیکہا ہے کہ ایک خطرناک وزن دہتورہ کا کہا لیتے ہین جس سے کم سے کم تین انسان بلا توقف مر سکتے ہین بعض سم الفار کہانیکے عادی دیکہے گئے جس سے دو انسان بالضرور مر جاوین اور کسیطرح جان بر نہو سکین پس اس سے یہ فلاسفی پیدا ہوتی ہے کہ روحانی زہر یعنے گناہ کیلئے بہی کوئی ایسا ہی قانون طبعی مقدر ہے شاید ہم اگر جسمانی قانون مین کچہہ زیادہ غور کرین تو اس دلیل کو پالین -

یکم جون ۱۹۱۰ء قبل از شام (بحاضری مولوی الٰہی بخش صاحب بہاری و دیگر احباب)

تقریر خواجہ کمال الدین صاحب

دعا کی مثال ایک چشمہ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے جسطرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جسکے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جسمیں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جسکے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اُسے کسی بدمعاشی میں میسر آ سکتا ہے ہیچ ہے بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الٰہی ہے دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا اور اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا کو بھی اُسپر رحم آ جاتا ہے اور خدا اُس کا متولی ہو جاتا ہے اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے دیکھئے کہ جب انسان حد بلوغت پر پہنچتا ہے تو اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو باعزاز کو ناکامیابیوں اور مختلف قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ اُنسے بچنے کے لیے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے دولت کے ذریعہ اپنے تعلق حکام کے ذریعہ۔ قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ اسمیں کامیاب ہو۔ بعض وقت اُنکی ناکامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے اب اگر ان دنیاداروں کے ہموم و غموم و تکالیف کا مقابلہ اہل اسلام انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب بمقابل اول الذکر جماعت کے بالکل ہیچ ہیں۔ لیکن یہ مصائب و شدائد اس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے انکی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تولی پا چکے ہیں دیکھو اگر ایک شخص کا اس حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اُس حاکم نے اُسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اُس سے استعانت کر سکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جسکی گرہ کشائی اُس حاکم کے ہاتھ میں ہے عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق احکم الحاکمین سے ہو وہ کب مصائب شدائد کے وقت گھبراوے گا انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر انکا عشر عشیر بھی اُن کے غیر پر وارد ہو تو اُس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے یہ لوگ جب دنیا میں بغرض اصلاح آتے ہیں تو انکی کل دنیا دشمن ہو جاتی ہے لاکھوں آدمی اُن کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں لیکن یہ خطرناک دشمن بھی اُن کے اطمینان میں خلل انداز نہیں ہو سکتے اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لمحہ بھی اُسکے شر سے امن میں نہیں رہتا چہ جائے کہ ملک کا ملک انکا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ با امن زندگی بسر کریں ان تمام تکالیف کو ٹھنڈے دل سے برداشت کریں یہ برداشت ہی معجزہ و کرامت ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت اُن کے لاکھ معجزوں سے بڑھکر ایک معجزہ ہے کل قوم کا ایک طرف ہونا۔ دولت۔ سلطنت وغیرہ کی دیانت۔ حسینہ جمیلہ بیویاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ لا الٰہ الا اللہ سے رک جاویں لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالتمآب کا قبول کرنا اور فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس کی خاطر کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا میں تو حکم خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے یہ سب طاقت اور برداشت اُس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا نے عطا کی ہے ان لوگوں کی دردناک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے حضرت عمر کا آنحضرت کے قتل کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالتمآب کو قتل کرے گا وہ اُس سے بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا حضرت عمر نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اُسکو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھکر حضرت عمر سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آنی شروع ہوئی حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت سجدہ میں گریں تو اُسوقت قتل کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اسطرح حمد الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمر کا دل پسیج گیا اُنکی ساری جرأت جاتی رہی اور اُس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو انکے پیچھے حضرت عمر ہو گئے آنحضرت نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا حضرت عمر بددعا کے ڈر سے بول اُٹھے کہ حضرت میں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا میرے حق میں بددعا نہ کیجیے گا چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی سو میرے نزدیک شق القمر کا معجزہ ایسا زبردست معجزہ نہیں جیسے رسول پاک کی استقامت ایک معجزہ ہے اسمیں شک نہیں کہ ضرورت وقت کے لحاظ پر انبیاء علیہم السلام معجزہ دکھلاتے ہیں اور وہ لوگ ہر وقت اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن ان سب معجزات سے بڑھکر استقامت ایک معجزہ ہے۔ آج چوبیس سال مجھ پر گذر گئے جب میں نے دعویٰ وحی و الہام کیا جو لوگ میرے پاس رات دن بیٹھتے ہیں وہ دیکھتے ہیں اور گواہ ہیں بات کے ہیں کہ کسطرح خدا تعالیٰ ہر روز مجھے اپنے کلام سے مشرف کرتا ہے اور کسطرح جو مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ کیا میں ہر روز افترا کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ بھی اسقدر صابر ہے کہ ایسے مفتری کو مہلت دے رہا ہے پیغمبر صاحب کو تو یہ حکم کہ اگر تو ایک افترا مجھ پر باندھتا تو میں تیری رگ گردن کاٹ دیتا جیسے کہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین سے ظاہر ہوتا ہے اور یہاں چوبیس سال سے روزانہ افترا خدا پر ہو اور خدا اپنی سنت قدیمہ کو نہ برتے بدی کرنے میں اور جھوٹھ بولنے میں کبھی مداومت اور استقامت نہیں ہوتی آخر کار انسان دروغ کو چھوڑ ہی دیتا ہے لیکن کیا میری ہی فطرت ایسی ہو رہی ہے کہ میں چوبیس سال سے اُس جھوٹھ پر قائم ہوں اور برابر چل رہا ہوں اور خدا بھی بالمقابل خاموش ہے اور بالمقابل ہمیشہ تائیدات پر تائیدات کر رہا ہے پیشگوئی کرنا یا علم غیب سے حصہ پانا کسی ایک معمولی ولی کا بھی کام نہیں یہ نعمت تو اُسکو عطا ہوتی ہے جو حضرت احدیت میں خاص عزت اور وجاہت رکھتا ہے اب دیکھ لیا جاوے کہ خدا تعالیٰ نے کسقدر پیشگوئیاں میرے ہاتھ پر پوری کیں براہین احمدیہ۔ اسمیں جو میرے آئندہ حالات درج ہیں اُنکو دیکھا جاوے اور پھر میرے آجکل کے حالات کو دیکھا جاوے کہ وہ تمام کسطرح پوری ہوئے پھر جو نشانات مسیح موعود کے زمانہ کے آثار ہیں موجود ہیں وقطع اس زمانہ میں پورے ہو گئے رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا ریل کا جاری ہو کر اونٹنیوں کا حجاز میں بھی بند ہو جانا طاعون کا نمودار ہونا یہ سب علامات ہیں جو زمانہ مہدی کے ساتھ مختص ہیں یہ خدا نے کیوں پورے کیے کیا ایک کذاب اور مفتری علی اللہ کی رونق افزائی کے لیے جو چوبیس سال سے برابر افترا باندھ رہا ہے آخر میں میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں یہ وقت ہے اسکو غنیمت سمجھا جاوے یہ خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں ان سے منہ موڑنا خدا تعالیٰ کی حکم عدولی ہے دیکھو ایک مجازی حاکم کا پیادہ اگر آجاوے اور پیادہ جس حکم کو لاتا ہے اُسکی پرواہ نہ کی جاوے تو پھر یہ حکم عدولی کیسے بد نتائج پیدا کرتی ہے چہ جائیکہ خدا تعالےٰ کی حکم عدولی دنیا میں جب کبھی کوئی خدا کا مرسل آوے گا وہ انسان ہی ہوگا اُسکے اوضاع و اطوار انسانوں والے ہی ہونگے آخر فرشتہ کو لیکر نہیں آتا۔ یہ لوگ اُسکے لوازم انسانیت سے گھبرا جاتے ہیں اور انکی آنکھوں کے سامنے ایک حجاب ہے جو اُسکے جامۂ نبوت کو چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ حجاب ضروری ہے جس میں ہر ایک نبی مستور ہوتا ہے مبارک ہے وہ جو اس حجاب کے اندر اُس شخص کو دیکھ لے

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

اب غفلت چھوڑ دو

پنجاب امریکن پریسبٹیرین چرچ مشن کی رپورٹ

تبصرہ کا خلاصہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے حسب ذیل شائع کیا ہے کہ ہندوستانی طلبا تک بہت آسانی کے ساتھ رسائی ہو سکتی ہے اور اگر ان کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جاوے تو اعتراض نہیں کرتے وہ نصیحت و نصیحت کو قبول کرتے ہیں یہ بات بہت صحیح طور سے بیان کیجا سکتی ہے کہ ان لوگوں تک آسانی ہو سکتی ہے اور ایسے طلبا شاذ و نادر میں پائے جاتے ہیں جو مفسد نافرمان اور نا تربیت پذیر ہوں وہ اپنے اُستادوں کی خاص طور پر عزت کرتے ہیں اور بڑے ذہین اور ذکی ہوتے ہیں انکی طبیعت موم کیطرح ہوتی ہے ان میں ثبات و استقلال اور ایسی اخلاقی قوت کم ہوتی ہے جسکی وجہ سے اپنے عقائد میں مستحکم رہیں ابھی تک اس بات کی ضرورت پائی جاتی ہے کہ اوصاف مندرجہ بالا انمیں پیدا کیے جاویں اور ان اوصاف کے پیدا کرنے میں ترقی کی جاوے اور ہمارے یقین میں

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک تقریر

(ایڈیٹر اپنے الفاظ میں)

آج میرے دل میں خیال آیا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو وصیت فرمائی وہ یہ ہے۔

لا تموتن الا وانتم مسلمون

یعنے اے میرے بیٹو اسلام پر تمہاری موت ہونی چاہیئے۔ وہ کیا اسلام ہے؟ جس کی تمثال ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے کی ہے حقیقت میں یہ قابل غور امر ہے چھوٹی سی بات نہیں اتنا بڑا عظیم الشان انسان جو ابو الملۃ اور ابو الانبیاء کہلایا۔ وہ بات کیا تھی جس نے اوس کو اتنا بڑا رتبہ دیا۔ میں جب اس سوال پر غور کرتا ہوں تو پھر میرے دل میں یہی آتا ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ وہ اسلام ہی تھا جس نے اون کو اسقدر معزز اور بزرگ بنا دیا۔ قرآن شریف میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا ہے۔

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العلمين۔

جب ابراہیم کو اس کے رب نے کہا کہ تو مسلمان بن جا اس نے کہا کہ میں تو رب العالمین کا فرمانبردار ہو چکا یہ کیا اخلاص اور سعادت ہے کہ حکم پانے ہی معاً اسکی تعمیل کر دی اور پھر نرے الفاظ ہی میں نہیں قرآن شریف حضرت ابراہیم کی لائف کے بعض حصوں کو اسکے ثبوت میں پیش کرتا ہے مثلاً کہا **ابراهيم الذی وفی**۔ وہ ابراہیم جس نے پوری وفاداری کی اور صدق و ثبات کے ساتھ اسلام پر قائم رہا یا مثلاً کہا **اذ ابتلی ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن**۔ جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں امتحان کرنا چاہا تو اوس نے انکو پورا کر دکھایا۔ یا انکی زندگی کے واقعات میں سے وہ عظیم الشان واقعہ کہ ایک رؤیا کی بنا پر اپنے بیٹے کو نذر دینے سے دریغ نہیں کیا۔ حالانکہ اوسکی تاویل اور تعبیر ہو سکتی تھی اور حقیقتاً تعبیر ہی تھی۔ یعنے ذبح کر دیا جاوے مگر اس عاشق صادق نے اسے پسند نہیں کیا بلکہ اسی پر عمل کرنے کو ہو گیا۔ مگر میرا مطلب اسوقت اور میرا قصد اس بیان میں صرف یہ ذکر نا ہے کہ عملی طور پر لسانی طور پر ہر غم و خوشی کیوقت میں وہ اسلام جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکا حکم ہوا۔ اسکا اظہار اسلام کے اندر کیا ہے۔ جہانتک میں نے خدا کے کلام میں غور کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر کی ہے مجھے ایک ایسا مختصر جامع قول اور فعل اور تمغہ و نشان نظر آیا ہے کہ جسکی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اور کوئی اہل مذہب نہیں دکھا سکتا۔ وہ کیا ہے؟ وہ **الحمد لله** کا لفظ ہے جو قرآن شریف کے شروع ہی میں ہے۔ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کیلئے اس پر غور کرے کہ اوس کے اندر کیا حقیقت مخفی ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تم میں سے بہت ہی تھوڑے ہیں جنہوں نے اس پر غور کی ہو۔

اگرچہ یہ الفاظ ہم ہر نماز میں مونہہ سے کہتے ہیں لیکن بہت ہی کم اس پر غور کیا ہوگا کہ اسکی حقیقت کیا ہے؟ میں نے اس کلمہ میں غور کی ہے تو میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ یہ الحمد للہ اتنی تسلیم اور معرفت کی تعلیم دیتی ہے کہ اس سے پرے کوئی انسانی غایت اور کچھ نہیں ہے۔

طرح طرح کی مصیبتوں کا نشانہ انسان ہوتا ہے زندگی کے ہر ہر قدم پر مکروہ اور ناگوار واقعات اسے پیش آ جاتے ہیں ان مصیبتوں اور مکروہات کے پیش آ جانے کے باوجود بھی اسکی طبیعت میں رضا بالقضا اور ملاقات دیدار ایزدی کے لیے سچی صلح اور راستی کا پیدا ہو جانا اور پھر الحمد للہ دل و زبان کے اتفاق سے نکلنا آسان بات نہیں ہے۔ زبان اگر دل اور روح کے اتفاق کے بغیر لاکھوں مرتبہ الحمد للہ کہتی ہے تو اسکی کچھ حقیقت اور اثر نہیں جو طوطے کیطرح ایک بات کو رٹتا ہے لیکن اگر بصیرت اور معرفت کے ساتھ دل و زبان کی یکتائی سے ایک مرتبہ بھی کہا جاوے تو وہ انسانی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب کر دکھلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقادیر سے مسالمت اور مصالحت انسانی زندگی کا اصل منشا ہے۔ اور یہی حقیقی اسلام کا مفہوم ہے کیونکہ اسلام کے معنی انقیاد اور فرمانبرداری کے ہے اللہ تعالیٰ کی جمیع احکام اور اس کے قضا و قدر پر راضی ہو جانا اور سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے کو راحت اور خوشی کے ساتھ ظاہر کرنا ایک مسلمان زندگی کا مقصود ہے۔

پس جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی احکام اور قضا یا کو مان لیتا ہے اور ہر ایک کہ جسکے ہر ایک میں اسکی طرف قدم بڑھاتا اور اسی سے صلح کرتا ہے تو اسلام کی حقیقت اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ بظاہر تو ان باتوں کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارادوں پر ایمان لاتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں لیکن جب امتحان اور ابتلا کا وقت آتا ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتا اور اسکی ستائش سے مونہہ موڑتا ہے تو وہ اسلام کی حقیقت کو اپنے اندر رکھنے والا نہیں ٹھیرتا۔

یہ تو ممکن محض ہے کہ انسانی زندگی کو یہ خطرناک راستہ میں ابتلاؤں اور مصائب کا سامنا ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ مختلف قسم کے واقعات اس کو پیش آئیں۔ مثلاً ایسا اتفاق ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ ایک شخص عظیم الشان جائیداد کا مالک اور لوگوں کا مشار الیہ ہے بیٹھا ہوا اپنے اہل معاملہ سے باتیں کر رہا ہے اور ہر طرح سے اپنی کامیابیوں اور خوش قسمتیوں پر نازاں ہے۔ اسی اثنا میں بذریعہ تار خبر آتی ہے کہ اسکی فلاں کوٹھی یا فرم جسمیں کئی لاکھ کا سامان تھا آگ لگ جانے سے بالکل راکھ سیاہ ہو گئی ہے۔ اب ایک عجیب تبدیلی اسکی حالت پر ہوئی ہے۔ وہ شخص جو کئی لاکھ کا مالک تھا ایکدم میں مفلس قلاش ہو گیا ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اس واقعہ کے بعد معاً کسی نہ کسی نماز کا وقت آ گیا ہے اور وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے وہ جو الحمد للہ کہتا ہے **موسی** فرق اور شرح صدر سے کہیگا؟۔

ابھی بہت دیر نہیں گذری کہ وہ اس نقصان کو سن کر تلملاتا اور نعل در آتش ہو رہا تھا کہ ساری عمر کا اندوختہ خاک میں مل گیا اور آیندہ کی امیدوں پر پانی پھر گیا جن لوگوں کے تعلقات فرم سے تھے انہوں نے تقاضے شروع کر دیئے غرض ان افکار اور ہجوم میں مبتلا وہ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ سچا مسلم اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضا پر راضی رہنے والا ہے تو اسوقت اس کا الحمد للہ کہنا منافقانہ رنگ میں نہیں ہوگا بلکہ وہ اسی شرح صدر اور اطمینان سے کہیگا جسطرح پر اس سے پہلے کہتا تھا

مگر اس حالت کا پیدا ہونا اور میسر آنا آسان امر نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے جس کو کثرت دعا اور صحبت صادقین جذب کرتی ہے میں خوب جانتا ہوں اور مدتوں اس پر غور کرتا رہا ہوں کہ انسانی زندگی میں بیداری کا اصل وقت نماز ہے۔ جس میں وہ دنیا اور اسکی تعلقات سے بظاہر الگ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے راز و نیاز کے اظہار کیلئے حاضر ہوتا ہے اس نماز میں اگر اوسکے دل و زبان یکسان نہیں تو کچھ فائدہ اسے حاصل نہیں ہوگا بجز اس کے کہ چند کلموں کو وہ طوطے کیطرح رٹ لیگا اور اکیس ٹکریں مارکر واپس چلا جاویگا۔

نماز کو الحمد للہ سے کیوں شروع کیا ہے؟ میں نے اس پر بہت ہی غور کیا ہے اور ایک بصیرت اور ذوق کے ساتھ میں ابھی تک اس نتیجہ پر آیا ہوں کہ اس ایک کلمہ میں علاوہ اور بہت سے مضامین لطیفہ کے جو اس کے اندر موجود ہیں صوفی ازم کی جان رضا بالقضا۔ توکل، فنا، بقا وغیرہ اس کلمہ میں ہے۔ اور اسلام کی حقیقت اس میں جامع ہے۔

غور کرو جس مصیبت زدہ شخص کا میں نے ذکر کیا وہ ایسے صدمہ عظیمہ کے بعد نماز میں کھڑا ہوتا ہے یا تو وہ پہلے درجہ کا منافق ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا مخلص اور وفادار بندہ اگر روح اللہ تعالیٰ کا کوئی شکوہ اور گلہ محسوس کرتی ہے کہ اوس سے اسکی جائیداد کو تباہ کر کے اور اس اتلاف سے زندگی بھی اسکے لئے محال اور وبال جان ہو گئی ہے تو اس نے الحمد للہ کہنے میں جھوٹ بولا ہے۔ اس کی روح تو الحمد للہ نہیں کہتی وہ تو بدظنی کرتی اور شکوہ کرتی ہے۔ زبان سے الحمد للہ کہنا کیا اثر رکھیگا لیکن اگر سچ مچ روح بھی اوس کی اللہ تعالیٰ کے حضور الحمد للہ کہتی اور اس اتلاف مال پر بھی اس میں سکینت اور اطمینان موجود ہے اور کوئی شکوہ نہیں کرتی تو سمجھنا چاہیئے کہ اسمیں وہ معرفت تامہ پیدا ہو گئی ہے۔ جو اس کلمہ کے اندر رکھی گئی ہے اور اسلام کی حقیقت اسمیں پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اس آیت کا سچا مصداق ٹھیر گیا ہے۔

بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون

باوجود کمرشکن غم و ہم کے واقعات کے پیدا ہونے کے بھی کوئی غم اس پر اپنا اثر نہیں کر سکتا۔ اور کوئی مصیبت اور دکھ اسے دکھ میں نہیں ڈال سکتا۔ یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں آگ گلزار ہو جاتی ہے اسی مقام کو حاصل کرنے والا پانی میں ڈالا جاتا مگر پانی اسے غرق نہیں کر سکتا لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ **معرفت تامہ** یہ رضا بالقضا یہ مقادیر الٰہی سے مصالحت حاصل کیونکر ہو؟ کیونکہ یہی تو انسانی زندگی کا مقصد اور منشا ہے۔ اس کے بغیر مومن کبھی مومن نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے ہر مسلمان کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے طریقوں پر غور کرے کیونکہ ابدی سکینہ اور اطمینان قلب کا یہی سچا ذریعہ ہے۔

کاش لوگ اس پر غور کرتے اور صرف زبان سے کہدینے ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ اس کی حقیقت کو اپنے دل میں جگہ دیکر منشاء الٰہی کے پورا کرنے والے ٹھیرتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پر تدبر کیا جاوے تو روح اللہ تعالیٰ کے جلال اور ہیبت سے پانی پانی ہو کر خدا تعالیٰ کیطرف بہتی اور اپنی ساری خوشیوں اور لذتوں کا انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات کو پاتی۔ مگر میں اس لطف اور ذوق کو جو اسمیں محسوس کرتا ہوں کسطرح تعبیر ظاہر کروں۔ الفاظ ملتے نہیں۔ طرز ادا آتا نہیں ہاں اتنا کہتا ہوں کہ میں جب ایک طرف **الحمد لله** کی باریک در باریک فلسفی پر غور کرتا ہوں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک لائف پر نظر کرتا ہوں تو بے اختیار ہو کر **میری روح** وجد میں آجاتی

ہم اور ہمارے ناظرین

اس ہفتہ کی رپورٹ جو اس عنوان کے نیچے ہم دیتے ہیں ہر چند وہ بہت ہی کم قابل ذکر ہے تاہم اس کا اظہار ضروری ہے۔
چاہئے تو یہ تھا کہ پچھلے نمبرون کے ریمارک پڑھ کر ہمارے ناظرین میں ایک خاص تحریک اور جوش پیدا ہو جاتا مگر ابھی تک وہ شاید اس خیال میں ہیں کہ یہ کیا معمولی تحریکین ہیں جنپر غور کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ اپنی ہمت کے موافق اس تحریک میں شریک اور شامل ہو۔
گذشتہ اشاعت کے بعد صرف ایک خط اس تحریک کے متعلق پہونچا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

منشی عبدالعزیز صاحب میرٹھ سے لکھتے ہیں۔ مین اس وقت آپ کی اس کھلی چٹھی کا جواب عرض کرتا ہون جو ماہ گذشتہ کی ۱۵ تاریخ تک میرے ذمہ تھا۔ مگر خالی جواب دیتے ہوئے مجھے حیا مانع رہی معاف فرماوین آج دس روپیہ کا منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہون اور آئندہ بھی انشاء اللہ جب تک ہو سکے گا یہی قیمت ادا کیا کرونگا۔ نئے خریدار پیدا کرنے کی غرض سے میرے ہاتھ مین الحکم جیسا گرامی قدر پرچہ اس وقت ایک ہی نہین اور سب کے سب اکثر لوگون کو تحریک کرنے کی غرض سے تقسیم کرتا رہا مگر افسوس جب کبھی وہ قدر نہین ہوئی جو ہونی چاہئے تو بایں ہمہ ناظرین پر کیا افسوس۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے الحکم کو ترقی بخشے اور ہم لوگون کو اس سے مستتع ہونے کی توفیق بخشے۔ مین انشاء اللہ کوشش کرتا رہونگا کہ الحکم کی اشاعت مین توسیع ہو۔

ایڈیٹر۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ جو محبت اور قدردانی آپ نے الحکم کیلئے ظاہر کی ہے وہ قابل رشک ہے۔ دس روپیہ پہونچ چکے مین۔ مین محض اس خیال پر کہ آپ کو حسب تحریک توسیع اشاعت مین مدد ملے ہفتہ وار دس کاپیان الحکم کی آپکے پاس بھیجا کرونگا۔ منشی عبدالعزیز صاحب الحکم کے لئے خاص جوش اور عشق رکھتے ہین اس سے پہلے بھی آپ نے ایک مرتبہ بطور ڈونیشن مجھے مدد دی جس کے ذریعہ بہت سے غریب اور غیر مستطیع احباب مستفید ہوئے اور آپ کی اب بھی یہ حالت ہے کہ اپنا پرچہ بھی دوسرون کو بغرض تحریک دیدیتے ہین یہ ایثار کی عمدہ مثال ہے۔

توسیع اشاعت یا تحریک توسیع اشاعت کے متعلق کوئی اور خط قابل اندراج نہین آیا۔ جو صاحب ذاتی طور پر خریدار ہوئے ہین ان کا ذکر اس کالم مین نہین ہوتا۔ البتہ سہ ماہی رپورٹ مین ذکر کرونگا۔ مگر مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس مرتبہ سہ ماہی رپورٹ گذشتہ سہ ماہی سے شاید کم ہو۔

الحکم مین ایک نیا کالم کھولا جاوے

مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی تحریک کرتے ہین کہ الحکم مین ایک صفحہ تاویل الاحادیث والرویا الصالحہ کے لئے وقف کر دیا جاوے آپ لکھتے ہین کہ اگر یہ کالم کھولا جاوے تو بڑا مفید اور موثر ہوگا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر یا دیگر اشخاص جو رویا دیکھین تاویل و تعبیر کیلئے الحکم مین شائع کر دین۔ ناظرین الحکم تاویل کرین جس کی تاویل و تعبیر کا ظہور مشاہد مین موول یعنے بتانے والے کی تاویل کے مطابق ظاہر ہو۔ اس کو رائی یعنے رویا دیکھنے والا کچھ انعام دے جو رویا منذر اور ڈرانے والی ہون ان کے متعلق مجمل رائے کو علیحدہ کارڈ کے ذریعہ استغفار وانابت کی ہدایت کرے اور تاویل نہ کرے اس باب سے ناظرین الحکم حظ وافر اور تاویل الاحادیث کا علم مشتاق حاصل کرینگے۔
ایڈیٹر۔ ہمین تو کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ کثرت رائے ناظرین پر موقوف ہے اور انعام کی شرط نامناسب ہے۔

تعبیر طلب

مولانا موصوف ایک رویا بغرض تاویل درج کرتے ہین۔

رویا

مین نے دیکھا ہے کہ کسی شخص نے پانسو پونڈ کی رقم روانہ کی ہے صرف نام دیکھا ہے رقم نہیں دیکھی پونڈ کی رقم کو ضرب دی کہ اس سے روپیہ معلوم ہو گویا مین کہتے ہین ضرب دینے کے بعد چھتیس ہزار روپیہ حاصل ضرب ہوا۔ (کوئی صاحب تعبیر لکھین)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور ہی تشریف فرما رہے۔ ۹ اور ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو آپ قادیان رہے آپ کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔
خاندان رسالت کے ممبر بھی خیریت سے ہین۔
۲۔ بزرگان ملت خداوند کے فضل و کرم سے تندرست دارالامان مین موجود ہین۔ خدمت دین مین مصروف ہین مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ چلے گئے۔
۳۔ موسم خوب بدل گیا ہے خوب گرمی پڑتی ہے۔ اندھیان آتی ہین اور کبھی کبھی خفیف سا تقاطر بھی ہو جاتا ہے۔

حالات مقدمہ

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ مین ۱۹ جون سنہ ۱۹۰۴ء مقرر ہے جسمین مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے گواہ استغاثہ کرم الدین پر کرم الدین جرح کرے گا اور ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہوگی۔
مقدمہ بنام کرم الدین مین شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور کرم الدین اور فقیر محمد پر فرد قرارداد جرم مرتب ہو کر سنائی گئی۔
کرم الدین نے پھر شہادت استغاثہ پر جرح کرنی چاہی چنانچہ بابو غلام حیدر خانصاحب تحصیلدار پر مکرر جرح بھی ہو چکی ۱۴ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو حافظ عبدالقدوس صاحب پر جرح ہوگی اور پھر ایڈیٹر الحکم مستغیث پر اور ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء کے لئے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی مکرر جرح کیلئے بلایا گیا ہے۔

الہامات

۱۔ ۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور ایک الہام کا خلاصہ
خدا تیرا دوست ہے اسی کے صلاح و مشورہ پر چل
۲۔ دوبارہ الہام ہوا
عفت الدیار محلہا ومقامہا
انی احافظ کل من فی الدار
اعتیتک کل النعیم

معذرت

ا۔ مقدمہ کی مصروفیت کیوجہ اس قسم کی تکلیف واقع ہوئی ہے کہ مین فی الحال الحکم کو ٹھیک تاریخ پر شائع کرنے سے محض ناقابل ہون لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ جو لوگ اس وقت شکایت کرتے ہین کہ دیر سے اخبار پہونچتا ہے وہ مجھے معذور سمجھین مقدمہ کی مصروفیت کی ساتھ ہی کاتب اور پریس مین کی قلت اور دقت بھی خاص طور پر ہو رہی ہے۔ جس کا انتظام اس طرف کی فراغت کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس قسم کے مشکلات در پیش ہین اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے امید ہے دور کریگا۔ یہ اطلاع ہر کافی سمجھ لی جاوے اور بار بار خط لکھ کر تکلیف نہ دی جاوے۔ کیونکہ خطوط کا جواب لکھنے کیواسطے بھی مجھے موقع اور فرصت نہین محرر مطبع کی خدمات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دارالامان سے غیر حاضری کیوجہ سے آپ کے دولت پر منتقل ہوئی ہوئی ہین۔

(ایڈیٹر)

امرتسر ڈویژن کا سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات

ہم نے الحکم کی گذشتہ اشاعتون مین اس امر پر زور دیا تھا کہ امرتسر ڈویژن کی اصلاح حالت اور درستی انتظام کیلئے محکمہ ڈاکخانہ کی اعلیٰ اتھارٹیز کو مناسب ہے کہ وہ موجودہ سپرنٹنڈنٹ جناب مولوی محمد فضل حسین صاحب کو اسی ڈویژن مین مستقل کر دین یا کم از کم ایک معقول عرصہ تک انہین اس ڈویژن مین رہنے دیا جاوے۔ چنانچہ امرتسر ڈویژن کے متعلق الحکم مین خصوصیت کی ساتھ ہم نے اس سوال پر بحث کی تھی۔ الحکم کے یہ نمبر جب پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاکخانجات پنجاب اور صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب کی خدمت مین دفتر الحکم سے خاص جذبات کی ساتھ توجہ کیلئے بھیجے گئے تھے اور ہمین انتظار تھا کہ اس پر توجہ کی جاوے آج ہم خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہین کہ

ڈاک کے اعلیٰ افسروں نے نہ صرف خلیفہ صاحب کو سپرنٹنڈنٹی کے عہدہ پر مستقل فرمایا ہے بلکہ راولپنڈی ڈویژن میں آنکو یکم مئی سنہ ۱۹۰۴ء سے مقرر کر دیا گیا ہے ہم اس تقرری پر خلیفہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہی ہیں مگر در اصل یہ امر ہمارے لئے سب سے زیادہ مسرت اور مبارکبادی کا باعث ہے کہ ہماری تحریر رائیگان نہیں گئی ہے اور شنوائی ہوئی اور اس پر مناسب نوٹس لیا گیا۔

خلیفہ صاحب اپنے فرائض کو خوب سمجھتے ہیں انہوں نے اس سے پیشتر بھی ہماری ان تحریرات پر جو اس ڈویژن کے متعلق اصلاح امور میں تھیں نوٹس لیا ہے اور آئندہ بھی ہم انکی ذات سے توقع کرتے ہیں کہ وہ بہت کچھ اصلاحیں کرینگے۔ اور ہماری ان تحریروں کو جو ڈاک خانہ کے متعلق نکل رہی ہیں پورے غور سے پڑھینگے

مدرسہ تعلیم الاسلام کی موجودہ ضرورت

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک خاص ضرورت کیلئے بحیثیت مدرسہ کی سرپرست اپیل کی تھی اس پر برادرم منشی عبدالعزیز صاحب کی چٹھی کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے ابھی تک اس چٹھی کی اشاعت کا موقع نہیں ملا۔ تاہم جن بزرگواروں نے مدرسہ کی اس ضرورت کو محسوس کیا ہے اور اس کے لئے رقوم بھیجی ہیں ان کی رسید ذیل میں دکھائی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ منشی محمد عبدالعزیز صاحب کی تجویز پر اگر عمل درآمد ہو گیا اور قوم نے اس اپیل کو پانسو روپیہ کے لئے محدود نہ سمجھ لیا بلکہ اپنی جگہ وہ رقوم بھیجتی رہی تو یہ اپیل مدرسہ کی ایک مستقل ضروریات پر اپنا مفید اثر ڈالے گی۔

اب ہم بغیر کسی مزید تمہید یا تحریک کے رسید دیتے ہیں

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور	للعہ روپیہ
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	عہ
منشی عبدالعزیز صاحب ٹیاپا سٹر سیر	؎
منشی محمد اسماعیل صاحب ہیڈ ماسٹر	عہ
شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد	عہ
میزان	۱۴

پانسو کی رقم میں تو ۱۴ میں سے ۴۸ روپیہ کی کمی باقی ہے۔ جسکو جلد تر پورا کرنے کی امید ہے

مذہبی تعلیم

عام مدارس میں جس طرح پر تعلیم دیجاتی ہے اور جس کا مذہبی رنگ جو نہیں جاتا ہے اس کی بحث مباحثہ ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ کی پالیسی بالکل لامذہب ہے اور ہندوستان میں مذہبوں اور عقیدوں کی وہ کثرت ہے کہ اگر مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جاوے تو دنیا ہی بدل جاوے اس لئے تعلیم کے قانون یا ضوابط اور قواعد میں دینیات کا کچھ ذکر نہیں۔

جہانتک خیال ہے سب سے پہلے مشنریوں نے اس طریقہ تعلیم کی شکایت کی تھی اس بنا پر کہ اس میں مذہب کا کچھ لحاظ نہیں اس سے مسلمانوں نے یہ تحریک لی۔ اب ہندوستان کا تمام تعلیمیافتہ طبقہ بلا لحاظ رنگ و روپ کے یہ صدا بلند کر رہا ہے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جاوے تو انکی حجت بڑی قوی ہے وہ کہتے ہیں کہ جو سائنس اور علوم لڑکوں کو پڑھائے جاتے ہیں ان کے اثر سے نوجوان طالبعلموں کے دلوں سے پچھلے مذہبی خیالات تو مٹ جاتے ہیں اور انکی بجائے کوئی نیا مذہبی خیال جاگزین نہیں ہوتا۔ اسکا آج یہ نتیجہ ہے کہ جو لوگ استادوں کو مثل باپ کے سمجھتے تھے اور باپ کو خدا کے دوسرے درجہ پر تصور کرتے تھے وہ لوگ جو سچائی اور نیکوکاری اور وضعداری وراثتاً اختیار رکھتے تھے ان کی اولاد اس نئی تعلیم کی بدولت نہ بڑوں کا لحاظ کرتی ہے نہ نیک و بد میں تمیز کرتی ہے نہ اخلاق و آداب کی پابند ہے بلکہ برعکس آزادی پر فخر کرتی ہے۔ تہذیب اخلاق کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے نفس کا تحفظ کرے۔ اور کچھ باتیں جن سے نفس گریز کرتا ہے۔ وہ عزیز دل کی دلداری کے لئے اختیار کرے اور اگر اس کے خلاف نفس ہی کے احکام مانیں اور اسکو آزادی کے موسوم کریں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسے آزاد انسان میں اور اس حیوان میں کیا فرق ہے جو بالکل اپنی مرضی کا تابع ہے جب چاہتا ہے لات مار بیٹھتا ہے تھنی ہلا دیتا ہے اور اپنے ہمجنسوں کا کچھ خیال نہیں کرتا۔

مذہب کو ہمارے حاملان شریعت یا دوسرے قوموں کے مذہبی پیشوا چاہے کتنا ہی الگ رکھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا سب سے پہلا کام انسان کی دنیاوی زندگی کا تزکیہ اور تصفیہ ہے بلکہ شاید اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کی علت غائی بھی یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے تمام مدارج اور تمام قالبوں کو جلا دے اور انسان کو بھی آسائش دیکر خوشی حاصل کرنے میں مدد دے تو ہرگز بیجا نہ ہوگا دنیا کی کسی مذہب کی شریعت اٹھا کر دیکھو اصول کی باتیں سب میں ایک ہی ہیں۔ خاصکر جہانتک کہ اخلاق کو تعلق ہے البتہ عبادت کے طریقے یا مذہبی رسمیں ادا کرنے کے راستے ضرور مختلف ہوں گے اگر ان کو باہم اکٹھا رکھکر زندگی ابسر کریں تو نہایت مذہب کو سوا اخلاق کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف احتیاج مندی کی وجہ سے خلیق ہونا چاہیے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلق اور تواضع دوسرے کے لئے اسقدر مفید نہیں جسقدر کہ اپنے لئے مفید ہے۔ اخلاق کا سنگ بنیاد ادب ہے جو سب سے پہلی صفت ہے جو انسان کو سیکھنی چاہیے کیونکہ طفولیت میں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور آئندہ زندگی میں یہ صفت برابر انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور اخیر تک ساتھ دیتی ہے۔ جوان ہو کر جب برابر کے لوگوں سے ملتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں یا ان کی عزت کرتے ہیں یا بوڑھے ہو کر جب چھوٹوں سے شفقت اور جان نثاری سے پیش آتے ہیں۔ تب بھی اسی صفت کا اثر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر شریعت میں ادب کی سخت تاکید کی ہے مسلمانوں کے یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کے بعد اگر کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو وہ والدین میں گویا بچپن ہی سے ادب کی تاکید کی گئی ہے جب طفولیت کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور تعلیم کا زمانہ آتا ہے تو ضرورت ہوتی ہے کہ والدین سے الگ ہو کر ایک غیر جگہ جائیں۔ جہاں استاد یا معلم کی حکومت ہوتی ہے اس لئے مذہب تاکید کرتا ہے کہ استاد کو مثل باپ کے سمجھیں جس سے یہ مطلب ہے کہ جو ادب بچپن میں والدین کے ساتھ رہکر حاصل کیا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے۔ بچپن کی عادتیں پختہ نہیں ہوتیں۔ اگر ادب والدین ہی کے مقابلہ میں لازم قرار دیا جاتا اور استاد کے پاس رہکر ادب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو بچہ ادب بالکل بھول جاتا تعلیم کے طویل زمانہ میں یہ عادت پوری طرح پختہ ہو جاتی ہے بلکہ طبیعت ثانی بنجاتی ہے اور پھر آخر تک اس کے مٹنے کا کچھ کھٹکا نہیں رہتا غور سے دیکھو تو استاد کا ادب باپ سے زیادہ کرنا چاہیے یعنی یہ کہ تعلیم کے زمانہ میں ادب کرنے کی عادت کو راسخ کر سکے ہیں اور عادتوں کو راسخ ہونیکا یہی زمانہ ہے یہ ایک عجیب بات ہے کہ والدین خاصکر استاد کی اتنی تعظیم کرنا کہ وہ خدا کی عبادت کے قریب پہنچ جائے۔ خاص مشرقی قوموں کی عادت ہے اہل یورپ کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی ہے کہ ان کے طالب علم استاد کا اتنا ادب نہیں کرتے۔ چنانچہ بہت عرصہ ہوا مسٹر ارسین نے اسی مضمون پر ایک عمدہ آرٹیکل میگزین میں لکھا تھا لیکن ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے نوجوانوں نے ایشیائی اخلاق اور ایشیائی آداب کا مشین لباس اتارتے وقت ادب کی پگڑی بھی سر سے اتار دی ہے۔ مدرسوں اور کالجوں کے کمروں میں جس طرح استاد سے یہ لوگ پیش آتے ہیں خاید کسی بے تکلف دوست سے بھی نہ آتے ہوں گے۔ اس کی ابتدا میں استاد کی کسی بات کی زیادہ پرواہ نہیں اور اس لئے تعلیم کا اثر انکی اخلاق پر کچھ نہیں ہوتا۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی زبان میں ادب کا کہیں ذکر نہیں کیا جاتا۔ تاکید ادب سے نفرت پیدا کی جاتی ہے جس کا اثر کچھ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو ایسا کہ جیسا غبارے میں سوراخ ایسا مصنوعی اخلاق عملی زندگی کے بہت چھوٹے سے صدمے سے مٹ جاتا ہے اور انسان اور پختہ ہونے سے پہلے بداخلاقیوں کا شکار بن جاتا ہے تعلیمیافتہ نوجوانوں میں مذہب کی طرف سے جو مذہب میں آج کشیدگی اور بے دلی محسوس ہوتی ہے ہمارے اسلاف اسکو یورپین اور انگلش لٹریچر کیطرف منسوب کیا کرتے تھے اس کا فیصلہ قطعی بہت مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ لٹریچر قوم کے خصائل کی عکسی تصویر ہے اور یورپ کی خصلت کی آج یہ حالت ہے کہ قریب قریب یونیورسٹیوں میں دینیات کو نصاب تعلیم سے خارج کر دیا ہے فرانس اور جرمنی کے اعلیٰ تعلیمگاہوں میں اسکی کچھ قدر نہیں انگلستان کی کیمبرج اور اسفورڈ یونیورسٹیوں میں دینیات کا مضمون لازمی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نابالغ طالبعلم اپنے دلی کا سرٹیفکیٹ پیش کرے تو اوس کو گرجا کی حاضری معاف کی جاتی ہے۔ البتہ اڈنبرگ کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک سینٹ انڈریو کا گرجا ناکس کے نام کی عظمت کرتا ہے اور یہاں دینیات کو لازمی سمجھتے ہیں یورپ کی اس درجہ تک نوجہلی دیکھکر ہم کو ایک لحاظ سے بہت تعجب ہوتا ہے اگر ہم کسی دولت کے لئے مثلاً انگلینڈ۔ فرانس جرمن کی کانسٹی ٹیوشنل تاریخ پڑھو اور دیکھو کہ اس کی گورنمنٹ اور سوسائٹی نے کیونکر رفتہ رفتہ ترقی کرکے یہ درجہ حاصل کیا ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہر ملک کی کانسٹیٹیوشن کی بنیاد یونان اور روم کی کانسٹیٹیوشن پر ٹھہری ہوئی ہے اور جب یونانیوں اور رومیوں کی تاریخ پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قوم دنیا میں اس سے زیادہ مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی تو وہ قدیم مصری تھے۔ ورنہ یورپ میں یونانیوں سے زیادہ کوئی قوم مذہبی نہ تھی۔ ہمارے نزدیک یورپ اندلس کے عربی فلاسفروں کی تصانیف سے متاثر ہوا تثلیث کے قائل ہو کر ابن رشید قرطبی اندلسی کے رسائل متعلق "ہمہ اوست" انکی سمجھ میں آئے اور اسلئے ان کے قلوب متحرک ہو کر بے دینی کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کی نسبت ہم آئندہ نمبر میں بحث کرینگے۔

(تیر آصفی مدراس)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیحؑ اور دونو میں سے افضل کون ہے؟!

ہم واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفضیلت اور بزرگی صاف طور پر ثابت ہے اور کسی انصاف پسند آدمی کو ہماری تحقیق سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن ہمارا اصل مدعا یہ ہے کہ حضرت مسیح ایک اعلیٰ درویش سیرت اور بے زن و فرزند مجرد آدمی ہیں اور علاوہ اسکے ان حقوق سے جو انسان کو متاہل ہونے کے بعد معلوم ہوتے ہیں محض ناواقف تھے اسی لئے انکی تعلیم میں کمال نقص اور خامی پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کریگا" (متی ۶ باب ۳۴) اب اگر بنی نوع انسان اس حکم کی پیروی کرتے تو آج دنیا میں سوائے تہیدستی اور فاقہ کشی کے اور کچھ نہ ہوتا اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی تعلیم سے دنیا کا انتظام کہاں تک چل سکتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کی تعلیم حالت بالکل ناقص اور ناتمام تھی۔ اور وہ قوانین تمدن و سیاست سے محض ناواقف تھے اور انکی تعلیم موسائٹی کے اصول سے بالکل خالی تھی۔ پس اسلئے ضرور ہوا کہ ایک کامل انسان جو دنیا کے تمام نشیب و فراز اور حقوق عباد اور معاش و معاد کے جملہ قوانین اور قواعد اور ایمان و عرفان کے تمام مراتب و مدارج سے پورا واقف ہو آخری زمانہ میں سب نقصانوں کے پورا کرنے اور تمام شرائع کی تکمیل کیلئے بھیجا جائے۔ اسکا اشارہ حضرت مسیح نے انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳ میں اشارہ کیا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کو ناقص اور ناتکمیل کہا اور اور یہ جتا دیا کہ میرے بعد آنیوالا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت کا مالک ہوگا اور تمام سچائی کی راہوں کا رہنما اور بنی نوع انسان کی تمام ضرورتوں کا متکفل اور تمام نقصانوں کا پورا کرنیوالا ہوگا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اسکی تعلیم میری تعلیم سے اکمل اور اتم ہوگی۔ کیونکہ وہ ساری سچائی کی راہ یعنی شریعت کاملہ لیکر آویگا اور کامل ہو وتنا اور وہ عالم ہوگا۔ اور میں اسکی نسبت ناقص اور کمزور ہوں کیونکہ میں ساری سچائی کی راہ تمہیں نہیں بتا سکا۔

پس حضرت مسیح کے اس ایسے صاف اقرار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اور افضل ہونا ثابت ہوگیا اور اسی باب ۱۶ کی آیات ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ میں حضرت مسیح یوں فرماتے ہیں "لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا پھر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائیگا گناہ سے اس لئے کہ وے مجھپر ایمان نہ لائے۔ راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے"۔

ان آیات مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے کامل طور پر اپنے حواریوں کی تسلی نہیں فرمائی بلکہ اونکو ایک اور کامل تسلی دہندہ کی امید دلائی اور یہ جتلا دیا کہ میں تسلی دینے والا یعنے کامل شفیع نہیں ہوں بلکہ میرے بعد ایک اولوالعزم نبی آنیوالا ہے جسکی تعلیم میری تعلیم سے کامل اور اسکی شفاعت تمام گنہگاروں کی مغفرت کا اعلیٰ وسیلہ ہوگی اور وہ بے ایمان یہودیوں کو جو مجھپر ایمان نہیں لائے اُن کی اعمال گناہ اور بے ایمانی کے باعث تقصیروار ٹھہرائیگا اور میرے منجانب اللہ اور کلمۃ اللہ ہونیکی راستی اور صداقت کو دنیا پر ظاہر کریگا اور میرے مخالفوں کو میری راستی کے باعث جھوٹا ثابت کریگا اور یہ ظاہر کر دیگا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر آیا اور پھر ہمیشہ کیلئے اسی کیطرف چلا گیا ہوں اور جو شیطان کی اطاعت اختیار کرینگے۔ ان کو عدالت یعنے خدا تعالیٰ کی شریعت سے مجرم ٹھہرائیگا۔ پس ان تمام باتوں کو آنحضرت صلعم نے پورا کیا۔ یعنے حضرت مسیحؑ کے مخالف بے ایمان یہودیوں کو اُن کے کفر اور گناہ کے باعث تقصیروار اور جھوٹے ٹھہرایا اور حضرت مسیح کا منجانب اللہ اور ایک راستباز نبی ہونا اور دنیائے فانی سے متوفی ہو کر ہمیشہ کیلئے مرفوع الی اللہ ہونا تمام جہان پر ثابت کر دیا اور شیطان کے تابعداروں کو ابطال باطل کیلئے شریعت کی عدالت سے تقصیروار ٹھہرایا اور کفارہ کے گندے اور ناپاک مسئلہ سے دنیا کو نجات بخشکر نیک اعمال اور توبہ کی طرف سبکو توجہ دلائی اور بموجب آیت ۱۶/۱۴ کے کہ وہ میری بزرگی کریگی آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح کی بہت بزرگی کی اور آپکی دنیا میں عزت قائم کر دی۔ پس ان آیات سے حضرت مسیح کا اپنی طہارت اور عزت کیلئے اور نیز اپنے اتباع کی کامل تسلی اور کامل ایمان کیلئے آنحضرت صلعم کیطرف بہت بڑا احتیاج ثابت ہوتا ہے اور یہی آنحضرت صلعم کی فضیلت خاصہ کی دلیل ہے اور انجیل مرقس ۱ باب ۷ و ۸ میں ہے کہ یوحنا منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھسے زورآور آتا ہے اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اوس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا۔ پر وہ روح القدس سے بپتسمہ دیگا۔ اور انہیں دنوں میں ایسا ہوا کہ یسوع جو ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کی ہاتھ سے بپتسمہ پایا۔

ان آیات سے ہویدا ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور باقرار یوحنا یعنی یحییٰ بن زکریا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں کیونکہ یوحنا خود کہتا ہے کہ میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اسکی جوتیوں کا تسمہ کھولوں یعنی وہ مجھسے زبردست اور بزرگ اور معظم ہے اور میں اسقدر بھی نہیں کہ اسکی ادنے خدمت بجا لاسکوں کیونکہ مجھمیں اور اسمیں ایک بین فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے تمہیں صرف پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح القدس یعنی وحی پاک (قرآن کریم) سے بپتسمہ دیگا چنانچہ قرآن کریم کی آیۂ کریمہ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اسی بپتسمہ کیطرف اشارہ کرتی ہے کہ جس کی تشریح حضرت یوحنا نبی نے اپنی اس پیشگوئی میں کی۔ یعنی اللہ کا اصطباغ اور اللہ کے اصطباغ سے کسکا اصطباغ یعنی بپتسمہ بہتر ہے اور ہم تو خاص اسی کی عبادت کرنیوالے ہیں۔

اور اس پیشگوئی کی خصوصیت آنحضرت صلعم کے ساتھ یہ ہے کہ حضرت مسیح یوحنا کے پیچھے نہیں آئے بلکہ اسوقت موجود تھے اور نیز یوحنا کے معاصر بلکہ شاگرد تھے کیونکہ اس آیت میں لکھا ہے کہ یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا پس حضرت مسیح بوجہ شاگردی حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے ان سے افضل ہی نہیں ہو سکتے اور نہ بعد میں آنیوالے ہیں پس یہ پیشگوئی مختص بہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی اور اس سے فضیلت حضور صلعم کی بوجہ اتم و اکمل ثابت ہوئی اور یہ جو لکھا ہے کہ تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا کہ اس سے بپتسمہ پاوے پر یوحنا نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھسے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ متی ۳ باب یہ بیان اور یوحنا کا وہ قول کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں متی ۱۱ باب باہم متعارض ہیں۔ کیونکہ انجیل متی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مسیح یوحنا سے بپتسمہ پانے کیلئے ناصرت جلیل سے یردن میں آیا تو اسوقت یوحنا نے یہ لفظ کہے کہ میں تجھسے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں۔ اس سے کہا اور پھر اسی انجیل میں یہ لکھا ہے کہ یوحنا نے اپنی گرفتاری کے بعد قید کی حالت میں جبکہ یسوع جلیل کو چلا گیا ہوا تھا اپنے دو شاگردوں کو مسیح کے پاس بھیجکر پچھوایا کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ دیکھو متی ۱۱ باب ۳

پس اگر یوحنا کو مسیح کو بپتسمہ دینے کے وقت اس بات کا علم ہوتا کہ یہی مسیح ہے اور مجھسے افضل ہے تو پھر جلیل میں اپنے دو شاگردوں کی معرفت اس سے یہ کیوں پچھوا بھیجتا کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ اس اختلاف سے پایا جاتا ہے کہ کسی کا ایک بیان ضرور غلط ہے خواہ پہلا خواہ پچھلا اور بصورت تعارض دونو بیان ساقط الاعتبار ٹھہرینگے پس اس تناقض اور تعارض کی وجہ سے یوحنا والی پیشگوئی کا خاتم الانبیاء کے ساتھ اختصاص اور بھی بوضاحت ثابت ہو گیا۔

اور دوسری گواہی حضرت یوحنا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ ہے کہ اس نے یہودیوں کے جواب و سوال میں اپنے موعود نبی ہونے سے انکار کیا۔ یعنی وہ نبی جس کی تورات میں موسیٰ نے خبر دی تھی۔ اور یہودیوں کو بر طبق پیشگوئی علاوہ مسیح کے اس موعود نبی کی انتظار رہتی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تاکہ ہم انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو۔ مگر یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے۔ یوحنا باب ۱ سے ۲۵ تک

ان آیات سے بصراحت ثابت ہے کہ یہودیوں کو ایک بزرگ اولوالعزم نبی کی انتظار تھی اور وہ اس موعود نبی کو مسیح اور الیاس کے علیحدہ آنیوالا جانتے تھے۔ اور وہ نبی کہکر اسے تعبیر کرتے تھے اور اسکی نسبت یوحنا نے انکار کیا کہ میں وہ نہیں ہوں اور نہ مسیح ہوں۔ تب وہ کیا؟

٭ نوٹ کالم اول۔ قرآن کریم میں اسکے برخلاف یہ تعلیم ہے کہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ سورہ جمعہ یعنی جب تم پوری طور پر عبادت الٰہی کے حقوق پورے کر چکو تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور خدا تعالیٰ کے فضل کو ڈھونڈو یعنی جائز اور حلال طریق سے مال پیدا کرنیکی کوشش کرو تاکہ تم نجات پاؤ یعنی اپنی سارے وقتوں کو کمائی اور دولت کے پیدا کرنے میں مت صرف کر دو۔ مگر بقدر ضرورت پیدا کر کے پھر خدا تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ اسمیں تم فلاح اور برکت پاؤگے + پس یہی حسن معاشرت کا کامل اور پاک طریق ہے جس سے خدا تعالیٰ کے لازمی اور رحم

٭ وہ جبراً لاحقوق کے ادا سے ہی سبکدوشی حاصل ہوتی ہے اور دنیا جو عالم اسباب ہے اسکی ضرورتیں بھی پوری ہوتی جاتی ہیں +

یہودیوں نے تاکیداً سوال کیا کہ اگر تو مسیح بھی نہیں اور الیاس بھی نہیں ہے۔ اور وہ نبی نہیں ہے تو اور کون ہے پس اوس نے یہی جواب دیا کہ مین بیابان مین ایک پکارنیوالے کی آواز ہون۔

پس بلاشک وہ نبی کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مخصوص ہوا۔ اور حضرت مسیح سے اس لفظ کو کچھہ مناسبت نہین کیونکہ یہود کو جیسا کہ ہم اوپر لکھہ چکے مین علاوہ مسیح کے ایک اور اولوالعزم مرسل کی انتظار تھی اور نبی سے وہ موسٰی والی پیشگوئی کا موعود اور مبشر نبی مراد رکھتے تھے۔ مسیح اس پیشگوئی کا مصداق ہرگز نہین ہو سکتا۔ پس بالضرور ثابت ہوا کہ یہ آنحضرت صلعم کے حق مین یوحنا کی مخصوص شہادت ہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کو اب کیا ضرورت ہے؟

الحکم کی گذشتہ اشاعتون مین حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مدرسہ کی ایک تازہ اور اشد ضرورت کیلئے پانچسو روپیہ کی تحریک کی تہی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مولانا موصوف نے جن احباب کو خصوصیت کیساتھہ متوجہ کیا تہا وہ توجہ کر رہے ہین چنانچہ ذیل مین ہم اپنے محترم بہائی منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹہ کی ایک تحریر شایع کرتے ہین جو اسی تجویز کی عملی تائید ہے۔ ماسٹر صاحب اور ہمارے بہائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹہ دینی خدمات مین اپنے مال کو صرف کرنے مین سعشہ خوشی اور لذت محسوس کیا کرتے ہین اور کوئی ایسی تحریک نہین ہوتی جسمین یہ بزرگ بڑھکر حصہ نہین لیتے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس سے بہی بڑھکر خدمات دین کا موقع دے۔

ہم اب کسی زائد تمہید کے بدون منشی صاحب کا اصل خط جو انہون نے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے نام بہیجا ہے شایع کرتے ہین۔ امید ہے ہمارے وہ بزرگ احباب جن کو اس خط مین مخاطب کیا گیا ہے اس حسن ظن کو جو سید مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اور پہر ہمارے محترم بہائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب نے انکی مالی خدمات کو انکا نام کر انپر کیا ہے صحیح ثابت کر دکہائینگے اور اپنے اپنے حصہ کی رقم جلدتر بہیجکر مدرسہ تعلیم الاسلام کی اس موجودہ ضرورت کو رفع کر دینگے۔ خدا تعالیٰ انکو اور دوسروں کی...... قوم کو توفیق دے آمین

وہ تحریر یہ ہے

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

کو ایک سخت ضرورت کا پیش آنا ۲۴ مئی کے پرچہ الحکم مین ظاہر کرکے مبلغ پانچسو روپیہ کی ضرورت تبلائی گئی ہے چونکہ دینی خدمات کی اشاعت کا خاص اور بڑا ذریعہ یہی مدرسہ ہے اسلئے ہماری اپنی اس معتقدانہ جماعت خاصکر صاحبان ذیل سے استدعا ہے کہ فی الحال وہی ۱۵ صاحبان جنکے نام نیچے لکہے ہین اگر اس قلیل مطلوبہ رقم کو حصہ رسدی پورا کر دیوین تو یہ کوئی بڑی بات نہین ہے صرف پچیس ہی حصہ مین آویگی جو حوصلہ مند بہائیون کے نزدیک کچھہ زیادہ نہین ہے۔ باقیماندہ جماعت سے جو روپیہ آویگا وہ مدرسہ کے دیگر ضروری کام مین صرف کیا جاوے۔ امید ہے کہ ہماری پیش کردہ تجویز کو ہمارے بہائی منظور فرماوینگے۔

نیازمندان

محمد اسمٰعیل و عبدالعزیز ماسٹر ٹیلر از میرٹہ

(شیخ رحمت اللہ صاحب۔ منشی تاجدین صاحب

سید محمد حسین صاحب۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب

حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ شیخ نور محمد صاحب

منشی محمد نواب خانصاحب۔ خواجہ جمال الدین صاحب

منشی عبدالعزیز صاحب۔ محمد اسمٰعیل

شیخ عطار محمد صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب

منشی عزیز بخش صاحب۔ بابو غلام محمد صاحب۔ بابو غلام [illegible] صاحب)

مکرمی برادرم مولوی عبدالکریم صاحب دام عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مبلغ عہ خدمت عالی مین روانہ کئے جاتے ہین جنکی تفصیل یہ ہے کہ مبلغ عہ نیازمند محمد اسمٰعیل کیطرف سے اور مبلغ ۱۲؎ ماسٹر عبدالعزیز صاحب کی طرف سے ہے صفحہ دوئم پر جو مضمون ہے مہربانی فرماکر پرچہ الحکم مین آئندہ ہی پرچہ مین درج کرادیجئے ہماری دلی خواہش ہے کہ وہی ۱۵۔ اشخاص جن کے نام آپنے تحریر فرمایا ہے اس رقم مطلوبہ کو حصہ رسدی ادا کر دیوین

راقم نیاز

محمد اسمٰعیل ماسٹر ٹیلر راٹل بریگیڈ نمبر ۳

احباب کیخدمت مین ضروری گذارش

کچھہ عرصہ ہوا کہ میان احمد نور صاحب نور زکنقان مولانا مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانیکو اسلئے مخدومی و مکرمی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے تحریک کی تہی اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چہوٹی سی خدمت مین پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جاویگی تعمیر مکان کا کام شروع بہی کر دیا گیا تہا۔ لیکن آجتک جو اس تحریک پر ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہے سوائے ان رقوم کے جنکا ذکر اس تحریک مین بہی کیا گیا تہا صرف عہ روپیہ کی رقم جسمین بڑا حصہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطار محمد صاحب اور سیر ایبٹ آباد کا ہے وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جاوے ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہے اس کو بہی برباد ہونیکا اندیشہ ہے اس کیلئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر مین حصہ لینا چاہتے ہون بہت جلدی جسقدر ہو سکے روپیہ بہیجکر اس کام کے سرانجام دینے مین مدد دین اور رقم مطلوبہ کو جس کا اندازہ دوسو تک کیا گیا ہے پورا کر دین۔ اسمین شک نہین کہ اس سلسلہ مین آئے دن دینی کامون کیلئے چندونکی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بہی سمجھہ لینا چاہئے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہے جو صاحب توفیق رکہتے ہون وہ ضرور اس کار خیر مین حصہ لین۔ رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہین۔

شیخ رحمت اللہ عہ شیخ عطار محمد صاحب عہ چندہ معرفت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب از قادیان ہے مفتی محمد صادق صاحب عہ مولوی شیر علی صاحب عہ میان نواب الدین صاحب ۸ سید محمد علی شاہ صاحب نے علاوہ صہ چندہ کے ایک کوٹہے کی چہت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مولوی امام الدین صاحب مدرس گولیکی عہ بابو شاہدین گولڑہ عہ۔ میان خیرالدین گارڈ و عبدالعزیز کوہاٹ عہ منشی نذیرالدین بہامو عہ

مخمس فی المدح حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان بروز مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان علیہ الصلوٰۃ والسلام

تصنیف

ایس۔ این احمد احمدی خلف ایس۔ ایم یو احمدی ٹہیکہ دار کمیسریٹ کیمپ انبالہ بازار توپخانہ

سلک گہر ہے رشتہ دہن سخن میرا
گویا ہے موتیونکا خزانہ دہن میرا
مع گل مسیح شان ہے چلن میرا
سرسبز ہے فضا ہے ہمیشہ چمن میرا

مداح ہو نہین اس شہ عالیمقام کا
جو جان تن ہے خاص رسول انام کا

یہ مصطفٰے کا گلشن دلکی بہار ہین
دیکہو آسمان کہ یہ ماہ کمال مین
بر اشتباہ یہ چاند ہے ہلال کے
اور آفتاب دولت دین بیزوال ہین

یہ مصطفٰے کی جان ہے اور دلکا چین ہین
یہ مصطفٰے کی جان ہین معد قرہ عینین

جو گل یا منہ میرے سیمبر کا
دیکہا کہ ہین مہتاب کو صنوبر مین
ہیچ شرح کے منہ مین [illegible]
فقہ مدد کو تیز و دیکہی تیغ و تیر

مردود ہین جو ہین رقمی بغض اس سے سبکو
ہمسر و مین جلین کو وہ تکرار عذاب ہے

مسند لگا دئے وقت پانگا قدم ہوا
آیا ہے جسکی شان مین الاانا دلیا
قرآن مین یہ بالتفصیل ہے لکہا
یہ مرتبہ جو انکو دیا حق نے ہے عطا

ازا تباع سنت نبوی ہے بالیقین
جلتی ہین اب قدم بقدم مخبر موسنین

سرتاج اولیا زمان ہیکے سیر مین
باغ وفا کے سرو روان سبز بین
سفتاح قفل مرشدان ہیکے سیر مین
یہ مرز فکر و وہم و گمان سے بہیر تین

بے شک یہ بے نظیر ہین اور بے عدیل ہین
کافی یہ ہی کہ نور خدا کے جلیل ہین

محبوب رسول کو یہ ہین لاریب یہ سیر حقیقت نشاد ہین
یہ کیفیت و قوت ہین مین یہ شمع معرفت ہین مخزلالہ ہین

سرگرم انکے فیض قدم سے ولی ہوئے
اور در تنخن سے بدل کر جلی ہوئے

اسی عرض ہے نصیر کی اے ذوالجلال ہے
بارگاہ تیری ہمیشہ لازوال
تیری سہا سکے نہیں طاقت کمال
آیا ہون تیرے در پہ بنجز ہی سیمال

اس مدح کے عوض ہین مجہے یہ صلہ ملے
سایہ مین مہدی پاک کے محشر کو جا ملے

روپیہ اڑ گیا

ہم نے الحکم میں جب ڈاکخانہ کے محکمہ کے متعلق بعض مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا تو اس میں سے پہلا مضمون ہم نے نوٹ سسٹم کے متعلق لکھا تھا کہ نوٹ سسٹم کا برا استعمال بعض غریب کلرکون اور دوسرے ماتحتون کو سخت نقصان پہونچا دیتا ہے۔

اس کے ضمن میں ہم نے دیوی دتا مل ایک کلرک کا ذکر کیا تھا اس ذکر کے ساتھ ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا تھا کہ اس بیچارے کو ہی مضامین کا محرک سمجھا جاوے گا حالانکہ ہماری اس بیچارہ سے کوئی خط وکتابت یا راہ ورسم کبھی نہ تھی اور نہ ہے۔ آخر جس خطرہ کا ہمکو اندیشہ تھا وہ سفیا سامنے نک ہوکر رہا۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ دیوی دتا مل الحکم کے مضامین کا محرک تھا بلکہ وہ ایک آفت میں مبتلا ہو گیا ہے اگرچہ ہم ابھی تک اس کے متعلق کہنے کیلئے تیار نہیں کہ حق کیا ہے؟ کیونکہ تحقیقات ہو رہی ہے۔ جتنے مونہہ اتنی باتین بن رہی ہین۔ آج ہم فی الحال اس مقدمہ کا مختصر سا تذکرہ اور عام حالات بتاتے ہین

کہا جاتا ہے کہ پٹھانکوٹ سے ایک تھیلہ ڈاک کا بند شدہ ذونیرہ کے نام کا ریلوے سٹیشن پٹھانکوٹ پر آیا جہان دیوی دتا مل تعین تہا اس مین ایک کیش بیگ معمولہ ایک سو چالیس روپیہ بھی تہا۔ دیوی دتا مل نے اس تھیلہ کو کھولنے کی بغیر عام قاعدہ اور اعتبار کے موافق اس کو لیکر صندوق مین رکھ دیا جس کے اوپر لالہ گنپت رائے انسپکٹر ڈاکخانجات کی کرسی بھی بچھی ہوئی بیان کیجاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہین تہے آخر جب ڈاک کی روانگی کا وقت آیا تو دیوی دتا مل نے انسپکٹر صاحب کی کرسی اٹھا کر تھیلہ نکال کر حوالہ ڈاک کیا۔ اس ڈاک کے ہمراہ تانگہ پر انسپکٹر صاحب اور بعض ملازمان ڈاکخانہ اور شاید ایک ڈپٹی انسپکٹر بھی سوار ہوئے۔ وہ ذونیرہ پہونچکر وہ روپیہ اس تھیلہ سے کہا جاتا ہے برآمد نہیں ہوا۔ اس پر اسوقت جو معمولی اطلاع ہے کوئی مزید کارروائی نہین ہوئی۔ بعد مین سنا ہے پولیس نے تلاشی لی مگر کچھہ برآمد نہین ہوا۔ پھر دیوی دتا مل نے دفتر کی بعض شکایات کے متعلق پی ایم جی کو لکھا اور اپنے پاس کسی تحریری ثبوت نا واجب سختی کے ہونے کا حوالہ دیا جس پر پی ایم جی صاحب نے اپنا ایک پرنسپل اسسٹنٹ وہان بھیجا اور سپرنٹنڈنٹ کی موجودگی مین وہ تحریری ثبوت اس سے لیا گیا اور دیوی دتا مل اب معطل ہے پھر دوبارہ پولیس نے تلاشی لی۔ مگر کچھہ برآمد نہین ہوا مقدمہ تفتیش کے لئے حوالہ پولیس ہے۔ دیکھین نتیجہ کیا ہوتا ہے یہہ واقعات عام طور پر بیان کئے جاتے ہین ہم تفصیلی واقعات اور اصل واقعات کے لکھنے کیلئے کسی واقف کار کو توجہ دلاتے ہین۔

تفصیل واقعات کے موصول ہونے پر اس معاملہ پر پوری روشنی ڈالی جا سکیگی اور ہم اپنی رائے کے اظہار کے بھی قابل ہو جاوینگے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسپکٹر صاحب نے جبکہ انکو معلوم ہو گیا تہا کہ روپیہ گم ہو گیا ہے اسی وقت چاہئے تہا کہ واپس آکر تفتیش کرتے مگر اس وقت انہون نے واپس آنا ضروری نہین سمجھا۔ اس کی وجہ سمجھ مین نہین آتی۔ بہر حال اس وقت تک ہوائی ہیر ہین۔ لالہ گنپت رائے صاحب انسپکٹر سے بھی درخواست کرتے ہین کہ اگر نامناسب نہ ہو تو وہ اصل حالات بھیجکر ہمکو شکرگذاری کا موقع دین۔

(باقی پھر)

مظلومانِ پوسٹ آفس

دوسری جگہہ ہم نے نانک بخش مظلوم سابق چٹھی رسان ڈاکخانہ لکھنؤ کے مقدمہ کے حالات بیان کرنے کا وعدہ کیا تہا جو درج کئے جاتے ہین۔

نانک بخش چٹھی رسان بائیس سال کا ملازم تہا اور نو سال کامل سے ڈاکخانہ لکھنؤ مین کام کرتا رہا تہا۔ وقوعہ مقدمہ سے پہلے جس کا ذکر ہم آگے کرینگے وہ نہایت نیک نام رہا۔ سب پوسٹماسٹران لکھنؤ اور انسپکٹران سب ڈویژن نے اس کے کام کی نسبت پہلے کبھی شکایت نہ کی سوا اس کی سروس بک ہمیشہ بے داغ رہی لیکن جب لالہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر نے دوکتا لکھنؤ کا چارج لیا تو اس کو نانک سے ایک قسم کی عداوت پیدا ہو گئی۔

نانک اس نفرت اور کدورت کی وجہ بتلاتا ہے کہ چونکہ لچھمن داس ہندو تہا اور کفایت شعاری کی وجہ سے کوئی نیچ کا ملازم نہ رکھہ سکتا تہا اسکی قدرتی خواہش یہ ہوئی کہ نانک بخش مسلمان کی جگہ کوئی ہندو چٹھی رسان ہو جو اس کے پرائیویٹ کام مثلاً پانی لانا کہانا پکانا بھی کر سکے۔ آتے ہی سب پوسٹماسٹر نے اس کے کہنا شروع کیا کہ اپنی تبدیلی کی درخواست کرے لیکن نانک کو بہی عرصہ دراز کی سکونت کی وجہ سے لکھنؤ کے ساتھہ دلبستگی ہو گئی تہی اور اس لئے وہ تبدیلی کی درخواست خود بخود نہ کر سکا۔ علاوہ ازان اس نے یہ خیال کیا کہ خود بخود تبدیلی کی درخواست کر دینے سے وہ سفر خرچ اور ٹرنیزٹ پے سے محروم ہو جائیگا۔

ہم نہین کہہ سکتے کہ نانک کا بیان یا خیال کہان تک صحیح ہے مگر بتیس۳۲ سالہ ملازمت محکمہ ڈاک کے تجربہ سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اکثر سب پوسٹماسٹر اور پوسٹ ماسٹر چٹھی رسانون اور ہرکارون سے پرائیویٹ کام لیتے ہین پانی بھرواتے اور کہانا پکواتے ہین اور اس لئے پوسٹماسٹر اور سب پوسٹماسٹر ہندو ورن کو پسند کرتے ہین یہ کسی مذہبی تعصب سے نہین۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ ہم مذہب ماتحتون سے افسرون کے پرائیویٹ کاروبار مین زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ اور ہندو سب پوسٹماسٹر اور سب پوسٹ ماسٹر جو چھوت چھات کے زیادہ قایل ہوتے ہین، اس قسم کی سہولتون کے قدرتی طور پر زیادہ خواہشمند ہوتے ہین اور اس لئے ممکن ہے کہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر لکھنؤ کی یہہ خواہش ہو کہ نانک بخش مسلمان چٹھی رسان کی بجائے کوئی ہندو چٹھی رسان آ رکھے۔

بہر صورت باہمی کدورت اور نفرت کی کوئی وجہ ہو لچھمن داس نے ...... جون سنہ ۱۹۰۴ء کی صبح کو اس عذر پر (خواہ وہ عذر صحیح تہا یا بناوٹی) کہ نانک دیر سے حاضر ہوا ہے اسکو مارا اس مارپیٹ مین رول چوبی سے اس کا ایک دانت بھی توڑ دیا اور دفتر سے نکالدیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ بذریعہ تار کے صاحب سپرنٹنڈنٹ علاقہ کو اسکی شکایت کر دی۔

نانک بخش نے جب دیکھا کہ اسے مارپیٹ بھی ہوئی ہے اور رپورٹ بھی ہو گئی ہے۔ تو بقول مرتا کیا نہ کرتا اس نے تہانہ مین جاکر اپنی رپورٹ درج روزنامچہ کرا دی۔ بعد تحقیقات موقعہ اور شہادت ڈاکٹر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بہ علت ضرب شدید زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند لچھمن داس کا چالان کر دیا والہ لچھمن داس نے اس مقدمہ کی جواب دہی کے لئے ڈہائی ماہ کی رخصت حاصل کی۔ حالانکہ اس کام کیلئے صرف ہفتہ دو ہفتہ کی رخصت کافی تہی۔

اس مقدمہ مین لکھنؤ کی ناسپٹل اسسٹنٹ نے جو عیسائی تہے دوکاندارون اور ساہوکارون نے اور ڈاکخانہ کے ہرکارون نے لچھمن داس کے خلاف شہادت دی مگر نانک کی بدقسمتی سے لالہ سنت رام صاحب مجسٹریٹ نے تمام نیک معززین کی گواہی کو غیر معتبر اور غیر مستند خیال فرما کر نانک کے استغاثہ کو خارج کر دیا

ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ پر اپنی رائے مفصل آئیندہ لکھینگے فی الحال اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ لالہ سنت رام صاحب کی عدالت نے لچھمن داس سب پوسٹماسٹر کے بیان کو معتبر خیال کیا اور ایسا کرنے کے وجوہات جو درج فیصلہ ہین وہ ہمین قابل اطمینان نہین معلوم ہوتے ہین

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ پوسٹماسٹر جنرل صاحب بہادر پنجاب نے اس فیصلہ کو صحیح باور کرکے یہ حکم دیا کہ چونکہ نانک بخش کی غلط رپورٹ کی وجہ سے لچھمن داس کو ڈہائی ماہ کی رخصت بلا تنخواہ لینی پڑی اور اس سے اس کا ڈیڑہ سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ لہذا یہ ڈیڑہ سو روپیہ نانک بخش ادا کرے اور جبتک نہ ادا کرے بحال نہ کیا جائے۔

نانک چٹھی رسان عیالدار آدمی تہا صرف آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا تہا پچھلے پانچ سات سال کی معطلی سالیون کیوجہ سے ایک حبہ بھی پس انداز نہ کر سکا اس لئے اتنی گران رقم کا یکمشت ادا کرنا اسکی طاقت اور استطاعت سے خارج تہا اور اگرچہ کسیطرح بھی وہ اس رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہ ہو سکتا تہا۔ تاہم حاکم مرگ مفاجات اس نے بہت سی عذر ومعذرت اور منت وسماجت کے بعد یہ درخواست کی کہ یہ رقم ایک دو روپیہ ماہوار کی قسط سے اسکی تنخواہ سے وضع کیجائے۔

آخرش پوسٹماسٹر جنرل صاحب نے نانک بخش کو سال ڈیڑہ سال کی معطلی کے بعد عدول حکمی کے جرم مین موقوف کر دیا۔ پوسٹماسٹر جنرل کے اس خلاف انصاف خلاف قانون اور خلاف مقتضائے رحم فیصلہ پر بھی ہم اپنی رائے کا اظہار کسی آئیندہ موقعہ پر ملتوی کرتے ہین۔ اور صرف اس اطلاع پر اس مضمون کو ختم کرتے ہین کہ مظلوم نانک نے پوسٹماسٹر جنرل صاحب کے فیصلہ کی اپیل صاحب ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند کو چار ماہ سے بھیجی ہے۔ لیکن تا حال جواب نہین آیا۔

اخبار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان مطبع کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا لواء — رجسٹرڈ ایل ۶۷ — منارۃ مسیح موعود

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

اِنَّهٗ اٰوَی الْقَرْيَةَ

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا نزد قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

نمبر ۲۱ — دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۷ء — جلد ۱۱

کلمات طیبات امام الزمان

علیہ الصلوٰۃ والسلام

تسبیح پھیرنے کے متعلق

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقامات گورداسپور احاطہ کچہری میں ایک صاحب نے پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لیکر ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے آپ اسکے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] مرتب ہوا کرتا تھا۔ اور [illegible] کی حد سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آتی ہیں اور انھوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں روایات میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقع کے ہوتی تھی مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزت کر اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس

اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے یہی نیکی ہے۔ ایسا ہی اسیطرح پر تسبیح کے متعلق بات ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ اللہ کا بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اب یہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا نماز کے بعد ہی ہے تو ۳۳ مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ ۳۳ مرتبہ والی بات [illegible] ہے۔ ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو [illegible] یاد کرتا ہے کیا وہ شمار کرے گا کہ اب ۳۳ مرتبہ [illegible] کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گن گن کر۔

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گن گن کر کیا یاد کرنا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۳۳ مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہوگی کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہوگا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ ۳۳ مرتبہ کر لیا کر اور یہ جو تسبیح ہاتھ میں لیکر بیٹھتے ہیں یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہو جاوے گا کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہونچے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تھے رات کو جو میری آنکھ کھلی تو میں نے آپکو اپنے بستر پر نہ پایا مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں

سجد لک روحی وجنانی

اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ ۳۳ مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گنکر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے اسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہے نہیں کہ تسبیح لیکر دانہ شماری کرے کسی نے کہا ہے

من کا منکا صاف کر

انسان کو چاہیے کہ اپنے دلکو صاف کرے اور خدا سے سچا تعلق پیدا کرے۔ تب وہ کیفیت پیدا ہوگی اور وہ ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

پھر پوچھا گیا کہ نماز واجب میں تعداد رکعت کیوں رکھی ہے

فرمایا

اسمیں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں جو شخص نماز پڑھے گا وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہیگا ہی اور اسی طرح پر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق و شوق ہوتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے جب وہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بس کر جاتا ہے

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں جو شخص اسمیں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اُسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہیگا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ۷۰ ہزار کا سودا لیا اور ۷۰ ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا پس یاد رکھو کہ کامل بندہ اللہ کے وہی ہوتے ہیں جنکی نسبت فرمایا لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اسکی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ آ سکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے کسی کام میں مصروف ہو مگر اُسکا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہیگا اسیطرح پر جو لوگ خدا کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے وہ بھی تسبیح ہی ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے یہی مفہوم اور غرض اسلام کی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر ہمیشہ رکھ دے

مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

اگر عیسیٰ زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بے عزتی تھی سو تم نہ اہل سنت ہو نہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی۔ مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں نکاح کیونکر کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔

ان سب باتوں کے بعد [illegible] مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تم کو طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی جو خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لیے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز۔ اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح سے بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کیے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ ان کے لیے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لیے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہیں چھوڑتا۔ ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت ہے لیکن جب تو دعا کے لیے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آ جائے گا۔ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لیے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لیے سخت غمگین ہو جاتے ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لیے ایسے بے خود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلہ سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے

مراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بیا اینجا سیمرسیت مہدئی زمان بین
رگرہ تا جسکی جو کیث پری ہرسو ہر و جوان بینیا
امام وقت کو آ دیکھ چیو ڑ اب تو جہان بینیا
نہ لٹ جائیگی کچھ تیری نیہان ای سہربان بینیا
چہ گویم بالتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوامی شفا بینی غرض دارالامان بینی

اگر دل مین ترے شوق بہار باغ جنت ہے
جو تو چاہے کہ دل ہی دور تیرے رنج و کلفت ہو
تو تو آگر امام وقت ہی بے شبہ بیعت ہو
یہان دونون جہان کی تجھ کو حاصل عزت ہو
چہ گویم بالتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوامی شفا بینی غرض دارالامان بینی

یہان ہر مجرمت مثل فاروق و ابوذر ہی
نہ یاد خالق اکبر سے غافل کوئی دم سمجھے
اگر قہر و غضب کا بہی خدا کی کچھ تجھے ڈر ہی
تو آ تو اس جگہ امن و امان کا ہی گھر ہی
چہ گویم بالتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوامی شفا بینی غرض دارالامان بینی

تعجب ہے کہ تجھ کو قدر مہدی تو نے پہچانی
نہ تو نے وقعت و عظمت امام وقت کی جانی
مرض مہلک ہے لازم ہی کہ تجھی ہلاکت و اگہانی
تو کر عزم سفر آخر کیا کٹھن یہ تن آسانی
چہ گویم بالتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوامی شفا بینی غرض دارالامان بینی

اگر تو درد دل کو چاہتا ہے یہ کہ اچھا ہو
ترے سینہ مین جاری معرفت کا ایک دریا ہو
تو سب کچھ چھوڑ کر اکبر ادہر تو تو روانہ ہو
بتاؤن کیا کہ حاصل سمجھ یہ تجھکو کیا کیا ہو
چہ گویم بالتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوامی شفا بینی غرض دارالامان بینی

راقم
اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی

ضروری اطلاع

خط و کتابت کرنیوالے اصحاب باوجود بار بار فہمائش کرنے کے نمبر خریداری تحریر کرنے مین تساہل کر جاتے ہین جس سے تعمیل مین دقت پیش آتی ہے اور جواب نہین دیا جاتا۔ (منیجر)

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام و پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔

جیسا کہ یہودی علماء پہچان چکے ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم اپنے دعوے نبوت مین سچے و راستی پر ہین مگر علمائے اہل کتاب دنیاوی ننگ و ناموس، جاہ و جلال مین کمی آنے سے دلی اعتقاد ظاہر نہین کرتے تھے اور ان راستبازون کو ہر روز اسے لوگون کے سامنے نفرت ظاہر کرتے تھے ویسا ہی آجکل کے اکثر ملاؤ علماء و سجادہ نشین حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام سے بظاہر منکر ہو کر کنارہ کشی کر رہے ہین۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ہر دو گروہ کی اندرونی حالت کا نقشہ قرآن کریم مین کھینچکر بتاتا ہے۔ الذین اتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے اپنی کتاب کا علم دیا ہے وہ پیغمبر خدا کو ایسا پہچانتے ہین جیسا کہ کوئی اپنے بیٹون کو پہچان لیتا ہے اور بے شک اہل کتاب مین سے ایک گروہ سچ بات کو جان بوجھکر چھپا رہا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا برادرم بابو فیروز علی سٹیشن ماسٹر ہاکسوال نے میرے آگے زبانی بہی ذکر کیا اور ایک خط مین مندرجہ ذیل بیان حلفاً لکھا ہے جو بجنسہ بیان درج کیا جاتا ہے۔

اللہ جلشانہ کیواسطے ایک سچی شہادت بندہ غالباً سنہ ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۹ء مین جن دنون مین بمقام سٹیشن گولڑہ تعینات تہا اوس وقت مین سائین پیر مہر علیشاہ کے مریدون مین سے تہا۔ ایک ڈاکخانہ کا چپڑاسی جو باشندہ گجرات کا تہا جس کا نام مجہی یاد نہین رہا گو وہ حضرت اقدس سے خاد مانہ تعلق نہین رکہتا تہا لیکن مداح تہا اُس سے مین نے جب حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود کی تعریف سنی اور کچھ مجمل طور پر دعوی مسیحیت کی بابت سنا تو مین نے گولڑہ مین جاکر پیر مذکور نے مفصلہ ذیل الفاظ بیان کئے جو بطور حلفی شہادت کے مین ارقام کرتا ہون لنقل

پیر مہر علیشاہ کے الفاظ۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ بعض مقامات منازل سلوک مین ایسے ہین کہ وہان اکثر بندگان خدا پہونچکر مسیح اور مہدی بن جاتے ہین بعض اون کے ہمرنگ ہو جاتے ہین۔ یہ مین نہین کہہ سکتا آیا یہ شخص (یعنے حضرت اقدس) منازل سلوک مین اوس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے مذاہب باطلہ کیواسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔ انتہی۔‘‘

مذکورہ بالا بیان پیر صاحب گولڑی کا ہے جو انہون نے بابو فیروز علی کے روبرو کیا۔ اگر پیر مہر علیشاہ کا یہ اعتقاد نہین تہا یا ابتک اون کا دلی اعتقاد یہ نہین ہے جو انہون نے کئی دفعہ اپنے مریدون کے روبرو بیان کیا تو ایک اشتہار اس قسم کا شایع کر دین کہ خداوند تعالےٰ جہوٹے کو پہلے موت دے بس جلدی فیصلہ ہو جائیگا۔

راقم
خاکسار محمد فضل احمدی چنگوی مقام چنگا تحصیل گوجرخان

چند سوالات از علماء و مجتہدین اہل تشیع

۱۔ کیا یہ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کامل مکمل بے کم و بیشی و بے نقص وہی قرآن ہے جو محمد صلعم پر نازل ہوا اور کل ضروریات دینی و دنیوی کا مشتمل ہے۔
۲۔ حدیث نبوی کہان تک واجب التعمیل ہے اور اس کا معیار صحت کیا ہے۔
۳۔ اگر حدیث معارض قرآن مجید ہو تو عمل کس پر ہوگا
۴۔ شیعہ صاحبان اپنے آپ کو دیگر فرقہ ہائے اسلام کے سامنے کو نسے دلائل و براہین قرآن حمید کی رو سے اقرب الی الحق اور ناجی قرار دیتے ہین۔
۵۔ اصول دین۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ معاد۔ کس نے وضع کئے ہین اور کب اور ان مین باہمی کیا ربط ہے۔
۶۔ صفات اللہ مین سے خاصکر صفت عدل کیون دوسرا اصل مقرر کیا گیا ہے۔
۷۔ نبوت کے اقسام از روئے لغت و شریعت کیا ہین۔
۸۔ امامت کے معنے از روئے لغت و شریعت مع اقسام۔
۹۔ رسول۔ نبی۔ امام۔ امین کیا فرق ہے۔
۱۰۔ امامت کے اندر ایسا اخفا برتا ہے جیسا کہ نبوت مین اگر نہین تو منکر امام کی موت موت جاہلیت کیون قرار دیگئی ہے۔
۱۱۔ منصب امامت مثل منصب نبوت وہبی ہے یا۔
۱۲۔ تعداد آئمہ کی دلیل کتاب اللہ سے کیا ہے۔
۱۳۔ اگر آئمہ علیہم السلام منصوص امام ہین تو ہر ایک امام کے متعلق نص پیش کی جاوے نیز اس بات کے لئے کہ امامت ایک ہی خاندان سے مخصوص ہے۔
۱۴۔ آئمہ علیہم السلام پر کن امور کے متعلق وحی ہوتی تہی۔
۱۵۔ حدیث امام اور حدیث نبوی صلعم مین تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیے۔
۱۶۔ حضرات آئمہ کی دعوت کو اہل زمانہ نے کیون قبول نہ کیا اور اپنے اسی وقت مین ان کو کہانتک کامیابی حاصل ہوئی۔
۱۷۔ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہین تو ختم نبوت اور تکمیل دین کے بعد امامت کی ضرورت ہی کیا ہے۔
۱۸۔ اور اگر ضرورت ہے تو اہل اسلام کی موجودہ حالت اور زمانہ کی ضرورت امام کو چاہتی ہے یا نہ۔
۱۹۔ کیا آئمہ علیہم السلام غیب کی خبرین قبل از وقت خداوند کے علم پاکر مبایعین کو سنایا کرتے تہے۔ اور کبہی کوئی خبر پوری ہوئی اس کی کوئی نظیر ہے۔
۲۰۔ ماموران الٰہی کی شناخت کا کوئی معیار الہامی کتابون مین رکہا گیا ہے۔ اگر ہے تو اسکی تشریح ہو۔
۲۱۔ امام المنتظر صاحب کب اور کہان اور کس غرض کیلئے پیدا ہوئے تہے کب اور کس جگہ سے کتنی عمر مین غائب ہوگئے تہے اور اس غیبت سے کیا فائدہ ہوا کسی شخص کو خاص خدمت اور خاص وقت کے لئے محفوظ کر رکہنے کی کوئی نظیر ہے۔
۲۲۔ امام مہدی صاحب ابکہان ہین زمانہ کے زیر اثر اور لوازم بشریت کے ماتحت ہین یا نہ۔
۲۳۔ امام مہدی صاحب کب تک ظہور فرماوینگے اور ظاہر ہو کر کیا کرینگے۔ کوئی پیشگوئی ہے۔
۲۴۔ امام مہدی صاحب ماقبل کے گیارہ اماموں سے افضل ہونگے۔
۲۵۔ تنازعہ حیات اور وفات مسیح ابن مریم کے پیش ہونے پر قرآن نے کیا فیصلہ دیا ہے۔
۲۶۔ کیا کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضرت مسیح ابن مریم کو محی خالق حی قیوم مان سکتا ہے۔
۲۷۔ اگر مسیح ابن مریم مانند دیگر انبیاء علیہم السلام کے فوت ہو چکے ہین تو مسیح کی آمد ثانی کے متعلق اخبار و آثار کے کیا معنے ہو سکتے ہین۔
۲۸۔ مسیح ابن مریم اس امت مین اگر آیا کریگا اور وہ امام مہدی صاحب سے افضل ہوگا یا نہ۔
۲۹۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید نے کیون مثیل موسےٰ قرار دیا ہے۔
۳۰۔ آیۃ استخلاف مین جو خلفائے محمدیہ کو مثیل خلفائے موسویہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مماثلت کے کیا معنے ہین۔

راقم
محمد رمضان علی بن ملا محمد عبد الرزاق

۳ پیر گولڑہ سے دربارہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام استفسار کیا کہ آپ کا حضرت مرزا صاحب کے بارے مین کیا خیال ہے جس کے جواب مین م

نورالدین پر ریویو

نمبر ۵

نمبر ۴ میں ہم نے فاضل مصنف کا اپنا ریویو نورالدین پر دیا ہے۔ جس میں اولاً نہایت ہی لطیف پیرایہ میں مصنف نے کتاب میں بعض چھاپہ کی اغلاط کے رہ جانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر ضمناً علامہ موصوف نے تعلیم الاسلام کالج قادیان کے مدرسین کو توجہ دلائی ہے کہ وہ خدمت دین کیلئے اہل قلم بنیں اور پھر تیسرے ایک عجیب رنگ میں عقائد صحیحہ کو پیش کیا ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ اپنا مذہب بتا دیا ہے اور پھر نورالدین کے مصنف نے اس ریویو میں ان امور پر بحث کی ہے جو ہمارے ریویو کا چوتھا اور پانچواں جزو تھا یعنے نورالدین متکلم کی نظر میں زمانہ حال کی ضرورت کیا ہے اسکے لئے کون سی کتابیں موجود ہیں۔ اب ہم ریویو کے اس نمبر میں چھٹے حصہ پر کچھ لکھیں گے یعنے نورالدین کے

مضامین کی تلخیص اور نورالدین کی خصوصیت

نورالدین کی پہلی چار جزوں میں ۱۴ فقروں پر مشتمل ایک دیباچہ لکھا گیا ہے۔

تفسیری مضامین

فقرہ اول میں اسلام کے لفظ میں جو عظیم الشان پیشگوئی ہے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور اس طرز پر اس پیشگوئی کو اپنے لائیٹ کیا ہے کہ ایک دہریہ اور سٹیزمیٹ کو بھی اسکے مانے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ یہ پیشگوئی قرآن کریم کی صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی حقانیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ شروع کتاب میں اس فقرہ کے اندراج سے ہی نورالدین کے مصنف نے دکھایا ہے کہ اسلام ایک ایسا بیّن اور واضح مذہب ہے کہ اسکی سچائی پر خارجی دلائل اور براہین کی حاجت ہی نہیں۔ پھر اسی فقرہ میں قرآن کریم کی ابدی حفاظت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت مکہ اور مدینہ کے فتن دجال سے محفوظ رہنے کی پیشگوئیوں پر ایک لطیف بحث کی ہے اگر تارک کی ساری کتاب کے جواب میں صرف یہی ایک فقرہ لکھدیا جاتا تو بھی ہماری رائے میں کافی جواب تھا۔ پھر اس فقرہ کے آخری حصہ میں فاضل مصنف جہاں ایک طرف جہاد کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے وہاں زمانہ حال کی قلمی جنگ کی تاریخ لکھ ڈالی ہے۔ اور اس اعتراض کا کافی جواب دیا ہے جو بعض ناواقف اور نادان مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آریوں اور مسیحیوں کو اسلام کو گالیاں دلائی ہیں۔ فقرہ نمبر اول کے اس حصہ میں صفائی کیساتھ دکھایا گیا ہے کہ جسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دفاعی جنگ کرنی پڑی تھی۔ اسیطرح پر اس زمانہ میں مسیحیوں اور آریوں نے اسلام پر حملے کرنے میں ابتدا کی ہے اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے دفاعی طور پر لکھا ہے۔

اس کے بعد چونکہ آریہ سماج کے بالمقابل یہ کتاب لکھی ہے اس کے فاضل مصنف نے مذہبی مناظرہ میں خود دیانند جی آریہ سماج کے بانی مبانی کی کتابوں سے اصول مناظرہ کو پیش کیا ہے۔ ان اصولوں کو پیش کرنے سے مصنف کی غرض و غائیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا تارک اسلام کو دکھایا جائے کہ اس نے اسلام پر اعتراض کرنے میں دیانندجی کے تجویز فرمودہ مناظرہ کو بھی ترک کر دیا ہے (اگرچہ خود دیانندجی نے ان اصولوں کو ترک کیا ہے)

ان اصولوں کے بیان کرنے میں ہی نورالدین کے مصنف نے تارک کی ساری کتاب کا قلع قمع کر دیا ہے۔

چونکہ تارک اسلام اور دوسرے معترضین اسلام نے قرآن شریف پر اپنی کم سمجھی یا عناد کی وجہ سے حملے کئے ہیں اس لئے فاضل مصنف نے عام لوگوں کے فائدہ کے لئے قرآن کریم کو فہم کے عام چودہ اصول بیان کر دیئے ہیں جن کو مدنظر رکھکر اگر قرآن کریم کا ترجمہ کیا جاوے اور اس پر غور کی جاوے تو کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ان اصولوں کو بیان کرنے کے بعد خود مصنف کہتا ہے کہ اگر دہرم پال صرف یہ لحاظ رکھتا کہ خدا کی عظمت و جبروت کو مدنظر رکھتا اور اپنے تئیں اس امر کا پابند کرتا کہ لغت عرب کے مختلف معانی سے جو ایک لفظ کے لئے ہوں اور وہ لغت سے ثابت ہوں وہی معنی کئے جاویں تو اس قاعدہ سے اس کو ۶۱ سوالات ترک اسلام کا جواب یکدم مل سکتا تھا۔

یعنے نمبر ۱ و ۲ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۷ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ و ۳۲ و ۳۳ و ۴۳ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۶ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۷ و ۶۵ و ۶۸ و ۷۱ و ۷۴ و ۸۴ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۴ و ۹۸ و ۱۱۱ و ۱۱۳ و ۱۱۵

اس فقرہ کے خاتمہ میں آریہ سماج کے عام تعلقات پر ایک پولیٹیشن کی نظر سے فاضل مصنف نے نظر کی ہے اور ساتھ ہی ایک سنجیدہ مذاق کے رنگ میں آریہ مذہب کے ستون کو گرایا ہے۔ اور وید مقدس کے تراجم و تفاسیر کے غیر معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ وہ آخری پیرگراف اس فقرہ کا اسطرح پر ختم کیا ہے۔

”اور اپنے بارے میں اعتراضوں سے یوں بچاؤ کر لیں کہ تمام پران اور آرین تفاسیر بلکہ یورپ کے تراجم وید سب کے سب غلط ہیں مہارشی کی کتابوں سے دیکھکر کوئی اعتراض کرے تو فرماویں سوامی جی بھاشہ زبان نہیں جانتے تھے ان کے ستیارتھ اور ویدوں کے بھاوارتھ اور ناگری ترجمہ میں جاہل بے ایمان پنڈتوں کی شرارتوں کا دخل ہے یہ قابل اعتقاد نہیں اب ہم کو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہزاروں آریہ سماجی کیا حق و حقیقت کو ویدک سنسکرت سے لیکر اپنے اقوال و اعمال کو درست کر رہے ہیں میں نے تو اب تک ایک بھی لائق ویدک سنسکرت پڑھا آریہ سماجی نہیں دیکھا بلکہ منشی رام جی جگیاسو کے ترجمہ بھومکا سے یہ عجیب مسئلہ معلوم ہوا کہ ۱۸۹۱ء میں لیکھرام کے ذریعہ پتہ لگا کہ دیانندجی کے مہان بھاشہ میں ارتھ انرتھہ ہیں اور بھاوارتھہ غلط۔ دیکھو منشی رام کی بھومکا صفحہ ۵ و ۳۴“

اس طرح پر پہلا فقرہ ختم کیا گیا ہے گویا اس فقرہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی اسلام کی سچائی۔ قرآن کریم اور نبی رؤف الرحیم کی صداقت پر بحث کی ہے اور پھر انڈیا کے مذہبی مناظرات کی تاریخ اور جہاد کی حقیقت پر بحث ہے پھر آریوں پر انہیں کے بانی مبانی پنڈت دیانند صاحب کے مقرر کردہ اصول مناظرہ کے رو سے حجت ملزمہ قائم کر کے اس رنگ میں ترک اسلام کا جواب دیا ہے۔ اور پھر قرآن کریم کو فہم کے چودہ اصول بتائے۔ اور صرف ایک ہی اصل کے ذریعہ تارک کو ۶۱ سوالات کا جواب دیا۔ اور آخر میں آریہ سماج کو ساتھ مباحثہ کرنیکا ایک اصل بتایا۔ اور ان کی کتابوں کے بے اعتبار ہونے کا انہیں کی تحریروں سے ثبوت دیا ہے۔ اسطرح پر اس فقرہ میں چار مختلف طریق سے تارک کا رد کیا گیا ہے اور اسلام اور قرآن کریم کی عظمت دکھائی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

روسیوں کا قدیم مذہب

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جب ان میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے تو ایک خیمہ الگ گاڑ کر اور اس میں تھوڑا سا کھانا پانی وغیرہ رکھکر بیمار کو اس میں ڈالدیتے ہیں اور جب تک وہ بیمار رہتا ہے نہ کوئی اس کے پاس جاتا ہے نہ اس سے بات چیت کرنا روا رکھتا ہے۔ خصوصاً غلام و ملازم کی تو بہت ہی خراب ہوتی ہے۔ اگر مریض تقدیر سے اچھا ہو گیا تو پھر ان میں آکر ملتا ہے اور اگر قضا ہی آگئی اور مر گیا تو اسے بیچارہ جلا آتے ہیں لیکن جلاتے اسی صورت میں ہیں کہ مرنے والا کوئی وجیہ و موقر ہو ورنہ بیچارے غلام وغیرہ تو مرنے کے بعد وہیں چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور کتے و گدھ انکی بوٹیاں نوچ نوچکر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

اگر کوئی چور گرفتار ہو جائے تو اسکی یہ سزا ہوتی ہے کہ گلے میں رسی باندھکر کسی بلند اور تنہا درخت میں لٹکا دیتے ہیں اور اسکی لاش وہیں لٹکی سوکھا کرتی ہے اور باد و باران کی شدت سے جب وہ رسی ٹوٹتی ہے تو لاش زمین پر گر جاتی ہے۔

جب کوئی رئیس مرتا ہے تو اس کی لاش کے ساتھ عجیب عجیب حرکتیں کیجاتی ہیں۔ ادنےٰ بات یہ ہے کہ جلا دی جاتی ہیں۔ میں مدت سے مشتاق تھا کہ موقع ملے تو دیکھوں کہ امرا اور روسا کی مرنے کے بعد کیا گت ہوتی ہے۔ اتفاق کہ میرے زمانہ قیام ہی میں ایک بڑے آدمی کا انتقال ہو گیا۔ پہلے اس کے لئے ایک چھت دار قبر بنا کر اس میں دفن کیا گیا اور اوپر سے قبر کو پاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد کفن وغیرہ کی تیاری شروع ہوئی۔ دس دن میں اس سے فرصت ملی۔ امرا کے مردے پہلے اسطرح دفن کر دیئے جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ غریب آدمی تو فوراً مردے کو ایک چھوٹی سی کشتی میں رکھکر جلا دیتے ہیں لیکن امیر کے مرنے پر اسے کچھ دنوں کیلئے دفن کر کے اسکا مال و منال جمع کرتے ہیں اور اس کے تین حصہ کر کے ایک تو وارثوں کو دیدیا جاتا ہے اور دوسرے حصہ سے مرنے والے کی تجہیز و تکفین کی تیاری ہوتی ہے اور باقی تہائی دولت کی شراب خریدی جاتی ہے۔ جسے نعش کو جلائے کے دن قوم بھر ہو کر پیتی پلاتی ہے۔ یہ لوگ پرلے درجہ کے شرابی ہوتے ہیں۔ دن رات شراب ہی میں مدہوش نظر آتے ہیں۔ مرنے مرانے پیار کا شیوہ ہی نہیں چھوڑتے ان اقوام میں بھی ہندوستان کی آریہ قوموں کیطرح ستی ہونیکی رسم ہے مگر یہ زیادہ تر لونڈیوں سے مخصوص ہے۔ جب کوئی امیر مرتا ہے تو لوگ مرنیوالے کی لونڈیوں سے جو بمنزلہ بیویوں کے ہوتی ہیں دریافت کرتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنے خاوند کے ساتھ مرنا اور جلنا چاہتی ہے۔ کوئی نہ کوئی بدنصیب اسکا اقرار کر لیتی ہے۔ اقرار کرنے سے وہ کسیطرح اپنے وعدہ سے نہیں پھر سکتی بلکہ اسی وقت سے دو لونڈیاں اس پر مسلط ہو جاتی ہیں جہاں وہ جاتی ہے یہ بھی سایہ کیطرح ساتھ ہوتی ہیں۔ مگر ہر طرح سے اسکی خدمت بجا لاتی ہیں۔ نہلانے دھلانے کی خدمت بھی انہیں کے سپرد ہوتی ہے اور اس کی تجہیز و تکفین کا سامان بھی یہی کرتی ہیں۔ تعجب ہے کہ اس خودکشی کرنے والی کنیز کے دل پر ان دنوں میں ذرا بھی میل نہیں آتا وہ ہر وقت نہایت ہشاش بشاش

دارالامان کا ہفتہ

ت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
ناندان خدا کے فضل و کرم سے
ت ۲۳ر جون ۱۹۰۴ء
ریف لیگئے۔ مگر اسی

حکیم الامۃ اور مولانا
خیریت سے ہیں۔
نام کرم الدین وغیرہ
مقرر تھی۔ لیکن ۱۸ تاریخ
کہ جناب مجسٹریٹ
دائر ہوا اپنے صاحبزادے
روز کی رخصت پر تشریف
جون پر ملتوی ہوا۔
ے مقدمہ کی مقرر تھی وہ
سوئی ہوا۔ ۲۳ر جون ۱۹۰۴ء
ط عبد القدوس صاحب قدسی پر جرح
مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ
رت منجانب مستغاثہ دی ہیں۔ اور
مولوی عبد الکریم صاحب اور ایڈیٹر الحکم پر جرح کیلئے
۲۹ر جولائی ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔
حضرت اقدس کے مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت میں
دو گواہ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولوی
محمد جی قاضی تحصیل جہلم پیش ہونے تھے مولوی غلام
کا سمن تعمیل نہیں ہوا۔ اس کیلئے مکرر ۹ر جولائی ۱۹۰۴ء
کے لئے سمن جاری ہوا۔ اور مولوی محمد جی حاضر
تھے ان کی شہادت کیلئے ۱۸ر جون ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔
پیسہ اخبار میں جو مضمون کسی نے شائع کرایا ہے
کہ فریقین کو بعض لوگ صلاح دیتے ہیں کہ صلح ہو جانی
تو چاہئے۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا ہی کہتے
ہیں کہ بعض نیک دل اور شریف لوگوں نے یہ سلسلہ
چھیڑا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے
کیوں کامیاب نہیں ہوئے؟ اس کا جواب انشاء اللہ
العزیز کسی دوسرے وقت مفصل حالات
شائع ہونے پر مل سکیگا۔

امور منزلیہ

۱۹۰۴ء کی رات کو اعلیٰ حضرت
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
میں دختر نیک اختر پیدا ہوئیں۔
اس بچہ کی حالت صحت اور حضرت ام المؤمنین
کی طبیعت بہت اچھی ہے۔ دعا ہے اس مولود مسعود کو
خیر و برکت کا موجب بناوے۔ آمین۔
ام (دخت کرام) پہلے شائع ہو چکا ہے پورا ہوا

مدرسہ تعلیم الاسلام اور توجہ قوم

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں متواتر توجہ دلائی گئی ہے کہ
سردست مدرسہ کو پانسو روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اسکے
لئے اکثر احباب نے چندہ بھیجا ہے۔ اور ابھی تک یہ رقم پوری
نہیں ہوئی ہے۔ پانسو روپیہ کی خاص ضرورت محض
اس بنا پر پیش کی گئی ہے کہ جناب انسپکٹر صاحب مدارس
عنقریب اگست ۱۹۰۴ء میں تعلیم الاسلام سکول کا معائنہ
کرنیوالے ہیں اور ان کے آنے سے پیشتر بعض کمرے
جنکی اشد ضرورت ہے بن جانے ضروری ہیں۔ چنانچہ تعمیر
کا کام شروع ہو چکا ہے اور برسات بھی قریب آگئی ہے
اسلئے جسقدر جلد ممکن ہو اس تعمیر کا کام ختم ہونا ضروری ہے
اور یہ منحصر ہے روپیہ پر۔ لہذا ہم تمام مخلص احباب کو توجہ دلاتے
ہیں کہ وہ بہت جلد اس رقم کو پورا کر دیں۔ امید ہے کہ چند
سطور کافی سمجھی جاوینگی اور الحکم کی اگلی اشاعت تک
ہم یہ ظاہر کرنے کے قابل ہو سکیں گے کہ پانسو روپیہ
کی رقم پوری ہو گئی۔

اسی کے ضمن میں میاں **احمد نور صاحب** مہاجر
شاگرد مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کے مکان
کیطرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ برسات کے شروع ہونے
سے پہلے اس کا ختم ہو جانا بہت ضروری ہے ورنہ اب تک
جو روپیہ اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ وہ بھی خدانخواستہ
ضائع ہو جائیگا۔ اسلئے قوم جلد توجہ کرے اور
دو سو روپیہ کی رقم جو اس مکان کیلئے مانگی گئی ہے
پوری کر دے۔

آم

شاہ آباد ضلع ہردوئی اعلیٰ درجہ کے آموں کیواسطے
مشہور ہے۔ جو لوگ وہاں سے آم منگوانا چاہیں انہیں
معلوم رہے کہ ہمارے مکرم مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ
کے ایک مخلص اور سرگرم ممبر شاہ آباد ضلع ہردوئی
کے رئیس مولوی حکیم محمد انوار حسین خانصاحب کے ان
علاقوں میں آموں کا ایک کارخانہ ہے پس جس بھائی کو شاہ آباد
کے آموں کی ضرورت ہو وہ مولوی صاحب موصوف کو لکھیں
اس سے دو فائدہ ہونگے ایک تو باہم سلسلہ کا تعارف پیدا ہو جائیگا
دوسرے عمدہ چیز مل سکیگی۔ اور قیمت میں جہانتک انسے ممکن ہوگا
رعایت کرینگے۔ **قومی تجارت** اور قومی کاموں کی قدر
کرنیوالوں کو ایسے موقعوں کی تلاش رہنی چاہئے۔ ماہ جون اور
جولائی میں حسب ذیل قیمت ہوگی۔ اعلیٰ درجہ کے مختلف قسم کے آموں
سے بھرا ہوا پارسل دس سیر وزن کا جس میں خالص آم ۸ سیر ہونگے
مع پیکنگ چارج و مزدوری تا ریلوے سٹیشن عہ
اور بیس سیر کا پارسل بقیمت عہ ہے۔ ریلوے محصول
خریدار صاحبان کے ذمہ ہوگا۔ یہ پھل قدرے خام بھیجے
جاتے ہیں جو تین چار روز رہنے سے بخوبی پختہ ہو جاتے
ہیں۔ تمام خط و کتابت مولوی حکیم محمد انوار حسین خان
صاحب احمدی رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی سے
کرنی چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیحؑ

ایک اسلام کے **فاضل** نے لکھا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ
جو تعلیم لوگوں کو دیتے ہیں۔ آپ انہوں نے ہرگز اس پر عمل کر کے
نہیں دکھایا۔ نہ انہیں کوئی **اخلاق کی خوبی** تھی جسکی
شان یہ ہے کہ صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر ان کا
نمونہ دکھایا جاوے اور نیز موقعہ اور محل کا بھی خیال ملحوظ ہو کیونکہ
تلوار نہ چلا سکنا کوئی اخلاقی خوبی نہیں۔ ہاں تلوار چلانے کی طاقت
رکھتے ہوئے پھر تلوار میان میں ڈال لینا اعلیٰ درجہ کی اخلاقی
خوبی ہے ایسا ہی انتقام نہ لے سکنا کوئی خوبی نہیں۔ ہاں انتقام
لینے کی طاقت رکھتے ہوئے درگذر کرنا البتہ اعلیٰ درجہ کا اخلاق
خوبی ہے ایسا ہی حقیقی علم کیلئے سخت گوئی پر طاقت رکھنا شرط
ہے۔ حقیقی شجاعت کیلئے **خوفناک** دشمنوں کا مقابلہ
سخت ہے مسیح نے نہ کوئی شجاعت دکھائی۔ نہ حقیقی عفو کا خلق
ان سے ظاہر ہوا۔ نہ کوئی اور اخلاقی خوبی انکی پائی جاتی ہے
جو علم اخلاق کے نزدیک خوبی کہلائی جا سکے (دیکھو کتاب
اخلاق جلالی و اخلاق ناصری وغیرہ)

ایک شخص کا کبیرہ گناہ سے **معصوم** ہونا ایک معمولی بات ہے
دنیا میں سینکڑوں آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے ہوئے اور صاحب
نفس مطمئنہ موجود ہیں۔ مگر اعلیٰ درجہ کی اخلاق کا
خوبی رکھنا واقعی ایک کمال ہے جسکی وجہ سے ایک شخص انسان
کامل کہلانے جانے کے لائق ہے اور وہ صرف ایک
ہی **شخص ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم**

اب یہ ایک بالکل صاف بات تھی اور مسلم امر کہ واقعی
حضرت مسیح میں کوئی اخلاقی خوبی نہ تھی۔ کیونکہ انکی کوئی
اخلاقی خوبی۔ شجاعت۔ صداقت۔ عفو، حلم، سخاوت وغیرہ
محک امتحان پر نہیں رکھی گئی اور نہ کسی امر کا ثبوت ملتا ہے
مگر ایک **ظریف عیسائی** نے جسکی صداقت آمیز
تحریر کی وجہ سے ہم اسے **مسخرہ عیسائی** کا لقب دیتے
ہیں ۲ جولائی ۱۹۰۴ء کے پرچہ نور افشاں میں ایک
عجیب ظرافت آمیز لطیفہ لکھا ہے۔ **ظریف موصوف**
حضرت مسیحؑ کی اعلیٰ اخلاقی خوبی (قدرت انتقام پاتے
ہوئے معاف کرنا) کا ثبوت اسطرح دیتے ہیں (اور دیکھو
یسوعؑ کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار
کھینچی اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا
دیا۔ تب یسوعؑ نے کہا اپنی تلوار میان میں کر کیونکہ جو
تلوار کھینچتے ہیں تلوار ہی سے مارے جائیں گے۔ کیا تو نہیں
جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ
فرشتوں کی بارہ تمن سے زیادہ میرے لئے حاضر کر دیگا
پر نوشتوں کی بات کہ یونہی ہونا ضروری ہے۔ کیونکر
پوری ہوگی (متی ۲۶ باب ۵۱-۵۴)

واہ مسخرہ صاحب واہ! آپ نے واقعی حضرت مسیحؑ
کی اعلیٰ اخلاقی خوبی (صفت عفو) ثابت کر دی۔
مسیحؑ کا انتقام پر طاقت اور قدرت رکھنا یہاں
کہاں پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایسا تو حضرت مسیح نے
بھاری درجہ کی بزدلی کیوجہ سے کیا۔ کیونکہ اسوقت
حضرت مسیحؑ کو ایک بڑی جماعت مخالفین نے
تلواروں اور لاٹھیوں سے گھیر لیا تھا۔ اور یسوعؑ کو
گرفتار کر کے لے چلے تھے (متی ۲۶ باب ۵۹)
ایسے وقت یسوعؑ کے ایک شاگرد نے سردار کاہن
کے نوکر کا کان اڑا دیا۔ حضرت مسیحؑ نے ڈرتے ہوئے کہ
تلوار میان میں کر نیکا حکم دیا تا کہ اسکی وجہ سے مجھے جلدی
قتل نہ کر دیں۔ یسوعؑ کو تو اسوقت اپنی کمزوری اور اپنے
کی بزدلی کا حال بخوبی معلوم تھا۔ چنانچہ واقعی اسکے
سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان پر کچھ بھروسا
نہیں تھا (متی ۲۶ باب ۵۶) پطرس نے ایسی حالت
میں اپنے خداوند کا انکار کیا۔ بلکہ **لعنت** بھی کی (متی
۲۶ باب ۶۹-۷۵) پس ایسے طامع اور مطلبی لوگوں
کا کیا بھروسہ تھا انسان کے بھروسہ پر حضرت مسیح کی
کیا طاقت اور جرأت ہو سکتی تھی تا سمجھا جاوے کہ
حضرت مسیح نے قدرت رکھتے ہوئے تلوار میان
میں کرنے کا حکم دیا۔ البتہ یہ ایک لطیفہ اور مذاق
ضرور ہے جسکی وجہ سے ہم نے محرر مضمون کو
مسخرے کا خطاب دیا۔

انجیل سے یسوعؑ کو تو جب کبھی تنہائی میں موقع ملتا رہا اپنے
دوستوں کو یہی ہدایت کرتا رہا۔ کہ جس پاس نہیں
کپڑے بیچ کر تلوار لے۔ (لوقا ۲۲ باب ۳۵) اور
یہ کہ میں دنیا میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے
آیا ہوں (متی ۱۰ باب ۳۴) اور لوگوں کو سانپ۔
سانپ کے بچے۔ حرامزادے وغیرہ وغیرہ الفاظ
سے یاد کرتا رہا۔ پس مسیح کی پرائیویٹ زندگی کی
حالت تو یہ تھی۔ کہ وہ بے بسی میں بھی تلوار لینے کی
ہدایت کرتا تھا اگر اسے اختیار ملتا تو خدا جانے کیا کرتا۔

اس بے بسی میں ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

پس اس فاضل اسلام کا قول بالکل ٹھیک ہے
کہ واقعی یسوعؑ میں کوئی اخلاقی خوبی نہ تھی جس
کے لئے محل اور موقعہ اور قدرت اور وسعت شرط
ہے۔ لیکن **عجیب** تماشا کیا ہیں۔ جنہوں نے محض
تمسخر کے طور پر یسوعؑ کے اس واقعہ کو پیش کر دیا ہے
جبکہ اسے گرفتار کر کے قتل کے در پے تھے اور ایسی
حالت میں محض ڈر اور خوف کے مارے یسوعؑ
نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میان تلوار میان میں کر
یہ موقعہ شمشیر زنی کا نہیں جو تلوار کے مارتے ہیں خود
تلوار سے مارے جائیں گے۔

پس سچ یہی ہے کہ عیسائیوں کے ابن اللہ میں اصل
خوبی اخلاق کی ہرگز نہ تھی بلکہ انہوں نے عصمت ہی اپنا
پکا ورد کر رکھا ہے یہ سب اخلاق و فضائل منہ کی باتیں
تھیں۔ انجیلی مسیح اصل اخلاق کی خوبی کے رنگ سے
ہرگز رنگین نہیں تھا۔

ہاں اخلاق اعلیٰ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی زندگی میں ضرور چمک رہے ہیں کہ باوجود
۱۳ برس مکہ میں کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کو سخت
سے سخت ایذائیں دیں۔ راستے میں کانٹے کبھی
نماز پڑھتے ہوئے اوجھڑیاں اوپر ڈالیں پتھر مار کر
سخت مجروح کیا۔ تین برس تک **شعب ابی طالب**
میں قید رکھا۔ دانت توڑے۔ آپ کے رفقا کو
جان سے مارا۔ زندہ درگور کیا۔ جلتی ہوئی ریت
پر پھینکا۔ مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی پیچھا
پیچھا نہ چھوڑا۔ فوجیں چڑھا لائے۔ اور کیا کچھ
تکالیف نہیں۔ جو آپ کے وجود مبارک کو نہ پہنچائیں

حضرت حکیم الامۃ کا دوسرا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گزشتہ اشاعت سے آگے

بامراد اور کامیاب ہونیکی پہلی تو بیان ہو چکی۔ میری وہی اصل جڑ بنائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جن لوگوں نے خلاف ورزی کی اور تیرے انذار اور عدم انذار کو برابر سمجھ لیا وہ مومن نہیں ہوں گے۔

یہ کیسی سچی بات ہے کہ جب انسان کسی شئے کے وجود اور عدم وجود کو برابر سمجھ لیتا ہے وہ اس کے حصول کے لیے کوئی سعی نہیں کر سکتا آخر محروم رہ جاتا ہے۔

یہی حال ان لوگوں کا ہوا۔ جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اس انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے آپ کے انذار اور عدم انذار کو مساوی سمجھا نتیجہ اسکا ایمان سے محرومی ہوئی۔ اور انجام کار وہ ان تمام کامیابیوں اور فتوحات سے جو اہل ایمان لوگوں کے حصہ میں آئیں بالکل بے نصیب اور محروم رہے۔

یہ کتاب مجید جو تمہیں دیگئی ہے ساری خوبیوں اور کمالات سے بھری ہوئی ہے لیکن جو شخص اس کتاب کے وجود اور عدم وجود کو برابر سمجھے وہ ان انعامات اور برکات سے جو اس کتاب کے پڑھنے اور پھر عمل کرنے سے ملتے ہیں کیونکر بہرہ ور ہو سکتا ہے؟ وہ یقیناً یقیناً محروم رہیگا اور اسے ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر سلیم الفطرۃ انسان اپنے قویٰ سے کام لے اور اسکو یوں ہی نہ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو محروم نہیں چھوڑے گا۔ اس کا نام **شکور** ہے وہ اسکی ضرور قدر کرے گا اور اسپر اپنی نعمت کے دروازے بیشک کھول دے گا اسے فہم قرآن عطا کرے گا اور ایک ذوق کے ساتھ توفیق عمل نصیب ہوگی۔

اسیلئے کو میں بار بار بیان کروں گا اور تم خوب یاد رکھو کہ بامراد اور کامیاب ہونے کی یہی ہے کہ اسکتاب کو اپنا دستور العمل اگر اس کتاب کو کوئی چھوڑتا ہے اور عدم وجود کو برابر سمجھتا ہے تو

وہ اپنے ہاتھ سے اسباب محرومی طیار کرتا ہے۔ اس فعل پر خدا تعالیٰ سے اُسے اولاً یہ سزا ملتی ہے کہ غور کرنے والا دل چھین لیا جاتا ہے وہ حقائق اور معارف کو سونچ نہیں سکتا۔ اور اسی طرح دیکھنے اور سننے کے قویٰ بھی بیکار ہو جاتے ہیں وہ حق کا شنوا اور حق کا بینا نہیں رہتا۔

پس متقی بننے کی راہ تو یہ ہے کہ مومن بالغیب ہو۔ اعمال صالحہ پر چست اور چالاک ہو تمام صداقتوں پر کاربند ہو جزا و سزا پر ایمان لانے والا ہو کسی صداقت کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور دل سے کام لے تاکہ عذاب سے محفوظ رہے۔

بہت سے دل اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے فوری جوش یا بعض خارجی اثروں کی وجہ سے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے ہیں لیکن جناب الٰہی کے حضور سے فتوےٰ ملتا ہے کہ مومن نہیں ہیں۔ اگر غور کیا جاوے تو اس اصل سے بھی بہت سے جھگڑے طے ہو جاتے ہیں۔ میں اپنا نام نور الدین کہلاتا ہوں کوئی شمس الدین جمال الدین کمال الدین کہلاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا آسمان پر بھی یہی نام ہے؟ اگر آسمان پر نہیں تو چہ فائدہ اور حاصل نہیں۔

اسی طرح مومن وہی ہے جو آسمان پر مومن ہو اور کافر وہی ہے جس کا نام آسمان پر کافر ہو دنیا کی نظر میں مومن یا کافر ہونا کوئی اثر اصل بات پر نہیں ڈال سکتا۔

غرض

بعض لوگوں کا خدا تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے کہ وہ بکتے ہیں ہم مومن ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا فتوےٰ ان کے متعلق یہی ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں اگر ہمارے مخالف اس بات کو سمجھتے کہ تمہارے تجویز کردہ نام کوئی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے بلکہ حقیقت ان اسماء کے اندر ہے جو خدا تعالیٰ کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔ تو انھیں حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوےٰ کے سمجھنے میں کیا دقت اور مشکل پیش آئی تھی؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا ادب ان کے دل میں ہوتا تو وہ ایک شخص کے مُنہ سے یہ سنکر کہ **خدا نے میرا نام ابن مریم رکھا ہے** اس قدر جوش غضب سے نہ بھر جاتے۔ وہ سمجھ لیتے کہ جب ہم اپنے بچوں کے نام یوسف موسیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رکھ لیتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کو اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کا نام ابن مریم رکھ دے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ان باتوں سے محض بے خبر ہیں اور انھوں نے قرآن شریف میں کبھی غور نہیں کی۔ پس ایسے لوگ جنکی نسبت خدا تعالیٰ کا فتوےٰ ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں انھوں نے کیا کیا ہے؟ خدا کو چھوڑ دیا ہے اور اس جماعت کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ

کے نزدیک مومنین کی جماعت ہے۔ ان لوگوں میں نہ تاب مقابلہ ہے نہ قوت فیصلہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا فیصلہ اور مقابلہ ابھی نہیں کر سکتے جبکہ ابتدا ہے جب اور ترقی ہوگی تو کب کر سکیں گے ان کا یہ مرض تو بڑھتا ہی نظر آتا ہے اس جھوٹ کا بدلا عذاب الیم ہے۔

اب یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ ایک شخص بظاہر اچھے لباس میں لوگوں کے سامنے آتا ہے نمازی بھی نظر آتا ہے لیکن کیا اسے اتنی ہی پر مطمئن ہو جانا چاہیے ہرگز نہیں؟ اگر یہی پر انسان کفایت کرتا ہے اور اپنی ساری ترقی کا مدار اسی پر ٹھیراتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسے یہ سرٹیفکٹ نہ مل جاوے کہ وہ **مومن** ہے وہ مطمئن نہ ہو سعی کرتا رہے اور نماز دل اور دعاؤں میں لگا رہے تاکہ کوئی ایسی ٹھوکر اُسے نہ لگ جاوے جو ہلاک کر دے۔ عام طور پر تو یہ فتوےٰ اسی وقت ملیگا جبکہ سعادت مند جنت میں داخل ہوں گے اور شقی دوزخ میں لیکن خدا تعالیٰ یہاں بھی التباس نہیں رکھتا اسی دنیا میں بھی یہ امر فیصل ہو جاتا ہے اور **مومن** اور **کافر** میں ایک بین امتیاز رکھدیتا ہے جس سے صاف صاف شناخت ہو سکتی ہے ہر ایک شخص ان آثار اور ثمرات کو جو ایمان اور اعمال صالحہ کے ہیں اسی دنیا میں بھی پا سکتا ہے اگر سچا مومن ہو۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس دنیا میں کوئی اثر اور نتیجہ نہیں پاتا ہے تو اُسے استغفار کرنی چاہیے اندیشہ ہے کہ وہ آخرۃ میں اندھا نہ اُٹھایا جاوے۔

مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی

حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اس سوال کو چھیڑا ہے اور اپنی تقریروں میں بیان کیا ہے کہ بہشتی زندگی اور اسکے آثار اور ثمرات اسی عالم سے شروع ہو جاتے ہیں جو شخص اسجگہ سے وہ قویٰ نہیں لے جاتا وہ آخرۃ میں کیا پائے گا۔ اور یہ ایک امتیازی نشان ہے جو آپ نے دوسرے مذاہب باطلہ کے رد کے لیے پیش کیا ہے؟ کہ اگر تم میں سے کوئی نجات یافتہ ہے تو وہ آئے میرے ساتھ ثمرات و نتائج میں مقابلہ کرے؟ اور کوئی نہیں آتا۔

پس

یہ تو بالکل سچا فیصلہ ہے کہ مومن اور کافر کی عام شناخت کا تو وہی وقت ہے جبکہ کفر تو جنت میں جاوے گا اور دوسرا دوزخ میں لیکن چونکہ بہشتی اور جہنمی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اسلیے یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ اسی عالم میں اللہ تعالیٰ کے اس فتوے کا پتا لگ جاتا ہے۔ اسلیے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں

کہ تم زمینی اور خیالی باتوں پر صبر کرو اور نہ اپنی تجویز کردہ ناموں پر خوش۔ بلکہ اس فکر میں لگے رہو کہ آسمان سے تمہیں سرٹیفکٹ ملے۔ میں اسپر بھی یقین رکھتا ہوں کہ حقیقی مومن خدا تعالیٰ سے براہ راست بھی **مومن ہونے کا فتوےٰ حاصل کر لیتا ہے** جس کا زندہ نمونہ ہمارا **امام** علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے جسکو کھلے الفاظ میں حکم دیا گیا ہے **قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ** یہی وجہ ہے کہ ان فتوے اور کاغذات کی جو اسکے خلاف شائع کیے جاتے ہیں وہ ایک پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہیں سمجھتا۔ اسے سرو اہمیں کہ اسے کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے بلکہ وہ اسکے جواب میں کیا کہتا ہے؟

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

اسے کیوں ان مخلوق پرستوں کے فتووں کی پروا نہیں صرف اسلیے کہ خدا تعالیٰ سے اسنے سن لیا ہے کہ وہ **اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ** ہے اور مومنین کے ثمرات و برکات اسپر نازل ہو رہے ہیں۔

آج کل بہت سے **متصوفین** اور کمزور دلوں کی مخلوق ایسی ہے کہ جنکا اسپر عمل ہے

بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

یہ لوگ جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا ہی اپنا آپ کو بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا وہ اخلاص اور حقیقت چاہتا ہے جبتک یہ بات پیدا نہ ہوگی کچھ نہیں۔ بہت سے لوگ اسوقت ایسے بھی ہیں جو ہم سے ملتے ہیں تو ہماری باتوں کو سنتے اور پسند کرتے ہیں۔ لیکن جب انکو کہا جاتا ہے کہ تم کیوں ہمارے ساتھ نہیں ملجاتے تو کہتے ہیں کہ ہم شامل تو ہو جائیں مگر حکام کی نظروں میں کھٹکنے لگتے ہیں اور ہماری مشکلات کے لیے بلایا جاتا ہے بہتر ہے ہم آپکے ہی ساتھ ہیں ظاہر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ لیکن جب اپنے مدبرلوگ ملتے ہیں تو پھر مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو آپ ہی کی رسم کے تابع ہیں اور آپکے ہی ساتھ ہیں ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں۔ ایسے تم جو حضرت اقدس کے ساتھ ہو اپنے دلکو ٹٹولو اور اپنے اعمال اور افعال پر نظر کرو کیا تم میں وہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ تم اسکے لیے اپنی قوم برادری کو چھوڑ دینے کے لیے طیار ہو کیا تم ان مشکلات کو خوشی سے برداشت کر سکتے ہو جو اسکی خاطر تمہیں پیش آئیں؟ اگر تمھارا دل اسکے لیے قوت پاتا ہے اور وہ بڑی خوشی کے ساتھ آمادہ ہے تو سمجھو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے لیکن اگر مشکلات کی برداشت نہیں تو ہم اور برادری کا ڈر تمہیں دبا سکتا ہے تو پھر دعا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں استقلال اور قوت عطا کرے کیونکہ اسکے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور اسکے فضل حاصل کرنیکا یہی طریق ہے کہ تم دعائیں لگے رہو۔ ایسے حال میں ایک تبدیلی کرو۔

ہاں آمین

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریرین

(خاص الحکم کیلئے)

سب سے پہلے انسان پر خدا تعالیٰ کی صفت قہاری کی واضح ہوتی ہے کیونکہ یہ امر نہایت بدیہی اور محسوس ہے جو ایک طاقت عظمیٰ نے ہر ایک چیز کو اپنا مقہور اور مغلوب کر رکھا ہے جو لوگ خدا کی تمام صفات سے منکر ہو جاتے ہیں وہ بھی اس امر بدیہی سے انکار نہیں کر سکتے جو بجز ایک ذات باریتعالیٰ کے آزادی مطلق کسی چیز کو حاصل نہیں اشرف المخلوقات انسان ہے جو خود اپنے نفس کو باعتبار علم اور عقل اپنی کے اور تمام مخلوقات پر ترجیح دیتا ہے مگر وہ بھی اپنے نفس کو مجبور ہی پاتا ہے ایک انگل اپنا قد بڑھا نہیں سکتا ایک دن اپنا عمر کا زیادہ نہیں کر سکتا۔ پس ہر یک چیز کا مقہور اور مغلوب ہونا ایک قاہر کی ذات پر اول دلیل ہے اور جسطرح بچے کو بوقت شروع سن تمیز کے پہلے پہل بدیہیات پر اطلاع ہوتی ہے اسیطرح جو شخص بعد [illegible] بشریت کے غفلت خانہ سے پہلے پہل متنبہ ہو کر کچھ دیکھتا ہے وہ یہی ہے جو خدا تعالیٰ کی صفت قاہریت کو تمام زیر و بالا پر محیط پاتا ہے اور کسی چیز کو اس کے پنجہ تصرف سے باہر نہیں دیکھتا پس اس عظمت کے مشاہدہ سے اول قدم جو وہ خدا کی طرف رکھتا ہے وہ توبہ ہے اور سرکشی سے پرہیز کرنا ہے۔

شاید اس بات پر کوئی شخص کچھ زیادہ بحث کرے کہ صفت قہاری کی خدائی تمام صفات میں سے اجلی بدیہیات کس دلیل سے ہوئی سو واضح ہو کہ صفت قہاری کی اجلی بدیہیات اس وجہ سے ہے کہ یہ مسئلہ نہایت ہی واضح ہے کہ دنیا میں کسی مخلوق کیلئے ایسی آزادی حاصل نہیں کہ جس میں اوس کی ساری مرادیں حاصل ہوں۔ گو ایک شخص خدا سے منکر ہی ہو پر وہ بھی اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار نہیں کہہ سکتا اس کو بھی جب موت اور اس عالم فانی سے گذرنا یاد آتا ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو نہایت ہی لاچار اور مجبور پاتا ہے پس وہ اگرچہ اپنی نادانی سے ایک ذات قاہر کا منکر ہے پر تب بھی وہ مقہور ہونے سے تو منکر نہیں ہو سکتا بس یہی مقہور ہونا اس کی کمر کو بھی توڑتا ہے پس ظاہر ہے کہ دنیا میں صفت قہر کی بہت ہی واضح ہے کہ جس سے دہریہ بھی مقہور اور محزون ہیں بلکہ یہ ایسی بدیہی صفت ہے کہ حیوانات لایعقل بھی اس سے بےخبر نہیں۔ ہر یک حیوان جو دوسری چیز سے ڈرتا ہے وہ اپنی مقہوریت کا قائل ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو عام طور پر آزاد سمجھتا تو کسی چیز سے نہ ڈرتا پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صفت قہر کے ایک اولی شے ہے۔ جو دنیا میں بہ بداہت مشہود اور محسوس ہے اور چونکہ انسان کی طبیعت میں یہ فطرتی ترتیب ہے جو بوقت شروع زمانہ تمیز کے پہلے پہل علم بدیہیات اور محسوسات کا اس کو حاصل ہوتا ہے اسیطرح جب وہ طفولیت روحانی سے تمیز روحانی کی طرف قدم رکھتا ہے تو پہلے پہل اوس پر وہ صفت جناب باری کی کھلتی ہے جو سب صفات سے زیادہ تر بدیہی اور محسوس ہے یعنے صفت قاہریت الٰہی کے جس سے بندہ ناچیز صدہا طرح کی مجبوریوں میں بند ہے اور موت اور بیماری اور درد اور دکھ اور صدہا طرح کی لاچاری حکیم مطلق نے اوس پر وارد کر رکھی ہے سو ان ہزارہا لوگوں کو ہر روز مرتے دیکھ کر اور ہزارہا طرح کی لاچاریاں مشاہدہ کر کے نہایت بدیہی طور پر سمجھ جاتا ہے کہ میں آزاد نہیں بلکہ مقہور اور مجبور ہوں۔ اور اگر انسان اپنے زمانہ بدو تمیز پر نظر ڈالے تو ہر یک شخص اس بات کا اقرار کرے گا جو پہلے پہل اسی بات کی تمیز اس کو حاصل ہوئی ہے جو اس پر خلاف مراد حالات وارد ہوتی ہیں اور وہ آزاد نہیں پس اس سے ثابت ہے جو پہلے پہل صفت قاہریت باریتعالیٰ کے انسان پر مشہود ہوتی ہے اور وہی طبعاً تمام صفات پر مقدم ہے۔ پھر دوسری مرتبہ جب نظر دقیق سے انسان ملاحظہ عالم کرتا ہے تو تمام عالم کو خداوند تعالیٰ کے آلاء اور نعماء سے پر پاتا ہے اور اسکی رحمت کو ہر یک چیز پر محیط دیکھتا ہے تو پھر اس ملاحظہ ثانی سے اس پر امید اور توکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اول ملاحظہ قاہریت سے خوف پیدا ہو گیا تھا۔

پھر تیسری مرتبہ جب نظر اوقی سے عالم کو دیکھتا ہے تو خود خداوند تعالیٰ کو ایک حقیقی نعمت پاتا ہے اور لذات اعلیٰ اسی کے وصال کو مشاہدہ کرتا ہے یہ انسان کی آخری نظر ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی نظر نہیں۔

پس پہلے پہل انسان کو خدا کی قاہریت پر نظر پڑتی ہے اور پھر اسکی لطف اور احسان پر نظر ڈالتا ہے اور پھر آخر کار اسے کو محبوب حقیقی سمجھ کر اس کی محبت میں فانی ہو جاتا ہے۔

یعنے وہ پہلا خیال جو انسان کو خدا کی طرف کھینچتا ہے وہ یہی ہے جو دنیا مقام فانی ہے یہی پہلا خیال ہے جو ہر یک شخص بروقت رجوع کرنے کیطرف خدا کے دل میں قایم کرتا ہے کوئی دنیا کو فانی سمجھتا ہے کوئی اپنے موت کے دن کو قریب دیکھتا ہے کوئی اپنے عزیزوں اور پیاروں کی موت کو یاد کرتا ہے غرض پہلے پہل خدا کی قاہریت ہی اس کے دل پر اثر ڈالتی ہے کیونکہ خدا کی قاہریت بہت ہی بدیہی اور زبردست ہے جو انسان کو آپ آکر جگا دیتی ہے اور کتنا ہی ... وہ خواب غفلت میں سوتا اس کو اٹھا دیتی ہے۔

شرک تین قسم پر ہے ایک بہت ظاہر اور بدیہی اور وہ یہ ہے جو بلا تعلق اور بلا واسطہ دوسری چیزوں کو خدا کا شریک قرار دینا۔ دوسرا شرک وہ ہے جو ظاہر اور بدیہی نہیں بلکہ نظر اور فکر سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو افعال الٰہی سے بظاہر مشارکت پائی جاتی ہے ان سے ہی سو خبر پھیر کر فاعل حقیقی ایک ذات خدا کو سمجھنا۔ یعنے اسباب سے مسبب کی طرف رجوع کرنا۔ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ اگرچہ نظر اور فکر کو اسکی دریافت کرنے میں دخل ہے مگر مجرد نظر اور فکر سے وہ دریافت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ تزکیہ نفس کا شرط ہے جو کمال محبت سے حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے جو بجز وجود باری تعالیٰ کے تمام اور وجودوں کو نیست و نابود سمجھنا اور اسی شرک کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قد افلح من زکّٰہا کیونکہ تزکیہ تام بغیر محبت کے نہیں ہو سکتا سو یہ آیت محبت تام کی طرف آ رہا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تعریف

الحمد للہ رب العالمین۔ تمام محامد جو عالم میں موجود ہیں اور مصنوعات میں پائی جاتی ہیں وہ حقیقت میں خدا کی ہی تعریفیں ہیں اور اسی کی طرف راجع ہیں کیونکہ جو خوبی مصنوع میں ہوتی ہے وہ حقیقت میں صانع کی ہی خوبی ہے یعنے آفتاب دنیا کو روشن نہیں کرتا حقیقت میں خدا ہی روشن کرتا ہے اور چاند رات کی تاریکی نہیں اٹھاتا حقیقت میں خدا ہی اٹھاتا ہے اور بادل پانی نہیں برساتا حقیقت میں خدا ہی برساتا ہے اسیطرح جو ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے بینائی ہے اور جو کان سنتے ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی شنوائی ہے اور جو عقل دریافت کرتی ہے وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی دریافت ہے اور جو کچھ آسمان کے اور زمین کے عناصر اور صاف چمکدار دکھائی دیتے ہیں اور ایک خوبصورتی اور تر و تازگی جو مشہود ہو رہی ہے حقیقت میں وہ اسی صانع کی صفت ہے جس نے کمال اپنی صفت کا ان چیزوں کو عطا کیا ہے اور پھر جانے نہ دیا عطا ہی نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ ایک رحمت شامل کی ہے جس رحمت سے اس کا بقا اور وجود ہے اور پھر صرف اسی پر اختصار نہیں کیا بلکہ ایک چیز کو اپنے کمال اعلیٰ تک پہنچاتا ہے جس سے قدر و قیمت اس شے کی کھل جاتی ہے پس حقیقت میں محسن اور منعم بھی وہی ہے اور جامع تمام خوبیوں کا وہی ہے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

اس جگہ ایک اور نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جسقدر بڑے عالم ظاہری میں اوصاف باری مشہود اور محسوس ہو رہے ہیں ویسے ہی باطنی طور پر بھی اس کے اوصاف ہیں مثلاً ایک روشنی تو وہ ہے جو بذریعہ اپنے مصنوع چاند اور سورج کے خدا تعالیٰ دنیا پر چمکاتا ہے اس کے مقابلہ پر ایک روشنی بھی ہے جس کی چاند اور سورج کتب الہامیہ ہیں جیسی وہ روشنی چاند اور سورج سے نکلتی ہے اور اکثر حصہ عالم کو گھیر لیتی ہے ایسی ہی یہ روشنی بھی کتاب الہامی سے نکلتی ہے اور اکثر معمورہ پر پڑتی ہے اور جسطرح چاند اور سورج کی قوت کو تمام افعال طبع کائنات الارض میں کسی نہ کسی قدر دخل ہے۔ مثلاً گو ہم ہوا ہی کو سنتے ہیں اور صحیح بصر کی درستی سے لیکن علت العلل اس کے چاند اور سورج کی طاقت ہے اسی طرح ہماری تمام کھانے پینے دیکھنے چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ چاند اور سورج کے تصرفات پائے جاتے ہیں کچھ انہیں نظری اور کچھ بدیہی ہیں اسی طرح کتب الہامیہ کی طاقت سے نظام عالم مقصود ہے اور جو شخص عقل پر کفایت کر کے کتب الہامیہ سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی چراغ کو روشن کر کے آفتاب سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتا ہے۔

ممکن کا وجود بغیر علت کے قائم نہیں رہ سکتا پس مخلوقات کے وجود کی علت خدا کی خالقیت یعنے خلقت کو پیدا کیا تا خالقیت سے شناخت کیا جاوے اور اس کی بقا کی علت خدا کی رحمانیت اور رحیمیت ہے۔ یعنے ایک عرصہ تک باقی رکھنا تا رحیمیت اور رحمانیت سے شناخت کیا جاوے اور ان کے وجود ثانی کی علت خدا کی صفت مجازیت ہے یعنے پھر وجود بعد موت کے اس علت سے بخشتا ہے کہ تا مجازیت سے شناخت کیا جاوے سو خدا کی ان تین صفتوں سے دنیا برقرار ہے اور کیا عجب ہے جو وید میں جو یہ [illegible] مندرج ہے۔ جو وشنو دیوتا کو قرار دئے گئے ہیں تین قدم رکھنے سے انہی تین صفتوں کیطرف اشارہ ہو (باقی ہے)

مضامین متعلق محکمہ ڈاک

ملازمان ڈاکخانہ اور کثرت کار

مشق از دو ست اک روز نہین مین بیکار
میرے ہفتہ مین بھی تا نہین کوئی اتوار

اس سے پہلے ہم نے محکمہ ڈاکخانہ کے اعلیٰ افسرون کو **ٹوٹ سسٹم** کی بد استعمالی کے بُرے نتائج پر توجہ دلائی تھی۔ اگرچہ ہم نہین کہہ سکتے کہ اس پر کہانتک توجہ ہوئی۔ مگر ہم جانتے ہین کہ جو امور قابل اصلاح ہماری نظر مین ہین ہم انہین مکرر سہ کرر پیش کرتے ہی رہین گے خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ ایک قطرہ بھی متواتر اور مسلسل پتھر پر پڑتا رہتا ہے۔ جبکہ اس پر اثر کئے بغیر نہین رہتا تو پھر یہ کیونکر ناممکن ہو کہ ہم متواتر چلاتے رہین اور کوئی شنوائی نہ ہو۔ آخر ایک دن آ جائیگا کہ یہ تحریرین اعلیٰ حکام کو اپنی طرف متوجہ کرکے رہین گی۔ پس ہم کو یہ امر کبھی مایوس کرنے والا نہین ہوگا کہ ہماری فلان تحریر پر توجہ ہوئی ہے یا نہین بلکہ ہمارا عمل حافظ کے اس شعر پر رہے گا ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

آج ہم اس امر پر کچھ لکھنا چاہتے ہین کہ ملازمان ڈاکخانہ کو کسقدر کثرت سے کام کرنا پڑتا ہے جو شعر اس مضمون کے عنوان مین لکھا گیا ہے۔ یہ بالکل محکمہ ڈاکخانہ ہی کے ملازمون کے حسب حال ہے **اتوار** کے دن جبکہ قریباً کل دنیا پر تعطیل ہوتی ہے یہ محکمہ اس دن بھی (گو کچھ تعطیل کرتا ہے) اپنے اسیران بلا کو نہین چھوڑتا۔ یون کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ مین آٹھ گھنٹہ کی ڈیوٹی ہوتی ہے لیکن **عملی طریق** بتا رہا ہے کہ ہیڈ آفسون اور سب آفسون مین کلرکون سب پوسٹ ماسٹرون اور پوسٹ ماسٹرون کو آٹھ گھنٹہ تک ہی بعض اوقات کام سے فرصت نہین ہو سکتی اور اس پر بھی کثرت کار کا سوال تو کبھی پیش نہین ہوتا **کمی** کارگذاری پر جواب طلب ہو جانا بہت سہل اور آسان ہے۔ اگر ڈاکخانون کے **کاروبار** کے اوقات پر نظر کی جاوے تو معلوم ہوگا کہ جو اوقات انسان کے آرام کرنے یا حفظ صحت کے اصولون کے مطابق ضروری تفریح اور سیر و تفریح کے ہین وہی خصوصیت کے ساتھ ڈاکخانہ مین مصروفیت کے ہین۔ مثلاً **صبح و شام** کی ہوا خوری صحت کے لئے بہت ضروری ہے لیکن ڈاکخانہ کے بدقسمت کلرک اس سے بکلی محروم ہین اگر کوئی شاذ و نادر طور پر مستثنیٰ ہو تو جدا امر ہے۔ ہم بطریق کلی کلام کرتے ہین۔ یہی وقت عموماً ڈاک کی ڈلوری یا ڈسپیچ کے ہوتے ہین۔

صبح سویرے اٹھ کر جہان ہر شخص اپنے ضروری حوائج سے فارغ ہوکر اور اپنے مذہبی طریق پر اگر خدا نے اسے توفیق عطا کی ہو خدا کی عبادت کرکے دن بھر کے لئے طبیعت کو مستعد اور تازہ دم کرنے کیلئے سیر کو نکلتا ہے۔ اس وقت ڈاکخانہ کا غریب کلرک یا سب پوسٹ ماسٹر آنکھین ملتا ہوا حوائج ضروری سے بھی فارغ نہ ہوکر ڈاک کی تھیلی کو جلد جلد کھول رہا ہے تاکہ ڈلوری مین دیر نہ ہو جاوے۔ اس وقت اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔

اور اسی طرح پھر شام کو جبکہ **مزدور** بھی دن بھر کی محنت و مزدوری کے بعد طبیعت کو بحال کرنے کے لئے نکلتے ہین یہ بیچارہ ڈاک کی تھیلون کے بند کرنے کے فکر مین ہوتا ہے کہ کہین ڈاک کی روانگی مین دیر نہ ہو جاوے۔ اور پھر مورد عتاب ہونا پڑے۔

۱۲ بجے کے وقت بھی جبکہ قلی اور مزدور تک دو گھنٹہ کیلئے کاروبار چھوڑ بیٹھتے ہین اور کھانا کھا کر آرام کرتے ہین یہ بیچارہ بدن کو جلا دینے والی لو مین کمر کی کھا مٹے بیٹھا ہوا ہے۔ اور شام کو جانے والی ڈاک کے لئے روزانہ حساب کتاب طیار کر رہا ہے یا اس ڈاک مین شامل ہونے والے دوسرے کاغذات کی ترتیب و درستی مین مصروف ہے۔ سرکاری کاغذات کے علاوہ پبلک کے ساتھ بھی اسے اسی وقت متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

وہ لوگ جو خس کی ٹٹیون کے اندر پنکھون کے نیچے بیٹھے ہوئے ہین۔ جنکو دفتر مین بھی ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان میسر ہین وہ ایک غریب کلرک یا سب پوسٹ ماسٹر کے حالات پر کب نظر کر سکتے ہین جو باد سموم کے جھونکون مین بیٹھا ہوا جلا جا رہا ہے غرض جو وقت عام لوگون کی سیر و تفریح طبع اور آرام کے ہوتے ہین وہ ان اسیران بلا کی ضروری حاضری اور کثرت کار کے ہوتے ہین۔ ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ اگر ان محروم القسمت لوگون کو باہر بیس کی بجائے پندرہ روپیہ کی بھی آمدنی ہو جاتی اور وہ اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہوتے تو ہرگز ہرگز اس قفس مین مبتلا نہ ہوتے۔

اگلے نمبر مین ہم ڈاکخانہ کی تعطیلات پر ریمارک کرین گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ملازمانِ ڈاکخانہ کی نامقیمان

معزز معاصر زمیندار نے ایک مرتبہ اسی عنوان سے ایک نظم شائع کی تھی جو اس حصہ مضامین کے لئے مفید سمجھ کر ہم بھی درج کرتے ہین

نامقیانِ ڈاک سرکاریم
رنج بر تیا و رین نے آریم

بلبلانیم کز قفسا ز قدر
سیل پر وا ز ہستیم واریم

مرغ شاخ درخت خشک ہیں ہم
جز بہ نقصان نہ منفعت واریم

ما بجائے عبیر خاک درش
خاک پائے چار بر داریم

بندہ بندگان انگریزیم
خادم خادمان سرکاریم

ڈاک داگرفتہ بر سر خود
از مقامات دور مے آریم

یہ نے اس کا بدل کہ پہلی کو
زر تنخواہ را بکف آریم

لیک گاہے چو میشود دو دفعات
ہر دم از دیدہ خون ہمے باریم

شب بریزی کنیم کار تمام
ہر سحر کار تازہ مے داریم

لیک شاکر ہین پھر بھی قسمت پر
حرف شکوہ نہ بوزبان آریم

بندہین جنگلون مین دفتر کے
او فتادہ جدا ز گلزاریم

تن ہمارا تھا باقی نہین رہا جز پوست
ہر جسم بین بہا تکمہ مشاہر اوست

راقم

اوستاد کے مصرعہ پہ لگاتے ہین گرہ ہم
اصلاح سے دل کھینچ خورسند ہمارا

ایک شخص شراب کی دوکان پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا کہ کاش جس قدر آدمی اب خواندہ ہین اتنے نہ ہوتے اور لکھنا تو دوتون کو بھی نہ آنا چاہیئے۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ کیا آپ تعلیم کے سخت مخالف ہین؟ کیا آپ دنیا کو پیچھے لیجانا چاہتے ہین۔ اس نے جواب دیا نہین مین ڈاکخانہ کا کلرک ہون جتنی تعلیم بڑھتی جاتی ہے اوسی قدر ہم لوگون کی شامت آتی جاتی ہے +

ڈاکخانہ مین جوبن کا مہینا

ڈاکخانہ مین جوبن کا مہینا بھی ایک عجیب خاص یادگار ہے جسکا بیان رہنے نہ کرو۔ ڈاکخانہ ملازمان ڈاکخانہ کو ایک روپیہ جرمانہ ہو جاتا ہے یہ لفظ بظاہر ہر ایک دل مین کھٹکے گا کہ یہ جرمانہ کیسا ہے؟ لیکن ہم اپنے ناظرین کو زیادہ انتظار مین نہ رکھین گے اور انہین بتا دین گے کہ یہ ایک روپیہ فی الحقیقت جرمانہ ہی ہے گو اس کا نام ڈاکخانہ والون نے **گارنٹی فنڈ** رکھا ہوا ہے۔ **گارنٹی فنڈ** اس قدر وسیع مضمون ہے کہ اس پر بہت کچھ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت ہے اور ہمارے مجوزہ مضامین مین سے یہی ایک ہے اس وقت ہم اس پر کسی لمبی بحث کا موقع نہین پاتے اگلی اشاعت مین اس پر ایک مبسوط آرٹیکل لکھین گے۔ انشاء اللہ +

ہمارے دفتر کی فروختنی کتابین

الانوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا +

رجسٹرڈ ایل نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

الحکم

چہ گویم با تو گر آں چہ در قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلحکاری و امان کا لوا

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے	عہ
خواص و معاونین سے	۱۰
ہندوستان سے باہر	۱۲
غیر مذاہب والوں سے	
اپنی جماعت کے غیر مستطیع و مسکین کم آمدنی والے لوگوں سے	عہ

نمبر ۲۲ — دار الامان قادیان مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء — جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مخمس

(بر اشعار حضرت اقدس)

در مدح و ثنائے باریتعالیٰ

نور ہے پھیلا ہوا ہر اک طرف اس یار کا
ہے زمین سے آسمان تک جلوہ اس غفار کا
ہر طرف آئے نظر نظارہ اس دلدار کا
کسقدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

جب سے دیکھا ہم نے جلوہ اس رخ پر نور کا
ہر شش میں اپنے تھیں ہیں اور نہیں کچھ سوجھتا
ہر طرف آنکھوں میں اس کو ایسا دلربا ہوا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ تھا اس میں نشان کچھ کچھ جمال یار کا

جب سے اس مہوش کو دیکھا کچھ نہ عقل و ہوش ہے
بادۂ الفت سے دل اپنا ہوا مدہوش ہے
ساقی قدرت سے بس آواز نوشا نوش ہے
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب نقشہ تیری صنعت کا پیاری ہر طرف
ہے عجب خاکہ تیری حکمت کا پیاری ہر طرف
ہے عجب جذبہ تیری الفت کا پیارے ہر طرف
ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جسطرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا

آسمان میں ہر طرف جلوے تیری موجود ہیں
اور زمین میں بھی شعاعیں نور کی موجود ہیں
چاند میں آثار ہائے روشنی موجود ہیں
چشمۂ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تیری چمکار کا

نور سے تیرے ہوئے موجود سب جن و ملک
ہر اک موجود کو چمکا رہی تیری چمک
تب چمک اٹھیں یہ روحیں جب پڑی تیری جھلک
تو نے خود روحوں پہ چھڑکا ہاتھ سے اپنے نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

تو نے ہر شے کو عطا خاصیتیں کیں خاص خاص
کوئی خاص اوصاف سے رو حو نکو بخشا اختصاص
تھاہ تیری قدرت کی پا سکتے نہیں غواص خاص
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں ہیں رکھی خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری حکمت کی کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
تیری صنعت کی کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
تیری عظمت کی کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
تیری قدرت کی کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

سارے پھولوں میں نزاکت ہے تیرے اس حسن کی
گلرخوں میں سب صباحت ہے تیری اس حسن کی
سرو بستان میں رعونت ہے تیرے اس حسن کی
خوبرویوں میں ملاحت ہے تیرے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تیرے گلزار کا

مہوشوں کی ہر جھلک میں خلق پاتی ہے تجھے
دلرباؤں کی ادا ہر دم سہاتی ہے تجھے
وہ خرام ناز محبوبان بتاتی ہے تجھے
چشم مست نازنین ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

غازۂ رخ میں تیری سارے نجوم و آفتاب
ہے عجب ابر سیہ اچہرہ کی تیرے آب و تاب
روشنی رخ کی تیرے کون لا سکتا ہے تاب
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ تیرا رخ کافر و دیندار کا

عاشقوں کیواسطے قامت تیرا ہے رستخیز
گیسوئے مشکین کا کھل جانا تجھے ہے فتنہ خیز
ہیں تیرے تیر مژہ مانند خنجر زخم ریز
ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

ہجر میں تیرے ہماری جان آئی ناک میں
غم کا اک طوفان اٹھا آیا دل غمناک میں
بیکسی کا شور اپنے پڑ گیا افلاک میں
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درمان ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

تیرے بن آتا نہیں ہے چین مجھ کو دلبرا
رات کٹتی ہے مری اختر شماری میں سدا
رات بھاری دن پہاڑ آتا ہے اس بیمار کا
اک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹتی جاتی ہے جیسے دل گھٹتے بیمار کا

بیعت کا خط

بعالیخدمت جناب مسیح موعود علیہ السلام حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔

از خاکسار سیدہ بیگم بنت سکندر شاہ قوم کشمیری بٹ زوجہ حکیم شیخ نور محمد مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور۔ عرض ہے کہ حضور اقدس مجھے بھی میرے خاوند کیطرح اپنی بیعت میں قبول فرماویں اور خاکسار کے حق میں دعا کریں اور میرا نام بیعت کرنیوالوں میں شامل کریں اس کے عوض میں میرا خاوند میری طرف سے ایک روپیہ ہوار چندہ پہلے چندہ سے زیادہ پیش کیا کریگا۔ مورخہ ۲ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

بقلم خود سیدہ بیگم۔ (از لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک واقعہ کا اظہار

برائے خدا اسے ضرور پڑہو

لاہور کے پیسہ اخبار مین مصالحت کے متعلق افواہاً ایک نوٹ چہپا تہا اور ایسا ہی جہلم وغیرہ مین بعض غلط واقعات مصالحت کے متعلق بیان کیے گئے ہین اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مقدمات مین مصالحت کے اصل واقعات کو شائع کر دیا جاوے ۔ ایڈیٹر

گورداسپور کی عدالت مین ایک مقدمہ مولوی کرم دین مستغیث کی طرف سے اس راقم پر دائر ہے اور ایک مقدمہ میرے ایک مرید یعنی شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کی طرف سے مولوی مذکور پر دائر ہے ۔ اصل اور جڑ ان مقدمات کی یہ ہے ۔ کہ ماہ جولائی و اگست سنہ ۱۹۰۲ء مین کرم دین کی طرف سے خطوط میرے نام اور میرے مرید حکیم فضلدین کے نام پہونچے ۔ اور ان خطوط کے ذریعہ ہمین اطلاع دی کہ جو کتاب پیر مہر علیشاہ گولڑوی نے میری کتاب اعجاز المسیح کے رد مین لکہی ہے دراصل اُس مین پیر مذکور کی سارقانہ کارروائی ہے ۔ اور ایک شخص مسمّی محمد حسن فیضی متوفی کے نوٹون کو چُرا کر اپنی کتاب مین وہ نوٹ اپنے نام درج کر دئے ہین اس کے ثبوت مین مولوی کرم الدین نے وہ کارڈ بہی ہم کو بہیجدیا جو پیر مہر علی نے مولوی مذکور کے نام گولڑہ سے بہیجا تہا اور جس مین پیر مذکور نے محمد حسن کے نوٹون کو اپنی کتاب مین درج کرانیکا اعتراف کیا ۔

یہ خطوط مجہے ایسے وقت ملے جبکہ مین کتاب نزول المسیح لکہہ رہا تہا سو وہ خطوط میری کتاب نزول المسیح مین درج کئے گئے ۔ ایسا ہی ایڈیٹر الحکم اخبار نے بہی اُن خطوط کی بنیاد پر ایک مضمون اپنے اخبار مین معہ نقل خطوط درج کیا ۔ اخبار الحکم کے جواب مین ایک مضمون مولوی کرم الدین کے نام سے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء اور ایک قصیدہ مولوی مذکور کی طرف سے سراج الاخبار مورخہ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء مین شائع کیا ۔ جن مین اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور جہوٹے ہین ۔ اس مین یہ بہی لکہا کہ مرزا غلام احمد یعنی راقم کی ملہمیت کی آزمائش کے لئے مینے اسے دہوکا دیا ۔ اور خلاف واقعہ خطوط لکہے اور لکہائے ۔ اور ایک خام نویس طفل کے ہاتھ سے نوٹ لکہا کر انکو محمد حسن فیضی کے نوٹ ظاہر کئے ۔ پہر اس دہوکے کے ذریعہ چند روپیے بہی حاصل کئے ۔ اور راقم مضمون نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا ۔ بلکہ سراج الاخبار کے ان مضامین مین میری نسبت سخت الزام لگائے اور یہ شائع کیا کہ گویا مین بحیثیت ایک مامور من اللہ اور مصلح ہونے کے ایک کام کر رہا ہون ۔ یہ تمام کام میرا مکر و فریب ہے ۔ اور گویا مین اپنے دعوے مین کذاب اور مفتری ہون ۔ پس چونکہ یہ تحریر اُس کی میری ایک کثیر جماعت پر جواب خدا تعالےٰ کے فضل سے دو لاکہہ سے بہی زیادہ ہے بہت ہی بُرا اثر ڈالتی تہی ۔ اور پبلک کی نگاہ مین مجہے جعلساز اور فریبی اور قوم کو دہوکہ دینے والا اور سخت بدچلن قرار دیتی تہی ۔ اور اس بیجا حملہ سے ہزارون آدمیون کی روحانیت کا خون ہوتا تہا ۔ اس لئے مین نے اس خطرناک حملہ کا دفعیہ ضروری سمجہا ۔ سو اگرچہ شرعاً و قانوناً اس وقت میرا حق تہا کہ مین اپنی بریت ثابت کرانیکیلئے ازالہ حیثیت عرفی کا مدعی ہو کر عدالت کیطرف رجوع کرتا ۔ لیکن مین نے صبر کیا اور منتظر رہا کہ مولوی کرم الدین خود اس مضمون کی تردید کرے ۔ لیکن جب تین ماہ سے زیادہ گذر گئے اور اُس نے کوئی تردید نہ کی تو مین نے اس تہمت کو اپنے پر سے دور کرنیکیلئے اسقدر کافی سمجہا کہ اپنی کتاب مواہب الرحمٰن مین جو کرم دین کے مضامین سے تین ماہ بعد شائع ہوئی اسقدر اشارہ کر دون کہ یہ شخص جو مجہہ پر الزام لگانے والا ہے اور میری اہانت کرتا ہے خود ہی کذاب اور کمینہ اور بہتان کا مرتکب ہے یہ الفاظ دراصل وہی تہے جنکا مصداق وہ خود اپنے آپ کو سراج الاخبار مین کنایتاً و صراحتاً ظاہر کر چکا تہا ۔ اور مان چکا تہا کہ مین نے دہوکہ دیا دغا دیا خلاف واقعہ خطوط لکہائے جعلی دستخط بنوائے اور جہوٹ کی تعلیم دی وغیرہ وغیرہ ۔

مناسب تہا کہ یہ شخص خاموش رہتا مگر اس نے ایسا نہ کیا اور میرے پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی اگر مولوی کرمدین بجائے ان بیجا تہمتون اور الزامون کے جو اس نے اپنے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مین میرے پر لگائے اور خلاف واقعہ واقعات مجہہ پر چسپان کر کے مجہے جعلساز اور دہوکہ باز ٹہرایا ۔ میرے پر تلوار چلا کر کوئی عضو میرا کاٹ دیتا تو مجہے اس خدا کی قسم ہے جو میرے دل کو دیکہتا ہے کہ مین پہر بہی اسے معاف کر دیتا ۔ اور کسی کے کہنے کی مجہے حاجت نہ ہوتی کہ مین اُسسے صلح کر لون اور اس کا گناہ بخشدون ۔ لیکن اے ناظرین جو لوگ مصلح قوم بنکر خدا تعالیٰ کیطرف سے آتے ہین وہی اُن مشکلات کو جانتے ہین کہ ایسے بیجا الزام جو پبلک پر بُرا اثر ڈالنے والے ہین وہ انکے نزدیک تصفیہ کے لایق ہوتے ہین اور جبتک وہ الزام انکے سر پر سے پبلک کی نظر مین معدوم نہ ہولین تب تک وہ اس بات کو پسند نہین کر سکتے کہ ایک گول مول مصالحت کر کے وہ داغ ہمیشہ کیلئے اپنے سر پر رکہین ۔ یوسف جو ایک نبی تہا اُسپر ایک جہوٹا الزام اقدام زنا لگا کر اُس کو قید کیا گیا اور بہر مدت کے بعد معافی دیگئی تو اُس نے اس معافی کو قبول نہ کیا حالانکہ نائب السلطنت کا عہدہ بہی ملتا تہا ۔ بلکہ صاف کہا کہ جبتک نالائق تہمت سے میری بریت نہو مین زندان سے باہر قدم رکہنا نہیں چاہتا ۔ اسیطرح اگر ایک دنیادار پر بہی ایک جہوٹا الزام دغا یا خیانت مجرمانہ کا لگایا جاوے تو کوئی گول مول مصالحت پر راضی نہین ہوتا ۔ لیکن بعض خیرخواہان قوم نے اس بات پر زور دیا کہ فریقین مین مصالحت ہو جاوے ۔ یہانتک کہ اس ضلع اور قسمت کے بعض نیکدل اور دور اندیش اعلیٰ افسران و حکام نے بہی اپنی رضامندی اسپر ظاہر کی کہ مین اس مستغیث سے صلح کر لون خود صاحب مجسٹریٹ نے جنکی عدالت مین یہ مقدمہ ہے اپنی شریفانہ عادت اور نیک نیتی سے صلح پر پسندیدگی ظاہر فرمائی اس موقعہ پر منشی غلام حیدر خانصاحب تحصیلدار پنڈ دادنخان نے بہی جو بطور شہادت اس مقدمہ مین تشریف لائے تہے مصالحت کی کوشش کی ۔

اِن تمام بزرگون کی ترغیب اور دلی خواہش نے مجہے اس غور و فکر مین ڈالا کہ اب صلح کیونکر ہو ۔ آخر مین نے یہ جواب دیا کہ اگر مستغیث یعنی مولوی کرم الدین خدا تعالیٰ سے ڈر کر عدالت مین یہ اقرار کر دے کہ خطوط محولہ مقدمہ اور مضمون سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء و تیرہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء اسکے ہین اور ہماری جعلسازی نہین تو پہر مین اس سے صلح کر لونگا کیونکہ پبلک کے سامنے میری بریت کیلئے یہ اقرار کافی ہوگا اور مجہہ سے الزام جعلسازی کا دور ہو جاویگا ۔ لیکن مولوی کرم الدین نے اس بات کو نہ مانا ۔ پہر صلح کیلئے یہ دوسری تجویز سوچی گئی ۔ کہ مولوی کرم دین اور میری طرف سے دو تحریرین علیحدہ علیحدہ لکہی جاوین ۔ میری طرف سے یہ تحریر ہو کہ مین خدا کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ مینے الفاظ کذاب بہتان لئیم مولوی کرم الدین کے متعلق یہ یقین کرکے لکہے تہے کہ خطوط محولہ مقدمات اور مضامین مندرجہ سراج الاخبار ۶ و ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء مولوی کرم الدین کے ہین ۔ اور مین دعا کرتا ہون کہ جہوٹے پر خدا کی لعنت ہو ۔ اسیطرح کرم دین یہ تحریری بیان پیش کرے ۔ کہ مین خدا کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ خطوط محولہ مقدمات جو میری طرف سے ظاہر کئے گئے اور مضمون سراج الاخبار مندرجہ ۶ اکتوبر و ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء جو میرے نام پر اخبار مین شائع ہوئے ہین میرے نہین ہین اور مین دعا کرتا ہون کہ جہوٹے پر خدا کی لعنت ہو ۔

یہ ہر دو مسودے منشی غلام حیدر خان صاحب نے اپنی قلم سے لکہے اور ان مسودون کو جناب شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج کے پاس میرے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب ہمراہ لیگئے کیونکہ شیخ صاحب موصوف نے ہمدردی قوم کے لحاظ سے بہت سا اپنا قیمتی وقت اس مصالحت کی انجام دہی مین خرچ کیا اور کوشش بلیغ فرمائی ۔ مصالحت کرانیوالون نے مسودہ مجوزہ کو پسند فرما کر کہا کہ یہ مسودہ اب کسیطرح قابل اعتراض نہین البتہ اسمین لفظ لعنت ثقیل ہے اسکو کسیطرح بدلدیا جاوے راقم نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور بجائے لفظ لعنت کے مسودہ کی سطور حسب ذیل تجویز کر دی ۔ کہ مین اس مقدمہ کو انصاف کیلئے خدا تعالیٰ کی عدالت مین سپرد کرتا ہون لیکن جب یہ مسودہ مولوی کرمدین کے پاس پیش کیا گیا تو اُس نے منظور نہ کیا ۔ اور یہ عذر کیا مین قسم نہین کہاتا حالانکہ عدالت مین بہی اُسکا حلفیہ بیان ہو چکا تہا اور جب اسکے حلفیہ بیان کی مصدقہ نقل دکہلا کر اسکو کہا گیا کہ تمنے جب عدالت رائے چندو لال صاحب مجسٹریٹ حلفیہ بیان باقرار صالح دیا کہ مینے یہ خطوط لکہے ہین اور نہ سراج الاخبار کے مضامین میرے ہین تو پہر وہی حلفیہ بیان اب بیان ہے ۔ اسپر مولوی موصوف نے کہا کہ وہ ایک مجبوری تہی ۔ اِلّا بالضرورت اشد قسم کہانا جائز نہین اسلئے مین قسم نہین کہاتا ۔ آخر یہ تجویز ہوا کہ بجائے قسم کے اقرار صالح لکہا جاوے ۔ اس تجویز پر ذیل کا مسودہ تجویز کیا گیا کیونکہ پہلا بیان مولوی مذکور کا باقرار صالح تہا :-

"مین اقرار صالح سے سچ سچ اپنے ایمان سے خدا تعالیٰ کے حضور مین بیان کرتا ہون کہ خطوط محولہ مقدمہ جن سے مین نے انکار کیا ہے اور مضمون سراج الاخبار ۶ اکتوبر اور ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء جس سے مین انکاری ہون درحقیقت وہ خطوط اور وہ مضامین ہرگز ہرگز میرے نہین ہین اگر مین اپنے اس بیان مین جہوٹا ہون تو انصاف کیلئے اپنے اس معاملہ کو خدا کی عدالت کے سپرد کرتا ہون" ۔

اس مسودہ پر یہ اعتراض مولوی مذکور نے کیا کہ الفاظ "خدا کے حضور مین" وغیرہ وغیرہ سے بہی قسم کی بو آتی ہے صرف لفظ اقرار صالح رکہا جاوے اور معاملہ کی تصریح نہ کیجاوے ۔ آخر کار بہت بحث کے بعد جو آخیری مسودہ تیار ہوا اور ۱۱ ماہ جون پیش کیا گیا وہ حسب ذیل لکہا جاتا ہے :- "مین کرمدین باقرار صالح بیان کرتا ہون کہ خطوط جو میرے نام سے میرزا غلام احمد صاحب اور حکیم فضل الدین کو بہیجے گئے ہین اور مضامین جو ۶ اکتوبر اور ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کو میرے نام پر سراج الاخبار مین شائع ہوئے وہ میرے نہین اور اگر میرا یہ بیان خلاف واقعہ ہے تو مین الغرض انصاف اس معاملہ کو خدا تعالیٰ کی عدالت مین سپرد کرتا ہون" ۔ اسکے مقابل راقم نے مضمون ذیل منظور کیا :- "مین خدا تعالیٰ کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ مینے جو الفاظ کرمدین کے متعلق کذاب ، بہتان ، لئیم لکہے ہین وہ یہ یقین کر کے لکہے ہین کہ خطوط محولہ مسلہ جات کا لکہنے والا اور اخبار سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر و ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کا لکہنے والا مولوی کرم دین ہے اور مین دعا کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ جہوٹے پر لعنت ڈالے" ۔ جب یہ مسودے حسب اجازت صاحب مجسٹریٹ مولوی کرم الدین کو دکہلائے گئے تو اس نے کہا کہ الفاظ خطوط اور اخبار وغیرہ کا ذکر نہ کیا جاوے ۔ اور ایسا ہی خدا کی عدالت مین انصاف کیلئے سپرد کرنے کے الفاظ بہی نکالدیجاوین اور کوئی تصریح نہ کیجاوے ۔ جسکی وجہ وہ یہ بتاتا تہا کہ میرے برخلاف مشکوک بیان کیے گئے ہین سو اسکے متعلق بہی شرط مان لی گئی تہی تا کہ مصالحت ہو جاوے ۔ لیکن وہ کسی پہلو پر نہ آیا ۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ مصالحت مین قطعی مایوسی ہو کر مقدمہ عدالت مین شروع ہو گیا مجہے اس اشتہار کو جسمین صرف سادہ اور سچے واقعات لکہے ہین اشاعت کرنیکی یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ تا اُن پاکدل اور نیک نیت عالی حکام کو ان واقعات سے اطلاع ہو جاوے جنہون نے نہایت ہمدردی اور شفقت سے جو انکو میرے خاندان سے ہے مجہے اس وجہ کہلا بہیجا کہ مین مصالحت کر لون ۔ نیز اُن پر روشن ہو جاوے کہ کون فریق ہم مین سے مصالحت سے کنارہ کش ہے مجہہ پر الزام خطوط کی جعلسازی کا اور دیگر بیجا الزامات سراج الاخبار مین لگائے گئے ہین جسکے دفعیہ کیلئے مینے کوئی چارہ جوئی عدالت مین نہ کی بلکہ دفعیہ مین اس بات پر اکتفا کیا کہ کتاب مین لکہدیا کہ میرا ایسا ریزی کرنیوالا مجہہ پر بہتان باندہتا ہے اور میری توہین کنندہ کذاب ہے اور اسکے یہ فعل کمینون کے ہین جسپر مین عدالت مین کہینچا گیا ۔ مینے حکام اور اپنے بزرگان قوم کی ہمدردی کی قدر کر کے یہی پسند کیا کہ ان الزامات جعلسازی وغیرہ کی بریت اگر عدالت سے نہ ہو سکے تو پہر خدا کی عدالت سے کراؤن اور معاملہ کو طے کر دون ۔ مالبتہ گول مول مصالحت پر مین راضی نہین ہو سکتا ۔ اسلئے بذریعہ اشتہار ہذا مین پہر اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہون ۔ کہ اگر فریق ثانی مذکورہ بالا بیان عدالت مین دینے کو تیار ہے تو بالمقابل مین بہی اُس قسم کا بیان دینے کو تیار ہون کہ جسدن ہر دو مقدمات داخل دفتر ہو سکتے ہین مینے اپنے بیان کو ارادتاً سخت سے سخت اپنے لئے تجویز کیا ہے ۔ یہ اشتہار اس لئے ہے شائع کیا گیا ہے کہ واقعات متعلقہ مصالحت جو ہوئے ہین ان کے متعلق کوئی غلط بیانی نہو ۔ المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۲۴ جون سنہ ۱۹۰۳ء

نوٹ : یاد رہے کہ کرمدین نے عدالت مین آکر اپنے حلفیہ بیان مین انکار کیا کہ نہ خطوط اُسکے بہیجے ہین اور نہ سراج الاخبار ۶ اکتوبر اور تیرہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء مین اسنے وہ مضمون لکہے جو اسکے نام پر شائع ہوئے ۔

مسیح موعود کی تعلیم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اُن کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُن کے تمام اندرونی اعضا کاٹ دیئے ہین پس تم اُس جذام سے ڈرو۔ مین تمہین حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہین کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہون کہ تم غیر قومون کیطرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کرو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہین آنکھ ہو تو تمہین نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اٹھا سکتے ہو مگر اُس کے اذن سے ایک مردہ اس پر ہنسی کریگا مگر کاش اگر وہ مرجاتا تو اس ہنسی سے اُس کے لئے بہتر تھا خبردار!!! تم غیر قومون کو دیکھ کر اُن کی ریس مت کرو کہ انہون نے دنیا کے منصوبون مین بہت ترقی کرلی ہے آؤ ہم بھی انہین کے قدم پر چلین سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہین جو تمہین اپنی طرف بلاتا ہے اُن کا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اس لئے وہ غفلت مین چھوڑے گئے۔ مین تمہین دنیا کے کسب اور حرفت سے نہین روکتا مگر تم اُن لوگون کے پیرو مت ہو جنہون نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام مین خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹون سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اُترتی ہے تم راستباز اس وقت ہو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمین یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی۔ اپنی جانون پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہین اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہین یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہین نکالتے اُن کے پیرو مت بنجاؤ۔ خدا تمہاری آنکھین کھولے تا تمہین معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیان اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہین نہین بلکہ یکدفعہ گرینگی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائین۔ اسیطرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہین رہ سکتین اگر تم اس سے مدد نہین مانگوگے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہین ٹھہراؤ گے تو تمہین کوئی کامیابی حاصل نہین ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مروگے یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومین کیونکر کامیاب ہو رہی ہین حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہین جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان مین ڈالی گئی ہین خدا کا امتحان کبھی اس رنگ مین ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیون اور لذتون سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتون کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اُس پر کھولے جاتے ہین اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات مین ہی مرتا اور ابدی جہنم مین ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ مین بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔ مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہین جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلا امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہرحال یہ دونون فریق مغضوب علیہم ہین۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حی و قیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہین بلکہ لاپرواہ ہین اور اس سے منہ پھیر رہے ہین تو سچی خوشحالی ان کو کہان نصیب ہو سکتی ہے مبارک ہے وہ انسان جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہین سمجھا۔ اسیطرح تمہین چاہئے کہ اس دنیا کے فلاسفیون کی پیروی مت کرو اور ان کو عزت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیان ہین سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہین اپنی کلام مین سکھایا ہے ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیا کے فلسفہ کے عاشق ہین اور کامیاب ہین وہ لوگ جنہون نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب مین ڈھونڈا۔ نادانی کی راہین کیون اختیار کرتے ہو کیا تم خدا کو وہ باتین سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہین کیا تم اندھون کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہین راہ دکھلا دین۔ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہین کیا راہ دکھلائیگا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہین وعدہ دیا گیا ہے۔ تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیرون کی رسائی نہین اگر صدق سے مانگو تو آخر اسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہان سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہین دکھلائیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگون سے کیا ڈھونڈتے ہو جن کی روحین آسمان کی طرف جاتی ہین وہی حکمت کے وارث ہین جن کو خود تسلی نہین وہ کیونکر تمہین تسلی دے سکتے ہین مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہین ملیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہین بلکہ پیچھے رہ گئی ہے* اور روح القدس اب اتر نہین سکتا بلکہ پہلے زمانون مین ہی اتر چکا۔ اور مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس اترنے کا کبھی دروازہ بند نہین ہوتا۔ تم اپنے دلون کے دروازے کھول دو تا وہ ان مین داخل ہو۔ تم اس آفتاب سے خود اپنے تئین دور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اٹھ اور اس کھڑکی کو کھولدے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا۔ جبکہ خدا نے دنیا کے فیضون کی راہین اس زمانہ مین تم پر بند نہین کین بلکہ زیادہ کین تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہین جنکی اسوقت تمہین بہت ضرورت تھی وہ تم پر اس نے بند کر دی ہین ہرگز نہین بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورۃ فاتحہ مین سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتون کا تمہین دروازہ کھولا ہے تو تم کیون ان کے لینے سے انکار کرتے ہو اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آ جائیگا۔ اس دودھ کیلئے تم بچہ کیطرح رونا شروع کرو کہ دودھ پستان سے خود بخود اتر آئیگا رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہین پکڑے کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر اُن کیلئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اُس اتھاہ گڑھے مین پڑتے ہین وہ اپنے دلون مین فیصلہ کر لیتے ہین کہ ہمین آگ منظور ہے ہم اسمین اپنے محبوب کیلئے جلائے جائین پھر وہ آگ مین اپنے تئین ڈال دیتے ہین پس کیا دیکھتے ہین کہ وہ بہشت ہے یہی ہے جو خدا نے فرمایا۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنے اے بدو اور اے نیکو تم مین سے کوئی بھی نہین جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کیلئے اُس آگ مین پڑتے ہین وہ نجات دیئے جائینگے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اوسے کھا جائیگی پس مبارک وہ جو خدا کیلئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہین اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہین اور اس سے موافقت نہین کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان مین ہرگز داخل نہین ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھلو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیانکاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار مین پیش کرنے کے لائق نہو۔

مین نے سنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو بکلی نہین مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہین تو سخت غلطی کرتے ہین مینے یہ تعلیم نہین دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزین ہین کہ جو تمہاری ہدایت کیلئے خدا نے تمہین دی ہین۔ سب سے اول قرآن ہے* جسمین خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جسمین ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ مین تھے۔ جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسےٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیون کیطرح اس کا رفع نہین ہوا۔ اسی طرح قرآن مین منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم مین سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہین قرآن نے کھولین اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ **اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن** کہ تمام قسم کی بھلائیان قرآن مین ہین یہی بات سچ ہے افسوس ان لوگون پر جو کسی اور چیز کو اوس پر مقدم رکھتے ہین تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن مین ہے کوئی بھی ایسی دینی ضرورت نہین جو قرآن مین نہین پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہین جو بلاواسطہ قرآن تمہین ہدایت دیسکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہین عنایت کی مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیون پر پڑھی جاتی تو وہ لوگ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہین دیگئی اگر بجائے توریت کے یہودیون کو دیجاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہین دیگئی۔

---

* قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی مگر وحی ختم نہین ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے جس دین مین وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہین وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہین۔

* دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت ہے۔ یعنی وہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یون نماز چاہئے اور روزہ رکھکر دکھلایا کہ یون روزہ چاہئے اس کا نام سنت ہے یعنی روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ مین دکھلاتی ہے سنت اسی کا نام ہے۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپ کے بعد آپ کے اقوال جمع کئے گئے اور حدیث کا رتبہ قرآن اور سنت سے کمتر ہے کیونکہ اکثر حدیثین ظنی ہین لیکن اگر ساتھ سنت ہو تو وہ اسکو یقینی کر دیگی۔ منہ

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ

آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ بطور نصیحت چند الفاظ میں کہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھے اور پھر قرآن کریم پر غور کرے۔ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کیا کچھ قرآن میں فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ خدا کا ہو جاوے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ دنیا روز سے چند ملاقت باخداوند اب خدا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کی طرف آنا چاہتا ہے اور فی الواقعہ اس کا دل ایسا نہیں کہ اس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو۔ تو وہ خدا کے نزدیک قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اس کے مقاصد حاصل کرنیکیلئے جبتک کافی حصہ اپنا ان کی طلب میں خرچ نہ کر دیں وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہیں۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اس کی ایک مقدار مقرر کر دے اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہیں کھاتا بلکہ تھوڑا حصہ اس دوائی کا استعمال کرتا ہے تو اس کو کیا فائدہ اس سے ہوگا۔ ایک شخص پیاسا ہے تو ممکن نہیں کہ ایک قطرہ سے اس کی پیاس دور ہو سکے۔ اسیطرح جو شخص بھوکا ہو وہ ایک لقمہ سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ یا اوس کے رسولؐ پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہری رسم کے طور پر بیعت کر لینا بالکل بے سود ہے جبتک انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگجاوے۔ نفس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ انسان پورے طور پر وہ حصہ لے جو روحانی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کریں مسلمان ہوں کافی نہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے اسکو بڑھانے اور مضبوط کرنیکی فکر میں ہر وقت لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جبتک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون الخ

یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم صرف آمنا کہکر ہی چھٹکارا پالینگے اور کیا وہ آزمائش میں ڈالے نہ جاوینگے سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانیوالے نے دین کو اپنی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں آجکل اس زمانہ میں جب لوگ خدا کی راہ کو اپنے مصالح کے برخلاف پاتے ہیں یا بعض حکام سے اون کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کے راہ کسی انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جبتک انسان خدا کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک ہی ایک ہو فالو کر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو لوگ صدق و وفا نہیں دکھلاتے وہ قبولیت نہیں پاتا۔ اسیطرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھکر خدا کو چھوڑتا ہے۔ بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا کے ہاتھ بیچدی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کی راہ میں چلکر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے جو دنیا کیلئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے یاد رکھے کہ بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھوڑا سکیگا اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اس سے دریافت کریگا کہ تو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا اس لئے ہر مومن کیلئے ضروری ہے کہ خدا جو مالک السموات والارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امر بجز فضل الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے خدا ہی یہ امر ذہن میں بٹھائے تو بیٹھ سکتا ہے سو اس کے لئے دعا درکار ہے +

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دیجاتی ہے مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے کہ جس قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا۔ اگر تم میں جذب محبت خدا کی راہ میں کافی ہے۔ تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھنچے اور کیوں تم میں ایک مقناطیسی طاقت نہ پیدا ہو دیکھو قرآن میں سورۃ یوسف میں آیا ہے

"ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان را برھان ربہ" یعنی جب زلیخا نے یوسف کا قصد کیا یوسف بھی زلیخا کا قصد کرتا اگر ہم حائل نہ ہوتے۔ اب ایک طرف تو یوسف جیسا شخص ہے اور اس کی متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی زلیخا کی طرف مائل ہو ہی چلا تھا اگر ہم نہ روکتے۔ اسمیں ستر یہ ہے کہ انسان میں ایک کشش محبت ہوتی ہے زلیخا کی کشش محبت اس قدر غالب آئی تھی کہ اس کشش نے ایک متقی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ سو جانے سے مدعا یہ ہے کہ ایک عورت میں جذب اور کشش اسقدر ہو کہ اس کا اثر ایک مضبوط دل پر ہو جاوے اور ایک شخص جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں جذب محبت الٰہی اسقدر نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آویں۔ یہ عذر قابل پذیرائی نہیں کہ زبان نہیں یا وعظ میں اثر نہیں۔ اصلی نقص قوت جاذبہ میں ہے۔ جبتک وہ کامل نہیں تب تک زبانی خالی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا

اور ہمارے مسائل سو وہ بھی بالکل صاف ہیں۔ مثلاً قرآن کی یہ آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اس میں ایک جواب سوال ہے خدا تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے پوچھیگا کہ کیا تو نے لوگوں کو ایسی تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا تو وہ جواب میں عرض کرینگے کہ بار خدایا جبتک میں زندہ رہا اور ان میں رہا میں نے تو ان کو ایسی تعلیم نہیں دی۔ البتہ جب تو نے مجھکو مار دیا تو پھر تو ہی اون کا نگران حال تھا۔ مجھے کوئی علم نہیں کہ میرے پیچھے انہوں نے کیا کیا۔ یہ کیسی موٹی بات ہے کہ خود مسیح اپنی وفات کا اقرار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عیسائی اگر بگڑے تو میری وفات کے بعد بگڑے۔ جبتک میں ان میں زندہ رہا تب تک وہ صحیح عقیدہ پر قائم تھے۔ اب اگر عیسائی بگڑ گئے ہیں تو بالفرور مسیح مر چکا اگو بیت مسیح بھی درست ہے۔ پھر مسیح کا یہ کہدینا کہ مجھے تو ان کے بگڑنیکا علم نہیں جیسے کہ اسی آیت سے پایا جاتا ہے کیا یہ جواب ان کا جھوٹا نہیں ہوگا۔ اگر ان کا دوبارہ دنیا میں آنا درست ہے۔ کیونکہ یہ سوال و جواب تو قیامت کو ہوگا۔ اور اگر انہوں نے دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہنا ہے۔ اور عیسائیوں اور کفار کو قتل کرکے اسلام کو پھیلانا ہے۔ تو بالضرور انہوں نے عیسائیوں کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ لیا ہے اور اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھکر وہ دوبارہ اس دنیا سے تشریف لیجاوینگے تو پھر جناب مسیح کا یہ جواب دینا خدا کے حضور میں دروغ بیانی ہے کیا وہ احکم الحاکمین نہ کہیگا کہ تو تو دوبارہ دنیا میں گیا اور تو نے دیکھ لیا کہ میری امت بگڑ چکی تھی۔ ایک مجازی حاکم کے آگے غلط بیانی دروغ حلفی کے جرم کا خطرناک ارتکاب ہے پھر چہ جائیکہ ایک عالم الغیب حاکم کی جناب میں ایسی دروغ بیانی کیجاوے۔ تو گویا اس آیت نے بڑی صفائی کے ساتھ ایک طرف مسیح کی وفات کو ثابت کر دیا اور دوسری طرف ان کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانیکا بطلان کر دیا اس کے مقابل جب ہم حدیثوں پر غور کرتے ہیں تو وہاں سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت رسالتمآب نے فرمایا

اور یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ میں نے جناب مسیح کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھا۔ حضرت یحییٰ کا مرجانا اور ان کا اس جماعت میں داخل ہونا جن کی قبض روح ہو چکی ہے ثابت شدہ امر ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح مر بلا قبض روح و انتقال کرنے کے ایک ایسے شخص کا جلیس ہو جو دنیا سے مر چکا ہے اب ایک طرف قول خدا اور دوسری طرف رویت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات مسیح اور ان کا دوبارہ دنیا میں واپس نہ آنا قطعی ثابت ہو گیا۔ اب بھی یہ لوگ اگر عقیدہ حیات مسیح سے باز نہ آویں تو یہی سمجھا جاویگا کہ سچی ہدایت اور سعادت صرف خدا کیطرف سے ہے ان کے حال پر تو یہ سعدی کا یہ قول صادق آتا ہے ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی
اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی

رہا یہ کہ آنیوالا کون ہے اس کا فیصلہ بھی قرآن وحدیث نے کر دیا ہے۔ سورہ نور نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ رسول اکرمؐ کے خلفاء اس امت میں سے ہونگے۔ بخاری اور مسلم کا بھی یہی مذہب ہے کہ آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔ اب ایک طرف قرآن وحدیث اسرائیلی مسیح کی موت اور اس کے دوبارہ نہ آنے کو بیان کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہی قرآن وحدیث آنیوالے مسیح کو اسی امت میں سے ٹھہراتے ہیں تو پھر اب انتظار کس بات کا ہے۔ اب علامات کو بھی دیکھ لیا جاوے صدی کے سر پر مجدد کا آنا سب نے تسلیم کیا ہے اور یہ بھی مانا ہے کہ مسیح ہی بطور مجدد صدی کے سر پر آویگا صدی میں سے بائیس سال گذر گئے اور اس وقت تک مجدد نظر نہیں آیا آخر اس صدی کے سر پر جس مجدد نے آنا تھا وہ کہاں ہے۔ مہدی کا نشان کسوف وخسوف تھا جو رمضان میں ہونا تھا۔ اس کسوف و خسوف پر بھی آٹھ سال گذر گئے مہدی نہ آیا اگر یہ کہا جاوے کہ نشان تو ہو گیا لیکن صاحب نشان بعد میں آویگا تو یہ عقیدہ بڑا فاسد ہے اور قسم قسم کے فسادات کی بنا ہے اگر ایک زمانہ کے بعد اکٹھے بیس انسان مہدیت کے مدعی ہو جاویں تو پھر ان میں کون فیصلہ کریگا۔ ضروری ہے صاحب نشان نشان کے ساتھ ہو۔ یہ لوگ ممبر و منبر چڑھکر صدی کے سرے کو اور کسوف وخسوف کو یاد کیا کرتے اور رویا کرتے تھے۔ لیکن جب وہ وقت آیا تو یہی لوگ دشمن بنگئے۔ حدیث کے مطابق تمام نشان واقعہ ہو گئے لیکن یہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔ کسوف خسوف کا عظیم الشان نشان ظاہر ہو گیا لیکن خدا کے اس نشان کی قدر نہ کیگئی۔ اسیطرح کل انبیاء کی کتب سابقہ اور قرآن وحدیث میں ایک ایسا در بلا کیطرف اشارہ تھا جو کسوف وخسوف کے

٭ یہ تقریر حضرت اقدسؑ نے بمقام گورداسپور ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو بعد از نماز عصر کی تھی تحریک کا باعث چند احباب حیدر آباد دکن کے تھے جنہوں نے اسدن حضور علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

آسمانی نشان کے بعد آنیوالی تھی اور وہ طاعون ہے جو وہ بھی مسیح کے زمانہ سے وابستہ تھی یہ ایک خطرناک مصیبت ہے جسکی طرف ہر ایک اولوالعزم نبی نے بالتصریح یا بالاجمال اشارہ کیا ہے۔ لاکھوں انسان تباہ ہو گئے اور نہ معلوم کب تک اسکی تباہی چلتی رہیگی۔ لیکن جس موعود کے زمانہ کی شناخت کا یہ نشان ہے اسی کو ابتک ان لوگوں نے نہ پہچانا۔ اسیطرح زمین اور آسمان نے شہادت دی۔ لیکن ان شہادتوں کو ردی سمجھا گیا۔ خدا غیور ہے اور وہ اپنی غیرت دکہلائیگا ایک مجازی حاکم عدول حکمی پسند نہیں کرتا تو وہ احکم الحاکمین غیور خدا کب اس عدول حکمی کو بلا سزا چھوڑیگا آگے اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری تھی جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا قرآن نے

واذا العشار عطلت (جب اونٹنیاں بیکار ہو جاوینگی) کہکر اس زمانہ کا پتہ بتلایا۔ حدیث نے مسیح کے نشان میں یوں کہا۔

لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا

پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا جبکہ اس سرزمین میں بھی جہاں آج تک اونٹنی کی سواری تھی اور بغیر اونٹوں کے گذارہ نہ تھا۔ وہاں بھی اس سواری کا انتظام ہو گیا اور چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام و نشان نہیں ملیگا۔ اونٹنیاں بیکار ہو گئیں۔ مقرر کردہ نشان پورے ہو گئے۔ لیکن جس کا یہ نشان تھا۔ وہ پہچانا نہ گیا کیا یہ امور بھی میرے اختیار میں تھے کہ ایک طرف تو میں دعوی کروں۔ اور دوسری طرف یہ نشان پورے ہوتے جاویں۔ کیا آسمانی نظام پر بھی میرا دخل ہے جو کسوف و خسوف موعود کو پیدا کر لیتا یا میرے ہاتھ میں کوئی ایسے مواد تھے جن سے زمین پر موعود طاعون پیدا ہو گئی یا حج کا رکنا جو یہ بھی مسیح کا نشان تھا کیا یہ بھی میرے اشارہ سے ہوا۔ اسیطرح بیسیوں نشان زمانہ مسیح کے ساتھ وابستہ ہے وہ سب پورے ہو گئے۔ خدا تعالی نے کونسی حجت کو ان پر پورا نہیں کیا لیکن ان کا انکار ابھی اسیطرح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانہ میں دہریت پھیلی ہوئی ہے جو خفیہ خفیہ سب دلوں پر اثر کر رہی ہے خشیت الہی دن بدن مفقود ہو رہی ہے ..... کان رکھتے ہیں پر سن نہیں سکتے۔ آنکھیں رکھتے ہیں پر نہیں دیکھتے دل رکھتے ہیں پر نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ انکار ہے۔ ورنہ معاملہ تو بہت ہی صاف تھا۔ میری کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر اتمام حجت کیگئی ہے اب ان کے پاس کوئی جواب نہیں خدا نے قوی دلائل سے ان کا رگ و ریشہ کاٹ دیا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے۔

ایک مامور کی شناخت کے تین طریق ہیں نقل عقل۔ تائیدات سماوی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ تینوں امور اس سلسلہ کے موید ہیں۔ دانیال اور دیگر انبیاء نے تو اس کے آنیکا زمانہ مقرر کر دیا ہے حتی کہ صدی اور سال بھی مقرر کر دیا ہے۔ تمام عیسائیوں میں ایک قسم کی گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے کیونکہ کتب سابقہ کے مطابق مسیح کی آمد کا وقت آچکا ہے اور مسیح ابھی تک آیا نہیں۔ اس لئے بعض علماء اخیر مجبور ہو کر اس طرف گئے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی سے مراد کلیسیا کی ترقی ہے جو ہو چکی ہے۔ اسیطرح ہماری کتب کے مطابق بھی بعثت مسیح کا یہی زمانہ ہے حجج الکرامہ والے نے لکھا ہے کہ کل اہل کشوف اسیطرف گئے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی کیلئے چودہویں صدی مقرر ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسی زمانہ کیلئے سے چراغ الدین کہا ہے غرضیکہ ہر ایک بزرگ کی جو زمانہ مقرر کیا ہے وہ چودہویں صدی سے آگے نہیں گیا اگرچہ ان میں کچھ اختلاف ہے۔ چودہویں صدی میں لطیف اشارہ اس طرف تھا کہ دین اسلام چودہویں رات کے چاند کی طرح اس زمانہ میں چمک اٹھیگا جسطرح چاند کا کمال چودہویں رات کو ہوتا ہے اسیطرح اسلام کا کمال بھی دنیا میں چودہویں صدی میں ظاہر ہوگا۔ تیرہویں صدی کی تاریکی ان لوگوں میں ضرب المثل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس صدی سے علماء سے بھیڑیوں نے بھی نجات مانگی تھی۔ یہ لوگ چودہویں صدی کے لئے منتظر تھے۔ لیکن جب صدی آگئی تو اپنی بدبختی کے باعث انکار کر گئے اسی طرح قرآن میں ذکر ہے۔

ولما جاءھم کتٰب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ

اہل کتاب منتظر تھے کہ پیغمبر آنے پر وہ اس کے ساتھ ملکر کفار سے جنگ کریں گے۔ لیکن جب پیغمبر آیا تو انکار پر آمادہ ہو گئے۔

عقل کے نزدیک بھی زمانہ مسیح کا یہی معلوم ہوتا ہے اسلام اسقدر کمزور ہو گیا ہے کہ ایک وقت ایک شخص کے مرتد ہو جانے پر اسلام میں شور پڑ جاتا تھا۔ لیکن اب لاکھوں مرتد ہو گئے ہیں رات دن مخالفت اسلام میں کتب تصنیف ہو رہی ہیں اسلام کی ہتک کیواسطے طرح طرح کی تجاویز ہو رہی ہیں لیکن عقل پسند نہیں کرتی کہ جس خدا نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا وعدہ دیا ہے وہ اس وقت اسلام کی حفاظت نہ کرے اور خاموش رہے۔ یہ زمانہ کس قسم کی مصیبت کا اسلام پر ہے کہ شرفا کی اولاد دشمن اسلام ہو کر جابجا ان میں جا گری اور کھلے طور پر رسول اکرم کی توہین ہو رہی ہے ہر ایک قسم کی گالی اور سب و شتم میں ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور کو بہیئت مجموعی اگر دیکھا جائے تو عقل کہتی ہے کہ یہی وقت خدا کی تائید کا ہے اور میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا۔ تو اسلام برباد ہو چکا تھا۔ سو خدا کی وجود کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ عین ضرورت کے وقت خدا تعالی نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور عین مصیبت کے وقت اسلام کو سنبھالا۔

تائیدات سماوی بھی اگر دیکھی جاویں تو یہاں بھی ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ خدا تعالے نے اپنے فضل سے ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے اگر میں ان تمام نشانوں کو جمع کروں جو ہر روز میں اور میرے ساتھ رہنے والے دیکھتے ہیں تو ان کی تعداد لاکھ کے قریب ہو جاتی ہے قطع نظر اس کے صرف براہین احمدیہ کے بعض الہامات کو دیکھا جاوے جو ۲۴ برس ہوئے کہ یہ کتاب تصنیف ہوئی جو اس وقت مکہ مدینہ مصر بخارا۔ لندن اور ایسا ہی ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں پہنچ گئی۔ کئی ایک پادریوں اور دیگر مخالفین اسلام کے گھروں میں پہنچ گئی اب اس کتاب میں مثلاً لکھا ہے کہ خدا کی طرف سے مجھے ارشاد ہے کہ اس وقت تو اکیلا ہے اور تیرے ساتھ کوئی نہیں لیکن ایک وقت آویگا کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آوینگے (یاتون من کل فج عمیق) تو لوگوں میں پہچانا جاویگا اور تیری شہرت کیجاویگی۔ تیری امداد اور تائید کو دور دور سے لوگ آوینگے۔ پھر لکھا کہ لوگ کثرت سے آوینگے۔ اور تو ان سے نرمی اور اخلاق سے پیش آنا۔ ان کی ملاقات سے مت گھبرا (ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس) پھر آخرکار فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ وانتہی امر الزمان الینا۔ الیس ھذا بالحق یعنی جب خدا کی فتح اور نصرت آویگی۔ اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہی ہوگا تو اس وقت کہا جاویگا کہ کیا یہ سلسلہ حق نہیں۔ اب لاہور اور امرتسر کے لوگ اور ایسا ہی پنجاب کے اکثر لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ براہین کی اشاعت کیوقت مجھے کوئی جانتا نہیں تھا حتے کہ قادیان میں بھی بہت کم لوگ ہوں گے جو مجھے پہچانتے ہوں گے پھر یہ امور کسطرح پورے ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہ پیشگوئیاں بدرجہ اتم ابھی پوری نہیں ہوئیں لیکن جسقدر ان الہامات کا ظہور ہو رہا ہے وہ طالب حق کیلئے کافی ہے۔ اب کیا یہ میری بناوٹ ہے کیا ایک انسان آج سے چوبیس سال پہلے آجکل کے واقعات کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ہزارہا مخلوق کا مرجع ہوگا خصوصاً جبکہ ایک مدت تک ان امور کا ظہور نہ ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امور کسی فراست کا نتیجہ نہیں ہو سکتے ان امور کو دیکھکر میں کہہ سکتا ہوں کہ جسقدر نشانات خدا تعالی نے میری تائید میں ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت میں ایسے ہیں کہ بجز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء و مرسلین سے ایسے ثابت نہیں ہوئے لیکن امت میں میرا کیا فخر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت ہے جسکی امت میں ہونیکا مجھے فخر حاصل ہے میں کہتا ہوں کہ آج کل کے پیرزادوں اور سجادہ نشینوں کو آزما لو۔ کسی پادری یا کسی مذہب کے گروہ کو میرے مقابل میں لاؤ خدا تعالی کی نشان نمائی میں بالضرور اس کو میرے مقابل شرمندہ اور ذلیل کریگا۔ یہاں تو نشانوں کا دریا بہ رہا ہے۔ میرے دوست اس الہام سے خوب واقف ہیں جو دس بارہ سال ہوئے خدا تعالی نے مجھے فرمایا۔ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک۔ اس ایک الہام کو کسقدر مختلف مواقع اور محل پر میرے دوستوں نے پورا ہوتے دیکھا۔ کسطرح لوگوں نے میری اہانت اور تذلیل کیلئے بڑے اشتہار دئے اور کسطرح وہ خود ہی ذلیل اور خوار ہو گئے اسکی ایک مثال نہیں بلکہ کئی ایک مثالیں ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ان نشانات کو دیکھکر بھی لوگ ابھی گمراہ ہیں سو بات یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے دو گروہ چلے آئے ہیں ایک سعید دوسرا شقی۔ ابوجہل نے ہزاروں نشان دیکھے لیکن وہ کافر ہی رہا۔ سو اس صورت میں مومن کیلئے ضرور ہے کہ وہ دعا میں لگا رہے۔

آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخم ریزی کیطرح ہے چاہیے کہ آپ مجھ سے اکثر ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخرکار خشک ہو کر گر جاتی ہے جو شخص زندہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی پروا نہیں رکھتا دنیا ہر طرح ملجاتی ہے۔ دنیا پر دین کو مقدم رکھنے والا ہی مبارک ہے لیکن جو دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے وہ ایک مردار کیطرح ہے جو کبھی بھی نصرت کا منہ نہیں دیکھتا۔ یہ بیعت اس وقت کام آسکتی ہے جب دین کو مقدم کر لیا جاوے۔ اور اس میں ترقی کرنیکی کوشش ہو۔ بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا۔ اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی ادا نہ کرے نہ زمین کو درست کرے اور نہ آبپاری کرے اور نہ موقعہ بے موقعہ مناسب کھاد زمین میں ڈالے نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہوگا۔ کھیت اسی کا رہیگا۔ جو پورا زمیندار ہے۔ سو اسیطرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے۔ خدا جانتا ہے کہ کس کس نے صدق دل سے کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔

نمازون مین ایک قسم کی تبدیلی ہونی چاہیے مین دیکھتا ہون کہ آجکل لوگ جسطرح نماز پڑھتی مین وہ محض ٹکرین مارنا ہی ان کی نماز مین اسقدر بھی رقت اور لذت نہین ہوتی جسقدر نماز کے بعد ہاتھہ اُٹھاکر دعامین ظاہر کرتے ہین۔ کاش یہ لوگ اپنی دعامین نماز مین ہی کرتے شائد ان کی نمازون مین حضور اور لذت پیدا ہوجاتا اسلئے مین حکماً آپ کو کہتا ہون کہ سردست آپ بالکل نماز کے بعد دعا نہ کرین اور وہ لذت اور حضور جو دعا کیلئے رکھا ہی دعاؤنکو نمازون مین کرنیسے پیدا کرین۔ میرا مطلب یہ نہین کہ نماز کے بعد دعا کرنی منع ہے لیکن مین چاہتا ہون کہ جبتک نماز مین کافی لذت و حضور پیدا نہو نماز کے بعد دعا کرنے مین نماز کی لذت کھو مت گنواؤ ہان جب یہ حضور پیدا ہوجاوے تو کوئی ہرج نہین سو بہتر ہے نمازمین دعامین اپنی زبان مین مانگو جو طبعی جوش کسی کی مادری زبان مین ہوتا ہے وہ ہرگز غیر زبان مین پیدا نہین ہوسکتا سو نمازون مین قرآن اور ماثورہ دعاؤ کے بعد اپنی ضرورتون کو برنگ دعا اپنی زبان مین خدا تعالےٰ کی آگے پیش کرو تاکہ آہستہ آہستہ تمکو حلاوت پیدا ہوجاوے سب سے عمدہ دعا یہ ہی کہ خدا کی رضامندی اور گناہ سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہون ہی سے دل سخت ہوجاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بنجاتا ہی۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہون کو جو دل کو سخت کردیتی ہین دور کردی اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے دنیامین مومن کی مثال اس سوار کی ہی کہ جو جنگل مین جارہاہی اور راہ مین بسبب گرمی اور تکان سفر کے ایک درخت کے نیچے سستانے کیلئے ٹھہر جاتا ہی لیکن ابھی گھوڑے پر سوار ہی اور کھڑا کھڑا گھوڑے پر ہی کچھہ آرام لیکر آگے اپنے سفر کو جاری رکھتا ہی لیکن جو شخص اس جنگل مین گھر بنالی وہ ضرور درندون کا شکار ہوگا۔ مومن دنیا کو گھر نہین بناتا اور جو ایسا نہین خدا اسکی پرواہ نہین کرتا۔ نہ خدا کی نزدیک دنیا کو گھر بنانیوالے کی عزت ہی۔ خدا مومن کی عزت کرتا ہے حدیث مین آیا ہے کہ مومن نوافل کے ساتھہ خدا کا قرب حاصل کرلیتا ہی۔ نوافل سی مراد یہ ہے کہ فرائض مقررکردہ مین زیادتی کیجاوے۔ ہر ایک خیر کے کام مین دنیا کا بندہ تھوڑا اسا کرکے سست ہوجاتا ہے لیکن مومن زیادتی کرتا ہے نوافل صرف نماز سی ہی مختص نہین بلکہ ہر ایک حسنات مین زیادتی کرنا نوافل ادا کرنا ہے۔ مومن محض خدا کی خوشنودی کیلئے ان نوافل کی فکر مین لگا رہتا ہی اس کے دل مین ایک درد ہے جو اسی بے چین کرتا ہے اور وہ دن بدن نوافل وحسنات مین ترقی کرتا جاتا ہی اور بالمقابل خدا بھی اس کی قریب ہوتا جاتا ہی حتی کہ مومن اپنی ذات کو فنا کرکی خدا کی سایہ تلے آجاتا ہے اسکی آنکھہ خدا کی آنکھہ اسکی کان خدا کی کان

ہوجاتے مین کیونکہ وہ کسی معاملہ مین خدا کی مخالفت نہین کرتا ایک روایت مین یہ بھی ہی کہ اسکی زبان خدا کی زبان اور اس کا ہاتھہ خدا کا ہاتھہ ہوجاتا ہی پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ مجھکو کسی بات مین اسقدر تردد نہین ہوتا جسقدر مومن کی جان نکالنی مین تردد ہوتا ہے۔ یون تو خدا کی ذات سب ترددات سی پاک ہی لیکن یہ فقرہ جو فرمایا تو مومن کے اکرام کیلئے فرمایا۔ اب دوسرے لوگ کیڑے مکوڑون کیطرح مرجاتے ہین لیکن مومن کا معاملہ دگرگون ہی مجھے یہ سمجھ آتی ہی کہ جو صلحاء اور انبیاء کی زندگی آخری دن طرح طرح کی بیماریون مین مبتلا رہتی ہی اور بعض وقت ان کو خوفناک امراض لاحق ہوجاتے ہین جیسے کہ ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی یہ اس تردد کا اظہار ہی جس کا اوپر ذکر ہوا ہی گویا اللہ تعالےٰ اس سی معاملہ ایسا کرتا ہی جیسا کہ ایک انسان تردد کیحالت مین کرتا ہی۔ اور خوفناک بیماریون سے اسی نجات دیکر ظاہر کردیتا ہی کہ وہ اسی معمولی انسانون کیطرح ضائع نہین کرتا۔ قرآن اور حدیث سی ثابت ہی کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہوجاتی ہی جہان وہ بیٹھتا ہی وہ جگہہ دوسرون کیلئے موجب برکت ہوتی ہی اس کا لباس خوردہ اور دوا کیلئے شفا ہی حدیث مین آیا ہی کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کی سامنے لایا جاویگا خدا تعالیٰ اس سی پوچھیگا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا۔ وہ کہیگا کہ نہین۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہیگا کہ فلان مومن کو تو ملا وہ کہیگا۔ خداوندا مین ارادتاً تو کبھی نہین ملا وہ خود ہی ایکدن مجھکو راستہ مین ملگیا۔ خدا تعالیٰ اسی بخشدیگا پھر ایک اور موقعہ پر حدیث مین آیا ہی ۔ ۔ ۔ کہ خدا تعالےٰ فرشتون سی دریافت کریگا کہ میرا ذکر کہان پر ہو رہا ہی وہ کہین گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہان سوا دنیا کے ذکر کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ ذکر الٰہی آخر دن بیٹھا ہوا تھا ۔ ان مین ایک دنیا پرست شخص تھا ۔ خدا تعالیٰ فرمادیگا کہ مین اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخشدیا۔

انتھم قوم لا یشقی جلیسھم

بعض حدیثون مین آیا ہی کہ جہان ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیشتر اس کے وہ سجدہ سی سر اٹھاوی بخشدیے جاتے ہین۔

مومن وہ ہی کہ جس کے دل مین محبت الٰہی نے عشق کی رنگ مین جڑ پکڑلی ہو اس نے فیصلہ کرلیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت مین بھی خدا کا ساتھہ نہ چھوڑیگا اب جس نے یہ فیصلہ کرلیا ہی کب کسی کا کانشنس کہتا ہی کہ وہ ضائع ہوگا۔ کیا کوئی رسول ضائع ہوا۔ دنیا ناخنون تک انکو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہی لیکن وہ ضائع نہین ہوتے جو خدا کیلئے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشین ہوا۔ ایک ابوبکر ہی کو دیکھو۔ جب نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس مین شک نہین کہ پہلے کچھہ نہ کچھہ دکھہ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہی۔

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بیشک اول سرکش و خونی ہوتا ہی تاکہ نااہل دور ہوجاوے۔ عاشقان خدا تکالیف مین ڈالے جاتے ہین قسم قسم کی مالی اور جسمانی مصائب اٹھاتے ہین اور اس کی غرض یہ ہوتی ہی کہ ان کے دل پہچانے جاوین خدا تعالیٰ نے یہ امر مقرر کردیا ہی کہ جبتک کوئی پہلے دوزخ پر راضی نہ ہوجاوے بہشت مین نہین جاتا بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہی جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے دوزخ سے مراد آئندہ دوزخ نہین بلکہ اس دنیامین مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہی اسیطرح ایک حدیث مین آیا ہی کہ کافر کیلئے دوزخ بہشت کی رنگ مین اور مومن کیلئے بہشت دوزخ کی رنگ مین متمثل کیا جاتا ہی کافر جو دنیا کا طالب ہی دنیامین منہمک ہوکر سگ دنیا ہوجاتا ہی۔ مومن ایک عاشق ہی جو دنیا کو ۔ ۔ طلاق دیکر ہر ایک تکلیف سہنے کو تیار ہوتا ہے۔ اور فی الواقعہ یہ عشق ہی ہے جو اسے ہر قسم کی تکلیف سہنے کیلئے آمادہ کردیتا ہے مومن کا رنگ عاشق کا ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق مین صادق ہوتا ہی۔ اور اپنے معشوق یعنی خدا کیلئے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنیوالا جوش اپنے اندر رکھتا ہی۔ اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سی اس کے حضور مین قائم ہوتا ہی دنیا کی کوئی لذت لذت نہین ہوتی۔ اس کی روح اسی عشق مین پرورش پاتی ہی معشوق کیطرف سے استغنا دیکھکر وہ گھبراتا نہین۔ اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی ہی معلوم کرکے وہ کبھی ہمت نہین ہارتا بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہی۔ اور درد دل زیادہ سی زیادہ کو پیدا کرتا جاتا ہے۔ ان دو چیزون کا ہونا ضروری ہے کہ مومن عاشق کیطرف سی محبت الٰہی مین پورا استغراق ہو۔ عشق کمال سو محبت مین سچا جوش اور عہد عشق مین ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جس کو کوئی صدمہ جنبش مین لا نہ سکے اور معشوق کی طرف سی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو۔ درد دو قسم کا موجود ہو۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد ہو۔ دوسرا وہ جو کسی کی مصیبت پر دل مین درد اُٹھے اور خیر خواہی کیلئے اضطراب پیدا ہو اور اسکی اعانت کیلئے بے چینی پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت کیلئے جو اخلاص اور درد ہوتا ہی اور ثابت قدمی اس کے ساتھہ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ انسان کو بشریت سی الگ کرکے الوہیت کی سایہ مین لاڈالتا ہی جب تک اس حد تک درد اور عشق نہ پہونچ جاوے کہ جسمین غیر اللہ سی محویت حاصل ہوجاوے اس وقت تک انسان خطرات مین پڑا رہتا ہے۔ ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہی کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہوکر اسی کا ہوجاوے اور اسکی رضا

مین داخل ہونا بھی محال ہوتا ہی اور اسکی مخلوق کی لئے ایسا درد ہونا چاہی جسطرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے نالوان پیارے بچے کیلئے دل مین سچا جوش محبت رکھتی ہی۔ خدا تعالیٰ ایک تعلق چاہتا ہی اور اس کی حضور مین دعا کرنیکیلئے تعلق کی ضرورت ہی بغیر تعلق کے دعا نہین ہوسکتی پہلے بزرگون کی بھی اسی قسم کی باتین چلی آئی ہین کہ جن سی دعا کرانیوالون کو دعا کرانے سی پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی۔ خواہ نخواہ بازار مین چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہین کہہ سکتا کہ تو میرا دوست ہی اور نہ ہی اس کی لئے درد دل ہی ہوتا ہے اور نہ ہی جوش دعا پیدا ہوسکتا ہی اللہ تعالیٰ سی تعلق اسطرح نہین ہوسکتا کہ انسان غفلت کاریون مین مبتلا بھی رہی اور صرف منہ سی وہ کہتا رہی کہ مین نے خدا سی تعلق پیدا کرلیا ہے۔ اکیلی بیعت کا اقرار اور سلسلہ مین نام لکھہ لینا ہی خدا سے تعلق پر کوئی دلیل نہین ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ سی تعلق کیلئے ایک محویت کی ضرورت ہی۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونیکو کہتے ہین کیونکہ جبتک دنیا کیطرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلون سی ٹھنڈی ہوکر اللہ تعالیٰ کیلئے فطرتون مین طبعی جوش اور محویت پیدا نہین ہوتی۔ اس وقت تک ثبات میسر نہین آسکتا۔ بعض صوفیون نے لکھا ہی کہ صحابہ جب نماز مین پڑھا کرتے تھے تو انہین ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے جب انسان کسی اور جگہہ سی آتا ہے تو شریعت نے حکم دیا ہی کہ وہ آکر السلام علیکم کہی۔ نماز سی فارغ ہوتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کی حقیقت بھی یہی ہی کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سی نکل گیا اور ایک نئی جہان مین جا داخل ہوا گویا ایک مقام محویت مین جا پہونچا ہی جب وہان سی واپس آیا تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر آن ملا۔ لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہین ہوسکتی جبتک دل مین اس کا اثر نہو۔ چھلکون سی کیا ہاتھہ آسکتا ہی محض صورت کا ہونا کافی نہین۔ حال ہونا چاہیئے علت غائی حال ہی ہے مطلق قال اور صورت جس کے ساتھہ حال نہین ہوتا وہ تو الٹی ہلاکت کی راہین ہین انسان جب حال پیدا کرلیتا ہی اور اپنے حقیقی خالق و مالک سی ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کرلیتا ہے کہ یہ بے اختیار اس کیطرف پرواز کرنے لگتا ہی اور ایک حقیقی محویت کا عالم طاری ہوجاتا ہی تو اسوقت اس کیفیت سی گویا سلطان بن جاتا ہی اور ذرہ ذرہ اس کا خادم بنجاتا ہی۔

مجھی تو اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسی محویت دی تھی کہ تمام دنیا سی الگ ہو بیٹھا تھا تمام چیزین سوائی اس کی مجھی ہرگز بھاتی نہ تھین مین ہرگز ہرگز حجرہ سی باہر قدم رکھنا نہین چاہتا تھا۔

مین نے ایک لمحہ کیلئے بہی شہرت کو پسند نہین کیا مین بالکل تنہائی مین تہا اور تنہائی ہی مجہکو بہاتی تہی۔ شہرت اور جماعت سے جس نفرت کی مین دیکہتا تہا اس کو خدا ہی جانتا ہی مین تو طبعاً گمنامی کو چاہتا تہا اور یہی میری آرزو تہی۔ خدا نے مجہہ پر جبر کرکے اس سی مجہے باہر نکالا۔ میری ہرگز مرضی نہ تہی۔ مگر اس نے میری خلاف مرضی کیا۔ کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تہا۔ اس کام کیلئے اس نے مجہے پسند کیا اور اپنے فضل سے مجہکو اس عہدہ جلیلہ پر مامور فرمایا۔ یہ اسی کا اپنا انتخاب اور کام ہی میرا اسمین کچہہ دخل نہیں۔ مین تو دیکہتا ہوں کہ میری طبیعت اسطرح واقعہ ہوئی ہی کہ شہرت اور جماعت سی کوسون بہاگتی ہی اور مجہے سمجہہ نہین آتا کہ لوگ کسطرح شہرت کی آرزو رکہتی ہین۔ میری طبیعت اور طرف جاتی تہی لیکن خدا مجہی اور طرف لیجاتا تہا مین نے بار بار دعائین کین کہ مجہی گوشہ مین ہی رہنے دیا جاوے مجہے میری خلوت کے حجرے مین چہوڑ دیا جاوے لیکن بار بار یہی حکم ہوا کہ اس سے نکلو اور دین کا کام جو اس وقت سخت مصیبت کی حالت مین تہا اسکو سنوارو۔ انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقعہ ہوئی ہی کہ وہ شہرت کی خواہش نہین کیا کرتے کسی نبی نے شہرت کی کبہی خواہش نہین کی۔ ہمارے نبی صلعم بہی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تہی آپ عبادت کرنیکیلئے لوگون سے دور تنہائی کی غار مین جو غار حرا تہی چلے جاتے تہی۔ یہ غار اسقدر خوفناک تہی کہ کوئی انسان اس مین جانے کی جرأت نہ کرسکتا تہا۔ لیکن آپ نے اسکو اسلئے پسند کیا ہوا تہا کہ وہان کوئی ڈر کے مارے بہی نہ پہونچیگا آپ بالکل تنہائی کو چاہتے تہے شہرت کو ہرگز پسند نہین کرتے تہی مگر خدا کا حکم ہوا یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ اس حکم مین ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لئی جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تہی اب چہوڑ دین۔ بعض لوگ بیوقوفی اور حماقت سی یہی خیال کرتے ہین کہ گویا مین شہرت پسند ہوں۔ مین بار بار کہہ چکا ہون کہ مین ہرگز شہرت پسند نہین خدا نے جبر سے مجہہ کو مامور کیا ہی اور وہی گواہ ہے کہ مین شہرت پسند نہین ہون۔ مین تو دنیا و ہزاروں کوسون بہاگتا تہا۔ جو لوگ کہ جنکی نظر محض زمین اور اس کی اشیاء تک محدود ہوتی ہی اور وہ دنیا کے کیڑے اور شہرت پسند ہوتے ہین انکو اس گوشہ گزینی اور بے تعلقی کی کیفیت ہی معلوم نہین ہوسکتی ہم تو دنیا کو نہین چاہتی اگر وہ چاہین اور اسپر قدرت رکہتے ہین تو سب دنیا لیجائین۔ ہمین انسے کوئی گلہ نہین۔ ہمارا ایمان تو ہمارے دل مین ہی نہ دنیا کے ساتہہ

ہماری خلوت کی ایک ساعت ایسی ہی کہ ساری دنیا اس ایک ساعت پر قربان کرنا چاہئے اس طبیعت اور کیفیت کو سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا۔ مگر ہم نے خدا کے امر پر جان و مال و آبرو قربان کر دیا ہی۔ جب اللہ تعالی کسی کے دل مین تجلی کرتا ہی تو پہر وہ پوشیدہ نہین رہتا۔ عاشق اپنے عشق کو خواہ کیسا ہی پوشیدہ کرے مگر بہید پانیوالے اور تاڑنیوالے قرائن اور آثار اور حالات سی پہچان ہی جاتے ہین۔ عاشق پر وحشت کیحالت نازل ہوجاتی ہی اور اسی اوس کے سارے وجود پر چہا جاتی ہی۔ الگ قسم کے خیالات اور حالات اس کے ظاہر ہوجاتے ہین وہ اگر ہزاروں پردون مین چہپی اور اپنے آپ کو چہپائے مگر چہپا نہین رہتا۔ سچ کہا ہے ؎ عشق و مشک را نتوان نہفتن۔ جن لوگون کو محبت الٰہی ہوتی ہے وہ اس محبت کو چہپاتے ہین جس سے انکے دل لبریز ہوتے ہین بلکہ اس کے افشا پر وہ شرمندہ ہوتے ہین کیونکہ محبت اور عشق ایک راز ہی جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان ہوتا ہی اور ہمیشہ راز کا فاش ہونا شرمندگی کا موجب ہوتا ہی کوئی رسول نہین آیا جس کا خدا سے راز نہین ہوتا۔ اسی راز کو چہپانیکی خواہش انکے اندر ہوتی ہی۔ مگر معشوق خود اسکو فاش کرنے پر جبر کرتا ہے۔ اور جس بات کو وہ نہین چاہتے وہی ان کو ملتی ہی۔ جو چاہتے ہین انکو ملتا نہین اور جو نہین چاہتے ان کو جبراً ملتا ہے۔

جبتک انسان ادنیٰ حالت مین ہوتا ہی اس کے خیالات بہی ادنے ہی ہوتے ہین اور جسقدر معرفت مین گہرا ہوتا ہے اسی قدر محبت مین ترقی ہوتی ہی اور معرفت سی حسن ظن پیدا ہوتا ہی۔ ہر شخص مین محبت اپنے ظن کی نسبت سی ہوتی ہی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ سے یہی تعلیم ملتی ہی۔ صادق عاشق جو ہوتا ہی وہ اللہ تعالی پر حسن ظن رکہتا ہی کہ وہ اسکو کبہی نہیں چہوڑیگا۔ خدا تو وفاداری کرنا پسند کرتا ہی بلکہ وہ چاہتا ہی کہ انسان صدق دکہلاوے اور اس پر ظن نیک رکہے تا وہ بہی وفا دکہلاوے مگر یہ لوگ کب اس حقیقت کو سمجہہ سکتی ہین۔ یہ تو اپنی ہوا و ہوس کے بتون کے آگے جہکتی رہتی ہین۔ اور انکی نظر دنیا تک ہی ہوتی ہی اللہ تعالی کو کریم و رحیم نہین سمجہتی اس کے وعدون پر ذرہ ایمان نہین رکہتے اگر اللہ تعالی کے وعدون پر ایمان رکہتی کہ وہ کریم و رحیم ہی تو ابہی ان پر رحمت اور وفا کے ثبوت نازل کرتا۔ ؎

گر وزیرا ز خدا بترسیدے
ہمچنان کز ملک ملک بودے

شرک ظنی سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف کے اول سے آخر تک پڑہنے سی یہی معلوم ہوتا ہی کہ اللہ سے بدظنی مت کرو۔ اللہ کا ساتہہ نہ چہوڑو۔ اسی کی مدد مانگو۔ اللہ تعالی ہر میدان مین مومن کی مدد کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میدان مین مین تیرے ساتہہ ہون۔ وہ اس کے لئے ایک فرقان پیدا کر دیتا ہے جو اس کے وعدون پر بہروسہ نہین کرتا وہ بدظنی کرتا ہی جو شخص خدا سی نیک ظن کرتا ہی وہ اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور جو اللہ تعالی سی بدظنی کرتا ہی وہ مجبور ہوتا ہی کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنائے اور شرک مین مبتلا ہو جاتا ہی جب انسان اس بات کو سمجہتا ہی کہ خدا کریم و رحیم ہی اور اس بات پر ایمان صدق دل سے لاتا ہے کہ اس کے وعدے ٹلنے کے نہین تو وہ اسپر جان فدا کرتا ہے اور در پردہ وہ خدا سے عشق کرتا ہے۔ ایسا انسان خدا کا چہرہ اسی دنیا مین دیکہہ لیتا ہے۔ طرح طرح سی اس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اس پر نازل کرتا ہے اور اس کو تسلی بخشتا ہی اور محبت اور وفا کا چہرہ دکہاتا ہے۔ لیکن بیوفا غدار ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

متعلق اشتہار

٭ فٹ نوٹ

(بقیہ صفحہ ۲)

یہ امر بالکل غلط ہی کہ اسلام مین قسم کہانا منع ہے تمام نیک انسان مسلمانون مین سے ضرورتون کے وقت قسم کہاتے آئے ہین۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہی ضرورتون کے وقت قسم کہائی۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی بارہا قسمین کہائین خود خدا تعالی نے قرآن مین قسمین کہائین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت مین مجرمون کو قسمین دلائی گئین۔ قسمون کا قرآن شریف مین صریح ذکر ہے۔ شریعت اسلام مین جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا بعید ہو تو قسم پر مدار رکہا جاتا ہے اور صحیح البخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہی اسمین لکہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرکے قسم کہا کر فرمایا کہ مسیح موعود جو آنیوالا ہے جو تمہارا امام ہوگا وہ تم مین سے ہی ہوگا یعنی اسی امت مین سی ہوگا آسمان سے نہین آئیگا۔ پہر صحیح بخاری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۶ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمون کا ایک باب باندہا ہے۔ اس باب مین بہت سی قسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکہی ہین جو دس سے کم نہین۔ ایسا ہی صحیح نسائی جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ کتاب الایمان والنذور مین صفحہ ۱۳۹ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمون کا ذکر ہے۔ قرآن شریف مین اللہ تعالی فرماتا ہے یَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ ھُوَ۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ۔ یعنی تجہسے پوچہتے ہین کہ کیا یہ حق ہے کہہ مجہے خدا کی قسم ہے کہ یہ حق ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف مین یہ آیت ہے وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ۔ یعنی جب تم قسم کہاؤ تو جہوٹ اور بدعہدی اور بدنیتی سے اپنی قسم کو بچاؤ۔ ایسا ہی قرآن شریف مین یہ آیت بہی ہی اَرْبَعُ شَھٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ۔ یعنی شخص ملزم چار قسمین خدا کی کہائے کہ وہ سچا ہے اور پانچوین قسم مین یہ کہے کہ اسپر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جہوٹا ہی۔ اب دیکہو کہ اس جگہ تو ایک قسم کی بجائے ملزم کو پانچ قسمین دیجاتی ہین ہان قرآن شریف کے رو سے لغو یا جہوٹی قسمین کہانا منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹہٹہا اور گستاخی ہے اور ایسی قسمین کہانا بہی منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹہٹہا ہے اور گستاخی ہے اور ایسی قسمین کہانا بہی منع ہے جو نیک کامون سے محروم کیا ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کہائی تہی کہ مین آئندہ مسطح صحابی کو صدقہ خیرات نہین دونگا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا۔ یعنی ایسی قسمین مت کہاؤ جو نیک کامون سے باز رکہین۔ یہ وہ آیت ہی جو مولوی کرمدین نے پڑہ کر کہا کہ قسم کہانا درست نہین۔ تفسیر مفتی ابو السعود حنفی روم مین زیر آیت وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ کہا ہے کہ عرضہ اسکو کہتے ہین کہ جو چیز ایک بات کے کرنے سے حاجز اور مانع ہو جائے اور لکہا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق کے حق مین ہے جبکہ انہون نے قسم کہائی تہی کہ مسطح کو جو صحابی ہے بباعث شراکت اسکی حدیث افک مین کچہہ خیرات نہین دونگا پس خدا تعالی اس آیت مین فرماتا ہے کہ ایسی قسمین مت کہاؤ جو تمہین نیک کامون اور اعمال صالحہ سے روکدین نہ یہ کہ معاملہ متنازعہ جسکے طے ہو۔ منہ

آم

شاہ آباد ضلع ہردوئی اعلی درجہ کے آمون کیواسطے مشہور ہی۔ جو لوگ وہان سے آم منگوانا چاہین انہین معلوم رہی کہ ہمارے مکرم مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص اور سرگرم ممبر شاہ آباد ضلع ہردوئی کے رئیس مولوی حکیم محمد الزار حسین خان صاحب نے ان دنون وہان آمون کا ایک کارخانہ کہولا ہے۔ پس جس بہائی کو شاہ آباد کے آمون کی ضرورت ہو وہ مولوی صاحب موصوف کو لکہین۔ اس سے دو فائدے ہون گے ایک تو باہم سلسلہ کا تعارف پیدا ہو جاویگا دوسرے عمدہ چیز ملیگی اور قیمت مین جہان تک ان سے ممکن ہوگا رعایت کرینگے۔ قومی تجارت اور قومی کامون کی قدر کرنیوالون کو ایسے موقعون کی تلاش رہنی چاہئے۔ ماہ جون اور جولائی مین حسب ذیل ہوگی۔ اعلی درجہ کے مختلف قسم کے آمون سے بہرا ہوا پارسل دس سیر وزن کا جس مین خالص آم ۸ سیر ہون گے مع پیکنگ چارج و مزدوری تا ریلوے سٹیشن [illegible] اور بیرنگ سیر کا پارسل بقیمت [illegible] محصول خریدار صاحبان کے ذمہ ہوگا۔ پہل قدر [illegible] ہین جو تین چار روز رکہنے سے بخوبی پختہ [illegible]

تمام خط و کتابت مولوی حکیم محمد الزار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی سے کرنی چاہئے۔

حکیم الامتہ کا وعظ دوسرا جلسہ الوداع کی تقریب پر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عجیب درعجیب تقریروں یا تحریروں سے کامیاب ہو سکتے ہیں اور اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عارضی طور پر ان ہر بعض لوگوں کو کامیابی نظر بھی آتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کامیابی کوئی کامیابی نہیں ہوتی بلکہ ناکامی ۔۔۔ نامرادی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا انجام خطرناک طور پر ثابت ہوتا ہے کامیابی کا اصلی راز اور گر تقوے اللہ ہی ہے کیونکہ اس کے ساتھ روح القدس کی تائید ہوتی ہے جس سے وہ کلام الٰہی کے اسرار اور نکات کو سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کی تقریر اور تحریر میں اللہ تعالیٰ ایک نور اور برکت رکھدیتا ہے اسمین ایک اثر ہوتا ہے جو سننے اور پڑھنے والوں کے دلونپر پڑتا ہے اور ان کو اس کی طرف کھینچ لاتا ہے انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کی اصل جڑ یہی ہے۔ اسلئے تم جو کامیابی چاہتے ہو اس اصل کو مضبوط پکڑے رکھو اور ہر ایک کام کو محض اللہ تعالےٰ ہی کی رضا جوئی کیلئے کرو اس مین اپنے اغراض اور مقاصد کو قربان کردو۔ ورنہ ذاتی اغراض اس مین شریک ہو کر اس کی برکت اور خوبی کو کھو دینگے۔ مین جانتا ہون کہ تمہین اپنے مخالفون سے بہت کچھ سننا پڑتا ہے اور ایسے موقع بھی آجاتے ہین کہ تمہین اپنے گفتگو کرنی پڑتی ہے۔ ایسے وقت کیلئے یاد رکھو کہ دشمن تمہے لئے طیار ہو مگر تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے دعا مانگتے رہو۔ کبھی مناظرات اور مباحثات کی خود خواہش نہ کرو لیکن اگر مقابلہ پیش آجاوے تو پھر اللہ تعالےٰ سے دعائین مانگ کر گفتگو کی خواہش کرو۔ اختلافی مسائل کے حل کیلئے آسان طریق یہی ہے۔ کہ ان کو لکھ رکھو تاکہ ہر وقت نظر پڑتی رہے اور خدا تعالیٰ سے اس کے لئے بھی دعا مانگتے رہو کیونکہ ہر ایک مسئلہ مین ہدایت کی راہ بتا دینا خدا ہی کا کام ہے۔

ان علینا للھدیٰ

جب انسان سچا دل لیکر جناب الٰہی مین تضرع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مولا کریم تو جانتا ہے مین تیری رضا کیلئے سعی اور مجاہدہ کرتا ہون اس راہ مین تو ہی مجھے مدد دینے والا اور تیرے ہی فضل سے منزل مقصود پر پہونچ سکتا ہون تو مین یقین رکھتا ہون کہ اللہ تعالےٰ ان اختلافی مسائل اور مشکلات کو بیتون کے بننے اور ہواؤن کے جھونکون مین حل کر دیتا ہے تا ان

اخلاص ہو۔

اللہ تعالےٰ نے استغنی کو کبھی پسند نہین کرتا کیونکہ غنا مخلوق کو نہین دیا گیا ہے مین بار بار تم لوگون کی توجہ دعا کی طرف منعطف کرتا ہون کیونکہ ہر کام دعا ہی سے شروع ہوتی ہے۔ بدبخت ہین وہ لوگ جو دعا سے محروم ہوئے۔ اور تکبر اور خود پسندی کے خطرناک مرض مین مبتلا ہوگئے۔

منافقون کے خصائل مین سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ دوسرون کو حقیر سمجھتے ہین۔ پس تم کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو چھوٹے سے چھوٹے بھائی کو بھی حقیر مت جانو ورنہ مقابلہ مین خدا ہنسی مین اڑا دیتا ہے۔ تم نے وہ اشتہار شاید سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا جو ہمارے رحیم و کریم امام نے دیا تہا کہ

اپنی آوازون کو قابو مین رکھو دوسرے پر حملہ کرتے ہوئے شرم و حیا سے کام لو۔

تم اپنی آوازون کو نکالتے وقت اس ارشاد کو مد نظر رکھو تاکہ ایسا نہو کہ تم خلاف ورزی کرنیوالون مین ٹھیرو۔ **قرآن شریف** کو پڑھو عمل کرنے کے لئے کیونکہ اس کی تلاوت کا اصل مقصد یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ اور ہمین نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

ترک اسلام پر نالش | ویدھرم پال کی کتاب ترک اسلام پر فوجداری استغاثہ کرنے کی دہلی

مین تجویز ہوئی ہے چنانچہ دہلی کے اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ ۵ر جولائی ۱۹۳۰ء کو صاحبزادہ سلطان احمد خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے مسلمانون کی جانب سے ایک درخواست پیش کی کہ رسالہ ترک اسلام کے مصنف پر فوجداری مقدمہ کرنے کی اجازت دیجاوے صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ درخواست بنابر منظوری گورنمنٹ مین بھیجدی ہے۔ اس نالش سے کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ آئندہ کے لئے آریہ صاحبان اپنی تحریرون مین اعتدال سے کام لینگے اور بغیر ثبوت کوئی بات پیش نہ کریا کرینگے۔

کرنال مین آریہ عیسائیون کا مقدمہ | سناتن دھرم گزٹ فیروزپور نے تحریر فرمایا ہے

ظاہر ہے کہ آریہ لوگ اپنے جوش مین تمام مذاہب کی سخت توہین کیا اپنی تحریرون مین اور کیا تقریرون مین) برابر کرتے ہین بلکہ خود ان کے سوامی دیانند جی نے اپنی پوتھی ستیارتھ پرکاش مین کل مذاہب کی نہایت اشتعال بخش نندیا اور مذمت کی ہے فی الحال اس نندیا کا ایک گل کرنال مین کھلا ہے سکرٹری صاحب آریہ سماج کرنال آریہ اخبار ست دھرم پرچارک مین خبر دیتے ہین کہ ۵ر جون کو صدر بازار کرنال مین پنڈت دھرم اپدیشک آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب نے اپنے دوران لیکچر مین عیسائی مذہب کے اصولون کے بابت بھی کچھ دیا کہیا دیا تہا جسپر چند دیسی عیسائی بڑے ناراض اور جوش مین آکر پنڈت جی اور دس دیگر سماجک پرشون پر مقدمہ فوجداری بابت توہین مذہب بعدالت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دائر کر دیا ہے جسکی تاریخ پیشی ۷ر جولائی مقرر ہوئی ہے۔ افسوس۔

عیسائیت کا مدار اسوقت ہوائی قلعون پر ہے | پرچارک لکھتا ہے کہ یہ کہنا سچ ہوگا کہ عیسائیت کا مدار اسوقت محض ہوائی قلعون پر ہے

یورپ اور امریکہ سے صاف آواز آرہی ہے کہ اس وقت ان ممالک مین عیسائیت جان کندنی کی حالت مین ہے ۔۔۔

۔۔۔ جو عیسائیت مردہ انسان مین زندہ روح پہونکنے کی دعویدار تہی اس کی جان کندنی کی حالت افسوسناک ہے لیکن امر واقعہ کو بدل کون سکتا ہے۔ دن بدن پرانے بائیبل کے مسئلے بدلتے جاتے ہین اور ان کو جواب دینے والے خود عیسائی پادری ہین۔ کوئی زمانہ تہا جب اتنا دیکھا بائیبل پر ہینا حاشیہ چڑہانے والا یا دوری گردن زدنی سمجھا جاتا تہا لیکن اس وقت کثرت رائے ان پادریون مین ہو رہی ہے جو بائیبل سے نئے نئے اختلافات ظاہر کر رہے ہین ایسے مایوسی کے زمانہ مین عیسائی پادریون نے ہندوستان کو اپنی امیدون کا نشانہ بنایا ہوا تہا لیکن یہان بھی ان کی دال گلنی بند ہوگئی۔ آریہ سماج کے پرچار کا نتیجہ محض پنجاب۔ ممالک متحدہ بہار اور مہاراشٹر مین ہی نمودار نہین ہوا بلکہ بمبئی اور بنگال تک مین بھی اسکی ہیبت نے لوگون کو عیسائی ہونے سے روک دیا ہے۔ البتہ مدراس کے جاہلون مین عیسائیت کام کر رہی ہے۔ لیکن ان ممالک کے عیسائیون کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تبدیل مذہب کرنا پادریون کیلئے کچھ فخر کا باعث نہین ہو سکتا۔ باوجود ان سب باتون کے ولائیت مین ڈورنیکل کے لشپ صاحب نے بیان کیا کہ بشپ مدراس کی معرفت انہین معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی تعلیم یافتہ لوگون پر مردم شماری مین عیسائیون کی تعداد بڑھنے کے حال نے بڑا اثر کیا اور کہ ایک عجیب تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ شاید اسی طرح کے ہوائی قلعہ پر اس وقت کی عیسائیت کی بنیاد ٹھیر رہی ہے۔ بشپ صاحب کے اس خواب پر اخبار پائونیر نے انہین بہت آڑے ہاتھون لیا ہے اور بتایا ہے کہ جب ہندو ازم کے پیر چھوٹ ہونے کے آثار چارون طرف سے دکھائی دیتے ہین اور مسلمان ایک بھی عیسائی ہونے کیلئے تیار دکھائی نہین دیتا۔ تو بشپ مدراس کا یہ دعوے کیسا فضول ہے۔ پائونیر کا خیال ہے کہ گو بھیل گونڈ۔ وغیرہ لوگون مین کچھ اثر عیسائیت کا ہوا ہے۔ لیکن دیہاتی لوگ جو آبادی کا ۹/۱۰ حصہ ہین۔ عیسائیت کے برخلاف ہین یا اس سے بے پرواہ ہین۔ واقعات ثابت کر رہے ہین کہ دنیا کا آئندہ ایک دھرم اگر کوئی ہونیوالا ہے تو وہ عیسائی مذہب نہین ہے۔ عیسائیت کے اندر علم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھے جانے کیلئے طاقت موجود نہین اور نہ ہی اس کے اندر ذی عقل انسانون کو تسکین شانتی دینے کی طاقت ہے۔ ایسی حالت مین ہم بار بار اسی خیال کو دوہراتے تھے جو کہ سمجھدار یورپین اور ہندوستانی کئی مرتبہ ظاہر کر چکے ہین کہ عیسائی پادریون کو غیر ممالک کا پیچھا چھوڑ کر پہلے اپنی آوارہ بھیڑون کو جمع کرکے ایک قاعدہ کے اندر لانے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے فرض ان کا یہ ہے کہ وہ بگڑے ہوئے عیسائیون کو درست کرین۔ اور اگر ان پر کامیابی ہو جاوے تب دوسری طرف کا رخ کرین۔

مختلف خبرون کا گلدستہ

اشٹ ٹیوپ مین۔ ایک پورانک برہمن نے اپنے پوجا کرنے کی شوقی مورتی مع سامان پوجا جو قیمتی عیسکا تہا مقابلہ چار روپیہ کے ایک ساہوکار کے پاس رہن کردیا اور خود سفر پر چلا گیا واپسی پر فک الرہن کرانا چاہا تو ساہوکار منکر ہوگیا مقدمہ عدالت مین دائر کر دیا گیا۔ خوب ہوا ایک معنوی خدا گروی رکھا گیا اور بذریعہ عدالت اس کے دلانے جانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

پیرس مین اس وقت قہوہ کے بنے سگرٹ طیار کئے جاتے ہین یہ نئی ہے۔ مشہور ہے کہ ان کے پینے سے تمباکو سے نفرت ہو جاتی ہے لیکن کیا قہوہ کی زہریلی خاصیت تمباکو سے کم اثر رکھتی ہے۔

انگلستان کے ایک پادری صاحب نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فرشتوں کے پر نہیں ہوتے اس پر ایک اخبار کے عیسائی نامہ نگار نے پادری صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب پادری نے فرشتہ نما زمین جا کر خود اطمینان نہیں کیا تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ فرشتوں کے پر نہیں۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں نامہ نگار نے بائبل سے حوالہ جات بھی دیے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کی تعلیم کے خلاف انگلستان میں زبردست آواز اٹھ رہی ہے اور رفتہ رفتہ کل بائبل کی تعلیم کا اسی طرح خاتمہ ہو جاوے گا۔

روس کے پالٹکیشن کے شہر لیڈیکوبیاس میں ایک بارہ سالہ لڑکی ہے جس کے جسم میں مقناطیسی طاقت کہا جاتا ہے کہ جس چیز کے پاس وہ پہونچتی ہے وہی گہومنے لگ جاتی ہے اگر وہ کہانے کی میز کے پاس جاوے تو کل اوپر رکہی ہوئی چیزیں ناچنے لگ جاتی ہیں بوتلیں ہوا میں اٹہ اور گر کر چکنا چور ہو جاتی ہیں زمین کے کنکر اور پتھر اوچہلنے لگتے ہیں ویسے لڑکی بالکل تندرست ہے اور ان واقعات کو دیکھ کر کہلکہلا کر ہنس پڑتی ہے ڈاکٹروں نے ملاحظہ کیا لیکن کچھہ حل نہیں کیا لڑکی کے غریب والدین خیال کرتے ہیں کہ لڑکی پر کوئی بہوت سوار ہے جس کو نکالنے کے واسطے وہ ایک پادری کو بلا رہے ہیں۔ عجب خدا کی شان ہے۔ چندہ ہو رہا ہے کہ اسے سینٹ پیٹرز برگ میں خاص ڈاکٹروں کے ملاحظہ کے لئے بہیجا جاوے سچ تو یہ ہے۔

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکہے ہیں خواص
کون پڑہ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

امریکہ کے کپتان ڈائیک بالس صاحب نے ایک کل کی گاڑی بنائی ہے۔ جو بیرون کے ذریعہ سے چلتی ہے شہر کے گلی کوچوں میں ایک گاڑی کا اڑتے چلا جانا بہی ایک عجیب نظارہ ہوتا ہوگا گو اس گاڑی کی کلا کئی مرتبہ بگڑ چکی ہے تاہم کپتان بالس اپنی دہن کے پکے ہیں برابر چلائے جاتے ہیں۔ امریکہ میں امیر لوگ اپنا وقت بہی ضایع کرتے ہیں تو سائنس کے جہگڑوں پر بر خلاف اس کے ہندوستان کے زردار اپنی عمر کو کاہلی اور بیہودگی میں برباد کرنے میں کاش کہ یہاں کے امیر بہی بجائے عیاشیوں میں روپیہ بگاڑنے کے ایسے شغلوں پر روپیہ خرچ کرتے۔

جرمنی میں ایک مشین ایجاد ہوئی ہے کہ اگر کسی مکان میں آگ لگ جاوے تو اس مشین کے ذریعہ سے کل مکان میں پانی پہونچایا جا سکتا ہے

رنگون میں ایک مدراسی سوداگر نے ایک بچہ کو مار ڈالا اور اس کے جسم کے ٹکڑے جہیل میں پانی کے اندر دبا دیے۔ پولیس نے صبح کے وقت ایک شخص کو ایک گٹھڑی اٹہائے ہوئے بہکی بہکی باتیں کرتے پایا اور کسی شبہ میں اس کی تلاشی لی تو خون آلود کپڑے ملے اس کو حراست میں رکہا گیا بعد دو پہر ایک کتا اپنے مالک کے لڑکے کا سر اپنے منہ میں ڈالے ہوئے لاتا ہوا پایا گیا اور وہ پہچانا گیا پہر اس کتے کی رہبری سے پولیس نے لاش کا پتہ لگایا اور کتا سمجہتا جاتا تہا کہ پولیس اسکی تلاش کر رہی ہے اور مجہہ کو راہنمائی کرنا چاہیے آخر کار اس شخص نے اقبال کیا کہ اس نے زیور کے لالچ میں بچہ کو مار ڈالا اس وحشیانہ قتل اور کتے کی سراغ رسانی کا رنگون میں عام چرچا ہے۔

جاپانیوں کی فوج میں ہر ایک سپاہی کے پاس کاغذی دیگچیاں ہوتی ہیں۔ دیچو نامی ایک شخص ان کا موجد ہے۔ یہ دیگچیاں جاپان کے معمولی ہلکے کاغذ کی بنی ہوئی ہیں پہلے ان میں پانی بہر کر ان کے اوپر پانی ڈالدیا جاتا ہے اس کے بعد وہ آگ پر رکہدی جاتی ہیں اور دس منٹ میں پانی ابلنے لگتا ہے۔ یہ دیگچیاں آٹھہ دس مرتبہ کام میں لائی جا سکتی ہیں انکی قیمت قریب قریب ایک پیسہ کی ہوتی ہے

لنڈن کے اسقف اعظم نے نہایت افسوسناک آواز بلند کر کے لوگوں کو بیدار کرنا چاہا ہے کہ لنڈن میں دینداری نہایت کم ہوتی جاتی ہے اور کہ عیسائی مذہب بہت تنزل پر ہے اس لئے ہمیں چاہیے کہ جہاں اب دو نئے گرجے ہر سال تعمیر ہوتے ہیں۔ وہاں ہر سال پانچ نئے گرجے تعمیر ہوا کریں اور ایک لاکھہ پونڈ سالانہ خرچ کرنے سے لنڈن کی روحانی ترقی قائم رہ سکتی ہے اس پر کینن ریلین ایڈورڈس نے جو ایک دوسرے نامور پادری ہیں اخبار ڈیلی میل کو لکہا ہے کہ تیس سال پہلے جو والدین اتوار کو دو مرتبہ گرجا کو جاتے تہے اب انکی اولاد ایک مرتبہ جاتی ہے اور انکی اولاد کی اولاد ایک مرتبہ بہی نہیں جاتی اس لئے ہمیں نئے گرجے بنانے سے کچھہ فایدہ نہیں پہلے پرانے گرجے بہت ہیں ان میں نئے دل والے آدمی بہیجے جاویں جو محنت سے کام کریں۔ آرچ ڈیکن صاحب نے یہی کہا تہا کہ لنڈن کی آبادی میں ہر سو میں ۸۱ کس گرجا کو جاتے ہیں اور ۲۰ فیصدی نہیں جاتے ان ۸۱ میں سے بہی ۱۸ اور سن کیتہولک ہیں تو گویا صرف دس فیصدی پراسٹنٹ گرجا جاتے ہیں۔

ضرورت ہے

۱۔ میں بجائے خود اور میرے معزز کرمفرما جنکو الحکم کے ساتھہ سچی ہمدردی ہے ایک عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں کہ الحکم کے لئے کم از کم فی الحال ایک لایق محنتی سب ایڈیٹر کی ضرورت ہے جو میری غیر حاضری میں ترتیب اور ضروری انتظام کر سکے۔ اس کام کے لئے موزون اور مناسب وہ شخص ہوگا جو الحکم کی خدمت اپنا فخر سمجہے اور قادیان دار الامان میں رہنے کا جس کو خصوصیت سے شوق ہو کیونکہ ایسا شخص اپنے ذاتی اغراض کو قربان کرنے کیلئے طیار ہو سکے گا اور قلیل معاوضہ پر بہی جو فی الحال الحکم دے سکیگا شکر گذاری کے ساتھہ گذر اوقات کر سکیگا۔ اس خدمت کے لئے درخواست کرنیوالا شخص انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کا مذاق رکہتا ہو اور اخبار نویسی کا بہی اسے مذاق ہونا ضروری ہے۔ تقریروں کو قلمبند کرنے کیلئے زود نویس ہو اور ان کو ترتیب دے سکتا ہو دینیات سے باخبر ہو کم از کم قرآن شریف کا ترجمہ جانتا ہو۔ ان امور میں اگر کسیقدر بہی مذاق ہوگا۔ تو ایڈیٹر الحکم اسے اپنے مطلب کیلئے مناسب تربیت کرنے کیلئے انشاء اللہ آمادہ ہوگا۔ فی الحال جو شخص رکہا جاوے گا۔ تنخواہ ۱۵ سے ۲۰ ماہوار تک علیٰ قدر لیاقت دیجاویگی انٹرنس پاس اور دینیات سے عمدہ واقفیت رکہنے والے شخص کو ترجیح دی جاوے گی۔

۲۔ ایک عمدہ خوشنویس (کاتب) کی جس کا عربی اور اردو دونو دستخط عمدہ ہوں زود نویس بہی ہو۔ اخبار کی کتابت کا تجربہ ہو تنخواہ ۱۰ سے ۱۵ ماہوار تک دیجاویگی کارگذاری کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ سنگساز کو ترجیح دیجاوے گی۔

۳۔ دو تجربہ کار پریس مین تنخواہ ۸ سو لغایت ماہوار تک کارگذاری ۸۰۰ پر لیپیہ

تمام درخواستیں ایڈیٹر و منیجر الحکم قادیان کے نام آنی چاہئیں

نوٹ جن معاصرین کے ساتھہ الحکم کا تبادلہ ہے وہ براہ کرم اس اعلان ضرورت کو ایک ایک مرتبہ اپنے جرائد میں چہاپ دیں۔

ناظرین الحکم بہی سعی کریں کہ مطلوبہ آدمی ملجاویں

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع جمیع ممبران خاندان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت میں ہیں ۶ جولائی سے لیکر ۱۲ جولائی تک اعلیٰ حضرت کا قیام گورداسپور رہا۔

۲۔ موسم میں برسانی رنگ شروع ہو گیا ہے۔ پہلا چہینٹا پڑ چکا ہے ابر محیط آسمان ہے۔

۳۔ مقدمات کی کیفیت اور خبر اس سے زیادہ کچھہ نہیں ہے کہ مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں شہادت صفائی شروع ہے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور گواہ صفائی گذر رہے ہیں۔ کرم الدین کے اپنے مقدمہ میں شہادت استغاثہ میں سے مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی شہادت باقی ہے جو ۹ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء کو ہونیوالے تہی مگر نہیں ہو سکی پہر ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء پر مقدمہ ملتوی ہو کر آخر ۱۹ جولائی پر ملتوی ہو چکا ہے اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کا مقدمہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء پر ملتوی ہوا ہے

ڈپٹی انسپکٹر صاحب بٹالہ توجہ کریں

۶ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء کی صبح کو جبکہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یکہ میں سوار گورداسپور جا رہے تہے اور خاکسار ایڈیٹر الحکم اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور میاں معراج الدین صاحب ٹہیکہ دار لاہور پیدل جا رہے تہے کیونکہ باقی یکے ابہی قادیان سے چلے نہ تہے تو قادیان کی حد سے نکلتے ہوئے تین آدمیوں نے یکہ پر ڈاکہ مارنا چاہا۔ خوش قسمتی سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے انکو دیکھ لیا اور پہر تینوں رفیقان سفر للکار کر ان کی طرف لپکے تو بمصداق چور کے پاؤں کہاں وہ اٹھے پاؤں بہاگ نکلے اور اسطرح پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق واللّٰہ یعصمک من الناس اپنے برگزیدہ بندہ کو بچا لیا۔ مزید حالات معلوم کر رہے ہیں اس قسم کے بعض بد وضع لوگوں کی خبر ملتی ہے۔ صاحب ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی نیک نیتی اور مستعدی سے ہمیں امید ہے کہ خصوصیت سے اس طرف توجہ کریں گے میاں حاکم علی کنسٹبل متعینہ قادیان بہی اس تفتیش میں بطور خود مصروف ہے امید کیجاتی ہے کہ جلد ان بدمعاشوں کا سراغ لگایا جاوے گا۔

احمدیہ ریڈنگ روم

اگرچہ ہمارا ایک عرصہ سے ارادہ تہا کہ دفتر الحکم کے متعلق جو اخبارات تبادلہ میں آتے ہیں وہ ایک خاص وقت پر ایک ترتیب کے ساتھہ عام لوگوں کو مطالعہ کیلئے رکہے جاویں۔ لیکن ہم عملی صورت میں اس تجویز اور ارادہ کو نہیں لا سکتے تہے قادیان کے بعض سمجہدار اور اخبار بین لوگوں کی درخواست پر آخر یہ انتظام کرنا پڑا۔ چنانچہ منصرمہ بالا نام سے دفتر الحکم کے متعلق خاص طور پر ایک ریڈنگ روم عام لوگوں کے فایدہ کے لئے ہم یکم اگست سنہ ۱۹۰۴ء سے کہولدیں گے۔ انشاء اللہ العزیز اور اسکے متعلق ضروری قواعد بہی اگلی اشاعت میں چہاپ دیں گے۔ اس ریڈنگ روم کے متعلق کوئی چندہ نہیں لیا جاوے گا (ایڈیٹر)

کلمات طیبات

۱۹ جون سنہ ۱۹ء

متقی کون ہے

ایک مولوی صاحب جن کے والد بزرگوار احمدی جماعت میں داخل تھے اور بفضلہ الٰہی فوت ہو گئے علاقہ گوجرانوالہ سے تشریف لائے ہوئے تھے ان کو حضرت اقدس کی ارادت حاصل نہ تھی اور نہ اپنے والد مرحوم کو صراط مستقیم پر سمجھتے تھے چند احباب کی تحریک پر وہ بحث و مباحثہ کی غرض سے یہاں آئے تھے حضرت اقدس سے روبرو تو ان کی کوئی کلام ہم نے نہ سنی حضرت مولوی نور الدین صاحب سے البتہ کلام کرتے رہے جس میں نووارد مولوی صاحب نے یہ کہا کہ ہمارے نزدیک بہت سے متقی ہیں کہ جنہوں نے مرزا صاحب کو نہیں مانا اور چونکہ ہم ان کو متقی اور راستباز تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم بھی نہیں مانتے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ جو ضد اور تعصب وغیرہ سے تو پاک ہے اور سچی ارادت سے حق کا طالب ہے اور اس لئے کسی شخص کو متقی [illegible] اس کی تقلید سے وہ حضرت امام علیہ السلام کا منکر ہے تو میرے نزدیک وہ اس وقت تک معذور ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر حقیقت کو واضح نہ کر دے کیونکہ مواخذہ کے لئے ضروری ہے کہ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ہو اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ جو ہلاک ہو وہ بھی بین آیات دیکھ کر ہلاک ہو اور جو زندہ ہو وہ بھی بین آیات دیکھ کر زندہ ہو۔

نووارد مولوی صاحب نے چاہا کہ اس کی تصدیق حضرت مرزا صاحب سے کرائی جائے اس لئے جناب حکیم صاحب نے بوقت ظہر اس مسئلہ کو حضرت امام علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا جس پر آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا تو انہوں نے جواب دیا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے وہ جیسے سمجھے گا ویسا معاملہ اس سے کرے گا۔ انسان کوئی آدمی کسی کو متقی کیونکر یقین کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اور فرماتا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔ اور فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے ان مور [illegible] من اللہ کے متقی ہونے اور نہ ہونے کے نشانات بین ہوتے ہیں نہ اور دلوں کے۔

مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت امام علیہ السلام شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے تو سید احمد شاہ صاحب سندھی نے آپ سے نیاز حاصل کی اور پوچھا کہ متقی کسے کہہ سکتے ہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اور آپ نے دعوےٰ کیا تو اس وقت بھی لوگوں کی نظروں میں بہت سے یہودی عالم متقی اور پرہیزگار مشہور تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے نزدیک بھی متقی ہوں خدا تعالیٰ تو ان متقیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس کے نزدیک تقویٰ اور اخلاص رکھتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا لوگوں میں جو ان کی وجاہت تھی اس میں فرق آتا دیکھکر رعونت سے انکار کر دیا اور حق کو اختیار کرنا گوارا نہ کیا اب دیکھو کہ لوگوں کے نزدیک تو وہ بھی متقی تھے مگر ان کا نام حقیقی متقی نہیں تھا۔

حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جسکی خواہ آبرو جائے ہزار ذلت آتی ہو۔ جان جانے کا خطرہ ہو۔ فقر و فاقہ کی نوبت آگئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپاوے۔ متقی کے یہ معنے جیسے آجکل کے مولوی عدالتوں میں بیان کرتے ہیں ہرگز نہیں ہیں کہ جو شخص زبان سے سب مانتا ہو خواہ اس کا عملدرآمد اس پر ہو یا نہ ہو اور وہ جھوٹ بھی بول لیتا ہو۔ چوری بھی کرتا ہو تو وہ متقی ہے۔ تقویٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور جب تک کہ یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا ہر ایک شئے وہی کارآمد ہوتی ہے جس کا پورا وزن لیا جاوے اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی اور نہ جان کو بچا سکے گا جبتک پوری خوراک کھانے اور پینے کی نہ لے یہی حال تقویٰ کا ہے کہ جبتک انسان اسے پورے طور پر ہر ایک پہلو سے اختیار نہیں کرتا تب تک وہ متقی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بات نہیں تو ہر ایک کافر کو بھی متقی کہہ سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی پہلو تقویٰ کا (یعنی خوبی) اس کے اندر ضرور ہوگی اللہ تعالیٰ نے محض ظلمت تو کسی کو پیدا نہیں کیا مگر تقویٰ کی یہ مقدار اگر ایک کافر کے اندر ہو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کافی مقدار ہونی چاہیے جس سے دل روشن ہو۔ خدا راضی ہو اور ہر ایک بدی سے انسان بچ جاوے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں کہ جو کہتے ہیں کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔ نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ہو سکتے تقویٰ اور شے ہے۔ جبتک انسان خدا کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو خواہ قوم کا خواہ دوستوں اور شہر کے رؤسا کا خدا سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا کے لئے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو طیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔

قرآن شریف میں جو بڑے بڑے وعدے متقیوں کے ساتھ ہیں وہ ایسے متقیوں کا ذکر ہے جنہوں نے تقوے کو وہانتک نباہا جہانتک ان کی طاقت تھی بشریت کے قویٰ نے جہانتک ان کا ساتھ دیا برابر تقوے پر قائم رہے حتیٰ کہ ان کی طاقتیں ہار گئیں اور پھر خدا سے انہوں نے اور طاقت طلب کی جیسے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ سے ظاہر ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ یعنی اپنی طاقت تک تو ہم نے کام کیا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یعنی آگے چلنے کیلئے اور نئی طاقت تجھ سے طلب کرتے ہیں جیسے حافظ نے کہا ہے۔

تا بدان منزل عالی نتوانیم رسید
ہاں اگر لطف شما پیش نہد گامے چند

پس خوب یاد رکھو کہ خدا کے نزدیک متقی ہونا اور شے ہے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اور شے۔

مسیح علیہ السلام کے وقت جو مخالفوں کے جتھے وغیرہ بنتے تھے اس کا باعث بھی یہی تھا کہ جو عالم لوگ یہود کے نزدیک مسلم تھے اور متقی پرہیزگار تسلیم کئے جاتے تھے وہ مخالف تھے اگر وہ مخالف نہ ہوتے تو جتھے وغیرہ نہ بنتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی حال تھا۔ عجب۔ بخل۔ ریا۔ نمود۔ اور وجاہت کی پاسداری وغیرہ باتیں تھیں جنہوں نے حق کی قبولیت سے ان کو روکے رکھا۔ غرضیکہ تقویٰ مشکل شے ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے تو اس کی علامات بھی ساتھ ہی رکھدیتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو جو اسے خواہ مخواہ رد کرتا ہے اور دلائل معقولات منقولات اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو ٹالتا جاوے۔ وہ کب متقی ہو سکتا ہے۔

۱۲ر جون سنہ ۱۹ء

حضرت اقدس کے ایک مخلص حواری نے عرض کی کہ وزیر آباد میں ایک حافظ صاحب ہیں وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ قسم کھا کر کہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو شخص دلیری کر کے شوخی کی راہ سے قسم کھا ڈالتا ہے خدا اس سے خود سمجھ لیتا ہے۔ اگر اس نے قسم کھانی ہے تو تین باتوں کی قسم کھاوے۔

ایک تو یہ کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں مسیح کی وفات ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور یہاں تَوَفَّیْتَنِیْ کے وہ معنے ہرگز نہیں ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس لفظ کے معنے کئے جاتے ہیں۔

دوسری یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کو معراج کی شب میں ان تمام انبیاء کی طرح نہیں دیکھا جو کہ وفات پا چکے ہیں بلکہ دوسرے انبیاء کی ارواح کے خلاف حضرت مسیح کو معراج کی شب میں اس ہیئت اور شکل میں پایا جس سے ان کا بجسد عنصری زندہ ہونا ثابت ہے۔

تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کا اجماع جو یہ آیۃ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے ان معنوں پر ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر جسقدر نبی گذرے وہ سب فوت ہو چکے ہیں یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ ان میں تو قرآن میں اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت اور صحابہ کا اجماع سب آجاتا ہے۔ پس ان تین باتوں پر وہ قسم کھاوے اور چوتھی بات یہ بھی ملاوے کہ ہم مفتری ہیں اور ۲۴ سال سے جو الہامات ہم سناتے ہیں یہ خدا تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں۔ اور قسم میں یہ بھی کہے کہ اگر اس میں میں نے کوئی بدنیتی کی ہے یا ایسی بات بیان کی ہے جو کہ میرے ذہن میں نہیں ہے تو اس کا وبال مجھ پر نازل ہو۔

فرمایا اگر یہ لوگ منہاج نبوت کو معیار ٹھیرا دیں تو آج فیصلہ ہوتا ہے اس مقام پر نواب محمد علیخان صاحب نے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھ سے حضور کے بارے میں بحث کرنی چاہی میں نے اسے کہا کہ اول تم سب کتابیں حضرت مرزا صاحب کی مطالعہ کرو اگر اس میں سمجھ نہ آئے تو ایک ماہ تک قادیان چلکر رہو اور وہاں مرزا صاحب کے حالات وغیرہ کو آنکھ سے دیکھو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری راہنمائی کرے۔

ویدک مت کے لطائف

ویدک مت کے مطابق عورت مرد کی تفریق بھی تفریق اعمال پر مبنی ہے چنانچہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش اردو ترجمہ متارام اکشن صفحہ ۲۱۹ میں فرماتے ہیں "وہ (روح) ہوا۔ خوراک۔ پانی یا جسم کے سوراخ کے ذریعہ دوسرے کے جسم میں پرمیشور کی پریرنا (حکم سے) داخل ہوتا ہے جو داخل ہو کر آہستہ آہستہ وبیج میں جا کر حمل میں قائم ہو کر جسم قبول کر کے باہر آتا ہے۔ اگر عورت کے جسم میں دھارن کرنے کے لائق اعمال ہوں تو عورت اور اگر مرد جسم قبول کرنے کے لائق اعمال ہوں۔ تو مرد کے جسم میں داخل ہوتا ہے" اب۔ پس اگر ایک صدی تک عموماً اعمال حسنہ مرد یا عورت ہی کے پیدا ہونے کے لائق ہوں تو یہ تفریق بھی کیسے ہو گی۔ سب مرد ہی ہوں گے یا سب عورتیں ایسی حالت میں نسل بنی آدم کس طرح چلے گی اور دنیا کا کیا انتظام ہو گا؟ +

پس صاف ظاہر ہے کہ ویدک مت میں یہ تعلیم بھی نہیں کہ سب لوگ وید کی ہدایت پر عمل کریں حالانکہ دین الٰہی میں یہ تقاضا ضرور ہونا چاہیے۔ گو بعض لوگ بوجہ کوتاہ اندیشی یا غفلت وغیرہ کے اس پر عمل نہ کریں مگر اس کے قواعد خود ایسے نہ ہونے چاہئیں کہ لوگ اس سے مجبوراً روکے جائیں۔

ایک اور لطیفہ سنیئے پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش میں اور آریہ مسافر میگزین جالندھر اپنے رسالہ آریہ میگزین ماہ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳۲ وغیرہ میں اس طرح فلاسفی چھانتے ہیں کہ جس طرح عمدہ کھیتی کا پیدا کرنا بہت کچھ کسان کی خاص تدابیر و احتیاطات پر منحصر ہوتا ہے اسی طرح نالائق اولاد کا پیدا کرنا یا لائق اولاد پیدا کرنے کی تدبیر خاص ماں اور باپ کے اختیار میں ہے اور وہ اس وقت ہو سکتا ہے جب والدین ہمیشہ اپنے افعال ایسی قسم کے رکھیں جس قسم کی اولاد پیدا کرنے کی وہ خواہش رکھتے ہیں اور لڑکی کی خواہش کا اثر بہت کچھ گربھادان سے لیکر اس وقت تک کہ بچہ شکم مادر سے برآمد نہیں ہوا بچہ پر پڑتا ہے اور عورت جس قسم کا دھیان کرتی ہے اسی قسم کی اولاد پیدا ہوتی ہے سو اس لئے نیک اولاد پیدا کرنے کے لئے عورت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ آریہ میگزین صفحہ ۲۳

ان آریوں کے مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ نیک اور حسب خواہش کے موافق خاص لڑکے۔ اعلیٰ دماغ اولاد کا پیدا کرنا صرف ماں باپ کے اختیار میں ہے۔ اگر والدین چاہیں تو رشی منی۔ جوگی لڑکے لڑکیاں پیدا کر سکتے ہیں (آریہ مسافر میگزین صفحہ ۳۲) +

لیکن ستیارتھ پرکاش کے تناسخ کے باب میں بالکل اس کے برخلاف پنڈت دیانند جی نے فلاسفی کی اس طرح ٹانگ توڑی ہے کہ اولاد کا برا بھلا اپاہج یا کامل الاعضا وغیرہ ہونا صرف تناسخ پر موقوف ہے جس طرح انسان کے اعمال سابقہ ہوتے ہیں ویسا ہی جسم مل رہتا ہے۔ خواہ لاکھ تدبیر کرے سو

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزن تدبیر گو لاکھوں عمر سیتی رہے

"جب نیکی زیادہ اور بدی کم تب دیوتا یعنی عالم کا جسم ملتا ہے اور جب نیکی بدی برابر ہوتی ہے تب عام آدمیوں کا جسم حاصل ہوتا ہے اس میں بھی نیکی بدی کے اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ ہونے کی وجہ سے انسان وغیرہ میں بھی اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ جسم وغیرہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ انتہی دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۹)

اب دیکھیے ان دونوں حالات میں کس قدر تضاد ہے پہلے خیال کے رو سے تو اولاد کا برا بھلا ہونا یا ضعیف۔ کامل الاعضا یا ناقص القویٰ ہونا صرف ماں باپ کی تدابیر و احتیاطات پر منحصر ہے (جیسا کہ اہل اسلام بھی مانتے ہیں) اور دوسرے اعتقاد کے رو سے ماں باپ کی تدبیر و احتیاطات کو پیدائش انسانی میں ذرا بھی تعلق نہیں رہتا جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسا جنم مل رہتا ہے پس یہ تمام امور خلاف قانون قدرت تناسخ کے ماننے سے پیدا ہوتے ہیں اور اس سے اظہر من الشمس ہے کہ عقیدہ تناسخ محض ایک بیہودہ افسانہ ہے جس کو قانون قدرت کے ساتھ ذرا بھی تطابق نہیں +

گھی

ایک اور اعجوبہ سنیئے وید کے موافق ہوم میں گھی کا استعمال لازمی ہے اور گھی کا پیدا ہونا صرف پاپیوں کے طفیل ہے۔ اگر کوئی جیو گائے کا جنم نہ لے تو گھی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں ہوم کی رسم کیونکر ادا ہو گی جس میں گھی کا استعمال لازمی ہے۔ ہاں کوئی وجہ گھی نہ ہونے کے اس وقت جو دیانندی ہون کرنے سے قاصر اور مجبور رہیں گے تو پھر وہ گائے بھینس بکری وغیرہ دیانندیوں کے ہون ادا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں بالعجب

ان سب سے بڑھ کر قابل حیرت پنڈت دیانند جی کا وہ ارشاد ہے جو ستیارتھ پرکاش اردو کے صفحہ ۲۵۰ میں ہے کہ "ایشور نے چاروں وید دنیا کے ابتدا میں صرف انہی چاروں رشیوں (اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرا) پر اسلئے نازل فرمائے کہ وہی چار جیووں سے زیادہ پوتر آتما تھے اور کوئی برابر ان کے نہیں تھے اسلئے پاک علم کا نزول انہی پر ہوا +

یعنی سابقہ کلپ میں یہی چار الہام الٰہی کے قابل تھے اسی وجہ سے انپر وید نازل کیے گئے پنڈت جی کے اس فرمان سے اظہر من الشمس ہے اگر سابقہ کلپ میں کوئی بھی الہام پانے کے قابل نہ تھا تو کسی پر وید کا نزول نہ ہوتا۔ اور دنیا تھا ہی ظاہر ہے کہ اگر سابقہ دنیا میں کوئی بھی قابل الہام نہ نکلے تو کسی پر وید نازل نہ ہوں گے۔ اور ایسا ہی اگر اور بھی بے شمار اشخاص قابل الہام نکل آئیں تو انپر چاروں وید کے علاوہ اور وید بھی نازل ہوں گے۔ فتفکروا یا اولی الالباب

ایک اور اعجوبہ سنیئے۔ ہر نئے کلپ میں نئی پیدائش کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ جنموں میں کئی پرکھوں کے اعمال بلا مواصلت پیدا ہونے کے قابل ہیں ورنہ نئی کلپ میں نئی مخلوق کا وجود ہی نہ ہوتا۔ کوئی ان فلاسفروں اور افلاطون زمان (دیانندیوں) سے پوچھے۔ کہ کبھی اگر پہلے کلپ میں کسی شخص کے اعمال بھی بلا مواصلت پیدا ہونے کے قابل نہ ہوں تو پھر ایشور کیا کرے۔ وہ سنسار کو کس طرح رچے۔ ایسی حالت میں کیا ہمیشہ کے لئے نرہا ستہ ہو کر بیٹھ رہے گا اور ابد تک نئی مخلوق کے پیدا کرنے سے قاصر اور مجبور نہ ہو جائے گا +

اسکے سوا ابتدائے آفرینش میں جو حیوانات کتے بلا وغیرہ مواصلت پیدا کیے جاتے ہیں انکی پیدائش کی وجہ کیا ہے کیا انکے بھی اعمال سابقہ بلا مواصلت پیدا ہونے کے مستوجب ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو در صورت اس شبہ کے اعمال نہ ہونے کی نئی کلپ میں ایشور انکا نظم کیونکر لا سکتا ہے۔ ذرا سوچ کر جواب دینا چاہیے +

پھر اگر بلا مواصلت پیدا ہونے کی وجہ صرف خاص قسم کے اعمال سابقہ ہی ہوتے ہیں۔ تو اب کوئی شخص بلا مواصلت پیدا ہوتا ہوا نظر کیوں نہیں آتا۔ کیا پچھلے چار ارب سال تک کسی شخص کے اعمال بلا مواصلت پیدا ہونے کے لائق نہیں ہوتے۔ اصل یہ ہے کہ بناوٹ کے لئے بھی عقل چاہیے۔ آریئے بلا ثبوت بہت سی وجوہ تناسخ وغیرہ اپنے دل سے تراش لی ہیں اور ثبوت خاک بھی نہیں دے سکتے سچ ہے کہ

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

اور مزا دیکھیے پنڈت درشنانند المعروف بہ پنڈت کرپا رام جگرانوی جو ویدک دھرم کو لوہے کی لاٹھ سے سو گنا مضبوط بتاتے ہیں وہ اپنے پرچہ نمبر ۲ مباحثہ ریوڑ ما جن دیانندی پنجہ کو تار عنکبوت سے بھی سست بطرح ثابت کرتے ہیں کہ وید کے چاروں رشی مکتی سے واپس شدہ اشخاص تھے۔ اور یہی وجہ انپر نزول وید کی ہوئی اول تو یہ بات بالکل لا ثبوت ہے کہ یہ اشخاص مکتی سے واپس شدہ شخص تھے اسلئے مہبط وحی والہام قرار پائے۔ دیانندی لوگ وید یا کسی دیگر معتبر کتاب سے اسبات کا ہرگز ثبوت نہیں دے سکتے۔ صرف انکی دلخوش کن اعتقادی باتیں ہیں۔ لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ شخص ضرور مکتی سے واپس شدہ اشخاص تھے اور یہی وجہ سے انپر وید پرگٹ ہوئے تو پھر انہیں مشکل یہ آپڑیگی کہ اگر کسی کلپ کے شروع میں مکتی سے واپس شدہ شخص کوئی بھی نہ ملا تو پھر وید کا نزول کس پر ہو گا؟ کیا مکتی سے واپس شدہ پرش کے انتظار میں دنیا کروڑوں اربوں سال تک بے ہدایتی نہ رہیگی؟ +

اور دنیا کے مدتوں تک بے ہدایتی رہ سکنے پر ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ پنڈت لیکھرام صاحب اپنی کتابوں میں صاف لکھتے ہیں کہ پنڈت دیانند جی جنھوں نے دنیا کے سامنے وید کی تعلیم پیش کی۔ وہ مکتی سے واپس شدہ شخص تھے۔ اب انھوں نے علم کا فرض پورا کیا۔ آئندہ جنم میں یوگ کا فرض پورا کرینگے۔ اور پھر نجات پا جائیں گے۔ اب جبکہ وید کی اصلی تعلیم پیش کرنے کے لیے خدا کو پنڈت دیانند جی کا انتظار کرنا پڑا کہ وہ مکتی سے واپس جائیں اور لوگوں کو وید کی تاویلات سنائیں اس سے پہلے لاکھوں سال تک دنیا بے ہدایتی رہی۔ اور خدا نے کسی پرش کے ذریعہ سے نہ بتایا کہ بھائیو اگنی۔ وایو وغیرہ سے عناصر مراد نہیں جنکی تم پوجا کر رہے ہو بلکہ اس سے مراد خدا ہے۔ دنیا گمراہی کے سمندر میں ڈوب گئی۔ مگر خدا نے کسی شخص کے ذریعہ سے یہ بات نہ بتائی اسلیے کہ کوئی شخص نجات سے واپس شدہ نہ تھا۔ مکتی سے واپس شدہ شخص کے انتظار کے بغیر وہ ایسا کسطرح کر سکتا۔ اب جبکہ وید کی اصلی تعلیم پیش کرنے کے لیے پنڈت دیانند جی کے نجات سے واپس جانے کا انتظار کیا گیا تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ اگر کروڑہا کلپ تک کوئی شخص بھی نجات سے واپس ایشور کو نہ ملے تو ہرگز ہرگز وید کا نزول کسی پر نہیں کر سکتا۔ اور دنیا ابد الآباد تک بے ہدایتی رہ سکتی ہے فتفکروا یا اولی الالباب +

+ عجب کہ وید کے نزول کے بعد پھر کسی دوسرے شخص کے اعمال والہام کے نزول کے قابل نہیں ہوتے۔

ملفوظات احمدیہ

۲۴ر جون ۱۹۰۴ء

فرمایا۔ صدقہ۔ صدق سے لیا گیا ہے جب کوئی شخص خدا کی راہ میں صدقہ دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ خدا سے صدق رکھتا ہے۔

دوسرا۔ دعا۔ دعا کے ساتھ قلب پر سوز و گداز اور رقت پیدا ہوتی ہے۔ دعا بھی ایک قربانی ہے۔ صدق اور دعا۔ اگر یہ دو باتیں میسر آجاویں تو اکسیر ہیں۔

فرمایا۔ تقدیر مبرم بھی دو قسم ہوتی ہے حقیقی مبرم اور غیر حقیقی مبرم۔ غیر حقیقی مبرم وہ ہے جو اصل میں تو مبرم نہیں مگر مبرم کی شکل میں واقع ہو گئی ہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ دعا کا کام جہاں ہوتا ہے جیسے بجھا ہو جاتا ہے اور دعا کی ضرورۃ بھی نہیں پڑتی کیونکہ خدا کے دو نام ہیں۔ رحمٰن اور رحیم رحمانیت میں محنت کشی اور مجاہدہ نہیں ہوتا۔ محض فضل ہوتا ہے جیسے انبیاء بیٹھے بٹھائے ہوتے۔ حکم دیتا اور نصرت ملحاق ہے۔

فرمایا۔ آج صبح کی نماز کے قریب یہ الہام ہوا تھا۔

خدا تیری ساری مرادیں پوری کردیگا

فرمایا پچیس۲۵ برس ہوئے ہیں کہ مجھے رویا ہوا۔ کہ فرشتہ نے مجھے نان دیا اور کہا یہ تو تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کیلئے ایک بار فرشتہ انگریز کی شکل میں بیس بائیس برس کی عمر کا آیا اور تک کے سامنے میز دھری ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ جواب دیا کہ۔

نان میں درشنی آدمی ہون

اس سلسلہ کی بنیاد سے پہلے میں نے دیکھا جب مرزا صاحب فوت ہوئے ہیں۔ میں اصل مکان موجودہ سلطان احمد والے میں ایک دالان میں بیٹھا ہوں۔ مغربی کوٹھڑی سے ایک برقعہ پوش عورت نکلی اور مجھے کہنے لگی

میں اس گھر سے جانیکو تھی مگر تیرے واسطے رہ گئی + جوان عورت اگر خواب میں دیکھی جاوے تو اس سے مراد دنیا کے اقبال اور فتوحات ہوتے ہیں خواہ کسی قوم کی ہو۔

۸ر جولائی ۱۹۰۴ء

احاطۂ عدالت

فرمایا۔ جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں تکالیف دیتا ہے اور جو لوگ خود خدا کیلئے دکھ اٹھاتے ہیں ان دونوں کو خدا تعالیٰ آخرت میں بدلہ دیگا۔ دنیا تو چلنے کا مقام ہے رہنے کا نہیں اگر کوئی شخص سارے سامان خوشی کے رکھتا ہے تو خوشی کا مقام نہیں یہ سب آرام اور دکھ ختم ہو نیوالے ہیں اور اس کے بعد ایک ایسا جہان آنیوالا ہے جو دائمی ہے۔ جو لوگ اس مختصر جہان میں انسانی بناوٹ میں فرق اور کمی بیشی دیکھکر دوسرے جنم کے گناہوں اور عملوں پر محمول کر لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں وہ یہ معلوم نہیں کرتے کہ آخرت کا ایک بڑا جہان آنیوالا ہے۔ اور جن کو خدا تعالیٰ نے پیدائش میں کوئی نقص عطا کیا ہے اور جن لوگوں نے از آپ کو خود بخود خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے دکھوں میں ڈالدیا ہے۔ ان دونوں کو چونکہ اس کا بدلہ ملیگا۔ یہ جہان تو تخم ریزی کا جہان ہے اور ایسے موقع حاصل کرنے کے واسطے ہے جنسے خدا راضی ہو۔

بعض لوگ اپنے عملوں سے خدا کو راضی کرتے اور بعض اپنے آپ کو تکالیف میں ڈال کر خدا کو راضی کرتے ہیں۔

ایک شخص کے دو خدمتگار ہیں۔ ایک کو وہ اپنے کام او سفر پر روانہ کرتا ہے کہ جہاں اس کو شتر سواری ملسکتی اور نہ سایہ ہے بلکہ پیدل چلنا اور سخت گرمی اور دھوپ اور لو کا سامنا ہے مگر وہ جانتا ہے کہ جس کو جتنی تکلیف ہوگی اوس کو اتنا ہی بدلہ اور عوض خدمت دونگا۔ پس پھر ان دونوں خدمتگاروں کو اپنے سفر پر کیا اعتراض ہے۔ اسیطرح لنگڑے۔ اندھے۔ اپاہج۔ غریب۔ فقیر وغیرہ لوگ جو خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ ان کو جبکہ دوسرے آخری جہان میں بلکہ بدلہ ملنا ہی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ہم گونا گون جنم اور تناسخ مانیں اور اس بڑے اور حقیقی جنم سے اعراض کریں جو دکھ اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں وہ تو ثواب حاصل کرنے کو دیئے ہیں جبکہ وہ رحم کرنے والا ہے تو کسی کو کسی طرح اور کسی کو کسیطرح بدلہ دیتا اور دیتا رہیگا۔ پس اپاہج اور اندھے وغیرہ کو اپنی ان نقائص خلقت کا بدلہ قیامت میں ملجاویگا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص شاہی گھر میں پیدا ہوا ہے اور سارے سامان عیش و نشاط مہیا ہیں پر وہ باریک در باریک دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ اور وہ شخص جو گدائی اور فقیری حیثیت میں بھیک مانگتا پھرتا ہے ایسے سکھوں میں ہو کہ جو اس امیرزادے کو کبھی میسر نہیں پھر کیا کہیں دولت والے کو یہ حکم دیا ہے کہ اسے عیاشی کر بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ غریب بھائی کیطرح عبادت کر۔ بہر حال یہ دنیا چندروزہ ہے انسان کیا سمجھتا ہے کہ میری عمر کسقدر ہے۔ جنم کی شکل بات کو قبول کرنا عقل کا کام ہرگز نہیں۔ انسان جب پیدا ہوتا اور اپنی عمر طبعی پوری کر کے مرجاتا ہے تو کبھی کسی نے اس شخص کو اس جہان میں واپس آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مثلاً بڑے بڑے عالم اور فاضل مرجاتے ہیں۔ تو انہوں نے واپس آ کر کبھی نہیں بتلایا کہ میں نے پچھلے جنم میں فلاں علم حاصل کیا تھا۔ ہزاروں جنم پائے اور علم و عمل حاصل کرتا رہا۔ مگر جب واپس آیا وہ پہلے علم و عمل . . . . ضائع ہوتے رہے۔ جسطرح وہ واپس آ کر سب علوم بھلا دیتا بلکہ یہاں کا بھلا آتا ہی اسکو یاد نہیں رہتا تو وہ وہاں کیا یاد رکھیگا اور نجات کسطرح حاصل کریگا جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مکتی گیان سے ہوگی مگر کروڑ دفعہ کے جنم سے ایک حرف تک ان کو یاد نہیں رہتا اور جب آتا ہے خالی ہاتھ ہی آتا ہے کچھ تو ساتھ لاوے۔ اگر کچھ بھی ساتھ نہیں لاتا تو گیان کیا ہوا۔ غرض جسطرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے ہیں دم بند ہو گیا ہے آنکھیں پتھرا گئی ہیں اور روح رخصت ہو گیا ہے اسیطرح تم اس کے واپس آنیکا ثبوت پیش کرو تو ہم مان لیتے ہیں۔ واپس آنیکا ثبوت تو یہی تھا کہ اپنے کسی گیان کو ساتھ لے آتا۔ مگر یہ بیہودہ خیال ہے کہ وہ کسی گیان کو ساتھ لا سکتے۔ پس بغیر ثبوت کے ہم کیسے مان سکتے ہیں۔ بڑا مولوی اور بڑا پنڈت بن کر اس جگہ سے رخصت ہوا تھا واپس آ کر کچھ بھی یاد نہیں۔ جب وہاں جا کر سب کچھ بھول آتا ہی تو کسطرح معلوم ہو کہ یہ دوسرا جنم لیکر آیا ہے اگر صرف اس کی ایشی کو پورا کرنیکے واسطے جنم مانتے ہے تو ہم یوں کیوں نہ مان لیں کہ جسطرح یہاں تکلیف اٹھاتا ہے اوسیطرح وہ خدا تعالیٰ اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ عطا نہیں کر سکتا مثلاً دیانند مر گیا ہے آجاوے تو ہم اس کو اسطرح شناخت کر سکیں گے کہ ستیارتھ پرکاش یا وید کا کچھ حصہ ہمیں پڑھکر سنا دیوے۔ پڑھا ہوا آدمی اگر بھینس کی شکل میں بھی آجاوے تو چاہیئے کہ وہ بھینس بھی طوطے کیطرح بولے۔ ہاں صوفیوں نے بھی یہ لکھا ہے۔ ع

> ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
> ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام

مگر اسکے کچھ اور معنے ہیں یعنے جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف ترقی کرنے لگتا ہے تو پہلی اس کی حالت بہت ابتر ہوتی ہے جسطرح ایک بچہ آج پیدا ہوا ہے تو اوسمیں صرف دودہ چوسنے ہی کی طاقت ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ پھر جب غذا کھانے لگتا ہے تو آہستہ آہستہ۔ غصہ۔ کینہ۔ خودپسندی۔ نخوت۔ علیٰ ہذا القیاس سب باتیں اسمیں ترقی کرتی جاتی ہیں اور دن بدن جوں جوں اسکی غذائیت بڑھتی جاتی ہے شہوات اور طرح طرح کے اخلاق ردیہ اور اخلاق فاضلہ دور کیئے جاتے ہیں اور اسیطرح ایکوقت پہنچ پورے کمال انسانی پر جا پہونچتا ہے اور یہی اوس کے حیوانی جنم ہوتے ہیں۔ یعنے کبھی کتے کبھی سور کبھی بندر کبھی گائے کبھی شیر وغیرہ جانوروں کے اخلاق اور صفات اپنے اندر پیدا کرتا جاتا ہے۔ گویا کل مخلوقات الارض کی خاصیت اوس کے اندر ہوتی جاتی ہے اسیطرح جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک کا رابستہ جانیگا تو یہ ساری خاصیتیں اس کو طے کرنی پڑینگی اور یہی تناسخ اصفیاء نے مانا ہے اور اس کا اسلام اور اون کا قرآن بھی اقراری ہے۔ غالباً یہی تناسخ ہندو میں بھی تھا مگر بے علمی سے وہ کہ تنگ کیا اور سمجھ نااہلی ہو گئی۔

مگر دنیا میں یہ بات کہ کوئی شخص ان بیٹھا وہ اس کو چھوڑ نہیں سکتا ورنہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اسکی کو دریافت کر کے ناراستی کو چھوڑ دیتے۔ مگر یہاں ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرم ماننے نہیں دیتی۔

مکھیاں شہد بناتی ہیں۔ ریشم کا کیڑا ریشم بناتا موتی کا کیڑا موتی بناتا۔ بیل گھوڑے گائے جونک وغیرہ ہر ایک چیز انسان کیواسطے فائدہ مند ہے اگر سب چیزیں اتفاقی ہیں اور خدا تعالیٰ نے حکمت سے پیدا نہیں کیں تو پھر ایک وقت پر اپنا جنم پورا کرتے کل لگا میں۔ کل مکھیاں کل گھوڑے وغیرہ سب جانور انسان بن جانے چاہئیں۔ تو پھر یہ چیزیں اور نعمتیں ایک وقت آئے پر دنیا سے نابود ہو جانی چاہئیں۔ مگر جب تک انسان موجود ہے ان چیزوں کی اشد ضرورت ہے۔ پانی اور ہوا میں بھی کیڑے ہیں پھلوں اور اناجوں میں بھی کیڑے ہیں جنکے بغیر انسان کبھی زندہ نہیں رہسکتا۔ پس یا تو تناسخ مانو۔ یا خدا کی حکمت مانو۔ مگر چونکہ انسان کا ان چیزوں کے سوائے گذارہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ ساری پیدائش حکمت الٰہی پر مبنی ہے۔ والسلام۔

اطلاع ضروری

مقدمات کی تاریخیں آجکل کچھ اس انداز سے پڑتی ہیں کہ گورداسپور کا قیام دن بدن بڑھتا جاتا ہے اگرچہ جناب مجسٹریٹ صاحب بہادر جنکی عدالت میں مقدمات دائر ہیں بجائے خود بہت کوشش کرتے ہیں کہ جسقدر جلد ممکن ہو مقدمات ختم ہو جائیں کیونکہ بہت پرانے ہو گئے ہیں اور اسکے لئے وہ تاریخوں کے مقرر کرنے میں بہت بڑی احتیاط فرماتے ہیں لیکن چونکہ آپ افسر خزانہ بھی ہیں اور خزانہ کا کام بہت کثرت سے رہتا ہے۔ بعض ایام میں بجز التوائے تاریخ دوسرا کام ہمارے مقدمات کا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ یہ پیچ کہ عموماً سارا دن گورداسپور کے احاطہ کچہری میں بیکار اور منتظر آواز بیٹھے رہنا پڑتا ہے لیکن اس انتظار آواز میں اخبار کیلئے مضمون لکھنا یا کوئی اور کام کرنا قریباً مشکل ہی ہے اسی قسم کی دقتوں ... کے موجب ہو رہے ہیں۔ آج کا اخبار ۲۴ر جون اور ۱۰ر جولائی ۱۹۰۴ء کے دو نمبروں کے قائمقام شائع ہوتا ہے۔ یہ ساری فروگذاشتیں ناظرین کی فیاض نظر سے اپیل کر رہی ہیں اور ہم مجبور ٹھہرائے جاویں۔

(جا)

سکہ کی ابتدا اسلام مین

دنیا مین وہ کون ہے جو اس بیش بہا نرالی کی نازآفرین اداؤن کا دل سے دلدادہ و شیدا یا اُس کی قدر و قیمت سے واقف نہین ہے لیکن ایسے بہت کم لوگ ہین جو اُسکی ابتدائی ترقی اور اُس کے حالات موجودہ پر اُس کی تاریخ سے واقف ہون جسطرح یہ کہ سکہ کی ابتدا قدیم سلطنت لیڈیا مین جہان کے دولتمند بادشاہ قارون کا نام اپنی تونگری کے لحاظ سے آجتک ضرب المثل ہے ہوئی اور پھر یونانیون اور رومیون مین بتدریج ترقی پا کر تمام عالم مین پھیل گیا اور اس پر بحث کرنا تو ایک طول امل ہے کیونکہ اس وقت ہم صرف اسلامی سکہ کی ابتدا پر بحث کرنا چاہتے ہین ابتدا مین جبکہ جماعت انسانی کی ضرورتین محدود ہوتی ہین تبادلہ سے کام چل جاتا ہے۔ لیکن جب ترقی تمدن کے ساتھ مختلف افراد کی ضرورتون مین مختلف طور پر ترقی ہوتی ہے تو کسی ایسی چیز کی ضرورت پیدا ہوتی ہے جو سب اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے ذریعہ تبادلہ بن سکے اور چونکہ ایسی شے کے مقبول عام ہونے کے لئے علاوہ دوسری صفات کے ضرور ہے کہ (۱) کمیاب ہو (۲) بدقت حاصل ہو سکتی ہو (۳) وزن کے اعتبار سے جسامت مین کم ہو۔ (۴) بطور خود بھی اُس کی قدر و قیمت ہو (۵) سخت ہو۔ اس وجہ سے قدیم سے دنیا نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا ہے کہ جیسی قابلیت چاندی اور سونے مین ذریعہ تبادلہ بننے کی ہے ویسی کسی دوسری شے مین نہین ہے پس اسی وجہ سے یہ قیمتی دھاتین عام اشیا کی خرید و فروخت مین استعمال ہونے لگین لیکن جب تجربہ سے ثابت ہوا کہ حرص و طمع ایسی چیز ہے کہ انسان کو دغا و فریب کی طرف مائل کر لیتی ہے اور رفتہ رفتہ ان دھاتون تک بھی اس کا سلسلہ پہونچا تو کسی ایسی معیار کی ضرورت داعی ہوئی جس سے بآسانی خالص و قلب مین تمیز ہو سکے اور چونکہ صنعت و حرفت اور تجارت و سلطنت سب کے کاروبار کے لئے کسی عام ذریعہ تبادلہ کی ضرورت تھی اس لئے سلطنت ہی نے اس کا اہتمام اپنے ہاتھ مین لیا اور ان دھاتون کے مختلف ٹکڑون کو اپنی خاص علامت ثبت و منقوش کر کے جاری کیا تاکہ ہر شخص کھرے کھوٹے مین تمیز کر سکے یہی ابتدا سکہ کے چلن کی ہے۔ عرب مین قدیم زمانہ مین کوئی ملکی سکہ رائج نہ تھا۔ بلکہ جس جس حصہ ملک پر جس سلطنت کا اثر تھا یا تجارتی تعلقات تھے اُسی کا سکہ وہان رائج تھا۔ جنوبی عرب مین جہان قدیم سے یمنی تمدن پھیلا ہوا تھا حمیری سکہ رائج تھے اور وسط عرب مین جو سلطنت ایران کے زیر اثر تھا ساسانی سکون کا رواج تھا۔ اور شمال مین جہان رومی سلطنت کا سایہ پڑا تھا وہان رومی درہم و دینار عام طور پر مروج تھے۔ جب ہمارے ہادی برحق نے جزیرہ نمائے عرب مین کلمۃ الحق کا اعلان کر کے اسلام کی تبلیغ کی تو جس زمانہ تک کہ اسلام کے بیرونی تعلقات قائم نہ ہوئے تھے یہی قدیم سکے رائج رہے لیکن جب نور اسلام نے دوسرے ممالک کو روشن کیا اور جدید تمدنی ضرورتون اور تجارتی وسعت کے لحاظ سے پردیسی سکون کی افزائش جو قدیم زمانہ مین اہل عرب کی محدود خریداریون کیلئے کافی تھی ناکافی ثابت ہوئی تو جس طرح بہت سے دوسرے مفید انتظامات کی بنیاد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک زمانہ مین پڑی تھی۔ اسطرح سکہ کو بھی پہلی دفعہ ممالک اسلامیہ مین ضرب ہونے کی عزت اسی مبارک عہد مین ۱۸ھ مین حاصل ہوئی لیکن چونکہ طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جن اشیاء سے مانوس ہو جاتی ہے اُس کو بہت ہی مشکل سے ترک کرتی ہے اور گو سمجھدار لوگ علم و عقل کے رو سے خاصہ طبیعت کو روک بھی لیتے ہین مگر جاہل و نادان لوگ تو اس کے مقابلہ مین بالکل بےبس ہوتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ سکہ ایسی چیز ہے جس کو جاہلون اور عالمون دونون بلکہ جاہلون سے بیشتر اور عالمون سے کمتر سابقہ پڑتا ہے اس لئے اس کا بدلنا کچھ آسان کام نہین ہے اور اگر ایسا قصد بھی کرتے ہین تو بہت ہی بتدریج بعد آہستہ حصول مرام کی طرف قدم بڑھاتے ہین۔ اسکے علاوہ یہ بھی بڑی دقت تھی کہ صرف مسلمانون ہی مین لین دین محدود نہ تھا۔ بلکہ تجارتی کاروبار کی ضرورتون نے دوسری قومون سے تعلقات قائم رکھنے پر بھی مجبور کر رکھا تھا۔ اور اس لئے خالص اسلامی سکہ کی اجرا کے لئے استحکام سلطنت مقدم تھا یہی وجہ تھی کہ ابتدا مین سکہ جب ضرب کیا گیا ہے تو نہ اس کا نام یا وزن بدلا گیا اور نہ صورت و ہیئت چنانچہ جو سکے حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مضروب ہوئے تھے وہ درہم و دینار رومی لفظ دینار ڈینارئیس اور درہم لفظ درخم اور فلس لفظ فالس سے نکلا ہے اور اسیطرح ہیئت کے اعتبار سے رومی اور ایرانی شبیہ قائم رکھی گئی صرف اُن پر نام یا کوئی برکت کا کلمہ عربی زبان کا بڑھا دیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا کوئی سکہ ہماری نظر سے نہین گذرا لیکن ایڈورڈ ٹامس نے جن ساسانی سکون کی تصویرین دی ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین نام بھی عربی زبان مین نہین لکھے تھے بلکہ بنانے والے اور دارالضرب کا نام بھی دری زبان مین لکھا جاتا تھا۔ اور اُن پر ایک طرف خسرو پرویز کی صورت اور دوسری طرف آتش قربانگاہ اور دو موبدون کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ سب سے زیادہ اس قسم کے سکے زیادہ ابن امیہ کے زمانے کے پائے جاتے ہین کیونکہ وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔ اس کے بعد جب عبداللہ ابن زبیر کا زمانہ آیا تو انہون نے اس وجہ سے کہ اکثر مختلف قیمتون اور عیار کے سکے رائج تھے اور ان کی وجہ سے عام طور پر کاروبار مین نہایت خرابی پڑتی تھی اس طرف توجہ فرمائی اور ان کے بھائی مصعب بن زبیر کے حکم سے حارث ابن عبداللہ ابن ربیعہ المخزومی نے ۶۷ھ مین سکے بنانے شروع کئے۔ گو یہ سکے بھی بالکل ایرانی وضع کے تھے۔ صرف اتنا فرق تھا کہ ایک طرف الفاظ "برکت اللہ" اور دوسری طرف "اللہ" اور بڑھا دیئے جاتے تھے لیکن چونکہ عبداللہ ابن زبیر کا زمانہ خلافت مختصر چند روزہ تھا۔ اور یوسف بن حجاج کے ظالم گرم ہاتھون نے بہت ہی جلد اس کا خاتمہ کر دیا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ کے سکے زیادہ عرصہ تک مروج نہین رہے۔ ابتدا مین ایرانی طرز کے سکون کے مضروب ہونے کی یہ وجہ تھی کہ دارالضرب قسطنطنیہ تو جاری تھی اس لئے ممالک شام وغیرہ مین سکون کی کمی ہوتی تھی۔ تو وہان سے پوری ہو جاتی تھی تھی۔ مگر برخلاف اس کے دارالضرب ایران ساسانیون کی تباہی کی وجہ سے بند ہو گئی تھی اور اس لئے وہان سلطنت اسلامیہ ہی کو جدید سکے بنانے پڑے غرضیکہ عبداللہ بن زبیر کے زمانہ تک سکون کی وہی قدیم شان قائم رہی لیکن جب خلیفہ عبدالملک بن مروان نے یوسف بن حجاج کی سختی اور تدبیر ملکی کی بدولت ممالک اسلامیہ کو اندرونی بغاوتون اور قضیون سے پاک کیا تو خلافت اسلامیہ کی سطوت و جبروت مین یہانتک ترقی ہوئی کہ اُس نے قرابین کی پیشانی سے تثلیثی طغرا کو نکالکر توحیدی طغرا قائم کیا۔ اس پر جسٹنین دوم قیصر روم نے رسم قدیم کے پھر اختیار کئے جانے سے مایوس ہو کر یہ دھمکی دی کہ مین اپنے سکہ مین نعوذ باللہ تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے ساتھ ایسے منقوش کراؤنگا جو تم کو نہایت ناگوار گذرینگے اور چونکہ ہمارا سکہ عالمگیر ہے اس لئے ساری دنیائے اسلام مین بآسانی پھیل جائیگا یا یہ ہو جیسا کہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ قیصر روم نے ان طغرا کی پیشانی پر جو اس کے پاس خلیفہ اسلام کی طرف سے آتے تھے قل ہو اللہ احد اور آنحضرت صلعم کا نام نامی لکھا دیکھ کر پیچ و تاب کھایا اور ایسی دھمکی دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطنت بنی امیہ دمشق مین قائم ہوئی تو انہون نے رومیون کے تثلیثی طغرا اور طراز کو محض علامات حکومت و سلطنت سمجھکر اختیار کر لیا اور گو بعد مین اُس کے معنے سمجھ بھی گئے۔ لیکن چونکہ اندرونی بغاوتون اور آئے دن کے فسادون کی وجہ سے اتنی قوت نہ تھی کہ رومی غیظ و غضب کا مقابلہ کر سکتی اس لئے انہون نے اُنکو نہین بدلا لیکن جب عبدالملک کے زمانہ مین سلطنت کی بنیاد قوی ہو گئی تو اس نے پہلی ہی مرتبہ اس تلفظ طغرا کو بدل دیا جو قیصر روم کو نہایت ناگوار گذرا لیکن جو ملکہ اسکی رعایا کی منصفانہ بغاوت نے جیسا کہ گبن نے لکھا ہے جلد اس کا خاتمہ کر دیا اس لئے اُس سے کوئی نتیجہ پیدا نہین ہوا۔ اصل یہ ہے کہ اگر قیصر روم دھمکی نہ بھی دیتا تو تمدنی ضرورتین خود اس امر کی محرک تھین کہ ممالک اسلامیہ مین سکہ بنایا جاوے کیونکہ اس زمانہ مین ممالک محروسہ کے حدود ایک طرف تو سرحد چین سے ملے ہوئے تھے اور دوسری طرف خلیج بسکے سے ٹکرا رہے تھے پس گویا قیصر روم کا دھمکی دینا بارود مین شتابہ ہو گیا اور عبدالملک بن مروان نے خالد بن یزید بن معاویہ کی صلاح و مشورہ سے جن کو بوجہ علم و فضل اور دانش و فرہنگ کے حکیم بنی امیہ کا معزز خطاب دیا گیا تھا ۷۶ھ مین اسلامی سکہ بنانا شروع کیا۔ مختلف تاریخون کے دیکھنے سے ایک عجیب اختلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ۷۴ھ مین سکہ ضرب ہوا اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ ہم نے بھی لکھا ہے کہ ۷۶ھ مین سکہ کا رواج ہوا لیکن اگر خورد سکون کو علامہ مقریزی کی بیان سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین جو سکہ عبدالملک نے بنوایا تھا اس مین بڑی حد تک رومی شان قائم رکھی گئی تھی یعنی اس مین عبدالملک نے خود اپنی تصویر بنائی تھی جسکی کمر سے تلوار لٹکتی تھی۔ اب ہم چند قدیمی سکون کی تفصیل بتاتے ہین

(۱) طرف اول۔ رومی طرز کی صورت سر پر تاج اس پر صلیب سیدھے ہاتھ مین ایک کرہ اُس پر اور اُسکی داہنی طرف لفظ "بحمص" عربی خط مین اور بائین طرف یونانی لفظ ([illegible]) ۔ طرف ثانی۔ صرف (M) اُس پر ایک ستارہ اور دو دائرہ اور حاشیہ پر یونانی ([illegible]) اور اس کے نیچے عربی لفظ "طیب"۔

(۲) طرف اول۔ رومی طرز کی صورت جسم سیدھا ہاتھ اوپر کو اٹھا ہوا سر چھائے ہوئے دونون ہاتھ مین ایک کرہ جس پر صلیب جڑی ہوئی بائین طرف "بسم اللہ" سیدھی طرف م ی ن۔ طرف ثانی (M) اسپر صلیب حاشیہ مین ([illegible]) اس کے نیچے "طیب"۔

(۳) طرف اول دو قدآدم صورتین ہر ایک کے ہاتھ مین عصائے شاہی جس پر صلیب لگی ہوئی اور اُن صورتون کے بیچ مین "محمد رسول اللہ" اور حاشیہ پر "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ"۔

(۴) طرف اول قدآدم صورت بال بڑے بڑے اور ایک طرف کمر سے تلوار لٹکتی ہوئی حاشیہ پر "محمد رسول اللہ" طرف ثانی (M) حاشیہ پر "ایلیا فلسطین"۔

(۵) طرف اول صورت نصف جسم چہرہ سامنے اور بال لمبے حاشیہ پر "لا الہ الا اللہ" طرف ثانی شاہی

(۶) طرف اول کھڑی صورت جو غضبی ہے ہاتھ سینہ تک اٹھا ہوا اس ہاتھ مین تلوار [illegible] کمر سے لٹکتی ہے اور حاشیہ پر خط کوفی مین "لعبد اللہ عبدالملک امیر المومنین" لکھا تھا۔ طرف ثانی [illegible] صلیب جس کا سرا چار سیڑھیون پر قائم ہے اُس کو سیدھی طرف "بقنسرین" اور الٹی طرف "واف" حاشیہ پر "لا الہ الا اللہ وحدہ محمد رسول اللہ" (۷) دینار طلائی۔ طرف اول وسط مین "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" حاشیہ پر محمد رسول [illegible]

۱؎ ۔ المقریزی

یہ امر دریافت ہوا کہ (۱۰۰۳۴۱) چیزین بغیر پتہ و نشان لکھے ہوئے ڈاک مین ڈالدی گئین جو اخبار ڈیڈ لیٹر آفسون مین کہولی گئین اُن مین سے (۰۰ ۳۸۸۲) روپیہ ۵ آنہ ۷ پائی (۱۰۴۴) پونڈ ۱۵ شلنگ (۱۸۰) فرینک و (۲۴۳) ڈالر کی قیمت کی مالیت برآمد ہوئی۔ ان مین سے بہت سی رقوم صحیح و سالم مالکون کو واپس دیگئین۔ اگرچہ باقی رقوم کے لئے ابتک دعوی کرنیوالون کا انتظار ہے۔

روپیہ بھیجنے کا بہت سہل و معقول طریقہ بذریعہ منی آرڈر ہے گذشتہ سال (۲۴۵۰۳۵) روپے اسی طریقہ سے روانہ ہوئے تھے۔ درحالیکہ تار کا منی آرڈر جس مین خرچ زیادہ ہوتاہے اس کے عوض مین اس کی کاربرآری بہی بہت جلد ہو جاتی ہے۔ تار والے طریقے سے (۱۸۸۳۸۷۸۱) روپیہ روانہ ہوا۔ علاوہ ازین ممالک غیر کو منی آرڈر پونڈ کی رقوم مین روانہ ہوئے اُن کی تعداد سال تمام مین (۳۴۹۴۳۵) پونڈ ۱۷ شلنگ ۲ پنس تہی۔ ہندوستان کی وسیع قلمرو میں ڈاکخانہ کی خدمت ہمیشہ خیریت اور سلامتی سے انجام نہین پاتی۔ بعض وقت سیلاب ملک کی بڑے بڑے قطعون کو تباہ کر دیتے ہین اور ریلوے لائین جسپر ڈاک جاتی ہے پانی کی طغیانی سے بہ جاتی ہے۔ چنانچہ پچہلے دنون ایک ڈاک گاڑی کو سخت نقصان پہونچا تہا۔

بہت سے لوگون کو یہ بہی معلوم ہے کہ ڈاکخانجات مین بنک کا بیوپار بہی ہوتا ہے۔ جو باشندون کو کفایت شعار بنانے کی غرض سے قایم کیا گیا ہے اگرچہ اس کا اصول یہ ہے کہ غیر سرکاری بنکون سے اس کو رقابت نہین ہے۔ بلکہ روپیہ امانت رکہنے والون کے لئے یہ قید بہی لگی ہوئی ہے کہ دو سو روپے سال سے زیادہ جمع نہ کر سکین تاہم اس مد کا حساب (۷۵۸۷۱) روزنامچون سے زیادہ مین درج ہوتاہے جس سے ایک بڑی رقم (۹۴۲) لاکہہ روپے کی ظاہر ہوتی ہے۔ سال گذشتہ مین جمع کرنے والون کو سود مین (۲۷½) لاکہہ روپیہ دیا گیا تہا۔

ہندوستان کے ڈاکخانون کی خدمات صرف اسی پر ختم نہین ہوتین۔ اگر یہ تفصیل کیجاوے کہ ڈاکخانے تاجرون کے واسطے اُن کے مال کی قیمت کس طرح وصول کرتے ہین اور پہر اُن کے پاس پہنچاتے ہین۔ زمیندار لگان کسطرح ادا کرتے ہین۔ گورنمنٹ کی آمدنی اور نمک کے محصول کو جمع کرتے ہین گورنمنٹ کی پنشن تقسیم کرتے ہین۔ کونین فروخت کرتے ہین۔ اور زندگی اور اشیائے مرسلہ کا بیمہ کرتے ہین تو یہ مضمون طویل ہو جائے۔ ان تمام خدمات کو ہندوستان کے ڈاکخانے ایسی شائستگی اور کامیابی سے انجام دیتے ہین جس کو دیکہہ کر حیرت ہوتی ہے اور اس تمام کارکردگی اور خوش اسلوبی مین

ہندوستان کے ڈاکخانے روز بروز مفور رعایا کی دل پر اپنا سکہ بٹہلاتے جاتے ہین۔ ہندوستانیون کے نزدیک گورنمنٹ کا کوئی صیغہ ایسا نہین ہے جس کا اعتبار ڈاکخانے سے زیادہ ہو۔ چونکہ ہندوستانی فطرتاً لکیر کے فقیر ہوتے ہین۔ اور بے اعتباری کی دنیا مین پرورش پاتے مین لہذا اُن کو گورنمنٹ کے قوانین مین شبہ کرنے کے لئے بہت سی وجوہات ہوتی ہین۔ اور اس بارے مین وہ معذور بہی ہین۔ گورنمنٹ کا ملکی انتظام گو اپنی طرز مین کیسا ہی کامل ہو۔ تاہم سرخ کوٹ والا گرگس۔ دست دراز چپراسی اور ہولی لومڑیان۔ ذلیل طبیعت۔ حریص۔ دیسی وکیل اپنے داو سے کب چوکتے ہین۔ درآنحالیکہ رشوت خوار پولیس کا آہنی پنجہ مجرمون کو نوعدالتی عدالتون مین خوب ہی دباتا ہے۔ لیکن ڈاکخانہ جس کو نمودکی ذرا پرواہ نہین ہے۔ ایمانداری کا وہ صدر مقام ہے۔ جہان شبہ کو اسلئے کسیطرح گنجایش نہین ہے۔ خواہ کلکتہ کا صدر ڈاکخانہ ہو۔ یا گانؤن کا بے حیثیت ڈاکخانہ ہو۔ دونون جگہ ذلیل سے ذلیل ہندوستانیون پر توجہ کیجاتی ہے۔ اور سادگی اور ایمانداری سے برتاؤ ہوتا ہے۔ روپے کے عوض مین جو گانؤن والون کو چہوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا ملتا ہے۔ وہ اُس کو لاٹ صاحب کی چٹہی سمجہنے لگتے ہین۔ خواہ کوئی صورت کیون نہ ہو اس چٹہی کا لحاظ ہر حالت مین ہوگا۔ کیونکہ اس کے خیال مین ذیجاہ اور خوش وجاہت ملک معظم قیصر ہند اُس کا ساہوکار ہے۔

چین کی حدود مین چہوٹے ڈاکخانون سے رام بخش بلند حوصلہ ہندوستانی۔ جو چین مین زیادہ مزدوری حاصل کرنے کی امید پر چلا گیا ہے کچہہ روپیہ جمع کرکے اپنی پردہ نشین ڈرپوک جورو کو روانہ کرتا ہے۔ اور اس کی یہ خواہش ہے کہ یہ روپیہ فی الفور پہنچ جائے۔ وہ تار کے منی آرڈر کا مطلب سمجہتا ہے اور بلاتامل اسی کا کمیشن ارسال کرتا ہے پس لاٹ صاحب کی چٹہی لیکر اپنے ٹہکانے پر چل دیتاہے۔ وہ ایک دن کی مزدوری اور کمائے نہیں پاتا کہ ڈاکخانہ نے تمام بر اعظم مین ہوکر اس کے قحط زدہ وطن مین وہ سربستہ الفاظ پہنچا کر نہ صرف اس کی جورو کا دل خوش کر دیا۔ بلکہ تمام محلہ والے خوش ہو گئے۔ ادہر روپیہ بہیجنے والا ایک دور دراز ملک مین اپنے دل مین اطمینان رکہتاہے۔ کہ اُس کا محنت کا کمایا ہوا روپیہ محفوظ حالت مین میرے اہل و عیال کو مل جائیگا۔

(روزنامہ پیسہ)

ہم خرما و ہم ثواب

(اخیر جولائی سنہ ۱۹۰۴ء تک)

مطبع کی بعض زیر باریون سی مخلصی حاصل کرنے کیلئے یہ تجویز پیش کیگئی ہے کہ دفتر الحکم کی موجودہ کتب ایک خاص عایت کے ساتہہ اخیر جولائی سنہ ۱۹۰۴ء تک بیچا دیں

اسلئے اس عرصہ مین جو احباب ان کتابون کو خریدین گے وہ نہ صرف ایک اچہا ذخیرہ کتابون کا جمع کرینگے بلکہ مطبع کی اعانت کرنیوالے ٹہہرینگے۔

پس ہم عام اعلان کرتے کہ ذیل کی کتابون مین اخیر جولائی سنہ ۱۹۰۴ء تک

ہم ایک چوتہائی قیمت کی رعایت کرین گے جو چاہے فائدہ اُٹہائے ❖

نام کتاب	قیمت
ازالہ اوہام ہر دو حصہ	عہ؍
آریہ دہرم (رد آریہ)	۴؍
ست بچن (بابا نانک صاحب کے حالات اور دیانند کے اعتراضونکا جواب)	۱۰؍
تقریر نماز پر اور وحدت وجود پر خط	۲؍
حضرت اقدس کی تین رسالے مع مضامین الہام۔ تناسخ۔ وید اور قرآن کے مقابلہ پر	۲؍
سراج الدین عیسائی کی چار سوالونکا جواب	۲؍
تفسیر سورہ تبت	۲؍
فیصلہ آسمانی	۲؍
تحفۃ المومنین (فتوی کفر کا لطیف جواب)	۸؍
فلک الشکل	۱؍
شمس بازغہ (پیر گولڑوی کا رد)	عہ؍
سوار السبیل تتمہ	۱؍
رد شیخ و شیعہ (از حکیم الامت)	۲؍
الانذار (جلسہ طاعون کی حالات اور تقریرین)	۴؍
مسلمانونکا خدا اور اسکے حضور مین دعا	۱؍

نام کتاب	قیمت
برہان الحق (رد نصاری)	۳؍
تفسیر القرآن پارہ اول	عہ؍
رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء	عہ؍
نمونہ قرآن مجید (موافق تیسیر القرآن)	۳؍
فیض احمدی	
قصیدہ ضوابط الاسرار	؍
وفات مسیح پنجابی	؍
اصلاح النظر (رد آریہ)	۲؍
دعوۃ الحق نمبر ۱ و ۲	۲؍
سلک مروارید (عورتون کے لئے اپنی طرز کا پہلا رسالہ)	۱؍
النصح (عبدالمسیح کے خواہش نشانات)	۴؍
نور القرآن جلد دوم (عیسائیونکا عجیب رد)	۲؍
برکات الدعا و اصول التفسیر	۴؍
	۲؍

پورے سیٹ کے خریدار سے صرف چہہ روپے علاوہ محصول ڈاک لئے جاوینگے۔

المشتہر
منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

مظلومان پوسٹ آفس

(باہر لنگر وینڈے تے بہکے مرن فقیر)

اس پنجابی مثل کے معنی یہ ہین کہ باہر تو لنگر تقسیم ہو رہے ہین اور سنگے بہائی بہوکے مر رہے۔ یہ مثل ڈاکخانہ پر بعینہ صادق آتی ہے۔ اہالیان ڈاکخانہ تمام فوج کی پنشن تقسیم کرتے اور نہ صرف فوج والون کو سہولت اور آرام دیتے ہین بلکہ سرکاری مصارف مین بہت کچہہ سہولت کا باعث ہوتے ہین۔ لیکن جب تیس تیس سال کی ملازمت کے بعد وہ خود پنشن پاتے ہین تو انہین خزانہ ضلع کے کلرکون اور چپراسیون کی آستانہ بوسی کرنی پڑتی ہے اور بعض اوقات کچہری کی دروازہ پر دہکے کہانے پڑتے ہین۔ جو پنشنران محکمہ ڈاک مقامات صدر ضلع سے فاصلہ پر بود و باش رکہتے ہین انہین صدر تک کے بعد مسافت کی اور اخراجات اور تکالیف علیحدہ اُٹہانے پڑتے ہین۔

اخبار ... ڈاک کو بخوبی معلوم ہے کہ ملازمان محکمہ ڈاک کو تمام سرکاری ملازمون سے زیادہ محنت کرنی ہوتی ہے جب اور محکمہ جات مین زیادہ سے زیادہ آٹہہ گہنٹہ کام ہوتا ہے تو محکمہ ڈاک مین کم سے کم بارہ گہنٹہ کی حاضری ہوتی ہے دوسہرہ دیوالی یا عید بقرعید کو چہٹی انہین نہین ملتی گرمیون سردیون مین انہین آرام نہین مل سکتا کیا ڈائرکٹر جنرل صاحب ڈاکخانجات کوئی ایسا انتظام نہین کر سکتے کہ پنشنران محکمہ ڈاک کو پوسٹ آفس کے ذریعہ سے پنشن ملا کرے گورنمنٹ کا یا محکمہ ڈاک کا اسمین کوئی ہرج نہین (زمیندار)

مطبع انوار احمدیہ قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چہپکر شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ آوی القریہ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بدار قادیان بینی | روا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لواء

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے	عہ
خواص و معاونین سے	ے
ہندوستان سے باہر	ے
غیر مذاہب والوں سے	۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ کم آمدنی والے لوگوں سے	عہ ۱۲

نمبر ۲۳ و ۲۴ دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ و ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء جلد

ریمارک

مرقع جنگ ٹرکی و یونان۔ یہ تین سو بہتر صفحہ کی کتاب جسمین ۲۰۶ کے قریب نقشے اور تصاویر ہیں منشی عبدالقادر صاحب نائب مالک رمی پریس سملہ نے ساڈہورہ کے سٹیم پریس میں چھپوا کر حصہ اول کے نام سے شایع کی ہے۔ اسمین سلطان عبدالحمید خان صاحب فرمانروائے سلطنت عثمانیہ کا آجتک کے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ دیئے ہیں۔ اور ساتھ ہی آل عثمان اور جزیرہ کریٹ و یونان کے واقعات بھی درج کئے ہیں تصویروں اور نقشوں کے ذریعہ سلطنت ٹرکی جزیرہ کریٹ اور یونان کے تاریخی اور جغرافیائی حالات کو واضح کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تصاویر اور نقشہ جات کیطرف پوری توجہ نہیں کیگئی۔ ہم سرسری طور پر اس کتاب کو دیکھ سکے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ لائق مصنف نے بہت محنت اور کوشش سے واقعات کو جمع کیا ہے اور عمدہ طور پر ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جہان ترکون کی بہادری اور دیانت داری کا پتہ لگتا ہے وہان یونانیون کی چالاکیون اور شورہ پشتیون کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ بہرحال یہ کتاب پڑھنے کے قابل ہے قیمت عہ مصنف سے ملسکتی ہے۔

برق اسلام۔ لزاریہ و دہرم پال کے ترک اسلام کا جواب ایڈیٹر الوار الاسلام کے قلم سے شایع ہوا ہے۔ آریون کے ساتھ قلمی مقابلہ مین الوار الاسلام عرصہ سے اچھا کام کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے اسکو خاص مہارت حاصل ہے اگرچہ ہمین افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خوشہ چین ہے لیکن کبھی اس کا نام نہین لیا۔ اور اسطرح وہ ایک شہادت حقہ کے چھپانے کا خطاکار ہے۔ یہ رسالہ ۳۲ جزو پر شایع ہوا ہے اور قیمت صرف ۴ر۔ رکھی ہے جو اصل لاگت کے برابر ہے۔

ترک وید جو حصہ اسمین لگایا گیا ہے بہت لطیف ہے۔ البتہ دیباچہ ہم نے پسند نہین کیا جو **ذاتیات** پر نوک جھونک ہے۔ تاہم یہ کتاب قابل قدر ہے۔ اور کثرت سے شایع ہونی چاہیئے مصنف سے درخواست کرنے پر ملسکتی ہے۔

اتحاد اور دلگداز۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے رسالہ اتحاد ہندرہ روزہ اور دلگداز رسالہ ماہواری پر شایع کرنے شروع کئے ہین **اتحاد** کے اغراض و مقاصد ہندو مسلمانون مین اتحاد و یکجہتی پیدا کرنا ہے اور دلگداز کی وہی شان اور آن ہے جو پہلے تھی اور جس غرض کے لئے وہ پہلے جاری ہوا تھا وہی اب بھی مقصود ہے دونو کی قیمت چار روپیہ سالانہ ہے۔ مولویصاحب موصوف سے درخواست کرنیپر جاری ہوسکتی ہیں۔

گولڈن ٹریژری پرائمر۔ قاضی محمد جلال الدین صاحب مرادآبادی بہت سی مفید کتابون کے مولف ہین۔ یہ کتاب بھی انکی ہی تالیف ہے جو انہون نے انگریزی خوان مبتدیون کے لیے تیار کی ہے جسمین تدریجا طالب علم کو ترقی کرنے کے اصول پر سبق تیار کئے گئے ہین اور ساتھ ہی روزانہ کاروبار خط کتابت اور تار نویسی وغیرہ امور کے نمونے دیئے گئے ہین یہ کتاب ان لوگون کیلئے جو بطور خود انگریزی پڑھنا چاہتے ہین مفید ہے۔ قیمت ۵ر محمد زمان برادر زمرادآباد سے ملیگی۔

تاج و نشان۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو کے واسطے لکھی گئی ہے اس کے جدت پسند مولف کی تالیفات سے متعدد کتابین ہین جنمین سے ایک گنج شائگان بھی ہے۔ یہ کتاب ہر قیمت پر نیر اعظم بک ایجنسی مرادآباد سے مل سکتی ہے۔ گو قیمت زیادہ کہی جا سکتی ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے یہ کتاب قابل قدر ہے اس کے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے۔

دیباچہ۔ تاج۔ معرکہ۔ تاج شاہان ایران۔ پیشوادیان۔ کیانیان۔ ساسانیان۔ سامانیان۔ غزنویان۔ خوارزمیان۔ چنگیزیان۔ تیموریہ۔ صفویہ۔ افشاریان۔ قاجاریان۔ تاج شاہان روم۔ قبل از اسلام۔ سلاطین عثمانیہ۔ شاہان و امرا انگلستان۔ شاہان روس و متفرق سلاطین یورپ۔ شاہان اودھ۔ و متفرق شاہان ہندوستان۔ سلاطین تیموریہ۔ شاہزادگان تیموریہ ہندوستان۔ بیگمات شاہان تیموریہ۔ تاج شاہان مختلف متعلقہ ہندوستان۔ متفرق و مختلف تاج سلطنتون کے شاہی فوجی و متفرق نشان۔ فوجی وردیون کے نشان۔ سلطنتون۔ بادشاہوں اور رؤسا کے نشانات۔ تاج۔ نشانات و معرکہ جو بعد کو دستیاب ہوئے۔ سلطنتون کے پھریرے اون کی رنگینی۔ والیان ریاست و مشاہیر ہندوستان کے مخصوص نشان۔ قطعات تاریخ۔ ضمیمہ کتاب۔ تاج و نشان متفرق

مسیح موعود کی تعلیم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)
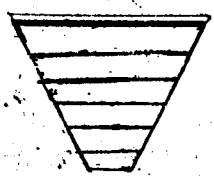
یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانیوالا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے مین پڑتے گئے اور روحانیت ان مین باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل مین ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلی عظیم جس کا قرآن شریف مین بھی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ مین انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیون کیطرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا مین ہی اپنے پڑہنے والون کو یہ دعا سکہلائی اور یہ امید دی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنے ہمین اپنی ان نعمتون کی راہ دکہلا جو پہلون کو دکہلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتین بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہین وہ نعمتین دینا چاہتا ہے جو پہلون کو دی تہین۔ کیا اس نے بنی اسرائیل کا ملک اور بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہین عطا نہین کیا جو آجتک تمہارے قبضہ مین ہے پس اے سست اعتقاد و اور کمزور ہمتو کیا تمہین یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام املاک کا تمہین قائم مقام کر دیا مگر روحانی طور پر تمہین قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے خدا نے ان کے روحانی جسمانی متاع و مال کا تمہین وارث بنایا مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ جبتک ... کہ قیامت آجاوے خدا تمہین نعمت وحی الہام اور مکالمات اور مخاطبات الہیہ سے ہرگز محروم نہین رکہے گا وہ تم پر وہ سب نعمتین پوری کرے گا جو پہلون کو دی گئین لیکن جو شخص گستاخی کی راہ سے خدا پر جہوٹہہ باندہیگا اور کہیگا کہ خدا کی وحی میرے پر نازل ہوئی اور یا کہے گا کہ مجہے شرف مکالمات اور مخاطبات الہیہ کا نصیب ہوا حالانکہ نہین نصیب ہوا تو مین خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ رکہہ کر کہتا ہون کہ وہ ہلاک کیا جاوے گا کیونکہ اس نے اپنے خالق پر جہوٹہہ باندہا اور فریب کیا اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی سو تم اس مقام مین ڈرو لعنت ہے ان لوگون پر جو جہوٹی خوابین بناتی ہین اور جہوٹے مکالمات اور مخاطبات کا دعوے کرتے ہین گویا وہ دل مین خیال کرتے ہین کہ خدا نہین پر خدا کا عقاب ان کو سخت پکڑے گا اور ان کا بُرا دن ان سے ٹل نہین سکتا۔ سو تم صدق اور راستی اور تقوے اور محبت ذاتیہ الہیہ مین ترقی کرو اور اپنا کام یہی سمجہو جبتک زندگی ہے پہر خدا تم مین سے جسکی نسبت چاہیگا اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بہی مشرف کریگا تمہین ایسی تمنا بہی نہین چاہیئے تا نفسانی تمنائی کی وجہ کر سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہین۔ پس تم خدمت اور عبادت مین لگے رہو تمہارے تمام کوشش اسی مین مصروف ہونی چاہیے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین مین ترقی چاہو نجات کے لئے نہ الہام نمائی کے لئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکہے ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جہوٹ نہ بولو کہ جہوٹ بہی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتون کو مت دیکہو اور بجز اس کے دیکہنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکہو نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹہوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہیے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکہہ خوابیدہ رہے تجہے اسکی صورت کی کچہہ بہی خبر نہ ہو مگر اسی قدر جیسا کہ ایک دہندلی نظر سے ابتداء نزول الماء مین انسان دیکہتا ہے۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ اتنی شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجہے خدا کی راہ نہین ملیگی اور خدا تجہہ سے ہمکلام نہین ہوگا۔ اور نہ پلیدیون سے پاک کریگا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو۔ قرآن تمہین فقط انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ اپنے بہائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تہام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ پر بہی عمل کر اور دوسرون کو بہی کہتا رہ کہ ایسا کرین اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بہائیون کو وصیت بہی کر۔ اور قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر یک ناپاکی پر صبر کر اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ قرآن کا یہ منشا ہے کہ ناپاک پاک کے ساتہہ رہ نہین سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہین کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگون کو دیکہتی ہے اور ان سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صادر ہوتے ہین گو ابہی تکمیل نہین ہوئی۔ اور غیر کو اپنی برہنگی دکہلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکہتا ہے اس سے وہ بیزار ہے تو اگر وہ باز نہ آوے تو تو اسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال مین تجہہ سے علیحدہ ہو گئی اب تیرے جسم کا ٹکڑہ نہین رہی۔ پس تیرے لئے اب جائز نہین ہے کہ تو دیوثی سے اس کے ساتہہ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہین ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بہی گندہ کر دے اور تو مر جاوے اور قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ ہرگز قسم نہ کہا بلکہ بیہودہ قسمون سے تمہین روکتا ہے کیونکہ بعض صورتون مین قسم فیصلہ کیلئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہین چاہتا کیونکہ ایسے اسکی حکمت تلف ہوتی ہے یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر مین گواہی نہ دے تب فیصلہ کیلئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹہرانا ہے۔ اور قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ یعنی بدی کا بدلا اسیقدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر یک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہیئے اور چاہیے کہ انتقام اور عفو کی سیرت پابندی محل اور مصلحت ہو نہ بیقیدی کے رنگ مین یہی قرآن کا مطلب ہے اور قرآن انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ اپنے دشمنون سے پیار کر بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیے کہ نفسانی رنگ مین تیرا کوئی بہی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا سو تو ایسون کو بہی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکہہ اور چاہیے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکہے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائین اور اس بارے مین فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتہہ پیش آیا کرو پہر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ ان سے بہی نیکی کرو جنہون نے تم سے کوئی نیکی نہین کی۔ پہر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتہہ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائین اپنے بچون سے پیش آتی ہین کیونکہ احسان مین ایک خود نمائی کا مادہ بہی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنیوالا کبہی اپنے احسان کو جتلا بہی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبہی خود نمائی نہین کر سکتا پس آخری درجہ نیکیون کا طبعی جوش ہے جو ماں کیطرح ہو اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بہی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اس کی نعمتون کو یاد کرکے اس کی فرمانبرداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اس کی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اس کو دیکہہ رہا ہے اور خدا سے ایتاء ذی القربے یہ ہے کہ اس کی عبادت نہ تو بہشت کے طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بہی جوش محبت اور اطاعت مین فرق نہ آوے اور انجیل مین لکہا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کرین ان کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچہہ بہی نہ کرو تم اپنے دل کو جو خدا کی تجلیات کا گہر ہے فتوے کے لئے چہوڑ دو ایسے شخص کے ساتہہ کیا معاملہ چاہیئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل مین ڈالے کہ لعنت کرنے والا قابل رحم ہے اور آسمان مین اس پر لعنت نہین تو تم بہی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہین ٹھہراتا اور تمہارے دل مین ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہین چاہی اور کسی نبی نے اس کو لعنت سے آزاد نہین کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت مین جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیان جہوٹی ہین اور بہتیری لعنتین اپنے ہی پر پڑتی ہین سنبہل کر قدم رکہو اور خوب پڑتال کرکے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندہے ہو ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاوین۔

(باقی آئندہ)

خدا کی ہستی ۱۴

والدین کا ایک عزیز بچہ ہے جو نہایت ناز و نعم سے اُن کے کنار تربیت مین پلا کر اسکے بجگہ سوتیلے بہائی ہین جو برداشت نہین کر سکتے کہ والدین کا التفات اور نظر شفقت اسکی طرف اُن سے زیادہ مبذول ہو۔ وہ آپسمین مشورہ کرتے ہین کہ اسے ایسی دور جگہ پھینکدین جہان وہ بغیر کسی متکفل اور ولی کے ہلاک ہو جاوے اور اس کے بعد اس کا وجود ان کی رقابت اور رشک کی آگ کو اشتعال دینے والا نہ رہے اور والدین کی محبت سوچی انہین کیطرف مایل ہو جائے۔ آخرکار لطایف الحیل سے وہ اس معصوم لڑکے کو جنگل مین دور لیجا کر ایک کنوئین مین پھینکتے ہین۔ اسوقت یہ نظارہ قابل دید ہے کہ ایک معصوم لڑکا جسکی نظر بجز اپنے والدین کی گود کے یا ارد گرد کی چند محدود چیز دن کے اور کسی وسیع چراگاہ مین کبھی چرنے کیلئے چھوڑی نہین گئی اور اس صغر سنی کے ساتہہ وہ زمانہ کی نشیب و فراز سے بہی بہت ناواقف اور سادہ بچہ ہے عام نگاہ کیا توقع کر سکتی ہے کہ اس تاریک کنوئین مین اُسے کسحالت مین دیکہے ظاہر ہے کہ اگر ایک معمولی بچہ ہے تو اُسے بہت جلد تڑپ تڑپ کر اور سسک سسک کر جان دیدی چاہئے۔

لیکن خدا کی کتاب مین جسے ہم خدا کی کتاب نہ صرف تحکم سے کہتے ہین بلکہ اسلئے کہ وہ ایسے حکیمانہ واقعات کو اپنے اندر رکہتی ہے اور ان سے اپنے عظیم الشان لانیوالے کے ثبوت نبوت کیلئے نشان پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب مین لکہا ہے کہ اس بھیانک اور خوفناک منظر مین اسے ایک آواز آئی۔ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون۔ مین تجھے قسم کھا کر یقین دلاتا ہون کہ تجھ پر ایک وقت آنیوالا ہے کہ تیری پوزیشن اس رفعت اور اس پایہ کی ہوگی کہ تو اپنی شان و شوکت اور جلال مین ان لوگون کو جنہون نے تجھ پر یہ مفسدانہ کارروائی کی ہے۔ انکی اس شرارت اور مفسدہ کی خبر دیگا اور وہ اپنی پستی اور ذلیل حالت اور تیری شوکت اور جلالت کے سبب تجھے نہین پہچانتے ہون گے۔

اب یہان ہر ایک سلیم الفطرت کو غور کرنی چاہئے کہ یہ کیسی آواز ہے اسکی کس وجہ سے فکر کرنی چاہئے۔ اول یہ کہ آیا وہ آواز اس معصوم بچہ کے توہمات اور تخیلات یا تجارب اور نظریات کا ثمر خوش تہی۔ دوم یہ کہ آیا وہ باللفظ پوری ہوئی۔ یا ایک فضول گپ کیطرح ہوا مین ملگئی۔

خدا کی کتاب نے اس ترکیب اور اسلوب عبارت مین اپنی الوہیت کا جلال اور اپنا ہمہ علم اور ہمہ قدرت ہونا ثابت کرنے کیلئے لفظ لتنبئنھم کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد کیا جس سے غرض یہ ہے کہ یہ اخبار غیب قطعی اور یقینی ہے + یہ ترکیب خود اپنی ذات مین ذرا سے تامل کے ساتہہ اسطرف رہنمائی کرتی ہے کہ یہ آواز اس بچہ کے اندر سے پیدا ہوئی نہین اسلئے کہ اسکا منشا یہ ہے کہ یقیناً اور قطعاً ایسا وقت آنیوالا ہے اور کوئی چیز اسکو ٹال نہین سکتی کہ تو کامیاب ہوگا اور تیرے بدسگال دشمن تیری آنکھوں کے سامنے ذلیل ہونگے۔ ہمارے پاس اس بات کا تصور کرنے کیلئے کوئی وجہ نہین اور نہ عقل سلیم ایک لحظ کیلئے بہی اس تصور کو گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اس آواز کو اس بچہ کا توہم یا اسکے کسی تجربہ اور فراست کا نتیجہ قرار دین۔ واقعات نے ہمین ثابت کر کے دکہا دیا ہے کہ یہ آواز اس ہستی کیطرف سے اس ناتوان بے علم بچہ کے کان مین آئی جو عالم کی تصریف اور تصرف پر قادر ہے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے ہمین آیندہ دیکہنا چاہئے کہ اس قادر مطلق آواز دہندہ نے اس عالم کون و فساد مین واقعات کو کسطرح اپنے منشا کے مطابق ترتیب دیا۔ اصل مقصود تو یہ تہا کہ اس مہجور و مخذول بچہ پر ایک زمانہ ایسا لایا جائے کہ وہ کامیابی کے تخت پر تاج عزت پہن کر بیٹھا ہو اور اسکے دشمن اسکے سریر شوکت کے آگے دست بستہ کہڑے ہون اس غرض کے سرانجام دینے کیلئے جسقدر انقلاب اور تغیرات ظہور مین آئے وہ صاف طور پر ہمین یقین دلاتے ہین کہ یہ تمام کارروائی اس ہمہ علم اور ہمہ قدرت پاک ذات کی ہے جو اپنے منشا کے مطابق عالم کی تغیر اور تبدل پر ہر آن اور ہر شان مین قادر ہے۔ یہ خاندان جسکا ممبر یہ معصوم بچہ اور اس کے بداندیش دشمن ہین کنعان کا رہنے والا ہے۔ ان کے گرد و پیش اسوقت ایک ہی ملک تہا جو ہر قسم کی امید اور بیم کا مرجع تہا۔ یہ لوگ اپنے پاس کسی قسم کی حکومت اور شوکت نہین رکہتے تہے لیکن اس پیشگوئی کے موافق ضروری تہا کہ یہ بچہ کسی زبردست حاکمانہ رنگ مین جلوہ گر ہو اسکے لئے بجز اس کے اور کوئی تدبیر نہین ہو سکتی تہی کہ مصر کی عظیم الشان سلطنت مین اسے اقتدار اور جلال حاصل ہو۔

اب ہم دیکہتے ہین کہ واقعات اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کسطرح اپنی ایچا پیچی اور لمبائی سے سکڑ کر ایک ایسے مرکز پر آکر ٹھہرتے ہین کہ جس سے یہ غرض بخوبی حاصل ہو جائے۔ مصر کا ایک قافلہ جو کسی غرض کے لئے دور دراز سفر کو نکلا ہوا ہے اس کنوئین کے پاس فروکش ہوتا ہے جہان یہ بیکس بچہ پڑا ہے ان کا ایک فرد پانی کی تلاش مین اس کنوئین پر آتا ہے لیکن بجا اس کے کہ وہ صرف حقیر اور بیمیز پانی کو پاتا اور لی کر بہت جلد اسے بہول جاتا ایک ایسی گران بہا دولت اسے ملتی ہے کہ جس کے احساس سے وہ چیخ اُٹہتا ہے کہ یا بشریٰ ھذا غلام۔ اللہ اللہ یہان تو ایک خوبصورت لڑکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قافلہ اس لڑکے کو مصر مین پہونچاتا ہے اور آخرکار بعد بہت سے انقلابات کے مصر کی گورنمنٹ مین نہایت ہی ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر منصوب کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکہتے ہین کہ کنعان مین غلہ کی مصیبت اس سختی سے واقع ہوئی کہ کنعانیون کو بجز اس کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ زندگی کے بقا کیلئے مصر کیطرف رجوع کرین۔ اگرچہ ان دنون مین مصر اُن ملکون کے۔ یہ تجارت غلہ کی ایک بڑی مشہور منڈی تہی اور کنعان اور اسکے نواح کے لوگ غلات کیلئے وہین آیا کرتے تہے مگر یہ ناز پروردہ اسرائیلی خاندان بہت کم اس سفر کیلئے مجبور ہوتا تہا۔ الحاصل حضرت اسرائیل کے گیارہ بیٹے اپنے باپ سے رخصت لیکر غلہ کی تجارت کیلئے مصر مین آتے ہین اسوقت تک ان کو کوئی علم نہین کہ ان کے لئے مصر مین کیا مقدر ہے وہ اس پر از بیداد کارروائی کو اپنے تہے مظلوم بہائی کی نسبت زمانہ کی درازی کے سبب لوح حافظ سے بکلی مٹا چکے ہوئے ہین اور اپنے اعمال کے نتائج کی ذرا بہی پروا یا توقع نہین رکہتے وہ اپنے زعم مین اس امید سے لبریز ہین کہ وہ مصر مین اپنی اغراض کے حاصل کرنے کیلئے جاتے ہین اور بہت جلد دامن مقصود کو ہر مراد سے بہر کر اپنے والد کی حضور مین حاضر ہون گے۔ مگر وہان ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو انکی امیدون اور گمانون مین کبہی آ نہین سکتا تہا۔ خدا تعالیٰ کا حکیمانہ ارادہ چند واقعات کے واقع ہونے کے بعد انہین ایک ایسے عظیم الشان شخص کے سامنے لا کر کہڑا کرتا ہے جسے وہ تو نہین پہچانتے مگر وہ انہین جانتا ہے اسوقت کی کیفیت اور نظارے کو دل کی کیفیات اور قدرتون سے بہری ہوئی کتاب کا مطالعہ کرنیوالا ہی بہت سمجھ سکتا ہے جبکہ اس موجودہ وقت کے باجلال گشنر یوسف ابن یعقوب نے اور اس پرانے وقت کے کنوئین مین پھینکے ہوئے ناتوان بے بس معصوم بچے نے جس کے کان مین وہ دلربا آواز آئی تہی۔ لتنبئنھم بامرھم ھذا۔ اس موجودہ وقت کے عاجز مگر کسی پرانے وقت کے مغرور ناعاقبت اندیش گروہ کو بجواب اُن کے اس قول (ءانک لانت یوسف) کے کہا۔

قال انا یوسف وھذا اخی قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ ہان مین یوسف ہون اور یہ میرا بہائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس رتبہ پر ہمین پہونچایا۔ اللہ کا یہ ایک قانون قدرت ہے کہ وہ متقی اور صابر کو کبہی ضایع نہین کرتا۔

ان واقعات مین اس رنگ اور پہلو سے غور کرنی چاہئے کہ انسان کی منصوبہ بازی اور تدبیر کیا مقاصد اپنے سامنے رکہتی ہے اور ان مقاصد کے بہم پہونچانے کیلئے ایسے سامان اور مواد پیدا کرتی ہے کہ جنپر اس مقصود مشہود کے حاصل ہو جانے کے لئے قطعی کارگر ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا بلفظ دیگر یون کہو کہ ایک میکر لیٹ عام تجربہ اور استقرار کی بنا پر علت و معلول کے صحیح سلسلہ کو مدنظر رکہکر وہ اسباب اور مواد بہم پہونچاتا ہے کہ جنکی نسبت اسکا پورا تجربہ اسکو ہمیشہ مفید ہونیکا یقین دلا چکا ہے۔ لیکن باین ہمہ ایسے علل اور اسباب پیش آجاتے ہین جو اسکی تمام ساختہ پرداختہ کو خاک مین ملا دیتے ہین یہان اس واقعہ مین غور کرو اسرائیل کے فرزند اپنے سوتیلے بہائی یوسف کے استیصال کیلئے وہ تمام تدبیرین کر چکے ہین جو مادی انسان کر سکتے ہین اور فی الحقیقت ایسی ہی تدبیرین کسی مخالف کے ہلاک کرنے کیلئے دنیا مین ہوا کرتی ہین اور ہزارون واقعات گذرے ہین جنہون نے ان تدبیرون کے کارگر اور مفید ہونے کے ثبوت بہی دیئے ہین مگر وہ کیا بات ہے جو ان تمام منصوبون اور کارروائیون کا تار و پود درہم برہم کر دیتی ہے یہ ظاہر بات ہے کہ واقعات قانون قدرت مین ایسی باتونکی نظیرین بہت ملتی ہین اور ان سب مین ہم بڑی حکومت اور پورے زور سے یہ دعوی کرتے ہین کہ ایک قادر ہمہ علم ہستی ہے جو اجازت نہین دیتی یا اسکی غیرت اس بات کو روا نہین رکہتی کہ انسان ذرات کون و فساد پر متصرف ہو کر ہمہ قدرت اور ہمہ ہستی بنجائے۔ مگر اس جگہ ایک بڑی عظیم الشان بات ہے جو علوم نظریہ کی طرح دقیق اور حیرت انگیز نہین بلکہ ایک بدیہی امر ہے اور وہ ہے قبل از وقت ایک پیشگوئی اور دعوے کا موجود ہونا ایسے وقت مین جبکہ دنیا کی کوئی فراست کوئی حدس کوئی تخمین کوئی استقرار کوئی تجربہ حکم نہین لگا سکتا کہ واقعات عالم اس مدعی کے پاؤن اسیطرح چوم لینگے جسطرح اس دعوے کے لفظون سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ساری کارروائی مین بڑی دلچسپ بات جو خدا تعالیٰ کی ہستی کی بین دلیل ہے۔ یہی ہے کہ زمین کے فرزندون نے ایک منصوبہ کیا اور اس مین اس آواز کے منطوق کے موافق جو جلالی پیشگوئی سے بہری ہوئی تہی اور ایک ناتوان اور بے سامان بچہ کے منہ سے نکلی تہی نامراد اور ناکام رہے۔

قرآن شریف مین یہ واقعہ بطور پیشگوئی کے لکہا گیا ہے۔ اس قصہ یوسف سے یہ غرض ہے

کہ کوئی شخص بحد ود اور سرسری نگاہ سے اسکیطرف التفات نہ کرے مگر جب اس زمانہ کے واقعات اور لوازم پیش نظر رکھے جائین جبکہ ملہم کے منہ سے یہ پُر زور لفظ نکلے تو بے اختیار اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ عالم الغیب متصرف عالم خدا کے الفاظ ہین جن دنون مین یہ وحی یا غیب کی بات اس کتاب مین لکھی گئی یہ مصنف ایسے گمنامی کے گوشہ مین زندگی بسر کرتا تہا کہ قرب وجوار کے بہت سے لوگ بہی اسے نہ جانتے تہے۔ نہ وہ ان دنون مین گوشۂ تنہائی کی لذت اور راحت کے سبب کسی کو دیکہنا پسند کرتا تہا اور نہ اس نے اپنے گرد و پیش کوئی ایسا دلچسپی کا سامان جمع کر رکہا تہا کہ کسی کے دل مین اس کے دیکہنے کی کشش یا خواہش پیدا ہوتی۔ لیکن بتدریج اس پر ایسا وقت آیا کہ جسنے اس اخبار غیب کو حرفاً پورا کیا اور آج ایک عالم اپنی آنکہون سے اسکی سچائی کا بے اختیار اعتراف کرتا ہے۔ اس کے مطابق اور ہم پلہ اسی کتاب مین ایک دوسری وحی درج ہے لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی خدا کی مخلوق سے تکبر اور تحقیر سے پیش نہ آنا اور خلقت کی کثرت اور ہجوم سے ملول اور دلگیر نہ ہونا۔ اس نادر اور عجیب آواز پر خود اس آواز کا یہ وحی صاف بتاتی ہے کہ یہ شخص ایک وقت مین خلق اللہ کا مرجع و مآب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب اس خبر غیب کی سچائی کے اتنے گواہ ہین کہ جن کا گننا نہایت مشکل ہے پہر اسی زمانہ مین اس کتاب مین ایک اور وحی درج ہوئی جس نے بڑی صفائی اور قوت کے ساتہ ان تمام انقلابات اور فتن کی خبر دی جو مدتون سے عجیب ترتیب سے اس شخص کی زندگی مین واقع ہو رہے ہیں۔

اسیطرح امرتسر کے مقام مین عیسویت کے ایک بڑے نامی زعیم اور کورکل کے ساتہ پندرہ دن مباحثہ کرنے کے بعد جبکہ علمی رنگ مین اسلام کی سچائی کے دلائل کے بیان کرنے سے فارغ ہو چکا یہ پیشگوئی کی کہ خدائے عالم الغیب اور قادر نے مجہے اطلاع دی ہے کہ اسلام اور بانی اسلام کے منجانب اللہ ہونے اور خدائے اسلام کے حی قیوم وقادر مطلق خدا ہونے کا ثبوت اور عیسویت کے مردہ مذہب اور بے برکت ہونے اور یسوع مسیح کے ایک ضعیف اور بیکس انسان ہونے اور خدائی کے صفات مین سے اس کے قطعاً حصہ دار نہ ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ میرا حریف مقابل پندرہ مہینے کے عرصہ مین بشرطیکہ اس اثنا مین حق کیطرف رجوع نہ کرے اس جہان سے رخصت ہو جائیگا۔ یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے جو مسلمان اور عیسائیون کے ایک بڑے مجمع مین روز روشن مین کی گئی۔ اسوقت ان الفاظ کی عظمت اور ہیبت جو سامعین کے قلوب پر طاری ہوئی اسکا صحیح اندازہ حاضرین کے سوا دوسرا شخص کم کرسکتا ہے اگرچہ اس وقت بہی بعض ایسے دل تہے جو ان الفاظ کی قوت اور متکلم کی جمعیت بالمن اور بے سامانی ظاہری اور وجاہت کو مطالعہ کرکے یقین کر آئے کہ یہ الفاظ ایک ضعیف بعلم اور محدود الطاقت انسان کے نہین ہو سکتے۔ مگر آخر کار ہر ایک کی اور باریک نظر کے سامنے بدیہی طور پر اس پیشگوئی کا نظارا واقع ہوا۔ اس پیشگوئی مین اصل غرض اور رسید اور مقصود ایک شخص کی موت ہی جو انسانی علم اور قیاس اور حدس سے بالاتر پیش گوئی تہی لیکن محدود اور کم اندیش عقلون کے نزدیک پہر بہی اس دعوے مین ایک التباس ممکن تہا کہ کوئی شخص یہ قیاس کرتا کہ پیش گوئی کرنیوالا ایک حاذق طبیب ہے اور حریف مقابل گو بالفعل چست چالاک ہے۔ مگر بوڑہا ہے اسلئے نہایت قرین قیاس ہے کہ بعض آثار اور قرائن سے جو کسی علم کی بنا پر پیشگوئی کرنیوالے کے نزدیک مبین ہون۔ اور دوسرون کے نزدیک مخفی یہ دعوے کیا گیا ہو۔ مگر اس دوسرے شق نے جو ایک الگ اور ایسی ہی زبردست پیشگوئی تہی یہ ثابت کر دیا کہ یہ ساری باتین خدائے عالم الغیب کیطرف سے تہین ایک شخص کی نسبت جو ایک مذہب کا مسلم وکیل اور ساری عمر اس کی طرف سے غیر قومون کے ساتہ بحث کرنے والا اور اپنی قوم مین دیانت امانت اور اتباع مذہب مین مشہور تہا۔ اسکی نسبت یہ دعوے کرنا کہ ہلاکت تو بہرحال اسکیلئے مقدر ہے اور وہ ضرور مریگا۔ مگر ایک وقت اس اثنا مین اسکی زندگی مین ایسا بہی آئیگا کہ اس سچائی کا جو اس کے مقابل مدعی نے اپنے پرزور پر تحدی الفاظ مین اس کے سامنے پیش کی ہے اس پر رعب پڑیگا اور وہ برخلاف اپنے عقیدے کے اپنے ایمان مین متزلزل اور متردد ہو کر ایک خام شکی کیطرح بزدل ہو جاویگا اور اس انسان خدا پر جسے وہ آلفا اومیگا کہتا تہا اس کا ایمان نہ رہے گا۔ اسلئے وہ چند دن کیلئے اس سزائے موت سے بچ رہیگا۔ چنانچہ آخر کار اس لمبی دوڑ مین جو عجیب نظارون کے ساتہ واقع ہوئی۔ یہ ثابت ہوگیا کہ اس نے اس استقامت اور استقلال سے جو عیسوی مذہب پر ایمان اور انسان خدا پر توکل کرنیکے سبب ایسے چاہیے تہی۔ اپنے تئین بالکل بے بہرہ ثابت کر دیا۔ اس نے دوست دشمن پر اپنی سہگروانیون اور پریشانیون اور شہر بشہر نقل مکان کرنے اور کسیطرح بہی کسی اپنے حامی و ناصر سے تسلی نہ پانے سے ثابت کر دیا کہ اسکے دل پر اس پیشگوئی کی سچائی نے بڑے زور سے ہتہوڑا مارا تہا۔ آخر کار چونکہ وہ اصل سچائی کے اختیار کرنے سے جس کا مقصد اسلام پر برہنہ طور پر ایمان لانا تہا محروم رہا وہ خدا تعالےٰ کی اس ہیبت ناک گرفت سے مخلصی پا سکا جسکی نسبت پیشگوئی مین خبر دیگئی تہی خدا کی پیشگوئی کی سچائی پر دشمنون نے پردہ ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ جبکہ انہون نے اپنے ضمیرون اور واقعات کے خلاف یہ مشتہر کیا کہ اس نے حق کیطرف رجوع نہین کیا۔ یعنی وہ عیسویت پر ایمان اور توکل مین مستقیم الحال رہا۔ مگر پیشگوئی کرنیوالے نے جو غیبی طاقتون سے معمور تہا۔ ان بے دلیل دعوون کے مقابل مین سکوت اختیار نہ کیا۔ اس نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتہ یکے بعد دیگرے چار اشتہار دیے جنمین ایکہزار سے چار ہزار تک روپے کا انعامی وعدہ تہا۔ اس شرط پر کہ عبداللہ آتہم جو اس پیشگوئی کا نشانہ تہا ایک مجمع مین کہڑا ہو کر بقسم کہدے کہ اس نے حق کیطرف رجوع نہین کیا۔ اس سے دو باتین حاصل ہونگی ایک یہ پیشگوئی کرنیوالے کی مسلم اور مشہود وجاہت اور اس کے تمام دعاوی ہمیشہ کیلئے خاک مین ملجا ئینگے اور لگا اسے زرکثیر کے نقصان کا متحمل ہونا پڑے گا لیکن عبداللہ آتہم جو اپنی بساط اور کائنات سے پورا واقف تہا قسم کہانے اور میدان مین نکلنے کی جرأت نہ کر سکا اور یون ان تمام الفاظ کی سچائی پر اور خدا کی ہستی کے ثبوت پر ابدی مہر لگا کر اس جہان سے رخصت ہوا۔

ایک اور واقعہ جو ملک پنجاب اور ہندوستان مین باوجود سات برس کے گذر نے کے ابتک ہزارہا کانون مین زندہ اور تازہ گونج رہا ہے یہ ہے کہ آریہ قوم مین ایک شخص لیکہرام نے جو اسلام کے خلاف بڑی تیز زبانی اور بیباکی سے بولتا تہا اس خدا کے نبی سے درخواست کی کہ اگر اس کا دعوے سچا ہے اور وہ خدا سے ہمکلام ہوتا ہے اور اسلام سچا مذہب ہے تو اسے بہی کوئی بین نشان دکہایا جاوے مرزا غلام احمد نبی اللہ نے عالم الغیب قادر مطلق خدا کیطرف توجہ کی۔ خدا نے فرمایا کہ یہ شخص چہہ برس کے عرصہ مین عذاب اور سختی کے ساتہ ہلاک ہو جائیگا۔ یہ ممکن تہا کہ کوئی رحمت اور فضل کا نشان ایسے موقعہ پر دیا جاتا جو اس شخص کیلئے حق کیطرف ہدایت کا موجب ہوتا۔ مگر اس شخص کی ثابت شدہ سنگدلی اور بدزبانی اور دلآزاری جزا کے مطابق کی سنت کے طور پر تقاضا کرتی تہی کہ اس کے وجود کے ذریعہ سے ایک ایسا نشان ظاہر ہو جو طبایع پر ایک زلزلہ اور رعب ڈالدے آخر جبکہ مقررہ میعاد کے گذرنے مین بہت تہوڑا عرصہ باقی رہگیا تہا آریہ سماج کا مشہور قوی مضبوط الجثہ اور تیس برس سے کچہہ اوپر عمر کا نوجوان لیکہرام لاہور مین شہاب اسیطرح مارا گیا جسطرح پیشگوئی کے حرف دعوے کرتے تہے۔ جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہین کہ خدا کے کلام مین جو اس شخص کی نسبت نازل ہوا۔ اسکی بہیانک موت وقت موت اور طرز موت کا ایک عرصہ پہلے وہی نظارا دکہایا گیا تہا جسے وقوعہ کیوقت حاضر اور ناظر لوگون نے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ پیشگوئی کے ان اشعار مین جو ذیل مین درج کئے جاتے ہین ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمد
الا اے منکر از شان محمد
ہم از نور نمایان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیابنگر ز غلمان محمد

بترس از تیغ بران محمد مین ایک لاشہ کی تصویر دکہی ہے جسکی انگشت سبابہ اشارہ کرتی ہے اس عنوان کیطرف "لیکہرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی"۔ اس شخص کی موت نے آریہ سماج کے گہرون مین وہ ماتم اور شیون برپا کیا جس کا بیان کرنا مشکل ہے تمام پنجاب مین اسطرف سے اسطرف تک ایک شور پڑگیا اس لئے نہین کہ وہ ایک آریہ سماج کا ممبر تہا بلکہ اس لئے کہ وہ آریہ سماج کے جدید مذہب اور تازہ جوشون اور نئے دعوون کا لا نظیر حامی اور مؤید اور مجسم تصویر تہا آریہ سماج کو اس بات کے احساس نے بہت تکلیف دی کہ ان کے مذہب کے مخالف غلام احمد نبی اللہ کی پیشگوئی کے مطابق لیکہرام کا مرنا ان کے مذہب کی خوفناک ذلت اور رسوائی کا باعث تہا اس لئے انہون نے اس کے بعد قاتل کی تلاش مین ان تمام انسانی زورون اور ذریعون کو استعمال کیا جو ایک طاقتور اور نو دولت قوم ایسے موقعہ پر کرسکتی ہے اس کے علاوہ رحمدل اور فیاض گورنمنٹ نے بہی ان کی مدد مین کوئی دقیقہ اٹہا نہ رکہا مگر تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا کوئی سراغ نہ لگا۔ اگرچہ گورنمنٹ اور پہر انگلش گورنمنٹ جو رعایا کے حالات کے جاننے مین تمام دنیا کی گورنمنٹون سے زیادہ باخبر اور تیز بین ہے خوب جانتی تہی اور جانتی ہے اور اس بات کے لئے اس کے پاس کافی ذریعے ہین کہ مرزا غلام احمد علاوہ اس کے کہ ایک مسلم پاک زندگی بسر کرنیوالا بے شر انسان تہا جس کا دعوے اور نیا دعوے یہ تہا کہ وہ عالم مین پاکیزگی امن اور صلح اور خدا سے سچا تعلق اور بنی آدم سے پاک محبت پہیلانے کے لئے مامور ہوا ہے۔ اور اس کا خاندان یعنے اس کا باپ اور بہائی گورنمنٹ کے نزدیک وفاداری اور جان نثاری مین مسلم تہے۔ اور اس لئے گورنمنٹ کو اس خوفناک قتل کے متعلق شبہ کرنے کی کوئی گنجائش تہی کہ اس کا بانی مرزا غلام احمد صاحب ہو سکتے ہین لیکن ظاہری قانون کی پابندی ایک فرقہ رعایا کے استغاثہ کی تائید نے گورنمنٹ کو

کہ حامل قرآن علیہ صلوات الرحمان بھی یوسف کیطرح ایسے ہی واقعات مین مبتلا ہوگا یعنی اسکا آغاز اور انجام بلاتفاوت یوسف کیطرح ہوگا یہ قصہ ایک پیشگوئی کرنیوالے پر ایسے وقت مین وحی کیا جاتا ہے یا یون کہو کہ ایسے وقت مین اس پیرایہ مین وہ اپنے حال کی نسبت پیشگوئی کرتا ہے جبکہ وہ بھی یوسف کی طرح اپنی قوم اور بھائیون کی لہٰذا سے ناگفتنی ظلمون اور بیدادگریون کے اندہے کنوئین مین پہینکا گیا تہا۔ اور اس کنوئین سے نکلنے کیلئے اس کے ہاتہون مین کوئی زمینی سامان اور مادہ نہ تہا۔ اس کے بالمقابل اس کے حریف یوسف کے ظالم بہائیون سے بدرجہا زیادہ قوی بدرجہا زیادہ باسامان تہے مگر کیسے جلال اور پرشوکت پیرایہ مین یہ آواز اس کے منہ سے اس کے مخالفون کے کانون مین پڑتی ہے لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین یوسف اور اس کے بہائیون کے واقعات مین نشان ہین ان لوگون کیلئے جو اس شخص کے آغاز اور انجام اور واقعات زندگی کی نسبت دریافت کرتے ہین۔ اس بات کے ثابت کرنیکیلئے کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئیان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی مین۔ جو یوسف کے قصہ کے پیرایہ مین بیان کی گئی ہین ہمین زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہین پڑتی اس لئے اس عظیم الشان نبی کے واقعات زندگی ایسے صاف اور واضح ہین کہ کسی اور دعوے کرنیوالے کی زندگی مین اس صفائی اور وضاحت کی نظیر نہین ملتی اس یوسفی مثیلیت کے اثبات کیلئے ہم مختصراً دکہاتے ہین کہ کسطرح محمد رسول اللہ کے دشمنون نے آپکے استیصال کیلئے منصوبے کئے۔ مکہ مین تیرہ برس تک وہ دکہہ دیئے جو ایک معمولی انسان کے تباہ کرنے کیلئے بہت کافی تہے۔ آخر کار مکے سے آپ کو نکلنے پر مجبور کیا اور اپنے وطن سے بہت دور ایک بیگانہ سرزمین مین آپ پناہ گزین ہوئے مکے کے ان قومی دشمنون نے اس مسافر پر اس اوپری بستی مین بار بار حملے کئے یہانتک کہ آخر کار مدینہ کی ... ان طاقتور قومون کو جو اسرائیل کے باقی فرزندون سے وہان سکونت پذیر تہین اور دولت اور ثروت اور طاقت مین اپنی آس پاس کی قومون مین ممتاز تہین اس مہجور خویش و بیگانہ کی تباہی کیلئے اپنے ساتہہ ملا لیا غرض ایک شخص کے ہلاک کرنے کیلئے جسقدر منصوبے زمینی عقل تجویز کر سکتی ہے۔ عرب کی متفق قومون نے اس نبی کے استیصال کیلئے کئے مگر جیسا کہ قبل از وقت پر تحدی پیشگوئی نے خبر دی تہی وہ کامیاب ہوا اور ایسا کامیاب ہوا کہ اسکی کامیابی کی کوئی نظیر دنیا مین نہین وہی شخص جو ناقابل بیان ظلمون کا نشانہ بنکر

ننگے پاؤن ننگے سر صرف ایک رفیق طریق کے ساتہہ مردانہ بیابان مین رستون کو کاٹتا ہوا اور رکیدہ زدہ ہونا سے کترا تا ہوا بہت دنون کے بعد مدینہ مین پہونچا تہا۔ آخر دس ہزار جان نثارون کے ساتہہ اس زمین مین داخل ہوتا ہے جہان سے اسکے دشمن نے نکالکر اپنے آپکو بڑے کامیاب اور بامراد سمجہے اور اسکو ساگ جانے کی خوشی پر اس زمین کے پہاڑون کی چوٹیون پر چراغان کی روشنی کرتے ہین۔ آج وہ ان کی تمام سرزمینون اور املاک پر اور سب سے زیادہ انکی مقدس معبد پر متصرف ہو کر اسکے دروازے مین کہڑا ہوتا اور ان کے تمام معبودون کو جنکی تاثیر اور ضرر اور نفع پر وہ تمام مادی لوگ بہروسہ کرتے اور انہین متصرف عالم مانتے تہے توڑنیکا حکم دیتا ہے اور اسکے سامنے وہ بڑے بڑے منا دید اور جبل اور عمائد اسیطرح کہڑے ہوتے ہین جسطرح یعقوب کے فرزند مصری یوسف کے سامنے دست بستہ کہڑے ہوئے تہے یہ وہ لوگ ہین کہ جو عرف اور شریعت اور عقل کے نزدیک اپنے ناجائز افعال کے ذریعہ سے واجب القتل ٹہہر چکے ہوئے ہین اور وہ خود بہی اس بات کو محسوس کرتے ہین کہ اب کسیطرح قابل عفو نہین وہ کامیاب انسان ان سے پوچہتا ہے کہ تم میری نسبت اب کس قسم کے سلوک کی توقع رکہتے ہو وہ کہتے ہین کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اسلئے ہم تجہہ سے توقع کرم اور رحم کی رکہتے ہین وہ انکے جواب مین فرماتا ہے آج مین بہی اپنے بہائی یوسف کیطرح تمہین کہتا ہون لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اس قول سے ثابت کرتا ہے کہ تمام سورہ یوسف درحقیقت اسی کے واقعات زندگی کی نسبت پیشگوئی تہی۔

اب ہم ایک طالب حق کو اسطرف متوجہ کرتے ہین کہ وہ ان پیشگوئیون مین اس نگاہ سے غور کرے کہ کیسے وقتون اور کیسے حالات کے ماتحت ہو کر ایک شخص زلزلہ ڈالنے والی تحدی اور دعوے سے ایک بات منہ سے نکالتا ہے۔ اور وہ آخر کار حرفاً پوری ہو جاتی ہے اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ تمام پیشگوئیان ایک قادر علیم حکیم کیطرف سے ہوتی اور اس کے وجود پر ایک بین دلیل کا کام دیتی ہین۔

اسیطرح قرآن شریف مین خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت مین بنی اسرائیل کے عظیم الشان ہادی حضرت موسےٰ کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ وہ فرعون مصر کیطرف گئے اور اسکے تخت کے سامنے کہڑے ہو کر باوجود ایک ناتوان اور ضعیف اور بے سامان انسان ہونیکے کس شوکت اور قوت سے اس متکبر بادشاہ کو کہا قد جئنٰک بآیۃ من ربک والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ ہم تیرے پاس اپنی سچائی کا نشان لائے ہین اور وہ یہ ہے کہ جو حق پر ہے وہ سلامت رہیگا اور اسکا مخالف ہلاک ہو جائیگا۔ اور دعوے سے کہا انا قد اوحی الینا ان العذاب علی من کذب وتولیٰ —

یعنی ہمکو خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ ہمارے مکذب اور روگردان پر عذاب نازل ہوگا۔ یہان یہ بات غور طلب ہے کہ بظاہر کامیابی اور نجات کے سامان کس شخص کے پاس ہین اور غریب مسکین کون شخص ہے کیا کوئی مادی عقل کوئی مادی فراست اسوقت عین اس حالت مین جبکہ بنی اسرائیل کے منجی نے ایک بادشاہ کو بظاہر گستاخانہ لہجے مین یہ دہمکی دی۔ یہ حکم لگا سکتی تہی کہ ان دونون مین سے جو کمزور ہے وہ غالب رہیگا اور جو قوی ہے۔ وہ نیست و نابود ہو جائیگا۔ اور کیا یہ دعوے ایسے انسان کے منہ مین اگر حرفاً پورا ہو جائے کہلا ثبوت ایک قادر مطلق ہمہ علم ہستی کا نہین۔ یہان یہ امر بہی قابل غور ہے کہ کیا اس متکلم اور اس مخاطب کو کچہہ بہی واقفیت اور شعور تہا کہ وہ کسطرح کامیاب ہوگا اور وہ کیونکر ہلاک ہوگا لیکن آخرکار قابل دید یہ امر ہے کہ ایک شخص کیلئے نجات کا اور دوسرے کیلئے ہلاکت کا سامان اسطور سے نمودار ہوا جو نہ تو ان مین سے کسی کی قدرت مین تہا اور نہ وہم و گمان مین آسکتا تہا ایک عرصہ بعد حضرت موسےٰ اپنی کثیر التعداد جماعت کو لیکر مصر سے بہاگ مین گئے راستہ طے کرنیکے بعد ایک ایسی خوفناک روک سامنے نظر آتی ہے جسکو دفع کرنا انکی انسانی طاقت مین نہین۔ دریا اپنی پوری طغیانی کے ساتہہ راہ مین حائل ہے کوئی پل نہین کوئی کشتی نہین بہاگنے والے تردد اور اضطراب مین دریا کیطرف دیکہہ رہے ہین اتنے مین ایک شدید آندہی اور غبار کے نمودار ہونے اور چہٹنے کے بعد فرعون اور اسکا جرار لشکر تعاقب کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے مظلوم بنی اسرائیل ان دشمنون کو دیکہکر اپنے نجات دہندہ سے کہتے ہین۔ "یا موسےٰ انا لمدرکون" یعنی اے موسےٰ اب ہمین کوئی شک نہین اور یہ قطعی بات ہے کہ اب ہم پکڑے گئے اور ہمارے لئے کوئی نجات کی راہ اور مفر نہین۔ مگر حضرت موسےٰ انکے جواب مین کہتے ہین "کلا ان معی ربی سیہدین" یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہین ہوگا جیسا تم گمان کرتے ہو اس لئے کہ میرا رب یقیناً میرے ساتہہ ہے اور وہ ضرور مجہے کامیابی اور نجات کی راہ دکہائیگا اس مقام مین یہ امر بہت طلب ہے کہ جبکہ ہزارون آدمی مشاہدہ اور تجربہ سے ایک نتیجہ پر پہونچکر پورے یقین سے کہتے ہین کہ حسب عادت اور عرف کے اب کوئی نجات اور فرار کی راہ نہین۔ ایک شخص کس بل پر ان سے بڑہکر یقین اور قوت کے لفظون مین دعوے کرتا ہے کہ ان معی ربی سیہدین کہ میرا پروردگار جس نے مجہے تمہاری نجات کیلئے پالا اور پرورش کیا ہے اور بڑے بہاری کام مجہہ سے لینے ہین وہ مجہے ضائع نہین کرے گا اور یقیناً مجہے کامیاب کریگا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اس کے علم اور اسکی قوت کا نتیجہ نہین بلکہ یہ الفاظ اسکے منہ مین اس قادر ہستی کے ڈالے ہوئے ہین جسکا دست تصرف اس عالم کے ذرہ ذرہ پر کہلے طور پر حکمران ہے۔

غرض خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت مین قادرانہ پیشگوئیون اور تحدیون سے بڑہکر اس عالم مین اور کوئی ذریعہ نہین اور قرآن شریف کی بڑی بہاری خصوصیت اور اسی کتاب کے ساتہہ یہ صفت مخصوص ہے کہ اسمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت نبوت مین اور ثبوت ہستی باریتعالیٰ مین انہین علمی نشانون کو (جو ابد الآباد تک زندہ رہنے والے ہین اور کسی سائنس اور مادی علم کی طاقت نہین کہ انکا مقابلہ کر سکے) دائمی اور ابدی معجزہ قرار دیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہم ثابت کر چکے ہین کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور اپنے لانیوالے کی صداقت نبوت اور ثبوت ہستی باریتعالےٰ کو نہین متعدد پیشگوئیون پر موقوف رکہا ہے اور درحقیقت یہ ایک علمی معجزہ ہے جو قرآن کریم کے ... دلائل کے ... کو ہر زمانہ مین علوم جدیدہ کے ... اور ... مقابلہ مین ... ہونے سے بچاتا ہے لیکن اسلئے کہ اس کا یہ دعوے جو اس نے اپنی نسبت کیا ہے کہ مین مبارک کتاب ہون یعنی میرے برکات اور ثمرات ہمیشہ زندہ رہینگے خدا تعالےٰ نے اسمین یہ خوبی رکہی ہے کہ وہ دعوے یا پیشگوئیان یا خدا سے مکالمات جو اس نے ان انبیاء کی نسبت بیان کی ہین جن کا ذکر اس کتاب مین آیا ہے اس کے حقیقی پیروؤن مین وہ علامتین ہمیشہ پائی جاتی ہین۔ چنانچہ ہر زمانہ مین قرآن شریف کی برکات سے نور حاصل کرنیوالون نے اس زمانہ کے موافق ان باتون کے ثبوت دیئے ہین لیکن اسوقت ہم گذشتہ داستانون کو چہوڑ کر حال کے زمانہ کے ایک خادم قرآن کا ذکر کرتے ہین جس نے اس علمی اور عقلی زمانہ مین بڑی قوت اور دلیری سے یہ دعوے کیا ہے کہ اسکو وہ تمام معجزات اور طاقتین اور صفتین دیگئی ہین جو تمام انبیاء کی نسبت قرآن شریف مین مذکور ہوئی ہین ہم قطع نظر ان تمام بلند اور عجیب اور واقعی دعوون کے جو اس انسان کامل نے کئے ہین اور جنکے ان نے بین ثبوت دیئے ہین اس مضمون کے موضوع کے لحاظ سے صرف انہی پیشگوئیون پر التفات کرتے ہین جنکی مقدار از غیب پر مشتمل ہونیکے سبب خدا تعالےٰ کی ہستی کا بین ثبوت ملتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ پیشگوئی ہے جو اس زمانہ سے جو بیس پچیس برس پیشتر براہین احمدیہ مین لکہی گئی ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ جو دنیا کے مختلف ملکون مین مختلف قومون اور مذہبون کے ہاتہون مین موجود ہے اور وہ پیشگوئی یہ ہے یاتون من کل فج عمیق یاتیک من کل فج عمیق۔ یعنی لوگ تیرے پاس زمین کے اطراف اکناف سے جوق جوق آئینگے تیرے پاس زمین کی ہر طرف سے تحائف اور ہدیے آئینگے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے ...

(باقی)

مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ تلاشی کیطرف متوجہ کیا۔ ناگہان ایک دن ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ اپنے ماتحت افسرون کے قادیان مین آیا اور مرزا صاحب کے تمام کاغذات اور کتابین جہان جہان پڑی تہین بڑی محنت سے ان کی پڑتال کی جس سے غرض یہ تہی کہ شاید اس قتل کے متعلق کوئی سہل تجویز کردہ خط وکتابت یا سوچے ہوئے منصوبے کی اطلاع ملجائے مگر سچائی نے ان افسرون کو بڑی صفائی سے اپنا پلہ پاک کرکے دکہایا۔ ممکن ہے کہ کسی ناواقف اور غور نہ کرسکنے والے دل مین یہ شبہ گذرے یا اب تک قایم ہو کہ یہ خفیہ قتل مرزا صاحب کے اشارے سے ہوا ہو اور جیسا کہ کبہی کبہی ہوتا ہے اسباب تحقیق وتفتیش کی عدم تکمیل کے سبب سے اس امر کی بہ دقہ اندازی نہ ہوسکی ہو۔ لیکن یہ ملاحظہ اس شبہ کو بڑی صفائی سے رد کرتا ہے جب دیکہا جائے کہ مرزا صاحب کے گردوپیش کون لوگ رہتے ہین ان کے تمام امور مین خواہ جلوت کے متعلق ہون خواہ خلوت کے اگر کچہ مداخلت اور مشاورت ممکن ہوسکتی ہے۔ تو کن لوگون کی ہے ایک گروہ ایسا ہے جو زمانہ کا پورا مزاج شناس خوب سرد وگرم سے واقف نئی تعلیم کی معراج پر پہونچا ہوا گہری نگاہ سے دیکہنے والون ہر ایک امر کو تنقید اور تحقیق کی محک پر کسنے والے۔ بی اے ایم اے تک ڈگری یافتون نوجوانون کا ہے ایک گروہ بوڑہے سن رسیدہ خدا کے لئے یا سچائی کے لئے سچائی کے سیکہنے اور سچائی کی حمایت کیلئے دولت جاہ اور دنیوی وجاہت کو چہوڑ کر نہایت غربت اور خاکساری مین زندگی بسر کرنیوالون کا ہے ان کے چال چلن دوست اور دشمن مین بے داغ بے عیب اور معروف ہین ان کے علم اور فضل اور تقوے اور دیانت داری اور راستبازی کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ سچ کے لئے جان اور مال اور آبرو کا دینا انہین اسان سے اسان ہے اور باطل اور جہوٹ ان کے نزدیک ہر مکروہ شے سے زیادہ مکروہ ہے رات دن قرآن شریف کی تعلیم اور اشاعت مین سرگرم ہین۔ ایسا ہی مختلف جنسون اور مذاقون کے لوگ جن کا درحقیقت ایک ہی مقصد سچائی کو دیکہنا اور سچائی کو حاصل کرنا ہے اس جگہ بیٹہے ہین۔ ان مختلف طبقون کے لوگون کو بڑے وثوق سے یہ یقین ہے کہ اس مدعی نبوت کی زندگی کا پبلک اور پرائیویٹ حصہ روز روشن کیطرح عیان ہے انہین بصیرت سے یہ یقین ہے کہ ان کے سوا مرزا صاحب کی تدبیرون اور تجویزون کو عملدرآمد مین لا سکتا اگر کوئی ممکن اگر ہوسکتا ہے تو وہی ہین باین ہمہ یہ سب لوگ [illegible] اس ذوق اور ایمان سے بہرے ہوئے ہین اور ہر وقت اور موقع پر شہادت دینے اور دینے کو تیار ہین کہ لیکہرام کی موت کی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے منہ مین عالم الغیب قادر مطلق خدا نے دی اور وہ آخر کار اسیطرح پوری ہوئی۔ جسطرح تمام راستباز نبیون کی باتین پوری ہوا کرتی ہین وہ اس بات پر بلا تذبذب ایمان رکہتے اور دلایل اور قراین سے اپنے ایمان کی پختگی اور صحت پر ناز کرتے ہین کہ انکی احمدی قوم مین سے کوئی فرد اس قتل کا مرتکب نہین ہوا۔ اگر پیشگوئی کی طرف سے اسکے الفاظ سے صراحتاً یا کنایتہً یا اسکے اعمال وافعال سے کسی قسم کی بو اس کارروائی کے متعلق انہین محسوس ہوتی تو اب سے پہلے اس سلسلہ اور اس کے بانی کو سخت نفرت سے چہوڑنے والے وہی ہوتے اس لئے کہ اس انسان کو انہون نے راستبازی اور سچ کی خاطر قبول کیا تہا۔ اور اس راہ مین جو قربانیان ممکن ہوسکتی ہین انہون نے اپنے ہاتہون سے دی تہین۔ غرض خدا کی ہستی کے ثبوت کیلئے اخبار غیب کی پیشگوئیون سے بڑہکر اور کوئی دلیل نہین اور یہ عزت اور فخر صرف قرآن کو حاصل ہے کہ جیسا شروع مین اس کے لانیوالے نبی نے اپنے منجانب اللہ ہونے کیلئے ان علمی اور بین ثبوتون پر اپنا مدار کار رکہا تہا اب تک بہی وہی بابرکت سلسلہ زندہ موجود ہے منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتون کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بڑی قوت اور تحدی سے دنیا مین شائع کی ہے کہ قریب نوے برس تک اس کی عمر ہوگی اور اس انتشار مین اسکی آنکہین اور اس کے مفاصل ان ناتوانیون اور تباہیون سے محفوظ رہین گے جو عادتاً ایسے اوقات مین بوڑہون پر نازل ہوا کرتی ہین۔ یہ دعوے متفرق کتابون مین صاف صاف لفظون مین مشتہر کیا گیا ہے بڑی خوبصورتی اس پیشگوئی کی اسوقت معلوم ہوتی ہے جب یہ دیکہا جاوے کہ مدعی کی جسمانی حالت دعوون کے وقت مادی نگاہ مین کس قسم کی ہے یہ بات تمام واقفون پر روشن ہے کہ دو بیماریان اس شخص کے ساتہ ہمیشہ لازم رہتی ہین ایک بیماری جسم کے اوپر کے حصے یعنی سر سے تعلق رکہتی ہے جس کے شدید جوش کیوقت برد اطراف کا وہ غلبہ ہوتا ہے کہ گرم کیا ہوا لوہا بہی جسم پر لگانے سے بے اثر ثابت ہوتا ہے دوسری بیماری جسم کے حصہ زیرین سے تعلق رکہتی ہے وہ ہے پیشاب کی کثرت۔ اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا یہ دو مرض ہین اس قسم کی ہین کہ عام انسان ان مین مبتلا ہوکر بہت تہوڑی زندگی پاتے ہین لیکن باین ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا نے مجہ کو کہا ہے کہ مین تجہے حیات طیبہ کا شرف بخشونگا اور تو اتنی لمبی عمر مین ارذل عمر کے نشانون مین سے کوئی نشان نہ دیکہیگا۔ یہ دعوے بلاتکلف ثابت کرتا ہے کہ وہ اس توانا ہستی کیطرف سے ہے جسکی حکومت کا جوا طوعاً وکرہاً ہر ایک ذرہ عالم نے گردن پر اٹہا رکہا ہے۔ ورنہ اگر عرف اور عادت مین ایسا دعوے کرنیکی کسی عام منہ کو جرأت ہوسکتی ہے تو اسکی نظیر بتاؤ ایک اور بڑی دلیل ثبوت ہستی باریتعالے پر یہ ہے کہ کوئی مامور مرسل جذام۔ برص۔ صرع۔ نابینائی۔ فالج اور ایسے خبیث امراض و اسقام مین مبتلا نہین ہوا جو عرف مین لوگون کے تنفر اور کراہت کا باعث ہوتی ہین۔ اس لئے کہ اگر یہ لوگ ایسے گہنونے امراض مین مبتلا ہوتے تو وہ اصلاح عالم کا کام جس کے لئے وہ آئے تہے کبہی پورا نہ ہوسکتا اور یہ امراض ہی ان کی تکذیب کیلئے کافی دلیل ہوجاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان امراض کے ذرات یا کیڑون مین تعقل اور تمیز کا مادہ ہے کہ جسکی وساطت سے وہ افراد انسانی پر حملہ کرنے کے وقت ایسی کہلی تفریق کرتے ہین۔ یہ توضیح نہین پہر اس امر کے ماننے کے سوا کیا چارہ ہے کہ اس عالم پر ایک بصیر اور خبیر اور علیم اور لطیف ہستی حکمران ہے جسکی گورنمنٹ ممیز گورنمنٹ ہے درحقیقت یہ تمیز ہی بڑا نشان ہے اس قادر کے وجود پر۔ وللہ الحمد۔

عبدالکریم از قادیان۔

ہم اور ہمارے ناظرین

کئی ہفتون سے اس عنوان کے ماتحت مین ہم اپنے ناظرین کی ان کوششون اور مساعی کا ذکر نہین کرسکے جو وہ توسیع اشاعت الحکم کے متعلق کررہے ہین یا بعض عالی ہمت احباب اسکے معاونین کے زمرہ مین داخل ہورہے ہین۔ اسکی وجہ وہی پہلی وجہ یعنی ایسا ہی اخبار کے دیر شایع ہونے اور دو نمبرونکا مجموعہ شایع ہونیکا باعث بہی وہی پہلا باعث ہے۔ اللہ تعالی چاہے تو اسکے فضل سے بعید نہین ہے کہ الحکم کی اشاعت باقاعدہ ہوکر اپنے مرکز پر آرہے۔

الحکم کیلئے اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ خوشی کی بات ہے کہ الحکم کیلئے فی الحال عارضی طور پر ایک اسسٹنٹ ایڈیٹر ملگیا ہے۔ جنکی حسن خدمات اور عمدہ کارگذاری سے امید کیجاتی ہے کہ وہ انشاء اللہ بہت جلد بالاستقلال اسخدمت کے اہل ثابت ہوجائینگے۔ ہم چاہتے ہین کہ اس سے پہلے کہ وہ اپنے کام کا چارج لین ناظرین کو مختصر طور پر ان سے انٹروڈیوس کرادین یہ صاحب مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی ہین جنکو اخبار نویسی کا عمدہ مذاق ہے اور فن اخبار نویسی کیطرف بہی توجہ ہے۔ مصر کے عربی اخبارات مین مضامین لکہنے کا شوق ہے اور مصر کے مشہور رسالہ الجامعہ مین مضامین کے مقابلہ مین انعام بہی حاصل کرچکے ہین۔
اگرچہ اس کے پہلے ان کو کسی اخبار کے ساتہ تعلق نہین رہا لیکن انکی محنتی طبیعت امید دلاتی ہے کہ وہ الحکم کیلئے ایک مفید آدمی ثابت ہون۔ غرض انکی قابلیت کے جوہر جو کچہ بہی ہونگے وہ خود الحکم مین ظاہر ہوجائینگے ہم چاہتے تہے کہ وہ بہت جلد اپنے کام کا چارج لے لیتے لیکن وہ بعض مجبوریون کیوجہ سے یکم ستمبر سے پہلے چارج لے نہین سکتے۔

کاتبون کی ضرورت بدستور ہے ابہی تک کوئی کاتب نہین ملا ہے۔ الحکم کے ناظرین جو لودہانہ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ اور امرتسر وغیرہ مین رہتے ہین اگر وہ سعی کرین تو کوئی بڑی بات نہین ہے۔ عمدہ خوشخط اور زود نویس دو کاتب بکار ہین ان کو [illegible] سے لیکر [illegible] تک اور اس سے بہی زیادہ [illegible] تک بہی تنخواہ دینے کو ہم طیار ہین۔ شرایط ملازمت اور کارگذاری وغیرہ کا فیصلہ بذریعہ خط وکتابت کرلیا جاوے۔

مقدمات کے متعلق

مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ مین فرد جرم لگ جانے کے بعد قاعدہ اور قانون کے موافق ملزم کرم الدین ایڈیٹر الحکم اور دوسرے گواہان استغاثہ پر جرح کرچکا ہے اور گواہان صفائی مین سے بہی تین گواہ گذر چکے ہین اور صرف دو گواہ باقی ہین جو ابہی تک حاضر نہین ہوئے۔ یعنی فضل الدین ایڈیٹر اخبار وفادار لاہور اور محمد حفیظ۔ ابہی تک وہ گواہ حاضر نہین ہوئے۔ اب ۲ اگست ۱۹۰۳ء اس غرض کیلئے مقرر ہوئی ہے کہ ان گواہون کی حاضری کا آخری فیصلہ کیا جاوے۔

مقدمہ حضرت اقدس مین شہادت استغاثہ ختم ہوچکی ہے اور وہی فرد جرم بابو چندولال صاحب سابق مجسٹریٹ نے لگایا تہا بحال رکہا گیا۔ اس مرحلہ پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے عدالت کو اس امر کیطرف توجہ دلائی کہ عدالت کو شہادت استغاثہ پر غور کرلینی چاہیئے۔ کیونکہ ملزم کو بری کرنے کیلئے کافی مسالحہ اسمین موجود ہے اور اگر بعد غور بادی النظر مین کوئی جرم پایا جاتا ہو تو ہم شہادت صفائی پیش کرنیکو بہی طیار ہین لیکن چونکہ ہماری حالت بہت نازک ہے اس لئے کہ ہماری مخالفت مین جہوٹ بولنا گناہ نہین سمجہا جاتا۔ پس اگر ہم اپنے فریق کے گواہ پیش کرین گے تو ان کے مرید ہونے کیوجہ سے شہادت کو کمزور کہا جاویگا۔ اور غیر وقت ہمین امید نہین کہ وہ اظہار حق کی جرأت کرین۔ اس لئے ہم مجبور ہونگے کہ بعض علی عہدہ دارون کو شہادت مین پیش کرین جنمین انگریز بہی ہون جنپر کسی قسم کی طرفداری اور دہڑہ بندی کا وہم بہی نہین ہوسکتا۔ اسلئے ان کثیر مصارف اور وقت کے لحاظ سے جو ایسی شہادت کیلئے بکار ہے نظر کرکے جناب اگر غور کرین تو بہت جلد فیصلہ ہوجاتا ہے مجسٹریٹ صاحب بہادر نے فرمایا کہ مین اس امر کیلئے موقعہ دونگا لیکن مجہے قانون دکہا دیا جاوے کہ فرد جرم کے بعد ایسا ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے ۳ اگست ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

الہامات جو بمقام گورداسپور ہوئے

(چونکہ اخبار بدیر شایع ہوا اسلئے ۱۹ جولائی تک کے الہامات درج کردیئے ہین) ایڈیٹر

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ انا انزلناہ للمسیح الموعود۔ ۲۹ جولائی (۱) مبارک سو مبارک (۲) آسمانی تائیدین ہمارے ساتہ ہین (۳) [illegible] ۲۷ جولائی ۱۹۰۳ء۔ ایک نظارہ دکہایا گیا کہ کوئی امر پیش کیا گیا ہے پہر الہام ہوا [illegible] ایک پہیلا الہام ہو [illegible]

طاعون کے متعلق دو سوالوں کا جواب

ذیل میں ہم برادر مکرم مفتی محمد صادق صاحب کا ایک خط درج کرتے ہیں جو انہوں نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے ایک ڈاکٹر صاحب کے جواب میں لکھا ہے۔ ہم جواب کے ساتھ اصل خط بھی شائع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حضور عالی

السلام علیکم۔ مہربانی فرماکر ذیل کے سوالوں کا مفصل جواب دیکر اس عاجز کو ممنون ومشکور کریں گے۔ آپ کی بہت بڑی عنایت ومہربانی ہوگی۔

ا۔ فی زمانہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ جو شخص مریض طاعون کے پاس بیٹھتا ہے یا اس کے ساتھ رہتا سہتا ہے تو اس کو بسبب اجرام طاعون کے اس کے بدن میں داخل ہونے سے مرض طاعون ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ نے اس بات کو نفی اور باطل فرمایا ہے۔ سرایت کرنا مرض کا ایک سے دوسرے تک۔ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ۔ مسلم

جب کسی جگہ طاعون پھیلتا ہے۔ تو سب شہر والوں کی خوشی سے یا حکماً صاف ہوا دار کھلے میدان میں حفظ صحت کے باہر نکل جانے کا حکم ہے۔ مگر رسول اللہ نے حکم دیا ہے اَلطَّاعُوْنُ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ وَالصَّابِرُ فِیْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِیْدٍ۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب لشکر شام پر چڑھائی کو جارہا تھا تب وہاں طاعون ظاہر ہوا اس وقت انہوں نے کیا انتظام کیا تھا اور ان کا ......

کیا کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے کہ دوران وبا طاعون میں لوگ میدانوں میں نکل جاویں مگر اُس طاعونی شہر کے حد ہی میں رہیں۔

خادم رستم علیخان مقام آگرہ مالوہ وسط ہند۔ رسالہ نمبر ۳۹ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی جناب ڈاکٹر رستم علیخان صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مورخہ ۹ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء حضور اقدس مسیح موعود کی خدمت میں پہونچا۔ جس میں آپ نے یہ دریافت کیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ الخ اور آج کل تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مرض طاعون متعدی ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ طاعون سے بھاگنا گناہ ہے۔ لیکن فی زمانہ طاعونی جگہ سے نکلکر باہر رہنا مفید پایا گیا ہے اور ایسا ہی آپ نے دریافت کیا ہے کہ طاعون کی جگہ کو چھوڑنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حکم تھا اور گاؤں سے نکل کر کھلے میدان میں جانا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے۔ ان سوالات کے جواب میں حسب الحکم حضرت اقدس مہدی معہود علیہ السلام آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ صحیح ہے مگر اس حدیث کو دیگر احادیث کے ساتھ جو اسی بارے میں آنحضرتؐ سے مروی ہیں ملاکر پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔

یعنی کوڑہی سے ایسا بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ پس اگر اول الذکر حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں تو دوسری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امراض متعدی بھی ہوا کرتی ہیں۔ اور رسول اللہ کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ حکمت اور طبابت کے رنگ میں جو خواص اشیاء میں ہیں ان کا ابطال آنحضرتؐ نے نہیں کیا۔ بلکہ لا عدوی ولا ہامۃ فرمانے سے آپ کا یہ منشاء ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے کوئی شے کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیشہ مشرکین کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ بسبب بت پرستی کے توہمات میں بہت غرق ہوتے ہیں اور ہر ایک خوشی یا رنج کو خدا کے سوائے کسی دیوی دیوتا یا کسی درخت یا پرندہ یا کسی اور مادی چیز کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اُسی کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندو چیچک کے وقت چیچک کی پوجا کرتے ہیں۔ اور عرب بارش کو ستاروں کی طرف منسوب کرتے تھے کہ فلاں ستارے نے ہم پر بارش برسائی۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام بت پرستیوں اور توہمات کی بیخ کنی کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ اس واسطے آپ نے ہر بات میں توحید کا سبق دیا اور اس معاملہ میں لوگوں کے اس اعتقاد کو اڑایا کہ بیماریاں خود بخود آتی ہیں اور خود بخود چلی جاتی ہیں اور ان کو سکھایا کہ عدوی اور ہامۃ کچھ چیز نہیں۔ سب اشیاء خدا کی خادم ہیں اور بغیر اس کے حکم کے نہ کوئی بیماری بڑھ سکتی ہے اور نہ اور کوئی دکھ یا تکلیف کسی کے نزدیک آسکتا ہے۔ یہ ایک خالص توحید تھی جس کی طرف آنحضرتؐ نے قوم کو توجہ دلائی ورنہ اس سے یہ منشاء ہرگز نہیں کہ اشیاء کے طبعی خواص کا انکار کیا جائے۔ کیونکہ عدوی کے متعلق خود جذامی سے بھاگنے کی حدیث موجود ہے اور ہامہ کے متعلق ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول کریم نے حضرت حسنؓ وحسینؓ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَهَامَّةٍ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر ہامہ دراصل کوئی شے نہیں تو پھر اس سے خدا کی پناہ مانگنا کیا معنے رکھ سکتا ہے۔ اور دنیا کے تجربہ ومشاہدہ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر حالت میں ہمیشہ طاعون یا کوئی اور بیماری اپنے خواص متعدی ہونے کے ظاہر نہیں کرتی۔ گذشتہ سال میں بہت سے شہروں میں کئی لوگوں نے بوجہ ہمدردی کے یا بوجہ معقول مزدوری کے لالچ کے یہ پیشہ اختیار کیا تھا کہ طاعونی مردوں کو گھروں میں سے اٹھاکر باہر لے جاتے اور دفن کرتے یا جلاتے اور باوجود ایسے متعفن مکانات میں داخل ہونے کے اور اپنے ہاتھ سے مردوں کو اٹھانے اور اتنی دور لے جانے کے وہ سب صحیح وسلامت رہے اور کچھ اثر ان پر نہ ہوا اور ایسا ہی کئی لوگ اپنے عزیز مریضوں کی خدمت میں برابر مصروف رہے اور بسا اوقات وہ مریض مر بھی گیا اور متوفی کے کپڑے وغیرہ بھی پس ماندوں نے استعمال کئے مگر ان کو خدا نے بچالیا۔ پس یہ صحیح ہوگا کہ یہ قاعدہ کلیہ بنایا جائے کہ طاعون کی مرض ایسی متعدی ہے اور اس کی یہ خاصیت ایسی طاقت ور ہے کہ ہرگز نہیں ٹلتی ایسا خیال انسان کو رفتہ رفتہ توحید سے باہر نکال لے جاتا ہے اصل بات وہی ہے جو آنحضرتؐ نے فرمائی کہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اگر آپ اس قدرت نمائی کا زبردست نشان دیکھنا چاہیں تو قادیان میں دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں کہ گذشتہ دو سال سے طاعون پڑتا ہے اور بہت سے واقعات موت ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے گھر کو خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنے وعدہ کے مطابق جو بہت عرصہ پہلے شائع ہو چکا ہے کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ محفوظ رکھتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جب دیوار بدیوار جو گھر ہیں ان میں برابر وارداتیں ہوتی ہیں تو کس چیز نے ان کیڑوں کو جو ساتھ کے گھر میں ہیں اس بات سے روک دیا ہے کہ اس گھر میں آجاویں اور اگر اس گھر میں آگئے ہیں تو کس چیز نے ان کو روک دیا ہے کہ اپنے فعل سے وہ بالکل بے کار پڑے ہیں۔ کیا یہ واقع امر اس کے واسطے کافی دلیل نہیں ہے کہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور دراصل عدوی اور ہامہ کچھ شے نہیں ہے۔

ایسا ہی طاعونی علاقہ میں جانے یا وہاں سے نکلنے کے متعلق اصل حدیث اسطرح سے ہے۔ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰی طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ۔

یعنے طاعون ایک عذاب ہے جو یہود کے ایک گروہ پر نازل ہوا تھا جس وقت تمہیں خبر لگے کہ کسی زمین میں طاعون ہے تو اسمیں نہ جاؤ اور اگر تم اس شہر میں پہلے سے موجود ہو اور طاعون واقع ہو جائے تو پھر ایسا نہ کرو کہ وہاں سے بھاگ کر کہیں اور جگہ چلے جاؤ۔

یہ حدیث آپ کے سوالات پر اور نیز طاعون کے عام حالات پر بہت روشنی ڈالتی ہے۔ اول تو فلا تقدموا سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے طاعون کے متعدی ہونے کے خواص کی طرف سے اشارہ کرکے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ انسان ایسے جگہ پر جاکر خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔

دوم۔ اگر ایک جگہ پھیل جائے تو وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلنے کے ذریعہ کو لا تخرجوا فرارا کا حکم سناکر روک دیا۔ کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک شخص گندی ہوا سے یکدفعہ بھاگ کر دوسرے شہروں میں چلا جاتا ہے۔ جہاں ہوا صاف ہوتی ہے تو اس کے اندر کا مادہ خراب اُس صفائی کی برداشت نہ کرکے جلد بھڑک اٹھتا ہے اور اگرچہ اپنے شہر میں وہ شخص بخیریت ہوتا ہے تاہم دوسرے شہر میں آکر وہ بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر اُس کی بیماری اس تمام شہر کے واسطے موجب ہلاکت ہو جاتی ہے۔ پس اس بات سے رسول اللہ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص مطعون شہر سے بھاگ کر دوسرے شہروں کو خراب کرتا پھرے اور اگر اس بات پر ہندوستان میں عمل ہوتا تو بہت سے مصائب سے لوگ بچ جاتے۔ لیکن یہ اخراج اس وقت منع ہے جب کہ طاعون واقع ہو جائے یعنے خوب پڑجائے۔ لیکن ابتدا ابتداء میں نکل جانا فلا تقدموا کے حکم کے نیچے ہے جب آدمی دیکھے کہ کسی جگہ طاعون پڑنے لگا ہے تو پھر وہاں رہنا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس واسطے وہاں سے نکل جانا جائز ہے۔ تیسرا اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے

اور بیہودگی کے ساتھ اُس کی خاص مناسبت ہے اور اُس کے آئندہ واقع ہونے کے متعلق آنحضرت نے اس حدیث میں ایک اشارہ کیا ہے اور سمجھایا ہے کہ طاعون ایک غدہ ہے جو ایسے وقت میں نازل ہوتا ہے جبکہ لوگ بیہودہ خصلت ہو جائیں اور تمہارے درمیان بھی ایسا ہوگا اور اُس وقت تم نے ایسا کرنا اور ایسا نہ کرنا۔ پس یہ پیشگوئی اس زمانہ میں پوری ہوئی ہے۔ کوئی ہے جو غور کرے اور سوچے اور فائدہ اٹھائے۔ لیکن یہ بات کہ آدمی اگرچہ دوسرے شہروں میں نہ جائے تاہم یہ مناسب ہے کہ اُسی شہر کے ارد گرد اچھی ہوا میں جا رہے۔ یہ بات بھی اسی حدیث سے اور آیت **والرجز فاھجر** سے ثابت ہے کیونکہ جب طاعون ایک رجز ہے اور رجز اور رُجز مترادف الفاظ ہیں جن کے معنے ہیں گندگی تو انسان کو چاہیئے کہ گندگی سے بچنے کی کوشش کرے طبعًا بھی جب آدمی کے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو وہ اُن کو بدلتا ہے اور مکان کی صبح شام صفائی کرتا ہے اور جس جگہ بدبو ہو وہاں سے اٹھ کر اور جگہ جا بیٹھتا ہے۔ پس جب گلی کوچوں میں طاعون کی گندی ہوا پھیل جائے تو ایسی گلی کوچوں کو چھوڑ دینا اور اچھی ستھری جگہ جا بیٹھنا فطرتًا ایک عمدہ اور مفید امر ہے اور اسی پر عمل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس وقت جبکہ نشیب زمین میں طاعون پڑا تو اُن اصحاب کبار کے مشورے کے بعد جو حضرت رسول کریم کی صحبت سے اکثر مستفیض ہو چکے تھے فوج کو وہاں سے ہٹا کر اونچی جگہ یعنی پہاڑی پر چڑھا دیا تاکہ اُس جگہ کی گندی ہوا سے سب بچکر صاف ہوا میں آجا دیں اور انتشار ہو جب صفائی ہو جاوے۔ حضرت عمرؓ کا یہ فعل قرآن شریف اور حدیث قدسی کے متابعت کے مطابق تھا۔

اور یہ حدیث جو آپ نے تحریر کی ہے کہ **الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیه له اجر شهید**۔ یعنی طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جنگ سے بھاگنے والا اور اُس میں صبر کرنے والے کے واسطے شہید کا اجر ہے۔ یہ حدیث بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ عدوی والی حدیث یعنی طاعون کو بجائے خود ایک قادر مقتدر چیز سمجھ کر انسان کو اُس سے خوف نہیں کھانا چاہیئے بلکہ اس کو خدا کے ہاتھ میں اور خدا کا ایک خادم سمجھنا چاہیئے اور اس سے بھاگ کر دوسرے شہروں میں جانا انسان کو نجات نہیں دے سکتا بلکہ خدا کے حکم کے مطابق انسان کو چاہیئے کہ اپنی جگہ پر قیام رکھے اور صبر کرے پھر اگر حاکم خداوندی کی اطاعت میں مارا بھی جائے تو بسبب اس اطاعت اور صبر کے اُس کے واسطے شہید کا سا اجر ہے۔ یہ معنے تو اس حدیث کے صاف ہیں۔ لیکن اصل میں اس حدیث شریف میں ایک پیشگوئی ہے۔ یعنی ایک زمانہ میں ایک ایسا طاعون پڑیگا جو مومنوں اور غیر مومنوں کے درمیان جنگ کا حکم رکھتا ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کافر بذریعہ جنگ کے جو اُن کے لئے عذاب الٰہی تھا ہلاک ہوئے۔ ایسا ہی اُس زمانہ میں غیر مومن بذریعہ طاعون کے ہلاک ہونگے اور اُس وقت دو قسم کے لوگ ہونگے۔ ایک وہ جو غیر مومن ہونگے وہ طاعون کو بُرا مانیں گے اور اُس سے بھاگنے کی کوشش کریں گے مگر اُن کے واسطے کوئی مفر نہ ہوگا وہ اس جنگ میں بہرحال ہلاک ہونگے۔ اور دوسرے مومن ہونگے جو طاعون کو ایک نشان الٰہی سمجھیں گے اور اُس کی قدر کریں گے اور وہ اُن کے واسطے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا اور وہ صبر کے ساتھ اُس کے نتائج کو دیکھیں گے۔ اگر اُن میں سے فوت بھی ہو جائیگا۔ تو جیسا کہ جہاد کے وقت مرنے والے مومن شہید ہوتے ہیں ایسا ہی وہ بھی شہید ہونگے۔ پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی پیشگوئی ہے جو اس زمانہ میں آکر پوری ہوئی ہے۔ امید ہے کہ یہ بیان آپ کے لئے کافی ہوگا۔ اور اگر کسی اور میں شبہ باقی ہو تو پھر تحریر فرماویں۔ والسلام۔

آپ کا خادم

عاجز محمد صادق ۔ گورداسپور

تقریر حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ ربی

۲۴ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء ۱۰ بجے صبح کے

ا۔ **تمت کلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلمات الله** ۔ الآخرہ۔

پھر سوال ہوا کہ اس کے ماقبل و مابعد پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ الہام اور ماموریں کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ فرمایا۔ کیا کلمہ کے یہ معنے ہیں کہ اب الہام اور ماموریں کا سلسلہ بند ہو گیا اور کیا اس کے ماقبل و مابعد پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوائے کوئی حاکم نہیں اُس نے تفصیل کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔ اور جن کو یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور جن کو یہ کتاب دی ہے وہ بھی اس کو جانتے ہیں کہ ضرور یہ رب کی طرف سے ہے۔ تیرے رب کی باتیں پوری ہو چکی ہیں اون کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ کیسی سیدھی بات ہے۔ کلمہ بات کو کہتے ہیں۔ پھر کیا لا مبدل لکلمات اللہ کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ قرآن کو کوئی شخص غلط نہیں لکھ سکتا۔ یا کیا حافظ لوگ بعض وقت اس کو غلط نہیں پڑھتے۔ پھر کیا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ کوئی شخص اس کو بدلا نہیں سکتا۔ یا کیا آئندہ کوئی کلمہ نازل نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالے فرماتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ تیرے رب کی بات صدق اور انصاف سے ٹھیک پوری ہوئی اور کبھی کوئی اللہ کی باتیں بدلانیوالا نہیں۔ جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا پورا ہو کر رہتا ہے۔ مثلًا فرمایا **انا لننصر رسلنا**۔ تو ہمیشہ پورا ہوا۔ نبی کریم کو تسلی دی کہ تیرے ساتھ بھی وعدے ہوئے کہ تو مظفر و منصور ہوگا اور تیرے دشمن ناکام ہونگے یہ باتیں پوری ہو کر ہی رہیں گی۔ پس تیرے رب کی باتیں سچی ہیں یعنے جو کچھ پیشگوئیاں خدا نے رسول کی نسبت بتلائی ہیں یہ اٹل ہو کر رہینگی اور ضرور پوری ہونگی مثلًا کفار مکہ کو کہا **تجزون بما کنتم تعملون**۔ یہ اٹل ہے۔ اور ضرور بدلہ ملکر رہیگا پھر کیسی پوری ہوئی۔ پھر کہا یہ لوگ مال خرچ کریں گے تیری مخالفت میں مگر ان کو اُس کے خرچ پر سوائے افسوس کے کچھ نہ ملیگا اور مغلوب کئے جاویں گے۔ کیا یہ بات اٹل پوری ہوئی کہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو صدقًا ہیں۔ یعنے سچ ہو کر رہنے والی ہیں۔ ایک دفعہ عروہ نے آنحضرتؐ سے آکر کہا کہ یہ تمہارے ساتھ مختلف قوموں کے لوگ ہیں۔ ایک جتھا نہیں۔ یہ تمہارے اڑے وقت پر کام نہیں آوینگے اور میں اس کا تجربہ کار ہوں۔ تمہیں اس میں ندامت ہوگی۔ مگر یہ اُس کا ظن تھا۔ اور یہ ظن غلط نکلا۔

اب بھی لوگ اسلام کی بربادی کے سامان تلاش کر رہے ہیں۔ مگر دیکھو کہ انہیں کے گھر میں اسلام گھستا جاتا ہے۔ اور ایک دن انکا یہ ظن کہ اسلام برباد ہو جائیگا غلط نکلیگا۔ یہ کیسی سیدھی بات ہے کسی احمق نے اسی آیت پر یہ بھی کہا ہے کہ انجیل مبدل نہیں ہوئی ہم کہتے ہیں کہ یہ تو صاف بات ہے کہ وہ انجیل جو مسیح کی زبان میں تھی یہ نہیں۔ کیا مسیح اردو یا انگریزی بولتا تھا سوائے اس کے لا مبدل کے معنے اور کوئی بن سکتے ہی نہیں۔

پھر فرمایا ہے۔ **قد جاءك نبإ المرسلين**۔ یعنے گذشتہ انبیاء کی باتیں تیرے پاس پہنچی ہیں یعنے جس طرح ان کے مخالف ہمیشہ ہلاک ہوتے رہے اسیطرح اب تیرے مخالفوں کی بات بھی اٹل ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ **انا لننصر رسلنا**۔ کیا یہ پوری ہوئی کہ نہیں۔ مثلًا مرزا صاحب کی مخالفت پر لوگوں نے کتنا زور لگایا ہے۔ مگر وہی لا مبدل لکلمات اللہ کیسا پورا ہو رہا ہے۔ اندر ہی اندر کشش ہو رہی ہے۔ کوئی ہے جو اس کو ٹلا دیوے۔

۲۔ عربی سیکھنے میں ہماری یہ رائے ہے کہ عربی پانچ قسم کی ہوتی ہے پہلے سوچے کہ اس کو کونسے قسم کی ضرورت ہے۔

اوّل قرآن کریم کی عربی۔ یہ تو قرآن ہی پڑھنے سے آویگی۔ دوئم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی۔ یہ آنحضرتؐ کے کلمات یعنے احادیث کے پڑھنے سے آویگی۔ سوئم۔ صحابہ و تابعین و آئمہ دین کی عربی۔ یہ صحابہ و تابعین آئمہ دین کے اقوال پڑھنے سے آویگی۔ چہارم ان بدمعاشوں اور شہدوں [illegible] جاہلیت کے اشعار اور خطبا کی عربی۔ جو زمانہ جاہلیت میں گذرے ہیں۔ یہ اون کے اشعار و خطب پڑھنے سے آویگی۔

اب قرآن کے سیکھنے کے اصول یہ ہیں۔

اوّل تقوے۔ تقوے کے متعلق ابتدائی حالت اتنی تو ہو کہ ایک شخص اپنے طور پر گو خدا کی ہستی کو نہیں جانتا۔ مگر جتنے علوم دنیا میں شروع ہوئے ہیں پہلے فرضی طور پر شروع ہوئے ہیں۔ جیسے یوکلڈ۔ پھر بات فرض سے شروع ہوئی اور انجینیرنگ اور اسٹرانومی تک جا پہونچے۔ مگر بشرطیکہ فرض سچا اور مفید ہو پھر خدا کی ہستی کو غیب الغیب رنگ میں فرض کرے۔ جیسے قرآن نے فرمایا۔

یؤمنون بالغیب۔ اور اُس طرح اپنے رنگ میں پکارے۔ اور غربا اور مساکین کی مدارات اور [illegible] کرے۔ اور فرضی طور پر ہی یہ بھی ما[illegible] خدا کسی کو کچھ عطا بھی کرتا ہے [illegible] مکالمہ بھی ہوتا ہے پھر فرضی دعا [illegible] امداد سے کام لے۔ اس کے سوا صحیح راہ مل سکتی ہی نہیں۔

دیکھو ایک پولیس انسپکٹر کو ایک [illegible] کہ فلاں شریف آدمی کے گھر میں اپنا مال مسروقہ رکھا ہوا ہے [illegible] وہاں پہونچ کر تلاشی لے لیتا۔ نہیں کرتا کہ یہ تو چور اور [illegible] کی بات کا کیا اعتبار ہے [illegible] بالغیب کہتے ہیں۔

پھر دعاؤں میں اعلےٰ درجہ [illegible] فاتحہ ہے۔ یہ سیدھی اور صاف [illegible] یہ ایک ایسی دعا ہے کہ اگر اور [illegible] نہ ہو تو کوئی مذہب اس سے [illegible] اور نہ اس کی مثل لا سکتا ہے۔

میں نے ایک برہمو سے پوچھا کہ تمہارا [illegible] کیا ہے اُس نے کہا دعا۔ میں نے کہا [illegible] کہتے ہو کہا کسطرح۔ میں نے کہا مشابہ [illegible] وہ کیونکر۔ میں نے کہا تم اپنی کوئی اعلے درجہ [illegible]

دعا ر سنا دو تو سہی۔ پھر اس کو شرم آ گئی اور کچھ دیر چپ ہو کر کہا کہ آپ ہی سنا دیں میں نے کہا دعوے تمہارا اور سناؤں میں۔ خیر اس کے اصرار کرنے پر۔ میں نے سورۃ فاتحہ میں بہت ساری باتیں ، نظر رکھ کر سنانا شروع کیا تو اس نے جھٹ نوٹ بک نکال کر نوٹ کرنے شروع کر دیئے اور کہا کہ اصل دعا یہی ہے۔

پھر قرآن سمجھنے کا خاص قاعدہ جو میرا اپنا مجرب ہے پہلا تو یہ ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ دوسرا تقویٰ کے بعد جب قرآن پڑھے تو اپنا خیال و اعتقاد۔ اپنا ارادہ اپنی خواہش مقدم نہ رکھے۔ بلکہ یہ خیال رکھے کہ جو قرآن کا حکم ہوگا وہی میرا ایمان ہوگا۔ پھر دعا کر کے شروع کرے اور یوں یقین کرے کہ یہ قرآن اس وقت مجھ پر نازل ہو رہا ہے۔ میں آدم ہوں یا فرشتہ یا ابلیس و شیطان۔ میں فرعون ہوں یا موسیٰ۔ وغیرہ وغیرہ کل قرآن کو اپنے اوپر چسپاں کرتا جاوے۔

پھر ایک نوٹ بک پاس ہو جو بات سمجھ میں نہ آوے اس کو اس میں درج کرتا جاوے پھر جب اس طرح ایک دور قرآن کا ختم کرے تو پھر۔ بیوی کو بلائے کہ آؤ اب دو شخصوں پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ پھر اپنی بیوی کی ایک نوٹ بک رکھے۔ پھر تیسری دفعہ خاص خاص دوستوں۔ احباب اور خادموں کو اور بچوں کو بلا کر سناوے۔ کہ اب ان سب پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ پھر چوتھی دفعہ عوام مسلمانوں کو سناوے۔ اور پانچویں دفعہ غیر مذاہب کو سناوے۔ اسطرح پر خدا تعالیٰ رفتہ رفتہ کل مشکلات کو حل کر دیگا مجھے ایک دفعہ الہام ہوا کہ قرآن کے متعلق کوئی مخالف تم پر اگر کسی قسم کا اعتراض کریگا تو ہم تمہیں فوراً ٹھیک بتا دیں گے۔ پھر میں نے تو ان متذکرہ بالا طریق سے قرآن سیکھا ہے۔

۳۔ مسیح کے متعلق۔

لڑکے چار قسم کے ہوتے ہیں اول وہ جو بالکل باپ کے خط و خال اور عادات و اطوار۔ بلکہ امراض بھی۔ لیکر آتے ہیں۔ دوئم وہ جو باپ کے نہ ہوں اور ماں اور اس کے رشتہ داروں کے رنگ پر ہوتے ہیں۔ سوئم وہ جو نہ ماں اور نہ باپ اور نہ ان کے رشتہ داروں کے طرز پر ہوتے بلکہ بالکل نرالے ہوتے ہیں۔ چہارم وہ جو طرز انسانیت سے باہر ہوتے ہیں۔ بلکہ صرف چارپایوں کی طرح پر ہوتے ہیں۔

اسمیں سر یہ ہے کہ جس وقت نطفہ رحم میں جاتا ہے۔ تو ہزار ہا عورتیں ایسی ہوتی ہیں اس کل پانی کو باہر نکال دیتی ہیں۔ انسان گن نہیں سکتا کہ کتنی دفعہ جماع کیا اور صرف ایک بچہ پیدا ہوا۔ پھر جنکی اولاد ہوتی ہے ان کی کثرت سے تو منی خارج ہو جاتی ہے اور ایک تھوڑا سا خاص حصہ اندر رہجاتا ہے۔ باقی سب باہر چلا آتا ہے۔ اور چھٹانک بھر میں سے صرف ایک کیڑی کے برابر اندر رہتا ہے اس میں بھی سیکڑوں جانور ہوتے مگر وہ بھی سب ضایع ہو جاتے۔

مثلاً دیکھو آم کے پھول۔ پہلے ان کو آندھیاں ضایع کر دیں پھر کیڑی کو کچھ تو جانور کھاتے اور کچھ انسان اور بہت سارے حصہ کو اس میں سے ہی ہوا گرا دیتی۔ پھر جو باقی رہتے اس میں سے چٹنی۔ اچار اور مربہ کیواسطے توڑے جاتے۔ پھر جو ان سب صدموں کے بعد باقی رہجاتے وہ بھی سارے کے سارے ایک دم نہیں پکتے۔ پھر مصلحت الٰہی ایسی ہوتی کہ کروڑ در کروڑ پھولوں میں سے سو پچاس پھل پکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی ایک شہوت کا جوش ہوتا ہے۔ پس علم والے لوگ جانتے کہ جسطرح مرد کے اندر سے رطوبت نکلتی اور اوسیقدر عورت کے اندر سے بھی نکلتی ہے اور وہ بھی اوسیطرح ضایع ہوتی جسطرح مرد کی۔ پھر لکھا ہے کہ کوئی خاص حصہ ماں کا اور کوئی خاص حصہ باپ کا اسمیں پیوست ہو جاتا ہے اور اسکی یہ شکل بنتی ہے۔ پھر اس کے درمیان والا ٹکڑا اسمیں سے نکلکر الگ جا کھڑا ہوتا پھر اس کی بھی شکل بنجاتی ہے پھر اس کا درمیانی ٹکڑا الگ جا کھڑا ہوتا اور اس کی پھر یہی شکل بنتی علیٰ ہذا القیاس ایک عرصہ کے بعد ایک مدور شکل میں ایک اسطرح کی صورت بنتی پھر ان کل شکلوں میں سے جو ہزار در ہزار ہوتی ہیں صرف ایک کا بچہ بنتا باقی سب ضایع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے ساتھ کتنا بڑا گیند کا لوتھڑا نکلتا۔ جو وہ ضایع شدہ اجزا ہوتی ہیں اسمیں سر یہ ہے کہ جو حصص کچھ قابلیت رکھتے ہیں وہ چن کر الگ کر لیئے جاتے ہیں پھر ان کے اخلاق اور عادات اس بچہ میں آ جاتے ہیں۔ اسمیں غذاؤں اور ملکوں کی آب و ہوا کا بھی کچھ حصہ ہوتا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ جس جز کا بچہ بنا ہے وہ ماں کا ہے یا باپ کا۔ جہاں باپ کا ہونا نہ ہونا وہاں بھی مرزا صاحب نے مانا ہے۔ کہ مریم کا خاوند کوئی شخص یوسف نامی تھا۔ رہی یہ بات کہ مسیح کس کے نطفہ سے تھا۔ پھر اب ہمیں تو ویسے بھی یہ پتہ نہیں مل سکتا کہ وہ بچہ باپ کے اجزا سے ہوتا . . یا ماں کے اجزا سے پیدا ہوتا۔ سیکڑوں باپ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنی عمر کے بیسیوں برس کوشش میں ضایع کر دیئے اور کوئی بچہ پیدا نہ ہوا فقط۔

متقی کون ہے ۱۹ جون ۱۹۰۴ء

گذشتہ اشاعت سے آگے۔

سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو اسکو جو خواہ مخواہ رد کرتا ہے اور دلائل معقولات منقولات اور خدا کے نشانات کو ٹالتا جاتا ہے وہ ہرگز متقی نہیں ہو سکتا متقی کو تو ترساں اور لرزاں ہونا چاہیئے کیا دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ جو بیس سال سے برابر ایک انسان رات کو منصوبہ بناتا ہے اور صبح کو خدا کی طرف لگا کر کہتا ہے کہ مجھے یہ وحی یا الہام ہوا اور خدا اس سے مواخذہ نہیں کرتا اس طرح سے تو دنیا میں اندھیر پڑ جاوے اور مخلوق تباہ ہو جاوے متقی تو ایک ہی بات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہاں تو ہزاروں ہیں زمانہ الگ پکار رہا ہے۔ احادیث منکم منکم کہہ رہی ہیں سورہ نور میں بھی منکم لکھا ہے قساوت قلبی اور بہایم کیطرح جو زندگی بسر ہو رہی ہے وہ الگ بتا رہی ہے صدی کے سر پر کہتے تھے کہ مجدد آتا ہے اب ۲۲ سال بھی ہو چکے کسوف و خسوف بھی ہو لیا۔ طاعون بھی آ گئی۔ حج بھی بند ہوا ان سب باتوں کو دیکھکر اگر اب بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو ہم کیونکر جانیں کہ ان میں تقویٰ ہے ہم نے بار بار کہا کہ آؤ اور جن باتوں کا کہ تم کو سوال کرنیکا حق پہونچتا ہے وہ پوچھو۔ ہاں یہ نہیں ہوگا کہ قرآن شریف تو کچھ کہے اور تم کچھ کہو اور ایسے اقوال پیش کرو جو اس کے مخالف ہوں۔ مسیح کا نزول جسمانی آسمان سے مانتے ہیں حالانکہ وہ جب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ صعود اول ہو قرآن مسیح کی وفات بیان کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ کیا تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ یقین کو ترک کر کے توہمات کی اتباع کیجاوے سچے تقوے کا پتہ قرآن سے ملتا ہے کہ دیکھ لیوے کہ تقوے والوں نے کیا کیا کام کئے۔

روح اخوت

مذکورہ بالا تقریر کے بعد ایک صاحب نے عرض کی کہ حضور بعض ہمارے بھائی ایسے ہیں کہ انہوں نے بیعت کی ہوئی ہے اور راہ ظاہر بھی رکھتے ہیں اگر بعض اقوال و حرکات ان سے بیجا ظاہر ہوتی ہیں۔ بعض ان میں سے احمدیت کے قایل نہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سب لوگ ایک طبقہ کے نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ نے بھی قرآن شریف میں مومنوں کے طبقات بیان کرتا ہے منھم ظالم لنفسه ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات ۲۲/۱۴ کہ بعض ان میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض میانہ رو اور بعض سبقت کرنیوالے۔ دوسری یہ بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو ترقی آہستہ آہستہ ہی کی تھی۔ ایمان میں بھی اور عمل میں بھی۔ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو ایک صحابی سے آپ نے ایک ٹکڑا زمین کا مسجد بنانے کے لئے طلب کیا اس نے عذر کیا اور کہا کہ مجھکو آپ درکار ہے اب یہ اسقدر گناہ کی بات ہے کہ خدا کا رسول مسجد کیلئے زمین طلب کرے اور یہ باوجود مرید ہونے کے اپنی نفسانی ضرورت کو دین کی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے لیکن آخر وہی صحابہ تھے کہ جنہوں نے اللہ کیلئے اپنے سر کٹوا دیئے۔ ترقی ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ ایک سال انسان کچھ کرتا ہے دوسرے سال کچھ۔ لیکن اگر بدظنی کریں تو اسکی مثال یہ ہوگی کہ ایک مریض ہمارے پاس آتا ہے جو کہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہے اور ہم اسے ایکدو دن دوا دیکر نکال دیں۔ اور پورے طور پر لگ کر اس کا علاج نہ کریں۔ ہمارا کام تو رات دن ان کے لئے دعا تضرع اور ابتہال میں لگا رہنا ہے۔ سالکین کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ہر ایک بات پر چڑ کر لوگوں سے متنفر ہوتے رہیں ابھی یہ لوگ قابل رحم ہیں اور خدا تعالیٰ انکی اصلاح کے سامان کر رہا ہے علاوہ ازیں سب ایکدرجہ کے نہیں ہوتے صحابہ میں سے بعض اس درجہ کے تھے کہ عنقریب نبی کے درجہ پر پہونچ جاویں اور بعض ادنے درجہ کے جیسے دریا میں مولی بھی ہوتا ہے اور مونگا بھی اور سیپ بھی اور دوسری اشیاء مثل سونا اور دوسرے حیوانات کی ایسا ہی جماعت کا حال ہوتا ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھکر اس کے لئے دعا کریں لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں کونسا ایسا عیب ہے جو کہ دور نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے۔

حکایت

ایک صوفی کے دو مرید تھے ایک نے شراب پی اور نالی میں بیہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے

صوفی سے شکایت کی اُس نے کہا تو بڑا ہے اور تجہ کو اسکی شکایت کرتا ہے اور حیا کرا تہا نہین لاتا۔ وہ اسیوقت گیا اور اُسے اٹہا کر لے چلا۔ کہتے ہین کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اُسے اٹہا کر لیجا رہا ہے صوفی کا مطلب یہ تہا کہ تو نے اپنے بہائی کی غیبت کیون کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچہا تو فرمایا کہ کسیکی سچی بات کا اسکی عدم موجودگی مین اسطرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اُسے بُرا لگے غیبت ہے اور اگر وہ بات اسمین نہین ہے اور تو بیان کرتا ہے تو اُس کا نام بہتان ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا (۲۶ ۱۳) اسمین غیبت کرنیکو ایک بہائی کے گوشت کہانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس آیت سے یہ بات ہی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان مین عیب کرنیوالے بہی ضرور ہوتے ہین اور اگر یہ بات نہین ہے تو پہر یہ آیت بیکار ہو جاتی ہے اگر مومنون کو ایسا ہی مطہر ہونا تہا اور اُن سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پہر اس آیت کی کیا ضرورت تہی۔ بات یہ ہے کہ ابہی جماعت کی ابتدائی حالت ہے بعض کمزور ہین جیسے سخت بیماری سے کوئی اُٹہتا ہے۔ بعض مین کچہہ طاقت آگئی ہے پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اُسے خفیہ نصیحت کرے اگر نہ مانے تو اوس کے لئے دعا کرے اور اگر دونون باتون سے فائدہ نہ ہو تو قضا و قدر کا معاملہ سمجہے جب خدا نے انکو قبول کیا ہوا ہے تو تمکو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکہکر سر دست جوش نہ دکہایا جاوے ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے قطب اور ابدال سے بہی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے بلکہ لکہا ہے کہ القطب قد یزنی کہ قطب سے بہی زنا ہو جاتا ہے بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے جلدی اور عجلت سے کسیکو ترک کر دینا ہمارا طریق نہین ہے کسی کا بچہ خراب ہو تو اُس کی اصلاح کیلئے وہ پوری کوشش کرتا ہے ایسے ہی اپنے کسی بہائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اُس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہین ہے کہ عیب دیکہکر اسے پہیلاؤ اور دوسرون سے تذکرہ کرتے پہرو بلکہ وہ فرماتا ہے۔ تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمۃ کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہین مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکہکر اُسے نصیحت کیجاوے اور اس کے لئے دُعا بہی کیجاوے دعا مین بڑی تاثیر ہے اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بہی نہین کرتا عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہئے جب پہلے کم از کم ۴۰ دن اُس کے لئے رو رو کر دعا کی ہو۔ سعدی نے کہا ہے۔ خدا داند بپوشد و ہمسایہ نداند و خروشد۔ خدا تو جانکر پردہ پوشی کرتا ہے مگر ہمسایہ کو علم نہین ہوتا اور شور کرتا پہرتا ہے۔ خدا کا نام ستار ہے تمہین چاہئے کہ تخلقوا باخلاق اللہ بنو۔ ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ عیب کے حامی بنو بلکہ یہ کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو کیونکہ کتاب اللہ مین جیسا آگیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اسکی اشاعت اور غیبت کیجاوے۔

شیخ سعدی کے دو شاگرد تہے ایک ان مین سے حقایق و معارف بیان کیا کرتا تہا اور دوسرا جلا بہنا کرتا تہا آخر پہلے نے سعدی سے بیان کیا کہ جب مین کچہہ بیان کرتا ہون تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تو نے غیبت کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہین سکتا۔ جبتک رحم۔ دعا۔ ستاری اور مرحمہ آپسمین نہ ہون۔

مرثیہ

برشہادت حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از سید قربان علی صاحب معافیدار ریاست مالیرکوٹلہ

یاد ہے ہولانہ تہا اتبک غم آلِ عبا
دشت کابل مین کہچا پہر نقشہ کرب و بلا

تو گل باغ حیا پژمردہ آب وفا
باد صرصر بد دماغون نے پریشان کر دیا

سرزمین وحشیون مین کیا پڑ معا علائے علم
گردنِ سید پہ سکتے مین سدا تیغ جفا۔

یعنی حضرت مولوی شہزادہ عبد اللطیف
جو شہ کابل کا تہا اخوند زادہ سہ لقا

جس نے اپنے ہاتہ سے رکہا تہا شہ کے سر تاج
کیا ہی بخشا شہ نے ان کو تاجپوشی کا صلا

کسطرح اُس بیگناہ کو لائے مقتل مین چہپہ
سنگساری کے لئے وہ سنگدل اور پر خطا

وہ گلوئے نازک اور وہ شدت طوق گران
اور وہ زنجیر مسلسل مین مقید دست و پا

صف بصف نازان کہڑے سب منتظر گریان
دلین لیکر پہلا پہتر مارنے کی التجا

ضرب اول سے سر اقدس جہکا سوئے زمین
جان بحق تسلیم ہو کر ذات کو سجدہ کیا

اور کہا یا رب رہے دائم امام مسلح جو
جان کی کچہہ پروا نہین ہو جائے انیر ہون فدا

دیکہہ صبر اور استقامت سید مظلوم کی
تہا فرشتون کی زبان پر آفرین و مرحبا

حشر مین کیا عالمون پہ یہ نہین ہوگا سوال
تم مسلمان تہے۔ یا خونریز سبط مصطفا

اے دلِ اکل العدہ تو روح سید پہ درود
تاب لکہنے کی نہین پُر سوز سنکر مرثیا

صبر کر قربان کہ ہوگی حق و باطل مین تمیز
روز قیامت کے یہ خود ہی فیصلہ ہو جائیگا

(البدر)

تعبیر الرؤیا

اخویم مفتی محمد صادق صاحب نے الحکم مورخہ ۲۴ رجون مین جو میری رؤیا کی تعبیر ظاہر فرمائی ہے وہ واقعی درست معلوم ہوتی ہے یہ تاویل مفتی صاحب کے وسعت علم و صحت فراست پر دال ہے کیونکہ اس رؤیا کے بعد مین نے خواب مین دیکہا ہے کہ میرے ہاتہ مین ایک چہوٹی سی سونے کی ڈبیا ہے جسکا منہ کہلا ہے اور وہ روپیون سے بہری ہوئی ہے معبرین کے معانی و اشکال اور اوصاف و خواص کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ لہذا ہر ایک چیز جو خواب مین دیکہی جاوے اوس کی تاویل اوس کی عربی وغیرہ نام و شکل و اوصاف و خواص سے لینی چاہئے ابن سیرین فرماتے ہین الذھب لا یحمد فی التاویل لکراھۃ لفظہ و صفرۃ لونہ و تاویلہ حزن و غرم مال۔

یعنی اگر خواب مین سونا دیکہا جاوے تو اس کی تاویل اچہی نہین ہوتی کیونکہ لفظ ذہب خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کچہہ چلا جاوے گا یعنی کچہہ نقصان ہوگا اور سونے کا زرد رنگ بہی اچہا نہین لہذا اس کی تاویل غم و نقصان مال ہے۔ والفضۃ یحمد فی التاویل لحسن لفظہ کالفیض والفضل والفوز والفائدۃ والفرح و صفاء لونہ۔ یعنی اگر کوئی شخص خواب مین چاندی دیکہے تو اوسکی تاویل اچہی ہوتی ہے کیونکہ لفظ فضۃ فیض و فضل اور فوز و فائدہ اور فرح پر اور اس کا رنگ صفائی و چمک پر دلالت کرتا ہے میری پہلی اور دوسری رؤیا ایک ہی واقعہ پر دلالت کر رہی ہین کیونکہ دونون رؤیا مین ذہب و فضہ کا واقعہ ہے سونے کے خواص و اوصاف اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ اس غم و نقصان کے بعد نتیجہ تقویت دل و فیضان و فضل ہوگا۔ پس مجہے خواب مین ذہب یعنے سونے کا ایک ٹکڑا اور فضہ کے بہت ٹکڑے دکہلائے جانے سے یہی مراد ہے کہ تہوڑے سے غم و نقصان کے بعد فضل و فیضان و فائدہ و فوز کثرت حاصل ہوگا اور یہ بات ان مع العسر یسرا کے مطابق ہے کیونکہ ہر عسر کا لازمی نتیجہ یسر ہوتا ہے۔ میری دانست مین اس رؤیا کا واقعہ اس رؤیا کے دکہائے جانے کے بعد مجہہ پر واقعہ ہو چکا ہے اور اب فضل و فیضان ایزدی کا امید وار ہون کیونکہ آجکی رات کو مین نے خواب مین خالص چاندی یعنے بہت سے روپے دیکہے ہین۔ معبرین لکہتے ہین والدراھم تدل علی الکلام فان کانت جیادا فانھا کلمۃ و کلام حسن و قضاء حاجۃ او صلاۃ و عدد الدراھم عدد اعمال البر والدراھم الواسعۃ تدل علی دنیا واسعۃ یعنی روپے کسی بات پر دلالت کرتے ہین اگر خواب مین کہرے روپے دیکہے جاوین تو ان سے مراد علم اور اچہی بات اور روائے حاجت اور نماز کی اور بہت سے روپے اعمال نیک اجرا بہت سے نیکیون پر دلالت کرتے ہین اور کشایش رزق دنیاوی کی خبر دیتے ہین۔

بہر حال رؤیا مین اشیائے مرئیہ کے معانی و اشکال و خواص کا لحاظ رکہنے سے صحت تعبیر مین مدد ملتی ہے عربی زبان مین اکثر الفاظ کا پہلا حرف اپنے معانی مقصودہ پر دال ہوتا ہے۔ جس لفظ کے پہلا حرف ذال یا نون واقع ہو اسمین خرد جزو یا گندگی و ریختگی و ذہاب کے معنے پائے جاتے ہین مثلاً ذہب یعنے سونا۔ اور چلا جانا۔ ذاب یعنے گلنا گداختن۔ ذرہ یعنے پراگندہ۔ ذرے جو ہوا مین اُڑتے ہین۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی مثال نون۔ مثلاً نفق۔ خرچ کرنا مال سے مال مفید کا نال کر خرچ کرنا نفث۔ جو خون سینہ سے نکلے۔ نفذ۔ نفوذ۔ جاری کرنا و جاری ہونا۔ نثر۔ پراگندہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس لفظ کے پہلے حرف جیم و نون آوین وہان خفا و پوشیدگی کے معنے پائے جاتے ہین۔ مثلاً جنین جو بچہ ماں کے پیٹ مین ہوتا ہے جنت جس مین بکثرت سے درخت ہون اور وہ درختون سے چہپی ہوئی ہو جُنّہ۔ ڈہال کو کہتے ہین جس کے ذریعہ آدمی اپنے آپ کو چہپا کر کسی کے حملہ سے بچائے جن۔ ایک پوشیدہ مخلوق الٰہی کو کہتے ہین جو ہماری نظرون سے چہپے رہتے ہین۔ جنون۔ پوشیدگی عقل۔ عقل کا در پردہ ہونا۔ جس لفظ کے پہلے حرف ق آوے اسمین توڑنے اور قطع کے معانی پائے جاوین گے۔ مثلاً قرض۔ مال کا حصہ کاٹنا کہ کسی کو دینا۔ قصم۔ دانتون سے توڑنا۔ قص۔ کاٹنا۔ چہوٹا کرنا۔ چنانچہ حدیث مین آیا ہے قصوا الشوارب یعنی موچہون کو کاٹو۔ قسم۔ بانٹنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ قصر۔ کوتاہ کرنا۔ چہوٹا کرنا۔ کم کرنا۔

سکہ کی ابتدا اسلام میں

گذشتہ اشاعت سے آگے

ان سکون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نمبر (۴ و ۵) کے غالباً وہی سکے ہیں جن کے ابتدا میں ضرب کئے جانے کا علامہ مقریزی نے ذکر کیا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخون کے جو بیانات در بارہ تقدیم وتاخیر ہیں اُن میں در اصل کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ رومی طرز کا سکہ پہلے سے ضرب ہوتا تھا مگر خاص عربی عبارت کا سکہ ۷۶ھ میں ضرب ہوا۔ اگر دوسرے پہلو سے ان سکون پر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ کس قدر آہستہ آہستہ خالص اسلامی سکہ کی ترویج کے لئے راستہ صاف کیا گیا ہے سکہ نمبر (۱) مین تو کوئی تصرف سوائے اس کے نہیں کیا گیا کہ کوفی خط مین لفظ "بحمص" لکھدیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سکہ ممالک اسلامیہ مین مضروب ہوا ہے اور دوسری طرف اس خیال سے کہ لوگ اس کو جدید سمجھکے کہین بُرا یا جعلی نہ سمجھین لفظ "طیب" منقوش کر دیا گیا۔ دوسرے سکہ مین رومی و عیسائی علامتون کو قایم رکھکر بسم اللہ کو داخل کر دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف رفع شک کیلئے پھر لفظ طیب لکھا گیا ہے۔ تیسرے سکہ مین رومی و عیسائی علامتون کو قایم رکھکر ساتھ کے ساتھ اپنی مذہبی اعتقاد کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے اور ایک طرف دو صلیبون کے مابین "محمد رسول اللہ"۔ اور دونون طرف حاشیہ پر "لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ" لکھدیا گیا۔ تثلیث و توحید کا یہ عجب اتحاد ہے اور اس سکہ پر "طیب" کے لفظ کے نہونے سے پایا جاتا ہے کہ اب لوگ اسلامی سکہ سے مانوس ہو چلے تھے۔ چوتھے سکے سے اور بھی ترقی ظاہر ہوتی ہے کہ علامت صلیب غیر موجود ہے۔ اور پانچوین سکے مین تو خالص وحدانیت کا اظہار ہے گویا کہ ایک سورت بھی موجود ہے۔ چھٹے سکہ مین پوری طرح یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ یہ سکہ خلیفہ اسلام کا ضرب کیا ہوا ہے۔ مگر اس کے ساتھ بنظر احتیاط علامت صلیب کو قایم رکھا ہے گو کہ اسکی شکل ایسی بدل دی ہے، چاہو تو اُسے کچھ اور سمجھ لو اور رفع شک کیلئے لفظ "وَاف" بھی لکھدیا ہے۔ یہ چھو سکے سب ہین اور اس سے بھی اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح آہستہ آہستہ خلائق کو خالص اسلامی سکہ کی اجرا کے لئے تیار کیا گیا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ سکہ ایک تو تعداد مین زیادہ ہوتا ہے دوسرے امیر و غریب سبھی کے ہاتھ مین جاتا ہے تیسرے اُس کی قیمت اس قدر کم ہوتی ہے کہ کسی کو شبہ ہو جائے تو بھی اس کا چلن مشکل سے رُک سکتا ہے۔ جب عام طور پر ان ناقص اسلامی سکون کو رواج ہو گیا اور ممالک متصلہ مین بھی وہ بے تکلف چلنے لگے اور ادہر مسلمانون مین بھی خالص اسلامی سکہ پر تصویر ہونے سے ایک قسم کی برہمی پیدا ہوگئی عبد الملک نے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ۷۶ہجری مین خالد بن یزید کے مشورہ سے خالص اسلامی سکہ جاری کیا۔ اس سکہ مین وہی عبارت تھی جو سکہ نمبر (۷) مین ہے۔ جو ایک سال بعد کا ہے۔ اس مین تمام رومی و عیسوی علامات ترک کر کے صاف صاف لفظون مین خدا کی وحدانیت اور رسول کے نبی برحق اور دین اسلام کے صراط مستقیم ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور عیسائیون پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ان کا دین باطل اور ہمارا دین حق ہے ان پرزور جملون کے کندہ کرنے سے قیصر روم کا جواب دینا مقصود تھا۔ اور شائد یہ پولٹیکل خیال بھی ہو کہ ایسے پرجوش فقرے لکھنے سے سکون کے مروج ہونے مین مسلمانون کے مذہبی جوش سے بھی مدد ملے گی لیکن میرے خیال مین اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان پرجوش الفاظ سے تثلیث کے مقابلہ مین توحید کی خوبی اور عظمت کا اظہار ہو اور لوگون کو معلوم ہو جائے کہ بے جان تصویرون سے فصیح الفاظ زیادہ موثر اور معنی خیز ہوتی ہیں جب یہ سکہ جاری ہوا تو اُس پر سورہ اخلاص کے کندہ ہونے سے مسلمانون مین پھر ایک جوش پیدا ہوا کہ سکہ ایک ایسی چیز ہے جو مطہر اور غیر مطہر سب کے ہاتھ مین جاتا ہے اس لئے اُس پر ایسی متبرک سورۃ کا منقوش کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اُس سے اعلائے کلمۃ اللہ مقصود تھا اس لئے اس قسم کی نکتہ چینیون کی پرواہ نہین کیگئی اور وہ چند روز مین خود بخود دب گئین۔ سکہ نمبر (۸) کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خالص چاندی کا تھا۔ اور چونکہ اُس کا دور بڑا تھا اس لئے اسمین چند الفاظ اور بھی بڑھا دیئے گئے۔ ہر قسم کے سکون کے نام آخر تک وہی رہے جو رومیون مین قدیم سے مروج تھے غرضکہ ۱۰۵ ہجری تک سکہ کی یہی صورت رہی مگر سنہ مذکور مین اس قدر ایجاد اور ہوئی کہ دار الضرب کا نام بھی لکھنے لگے ۱۲۸ ہجری مین ابو مسلم خراسانی بنی عباس نے اپنا سکہ جاری کیا اور اُس مین اپنی دعوت کے اعلان کیلئے بعض عبارتون کا اضافہ کیا اُسکی صورت یہ تھی۔

طرف اول۔ وسط مین "لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ" اس کے گرد مین "لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" اور حاشیہ پر "بسم اللہ ضرب ہ فی سنۃ ثمان و عشرین و مئتہ"۔

طرف ثانی۔ وسط مین۔ "اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد" حاشیہ پر حسب معمول "محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" مگر علامات وقف نہ تھین۔

یہ پہلا سکہ ہے جو علاوہ خلفائے وقت کے کسی شخص نے چلانے کی جرأت کی لیکن اس باغی نے بھی اصلی عبارت کے بدلنے کا خیال نہین کیا بلکہ فقط ایک ایسی عبارت بڑھا دی جس سے اُسکی پالیسی کا اظہار ہوتا تھا اگرچہ کوئی خاص ضرورت نہین ہے۔ لیکن غالباً اس امر کا بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خلفائے بنی عباس مین پہلا درہم جو عبد اللہ السفاح کی ۱۳۲ہجری مین تخت نشینی کے بعد مضروب کرایا اس مین بھی بنی امیہ کے درہم سے کچھ زیادہ تغیر و تبدل نہین کیا گیا۔ بلکہ تقریباً اس کو اسی حالت پر قایم رکھا البتہ وہ آیات قرآنی جن کے منقوش کئے جانے پر اہل تقوے کو اعتراض تھا۔ خارج کر دیگئین۔ اسکی صورت یہ ہے:۔

طرف اوّل۔ وسط مین "لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ" حاشیہ پر "بسم اللہ ضرب ہذا الدرہم بالکوفہ سنہ اثنین وثلثین ومئتہ"

طرف ثانی وسط مین "محمد رسول اللہ"

حاشیہ پر "محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"۔ اس مین منصور کے زمانہ مین اس قدر اور ترمیم ہوئی کہ طرف ثانی مین ولیعہد کا نام بھی اسطرح پر درج ہونے لگا۔

بما امر بہ المہدی محمد بن امیر المومنین"

اور مہدی کے زمانہ سے خلیفہ کا نام لکھا جانا شروع ہوا اور ہارون الرشید کے زمانہ مین یہ رواج عام ہو گیا کہ جس صوبہ کے دار الضرب مین سکہ مضروب ہوتا تھا وہان کے والی کا نام بھی اُس پر منقوش کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے اکثر درہم اور بعض دینار ہمارے ذخیرہ مین بھی موجود ہیں۔ اسلامی سکہ بنی عباس کے دور کے آخر تک تھوڑے اختلاف سے قریب قریب اسی شکل پر رہا۔ چونکہ قدیم سے سکہ اور خطبہ علامت شاہی سمجھا جاتا رہا ہے اور مسلمانون مین صدہا حکمران خاندان ہوئے ہین اس لئے اسلامی سکہ کا مضمون نہایت دلچسپ اور اُس سے تاریخ پر گہری روشنی پڑ سکتی ہے۔ لیکن اُس کے لئے ایک ضخیم کتاب چاہیئے۔

چونکہ مجھکو کئی سال سے سکون کے جمع کرنے کا خبط ہو گیا ہے اور اپنی حیثیت سے زیادہ روپیہ خرچ کرکے بہت سے سکے جمع کئے ہین۔ اور اس فن شریف مین کسی قدر مہارت حاصل ہونے کے لئے سخت محنتین بھی کی ہین۔ اس لئے اگر زمانے نے فرصت دی اور ناظرین نے اس مضمون کو پسند کیا۔ تو کبھی کبھی خاص خاص خاندان کے سکون کے حالات لکھے جایا کرین گے (محمد عزیز مرزا)

چودھری صدری

ملفوظات احمدیہ

۱۲ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء بوقت اسبجے بمقام کچہری گورداسپور درخت جامن کے نیچے بیٹھے ہوئے حکیم نور محمد صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا تھا کہ آپ کی احمدی جماعت کے جو لوگ ہین کہ طاعون سے بچے رہین گے اسکی وجہ کیا ہے حکیم صاحب نے اُس کے جواب مین جو کچھ اس سے تقریر کی تھی وہ سنائی پھر اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے

قادیان پر طاعون کا اثر

ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً۔ یعنے طاعون کا عذاب دو طرح ہوگا۔ کوئی بستی اس سے خالی نہ رہیگی۔ بعض ایسی ہونگی کہ جن کو ہم بالکل ہلاک کر دین گے یعنے وہ اجڑ کر بالکل غیر آباد ہو جائیگی ویرانہ اور تھیہ اجڑے ہوئے کھنڈر ہو جائینگی۔ اُن کا کوئی نشان بھی نہ رہیگا لوگ تلاش کرتے پھرینگے کہ اسجگہ فلان بستی تھی۔ لیکن پھر بھی پتہ نہ ملے گا۔ گویا طاعون جاروب دیا ہے کہ دنیا سے صاف کر اور کوئی آثار اس کے نہ چھوڑیگی بعض ایسے ہون گے کہ جنکو کم و بیش عذاب چھوڑ دیا جائے گا۔ اور صفحہ دنیا سے ان کا نام نہ مٹایا جائیگا۔ صرف سرزنش کے طور پر کچھ عذاب انہین نازل کیا جاتا ہے اور تازیانہ کرکے عذاب ہٹا لیا جائیگا بہت سے شہر فنا ہون گے گروہ فنا نہ ہونگے اسیطرح اللہ تعالیٰ نے قادیان کو قسم مین شامل کیا ہے اور اس الہام "انہ اوی القریہ" سے مراد یہی ہے کہ اور طرح ہمارے گاؤن کو طاعون جارو بالکل تباہ نہ کرے گی کہ لوگ تلاش کرین

کہ کہان قادیان واقعہ تہی اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان بستیون کیطرح خدا اسکو تباہ نہ کرے گا بلکہ یہ بہی رہیگی الا بطور تازیانہ کچہ سزا دے کر اس کو بچا لیا جائیگا ہم نے بار بار مجلسون مین بیان کیا ہے اور لکہا ہے کہ (انہ اوی القریہ) سے مراد یہی ہے کہ خدا نے اس قریہ کو پناہ دیدی ہے کہ وہ طاعون جارف سے بچی رہے اور بالکل فنا نہ ہو۔

خدا نے یہ وعدہ نہین کیا کہ باوجود گنہگار ہونے کے اللہ تعالیٰ بغیر عذاب کے چہوڑ دے۔ ایکطرف تو قرآن مین یہ لکہا ہے کہ طاعون سے کوئی بستی خالی نہ بچیگی اور طاعون کی وجہ صرف یہی ہے جو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔ کے الہام سے ظاہر ہے یعنے لوگون نے جب اپنے افعال اور اعمال سے غضب الٰہی کے جوش کو بہڑکایا اور بد عملیون سے اپنی حالتون کو ایسا بدل لیا کہ خوف خدا اور تقوے و طہارت کی ہر ایک راہ کو چہوڑ دیا اور بجائے اس کے طرح طرح کے فسق و فجور کو اختیار کر لیا اور خدا پر ایمان سے بالکل ہاتھ دہو دیا۔ دہریت اندہیری رات کی طرح دنیا پر محیط ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے نورانی چہرے کو ظلمت کے نیچے دبا دیا۔ تو خدا نے اس عذاب کو نازل کیا تا لوگ خدا کے چہرے کو دیکہ لین اور اسکی طرف رجوع کرین بعض بستیان مہلکوہا مین داخل ہو کر بالکل فنا ہو جائینگی اور بعض معذبوہا مین داخل ہون گی لیکن خالی کوئی نہ رہیگی۔ قادیان مہلکوہا مین داخل نہ ہوگی یہی مراد الہام انہ اوی القریۃ سے ہے گناہون کی سرزنش کرنے کیلئے خدا نے یہان بہی طاعون نازل فرمائی۔ خدا تو فرماتا ہے کہ لولاک الاکرام لہلک المقام۔ یعنے قادیان مہلکوہا مین داخل کر دیا جاتا لیکن صرف تمہاری تکریم اور تعظیم سے اسکو مہلکوہا مین داخل نہین کیا گیا جو بچے ہین اور جو بچین گے وہ تمہارے اکرام کیوجہ سے بچین گے یہ تو قرآن کے بالکل مخالف ہے کہ قادیان عذاب طاعون سے بالکل محفوظ رہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔ دوسری طرف انہ اوی القریۃ کے اگر یہ معنے ہون کہ قادیان بالکل بچیگی تو ان دونون کے درمیان تضاد واقعہ ہوتا ہے۔ دو ضدین جمع نہین ہو سکتین۔ ہم نے کبہی انہ اوی القریۃ کے یہ معنے نہین سمجہے۔

طاعون تو دنیا کی ہر ایک بستی مین آئیگی یہ بہی عجیب بات ہے کہ جہان کسی نے دعوی کیا کہ فلان مقام مین طاعون نہین تو اسی جگہ وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ دہلی والون نے بڑے زور سے لکہا تہا کہ دو وجوہ سے وہان طاعون نہین آتی اور نہ آئیگی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہان کے لوگ بہت صفائی رکہتے ہین دوسرے مچہرون کا وہان نہ ہونا۔

اب خبرون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان بہی طاعون آگئی۔ لاہور کی نسبت کہا جاتا تہا کہ اسکی سرزمین مین ایسے اجزا ہین کہ اسمین طاعونی کیڑے زندہ نہین رہ سکتے لیکن وہان بہی طاعون نے آن ڈیرا ڈالا ہے ابہی لوگون کو معلوم نہین ہے لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکہین گے کہ کیا ہو گا۔ کئی لوگ اور دیہات بالکل تباہ ہو جائین گے۔ دنیا سے ان کا نام و نشان مٹ جائیگا اور ان کے آثار تک باقی نہ رہین گے لیکن یہ حالت کبہی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔

یہ ایک لمبی بیماری ہے عمرون تک چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قطعے اس نے برباد کر کے جنگل کر دیئے۔ شہرون کے شہر ویرانے بنا دیئے۔ سیکڑون کوس ایسے غیر آباد کئے کہ جانور بہی زندہ نہ رہے اس سے کمتر تو بڑے بڑے شہر بہی کچہ حقیقت نہین رکہتے۔ بڑے سے بڑے آباد شہر کو بہی اگر چاہے تو دو تین دن مین صاف کر سکتی ہے۔

۴ جون سنہ ۱۹۰۴ء

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ نماز اصل مین دعاء ہے۔ نماز کا ایک لفظ جو بولتا ہے۔ وہ نشانہ دعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز مین دل نہ لگے تو پہر عذاب کے لئے تیار رہے کیونکہ جو شخص دعا نہین کرتا وہ سوائے اس کے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور کیا ہے ایک حاکم ہے جو بار بار اس امر کی ندا کرتا ہے کہ مین دکہیارون کا دکہ اٹہاتا ہون۔ مشکل والون کی مشکل حل کرتا ہون مین بہت رحم کرتا ہون۔ بیکسون کی امداد کرتا ہون۔ لیکن ایک شخص جو کہ مشکل مین مبتلا ہے اس کے پاس سے گذرتا ہے اور اسکی ندا کی پرواہ نہین کرتا نہ اپنی مشکل کا بیان کر کر طلب۔۔ امداد کرتا ہے تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اور کیا ہوگا۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کیلئے تیار ہے۔ بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے قبولیت دعا کیلئے ضروری ہے کہ نافرمانی سے باز رہے اور دعا پر بڑے زور سے کرے۔ کیونکہ پتہر پر پتہر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا ہوتی ہے الیٰ ربک یومئذ ن المستقر اس آیت کو قیامت پر چسپان کرنا غلطی ہے کیونکہ اس دن تو خدا کی طرف رجوع کرنا کسی کام نہ آویگا بلکہ یہ اس زمانہ کی حالت ہے کہ طاعون کے بارے مین خواہ کوئی حیلہ حوالہ کرین ہرگز کام نہ آویگا۔ آخر مستقر خدا تعالیٰ ہی ہوگا۔ لوگ جب اس کو مانین گے تب وہ اس سے رہائی دے گا۔

این المفر بہی اسی پر چسپان ہے کیونکہ دوسرے آفات مین تو کوئی نہ کوئی مفر ہوتا ہے۔ مگر طاعون مین کوئی مفر نہین ہے۔ صرف خدا کی پناہ ہی کام آویگی۔

خدا کیطرف ظلم کبہی منسوب نہین ہو سکتا جو صادق ہوگا وہ ضرور اپنے صدق سے نفع پاوے گا یہ وہی دن ہے جن کی نسبت کہا گیا ہے۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔

ویدک مت کے لطائف

ایک اور لطیفہ سنئے۔ ویدک تعلیم کے رو سے تمام نباتات بہی آریون ہی کی مسخ شدہ اور متناسخ شدہ روحین ہین۔ یجر وید باب ۱۹ منتر ۴۷ کا ترجمہ بہومکا مطبوعہ اجمیر کے صفحہ ۲۶ مین ملاحظہ ہو۔ ایشور کا ارشاد ہے۔ اس سنسار مین ہم دو پرکار کے جنم سنتے ہین۔ ایک آدمی کے جرم کا حاصل کرنا۔ دوسرا نیچے کے درجے کے۔ حیوان پرند۔ کیڑے۔ درخت وغیرہ بننا۔ انہی دونون بہیدون سے سب دنیا کی روحین اپنے اپنے پاپ اور پن کے پہل حاصل کرتے ہین۔ اور ستیارتہ پرکاش صفحہ ۲۳۸ مین ہے۔ جو شخص بذریعہ جسم کے چوری دوسرے کی عورت سے مباشرت نیک آدمیون کی ہلاکت وغیرہ کام بد کرتا ہے اس کا جنم درخت وغیرہ غیر متحرک قالبون مین ہوتا ہے۔ کیا اب بہی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ دیانندی پنتہ فلسفہ کا گہر ہے۔ جو شخص نباتات مین بہی آریون کی روحین گہسی ہوئی اعتقاد کرتا ہے اور نہ صرف نباتات مین بلکہ درخت کے ساتہ ابہی وغیرہ کا لفظ موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ دیانندی لوگ پتہر کنکر۔ خاک۔ دہول۔ چیزون مین آریہ پرشون کی روحین گہسی ہوئی مانتے ہین۔ وہ بہی دنیا مین فلسفہ کا نام لے یا کسی طرح کی شیخی بگہارے۔

این خیال است و محال است و جنون

دیانندیو اگر واقعی تمام درختون اور نباتات مین تمہارے بہائی بندون ہی کی روحین متناسخ شدہ اور عقوبت مین گرفتار ہین۔ تو آپ لوگ سبزی اور نباتات وغیرہ کہان اپنے پیٹ مین ٹہانس ٹہانس ڈال رہے ہین یہ کیا بات ہے کہ تم اپنے بہائی بندون کو اپنے ہاتہون سے اس طرح تلف اور ضایع کرو۔ آپ کو ان پر درد اور رحم کیون نہین آتا کیا انصاف ہے کہ ہری ہری سبزی اور عمدہ عمدہ درختون کو کاٹ کر اپنے بہائیون کی متناسخ شدہ روحون کو دکہ اور ایذا پہونچاؤ۔ کیا ایشر سبزی کہانے کا حکم دے سکتا ہے۔ جب کہ یہ بہی تمہاری مانند جیو آتما ہین کیا یہ بات ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص۔۔۔ ایک لڑکے کو مروا ڈالے اور دوسرے لڑکے کو اس کا گوشت کہلا دے۔ ستیارتہ صفحہ ۹۲ اور کیا اگر درخت وغیرہ نباتات مین بہی دیانندیون ہی کی روحین گہس رہی ہین۔ تو کیا اس پارلی کو اس پارلی پر کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ اور پہر تم لوگ گوشت کہانے سے مسلمان اور دیگر اقوام کو کیون منع کرتے ہو جب کہ آپ سبزی و نباتات کی شکل مین اپنے بہائی بندون کا گوشت کہاتے ہو۔ تم بہی سبزی ترکاری۔ درخت وغیرہ کا استعمال کیون نہین چہوڑتے۔ تاکہ دنیا تمہارے وجود سے خالی ہو کر خس کم جہان پاک کا مصداق ہو۔ ممکن ہے کہ وہ مذہب جو کہ اس بات سبزی درخت وغیرہ مین انسانی روحین (جیو آتما) مین تسلیم کرے۔ وہ دوسرے کے مذہب پر اعتراض کرنے کی جرأت رکہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است

بہائیو یہ تو اس زمانہ کا ویدک دہرم ہے۔ جب دنیا ساری جاہل تہی یہ اور کہا اس بات درخت وغیرہ ہر شے مین انسانی روحین مانتی تہی۔ اب سائنس کا زمانہ ہے اس قسم کے باطل اعتقادات اور بیہودہ خیالات سے باز آ جاؤ۔ اور خدا سے ڈرتے ہوئے دین اسلام پر ایمان لاؤ۔ جو دنیا کے تمام انبیاء و اولیاء رشیون مہاتماؤن کا مذہب تہا۔ وید نے نہ کبہی مکتی کا راستہ دکہایا اور نہ دکہائیگا۔ ابہی وقت ہے ورنہ خطا کہاؤ گے گیا وقت پہر ہاتہ آتا نہین۔

ــــ

سلہ بیان سے وید کی قدامت کافور ہو رہی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ وید دنیا کے ابتدا ہی نہین۔ بلکہ اس وقت کی ہین جبکہ اس قسم کے تجربے عام ہو چکے تہے اور سننے سنانے تک نوبت آ پہونچی تہی اس سے سوا سننے والا کون ہے۔ خدا یا انسان اگر خدا ہے تو کس سے سنتا ہے اگر انسان ہے تو وید خدا کا الہام کس طرح ہو سکتے ہین۔ فقد بر۔

ایک اور لطیفہ لیجئے۔ وید مین دھرم اور دھن رچائیں مین کر اے ایشور ہم کو دودھ دینے والی بھلا گھوڑے گائیں وغیرہ وغیرہ عطا فرما۔ چنانچہ منجملہ انکے ایک منتر یجر کا ہے جس مین ایسی ہی درخواست ہے۔ اے پرمیشور آپ کی عنایت سے ہمین اس آشرم (خانہ داری) کے اندر گائے بھینس بکری وغیرہ جانور۔ اور زمین، حواس علم کی روشنی اور راحت وخوشی وغیرہ جو لی حاصل ہوں اور سب چیزین ہمارے موافق ہین۔ اور مذکورہ بالا اشیاء حاصل ہوتے علاوہ گھر مین اپنے پینے کا سامان عمدہ اور گھی اور شہد وغیرہ عمدہ عمدہ اشیاء خوردونوش موجود ہوں۔ مذکورہ بالا چیزوں کو مین اپنی حفاظت اور سکھ کے لئے ہم پہونچاتا ہوں ان کے حصول سے مجھ کو عمدہ دنیوی مین اعلےٰ مقصد انسانی یا موکش کا سکھ اور دنیوی رحمت یعنی اقبال وحشمت نصیب ہو۔ اور ہم دوسروں کی بھلائی کرتے ہوئے گرہ آشرم کے اندر مذکورہ بالا دونوں قسم کے سکھ کو ترقی دین۔ یجراودھیا ۳ منتر ۴۳ مندرجہ بھومکا صفحہ ۱۰۱۔

پھر وید مین ایشور کا ارشاد ہے۔

پرمیشور اس راج مین جہاں دھرم کی پابندی ہوتی ہے قائم ہوتا ہوں جس ملک مین علم اور دھرم کی ترقی اور اشاعت ہوتی ہے۔ وہ میرا مقام مالوف ہے۔ مین اس راج مین فوج کے گھوڑوں اور بیلوں کو عطا کرتا ہوں (یجر وید ادھیائے ۱۰ منتر ۱) بھومکا صفحہ ۱۴۱۔

پھر یجر وید ادھیائے ۱۲ منتر ۸۷ مین ہے۔ بوٹیوں کی مانند سکھ دینے والی سندر دوا۔ اتا مین تیرے تئیں عمدہ طریق سے نزدیک ہو کر نصیحت کرون اے مرد کی والی نیک اولاد میں تا تیرے گھوڑوں وغیرہ کا گلے وغیرہ۔ زمین وغیرہ کپڑے وغیرہ۔ اور جان کی خالص خدمت کرون۔

پھر یجر وید ۵ باب ۲۸ منتر مین ہے اے بچہ والے جہان کی بی بی جیسے تو اپنے بچوں اور ہاتھی گھوڑوں گائے وغیرہ حیوانوں سمیت اپنے گھر مین بڑی مستحکم ہو ویسے ہی بچہ کرنے والا تیرا خاوند بھی بڑا مضبوط ہے۔ تو دونوں میاں بی بی[1] گگلی وغیرہ خوشبودار چیزوں سے آسمان وزمین کو بھر دو۔ اے بچہ کرنیوالی عورت تو بحساب دولت والی اپنے بچہ سے

اب تو اور تیرا خاوند دنیا کو سایہ کرنیوالا ہو جاو

دیانند لوا! کیا اس پر بھی وید کو ایشور کرت یعنے یعنی خدا کا کلام مانو گے۔ کیا وہ خدا جس نے تمام جانوروں کو ان کے اعمال کی سزا مین حیوانی قالب بخش رکھا ہے۔ آپ ہی یہ دعا سکھا سکتا ہے کہ لوگو اس ایشور سے گائیان۔ بھینس۔ بکری۔ گھوڑے۔ گھی۔ اور شہد وغیرہ وغیرہ مانگو۔ کیا وہ آپ ہی ایسی دعا کی ہدایت دے سکتا ہے۔ جس سے خدا کی نافرمان۔ پاپی۔ اور مورد غضب حیوانات پیدا ہون۔ کیا ایشور کی خود ایسی مرضی ہو سکتی ہے کہ لوگ ضرور گائیان۔ بھینس۔ بکری اور شہد کی مکھیان وغیرہ بنین تا کہ دوسرے آریوں کے کام آئین۔ اگر سارے ایسے نیک اعمال ہو جائین تو ان چیزوں کا۔ تو ان چیزوں کا تو وجود ہی نہ ہوگا۔ پھر ایسی دعا سکھانا اور تعلیق بالمحال کیا خدا کا کام ہو سکتا ہے اور جس کتاب مین ایسی ایسی قابل اعتراض باتین لکھی ہین کیا وہ خدا کا کلام ہو سکتا ہے؟ کیا خدا خود ہی ان چیزوں کے مانگنے کی ہدایت کر سکتا ہے۔ جن کا وجود گناہوں اور پاپوں پر موقوف ہے۔ اے ہے آریو! تمہاری عقل کو کیا ہو گیا؟ کیا اسلام کی مخالفت کی یہ سزا نہین ہے۔ جو ایسے ایسے بیہودہ اعتقاد کے قائل ہو گئے۔ سوچو اور غور کرو۔

پھر آریہ مسافر میگزین جالندھر بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ مین ایک وید منتر کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے جسطرح بار بار ہل جوت کر کھیتی کیجاتی ہے اسطرح وہ پرمیشور میرے لئے اعلےٰ چیزوں اور جنگ دشمنون کے ساتھ گئو وغیرہ مفید جانوروں اور غلہ کو میری ضرورت کے موافق بار بار حاصل کرتا ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ گائے وغیرہ مفید جانوروں کے پیدا ہونے کو احسانات الٰہی مین سے شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ گائے وغیرہ حیوانات کا جنم لینا غضب الٰہی کا نشان ہے۔ نہ خدا تعالےٰ کی رحمت یا احسان کا اگر وید خدا کا کلام ہوتا تو اس کے برخلاف اسمین یہ دعا ہوتی۔ اے خدا تعالےٰ انسان کو گائے وغیرہ کے جنم لینے سے محفوظ رکھ دنیا مین کسی انسان کو گھوڑا یا گائے نہ بنا کر ان مغضوب جانوروں کی پیدایش کو احسانات الٰہی سے موقعہ پر ذکر کیا جاتا اور اس سے وید او تناسخ ایسا اثر رکھنے جیسے گدھے کی سر سے سینگ اور صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وید انسان کی ادنیٰ اور سطحی خیالات کا ایک ذخیرہ جسمین بے سوچے سمجھے اس قسم کے متضاد خیالات اور متناقض بیانات بھرے ہوئے ہین جس کو حق اور حقانیت راستی اور صداقت سے تعلق تک بھی نہین ۔

تین سوالونکا جواب

حضرت حکیم الامتہ کے حضور ریاست لس بیلہ سے الحکم کے ایک معزز خریدار نے تین سوال بغرض جواب بھیجکر خواہش کرتے ہین کہ ان کا جواب بذریعہ الحکم شایع ہو اس لئے حضرت حکیم الامتہ نے مناسب سمجھا کہ عام فائدہ کے لئے ان سوالات کا جواب شایع کر دیا جاوے

ایڈیٹر

سوال اوّل وان من اهل الکتٰب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا مین ضمیر موته کیون مسیح علیہ السلام کیطرف راجع نہ سمجھی جاوے جس سے کہ کل اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کا منشار آیتہ پورا ہو۔ ورنہ کل اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کی بشارت کے معنے ناقص رہ جاتے ہین۔

الجواب ۔ قرآن کریم کی کسی آیت کے معنے کرنے کے لئے منجملہ بہت سے اصولوں کے یہ اصل ملحوظ رہے نہین دینی چاہئے۔ کہ قرآن کریم کے معانی خود قرآن مجید اور فرقان حمید مین تلاش کئے جاوین اور پھر اسما الٰہیہ کے خلاف کسی لفظ کے معنی نہ لئے جاوین۔ ایسا ہی تعامل سے جس کا نام سنت ہے معانی لے اور اس سے باہر نہ نکلے اور سنن الٰہیہ ثابتہ کی خلاف ورزی نہ کرے اور لغت عرب اور محاورات ثابتہ عن العرب کے خلاف نہو۔ پھر عرف عام سے جسکو معروف کہتے ہین معانی باہر نہوں۔ احادیث صحیحہ ثابتہ کے خلاف نہون۔ کتب سابقہ کے مسلمہ حصون کے خلاف نہون۔

قرآن مجید کے ترجمہ کرنے مین جن لوگون نے ان اصولوں اور دوسرے اصولوں کی پرواہ نہین کی انہون نے غلطی کھائی ہے خصوصاً نیچرین و مخالفین اسلام اسی اصل کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہین اور افسوس کہا جاتا ہے کہ اکثر مسلمان بھی ان اصولوں سے ناواقف ہین ورنہ ہم جو کچھ حضرت اقدس مسیح موعود کے متعلق استشہاد قرآنی پیش کرتے ہین ان کے سمجھنے مین انہین دقت نہوتی۔

مثال کے طور پر آپ اسی آیت کو لیجئے جس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ جو معنے ہمارے مخالف اس آیتہ کے کرتے ہین کہ ہر ایک اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آئیگا۔ یہ معنے اگر کئے جاوین تو اس سے ایسی قباحت لازم آتی ہے جس کا کوئی مسلمان قائل نہین ہو سکتا اور قرآن مجید مین عظیم الشان اختلاف پیدا ہو جاوے گا۔ حالانکہ قرآن کریم کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی یہ زبردست دلیل ہے کہ اسمین اختلاف نہین جیساکہ فرمایا ہے لوکان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔ کیونکہ اس صورت مین معنے آیت کے یہ ہون گے کہ مسیح کے آنے پر سب اہل کتاب اسپر ایمان لے آئین اب جائے غور ہے کہ کیا مسیح کی آمد ثانی پر وہ سب اہل کتاب جو اسوقت سے پہلے مر چکے ہونگے پھر زندہ ہو جائین گے؟ جو صریحًا باطل ہے۔ اور کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہین رکھ سکتا۔ اور اگر یہ ہو کہ صرف اس زمانہ کے اہل کتاب ایمان لائین گے۔ تو پھر کل کل نہ رہا۔

پھر دوسری خرابی ایسے معنے کرنے مین یہ ہوگی کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیح کو بطور وعدہ بشارت دیتا ہے وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة ۔ یعنے اللہ تعالیٰ تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامت تک غالب رکھیگا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ قیامت تک مسیح کے منکروں کا وجود بھی رہے پھر اس آیت کے یہ معنے کسطرح صحیح ہونگی؟ ہے اس کے سوا دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا، فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة یعنے ہم نے قیامت تک عیسائیون اور یہودیوں مین عداوت اور بغض ڈالدیا ہے۔ سورۃ المائدہ۔ رکوع ۳۔ اس آیت سے بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیون مین قیامت تک بغض اور عداوت کا رہنا لازمی ہے۔ لیکن اگر آیتہ وان من اهل الکتٰب کے وہی معنے تسلیم کئے جاوین تو اس آیتہ کا مضمون صادق کسطرح ٹھہرے گا۔

پھر ایک اور آیتہ ہے۔ والقینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة یہ آیت بھی اس مضمون کی ہے اور پھر ایک اور آیتہ لا یزالون مختلفین بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔

ان تمام آیات پر یکجائی نظر کرنے سے یہ امر نہایت صفائی کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ یہود اور عیسائیون مین قیامت تک مخالفت اور عداوت باقی رہیگی۔ لیکن اگر سب مسلمان نے آئین تو پھر ان آیات کی معاذ اللہ۔ تکذیب کرنی پڑے گی بلکہ قرآن مجید پر اعتراض کرنے کا موقع دینا ہوگا۔ اور ہماری تو سمجھ مین ہی نہین آتا کہ یہودی اور عیسائی باہم کل کسطرح سکتے ہین کیونکہ یہودی مسیح کی نبوت تک کے بھی قائل نہیں بلکہ ان کو معاذ اللہ ملعون ٹھہراتے ہین اور عیسائی ان کو خدا بناتے ہین۔

---

[1] واہ یہ عجیب فلاسفی ہے زمین وآسمان کو گگلی وغیرہ خوشبودار چیزون سے بھر دینا۔ اتنی خوشبودار چیزین آئین گی کہاں سے۔ اور پھر بھی لیکن۔ تو دنیا کی دیگر اشیاء کہاں جگہ پائینگی واہ آریہ ست تیرا فلسفہ اور واہ دیانندی پنتھ تیرا بنانے دمنیا۔

ور توریت مین کسی نبی کے آنے کی کوئی بشارت دی نہین گئی۔ اگر بفرض محال ان ہی لیا جاوے کہ وہ توریت کو چھوڑ کر مسیح کو مان لین گے تو وجہ اختلاف باقی رہتی۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ یہودیون نے اول مسیح کا انکار کیون کیا؟ اسکی وجہ تو وہی ملاکی کا صحیفہ تہا جسمین مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کا آنا لکہا تہا۔ اور یہی سوال علماء یہود نے مسیح سے کیا تہا۔ جنہون نے ایلیا کو یوحنا بتایا۔ اب انکی دوبارہ آمد کیلئے وہ بفرض محال آسمان سے اترتے ہوئے نظر آجائین یہودی ایلیا کو اترتا نہ دیکہہ لین گے مان ہی نہین سکتے۔ پس یہ خیال قرآن کریم کی ان آیات کے خلاف اور مخالف ہی بلکہ عقلی دلائل اور مشاہدہ بہی اس کے خلاف ہے اور علاوہ مسیح پر ایمان لانے سے مسلمانون کو فائدہ اور خوشی؟ اسمین یہ تو کوئی ذکر نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوینگے۔ غرض یہ معنے جس رنگ اور پہلو سے دیکہو غلط ہین۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیتہ کے وہ معنے کئے جاوین جو قرآن کریم کی کسی آیتہ کے متعارض واقع نہ ہون۔ بلکہ مصدق اور موید ہون۔ چنانچہ ہم ذیل مین بیان کرتے ہین ان مین سے تاویل رکیکہ کی بہی ضرورت نہین اور قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرتے ہین اس آیتہ سے اوپر قتل مسیح اور ان کے مصلوب ہونے کی بحث اللہ نے شروع فرمائی ہے۔ جیسا فرمایا وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفی شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفع الله اليه وكان الله عزيزا حكيما۔ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا

اور یہودیون کے اس قول پر نظر کرو کہ ہم نے یقیناً مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کا رسول ہے قتل کر ڈالا حالانکہ انہون نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ ان کو صلیب دی لیکن یہ بات ہوا کہ وہ مشابہ بالمصلوب ہو گیا اور بے شک جو لوگ قتل مسیح مین اختلاف کرتے ہین وہ اس بارہ مین شک مین ہین ان کو اس قتل کا یقینی علم نہین وہ صرف ظن کی اتباع کرتے ہین یہودیون نے یقیناً یقیناً اس کو قتل نہین کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے

ان کو طبعی موت سے وفات دیکر ان کا رفع کیا (جو مقتول یا مصلوب کا نہین ہوتا) اور اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے۔

اور کوئی بہی اہل کتاب مین سے نہین جو قتل مسیح پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لا رہا ہو۔ اور قیامت کے روز مسیح ان پر گواہ ہوگا۔ ان آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مین مختلف طرز اور رنگ مین **نفی قتل** کی ہے۔ اور یہی مضمون زیر بحث چلا آتا ہے۔ اور یہ واقعات اور مشاہدہ صحیحہ کے موافق ہے۔ کیونکہ ہر ایک یہودی اور عیسائی نے مسیح کے اس **قتل بالصلیب** کو اپنا **ایمان** مانا ہے عیسائی تو اس پہانسی کو کفارہ کے رنگ گناہون مین ایمان مانتے ہین اور یہودی ان کے رد ہائے نبوت کے ابطال کیلئے۔ ایسی صورت مین لیؤمنن بہ کے معنے کیسے کہلے اور صاف ہین۔ ہر ایک یہودی اور عیسائی اس پر ایمان لایا ہے اور لا رہا ہے اور لائے گا۔ اُمید ہے کہ اسقدر تصریح اس آیت کی کافی سمجھی جاویگی۔ اگر اس پر کوئی اور کلام ہو تو اسپر پہر نظر کیجا سکتی ہے

سوال دوم۔ سود کے جواز یا عدم جواز پر جو آجکل بحثین ہو رہی ہین جناب مرزا صاحب کا اسبارہ مین کیا ارشاد ہے۔

الجواب

حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور متعدد مرتبہ سود کے متعلق مختلف پیرایون مین پوچہا گیا ہے آنحضرت جیسا کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات اور تعامل اسلام سے پایا جاتا ہے ہر قسم کے سود کو حرام بتاتے ہین اور کسی صورت مین اس کے جواز کے قایل نہین اور رہون بہی کسطرح جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يمحق الله الربوا۔ اللہ تعالیٰ نے ربا کے محق کرنیکا ارادہ کیا ہے اور دوسری جگہ فرمایا الذين ياكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذی يتخبطه الشيطان من المس۔ یعنے وہ لوگ جو سود لیتے ہین نہین اٹہین گے قیامت کے دن مگر اسطرح جیسے شیطان نے مس کر کے انہین دیوانہ بنا دیا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کہانیوالے سکہلانیوالے اور اس کے گواہون اور وثیقہ لکہنے والون پر لعنت کی ہے۔ اس سے بڑہکر اور تہدید کیا ہوگا اللہ تعالیٰ

سود کو حرب من اللہ ٹہراتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹہرایا ہے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم لعنت بہیجتے ہین تعامل اسلام مین کوئی اس کا مجوز نہین پہر اس کے جواز کی کونسی دلیل شرعی ہو سکتی ہے یہانتک مشاہدہ صحیحہ مین بہی اس کے خلاف ہے۔

بڑے بڑے **بنکون** کے دیوالے نکلتے آپ نے دیکہے نہین تو اخبارات مین ضرور پڑہے ہون گے۔ یہ آفت اسی سود کی وجہ سے آئی ہے۔ اور ایسے باریک در باریک اسباب کے ذریعہ سے آئی ہے کہ دوسرے اس کو نہین سمجہ سکتے۔

جن لوگ[illegible]ت لکہنو کے زوال کے [illegible] ری ہے وہ منجملہ اسباب کے [illegible] سود کو بہی ٹہراتے ہین جو پرامیسری نوٹون کے رنگ مین لکہنو کے اعیان سلطنت مین مروج ہوا تہا اور آخر انکو اپنے روپیہ کے ضایع ہونے سے بچانے کیلئے وہ رنگ اختیار کرنا پڑا جو سلطنت کی تباہی کا موجب ہوا۔

غرض سود ہر حال مین قطعاً منع ہے

سوال سوم۔ موتیٰ کی سماعت یا کلام و طعام کے ثواب کے متعلق مرزا صاحب کیا فرماتے ہین۔

الجواب

سماع موتے حدیثون سے ثابت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حاجت روا بہی ہین مجہے ان لوگون پر افسوس آتا ہے جو برخلاف حدیث **سماع موتیٰ** کے تو قائل نہین لیکن مردون سے حوایج طلب کرنے مین تامل نہین کرتے۔

ثواب کے متعلق یاد رہے کہ موتیٰ کو صدقہ کا دعا کا ثواب ضرور پہونچتا ہے روزہ اور حج کے ثواب کے لئے بہی احادیث موجود ہین + کلام کے ثواب کیلئے علماء ربانی کی شہادت موجود ہے کہ انہون نے کشف مین دیکہا مگر احادیث اور آثار بہی اسی باب مین ہین گو انہین ضعف ہے البتہ حضرت صاحب کی زبانی نہین سنا کہ کلام کا ثواب کسطرح پہونچتا ہے۔ دعا اور جنازہ کی نماز کا ثواب پہونچنا آپ نے فرمایا ہے +

اسلام اور عیسائیت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

محکمہ تفتیش اور مطبوعات کی نگرانی

چھپنے والی کتابوں کی نگرانی کا ایک محکمہ قائم ہوا اور مصنفین اور چھاپنے والے پابند کیے گئے کہ کتابیں یا تو محکمہ تفتیش کی اجازت سے چھاپیں یا لاٹ پادری سے قابل طبع ہونے کی تصدیق حاصل کریں۔ جو شخص خلاف ورزی کرتا کتابیں تلف کر دی جاتیں۔ پریس ضبط ہو جاتے اور وہ خود ماخوذ ہو کر کلیسیا سے محروم کر دیا جاتا۔ محکمہ تفتیش کو تاکید تھی کہ کیتھولک عقاید کے خلاف کوئی کتاب شائع نہ ہو۔ کلیسیا سے محرومی کے علاوہ اصحاب مطابع پر سخت جرمانہ بھی ہوتا تھا۔

محکمہ مذکور پادری مارکمینڈا کی درخواست پر قائم کیا گیا۔ غرض یہ تھی کہ فلسفہ کی روک تھام ہو اور جنوبی فرانس وغیرہ میں ابن رشد کے شاگردوں اور شاگردوں کے مستفیدین سے اندیشہ تھا کہ علم و فضل کے عام چرچے سے عیسائیت کو نقصان پہنچے گا۔

محکمہ نے نیک نیتی سے اپنے فرائض انجام دیے اور اٹھارہ برس کی مدت میں (۱۴۸۱ عیسوی سے ۱۴۹۹ء تک) اس کے حکم سے دس ہزار دو سو بیس شخص زندہ جلائے گئے اور چھ ہزار آٹھ سو ساٹھ شخص شہر میں تشہیر کے بعد پھانسی دیے گئے۔ اور ستانوے ہزار تئیس شخصوں کو مختلف سزائیں دی گئیں اور عبرانی زبان میں جس قدر توراۃ کے نسخے تھے سب جلا دیے گئے۔

اس مقدس محکمے میں تحقیقات کا دستور یہ تھا کہ ملزم کو حوالات میں رکھ کر سخت سے سخت سزائیں دی جاتیں۔ آخر وہ الزام کو تسلیم کر لیتا اور بے گناہ مصنف کو چار و ناچار اپنی قسمت کا آخری فیصلہ بے رحم پادری کی ناانصافی کے سپرد کرنا پڑتا تھا۔ لاٹران کی مسیحی کونسل نے ۱۵۱۵ء میں باتفاق آراء یہ حکم نافذ کیا کہ ابن رشد کی فلسفی کتابیں جو دیکھے اس پر لعنت کی جاوے۔ پادریوں نے ابن رشد پر۔ ابن رشد کی کتابوں پر۔ ان کے دیکھنے والوں پر لعنت بھیجنا ایک قسم کی عبادت سمجھتے تھے۔ لیکن طلبگاروں کا شوق اس پر بھی معدوم نہ ہو سکا۔

محکمہ تفتیش نے ان مجرموں کو جو تحصیل علم کے پیچھے دیوانے ہو رہے تھے۔ سراغ لگانا شروع کیا۔ اور طلب علم کے الزام کے ساتھ تحقیقات بدعت کی بھی ایک شاخ لگا دی گئی۔ شہروں میں۔ گھروں میں۔ تہخانوں میں۔ مخزنوں میں۔ سطحوں میں۔ غاروں میں۔ جنگلوں میں۔ غرض کہ در شگاف و فوق و تحت و ہر طرف۔ جہاں کہیں مجرموں کے ملنے کا شبہ ہوتا تلاشی لیجاتی اور اس فرمان واجب الاذعان پر پورا عمل درآمد ہوتا کہ۔ میں امن و امان کیلئے نہیں بلکہ تیغ زنی کے لئے آیا ہوں۔

تارک الدنیا راہب۔ عبادتگاہوں سے۔ پادری گرجا گھروں سے۔ شہزادے اپنے مکانات سے۔ اور عوام الناس کھیتوں۔ کارخانوں۔ اور اپنی اپنی دکانوں سے پکڑ لائے جاتے تھے عقوبت شدید کے ذریعہ سے تہمت کا اقرار کرایا جاتا تھا اور پھر ان کے حق میں عدالت انہیں تعزیرات کی تجویز کرتی جو ایسے فتنہ انگیز مذہبی باغیوں کے سزاوار تھی۔ یعنی قتل و احراق۔

مجمع لاٹران نے مقرر کیا کہ کنفشن کی رسم کیتھولک مذہب کے طریق پر ہوا کرے اور لوگوں کے خیالات کا اس ذریعے سے اندازہ کیا جائے لڑکی یا بیوی یا بہن یکشنبہ کو گرجا میں حاضر ہوتی پادری صاحب آمرزش کی امید دلا کر اس کے خیالات۔ اس کے باپ بھائی شوہر کے خیالات دریافت کرتے۔ گھر کے واقعات پوچھتے۔ ہفتے بھر کی ہر چھوٹی بڑی جائز اور ناجائز کارروائیوں کی جانچ کرتے۔ اثنائے کلام میں اگر زبان سے لغزش ہوتی تو شبہ پڑ جاتا اور راسخ الاعتقاد کا ہزار سرٹیفکیٹ پیش کیا جائے مگر وہاں تحقیقات ضرور شروع ہو جاتی۔ بالخصوص طلب علم کے اشتباہ پر فوراً تعزیری کارروائیوں کا آغاز ہو جاتا۔

یورپ میں اس مقدس محکمے کی ایسی ہیبت بیٹھ گئی کہ علمی مشغلے کی طرف کسی کی توجہ ہوئی نہیں کہ طوق و زنجیر سے اسکی تواضع نہ کی گئی ہو۔ گلیڈ سٹون صاحب لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ۔ عیسائی ہو کر گھر میں اپنی موت سے مرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

۱۴۸۱ء میں اس محکمے کی ابتدا ہوئی۔ اس وقت سے ۱۸۰۸ء تک تین سو ستائیس برس ہوئے۔ مقدس محکمے نے اس مدت میں تین لاکھ چالیس ہزار شخصوں کو سزائیں دیں جن میں دو لاکھ زندہ جلا دیے گئے۔ گویا اس گناہ عظیم کی معمولی اور ابتدائی سزا یہ تھی کہ ملزم زندگی سے محروم کر دیا جائے سچ ہے ہم لحد ہے نام ملک عاشقی میں پہلی منزل کا۔

مسلمانوں یہودیوں اور عام اہل علم کے ساتھ عیسائیوں کی خصومت

پادریوں کو یقین تھا کہ ابن رشد کی کتابیں فلسفہ کا سرچشمہ ہیں۔ ابن رشد خود مسلمان تھے اور ان کے حلقہ درس میں عیسائیوں کے علاوہ یہودی بھی شریک تھے اور ان خیالات کی اشاعت میں وہ بھی متہم تھے۔ اہل اسلام اور یہود دونوں فرقوں پر کلیسیا کا غضب نازل تھا ۳۰ مارچ ۱۴۹۲ء کو حکم ہوا کہ جو یہودی (کسی عمر کا ہو) مار مسعودیہ قبول نہ کرے تو اس پر فرض ہے کہ جون سے پہلے ہسپانیہ سے ملک بدر ہو جائے۔ بعد اخراج پھر اگر واپس آئے تو اس کو موت کی سزا دیجائیگی صاحب جایداد پر لازم ہے کہ املاک منقولہ و غیر منقولہ سب فروخت کر ڈالے اور دام نقد لینے کے بجائے زر قیمت کا رقعہ یا تمسک لکھا لے۔

یعنی ماہ جون میں یہودیوں کے جلاوطن ہونے کے بعد۔ ان کے مال و اسباب پر تصرف و قبضہ مباح ہے دام نقد دینا نہیں محض رقعہ لکھ دینا ہے۔ دوبارہ ملک میں آ سکتے نہیں پھر قیمت کسطرح وصول کریں گے۔ اسی پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ بھی حکم تھا کہ در اسپین کا کوئی باشندہ کسی کام میں یہودیوں کو مدد نہ دے۔ غریب یہودی اس طرح نکال باہر کیے گئے۔ ایک جان لیکر بھاگے تھے۔ وہ بھی نہ بچ سکی۔ صعوبت سفر کی وجہ سے اکثر راستے ہی میں ہلاک ہو گئے۔

عیسائیت کے آسمانی مذہب ہونے کا ثبوت اس کے طریق عمل ہی سے واضح ہے۔ سبحان اللہ اسلام پر تیغ زنی کا الزام رکھیں اور مسلمانوں کو وحشی کہیں اور خود با صد ہزار تہذیب یہ شرمناک سلوک کریں!

تو نے سودا کے تئیں ذبح کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

فروری ۱۵۰۲ء میں منادی کی گئی کہ اشبیلیہ اور اس کے مضافات سے دشمنان خدا (یعنی مغربی مسلمان) نکل جائیں۔ قید یہ لگائی گئی کہ جو مسلمان معمودیہ قبول نہ کرے۔ اپریل سے قبل ہسپانیہ چھوڑ دے اور یہودیوں کیطرح مال و متاع کسی زمانے میں قیمت ملنے کی امید پر فروخت کر ڈالے (حکام کی مراد اس زمانے سے زمانہ قیامت تھا) اس کے علاوہ ایک اور بھی شرط تھی کہ یہاں سے نکلکر بلاد اسلام میں نہ جائیں اور نہ ایسے راستے سے سفر کریں جس سے اسلامی شہروں میں پہنچ سکتے ہوں۔ درصورت خلاف ورزی سزائے موت دیجائیگی۔

ان خانمان برباد وں کو ظاہرا اخراج کا حکم تھا لیکن فرمان کا منشاء یہ تھا (اور یہی ہوا) کہ جتنے مسلمان ہیں سب نکالا جا رہا ہوں۔ سامانِ سفر ان کے پاس نہیں۔ بلاد اسلام میں وہ جا نہیں سکتے۔ عیسائی ان کے خون کے پیاسے۔ دار الحرب میں آشتی کیسی؟ اور ہو بھی تو زاد راہ تھا نہیں بھوک سے مرنا لازمی تھا۔ پیروان انجیل نے اس دردانگیز طریقے سے ایک جماعت کثیر کی مسلمان اور صاحب علم ہونے کے جرم پر۔ جان لی اور اہل زمانہ کے نزدیک یہ عادلانہ حکم اعلیٰ مذہبی خدمت سمجھا گیا۔

بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے وہ قتل عام کا
جب کہا یہ کیا تو بولے ناز معشوقانہ تھا

یہ نہ سمجھو کہ ہسپانیہ کی مسیحی گورنمنٹ کو مسلم آزاری سزاوار ہوئی۔ نہیں اس بے دردی کا مزہ اس کو پورا ملا اور مل رہا ہے۔ مسلمانوں کی جلاوطنی سے اس کو طرح طرح کے نقصانات پہنچے ملک کی صنعت حرفت۔ زراعت اور خوشحالی سب پر زوال آیا اور وہی ہسپانیہ کا ملک جسکو ایک زمانے میں عیسائی باغ بہشت سے تشبیہ دیتے تھے۔ اب اسکی ہر سبزی بہشت شداد کے وجود کی طرح محض افسانہ رہ گئی۔

۱۵۵۶ء میں جب فیلیپ دوم تخت نشین ہوا تھا۔ تو اسپین کی سلطنت وسعت و آبادی کے لحاظ سے اس وقت تمام دنیا میں ممتاز تھی۔ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ اور امریکہ۔ چاروں براعظم میں اس کے سلسلے بیٹھے ہوئے تھے۔ اوشنیا میں اسکا اقتدار تمام یورپ سے زیادہ تھا۔ لیکن خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ دراصل اسی کمال کے وقت سے زوال شروع ہوا۔ حکومت میں گھن لگ گیا اور روز بروز اندر ہی اندر حالت خراب ہوتی گئی۔

ظالمانہ حکومت کا شباب اور ابتدائی ترقی خوش آئند اور نظر فریب ہوتی ہے لیکن ظالم کی عمر کوتاہ ہی فیلپ کا بیٹا بادشاہ ہوا ہی تھا کہ اس کے آغاز عہد میں شمال افریقہ کی اسپینش نو آبادی بار گنڈی۔ نیپلس۔ سسلی اور سیلان کو مجبوراً آزادی دی گئی۔

۱۶۱۸ء میں مالاکا۔ سیلون اور جاوا قبضہ سے نکل گئے
۱۶۴۰ء میں پرتگال
۱۶۴۸ء میں ہالینڈ اور بلجیم
۱۶۹۷ء میں روسیلون۔ سارڈینیا اور جزیرہ مائی
۱۷۱۳ء میں جبل طارق (جبرالٹر)
۱۸۰۰ء میں لوسیانا۔ ۱۸۱۹ء میں ٹرینیڈاڈ
۱۸۱۹ء میں فلوریڈا۔

۱۸۱۰ء سے ۱۸۲۵ء تک یعنی فقط پندرہ برس کی مدت میں میکسیکو۔ وینیزویلا۔ کولمبیا۔ اکویڈور۔ پیرو۔ بالیویا۔ چیلی۔ ارجنٹائن۔ آبا گوئے۔ یوراگوئے۔ گوٹیمالا۔ ہنڈوراس (راس ہند و) نکاراگوا اور سین سلواڈور۔ اسپین چھین لئے گئے۔

۱۸۹۸ء میں کوبا۔ پورٹوریکو۔ فلپائن اور ماریانہ قبضے سے نکل گئے۔ اسطرح اسپین کی وہ سلطنت جسکے مقبوضات پر انگریزی حکومت کیطرح کبھی آفتاب غروب نہ ہوتا تھا۔ ایک ذرا سے رقبے میں محدود ہو کر رہ گئی ہے

پروانہ ازان سوختہ باشمع و انتاد
با سوختگان ہر کہ در افتاد بر افتاد

(باقی)

۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء

مہر نبی بخش المعروف عبد العزیز نمبردار بٹالہ نے عرض کیا کہ مین علاقہ بار سے صرف اس خیال پر آیا ہون کہ ایک تفسیر قرآن لکھون جس سے لوگون کے شکوک اور غلط معانی کی اصلاح کرون اگر آپ مجھے امداد دین تو مین موجودہ ثابت شدہ فلسفہ کے مطابق ترجمہ کرکے دکھلاؤن۔

فرمایا۔ ہمارا مشرب تو کسی سے نہین ملتا ہم تو جو کلمہ خدا سے پاتے ہین خواہ اسکو عقل اور فلسفہ مانے یا نہ مانے ہم اس کو ضرور مانتے اور اس پر ایمان لاتے ہین البتہ اہل عقل سے جو لوگ عقل کی پیروی کرتے ہین وہ آپ کی اس بات پر توجہ کرین تو خوب ہے آپ مولوی نور الدین صاحب سے مشورہ لین آجکل تراجم کثرت سے شایع ہو رہے ہین کہ مروجہ فلسفہ کی پیروی مین شایع ہوتے ہین مگر ہمارا مذہب یہ نہین ہے۔ پر مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اس کو ضرور غور سے سن لو۔ اگر خدا تعالے نے تم سے کوئی ایسا عظیم الشان کام لینا ہوتا تو تمہارا سر اور دماغ اچھا بناتا۔ مگر یہ مصلحت الٰہی ہے کہ وہ اچھا نہین بنایا گیا بلکہ کمزور بنایا گیا ہے

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

تم اپنے آپ کو خوش باش رکھو اور خدا کی منشا کے خلاف نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کل یعمل علی شاکلتہ ہر ایک شخص کرتا اور کر سکتا ہے مگر اپنی بناوٹ پر۔ مثلاً ایک شخص کو تھوڑا ہی صدمہ دیکھکر غشی لاحق ہو جاتی ہے۔ اب اس کو میدان جنگ مین تلوار دیکر بھیجا جاتا ہے کیا وہ صرف بندوقون کی آواز ہی سنکر ہی نہ مر جاویگا مین نے خود قادیان مین ایک شخص کو دیکھا ہے کہ اگر وہ بکرا ذبح ہوتا ہوا دیکھہ لیتا تو اس کو غش ہو جاتا۔ تو اگر قصاب کا کام اس کے سپرد کیا جاتا تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ آپ ارادہ کرتے ہین اختلاف مٹانے کا اور دماغ اور سر آپ کا بہت خراب ہے ایسا نہ ہو کہ بیماری مہلک ہو کر تمہارے اپنے اندر ہی اختلاف پیدا ہو جاوے انسان نوے تو بیشک ہر شخص کرتا ہے مین مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ دھوکہ نہین کھاتا۔ پس آپ پر اس محنت کا پہلے بد اثر ہو چکا ہے۔ آپ کم سے کم پہلے تمام لوگون سے دریافت کرلین کہ آپ اس محنت کے قابل ہین یا نہین۔ مین تو بمصداق المستشار موتمن۔ کے ایک امین اور شفیق ناصح ہو کر آپ کو صلاح دیتا ہون کہ آپ کے قوی ایسے نہین کہ اس محنت کو برداشت کرسکین۔ دوزخ کے سات دروازے ہین اور بہشت کے آٹھہ ...... جس رنگ سے اللہ تعالے چاہے یقین عطا فرماوے۔ صحابہ کرام ... نے علوم فلسفہ وغیرہ کہان پڑہے تہے۔ جو اسرار الٰہی طبعیات اور فلسفہ وغیرہ مین بہرے پڑے ہین جو شخص ان سب کو طے کرنا چاہتا ہے وہ جاہل اور بے نصیب رہیگا۔ مثلاً آگ گرم اور مہلک ہے۔ اس بات کو تو ہر شخص دریافت کر سکتا ہے۔ پر جب اوس کے ولمین یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیون گرم ہے اور کیون مہلک ہے تو یہان فلسفہ ختم ہو جاتا ہے پس اسرار الٰہیہ کو حد تک کوئی نہین پہنچ سکتا۔ ع

تو کار زمین را نکو ساختی۔
کہ با آسمان نیز پرداختی۔

پہلے ضرور ہے کہ اپنے گہر اور نفس کی صفائی کرو بعد مین لوگون کیطرف توجہ کرنا۔

دنیا مین چار موٹی باتین ماننے کے قابل تہین۔ ملائکہ پر۔ روح انسانی اور اس کا بقا بعد از مرگ۔ جنات کا وجود۔ خدا تعالی کا وجود۔ لوگون نے سب سے پہلے جنات کا انکار کیا۔ پہر ملائکہ کا۔ پس دو باتون کو اور ہاتھ سے دیکر۔ اپنی اور خدا کی روح کے قایل ہو بیٹہے۔ یعنے کچہہ کرنا اور کچہہ نہ کرنا افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض۔ اسمین پہر دہریون نے ہی کمال کیا ہے کہ کچہہ بہی نہ مانو اور سب کا انکار کرو۔

منشی صاحب مذکور نے سوال کیا کہ قرآن کریم مین بہت سارے لفظ زاید ہوتے ہین اور ان کے معنے نہین کئے جاتے۔ ایسا نہیر ہونا چاہیے۔

فرمایا۔ قرآن کریم بلکہ ہر زبان مین قراین ہوتے ہین اور یہ ایسے بہت سارے محاورے ہوتے ہین آپکو صرف ونحو سے واقفیت نہین۔

منشی صاحب نے کہا کہ مین نے صرف ونحو خوب پڑہا ہے۔

فرمایا۔ موجودہ مروجہ صرف ونحو ناقص ہے اور آپنے صرف ونحو کو کمال تک بہی نہین پہونچایا۔ ہر ایک زبان کا ایک خاص محاورہ ہوتا ہے جبتک انسان کی مادری زبان نہ ہو یا اس زبان مین اتنا کمال نہ ہو کہ بمنزلہ مادری ہو جاوے تب تک وہ اس کو سمجہہ نہین سکتا۔ پس اس امر کو واقفان زبان سے دریافت کرو اور دیکہو۔ قومی محاورات مین کوئی اہل علم اعتراض نہین کر سکتا۔

پہر سوال کیا کہ بعض لفظ لکہنے مین آتے اور پڑہنے مین نہین آتے +

فرمایا۔ انگریزی زبان ہی کو لیلو اس مین بہی بہت ایسے لفظ ہین جو لکہنے مین تو آتے ہین پر پڑہنے مین نہین آتے۔ مین پہر بہی کہونگا کہ آپ کو صرف ونحو کی واقفیت بالکل نہین یہ باتین عمر کہانے کے حاصل ہوتی ہین آپ کی عمر اس وقت آرام چاہتی ہے اور خیال آپ کو یہ لگ گیا ہے۔

پہر مجہے اس بات کا بہی ڈر ہے کہ کہین وہ آپ یہ نہ کہدین کہ مجہے قرآن کی خدمت سے روکدیا ہے۔ بہر حال مین تو پہر بہی یہی کہونگا اور بطور نصیحت کہونگا کہ راحت سے زندگی بسر کرو آپ کا سر بہت خراب ہے کوئی مہلک بیماری نہ ہو جاوے۔ ہان ان لوگون کیواسطے دعا کر چہوڑو کہ اللہ تعالے ان کو ہدایت دیوے اور قرآن سمجہنے کی ہر ایک کو توفیق دیوے۔ مخلوق کے تم ٹہیکہ دار نہین۔ اپنے آپکو مشکلات مین نہ ڈالو اور نہ تمہارے قوی خدا تعالے نے اس لایق بنائے ہین۔ مین تو ہمیشہ آپکو یہی کہونگا اور یہی نصیحت کرونگا۔ آیندہ آپکو اختیار ہے۔ والسلام۔

مختلف خبرین

زخم سے خون بند کرنیکا ایک عجیب نسخہ ایک ڈاکٹر نے دریافت کیا ہے اس نے تجربہ کیا کہ زخمی کے بدن سے جسوقت سخت خون بہتا ہو اگر اس کو راگ سنانے لگجاوین تو یا تو خون کا بہاؤ بالکل بند ہو جاوے گا یا کم ہو جاویگا ڈاکٹر موصوف اس عجیب نظارے کی وجہ دریافت نہین کر سکتا تہا لیکن اب سمجہا گیا ہے کہ نغمہ کا اثر زخمی کو غشی کیحالت مین لے آتا ہے جس کے باعث دلکی حرکت اسقدر کم ہو جاتی ہے کہ خون کا دورہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔

افریقہ کے ایک تاجدار کے پاس لندن مین ڈپوٹیشن گیا کہ وہ افریقہ کے باشندون مین شراب خواری کو رائج ہونے دین۔ اس عاقل نے جواب دیا کہ جب تک یورپ والے شراب بھیجے جائینگے افریقہ کے باشندے خریدے جائینگے اگر مے نوشی بند کرانی ہو تو یورپ سے چالان بند ہونا چاہیئے۔ جب تک کسی برائی کی جڑ کو نہ اکہاڑا جاوے تب تک شاخون کے کاٹنے کی کوشش عبث ہے۔

شاہنشاہ چین سخت بیمار ہین۔ یہ خبر چارون طرف اخبارون مین پہیل رہی ہے لیکن شاہنشاہ موصوف کی بیماری دنیا کیحالت پر کچہہ بہی اثر نہین ڈال سکتی کیونکہ اصل مالک ملک چین کی انکی والدہ ماجدہ ہین جو ان کے مرتے کوئی دوسرا کہلونا تخت پر بیٹہا دین گی۔

کابل مین بندوق وغیرہ سامان جنگ بنانے کے کارخانے امیر عبد الرحمن کے وقت سے ہی کہلے ہوئے ہین۔ اسوقت کل کارخانجات مین محض ہیزم کا خرچ چار لاکہہ روپیہ سالانہ سے کم نہین ہے۔ اس بڑے خرچ مین تخفیف کرنے کیلئے امیر حبیب اللہ خان نے سوچا ہے کہ بجلی سے ایندہن کے اخراجات مین بہت سی بچت ہو جاویگی مگر اسوقت امیر صاحب کو جملہ ہتہیار اور سامان جنگ بڑا مہنگا پڑتا ہے۔ اگر سیدھا یورپ سے بنا بنایا منگاوین تو شائد زیادہ سستا پڑے لیکن پاینیر لکہتا ہے کہ یورپ سے سامان خراب منگانے مین جو دقتین پڑینگی ان کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے اور یہی وجہ ہے کہ امیر اپنے ملک کے اندر اطمینان کیساتہہ حرب طیار کرا رہا ہے۔

پوپ روم اسوقت ایک عجیب طرحکی عیسائی مذہبی سوداگری کی بیخکنی کے درپے ہو رہا ہے رومن کیتہولک عیسائیون مین مردون کیلئے دعائین پڑہکر انہیں بہشت مین پہونچانے کا ٹہیکہ پادریون نے رکہا ہے۔ جہان یورپ کا ہر ایک آدمی بینکون مین حساب رکہتا ہے اور خرچ کرتے وقت اپنے بینک پر چک لکہہ دیتا ہے اسیطرح رومن کیتہولک پادری بہی اپنے بلون کا سارا بہگتان مردون کیلئے خطبے پڑہکر کیا کرتے ہین۔ اخبار کی قیمت اسطرح ادا ہوتی ہے کہ اخبار کا خریدار پادری ایک سارٹیفکٹ اپنے افسر سے دستخط کراکے اور خود پہر کے بہیجدیتا ہے۔ کہ بمقابلہ قیمت اخبار کے اسقدر خطبے پڑہدونگا۔ اخبار کے مالک اس سارٹیفکٹ کو خطبے پڑہانیکے امیدوارون کے پاس فروخت کرکے نقد قیمت جمع کرلیتا ہے۔ اسیطرح ہوٹل وغیرہ کے بلون کی ادائیگی بہی ہوتی ہے۔

روئی کی پیداوار پار سال بہت کم ہوئی تہی۔ اب کے سال باموقع روئی کا بیج بویا گیا ہے۔ دیکہئے نتیجہ کیا نکلتا ہے جسطرح پر بارش شروع ہوئی ہے اگر اسیطرح باقاعدہ ہوتی رہی تو امید ہے کہ جسطرح پار سال گیہون کی فصل نے ملک کو خوشحال کر دیا تہا اسیطرح پر امسال روئی کی فصل بیڑا پار کر دے گی۔ افسوس کہ اس ملک مین باوجود ذرایع آبپاشی عمدہ موجود ہونے کے بہی ذراسی بے وقت بارش سے ہی فصل کی دگرگون حالت ہو جاتی ہے +

انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چہپکر شایع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریہ

الحکم

چہ کوئم بازگرانی جہادر قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لوا

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے	صہ
خواص و معاونین سے	عہ
ہندوستان سے باہر	لے
غیر مذاہب والوں سے	سے ۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع وسن رسیدہ کم آمدنی والوں سے	عہ ۱۲

نمبر ۲۵ و ۲۶ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ جولائی و ۱۰ اگست سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

حضرت اقدس گورداسپور میں

لعلٰے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ فرمایا ہے کہ جب تک مقدمہ کی پیروی ضروری ہے اس وقت تک عارضی طور پر گورداسپور ہی میں جا ٹھہریں۔ چنانچہ اس غرض کے پورا کرنے کیلئے گورداسپور میں ایک اور وسیع مکان پہلے مکان کے علاوہ لیا گیا ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور دوسری خادم مستورات رہیں گی۔ مہمانوں کیلئے وہی پہلا مکان اگر کافی نہ ہوا تو تجویز ہے کہ کوئی اور وسیع مکان لیا جاوے۔

نا عاقبت اندیش لوگ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عزم و استقلال پر بجائے اس کے کہ غور کرتے اور کوئی مفید سبق لیتے اپنی معمولی کورچشمی کی وجہ سے ہنسی اڑاتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں۔ اللہ یستھزئ بہم ویمدھم فی طغیانہم یعمھون۔

انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے جو لوگ واقف ہیں اور جنہوں نے اس پر غور کیا ہے وہ حضرت حجۃ اللہ کے اس استقلال و عزم سے نہایت مفید سبق لیتے ہیں اور ان کے ایمان ترقی کرتے ہیں۔ لیکن سنت اللہ کے موافق ضروری ہے کہ ایک گروہ ایسا بھی ہو جو زادتھم رجسا الیٰ رجسھم کا مصداق ہو۔ بہرحال ۱۳ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو اعلیٰ حضرت انشاء اللہ العزیز گورداسپور تشریف لیجانے کے عازم ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے آپ گورداسپور میں مقیم رہیں گے۔ اس لئے احباب جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور آپ کے فیض سے مستفیض ہونے کیلئے قادیان آنے کیلئے طیار ہوں وہ دوسری اطلاع تک گورداسپور تشریف لاویں۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بخیریت ہیں۔

۲۔ بارش ابھی طرح ہو چکی ہے۔ اور ابھی بھی بادل آسمان پر ہے

۳۔ ۹ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو جناب بابو ہری چرن داس صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر حلقہ جالندھر نے تعلیم الاسلام سکول قادیان کا معائنہ کیا۔ آپ ایک با اخلاق اور ملنسار بزرگ ہیں اور سادگی پسند ہیں۔ معائنہ کے تمام وقت میں ہم بھی آپ کے ساتھ تھے ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی جب ہم یہ دیکھتے تھے کہ ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ نے وہ تمام ضروری کاغذات جو انسپکٹر صاحب کو مطلوب ہو سکتے تھے اپنی فراست اور قابلیت سے قبل از وقت طیار کر رکھے تھے جنکو دیکھ کر انسپکٹر صاحب نہایت محظوظ ہوئے۔ اور رجسٹروں کی صفائی سے بھی بہت خوش ہوئے۔ دوران معائنہ میں جب وہ نصاب تعلیم کا نقشہ دیکھ رہے تھے نصاب میں عبرانی دیکھ کر حیران ہوئے اور پوچھا کہ عبرانی کون پڑھاتا ہے جب مفتی صاحب نے کہا کہ میں پڑھاتا ہوں اور میں نے اسمیں بی اے پاس کیا ہے تو آپ کو اور بھی حیرت ہوئی۔ مفتی صاحب نے عبرانی پڑھنے کی غرض بھی بتلائی کہ بائیبل کو اصل زبان میں پڑھنے کیلئے اس زبان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے پڑھایا جاتا ہے۔ غرض آپ نہایت غور و خوض کے ساتھ معائنہ کرتے رہے اور مندرجہ ذیل رائے بک میں لکھی ہے جو ہم اپنی قوم کی توجہ کیلئے درج کرتے ہیں بعض ضروری ریمارک ہم پھر کبھی لکھیں گے۔ انشاء اللہ۔

رائے انسپکٹر صاحب

میں نے ۹ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا معائنہ کیا۔ منظوری مدرسہ کے شرائط کی پوری تفصیل جناب انسپکٹر صاحب بہادر کے ملاحظہ کے بعد ایک نیا بورڈنگ روم اس مدرسہ کی عمارات میں بڑھایا گیا۔ فیس کی شرح سرکاری اور بورڈ سکولوں کی شرح سے ⅝ کے قریب ہے۔ اور وصالی فیس اور رخصت وغیرہ لینے والے طلباء کی تعداد بھی ضابطہ تعلیم کے مطابق کیگئی ہے۔ قواعد یا مین المدارس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کیجاتی ہے۔ مدرسین کے علاوہ ایک ایم اے مدرس بی اے زیادہ کیا گیا ہے تمام رجسٹر صاف اور مکمل ہیں۔ مدرسہ طاعون کیوجہ سے یکم اپریل سنہ ۱۹۰۴ء سے ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء تک بند رہا ہے۔ تمام مکانات صاف ستھرے ہیں اور اس مدرسہ کے تمام کاروبار میں ایک ایسی سنجیدگی اور حسن انتظام کی خوشبو آتی ہے جو نہایت ہی قابل تعریف ہے میری رائے میں یہ مدرسہ اب بالکل اس قابل ہے کہ سررشتہ تعلیم اسکو منظور کرے۔

حاضری طلباء حسب ذیل تھی۔

ہائی ڈیپارٹمنٹ

جماعت	حاضری	میزان
ففتھ ہائی	۸/۸	۱۱/۱۱
فورتھ ہائی	۳/۳	

مڈل

جماعت	حاضری	میزان
سوم مڈل	۷/۷	۳۰/۳۰
دوم مڈل	۱۲/۱۲	
اول مڈل	۱۱/۱۱	

اپر پرائمری

جماعت	حاضری	میزان
پنجم پرائمری	۱۷/۱۷	۹۳/۹۷
چہارم پرائمری	۱۵/۱۵	
سوم پرائمری	۲۰/۲۳	
دوم پرائمری	۱۷/۱۸	
اول پرائمری	۲۴/۲۴	

کل مسلمان	۱۳۵	میزان ۱۳۸
ہندو	۳	

میں ہیڈ ماسٹر مدرسہ یعنی مفتی محمد صادق صاحب کا بہت ہی ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے مدرسہ کے معائنہ میں اور رجسٹروں کے ملاحظہ کرنے میں بہت ہی مدد کی ہے۔ مقام قادیان۔ ۹ اگست سنہ ۱۹۰۴ء

حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر جلسۃ الوداع کی تقریب پر

اکثر لوگ ہم سے پوچھتے ہین کہ جلسۃ الوداع کیا چیز ہے؟ انہین معلوم رہے کہ جن دنون حضرت مسیح موعودؑ کتاب مسیح ہندوستان مین تالیف کر رہے تھے انہین ایام مین معلوم ہوا تھا کہ نصیبین مین حضرت مسیح ناصری کے بعض آثار ہین جن سے ان کے اس سفر کا پتہ ملتا ہے اور تصدیق ہوتی ہے کہ وہ کشمیر مین آگئے ہے اور ایک عرصہ تک یہان رہ کر آخر نجات پاگئے اور سری نگر کے محلہ خان یار مین مدفون ہوئے جہان اب تک انکی قبر یوزآسف نبی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ نے قرین مصلحت سمجہا تھا کہ ایک کمیشن اپنی جماعت کی بہیجی جاوے جہان آثار و حالات کی خود تفتیش و تحقیقات کرے۔ اور پہر اسی رستے سے جو حضرت مسیح نے کشمیر آنے کیلئے تجویز کیا تہا۔) واپس کشمیر ہوتے ہوئے دارالامان پہونچ جاوین ان احباب کو رخصت اور وداع کرنے کیلئے ایک جلسہ تجویز ہوا تہا جس کا نام جلسۃ الوداع رکہا گیا تہا۔ اگرچہ بعض پیش آمدہ امور ضروریہ کی وجہ سے اس کمیشن کا بہیجا جانا اسوقت ملتوی ہو گیا تہا اور ابہی ملتوی رہا ہوا ہے۔ لیکن اس تاریخ پر ایک جلسہ ہوا۔ بزرگان ملت نے وعظ کیے (جو پہلے چہپ چکے ہین) اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہی ایک تقریر فرمائی۔ جو ہم ذیل مین درج کرنا شروع کرتے ہین۔ ایڈیٹر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر سے زندہ اتر آنے اور اس حادثے سے بچ جانے کا قرآن شریف مین صحیح اور یقینی علم دیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ پچہلے ہزار برس مین جہان اسلام پر اور بہت کی آفتین آئین وہان یہ مسئلہ بہی تاریکی مین پڑ گیا اور مسلمانون مین بدقسمتی سے یہ خیال راسخ ہو گیا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہین اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے اترین گے مگر اس چودہوین صدی مین اللہ تعالےٰ نے مجہے مامور کر کے بہیجا تا کہ مین اندرونی طور پر جو غلطیان مسلمانون مین پیدا ہو گئی ہین انکو دور کرون اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کردون۔ اور بیرونی طور پر جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہین ان کا جواب دون اور دوسرے مذاہب باطلہ کی حقیقت کہول کر رکہ دون خصوصیت سے ساتہ اس مذہب کا جو صلیبی مذہب ہے یعنے عیسائی مذہب کا جو عقائد اعتقادات کا استیصال کردون جو انسان کیلئے خطرناک ہین۔ اور انسان کی روحانی قوتون کیلئے نشوونما اور ترقیون کیلئے ایک [illegible] منجملہ ان کے ایک یہ مسئلہ ہے جو مسیح کے آسمان پر جانے کے متعلق ہے اور جس مین بدقسمتی سے بعض مسلمان بہی ان کے شریک ہو گئے ہین۔ اسی ایک مسئلہ پر عیسائیت کا دارمدار ہے کیونکہ عیسائیت کی نجات کا مدار اسی صلیب پر ہے ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے لئے مصلوب ہوا۔ اور پہر وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا جو گویا اسکی خدائی کی دلیل ہے جن مسلمانون نے اپنی غلطی سے ان لوگون کا ساتہ دیا ہے وہ یہ تو نہین مانتے کہ مسیح صلیب پر مر گیا مگر وہ اتنا ضرور مانتے ہین کہ وہ آسمان پر اٹہایا گیا ہے۔ لیکن جو حقیقت اللہ تعالےٰ نے مجہہ پر کہول ہے وہ یہ ہے کہ مسیح ابن مریم اپنے معصوم یہودیون کے ہاتہون سخت ستایا گیا جس طرح خیر راستباز اپنے زمانے مین نادان مخالفون کے ہاتہون ستائے جاتے ہین۔ اور آخر ان یہودیون نے اپنی منصوبہ بازی اور شرارتون سے یہ کوشش کی کہ سیطر حیران کا خاتمہ کر دین اور ان کو مصلوب کرا دین۔ بظاہر وہ اپنی ان تجاویز مین کامیاب ہو گئے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم کو صلیب پر چڑہائے جانے کا حکم دیا گیا لیکن اللہ تعالےٰ نے جو اپنے راستبازون اور مامورون کو کبہی ضایع نہین کرتا۔ ان کو اس لعنت سے جو صلیب کی موت کے ساتہ وابستہ تہی بچا لیا۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ اس صلیب پر سے زندہ اتر آئے اور پہر یہ خیال کر کے کہ اس ملک مین ان کے بہت سے دشمن ہین اور دشمن بہی دشمن جان۔ اور جیسا کہ وہ پہلے کہہ چکے تہے کہ نبی بے عزت نہین ہوتا مگر اپنے وطن مین جس سے انکی ہجرت کا پتہ ملتا تہا انہون نے ارادہ کر لیا کہ اس ملک کو چہوڑ دین۔ اور اپنے فرض رسالت کو پورا کرنے کیلئے وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بہیڑون کی تلاش مین نکلے اور نصیبین کی طرف سے ہوتے ہوئے افغانستان کے راستہ کشمیر مین آ کر بنی اسرائیل کو جو کشمیر مین موجود تہے تبلیغ کرتے رہے اور ان کی اصلاح کی . . . .

. . . . اور آخر انہین ہی وفات پائی۔ یہ امر ہے جو مجہہ پر کہولا گیا ہے۔ اس ایک مسئلہ سے عیسائیت کا ستون ہی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جب صلیب پر مسیح کی موت ہی نہین ہوئی اور وہ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر ہی نہین گئے تو الوہیت اور کفارہ کی عمارت تو بیخ و بنیاد سے گر پڑی اور مسلمانون کا غلط خیال (جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہوتی تہی کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہین اور پہر نازل ہون گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہین آ سکتا جسکی نبوت آپ کی مہر سے نہ ہو) بہی دور ہو گیا اور قرآن شریف کی اصل اور پاک تعلیم کی ثابت ہو گئی کیونکہ قرآن شریف مین تو مسیح علیہ السلام کا صاف اقرار فلما توفیتنی کا موجود ہے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔

یہ [illegible] کہ ہم وفات مسیح کے مسئلہ پر زیادہ زور دیتے ہین کیونکہ اسی موت کے ساتہ عیسائی مذہب کی موت ہے۔ اسی غرض سے مین نے کتاب مسیح ہندوستان مین لکہنی شروع کی ہے۔ اور اس کتاب کے بعض مطالب کی تکمیل کیلئے مین نے مناسب سمجہا ہے کہ اپنی جماعت مین سے چند آدمیون کو بہیجون جو ان علاقوجات مین جا کر ان آثار کا پتہ لا دین جنکا وہان موجود ہونا بتایا جاتا ہے چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکہکر ہم نے یہ جلسہ کیا ہے تاکہ ان دوستون کو رخصت کرنے سے پہلے ہم سب ملکر ان کے لئے دعائین کرین کہ وہ خیر و عافیت کے ساتہ اس مبارک سفر کیلئے رخصت ہون اور کامیاب ہو کر واپس آئین۔

اگرچہ مین یقین رکہتا ہون کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے اگر نہ بہی کیا جاتا تو بہی خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسقدر شواہد اور دلائل ہمکو اس امر کے دیدیے ہین جنکو مخالف کا قلم اور زبان توڑ نہین سکتی۔ لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ حقایق اور معارف کا بہوکا پیاسا ہوتا ہے کبہی اسے سیری نہین ہوتا اسلیئے ہماری بہی یہی خواہش ہے کہ جسقدر ثبوت اور دلایل اور مل سکین وہ اچہا ہے اسی مقصد کیلئے یہ تقریب پیش آئی ہے کہ ہم اپنے دوستون کو نصیبین کیطرف بہیجتے ہین۔ جس کے متعلق ہمین پتہ ملا ہے کہ وہان کے حاکم نے حضرت مسیح کو (جبکہ وہ اپنی تلخ عمر گزار قوم کے ہاتہ سے تکلیفین اٹہا رہے تہے) لکہا تہا کہ آپ میرے پاس چلے آیئے۔ اور واقعہ صلیب کے بچ جانے کے بعد اس مقام پر پہونچکر انہون نے بدقسمت قوم کے ہاتہ سے نجات پائی۔ وہان کے حاکم نے یہ بہی لکہا تہا کہ آپ میرے پاس آ جائینگے تو آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرونگا اور مین بیمار ہون میرے لئے دعا بہی کرین اگرچہ یہ ایک انگریزی کتاب سے ہمین معلوم ہوا ہے لیکن مین دیکہتا ہون کہ روضۃ الصفاء ایک اسلامی تاریخ ہے اس قسم کا مفہوم اس سے بہی پایا جاتا ہے وہ سے یہ یقین ہوا ہے کہ مسیح علیہ السلام نصیبین مین ضرور آئے اور اسی راستہ سے وہ ہندوستان کو آئے ہین۔ سارا علم تو اللہ تعالےٰ کو ہے۔ لیکن ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اس سفر مین انشاء اللہ حقیقت کہل جائیگی اور اصل معاملہ صاف ہو جائیگا ممکن ہے کہ اس سفر مین ایسی تحریرین پیش ہو جاوین یا ایسے کتبے نکل آوین جو مسیح علیہ السلام کے اس سفر کے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالنے والے ہون یا حواریون مین سے کسی کی قبر کا کوئی پتہ مل جاوے۔ اور اس قسم کے بعض امور نکل آوین جو ہمارے اس مقصد مین موید ثابت ہو سکین۔ اس حصہ مین نے اپنی جماعت مین سے تین آدمیون کو اس سفر کے لئے طیار کیا ہے۔ ان کے لئے ایک عربی تصنیف بہی دینا چاہتا ہون جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہان جہان وہ جاوین اس کو تقسیم کرتے رہین۔ اسطرح اس سفر سے یہ بہی فائدہ ہوگا کہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت بہی ہوتی جاویگی۔ اور مین خدا تعالےٰ کا شکر کرتا ہون کہ اس نے مجہے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے مین دیکہتا ہون کہ جس کام اور مقصد کیلئے مین ان کو بلاتا ہون نہایت تیزی اور جوش کے ساتہ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑہتا ہے اور مین دیکہتا ہون کہ انہین ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ تعمیل کیلئے طیار۔ حقیقت مین کوئی قوم اور جماعت طیار نہین ہو سکتی جب تک اس مین اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کیواسطے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹہانے پڑے ان کے عوارض اور اسباب مین سے جماعت کی کمزوری اور بیدلی بہی تہی چنانچہ جب انکو گرفتار کیا گیا تو پطرس جیسے اعظم الحوارین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا۔ اور نہ صرف انکار کیا بلکہ تین مرتبہ لعنت بہی بہیجدی۔ اور اکثر ان کو چہوڑ کر بہاگ گئے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکہایا جسکی نظیر دنیا کی تاریخ مین نہین مل سکتی۔ انہون نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکہہ اٹہانا سہل سمجہا یہانتک کہ عزیز وطن چہوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تہی جسنے ان کو آخر کار بامراد کیا۔ اسی طرح مین اب دیکہتا ہون کہ اللہ تعالےٰ نے میری جماعت کو بہی اس کی قدر اور مرتبہ کے موافق ایک جوش بخشا ہے۔ اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکہلاتے ہین۔ جس دن سے مین نے نصیبین کی طرف ایک جماعت کے بہیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص کوشش کرتا ہے کہ اس خدمت پر مین مامور کیا جاؤن اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکہتا ہے۔ اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر مجہے بہیجا جاوے تو میری بڑی ہی خوش قسمتی ہے بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن مین ان درخواستون سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کو اس کام کے واسطے منتخب کر چکا تہا اور مولوی قطب الدین اور میان جمال الدین کو ان کے ساتہ جانے کیلئے واسطے تجویز کر لیا تہا۔ اس واسطے مجہے ان

احباب کی درخواستوں کو واپس دینا پڑا تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے تئیں اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی پاک نیتوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائیں گے۔

دور دراز بلاد اور ممالک غیر کا سفر آسان امر نہیں ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس وقت سفر آسان ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کس کو علم ہو سکتا ہے کہ اس سفر سے کون زندہ آئیگا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیویوں اور دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر جانا کوئی سہل بات نہیں ہے کاروبار اور معاملات کو ابتری اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر ان لوگوں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے اور انشراح صدر سے اختیار کیا ہے جس کے لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ بڑا ثواب ہے ایک تو سفر کا ثواب ہے کیونکہ یہ سفر محض خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے اظہار کے واسطے ہے۔ دوسرے اس سفر میں جو جو مشقتیں اور تکالیف ان لوگوں کو اٹھانی پڑیں گی ان کا ثواب بھی ہے اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا جبکہ مَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ کے موافق ذرہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو بھی ضائع نہیں کرتا تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے اس کا اجر کبھی ضائع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو ریا اور دوسرے اغراض شہرت ونمود کے نہ ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ہر وجہ کے شدائد و مصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کا قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہو سکتا۔

بہت سے بھائی ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے اور میں بھی ان کے واسطے دعاؤں میں مصروف رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ انکو اس مقصد میں کامیاب کرے اور خیر و عافیت سے واپس لاوے اور سچ تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی ان کے واسطے دعائیں کریں گے اور وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

اب میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ پر ہماری جماعت نے دو قسم کی مروّت اور ہمت دکھائی ہے ایک تو یہ گروہ ہے جنہوں نے سفر اختیار کیا ہے اور اپنے آپ کو سفر کے خطرات میں ڈالا ہے اور ان مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کو طیار ہو گئے ہیں جو اس راہ میں انہیں پیش آئیں گی۔ دوسرا وہ گروہ ہے جنہوں نے میرے دینی اغراض و مقاصد میں ہمیشہ دل کھول کر چندے دیئے ہیں میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا کہ تفصیل کروں کیونکہ ہر شخص کم و بیش اپنی استطاعت اور مقدرت کے موافق حصہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس اخلاص اور وفاداری سے ان چندوں میں شریک ہوتے ہیں۔ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت نے وہ صدق اور وفا دکھایا ہے جو صحابہ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ میں دکھاتے تھے اگرچہ اشتہار میں میں نے چند دوستوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے اپنے صدق و ہمت کا نمونہ دکھایا ہے لیکن اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ میں دوسروں سے بے خبر ہوں یا ان کی خدمات کو قابل قدر نہیں سمجھتا؟ میں خوب جانتا ہوں کہ کون سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ میری راہ میں دوڑتا ہے۔ میں چونکہ بیمار تھا اور ابھی تک طبیعت ناساز ہے اس لئے میں پوری تفصیل نہ دے سکا اور نہ مختصر سے اشتہار میں اتنی تفصیل ہو سکتی تھی۔ پس جن لوگوں کے نام درج نہیں ہوئے ان کو افسوس نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ ان کے صدق اور اخلاص کو خوب جانتا ہے اگر کوئی شخص اس غرض سے چندہ دیتا ہے یا ہماری دینی ضرورتوں میں شریک ہوتا ہے کہ اس کا نام شائع کیا جاوے تو یقیناً سمجھو کہ وہ دنیا کی شہرت اور نام ونمود کا خواہشمند ہے لیکن جو محض اللہ تعالیٰ کیلئے اس راہ میں قدم رکھتا ہے اور خدمت دین کیلئے کمربستہ ہوتا ہے اس کو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ دنیا کے نام کچھ حقیقت اور اثر اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں نام وہی بہتر ہوتے ہیں جو آسمان پر لکھے جاویں کاغذات کا کیا اثر ہے ایک دن ہوتے ہیں اور ایک وقت ضائع ہو جاتے ہیں لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ اس کا اثر ابد الآباد کے لئے ہوتا ہے۔ میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہیں جن کو تم میں سے شاید بہت ہی کم جانتے ہوں لیکن انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ مثلاً میں نظیر کے طور پر کہتا ہوں کہ مرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہیں میں نے ان کا ذکر اسواسطے کیا ہے کہ اسطرح جیسا دوستوں میں باہم تعارف بڑھتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے مرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جب کہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کیلئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں۔

ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہیں اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوش محبت سے لبریز ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اعمال کی توفیق رفتہ رفتہ ملتی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک ایمان قوی نہ ہو کچھ نہیں ہوتا جسقدر ایمان قوی ہوتا ہے اسیقدر اعمال میں بھی قوت آتی ہے۔ یہانتک کہ اگر یہ قوت ایمانی پورے طور پر نشوونما پا جاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی امر اس کے سد راہ نہیں ہو سکتا وہ اپنی عزیز جان تک دینے میں بھی تامل اور دریغ نہ کرے گا۔ میں نے کئی دفعہ اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے اور اب بھی اس کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اس لئے میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا ہے اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور قرآن مجید کو نازل فرمایا تو اسکی غرض کیا تھی؟ ہر شخص جو کام کرتا ہے اسکی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ ایسا خیال کرنا کہ قرآن شریف کے نازل کرنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض اور مقصد نہیں ہے کمال درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کیطرف ایک فعل عبث کو منسوب کیا جائیگا۔ اور حالانکہ اسکی ذات پاک ہے (سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ) پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے جیسے فرمایا مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ انکی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دے۔ اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے اور ایسا ہی جسقدر کمالات تمام امتوں میں تھے وہ اس امت میں جمع کر دیئے پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں۔ اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے اسی کے موافق اس نے ہمیں قوی بھی عطا کئے ہیں کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے اسکی مثال یہی ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک گروہ کی دعوت کرے تو ضروری ہے کہ وہ اس گروہ کے موافق کھانا طیار کرے اور اسی کے موافق ایک مکان ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دعوت تو ایک ہزار آدمی کی کر دے اور ان کے بٹھانے کے واسطے ایک چھوٹی سی کٹیا بنا دے۔ نہیں بلکہ وہ اس تعداد کا پورا لحاظ رکھے گا۔ اسی طرح جیسے خدا تعالیٰ کی کتاب بھی ایک دعوت اور ضیافت ہے جسکے لئے کل دنیا کو بلایا گیا ہے اس دعوت کیلئے خدا تعالیٰ نے جو مکان طیار کیا ہے وہ قویٰ ہیں جو ان لوگوں کو دیئے گئے ہیں قویٰ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب اگر بیل کتے یا کسی اور جانور کے سامنے قرآن کریم کی تعلیمات کو پیش کریں۔ وہ نہیں سمجھ سکتے اس لئے کہ انہیں وہ قویٰ نہیں ملے جو قرآن کریم کی تعلیمات کو برداشت کر سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمکو وہ قویٰ دیئے ہیں اور ہم انکے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے۔ اور اسیطرح وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی تو یہ نبوت اسطرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔ اور اسطرح پر طبعاً آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات۔ وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترا عظیم ہے ہم جس قوت یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اسکی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اسطرح پر دیتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے اسیطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ جو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نبوت زبردستی ختم ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس بن متی پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی ان کو نہیں باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہمکو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور ان پر کیا افسوس کروں۔ اگر ان کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور وہ حقیقت اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہل حق سے عداوت کرتے جسکا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم کونسی بات اسلام کے خلاف ہے ہم لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ بھی دیدیتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اعمال اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ محض ایک پوست کیطرح ہیں جنمیں مغز نہیں ہے ورنہ اگر یہ اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے نیک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اعمال صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور ملاوٹ سے پاک ہوں لیکن انمیں یہ باتیں کہاں ہیں؟ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص حقیقی ہو اور مومن [illegible]

صرِ اعمال صالحہ کہنا لا اسرار اور وہ اہل حق کا دشمن ہو۔ حالانکہ یہ لوگ ہمکو بے قید اور دہریہ کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کچھ بھی ان کے دلوں میں ہوتی تو وہ انکار کرنے اور اس سے ڈر جاتے کہ ایسا نہ ہو ہم خدا تعالیٰ کے نام کی تخفیف کرنے والے ٹھہریں۔ لیکن یہ تب ہوتا کہ انہیں حقیقی اور اصلی ایمان خدا پر ہوتا اور وہ یوم الجزا کے ڈر سے ڈرتے اور لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ

معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں

(۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات برکات و روحانیہ (۴) معجزات تصرفات و خارجیہ نمبر ۲ و ۳ کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن میں سے ہیں اور نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں جنکو ہر یک زمانہ میں ہر یک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کیطرح ادراک کر سکتا ہے۔ لیکن نمبر ۴ کے معجزات یعنی تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جنکو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ اصل خوبی اور حسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات کسیقدر اسمیں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر سہ قسم کے اعجاز اعلیٰ و اکمل و اتم طور پر پائے جاتے ہیں اور انہیں کو قرآن شریف اپنی بے مثل و مانند ہونیکے اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن و انس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے تو وہ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہونگے کہ ایسی ہی کتاب انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی بھی مدد کریں اور پھر دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ۔ یعنے اس کتاب (قرآن شریف) سے دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ یہ جمیع حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ یعنے ہمنے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ یعنے یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہیں جنمیں تمام آسمانی کتابوں کا مغز اور لب لباب بھرا ہوا ہے اور پھر فرماتا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ یعنے اے منکرین اگر تم اس کلام کے بارہ میں جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کچھ شک میں ہو یعنی اگر تم اس کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورۃ جو انہیں ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز نہیں بنا سکوگے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن پتھر (بت) اور آدمی ہیں۔ یعنی بت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اس آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہیں اگر دنیا میں بت پرستی و شرک و بے ایمانی و نافرمانی نہ ہوتی تو وہ آگ بھی افروختہ نہوتی تو گویا اس کا ایندھن یہی چیزیں ہیں جو علت موجبہ اس کے برافروختہ ہونے کی ہیں اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون۔ یعنی یہ قرآن جو تمپر اوتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اوتارا جاتا تو وہ خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کریں یہ تو قرآن شریف میں اُن اعجازی کمالات کا ذکر ہے جو خود اس کے نفس نفیس میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن باینہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جمال قرآنی کے لئے بطور اس زیور کے ہیں جو خوبوں کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبصورتی زیور کے محتاج نہیں گو اس سے اس کی آب و تاب کسیقدر اور بڑھ جاتی ہے اس جگہ واضح رہے کہ تصرفات خارجیہ کے معجزات قرآن شریف میں کئی نوع پر مندرج ہیں ایک نوع تو یہی کہ جو دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدا تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا یہانتک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیسکر کھایا۔ تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا یعنی جبکہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جلشانہ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بد ارادہ کی خبر دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر فتح و نصرت و واپس آنے کی بشارت دی بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت ہی گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا۔ اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھکر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔

کس بہر کسے سر ندہد جان نفشاند
عشق است کہ این کار بصد صدق کناند

سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد ان بد باطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں اس وقت اور اس مصیبت کے وقت میں بجز ایک باخلاص اور یکرنگ و صدوق دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ نہ تھا مگر ہر وقت اور نیز اس پرخطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اپنے اس کامل و وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کیلئے دنیا میں بھیجا تھا سو اس نے اپنے اس پیارے بندے کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اس راہ میں دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں بھی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ سورہ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے اُن سب اشقیاء کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کیلئے یہ امر خارق عادت دکھلایا گیا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہونچ گئے تھے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیجدیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دیدیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکا میں پڑھکر ناکام واپس چلے گئے ازانجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑنے کیلئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا۔ جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بد دعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔ چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے گنتی کے آدمی تھے نابود کر دیں اور دین اسلام کا نام و نشان مٹا دیں تب اللہ جلشانہ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈالدیا اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ و درماندہ اور پریشان کر کے وہیں رکھا اور ان کی لاشیں انہیں مقامات میں گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ نشان بتلا رکھے تھے ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات الٰہیہ کا (جو خارق عادت ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بیکسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ میں جو تیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نمائے عرب سے لیکر دریائے جیحون تک پھیلایا اور اُن ممالک کے اسلام قبول کرنیکی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی اس حالت بیسامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتوحات پر نظر ڈالکر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اسکی نظیر صفحہ تاریخ دنیا میں کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں غرض قرآن شریف تصرفات خارجیہ کا ذکر بھی بطور خارق عادت بہت جگہ آیا ہے بلکہ ذرا نظر کھولکر دیکھو تو اس پاک کلام کا ہر یک مقام تائیدات الٰہیہ کا نقارہ بجا رہا ہے اور ایک تصویر کھینچکر دکھلا رہا ہے کہ کیونکر اسلام اپنی اول حالت میں ایک خورد تخم کیطرح دنیا میں بویا گیا اور پھر وہ تھوڑے ہی عرصہ میں بطور خارق عادت کے کیسا بزرگ و عظیم القدر ہو کر اکثر حصہ دنیا میں پھیلگیا اور ہر یک موقع پر کیا کیا عجیب تائیدات الٰہیہ اسکی حمایت میں ظہور میں آتی رہیں۔

اب ہم بیرونی معجزات کا بیان (جو اعجازی تصرفات ہیں) اسیقدر کافی سمجھکر اُن معجزات کی تشریح کچھ زیادہ کرنا چاہتے ہیں جو قرآن شریف کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور اسکی باطنی اور نفسی خاصیتیں ہیں کیونکہ اس قسم کے معجزات بباعث دائمی شہود اور وجود کے قوی الاثر ہیں جنکو ہر ایک طالب صادق اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور ہر ایک منصف کی نظر میں بالضرور قابل یقین ٹھہر سکتے ہیں۔ سو اول جاننا چاہیئے کہ معجزہ عادات الٰہیہ میں سے ایک ایسی عادت یا یوں کہو کہ اس قادر مطلق کے افعال میں سے ایک ایسا فعل ہے جسکو اضافی طور پر خارق عادت کہنا چاہیئے پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اسقدر ہے کہ جو

پاک نفس لوگ عام طریق و طرز انسانی ترقی سے ... ترک کرکے اور معمولی عادات کو پہاڑ کر قرب الٰہی کے میدانوں میں آگے قدم رکھتے ہیں تو خدا تعالیٰ حسب حالت ان کے ایک ایسا عجیب معاملہ ان سے کرتا ہے کہ وہ تمام حالات انسانی پر خیال کرنے کے بعد ایک امر خارق عادت دکھائی دیتا ہے اور جسقدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑکر اور اپنے نفس کے حجابوں کو پھاڑ کر عرصات عشق و محبت میں دور تر چلا جاتا ہے اسیقدر یہ خوارق نہایت صاف اور شفاف اور روشن و تاباں ظہور میں آتے ہیں جب تزکیہ نفس انسانی کمال تام کی حالت پر پہنچتا ہے اور اس کا دل غیر اللہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے تمام اقوال و افعال و اعمال و حرکات و سکنات و عبادات و معاملات و اخلاق جو انتہائی درجہ پر اس سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خارق عادت ہی ہو جاتے ہیں سو بمقابل اس کے ایسا ہی معاملہ باری تعالیٰ کا بھی اس سے بطور خوارق عادت ہی ہوتا ہے چونکہ آنحضرت سید الکل امام اور سید المرسلین اور امام المطہرین تھے جنکو قادر مطلق نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا اس لئے تمام سراپا وجود ان کے کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا اور ضرور تھا کہ ایسے عالیشان نبی پر جو کلام نازل ہوتا تھا وہ بباعث تبدل تام اس کے غائت درجہ کا خارق عادت ہوتا جس سے تمام اولین آخرین کی نظریں خیرہ ہو جاتیں کیونکہ اگرچہ کلام الٰہی فی ذاتہ کلام انسانی سے ایسا ہی ممیز ہے جیسا خدا انسان سے تمیز تام رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے فیضان وحی حسب استعداد و حالت صفوت و اخلاق فاضلہ و ملکات صالحہ وحی یاب ہوا کرتا ہے اور اسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یعنے یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اترا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ فرشتے تو معلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق و ذوق سے بھری ہوئی واردات ہیں اور درد دل اور جوش محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و فنا اور شوریں اسے عشق موسومہ ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادر مطلق نے اپنے اس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل و اتم طور پر پیدا کئے تھے اور پھر اس کے اتباع سے ہر ایک مومن کامل کے دل میں بھی باذنہ تعالیٰ پیدا ہو جاتے ہیں اور اگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالت کمالیہ تک نہیں پہونچے ان کا تخم پایا جاتا ہے لیکن وہ تخم اس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو افروختہ آگ کا کام نہیں دے سکتی جیسے ظاہر ہے کہ اندر امر کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ بیج درخت کا حکم رکھتا ہے اور اگرچہ ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز بہت سی جانکنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتا اسیطرح آتش شوق الٰہی جبتک اپنے کمال اشتعال کی حالت میں نہ آوے تب تک اس کے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ کامل طور پر افروختہ ہو جاتی ہے اور چاروں طرف سے بھڑک اٹھتی ہے تب وہ دخل شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے فرشتوں کا کام دیتی ہے اور ملائک حفاظت میں شمار کیجاتی ہے پاک اعمال اور پاک حالتیں اور پاک واردات اور پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاق ظہور جب اپنے اشتعال در کمال کیحالت میں ہوں تو ان نیک اور ہوشیار چوکیداروں کیطرح ہیں جو اپنے مالک کے محل کے دروازہ پر چاروں طرف دن رات پہرہ کیلئے کھڑے رہتے ہیں سو ہرچند اس محل کے سارے دروازے کھلے ہیں (یعنی ہر قسم کی قوتیں اور استعدادیں اگرچہ باعث تقتید مواقظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزوں کے کوئی ناپکار چیز اندر نہیں جاسکتی اور اگر کتا یا چور اندر جانے کا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مار کہاتا ہے۔ لیکن وہ محل جس کے دروازے تو کھلے ہیں مگر دروازوں پر کوئی نیک و ہوشیار چوکیدار نہیں گو اسمیں ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزیں بھی داخل ہوتی ہیں مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہیں اور کتے اسکی چیزوں کو پلید کرتے رہتے ہیں سو یہ گھر خرابی کی حالت میں رہتا ہے پس جس جگہ صفوت و عصمت و تبتل و محبت کامل و تمام و حزن و درد و شوق و خوف ہے اس جگہ انوار وحی کے کامل تجلیات بغیر امیزش کسی نوع کی ظلمت کے وارد ہوتے رہتے ہیں اور آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے رہتے ہیں اور جسجگہ یہ مرتبہ کمال تمام کا نہیں اس جگہ وحی بھی اس عالی مرتبہ سے متنزل ہوتی ہے غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھکر اور سب افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جلشانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین اور آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کیلئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اسکی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اسمیں درج نہ ہو کوئی فکر ایسے براہین عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے جسمیں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کیلئے درکار ہے۔

. . . .

معرفت حقائق کے عطا کرنے کے لئے تین دروازے قرآن شریف میں کھلے ہوئے ہیں ایک عقل یعنے خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اسکی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کیلئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزون طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کھلتا ہے۔ پس یہ طرز بیان جو فوق العادت ہے از قسم اعجاز عقلی ہے کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہوں نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھ طبعی اور ہیئت میں کوشش و مغززنی کی وہ بباعث نقصان عقل اپنے ان علوم سے اپنے دین کو مدد نہیں دے سکے اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکے اور نہ اوروں کو فائدہ دینی پہونچا سکے بلکہ اکثر ان کے دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض ان میں سے کسیقدر خدا تعالیٰ پر ایمان لائے انہوں نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا کر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کرکے راہ راست کو چھوڑ دیا پس یہ الٰہی عقل از قبیل خارق عادت ہے جس کے استدلال میں کوئی غلطی نہیں اور جس نے علوم مذکورہ سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی اور اس کے ثبوت کیلئے یہی کافی ہے کہ دلائل وجود باری عزاسمہ اور اسکی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کے اثبات میں بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑھکر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید برہان پیش کر سکے اگر کسیکو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عزاسمہ یا اس کی توحید یا اس کی خالقیت یا کسی دوسری الٰہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہی دلائل یا ان سے بڑھکر اس کو دکھلائے جائیں جسکو دکھلانے کے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں غرض یہ دعوے اور یہ تعریف قرآنی لاف و گزاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے اور کوئی شخص عقائد حقہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جس کے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو قرآن شریف با واز بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تامہ کا دعوے پیش کرتا ہے چنانچہ بعض آیات ان میں سے اس ... میں درج بھی کر چکے ہیں سو اگر کوئی طالب حق آزمائش کا شائق ہو تو ہم اس کی تشفی کامل کرنے کیلئے مستعد اور طیار اور ذمہ دار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس پر غفلت اور لاپروائی اور بیقدری کے زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں جو صدق دل سے طالب حق ہو کر اس خاصیت عظمیٰ و معجزہ کبریٰ کی آزمائش چاہیں بلکہ وہ اسی میں اپنی سرخروئی سمجھ لیتے ہیں کہ بات کرتے ہی انکار کر دیں لیکن ظاہر ہے کہ صرف اس بات کے کہنے سے کہ ہم نہیں مانتے یا ہم اسکو خلاف عقل یا خلاف قانون قدرت سمجھتے ہیں امر متنازعہ فیہ انفصال نہیں پاتا اور صداقت پسند دلوں کا یہ طریق ہرگز نہیں۔ ایک شخص کا ایک امر متنازعہ فیہ کے اثبات کیلئے میدان میں کھڑے ہوکر اور آواز دیتا اور بلاتے۔ منکر پھر اسکی طرف رخ نہ کریں اسے آنکر نہ دیکھیں اور دور بیٹھے یوں ہی کہتے رہیں کہ اس کی یہ باتیں جھوٹ اور بے اصل ہیں کیا یہ شیوہ کسی واقعی راستباز کا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ دوسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں نہایت وسیع طور پر کھلا ہوا ہے دقائق علمیہ ہیں جس کو بوجہ خارق عادت ہونے کے علمی اعجاز کہنا چاہیئے وہ علوم کئی قسم کے ہیں اول علم معارف دین یعنی جسقدر معارف عالیہ دین اور اسکی پاک صداقتیں ہیں اور جسقدر نکات و لطائف علم الٰہی ہیں جنکی اس دنیا میں تکمیل نفس کیلئے ضرورت ہے ایسا ہی جسقدر نفس امارہ کی بیماریاں اور اس کے جذبات اور اسکی دوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جسقدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جسقدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفائے تام قرآن مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہیں سکتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو دوسرے علم خواص روح و علم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اس کلام معجز نظام میں اندراج پایا ہے کہ جس پر غور کرنیوالے سمجھ سکتے ہیں کہ بجز قادر مطلق کے یہ کسی کا کام نہیں۔

مختصر نوٹ اور نکات

مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی متعلق جو یہ مشہور ہے۔ کہ وہ ایک عرصہ دراز تک غار میں مخفی رہے گا نا عاقبت اندیش اسکی اصل حقیقت کو نہیں پہچان سکے خلافت راشدہ کے واجب التکریم مصنف نے (رب اجزہ جزاء الاوفی) اس راز کو کہولا ہے اسطرح پر کہ اس غیوبت سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک عرصہ تک قوم کی نگاہ سے مخفی اور غیر معروف رہیگا لیکن حواشی اور عوارض نے اس حقیقت کو چھپا دیا اور واقعہ صحیحہ کو فسانہ کا رنگ دیکر اسے یہ لباس پہنا دیا کہ اسے صدیوں تک غار میں چھپا دیا۔

فی الحقیقت یہ عقدہ جو اسطرح پر کہولا گیا ہے حضرت مہدی مسعود کی پاک لائف پر غور کرنے سے بہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور آپ کے بعض الہامات بہی اسکے موید ہیں مثلاً **تحان ان تعان وتعرف بین الناس** سے صاف پایا جاتا ہے کہ ایک زمانہ آپ پر ایسا گذرا ہے کہ دنیا آپکے قدر و مرتبہ سے محض ناآشنا تہی۔ تب ہی تو خدا تعالے فرماتا ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ تیری مدد کی جاوے اور تو اہل عالم میں شناخت کیا جاوے۔ اور اسی کا موید ایک اور الہام جس میں گویا **زمین** حضرت مسیح موعود کو خطاب کر کے کہتی ہے کہ اے ولی اللہ میں تجہے شناخت نکرتی تہی۔ غرض امام منتظر کے غائب رہنے کی یہی حقیقت ہے۔

یہہ غیوبت اور خفا حضرت مہدی مسعود ہی کے ساتہہ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک مرسل اور مامور کے حصہ میں آئی ہے۔ اور وہ اسطرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ ماموروں مرسل ایک گمنامی کی حالت میں رہ کر اور کچہہ عرصہ تک دنیا کے فرزندوں سے کذاب مفتری اور دوکاندار کہلاکر آخر خدا تعالے کی نصرتوں اور تائیدوں کے مورد ہوئے پھر یک دفعہ بہت سے سعید انکی طرف رجوع لائے اور زمین ان کی گواہی کے لئے بول اوٹہی اور آسمان سے آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ یہ خدا کے سچے **مہدی** اور خلیفہ ہیں۔

قرآن کریم میں **رب** اور **اللہ** اسموں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے لکہا ہے۔

قرآن کریم میں تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ نبوت کی تربیت اور اسے کمال مطلوب تک پہنچانا خدا تعالے کے اسم رب کا خاصہ ہے۔ اور جہاں جہاں خدا تعالے نے ضرورت نبوت کی قرآن کریم میں بحث چہیڑی ہے دلیل میں اپنے اسم رب کو مذکور فرمایا ہے اس لئے کہ جیسے اس کی ربوبیت نے انسان کے عالم اجسام کے لئے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی اشیاء کو مسخر کیا اور خدمت میں لگا دیا ہے ویسے ہی اس کی ربوبیت نے تقاضا کیا کہ انسان کی روح کی تربیت کے لئے جو اصلی مقصود اور ابدی غیر فانی شے ہے اس کی تربیت کے مناسب حال سامان مہیا کرے سو اس کے لئے اس نے نبوت کا سلسلہ اس جہان میں قائم کیا۔ اور جہاں نبوت کے اعدا اور مخالفین کو مقابلہ سے ڈرانا چاہا اور ان کے بارہ میں خوفناک وعید بیان کرنے چاہے ہیں وہاں نبوت کی حمایت و دفاع میں اسم اللہ کو جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد توحید الوہیت کا قائم کرنا اور آلہہ باطلہ اور ہر قسم کے طواغیت کا ابطال کر کے خداوند تعالے کے لئے معبودیت اور الوہیت کا یگانہ استحقاق اور لاشریک منصب مخصوص کرنا ہوتا ہے۔ تو جب عداوت اور خلاف اپنے ہتھیار پہن کر اس کا استیصال کرنے پر آمادہ ہوں غیرت اور جوش بہی اسی کو آنا چاہئے جس کی خدمت کے لئے نبوت میدان میں نکلی ہے

ہے

یادرکہو آخر یہ لوگ بہت شرمندگی کے ساتہہ اپنے منہ بند کر لینگے اور بڑی ندامت اور ذلت کے ساتہہ تکفیر کے جوش سے دستکش ہوکر ایسے ٹہنڈے ہوجائینگے کہ جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈالدے لیکن انسان کی تمام قابلیت اور زیرکی اور عقلمندی اس میں ہے کہ سمجہانے سے پہلے سمجہے اور جتلانے سے پہلے بات کو پا جائے۔ اگر سخت خواری کے بعد سمجہا تو کیا سمجہا بہتوں پر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ وہ کافر بنانے اور گالیاں دینے کے بعد پھر رجوع کرینگے اور بدظنی اور بدگمانی کے بعد پھر حسن ظن پیدا کرینگے مگر کہاں وہ پہلی بات اور کہاں یہ ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوی کردہ رانبود زیب دختری

سو اے میری پیاری قوم! اسوقت کو غنیمت سمجہہ یہہ تیرا گمان صحیح نہیں ہے کہ اس صدی کے سر پر آسمان و زمین کے خدا نے کوئی مجدد اپنی طرف سے نہ بہیجا بلکہ (معاذ اللہ) کافر اور دجال بہیجا تا دنیا میں فساد پہیلائے۔ اے **قوم**! نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئی کا کچہہ **لحاظ** کر اور **خدا** سے ڈر اور نعمت کو رد مت کر ؎

عاقل بشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی
شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

شرمناک اغواء

نہایت افسوس کے ساتہہ معلوم ہوا ہے کہ قادیان میں ایک ... کشمیری نے ایک کنواری لڑکی قوم کشمیری کو جسکے والدین مرچکے ہیں اور وہ اپنے دوسرے رشتہ داروں کی نگرانی میں یہاں ہی رہتی تہی۔ اغوا کر لیا ہے۔ یہہ مقدمہ مرائے لبہو رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گورداسپور کی عدالت میں دائر ہوگیا ہے جو لڑکی کے نانے کی طرف سے کیا گیا ہے۔ قادیان کی کل کشمیری قوم اس شرمناک حرکت پر ناراض معلوم ہوتی ہے۔ لڑکی ابہی تک گم ہے معلوم نہیں اسے کہاں رکہا گیا ہے اس اغواء میں بعض عورتوں اور مردوں کی شمولیت بیان کی جاتی ہے۔ امید ہے عدالت سے دودہ کا دودہ اور پانی کا پانی ہوکر رہے گا۔

(ایڈیٹر)

ایک آریہ کا قتل

فرید کوٹ کا سٹیشن ماسٹر قتل کیا گیا ہے جسکو آریہ اخباروں نے خوب رنگ دیا ہے ہم اسپر مفصل پھر لکہیں گے اسکے صحیح واقعات جو روزانہ پیسہ میں شائع ہوئے ہیں فی الحال درج کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

بابو تلسی رام آریہ خیالات کا آدمی تھا۔ چند روز سے اوس نے اپنے ایک دو ہم خیالوں کے شوق سے فرید کوٹ میں آریامت کی اشاعت چاہی۔ اگر نے ایک دفعہ فیروزپور سے لیکچرار منگوایا۔ اوس کے لیکچر ہونے کے لئے اجازت ہونے کی محکمہ وزارت میں درخواست کی۔ وزیر صاحب نے اجازت دی لیکچر ہوے۔ لیکچرار چلاگیا اور وزیر صاحب کوہ کسولی تشریف لے گئے۔ تو ان دنوں ایک شخص مسمی ہرنام سنگہ لیکچرار کو لاہور یا کسی اور جگہ سے منگوا کر شہر میں بلا اجازت لیکچر شروع کرادیئے۔ لیکچر ہونے لگے۔ تو لیکچرار نے دوسرے مذاہب کے حق میں توہین آمیز کلمات استعمال کرنے شروع کئے۔ اس وجہ سے عام رعایا ناراض ہوئی کہ ایسے توہین آمیز لیکچر فرید کوٹ میں کبہی نہیں ہوے۔ اور اب بہی نہیں ہونے چاہئیں چنانچہ مدار المہام صاحب کے واپس آنے پر باشندگان شہر کیطرف سے یہ شکایت پیش ہوئی۔ جس پر حکم ہوا کہ آئیندہ لیکچر سوائے منظوری خاص ہز ہائنیس بہادر نہ دئے جائیں۔

۲۰-تاریخ کو اثنائے لیکچر میں گوپی نامی جو تہوڑے عرصہ سے پٹیالہ سے آکر یہاں پان فروشی کی دوکان کرتا تہا۔ ہتک آمیز الفاظ نہ سن سکا۔ اور کہہ اوٹہا کہ میں اس کی تردید میں کل لیکچر دونگا۔ اس پر لیکچرار اور سٹیشن ماسٹر ناراض ہوگئے۔ ناراضگی کی نوبت یہاں تک پہونچی۔ کہ گوپی ۲۱-جولائی کو سٹیشن پر گیا۔ تو سٹیشن ماسٹر نے اوس سے دوچار ہوکر۔ اوس کو سخت زدوکوب کیا۔ گوپی سے ایک راضی نامہ پر انگوٹھے بہی لگوالئے۔

شرابی اور مدہوش ہونے کا اقبال بہی راضی نامہ میں کسی دوسرے آدمی سے لکہوا لیا۔ جب وہ سٹیشن ماسٹر کے پنجہ سے نکلا۔ تو فی الفور اوس نے ریلوی پولیس اور ٹریفک افسروں کے پاس شکایتی تار اور عرضیاں بھیجیں ایک استغاثہ عدالت میں پیش کیا۔ کہ اوس کا ملاحظہ ڈاکٹر سے کرایا جاوے۔ ڈاکٹر نے ملاحظہ کر کے لکہا۔ کہ وہ مدہوش اور نشہ خوردہ نہیں ہے مگر عدالت ریاست سے یہ وجہ بیان کر کے۔ کہ موقعہ واردات حدود ریاست سے باہر ہے۔ کوئی مزید کارروائی استغاثہ کی نہ کی۔ گوپی خاموش ہوا۔

مگر سٹیشن ماسٹر نے اوسکا پیچہا نہ چہوڑا۔ صدہا آدمیوں کے روبرو اوس کو ایسی فحش گالیاں دیں۔ کہ کوئی کمینہ سے کمینہ آدمی کو بہی نہیں دیتا۔ اسیطرح سٹیشن ماسٹر بازار میں آتے جاتے اوس کو دہمکاتا۔ اور اوسکا اشتعال زیادہ کرتا تہا۔ اُس کے برف کی ڈیلیوری نہ کی۔ بلکہ سٹیشن پر نیلام کرادی جس سے اوسکا زیادہ نقصان ہوا۔ اور اشتعال زیادہ بڑہا۔

اتفاقاً ۲۳-جولائی کو ۹ بجے رات کے گوپی دوکان پر بیٹھا تہا۔ سٹیشن ماسٹر نے اوس کے پاس سے گذرتے ہوئے اوس کو ڈنڈا دکھا کر دہمکایا۔ اسپر اوسکو غصہ آگیا۔ جب سٹیشن ماسٹر واپس آیا۔ تو آگے بڑہکر اول اوس کے چہرہ پر پسی ہوئی مرچوں کا برادہ پہینکا۔ وہ آنکہوں کو دامن قمیص یا کوٹ سے صاف کرنے لگا تو چاقو اوس کے پیٹ میں چبہو دیا جس سے اوس کے فم معدہ اور جگر اور معدہ پر زخم کاری لگا۔ مجروح نے لاٹہی کا وار کیا۔ مگر خالی گیا گوپی سیدہا کوتوالی میں پہونچا اور کہا کہ میں بابو سے اپنا بدلہ لے آیا ہوں۔ پولیس نے اوسکو گرفتار کیا فی الفور موقعہ پر پہونچے۔ مجروح کو ہسپتال میں بہیجا ڈاکٹروں سے پوری امداد علاج کی پہنچائی۔ سول سرجن ریاست نے تندہی سے علاج شروع کیا۔ اور اہلکاران منتظم نے کامل تاکید سے تفتیش شروع ہونے کا حکم دیا۔ جابجا اطلاعیں اور رپورٹیں بذریعہ ارجنٹ تاروں کے بہیجیں۔ ہوش آنے پر مجروح نے جو کچہہ بیان کیا تہا۔ اوس کے مطابق مقدمہ کی کارروائی چلائی۔ مجروح ۲۳-کی ۹ بجے شب سے ۲ بجے دوپہر ۲۴-تاریخ تک ۱۵ گھنٹہ فرید کوٹ کے ہسپتال میں رہا۔ ۲-بجے حسب خواہش اوس کے متعلق کے سٹیشن پر پہنچایا گیا۔ اور وہاں ۱۱ بجے رات تک رہا۔ بعدہ حسب تجویز صاحب سول سرجن فیروزپور مال گاڑی میں فیروزپور پہنچایا گیا۔ وہاں جاکر ۹ بجے شام تک زندہ زیر علاج رہا۔ ۹ بجے شام کے مرگیا سارے واقعہ کا یہ صحیح اور مختصر قصہ ہے۔ اس سے شور مچانے والے اخبارات کی بے خبری معلوم ہوتی ہے عدالت ریاست نے پولیس کی تفتیش کے بعد مجسٹریٹی تحقیقات باقاعدہ کر کے مقدمہ سپرد سشن کردیا ہے۔ عدالت سشن فیصلہ کرے گی تو نتیجہ معلوم ہوگا لیکن بعض حلقوں میں یہ خبر گرم ہے۔ کہ جن اخبارات نے غلط واقعات چہاپے ہیں۔ اور غلط اتہام لگائے ہیں اون پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

جھوٹے نبی اور عیسائی

ایک مرتبہ ایک عیسائی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بذریعہ خط دریافت کیا تھا کہ آپ جو مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں تو وہ جو انجیل متی میں لکھا ہے کہ جھوٹے مسیح اور نبی آئیں گے ۔ وہ کون ہیں؟ اس سوال کا جواب شیخ الہ دین صاحب لودھیانوی نے بھیجا ہوا تھا جو بعض وجوہات سے اب تک چھپ نہ سکا ۔ اسے فائدہ ناظرین کیلئے اب ہم درج کرتے ہیں ۔ ایڈیٹر ۔

جناب مارکوئیس صاحب وہ جھوٹے نبی اور مسیح آپ کے بھائی بندون اور بزرگوں عیسائیوں ہی میں سے ہوئے تھے شاید اور بھی ہوتے رہیں گے ۔ دیکھئے انجیل متی باب ۷ آیت ۱۵ جھوٹے نبیوں سے خبردار جو تمہارے پاس بھیڑیوں کے لباس میں آتے ہیں پر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں ۔ پادری عمادالدین اپنی تفسیر انجیل متی خزانۃ الاسرار مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۱۱ سطر اول میں لکھتا ہے ۔ بھیڑیوں کے لباس میں ۔ بھیڑیں تو عیسائی لوگ ہیں یہ جھوٹے نبی بھی عیسائیوں کی صورت بنکر آوینگے یہ بڑی مصیبت ہے کیونکہ اگر وہ بشکل مخالف آتے تو ان سے بچنا آسان ہوتا پر وہ تو بشکل بھائی آوینگے اگرچہ باطن میں بھیڑیئے ہیں تو بھی لباس بہا یونکا رکھتے ہوں گے اور دل میں فریب ہوگا ۔ تو جناب مارکوئیس صاحب پادری عمادالدین کی تحریر سے صاف معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹے نبی خود عیسائیوں میں سے ہی ہونگے پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۱۱۲ میں پادری عمادالدین لکھتا ہے کہ انجیل کی منادی اور وعظ کرنا گویا نبوت کرنا ہے ۔ مسیح فرماتا ہے کہ میرے نام سے نبوت کرنیوالے وہ ہوں گے نہ میری روح میں بلکہ ان کی زبان پر میرا نام تھا اور روح ان میں ابلیس کی تھی ۔

سبحان اللہ انجیل کے واعظوں[1] کی کیا عمدہ تعریف ہو رہی ہے جن کا لسان صرف زبانی اور اندر روح شیطانی اور اس پر خوبی یہ کہ منصب نبوت دیا جاتا ہے ۔ اور انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱ ۔ اور بہت جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی پھیل جانے سے بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو جائیگی پادری عمادالدین اپنی تفسیر انجیل متی کے صفحہ ۱۵۴ سطر ۹ میں لکھتا ہے دنیا فریبی لوگوں سے بھری ہوئی ہے نہ صرف باہر مگر کلیسیا میں یہ لوگ ہوتے ہیں ۔ جناب مارکوئیس صاحب خود فرمائیں کہ پادری عمادالدین کی زبانی بخوبی معلوم ہو گیا کہ دنیا فریبیوں سے بھری ہوئی ہے مگر بہ نسبت دنیا کے عیسائی احاطوں میں فریبی لوگ بکثرت ہیں اور یہ بات پادری عمادالدین کی نہایت ہی صحیح ہے کیونکہ ہمارا بھی یہی تجربہ ہے ۔ اور جناب پطرس حواری کی بھی یہی رائے تھی کہ وہ جھوٹے نبی عیسائیوں میں سے ہی ہوں گے ۔ دیکھو خط دوم پطرس باب ۲ آیت اول جیسے جھوٹے نبی اس قوم میں تھے یعنی یہودیوں میں ویسے جھوٹے معلم تم میں بھی ہوں گے جو ہلاک کرنیوالی بدعتیں پردہ میں نکالیں گے اور اس خداوند کا جس نے انہیں مول لیا انکار کریں گے اور آپکو جلدی ہلاک کریں گے اور بہتیرے ان کے فساد کی پیروی کریں گے جناب پطرس کی زبانی ثابت ہو گیا کہ جھوٹے نبی عیسائیوں میں سے ہی ہوئے ہیں اور حضرت یوحنا حواری کا فرمانا بھی مطابق جناب پطرس کے ہے ۔ دیکھو اول یوحنا باب ۲ آیت ۱۸ ۔ اے بچو یہ آخری زمانہ ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مسیح کا مخالف آتا ہے سو ابھی بہت سے مخالف ہوئے ہیں اس لئے ہم جانتے ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے وے ہم میں سے نکلے ۔ اور کتاب اعمال باب ۲۰ آیت ۲۹ میں پولوس کا قول یوں منقول ہے ۔ کیونکہ یہ میں جانتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد پھاڑنے والے بھیڑیئے تم میں آویں گے اور خود تم میں سے مرد اٹھیں گے جو الٹی باتیں کہیں گے کہ شاگردوں کو اپنی طرف کھینچ لیں ۔

پادری عمادالدین کتاب اعمال کی تفسیر تذکرۃ الابرار مطبوعہ ۱۸۷۹ء کے صفحہ ۱۸۵ سطر ۱ میں لکھتا ہے ۔ اور خود تم میں سے یعنی افسیوں میں سے دیکھو ہمناؤس اور سکندر افسیوں میں سے شریر اُٹھے ہیں اول ہمناؤس اور فلیطس ایک بدعتی ایسی جگہ سے نکلا تھا جس سے نقلای فرقہ نکلا مکاشفات باب ۲ آیت اول سے ۶ تک اور ایک شخص فلیطس بھی تھا اس جگہ کا دوم ہمناؤس ۲ تمطاؤس ۲ اور وہ قیامت کا منکر ہو بیٹھا تھا ہمناؤس کے ساتھ ملکر اور فگلس اور ہرموگنس بھی نکلے تھے جو پولوس سے پھر گئے تھے ۔ دوم تمطاؤس پہلا دوسرا خط تمطاؤس کا خاص افسیوں کو لکھا گیا تھا اور اسی طرح یوحنا رسول بھی افسس میں بیٹھا چلاتا ہے کہ وے ہم میں سے نکلے خاص افسیوں سے مراد ہے تو اوپر دکھلایا گیا کہ کیسے کیسے اور کون کون لوگ بدعتی وہاں سے نکلے اور جو لفظ تم میں سے خاص عیسائی جماعت پر اشارہ ہے تو یہ مطلب ہے کہ عیسائی بعضے بدعتی فرقے بھی نکلیں گے اور بعض شریر عیسائی اٹھیں گے ۔ چنانچہ ایسا آجتک دیکھتے ہیں کہ کلیسیائی ظاہر میں سے بعضے شریر اٹھے ہیں اور بدعت نکالتے ہیں منہ سے بولتے ہیں کہ ہم خدا کے لئے غیرت مند ہیں مگر وہ پھاڑنیوالے بھیڑیئے ہیں اور لوگ انہیں قبول کر لیتے ہیں اسلئے کہ وہ اندر سے ہیں اندر کا دشمن مشکل سے پہچانا جاتا ہے پر باہر کا دشمن دور سے نظر آتا ہے پر جو دشمن اندر سے اٹھتے ہیں ان سے زیادہ خوف ہے ۔

میں راقم اس کتاب کا کلیسیا کے اندرونی دشمنوں[2] سے اسقدر ستایا گیا ہوں کہ اتنا دکھ باہر کے دشمنوں سے میں نے نہیں پایا تب میں ان بے رحموں کی کیفیت سے زیادہ واقف ہوں انہیں ہرگز خدا کا خوف نہیں نہ کچھ پرواہ دین کے جلال کی ہے صرف پیٹ کے بندے ہیں اور دوسروں کو بھی پیٹ کا بندہ جانتے ہیں اور رات دن بیٹھے ہوئے بیکار منصوبے باندھا کرتے ہیں تو یوں کہدو ہیں یوں کہونگا میں اسطرف سے یہ آفت اٹھاؤنگا تو اسطرف سے یوں کر ڈالیو بھائی افسوس اس فرقہ کے لوگوں پر کہ کلیسیا میں پاکیزگی اور خوبی نہیں آنے دیتے اور بھائیوں کے دل خراب کرتے ہیں اور انہیں پراگندہ کرتے ہیں لباس دینداری کا ہے مگر چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ مسیح کے پاس سے چلے جاویں تو ہم خوب کلیسیوں میں حکومت کریں ۔ سب عیسائیوں کو اپنی طرف اسوقت دیکھنا چاہئے کہ آیا میں تو ایسا شخص نہیں ہوں ۔ اور کہنا چاہیے کہ اے خداوند میں ہوں تب خداوند بتلا دیگا کہ تو نے خود کہا جناب مارکوئیس صاحب اب تو پادری عمادالدین ڈی ڈی کے بیان سے آپ کو اچھی طرح اور بخوبی معلوم ہو گیا کہ یہ شریر اور بدعتی لوگ جو انجیل کی منادی کرتے تھے اور وعظ کہلاتے تھے جن کے حق میں پادری عمادالدین اپنی تفسیر انجیل متی کے صفحہ ۱۱۲ میں فرما چکے ہیں کہ انجیل کی منادی اور وعظ کرنا گویا نبوت کرنا ہے ۔ مسیح فرماتا ہے کہ میرے نام سے نبوت کرنیوالے وہ ہوں گے میری روح میں نہ بلکہ انکی زبان پر میرا نام تھا اور روح انہیں ابلیس کی تھی یہی شیطان مجسم انجیل منادی اور واعظ قدیم سے سچائی کے دشمن عیسائیوں ہی میں ہی ہوتے ہیں خواہ ان کو جھوٹے نبی فرقہ عیسائیوں میں سے ہوئے ہیں اور زمانہ حواریین میں یہ شریر بکثرت ہو گئے تھے چنانچہ انہیں کیطرف سیان پولوس صاحب اشارہ کرکے فرما رہے ہیں دیکھو خط دوم قرنتھیوں باب ۱۱ آیت ۱۳ ۔

کیونکہ ایسے لوگ جھوٹے رسول دغاباز کارندے ہیں جو اپنی صورتوں کو مسیح کے رسولوں سے بدل ڈالتے ہیں ۔

کیوں حضرت مارکوئیس صاحب مسیح کے رسولوں کے زمانے میں جب جھوٹے رسولوں نے اپنی صورت و شکل مسیح کے رسولوں جیسی ہی مشابہ بنالی ہوگی تو عام بندگان خدا کو ضرور دھوکہ لگا ہوگا اور اس فریب اور دھوکہ میں آنکر لوگوں نے ان فریبیوں اور شکل وصورت تبدیل کرنیوالوں کو ازراہ غلطی اصل رسول خیال کر لیا ہو تو جائے تعجب کیا ہے اور ان دغاباز اور جھوٹے رسولوں نے مؤلفین اناجیل کیطرح انجیلیں بھی لکھی ہوں تو ممکن ہے اور وہ انجیلیں پھیل بھی گئی ہوں اور شاید ہو سکتا ہے یہی انجیلیں جو عیسائی لئے پھرتے ہیں وہی ہوں کیونکہ انجیلوں کا شمار قریباً ۷۰ تک ہو گیا ہے ۔ اب اناجیل مروجہ حال اور دیگر انجیلوں میں مابہ الامتیاز کی کوئی صورت نہیں دل میں احتمال پیدا ہو گیا اور جہاں احتمال ہوگا وہاں یقین ہونا غیر ممکن ہے اور ہم تو مؤلفین اناجیل کو بھی جھوٹے نبی جانتے ہیں کیونکہ انہیں علامات نبوت و پیغمبری مقرر کردہ فورمن صاحب مندرجہ کتاب تیغ ولیسر عیسوی مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۳ یعنے معجزہ و پیشین گوئی اور نیک چال چلن اور عمدہ تعلیم ان چاروں شرائط کا ثبوت مؤلفین اناجیل میں بالکل پایا نہیں جاتا ۔ اگر کوئی مرد میدان عیسائی ثبوت دے سکتا ہے تو بسم اللہ کرکے اول جناب متی صاحب سے شروع کر دے اور نمبروار کل مؤلفین اناجیل میں شرائط چہارگانہ کا ثبوت دے ورنہ ہم ان کو بوجہ عدم ثبوت نبوت و پیغمبری انکو جھوٹے نبی خیال کریں گے ۔

الراقم

یکے از خادمان مسیح موعود علیہ السلام ۔

ضروری اطلاع

خط و کتابت کرنیوالے اصحاب باوجود بار بار فہمائش کرنے کے نمبر چٹ تحریر کرنیمیں تساہل کر جاتے ہیں جس سے تعمیل میں وقت پیش آتی ہے اور جواب نہیں دیا جاتا (منیجر)

---

[1] انہیں انجیلی واعظوں کو اصلاح انجیل میں جھوٹے نبی کہا گیا ہے ۔

[2] یہ اندرونی دشمنوں کا اشارہ پادری صاحب کا ان عیسائیوں کیطرف ہے جنہوں نے آپکی کتاب ہدایت المسلمین کو اشاعت کرنے سے نسبت دی ہے اور خاص آپکے تثلیثی عقیدہ پر تمسخر کیا ہے ۔ دیکھو اظہار عیسوی کے ریمارک ۱۲

[3] دیکھو رسالہ ۱۸۹۴ء

حکیم الامت کا وعظ عورتوں کو

(۱۴ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء بعد عصر)

یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ الآیۃ۔

یہ آیتیں قرآن شریف کے ۲۱ پارہ کے اخیر اور ۲۲ کے ابتدا کی ہیں انہیں خدا نے ایک گھر والیوں کو وعظ فرمایا ہے اس گھر اور اس واعظ کا وعظ اور جن بی بیوں سے اوس واعظ کا تعلق ہے اس کا ذکر فرمایا ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ واعظ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ وہ گرامی ذات ہے جس کے لئے دنیا کو یہ حکم ہوا کہ۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہ اگر تم کو یہ منظور ہے کہ خدا کے محبوب بنو تو اسکی اتباع کرو۔

جب انسان کسی کا پیارا بنتا ہے تو پیار کرنیوالا اپنے پیارے کی تکلیف کو پسند نہیں کرتا۔ اگر کسی غلطی کی وجہ سے وہ کسی تکلیف میں ہو تو اس کی تکالیف کو دور کرتا ہے۔ مگر کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ محبوب کی تکلیف دیکھتے اور اس کو دور نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اونہیں طاقت دور کرنے کی نہیں ہوتی مگر خدا تو کامل قدرت اور کامل علم والا ہے۔ پس خدا نے فرمایا کہ اگر تم کو مجھ سے تعلق ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو پھر تم میرے محبوب بنجاؤ گے۔ جب تم اس کے محبوب بنجاؤ گے تو ہر ایک قسم کے سامان تمہارے لئے اللہ تعالےٰ مہیا کرے گا پس اللہ تعالےٰ نے اس پاک بندے کے گھر میں وعظ کروایا اس لئے کہ ہم اوس پر عمل کر کے فضل اور ابدی آرام حاصل کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کیا اور اپنی بی بیوں کو سنایا وہ بی بیاں کیسی تھیں الطیبات للطیبین۔ الآیۃ۔

پس ان بیبیوں کو وعظ سنایا۔

ہم کو اتباع کا حکم ہے۔ اس لئے یہ وعظ مجھکو دو طرح سنانے کیلئے مامور کیا جاتا ہے پہلے رسول اللہ کے اتباع کا حکم دوسرے اوس کے سچے اور حقیقی نائب اور خدا کے پاک بندے نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو وعظ سناؤں۔

اب بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم نے کیا وعظ کیا۔ اور کیا وہ وعظ خود کیا یا خدا کے ارادہ سے کیا۔ اسمیں خدا کا ارشاد بھی تہا کہ وعظ سناؤ۔ اس سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سنیں اور سنائیں اور اس کے اغراض پر غور کر کے عمل کریں۔

آجکل دنیا میں ایک بیماری ہے نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی کہ جب ہم کسی راستباز کے اعمال احکام اور چال چلن بیان کرتے ہیں تو اکثر وقت بہت لوگ شدید طالی اعذر سے کہدیتے ہیں کہ یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا نہ ہم رسول ہیں نہ رسول کی بی بی میرے نزدیک یہ کہنا کفر ہے اور خدا پر بھی الزام آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم سے ان احکام کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ تو کیا خدا نے کوئی لغو حکم دیا ہے پھر جب خدا نے نبی کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جبکہ ہم وہ کام کر بھی نہیں سکتے۔ تو ہمیں اون کی اتباع کا حکم کیوں ملا۔ میرا ایمان ہے کہ جن احکام کا منبع خدا نے ہمکو بنایا ہے ہم ضرور کر سکتے ہیں۔ اور جن سے روکا ہے انسے ہم رک سکتے ہیں۔ پس میں یقین کرتا ہوں کہ خدا نے جو حکم دیئے ہیں انکو ہم کر سکتے اور اس کے موانعات سے ہم رک سکتے ہیں۔

رسول صلعم اور آپ کی بیبیاں جب مدینہ میں تشریف لائے۔ تو مدینہ میں کوئی مکان۔ باغ۔ زراعت یا تجارت کا سامان نہ تہا اور سب کو ایک گونہ تکلیف تہی۔ اور وہ اس قسم کی تکلیف نہ تہی جیسے آجکل لوگوں کو لنگر سے کہانا ملتا اور مہمانخانہ میں چارپائی ملتی۔ بلکہ اس وقت ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ملتا تہا۔

پھر ایک شریر قوم یہود نے آنحضرت سے سخت جھیڑ کی یعنے دس ہزار آدمی کو باہر سے چڑھا کر لائے اور اندر سے خود تباہ کرنا چاہا۔ مگر خدا نے ان باہر والوں کو بھگا دیا اور یہود کو اس پاداش میں ہلاک کیا۔ اور ان کے کل اموال آنحضرت کے سپرد کئے۔ اس پر کمزور طبائع کی عورتوں کو خیال آیا کہ اب ہمیں آسائش ہو جاویگی اس پر یہ حکم آیا کہ اے نبی اپنے گھر والوں سے کہدو کہ اگر تمہارا اصل منشاء دنیا والی زندگی اور اسکی زیب و زینت کا خیال ہے تو آؤ ہم تمہیں کچھ دیکر علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ منشاء ہے کہ خدا راضی ہو اس کا رسول راضی ہو۔ آئندہ سکھ پاؤ۔ تو یاد رکہو کہ خدا کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اے نبی کی بیبیو اگر تم میں سے کوئی بدی کا ارتکاب کرے گی تو اسکو دوہرا عذاب ملیگا اور یہ بات خدا پر آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے خدا اور رسول کی اطاعت کریگی اور عمل صالح کریگی دوگنا اجر دینگے۔ اے نبی کی بیبیو کیا تم عام عورتوں کیطرح ہو نہیں۔ جبکہ تم نے متقی بننے کا ارادہ کیا ہے تو کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ جسمیں کسی شریر کا لحاظ پایا جاوے۔ اور ایسی بات کہو جو سہل اور پسندیدہ ہو۔ اور اپنے گہروں میں بیٹھی رہو اگلے جاہلوں کیطرح باہر نہ نکلا کرو۔ اور درست رکہو نماز کو اور ادا کرو زکواۃ کو اور اطاعت کرو خدا اور رسول کی تحقیق ارادہ کر لیا ہے خدا نے یہ کہ دور کر دے تم سے ہر قسم کی ناپاکی۔ اے گھر والو۔ اور تمہیں پاک کرے۔

اب غور کرو یہ نبی کی بیبیوں کا حکم ہے تم میں اگر ہماری ام المومنین ہیں۔ تو یہ حکم انکے لئے ہے۔ کہ تمہارے لئے دنیا اور اوسکی زینت کا ارادہ کرنا۔ خدا کا منشاء نہیں جب وہ خدا اور رسول اور یوم آخرۃ کا ارادہ کرینگی تو خدا اونہیں ضائع نہ کرے گا۔ اور اگر تم سے کوئی غلطی ہوگی تو دوہرا عذاب ہوگا کیونکہ ان کے چال چلن کا اثر دوسری عورتوں پر پڑے گا۔ اگر وہ اپنے خاوند کے حالات پر غور نہ کرینگی اپنا نیک نمونہ دوسری عورتوں کو نہ دکھاوینگی تو بہت بڑا جواب دہ ہونا پڑیگا۔ خدا کا منشاء ان کیلئے بھی وہی ہے جو رسول اللہ کی بیبیوں کیلئے تہا۔

اب جسقدر بیبیاں انکے ماتحت ہیں۔ لازمی ہے کہ وہ ان کا نمونہ اختیار کرینگی۔ ہماری ایک چھوٹی سی بچی ہے وہ عقل نہیں رکھتی پر ہمیں دیکھکر کاغذ قلم۔ دوات سے لکیریں ڈالتی رہتی ہے پس جبکہ انسان کی جبلت اسطرح پر واقع ہوئی ہے تو عورتیں بھی نمونہ کی محتاج ہیں۔ بہت سی عورتیں باہر سے آتی ہیں۔ اگر وہ وہی نمونہ یہاں آکر بھی دیکھیں جو ان کے اپنے دنیاوی گھروں میں ہے تو پھر وہ سست اور کاہل ہو جاوینگی۔ پھر اگر یہاں جیتی اور نیکی اور دینداری کا نمونہ دیکھینگی تو خود بخود نمونہ بنینگی۔

پھر آپ کا چال چلن ایسا ہو کہ دوسری تمہیں دیکھکر نیکی کا نمونہ بنیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا ایک نمونہ صرف ایک نمونہ سناتا ہوں وہ ایک ایسی بی بی کا ذکر ہے کہ حقیقت میں ہماری ام المومنین کی ماں تہی۔ سچا تقوے انسان حاصل کر ہی نہیں سکتا جبتک نکاح سے لباس حاصل نہ کرے کیونکہ بہت سے تعلقات اور نرمیاں اور اغماض اس رشتہ سے کرنے پڑتے ہیں میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ بطال لوگ جنکا کوئی رشتہ بی بی بچہ نہیں بڑے ناقابل اعتبار ہیں۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سب سے پہل جب اپنا دعوے اظہار کیا وہ آپکی بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تہیں سنا تہی اس بی بی کو یہ بھی کہا کہ میں مامور ہوا ہوں اسلئے اپنی جان کا بھی مجھے ڈر ہے۔ یہ نمونہ تعجب انگیز نہیں۔ اسوقت ہمارے مرشد و مولا بھی تن تنہا ہیں۔ ہندو سکھ آریہ عیسائی۔ شیعہ وغیرہ وغیرہ کل قومیں دشمن رشتہ دار دشمن۔ سرکار بھی موجود نہیں۔ غرض اندرونی بیرونی دنیا دشمن ہو رہی ہے۔ پر خدا کے بغیر ان اسکی حفاظت کر سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ میں خود ابھی تک اس حد تک نہیں پہنچا جسے میں چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی پاک زبان سے سنا ہے کہ میں ایک ایسے جنگل میں جانا چاہتا ہوں جسکی راہ میں لوہے کے کانٹے ہیں پہر ہم بظاہر دیکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔ مجھکو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلے محبت ہے وہاں انکی بی بی سے بھی اسیطرح کی محبت ہے۔

اس بی بی نے اس وقت آنحضرت کو کیا جواب دیا اور کیسا پاک اور پیارا جواب دیا جو بخاری میں درج ہے۔ کہ میری روح آپ پر قربان ہو آپ نے فرمایا۔ کلا واللہ۔

نہیں حضور ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم خدا آپ کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ آپ تو رحم کا بڑا بھاری لحاظ کرتے ہیں۔ پس رحم کے لحاظ سے بیوی کے رشتہ داروں سے محبت کیجاتی ہے جو شخص ایسا لحاظ کرتا ہے پیارے خاوند وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

پس تم بھی رشتہ داروں سے خاص طور پر پیار اور محبت کرو کہ خدا ذلت سے بچاوے۔

آپ تو دکھیاروں کے دکھ اٹھاتے ہو۔ اور دکھیوں اور رشتے ماندوں کی مدد کرنیوالا خدا کے حضور ذلیل نہیں ہوتا۔

پھر آپ کے حضور جو لوگ آتے ہیں وہ وہ چیز پاتے ہیں۔ جو جہاں میں انکو میسر نہیں آسکتی یعنے خدا کے قرب کی راہیں آپ سے ملتی ہیں۔ اور آپ سچ بولتے ہیں۔ اور ضرورتوں کے وقت آپ ہمیشہ لوگوں کے شریک ہوتے ہیں اسیطرح کے لوگ کبھی ذلیل نہیں ہوتے۔

پس یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو سچ طور پر رسول کی رسالت کو ثابت کرتی ہیں۔ یہ کلمہ اوس بی بی کے منہ سے نکلا ہوا ہزاروں ہزار لوگوں کیواسطے راہ ہدایت ہوا جب لوگ دیکھتے کہ پندرہ برس کی تجربہ کار بی بی ایسے الفاظ کہتی ہے تو سوائے ماننے کے اور کیا کہہ سکتے۔

اسی قسم کا پاک نمونہ ہونے کیلئے خدا نے ان آیات میں آگاہ کیا ہے۔ کہ جو عورتیں رسول کے گھر میں رہتی ہیں۔ خدمتگار ہوں یا اصیل ہوں۔ خدا تمہارے لئے چاہتا کہ تمہارا اصل ارادہ زینت دنیا نہو بلکہ خدا اور رسول کی اتباع اور آخرت کی بھلائی ہو۔

تمہاری غلطی دوہری غلطی نہ ہو۔ کیونکہ غلط کار اپنی غلطی کا آپ ہی پہل اٹھاتا۔ پر جسکی غلطی دیکھکر دوسروں نے اثر پذیر ہوتا ہے۔ اس کو دو غلطیوں کا پہل ملیگا۔ اسیطرح تمہارے لئے نیکی کے عوض میں اجر بھی دوہرا ہے۔ مثلاً اگر ہمارا چال چلن برا ہے تو ہم اول تو خدا کا گناہ کرتے ہیں۔ دوسرا اپنے امام پر الزام لگاتے ہیں کہ اس کے ہمنشینوں کے اعمال ایسے ہیں تو خود اس کے کیسے ہونگے۔

پس تم بھی دوہری جواب دہ ہوگی اول اپنی ذات میں۔ دوسرے وہ نقص بھی تمہارے ذمہ ہے جو تم کو دیکھکر دوسری عورتوں نے تمہاری اتباع کا نمونہ ٹھہرا۔

خدا کی اتباع کرو تاکہ خدا تمہارے کل دلدر دور کرے اور تم پر اپنی مہربانی کرے۔

واعظ باتیں تو بہت کرتا ہے۔ پر میں دیکھتا ہوں کہ واعظ کو مشکلات بھی بہت ہیں۔ میں بچپن سے وعظ کرنیکا عادی ہوں۔ پر مجھے بہت تجربہ ہوا ہے کہ واعظ کو وعظ میں بڑی بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اگر واعظ صرف یہی بات کرے نیکی عمدہ چیز اور بدی بری چیز ہے۔ تو پھر یہ تو ہر ایک فرد

بلکہ یہ بھی جانتا ہے۔ اس کے بیان کی حاجت کیا ہے۔ مگر واعظ کو ہمیشہ تفسیر میں وقت ہوا کرتی ہے۔ اول کوئی شخص اُن بداعمالیوں اور بیماریوں میں مبتلا ہے جو واعظ بیان کر رہا ہے پر وہ سمجھتا کہ واعظ مجھکو بر سر عام بدنام کر رہا ہے اور واعظ سے بدظن ہو جاتا ہے۔ یا وہ کہدیتا ایسا ظلم بری چیز ہے۔ ہان واعظ کو بھی اسمین احتیاط ضرور ہے کیونکہ اگر کہو لکہ اُن بیماریون کا ذکر کر تو لوگ سمجھتے کہ ہمین طعنہ دے رہا ہے۔ اگر سبب یہ ہے تو وعظ کیا ہوا۔ پس بیبیون کو اس بات سے بھی آگاہ رہنا چاہئے کہ اگر مین بیان مین کسی ایسی بیماری کا ذکر کرون جو کسی کے اندر موجود ہو تو وہ یہ بدظنی نہ کرے کہ مین اس کو بدنام کرنا چاہتا ہون یا اس کو طعنہ دے رہا ہون۔

مین تمہارے گہر کو قابل عزت سمجھتا ہون اور اُس پر جان و مال قربان کرنے کو طیار ہون اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ یہ بالکل سچ ہے اگر اب بھی تم ایسے الزام لگاؤ تو مین بری ہون تیسری غلطی یہ ہے کہ انسان کمزوری سے انسان دوسرے کی غلطی دیکھکر بدظن ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کے نزدیک ترازو ہے جس کے لئے فرمایا۔ من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ الراضیۃ۔ پس میری طبیعت مین خدا تعالیٰ نے یہ بات رکہدی ہے کہ انسان کے بہت سارے اعمال صالح پر نظر ڈالا کرتا ہون۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے۔ خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً۔

پس جب ہم کسی بدی یا بیماری کی تفسیر کرتے ہین تو یہ ارادہ نہین ہوتا کہ کسی کو نشانہ بنا دین بلکہ اس لئے کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کوئی ایسی تحریک پیدا کر دے کہ ان کے اندر سے بیماری دور ہو جائے پس مین عورتون کی بیماریون کا ذکر کرونگا۔ کیونکہ مجھکو گول بات پسند نہین ہوتی۔

(۱) عورتون کی عادت بددعا کی ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہوشیار عورت نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ جو فرماتے ہین کہ جہنم مین عورتین بہت جاوینگی اسکی کیا وجہ ہے فرمایا اس لئے کہ تم بڑی لعنت دینے والی قوم اور خاوندکی کافر ہو۔ ایک انسان تمام عمر تمہارے ساتھ نیکی سے گذار دے پھر ایکدن کی تکلیف سے تم کہدیتی ہو کہ مینے تم سے کبھی سکھ نہیں پایا۔ اسیطرح اولاد۔ جان۔ مال کو بددعا دیتی ہین پر ایک وقت ایسی ہوا آتی کہ وہی دعا قبول ہو جاتی۔ جریج نام ایک شخص کو ان نے نماز مین بلایا۔ اور اس نے تین دفعہ بلایا۔ انہون نے ماں کو تو کچھ جواب نہ دیا پر نماز مین دعا کی کہ خدایا ان صلوات وامی مگر اس عورت نے کہا کہ خدایا یہ بڑا نیک بنا پھرتا ہے اسکو موت نہ دیجو جبتک کنجنی کا منہ نہ دیکھے۔ چنانچہ ایک فاحشہ نے اس کو بدی کیلئے بلایا اس نے انکار کیا مگر اوس نے انکار کیا مگر اس کو کسی اور جگہ سے

حمل ہو گیا جب بچہ پیدا ہوا تو عورت نے اوس پر منسوب کیا لوگون نے اس کو مارا مگر اس بچہ نے اسکی بریت کی شہادت دی پس بیبیون کو چاہئے ایسی باتون مین خوب احتیاط سے کام لین۔

ایک بی بی کے پاس سے ایک امیر گذرا۔ بچہ کو وہ دودھ پلا رہی تہی کہا خدایا میرا بچہ بھی ایسا ہی امیر ہو مگر اس بچہ نے کہا خدایا مین ایسا بننا نہین چاہتا۔ پھر ایک پلیتی ہوئی عورت گذری تو اس بی بی نے کہا کہ خدایا میرے بچہ کو ایسا نہ کریو۔ اس بچہ نے کہا کہ خدایا مجھے ضرور ایسا کریو۔ اسکی وجہ یہ تہی کہ وہ امیر ظالم تہا اور وہ عورت نیک تہی۔

(۲) عیب عورتون مین تمسخر کا ہے۔ ایک حدیث مین آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان قابو مین رکہو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیا ہم زبان سے ہی پکڑے جاوینگے۔ فرمایا زبان دوزخ مین اوندہا گرا دیتی ہے۔ ہنسی ٹھٹھے مین یہ قاعدہ ہے کہ انسان دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے ابلیس کا گناہ یہی تہا کہ انا خیر منہ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک دوسرے پر ٹھٹھا نہ کرو ممکن ہے کہ وہی تم سے اچھا ہو۔ زبان کو قابو مین رکہنا بڑی خوبی کی بات ہے انسان زبان سے ہی مسلمان اور زبان ہی سے کافر بنتا ہے۔ اور اسی سے مومن اور اسی سے منافق بنتا ہے

(۳) تیسری بات ہماری پاک کتاب مین سورۂ نور ہے۔ تم مین جو پڑھی ہوئی ہین وہ پڑہکر عمل کرین اور جو پڑہنا نہین جانتین وہ دوسریون سے سنکر عمل کرین۔ اس فصل سے پہلے جو خدا نے مجھپر مرزا صاحب کے تعلق سے کیا ہے۔ میرا سورۂ پہلے بہی مجھپر بڑے بڑے فضل کرتا رہا ہے جنمین سے ایک یہ فضل تہا کہ مین شاہ عبدالغنی صاحب کا مرید تہا۔ انہون نے فرمایا تہا کہ اہل ہند نے سورۂ نور پر عمل ترک کر دیا ہے بلکہ اپنے لئے اسکو منسوخ ہی سمجھ لیا ہے۔ پس تم اسپر ضرور غور کرو اوسمین سب سے پہلے زنا کی مذمت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک عضو زنا کرتا ہے پس انسان ہر ایک عضو کا نگہبان بنے۔

خدا تعالیٰ نے اس سورت شریف مین فرمایا ہے کہ زانیہ کی سزا کیوقت نیک لوگ موجود ہون اور اس پر رحم قریب بھی نہ آوے۔ وہان حضرت صدیقہ کا ذکر فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ہی کنواری بی بی ہین۔ ان کا درجہ میرے نزدیک حضرت خدیجہ سے کچھ بھی کم نہین۔ مین تم کو ایک نمونہ سناتا ہون۔ یہ ایک ایسی ذہین و ذکی۔ اور نبی کریم کے چال چلن پر گہری نظر کرنیوالی بی بی ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے اسکا ایک ایک لفظ معرفت کا بہرا ہوا اور جامع ہے کسی صحابی نے اس بی بی سے پوچھا کہ آنحضرت تہجد کسطرح پڑہتے تہے۔ فرمایا کیا تو نے قرآن نہین پڑہا ایک شخص نے اس بی بی سے آنحضرت کی سوانح عمری دریافت کی فرمایا کان خلقہ القرآن۔ یعنے قرآن اگر کوئی قول ہے تو نبی کریم اس کا عامل ہے دیکھو ایک لفظ مین نقشہ کہینچ دیا ہے۔

اس بی بی نے امت پر بڑا احسان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلال والے انسان کا مقابلہ قرآن کریم سے ہی کرتی تہی۔

اس بی بی پر لوگون نے اتہام لگایا تہا۔ ان کے گلے مین ایک ہار تہا۔ کس چیز کا۔ سلیمانی منکے اور کچھ لونگ اوس مین پروئے ہوئے تہے وہ لشکر سے باہر پاخانہ پھرنے کو گئین تو وہان ہار ٹوٹ پڑا اس کو ڈہونڈنے لگین۔ یہ نو برس کی بیاہی گئین اور ۱۸ برس کی بیوہ بھی ہو گئین تہین اور ۶۳ برس کی عمر مین فوت ہو گئین تہین اس عرصہ مین مسلمانون نے بہت انقلاب دیکھے چونکہ بہت ہلکی پہلکی تہین سار بانون نے اُن کا ڈولا اونٹ پر کسدیا اور چلدیے کسکو معلوم نہ ہوا کہ آپ اوسمین نہین۔ جب یہ جنگل سے واپس اُس مقام پر آئین تو دیکہا کہ قافلہ چلا گیا ہے جوانی کے ایام تہے۔ نیند نے غلبہ کیا اور سو گئین

ایک شخص ہمیشہ لشکر مین پیچھے رہتا ہے کہ گری پڑی چیز اٹھا لاوے چنانچہ صفوان صحابی اس کام پر مامور تہا۔ جب اس نے دور سے بی بی کو پڑا ہوا دیکہا تو سمجھا کہ کوئی عورت فوت ہو گئی ہے اور یہین چہوڑ کر قافلہ چلا گیا ہے۔ اور زور سے انا للہ پڑہا۔ آواز سنکر آپ جاگ اٹہین۔ پہر صفوان نے اُن کو اونٹ پر سوار کیا اور خود آگے آگے ہوا اور وہ پہر لشکر مین لیکر پہونچا لیکن بہت سارے شریر اور بدگمان لوگون نے کہا کہ شاید کسی بدی کیوجہ سے بی بی پیچھے رہ گئی ہین۔ جب یہ خبر آنحضرت کو پہونچی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان دنون بیمار تہین ان دنون گہرون مین پاخانہ نہین ہوتا تہا ایک روز آپ باہر پاخانہ کو گئین تو ایک بڑہیا ساتھ تہی ساتھ والی بڑہیا راستہ مین گر پڑی (عورتین بات دل مین نہین رکھ سکتین) گر کر اپنے بیٹے کو سخت گالی نکالی۔ بی بی نے منع کیا۔ غرض تین دفعہ اسیطرح کیا اور تین دفعہ بی بی نے منع کیا۔ تو کہنے لگی کہ تجھے خبر نہین۔ تجھپر لوگون نے تہمت لگائی ہے۔ اور اسمین میرا بچہ بھی شریک ہے۔ اسلئے اسکو گالی دیتی ہون۔ پس صدیقہ اسیدن اپنے میکے مین چلی آئی۔ ایک مہینہ کے بعد آنحضرتؐ اُن کے پاس آئے اور کہا عائشہ اگر تجھسے غلطی ہوئی ہے تو تو استغفار کر اگر نہین ہوئی تو خدا تعالیٰ مجھے وحی سے آگاہ کردیگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ غیب کی کنجیان اپنے ہاتھ مین نہین رکھتے بہت لوگ ان کو خدا کا ایجنٹ سمجھتے ہین یاد رکہو کہ خدا بڑا بادشاہ ہے۔ کل انبیاء۔ اولیاء۔ مرسل۔ اوس کی قوت کے نیچے رہتے ہین اور جس کو وہ چاہتا ہے اس کو اطلاع دیتا ہے۔

پہر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات نازل کین اور اسی بی بی کا پاک اور مطہر ہونا بتلایا۔ فرمایا۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا۔ الآخرہ۔

جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقمین تم لوگون نے برا فقرہ سنا تہا تو نیک گمانی سے کیون کام نہ لیا پس مین تمہین یہی فقرہ سنانا چاہتا ہون کہ نیک گمانی سے کام لیا کرو۔ خدا فرماتا ہے کہ کیون تم نے ایسی باتین سنکر نہ کہدیا کہ ہمین ایسی بات کہنا مناسب نہین۔ پس یہ عیب مردون مین بھی ہے پھر عورتین اسپر بڑے بڑے منصوبہ باندہتی ہین۔ اور اس پر بڑے بڑے حکایات چلاتی ہین۔ پس خدا نے اس سے منع کیا ہے اس سورۂ شریف مین ایک اور حکم فرمایا ہے الخبیثات للخبیثین۔ والخبیثون للخبیثات الآیۃ یعنے اچھون کیلئے بیبیان بھی اچھی ہوتی ہین اس کے واسطے برے کلمات نہ نکالو۔

پہر فرمایا یہ کہدو۔ قل للمومنات یغضضن من ابصارھن۔ الآیۃ کہ اپنی آنکھین نیچے رکہین شرمگاہون کو محفوظ رکہین اور اپنی زینت کو نہ دکہاوین سوائے خاوندون اور باپون وغیرہ کے اور سوائے اپنی خاص عورتون کے۔ اس پر بھی مجھے حیرت ہے کہ بہت کم عمل ہے۔ بہت سی عورتون سے بھی پردہ لازم ہے۔ ہر ایک عورت سے بے پردگی ہو۔

(۴) ایک اور بات ہے بعض عورتین قسم قسم کے دکہون مین مبتلا ہو جاتین۔ اور عورتین ان کو طعنہ یا ملامت کرتی ہین۔ ایسی عورتین بڑی بدطینت ہوتی ہین۔ مثلاً اگر بیوہ کو نکاح کرنا موجب ملامت ہے۔ تو جناب خدیجہؓ کے نبی کریمؐ تیسرے خاوند تہے۔ پس ایسی طاعن کسکو طعنہ دیتی ہے۔ بلکہ نبی کریمؐ کی ساری بیبیون مین سے صرف حضرت عائشہؓ صدیقہ کنواری تہین طلاق بھی آنحضرتؐ کے زمانہ مین ہوا کرتی تہی۔ چنانچہ حضرت زینب کو آنحضرتؐ نے تلاش کرکے زید سے نکاح کرایا۔ مگر اس نے طلاق دیدی پس پہر بڑی بدقسمت ہے وہ عورت جو مطلقہ کو طعن دیتی ہے۔

پہر قرآن نے حکم دیا ہے۔ کہ اے ایمان والو تمہارے گہر مین تین وقتون مین غیر مرد اور نابالغ لڑکے نہ آوین۔ قبل از نماز فجر۔ دوپہر اور بعد عشاء کے۔ کیونکہ یہ خاص احتیاط کا وقت ہے

پہر اگر بوڑہی عورت بھی ہو تو اپنے کپڑے احتیاط سے رکہے اور اپنی زینت دوسرے پر ظاہر نہ کرے + پہر کچھ مال خدا نے مردون کا اور عورتون کا بنایا ہے۔

(۵) ایک اور عیب ہے۔ کہ بہت سی لباس پہننے والیان ہین پر خدا کے نزدیک ننگیان ہین۔ بہت لباس خدا اور رسول کو پیارا نہین ہوتا۔

(۶) بعض عورتین اولاد کے صدمہ پر الفاظ ناشائستہ کہدیتی ہین۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا اس صابرہ کو دوزخ سے بچا لیتا ہے۔ جو اولاد کے صدمہ پر صبر اور استقلال دکہاتی ہے۔

(۵) عام طور پر عورتین چہوٹے چہوٹے گناہون سے کم پرواہ رکہتی ہین۔

مسیح علیہ السلام نان کیطرف دیکہو کہ اپنی اولاد کیواسطے کیسی دعائین مانگتی ہے۔

عورتون کیلئے پڑہنا پڑہانا۔ کہنا وغیرہ۔ خول کی بات ہے۔ اس کے بغیر ان کو مسائل سے پوری واقفیت نہین ہو سکتی۔

مین نے کسی عورت کو اپنی عمر مین نہین سنا کہ اذان کے ساتہہ اذان پڑہتی ہو جیطرح مسنون ہے بالآخر مین دعا کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ تمہین عمل صالح کی توفیق دیوے۔ تمہارے اندر بواعظ اور خدا کا پاک نمونہ موجود ہے۔ تم سخت غلطی کے نیچے ہو کیونکہ باہر کی عورتین تمہارے نمونے کو دیکہکر قدم بقدم چلینگی۔ تمہاری زبانین پاک ہون۔ تمہارے اندر بدگمانیون کے تخم نا پیدا ہون۔ خدا کی سچی کتاب تمہارا دستور العمل ہو اور خدا تمہین اسکی توفیق دیوے اور تمہین قرآن کریم کا تابع بنا دے تمہاری اولاد کے واسطے تمہارے منہ سے نیک دعائین نکلین۔

ایکدفعہ حضرت زینبؓ اپنے کپڑے گیری مین رنگنے لگین آنحضرتؐ باہر سے تشریف لائے اور کپڑے رنگتے ہوئے دیکہکر واپس تشریف لیگئے۔ حضرت زینبؓ تاڑ گئین کہ آپ کس بات کی وجہ سے واپس تشریف لے گئے ہین۔ ہ ریون کے گہر مین ہر وقت الٰہی رنگ چڑہی رہنا چاہیئے جس کا ذکر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ مین ہے۔ رنگینیاں اس کے مقابل مین کیا چیز ہین پس یاد رکہو کہ اللہ تعالیٰ بناوٹ۔ زیور۔ اور لباس سے خوش نہین ہوتا۔ بلکہ نیک بی بیون کی بناوٹ اور زیوران کے نیک عمل ہین۔ خدا تعالیٰ کم سے کم میری بی بیون کو ہی اس بات کی توفیق دیوے کہ وہ یہ نہین کہ یہ اسکی زبانی ہی باتین ہین۔ آمین۔ والسلام

ملفوظات احمدیہ

بیارجون بمقام گورداسپور

طعام اہلکتاب پر فیصلہ کن تقریر

امریکہ اور یورپ کی حیرت انگیز ایجادات کا ذکر ہو رہا تہا اسی مین یہ ذکر بہی آگیا کہ دودہ اور شوربا وغیرہ جو کہ ٹینون مین بند ہوکر ولائت سے آتا ہے بہت ہی نفیس اور ستہرا ہوتا ہے۔ اور ایک خوبی ان مین یہ ہوتی ہے کہ ان کو بالکل ہاتہہ سے نہین چہوا جاتا۔ دودہ تک بہی بذریعہ مشین کے دوہا جاتا ہے اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ چونکہ نصاریٰ اس وقت ایسی قوم ہوگئی ہے جسنے دین کی حدود اور اس کے حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہین لی اور کثرت سے سور کا گوشت انمین استعمال ہوتا ہے اور جو ذبح کرتے ہین اوس پر بہی خدا کا نام ہرگز نہین لیتے بلکہ جہٹکے کیطرح جانورون کے سر جہٹکا دینا کیا ہو علیحدہ کر دیئے جاتے ہین۔ اس لیئے شبہ پڑ سکتا ہے کہ بسکٹ اور دودہ وغیرہ جو ان کے کارخانون وغیرہ کے بنے ہوئے ہون انمین سور کی چربی اور سور کے دودہ کی آمیزش ہو اسلئے ہمارے نزدیک ولایتی بسکٹ اور اس قسم کے دودہ اور شوربے وغیرہ استعمال کرنے بالکل خلاف تقویٰ اور ناجائز ہین۔ جس حالت مین کہ سور کے پالنے اور کہانے کا عام رواج ان لوگون مین ولایت مین ہے تو ہم کیسے سمجہ سکتے ہین کہ دوسری اشیائے خوردنی جو کہ یہ لوگ طیار کر کے ارسال کرتے ہین۔ انمین کوئی نہ کوئی حصہ اسکا نہ ہوتا ہو۔

اس پر **ابو سعید** صاحب المعروف عرب صاحب تاجر برنج رنگون نے ایکدفعہ حضرت اقدس کی خدمت مین یون عرض کیا کہ رنگون مین بسکٹ اور ڈبل روٹی بنانے کا ایک کارخانہ انگریزون کا تہا وہ ایک مسلمان تاجر نے قریب ڈیڑہ لاکہہ روپے کے خرید لیا جب اس نے حساب وکتاب کی کتابون کو پڑتال کر کے دیکہا تو معلوم ہوا کہ سور کی چربی بہی اس کارخانہ مین خریدی جاتی رہی ہے دریافت پر کارخانہ والون نے بتلایا کہ ہم اسے بسکٹ وغیرہ مین استعمال کرتے ہین کیونکہ اس کے بغیر یہ چیزین لذیذ نہین ہوتین اور ولایت مین بہی یہ چربی ان چیزون مین ڈالی جاتی ہے۔

اس واقعہ کے سننے سے ناظرین کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال کسقدر تقویٰ اور باریک بینی پر تہا۔ لیکن چونکہ ہم مین سے بعض ایسے بہی تہے جنکو اکثر سفر کا اتفاق ہوتا ہے اور بعض بہائی افریقہ وغیرہ دور دراز امصار وبلاد مین ابتک موجود ہین جن کو اس قسم کے دودہ اور بسکٹ وغیرہ کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اس لئے انکو بہی مد نظر رکہکر دوبارہ اس مسئلہ کی نسبت دریافت کیا گیا۔ اور نیز اہل ہنود کے کہانے کی نسبت عرض کیا گیا کہ یہ لوگ بہی اشیاء کو بہت غلیظ رکہتے ہین اور انکی کڑاہیون کو اکثر کتے چاٹ جاتے ہین۔ اسپر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک نصاریٰ کا وہ طعام حلال ہے جسمین شبہ نہ ہو اور از روئے قرآن مجید کے وہ حرام نہ ہو ورنہ اس کے یہی معنے ہون گے کہ بعض اشیاء کو حرام جانکر گہر مین تو نہ کہایا مگر باہر نصاریٰ کے ہاتہہ سے کہا لیا اور نصاریٰ پر ہی کیا منحصر ہے اگر ایک مسلمان بہی مشکوک الحال ہو تو اس کا کہانا بہی نہین کہا سکتے۔ مثلاً ایک مسلمان دیوانہ ہے اور اُسے حرام وحلال کی خبر نہین ہے تو ایسی صورت مین اُس کے طعام یا طیار کردہ چیزون پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم گہر مین ولایتی بسکٹ استعمال نہین کرنے دیتے بلکہ ہندوستان کی ہندو کمپنی کے منگوایا کرتے ہین۔

عیسائیون کی نسبت ہندوون کی حالت اضطرار کی ہے کیونکہ یہ کثرت سے ہم لوگون مین مل جل گئے ہین اور ہر جگہ انہین کی دوکانین موجود ہوتی ہین اور سب شے وہان ہی سے ملجاوے تو پہر البتہ ان سے خوردنی اشیاء نہ خریدنی چاہیئے۔

علاوہ ازین میرے نزدیک اہلکتاب سے غالباً مراد یہودی ہی ہین کیونکہ وہ کثرت سے اس وقت عرب مین آباد تہے اور قرآن شریف مین بار بار خطاب بہی انہین کو ہے اور صرف توریت ہی کتاب اس وقت تہی جو کہ حلت اور حرمت کے مسئلے بیان کر سکتی تہی اور یہود کا اس پر اسی امر مین جیسے عملدرآمد اُسوقت تہا ویسے ہی اب بہی ہے۔ انجیل کوئی کتاب نہین ہے۔ اس پر ابو سعید صاحب عرب نے عرض کی کہ اہل الکتب مین کتاب پر الف لام بہی اسکی تخصیص کرتا ہے جس سے یہ مسئلہ اور بہی واضح ہوگیا۔

(واضح ہو کہ یہودی لوگون کا کہانا بہت پاکیزہ اور شرعی آداب کے موافق پکا ہوا ہوتا ہے۔ اُن کا ذبیحہ وغیرہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ ہمارا۔ سور سے ان کی ویسی ہی نفرت ہے جیسی ہمین اس لئے ان لوگون کی ایسے کہانون کو انشراح صدر سے کہا لینے مین کوئی قباحت نہین ہے۔ ایڈیٹر)

دجال شخص واحد ہے — ہمارے محترم بہائی خواجہ کمال الدین صاحب نے عرض کی کہ دجال کے متعلق جو کچہہ حضور نے بیان فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے لیکن ایکدن میرے ذہن مین یہ بات گذری کہ دجال ایک شخص واحد بہی گذرا ہے اور اس وقت جو دجال موجود ہے وہ اس کا ظل اور اثر ہے۔ کیونکہ موجودہ عیسویت دراصل وہ عیسویت نہین ہے جو حضرت مسیح نے تعلیم کی بلکہ یہ پولوس کا مذہب ہے جس نے ہر ایک حرام کو حلال کر لیا اور کفارہ وغیرہ کی مسئلہ کی بدعت ایجاد کی اور اسکی ایک آنکہہ ہی تہی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچہہ اس کا حلیہ بیان کیا ہے ممکن ہے کہ مکاشفہ مین آپکو وہی دکہایا گیا ہو اور اس کے متبعین نے ہی یہ تمام ایجادین کی ہین جسکو دجال کی صنعت اور کارناموں کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا ہان ایسا ہی ہو سکتا ہے۔

تقدیر معلق اور مبرم — صدقات وخیرات سے بلا کے ٹلنے کا ذکر ہوا۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہان یہ بات ٹہیک ہے اس پر لوگ اعتراض کرتے ہین کہ تقدیر کے دو حصے کیون ہین تو جواب یہ ہے کہ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ بعض وقت سخت خطرناک صورتین پیش آتی ہین۔ اور انسان بالکل مایوس ہو جاتا ہے لیکن دعا وصدقات وخیرات سے آخرکار وہ صورت ٹل جاتی ہے پس آخر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگر معلق تقدیر کوئی شے نہین ہے اور جو کچہہ ہے مبرم ہی ہے تو پہر دفع بلا کیون ہو جاتا ہے۔ اور دعا وصدقہ وخیرات وغیرہ کوئی شے نہین ہے اور جو کچہہ ہے مبرم ہی ہے تو پہر دفع بلا کیون ہو جاتا ہے اور دعا وصدقہ وخیرات وغیرہ کوئی شے نہین ہے بعض ارادے الٰہی صرف اس لئے ہوتے ہین کہ انسان کو ایک حد تک خوف دلایا جاوے اور پہر صدقہ وخیرات جب وہ کرے تو وہ خوف دور کر دیا جاوے۔ دعا کا اثر شل زیادہ کے ہوتا ہے کہ جب وہ شرط پوری ہوا اور وقت مناسب ملجاوے اور کوئی نقص نہ ہو تو ہر ایک امر ٹل جاتا ہے اور جب تقدیر مبرم ہو تو پہر ایسے اسباب دعا کی قبولیت کے ہم نہین پہونچتے۔ طبیعت تو دعا کو چاہتی ہے مگر توجہ کامل میسر نہین آتی اور دل مین گداز پیدا نہین ہوتا۔ نماز سجدہ وغیرہ جو کچہہ کرتا ہے اسمین بدمزگی پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام بخیر نہین۔ اور تقدیر مبرم ہے اس مقام پر ایک نے عرض کی کہ جب نواب محمد علی خانصاحب کا صاحبزادہ سخت بیمار پڑا تہا تو جناب کو اسی قسم کا الہام ہوا کہ تقدیر مبرم ہے اور موت مقدر ہے لیکن پہر حضور کی شفاعت سے وہ تقدیر مبرم ٹل گئی۔

آپ نے فرمایا کہ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بہی لکہتے ہین کہ بعض وقت میری دعا سے تقدیر مبرم ٹل گئی ہے۔ اس پر شارح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اعتراض کیا ہے کہ تقدیر مبرم تو ٹل نہین سکتی پہر اس کے کیا معنے ہوئے آخر خود ہی جواب دیا ہے کہ تقدیر مبرم کی دو اقسام ہین ایک مبرم حقیقی ہے اور ایک مبرم غیر حقیقی جو مبرم حقیقی ہے وہ تو کسی صورت سے ٹل نہین سکتی ہے جیسے کہ انسان پر موت تو آنی ہے اب اگر کوئی چاہے کہ اس پر موت نہ آوے اور یہ قیامت تک زندہ رہے تو یہ نہین ٹل سکتی۔ دوسری غیر حقیقی وہ ہے جسمین مشکلات اور مصائب انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہون اور قریب عرصہ ملنے کے نظر آوین اس کا نام مجازی طور پر مبرم رکہا گیا ہے ورنہ حقیقی مبرم تو ایسی ہے کہ اگر کل انبیاء بہی ملکر دعا کرین کہ وہ ٹل جاوے تو وہ ہرگز نہین ٹل سکتی۔

الہام — فرمایا کہ مجہکو یہ فقرہ الہام ہوا۔ "خدا تیری ساری مرادین پوری کر دیگا"

فرشتون پر ذکر چل پڑا کہ یہ خواب مین ہمیشہ خوبصورت لڑکون کی صورت وشکل مین نظر آتے ہین۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اپنے چند ایک سابقہ رویا بیان فرمائے۔ جن کو ہم اس نیت سے درج کر دیتے ہین کہ ان مین سے اگر کوئی شائع نہین ہوا تو اب ہو جاوے۔

رؤیا۔ ایک فرشتہ ایک چبوترہ پر بیٹہا ہے اور ایک عجیب روٹی بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ قسم کی نظر آتی ہے مجہے وہ روٹی دکہلا کر کہتا ہے کہ یہ ہمارے

لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے اس رویا کو عرصہ قریباً ۳۰ سال کا ہوگیا ہوگا۔

رویا ثانی۔ فرمایا ایک فرشتہ کو میں ۲۰ برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا صورت اسکی مثل انگریزون کے تھی۔ اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ مین نے اس سے کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہین اس نے کہا ہان مین دشنی آدمی ہون۔ یہ رویا کوئی ۱۵ برس کا ہوگا۔

عبرت عادت اللہ یہی ہے کہ جب انسان امن کے زمانہ مین ہو اور وہ گذر جاوے اور اس اثنا مین کوئی رجوع خدا کیطرف حقیق اور اخلاص سے نہ کیا ہو تو پھر خطرناک زمانہ مین واویلا شور مچانا اس کے کام آیا نہین کرتے۔ یہ تو وہی فرعون کی مثال ہوئی کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا کہ اب مین موسے اور ہارون کے خدا پر ایمان لایا مشکل یہ ہے کہ دنیادار لوگ اُن کے اپنے سلسلہ اور پیچ در پیچ معاملات سے ہرگز فرصت نہین کہ وہ روح کی اصلاح کیطرف متوجہ ہون اور خدا کا خوف بہی محسوس کرین اگر کچھ خوف ہو تو گورنمنٹ کا اور امید ہے تو اسباب سے یا اپنے مکر و فریب سے اس زمانہ مین جو توکل کا نام ہے وہ دیوانہ اور مخبوط الحواس ہے اُس کا نام مسلوب العقل رکہا جاتا ہے۔

یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ قبل از نزول بلا وہ تبدیلی کرلے لیکن اگر کوئی تبدیلی نہین کرتا اور اسکی نظر اسباب اور مکر و حیلہ پر ہے تو سوا اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گہر بہر کو تباہ کردے اور کیا انجام ہوسکتا ہے کیونکہ مرد گہر کا کشتیبان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بہی ساتھ ہی ڈوبے گی اسی لئے کہا الرجال قوامون علی النساء اسی کی رستگاری کے ساتھ اُس کے اہل و عیال کی رستگاری ہے اور ولا یخاف عقبٰھا سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو ان کے پس ماندون کی کوئی پرواہ نہین ہے اسوقت اسکی بے نیازی کام کرتی ہے۔

۳ر جولائی ۱۹۰۴ء
مقام قادیان شریف

شام کا وقت تہا بعد نماز مغرب مختلف بلاد سے جو لوگ زیارت اور بیعت سے شرفیاب ہونے کیلئے آئے ہوئے تہے مثل پروانہ حضرت پر گر رہے تہے اکثر خدام مین سے دیہات والون کا تہا جگہ کی تنگی اور مردمان کی کثرت دیکہکر بعض نے کہا کہ لوگو پیچھے ہٹ جاؤ حضرت جی کو تکلیف ہوتی ہے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کسکو کہا جاوے کہ تم پیچھے ہٹو جو آتا ہے اخلاص اور محبت لیکر آتا ہے سیکڑون کوس کے سفر کرکے یہ لوگ آتے ہین صرف اس لئے کہ کوئی دم صحبت حاصل ہو۔ اور انہین کیخاطر خدا تعالیٰ نے سفارش کی ہے اور فرمایا ہے ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یہ صرف غریبون کے حق مین ہے کہ جن کے کپڑے میلے ہوتے ہین اور ان کو چندان علم بہی نہین ہوتا خدا تعالیٰ کا فضل ہی اُن کی دستگیری کرتا ہے کیونکہ امیر لوگ تو عام مجلسون مین خود ہی پوچھے جاتے ہین اور ہر ایک ان سے با اخلاق پیش آتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے غریبون کی سفارش کی ہے جو بیچارے گمنام زندگی بسر کرتے ہین

وجودی کہان سے پیدا ہوئے ایک شخص نے سوال کیا کہ ہمارے شہر مین وجودی فرقہ کے لوگ کثرت سے ہین اور ذبیحہ وغیرہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے کیا اس کا کہانا حلال ہے یا نہین۔

فرمایا کہ بہت تجسس کرنا جائز نہین ہے موٹے طور پر جو انسان مشرک یا فاسق ہو اس سے پرہیز کرو عام طور پر اسطرح تجسس کرنے سے بہت تنگی در پیش آتی ہین جو ذبیحہ اللہ کا نام لیکر کیا جاوے اور اسمین اسلام کے آداب مد نظر ہون وہ خواہ کسی کا ہو جائز ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وجودی پیدا کہان سے ہوئے قرآن شریف اور اسلام مین تو ان کا پتہ نہین ملتا مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صرف دہوکا لگا ہوا ہے جو راستباز اگلے گذرے ہین وہ اصل مین فنا نظری کے قائل تہے اس کے یہ معنے ہین کہ انسان ہر ایک فعل و حرکت اور سکون مین توجہ اللہ کیطرف رکہے اور اسقدر فانی اسمین ہو کہ گویا اور کسی شئے کی قدرت اور حرکت بذاتہ اُسے نظر نہ آوے ہر ایک شئے کو فانی جانے اور اسقدر تصرف الہٰی کے اور کچھ نہین ہے اس مسئلہ مین غلطی واقعہ ہو کر آخر فنا وجودی تک نوبت آگئی اور یہ کہنے لگے کہ سوائے خدا کے اور کوئی شئے نہین ہے اپنے آپکو ہی خدا ماننے لگے۔ اس خیال سے یہ مذہب پہیلا ہے کہ فنا نظری کے شوق مین اولیاء اللہ سے کچھ ایسے کلمات نکلے مین کہ جنکی الٹی تاویل کرکے یہ وجودی فرقہ بن گیا ہے۔ فنا نظری ایک انسان کا حق ہے کہ محبوب مین اور اپنے آپ مین کوئی جدائی نہ سمجہے اور من تو شدم تو من شدی۔ تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری کا مصداق ہو کیونکہ محب اور محبوب کا علاقہ فنا نظری کا تقاضا کرتا ہے۔ اور ہر ایک سالک کی راہ مین ہے کہ وہ محبوب کے وجود کو اپنا وجود جانتا ہے لیکن فنا وجودی ایک من گہڑت بات ہے۔ جیسے ذوق شوق محبت صدق اور وفا اور اعمال صالحہ سے کوئی تعلق نہین ہے فنا نظری کی مثال وہی ہے جو مان اور بچے کی ہے کہ اگر کوئی بچے کو کچھ مارے تو درد مان کو ہوتا ہے سخت تعلق جو محبت کا ہے یہ اسکی ہی درد کا ہے اور یہ ایک سچی اور حقیقی محبت ہوتی ہے۔ لیکن وجودی کا مدعا جہوٹا ہے یہ وہ کرے جو خدا پر محیط ہو۔ وجودی چونکہ ترک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ اس لئے طاعت محبت۔ عبادت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

(البدر)

ایرانی چٹھی

(تربت حیدری (ایران) سے ہمارے ایک مکرم بہائی وہان کے کسی قدر حالات لکہتے ہین جو امید ہے ہمارے ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہون گے (ایڈیٹر)

اس ملک کے حالات آپ سے پوشیدہ ہون گے عجب حال ہے تمام دنیا سے بیخبر مین اور وہی پرانی لکیر کے فقیر گہرون مین کوچون مین بازارون مین مرثیہ پڑہتے پہرتے مین۔ امام حسین کے لئے آنسو بہانے سے بڑہکر کوئی عبادت ان کے نزدیک بہتر نہین ہے۔

یہان جو سب سے معتبر ملا ہے اس سے مین نے تذکرہ کیا تہا کہ حضرت مسیح موعود تشریف لا چکے ہین۔ وہ کہنے لگا کہ ان کی کوئی کتاب منگاؤ مین دیکہون گا۔ اس لئے التماس ہے کہ عربی کی تصانیف مین سے ایک دو کتابین بذریعہ وی پی ارسال کرین۔ معرفت دفتر ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان بہیجئیگا۔ کیونکہ وہان سے قیمت وصول ہو جائیگی اور بعد ازان سرکاری ڈاک مین کتابین میرے پاس پہنچ جائینگی یہان کے لوگ ذہین تو ہین مگر بڑے متعصب کیونکہ مطالعہ نہین کرتے۔ پڑہین گے بہی تو مرثئے اور بس۔

یہان تین گروہ ہین ایک تو ملاؤن کا گروہ جنکی حکومت بادشاہ سے بہی قوی تر ہے۔ اسکی تفصیل آگے چلکر بیان کرونگا۔ دوم اہلکار لوگ جو قریب قریب لامذہب مین مگر ظاہرداری کے سخت پابند۔ سوم سوداگر اور دوسرے پیشہ ور لوگ جو ملاؤن کے گرویدہ مین۔

ملاؤن کے گرفت کی یہ مثال ہے کہ جو فتوے وہ دیدین لوگ اس کی پابندی کو اشد ضروری سمجہتے ہین اور حکومت اسمین دست اندازی کرنا چاہے تو بغاوت پر مستعد ہو جاتے ہین۔ کئی واقعات ایسے ہو چکے ہین۔ چنانچہ ایک تازہ واقعہ آجکل ہی ہوا ہے۔ سبزوار مین جو کہ مشہد اور طہران کے مابین ایک آباد شہر ہے کوئی ۳۵ یا چالیس ارمنی سوداگر بہی رہتے ہین یہ لوگ عیسائی ہین اور اکثر روس کے رعایا ہین اور بعض ایران کی رعایا ہی ہین۔ بالاہی ہین۔ کوئی بیس روز کا ذکر ہے کہ ایک ارمنی تاجر نے ایک سید کرایہ کش کو ایک چپت ماردی کرایہ کی کمی بیشی پر کچھ تکرار تہی۔ اس سید نے جاکر شہر مین لوگون کو خبر کردی کہ مین سید ہون اور اس عیسائی نے مجھکو بے عزت کیا ہے۔ یہ سنکر تمام شہر امنڈ آیا اور اس ارمنی کو پیٹ کر مجتہد کے پاس لے گئے۔ اور باقی لوگون نے دوسرے تمام ارمنیون کے مکانات گہیر لئے مجتہد صاحب جو کہ نجف اشرف سے تشریف لارہے تہے۔ اور مشہد کو زیارت کیواسطے جارہے تہے چند یوم کیلئے سبزوار مین ٹہہرے ہوئے تہے۔ انہون نے حکم دیا کہ یہ ارمنی جس نے سید کو بے احترام کیا ہے واجب القتل ہے مگر فی الحال اسکو بہت مارے جاوین اور قید کیا جاوے۔ جب ہم زیارت سے واپس آوین گے آخری فیصلہ صادر کرین گے اور باقی تمام عیسائیون کو حکم دیا کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ اور شہر سے باہر جاکر رہو اور لوگون کو کہا کہ ان عیسائیون سے معاشرت اور لین دین حرام ہے یہ کہکر مجتہد صاحب مشہد کو تشریف لے گئے اور حکمران سبزوار کو لکہ گئے کہ ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ حکمران مجبور تہا کیونکہ اگر تعمیل نہ کرے تو بغاوت کا ڈر ہے۔ اس نے اس ارمنی کو بہت لگوائے اور قید کردیا۔ جب لوگ دوسرے عیسائیون کے گہرون پر حملہ آور ہوئے تو حکمران نے انکے گہرون کو تالے لگا دیئے تاکہ ان کا مال محفوظ رہے اور ارمنی سب کے سب سوائے اُس ایک کے جو قید تہا بہاگ گئے اور جاکر تار گہر مین پناہ گزین ہوئے اور وہان سے ظل سلطان یعنے بادشاہ کے بہائی کو تار دیا گیا کہ ہمارا جان و مال غیر محفوظ ہے اور ہمارے لئے یہان سے نکلنے جانے کا حکم مجتہد صاحب نے دیا ہے مگر ہم نے لوگون سے روپیہ لینا ہے تاوقتیکہ ہم اپنا روپیہ وصول نہ کرین ہم نہین جا سکتے اس نے جواب مین تار دیا کہ تم کو مجتہد کے حکم کی تعمیل کرنا لازم ہے۔ شہر سے نکل جاؤ اور جسقدر روپیہ تمہارا لوگون پر ہوتا ہے خواہ کروڑون روپیہ ہو مین خود اپنی گرہ سے ادا کرونگا۔ بشرطیکہ تم ثبوت پیش کرو۔ ابہی تک ارمنی لوگ تار گہر مین پناہ گزین ہین اور فریاد کر رہے مین مگر کوئی پرسان حال نہین دیکہئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو کچھ ملا لوگ کہدین اسکی تعمیل حکومت پر ضروری ہے ورنہ شورش تیار ہے کیونکہ عام لوگ بری طرح سے ملاؤن کے گرویدہ ہین۔ حکومت کے پاس کافی سپاہ نہین ہے اور پولیس کا تو نام نہین ہے۔ تربت حیدری اور مشہد خراسان مین دو بڑے شہر مین یہان بہی پولیس نہین ہے اور کچھ فوجی انتظام نہین ہے۔ اگر چار آدمی مگر [illegible] چاہین تو ان کے پکڑنے کے واسطے وہ ترکیب نہین۔

یہاں ہر ایک ضلع کا سال بسال اجارہ ہوتا ہے۔ مثلاً صوبہ خراسان کا ایک اجارہ ہوتا ہے جس بڑے آدمی نے زیادہ روپیہ شاہ کو دیا اور وزیر وغیرہ کو معقول نذریں دیں اسکے نام ایک سال کا ٹھیکہ ہو گیا۔ اس کے دوسرے سال اگر اسی شخص نے کچھ زیادہ دینا منظور کیا تو ٹھیکہ اسیکا رہا اور اگر اس سے بڑھکر کسی نے دیا تو ٹھیکہ منتقل ہو کر اسکے نام ہو جاتا ہے۔ یعنے ایک رقم مقررہ بادشاہ لے لیتا ہے اور اس کو حاکم مقرر کر دیتا ہے وہ پھر زمینداروں سے جسقدر جی چاہے وصول کرے حکومت کو اسمیں کچھ دخل نہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس حکمران ٹھیکہ دار کے پاس کوئی فوج سوائے چند ایک چپراسیوں کے جنکو فراش کہتے ہیں نہیں ہے۔

قتل اور قید کا اس حکمران کو اختیار ہوتا ہے اور وہ اپنے بھائی بندوں اور اعتباریوں کو اپنے ماتحت چھوٹے چھوٹے سب ڈویژنوں کا حاکم مقرر کر دیتا ہے اور ان سے معقول رقمیں لیتا ہے پھر وہ لوگ بھی اپنی حسب مرضی لوگوں سے جسقدر روپیہ چاہیں وصول کر لیتے ہیں۔ ہر شہر اور قصبہ میں ملا موجود ہیں۔ یہ ہندوستان کے عام مولویوں کے مشابہ ہیں مگر خدا کے فضل سے ہندوستان والوں کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت زبردست ہے مگر یہاں یہ حال ہے کہ جسقدر شکرانہ دو اسی حیثیت کا فتویٰ لیلو۔ دو شخص ایک ملا کے پاس فریاد لیگئے ایک نے پچاس روپیہ شکرانہ دیا اسکے حق میں فتویٰ ملگیا دوسرے کو معلوم ہوا وہ زیادہ پہلے سے شکرانہ لیکر حاضر ہوا تو ملا جی نے پہلے کو پکڑ منگوایا اور فتویٰ لے کر چاک کر دیا اور دوسرے کے حق میں فیصلہ کر کے فتویٰ پر مہر کر دی۔

عجب تماشا ہے روحانیت کا نام نہیں جو کچھ ہے روپیہ ہے۔ یہاں کے فتوے روپیہ کے ماتحت ہیں۔

دوسرا گروہ اہلکاروں کا ہے ان کا حال یہ ہے کہ زبانی فیصلے ہوتے ہیں کہ لکھت نہ پڑھت نہ کوئی قانون نہ دستور العمل جیسا جی میں آتا ہے کرتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا ہے۔ طہران سے جھٹ ایک تار آ جاتا ہے کہ آپ معزول ہیں سیدھے طہران چلے آئیں وہاں جا کر خدا جانے انکی کیا گت ہوتی ہے۔ پنشن کا دستور اس ملک میں نہیں ہے۔ اس ملک میں اہلکار عموماً کارگذار یعنے اسسٹنٹ فارن سکرٹری اور پوسٹ ماسٹر اور تار ماسٹر اور وار و غہ چنگی ہوتے ہیں دوسری کوئی اسامی ہی نہیں یہی سرکاری اسامیاں ہیں سوا اس کے کوئی محکمہ نہیں حکمران ٹھیکہ دار ہوتا ہے اس کے پاس صرف ایک دو معتبر اہلکار یعنی منشی ہوتے ہیں باقی کارروائی سب زبانی ہوتی ہے۔

تیسرا گروہ عام سوداگر پیشہ دکاندار اور کاسب یعنی دستکار لوگوں کا ہے وہ دن بھر اپنا کام کرتے ہیں دنیا کی کوئی خبر نہیں اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ سرکاری اسکول صرف طہران میں ہے جسمیں فارسی اور فرانسیسی پڑھائی جاتی ہے اور کسیقدر نقشہ اور حساب بھی سکھلایا جاتا ہے اور کسی جگہ سرکاری اسکول چھوڑ پرائیویٹ بھی نہیں ہے ہاں ایک آدھ مدرسہ ہوتا ہے وہ بھی ایسی جگہ میں جیسے مشہد اور تربت۔ جو خراسان کے دو بڑے شہر ہیں۔ ان مدرسوں میں قرآن شریف اور فارسی پڑھائی جاتی ہے اور وہ بھی بے ترتیبی سے جیسے ہمارے ہاں ہندوستان میں پرانے مکتب ہوا کرتے تھے۔ خراسان کا صوبہ قریب قریب پنجاب کے برابر ہے۔ کسی شہر یا قصبہ میں پولیس نہیں تھانہ نہیں میونسپل کمیٹی نہیں کچھ نہیں بلکہ بعض بعض قصبوں میں پڑھا لکھا آدمی ہی نہیں۔ ہر ایک گاؤں میں ایک کتخدا یعنے نمبردار ہوتا ہے وہ بھی ایک بڑا آدمی جسے لوگ خود بخود کتخدا کہتے ہیں ورنہ وہ مقرر شدہ نہیں ہوتا اور نہ اس کا کچھ اختیار ہوتا ہے۔ ہاں ہر گاؤں میں ملا ضرور ہے جس کے ہاتھ میں سب لوگوں کی باگ ہوتی ہے۔ مرثیہ خوان بھی کثرت سے ہیں اور آسودہ ہیں۔

نیاز مند حسین علی۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

جاپان اور مسیحی مذہب عیسائی مذہب کے پادری اپنی ناکامیابی کا شاذ و نادر اقرار کرتے ہیں اور جبتک وہ ہر پہلو سے مجبور نہیں ہوتے اپنی کمزوری کو ظاہر نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں ان عیسائی مشنریوں کو پوری ناکامی ہوئی ہے۔ کیونکہ حال میں ایک مشنری نے پادریوں کے مجمع میں بیان کیا تھا کہ جاپان مسیحی مذہب کیطرف اور ملکوں کی طرح ملتفت نہیں ہوتے۔ اور ظاہر ہے چونکہ انکو چین و کوریا وغیرہ میں زیادہ رسوخ پیدا کرنے کی خواہش ہے بدھ ازم اور کنفیوشس ازم کی اخلاقی تعلیم کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ مسیحیوں کے لئے یہ نئی بات نہیں ہے نہ صرف جاپان بلکہ اور جگہ اب ان کا قدم جمنا مشکل ہو گیا ہے۔ اسکی وجہ بظاہر اسباب میٹریلسٹ لوگوں کی نگاہ میں سائنس کی ترقی ہے۔ لیکن دراصل اسکا باعث ایک روحانی امر ہے اور وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہے۔ خواہ اس کے زبردست دلائل اور کارگر حربے جو عیسوی مذہب کے قلعوں پر پڑ رہے ہیں کسی جگہ سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں مگر انتشار روحانیت کے ساتھ اندر ہی اندر دلوں میں عیسائی مذہب کی کمزوری اور بیہودگی کھل چکی ہے۔ غیر قوموں کا عیسائی ہونا تو ایک امر خیلے ہے اب تو عیسائیوں کو عیسائی رکھنا ہی مشکل ہو گیا ہے۔

اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا آریہ سماج کی مہاتما پارٹی کا ہر دو اری اخبار ڈاکٹر نشی کانت چیٹرجی کے مسلمان ہونے پر عجیب ریمارک کرتا ہے جو دانشمند سالک کے پڑھنے اور غور کرنے کے قابل ہے آپ لکھتے ہیں کہ ” سابق ڈاکٹر نشی کانت اب شیخ محمد عزیز الدین ہی ہو گئے ہیں اخبار بنگالی کے ایک کارسپانڈنٹ نے لکھا تھا کہ ابھی اس خبر پر اعتبار نہ کیا جائے لیکن یہ تحریر کچھ وقعت کے قابل نہیں ہوئی۔ اس واقعہ سے جو نتیجہ مسلمان صاحبان نکالتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے۔ محض ایک آدمی کے مسلمان ہونے خواہ وہ کیسا ہی تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو محمدی مذہب سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ میری رائے میں کوئی بھی مذہب محض اسلئے سچا نہیں کہا جا سکتا کہ چند ایک تعلیم یافتہ آدمی اسمیں خوشی سے شریک ہو گئے ہیں۔ اسوقت تبدیلی مذہب کی کئی وجوہات ہوا کرتی ہیں۔ یہ سب زن۔ زمین اور زر کی تعریف میں آ جاتی ہیں جو لوگ ان وجوہات سے محرک ہو کر تبدیل مذہب کرتے ہیں وہ تو دل کے سچے ضرور ثابت ہوتے ہیں لیکن اسلئے ان کا قبول کیا ہوا مذہب سچا نہیں ہو سکتا “

پرچارک کے قانوندان ایڈیٹر کی قلم سے نکلا ہوا یہ نوٹ عجیب و غریب منطق کو ظاہر کر رہا ہے جسکی ایجاد کا فخر ہر دواری گورو گھنٹال کو ہونا چاہئے۔ اگر یہ سچ ہے کہ کسی شخص کے کسی مذہب کے قبول کرانے سے وہ مذہب سچا نہیں ٹھیر سکتا تو آریوں کی عجیب دانشمندی ہے کہ وہ مسٹر پال (تو آریہ) کے آریہ ہو جانے کو ویدک دھرم کی سچائی کی دلیل ٹھیرا لیتے ہیں؟ ہم اس کو ممکنات سے مانتے ہیں کہ کوئی شخص زن۔ زمین اور زر کے لالچ سے تبدیل مذہب کرے لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ آیا اس قسم کی تحریکیں مسلمانوں میں ملسکتی ہیں یا آریوں میں۔ اگر تبدیل مذہب کی یہ فلاسفی گورو گھنٹال کے کمپہ او دھشٹا تا کے نزدیک صحیح ہے تو غالباً انہیں اس بات کا جواب دینے میں بہت مشکل ہو گی کہ کیوں نہ کہا جاوے جو لوگ آریہ مذہب اختیار کرتے ہیں خصوصاً غیر اقوام کے لوگ ان کے مدنظر نیوگ کے دل خوش کن نظارے ہی ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی ساری امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وغیرہ آریہ مذہب کے اصول تو ایسے ہیں کہ انکی تردید کیلئے ان صاف الفاظ میں بیان کر دینا ہی کافی ہے۔ شاید پرچارک کے ایڈیٹر کو اپنے اس نوٹ کو ابنہایت افسوس سے پڑھنا پڑے۔

اب یہ فتنہ باز بچوں سے نمے آئے خدا کی شان ہے کہ عیسائیوں نے اب محسوس کر لیا ہے کہ عیسائیت کا چراغ اب ٹمٹما رہا ہے اور دلوں پر اس کا اثر نہیں رہا۔ لنڈن کے اخبار میل میں آرچ ڈیکن سنکلیر نے اسی امر میں بحث کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ لنڈن کی آبادی کا صرف ۱۸ فیصدی حصہ ایسا ہے جو کسی مذہبی پرستش کی جگہ میں حاضر ہوتا ہے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مذہبی مکانوں میں عیسائیوں کے کل فرقوں کے گرجا اُن کے علاوہ یہود و دیگر کی عبادت گاہیں بھی داخل ہیں ڈاکٹر سنکلیر کا خیال ہے کہ اگر زیادہ پادری مقرر کئے جاویں تو زیادہ آدمی گرجا کی حاضری میں شامل ہوں“

عیسائیت کے حامی اب اس کے کرم خوردہ ستونوں کے کھڑا رکھنے کی مختلف تجویزیں کرتے ہیں مگر سب لاحاصل ہیں وہ جسقدر مساعی اس کے سنبھالنے میں کریں گے اسیقدر اس کے جلد گرنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ

قضا آسمان است این بہر حالت شود پیدا۔

جدید اقوال مسیح روز انہ پیسہ رقمطراز ہے کہ حال میں مصر سے دو یورپین عالمان علوم قدیمہ مصریہ نے ایک ایسا قدیم ترین کاغذ پیپائرس (پیپرس کی قسم کا کاغذ) دریافت کیا ہے جس کا نام ”مسیح کے جدید اقوال“ ہے چنانچہ یورپ میں یہ کتاب چھپ گئی ہے اور بعض لوگوں نے اسے انجیل مقدس کا ضروری اضافہ تسلیم کیا ہے اس پیپائرس کے دریافت کرنیوالوں کا نام مسٹر بی پی گرینفل اور مسٹر اے ایس ہنٹ ہے۔ اس کتاب کی نسبت یورپین مورخ طرح طرح کی رائیں دے رہے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ طامس کی انجیل ہو گی جو گم ہو چکی ہے بعض کے نزدیک یہ وہ انجیل ہو گی کہ جس سے یہودیوں کے خیال کے موافق اسکندریہ کے کلمنٹ نے اقتباس کیا ہے۔ بہر حال ان اقوال کو بالکل بے اصل اور لیپا تک کسی نے نہیں کہا۔ گو ابتک یہ بھی فیصلہ نہیں ہوا کہ یہ انجیل مقدس کا کونسا جزو ہیں اور یورپ کے مذہبی علماء اس پر بہت کچھ غور و فکر میں مصروف ہیں۔

اطلاع

کارخانہ کی طرف سے مطبوعہ کارڈ بغرض صفائی حساب جاری کئے گئے ہیں۔ اسلئے جن بزرگوں کے نام پہونچیں وہ جلد جواب دیں۔ منیجر

پرانی نوٹ بک مین سے کچھ

ہمارے گھر مرزا صاحب (عالیجناب مرزا غلام مرتضےٰ خانصاحب مرحوم) پچاس برس تک علاج کرتے رہے وہ اس فن طبابت مین بہت مشہور تھے مگر اُن کا قول تھا کہ کوئی حکمی نسخہ نہین ملا۔ حقیقت مین انہون نے سچ فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے اذن کے بغیر کوئی ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کوئی اثر نہین کر سکتا

ایک شخص نے پوچھا کہ حکام اور برادری سے کیسا سلوک کرین؟ فرمایا ہر ایک سے نیک سلوک کرو۔ حکام کی اطاعت اور وفاداری ہر مسلمان کا فرض ہے۔ وہ ہمارے حفاظت کرتے ہین۔ اور ہر قسم کی مذہبی آزادی ہمین دے رکھی ہے۔ مین اسکو بڑی بے ایمانی سمجھتا ہون کہ گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری سچے دل سے نہ کیجاوے۔

برادری کے حقوق ہین انسے بھی نیک سلوک کرنا چاہئے۔ البتہ ان باتو نہین جو اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے خلاف ہین ان سے الگ رہنا چاہیئے۔
ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو اور خدا تعالےٰ کی کل مخلوق سے احسان کرو۔

جب اللہ تعالےٰ کا فضل قریب آتا ہے تو وہ دعا کی قبولیت کے اسباب بہم پہنچا دیتا ہے دل مین ایک رقت اور سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب دعا کی قبولیت کا وقت نہین ہوتا تو دل مین اطمینان اور رجوع پیدا نہین ہوتا۔ طبیعت پر کتنا ہی زور ڈالو مگر طبیعت متوجہ نہین ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی خدا تعالےٰ اپنی قضا و قدر منوانا چاہتا ہے اور کبھی دعا قبول کرتا ہے اس لئے مین تو جبتک اذن الٰہی کے آثار نہ پالون قبولیت کی کم امید کرتا ہون اور اسکی قضا و قدر پر اس سے زیادہ خوشی کے ساتھ جو قبولیت دعا مین ہوتی ہے راضی ہو جاتا ہون کیونکہ اس رضا بالقضا کے ثمرات اور برکات اس سے بہت زیادہ ہین۔

اللہ تعالےٰ پوست کو پسند نہین کرتا وہ تو روحانیت اور مغز کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا
لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی۔ اور دوسری جگہ فرمایا
انما یتقبل اللّٰہ من المتقین۔
حقیقت مین یہ بڑی نازک جگہ ہے یہان پیغمبر زادگی بھی کام نہین آسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا ہی فرمایا

قرآن شریف مین بھی صاف الفاظ مین فرمایا۔
ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔
یہودی بھی تو پیغمبر زادی ہین۔ کیا صدہا پیغمبر انمین نہین آئے تھے مگر اس پیغمبر زادگی نے ان کو کیا فائدہ پہونچایا۔ اگر ان کے اعمال اچھے ہوتے تو وہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق کیون ہوتے۔ خدا تعالےٰ تو ایک پاک تبدیلی کو چاہتا ہے بعض اوقات انسان کو تکبر نسب بھی نیکیون سے محروم کر دیتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ مین اسی سے نجات پا لونگا جو بالکل خیال خام ہے۔ کبیر کہتا ہے کہ اچھا ہوا ہم نے چمارون کے گھر جنم لیا۔
کبیر اچھا ہوا ہم نیچے بھلے سب کو کرین سلام۔
خدا تعالےٰ وفاداری اور صدق کو پیار کرتا ہے اور اعمال صالحہ کو چاہتا ہے لاف و گزاف اسے راضی نہین کر سکتے۔

فرمایا قرآن شریف تو رفع اختلاف کے لئے آیا ہے اگر ہمارے مخالف رافعک الیّ کے یہ معنے کرتے ہین کہ مسیح جسم سمیت آسمان پر چڑھ گیا تو وہ ہمین یہ بتائین کہ کیا یہود کی یہ غرض تھی؟ اور وہ یہ کہتے تھے کہ مسیح آسمان پر نہین چڑھا؟ ان کا اعتراض تو یہ تھا کہ مسیح کا رفع الی اللہ نہین ہوا۔ اگر رافعک الیّ اس اعتراض کا جواب نہین تو پھر چاہیے کہ اس اعتراض کا جواب دیا اور دکھایا جاوے۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مین تجارت کیلئے یہان آنا چاہتا ہون فرمایا یہ نیت ہی فاسد ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ یہان تو دین کے واسطے آنا چاہیئے۔ اور اصلاح عاقبت کے خیال یہان رہنا چاہیئے۔ نیت تو یہی ہو اور اگر پھر اس کے ساتھ کوئی تجارت وغیرہ یہان رہنے کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہو تو حرج نہین ہے۔ اصل مقصد دین ہو نہ دنیا۔ کیا تجارتون کے لئے شہر موزون نہین؟ یہان آنے کی اصل غرض کبھی دین کے سوا اور نہو۔ پھر جو کچھ حاصل ہو جاوے وہ خدا کا فضل سمجھو۔
(ایڈیٹر۔ بعینہٖ اسی مضمون پر حکیم الامت نے ایک دوست بنگالی کو نصیحت کی تھی البتہ اس مین اتنا ازاد کیا تھا کہ مجھے اگر ایک پیسہ بھی ملجاتا ہے تو اسے خدا کا فضل سمجھتا ہون۔ کیونکہ وہ پیسہ تو میرا مقصود نہین ہے۔ اسلئے اگر تمہین مدرسہ یا کسی اور جگہ سے چند روپے ملتے ہین تو تمہین بہت شکرگذار ہونا چاہیئے۔)

بنی نوع انسان کی ہمدردی خصوصاً اپنے ہمسایون کی ہمدردی اور حمایت پر نصیحت فرماتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا۔
کہ میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور مین نماز مین مصروف ہون میرے کان مین اسکی آواز پہونچ جاوے تو مین تو یہ چاہتا ہون کہ نماز توڑ کر بھی اگر اسکو فائدہ پہونچا سکتا ہون تو فائدہ پہونچاؤن اور جہان تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کرون۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف مین اس کا ساتھ نہ دیا جاوے اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہین کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔
اپنے تو درکنار مین تو یہ کہتا ہون کہ غیرون اور ہندوؤن کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ۔ اور انسے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہین ہونا چاہیئے۔
ایک مرتبہ مین باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا وہ ذرا آگے تھا اور مین پیچھے راستہ مین ایک بوڑھیا کوئی ۷۰ یا ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اس کو جھڑکیان دیکر ہٹا دیا میرے دل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دیا مین اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اسے بہت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔

مجھے بڑے ہی کشف صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ ملوک بھی اس سلسلہ مین داخل ہون گے۔ یہانتک کہ وہ ملوک مجھے دکھائے بھی گئے ہین وہ گھوڑون پر سوار تھے۔
اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ مین تجھے یہانتک برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑون سے برکت ڈھونڈین گے۔
اللہ تعالےٰ ایک زمانہ کے بعد ہماری جماعت مین ایسے لوگون کو داخل کرے گا۔ اور پھر ان کے ساتھ ایک دنیا اسطرف رجوع کرے گی۔

مراۃ العالم

یہ ایک نایاب کتاب علم تاریخ مین ہے جسے آنریبل مہاراجہ سر ڈگبجے سنگھ صاحب بہادر مرحوم والی بلرام پور اودھ نے ہزارہا روپئے کے صرف سے تیار کرایا تھا۔ اسمین ہندوستان کی مفصل تاریخ ابتدائے زمانہ پیدائش سے اورنگزیب کی سلطنت تک درج ہے اور تمام نبیون اور ولیون اور حکیمون کے حالات بھی اسمین مرقوم ہین قیمت ۸ (ملنے کا پتہ) وکٹوریہ پیپر افس سیالکوٹ

عام خبر

کردو کہ ماسٹر نبی بخش احمد جان مالکان کارخانہ گبرون لودہیانہ پنجاب دیسی کپڑے کے نمونے بہت نئے و جدید جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت بلکہ ٹکٹ نصف گرہ سے لگا کر تقسیم کرتے ہین۔

مراسلت

(لاہوری مولوی اور اسکی نادانی)

تعجب ہے کہ یہ نادان مولوی بقرۃ کے صفحہ نمبر ۳ پر لکھتا ہے کہ امام حسین نور سے پیدا ہوا۔ اور مرزا صاحب ایک قطرہ منی سے پیدا ہوا۔ مین اس احمق سے سوال کرتا ہون اور سوال کیلئے الفاظ مین ہوگا اسلئے کہ اس نے رعایت تہذیب اخلاق کو بر سر طاق رکھکر اسقدر ناشایستہ الفاظ اور دریدہ دہنی سے کام لیا ہے کہ معمولی آدمیون کو پس پشت ڈالدیا ہے۔
جزاء سیئۃ مثلہا۔
(سوال) اگر تمہارے مزعومی حسین نور سے پیدا ہوئے تو تم ثابت کر سکتے ہو کہ تمہارے علی نے اپنی بیوی سے جماع نہین کیا تھا اور حسین کا وجود انعقاد نطفہ طرفین کا نتیجہ نہین تھا۔ کیا حسین شکم والدہ مین چھ ماہ یا نو ماہ تک نہین رہے تھے کہ پھر اسیطرح جسطرح اور بچے پیدا ہوتے ہین وہ پیدا نہین ہوئے تھے بعد پیدائش اسیطرح نشو و نما نہین پائے تھے جسطرح اور بچے پاتے ہین تم نور کی تعریف مین لکھتے ہو (جو شئے فی ذاتہ روشن اور غیر کو روشنی دیتی ہو۔ نور کا سایہ نہین ہوتا چنانچہ امام حسین کا بھی سایہ نہ تھا۔ فافہم)
اے نادان اور بے عقل مولوی شمر نے جسوقت گلے پر تلوار چلائی تھی اسوقت سایہ تھا یا نور تھا یا اصلی جسم تھا جسوقت نور خون مین سرکہا گیا اسوقت کسا یہ تھا۔ یا جسم اور نیزہ پر شام سے کوفہ اور دمشق کو بھیجا کر پھرایا گیا۔ وہ نور کا سر تھا یا اصلی جسم تھا ۔۔۔ نہین نہین مصنوعی سر ہوگا۔ تمہارے نور نے کسقدر کفار کو مسلمان کیا دین محمدی کی کس قدر اشاعت کی یزید اور اس کے لشکر مین کتنے ایک کو روشنی بخشی۔ تم کہتے ہو کہ خون حسین بعد شہادت صدہا کفار کو مسلمان کیا مہربانی کرکے پانچ کافرون کے نام مع ولدیت و قومیت و سکونت درج کرکے شایع کر دو اور وجہ مسلمان ہونیکی تحریر کرکے بتلاؤ کہ فلانا کسجگہ پر کسطرح ظہور پذیر ہوا تھا۔ اے بے شعور اور بے تمیز جبکہ حسین زندہ تھا تو یزید اور اس کے لشکر نے اس کو نہ مانا۔ حالانکہ حسین نے ان کے روبرو بڑے لکچر دیئے اور تقریرین کین۔ نصائح اور دلائل پیش کئے۔ افسوس کہ اسوقت کوئی اعجازی رنگ بھی نہ بتلایا کاش ایک خارق عادت نشان سے دو سو یا تین سو کو اپنی طرف ملا لیتا اس وقت تو اس کا زندہ وجود بے اثر محض ثابت ہوا پھر مرکر معجزہ نے قبلانا

کیا فائدہ یہ دعویٰ تمہارا نرا ہپوٹ اور بہتان ہے قرآن میں لکھا ہے کہ کیا مردہ اور زندہ برابر ہو سکتے ہیں۔ پھر اسے نادان مولوی تمہاری اس الف لیلا کو کیسے جانا ہے یقاتل حسینی اور تواریخ جس کا نام سے تم نے نہیں لکھا۔ (چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد) مرزا صاحب جس کا بدن اور جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا وہ انسان تھا یا نور تھا اسے دانشمند مولوی یہ تو بتلا۔ نور کی یہ گت بنتی ہے۔ جیسے اس کی بنی وہ ایک انسان تھا اور انسان کا بچہ وہ ضرور قطرہ منی سے پیدا ہوا تھا۔ منی سے خون اور خون سے مضغہ اور علقہ وغیرہ مدارج سے تکمیل وجود کر کے بصورت طفل رحم والدہ سے زمین پر گرا تھا زمانہ کے تمام اثرات کے ماتحت تھا عام انسانوں جیسے عام اس کے اقوال اور افعال تھے چلتا پھرتا۔ سوتا۔ جاگتا۔ کھاتا۔ پیتا۔ تھکتا رہوتا۔ غرضیکہ سب باتیں جو ایک انسان سے وقوع میں آتی ہیں اس کے وجود میں ثابت تھیں۔ اس شمر اسکی سینہ پر بیٹھا اور حلق کے الٹی طرف گردن سے اس کا سر کاٹا اس وقت اس نے شمر سے بہت الحاح وزاری اور التجا کی کہ دیکھ میں رسول اللہ کا نواسا ہوں سید ہوں غریب الوطن ہوں عیالدار مسافر ہوں مگر اس نے نہ مانا۔ یہ سب کام جو اس سے صادر ہوئے انسانوں جیسے تھے اسے نادان نور سے ایسے افعال صادر نہیں ہوتے ورنہ نظیر بتلا۔ دانا اور اہل علم تمہاری ان تحریروں پر ہنستے ہیں۔ ایک محقق کی نگاہ میں تمہاری تمام کتابیں جو اپنے نامہ اعمال کیطرح تم نے سیاہ کی ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتی ہیں۔

اسے مغضوب الغضب انسان تابوت پرستی نے تیرا ستیاناس کر دیا ہے ذرا سوچ تو سہی کہ تم ایک اشرف المخلوقات گروہ سے نکالکر ایک شخص کو کیا کیا بناتے پھرتے ہو اپنے زبان سے جو کچھ کہتے ہو وہ صاف اور کھلے لفظوں میں کیوں نہیں کہتے کہ درحقیقت وہ خدا تھا انسان کے وجود میں آکر امت رسول کی لئے شہادت قبول کی اور لوگوں کو نجات دلائی۔ سے

از بہر امتان تبہ روزگار بود

ورنہ حسین را بشہادت چہ کار بود

بہ عقیدہ اہل کتاب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے کہ خدا انسان کی شکل میں آکر مخلوق کیلئے پھانسی پر چڑھا کفارہ عیسے کا مسئلہ اور کفارہ حسین کا مسئلہ باہم ملتے جلتے ہیں + ایسے ہی تحریرات کا جواب مرزا صاحب سے طلب کرتا ہے۔ اسے نادان مرزا صاحب امام الوقت ہیں مسجد احمد کے بیٹھنے والے ملا نہیں۔ اعرض عن الجاہلین اور فاعرض عنہم کتاب مجید میں موجود ہے۔

پھر تم سے مقابلہ امام الوقت کا کام نہیں۔ دیکھ اور سوچ دنیا تمہارے کسی کام نہ آوے گی ایک دن ضرور آنا ہے جو خدا کے روبرو تم حاضر کئے جاؤ گے اس وقت بغیر پشیمانی اور کچھ نہ بنے گی خدا کے برگزیدہ دن کو گالیاں نکالنا اچھا کام نہیں آ خدا سے ڈر اور تحقیق کر اپنے علمی گھمنڈ پر نہ اترا علماء یہود جو آنحضرت صلعم کی بعثت کے منتظر تھے اسی گھمنڈ اور اورانانیت میں آکر صراط مستقیم سے بھٹک گئے اس وقت یہ امام جو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں حجۃ اللہ ہوں مہدی ہوں مسیح موعود ہوں اس کے جا اور منہاج نبوت کے محک پر اسکی صداقت اور عدم صداقت کو دیکھ۔ بر غالی اور شہرستانی علامہ علی یا خواجہ نصیر کے اقوال کو نہ دیکھ۔ منہاج نبوت پر ایک انسان کی خصوصیت کو پرکھ۔ جو دلائل آنحضرت صلعم کی صداقت کے واقعی اور صحیح قرآن اور حدیث صحیح اور تعامل سے تم کو معلوم ہیں ان کے مطابق مرزا غلام احمد امام الوقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل میں آنکھ کھول اور قرآن پڑھ اور قرآنی دلائل سے مقابلہ کر منہاج نبوت کو مد نظر رکھکر پھر دیکھ کہ وہ سچا ہے یا نہ۔ وہمی اور خیالی بھوت کو دل سے نکال کوئی قریشی یا ہاشمی امام غار یا جزیرہ میں موجود نہیں ہے تمہارے وہمی اور کمزور عقاید تم کو حقیقت تک نہیں پہونچنے دیتے مرد میدان بن نذر دنیا زکی آمد لی کو خدا کے لئے تامل ہیچ سمجھ خدا سے بہت دعا کر انانیت چھوڑ اور عجز و انکسار سے انکشاف حقیقت کیلئے خدا سے دعا مانگ اس سے توفیق صراط مستقیم کی درخواست کر عطا کرنا اس کا کام ہے

زجنس شکست آنچہ پیدا شود

ازین بارگاہ قیمتش وا شود

شکست تو اینجا درستی نماست

کہ جبر کرم سر بسر مومیاست

والسلام علے من اتبع الہدیٰ

خاکسار نذر علی از پشاور

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور

عرش عرش کے متعلق سوال ہوا۔ آپ نے اپنی تقریر کے اس حصہ کا اعادہ فرمایا جو کہ قبل ازیں کئی دفعہ شایع ہو چکی ہے۔ اور فرمایا۔ کہ عرش کی نسبت مخلوق اور غیر مخلوق کا جھگڑا عبث ہے احادیث سے اس کا جسم کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ ایک قسم کے علو کے مقام کا اظہار عرش کے لفظ سے کیا گیا ہے۔ اگر اسے جسم کہو۔ تو پھر خدا کو بھی مجسم کہنا چاہیئے یا در کھنا چاہیئے کہ اس کو علو جسمانی نہیں کہ جس کا تعلق جہات سے ہو۔ بلکہ یہ روحانی علو ہے۔

عرش کی نسبت مخلوق اور غیر مخلوق کی بحث بھی ایک بدعت ہے۔ جو کہ پیچھے ایجاد کی گئی۔ صحابہ نے اس کو مطلق نہیں چھیڑا تو اب یہ لوگ چھیڑ کر نافہم لوگوں کو اپنے گلے ڈالتے ہیں۔ لیکن عرش کے اصل معنے اس وقت سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ کی دوسرے تمام صفات پر بھی ساتھ ہی نظر ہو۔

۲۱ جولائی ۱۹۰۴ء گورداسپور

متفرق اقوال ایسی ہوا چلی ہے کہ گناہ کا چھوڑنا عیب خیال کرتے ہیں۔ اور جب کوئی گناہ کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ تو اسے ایک حسرت ہوتی ہے کہ اب یہ ہاتھ سے گیا۔ اگر خدا کی عظمت کو مد نظر رکھکر بھی گناہ کیا جاوے تو بھی اس کا بوجھ ہلکا ہو جاوے۔ لیکن اس کا خیال کسے ہے۔

۲۵ جولائی ۱۹۰۴ء گورداسپور

مسئلہ تعظیم قبلہ سوال ہوا کہ اگر قبلہ شریف کی طرف پاؤں کر کے سویا جاوے تو جائز ہے کہ نہیں۔ فرمایا۔ کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ تعظیم کے برخلاف ہے سائل نے عرض کی۔ کہ احادیث میں اسکی ممانعت نہیں آئی۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسی بنا پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اس نے قرآن شریف پر پاؤں رکھکر کھڑا ہوا کرے۔ تو کیا یہ جائز ہو جاوے گا ہرگز نہیں۔ (ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب)

اکرام ضیف اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مہمان نوازی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح اعلیٰ اور زندہ نمونہ ہیں۔ جن لوگوں کو کثرت سے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی مہمان کو خواہ وہ سلسلہ میں داخل ہو یا نہ داخل ہوا ذرا سی بھی تکلیف حضور کو بے چین کر دیتی ہے۔ مخلصین احباب کے لئے تو اور بھی آپ کی روح میں جوش شفقت ہوتا ہے اس امر کے اظہار کیلئے ہم ذیل کا ایک واقعہ درج کر دیتے ہیں۔

۲۶ جولائی ۱۹۰۴ء گورداسپور

میاں ہدایت اللہ صاحب احمدی شاعر لاہور پنجاب جو کہ حضرت اقدس کے ایک عاشق صادق ہیں اپنی اس پیرانہ سالی میں بھی چند دنوں سے گورداسپور آئے ہوئے تھے۔ آج انہوں نے رخصت چاہی جس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ جا کر کیا کریں گے۔ یہاں ہی رہئے اکٹھے چلیں گے۔ آپ کا یہاں رہنا باعث برکت ہے اگر کوئی تکلیف ہو تو بتلا دو اس کا انتظام کر دیا جاوے پھر اس کے بعد آپ نے عام طور پر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ کسی کی ضرورت کا علم اہل عملہ کو نہ ہو۔ اس لئے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو۔ وہ بلا تکلف کہدے اگر کوئی جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہے ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے۔ بعد ازیں حضرت اقدس نے میاں ہدایت اللہ صاحب کو خصوصیت سے سید سرور شاہ صاحب کے سپرد کیا۔ کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو وہ بہم پہونچاویں۔

کل شام کو بعد از نماز مغرب دو نوجوان اکونٹنٹ جنرل آفس لاہور کے کلارک جن میں سے ایک صاحب مسلمان تھے اور ایک عیسائی حضرت کی ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ چونکہ مسلمان صاحب کا تعارف جناب مفتی محمد صادق سپرنٹنڈنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے تھا۔ اس لئے مفتی صاحب نے ان کو حضرت اقدس سے انٹروڈیوس کیا مختصر حالات کے استفسار کے بعد حضور عیسائی نوجوان کیطرف متوجہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اول یہ سکھ مذہب کے تھے۔ اور ان کے والد عیسائی تھے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ آجکل اگر دنیا نے خدا کے جاویں تو ایک ضمیمہ کتاب ملیا رہوتی ہے لیکن تعجب ہے کہ سکھ جیسے مذہب کو چھوڑ کر جس میں توحید کی تعلیم ہے۔ آپ نے عیسائی مذہب کو کیسے پسند کیا اس کے بعد متفرق طور پر مزاج پرسی وغیرہ ہوتی رہی۔ اور بوقت رخصت حضور نے فرمایا کہ ہمیں آپ کی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ قیام بہت تھوڑا ہے۔

کچہ تازہ حالات

اخبار چونکہ دیر سے شائع ہوا ہے اسلئے ہم وہ تازہ حالات بہی درج کئے دیتے ہیں جو تاریخ اشاعت تک قابل اشاعت سمجہے گئے ہیں۔ اڈیٹر۔

۱- **حضرت** حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۳- اگست کو دارالامان سے روانہ ہوکر براہ بٹالہ گورداسپور پہونچ گئے۔ وہ بڑا مکان جسکا ذکر صفحہ اوّل پر کیا گیا ہے فی الحال بعض وجوہات کی وجہ سے نہیں ملسکا۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی مکان میں جو پہلے بر لب تالاب لیا ہوا تہا فروکش ہونا پڑا۔

مہمانوں کی رہائش کیواسطے فی الحال اس مکان کے سامنے ایک بڑا شامیانہ لگایا گیا ہے۔ اور احاطہ کچہری میں ایک اور چہوٹا شامیانہ لگایا گیا ہے۔

۲- **مقدمات** کے حالات مختصر طور پر یہہ ہیں کہ ۱۴- اگست ۱۹۰۴ء کو ہمارے مقدمہ میں — کرم الدین کے باقی ماندہ دو گواہان صفائی پیش ہونے تہے جنکے واسطے اسکو ۲۹- جولائی ۱۹۰۴ء کو دستی سمن دئے گئے تہے مگر آج بجز اڈیٹر دہلی پنچ کے دوسرا گواہ حاضر نہیں ہوا۔ اور نہ اسپر تعمیل سمن ہوئی۔ کرم الدین نے خود بیان کیا کہ اس کا پتہ نہیں ملتا ہے کہ وہ غازی گہاٹ گیا ہوا ہے۔ عدالت نے اڈیٹر دہلی پنچ کا بیان قلمبند فرمایا اڈیٹر مذکور نے جس طرز اور شان سے شہادت حلفہ ادا کی وہ اس نوٹ سے بخوبی ظاہر ہوگی جو آخر عدالت کو کرنا پڑا اور جو روئداد مقدمہ شائع کرتے وقت ہم شائع کرینگے انشاء اللہ العزیز۔

۱۵- اگست کو اڈیٹر دہلی پنچ مکرر ری اگزامنیشن کے لئے پیش ہوا۔ اسی تاریخ کو مجسٹریٹ صاحب نے کرم الدین کے دوسرے گواہ صفائی کا بہی فیصلہ کردیا۔ جسکے نام اس سے پہلے ہی دو تین مرتبہ سمن جاری ہوچکے تہے مگر وہ حاضر نہیں ہوا تہا۔ یا اسپر تعمیل سمن نہیں ہوئی تہی۔

تعجب کی بات ہے کہ لاہور جیسے شہر میں تعمیل سمن نہو۔ بہرحال مجسٹریٹ صاحب نے کرم الدین سے پوچہا کہ کیا تم کوئی اور گواہ بغرض حفیظ کے سوا دینا چاہتے ہو جسکے جواب میں کرم الدین نے کہا کہ اسوقت نہیں۔ بالآخر مجسٹریٹ صاحب نے شہادت صفائی کو ختم کردیا اور آخری تقریروں کے واسطے ۲۴- اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ اس تاریخ پر کرم الدین اپنی تحریری تقریر پیش کریگا۔ اور اسکے بعد وکیل **سلسلہ** خواجہ کمال الدین صاحب اسکا جواب تحریری پیش کرینگے۔ ان تقریروں کے بعد مجسٹریٹ صاحب آخری فیصلہ ہمارے مقدمہ میں سنا دینگے۔ اس لحاظ سے ہمارا مقدمہ ختم ہوچکا ضابطہ کی کل کارروائی بجز تقریروں کے ہوچکی ہے امید کیجاتی ہے کہ اس مہینے کے آخر یا ستمبر کی ابتدائی تاریخوں میں اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو مجسٹریٹ صاحب ہمارے مقدمہ کا آخری حکم سنا دینگے۔ اب انجام بخیر ہے

اور وقت دعا ہے

حضرت حجۃ اللہ کے مقدمہ میں مجسٹریٹ صاحب نے شہادت استغاثہ پر مکرر جرح کرنے کے لئے ۱۵- اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی تہی۔ اور اس تاریخ کے لئے ثناء اللہ امرتسری اور منشی برکت علی صاحب منصف بٹالہ بلائے گئے تہے اسپر ہمارے مقدمہ کے بعد جرح کی گئی۔ اور باقی شہادت استغاثہ اور خود کرم الدین پر جرح کے واسطے ۱۷- اگست ۱۹۰۴ء اور ۱۸- اگست ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔

الہامات اور کشوف

(۲۶- جولائی سے ۲۹- جولائی تک بمقام گورداسپور)

۱- ۲۶- جولائی ۱۹۰۴ء- بوقت فجر- **دیکہا** کہ ہم قادیان گئے ہیں اپنے دروازے کے سامنے کہڑے ہیں- ایک عورت نے کہا السلام علیکم اور پوچہا کہ راضی خوشی آئے خیر و عافیت سے آئے۔

۲- ۲۷- جولائی ۱۹۰۴ء- ایک نظارہ دکہایا گیا کہ کوئی امر پیش کیا گیا ہے- پہر الہام ہوا- انا انزلناہ فی لیلۃ القدر

انا انزلناہ للمسیح الموعود

۳- ۲۹- **جولائی**- دیکہا کہ بڑے مرزا صاحب مرحوم (عالیجناب مرزا غلام مرتضےٰ خان صاحب مرحوم ایڈیٹر) نے ایک بڑی کوٹی سیاہ رنگ کی بنوائی ہے جو کہ چابی بافندہ لیکر آیا ہے- اور گویا مرزا مرحوم کی طرف سے کہتا ہے کہ یہ اس کام (یعنی کوئی نالش کرنی ہے یا ایسا ہی کوئی کام ہے) کے لئے بنوائی تہی- لیکن اب آپکا ارادہ اسکے لئے نہیں تو رکہہ چہوڑو کسی اور کام آئے گی۔

الہامات- ۱- مبارک سو مبارک

۲- آسمانی تائیدیں ہمارے ساتہہ ہیں-

۳- اجرک قائم و ذکرک دائم

اسسٹنٹ اڈیٹر کے مرسلہ مضامین

ہمارے نائب اڈیٹر نے الحکم کے ناظرین کی دلچسپی کے لئے بعض مضامین مصر کے مشہور رسالہ الہلال سے لیکر بہیجے ہیں جنکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں- انمیں سے ایک مضمون مہر اور اوسکے نقوش کی تاریخ پر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کی مہروں کے نقوش دئے ہیں- یہہ مضمون بہت ہی دلچسپ ہوتا- اگر مہر کی اصل شکل بہی دکہائی جاسکتی- ہم نے جب الحکم کو اوّل ہی اوّل شائع کیا تہا اور الحکم امرتسر سے شائع ہوتا تہا اوسوقت انگلستان کے بعض اخبارات مثل پیرسن ویکلی کی طرز پر جس میں ڈاک خانہ کے ٹکٹوں کے ذریعہ ایک تاریخ پیش کی جارہی تہی- ہمیں اکابر و مشاہیر کے نقش مواہیر کا خیال پیدا ہوا تہا- چنانچہ ہمنے الحکم مورخہ ۱۰- دسمبر ۱۸۹۷ء اور ۱۷- دسمبر ۱۸۹۷ء میں اس سلسلہ کو شروع کیا تہا- اسلئے تکمیل کی خاطر انمیں جو کچہہ چہپا ہے وہ بہی ہم اسکے ساتہہ ہی لکہے دیتے ہیں- اس میں اور اس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مہروں میں کسیقدر فرق ہے۔

دوسرا مضمون اسسٹنٹ اڈیٹر صاحب نے الہلال سے **ادیان الامم** یعنے مذاہب عالم ترجمہ کرکے بہیجا ہے- ہم نے اسکی ۱۸۹۷ء میں مذہبی دنیا کے عنوان سے اقوام عالم کے معبودوں کا سلسلہ لکہنا چاہا تہا مگر چند نمبروں کے بعد ہم اسے جاری نہ رکہہ سکے کیا عجب اب مکمل ہوجاوے- یہ سلسلہ الحکم کی کسی اگلی اشاعت سے یا اسسٹنٹ اڈیٹر صاحب کے دارالامان تشریف لے آنے پر شروع ہوگا- انشاء اللہ-

(اڈیٹر)

تاریخ الخواتم و نقوشہا

ترجمہ از الہلال (مصر)

مہریں اور اُن کی تاریخ

مُہر کا رواج بہت پرانا ہے- قدیم زمانوں میں مہروں کا رواج بڑے بڑے لوگوں میں تہا پہر بتدریج ان کا رواج عوام میں بہی ہونے لگا ہے بعض مُہر میں صرف اپنا نام کندہ کراتے اور بعض اوس میں عبرت انگیز و موعظت کے کلمات کہدواتے ہیں ابتدائے اسلام میں مہروں میں جو کلمات و نقوش کہدوائے گئے اون کی اشکال مندرجہ ذیل ہیں-

{اوّل ہم الحکم سے وہ حصہ درج کرتے ہیں جسکا ذکر ہم نے اسٹیڈ کرائی کو نوٹ میں کیا ہے (اڈیٹر)}

نقش مواہیر اکابر و مشاہیر

حضرت رسول اللہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا ابوالقاسم **محمد** بن عبد اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سنہ ۱۱ھ **محمد رسول اللہ**

محمد خدا کے بہیجے ہوئے ہیں-

خلیفۃ رسول صاحب الغار امیر المومنین سیدنا عبداللہ العتیق **ابوبکر** بن الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سنہ ۱۳ھ-

عبد ذلیل لرب جلیل- پروردگار بزرگ کا ذلیل بندہ-

سراج اہل الجنۃ امیر المومنین سیدنا ابوحفص عمر **الفاروق** بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سنہ ۲۳ھ

کفی بالموت واعظا یا عمر اے عمر موت نصیحت کے لئے بس کرتی ہے-

ذی النورین امیر المومنین سیدنا ابولیلے- **عثمان بن عفان** رضی اللہ تعالےٰ عنہ سنہ ۳۵ھ

آمنت باللہ الذی خلق فسوّیٰ میں اسکو مانتا ہوں جس نے پیدا کرکے سنوارا-

سیف اللہ المسلول امیر المومنین سیدنا ابوتراب- **علی بن المرتضیٰ** بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سنہ ۴۰ھ

الملک للہ تمام ملک اللہ کا ہے-

سبط الرسول سیدنا ابومحمد امام حسن مجتبےٰ بن علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہما سنہ ۴۹ھ

لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین

پرستش کے قابل بجز خدا کے کوئی نہیں جو حقیقی کہلا ہوا بادشاہ ہے-

سید الشہدا سبط الرسول سیدنا ابوعبداللہ امام حسین بن علی مرتضےٰ رضے اللہ عنہما- سنہ ۶۱ھ

لکل اجل کتاب ہر مقرری وقت کی لکہت ہوچکی

امام سجاد زین العباد سیدنا ابوبکر علی بن الحسین رضی سنہ ۹۵ھ

وما توفیقی الا باللہ میرے لئے نیکی کے اسباب کردینا خدا کا کام ہے-

امام باقر سیدنا ابوجعفر محمد بن سجاد رضی اللہ عنہ سنہ ۱۱۴ھ

رب لا تذرنی فردًا میرے پروردگار مجہے تنہا مت چہوڑ-

امام کاظم سیدنا ابوابراہیم موسی بن امام جعفر بن امام باقر رضی اللہ عنہ سنہ ۱۸۳ھ

الملک للہ وحدہٗ تمام ملک اسی خدا کا ہے جو یگانہ ہے-

امام رضا سیدنا ابوالحسن علی بن کاظم رضی اللہ عنہ سنہ ۲۰۲ھ

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

کسی کو کسی کام کرنے میں توانائی اور زور حاصل نہیں مگر خدا سے-

امام نقی سیدنا ابوجعفر ثانی محمد بن رضا رضی اللہ عنہما سنہ ۲۲۰ھ

القدرۃ للہ

ہر طرح توانائی خدا کو ہے

امام عسکری سیدنا ابومحمد زکی بن نقی رضی اللہ عنہما سنہ ۲۶۰ھ

اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ

میرا پروردگار خدا ہے مجہے مخلوق کے شر سے باز رکہنا اسی کا کام ہے-

امام مہدی سیدنا ابوالقاسم محمد بن عسکری رضی اللہ عنہما سنہ ۲۶۴ھ **مقالید السموات والارض** آسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتہہ میں ہیں

(باقی آئندہ)

قادیان کا ڈاک خانہ

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء سے قادیان کا ڈاک خانہ بجائے بیس کے چالیس کے گریڈ میں ہو گیا ہے۔ یعنے آئیندہ یہاں جو سب پوسٹماسٹر ہوگا اسے چالیس روپیہ ماہوار ملا کرینگے۔ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ یہاں کا ڈاک خانہ بڑے گریڈ میں ہو گیا لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے پبلک کو کیا فایدہ ہوگا؟ اس سوال کا جواب صاف ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ قادیان کا ڈاک خانہ اپنے کثرت کار کیوجہ سے مشہور ہو رہا ہے اور یہ کام اب اس حد تک پہونچا ہوا ہے کہ ایک آدمی کے سنبھالنے اور کرنے کا نہیں ہے۔ اگرچہ اس وقت موجودہ سب پوسٹماسٹر اپنی قابلیت اور ہوشیاری کیوجہ سے اطمینان بخش کام کر رہا ہے جیسا کہ افسران معائنہ کنندگان کو بھی معلوم ہے۔ لیکن پھر بھی ہم یہ کہنے کو طیار ہیں کہ اب ایک آدمی کا کام نہیں ہے ایک آدمی اگر سو روپیہ تنخواہ کا بھی یہاں بھیجدیا جاوے اور سٹاف بڑھایا نہ جاوے تو کچھ فایدہ نہوگا۔

ہم حیران ہیں کہ ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات کے سامنے ایسی تجویز کیونکر پیش کی گئی۔ جو کسی صورت میں مفید نہیں ہو سکتی۔ چونکہ ابھی کافی وقت موجود ہے اور ڈائرکٹر جنرل صاحب اپنی اس تجویز پر نظر ثانی کر سکتے ہیں اس لئے صاحب سپرنٹنڈنٹ امرتسر ڈویژن کو جو قادیان کے حالات سے اور یہاں کے کاروبار سے بخوبی باخبر ہیں توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس تجویز پر نظر ثانی کرائیں۔

جہانتک ہم قادیان کے ڈاک خانہ سے بوجہ کاروبار تعلق رکھنے کے واقف ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قادیان کے ڈاک خانہ کی آمدنی بے شک اس قابل ہے کہ اس کی ترقی ہو لیکن ساتھ ہی سٹاف بھی بڑھایا جانا ضروری ہے۔ قادیان کے ڈاک خانہ کی موجودہ ضروریات جنکو ہم محسوس کرتے ہیں ہماری نظر میں یہ ہیں۔

خاص قادیان کے لئے ایک اور چٹھی رسان بڑھا دیا جاوے ایک **پیکر** ہو اور مکان بھی چونکہ بہت ہی تنگ اور تار ہے اس لئے کوئی معقول کرایہ کا مکان جو خوب وسیع اور عمدہ ہو ڈاکخانہ کے واسطے لیا جاوے اور اچھا مکان ہماری رائے میں پانچ روپیہ سے کم میں نہیں ملے گا۔ کیونکہ قادیان میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام کی کثرت کی وجہ سے مکانات ملتے نہیں اور اگر ملتے ہیں تو معمولی سے معمولی مکان بھی بہت کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مکان **کثرت کاروبار** کے باعث **احمدی** محلہ میں ہونا چاہئے۔ ممکن ہے بعض تنگدل اور متعصب لوگ اس کو پسند نہ کریں لیکن ڈاک خانہ کے افسران اعلےٰ خوب جانتے ہیں کہ قادیان کے ڈاک خانہ کا سارا **مدار احمدی** قوم کے سر پر ہے کیونکہ احمدی قوم کے دو ہفتہ وار اخبار دو تین ماہواری رسالے اور اس کے علاوہ اشتہارات اور کتب کی روانگی کثرت سے ہے۔ بلا مبالغہ **ڈاک خانہ** کا سارا کام اسی قوم کا ہے۔ اسلئے آئندہ ڈاک خانہ کیلئے اگر نیا مکان تجویز ہو تو افسران ڈاک خانہ کو ہدایت کرنی چاہئے کہ وہ احمدی محلہ میں ہو۔ اگر افسران ڈاک خانہ نے منظور کیا تو ہم بھی کوشش کرینگے کہ موزوں موقع پر کوئی مکان مل جاوے۔ لیکن عمدہ مکان جیسا ہم نے پہلے کہا ہے پانچ روپیہ سے کم میں نہیں ملے گا۔ ان ضرورتوں کے **علاوہ** ڈاک کی روانگی اور رسید کی کیلئے یکے کا انتظام ہونا چاہئے برسات کے موسم میں جسقدر تکالیف کا سامنا ڈاک خانہ والوں کو کرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتے ہیں یا بیچارے مصیبت کے مارے ہرکارے کر سکتے ہیں جو تیرتے ہوئے آتے ہیں اور بارش اور پانی کیوجہ سے ڈاک کا بوجھ معمولی سے دوگنا ہو جاتا ہے۔ اور جسدن انگلش میل روانہ کرنی پڑتی ہے اسدن تو اور بھی وقت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ڈاکخانہ کی مقررہ شرح پر کوئی قلی یا مزدور یا یکہ ملتا نہیں اور ڈاک خانہ والوں کو زیادہ دینے کی اجازت نہیں ہے اسلئے سب پوسٹماسٹر کو بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور بعض اوقات پھر درویش بر جان درویش اپنی گرہ سے مزید کرایہ دیکر ٹٹو یا یکہ یا قلی بھیجنا پڑتا ہے کیونکہ ڈاک کو تو روک نہیں سکتے۔ ان سب کے علاوہ جو ضروری امر ہے وہ یہ ہے کہ ایک کلرک یہاں اور بڑھانا چاہئے جو سب پوسٹماسٹر کے کام میں ہاتھ بٹائے۔

پس اگر عملہ نہ بڑھایا جاوے تو پھر کچھ فایدہ بڑے گریڈ کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں چالیس کے گریڈ میں رکھ کر سارا مطلوبہ عملہ بہم پہنچانا شاید مشکل ہو۔ اسلئے ہمارے خیال میں اگر سپرنٹنڈنٹ صاحب توجہ کر کے صاحب ڈائرکٹر جنرل بہادر کو توجہ دلائیں تو تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ یہ انتظام ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکخانہ کو تیس کے گریڈ میں رکھ کر [illegible] ماہوار کا ایک کلرک اور بڑھا دیں غرض ان ضروریات سے صاحب سپرنٹنڈنٹ ناواقف نہیں ہیں اس لئے ان کی خدمت میں زیادہ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اس تجویز پر نظر ثانی کرنے کیلئے زور دینگے۔

بٹالہ اسٹیشن پر حلوائی

ریلوے سٹیشنوں پر پہلے حلوائیوں اور دوسرے دوکانداروں کو ایک مقررہ رقم بطور ٹھیکہ کے ادا کرنی پڑتی ہے۔ جس کا برا اثر مسافروں کی صحت اور مال پر یہ پڑتا تھا کہ وہ خراب اور مضر صحت اشیاء عموماً فروخت کرتے اور گراں قیمت پر فروخت کرتے۔ اس شکائت کو پبلک اخباروں میں بار بار دہرایا گیا آخر ریلوے کی ٹاپ اتھارٹیز نے عموماً اور لارڈ کرزن کی گورنمنٹ نے ان شکائتوں کو محسوس کیا اور وہ ٹھیکہ کی بیخ اڑا دیگئی۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ دوسرے سٹیشنوں کا ہم ذکر نہیں کرتے بٹالہ سٹیشن جس کے متعلق ہمیں بارہا لکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ وار آفیسروں نے ہماری تحریروں پر مناسب نوٹس لیا ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلے اس اسٹیشن پر ایک ہی حلوائی تھا اب کچھ عرصہ سے ایک دوسری دوکان بھی کھل گئی ہے۔ اور یہ دونوں دوکانوں میں ایک قسم کا **مقابلہ** ہو رہا ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں **مقابلہ** ہو وہاں ہر ایک دوکاندار اپنی اشیاء کی ارزانی اور عمدگی کی کوشش کرتا ہے مگر یہاں یہ بات نہیں ہے ہم ایک صحیح اور ذاتی واقعہ افسران محکمہ ریلوے کی توجہ کیلئے لکھتے ہیں ۲۸ جولائی ۱۹۰۶ء کو دو بجے کی گاڑی میں ہم گورداسپور کیطرف جا رہے تھے۔ ضرورتاً سٹیشن پر ایک حلوائی سے جو اس دوسری دوکان والا تھا ہمیں کچھ پوری لینی پڑی۔ **پوری** بجائے خود باسی اور اس کے ساتھ بالکل کچی بھاجی جو تندرست آدمی کو ان ایام میں بیمار کرنے کا کافی مصالحہ تھی ہمیں دیگئی۔ ہم نے دوکاندار کو جب کہا کہ ایسی اشیاء کیوں بیچتے ہو اسکی اطلاع سٹیشن ماسٹر کو دیجاویگی تو اس نے صاف الفاظ میں کہدیا کہ ہمیں اسکی پرواہ نہیں بیشک اطلاع کر دو۔ ایسے بیباک جواب کے انداز سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کو مسافروں کے جان و مال کی کسقدر پرواہ ہے اور وہ کس دیدہ دلیری سے خراب اور مضر صحت اشیاء بیچتے ہیں۔

آخر ہمکو سٹیشن ماسٹر کو اطلاع دینی پڑی۔ ہمارے ناظرین شاید اس جواب کے سننے کیلئے طیار ہونگے جو سٹیشن ماسٹر نے اس کے متعلق دیا۔ ہمکو وہ پوری اور بھاجی دکھائی گئی۔ انہوں نے ایک بہشتی کو دکھائی جسنے اس کے باسی اور خراب ہونے کی تصدیق کی (اسوقت ممکن ہے وہ ان کے زیر اثر ہونے کیوجہ سے خواہ انکار کر دیں) اس پر سٹیشن ماسٹر کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ مناسب ایکشن لیتے مگر انہوں نے ہم سے کہا تو کیا کہا؟

سٹیشن ماسٹر۔ یہ ترکاری کچی ہے؟

ہم۔ ہاں دیکھ لیجئے آپکے سامنے ہی اور کچی ہے

سٹیشن ماسٹر۔ پھر پختہ کیسی ہوتی ہے؟

ناظرین عموماً اور ریلوے کی ٹاپ اتھارٹیز خصوصاً غور کریں کہ ان کو ہماری شکائت کا یہ جواب دینا چاہئے تھا ہم نے تو ان کو جواب دیا کہ میں یہاں آپکے حلوائیوں کو باورچی کی تعلیم دینے نہیں آیا۔ کچی اور پکی چیز آپ بھی سمجھ سکتے ہیں اور یہ بھی خوب جانتا ہے۔

غرض سٹیشن ماسٹر نے ایک معمولی امر سمجھ کر اس کو ٹالدیا۔ کیا ایسی حرکات سے ان حلوائیوں اور دوسرے لوگوں کے حوصلے نہیں بڑھتے کہ وہ مسافروں کی کیسہ بری کریں اور مضر صحت اشیاء ان کے ہاتھ پر فروخت کریں **سٹیشن ماسٹر** بٹالہ کا اس شکائت پر توجہ نہ کرنا ایک ایسا امر ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر ان کو اس حلوائی کی خاطر منظور ہے تو یہ جدا امر ہے وہ اپنی جیب خاص سے جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں لیکن یہ ان کا حق نہیں ہے کہ وہ اسکو مضر صحت اشیاء فروخت کرنیکی اجازت دیں یا کم از کم پبلک کی شکایات پر توجہ نہ کریں یہ امر بذات خود کتنا ہی خفیف ہو لیکن اسکا اثر غریب مسافروں کی صحت اور مال پر پڑتا ہے۔ اور اس کا ذمہ وار سٹیشن ماسٹر ہے جو اگر اپنے فرض منصبی کو نگاہ رکھ کر ان لوگوں کے خوانچوں کی سٹیشن پر آنے سے پڑتال کریں یا مناسب شکائت پر تنبیہ کریں تو انہیں جرأت نہو۔ بجائیکہ سٹیشن ماسٹر کا توجہ نہ کرنا ان کو دلیر کرتا اور خود سٹیشن ماسٹر صاحب کی ذات کے متعلق غور کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس پر مناسب نوٹس لیا جاویگا۔ ورنہ پھر ہمیں ایسے امور کے متعلق اور بھی کچھ لکھنے کیلئے موقعہ ہے ریلوے ڈیپارٹمنٹ کی ٹاپ اتھارٹیز اگر ڈائرکٹر صاحب کی جو اس لائن پر مامور ہیں یہ ڈیوٹی لگادیں کہ وہ سٹیشن پر ان اشیاء کا معائنہ کیا کریں۔

بٹالہ سٹیشن کے عملہ گودام کے متعلق ہمارے پاس بعض شکایات پہونچی ہیں سٹیشن ماسٹر صاحب امید ہے بجائے خود توجہ کریں گے اور مزید حالات لکھنے کی ضرورت نہ رہنے دیں گے۔

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کی اہتمام سے چھپکر شایع ہوا۔

نمبر ۲۹ و ۳۰ دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ - اگست و ۱۰ - ستمبر ۱۹۰۴ء جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہمنے لکھا تھا کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاہور تشریف بری کے متعلق ایک مفصل اور مستقل ارٹیکل ہم لکھنا شروع کریں گے - لیکن ۳ - ستمبر کو جو عظیم الشان جلسہ لاہور میں ہوا - اور جو لیکچر حضرت خلیفۃ اللہ کا اس میں پڑھا گیا اُس کا جلد تر شایع ہونا ضروری سمجھا گیا اور دوسرے حالات کا بعد میں شایع ہوجانا کچھہ غیر موزوں اور نامناسب نہیں ہو گا - اس لیئے ہم ذیل میں اس جلیل الشان لیکچر کو جو اس سفر کی جان اور اصل غرض ہے - بغیر کسی قسم کی تمہید کے درج کرتے ہیں - اور مفصل حالات جو اس سفر کے متعلق ہم لکھنا چاہتے ہیں انکا سلسلہ اگلی اشاعت سے انشا اللہ شروع کریں گے -

(ایڈیٹر)

اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب

[وہ عظیم الشان لیکچر جو حضرت مسیح موعودؑ نے ۳ - ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور دیا - ایڈیٹر]

اوّل میں اوس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ایسی پُر امن گورنمنٹ کے سایہ میں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کا نٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے سو ہم خدا کے شکر کے ساتھہ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں +

بعد اس کے اے معزز سامعین اس وقت میں اون مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھہ بیان کرنا چاہتا ہوں - اور جہاں تک مجھے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کرونگا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعًا بعض انسانوں کو اوس سچائیوں کا سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو ان کے عقیدہ اور مذہب کے مخالف ہوں سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دور کر سکوں بہرحال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں +

اے معزز صاحبان - مجھے بہت سے غور کے بعد اور نیز خدا کی متواتر وحی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اس ملک میں مختلف فرقے بکثرت پائے جاتے ہیں اور مذہبی اختلافات ایک سیلاب کی طرح حرکت کر رہے ہیں - تاہم وہ امر جو اس کثرت اختلافات کا موجب ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے اندر سے قوت رُوحانیت اور خدا ترسی کی کم ہوگئی اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ قریبًا بہت سے دلوں میں سے جاتا رہا ہے - اور دنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے یعنی زبانوں پر تو خدا اور پر میشور ہے اور دلوں میں ناستکمت کے خیالات بڑہتے جاتے ہیں - اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ عملی حالتیں جیسا کہ چاہئے درست نہیں ہیں - سب کچھہ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل کے رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا - اگر کوئی پوشیدہ راستباز ہے تو میں اوسپر کوئی حملہ نہیں کرتا مگر عام حالتیں جو ثابت ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ جس غرض کے لئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدائے تعالےٰ کی سچی محبت اور اوسکی مخلوق کی سچی ہمدردی اور حلم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک رکن مذہب کی ہے - اوس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں - مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ وجدل روز بروز بڑہتے جاتے ہیں - مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے - مذہب کی اصلی غرض اوس سچے خدا کا پہچاننا ہے - جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اوس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھہ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالےٰ کی شناخت بہت کم ہوگئی ہے اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑہتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہو نہ اوسکا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اوس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اوس کا خوف ہوتا ہے تمام اقسام خوف اور محبت اور قدر دانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں - پس اس سے ظاہر ہے - کہ آجکل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالےٰ کی معرفت اور اوس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا کہ انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالےٰ کے حسن وجمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے - اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالےٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان

کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور اون خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اون جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے ممکن نہیں ہے پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کامل معرفت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہے ساتھ ہی توڑ سکتے ہیں یہ امر زیادہ دلائل کا محتاج نہیں کہ قدر دانی اور محبت اور خوف یہ تینوں امور معرفت یعنی پہچاننے سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں مثلاً ایک ایسا ٹکڑا ہیرے کا دیا جائے جس کی کئی کروڑ روپیہ قیمت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اوس کی اوسی حد تک قدر کرے گا جیسا کہ ایک کھلونے کی قدر کرتا ہے اور اگر ایک شخص کو اوس کی لاعلمی کی حالت میں شہد میں زہر ملا کر دیا جائے تو وہ اوس کو شوق سے کھائیگا اور یہ نہیں سمجھیگا کہ اس میں میری موت ہے۔ کیونکہ اوس کو ایسے شہد کی معرفت نہیں لیکن تم دانستہ ایک سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈال نہیں سکتے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے کام سے مرنے کا اندیشہ ہے ایسا ہی تم ایک ہلاہل زہر کو دیدہ و دانستہ کھا نہیں سکتے کیونکہ تمہیں یہ معرفت حاصل ہے کہ اس زہر کے کھانے سے مرجاؤ گے پھر کیا سبب ہے کہ اوس موت کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرتے کہ جو خدا کے حکموں کے توڑنے سے تم پر وارد ہو جائیگی ظاہر ہے کہ اس کا یہی سبب ہے کہ اس جگہ تمہیں ایسی معرفت ہی حاصل نہیں جیسا کہ تمہیں سانپ اور زہر کی معرفت حاصل ہے یعنی اون چیزوں کی پہچان جو بالکل یقینی ہے اور کوئی منطق اس علم کو توڑ نہیں سکتی۔ معرفت تامہ انسان کو اون تمام کاموں سے روکتی ہے جن میں انسان کے جان یا مال کا نقصان ہو اور ایسے رکنے میں انسان کسی کفارہ کا محتاج نہیں کیا یہ سچ نہیں کہ بدمعاش لوگ جو جرائم کے عادی ہوتے ہیں ہزاروں ایسے نفسانی جذبات سے دستکش ہو جاتے ہیں جن میں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ دست بدست پکڑے جائینگے اور سخت سزائیں دیجائینگی۔ اور تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ روز روشن میں ایسے دوکانوں کے لوٹنے کے منصوبے نہیں کر سکتے۔ جن میں ہزارہا روپے کھلے پڑے ہیں اور اون کے رستہ پر سینکڑوں پولیس کے سپاہی ہتھیاروں کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں۔ پس کیا وہ لوگ چوری یا استحصال بالجبر سے اس لئے رکتے ہیں۔ کہ کسی کفارہ پر اون کو پختہ ایمان ہے۔ یا کسی صلیبی عقیدہ کا اون کے دلوں پر اثر ہے۔ نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ پولیس کی قانونی گرفتاریوں کو پہچانتے ہیں۔ اور اون کی

تلواروں کی چمک سے اون کے دلوں پر لرزہ پڑتا ہے اور اون حسابات کی معرفت تامہ حاصل ہے کہ وہ دست درازی سے ماخوذ ہو کر معاً جیلخانہ میں بھیجے جائینگے اور اس اصول پر صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی پابند ہیں۔ ایک حملہ کرنے والا شیر جلتی ہوئی آگ میں اپنے تئیں نہیں ڈال سکتا گو کہ اوس کے دوسری طرف ایک شکار بھی موجود ہو۔ اور ایک بھیڑیا ایسی بکری پر حملہ نہیں کر سکتا جس کے سر پر مالک اوس کا معہ ایک بھری ہوئی بندوق اور کھینچی ہوئی تلوار کے کھڑا ہے۔ پس اے پیارو یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ کا محتاج ہے۔ نہ کسی کفارہ کا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نوحؑ کی قوم کو وہ معرفت تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی۔ اور اگر لوطؑ کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو اون پر پتھر نہ برستے۔ اور اگر اس ملک کو ذات الٰہی کی وہ شناخت عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی ہے تو اوس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آ گئی۔ مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتی۔ اور نہ اوس کا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا ہے۔ ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور محبت جو کامل نہیں۔ وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ اور ہر ایک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو۔ یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ سے سیراب ہو سکتے ہو۔ پس اے سست ہمتو اور طلب حق میں کاہلو۔ تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو۔ گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پر کر دینا اسی قادر توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قایم کرنا اوسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے اور قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی۔ اوس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی ہے۔ اور جسکو خوف اور محبت کامل دی گئی اوس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں۔ اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں۔ جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی

اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے

لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم۔

یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔

اب جاننا چاہئے۔ کہ مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے۔ اوس تک پہنچایا جائے اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں۔ کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اوس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں۔ اور کہیں اوس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے دل میں پہنچتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اوس میں نقص نہیں۔ وہ مجموعہ ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدا ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا۔ اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ اوس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ اوس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اوس کے ساتھ زندہ ہے وہ قایم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ قایم ہے۔ اوس نے ہر ایک چیز کو اوٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اوس کو اوٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اوس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اوس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نور اسی کے ہاتھ سے چمکا۔ اور اوسی کی ذات کا پرتوہ ہے وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اوس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی روح کی کوئی قوت نہیں۔ جو اوس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اوس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں۔ جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا۔ اور تمام ذرات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیا کی گئیں۔ اور یہ سب

اوس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شدہ کرم کے سبب سے بنائی گئی غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اوس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور اوس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر یک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے منزہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اوس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو۔ اور وہ فرماتا ہے۔

من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ

یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہیگا۔ اور اوس ذات بیچون کا اس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اوس سے جدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو [illegible] ساتھ نہیں لے جائیگا وہ آخرت میں بھی [illegible] سکے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اوس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آسکتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اوس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اوس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ اون کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ اون میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو۔ بلکہ چاہئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اوس کے یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اون پر بھروسا کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز

بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اوس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اوس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اُسکے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں ۔ پس اوس نے افتان و خیزاں بہر حال اپنے تئیں اُس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبوں کو اوس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا - اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی توحید کے بارے میں فرماتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ - یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اُسکی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے نہ کسی چیز کے صفات اوس کی صفات کے مانند ہیں انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اوس کا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور باایں ہمہ غیر محدود ہے انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے ایسا ہی انسان کے پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں - اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہو گا - اس لئے اس کی توحید قایم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنی تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو پھر اس سے آگے آیۃ ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بذات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی - یہہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکہلائی ہے جو مدار ایمان ہے اور اعمال کے متعلق یہ آیت جامع قرآن شریف میں ہے - اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ - یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قایم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو یعنی ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکر یا ممنون منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو جیسا کہ ماں

اپنے بچہ سے فقط طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے - اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان جتلاؤ یا سچی ہمدردی کرنے والے کا کفر نعمت کرو اور اسی آیت کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے - وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا - اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا - یعنی کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ یہہ خدمت خاص خدا کے لیے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو - اور پھر سزا جزا کے بارے میں فرمایا جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ - یعنی بدی کا بدلہ اسقدر بدی ہے - دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ اور گالی کے عوض گالی - اور جو شخص معاف کر دے مگر ایسا معاف کرنا جس کا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کوئی خرابی یعنی جسکو معاف کیا گیا ہے وہ کچھ سدھر جائے اور بدی سے باز آ جائے تو اس شرط سے معاف کرنا انتقام سے بہتر ہو گا اور معاف کرنے والے کو اس کا بدلہ ملے گا یہ نہیں کہ ہر ایک محل بے محل میں ایک گال پر طمانچہ کہا کر دوسری بھی پھیر دی جائے یہ تو دور از حکمت ہے اور بعض اوقات بدوں سے نیکی کرنا ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ گویا نیکوں سے بدی کی ہے - اور پھر فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ - یعنی اگر کوئی تجھ سے بدی کرے تو تو اوس سے زیادہ نیکی کر اور اگر تو ایسا کرے گا تو مابین تمہارے اگر کوئی عداوت بھی ہو گی تو وہ ایسی دوستی سے بدل جائیگی کہ گویا وہ شخص ایک دوست بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے - اور فرمایا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا - وَلَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ - اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ - وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ - فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ - وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا - وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا - یعنی چاہئے کہ ایک تمہارا دوسرے کا گلہ مت کرے کیا تم پسند کرتے ہو کہ مردے بہائی کا گوشت کھاؤ - اور چاہئے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے کہ ہماری اونچی ذات اور ان کی کم ہے - ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک تو زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ نیکی اور پرہیزگاری سے حصہ لیتا ہے قوموں کا تفرقہ کچھ چیز نہیں ہے اور تم برے ناموں سے جن سے لوگ چڑتے ہیں یا اپنی ہتک سمجھتے ہیں انکو مت پکارو ورنہ خدا کے نزدیک تمہارا نام بدکار ہو گا اور بتوں سے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کہ یہ دونوں ناپاک ہیں اور جب

بات کرو تو حکمت اور معقولیت سے کرو - اور لغو کوئی سے بچو اور چاہئے کہ تمہارے تمام اعضا اور تمام قوتیں خدا کی تابع ہوں اور تم سب ایک ہو کر اس کی اطاعت میں لگو اور پھر ایک مقام میں فرمایا اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ - ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ - اے وے لوگو جو خدا سے غافل ہو دنیا طلبی نے تمہیں غافل کیا یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو اور غفلت سے باز نہیں آتے یہ تمہاری غلطی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچ کر کے اپنے جہنم کو دیکھ لو اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر اگر اس سے بڑھ کر تمہیں معرفت ہو جائے تو تم یقین کامل کی آنکھ سے دیکھ لو کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے اور ہر ایک عیاشی اور بے اعتدالی سے پوچھے جاؤ گے یعنے عذاب میں ماخوذ ہو کر حق الیقین تک پہنچ جاؤ گے - ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے - ایک یہ کہ محض علم اور قیاس سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کوئی دور سے دہواں دیکھے اور قیاس اور عقل کو دخل دیکر سمجھ لے کہ اس جگہ ضرور آگ ہو گی - اور پھر دوسری قسم یقین کی یہ ہے کہ اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پھر تیسری قسم یقین کی یہ ہے کہ مثلاً اوس آگ میں ہاتھ ڈال دے اور اس کی قوت احتراق سے مزہ چکھ لے پس یہ تین قسمیں ہوئیں - علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین - اس آیت میں خدا تعالےٰ نے سمجہایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالےٰ کے قرب اور محبت میں ہے - اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہہ جہنمی زندگی ہے اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر ایک شخص اطلاع پا لیتا ہے اور اگر چہ اسوقت اطلاع پاوے جب کہ دفعۃً مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ - یعنی جو شخص خدا تعالےٰ کے مقام اور عزت کا پاس کرکے اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائیگا - گناہ کو چھوڑتا ہے اوسکو دو بہشت عطا ہونگے - (۱) اوّل اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو عطا کی جاوے گی اور ایک پاک تبدیلی اس میں پیدا ہو جائیگی - اور خدا اس کا متولی اور متکفل ہو گا دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائیگا - یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کر لیا - پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا - اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا - عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا - وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا - عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا - یعنی ہم نے کافروں کے لئے جو محبت دل میں نہیں رکھتے اور دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں - زنجیر اور طوق گردن اور دل کے جلنے کے تیار کر رکھے ہیں - اور دنیا کی محبت کی ان کے پیروں میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں ترک خدا کا طوق ہے جس سے سر اوٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے اور دنیا کی طرف جھکے جاتے ہیں اور دنیا کی خواہش کی ہر وقت ان کے دلوں میں ایک جلن ہے - وہ جو نیکوکار ہیں - وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے ان کے دلوں پر سے دنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے اور دنیا کی پیاس بجھا دی ہے کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے جو ان کو عطا کیا جاتا ہے - اور وہ اس چشمہ کو پھاڑ پھوڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں تا نزدیک اور دور کے پیاسوں کو اس شربت میں شریک کریں اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر آ جاتا ہے اور قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت الٰہی نشو و نما پانے لگتی ہے تب ان کو ایک اور شربت پلایا جاتا ہے جو زنجبیلی شربت کہلاتا ہے - یعنی پہلے تو وہ کافوری شربت پیتے ہیں جس کا کام صرف اسقدر ہے کہ دنیا کی محبت ان کے دلوں پر سے ٹھنڈی کر دے - بعد اس کے وہ ایک گرم شربت کے بھی محتاج ہیں تاکہ خدا کی محبت کی گرمی ان میں بھڑکے کیونکہ صرف بدی کا ترک کرنا کمال نہیں ہے پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے - اور اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جس کے معنی ہیں کہ خدا کی راہ پوچھ - اور پھر ایک مقام میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا - یعنی نفسانی گرفتاریوں سے وہ شخص نجات پا گیا اور بہشتی زندگی کا مالک ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک بنا لیا اور ناکام اور نامراد رہا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو زمین میں دھنسا دیا اور آسمان کی طرف رُخ نہ کیا اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے - اس لئے جا بجا قرآن شریف میں دعا کی ترغیب دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا - اور پھر فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ یعنے اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے - اور کیونکر سمجہا جائے کہ خدا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں میں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی آواز سنتا ہوں اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں - پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں کہ میں اس سے ہمکلام ہو سکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاویں - تا ان کو میری راہ ملے - اور پھر فرمایا ہے - وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ

دنیا سے خدا

(رانجہا)

ہماری راہ میں اور ہماری طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو۔ اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔ کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے یہ تمام احکام وہ ہیں۔ جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہونچاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھدینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا۔ جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خداتعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اس کو زندگی بخشتی ہے۔ اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جسکو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اسکی کنہ تک نہیں پہونچتیں۔ وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اسکی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی دنیا میں دیدار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جسکی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہکر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کیسے ہی زلزلے آویں۔ اور بلائیں نازل ہوں۔ اور موت کا سامنا ہو۔ اون کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا۔ اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا اُن سے ہم کلام ہوتا ہے اور کہتا ہے

کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدہ نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزارہا اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جسکے سچے پیروؤں کو خداتعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں۔ اور اس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ہمیں وہ راہ دکھلا۔ جو اون راستبازوں کی راہ ہے۔ جن پر تو نے ہر ایک انعام اکرام کیا ہے۔ یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں۔ اور تیرے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہیں۔ اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہوں سے ہمیں بچا۔ جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ کو چھوڑکر اور اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور درحقیقت خدا کا سچا تابع اور واقعی نجات پانے والا وہی ہو سکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اوس ہستی پر کامل ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔ اور خدا کی محبت میں محو ہو سکتا ہے۔ پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال تک پہنچاوے اور اپنے سچے پیروؤں کو خدا کا ہم کلام بناوے وہ دین منجانب اللہ نہیں ایسا ہی جس کسی نبی نے اس راہ کی طرف لوگوں کو نہیں چلایا کہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کے طالب ہوں اور کامل معرفت کے خواہاں ہوں۔ وہ نبی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خدا پر افترا کرتا ہے کیونکہ انسان کا عظیم الشان مقصود جس سے وہ گناہوں سے نجات پا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کی سزا جزا پر اس کو پورا یقین آوے مگر اس غیب الغیب خدا پر کیونکر یقین حاصل ہو جب تک اوس کی طرف سے انا الموجود کی آواز نہ سنی جاوے اور جب تک کہ انسان اس کی طرف سے کھلے کھلے نشان مشاہدہ نہ کرے کیونکر اس کی ہستی پر یقین کامل آوے۔ عقلی دلائل سے خدا کے وجود کا پتہ لگانا صرف اس حد تک ہے کہ عقل سلیم زمین اور آسمان اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم کو دیکھکر یہ تجویز کرتی ہے کہ ان مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ مگر یہ دکھلا نہیں سکتے کہ فی الحقیقت صانع ہے بھی اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہئے۔ صرف ایک خیال

ہے اور ہے ایک امر واقعہ کا ثبوت ہے اور دونوں میں فرق کھلا کھلا ہے۔ یعنی پہلی صورت میں صرف ضرورت صانع بتلائی گئی ہے اور دوسری صورت میں اس کے فی الواقع موجود ہونے کی شہادت دی جاتی ہے غرض اس زمانہ میں کہ مذاہب کی باہمی کشاکش کا ایک تند و تیز سیلاب چل رہا ہے۔ طالب حق کو اس اصل مقصود کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ مذہب وہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے اور خدا کی ہم کلامی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور روح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی کر چھڑا سکتا ہے اور اس کے سوا سب دھوکہ دینے والے ہیں اب ہم اس ملک کے چند مذاہب پر نظر کرتے ہیں کہ کیا وہ خداتعالیٰ کی معرفت کے بارے میں یقین کامل تک پہنچا سکتے ہیں اور کیا اون کی کتابوں میں یہ وعدہ موجود ہے کہ وہ خدا کے یقینی مکالمہ سے شرف حاصل کرا سکتے ہیں اور اگر موجود ہے تو کیا اس زمانہ میں اُن میں سے کوئی اس کا مصداق پایا بھی جاتا ہے۔ پس ہم سوسب سے پہلے قابل ذکر وہ مذہب ہے جو مسیحی مذاہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس مذہب کے بارے میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسیحی صاحبوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ کے بعد الہام اور وحی پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب یہ نعمت آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور اب اس کے پانے کی کوئی بھی راہ نہیں اور قیامت تک نومیدی ہے اور فیض کا دروازہ بند ہے اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لیکر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو۔ اور خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گنہگاروں کو بچاوے۔ لیکن ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس قسم کی مظلومانہ موت کو دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے کیونکر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے سے دوسروں کو گذشتہ گناہوں کی معافی سند مل سکتی ہے بلکہ اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیونکہ گناہ گار کے عوض میں بیگناہ کو پکڑنا خلاف انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی سے قتل کرنا خلاف رحم ہے اور اس حرکت سے فائدہ خاک نہیں اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اصل سبب گناہ کی سیلاب کا قلت معرفت ہے پس جب تک ایک علت موجود ہے تب تک معلول کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ علت کا وجود معلول کے وجود کو چاہتا ہے سو بجائے حیرت ہے کہ یہ کیسا فلسفہ ہے کہ گناہ کرنے کی علت جو قلت معرفت بار ہتا ہے۔ وہ تو سر پر موجود کھڑی ہے مگر معلول اسکا جو ارتکاب گناہ کی حالت ہے وہ معدوم ہو گئی ہے تجربہ ہزاروں گواہ پیش کرتا ہے کہ جب معرفت کامل نہ ہو کسی چیز کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی چیز کا خوف

پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدردانی ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کسی فعل یا ترک فعل کو یا تو خوف کی وجہ سے کرتا ہے اور یا محبت کی وجہ سے۔ اور خوف اور محبت دونوں معرفت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جب معرفت نہیں تو نہ خوف ہے اور نہ محبت ہے۔ اے عزیزو۔ اور پیارو اس جگہ راستی کی حمایت اس بیان کے لئے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خداتعالیٰ کی معرفت کے بارے میں حضرات مسیحیوں کے ہاتھ میں کوئی امر صاف نہیں ہے۔ وحی کے سلسلہ پر تو پہلے سے مہر لگ چکی ہے اور مسیح اور حواریوں کے بعد معجزات بھی بند ہو گئے ہیں۔ رہا عقلی طریق۔ سو آدم زاد کو خدا بنانے سے یہ طریق بھی ہاتھ سے گیا اور اگر گذشتہ معجزات جو اب محض قصوں کے رنگ میں ہیں پیش کئے جائیں تو اول تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے اون کی اصل حقیقت کیا ہے اور کس قدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے اس قدر کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما نہ سکتے۔ اب دیکھو کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سمائینگے۔ یہ کس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟ ماسوا اسکے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیا نبی کے نشانوں کا جب مسیح کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیا کے معجزات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں اور یہ بات کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے یا کسی اور کتاب میں اُسکو بیٹا کہا گیا ہے۔ ایسی تحریروں سے اسکی خدائی نکلنا درست نہیں ہے + بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے بلکہ بعض کو خدا بھی پھر مسیح کی تخصیص بیوجہ ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو اون کتابوں میں بجز مسیح کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب ندیا جاتا تب بھی ایسی تحریروں کو حقیقت پر حمل کرنا نادانی تھا۔ کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر جس حالت میں بائبل کی رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیح کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ غرض نجات کے لئے۔ اس منصوبہ پر بھروسہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور گناہ سے باز رہنے کو اس منصوبہ سے کوئی بھی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ دوسرے کی نجات کیلئے خودکشی کرنا خود گناہ ہے اور میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیح علیہ السلام نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہودیوں نے جو چاہا اُن سے کیا اور مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دعا کی اور اوس کے آنسو جاری ہو گئے۔ تب خدا نے بباعث اوسکی تقویٰ کے اوسکی دعا قبول کی اور اسکو صلیبی موت سے بچا لیا جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیح نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی۔ ماسوا اسکے عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید کے سر پر پتھر مارے اور بکر کی اوس کو درد سر جاتی رہے ۔ ۔ ۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی تھے

ط۔ اور اون کا عمل بندوں میں سے تھے۔ جنکو خدا نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ لیکن وہ لفظ جو اون کی نسبت یا دوسرے نبیوں کی نسبت جو کتابوں میں وارد ہیں۔ اُن سے یہ اونکو اور کسی اور نبی کو بھی خدا بنا سکتے ہیں میں
امور میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میری نسبت خداتعالیٰ کی پاک وحی میں وہ اعزاز اور ...... (دیکھو آگے صفحہ)

اگر اسکے لفظ سو جو رہیں کہ میں نے کسی انجیل میں حضرت مسیح کے بارے میں نہیں دیکھے اب میں کیا یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں حقیقت میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ یہی انجیل کی تعلیم سو ہمیں رلاتی ہے کہ تعلیم کامل شمولی ہے جو تمام انسانی قویٰ کی پرورش کرے۔ نہ صرف یہ کہ محض ایک پہلو پر اپنا تمام زور ڈالدے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کامل تعلیم مجھے قرآن شریف میں ہی ملی ہے وہ ہر ایک امر میں حق اور رعایت کی حکمت رکھتا چلا آتا ہے۔ مثلاً انجیل میں کہا گیا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے مگر قرآن شریف ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ یہ حکم ہر حال اور ہر محل میں نہیں بلکہ موقع اور محل دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ صبر چاہتا ہے یا انتقام کو اور عفو کو چاہتا ہے یا سزا کو۔ اب ظاہر ہے کہ یہی قرآنی تعلیم کامل ہے اور بغیر اسکی پابندی کے انسانی سلسلہ تباہ ہو جاتا ہے اور نظام دنیا بگڑ جاتا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تو شہوت کی نظر سے بیگانہ عورت کی طرف مت دیکھ مگر قرآن شریف میں ہے کہ نہ تو شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورتوں کو دیکھنے کی عادت کر کہ یہ سب تیرے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ چاہیے کہ ضرورت کے موقعہ پر تیری آنکھ بند کی طرح ہو اور دھندلی سی ہو اور کھلی ہوئی نظر ڈالنے سے پرہیز کر کہ یہی طریق پاکدلی کو محفوظ رکھنے کا ہے۔ اس زمانہ کے مخالف فرقے شاید اس حکم سے مخالفت کریں گے کیونکہ آزادی کا نیا نیا شوق ہے مگر تجربہ صاف بتلا رہا ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ دوستو! کھلی کھلی بے تکلفی اور نظر بازی کے کبھی نتیجے اچھے نہیں نکلتے۔ مثلاً جس حالت میں ابھی ایک مرد نفسانی جذبات سے پاک نہیں اور نہ جوان عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے تو ان دونوں کو ملاقات اور نظر بازی اور آزادی کا موقعہ دینا گویا ان کو اپنے ہاتھ سے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ بغیر زنا کے طلاق درست نہیں۔ مگر قرآن شریف جائز رکھتا ہے کہ جہاں مثلاً خاوند اور عورت دونوں باہم جانی دشمن ہو جائیں اور ایک کی جان دوسرے سے خطرہ میں ہو اور یا عورت نے زنا تو نہیں کیا مگر زنا کے لوازم پیدا کئے ہیں اور یا اس کو کوئی ایسی مرض ہو گئی ہے جس سے تعلق قائم رکھنے کی حالت میں خاوند کی ہلاکت ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو گیا ہے جو خاوند کی نظر میں طلاق کا موجب ہے تو ان سب صورتوں میں طلاق دینے میں خاوند پر کوئی اعتراض نہیں۔

اب پھر ہم اصل مقصود کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یقیناً یاد رکھو کہ حضرات مسیحیوں کے پاس نجات اور گناہ سے بچنے کا کوئی حقیقی ذریعہ موجود نہیں کیونکہ نجات کے یہ معنے ہیں اور کوئی معنے نہیں کہ انسان کی ایسی حالت ہو جائے کہ گناہوں کے ارتکاب پر دلیری نہ کر سکے اور خدا تعالیٰ کی محبت اسقدر ترقی کرے کہ نفسانی محبتیں اس پر غالب نہ آسکیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حالت بجز معرفت تامہ کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اب جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں تو ہم اس میں کھلے طور پر وہ وسائل پاتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو سکے اور پھر خوف غالب ہو کر گناہوں سے رک سکیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نصیب ہو جاتا ہے اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور انسان خدا سے علم غیب پاتا ہے اور ایک محکم تعلق اس سے پیدا ہو جاتا ہے اور دل خدا کے وصال کیلئے جوش مارتا ہے اور اس کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتا ہے اور دعائیں قبول ہو کر اطلاع دی جاتی ہے اور ایک دریا معرفت کا جاری ہو جاتا ہے جو گناہ سے روکتا ہے اور پھر جب ہم انجیل کی طرف آتے ہیں تو گناہ سے بچنے کیلئے صرف انہیں ایک غیر معقول طریق پاتے ہیں جسکو ازالہ گناہ سے کچھ بھی تعلق نہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کی کمزوریاں تو بہت دکھلائیں اور خدائی کی کوئی خاص قوت ظاہر نہ ہوئی جس سے انکو امتیاز تھی۔ ہم وہ مسیحیوں کی نظر میں خدا کر کے مانے گئے۔

اب ہم آریہ مذہب پر مختصر طور سے نظر کرتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کیلئے اُن کے مذہب میں کیا سامان پیش کیا گیا ہے۔ پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کی وید مقدس نے سرے سے آئندہ زمانے کیلئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے۔ پس وید میں سے اس کامل تسلی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو خدا کے **انا الموجود** ہونے کی آواز آوے اور خدا دعاؤں کو سنکر اُن کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھاوے ایک عبث کوشش اور لاحاصل تلاش ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ تمام امر محالات میں سے ہیں لیکن صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کا خوف یا محبت بغیر اسکی رویت اور کامل معرفت کے ممکن ہی نہیں اور صرف مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کامل معرفت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے محض عقل کے پیروؤں میں ہزاروں دہریہ اور ناستک مت والے بھی موجود ہیں۔ بلکہ جو لوگ فلسفہ کے اعلیٰ کمال تک پہنچتے ہیں وہی ہیں جن کو تو دہریہ کہنا چاہیے۔ اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عقل سلیم زیادہ سے زیادہ صرف اس حد تک کام دے سکتی ہے کہ مصنوعات پر نظر ڈالنے سے بشرطیکہ دہریہ پن کا رنگ اپنے اندر نہ رکھتی ہو یہ تجویز کر سکتی ہے کہ ان چیزوں کا کوئی خالق ہونا چاہیے نہ یہ کہ وہ خالق فی الواقعہ موجود بھی ہے اور پھر عقل ہی اس وہم میں گرفتار ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب کارخانہ خود بخود چلا آتا ہو۔ اور طبعی طور پر بعض چیزیں بعض کی خالق ہوں۔ پس عقل اس یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی جس کا نام معرفت تامہ ہے جو قائم مقام دیدار الٰہی ہے اور جس سے کامل طور پر خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں اور پھر خوف اور محبت کی آگ سے ہر ایک قسم کا گناہ جل جاتا ہے اور نفسانی جذبات پر موت آجاتی ہے اور ایک نورانی تبدیلی پیدا ہو کر تمام اندرونی کمزوریاں اور گناہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ اکثر انسانوں کو اس کامل پاکیزگی کی پروا نہیں ہے جو گناہ کے داغ سے بالکل صاف کر دیتی ہے اس لئے اکثر لوگ اس ضرورت کو محسوس کر کے اسکی تلاش میں نہیں لگ جاتے بلکہ اپنے تعصب کی وجہ سے مخالفت ظاہر کرتے ہیں اور لڑنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور آریہ صاحبوں کا مسلک تو بہت ہی قابل افسوس ہے کہ وہ معرفت تامہ کے حقیقی وسیلہ سے تو قطعاً نومید ہیں اور عقلی وسائل بھی انکو اچھے میسر نہیں ہے۔ کیونکہ جبکہ انکے نزدیک ذرہ ذرہ عالم کا انادی ہے جو خود بخود ہی اور کسی کے ہاتھ سے وجود پذیر نہیں ہوا اور تمام ارواح بھی مع اپنی تمام قوتوں کے انادی ہیں جنکا کوئی پیدا کرنیوالا نہیں۔ تو اُن کے ہاتھ میں پرمیشر کی ہستی پر کونسی دلیل باقی رہی اور اگر کہیں کہ ذرات عالم کا باہم جوڑنا اور روحوں کا انہیں داخل کرنا یہ پرمیشر کا کام ہے اور یہی اسکی ہستی پر دلیل ہے تو یہ خیال نادرست ہوگا کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات خود بخود ایسے شکتی مان ہیں کہ قدیم سے اپنے وجود کو آپ سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں تو کیا وہ خود بخود باہم اتصال یا انفصال نہیں کر سکتے۔ اس بات کو کوئی قبول نہیں کریگا کہ باوجود اسکے کہ تمام ذرات یعنے پرمانو اپنی ہستی اور وجود میں کسی دوسرے کو محتاج نہیں اور باوجود اس کے کہ تمام ارواح یعنی جیو اپنی ہستی اور وجود میں اور اپنے تمام قویٰ میں کسی دوسرے کے محتاج نہیں مگر پھر بھی اپنے اتصال اور انفصال میں کسی دوسرے کے محتاج ہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو ناستک مت والوں کیلئے ایک مفت کا شکار ہے اور اس سے ایک آریہ بہت جلد ناستک مت میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک چالاک دہریہ ہنسی ہنسی میں اس کو اپنے پیچ میں لا سکتا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اور رحم بھی آتا ہے کہ آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ وہ مبدء تمام مخلوق کا نہیں اور نہ سرچشمہ تمام فیوض کا ہے بلکہ ذرات اور انکی تمام قوتیں اور ارواح اور انکی تمام قوتیں خود بخود ہیں اور انکی فطرت میں اسکے فیض سے محروم ہیں پھر خود سوچ لیں کہ پرمیشر کیا ضرور ہے اور کیوں وہ مستحق پرستش ہے اور کس وجہ سے وہ سرب شکتی مان کہلاتا ہے اور کس راہ سے اور کس طریق سے وہ شناخت کیا گیا ہے۔ کیا کوئی اسکا جواب دے سکتا ہے۔ کاش ہماری ہمدردی کسی دل میں اثر کرے۔ کاش کوئی شخص گوشہ تنہائی میں بیٹھے اور ان باتوں میں فکر کرے۔ اے قادر خدا اس قوم پر بھی رحم کر جو ہمارے پرانے ہمسایہ ہیں۔ اُن میں سے بہت سے دل حق کی طرف پھیر دے کہ تجھے سب قدرت ہے۔ آمین۔ یہ پہلو تو پرمیشر کے متعلق ہے جسمیں اسقدر اس خالق ہونے کی حق تلفی ہے اور دوسرا پہلو جو آریہ مت مخلوق کے متعلق پیش کرتا ہے۔ انہیں سے ایک تو تناسخ ہے یعنی بار بار روحوں کا طرح طرح کی جونوں میں پڑکر دنیا میں آنا۔ اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ امر عجیب اور حیرت انگیز ہے کہ باوجود دعوی عقل کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ پرمیشر اسقدر سخت دل ہے کہ ایک گناہ کے عوض میں کروڑہا برس تک بلکہ کروڑہا اربوں تک سزا دیتا جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ اس نے پیدا کردہ نہیں ہیں اور انپر اس کا کوئی بھی حق نہیں ہے بجز اسکے بار بار جونوں کے چکر میں ڈالکر دکھ میں ڈالے۔ پھر کیوں انسانی گورنمنٹ کی طرح صرف چند سال کی سزا نہیں دیتا ظاہر ہے کہ لمبی سزا ایسی ہی شرط ہے کہ سزا یافتوں پر کوئی لمبا حق بھی ہو مگر جس حالت میں تمام ذرات اور ارواح خود بخود ہیں تو پھر کسی طرح اسکا اُن پر احسان نہیں بجز اس کے کہ سزا کی غرض جیسے طرح طرح کی جونوں میں اُن کو ڈالے۔ پھر وہ کس حق پر لمبی سزا دیتا ہے۔ دیکھو اسلام میں باوجودیکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک روح کا میں ہی خالق ہوں اور تمام قوتیں انکی میرے ہی فیض سے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی سہارے سے جیتے ہیں پھر بھی وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **الا ما شاء ربك ان ربك فعال لما يريد**۔ یعنے دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہینگے لیکن نہ وہ ہمیشگی جو خدا کو ہے بلکہ دور دراز مدت کے لحاظ سے۔ پھر خدا کی رحمت دستگیر ہو جائیگی کیونکہ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس آیت کی تشریح میں ہمارے سید و مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے اور وہ یہ ہے۔ **یأتی علی جهنم زمان ليس فيها احد ونسيم الصبا تحرك ابوابها**۔ یعنی جہنم پر ایک وہ زمانہ آئیگا کہ اسمیں کوئی بھی نہ ہوگا اور نسیم صبا اسکے کواڑوں کو ہلائیگی لیکن افسوس کہ یہ قومیں خدا تعالیٰ کو ایک ایسا جز بھرا اور کینہ ور قرار دیتی ہیں کہ کبھی بھی اس کا غصہ فرو نہیں ہوتا اور ہمیشہ اربوں تک جونوں میں ڈالکر پھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور یہی اعتراض عیسائی صاحبوں پر بھی ہے۔ حضرات مسیحیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ خدا ایک گناہ کرنے والے کو ہمیشہ کی جہنم تجویز کرتا ہے جسکا کبھی انتہا نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ ارواح انسانی اور انکی تمام قوتوں کا خود خالق ہے اور اس نے آپ ہی بعض طبائع میں ایسی کمزوریاں رکھدی ہیں کہ وہ مرتکب گناہ کی ہو جاتی ہیں اور ایک گھڑی کی طرح صرف اس حد تک چلتی ہیں جو اس حقیقی گھڑی ساز نے ان کے لئے مقرر کر دی ہے تو پھر وہ ضرور کسیقدر رحم کے لائق ہیں کیونکہ ان کے قصور اور کمزوریاں فقط اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس خالق کا بھی انمیں بہت سا دخل ہے جس نے ان کو کمزور بنایا اور یہ کیسا انصاف ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو سزا دینے کیلئے صرف تین دن مقرر کئے مگر دوسرے لوگوں کی سزا کیلئے ابدی شہرایا جس کا کبھی بھی انتہا نہیں اور رہا کہ وہ ہمیشہ اور ابد تک دوزخ کے تنور میں جلتے رہیں۔ کیا رحیم کریم خدا کو ایسا کرنا مناسب تھا بلکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ سزا دیتا کیونکہ وہ بوجہ خدائی قوتوں کی زیادہ سزا کا متحمل ہو سکتا تھا خدا کا بیٹا جو ہوا اس کی طاقت کے ساتھ دوسروں کی طاقت کب برابر ہو سکتی ہے جو غریب اور عاجز مخلوق ہیں۔ غرض حضرات عیسائی اور آریہ صاحبان اس ایک ہی اعتراض کی دام میں ہیں اور اس کے ساتھ بعض نادان مسلمان بھی۔ لیکن مسلمانوں کی دھوکا کہانے میں خدا کے کلام کا قصور نہیں۔ خدا نے تو کھول کر فرما دیا کہ ان کا اپنا قصور ہے۔ اور یہ اسی طرح کا قصور ہے جیسا کہ وہ اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے آسمان پر بٹھا رہے ہیں اور خدا کے کلام قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ مدت ہوئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور گذشتہ روحوں میں داخل ہو گئے مگر یہ لوگ کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کی آمد ثانی کا انتظار کر رہے ہیں پھر ہم اصل کلام کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ دوسرا پہلو تثلیث کے بطلان کا یہ ہے کہ وہ حقیقی پاکیزگی کے برخلاف ہے کیونکہ جب ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسی کی ماں فوت ہو جاتی ہے اور کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی لڑکی

مقدمہ ایڈیٹر بحکم بنام کرم الدین کا ۱۵ رستمبر کو فیصلہ سنایا جاوے گا۔

تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ اس عقیدہ کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کریں جہاں نکاح کرنا وید کے رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچہ کے ساتھ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جس میں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلی جون میں فلاں شخص کا بچہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے مگر پرمیشر نے ایسا نہ کیا گویا ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا۔ پھر سوا اس کے ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ اس قدر جونوں کے چکر میں ڈالنے سے فائدہ کیا ہے اور جب کہ تمام مدار نجات اور مکتی کا گیان یعنے معرفت الٰہی پر ہے تو یوں چاہیے تھا کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے گیان کا خالی دنیا میں آ جاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول خرچ انسان کیطرح تمام پہلا اندوختہ برباد کر کے مفلس نادار کیطرح منہ دکھاتا ہے اور گو ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو ایک ورق بھی وید کا یاد نہیں رہتا۔ پس اس صورت میں جونوں کے چکر کے رو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو ہزار مصیبت سے ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ کبھی محفوظ رہیگا اور نہ نجات ہوگی اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رو سے نجات بھی ایک میعادی شی ہے پھر اس پر یہ مصیبت کہ سرمایہ نجات کا یعنے گیان جمع ہونے نہیں پاتا یہ بدقسمتی رہ رہ کر نہیں تو اور کیا۔

دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کا مخالف آریہ صاحبوں کے عقائد میں داخل ہے وہ نیوگ کا مسئلہ ہے۔ میں اس مسئلہ کو وید مقدس کیطرف منسوب نہیں کرتا مگر اس خیال سے میرا دل کانپتا ہے کہ میں اس قسم کی باتوں کو وید کیطرف منسوب کروں جہانتک میرا علم اور کانشنس ہے میں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کریگی کہ ایک شخص اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض بچہ لینے کی خاطر دوسرے سے ہمبستر کرا دے حالانکہ اس بیوی کا تعلق زوجیت کا اپنے شوہر سے قائم ہے اور وہ اسکی بیوی کہلاتی ہے اور نہ میں اسبات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود آمادہ ہو حالانکہ اس کا خاوند زندہ موجود ہے انسان تو انسان ہے یہ غیرت تو بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے۔ میں اسکی زیادہ تفتیش کرنا نہیں چاہتا سراسر ادب اور ملت سے آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا پہلے سے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام سے بہت متنزل ہے پھر اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی ایسی باتیں بھی رواج پکڑیں تو معلوم نہیں کہ اس ملک کا کیا انجام ہوگا۔ ساتھ ہی میں ایک اور عرض کیلئے جرأت کرتا ہوں کہ گو آریہ صاحبوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہو اور اسلام کے عقائد سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر برائے خدا پردہ کی رسم کو بکلی الوداع نہ کہہ دیں کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہونگی یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امّارہ کا ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے جوشوں کے ایسے قابو میں ہیں کہ اس کے جوشوں کی نسبت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں آتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دل سے بیگانہ مرد کی طرف نگاہیں کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود انکی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دیجائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ درحقیقت پاکدل ہو جائیں گے اور انکی امّارگی جاتی رہیگی اور شیطانی روح نکل جائیگی اور انکی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جاویگا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائیگی اور وہ ایک پاک تبدیلی کریں گے اور خدا ترسی کا ایک پاک چولا پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہوں گے گویا وہ مرد نہیں ہیں اور انکی آنکھیں اس بات سے اندھی ہوں گی کہ نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بدخیال دل میں لا سکیں۔ مگر اے پیارو خدا آپ کے دلوں میں الہام کرے ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے۔ یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ بھی ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیے تھی کیونکہ یہ **کل جگ** ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شراب خواری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اٹھ گئی ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔

اے دوستو اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اس کا باقی ہے بہت خطرناک دن ہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ سال تک کون زندہ ہوگا اور کون مر جائیگا اور کس گھر پر بلا آئیگی اور کس کو بچایا جائیگا۔ پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دیجاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسیطرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنے طاعون کے زور کا دن جسکی نبیوں نے خبر دی ہے تم خدا سے صلح کر لو وہ نہایت درجہ کریم ہے ایکدم کے گداز کرنیوالی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے رحیم و کریم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین ✦

حصہ دوم تقریر

اے عزیز سامعین اب میں اپنے ایک دعوے کی نسبت جو میں نے اس ملک میں شائع کیا ہے آپ کی خدمت میں کچھ بیان کروں گا۔ یہ بات عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گناہ کی تاریکی غالب ہو جاتی ہے اور زمین پر ایک قسم کی بدی اور بدکاری پھیل جاتی ہے اور روحانیت کم ہو جاتی ہے اور گناہوں سے زمین ناپاک ہو کر اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ایک زہریلی ہوا چلنے لگتی ہے تو اس وقت رحمت الٰہی تقاضا فرماتی ہے کہ زمین کو دوبارہ زندہ کرے جسطرح جسمانی موسموں کو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ خزاں کا ہوتا ہے کہ اسمیں درختوں کے پھولوں اور پھلوں اور پتوں پر بلا آتی ہے۔ اور درخت ایسے بدنما ہو جاتے ہیں جیسے کوئی مرض دق سے نہایت دبلا ہو جاتا ہے اور اسمیں خون کا نشان نہیں رہتا اور چہرہ پر مردہ پن کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں یا جیسے کسی مجذوم کا جذام انتہا درجہ تک پہنچ کر اعضا گرنے لگتے ہیں پھر دوسرا زمانہ درختوں پر وہ آتا ہے جسکو موسم بہار کہتے ہیں اس موسم میں درختوں کی صورتیں ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتی ہیں اور پھل اور پھول اور خوشنمائی ظاہر ہو جاتے ہیں یہی حالت نوع انسان کی ہے کہ تاریکی اور روشنی نوبت بہ نوبت ان پر وارد ہوتی رہتی ہے کسی صدی میں وہ خزاں کے موسم کیطرح انسانیت کے حسن سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت آسمان سے ان پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ ان کے دلوں میں موسم بہار پیدا ہونے لگتی ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی دونوں موسم انسانوں کیلئے لازم حال رہے ہیں سو یہ زمانہ بھی جسمیں ہم ہیں بہار کی ابتدا کا زمانہ ہے پنجاب پر خزاں کا زمانہ اسوقت زور میں تھا جسوقت اس ملک پر خالصہ قوم حکمران تھی۔ کیونکہ علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت بہت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی گم ہو گئی تھیں کہ شاید کسی بڑے خاندان میں دستیاب ہو سکتی ہونگی بعد اس کے گورنمنٹ انگریزی کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت برہنی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کے دنوں کو امن عامہ اور آسائش کے لحاظ سے انگریزی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور خلاف واقعہ ہوگا۔ یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے۔ اور ایسی برکتیں اسکی ابتدائی بہار کے ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی منہ رکھتا ہے بعض منہ تو حقیقی خدا شناسی اور راستبازی کے برخلاف ہو گئے وہ بہت خوفناک ہیں۔ اور بعض منہ بہت بابرکت اور راستبازی کے موید ہیں مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ انگریزی حکومت نے انواع و اقسام کے علوم کو اس ملک میں بہت ترقی دی ہے۔ اور کتابوں کو چھاپنے اور شائع کرنے کیلئے ایسے سہل اور آسان طریق نکل آئے ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اور جو ہزارہا مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں علمی رنگ میں زمانہ ایسا بدل گیا کہ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی

یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کالعدم ہو گئیں اور اندر ہی اندر دہریت کا پودہ بڑھنے لگا۔ گورنمنٹ انگریزی کے احسان میں کچھ شک نہیں۔ اسقدر اپنی رعایا کو آرام پہنچایا اور معدلت گستری کی اور جابجا امن قائم کیا کہ اسکی نظیر دوسری گورنمنٹوں میں تلاش کرنا عبث ہے۔ مگر جو امن کا دائرہ پورا وسیع کر کے رعایا کو دیا گیا وہ اکثر لوگوں پر یہ اثر نہیں ہو سکا کہ امداد کے عوض میں جو خدا اور اس گورنمنٹ کا شکر بجا لانا چاہیے تھا بجائے اس شکر کے اکثر دلوں میں اسقدر غفلت اور دنیا پرستی اور دنیا طلبی اور لاپروائی پیدا ہو گئی کہ گویا سمجھا گیا کہ دنیا ہی ہمارے لئے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور گویا کہ ہم پر کسی کا بھی احسان نہیں اور نہ کسی کی حکومت ہے اور جیسا کہ دستور ہے کہ اکثر گناہ امن کی حالت میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی قانون قدرت کے رو سے گناہوں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ بباعث سخت دلی اور غفلت کے موجودہ حالت اس ملک کی نہایت خطرناک ہو گئی ہے جاہل اور شریر لوگ جو وحشیوں کی طرح ہیں وہ قابل شرم جرائم مثلاً نقب زنی اور زناکاری اور قتل ناحق وغیرہ سنگین جرائم کے ارتکاب میں مشغول ہیں اور وہ لوگ جو اپنی اپنی طبیعت اور جوش نفس کے موافق طرح طرح کے دوسرے گناہوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ شراب خانے دوسری دکانوں سے زیادہ آباد معلوم ہوتے ہیں۔ اور دوسرے فسق و فجور کے پیشے بھی دن بدن ترقی میں ہیں عبادت خانے محض رسم ادا کرنے کیلئے ٹھیر گئے ہیں غرض دنیا میں گناہوں کا ایک سخت خطرناک جوش ہے اور اکثر لوگوں کی نفسانی شہوات بوجہ پورے امن اور کمال آسائش کے اس قدر جوش میں آ گئے ہیں کہ جیسے جب ایک پر زور دریا کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ایک رات میں ہی اردگرد کے تمام دیہات کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایک نہایت درجہ پر تاریکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور ایسا وقت آ گیا ہے کہ یا تو خدا دنیا میں کوئی روشنی پیدا کرے اور یا دنیا کو ہلاک کر دیوے۔ مگر ابھی اس دنیا کے ہلاک ہونے میں کئی ہزار برس باقی ہے۔ اور دنیا کی زینت اور آرام اور آسائش کیلئے جو نئی نئی صنعتیں زمین پر پیدا ہوئی ہیں۔ یہ تغیر بھی صاف طور پر دلالت کر رہا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جسمانی طور پر اصلاح فرمائی ہے وہ روحانی طور پر بھی بنی نوع کی اصلاح اور ترقی چاہتا ہے کیونکہ روحانی حالت انسانوں کی جسمانی حالت سے زیادہ گر گئی ہے۔ اور ایسی خطرناک حالت پر آ پہنچی ہے کہ جہاں نوع انسان غضب الٰہی کا نشانہ بن سکتی ہے ہر ایک گناہ کا جوش نہایت ترقی پر پایا جاتا ہے۔ اور روحانی طاقتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور ایمانی انوار بجھ گئے ہیں۔ اور اب عقل سلیم بداہت اسبات کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے کہ اس تاریکی کے غلبہ پر آسمان سے کوئی روشنی پیدا ہونی چاہیے کیونکہ جیسے جسمانی طور پر زمین کی تاریکی کا دور ہونا قدیم سے اسبات سے وابستہ ہے کہ آسمانی روشنی زمین پر پڑے۔ ایسا ہی روحانی طور پر بھی یہ روشنی صرف آسمان سے ہی اتر کر اور دلوں کو منور کرتی ہے جب سے کہ خدا نے انسان کو بنایا ہے اس کا قانون قدرت یہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نوع انسان میں ایک وحدت نوعی پیدا کرنے کیلئے

ان میں سے ایک شخص یہ غرور تعالٰی کے وقت میں اپنی حضرت امر کالوڈاللہ ہے اور اس کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اپنی کامل محبت کا جام اسکو پلاتا ہے اور اسکو اپنی پسندیدہ راہ کی پوری بصیرت بخشتا ہے اور اس کے دل میں جوش ڈالتا ہے کہ تا وہ دوسروں کو بھی اس نور اور بصیرت اور محبت کیطرف کھینچے جو اسکو عطا کیگئی ہے اور اسطرح باقی لوگ اس سے تعلق پیدا کرکے اور اسی کے وجود میں شمار ہو کر اور اسکی معرفت سے حصہ لیکر گناہوں سے بچتے اور تقوے طہارت میں ترقی کرتے ہیں اسی قانون قدیم کے لحاظ سے خدا نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت یہ خبر دی ہے کہ جب آدم کے وقت سے چھ ہزار برس قریب الاختتام ہو جائیں گے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل جائیگی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے لگے گا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو جائیگی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی اسباب کے آدم کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکے گا اور وہ مسیح بھی کہلائیگا۔ کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے اس کی روح پر اپنی ذاتی محبت کا عطر ملے گا اور وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے مقابل پر کھڑا کیا جائیگا اور شیطانی لشکر اور مسیح میں یہ آخری جنگ ہوگا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام تدبیروں کے ساتھ آسدن اس روحانی جنگ کیلئے تیار ہو کر آئیگا۔ اور دنیا میں شر اور خیر میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اسدن ہوگی کیونکہ اسدن شیطان کے مکائد اور شیطانی علوم انتہا تک پہونچ جائیں گے اور جن تمام طریقوں سے شیطان گمراہ کر سکتا ہے وہ تمام طریق اسدن مہیا ہو جائیں گے تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے خدا کے مسیح کو فتح ہوگی۔ اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائیگی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے بعد اس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سو وہ مسیح میں ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے اس جگہ بعض نافہم جو شیطان کے وجود سے منکر ہیں وہ تعجب کرینگے کہ شیطان کیا چیز ہے پس ان کو یاد رہے کہ انسان کے دل کے ساتھ دو کششیں ہر وقت لگی رہتی ہیں ایک کشش خیر کی اور ایک کشش شر کی پس جو خیر کی کشش ہے شریعت اسلام اس کو فرشتہ کیطرف منسوب کرتی ہے اور شر کی کشش ہے اسکو شریعت اسلام شیطان کیطرف منسوب کرتی ہے اور مدعا صرف اسقدر ہے کہ انسانی سرشت میں دو کششیں موجود ہیں کبھی انسان نیکی کی طرف جھکتا ہے اور کبھی بدی کیطرف۔ میرے خیال میں ہے کہ اس جلسہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے اس بیان کو کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ رکھتا ہوں انکار کی نظر سے دیکھیں گے

اور تحقیر کی بھری ہوئی نگاہ سے میری طرف نظر کرینگے لیکن میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ ابتدا سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ پہلے خدا کے ماموروں اور مرسلوں کو دل آزار باتیں سننی پڑتی ہیں۔ کوئی نبی بعیر نہیں گذرا جسنے زمانہ ابتدائی میں۔ وہ نبی اور رسول اور صاحب کتاب اور صاحب شریعت جسکی امت کہلانے کا ہم سب کو فخر ہے اور جسکی شریعت پر سب شریعتوں کا خاتمہ ہے۔ اسکی سوانح کیطرف نگاہ کرو کہ کس طرح تیرہ برس تک مکہ میں تنہائی اور غربت اور بیکسی کے عالم میں منکروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں اور کیونکر تحقیر اور ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنے رہے اور آخر مکہ سے بڑے ظلم اور تعدی سے نکالے گئے کسکو خبر تھی کہ آخر وہ کروڑہا انسانوں کا امام اور پیشوا بنایا جاوے گا۔ سو یہی سنت الٰہی ہے کہ خدا کے منتخب لوگ اول اول حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں کہ ابتدا میں خدا کے فرستادوں کی شناخت کر سکتے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ جاہل لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھاویں اور طرح طرح کی باتیں ان کے حق میں کہی جاویں اور ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاوے اور گالیاں دی جاویں جب تک کہ وہ وقت آوے کہ ان کے قبول کرنے کیلئے خدا دلوں کو کھولدے۔ یہ تو میرا دعوٰی ہے کہ جو میں نے بیان کیا لیکن وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اسکی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کردوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی قوت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کیلئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دئیے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کیلئے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسٰی کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں

کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دیکر سچی اور کامل توحید کے اس دار الامان میں داخل کر دیگی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بناوے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسیدن ایک قوم بننے والی ہے چنانچہ حضرات مسیحی یہ خیالات شائع کر رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا کا یہی مذہب ہو جاوے گا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کر کے مان لیں گے اور یہودی جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں ان کو بھی اندنوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ان کا ایک خاص مسیح جو ان کو تمام زمین کا وارث بناویگا ابھی دنیا میں نہیں آیا ہے ایسا ہی اسلام کی پیشگوئیاں بھی جو ایک مسیح کا وعدہ دیتی ہیں۔ ان کے وعدہ کا دن بھی ہجرت کی چودھویں صدی تک ہی ختم ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کا بھی خیال ہے کہ ایسا زمانہ قریب ہے کہ جب تمام زمین پر اسلام پھیل جائیگا اور بعض سناتن دھرم کے پنڈتوں سے میں نے سنا ہے کہ وہ بھی اپنے ایک اوتار کے ظاہر ہونے کا زمانہ اسی زمانہ کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری اوتار ہے جس سے تمام زمین میں دھرم پھیل جائیگا اور آریہ صاحبان اگرچہ کسی پیشگوئی کے قائل تو نہیں تاہم اس ہوا کی تاثیر سے جو چل رہی ہے وہ بھی بہت اور کوشش کر رہے ہیں کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں انہی کا مذہب پھیل جاوے اور عجیب تر یہ کہ بدھ مذہب والوں میں بھی نئے سر سے یہی جوش پیدا ہو گیا ہے اور زیادہ تر ہنسی کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے جو ہڑے یعنی بھنگی بھی اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح وہ دوسری قوموں کی زد اور دست برد سے بچیں اور ان کو بھی کم سے کم اپنے مذہب کی حفاظت کی ایک طاقت حاصل ہو جائے غرض اس زمانہ میں ایک ایسی ہوا چل پڑی ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کی ترقی کا بڑے جوش سے خواہان ہے اور چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کا نام و نشان نہ رہے جو کچھ ہوں وہی ہوں اور جسطرح سمندر کے تلاطم کے وقت ایک موج دوسری پر پڑتی ہے اسیطرح مختلف مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں بہر حال ان تحریکوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جسمیں خدا تعالٰی نے ارادہ فرمایا ہے کہ مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دے اور ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کرکے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطم امواج کا زمانہ ہے خدا تعالٰی نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا

اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا کر یہ معنے ہیں کہ جس زمانہ میں دنیا کے مذاہب کا بہت شور اٹھیگا اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑیگا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے تب آسمان و زمین کا خدا اس تلاطم امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کرے گا اور اس میں ان سب کو جمع کرے گا۔ جو استعداد اور مناسبت رکھتے ہیں۔ تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے اور ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی جائیگی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام پلایا جائیگا اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری نہ ہو جائے۔ اور خدا نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گی۔ صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ اس زمانہ میں دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکلیں گی۔ اور ایک یہ کہ زمین کی پوشیدہ کانیں یعنی معدنیں بہت سی نکل آویں گی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے کتابیں کثرت سے ہو جائیں گی (یہ چھاپہ کے آلات کیطرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ ان دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائیگی کہ اونٹوں کو بیکار کر دیگی اور اسکے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو باسانی خبریں پہونچا سکینگے اور ایک یہ کہ ان دنوں میں آسمان پر ایک ہی مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا اور ایک یہ کہ اس کے بعد زمین پر سخت طاعون پھیلیگی یہانتک کہ کوئی شہر اور گاؤں خالی نہ رہیگا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو اور دنیا میں بہت طاعون پڑیگی اور دنیا ویران ہو جائیگی بعض بستیاں بالکل تباہ ہو جائینگی اور ان کا نام و نشان نہ رہیگا اور بعض بستیاں ایک حد تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچایا جاویگا یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہوں گے۔ اس لئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اس کے فرستادہ کیلئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاح خلق کیلئے آیا رد کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا یہ سب علامتیں اس زمانہ میں جسمیں ہم ہیں پوری ہو گئیں عقلمند کیلئے یہ صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کیلئے ظاہر ہو چکی ہیں۔ یہ تمام علامتیں جو مسیح موعود کے زمانہ کے بارہ میں ہیں اگرچہ حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن اس جگہ میں نے قرآن شریف کو پیش کیا ہے اور ایک اور علامت قرآن شریف

مسیح موعود کے زمانہ کیلئے قرار دی ہے کہ ایک جگہ فرماتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون۔ یعنے ایک دن خدا کا ایسا ہے جیسا تمہارا ہزار برس ہے پس چونکہ دن سات ہیں اس لئے اس آیت میں دنیا کی عمر سات ہزار برس قرار دی گئی ہے لیکن یہ عمر اس آدم کے زمانہ سے ہے جس کی ہم اولاد ہیں خدا کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ کون تھے اور کس قسم کے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار۔ برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کیلئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے تا ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح کے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں۔ چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے افسوس کہ حضرات عیسائیان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کیلئے معطل اور بیکار رہا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اسکے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن۔ یاد رہے کہ قانون الٰہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک امت کیلئے سات ہزار برس کا دور ہوتا ہے اسی دور کیطرف اشارہ کرنے کیلئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے اور اسمیں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گذر چکا تھا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے جیسا کہ سورہ والعصر میں یعنے اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورہ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسیقدر مدت گذر چکی تھی جو سورہ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئیگا اور مسیح کے نام سے پکارا جائیگا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنیوالے کیلئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا ہے) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے مسلط ہونے اور کھلنے کا زمانہ ہے جو قرون ثلثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں اس تقسیم کو تمام انبیا نے بیان کیا ہے کسی نے اجمالی طور پر اور کسی نے مفصل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیا اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور دنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور تواتر کی نہیں ہوگی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔ تاہم ایسے لوگ بھی اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی منکر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس پیشگوئی کو ثابت کرو۔ مگر افسوس کہ اگر وہ قرآن شریف کو سوچتے یا اسمیں غور کرتے تو انہیں اقرار کرنا پڑتا کہ پیشگوئی قرآن شریف میں نہایت صراحت سے موجود ہے اور اس قدر صراحت سے موجود ہے کہ دانا کیلئے اس سے بڑھکر تفصیل کی حاجت نہیں۔ سورہ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے بلکہ کہ بعض افراد اس امت کو ابن مریم کہا گیا ہے کیونکہ اول مریم سے ان کو تشبیہ دیکر پھر مریم کیطرح نفخ روح انمیں بیان کیا گیا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول وہ مریمی وجود ہے کہ اور

اس سے ترقی کر کے پھر ابن مریم بن جائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالے نے اپنی وحی میں اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة یعنے اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ اور پھر فرمایا یا مریم نفخت فیک من روح الصدق یعنی اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی (گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہو گئی) اور پھر آخر میں فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسےٰ رکھا گیا اور اسطرح ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورہ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔ ایسا ہی سورہ نور میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے پیدا ہوں گے اور قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت پر دو زمانے بہت خوفناک آئیں گے ایک وہ زمانہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو دجالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیح کے زمانہ میں آنیوالا تھا جس سے پناہ مانگنے کیلئے اس آیت میں اشارہ ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور اسی زمانہ کیلئے یہ پیشگوئی سورہ نور میں موجود ہے ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اس آیت کے معنے پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئیگا اور خوف پیدا ہو جائیگا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہو جائے تب خدا تعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کر دیگا اور خوف کے بعد امن بخش دیگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنے خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا کہ تا دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دے یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر یہ آیت کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن شریف کے رو سے مسیح موعود کے زمانہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مشابہت ہے۔ عقلمندوں کیلئے جو تدبر کرتے ہیں یہ ثبوت قرآنی تسلی بخش ہے۔ اور اگر کسی نادان کی نظر میں یہ کافی نہیں ہیں تو پھر اسکو اقرار کرنا چاہیے کہ توریت میں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی پیش خبری ہے کیونکہ وہ الفاظ بھی محض مجمل ہیں اور اسی وجہ سے یہود نے ان کو شہرت نہ دی اور قبول نہ کیا۔ مثلاً اگر صاف لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی کی جاتی کہ مکہ میں پیدا ہونگے اور ان کا اسم مبارک محمد ہوگا۔ اور ان کے باپ کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام عبد المطلب ہوگا اور آپ بنی اسماعیل کے خاندان میں سے ہوں گے اور مدینہ میں ہجرت کریں گے۔ اور موسیٰ کے اتنی مدت بعد پیدا ہوں گے۔ تو ان نشانوں کے ساتھ کوئی

یہودی انکار نہیں کر سکتا تھا اور حضرت مسیح کی پیشگوئی کی نسبت تو اور بھی مشکلات ہیں یہودی تو اب تک عیسیٰ کو واقعی مفتری خیال کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی نسبت پیشگوئی تھی کہ وہ مسیح ظاہر نہیں ہوگا جبتک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آوے۔ مگر الیاس تو اب تک نہ آیا اور خدا کی کتاب میں یہ شرط تھی کہ وہ سچا مسیح جو خدا کیطرف سے آئیگا ضرور ہے کہ پہلے اس سے الیاس دوبارہ دنیا میں آجاوے۔ حضرت مسیح کیطرف سے یہ جواب تھا کہ اس فقرہ سے مراد مثیل الیاس ہے نہ کہ اصل الیاس مگر یہودی کہتے ہیں کہ آنجناب کے کلام کی تحریف ہے نہیں تو اصل الیاس کے دوبارہ آنیکی خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ باریک ہوتی ہیں تا شقی اور سعید میں فرق ظاہر ہو جاوے۔

پھر ماسوا اس کے یہ بات ظاہر ہے کہ جو دعویٰ راستی پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک ہی ثبوت نہیں رکھتا بلکہ اس ہیرے کیطرح جس کے ہر ایک پہلو میں چمک نمودار ہوتی ہے وہ دعوے بھی ہر ایک پہلو سے چمکتا ہے سو میں زور سے کہتا ہوں کہ میرا مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ اسی شان کا ہے کہ ہر ایک پہلو سے چمک رہا ہے اول اس پہلو کو دیکھو کہ میرا دعوےٰ منجانب اللہ ہونیکا اور نیز مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہونیکا قریباً تیس برس سے ہے یعنی اس زمانہ سے بھی بہت پہلے ہو کہ براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی تھی اور پھر براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعویٰ اسی کتاب میں شائع کیا گیا جس کو چوبیس برس کے قریب گذر چکے ہیں اب دانا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جھوٹ کا سلسلہ اسقدر لمبا نہیں ہو سکتا اور مفتری گو کوئی شخص کیسا ہی کذاب ہو وہ ایسی بدذاتی کا اس قدر لمبا نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے اس کے اس بات کو کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ ایک شخص قریباً تیس برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور ہر ایک صبح اپنی طرف سے الہام بنا کر اور محض اپنی طرف سے پیشگوئیاں تراش کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ہر ایک دن یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا؟ اور خدا تعالیٰ کا یہ کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہے نہ اس کو کبھی الہام ہوا اور نہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوا اور خدا اس کو ایک لعنتی انسان سمجھتا ہے مگر پھر بھی اسکی مدد کرتا ہے اور اسکی جماعت کو ترقی دیتا ہے اور ان تمام منصوبوں اور بلاؤں سے اسے بچاتا ہے جو دشمن اسکے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر ایک یہ دلیل ہے جس سے میری سچائی روز روشن کیطرح ظاہر ہوتی ہے اور میرا منجانب اللہ ہونا پایۂ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا یعنی براہین احمدیہ کے زمانہ میں جب کہ میں ایک گوشۂ تنہائی میں اس کتاب کو تالیف کر رہا تھا اور بجز اس خدا کے جو عالم الغیب ہے کوئی میری حالت سے واقف نہ تھا۔ تب اسی زمانہ میں خدا نے مجھے مخاطب

حفظ صحت

دیکھو سلسلہ کے لئے الحکم مورخہ ۱۷ و ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء

جوانی کے ضایع کرنے کا طریق صرف یہی نہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں بلکہ بعض ادیب عالم و فاضل جو فسق و فجور سے مجتنب رہتے ہیں۔ وہ بھی اپنی جوانی کی قیمت و قدر نہیں جانتے اور بعض اپنے ہی ایجاد کئے ہوئے طریقوں کو غیر مفید جان کر جوانی بلکہ اپنی جان کو اون میں تباہ کر ڈالتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اون بدبختی صوفیوں کو جو حبس نفس اور غیر مشروع دائمی چلہ کشیاں کرنے اور صائم الدہر بنتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ایک صوفی کا ذکر ہے کہ وہ مرید کو حبس نفس یعنی دم کشی کا طریقہ تبلانے لگے شاید مرید کا دماغ و شش کمزور تھا مرید کو کوٹھڑی ... کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا یعنی مر گیا جو شخص ان مہلکات ... نہ ہو وہ معذور ہے لیکن جو دیدہ ... مہلکات کو اختیار کرے وہ اپنی جان ... زائل ہے لہذا وہ قابل ملامت ہے۔

جب تمہارے رخسارے سرخ اور چہرہ بشاش اور آنکھیں روشن ہوں اور باوجود ان باتوں کے جب کوئی کام کرنے لگو تو تمہارے قوا تمہارا ساتھ نہ دیں اور ملول خاطر ہو جاؤ تو جان لو کہ تم بیمار ہو یہ بیماری پٹھوں اور ذہن میں نہیں ہے بلکہ یہ بیماری تمہارے دل و دماغ میں ہے کیونکہ کسی کام کے افراط سے یہ دو عضو یعنی دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں جس سے نوجوان آدمی جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے اسراف و فضولیات میں جو انسان مستغرق رہتا ہے اوس کی عقل کند اور دل ضعیف ہو جاتا ہے اور تھوڑے خوف سے اوسکا دل دہل جاتا ہے اور خفقان پیدا کر لیتا ہے وساوس اور خواطر کا اوس پر غلبہ رہتا ہے اور بے موقعہ غصہ و غضب ظاہر کرتا رہتا ہے بڑی بھاری آفت یہ ہے کہ اوس کی یہ حالت اوس کی بیماری کو اور بھی زیادہ کرتی ہے جو اوس کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے بسا اوقات اس قسم کے اکثر اشخاص خودکشی کر لیتے ہیں آجکل یورپ اور امریکہ میں اکثر خودکشیوں کی واردات کا یہی باعث ہے اسراف و فضولیات سے اپنی جوانی کو محفوظ رکھو کیونکہ تمہارے بڑھاپے کا ذخیرہ و زاد جوانی ہی ہے۔ اگر تم اس کو اوائل ہی میں صرف کر ڈالوگے۔ تو آخر بے خرچ و بے نوا رہ جاوگے۔

وخیر الزاد التقوی۔

نم باکرا تعمر طویلا

یعنی سویرے سوؤ تو عمر دراز ہوگی

جو آدمی دراز عمر ہو کر کئی پشتوں تک زندہ رہا ہو اور بڑے بڑے کام کئے ہوں۔ جب اوس کی زندگی کی کیفیت پر غور کروگے تو اوس میں یہ بات ضرور پاؤگے کہ وہ سویرے سویا کرتا تھا اور اوس کی دن کی محنت و مشقت کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ نیند اوس کی مفقود راحت کے عوض میں آجاتی تھی وجہ یہ کہ کوئی انسان بغیر نیند راحت و آرام نہیں پا سکتا ہے جیسا کہ پانی و ہوا جو ضروریات زندگی میں ضروری ہیں سہل جانے سے لوگ اون کی قدر نہیں کرتے ایسا ہی نیند کی بھی قدر نہیں کرتے۔ اگر ان چیزوں کو قیمتاً خریدنا پڑے تب اون کی قدر ہو۔

پس فقیر و مفلس اپنا سارا دن کام کاج میں گذارتا اور رات کا کچھ حصہ طعام و لباس میں صرف کرتا ہے جب اوس کو ایک روپیہ مل جاتا ہے تو پہلی پہل اس کے دل میں آٹا و گوشت و لباس خریدنے کا خیال گذرتا ہے لیکن نیند و ہوا و پانی کے خریدنے کا کچھ اہتمام نہیں کرتا اور جب تک ان اشیاء میں سے کوئی ایک اوس سے بند نہ کی جاوے وہ ان اشیاء کی سخت ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ پس پانی کی وہی لوگ قدر کرتے ہیں جنکو خشک بیابان اور دور دراز جنگلوں کا سفر پیش آیا ہو اور اون میں پانی کا گھونٹ تک نہ ملتا ہو اور ہوا کی سخت ضرورت کی قدر تو اس طرح محسوس ہو سکتی ہے کہ خیال کرو تمہارے سینہ سے اگر ایک لمحہ بھر ہوا رک جاوے تو کسقدر تکلیف و مصیبت کا سامنا ہوگا۔ پانی و ہوا کی طرح جسم کے لئے نیند کی بھی سخت ضرورت ہے کہتے ہیں کہ ایک چینی سوداگر نے اپنی عورت کو مار ڈالا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اس پر پہرہ مقرر کیا جاوے اوسکو سونے نہ دیں اوسکو بیداری کا عذاب دیا جاوے۔ تاکہ آخر اس حالت بیداری میں مر جاوے پہلے پہل سوداگر اس سزا کو پھانسی کی نسبت بہت خفیف سمجھ کر خوش ہوا اور اوس کو پھانسی پر فضیلت دی چنانچہ اوسکو زندان میں بھیجکر اوس پر پہرہ دار مقرر کئے گئے کہ اوسکو سونے سے مانع رہیں۔ پس پہلا ہفتہ پورا اس پر نہیں گذرا تھا کہ وہ چلا اوٹھا اور ہر قسم کی سزا سے بیداری کو بہت سخت سمجھا اوس نے گورنمنٹ چین کی طرف توسلاً عریضہ لکھا بھیجا کہ بیداری کی سزا میرے سے اوٹھا کر باقی جو سزا گورنمنٹ چاہے مجھ پر ولد کر دے۔ خواہ پھانسی دے خواہ جلا دے خواہ غرق کر دے خواہ تلوار یا بندوق سے مار ڈالے یا توپ سے اوڑا دے یا جس طریقہ سے گورنمنٹ کی مرضی ہو مجھے مار دے مگر بیداری کی سزا میرے پر سے مرحمت فرما کر اوٹھائی جاوے۔ آخر وہ اسی طریقہ سزا یعنی بیداری میں انیسویں دن سخت قلق و اضطراب میں ہو کر مر گیا۔ کچھ مدت گذری ہے کہ میں نے کسی انگریزی اخبار میں لارڈ سالسبری متوفی کی نسبت پڑھا تھا کہ جب اوسکو سہر یعنی بے خوابی کے مرض لاحق ہوئے اور وہ اس مرض سے سخت دق ہو رہا تھا ایک رات کو احاطہ میں ٹہلنے لگا اوس نے وہاں اپنے ایک ادنے نوکر کو دیکھا کہ خوف خراٹے بھر کر سو رہا ہے تو اس نے حیرت سے چیخ ماری اور کہنے لگا کہ کاش میں اسکی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ پر۔

پندرھویں لوئس کو دمیان نے قتل کرنا چاہا تھا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اوس کو چار مضبوط ستونوں کے درمیان جکڑ کر اوس پر گرم کیا ہوا اور کھولتا ہوا تیل اور جلتی ہوئی گندھک ڈالتے رہیں اور کچھ مدت کے بعد اس کے جسم سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر اوسکو ہلاک کیا جاوے قبل ازاں کہ اس پر یہ عذاب وارد ہو باوجود اس خوف موت اور فراق عالم کے اوس پر نیند غالب آجاتی تھی اور اگر پہرہ دار نشتر چبھو کے کانٹے سے اوسکو بیدار نہ کرتے تو وہ نیند میں ایسا مستغرق ہو جاتا تھا کہ گویا وہ اپنے بال بچوں میں سویا ہوا ہے اور دمیان نے اپنے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ مجھ پر بیدار رکھنے کا عذاب سارے عذابوں سے سخت تر ہے نیند ضروریات زندگی سے ہے اگرچہ ہم کو قیمتاً خریدنی نہیں پڑتی بلکہ نیند کی ضرورت طعام سے بھی زیادہ ہے کیونکہ انسان طعام کے بغیر دراز مدت تک بھوکا رہ سکتا ہے۔ لیکن بیدار آدمی دراز مدت زندہ نہیں رہ سکتا۔ رات کو نیند کی اشد ضرورت ہے اکثر نوجوان دیکھے جاتے ہیں کہ وہ جسقدر کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسقدر نیند کا اہتمام نہیں کرتے بعض اشخاص ساری ساری رات قمار خواری اور جوے بازی میں بیدار رہ کر گذار دیتے ہیں۔

جب نیند غلبہ کرے تو فوراً سو جانا چاہئے جس قوت و طاقت کو انسان بیداری میں کھو دے اوس کا بحال کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ بات گذرے کہ نیند کا اعتبار کمیت میں ہے نہ کیفیت میں۔ جب کسی کو سات گھنٹے سونے کی حاجت ہو تو اس میں کچھ فرق نہیں کہ خواہ وہ دن میں سات گھنٹے نیند کرے یا رات کو۔

جواب:۔ دن کا سونا رات کی بیداری کا عوض ... لیکن دن کا سونا غیر طبعی ہے جو راحت و آرام جسم کو نیند سے ملتا ہے وہ دن کی نیند سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان عموماً ابتدائی پیدائش سے دن کو جاگنے اور رات کو سونے کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ اس کی طبیعت میں ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے۔

خالق لیل و نہار نے دن معاش و کسب روزی کے لئے مقدر کیا ہے اور رات کو راحت و آرام و نیند کے لئے نامزد فرمایا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا النہار معاشا یعنی دن کو ہم نے اس لئے بنایا ہے کہ تم اس میں روزی کماؤ اور کسب معاش کرو۔ وجعلنا الیل لباسا لتسکنوا فیہ یعنی ہم نے رات کو پردہ دار بنایا ہے کہ تم اس میں آرام پاؤ۔

بالحقیقت رات اور دن کی تاثیرات میں بڑا فرق ہے جب آدمی رات کو سوتا ہے تو اوسکی سارے دن کی ماندگی و کوفت و تکان جاتی رہتی ہے پٹھے اپنے اپنے مقام پر راست و درست ہو جاتے ہیں دل میں فرحت و دماغ میں سرور پیدا ہوتا ہے جب آدمی دن کو سو کر جاگتا ہے تو سر بھاری اور نوجہل زبان کا مزا کڑوا معلوم ہوتا ہے بسا اوقات دل میں تنگی اور اخلاق میں درشتی پیدا ہو جاتی ہے حاذق اطباء دن کی نیند کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ والنوم فی النہار یورث الامراض الرطوبیۃ والنوازل ویفسد اللون الا القیلولۃ وھی النوم قبل الزوال ساعۃ بشرط الاعتدال یزید فی العقل ویوجب الاستراحۃ من الاعیاء الحادث من الیقظۃ بشرط ان لا یفرط۔ یعنی دن میں نیند کرنے سے جسم میں رطوبتی و بلغمی امراض پیدا ہوتے ہیں اور جسم کا رنگ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر قیلولہ جو کہ صبح کا کھانا کھا کر زوال سے پیشتر بطریق معتدل سونے کی حالت میں ایک گھنٹہ تک نیند کی جاوے تو عقل میں ترقی ہوتی ہے اور بیداری کی کوفت و ماندگی دفع ہو جاتی ہے بشرطیکہ نیند زیادہ نہو۔ انسان سارے دن کی نسبت صبح کے کام میں زیادہ چست و چالاک ہوتا ہے اسکا سبب رات کی نیند کے رات کا سامان ہے۔

لہذا سویرے سونا اور سویرے جاگنا انسان کے لئے صحت و راحت کا عمدہ وسیلہ ہے ؎

رات کو سونا سویرے صبح کو اوٹھنا شتاب
صحت و دولت بڑھائے عقل کو دے آب و تاب

ایسے ہی انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے۔

Early to bed and early to rise is the way to be healthy and wealthy and wise

یعنی سویرے سونے اور سویرے جاگنے سے انسان تندرست رہتا ہے اور اوسکی صحت و دولت و عقل میں ترقی ہوتی ہے واضح رہے کہ نیند سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان چارپایوں کی طرح جنکا پیشہ ہے ؎

خواب و خور چیز پیشۂ انعام نیست
خفتگاں را بہرہ از انعام نیست

... اون کا مصداق بنکر ساری رات نیند میں غافل پڑا رہے بلکہ کچھ حصہ رات کا سوئے اور کچھ حصہ عبادات ایزدی نماز و استغفار میں گذارے جو لوگ آخری حصہ رات میں اذکار الٰہی میں مشاغل ہوتے ہیں بعض کی قرآن کریم ... صفت بیان فرمائی گئی ہے یبیتون لربھم سجداً و قیاماً و بالاسحار ھم یستغفرون۔ آخری حصہ رات میں اور بالخصوص علی الصباح نماز کے وقت سونے سے انسان امراض جلدی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے

بیت الحکمت اندلس
یعنی
اندلس کا طلسم گھر

آج کل اندلس کے نام سے (جس کا دوسرا نام اسپین ہے [1]) ہر شخص واقف ہے۔ اس ویران مگر سرسبز و شاداب جزیرہ میں وہ لوگ (یونانی) آباد ہوئے جو عام طور پر علوم و فنون کے موجد سمجھے جاتے ہیں [2] جنہوں نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے سینکڑوں تدبیریں کیں جنمیں سے ایک بیت الحکمت ہے جو اس کی حفاظت کا ایک بڑا سبب سمجھا گیا۔ اہل یونان جو حکمت اور دانائی میں مشہور ہیں سکندر کے عہد سے پہلے یہ لوگ مشرق میں رہتے تھے جب اہل فارس کا غلبہ ہوا تو مشرقی بلاد سے یونانی جلا وطن ہوکر اندلس (اسپین) میں آباد ہوگئے۔ جزیرہ اندلس اس زمانہ میں ویران تھا۔ کیونکہ طوفان نوح کے زمانہ سے یہ جزیرہ ایسا ویران ہوگیا کہ اس سرزمین کو دیکھکر کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کبھی یہاں آبادی ہوگی اور یہ جزیرہ اندلس بن یافث بن نوح علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے جس سے اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اب ہم صرف بیت الحکمت کا حال لکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کیا تھا۔ اور کس غرض سے تعمیر کیا گیا تھا۔

ہمیشہ سے یونانیوں کا خیال تھا کہ جنگ و جدال بیفائدہ چیز ہے کیونکہ اس میں بجز اتلاف نفوس انسانی کے اور کوئی معتد بہ فائدہ متصور نہیں۔ اسی خیال نے ان کو جنگ و جدال سے باز رکھا بلکہ زیادہ تر ان کی کوشش کا دار و مدار تحصیل علوم و فنون پر منحصر تھا۔ اور انہوں نے شہر کی آراستگی اور زیب و زینت میں اپنی بے بہا اور قیمتی کوششوں کو صرف کیا جسکی وجہ سے یہ شہر تمام ممالک میں آپ ہی اپنی نظیر بن گیا بلکہ دنیا کے تمام شہروں کے مقابلہ میں اس شہر کو عروس بلاد یا فردوس البلاد کا خطاب بالاحق بجانب حقدار سمجھا گیا۔ خصوصاً شہر طلیطلہ اپنی دلربا زیب و زینت کی وجہ سے یونان کا دار السلطنت و دار الحکمت قرار پایا جو عین وسط جزیرہ میں واقع تھا۔

قدرتی طور پر اندلس آب و ہوا اور پیداوار کے لحاظ سے تو بے نظیر ہی تھا مگر خوشنما خوش وضع اور دلچسپ عمارات کے ایسے اسباب تھے جو اس کے حسن و جمال کو دوبالا کرتے۔

اس شہر کی خوبیوں پر نظر کرنے کے بعد اندلسیوں کو یہ بہت ہی سچا خیال پیدا ہوا کہ بربری اور عرب (جو ان کے پڑوسی ہمسائے تھے) بالضرور ہمارے شہر پر حملہ کریں گے [1] اسی خیال سے انہوں نے اپنے شہر کی حفاظت کیواسطے متعدد اور مختلف وضع قطع کے طلسم گھر بنائے اخیر پر انہوں نے جو طلسم گھر بنایا اس شہر کی حفاظت کیلئے ان سب میں ہی ممتاز سمجھا گیا۔ اور جسکی وجہ سے غیر اقوام کو اس ملک پر فتح پانا دشوار بلکہ قریب محال کے ہوگیا۔ اندلس میں متعدد حکمران تھے اور اس جزیرہ میں جو شہر جانب مشرق تھا وہ فارس کے نام سے موسوم تھا فارس کے بادشاہ کی ایک حور وش جمال لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کا ملک اندلس میں چرچا تھا۔ اندلس کے ہر ایک حکمران کی یہ خواہش تھی کہ فارس کی شاہزادی سے میں ہی نکاح کروں۔ چنانچہ اندلس کے تمام بادشاہوں نے فارس کے حکمران کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ شاہزادی کو اپنے سے بیاہ دے۔ شاہ فارس ان حکمرانوں سے کچھ ایسا عاجز اور دبا ہوا تھا کہ ان میں سے کسی کی دلشکنی گوارا نہیں کرسکتا تھا ورنہ صاف طور پر کسی کو انکاری جواب دیسکتا تھا اگر وہ ایک کو راضی رکھنا چاہتا تھا تو فوراً دوسرے کی ناراضی کے خیال سے اوس کو روک دیتا۔ آخر کو وہ بہت مجبور ہوا۔ اور اپنی بیٹی کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور اس سے یہ بھی کہدیا کہ میں ان سب میں سے کسی کو ناراض نہیں کرسکتا۔

بادشاہ اور شاہزادی کا مکالمہ

شاہزادی۔ ابا جان آپ بہت پریشان اور متفکر معلوم ہوتے ہیں۔

بادشاہ (شہزادی کے سامنے چند خطوط ڈالکر) دیکھو میرے متفکر ہونیکا تمام ذخیرہ اسمیں ہے۔

شاہزادی (خطوط کو پڑھکر) ابا جان یہ بھی کوئی مشکل بات ہے آپ مطمئن رہئے میں بہت ہی سہل تدابیر سے ان سب کو سمجھا دونگی۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کیا تدبیر ہے۔

شاہزادی۔ (اپنے باپ سے مخاطب ہوکر) آپ ان سب کو یہ لکھ بھیجیے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اسی کی رائے پر رکھا ہے وہ جس کو پسند کریگی اس سے بیاہ دینے کا میں ذمہ وار ہوں۔ جب وہ میرے پاس پیغام بھیجیں گے تو میں چند شرطوں پر اپنا نکاح قبول کروں گی جن کا ایفا اون سے دشوار ہوگا اور جو بادشاہ میری شرطیں قبول کریگا میں اسی سے نکاح کرونگی۔

بادشاہ وہ کیا شرطیں ہیں۔

شاہزادی میں پہلی شرط یہ پیش کروں گی کہ جو بادشاہ عالم اور حکیم ہوگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔ اور حسب موقع اور شرائط بھی زیادہ کرتی رہونگی۔

اس تدبیر سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان سلاطین کو اس مضمون کے خط لکھ بھیجے کہ میں اس مقدمہ میں تمکو کچھ جواب نہیں دیسکتا کیونکہ میں نے شاہزادی کو اس امر کا اختیار دیدیا ہے وہ جسکو پسند کریگی اس سے نکاح کردیا جاویگا۔ اور تم بلا وساطت غیری براہ راست شاہزادی سے درخواست کرو۔

جب تمام سلاطین اندلس اس امر سے مطلع ہوئے تو انہوں براہ راست شاہزادی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

شاہزادی نے ان سب کو لکھ بھیجا کہ میں اس بادشاہ سے نکاح کروں گی جو عالم اور حکیم ہو جب سب بادشاہوں نے نامہ پڑھا تو وہ بادشاہ جو محض بے علم تھے خود ہی خاموش ہوگئے لیکن ان سب میں دو بادشاہ بڑے فاضل اور حکیم تھے انہوں نے فرداً فرداً شاہزادی کو لکھ بھیجا کہ میں حکیم ہوں۔ ان دونوں کی درخواست سے بادشاہ پھر متفکر ہوا

شاہزادی۔ ابا جان آپ پھر متفکر معلوم ہوتے ہیں۔

بادشاہ (شاہزادی کے سامنے ان دونوں کے خط ڈالکر) یہی سبب ہے۔

شاہزادی۔ یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے آپ بالکل مطمئن رہیں میں جواب لکھکر بھیجتی ہوں۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کونسی صورت ہے جو میری فکر کو دور کرے۔

شاہزادی میں ان سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ وہ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے دو طلسم گھر بنادیں اور جو کوئی پہلے بنادیگا وہی مستحق نکاح ہوگا۔

اس تدبیر سے بادشاہ خوش ہوا۔

پھر شاہزادی نے ان دونوں کو جواب لکھ بھیجا۔

ایک کو تو یہ لکھا کہ آپ مجھکو ایک طلسمی پن چکی فلاں جنگل میں بنا دیجئے اور وہ ہمیشہ آب شیریں کی نہر کے ذریعہ سے بغیر کسی خرچ و امداد و آلات کے چلا کرے۔

اور دوسرے کو یہ لکھ بھیجا کہ میں جس شہر میں ہوں وہ شہر بربری ظالموں کی دست درازی سے محفوظ نہیں ہے۔ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے ایک ایسا طلسم گھر بنا دیجئے کہ ہمیشہ آرام و عافیت سے ظالم بربریوں کے ظلم سے بے خوف بسر کرسکیں۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ جو کوئی پہلے اپنا کام پورا کرے گا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔

ان دونوں نے اس اخیر شرط کو بھی بسر و چشم قبول کرکے کام شروع کردیا جس بادشاہ نے پن چکی بنانیکا اقرار کیا تھا کاریگروں کو جمع کرکے کام شروع کروا دیا۔ اور سینکڑوں سنگتراش انجنیئر کی ہدایت کے مطابق پتھروں کے کاٹنے اور تراشنے میں مشغول ہوئے اور آب دریا کے کنارے پر مقام **دقاق** اور ... کے درمیان پن چکی کی بنیاد ڈالی گئی اور سارے ہی کاریگروں نے پتھر جمانا شروع کیا اور پتھروں کی سانچوں میں لانے میں انہوں نے اپنی صناعی کا اعلیٰ نمونہ دکھا دیا۔ کہ جب شیریں کی نہر بھی بہت جلد تیار کردیگئی۔ جو اس چکی کے لئے ایک غور دانشمن کا کام دیسکتی تھی چنانچہ آجتک مقامی **دقاق** اور سینہ اور جزیرہ **خضراء** میں اوس کے ٹوٹے ہوئے نشان ہیں [1] لیکن اسکی تعمیر میں بہ نسبت پن چکی کے تعمیر کے کسقدر مدت صرف ہوئی اسکی وجہ یہ تھی کہ اس بادشاہ نے طلسم گھر کو جس وضع پر بنانا چاہا تھا اسکی رصدگاہ بنانے سے بہت دیر لگی۔ مگر پھر بھی وہ اسکی تعمیر میں رات دن مصروف رہا۔ اس نے ساحل بحر پر ایک بالو کے میدان میں مربع بنیاد سنگ رنگ ڈالکر ایک گنبد وار شروع کیا اسکی تعمیر میں سفید رنگ کا پتھر لگایا گیا۔ اس رصدگاہ کا حصہ پائیں زمین میں اسقدر تھا جسقدر اس کا حصہ سطح زمین سے سطح پر ایک بلند تھا۔ اس طلسم گھر میں علاوہ اور طلسمی چیزوں کے جو ایک مسند کی ودیعت رکھی گئی تھی طلسم کی سطح پر ایک بربری کی برنجی مورت جس کا طول تقریباً ساٹھ یا ستر ذرع تھی نصب کیگئی تھی اس مورت کے اوس کے

---

[1] اندلس یا اندلوسیہ اسپین کے حصہ جنوبی کا نام ہے نہ کہ تمام اسپین کا۔

[2] قدیم مورخین کا قول ہے کہ حکمت زمین کے تین حصوں میں تقسیم کی گئی۔ یونانیوں کے دماغوں پر۔ اہل چین کے ہاتھوں پر۔ عرب کی زبان پر۔ کذا قال ابن خلقان۔

[1] چونکہ بربری وحشی اور زبردست تھے بے خوف و خطر اندلس میں آیا جایا کرتے تھے اندلسیوں کی یہ مجال نہیں تھی کہ ان کو روک سکتے اور بربری یونانی ایسا ڈرتے تھے جیسے جنگل میں شیر سے بھیڑ بکری ڈرا کرتے ہیں اور بربریوں کے ظلم و زیادتی سے ان کے دل میں عداوت پیدا ہوگئی تھی۔ آخر کو ان دونوں قوموں میں عداوت اسقدر بڑھ گئی کہ ایک قوم کے آدمی کو دوسرے آدمی کی صورت دیکھنا گوارا نہ رہنے لگا۔ مگر پھر بھی بربری اندلسیوں کے محتاج تھے اس لئے کہ جزیرہ اندلس میں پیداوار بہت ہی اچھی ہوتی تھی جو اس جگہ کے سوا بربریوں کو اور کہیں سے نصیب نہیں ہوسکتی تھی۔ غرضیکہ قدرتی طور پر طرفین میں کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے تھے جس کے سبب سے ایک قوم دوسری قوم کی محتاج تھی۔ کذا قال ابن خلکان۔

[1] بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے نشان اس پل کے آثار ہیں جو سکندر نے سینہ سے جزیرہ تک عبور کرنے کے لئے بنایا تھا۔ کذا قال ابن خلکان۔

حصہ کا قطر قریب ایک دراع کے تہا۔ اس مورت کے دیکھنے سے کاریگرون کی اعلیٰ درجہ کی صناعی ظاہر ہوتی تہی اس مورت کے سر سے پاؤن تک لٹکے ہوئے تہے وہ نیچے آکر ایک چادر کی صورت معلوم ہوتی تہی اس پہ پتلا طلسم گہر کے اوپر کی سطح پر کہڑا ہوا ہمیشہ ایک بگل کے ذریعہ سے سیٹی بجایا کرتا تہا اور اس کے ہاتہ مین ایک کنجی بہی دیدی گئی تہی وہ اپنی اسی انگلی سے جسمین کنجی تہی دریا کی طرف یہ اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا تہا کہ کوئی ادہر آنے کا قصد نہ کرے۔ علاوہ اس کے اس طلسم گہر مین عجیب عجیب کرشمے تہے جو مختلف مورتون کی شکلون سے پیرایہ مین جلوہ گر تہے اور یہ بہی ایک عجیب و غریب کرشمہ تہا کہ جب کبہی ادہر اتفاقاً بربرون کا جہاز آجاتا تہا تو اُس مورت کے ہاتہ سے کنجی گر پڑتی تہی۔

پن چکی اور طلسم گہر بنانے والے دانشمند ہر ایک حکیم کی یہ خواہش تہی کہ مین ہی پہلے اپنا وعدہ وفا کر کے تاکہ شاہزادی کے ساتہ نکاح کرنے کا مستحق ہو جاؤن کیونکہ اخیر شرط جسپر ہر ایک کی کامیابی منحصر ہے وہی تہی کہ دونون مین سے جو کوئی پہلے اپنا وعدہ پورا کرے گا اسی کو نکاح کا استحقاق حاصل ہوگا۔ پن چکی بنانے والا حکیم بہت جلدی کے ساتہ اپنا کام پورا کر چکا مگر قدرتی طور پر یہ بات منظور تہی کہ دونون طلسم تیار ہو جائین اس واسطے ایک دوسرے کے کام کے اختتام سے خبر نہونے پائی۔

جس روز پن چکی بنانے والا اپنے کام سے فارغ ہوا تو اس نے شہر مین منادی کروادی کہ اب صرف نہر مین پانی دوڑنا رہگیا ہے اور پن چکی چلائے جانے کا دن بہی معین کر کے اشتہار دیدیا کہ فلان روز چکی چلیگی جب اوس نے چکی چلا دیا تو اوس وقت طلسم گہر والے کو خبر ہوئی کہ حریف مقابل بازی جیت گیا اسوقت وہ مورت پر صیقل کر رہا تہا جو طلسم گہر کے اونچی سطح پر بنائی گئی تہی وہ یہ حال دیکہکر مایوس ہوگیا اور فوراً چہت سے گر کر مرگیا۔ اور شرط کا میدان پن چکی بنانے والے کے ہاتہ رہا اور شاہزادی سے نکاح کیا۔

(عروج)

وفات

انا للہ وانا الیہ راجعون

اطلاع کے لئے اخبار کے کسی گوشہ میں درج

دنیائے بے ثبات مین کیا ہو ہمین ثبات
گہر مین ہم مقیم وہ گہڑی سفر مین ہے
ستی جو ہے وہ جیتے ہو جہوڑ کر چلے
کچہہ۔ تو بیکسی کا سہارا سفر مین ہے

اے چارہ ساز لذت سوز نہان نہ پوچہہ
مین کیا بتاؤن لطف جو درد جگر مین ہے
یارب شب فراق مین آتی نہین ہے نیند
دل مین خیال یار ہے نقشہ نظر مین ہے
ہمدم نہ منع کر مجہے رونے دے زار زار
دریا کا جوش آج میری چشم تر مین ہے

برادران السلام علیکم

ہمارے دینی بہائی سید میر گل شاہ صاحب ۱۳ اگست کو فوت ہو گئے ہین۔ ان کے عجیب و غریب حالات موت کا تذکرہ مین پہر کسی وقت مفصل طور پر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس وقت برادران طریقت کی خدمت مین صرف اتنی عرض ہے کہ جو احمدی بہائی میری اس اطلاع کو دیکہے وہ ضرور سید میر گل شاہ صاحب کا جنازہ پڑہین اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرین یہ وہ صاحب ہین جن کا ذکر عسل مصفّٰی کے صفحہ مین بہی مصنف نے کیا ہے ان کو احمدی ہونے کی وجہ سے باپ سید فتح علیشاہ نے عاق کر دیا تہا اس سبب سے خدا نے ان پر اتنا فضل عظیم کیا کہ مرض موت مین برابر نماز پڑہتے رہے اور درود اور استغفار کا ورد کرتے رہے اور اور آخیری کلام اون کا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ ہوا۔ اور بعد وفات چہرہ اسقدر نورانی ہوا کہ مخالفین بہی حیران تہے۔ صبح کو مولوی عبد الرحمٰن نے فتویٰ دیا کہ یہ مرزائی ہے اس کا جنازہ جائز نہین ہے جب عوام کا خیال اُلٹا دیکہا تو پہر خود ہی بمعہ تمام مخالفین کے نماز جنازہ پڑہا۔ مبارک ان کو جو احمدی ہونے کی وجہ سے والدین سے عاق ہوتے ہین مین پہر کہتا ہون کہ بہت ہی مبارک ہے وہ انسان جو اس امام آخر الزمان کے اتباع کی وجہ سے کفر اور کذب اور اوستادون اور والدین سے عاق ہونے کا خطاب پاتا ہے۔

والسلام مع الاکرام۔

راقم۔ محمد یسین خاطر حزین از داتہ ضلع ہزارہ

جنگ کی مخالفت

کونٹ لیو ٹالسٹائی نے موجودہ جنگ روس و جاپان کی مخالفت مین لمبی چوڑی مراسلتین شائع کی ہین جنمین مذہباً ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ محض شیطان کی انگیخت ہے جس نے روسیون اور جاپانیون کے سر پر سوار ہو کر جادہ راستی سے گمراہ کر دیا ہے اور وہ اپنے اپنے مذہبی اصولون کو بہول کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہین۔

ہم اس کے مضمون کو مفصل درج کرنے سے پہلے اس کے مختصر حالات بیان کرنے مناسب خیال کرتے ہین۔ یہ روسی نسل کا امیر ابن امیر ہے اسوقت اسکی عمر پچہتر برس کی ہوگی اس کی شکل و شباہت بالکل فقیرانہ ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت مین اب بہی جوانون کے کان کترتا ہے۔ مین عالم شباب مین فوج مین بہرتی ہوا۔ مگر محاربہ کریمیا کے بعد فوجی ملازمت سے مستعفی ہو کر تالیف و تصنیف مین مصروف ہوا۔ اور مذہبی تصانیف کیطرف خصوصیت کے ساتہ توجہ مصروف کی اور ناول نویسی کے میدان مین سب سے بڑہکر گوئی سبقت لے گیا۔ اور اپنے ملک کے بے زبان کاشتکارون کی حمایت پر کمر بستہ ہوا۔ جو ۱۸۶۱ء تک قانوناً اپنے متمول مالکان زمین کے غلام تہے اور ان کے ساتہ بالکل غلامون کا سا سلوک کیا جاتا تہا اور گو کاشتکارون کو آزادی ملنے سے مالکان اراضی کی مطلق العنانی غارت ہوئی تہی۔ تاہم کونٹ ٹولسٹائی زبردست تحریرون کا روسی ارکان سلطنت و اعیان مملکت کے دلون پر اسقدر بہاری اثر ہوا کہ انہون نے کاشتکارون کی آزادی سے مخل تمام قوانین منسوخ کر کے ان کو مالکون کے زبردست پنجہ سے رہائی دی جس کے باعث رعایا کے اس طبقہ کے لوگ قدرتی طور پر اس کے جانثار و فدا ہوئے۔ اور یہ روسی سفاکون کے پنجہ سے محض اپنی ہر دلعزیزی کے باعث جانبر ہوا۔ ورنہ جو لوگ اس کے ہاتہون سے نالان تہے وہ بلا مبالغہ اس کا کچومر ہی نکالدیتے۔

الحکم مین قبل ازین اس کا ایک خط بنام مفتی محمد صادق صاحب چہپ چکا ہے۔

کونٹ لیو ٹولسٹائی نے جیسا کہ ہم نے ابہی بیان کیا ہے۔ مراسلتون کا ایک لمبا چوڑا سلسلہ اپنی زبان مین شائع کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل مین ہدیہ ناظرین کرتے ہین:-

باب اول

پہر جنگ۔ اور پہر رنج و محن کا سامنا جو بالکل ضروری نہین اور ناحق گلے ڈالی جاتی ہے جس کے واسطے لوگون کو دہوکہ دیا جاتا ہے۔ عوام الناس کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اور بے شمار اشخاص کو تہ تیغ کرایا جاتا ہے۔

لاکہون آدمی (جو ایک جانب تو مذہب کے پیرو ہین جن کے عقیدہ مین انسانون کو چہوڑ حیوانون تک کو بہی ہلاک کرنا گناہ کبیرہ مین داخل ہے اور دوسری جانب عیسائی ہین جن کا پہلا اصول ایک دوسرے سے برادرانہ الفت اور محبت کرنا ہے) جنگلی درندون کی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اذیت پہونچانے اور جور و ستم کا مورد کرنے کے لئے خشکی اور تری پر تلاش کرتے پہرتے ہین۔ کیا یہ خواب ہے یا فی الواقعہ ظہور مین آرہا ہے؟ ایک ایسا عالم چہایا ہوا ہے جس کے دیکہنے سے بدن کے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین کاش یہ رویہ بہی نہ ہو بلکہ عالم خواب بہی کل بیداری کے بعد نام نشان بہی نظر نہ آنے پاتے مگر افسوس یہ خواب نہین بلکہ دردناک امر واقعہ ہے۔

تاہم دور اندیش سمجہ سکتے ہین کہ کسطرح جاپانی دہوکہ دیکر اپنے کہیتون سے جدا کئے گئے ہین۔ حالانکہ ان کو بچپن سے سکہایا گیا ہے کہ بدہ مذہب صرف زندہ حیوانون پر ہی ترس کرنا نہین سکہاتا بلکہ اپنے دیوتون کے آگے قربانی کرنے مین بہی اسی قسم کی احتیاط کر دینے کا درس دیتا ہے۔ اور اسیطرح غریب وامدہ لوگ تولا۔ یا نجنی دو گورازے کے پڑوس سے لائے گئے ہین جن کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ دین عیسوی مین حضرت عیسیٰ مسیح۔ مریم اور حواریون وغیرہ کی عبادت کیجاتی ہے۔ باینہمہ صدیون کے جبر اور دہوکہ سے دنیا کا سب سے بڑا گناہ یعنی بہائیون کو قتل کرنا اسطرح ان کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ گویا ان کے لئے اس مین نعمت دنیا و عقبیٰ پائی جاتی ہے اور صالح اور نیکبختون کا دنیا مین سب سے بڑا اور نیک فرض یہی ہے کہ ہزارون میلون کے فاصلون سے جاکر اپنے بہائیون کو قتل کرین۔

لیکن جن لوگون کو ذہین اور عقیل ہونے کا دعوےٰ ہے وہ کسطرح جنگ کا وعظ اور اپنے اس دعوے کی تائید کر سکتے ہین اور خود اس کے خطرون کو برداشت کرنے کے بغیر اپنے سادہ لوح بہائیون کو لڑائی کیواسطے بہیجنا داخل ثواب سمجہ سکتے ہین؟ یہ ذہانت کے پتلے اگر اپنے آپ کو عیسائی سمجہتے ہین تو قانون عیسوی کو کسطرح نظر انداز کر سکتے ہین؟ لیکن جنگ کے مظالم۔ لغویت اور حماقت کی نسبت جو کچہہ لکہا جاتا ہے وہ صفحہ قرطاس پر موجود ہے جو کچہہ تذکرہ کیا جاتا ہے وہ زبان زد خلائق ہے۔ پس جنگ کے بانی اس لئے ذہین اور عقیل ہونگے کہ خود سب کچہہ جانتے ہین اور سر کٹانے والون کو موم کو بنانا ان کے بائین ہاتہ کا کہیل ہے۔ چنانچہ انکی ایک بڑی تعداد نے اس بات کا علی الاعلان پبلک کے سامنے اعتراف کیا ہے۔ دیکہئے کہ ہیگ کی کانفرنس مین کیا ہوا تہا۔ اور اس کے مابعد کی تمام کتب و رسالے۔ اخبارات اور پمفلٹ وغیرہ اور وہ سپیچین کیا کہ رہی ہین جنمین زور دیا گیا تہا کہ تمام سلطنتین اپنے تنازعات کا بذریعہ ثالثی فیصلہ کرایا کرین۔ کون سمجہدار شخص کہہ سکتا ہے کہ سلطنتون کی ہمیشہ کے آپس مین مورچہ بندیون کے استحکام اور جنگی طاقت کو تقویت دینے کے بارہ مین جو رسم چل آئی ہے۔ محض اسے خون خرابہ یا دیر الیہ ہونا مدنظر نہین تہا۔ دانشکار لوگ خوب جانتے ہین کہ انسانون کے پسینہ کی کمائی کا کروڑہا روپیہ جنگون کی تیاریون مین صرف

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوِی الْقَرْیَۃ

الحکم

چہ گویم باز گرآئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی مرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر (۳۱) | دار الامان قادیان مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء | جلد (۸)

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لواء

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اوٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود تلوار کے جہاد ختم ہو میرے ظہور کے جہاد نہیں اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر لاہور کے متعلق جو مضمون ہم بطور خود لکھنا چاہتے ہیں اور جو اس اشاعت سے شروع ہونا چاہئیے تھا۔ اس سے پہلے بہت زیادہ ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی وہ پبلک تقریریں جو عام لوگوں کے سامنے مختلف اوقات میں ہوئی ہیں شائع کردی جاویں۔ کیونکہ اس سلسلہ مضمون میں شاید کسیقدر طوالت ہوجانے کی وجہ سے ان تقریروں کی اشاعت میں زیادہ دیر ہوجاوے۔
(ایڈیٹر)

حضرت حجۃ اللہ کی تقریر

جو ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء کو صبح کے سات بجے کے قریب ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مجمع کے درمیان آپ نے فرمائی۔

ایام برکت و مسرت

سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں منجملہ ان دنوں کا ایک جمعہ کا دن ہے یہہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن انکی توبہ منظور ہوئی تھی اور بہی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں ان دونوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور انہیں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔

لیکن

یوم توبہ

یاد رکھو کہ یہہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے ہی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پروا کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے؟ جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے۔؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ اس دن وہ بداعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا) دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے + توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالےٰ سے دور اور اسکے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب اس کے فضل سے اسکے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ

بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بد کرتوتوں سے توبہ کرکے اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اس کے احکام کے لئے اپنا سر خم کردے + تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں طیار ہو رہا تھا بچایا جاویگا اور اسطرح پر وہ وہ چیز پالیتا ہے جسکی گویا اسکو توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔

تم خود قیاس کرسکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہوگیا ہے اور اس ناامیدی اور یاس کی حالت میں وہ اپنے مقصود کو پالے تو اسے کس قدر خوشی حاصل ہوگی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا۔ یہی وجہہ ہے کہ احادیث میں اس کا بار بار ذکر کیا گیا ہے احادیث اور کتب سابقہ سے بھی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکلکر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اسکے قریب ہو۔ عذاب الٰہی اسکے کہا جانے کو طیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو اس بعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کرکے خدا تعالےٰ کی طرف آجاوے۔ وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے۔ اور آسمان پر ملایک بھی خوشی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اسکے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری بھی ظاہر ہوتی ہے پھر بھی وہ توبہ کرکے امن میں داخل ہو

پس

یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ

کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے۔ اور سب ایام سے افضل ہے کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالےٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔

(اور)

اسی لحاظ سے یہہ دن جس میں ہم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا) یوم توبہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے وعدے کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخشدیئے گئے اور وہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ کے نیچے آگیا ہے۔ گویا کہہ سکتے ہیں کہ اوس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لئے یہہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو۔ بلکہ عمل کے نیچے آجاوے یہہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دیئے جاویں۔ بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے۔

دیکھو انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اوسکا کینہ پشتوں تک چلا جاتا ہے شخص نسلاً بعد نسل تلاشِ حریف میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو بدلہ لیا جاوے۔ لیکن اللہ تعالےٰ بہت ہی رحیم کریم ہے انسان کی طرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ رحیم کریم خدا ستر برس کے گناہوں کو ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے یہہ مت خیال کرو کہ وہ بخشنا ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ نہیں وہ بخشنا حقیقت میں فائدہ رسان اور نفع بخش ہے اور اسکو وہ لوگ خوب محسوس کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو۔

نزول بلا کی فلسفی

بہت سے لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آتی ہیں وہ بلا وجہ یونہی آجاتی ہیں۔ یا اون کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئے گی جسکا ہمیں یقین ہے اسکی اصل جڑ گناہ ہی ہے۔ کیونکہ گناہ کی حالت میں انسان اپنے آپکو ان انوار اور فیوض سے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں پرے ہٹا دیتا ہے اور اس اصل مرکز سے جو حقیقی راحت کا مرکز ہے ہٹ جاتا ہے اسلئے تکلیف کا آنا اس حالت میں اسپر ضروری ہے

اقسام بلا

یہہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیا اور راستبازوں پر بھی بعض اوقات بلائیں آجاتی ہیں اور وہ بھی مصائب اور شدائد میں ڈالے جاتے ہیں لیکن یہ گمان کرنا کہ وہ مصائب اور بلائیں کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہیں خطرناک غلطی اور گناہ ہے۔ ان بلاؤں میں جو خدا کے راستبازوں اور پیارے بندوں پر آتی ہیں اور اون بلاؤں میں جو خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور خطاکاروں پر آتی ہیں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ ان کے اسباب ہی مختلف ہیں۔

نبیوں اور راستبازوں پر جو بلائیں آتی ہیں انہیں انکو ایک صبر جمیل دیا جاتا ہے جس سے وہ بلا اور مصیبت انکے لئے مدرک الحلاوت ہو جاتی ہے وہ اس سے لذت اوٹھاتے ہیں اور روحانی ترقیوں کے لئے ایک ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی درجات کی ترقی کے لئے ایسی بلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ جو ترقیات کے لئے زینہ کا کام دیتی ہیں۔ جو شخص ان بلاؤں میں نہیں پڑتا اور ان مصیبتوں کو نہیں اوٹھاتا۔ وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔

دنیا کے عام نظام میں بھی تکالیف اور مشقتوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں سے ہر ایسے شخص کو جو ترقی کا خواہاں ہے گذرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان تکالیف اور شاقہ محنتوں میں باوجود تکالیف کے ایک لذت ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں آگے لئے جاتی ہے برخلاف اس کے وہ مصیبت اور تکالیف جو انسان کی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اسپر آتی ہے وہ وہ مصیبت آتی ہے جس میں ایک درد اور سوزش ہوتی ہے جو اسکی زندگی اسکے لئے وبال جان کر دیتی ہے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہہ سلسلہ مر کر بھی ختم نہیں ہو گا۔

غرض

بلاؤں کے نزول میں ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو بلائیں شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں وہ الگ ہیں اور خدا کے راستبازوں اور پیغمبروں پر جو بلائیں آتی ہیں وہ اونکی ترقی درجات کے لئے ہوتی ہیں +

بعض جاہل جو اس راز کو نہیں سمجھتے وہ جب بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس بلا سے فائدہ اوٹھائیں اور کم از کم آئندہ کے لئے مفید سبق حاصل کریں اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کریں کہدیتے ہیں کہ اگر ہم پر مصیبت آئی تو کیا ہوا۔ نبیوں اور پیغمبروں پر بھی تو آجاتی ہیں حالانکہ ان بلاؤں کو انبیاء کے مشکلات اور مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ جہالت بھی کیسی بری مرض ہے کہ انسان اس میں قیاس مع الفارق کر بیٹھتا ہے۔ یہہ بڑا دھوکہ واقعہ ہوتا ہے جو انسان تمام انبیاء کی مشکلات کو عام لوگوں کی بلاؤں پر حمل کر لیتا ہے۔

پس

خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انبیاء اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالےٰ اونکو ترقی دیتا جاتا ہے اور یہہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں۔ لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے وہ بلائیں انکے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں یہہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب اچھے آدمی جو خدا تعالےٰ کو مقدم کر لیتے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ سے محبت کیوں کرتے ہیں بہشت اور دوزخ انکے دل میں نہیں ہوتا۔ اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا ذکر ان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالےٰ سے محبت کرتے اور اسکی اطاعت میں محو ہوتے ہیں انپر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کر لیتے ہیں کہ یہہ از راہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی محبت ایک فوارہ کی طرح جوش مارنے لگ جاتی ہے تب وہ چاہتے ہیں کہ یہ بلا زیادہ ہو تاکہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں +

غرض

الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذت کو بیان کر سکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے۔ یہہ لذت تمام سفلی لذتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذت ہوتی ہے۔ یہہ مصیبت کیا ہے؟ ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا اسوقت قریب ہوتا ہے۔ فرشتے اپنے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اسکی تسلی اور سکینت دی جاتی ہے + لوگوں کی نظر میں یہہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر در اصل اس وقت اللہ تعالےٰ کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے۔ سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہہ بلاؤں اور دکھوں ہی کا وقت ہے جو مزا آتا ہے اور راحت ملتی ہے۔ کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اسوقت اپنے بندے کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کی حالت میں دیا گیا ہے پس تم بھی اسکو غم کی حالت میں پڑھو

غرض

غرض میں کہانتک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذت اور مزا ہوتا ہے اور عاشق صادق کہانتک ان سے محظوظ ہوتا ہے۔ مختصر طور پر یاد رکھو کہ ان بلاؤں کا پھل اور نتیجہ جو ابرار اور اخیار پر آتی ہیں۔ جنت اور ترقی درجات ہے اور وہ بلائیں اور غم جو مفسدوں اور شریروں پر آتے ہیں انکی وجہ شامت اعمال اور تاریک زندگی ہے اور اس کا نتیجہ جہنم اور عذاب الٰہی ہے۔ پس جو شخص آگ کے پاس جاتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس کی سوزش سے حصہ لے اور اسے محسوس کرے اور اسے دکھ ہو لیکن جو ایک باغ میں جاتا ہے یقینی امر ہے کہ اس کے پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے اور اس خوبصورت نظارہ کے مشاہدہ سے لذت پاوے۔

عذاب یا بلا کا علاج

اب واضح رہے کہ جس حالت میں وہ بلائیں جو شامت اعمال کیوجہ سے آتی ہیں اور جسکا نتیجہ جہنمی زندگی اور عذاب الٰہی ہے ان بلاؤں سے جو ترقی درجات کے طور پر اخیار و ابرار کو آتی ہیں الگ ہیں کیا کوئی ایسی صورت بھی جو انسان اس عذاب سے نجات پاوے؟

اس عذاب اور دکھ سے رہائی کی بجز اس کے کوئی تجویز اور علاج نہیں ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے جب تک سچی توبہ نہیں کرتا یہہ بلائیں جو عذاب الٰہی کے رنگ میں آتی ہیں اسکا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے قانون کو نہیں بدلتا جو اس بارے میں اسنے مقرر فرما دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی جب تک کوئی قوم اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اللہ تعالےٰ بھی اسکی حالت نہیں بدلتا۔

خدا تعالےٰ ایک تبدیلی چاہتا ہے اور وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جب تک وہ تبدیلی نہ ہو عذاب الٰہی سے رستگاری اور مخلصی نہیں ملتی۔ یہہ خدا تعالےٰ کا ایک قانون اور سنت ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

پس

جو شخص چاہتا ہے کہ آسمان میں اسکے لئے تبدیلی ہو یعنی وہ ان عذابوں اور دکھوں سے رہائی پائے جو شامت اعمال نے اسکے لئے طیار کئے ہیں اس کا پہلا فرض یہہ ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی کرے جب وہ خود تبدیلی کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق جو اوس نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ میں کیا ہے اسکے عذاب اور دکھ کو بدلا دیتا ہے۔ اور دکھ کو سکھ سے تبدیل کر دیتا ہے۔

جب انسان کے اندر تبدیلی کرتا ہے تو اوس کے لئے ضرور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بھی دکھاتا پھرے وہ رحیم کریم خدا جو دلوں کا مالک ہے اسکی تبدیلی کو دیکھ لیتا ہے کہ یہہ پہلا انسان نہیں ہے۔ اسلئے وہ اسپر فضل کرتا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اشغال اذکار سے ریا کیا کرتا تھا۔ تاکہ لوگ اسے ولی سمجھیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریاکار سمجھتے تھے یہانتک کہ بچے بھی جس راستہ سے وہ گذرتا تھا اسکو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے۔ ایک رات تک اسکی حالت ایسی ہی رہی۔ آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ حالت بدتر ہی ہوئی ہے اس لئے اسکو چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کر لیا مسلمانوں میں ملامتی ایک فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ انہیں برا کہیں۔ اسیطرح پر وہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا۔ اور اندر ہی اندر اللہ تعالےٰ سے سچی محبت کرنے لگا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے بھی اسے کہتے کہ بڑا نیک ہے

دلی ہے بزرگ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے محبت کرنا مشک اور عطر کی طرح ہے۔ جو کسی طرح پر چھپ نہیں سکتا یہی تاثیریں ہیں۔ سچی توبہ میں جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اوس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اوسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ خدا اوس کے دوستوں کا دوست اور اوس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اوس کے لیے مقرر ہوتی ہے وہ دور کی جاتی ہے۔

اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کسقدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں۔ اور یہہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالے اوس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے۔ اور ساری بلاؤں کو خدا دور کر دیتا ہے۔ اور ان منصوبوں سے جو دشمن اسکے لئے طیار کرتے ہیں اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جسقدر بندے ہیں خدا تعالے کے ہی ہیں اسلئے ہر ایک شخص جو اس کی طرف آتا ہے اور اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہو گا۔ جیسے یہ شخص توبہ کر چکا ہے وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ توبہ جو آج اسوقت کی گئی ہے یہ مبارک اور عید کا دن ہے اور یہہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہیں آئی ہوگی ایسا نہ ہو کہ تھوڑے سے خیال سے ماتم کا دن بنا دو۔ عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوتا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس کے گھر ماتم ہو موت تو سب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کسقدر ناگوار ہوگی۔

قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک نعمت کی قدر نہیں کرتا۔ وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ دیکھو جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو اون کو صندوقوں میں بڑی حفاظت سے رکھتے ہو۔ اگر ایسا نکرو تو وہ ضائع ہو جاتی ہے اسیطرح اس مال کا جو ایمان کا مال ہے چور **شیطان** ہے اگر اس کو بچا کر دل کے صندوقوں میں احتیاط سے نہ رکھوگے تو چور آئیگا اور لے جائیگا۔ یہہ چور بہت ہی خطرناک ہے دوسرے چور جو اندھیری راتوں میں آکر نقب لگاتے ہیں وہ اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں لیکن یہہ چور ایسا ہے کہ اسکی عمر [illegible] ہے اور ابھی پکڑا نہ جائیگا یہہ اسوقت آتا ہے جب گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے کیونکہ چور اور روشنی میں دشمنی ہے۔ جب انسان اپنا منہ خدا کی طرف رکھتا ہے اور اسی کی طرف رجوع اور توجہ کرتا ہے تو وہ روشنی میں ہوتا ہے اور شیطان کو کوئی موقع اپنی دستبرد کا نہیں ملتا۔

پس کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھوں میں ہمیشہ روشنی رہے اگر غفلت بڑھ گئی تو یہہ چور آئیگا اور سارا اندوختہ لے جائیگا اور برباد ہو جاؤ گے۔ اسلئے اس اندوختہ کو احتیاط اور اپنی راستبازی اور تقویٰ کے ہتھیاروں سے محفوظ رکھو یہہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے کچھ حرج نہ ہو۔ بلکہ اگر یہہ اندوختہ جاتا رہا۔ تو ہلاکت ہے اور ہمیشہ کی زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔

تنبیہ اور تبلیغ

یاد رکھو یہہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو؟ جہانتک خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں اس لئے ہر ایک شخص جو چاہتا ہے کہ خدا تعالے کے غضب سے محفوظ رہے وہ اسیوقت سے طیاری کرے جب تک غضب الٰہی نازل نہیں ہوتا اور اس کے آثار نمودار نہیں ہوتے تو ہر شخص واجب الرحم ہوتا ہے لیکن جب آثار نمودار ہو جاویں پھر عذاب نہیں ٹلتا۔

بہت سے لوگ بیباک اور جرأت کرنے والے ہوتے ہیں وہ شوخی سے کہہ دیتے ہیں کہ صد ہا وبائیں بلائیں اور ہیضے وغیرہ آتے ہیں ایسا ہی طاعون بھی ہے۔ لیکن یہہ ان کی بدبختی اور شقاوت ہے جو ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ نہیں جانتے کہ یہ برے دنوں کی نشانی ہے جب بلائیں دنیا میں آتی ہیں اور دنیا کو تباہ کرتی ہیں۔ تو شامت اعمال سے ہی آتی ہیں۔ ہمیشہ سے گناہ ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ان صورتوں میں ہی عذاب اور بلا آئی ہے اور ان گناہوں کے بدلے میں سزا دی گئی ہے۔ پھر یہہ شوخی اچھی نہیں اس کا نتیجہ بہت ہی برا ہے یہہ وقت تو ایسا ہے کہ خدا سے صلح کر لو اور پاک تبدیلی کرو۔ نہ یہہ کہ شوخی و شرارت سے پیش آؤ۔

یاد رکھو یہہ طاعون ایک خطرناک عذاب الٰہی ہے جو اسوقت نازل ہوا ہے اس کو حقیر مت سمجھو اس کا انجام اچھا نہیں ہے خدا تعالے کی کتابوں میں یہہ ایک نشان مقرر کیا گیا ہے۔ خدا تعالے کے نشانوں کو جو شخص حقارت سے دیکھتا ہے وہ نقصان اوٹھاتا ہے۔

میں کھول کھول کر بیان کرتا ہوں کہ اس عذاب سے مخلصی کے لئے سچی توبہ اور پاک تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجز اس کے چارہ نہیں۔

پس اسی وقت سے اس کے لئے طیاری کرو۔ شوخیوں اور شرارتوں سے باز آجاؤ۔ میں یہہ بات بھی بیان کرنی چاہتا ہوں کہ

مسیح موعودؑ کے زمانہ کے بہت سے نشانوں میں سے دو بڑے نشان ہیں جن میں سے ایک آسمان پر ظاہر ہوگا اور دوسرا زمین پر۔

آسمان کا نشان تو یہہ تھا کہ اوس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر سورج اور چاند کو گرہن ہو گا۔ چنانچہ کئی سال گذرے یہہ نشان پورا ہو گیا اور نہ صرف اس ملک میں بلکہ دوسری دفعہ امریکہ میں بھی پورا ہوا۔

دوسرا نشان یہی طاعون کا نشان تھا جو زمینی ہے۔ یہہ نشان بدن پر لرزہ ڈالدینے والا نشان ہے کئی سال سے یہ بلا اس ملک میں نازل ہو رہی ہے مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک غفلت اور بدمستی اسی طرح ترقی پر ہے۔

میں جانتا ہوں کہ خدا تعالے کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ آخر اس طاعون کی اسقدر شدت ہو جائیگی کہ دس میں سے سات مر جائینگے۔ اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی۔

جہانتک اللہ تعالے نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ ابھی بہت خطرناک دن آنے والے ہیں۔ اسلئے میں ہر ایک کو جو سنتا ہے کہتا ہوں کہ دیکھو اسوقت ہر ایک نفس کو چاہیئے کہ اپنے نفس اپنی بیوی بچوں اور دوستوں پر رحم کرے۔

میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالے رجوع کرنے والوں پر اپنا فضل کر دیتا ہے اور یہہ عذاب ٹل سکتا ہے پس چاہیئے کہ ہر شخص کوشش کرے اور سچی توبہ اور پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالے سے دعائیں مانگے۔

ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے مر گئے ہیں ایسے معترضین کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ موت تو ہر نفس کے لئے مقرر ہے اور ایک نہ ایک دن سب کو مر جانا ہے۔

اور طاعون سے صحابہ میں سے بھی بعض شہید ہو گئے تھے۔ غرض موت سے تو چارہ نہیں امیر و غریب ہندو مسلمان زن و مرد سب مرتے ہیں لیکن کسی موت پر اتنا رحم نہیں آتا جیسا اس موت پر کہ گھر کا گھر تباہ ہو جائے اور قفل لگ جاوے۔ اس لئے اول نسبت قایم کرو کہ ایسی موتیں کن لوگوں میں ہوئی ہیں۔

اس کے سوا یہہ بھی یاد رکھو کہ ہماری جماعت میں داخل ہونے والوں کا صحیح علم کہ وہ ایمان میں کس درجہ تک ہیں اللہ تعالے ہی کو ہے اب دو لاکھ سے بھی زیادہ جماعت ہے۔ ہمیں علم نہیں کہ کس حد تک کس کا ایمان ہے البتہ قیاسی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض کامل الایمان ہیں اور بعض اوسط درجہ کا ایمان رکھتے ہیں اور بعض ابھی ناقص درجہ پر ہیں۔

ایمان کے تین درجے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

منھم ظالم لنفسه ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ یعنی تین قسم کے مومن ہوتے ہیں ایک تو ظالم لنفسہ ہوتے ہیں۔ انہیں گناہ کی آلائش موجود ہوتی ہے۔ بعض میانہ رو اور بعض سراسر نیک ہوتے ہیں اب ہمیں کیا علم ہے کہ کون کس درجہ اور مقام پر ہے۔ ہر ایک شخص کا اللہ تعالے کے ساتھ الگ معاملہ ہے جیسا کوئی اس سے تعلق رکھتا ہے ویسا ہی وہ اس سے معاملہ کرتا ہے۔ جو لوگ کامل الایمان ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالے اسے امتیاز دے گا کیونکہ مومن اور کافر کے درمیان ایک **فرقان** رکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں مومن سے وہ مراد نہیں ہے کہ صرف زبان تک ہی اس کی قیل و قال محدود ہو۔ اور صبح وہ ایمان کا کام کرے تو شام کو کفر کا کرے۔ ایک لقمہ وہ تریاق کا کھاتا ہے اور دوسرا زہر کا بھی کھا لیتا ہے ایسے شخص کو وہ **فرقان** اور امتیاز جو مومن کے مقرر کیا گیا ہے نہیں دیا جاتا۔ تم خود ہی سوچ لو کہ وہ مریض جو پرہیز نہیں کرتا ہے خواہ اوسکو کیسے ہی شفا بخش نسخے دے جاویں اور وہ کتنے ہی مجرب کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ پرہیز نہیں کرتا تو وہ نسخے اسکو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

پس یہی حال بیعت کا ہے۔ اگر کوئی شخص بیعت تو کرتا ہے لیکن **شرائط بیعت** کو پورا نہیں کرتا اور اپنے اندر پاک تبدیلی جو بیعت کا اصل مقصد ہے نہیں کرتا وہ اپنے لئے وبال جان ہو جاتا ہے ہاں **کامل الایمان** ایسے ہے اسکے ساتھ **فرقان** رکھا جاتا ہے اگر یہہ امتیاز نہ ہوتا تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ اور خدا تعالے پر ایمان مشکل ہو جاتا۔ اس قسم کے نشانوں سے ہی خدا تعالے کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔

اب میں پھر اس اعتراض کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے مرے ہیں۔

اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ صحابہ میں سے جو بعض طاعون سے شہید ہوئے وہ اون کے لئے عذاب نہ تھی بلکہ صحابہ کا گروہ بڑھتا۔ اور ان کے لئے موجب شہادت ہوئی۔ دوسروں کے لئے وہ طاعون تباہی اور بربادی کا باعث ہوئی۔ یہی فرق ہے اگر کسی مومن کو طاعون ہو جاوے وہ اس کے لئے شہادت ہے۔ اور دوسروں کے لئے تباہی کا موجب۔ باایں ہمہ جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ مومن اور غیر مومن میں ایک امر فارق ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مومن کے ساتھ ایسے معاملات ہوتے ہیں کہ خدا تعالے اسکو ایک بین امتیاز عطا کرتا ہے اور اسکو تباہ کرنا نہیں چاہتا۔ اسکی وہی مثال ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی مصیبت آتی ہے اور دوسروں پر بھی جو ان کے مخالف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور دوسرے تباہ اور ذلیل ہوتے ہیں پس دہریوں کی طرح دھوکہ مت کھاؤ۔

وہاں اور رنگ ہے اور یہاں اور رنگ ہے۔

اس کے علاوہ یہہ بھی خوب غور سے سنو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لڑائیاں ہوتی تھیں۔ اور وہ لڑائیاں عذاب کے رنگ میں تھیں کیونکہ کافر بار بار سوال کرتے تھے کہ آپ ہمیں قہری نشان اور معجزہ دکھاؤ کہ ہم پر پتھر برسیں انکے بار بار کے سوالات پر ان کو وعدہ دیا گیا کہ میں قہری نشان دکھاؤں گا۔ اور وعدہ دیا گیا کہ وہ نشان تلوار کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ اب

صاف ثابت ہے کہ وہ عذاب کافروں کے واسطے تہا مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ان جنگوں میں (جو قہری نشان کی صورت میں ظاہر ہوئے تہے) صحابہ بہی شہید ہوئے - اب کیا کوئی یہہ اعتقاد رکہتا ہے کہ صحابہ جو شہید ہوئے تہے معاذ اللہ وہ تلوار ان کے لئے بہی عذاب تہی ؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابہ کی شہادت تو قوم کی ترقی اور فتوحات کا باعث ہوئی صحابہ کی قوم بڑہتی اور بالمقابل مخالفوں کا نام و نشان مٹ گیا اور ستیاناس ہو گیا اب کوئی پتہ دے سکتا ہے کہ ابوجہل کی اولاد کہاں ہے ؟ اسکی بیخ کنی ہو گئی یہی مثال سمجہنے کے لئے کافی ہے -

اسیطرح پر اس میں شک نہیں کہ طاعون عذاب کی صورت میں نازل ہوا ہے اور اگر ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے فوت ہوئے ہیں تو اسپر شور مچانا یا اعتراض کرنا دانشمندی نہیں ہے - بلکہ غور طلب یہہ امر قرار دینا چاہئے کہ طاعون سے نقصان کس کا ہوا اور فائدہ کسکو پہونچا ؟ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جب طاعون شروع ہوئی ہے - اسوقت میری جماعت کی تعداد بہت تہوڑی تہی - مگر اسوقت دو لاکہہ سے بہی یہہ جماعت بڑہی ہوئی ہے اور یہہ ترقی طاعون کے سبب سے بہی ہوئی ہے طاعون نے میری جماعت کو بڑھایا ہے - اور مخالفوں کو گھٹایا ہے -

مجہے وعدہ دیا گیا تہا کہ طاعون تیری ترقی کا موجب ہوگی سو اس وعدہ کے موافق یہہ جماعت بڑہ رہی ہے اور دو لاکہہ تک بڑہی ہے مگر مخالفوں کا تو دوسرا نقصان ہوا ہے کچہہ ان میں سے قبروں میں گئے ہیں اور کچہہ ہمارے پاس آگئے ہیں -

اگر ہمارا نقصان اس سے ہوتا تو یہ جماعت جو بہت ہی مختصر اور قلیل تہی بالکل تباہ ہو جاتی اور آج کوئی اس کو جاننے والا بہی نہ ہوتا ان واقعات کو مد نظر رکہکر معترض کو چاہئے کہ دیکہے کیا یہہ اعتراض کوئی شے ہے ؟

طاعون کی خبر آج سے نہیں ۲۳ برس سے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہوئی ہے اور اس لئے یہہ معمولی نظر سے دیکہنے کے قابل نہیں ہے - بلکہ یہہ عظیم الشان قہری نشان ہے -

غرض

طاعون نے ہمیں نقصان نہیں پہونچایا بلکہ فائدہ ہی دیا ہے اس کے ساتہہ ہی میں یہہ بہی ضرور کہتا ہوں کہ ایمان کے **طبقات** ہیں جیسا کہ میں پہلے بہی بیان کر چکا ہوں اسلئے ان طبقات کے لحاظ سے جو شخص کامل الایمان ہے وہ نافع الناس وجود ہے تبلیغ دین کرنے والا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل قدر ہے وہ طاعون سے ضرور بچایا جائیگا - بعض آدمی جنکی ایمانی حالت کمزور ہوتی ہے اور وہ اس درجہ پر نہ پہونچے ہوئے ہوں جہاں اللہ تعالےٰ کسی کو مومن کہتا ہے - اور ان کی ضرورت ہی کم ہو پہر ان میں سے کوئی اگر فوت ہو جاوے تو اس میں کیا حرج ہے - میں یہہ خوب جانتا ہوں کہ ایمان کے درجات ہیں اور ہر درجہ پر برکت ملتی ہے لیکن انہیں باہم فرق ضرور ہوتا ہے --

دیکہو اسوقت آفتاب کی روشنی ہے آنکہیں کہلی ہیں ہر ایک چیز دور و نزدیک کی صاف اور واضح نظر آتی ہے جب آفتاب کی سلطنت ختم ہو جائیگی تو رات آئیگی اُسوقت عالم ہی اور ہوگا - اگرچہ اسوقت چاند یا ستاروں کی روشنی ہوگی مگر ان روشنیوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا - ایسا ہی ایمان کے مراتب میں فرق صریح ہے ایمان بہی ایک روشنی ہے - جس جس درجہ پر ایمان پہونچتا ہے اسی مرتبہ کے موافق روشنی اور پہل پاتا ہے جو چاہتا ہے کہ عمر زیادہ ہو اور اس قہری نشان میں ایک امتیاز پیدا کرے - اوسکو لازم ہے کہ وہ کامل الایمان ہو اور اپنے وجود کو قابل قدر بنا دے - اور اس کی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچاوے اور دین کی خدمت کرے - جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ

یہہ خوب یاد رکہو کہ عمر کہانے پینے سے لمبی نہیں ہو سکتی بلکہ اُس کی اصل راہ وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے بہت سے لوگ ہیں جو صرف کہانے پینے کو ہی زندگی کی غرض و غایت سمجہتے ہیں حالانکہ زندگی کی یہہ غرض نہیں -

سعدی کہتا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

جب انسان کا ایک اصول ہو جاوے کہ زیستن از بہر خوردن است اسوقت اس کی نظر پر نہیں رہتی بلکہ وہ دنیا کے کاروبار اور تجارت ہی میں منہمک ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی طرف توجہ اور رجوع کا خیال ہی نہیں رہتا - اسوقت اسکی زندگی قابل قدر وجود نہیں ہوتی - ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ

یعنی میرا رب تمہاری پروا کیا رکہتا ہے اگر تم اوسکی بندگی نکرو -

مجہے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اس ملک میں ہیضہ کی خطرناک وبا پڑی تہی اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے مجہے ایک کشف کے ذریعہ یہہ نظارہ دکہایا تہا میں نے دیکہا کہ ایک بڑا میدان ہے اور اس میں ایک بہت بڑی لمبی نالی ہے جسپر قصابوں نے بہیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور چہریاں ان کی گردنوں پر رکہی ہوئی ہیں وہ آسمان کیطرف منہ کرکے دیکہہ رہے ہیں گویا آسمانی حکم کا انتظار کرتے ہیں میں پاس ہی ٹہل رہا ہوں اتنے میں میں نے یہی آیت پڑہی -

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ

یہہ آیت سنتے ہی اونہوں نے چہریاں پہیر دیں اور وہ بہیڑیں تڑپنے لگیں انکو تڑپتے دیکہہ وہ قصاب بولے کہ تم کیا ہو ؟ گوہ کہانے والی بہیڑیں ہی ہو - غرض اس کے بعد ہیضہ کی وہ خطرناک وبا پڑی - پس جو انسان خدا تعالےٰ کی طرف توجہ نہیں کرتا اسکا مرتبہ اور قدر اس سے زیادہ نہیں ہوتا -

کچہہ اپنی نسبت

بالآخر میں یہ [illegible] بتاتا ہوں کہ میری نسبت جو مخالف لوگ مخالفت کرتے ہیں اور میرا انکار کرتے ہیں - اگر وہ دعائیں کرتے اور خدا تعالےٰ سے میری نسبت کشف حقایق چاہتے تو ادن آنکہیں کہل جاتیں - مگر افسوس ہے کہ اونہوں نے مخالفت میں حد سے زیادہ حصہ لیا اور میرے دعاوی پر نہ غور کی اور نہ میری کتابوں کو پڑہا اور نہ میری باتوں کو تعصب سے خالی ہو کر سنا - وہ مجہے دجال اور مفتری تو کہتے ہیں - مگر وہ اس امر پر غور نہیں کرتے - کہ کیا دجال اور مفتری بہی اس قسم کی کامیابی حاصل کیا کرتے ہیں - یاد رکہو کہ اگر یہہ انسان کا اپنا سلسلہ ہوتا تو کبہی کا تباہ ہو جاتا - کیونکہ اس کے تباہ کرنے میں ہر طرف سے مخالفانہ کوشش ہو رہی ہے اور جب خدا تعالےٰ کے بہی خلاف ہوتا تو وہ بہی اس کا دشمن تہا - پہر کیا وجہہ ہے ؟ کہ یہہ بجائے تباہ ہونے کے ترقی کر رہا ہے ؟ اسکی وجہہ یہی ہے کہ یہہ خدا کی طرف سے ہے انسانی کاروبار نہیں ہے - تم جانتے ہو کہ میرا یہہ دعویٰ آج نہیں ہوا ہے بلکہ ۲۴ سال سے میں دعوے کر رہا ہوں - کہ خدا تعالےٰ میرے ساتہہ ہمکلام ہوتا ہے اور اوس نے مجہے مامور کیا ہے -

انسانی گورنمنٹ میں اگر کوئی شخص جہوٹا ملازم سرکار بنے تو وہ فوراً پکڑا جاتا ہے - اور سزا پاتا ہے تو یہہ ایسا اندہیر ہے کہ خدا تعالےٰ کی گورنمنٹ میں ایک شخص مامور ہونے کا مدعی ہے اور بجائے اسکے کہ وہ پکڑا جاتا اور تباہ کیا جاتا اسے ترقی مل رہی ہے -

کوئی بتاوے کیا جہوٹوں کے ساتہہ ایسا معاملہ ہوتا ہے براہین احمدیہ چہپی ہوئی موجود ہے اس شہر میں اس کے بہت سے نسخے ہونگے اسکو پڑہو اور دیکہو کہ جو کچہہ اس میں درج ہے کیا آج بہت سی باتیں انمیں سے پوری نہیں ہو چکیں ؟ اور کیا کوئی منصوبہ باز کر سکتا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز پہلے جب کہ اپنی زندگی کا بہی اعتبار نہیں ہوتا - ایک بات کہے اور پہر اتنے عرصہ کے بعد جس میں ایک بچہ پیدا ہو کر بہی صاحب اولاد ہو سکتا ہے وہ پوری ہو جاوے -

میں جانتا ہوں کہ اسی شہر میں ایسے لوگ بہی ہیں جو جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجہے جاننے والے کتنے تہے میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک گمنامی کی حالت میں تہا سال بہر میں بہی کبہی ایک خط نہ آتا تہا - لیکن اس گمنامی کے زمانہ میں علیم و خبیر خدا نے مجہے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے - کہ ایک زمانہ آنے والا ہے - جبکہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے میں لوگوں کو کہینچ کہینچ کر لاؤں گا - اور مالی نصرتیں بہی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہو جائیگی - جیسے لکہا ہے

فحان ان تعان و تعرف بین الناس

اور پہر فرمایا

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اور یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اور پہر فرمایا -

لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ

یعنی اب وقت آگیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے تیرے پاس دور دور راہوں سے لوگ آئیں گے اور دور دراز جگہوں سے تجہے تحایف اور مالی نصرتیں آئیں گی - اور پہر فرمایا کہ تیرے پاس کثرت سے مخلوق آئے گی اس لئے تو کمس سے انکو قبول کرنا اور ان کی کثرت سے تہک نہ جانا غرض اس قسم کے بہت سے الہامات ہیں جو نہ صرف عربی زبان میں ہوئے - بلکہ فارسی میں بہی ہوئے اردو میں ہوئے اور انگریزی میں بہی ہوئے جسکو میں جانتا بہی نہیں - اور ایک لمبا سلسلہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کا چلا گیا ہے - اور جہاں براہین ختم ہوتی ہے وہاں یہہ الہام ہوا -

دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اوسکو قبول نہ کیا پر خدا اوسکو قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کروں گا -

مجہے حیرت آتی ہے جب میں ان لوگوں کے منہہ سے سنتا ہوں کہ کوئی نشان دکہاؤ - ان نشانات پر وہ غور نہیں کرتے اور انکو حقیر سمجہتے ہیں -

افسوس !

اور اور نشان مانگتے ہیں - میں یقین کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ قادر ہے وہ نشان پر نشان دکہا رہا ہے - لیکن یہہ دانشمندی اور تقویٰ کا طریق نہیں ہے کہ پہلے نشانوں کو چہوڑ دیا جائے - ان نشانوں کو سرسری نظر سے نہ دیکہو مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ ان سے بڑھکر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا - انہوں نے بنارس تک پہر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں اونہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چہوڑی اب باوجود اس مخالفت کے اسکو قسم دیکر پوچہو کہ جب تم نے براہین احمدیہ پر ریویو لکہا اور یہہ پیشگوئیاں اور نشان اسمیں موجود تہے اسوقت ہمارا کیا حال تہا - کہاں تک میری شہرت تہی اور کسقدر لوگوں کو تعلق تہا - اور کیا اب ان الہامات کے موافق یہہ نشانات جو پورے ہو چکے ہیں آپ بنائے گئے ہیں - ؟ اسوقت موجود تہے یا نہیں ؟ اور اونہوں نے پڑہے تہے یا نہیں ؟ اگر پڑہے تہے تو پہر سچ سچ کہو کہ ایسے زمانہ میں جب یہ دعا سکہائی تہی کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ اور اس میں آپ گواہی دیتا ہے کہ میں اکیلا ہوں وہ الہامات جو جماعت کی ترقی اور میری قبولیت کے متعلق ہیں عظیم الشان نشان ہیں یا نہیں ؟ اگر تعصب اور سخت دل مانع نہ ہو تو اقرار کرنا پڑے گا -

پہر اسی براہین میں یہ بہی موجود ہے کہ علماء مخالفت کریں گے کہ ترقی نہ ہو - لیکن میں ترقی دونگا اور یہہ سب لوگ جانتے ہیں اور ہر روز دیکہتے ہیں کہ کسقدر مخالفت ہو رہی ہے - اور کیا اس مخالفت سے یہہ سلسلہ رک گیا یا اُس نے ترقی کی ؟ اگر کوئی ایسی نذیر دنیا میں موجود ہے اور کوئی شخص ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جس میں ایک عرصہ پہلے

ایسی پیشگوئیاں درج ہوں اور وہ پوری ہوئی ہوں یقیناً یاد رکہو کہ کسی مفتری یا کذاب سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا اور اسقدر مہلت اور فرصت اسے نہیں دی جاتی اگر کوئی ایسا مفتری یا کذاب پیش کیا جاوے تو ہم قبول کرلیں گے پھر ایسی مخالفت کے متعلق یہہ خبر بھی دی گئی تہی کہ ہر مخالفت کرنے والا اپنے منصوبوں اور تجویزوں میں ناکام اور نامراد رہے گا خواہ وہ مولوی ہو یا فقیر ہو یا امیر ہو کوئی ہو اور اتنک واقعات نے اس امر کو سچا ثابت کر دکھایا ہے۔

اور میں کہلے دل سے بیان کرتا ہوں کہ میں خدا تعالے کی ان پیشگوئیوں اور ان مکالمات پر جو میرے ساتہہ ہوتے ہیں ایسا ہی یقین رکہتا ہوں جیسا کہ خدا کی دوسری کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اوس نے یہہ بہی مجہے فرمایا ہے کہ میں تجہے بہت برکت دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈہونڈینگے وہ زمانہ خواہ کبہی آنے والا ہو۔ لیکن میں یقین رکہتا ہوں کہ اسی طرح ہوگا۔ اس زمانہ کے لوگ دیکہیں گے یا اون کے بیٹے یا اون کے بیٹے غرض یہ ہوگا۔ ضرور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک نقطہ یا شوشہ نہ ٹلے گا۔

غرض

یہہ نشانات ہیں جنپر غور کرنا چاہیئے۔ اور ٹہنڈے دل سے سوچو کہ مفتری کو یہہ تائیدیں نہیں ملا کرتیں پھر بعض لوگ یہہ بہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نشانات کو کیا کریں قرآن شریف کے خلاف مسائل پیش کیئے جاتے ہیں۔

مجہے ایسا کہنے والوں پر بہی افسوس آتا ہے کہ اگر ان کا قرآن شریف پر ایمان ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے کیونکہ ہم نے بارہا ظاہر کیا ہے اور کتابوں میں شایع کیا ہے کہ ہم قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اگر کوئی شخص ایک آیتہ کا بہی انکار کرے وہ گمراہ اور جہنمی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر کیا کروں یہہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا نہیں ملنتے اور انکار کرتے ہیں کہ سمجہتے ہیں اور ان میں بہی اختلاف ہے کہ یہہ لوگ کہتے ہیں کہ آیتہ یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الی الآیہ کی ترتیب جو قرآن شریف میں ہے صحیح نہیں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالے کے کلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکہنا یا گمان کرنا خطرناک بے ادبی اور شوخی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی ترتیب صحیح ہے اور اسی لیئے اسکے یہہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجہے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ مگر یہہ لوگ اس ترتیب کو غلط (معاذ اللہ) ٹہراتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ رافعک الی کی جگہہ رافعک الی السماء الثانیہ چاہیئے۔ اور اس کے بعد متوفیک چاہیئے۔ گویا کہ ان کے اعتقاد کے موافق خدا تعالے کو غلطی لگی اس نے کہنا تو یہہ تہا یا عیسٰی انی رافعک الی السماء الثانیہ و متوفیک اور کہہ دیا یہہ جو آیت میں درج ہے۔ اب میں قرآن کو چہوڑتا ہوں اور اس کے خلاف کہتا ہوں یا یہہ خود کرتے اور کہتے ہیں۔ انصاف سے بولو اگر یہہ تحریف نہیں تو کیا ہے۔ اسی پر مجہے کہا جاتا ہے کہ قرآن کے خلاف ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن کی تحریف ہے جس سے یہودیوں پر لعنت پڑی اور وہ سور اور بندر بنے یہودی جو تحریف کرتے تہے اون کے متعلق بہی یہی فرمایا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔

اور جب تم بہی اسی قسم کی تحریف کرتے ہو تو قرآن شریف پر تمہارا کیا ایمان ہے۔

میں زور سے کہتا ہوں کہ وہ دل خدا ترس نہیں ہے اور اس میں تقوی کا حصہ ہے۔ جو خدا تعالے کے کلام میں تصرف کرنا چاہتا ہے اگر تم سچے ہو اور تحریف نہیں کرتے تو پہر وہ حدیث صحیح پیش کرو جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رافعک الی الی کی بجائے رافعک الی السماء الثانیہ چاہیئے اور یہہ متوفی سے پہلے ہے قرآن شریف میں جو لکہا ہوا ہے "غلط ہے اور تم سن رکہو کہ ہرگز ہرگز کوئی شخص ایسی حدیث صحیح پیش کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

جسقدر صاحب یہاں موجود ہیں۔ آخر ہوش و حواس رکہتے ہیں وہ انصاف سے کہیں کہ اگر کوئی شخص تمسک کو الٹ پلٹ کرتا ہے تو وہ جعلسازی کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں اور وہ اس جعلسازی کی سزا میں جیل میں بہیجا جاتا ہے۔ پہر یہہ اندہیر کیوں روا رکہا جاتا ہے کہ خدا تعالے کے کلام کو الٹ پلٹ کیا جاوے۔ خدا سے ڈرو یہہ بہت خطرناک دلیری ہے۔ ہاں اگر صحیحین میں کوئی حدیث درج ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمایا ہے تو پیش کرو ہم مان لیں گے لیکن اگر تم پیش نہ کرو اور نہیں کرسکوگے۔ تو یہہ تقوے کے خلاف ہے۔ کہ خود کہہ دو اور دوسری غلطیوں کو قرآن شریف کی شرح کہو ہم بار بار تم سے پوچہیں گے کہ بخاری یا مسلم میں دکھاؤ کہ اس میں لکہا ہے کہ رافعک الی السماء الثانیہ پڑہا کرو۔

دیکہو ان باتوں پر غور کرو میرا یہہ مدعا نہیں کہ ہر ایک شخص محض اسوجہہ سے کہ وہ میرے ساتہہ عداوت رکہتا ہے اور تعصب نے اوس کے جوش کو بڑہا دیا ہے بے اختیار بول اوٹہو۔ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے کہ میں محض خدا تعالے کے لیئے کہتا ہوں انسان کی جہوٹی منطق کبہی ختم نہیں ہوتی ہے اس لیئے میں مقابلہ کرنے کے لیئے نہیں آیا ہوں۔ لیکن میں اپنے دل میں مخلوق کی ہمدردی اور بہلائی کے لیئے ایک جوش رکہتا ہوں

جو خدا تعالے نے میرے دل میں ڈالا ہے اسلیئے سچے دل سے کہتا ہوں اور خدا تعالے نے اپنے پاک کلمات سے مجہے خبر دی ہے۔ مت سمجہو کہ میں بیہودہ طور پر کہتا ہوں۔ بلکہ سچ سچ یہی بات ہے پس جلد بازی نہ کرو کہ جلدی صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے روک دیتی ہے میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ اپنے سینے اور دل کو تہام نہیں سکتے اور یہہ مرض کثرت سے پہیل گیا ہے کہ مخالفت کی وجہہ سے حق بات پر کبہی غور نہیں کرتے اور یونہی کوئی بات سنی منہ پر جہاگ آجاتی ہے اور پہر جو زبان پر آتا ہے کہ دیتے ہیں مگر یاد رکہو یہہ امر تقوے کے خلاف ہے متقی کی زبان ڈرتی ہے کہ بغیر سوچے سمجہے کوئی بات منہ سے نکالے۔

میرا معاملہ اگر سمجہہ میں نہیں آتا تو طریق تقوی یہہ ہے کہ اللہ تعالے سے دعائیں مانگو تاکہ وہ وہ خود تم پر اصل حقیقت کہولدے۔ خدا تعالے کے کلام کی بے حرمتی نہ کرو ورنہ طریق نجات بہول جانے کا اندیشہ ہے۔ آج وقت ہے بصیرت سے کام لو۔

قرآن شریف قانون آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے اگر ہم اس میں تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے تعجب ہوگا کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں پر بہی اعتراض کرتے ہیں اور پہر قرآن شریف کے لئے وہی روا رکہتے ہیں۔

مجہے اور بہی افسوس اور تعجب آتا ہے۔ کہ وہ عیسائی جنکی کتابیں فی الواقع محرف مبدل ہیں وہ تو کوشش کریں کہ تحریف ثابت نہ ہو اور ہم خود تحریف کرنے کی فکر!!!

دیکہو افترا کرنے والا خبیث اور موذی ہوتا ہے اور خدا تعالے کے کلام میں تحریف کرنا یہہ بہی افترا ہے اس سے بچو۔

غرض

قرآن شریف کی یہ آیت صاف طور پر مسیح کی وفات کا وعدہ دیتی ہے۔ اور جسقدر وعدے اس آیت میں رافعک الی سے شروع ہوکر آخر تک ہیں وہ ہمارے مخالف بہی مانتے ہیں کہ پورے ہوگئے حالانکہ وہ سب بعد وفات ہیں پہر وفات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں جو مسلمان کہلا کر بہی آپ پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کو مخبر صادق تسلیم نہیں کرتا وہ بڑی بد ذاتی کرتا ہے۔ آپ نے تو فرمایا ہے کہ میں نے مسیح کو دوسرے آسمان پر یحیٰی کے پاس دیکہا ہے اب کیا یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے یا نہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت وفات یافتہ نہ تہے بلکہ زندہ تہے تو پہر اس سوال کا کیا جواب ہے ؟ کہ ایک وفات یافتہ سے کیا تعلق ہے ؟ ان کی تو روح بہی ابہی قبض نہیں ہوئی تہی۔ ادنے فہم کا آدمی بہی سمجہہ سکتا ہے کہ مردے کے پاس تو مردا ہی ہوسکتا ہے

پہر یہہ کیا ہوا کہ مردوں کے پاس زندہ جا بیٹہا! یہہ صرف اپنی ہی غلطی ہے ورنہ سچ یہی ہے کہ حضرت مسیح بہی مرکر ہی یحیٰی علیہ السلام کے پاس گئے ہیں جنکو اللہ تعالے نے اپنے قول کیسے یعنی قرآن شریف سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل یعنی رویت سے ثابت کردیا۔ جو اس قول اور فعل کو نہیں مانتا اسے پہر میں کیا کہوں۔

ان دو گواہوں کے بعد اور کس گواہ کی حاجت ہے پہر یہا تک ہی بات نہیں خود حضرت مسیح کا تو صاف اقرار بہی موجود ہے اور اس آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے تو اس سارے قضیہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا ہے اس آیت سے پہلی آیتوں میں اسبات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالے حضرت مسیح سے قیامت کے دن سوال کرے گا کہ کیا تو نے کہا تہا کہ میری ماں کو اور مجہکو خدا بنا لو۔ حضرت عیسٰے اپنی بریت میں عرض کریں گے کہ میری کیا مجال تہی جو میں ایسی تعلیم دیتا۔ میں تو جب تک ان میں رہا انکو تیری توحید ہی کی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجہے دی تہی لیکن جب تو نے مجہہ کو وفات دیدی پہر تو ہی ان پر نگران تہا اب غور کا مقام ہے کہ انی متوفیک میں جو وعدہ تہا وہ اس آیتہ فلما توفیتنی سے پورا ہوتا ہے ماسوا اسکے یہہ آیت حضرت مسیح کی موت اور اون کی دوبارہ آنے کے متعلق ایک فیصلہ کن آیت ہے اور یہہ اس قرآن کی آیت ہے جسکا حرف حرف محفوظ ہے اور جسکی حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ تعالے ہے جب کہ اس نے فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

افسوس مسلمانوں نے اس کتاب کی قدر نہیں کی!!! اس آیت میں مسیح علیہ السلام نے اپنی بریت دو صورتوں سے کی ہے اول تو یہہ کہ میری زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے کیونکہ میں انکو توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ دوم جب مجہے وفات دیدی مجہے کچہہ خبر نہیں۔

اب غور طلب امر یہہ ہے کہ حضرت مسیح ابہی تک زندہ ہی ہیں تو صاحبو! پہر ان کے اس اقرار کے موافق یہہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابہی تک عیسائی بگڑے بہی نہیں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہے حالانکہ یہہ واقعات صحیحہ کے خلاف ہے۔ عیسائی ضرور بگڑ چکے ہیں۔

صاحبو! اگر مسلمانوں کے اس خیالی عقیدہ زندہ آسمان پر جانے کو لیکر اور اس آیت کے موافق عیسائی مسلمانوں پر اعتراض کریں کہ ہماری تعلیم تمہارے اقرار کے موافق بگڑی نہیں ہے تو کیا جواب ہوسکتا ہے ؟ کیونکہ یہہ امر تو حضرت مسیح کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اور زندگی تسلیم ہے تو پہر دوسری تعلیموں کے انکار کے لیئے کیا عذر ہے !!!

میں سچ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خیر اسی میں ہے کہ وہ قرآن شریف پر ایمان لاویں اور وہ یہی ہے کہ مسیح کی وفات پر ایمان لاویں۔

دوسری بات جو اس آیت میں فیصلہ کی گئی ہے وہ اِن کی دوبارہ آمد کا مسئلہ ہے مسلمانوں میں غلطی سے یہہ عقیدہ مشہور ہو گیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں کہ یہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہونگے اور چالیس برس تک اس دنیا میں رہینگے صلیبوں کو توڑیں گے اور کافروں سے جنگ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔

اب غور کا مقام ہے کہ ایک نبی صادق کی نسبت یہہ عقیدہ رکھنا کہ اس نے جھوٹ بولا یہہ تو بے ایمانی ہے۔ ایک شخص اگر عدالت کے سامنے جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی کی سزا پاتا ہے پھر علیم وخبیر عالم الغیب خدا کے حضور قیامتہ کے دن کسی نبی کو جھوٹ بولنے کی جراٗت کب ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔

لیکن یہہ عقیدہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے تسلیم کر لیا جاوے اور اس کو صحیح مانا جاوے تو پھر قرآن شریف چھوڑنا پڑے گا اور حضرت مسیح کو معاذاللہ خدا تعالےٰ کے حضور قیامتہ کے دن **جھوٹ بولنے والا** اقرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ اگر یہہ سچ ہے کہ وہی مسیح اوتر آئے گا۔ تو پھر خدا تعالےٰ کے سامنے ان کا یہہ جواب کہ **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** صحیح نہیں کیونکہ اِن کو تو اسوقت یہہ کہنا چاہئیے کہ چالیس سال تک آسمان سے اوتر کر پھر زمین پر رہا اور میں نے جنگیں کیں۔ صلیبیں توڑیں اور خنزیروں کو مارا۔ کفار کو مسلمان کیا حالانکہ اِن کے جواب میں اِن باتوں میں سے کسی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

پھر خدا کے واسطے سوچکر جواب دو کیا تم یہہ تجویز نکرو گے کہ حضرت مسیح نے معاذاللہ جھوٹ بولا اور کیا یہہ نبی کی شان ہے کہ خدا کے سامنے جھوٹ بولے جو شخص یہہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن پر حملہ کرتا ہے وہ بدذات اور جہنمی ہے ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ملعون ہیں جو رسمی بات کے لئے قرآن شریف پر حملہ کرتے ہیں۔

پس

یہہ آیت مسیح کی وفات اور اون کی دوبارہ آمد کے متعلق قول منفصل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نازل نہیں ہونگے اور قرآن شریف سچا اور حضرت مسیح کا جواب بھی سچا ہے۔

ہاں

یہہ امر کہ آنیوالے مسیح سے پھر کیا مراد ہے تو یاد رکھو کہ جو کچھ خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا اور اپنی تائیدوں نصرتوں اور **نشانوں** کے ساتھہ اسے ثابت کیا وہ یہی ہے کہ آنیوالا اسی امت **کا ایک فرد کامل** ہے اور خدا تعالےٰ کی کھلی کھلی وحی نے ظاہر کیا ہے کہ وہ آنے والا

میں ہوں

جو چاہے قبول کرے۔

میرا یہہ دعوے نرا دعوی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھہ زبردست ثبوت ہیں جو ایک سلیم الفطرت اور متقی کو فوراً سمجھ سکتے ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ جب کسی مامور کو بھیجتا ہے تو تین ذریعوں سے اس سچائی کو ثابت کرتا اور اتمام حجت کرتا ہے۔

اوّل نصوص کے ذریعہ یعنی پہلی شہادتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔

دوم نشانات کے ذریعہ جو اس کی تائید میں اور اسکے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔

سوم عقل کے ذریعہ۔

بعض اوقات یہ تینوں ذریعہ جمع ہو جاتے ہیں اور اسوقت خدا تعالےٰ کے فضل سے یہہ سب ذریعہ میری سچائی کو ثابت کر رہے ہیں۔

پس

نصوص کے لئے یاد رکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بخاری اور مسلم میں جس آنے والے کی خبر دی ہے اسکے لئے یہی فرمایا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں **منکم** کا لفظ موجود ہے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ من بنی اسرائیل۔ بلکہ آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کا حلیہ بیان کرکے فرق کر دیا ہے (ایڈیٹر)

اور قرآن شریف میں سورۂ **نور** میں استخلاف کے وعدہ میں بھی **منکم** ہی فرمایا ہے۔ اب بتاؤ کہ قرآن اور حدیث کے نصوص آنے والے کو اسی امت سے ٹھہراتے ہیں یا باہر سے لاتے ہیں۔ اور قرآن شریف یہی زمانہ مسیح موعود کے آنے کا ٹھہراتا ہے۔

دوم نشانات۔ وہ نشانات جو میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور جو میرے ہاتھہ پر پورے ہوئے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے اور اِن کے زندہ گواہ اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں میں نے اپنی کتاب نزول المسیح میں ڈیڑھ سو کے قریب نشان لکھے ہیں۔ اور بعض کا میں نے ابھی ذکر بھی کیا ہے۔ تاہم وہ نشان جو میرے لئے ظاہر ہوئے وہ بھی تھوڑے نہیں ہیں اور انسانی طاقت میں یہہ نہیں کہ وہ اِن باتوں کو اپنے لئے خود جمع کرے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مسیح موعود اسوقت آئیگا جب چھہ ہزار سال کا دور ختم ہوگا۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہ وقت آگیا ہے۔

۲۔ [قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئیگا جب کہ مسیح چودہویں صدی میں آیا تھا۔ (ایڈیٹر)]

۲۔ پھر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ جب کہ قرآن شریف میں ہے **وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** اور حدیث صحیحہ میں ہے۔ **وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا**۔

اب آپ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اس عظیم الشان پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ ایک اخبار والے نے لکھا ہے کہ مکہ مدینہ والے بھی یہہ نظارہ دیکھ لینگے کہ اونٹوں کی قطاروں کی بجائے ریل گاڑی وہاں چلے گی۔

قرآن شریف میں جو فرمایا **واذا العشار عطلت** اسکے متعلق نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ **عشار** حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اسلئے یہہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔ تاکہ یہہ سمجھہ آجاوے کہ اسی دنیا کے متعلق ہے۔ کیونکہ حاملہ ہونا تو اسی دنیا میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نہروں کا نکالے جانا۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور اشاعت کتب کے ذریعوں کا عام ہونا اس قسم کے بہت سے نشان ہیں۔ جو اس زمانہ سے مخصوص تہے اور وہ پورے ہو گئے ہیں۔

ایسا ہی کسوف خسوف کا نشان جو رمضان میں ہوا یہہ حدیث اکمال الدین اور دارقطنی میں موجود ہے پھر حج کا بند ہونا بھی نشان تھا وہ بھی پورا ہوا۔ ایک ستارہ نکلنے کی نشانی تہی وہ بھی نکل چکا۔

طاعون کا نشان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔

غرض میں کہانتک بیان کرتا جاؤں یہہ ایک لمبا سلسلہ ہے طالب حق کے لئے اسقدر کافی ہیں۔

پھر

تیسرا ذریعہ عقل ہے۔ اگر عقل سے کام لیا جاوے اور زمانہ کی حالت پر نظر کی جاوے تو صاف طور پر ضرورت نظر آتی ہے۔

غور سے دیکھو **اسلام** کی حالت کیسی کمزور ہو گئی ہے اندرونی طور پر تقویٰ طہارت اوٹھہ گئی ہے اوامر و احکام الہٰی کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اور ارکان اسلام کو ہنسی میں اوڑایا جاتا ہے۔ اور بیرونی طور پر یہہ حالت ہے کہ ہر قسم کے معترض اس پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنی جگہہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کا نام و نشان مٹا دیں۔

غرض جس پہلو سے دیکھو اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اسلام جس میں ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی اس میں تیس لاکھہ آدمی مرتد ہو چکا ہے۔ کیا ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ کا وعدہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** پورا نہوتا۔ اگر اب اسلام کی خبر نہ لی جاتی تو پھر اور کونسا وقت آنیوالا تھا۔

پس از آنکہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

کیا خدا تعالےٰ اسوقت نصرت کرے گا جب یہہ نام مٹ جائیگا۔ ایک طرف حدیث میں یہہ وعدہ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا۔ مگر اسوقت جو عین ضرورت کا وقت ہے کوئی مجدد نہ آئے ؟ تعجب ہے تم کیا کر رہے ہو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ کہ اس میں متواتر نبی آتے رہے اور یہہ امت جو خیر الامتہ کہلاتی ہے اور خاتم الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی امت ہے۔ باوجود امت مرحومہ کہلانے کے اس میں جب آئے تو دجال آئے اور پھر ایک دو نہیں تیس **دجال** گویا خدا کو خطرناک دشمنی ہے وہ اسکو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے کہ نام ونشان نہ رہے۔

افسوس! میری مخالفت میں یہہ لوگ ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے اسکو عملی طور پر وعدہ شکن قرار دیتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کرتے ہیں۔ ذرا دیکھو۔ میں کہول کر کہتا ہوں کہ تم اپنے نفسوں پر رحم کرو اس پیغمبر کی شان میں جو افضل الرسل ہے یہہ بے ادبی نکرو۔ کہ حضرت مسیح کو اس سے افضل قرار دو کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی وفات پر صحابہ کی کیا حالت ہوئی تہی وہ دیوانہ وار پہرتے تہے آپ کی زندگی انکو ایسی عزیز تہی کہ حضرت عمر رضہ نے تلوار کہینچ لی تہی کہ اگر کوئی آپ کو مردہ کہے گا تو میں اوس کا سر اوڑا دوں گا۔

اس شور پر حضرت ابوبکر رضہ آئے اور اونہوں نے آگے بڑھکر آپؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ آپ پر خدا دو موتیں جمع نکرے گا اور پھر یہ آیت پڑہی۔

ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنی آنحضرت بھی ایک رسول ہیں آپ سے پہلے جسقدر رسول آئے ہیں سب وفات پا گئے ہیں صحابہ نے جب اس آیت کو سنا تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہہ آیت اب اوتری ہے انہوں نے معلوم کیا کہ آپ کے مقابلہ میں کوئی اور زندہ نہیں ہے۔

تم میں وہ عشق اور محبت نہیں جو صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تہی۔ ورنہ تم یہہ کبھی روا نہ رکھتے کہ مسیح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل زندہ کہتے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر صحابہ کے سامنے اسوقت کوئی کہتا کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں تو انمیں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ وہ اسقدر آپ کے عشق اور محبت میں فنا شدہ تہے۔

حسان بن ثابت نے اسموقعہ پر ایک مرثیہ لکھا ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

> كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي
> فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
> مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
> فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

یعنی اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تہی گیا۔ اور میرے دیدوں کا نور تھا پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں عیسیٰ مرے یا موسےٰ مرے کوئی مرے مجھے تو تیرے ہی مرنے کا غم تھا۔ صحابہ کی تو یہ حالت تہی مگر اس زمانہ میں اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ نہیں افضل الانبیاء وفات پا گئے اور حضرت مسیح زندہ ہیں۔ افسوس مسلمانوں کی حالت کیا سے کیا ہو گئی میں خوب جانتا ہوں اور اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا پہلا اجماع مسیح کی وفات ہی پر ہوا تھا۔ پھر انکے خلاف کرنا یہہ کونسی عقلمندی اور تقویٰ ہے۔

میں یہہ مانتا ہوں کہ یہہ غلطیاں امتداد زمانہ کیوجہ سے ہیں۔ تقویٰ نہیں رہا۔ جہالت بڑھ گئی ہے روحانی ہونا کم ہو گیا ہے راہ راست محجوب ہو گیا ہے۔ اور یہی امور ہیں جو میری **ضرورت کے داعی** ہیں۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ اِن باتوں پر غور کرو سوچو گھروں میں جا کر تنہائی میں سوچو کہ تم چاہتے ہو کہ اسلام اور سو سال تک آفتوں کا نشانہ بنا رہے اگر اب تک کوئی نہیں آیا تو پھر صدی کا سر تو چلا گیا بائیس برس گذر چکے اب اور سو سال تک انتظار کرو لیکن یاد رکھو کہ اگر مجھے قبول نکروگے تو پھر تم کبھی بھی آنے والے موعود کو نہیں پاؤگے۔

میں نے اتنی باتیں کی ہیں بعض مخالفوں کو فائدہ کی بجائے جوش آئیگا اور وہ بار حبت کیطرف توجہ کرینگے یہہ نہیں ...

... سے اِن باتوں پر غور کرو اور تنہائی میں سوچو اور آخر خدا تعالےٰ سے دعائیں کرو کہ وہ دعا بھی سنتا ... کرو ... جو کچھ ... اور ... بہتر ... کہ تقوے کو ...

حضرت اقدس کی تیسری تقریر

(۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بارہ ہزار سے زاید آدمیوں کے مجمع میں آپ نے حاضرین کی بے حد خواہش سے کی۔ ایڈیٹر)

میں آپ سب صاحبوں کا شکر کرتا ہوں۔ کہ آپ نے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سنا۔ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور کل صبح انشاء اللہ چلا جاؤں گا۔ لیکن میں اس شکر اور خوشی کو ساتھ لیجاؤں گا۔ اور یاد رکھونگا کہ باوجود اختلاف رائے کے کہ جسکی وجہ سے عموماً جوش پیدا ہو جاتا ہے آپ نے نیکی اور نیک اخلاق اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا میں یہ جانتا ہوں اور خود محسوس کرتا ہوں کہ مدت سے خیالات کو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کیسے ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ انسان اپنے اندر علمی تبدیلی کر سکے۔ لیکن جو اخلاق آپ نے دکھلائے ہیں۔ وہ نہایت ہی قابل تعریف ہیں۔ اور میں دعا کرتا ہوں۔ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے۔ وہ ایسا وقت اور زمانہ بھی لاوے۔ کہ دلوں میں بھی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کو تفرقہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس ملک کی ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا اور باوجود اختلاف مذاہب بھی انہیں قابل قدر میل ملاپ تھا۔ مگر اس زمانہ میں فرق آگیا۔ اور خدا کرے کہ یہ دور ہو جائے۔

یاد رکھو یہ تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے، کہ انسان اختلاف شریعت و مذہب کیوجہ سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور۔ یہ انسانی اخلاق کی خوبی اور کمال ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھائے۔ آج کے جلسے نے مجھے ایک تازہ امید دلائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے تو یہ میل جول ترقی کرے گا۔

میں خوب جانتا ہوں کہ جب تک طبیعت میں یہ استعداد نہیں ہوتی۔ کوئی شخص صبر اور خوش خلقی سے ایک مخالف رائے کو سن سکے۔ وہ ایسی رائے کو سنکر چپ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے یہ خاموشی اور صبر مجھے امید دلاتا ہے۔ کہ اچھے نتیجے پیدا ہوں گے۔ یہ بھی خوبی کی بات ہے کہ جب مخالف رائے کو سنے تو فوراً جواب دینے کو تیار نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ تو محض بازجیت کی خواہش ہوگی لیکن اس رائے کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے اس پر صبر سے فکر کرنا چاہئیے اسی سے علم و حکمت پیدا ہوتی ہے اور علم و حکمت کی ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے بڑھکر ہے۔

دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔ پس جو جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ فکر کرتا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان اس خزانہ کے حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

میں آپ صاحبوں کی خدمت میں ادب عجز اور بڑی منت سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے۔ آپ اس پر توجہ کریں۔ تا کہ میری محنت ضائع نہ ہو۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے اور میرے دوست مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ کسی دل آزاری یا استخفاف مذہب کی نیت سے نہیں لکھا بلکہ خدا گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے سچے دل سے لکھا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے لکھا ہے اور میں جانتا ہوں۔

سخن کز دل برون آید نشیند لاجرم بر دل

چونکہ فرصت بہت کم ہے۔ ممکن ہے کہ بعض نے نہ سنا ہو۔ اس لئے ہم نے چھپوا دیا ہے اور اشتہار کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ پس اسکو پڑھکر توجہ کریں۔ اور مذہبی مخالفت کو عام مخالفت کا ذریعہ نہ بناویں۔

مذہب تو اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اخلاق وسیع ہوں۔ جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں۔ کوئی ہزار دن گالیاں دے۔ وہ اس پر پتھر نہیں برساتا۔ پس اسی طرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا۔ تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وہ دوسرے بزرگوں کو بھی بدنام کرتا ہے میں اس سے منع نہیں کرتا۔ کہ اختلاف مذہب بیان نہ کرو۔ بیشک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اس میں تعصب اور کینہ کا رنگ نہ ہو۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات دو چار سال سے نہیں بلکہ صدہا سال سے چلے آتے ہیں۔ اس لئے خدا کرے کہ بہت سے دلوں میں جوش ڈالدے۔ کہ وہ ان تعلقات کو دور نہ ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں۔ بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو کچھ نہیں خدا اس کو پسند نہیں کرتا جس قدر بزرگ اسلام میں یا ہندوؤں میں اوتار وغیرہ گذرے ہیں۔ ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عمل سے اس سچائی کو جس کا وہ وعظ کرتے تھے ثابت کر دکھایا ہے۔ قرآن شریف میں یہی تعلیم ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے اپنے آپ کو درست کرو جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں ہے۔ وہ اگر زبان سے کام لیگا تو وہ مذہب کو بچوں کا کھیل بنا دے گا۔ اور حقیقت میں ایسے ہی مصلحوں سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ ان کی زبان پر تو منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے مگر اندر خالی ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نہایت خیرخواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے۔ مگر میں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے۔ اسے چاہئیے کہ پہلے خود روشن ہو۔ اور اپنی اصلاح کرے دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔

میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہر ایک قوم کے مصلح نے یہی تعلیم دی ہے لیکن اب دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے۔ لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیرخواہی کرے۔ وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے۔ قدیم زمانہ کے رشیوں اور اوتاروں جنگلوں اور بنوں میں جا کر اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے وہ آجکل کے لیکچروں کی طرح زبان نہ کھولتے تھے جب تک خود عمل کر کے نہ دکھلاتے تھے یہی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کی طرح ہے جو جلد گندہ ہو جاتا ہے اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتے ہیں وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔

اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں گے اور میں نہیں جانتا کہ پھر موقع ہوگا یا نہ لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو میری نسبت خواہ آپ کا کچھ ہی خیال ہو لیکن یہ سمجھ کر کہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

میری نصیحت پر عمل کرو جو شخص خود زہر کھاتا ہے وہ دوسروں کی زہر کا کیا علاج کرے گا اگر علاج کرتا ہے تو خود بھی مریگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کریگا کیونکہ زہر اس میں اثر کر چکا ہے اور اس کے حواس چونکہ قائم نہیں رہے اس لئے اس کا علاج بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ غرض جس قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اس کا باعث وہی لوگ ہیں جنہوں نے زبانوں کو تیز کرنا ہی سیکھا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں میں یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خدا جو تمام مخلوق کا خدا ہے۔ وہ سب پر نظر رکھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عالم کے دورے کی طرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے اور کبھی کسی پر

میں کسی کے لئے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ کہ راجہ رام چندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خدا کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ان کی نندیا یا توہین کرتا ہے اس کی مثال کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہے جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اس راہ کو پائیں۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔

پس جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے۔ وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے۔ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی کوئی قوم اور امت ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

میں باوا نانک صاحب کو بھی خدا رسیدہ سمجھتا ہوں۔ اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ ان کو برا کہا جائے میں ان لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کے دل میں خدا تعالیٰ اپنی محبت آپ بٹھا دیتا ہے۔ پس ان لوگوں کی پیروی کرو۔ اور دل کو روشن کرو۔ پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے زبان کھولو۔ اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئیگا جب نری زبان نہ ہو گی۔ بلکہ دل پر واردات ہو گا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام کیا چیز ہے؟ اسلام ایک آگ ہے جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا تعالیٰ سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہمارے تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کے رو سے اسلام ہے

اسلام انسان کے نفسانی جذبات پر موت وارد کرتا ہے اور سفلی زندگی سے اس کو نکال دیتا ہے پھر روحانی زندگی کیلئے اس موت کے بعد جو شربت دیا جاتا ہے وہ دعا فاتحہ کا شربت ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے اسلام اور دعا فاتحہ ہے۔ یعنے اول اپنی تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے تمام اسلام کا مغز یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اسلام اور دعا فاتحہ۔ دنیا میں خدا تک پہنچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کیلئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کیلئے مقرر کیا ہے۔

تبادلہ

چکڑالوی بدعت کی قلعی الحکم کی بعض اشاعتوں میں کھولی گئی تھی جس پر خود اس کا ماہواری آرگن بھی بے سروپا مضمون لکھتا رہا مگر اب چکڑالوی اور اس کے حاشیہ نشینوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ غیر از قرآن دیکھنا حرام ہے۔ اس لئے وہ آئندہ الحکم سے تبادلہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ الحکم بھی غیر از قرآن ہے۔ یہ اس کارڈ کا مفہوم ہے جو چکڑالوی کے اخبار سے مسدودی تبادلہ کیلئے موصول ہوا ہے ہم نے تو پہلے بھی چکڑالوی ہی کی درخواست پر تبادلہ جاری کیا تھا اور اب بڑی خوشی سے بند کرتے ہیں لیکن ناظرین کی دلچسپی کیلئے کسی اگلی اشاعت میں وہ خطوط ضرور چھاپ دیں گے تاکہ اسکی حقیقت کھل جاوے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے چکڑالوی سے جو بالمشافہ گفتگو کی ہے وہ بھی درج کریں گے۔

کفارہ اور فطرت

فطرت انسانی کبھی اس بات کو روا نہیں رکھتی کہ ایک کے گناہ دوسرے پر لاد دئے جاویں اور نہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے جس شخص کے پیٹ میں درد ہو دوسرے کے دوا کھانے سے وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ اور کبھی نہیں دیکھا گیا کہ زید کے سر میں درد ہوا اور خالد نے اپنے سر میں پتھر مارا ہو اور زید تندرست ہو گیا ہو عیسائیوں نے اس عقیدہ کی تراش میں اپنی جان ہی پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر بھی خطرناک حملہ کیا ہے کہ (معاذ اللہ) دو لوگوں کو گناہ کے زہر سے مرتا ہوا دیکھ کر ان کے لئے کوئی تریاق تو پیدا نہ کر سکا اس کا علاج اگر سوجھا تو یہی سوجھا کہ آپ ہی انسان بن کر صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتا ہوا لٹک گیا (تعالیٰ شانہ)

وید کا ام الفنون ہونا ایک لطیفہ

الٹا آریہ داعظوں اور دوسرے

آریوں کے منہ سے سنا ہے کہ وید کی زبان ام الالسنہ ہے اور وید ام الفنون ہے ہر چند ان کا یہ دعویٰ کبھی عملی رنگ میں دنیا کے سامنے اس روشنی اور ایجاد کے زمانہ میں پیش نہیں ہوا لیکن تو بھی آرین لٹریچر میں یہ دعویٰ کیا ضرور جاتا ہے ہم نے اس دعویٰ پر بہت غور کیا ہے اور یہ معاملہ نہیں ہوتا کہ جس حال میں وید ام الفنون ہے تو کیا وجہ ہے؟ کہ حضرات آریہ چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں کیوں وہ ان نئی کلوں اور ایجادوں کو پیش نہیں کرتے جو انہوں نے وید مقدس کی بدولت کی ہیں۔ یا ان فنون اور ایجادات کا اصول اسوقت تک معلوم ہی نہیں ہوتا جبتک یورپ یا امریکہ کے کسی موجد کی ایجاد مشتہر ہو کر مشہور ہو جاوے؟

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آرین الہیات کے موافق اب دنیا میں کسی پر الہام تو ہوتا ہی نہیں اور وید ام الفنون ہیں اور یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ ایجادات یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہیں تو کیا ماننا پڑے گا کہ ایڈیسن وغیرہ موجدوں پر وید کا الہام ہو رہا ہے؟

پھر

ایک اور امر بھی قابل استفسار ہے کہ کیا ویدوں کا کوئی بھی عالم موجود ہے یا نہیں اور خود پنڈت دیانند بھی اس کے عالم تھے یا نہیں؟ اگر کوئی عالم ہے تو ان کو نئے ایجادات وید سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کی ہیں ان کی ایک فہرست پیش کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی نہیں تو پھر یہ دعوے ہیں کہ بہ بشیر ... کا مصداق ہو

جنگ کی مخالفت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

نمازوں۔ مذہبی وعظوں۔ جلوسوں۔ تصویروں اور اخبارات کی تحریروں وغیرہ سے پاگل ہو کر دیکھو کیا آدمی جنگی درندوں کی قابل دید ہے اور قسم قسم کی جانستاں اسلحہ سے مسلح ہیں۔ اپنے والدین بیوی بچوں۔ گھر دوستوں کو چھوڑ کر ایسے اجنبی مقامات پر جا رہے ہیں۔ جہاں کہیں نہایت بے رحمی اور سنگدلی سے ان لوگوں کے سر قلم کریں جن کے ساتھ نہ تو پہلے ان کی صورت آشنائی ہی ہے۔ اور نہ ہی ان بیچاروں نے ان کا کوئی گناہ کیا ہے۔ ان کے پیچھے ایسے ڈاکٹر اور نرسیں لگی ہوئی ہیں جو اپنے خیال میں اپنے شہروں میں تو سادہ۔ امن پسند اور محنتی لوگوں کی خدمت نہیں کر سکتیں۔ مگر صرف ان کے کام آ سکتی ہیں جو ایک دوسرے کو ہلاک کرنے میں مصروف ہیں اور جو لوگ پیچھے گھروں میں ہیں۔ وہ میدان معرکہ اور رزمگاہوں کی خبریں سنکر بڑے خوش ہوتے ہیں اور جب ان کے کانوں میں آواز پڑتی ہے کہ فلاں معرکہ میں بیشمار جاپانی تہ تیغ کئے گئے ہیں تو اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جس کا نام انہوں نے خدا رکھا ہوا ہے یہ سب کچھ ان کی علو ہمتی کا اظہار سمجھا جاتا ہے اور جو لوگ اشارہ میں ان کے ہم صفیر نہ ہوں یا ان کو غلطی سے واقف کرنے کی جرأت کریں یہ انہیں ملک کے غدار اور بیوفا سمجھتے ہیں۔ اور جو پچھلے روسیوں کے ہاتھوں سے ان کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں

باب سوم

گویا یہ وہی بات ہوئی کہ والٹیر۔ مونٹینگ۔ پسکل سوفٹ۔ کانٹ۔ اوسپنیوزا یا صدہا دیگر مصنف اس دنیا کے سطح پر کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے جنہوں نے اپنی زبردست تحریروں سے جنگ کو لغو اور خلل دماغ کا نتیجہ ثابت کیا ہے اور دنیا کے سامنے اس کے ظلموں بداخلاقیوں اور وحشت کا خاکہ کھینچکر رکھدیا ہے۔

اس وقت جو کچھ ہمارے چاروں طرف ظہور میں آ رہا ہے۔ جب ہم اسکی طرف نگاہ کرتے ہیں جو تمام خطرے دئے ہیں کہ جو ہماری خطرہ آمیز نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی عقل کیسی ضعیف اور کمزور ہو گئی ہے۔

وہی خاصیت جو انسان کو حیوانوں کے درجہ سے نکال کر اعلےٰ و برتر کرتی ہے (یعنی عقل) وہی نکمی اور زائل ہو گئی ہے۔ نہیں بلکہ شوریدہ پشت ہو گئی ہے جسطرح کہ لگام گھوڑے کے سر سے نکل کر اس کی ٹانگوں میں پھنس جانے سے اسکی رفتار کو روک دیتی ہے اور اس کو دیوانہ کر دیتی ہے۔

اسیطرح آجکل انسانوں کو خلل دماغ ہو گیا ہے۔ یہ تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک بت پرست جو خواہ یونانی یا روسی نسل سے ہو یا برائے نام عیسائی ہو جس کو انجیل کی تو مطلق خبر نہ ہو مگر دین عیسوی کی ہدایات پر اندھا دھند عمل کرتا ہو۔ یہ صرف لڑائی ہی نہیں کر سکتا بلکہ لڑائی کے کارناموں پر فخر کر سکتا ہے۔ لیکن دین عیسوی کا سچا معتقد جو برادرانہ محبت کی خوبیوں سے خوب واقف ہو اور ہمارے زمانہ کے کتب فلسفانہ اور صنعت و حرفت سے بہرہ یاب ہو کسطرح اپنے کندھوں پر بندوق اٹھا کر یا توپ کے پاس کھڑا ہو کر بنی نوع انسان کے ہجوم کی طرف ہلاک کرنے کی نیت سے نشانہ کر سکتا ہے۔؟

ایبسینیا کے حبشیوں اور ردمن اور یونانی لوگوں کو تو یہ ترغیب دیجا سکتی ہے کہ یہ اپنی کمانڈر کے مطابق لڑائی میں شریک ہوں اور اس کو کار ثواب خیال کریں لیکن ہم چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں پھر بھی عیسائی کہلاتے ہیں اور دین عیسوی کی کتب کی خواہ کچھ ہی تاویل کیجائے پھر بھی اس کا عام اصول ہمیں ایک معراج بخشتا ہے جس سے ہم جنگ کی لغویت اور اس کے مظالم کو محسوس کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور خوب معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ بالکل اس کے مخالف ہے۔ جو کچھ کہ ہمارے نزدیک سعادتمندی اور راستبازی میں داخل ہے۔ لہذا جو کچھ جنگ کے حامیوں نے کیا ہو وہی ہم یقین استقلال اطمینان سے نہیں کر سکتے ہمارے جرم کا خیال ضرور ہمارے دل میں جاگے گا اور قاتل کے سے خیالات ہمارے دماغ میں گذریں گے جو شخص ہلاکت کا کام شروع کر کے اپنی تصور کو اپنی روح پر منقوش کرتا ہے۔ اپنے آپ کو خارج از عقل یا جوشیلا بناتا ہے اور اپنے خطرناک مذموم فعل کو اچھی طرح مکمل کر سکتا ہے۔ اسوقت روسی سوسائٹی کے اعلےٰ مدارج کے دماغوں میں جو غیر معمولی اور پاگلانہ خیال سمائے ہوئے ہیں یہ محض اس کام کی معصیت کے علم کا اظہار کرتے ہیں جو ان لوگوں سے سرزد ہو رہا ہے اس مضمون کی متکبرانہ اور حاکمانہ سپیچیں کہ شہنشاہ کی اور ملک کی پرستش ثواب میں داخل ہے اور اس کے واسطے اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے (یا یوں کہو کہ بالفاظ دیگر اپنی جانیں نہیں بلکہ دوسروں کی جانیں نثار کرنے کیلئے) اور ان کے املاک کی سینہ سپر ہو کر حفاظت کرنا چاہیئے جو دوسروں کیلئے غضب کئے گئے ہیں۔ علاوہ اس کے تمام میٹنگوں اور کلبوں کی تیاری اور جنگی بیڑے اور دیگر قسم کی امداد جو گورنمنٹ کی نذر کیا گیا ہے (اور یہ اپنی رعایا سے اسقدر روپیہ بہم کر سکتی ہے جسقدر کہ اسکی مرضی ہو) جس گورنمنٹ کا فرض ہے کہ جنگ کا اعلان کرنے کے بعد بطور جنگی بیڑہ تیار کرے اور مجروحوں کی خبرگیری کے وسائل بہم پہنچائے۔ یہ تمام کفر کی نمازیں جنگی خبریں قصبات اور دیہات سے اخبارات کے پاس

بھیجی جاتی ہیں۔ اور یہ تمام جلوس جو قوم کی مسرت وانبساط کیواسطے نکالے جاتے ہیں۔ اور اخبارات کو خوف دلاتا جس کے علی العموم مشہور ہونیکا کوئی اندیشہ نہیں کیا جاتا۔ اور تمام احمقانہ اور وحشیانہ خیالات جو روسی سوسائٹی کے مغزوں میں سماگئے ہیں۔ اور بتدریج لوگون تک بھی پہیلائے جاتے ہیں۔ یہ سب اسی خطرناک فعل کے ظہور کا اظہار کر رہے ہیں جو ہمارون سرزد ہو رہا ہے۔

آزاد اور بے لاگ فیلنگ لوگون کو خوب جتا رہی ہے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں ہرگز نہیں کرنا چاہیئے لیکن جس قاتل نے قتل عام شروع کر دی ہے اب وہ اسکو بند نہیں کر سکتا۔ پس روسیون کا خیال ہے کہ جس خونریزی کی بنیاد ڈالی گئی ہے یہ جنگ کی تائید کیواسطے ناقابل تردید دلیل ہے۔ پس جو جنگ چھڑ گئی ہے۔ اب بند نہیں ہو سکتی ہمارے زمانے کے بہت تعلیم یافتہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی مرضی کا مالک نہیں لہذا اگر یہ اسکی سمجھ میں بھی آجائے کہ جو کام اس نے شروع کیا ہے وہ سراپا بدی سے مملو ہے۔ پھر بھی اس کے کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ پس اسطرح وحشی پاگل ہندا ہند ہلاکت کا کام کئے چلے جاتے ہیں۔

باب چہارم

کسی سپاہی یا کمشن افسر سے جو اپنے بوڑھے والدین بیوی اور بچون کو چھوڑ کر میدان کارزار میں گیا ہو پوچھو کہ کیون ان لوگون کو قتل کرنے کیواسطے مستعد اور کمربستہ ہو رہا ہے جن کی اس نے کبھی شکل بھی نہیں دیکھی۔ یہ پہلے تو آپ کے اس سوال سے حیران ہوگا۔ کیونکہ یہ سپاہی ہے اور اس لیئے اپنی حلف کا پابند ہے اور اپنے کمانڈرون کے احکام بجا لانے کو مجبور ہے اور پھر جب آپ اس کو بتاوینگے کہ جنگ یعنی بنی نوع انسان کا قتل کرنا احکام انجیل کے خلاف ہے چنانچہ مقدس نوشتہ میں لکہا ہے تو کسی کو ہلاک مت کر، تو یہ فوراً اس کا جواب دیگا کہ "اگر ہمارے لوگون پر حملہ کیا گیا ہو تو پھر کیا کرنا چاہیئے؟ بادشاہ کی خاطر اور دین کیواسطے جنگ کرنا عین ثواب ہے،، چنانچہ ایک شخص نے میرے سوال کا جواب دیا۔ کہ "اگر کوئی شخص اسپر حملہ کرکے جو کچھ ہمارے نزدیک مقدس ہے تو پھر کیا کیا جائے؟،، میںنے پوچھا کہ وہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے،، اس نے کہا کہ "جھنڈے پر" اگر آپ اس سپاہی کے دل پر مشوش کریں کہ خدا کا حکم صرف جھنڈے سے ہی بہت ضروری ہے نہیں بلکہ دنیا میں ہر ایک شے سے اعلیٰ و برتر ہے تو پھر یا تو یہ خاموش ہو جائے گا یا خفا ہو کر حکام کے پاس رپورٹ کرنیگا۔

پھر کسی جنرل سے پوچھو کہ وہ میدان جنگ میں کیون جاتا ہے تو یہ آپ کو صاف کہیگا کہ میں جنگی کا ذمہ ہوں جسکی آبائی ملک کی حفاظت کیواسطے بہت ضرورت ہے مگر ہلاکت کا عیسائی قانون کے خلاف ہونا اس کو ذرہ بھی نہیں کھٹکتا۔ پس یہ قانون کا تصور نہیں بلکہ قانون کی ترمیم کا سنغم ہے جس یہ لوگ واقف کئے گئے ہیں اور سپاہی حقیقت میں یہ ہمیشہ یہی کہیگا کہ "اسوقت جبکہ آبائی ملک پر آفت پڑی ہوئی ہے بحث کرنے کا وقت نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے،،

پھر ڈپلومیٹ لوگون سے پوچھئے کہ کیون یہ مکائد و تمدنی سے جنگ کو سہیڑتے ہیں؟ تو یہ فوراً جواب دینگے کہ یہ دراصل اپنی مستعدی کے اظہار سے قومون میں امن قائم رکھنا چاہتے ہیں اور یہ مدعا خالی تصورون سے ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا بلکہ ڈپلومیٹک کارروائی یا جنگ کیلئے ہمیشہ تیار رہنے سے حاصل ہو سکتا ہے جسطرح کہ ملٹری اشخاص اپنی کارروائیون کے متعلق سوال کرنے کے بجائے کوئی عام سوال پیش کر دیتے ہیں اسطرح ڈپلومیٹ لوگ بھی روس کے مفاد کا یا دیگر بادشاہون کی میشد سٹیان یا یورپ میں طاقت کی میزان کا تذکرہ کر دیتے ہیں اور اپنے افعال اور اعمال کو چھپا جاتے ہیں۔

پھر اخبار نویسون سے پوچھئے کہ یہ کیون اپنی تحریرون سے لوگون کو جنگ کی ترغیب و تحریص دلاتے ہیں تو ان کے پاس سوا اس کے کوئی جواب نہیں ہوگا کہ جنگ بالعموم ضروری اور مفید ہے بالخصوص موجودہ جنگ اور اسکی تائید کیواسطے جھوٹی منطق چھانٹنا شروع کر دینگے اور جنگی آدمی اور ڈپلومیٹ کیطرح غیر متعلقہ سوال سوال چھیڑ دینگے۔ یا قوم۔ ملک یا تہذیب اور یورپینون کے عام فائدہ کا رونا شروع کر دینگے۔ اگر آخر میں قائل کرنے سے یہ مان بھی جائینگے کہ جنگ کرنا اچھا نہیں تاہم اس بات پر مصر ہونگے کہ اسوقت جنگ کا بند کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ انکو بحیثیت روسی اپنی اعلیٰ اور برتر پوزیشن۔ لوکل سلف گورنمنٹ ڈاکٹرون اور رڈ کراس کی عزت کا خیال ہے اسلیئے بحیثیت مجموعی یہ بحث کرنیکا موقع نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔ یہی زار کا جواب ہوگا جو اس تمام کارروائی کا ذمہ وار ہے۔ اسکو بھی سپاہی کیطرح اس سوال سے حیرت ہوگی کہ آیا اب جنگ ضروری ہے؟ مگر جنگ کو بند کرنے کا ایماء شاق گذریگا اور کہے گا کہ اب اس بات سے گریز نہیں ہو سکتا جبکہ تمام قوم متقاضی ہے اور گو یہ دل سے جنگ کو مذموم خیال کرتا ہو اور سطح عالم سے اس کا نام مٹانے کیواسطے زمین و آسمان کے قلابے ملانے کو تیار ہو تاہم موجودہ حالات میں نہ تو اس کا اعلان کرنے سے گریز کر سکتا ہے اور نہ اسکی اجرا کو روک سکتا ہے کیونکہ یہ روس کی عظمت اور شان و شوکت کیواسطے ضروری ہے

الغرض ہر ایک شخص سے جب یہ سوال دریافت کیا جائیگا۔ تم جس حال میں اپنے آپ کو قانون عیسوی کا پابند کہتے ہو اور یہ وہ قانون ہے جس سے مرنے پر دوسرے کو قتل کرنے ہی کی ممانعت نہیں بلکہ ان کے ساتھ برادرانہ پیار رکھنے کا حکم ہے تو کیون تم لوٹ مار اور ہلاکت کیواسطے جنگ میں شریک ہوتے ہو تو یہ ہمیشہ یہی جواب دیگا کہ میں اپنے آبائی ملک۔ ایمان۔ حلف عزت۔ تہذیب یا تمام انسانی ذات کی آیندہ بہبودی کیواسطے جنگ میں شریک ہوتا ہون۔ الغرض یہ لوگ ہمیشہ جنگ کی تیاریون میں یا اس کے متعلق بحث و مباحثون میں مشغول رہتے ہیں۔ اور جو کچھ وقت ان کامون سے بچتا ہے وہ آرام کرنے میں بسر کرتے ہیں اور اسطرح ان کو اپنی زندگی کی بابت سوچنے اور بحث کرنے کیواسطے کوئی وقت نہیں ملتا۔ (باقی آئندہ) (ارمن)

مادر مہربان

عربی اخبار ہمعصر ثمرات الفنون بیروت کے سابقہ نمبرون میں کسی نامہ نگار نے تعلیم و تربیت کے بارے میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کا ترجمہ ہم ناظرین الحکم کیلئے چھاپ دیتے ہیں۔

وہ عورت جو بیش قیمت الماس و جواہرات و زیورات سے مزین اور عمدہ و اعلیٰ لباسون میں ملبوس ہو اور اس کے گرد والرو خادمہ و سہیلیاں ہروقت موجود رہتی ہون اور وہ جلال و بزرگی کے تخت پر ہروقت متمکن ہو اور جملہ مخلوقات اس کے حکم کے ماتحت ہو کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اکثر اوقات اپنی سہیلیون وغیرہ کی زیارت و ملاقات ہی میں صرف کرتی ہو چغلی غیبت۔ اس کا اکثر کام ہو اور بیہودہ و لاطائل کلامون و کامون میں پڑنا اس کا مشغلہ ہو کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچون کو گالیاں دے اور ان کو مارے و گھورے اور اون کے لئے موت و ہلاکت و امراض و بلاؤن کی آرزو کرے اور انکو غصہ و انتقام لینے کی غرض سے جھڑکیاں دے کیا وہ مادر مہربان کہلا سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچوں میں کبر و نانیت و غرور و بیکاری کا بیج بوئے اور ان کو اپنا برا نمونہ دکھلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت دولتمند و غنی ہو کر دنیا سے پیار و محبت میں بخل بے شمار رکھتی ہو اور فقرا و مساکین کو نکلنے اور نرمی و رحم و اُنس سے اغماض و کنارہ کشی کرے اور اگر مفلس و تنگدست ہو تو کام کرنے سے دل چرائے اور اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش کیلئے دوسرون کے پاس جا کر دست سوال پہیلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنی اولاد کے منہ و لباس گندہ گندہ و میلا ہونے کے باعث اون کی طرف نظر بھی نہ کرے اور انکی سختی و درشتی کلام اور انکی خباست و غصہ کے باعث نہ انکی بات سنے اور نہ انکو اپنے پاس بیٹھنے دے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

مادر مہربان وہ ہو سکتی ہے جو سب امور سے پہلے اپنی واجبات دینی ادا کرنے اور عام و خواص کے نزدیک اپنی عادات و سیرت کو درست رکھنے کا بہت اہتمام کرتی ہو اور مادر مہربان وہی ہو سکتی ہے جو عقل و دانائی سے اپنے بچون کے دلوں میں اخلاق فاضلہ و اوصاف حمیدہ مرکوز و منتقش کرے اور انکو اپنا پاک نمونہ دکھلائے اور ان کی زبان پر کلمات تحمید و تسبیح پروردگار کا ورد و وادے فرضی عبادات ایزدی کی انکو مشق کرائے۔ اور حتی الامکان اخلاق رذیلہ و عادات ادیہ سے انکو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے

فرض کرو کہ ایک کنبہ ہو جسمیں ایک باپ ایک ماں اور چار بیٹے ہون جن کا گھر شہر کے کسی کونہ میں غلون و سنے و درخت کی شاخون وغیرہ سے بشکل جھیر بنا ہو۔ اس کے ایک کونہ میں ایک عورت صاف لباس پہنے ہوئے بیٹھی ہو جس کے چہرہ سے وقار و متانت ٹپکتی ہو اور وہ اپنے وطن کا کوئی کپڑا سی رہی ہو اپنے زانوؤن کے سہارے اپنے ننھے بچے کو لٹا یا ہو اور اس کو شیرین آواز سے سلا رہی ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے دو بیٹے مدرسہ سے آکر گھر میں داخل ہون اور ان کے چہرون پر حشمت و مہابت کے آثار موجود ہون اور بزدہ وقار و خشوع سے والدہ کو آکر سلام کریں اور اس کے ہاتھ چوم کر با ادب بیٹھ جاوین اور اپنی والدہ کے حکم کے منتظر ہون کہ وہ اسکی تعمیل کرین۔ ایسے بچون میں نزاہت و طہارت و پاکیزگی کے آثار ضرور پائے جاتے جو انکی مادر مہربان نے کے ذریعہ ان کے دلوں میں مرکوز و منقوش ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے بچون سے پوچھتی ہے کہ آج کے دن جو بات تم نے سیکھی ہے وہ سنادو وہ پھر وہ صاف اور واضح طور سے اپنی والدہ کے آگے بیان کر دینے میں تہوڑی دیر کے بعد باپ انکا داخل ہوتا ہے اور اس کے دو بڑے بیٹے بھی ساتھ ہیں جو کام کاج کرکے تھکے ماندے ہو کر گھر پہنچے ہیں جونہی وہ گھر پہنچتے ہیں وہ بڑی بشاشت و کشادہ روئی و تبسم کر پیش آتی ہے جس سے انکو سارے دن کی محنت و کوفت بھول جاتی ہے اور دات کی روٹی جو کچھ میسر ہو بڑی محبت و الفت و اتفاق سے سب اکٹھے مل کر تناول کرتے اور رازق مطلق کا شکر بجا لاتے ہیں اسوقت انسانیت پکارتی ہے کہ میں جس چیز کو ڈھونڈتی تھی پالیا یعنی میں اپنی گمشدہ چیز کو پالیا۔ یہی وہ مادر مہربان و ام صالحہ ہے جو حقیر و غریب گھر میں ہے اور اس میں صفات و اعمال مطلوبہ موجود ہیں خوشخبری ہو اس گھر کو جسمیں ایسی مادر مہربان و ام صالحہ موجود ہو۔ ✤

مذہبی دنیا پر نظر

ہندوستان میں آج کل نت نئی مذہبی سوسائٹیاں جنم لے رہی ہیں۔ اور ابھی سوسائٹی جنم ہی لیتی ہے۔ کہ اسکے فرقے در فرقے پیدا ہونے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر ان کا باہمی جائداد وغیرہ کی نسبت جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ پرانے مٹھو وغیرہ کے متعلق بھی آئے دن مقدمات دیوانی عدالتوں میں دائر ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب کی راہبری کے لئے کام دینے اور آئندہ کے جھگڑوں سے چھڑانے کے لئے سکاٹلنڈ کی عیسائی پریسبیٹرین چرچ کے متعلق ایک پادری کی تقریر پر اس جگہ کے عیسائیوں نے اپنا نامنظور کرنے کا استحقاق جتلایا۔ جس میں پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز نے قرار دیا۔ کہ عام عیسائیوں کو ایسے انکار کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسپر ۴۹۶ پادریوں اور پرافیسروں نے اپنے مالی حقوق محض اپنے آقا کی آواز کے مطابق چلنے کی خاطر چھوڑ دئے۔ اور تقریباً پندرہ روپیہ سالانہ کی آمدنی کو جواب دیدیا۔ ان لوگوں نے علیحدگی اختیار کرکے بڑے جوش سے کام کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انکی قائم کردہ "فری چرچ سکاٹلنڈ" میں پچاس برسوں کے اندر ہی ۱۲۶۸ پادری ہو گئے۔ جن کے ممبران کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ اور جن کے پیروان کی تعداد پندرہ لاکھ سے کم نہیں سمجھی جاتی انکے پاس ۱۰۶۹ گرجا گھر اور اسکے مطابق سامان بھی اکٹھا ہو گیا۔ جب انہوں نے اسقدر ترقی پکڑی تو یونائیٹڈ "پریسبیٹرین چرچ" نے ان کو پھر سے اکٹھے ہو جانے کے لئے متحرک کیا۔ اس پر بڑی بھاری کونسل ہوئی۔ اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو کثرت رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ "فری چرچ" اور یونائیٹڈ "پریسبیٹرین"۔ دونوں آپس میں ملجاویں۔ فری چرچ کے عام جلسہ میں ۶۴۳ رائیں ملنے کے حق میں تھیں۔ اور ۲۷ رائیں برخلاف تھیں۔ دوسرے دن سائینڈ کی اتفاق رائے سے یونائیٹڈ فری چرچ ایک عام جلسہ میں بنائی گئی۔ جسمیں چھ ہزار آدمی جمع تھے۔ قلت رائے نے کثرت سے علیحدگی اختیار کرکے نہ صرف اپنی آرگینیزیشن ہی علیحدہ بنائی۔ بلکہ اپنے چرچ کی کل جائداد کے قبضہ کا دعوے کیا۔ جو بوقت انکی علیحدگی کے موجود تھی سکاٹ لنڈ کی ماتحت عدالتوں میں برابر فیصلہ کثرت رائے کے حق میں ہوتا رہا۔ لیکن جب خاتمہ پر مقدمہ برٹش ہاؤس آف لارڈز میں گیا۔ قبل مقدمہ کے بحث شروع ہونے کے کثرت رائے کیطرف سے راضی نامہ کا سوال پیش کیا گیا۔ اور علاوہ ساڑھے سات لاکھ روپیہ کے بہت سے گرجا کے مکان بھی پیش کئے گئے۔ لیکن قلت رائے والوں نے اس کو ایک اصول مذہبی کا سوال قرار دیکر راضی نامہ کرنے سے انکار کیا۔ آخر کار بحث شروع ہوئی۔ اور ۸½ دنوں تک برابر جاری رہی اور ہاؤس آف لارڈز نے فیصلہ یہ دیا۔ کہ چونکہ "فری چرچ" کے جلسہ عام کو مذہبی عقائید کی نسبت نئے قواعد بنانے کا اختیار نہیں تھا۔ اور چونکہ انہوں نے ایسا کیا۔ اسلئے کل جائداد وغیرہ ان کو ملنی چاہیئے۔ جو کہ ان کی عقاید پر اب تک قائم ہیں۔ جنکی بنا پر کہ ۱۸۴۳ء میں اول اول "فری چرچ" "پریسبیٹرین چرچ" سے علیحدہ ہو کر قائم ہوئی تھی۔ گو بعض انگریزی اخباروں کی رائے اس فیصلہ کے برخلاف نظر آتی ہے۔ تاہم میری رائے میں یہ فیصلہ بالکل ان اصولوں کے مطابق ہوا ہے۔ جو کہ ایک مذہبی تحریک کے محرک ہوا کرتے ہیں۔ کسی مذہب کے کام میں کوئی بھی آدمی اسلئے دان یا چندہ نہیں دیتا۔ کہ وہ کثرت رائے کے مطابق خرچ ہو گا۔ بلکہ وہ محض اس خیال سے دیتا ہے۔ کہ فلاں فلاں عقائید کے پھیلانے میں یہ روپیہ مدد دیگا۔ اسلئے انصاف تو چاہتا ہے۔ کہ اگر کثرت کی رائے اصل عقائد سے انحراف کر جاوے۔ تو جو جائداد یا دھن کہیں خاص عقائید کے پھیلانے کیلئے جمع کیا گیا ہے۔ وہ انہیں کے پھیلانے میں خرچ کیا جاوے۔ انگلستان تو میں لوگ شریف ہیں۔ اور اس لئے جہاں عدالت نے فیصلہ دیا۔ فوراً اپنے فرائض کو سمجھ لیتے ہیں یہ انگلینڈ کا ہی حوصلہ ہے۔ کہ لبرل پارٹی کی تمام کثرت رائے اپنے برخلاف دیکھکر لارڈ روزبری فوراً لیڈرشپ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ٹھیک اسکے برخلاف "مان نہ مان میں تیرا مہمان"۔ کا مسئلہ عملاً جاری ہے۔ اور ایسی حالت کی موجودگی پر جو نیک نیت آدمی سوسائٹیوں کے بکھیڑوں سے علیحدہ ہو کر پرماتما کا بھجن کرتے ہوئے اپنے ہم جنسوں کی سیوا کرنا چاہیں۔ ان کو بزدل اور کمزور کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں ابھی شخصی ترقی کی بڑی بھاری ضرورت ہے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ جب تک کم از کم ایک کروڑ آدمی محض اپنی شخصی ترقی میں لگ کر اپنے آپ کو آدرش نہ بنا لیویں۔ تب تک اس جگہ سوسائیٹی کی ترقی کا نام نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن جو بیل کولہو میں جوت لئے گئے ہیں۔ وے کیا کریں۔ انکے لئے تو "نہ جائے ماندن نہ جائے رفتن" کا معاملہ ہے

اس شراب میں خاص مسیحی اثر ہوگا

عیسائیوں کے رومن کیتھولک خاص شہر کا نام چارٹرہوز ہے۔ وہاں کے پادری ایک طرف تو مسیح کا ورد کرتے ہوئے مالا جپتے اور دوسری طرف شراب کی نہایت اعلیٰ کشید کرتے۔ نامہ نگار اخبار ڈیلی نیوز پیرس سے لکھتا ہے۔ کہ یہ مٹھ اپنے پادریوں کی پاک زندگی کیلئے مشہور نہیں ہے بلکہ محض پادریوں کی کھینچی ہوئی شراب کی نفاست کے لئے مشہور ہے۔ لیکن اب چونکہ اعلیٰ برانڈی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اس لئے اس مٹھ کے پادریوں نے بھی اپنی شراب کی طیاری کے لئے کم قیمت کی برانڈی خود بنانی شروع کردی ہے

ہندوستان کے لئے تو یہ خبر کچھ نئی نہیں۔ کیونکہ یہاں مذہبی مٹھوں کے ماتحت شراب کی دوکانیں اور گانجہ چرس۔ بھنگ وغیرہ کی صرف دوکانیں ہی نہیں کھلی رہتیں۔ بلکہ مٹھ میں استعمال کے لئے یہ سامان اکٹھا جمع رہتا ہے۔ لیکن آریہ سماجیوں کے لئے یہ خبر واقعی حیرت انگیز ثابت ہوگئی۔ لیکن آریہ سماجی لوگ بھول جاتے ہیں۔ کہ جب مسیح کے لہو کی جگہ شراب پینے کی اجازت عیسائیوں کے مذہب دیتا ہے۔ تو پادریوں کا مے فروشی سے روزی پیدا کرنا کچھ بھی تعجب انگیز نہیں ہے۔

انتہائے دنیا و وجود قیامت پر عقلی و نقلی دلائل

دیکھو سلسلہ کیلئے الحکم مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء

خداوند کریم قیامت وحشر ونشر کے بارے میں بہت سی آیات پیش کرتا ہے۔ جن کے معنے بجز آخروی زندگی۔ قیامت کے تاویلاً بھی اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ مثلاً وہ مقام قابل غور ہے جہاں خداتعالے جملہ بنی نوع آدم کی پیدائش کا احوال بترتیب بیان کرکے اسکے بعد فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پس یہ وہی قیامت ہے جو رب العالمین فی جملہ مخلوق بنی آدم اولین و الآخرین کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں مردے بھی اٹھینگے۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ آخروی زندگی اچھی اور دیرپا ہے سچ ہے اس دنیا میں کچھ پائیداری نہیں۔ مشاہدہ بھی یہی سبق دیتا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى آخرت میں عذاب ہوگا۔ تو بھی دیرپا اور ثواب ملے گا۔ تو وہ بھی پائیدار ہوگا۔ سینکڑوں انسان یہاں باوجود استحقاق عذاب و ثواب یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کا پورا پورا حساب قیامت کو ہوگا۔ خداوند تعالےٰ دنیا کی زندگی کو ناقص و ناتمام فرماتا ہے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ۔ اس کے بدلے نعمتی اور پاک زندگی ضرور چاہیئے۔ پس وہ آخرت میں ہی ملیگی اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ زندگی تو آخرت میں ہی ہے گی۔ یہاں تو موت ہی موت ہے صلحاو اہل اللہ کو جو یہاں حیات طیبہ ملتی ہے وہ اس آخروی زندگی کا ابتدا ہوتا ہے۔ یہ بات داخل فطرت انسانی ہے۔ اور قدرتاً ہر ایک دانشمند و احمق و عالم و جاہل و مہذب و غیر مہذب چاہتا ہے۔ اور ہر ملک و ملت کے لوگ ہر زمانہ میں یہ آرزو رکھتے اور چاہتے ہیں۔ کہ ان کو اولاد سے یا دیگر اشیاء یادآور سے پس از مردن یاد کیا جاوے۔ اور جملہ صلحا و انبیاء کی یہی خواہش رہی کہ اولاد سے۔ خیر جاری سے یا کسی دوسرے نیک پیرایہ سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جاویں۔ جو ان کے لئے باعث یادگار ہو۔ اس خواہش میں بقائے روح ہی کا خیال مضمر ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مرنے سے محض معدوم ہو جاتا۔ تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا فائدہ تھا۔

سوال۔ بعض انسان بقائے روح کو مستبعد سمجھتے ہیں۔ جواب۔ ہم کہتے ہیں۔ خداتعالیٰ جملہ ارواح کو کلمات اللہ فرماتا ہے۔ پس جبکہ انسان ضعیف البنیان فونوگراف جیسے آلات میں اپنے کلمات والفاظ کو دراز مدتوں تک محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تو خداوند تعالےٰ خالق ارواح و اشباح کے آگے اپنے کلمات یعنے ارواح کا محفوظ رکھنا کون سی مشکل بات ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو اس عالم کا وجود ایک انسان کی طرح دیکھو گے جس کا ہر ایک جز بمنزلہ اعضائے انسان کے ہے جیسا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اعضائے شنوائی و بینائی وغیرہ میں ضعف و کمزوری ہو جاتی ہے۔ اور بالآخرہ مر جاتا ہے۔ ایسا ہی حال اس عالم کا ہے۔ ایک دن ضرور اس پر مرض الشیب کا غلبہ ہو کر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اب ہم کتاب نورالدین سے اثبات قیامت من القرآن کے دلائل نقل کرتے ہیں۔ جو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے لکھتے ہیں (اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم)

"قیامت کے ثبوت میں یہ ایک نرالہ معقول اور اس طرز کو میں نے کہیں اور جگہ دیکھا نہیں۔ مگر میرے ایک نہایت پیارے دوست جو بسبب مدرس ہونے کے ریاضی دان تھے۔ انہوں نے مجھے محبت اور حسن ظن کے باعث ایک بار فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں قیامت کے ثبوت صرف امکان قیامت کو ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً کھیتوں سے تشبیہ۔ سونے اور جاگنے کی تشبیہ سے قیامت اور حشر اجساد کو بعد الموت ثابت کیا گیا ہے۔ مینے عرض کیا نہ مولانا آپ ریاضی دان ہیں۔ اس لیے میں ایک ریاضی کا مسئلہ عرض کرتا ہوں۔ جو مثبت تو قیامت ہے۔

اربعہ متناسبہ کا قاعدہ رول آف تھری آپکے یہاں اور عقلا کے سامنے مسلم اور صحیح ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ صحیح ہے۔ مینے عرض کیا۔ کہ نیازمند یہی طریق ثبوت قیامت کا قرآن کریم سے حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور بطور مثال چند آیات سناتا ہوں۔ سورہ بقرہ پہلے پارہ میں آتا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

انہ آوی القریۃ

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب

نمبر (۳۲) — دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء — جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

(گذشتہ اشاعت کے سلسلہ میں)

(دوسرا نمبر)

۲ ستمبر ۱۹۰۴ء کی تقریر

۲ ستمبر کو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامۃ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے آپ کی تشریف آوری نے حاضرین کے لطف و خوشی کو بے حد بڑھا دیا حکیم الامۃ کا جامع وعظ جو سورۃ کوثر کی تفسیر پر مشتمل تھا ہوا۔ بعد نماز جمعہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام زائرین اور مشتاقان زیارت کے اصرار و خواہش پر اجلاس فرما ہوئے۔ حاضرین میں سے ہر ایک دوسرے سے پہلے آگے بڑھنا چاہتا تھا انکے بڑھے ہوئے جوش زیارت اور شوق ارادت میں انتظام کا ہونا کوئی آسان امر نہ تھا۔ دھکے پر دھکا کھاتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ آخر جب حضرت کا حکم سنا کر بیٹھ جاؤ جو جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ وہ نظارہ جن لوگوں نے دیکھا ہے اسکا لطف اور اثر کچھ وہی دل محسوس کر سکتے ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ کے انفاس طیبہ کا کچھ ایسا اثر پڑ رہا تھا کہ اس مجمع پر نگاہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا پتہ لگتا تھا اور صاف سمجھ میں آتا تھا کہ یہ جذب اور کشش کسی مفتری اور کذاب کو نہیں دیا جاتا۔ آپ خاموش بیٹھے تھے کہ خاکسار ایڈیٹر الحکم نے ایک ارادت مند کی طرف سے عرض کیا کہ وہ کچھ سنانا چاہتا ہے فرمایا۔ ہاں سنا دو۔ اس پر اس شخص نے نہایت پر درد اور پر جوش لہجہ میں بزبان پنجابی کچھ اشعار سنائے جن میں حضرت حجۃ اللہ کی بعثت آپ کی صداقت پر بحث تھی اور بالآخر اہل لاہور کو خطاب تھا کہ دیکھو! مسیح موعود تمہارے گھر مہمان ہو کر آیا ہے تمہارا فرض تو یہ ہے کہ تم اس کا اکرام کرو اور نہ یہ کہ سب و شتم سے کام لو۔ مہمانوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک مناسب نہیں اور پھر طاعون کے زور اور حملوں سے ڈرایا تھا۔ یہ نظم بہت ہی موثر اور رقت خیز تھی جسکو سنکر اکثر حاضرین رو رہے تھے۔ نظم ختم ہو جانے کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

تمام مسلمان جو یہاں اکٹھے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک کی غرض دین ہے یہ میں جانتا ہوں کہ کوئی تھوڑا جوش رکھتا ہے کوئی زیادہ لیکن کچھ نہ کچھ غرض دین کی رکھتا ضرور ہے۔

یقیناً سمجھو کہ ہر شخص اپنے اندازہ کے موافق عمر کا ایک حصہ کھا چکا ہے بڑی عمر ہو گئی ہے تب بھی تھوڑے دن باقی ہیں اور تھوڑی ہے تب بھی تھوڑے ہی باقی ہیں کیونکہ گذرنے والے زمانہ کو ہمیشہ تھوڑا خیال کیا جاتا ہے پس یاد رکھو کہ انسان جو اس مسافرخانہ میں آتا ہے اسکی اصل غرض کیا ہے؟ اصل غرض انسان کی خلقت کی یہی ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اوس کی فرمانبرداری کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

میں نے جن اور انس کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مد نظر رکھیں وہ خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اوس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے ہاں اسوقت پتہ لگتا ہے۔ جب قابض ارواح آ کر جان نکال لیتا ہے۔ پس اس دھوکہ سے خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ مرنے کا وقت آ جاوے اور تم خالی کے خالی ہی رہو۔ یہ شعر اچھا کہا ہے۔

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار
مباش ایمن از بازی روزگار

یک دفعہ ہی پیام موت آ جاتا ہے اور پتہ نہیں لگتا انسانی ہستی بہت ہی ناپائدار ہے ہزار ہا مرضیں لگی ہوئی ہیں بعض ایسی ہیں کہ جب دامنگیر ہو جاتی ہیں تو اس جہان سے رخصت کر کے ہی رخصت ہوتی ہیں۔

جبکہ حالت ایسی نازک اور خطرناک ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک خدا سے صلح کرے۔ اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے اور مسلمانوں نے جس خدا کو مانا ہے وہ رحیم کریم حلیم۔ تواب اور غفار ہے۔ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے اور اسکے گناہ بخش دیتا ہے

لیکن

دنیا میں خواہ حقیقی بھائی بھی ہو یا کوئی اور قریبی عزیز اور رشتہ دار ہو وہ جب ایک مرتبہ قصور دیکھ لیتا ہے پھر وہ اس سے خواہ باز بھی آ جاوے تاہم اسے عیبی ہی سمجھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیسا رحیم ہے کہ انسان

ہزاروں عیب کر کے بھی رجوع کرتا ہے تو بخشدیتا ہے دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے بجز پیغمبروں کے جو خدا تعالےٰ کے خلق میں رنگے جاتے ہیں) خوچشم پوشی سے اسقدر کام لے - بلکہ عام طور پر تو یہہ حالت ہے - جو سعدی نے کہا ہے -

خداداند و بپوشد و ہمسایہ نداند و بخروشد

پس

غور کرو کہ اس کے کرم اور رحم کی کیسی عظیم الشان صفت ہے - یہہ بالکل سچ ہے کہ اگر وہ مواخذہ پر آئے تو سب کو تباہ کر دے - لیکن اس کا کرم اور رحم بہت ہی وسیع ہے اور اسکے غضب پر سبقت رکھتا ہے -

اسلام اور دوسرے مذاہب

یہہ دین یعنی اسلام جو سچا مذہب ہے اور جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمکو ملا ہے اس کی سچائی کی یہہ زبردست علامت ہے کہ انسانی ضمیر اور فطرت جس قسم کا خدا چاہتی ہے قرآن کریم نے ویسا ہی خدا پیش کیا ہے - یعنی اس قسم کے صفات سے متصف اسے بیان کیا ہے -

لیکن

چونکہ مقابلہ کے بغیر کسی کی خوبی اور عمدگی کا پتہ نہیں لگ سکتا - اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسیقدر مقابلہ دوسرے مذاہب سے کیا جاوے - اگرچہ ہمارا یہہ مذہب ہے اور قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ کل عالم کا ایک ہی خدا ہے لیکن جب ہم یہہ کہتے ہیں کہ مثلاً ہندوؤں کا خدا تو اس سے یہہ غرض ہوتی ہے کہ وہ خدا جو اپنے خیالات اور عقاید کے موافق ہندوؤں نے پیش کیا ہے یا عیسائی جس قسم کا تسلیم کرتے ہیں - نعوذ باللہ یہہ کبھی بھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ کسی اور خدا کی مخلوق ہیں -

غرض

جب ہم اس خدا کا مقابلہ ان خداؤں سے (جو دوسرے لوگوں نے پیش کئے ہیں) کرتے ہیں تو صاف طور پر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ خدا جو قرآن شریف نے یا اسلام نے پیش کیا ہے **وہی حقیقی خدا ہے** - مثلاً اسی مسئلہ عفو گناہ کے متعلق جب ہم غور کرتے ہیں تو جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے خواہ انسان کتنے ہی گناہ کر لے لیکن جب سچے دل سے توبہ کرے اور آیندہ کے لئے گناہوں سے باز آجاوے تو اللہ تعالےٰ اوسکی توبہ قبول کر لیتا اور اس کے گناہ بخشدیتا ہے - لیکن اس کے بالکل مقابل ہندوؤں نے جس خدا کو پیش کیا ہے وہ اس کے متعلق ہمیں یہہ بتاتے ہیں کہ وہ ایسا خدا ہے کہ وہ ایک گناہ کے بدلے کروڑوں جونوں میں ڈالتا ہے اور جو یہ پشو - پکھشر - درند - چرند یہانتک کہ پانی اور ہوا کے کیڑے یہہ سب انسان ہی ہیں جو اپنی شامت اعمال کی وجہ سے سزائیں بھگتنے کے واسطے ان جونوں میں آئے ہوئے ہیں - دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جسقدر مخلوقات انسان کے سوا نظر آتی ہیں وہ سب انسان کے گناہوں کے طفیل ہے - اور خدا تعالےٰ کو (معاذ اللہ) اتنک ان پر کوئی رحم نہیں آتا اور وہ ایسا سخت دل پرمیشر ہے کہ وہ رحم کر ہی نہیں سکتا -

جب یہہ عقیدہ رکھا جائیگا کہ ہر ایک گناہ کی سزا میں ضرور کئی کروڑ جونوں میں جانا پڑیگا - تو گناہ کی معافی اور رحم اور کرم پرمیشر میں کہاں پایا گیا ؟ کیونکہ جونوں کے اس چکر سے تو کبھی نجات ہی نہیں ہے ؟ حالانکہ **فطرت انسانی** ایک ایسا خدا چاہتی ہے جو انسانی کمزوریوں پر رحم کرتا ہو اور انسان کے **نادم اور تائب** ہونے پر اسکے قصوروں کو معاف کر دے - کیونکہ خود انسان میں بھی یہہ **وصف** ایک حد تک پایا جاتا ہے پھر تعجب کی بات ہوگی کہ انسان تو توبہ اور معافی پر قصور معاف کر دے اور خدا تعالےٰ ایسا کینہ توز (معاذ اللہ) ہو کہ اسے کسی طرح رحم ہی نہ آوے ؟ یہہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے بلکہ صحیح اعتقاد وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے - کہ - خدا تعالےٰ **بڑا ہی کریم اور رحیم ہے اور وہ سچے رجوع اور حقیقی توبہ پر گناہ بخش دیتا ہے** -

اس کے بالمقابل عیسائی جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ اور بھی عجیب ہے - وہ خدا تعالےٰ کو رحیم تو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رحیم ہے لیکن ساتھ ہی یہہ بھی کہتے ہیں کہ رحم بلا مبادلہ نہیں کر سکتا - جبتک **بیٹے** کو پھانسی نہ دے لے اسکا رحم کچھہ بھی نہیں کر سکتا - تعجب اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں جب اس عقیدہ کے مختلف پہلوؤں پر نظر کی جاتی ہے اور پھر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خدا نے **اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی بھی دیا لیکن یہہ نسخہ رحم پھر بھی خطا ہی گیا** -

سب سے اول تو یہہ کہ یہہ نسخہ اوسوقت یاد آیا جب بہت سی مخلوق گناہ کی موت سے تباہ ہو چکی اور اون پر کوئی رحم نہ ہو سکا - کیونکہ پہلے کوئی بیٹا پھانسی پر نہ چڑھا - اور علاوہ بریں اگرچہ یہہ بات سمجھہ میں نہیں آتی کہ زید کے سر میں درد ہو اور بکر اپنا سر پتھر سے پھوڑے اور یہہ سمجھا جاوے کہ اس نسخہ سے زید کو آرام ہو جاویگا لیکن اسکو بفرض محال مان کر بھی اس نسخہ کا جو اثر ہوا ہے وہ تو بہت ہی خطرناک ہے جبتک یہ نسخہ استعمال نہیں ہوا تھا - اکثر لوگ نیک تھے اور توبہ و استغفار کیتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلنے کی کوشش کرتے تھے مگر جب یہہ نسخہ گھڑا گیا کہ ساری دنیا کے گناہ **خدا** بیٹے کے پھانسی پانے کے ساتھ معاف ہو گئے - تو اس سے بجائے اس کے کہ گناہ رکتا گناہ کا ایک اور سیلاب جاری ہو گیا اور وہ بند جو اس سے پہلے خدا کے خوف اور شریعت کا لگا ہوا تھا ٹوٹ گیا - جیسا کہ یورپ کے حالات سے پتہ لگتا ہے کہ اس مسئلہ نے وہاں کیا اثر کیا ہے - اور **فی الحقیقت** ہونا بھی یہی چاہئے تھا پھر جب یہہ بات ہے اور حالت ایسی ہے تو ہم کیونکر تسلیم کریں کہ وہ خدا جو اس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے وہ **حقیقی خدا** ہے -

اس قسم کی غلط تعلیمیں دنیا میں جاری ہو چکی ہیں اور **حقیقی خدا** کا چہرہ چھپا ہوا تھا جو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ نے آکر دنیا کے سامنے وہ خدا پیش کیا جو **انسانی کانشنس** اور **فطرت** چاہتی ہے - اور اسکا پورا پورا بیان خدا کی سچی کتاب **قرآن مجید** میں ہے -

میں اسوقت دوسرے لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہیں الگ رکھ کر صرف ان لوگوں کے متعلق کچھہ کہونگا جو مسلمان ہیں اور انہیں سے خطاب کرونگا -

رَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا

یاد رکھو قرآن شریف

حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے

یہہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو **قرآن شریف** پر عمل نہیں کرتے ہیں -

عمل نکرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جسکو اسپر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اسکو خدا تعالےٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے یہہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اسپر عمل نہ کریں تو کسقدر تعجب اور افسوس کی بات ہے انمیں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں - پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں انکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفا اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے یہہ علم اوسکو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے - اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھدیتا اور **سیراب** ہو کر اسکے لطف و شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر - اور اسوقت تک اس سے دور رہتا ہے جو موت آکر خاتمہ کر دیتی ہے اس شخص کی حالت بہت ہی **عبرت بخش** اور **نصیحت خیز** ہے - مسلمانوں کی حالت اسوقت ایسی ہی ہو رہی ہے - وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی **قرآن شریف** ہے جسپر ہمکو عمل کرنا چاہئے مگر نہیں اس کی پرواہی نہیں کی جاتی - ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں **بلکہ خدا تعالےٰ کے حکم** اور ایما سے اسطرف بلاوے تو اسے **کذاب** اور **دجال** کہا جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہوگی - !!!

مسلمانوں کو چاہئے تھا اور اب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان **نعمت** سمجھیں اور اس کی قدر کریں - اسکی قدر یہی ہے کہ اسپر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالےٰ کس طرح انکی **مصیبتوں** اور **مشکلات** کو دور کر دیتا ہے **کاش!** مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالےٰ نے انکے لئے یہہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اسپر چل کر فائدہ اٹھائیں -

یقیناً یاد رکھو

کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا ہے اور اسکی پاک کتاب پر عمل کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکو انہیں برکات سے حصہ دیتا ہے ایسی برکات اسے دکھاتی

ہیں جو اس دنیا کی نعمتوں سے وہ بہت ہی بڑھکر ہوتی ہیں - انہیں سے ایک عفو گناہ بھی ہے - کہ جب وہ رجوع کرتا اور توبہ کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اوس کے گناہ بخش دیتا ہے -

دوسرے لوگ اس نعمت سے بالکل بے بہرہ ہیں اسلئے کہ وہ اس پہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ توبہ سے گناہ بھی بخشے جایا کرتے ہیں - انمیں سے بعض تو یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خواہ کچھہ ہی کیوں نہ ہو ہمکو جونوں میں جانا پڑے گا - اور معافی نہیں ملسکتی عیسائیوں کے اصول کے موافق مسیح کے خون پر ایک بار ایمان لاکر اگر گناہ ہو جاوے تو پھر صلیب مسیح کوئی فائدہ نہیں دے سکتی - کیونکہ مسیح دوبارہ صلیب پر نہیں چڑھے گا - تو کیا یہہ بات صاف نہیں ہے کہ ان دونوں کے لئے بخشے جانے اور نجات کی راہ بند ہے - کیونکہ صدور گناہ تو رک نہیں سکتا - اگر خدا تعالےٰ کی کسی نعمت کا شکر نکرے تو یہہ بھی گناہ ہے اور غفلت کرے تو یہہ بھی گناہ ہے - اور ان گناہوں پر بھی جونوں میں جانا پڑے گا + یا مسیح کو دوبارہ صلیب نہیں دیا جاوے گا - اس لئے کلی طور پہ مایوس ہونا پڑیگا -

مگر

اللہ تعالےٰ نے **مسلمانوں** کو یہہ تعلیم نہیں دی ان کے لئے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب انسان اسکی طرف رجوع کرے اور اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے خواستگار معافی ہو اور آئیندہ کے لئے نیکیوں کا عزم کرے تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دیتا ہے - اسلئے میں کہتا ہوں کہ میری باتوں کو متوجہ ہو کر سنو ایسا نہو کہ یہہ باتیں صرف تمہارے کان تک ہی رہ جائیں اور تم ان سے کوئی فائدہ نہ اوٹھاؤ - اور یہہ تمہارے دل تک نہ پہونچیں - نہیں بلکہ پوری توجہ سے سنو اور انکو دل میں جگہ دو اور اپنے عمل سے دکھاؤ کہ تم نے انکو سرسری طور پر نہیں سنا اور ان کا اثر اسی آن تک نہیں بلکہ گہرا اثر ہے -

گناہ اور اوس کے نتایج اور اون سے نجات

اسبات کو بخوبی یاد رکھو کہ گناہ ایسی زہر ہے جس کے کہانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے - اور نہ صرف ہلاک ہی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے - اور اس قابل نہیں ہوتا کہ یہہ نعمت اسکو مل سکے جس جس قدر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اسی اسی قدر خدا تعالےٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ روشنی اور نور جو خدا تعالےٰ کے قرب میں اسے ملتی تھی اس سے پرے ہٹتا جاتا ہے اور تاریکی میں پڑ کر ہر طرف سے آفتوں اور بلاؤں کا شکار ہو جاتا ہے - یہانتک کہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن **شیطان** اسپر اپنا قابو پالیتا ہے اور اسے ہلاک کر دیتا ہے -

لیکن

اس خطرناک نتیجہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے

ایک سامان ہی رکہا ہوا ہے اگر انسان اس سے فائدہ اوٹھائے تو وہ اس ہلاکت کے گڑہے سے بچ جاتا ہے اور پھر خدا تعالےٰ کے قرب کو پا سکتا ہے۔ وہ سامان کیا ہے؟

رجوع الی اللہ یا سچی توبہ

خدا تعالےٰ کا نام تواب ہے وہ بھی رجوع کرتا ہے اصل بات یہ ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ سے دور ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ اس سے بعید ہوتا ہے لیکن جب انسان رجوع کرتا ہے یعنی اپنے گناہوں سے نادم ہو کر پھر خدا تعالےٰ کی طرف جہکتا ہے تو اس کریم رحیم خدا کا رحم اور کرم بہی جوش میں آتا ہے اور وہ اپنے بندہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے اسلئے اوسکا نام تواب ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ اسکی طرف رجوع برحمت کرے۔

دنیا کی تکلیفوں کی وجہ

انسان جسقدر مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں اوسپر آفتیں آتی ہیں یہہ سب شامت اعمال ہی سے آتی ہیں۔ میں نے پہلے ہی بیان کیا تہا کہ لوگ ایک دہوکہ میں پڑ جاتے ہیں کہ ہم پر اگر مصیبتیں آئیں تو کیا ہوا؟ انبیاء علیہم السلام پر بہی مصیبتیں آتی ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے انکی مصائب اور مشکلات کو کوئی نسبت نہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی مصائب میں لذت ہوتی ہے وہ قرب الٰہی کے بڑہانے کا موجب ہوتی ہیں انسے محبت بڑہتی ہے اور انکا فوق العادۃ استقلال اور رضا و تسلیم اعلےٰ درجہ کی معرفت کا باعث بنتی ہے برخلاف اس کے یہہ مصیبتیں اور بلائیں و بائیں جو گناہ کی شامت سے آتی ہیں انمیں درد اور تکلیف کے علاوہ خدا سے بُعد ہوتا ہے اور ایک تاریکی چہا جاتی ہے آخر بالکل تباہی اور بربادی ہو جاتی ہے اسکی وجہہ یہ ہے کہ یہہ ایک زہر ہے زہر کہا کر کوئی بچ نہیں سکتا۔ پس گناہ کی زہر کہا کر یہہ توقع کرنا کہ وہ بچ جائیگا خطرناک غلطی ہے یقیناً یاد رکہو جو گناہ سے باز نہیں آتا وہ آخر مریگا اور ضرور مریگا۔

اللہ تعالےٰ نے انبیاء اور رسل کو اسی لئے بہیجا اور اپنی آخری کتاب قرآن مجید اس لئے نازل فرمائی کہ دنیا اس زہر سے ہلاک نہ ہو بلکہ اس کے تاثیرات سے واقف ہو کر بچ جاوے۔ قدیم سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آئی ہے کہ جب دنیا پر گناہ کی تاریکی پہیل جاتی ہے اور انسانوں میں عبودیت نہیں رہتی اور عبودیت اور الوہیت کا باہمی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے انسان سرکشی اور بغاوت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسکی آگاہی اور تنبیہ کے لئے اپنا ایک مامور بہیج دیتا ہے۔

وہ دنیا میں آکر اہل دنیا کو اس خطرناک عذاب سے ڈراتا ہے جو انکی شرارتوں اور شوخیوں کی وجہہ سے آنے والا ہوتا ہے۔ اور ان کو اس زہر سے جو گناہ کی زہر ہے بچانا چاہتا ہے جو سعید الفطرت ہوتے ہیں وہ اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور سچی توبہ کرکے فائدہ اوٹھاتے ہیں لیکن شریر النفس اپنی شرارتوں میں ترقی کرتے اور اسکی باتوں کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑا کر خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکاتے ہیں اور آخر تباہ ہو جاتے ہیں

آجکل یہی زمانہ آیا ہوا ہے۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ جو سچا تعلق عبودیت کا ہونا چاہئے اور جو محبت اپنے خالق سے ضروری ہے وہ کہاں ہے؟ ہر ایک شخص اپنی جگہ غور کرے اور اپنے نفس پر قیاس کرکے دیکہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھہ اس کے تعلقات کس قدر ہیں۔ آیا وہ دنیا اور اسکی شان و شوکت کو اپنا معبود سمجہتا ہے یا حقیقی خدا کو معبود مانتا ہے؟ اسکے تعلقات اپنے نفس اہل وعیال اور دوسری مخلوق کے ساتھہ کسی قسم کے نہیں؟ انمیں خدا تعالےٰ کا خوف کس درجہ تک ہے؟ ان باتوں پر جب آپ غور کریں گے اور خالی الذہن ہو کر غور کریں گے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہہ وہ وقت آیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھہ کوئی رشتہ اور پیوند لوگوں نے رکہا ہی نہیں ہے۔ اکثر ایسے ہیں جو خدا تعالےٰ کے وجود اور ہستی ہی کا یقین نہیں رکہتے اور جو بعض مانتے ہیں کہ خدا ہے انکا ماننا نہ ماننا برابر ہو رہا ہے کیونکہ وہ تقویٰ اللہ اور خشیۃ اللہ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لانے سے پیدا ہوتی انمیں پائی نہیں جاتی۔ گناہ سے نفرت اور احکام الٰہی کی پابندی اور نواہی سے بچنا نظر نہیں آتا۔ پھر کیونکر تسلیم کر لیا جاوے کہ یہہ لوگ فی الحقیقت خدا تعالےٰ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

> از عمل ثابت کن آن نورے کہ در ایمان تست
> دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں
>
> (ایڈیٹر)

اور ماسوا اس کے یہہ بہی یاد رکہنا چاہئے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھہ جب تک کامل اور پورا تعلق نہ ہو وہ برکات اور فیوض جو اس تعلق کے لازمی نتائج ہیں حاصل نہیں ہوتے اس کی مثال ایسی ہے کہ جہاں ایک پیالہ پانی کا پی کر سیر ہونا ہو وہاں ایک قطرہ کہانتک مفید ہو سکتا ہے اور تشنہ لبی کو بجہا سکتا ہے۔ اور جہاں دس تولہ دوا کہانی ہو وہاں ایک چاول یا ایک رتی سے کیا ہوگا؟ اسی طرح پر جب تک انسان پورے طور پر خدا تعالےٰ کا مطیع اور وفادار بندہ نہیں بنتا اور کامل نیکی نہیں کرتا اسوقت تک اوسکے انوار و برکات ظاہر نہیں ہوتے + ادہوری اور ناتمام باتوں سے بعض اوقات ٹہوکر لگتی ہے۔ ایک شخص نیکی کو اسکے کمال تک تو پہنچاتا نہیں اور اس سے ان ثمرات کی توقع کرتا ہے جو اس کے درجہ کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتے تو اس سچی اور پاک تعلیم سے بدظن ہونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ کچہہ بھی نہیں۔

بہت سے لوگ اسطرح پر بھی گمراہ ہوئے ہیں لیکن میں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جو تعلیم دی ہے اور جس طریق پر نیکی کی راہیں بتائی ہیں اسپر اور اس درجہ تک عامل ہونے سے انسان وہ تمام کمالات اور برکات حاصل کر سکتا ہے جنکا وعدہ دیا گیا ہے۔ اسی پاک تعلیم کی سچی اور کامل پیروی سے ولی اللہ اور ابدال بنتے ہیں۔ بعض لوگ سمجہتے ہیں کہ ولی اللہ یا ابدال بننے کے لئے کوئی خاص راہ ہے جو قرآن شریف میں نہیں ہے وہ سخت نادان اور غلطی پر ہیں۔ یہی وہ راہ ہے جس سے یہہ درجے بہی حاصل ہوتے ہیں ولی یا ابدال کیا کرتے ہیں؟ یہی کہ وہ سچی تبدیلی کر لیتے ہیں اور قرآن شریف کی تعلیم کا سچا نمونہ اپنے آپ کو بناتے ہیں اور نیکی کو اس حد اور درجہ تک کرتے ہیں جو اس کے کمالات کے لئے مقرر ہے۔ یہی نماز روزہ زکوٰۃ۔ صدقات وغیرہ وہ بہی بجالاتے ہیں لیکن اون میں اور دوسرے لوگوں میں اسقدر فرق ہے کہ وہ اس حد تک ان اعمال صالحہ کو بجالاتے ہیں کہ انمیں ایک قوت اور طاقت آجاتی ہے اور ان سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو دوسروں کی نظر میں خوارق ہوتے ہیں اس کی وجہہ کیا ہے؟ یہی کہ وہ اعمال صالحہ کو پورے طور پر بجالاتے ہیں۔ پس جو شخص پوری نیکی کرتا ہے اور اسکو ادہورا اور ناقص نہیں چہوڑتا اور قرآن شریف کی تعلیم کا پورا پابند اپنے آپ کو بنا لیتا ہے وہ یقیناً ولی اور ابدال ہو جاتا ہے جو چاہے بن سکتا ہے ہاں یہہ سچ ہے کہ اسکے واسطے بڑی دعاؤں کی ضرورت ہے اور دعا کی تعلیم بہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ جسکے لئے جا بجا ہدایت کی گئی ہے بلکہ اس کا شروع ہی دعا سے ہوا ہے۔ اس بات کو کبہی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اگر کسی شخص کو زندہ رکہنا مقصود ہے تو ضرور ہے کہ اسکو پوری غذا دی جاوے۔ چند دانوں پر اس کی زندگی کی امید کرنا خیال خام ہے اسیطرح اللہ تعالےٰ میں زندگی حاصل کرنے کے لئے پوری نیکیوں کا کرنا ضروری ہے۔ جو اس طریق کو چہوڑتا ہے وہ آج نہیں کل مر جاوے گا۔ قرآن شریف نے اسی اصل کو بتایا ہے جو زیادہ حظ اٹہانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ زیادہ توجہ کرے۔

اپنی جماعت سے خطاب

ہماری جماعت (جس سے مخالف بغض رکہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے) کو یاد رکہنا چاہئے کہ میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکہتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ یہہ جماعت گناہوں سے پاک ہو۔ اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکہاوے وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو جاوے انمیں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے وہ خدا تعالےٰ کے ساتھہ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بہی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے چال چلن سے نہیں دکہاتا۔ وہ یاد رکہے کہ دشمنوں کی اس بات کو پورا کر دیگا وہ یقیناً انکے سامنے تباہ ہو جاوے گا خدا تعالےٰ کے ساتھہ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پروا نہیں کرتا وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تہی یعنی بنی اسرائیل جنمیں کثرت سے نبی اور رسول آئے۔ اور خدا تعالےٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹہرائے گئے تہے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے راہ مستقیم کو چہوڑ دیا۔ سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق ہوئی خدا تعالےٰ کا غضب اونپر ٹوٹ پڑا اور انکا نام سور اور بندر رکہا گیا + یہانتک وہ گر گئے کہ انسانیت سے بہی اونکو خارج کیا گیا۔ یہہ کسی قدر عبرت کا مقام ہے۔ بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے۔ اسیطرح یہہ قوم جسکو خدا نے اپنے ہاتہہ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خدا تعالےٰ اسپر بڑے بڑے فضل کریگا لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خدا تعالےٰ سے سچی محبت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اتباع نہیں کرتا وہ چہوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جاویگا اور خدا تعالےٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا۔ پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹہرو۔

امتیاز ذات

بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تہی؟ جنمیں نبی اور رسول آتے تہے۔ لیکن کیا ان کی اس اعلےٰ ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالےٰ کے حضور ہوا جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابہی میں نے کہا ہے کہ انکا نام سور اور بندر رکہا گیا اور اسے اسطرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ میں نے دیکہا ہے کہ بہت لوگوں کو یہہ مرض لگا ہوا ہے خصوصاً سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں کہ وہ دوسروں کو حقیر سمجہتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچہہ بہی چیز نہیں ہے اور اسے ذرا بہی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو سید ولد آدم اور افضل الانبیاء ہیں اونہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ

اے فاطمہ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کر کہ میں پیغمبر زادی ہوں قیامت کو یہہ ہرگز نہیں پوچہا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے وہاں تو اعمال کام آئیں گے میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے قرب سے زیادہ دور پہینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔

علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ میں گیلانی ہوں یا فلاں سید ہوں حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی - ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھہ ہی الگ ہو جاتی ہے مرنے کے بعد اسکا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں - اس لئے اللہ تعالے قرآن شریف میں یہہ فرماتا ہے -

من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

کوئی برا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نکرے اس کی پاداش اس کو ملے گی - یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں کی اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے -

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

اللہ تعالے کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے - پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نکرو کہ یہہ نیکی کے لئے روک کا باعث ہو جاتا ہے - ہاں ضروری یہہ ہے کہ نیکی اور تقوی میں ترقی کرو خدا تعالے کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھہ ہیں اسی حال میں اللہ تعالے کی تائید اور اسکی نصرت ہمارے شامل حال ہوگی کہ ہم صراط مستقیم پر چلیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں - قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستور العمل بناویں - اور ان باتوں کو ہم اپنے **عمل اور حال** سے ثابت کریں نہ صرف **قال** سے اگر ہم اس طریق کو اختیار کریں گے تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی مل کر ہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے اسلئے کہ **خدا ہمارے ساتھہ ہوگا** -

لیکن اگر ہم خدا تعالے کے نافرمان اور اس سے قطع تعلق کر چکے ہیں تو ہماری ہلاکت کے لئے کسی کو منصوبہ کرنے کی ضرورت نہیں کسی مخالفت کی حاجت نہیں وہ سب سے پہلے خود ہم کو ہلاک کر دے گا -

ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آئی ہے جب بنی اسرائیل نے خدا تعالے کی نافرمانی اختیار کی اور انہوں نے گناہ کیا خدا تعالے نے اس قوم کو ہلاک کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر انمیں موجود تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے گناہ سے سخت بیزار اور متنفر ہے وہ کبھی پسند نہیں کر سکتا کہ ایک شخص بغاوت کرے اور اوسکو سزا نہ دی جاوے -

یہہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ گنہگار خدا تعالے پر ایمان اور یقین نہیں رکھتا اگر ایمان رکھتا تو ہرگز گناہ کرنے کی جرأت نکرتا - حدیث میں جو آیا ہے کہ چوری کرنے والا یا زانی یا بدکار اپنے فعل کے وقت مومن نہیں ہوتا - اسکا بھی یہی مطلب ہے کیونکہ سچا ایمان تو گناہ سے دور کرتا ہے اور اور شیطان کی کشتی میں وہ شیطان پر غالب آجاتا ہے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علانیہ بدکاری میں مبتلا ہے اور دوسری خطا کاریوں سے باوجودیکہ ان کی برائی سے آگاہ ہے باز نہیں آتا تو پھر بجز اس کے اور کیا کہنا پڑے گا کہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا - اگر ایمان رکھتا تو کیوں ان بدیوں سے نہ بچتا - کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا گناہ سے سخت بیزار ہے اور اسکا نتیجہ بہت ہی برا اور تکلیف دہ ہے -

نفس کی تین حالتیں

نفس کی تین حالتیں ہیں یا یہہ کہو کہ نفس تین رنگ بدلتا ہے بچپن کی حالت میں نفس زکیہ ہوتا ہے - یعنی بالکل سادہ ہوتا ہے - اس عمر کے طے کرنے کے بعد پھر نفس پر تین حالتیں آتی ہیں سب سے اول جو حالت ہوتی ہے اسکا نام **نفس امارہ** ہے اس حالت میں انسان کی تمام طبعی قوتیں جوش زن ہوتی ہیں اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے دریا کا سیلاب آجاوے اسوقت قریب ہے کہ غرق ہو جاوے یہہ جوش نفس ہر قسم کی بے اعتدالیوں کی طرف لے جاتا ہے - لیکن پھر اس پر ایک حالت اور بھی آجاتی ہے جسکا نام **نفس لوامہ** ہے - اس کا نام لوامہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ بدی پر ملامت کرتا ہے اور یہہ حالت نفس کی روا نہیں رکھتی کہ انسان ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور جوشوں کا شکار ہوتا چلا جاوے جیسا کہ نفس امارہ کی صورت میں تھا بلکہ نفس لوامہ اسے بدیوں پر ملامت کرتا ہے یہہ سچ ہے کہ **نفس لوامہ** کی حالت میں انسان بالکل گناہ سے پاک اور بری نہیں ہوتا مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اس حالت میں انسان کی شیطان اور گناہ کے ساتھہ ایک جنگ ہوتی رہتی ہے کبھی شیطان غالب آجاتا ہے اور کبھی وہ غالب آتا ہے مگر نفس لوامہ والا خدا تعالے کے رحم کا مستحق ہوتا ہے اسلئے کہ وہ بدیوں کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہتا ہے اور آخر اسی کشمکش اور جنگ و جدل میں اللہ تعالیٰ اسپر رحم کر دیتا ہے اور اسے وہ نفس کی حالت عطا ہوتی ہے جسکا نام **مطمئنہ** ہے یعنی اس حالت میں انسان شیطان اور نفس کی لڑائی میں فتح پا کر انسانیت اور نیکی کے قلعہ کے اندر آکر داخل ہو جاتا ہے - اور اس قلعہ کو فتح کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اسوقت یہہ خدا پر راضی ہوتا ہے اور خدا تعالے اسپر راضی ہوتا ہے کیونکہ یہہ پورے طور پر اللہ تعالے کی عبادت اور اطاعت میں فنا اور محو ہو جاتا ہے اور خدا تعالے کی مقادیر کے ساتھہ اسکو پوری صلح اور رضا حاصل ہوتی ہے چنانچہ

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی -

یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ - تو اس سے راضی اور وہ تجھہ سے راضی - پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آجا -

رضا بالقضا

اس آیتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ خدا تعالے کی رضا سے رضاء انسانی مل جاوے - یہہ وہ حالت ہے جہاں انسان اولیا اور ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالے سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے اور وحی کی جاتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے ہر وقت اللہ تعالے کی رضا میں زندہ ہوتا ہے - اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے انسانی ہستی کا مقصد اعلے اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے - اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالے نے رکھا ہے کیونکہ اسلام سے یہی مراد ہے کہ انسان اللہ تعالے کی رضا کے تابع اپنی رضا کرے -

مگر

دعا کی ضرورت

سچ یہہ ہے کہ یہہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا ہاں اس میں کلام نہیں کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ **دعا** ہے انسان کمزور ہے جتنک دعا سے **قوت** اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گذار منزل کو طے نہیں کر سکتا - خود اللہ تعالے انسان کی کمزوری اور اس کے ضعف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے

خلق الانسان ضعیفا

یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے - پھر باوجود اسکی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے **عالی درجہ اور ارفع مقام** کے حاصل کرنے کا دعوے کرنا سراسر خام خیالی ہے - اسکے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے **دعا** ایک زبردست **طاقت** ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں - اور دشوار گذار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے - کیونکہ دعا اس **فیض** اور **قوت** کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالے سے آتا ہے - جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے - وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالے سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے -

ہاں نری دعا خدا تعالے کا منشاء نہیں ہے بلکہ اول تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لاوے اور اوس کے ساتھہ دعا سے کام لے - اسباب سے کام لے اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہہ **آداب الدعا** سے ناواقفی ہے اور خدا تعالے کو آزمانا ہے اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشے محض سمجھنا یہہ دہریت ہے یقیناً سمجھو کہ **دعا بڑی دولت** ہے جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا - اس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئیگی وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں - لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اسپر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے - وہ سمجھہ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے - ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جاوے گا اور اسکی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی -

اسلئے

یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اسکی حفاظت کا اصل ذریعہ یہی **دعا** ہے - یہی دعا اسکے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے -

اسلام کا خاص امتیاز

یہہ بھی یقیناً سمجھو کہ یہہ ہتھیار اور نعمت صرف اسلام ہی میں دی گئی ہے - دوسرے مذہب اس عطیہ سے محروم ہیں - آریہ لوگ بھلا کیوں دعا کریں گے جب کہ ان کا یہہ اعتقاد ہے کہ تناسخ کے چکر میں سے ہم نکل ہی نہیں سکتے ہیں اور کسی گناہ کی معافی کی کوئی امید ہی نہیں ہے انکو دعا کی کیا حاجت اور کیا ضرورت اور اس سے کیا فائدہ !

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آریہ مذہب میں دعا ایک بے فائدہ چیز ہے - اور پھر عیسائی دعا کیوں کریگے؟ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ دوبارہ کوئی گناہ بخشا نہیں جائے گا کیونکہ مسیح دوبارہ تو مصلوب ہو ہی نہیں سکتا - پس یہہ خاص اکرام **اسلام** کے لئے ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہہ **امت مرحومہ** ہے لیکن اگر آپ ہی اس فضل سے محروم ہو جاویں اور خود ہی اس دروازہ کو بند کر دیں تو پھر کس کا گناہ ہے؟ جب ایک حیات بخش چشمہ موجود ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی پی سکتا ہے پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود **طالب موت** اور تشنہ ہلاکت ہے اس صورت میں تو چاہئے کہ اسپر منہ رکھدے اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لیوے -

یہہ میری نصیحت ہے جسکو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں - قرآن شریف کے ۳۰ سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ انمیں سے وہ نصیحت کونسی ہے جسپر اگر مضبوط ہو جاویں اور اسپر پورا عمل درآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے - مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ **کلید اور قوت دعا** ہے دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو - میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالے ساری مشکلات کو آسان کر دے گا - لیکن مشکل یہہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ دعا کیا چیز ہے ؟ دعا یہی نہیں ہے کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑا لئے یہہ تو کچھہ بھی نہیں -

دعا اور دعوت کے معنی ہیں اللہ تعالے کو اپنی مدد کے لئے پکارنا اور اس کا کمال اور موثر ہونا اسوقت ہوتا ہے جب انسان کمال درد دل - اور تعلق اور سوز کے ساتھہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے - اور اوسکو پکارے - ایسا کہ اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر آستانہ الوہیت کی طرف بہ نکلے - یا جسطرح پر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے تو دیکھتے ہو کہ اسکی پکار میں کیسا انقلاب اور تغیر ہوتا ہے - اس کی آواز ہی میں وہ درد بھرا ہوا ہوتا ہے - جو دوسروں کے رحم کو جذب کرتا ہے - اسیطرح وہ دعا جو اللہ تعالے

ہے کیجاوے اسکی آواز اس کا لب ولہجہ ہی اور ہی ہوتا ہے اس میں وہ رقت اور درد ہوتا ہے جو الوہیت کے چشمہ رحم کو جوش میں لاتا ہے۔ اس دعا کے وقت آواز الہی ہو کر سارے اعضا اس سے متاثر ہو جاویں اور زبان میں خشوع خضوع ہو۔ دل میں درد اور رقت ہو اعضا میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان اور پوری امید ہو اسکی قدرتوں پر ایمان ہو۔ ایسی حالت میں جب آستانہ الوہیت پر گرے گا نامراد واپس نہ ہوگا۔ چاہیئے کہ اس حالت میں بار بار حضور الہیٰ میں عرض کرے کہ میں گنہگار ہوں اور کمزور ہوں تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تو آپ رحم فرما اور مجھے گناہوں سے پاک کر کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اور نہیں ہے جو مجھے پاک کرے۔ جب اس قسم کی دعا میں مداومت کرے گا اور استقلال اور صبر کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے فضل اور تائید کا طالب رہے گا تو کسی نامعلوم وقت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نور اور سکینت اس کے دل پر نازل ہوگی۔ جو دل سے گناہ کی تاریکی دور کرے گی اور غیب سے ایک قوت عطا ہوگی جو گناہ سے بیزاری پیدا کرے گی اور وہ ان سے بچیگا۔ اس حالت میں دیکھیے گا کہ میرا دل جذبات اور نفسانی خواہشوں کا ایسا اسیر اور گرفتار تھا کہ گویا ہزاراں ہزار زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا جو بے اختیار اسے کھینچ کر گناہ کی طرف لے جاتے تھے اور یا یکدفعہ وہ سب زنجیر ٹوٹ گئے ہیں اور آزاد ہو گیا ہے اور جیسے پہلی حالت میں گناہ کی طرف ایک رغبت اور رجوع تھا اس حالت میں وہ محسوس اور مشاہدہ کرے گا کہ وہی رغبت اور رجوع اللہ تعالےٰ کی طرف ہے۔ گناہ سے محبت کی بجائے نفرت اور اللہ تعالےٰ سے وحشت اور نفرت کی بجائے محبت اور کشش پیدا ہوگی۔

یہ ایک زبردست **صداقت** ہے جو اسلام میں موجود ہے اسکا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اسکا زندہ **ثبوت** ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ اگر انسان اس امر کو سمجھ لے اور وہ دعا کے راز سے آگاہ ہو جاوے تو اس میں اسکی بڑی ہی سعادت اور نیک بختی ہے۔ اور اس صورت میں سمجھ کہ گویا اس کی ساری ہی مرادیں پوری ہو گئی ہیں۔ ورنہ دنیا کے ہم و غم تو اس قسم کے ہیں کہ انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

جو شخص رو بدنیا ہوتا ہے وہ تھوڑی دور چل کر رہ جاتا ہے کیونکہ نامرادیاں اور ناکامیاں آخر آکر ہلاک کر دیتی ہیں لیکن جو شخص ساری **قوتوں** اور **طاقتوں** کے ساتھ رو بخدا ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ ہی کے لئے اسکے سب حرکات و سکنات ہوتے ہیں تو خدا تعالےٰ دنیا کو بھی ناک سے پکڑ کر اسکا خادم بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس حالت میں بہت فرق ہوتا ہے دنیا دار تو دنیا کا دیوانہ ہوتا ہے۔ لیکن یہہ رو بخدا شخص جسکی دنیا خادم کی جاتی ہے دنیا اور اس کی لذتوں میں کوئی لذت نہیں پاتا بلکہ ایک قسم کی بدمزگی ہوتی ہے کیونکہ وہ لطف اور ذوق دنیا کی طرف نہیں ہوتا بلکہ کسی اور طرف ہو جاتا ہے۔

انسان جب خدا تعالےٰ کا ہو جاتا ہے اور ساری راحت اور لذت اللہ تعالےٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں دنیا بھی اسکے پاس آجاتی ہے مگر راحت کے طریق اور ہو جائیں گے وہ دنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح انبیاء اور اولیا کے قدموں پر دنیا کو لا کر ڈالدیا گیا ہے مگر ان کو دنیا کا کوئی مزا نہیں آیا۔ کیونکہ انکا رخ اور طرف تھا یہی قانون قدرت ہے جب انسان دنیا کی لذت چاہتا ہے تو وہ لذت اسے نہیں ملتی لیکن جب خدا تعالےٰ میں فنا ہو کر دنیا کی لذت کو چھوڑتا ہے اور اسکی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی یہہ ایک مستحکم اصول ہے اسکو بھولنا نہیں چاہیئے۔ خدا یابی کے ساتھ دنیا یابی وابستہ ہے۔ خدا تعالےٰ بار بار فرماتا ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا اسے تمام مشکلات سے نجات ملیگی اور ایسے طور پر اسے رزق دے گا کہ اسے علم بھی نہ ہوگا یہہ کس قدر برکت اور نعمت ہے کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے اور اللہ تعالےٰ اسکے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہہ بات جیسا کہ خود اسنے فرمایا تقوےٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا کہ دنیوی مکر و فریب سے یہہ باتیں حاصل ہونگی۔

اللہ تعالےٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ دنیا سے طبعی نفرت کرتے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے خوش ہو جاوے اور دنیا اور آخرت کی راحت اسے مل جاوے وہ یہہ راہ اختیار کرے اگر اس راہ کو تو چھوڑتا ہے اور اور راہیں اختیار کرتا ہے تو پھر ٹکریں مار کر دیکھہ لے کہ کچھہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ہونگے جنکو یہہ نصیحت بری لگے گی اور وہ ہنسی کریں گے لیکن وہ یاد رکھیں کہ آخر ایک وقت آجائیگا کہ وہ ان باتوں کی حقیقت کو سمجھیں گے اور پھر بول اوٹھینگے کہ افسوس ہم نے یونہی عمر ضایع کی لیکن اسوقت کا افسوس کچھہ کام نہ دیگا۔ اصل موقع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اور پیغام موت آجائیگا میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو۔ کیونکہ اگر خدا تعالےٰ مہربان ہو جاوے تو ساری دنیا مہربان ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ ناراض ہو تو پھر کوئی بھی کام نہیں آسکتا۔ جب اسکا غضب آگیا تو دنیا میں کوئی مہربان نہ رہے گا خواہ کیسا ہی مکر و فریب کرے۔ تسبیحیں ڈالے بھگوے اور سبز کپڑے پہنے مگر دنیا اسکو حقیر سمجھے گی۔ اگر چند روز دنیا دہوکا کھا بھی لے۔ تو بھی آخر اسکی قلعی کھل جائے گی اور اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائیگا لیکن جو اللہ تعالےٰ کیطرف سے آیا ہے دنیا اس کی کتنی ہی مخالفت کرے وہ اپنی مخالفت اور منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگی۔ اس کو گالیاں دے لعنتیں بھیجے لیکن ایک وقت آجائیگا کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کرے گی اور اسکی سچائی کا اعتراف اسے کرنا پڑیگا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ جسکا ہو جاتا ہے دنیا بھی اوس کی ہو جاتی ہے۔

ہاں یہہ صحیح ہے کہ جو لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں ابتداً اہل دنیا انکے دشمن ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کی تکلیفیں دیتے اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ کوئی پیغمبر اور رسل نہیں آیا جسنے دکھ نہ اوٹھایا ہو مکار فریبی دوکاندار اس کا نام نہ رکھا گیا ہو۔ مگر باوجود اسکے کہ کروڑہا بندوں نے اسپر ہر قسم کے تیر چلانے چاہے پتھر مارے گالیاں دیں اونہوں نے کسی بات کی پروا نہیں کی کوئی امر انکی راہ میں روک نہیں ہو سکا۔ وہ دنیا کو خدا تعالےٰ کی کلام سناتے رہے اور وہ پیغام جو لیکر آئے تھے اسکے پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان تکلیفوں اور ایذا رسانیوں نے جو نادان دنیا داروں کی طرف سے پہونچیں انکو سست نہیں کیا بلکہ وہ اور تیز قدم ہوتے یہانتک کہ وہ زمانہ آگیا کہ اللہ تعالےٰ نے وہ مشکلات انپر آسان کر دیں اور مخالفوں کو سمجھ آنے لگی اور پھر وہی مخالف دنیا انکے قدموں پر آگری اور انکی راستبازی اور سچائی کا اعتراف ہونے لگا۔ دل اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو

تمام انبیاء کو اپنی تبلیغ میں مشکلات آئی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء علیہم السلام سے افضل اور بہتر تھے یہانتک کہ آپ پر سلسلہ نبوت اللہ تعالےٰ نے ختم کر دیا یعنی تمام کمالات نبوت آپ پر طبعی طور پر ختم ہو گئے۔ باوجود ایسے جلیل الشان نبی ہونے کے کون نہیں جانتا کہ آپ کو تبلیغ رسالت میں کسقدر مشکلات اور تکالیف پیش آئیں۔ اور کفار نے کس حد تک آپ کو ستایا اور دکھ دیا۔ اس مخالفت میں اپنی ہی قوم اور چچا اور دوسرے بزرگ سب سے بڑھ کر حصہ لینے والے تھے آپ کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا زمانہ اتنا لمبا ہوا کہ تیرہ برس تک اپنی قوم سے ہر قسم کے دکھ اوٹھاتے رہے۔ اسحالت میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہہ شخص کامیاب ہوگا۔ کیونکہ ہر طرف مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور خود اپنے رشتہ دار ہی تشنہ خون ہو رہے تھے۔ جدی اور برادری کے لوگوں نے جب قبول نہ کیا تو اوروں کو اور بھی مشکلات پیش آگئے۔ غرض اس طرح پر آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مصیبتوں کا زمانہ دراز ہو گیا

موسیٰ و مثیل موسیٰ علیہما السلام کی قومی تبلیغ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کے مشکلات پیش نہیں آئے کیونکہ حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل نے انکو فوراً قبول کر لیا تھا۔ اس لئے قوم کی طرف سے کوئی دکھ اور مصیبت یا روک انکو پیش نہیں آئی۔ لیکن برخلاف اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم سے مشکلات اور انکا کا مرحلہ پیش آیا۔ پھر کیسی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں کیسی اعلےٰ درجہ کی ثابت ہوئی ہیں جو آپ کے کمالات اور فضائل کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالےٰ کے اذن و امر سے تبلیغ شروع کی تو پہلے ہی آپ کو یہہ مرحلہ پیش آیا کہ قوم نے انکار کیا۔ لکھا ہے کہ جب آپ نے قریش کی دعوت کی اور سب کو بلا کر کہا کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اسکا جواب دو یعنی میں اگر تمہیں یہہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج پڑی ہوئی ہے اور وہ اس گہات میں بیٹھی ہوئی ہے کہ موقع پاکر تمہیں ہلاک کر دے۔ تو کیا تم باور کرو گے سب نے بالاتفاق کہا کہ بیشک ہم اس بات کو تسلیم کریں گے اس لئے کہ تو ہمیشہ سے صادق اور امین ہے جب وہ یہہ اقرار کر چکے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو میں سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالےٰ کا پیغمبر ہوں اور تم کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اتنی بات کہنی تھی کہ سب آگ ہو گئے اور ایک شریر بول اوٹھا تبالک سائر الیوم۔

افسوس جو بات اون کی نجات اور بہتری کی تھی نا عاقبت اندیش قوم نے اوسکو ہی برا سمجھا اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے اب اسکے بالمقابل موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھو بنی اسرائیل باوجودیکہ ایک سخت دل قوم تھی لیکن اونہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر فوراً ہی اوسکو قبول کر لیا اور اسطرف موسیٰ علیہ السلام سے افضل کو قوم نے تسلیم نہ کیا اور مخالفت کے لئے تیار ہو گئے مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آئے دن قتل کے منصوبے ہونے لگے اور یہہ زمانہ اتنا لمبا ہو گیا کہ تیرہ برس تک برابر چلا گیا۔ تیرہ برس کا زمانہ کم نہیں ہوتا اس عرصہ میں آپ نے جسقدر دکھ اوٹھائے اون کا بیان بھی آسان نہیں ہے۔ قوم کی طرف سے تکالیف اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جاتی تھی اور ادھر اللہ تعالےٰ کی طرف سے صبر اور استقلال کی ہدایت ہوتی تھی۔ اور بار بار حکم ہوتا تھا کہ جسطرح پہلے نبیوں نے صبر کیا ہے تو بھی صبر کر۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کمال صبر کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور تبلیغ میں سست نہ ہوتے تھے بلکہ قدم آگے ہی پڑتا تھا۔

اور اصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر پہلے نبیوں کا سا نہ تھا کیونکہ وہ تو ایک محدود قوم کے لئے مبعوث ہو کر آتے تھے اسلئے ان کی تکالیف اور ایذا رسانیاں بھی اسی حد تک محدود ہوتی تھیں۔

(باقی آئندہ)

جن حضرات کے ذمہ مطبع کا بقایا ہے انکے نام وی پی روانہ ہوتے ہیں وہ جلد تر اپنے حساب بے باق کرنے کی فکر کریں کیونکہ اس سال کے ختم ہونے میں اب صرف تین ماہ رہ گئے ہیں۔

(منیجر)

مراسلت

مرزا صاحب اور اُن کے ارشاد

سراج الاخبار مورخہ ۵- ستمبر میں اس عنوان سے ایک مضمون کسی منصف مزاج مسلمان کی طرف سے چھپا ہے جس میں طاعون اور تسبیح کے متعلق چند اعتراض ہیں ہم اون کا جواب صرف اسلئے دیتے ہیں کہ اس مضمون کا راقم طالب حق معلوم ہوتا ہے جس کی دلیل یہہ ہے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے حتی الوسع نہایت تہذیب سے لکھا ہے - ورنہ ہمارے مسلمان بھائی حضرت اقدس کے مقابلہ میں تہذیب سے کام لینا غالباً گناہ سمجھتے ہیں (جیسا کہ انکے طرز عمل سے ثابت ہے) امید ہے وہ ایک خدا ترس دل لیکر اس سے استفادہ کی کوشش کرینگے واللہ الموفق والمعین!

(۱) صرف ہندوستان پر ہی عذاب الٰہی کیوں نازل ہے - دوسرے ممالک (جہاں شرابخواری انسان پرستی زیادہ ہے) میں کیوں نہیں -

(ا) آپ اگر اخبار دیکھنے کے عادی ہیں تو یہ امر آپ سے مخفی نہیں رہ سکتا کہ طاعون نہ صرف ہندوستان میں ہے - بلکہ دوسرے ممالک میں بھی آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہے چنانچہ پچھلے دنوں ایک مشہور مخالف اخبار نے ظاہر کیا تھا - کہ اگر کوئی شخص طاعون کے عالمگیر ہونے کا دعوے کردے تو وہ جھوٹا نہیں -

(ب) پھر عذاب الٰہی کئی صورتوں میں نازل ہو رہا ہے اگر دوسرے ممالک میں طاعون نہیں - تو طاعون کے قائم مقام اور بہت سی بلائیں مثل غرق - حرق - خسف وغیرہ ذلک وارد ہیں - جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے - اور جسکے کان ہوں وہ سُنے!!

(ج) بے شک یورپ کے لئے خاص مہلت ہے اور ہونی چاہئے کیونکہ بوجہ دور ہونے کے وہ لوگ ابھی ایک حد تک معذور سمجھے گئے ہیں - اور ہندوستان والے اس لئے سب سے پہلے ماخوذ ہیں کہ ان میں خدا کا فرستادہ مدت سے آچکا ہے اور اپنے عظیم الشان نشانوں سے اپنی صداقت پر مہر لگا چکا ہے - پس باوجود اس بات کے کہ ہر طرح سے حجت قائم ہو چکی ہے جو لوگ شوخی و شرارت سے باز نہیں آتے وہ ضرور ماخوذ ہوتے ہیں -

یہہ ایک بدیہی مثال ہے کہ اپنے اقربا پر بہ نسبت دور افتادوں کے جلدی اور زیادہ افسوس آتا ہے

(د) آپ کو معلوم ہوگا - کہ ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت تو سارے جہان کے لئے تھی مگر عذاب الٰہی (جو جنگ اور قحط کی صورت میں نازل ہوا تھا) سب سے پہلے عرب ہی ماخوذ ہوئے تھے -

(ہ) حضور علیہ الصلوٰۃ یہہ بات اپنی مختلف تحریروں میں بیان فرما چکے ہیں کہ عذاب صرف اختلاف مذہب سے نہیں آتا بلکہ شوخی و شرارت سے آتا ہے - ایسا ہی جب لوگ گناہوں میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں - تو پہلے ہیں رسول بھیجکر اللہ تعالےٰ اون پر حجت پوری کرتا ہے پھر عذاب نازل فرماتا ہے چنانچہ فرمایا ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا -

پس آپ کا یہہ خیال غلط ٹھہرا - کہ یورپ میں ہم سے زیادہ دہریت یا گناہ ہے وہاں عذاب کیوں نہیں آیا قطع نظر اس سے کہ شرابخواری - زنا - فسق و فجور کی عادت بجائے خود ایک جہنمی عذاب ہے -

(و) ہندوستان میں اگر بعض قصبات اور دیہات وبائے طاعون سے خالی ہیں تو آپ گھبرائے نہیں اپنے اپنے وقت پر انمیں سے ہر ایک ماخوذ ہو جائیگا - بموجب آیت وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا او معذبوھا قبل یوم القیمۃ اور حسب پیشگوئی سیدنا المسیح الموعود علیہ السلام -

(ز) فہرست احمدی جماعت کے شائع کرنے کی کچھہ ضرورت نہیں - یہہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ احمدی جماعت دن بدن ترقی کر رہی ہے آپ دور کیوں جاتے ہیں اپنے ضلع یا تحصیل یا شہر ہی کی طرف خیال رکھئے کہ بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں -

(ح) اسبات کا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے کہ کون زیادہ گناہ گار - شوخ - شریر - قابل اخذ ہے پس تمہارا اعتراض بے جا ہے کہ فلان شخص یا گروہ یا گاؤں کیوں ابھی تک ماخوذ نہیں ہوا - میرے دوست! کئی بھیڑوں کی شکل میں بھیڑئے ہیں -

(ط) احمدی جماعت کے آدمی بھی طاعون سے مرتے ہیں - اور بے شک مرتے ہیں - یہہ شہید ہوتے ہیں جیسے کہ ایک ہی تلوار تھی - جو صحابہ کو شہید مخالفین کو مرید بناتی تھی - پس یہہ فیصلہ آپ اپنی عقل خداداد سے فرما لیجئے کہ طاعون کنکی موت ہے یا شہادت -

(ی) اہل سنت وجماعت کا عقیدہ رکھنے والا ہم اسے نہیں سمجھتے - جو خلیفۃ اللہ کا منکر ہے - کیونکہ آیت استخلاف صاف فرما رہی ہے ومن کفر بعد ذلک فاولٰئک ھم الفسقون سنت مرسل وجماعت الناس تو یہی تھی "مرجانا" مگر یہہ اہل سنت وجماعت بھی اچھے ہیں جو خلاف سنت وجماعت عیسےٰ کو ابھی تک زندہ کہے جاتی ہیں -

(۲) حضور پرنور کا یہہ فقرہ "گنتی کو پورا کرنے کی فکر والا سچی توبہ نہیں کرسکتا" آپ نے غور سے نہیں پڑھا - ورنہ آپ تسبیح پر اعتراض نہ کرتے حضرت اگر رکعتوں میں تعداد ہے یا سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳ بار پڑھنے کا ارشاد ہے -

(ا) نماز تسبیح میں دس بار کلمہ تمجید پڑھا جاتا ہے تو یہہ گنتی ایسی گنتی نہیں جس کو گننے کی فکر حضور قلب میں خلل انداز ہو سکے - کیا کبھی ان مذکورہ بالا ارشادوں کے پورا کرنے کے لئے کسی کو تسبیح کی حاجت ہوئی ہے - یا تکلیف مالا یطاق سے کام لینا پڑا ہے؟

(ب) یہ گنتی تو شارع اسلام علیہ السلام نے وحی الٰہی سے مقرر فرمائی - مگر یاوھاب کو آٹھ ہزار بار پڑھنا یا قصیدہ غوثیہ کا چالیس بار قطب کی طرف منہ کرکے پڑھنا کس کا حکم ہے کیا باوجود اس بات کے کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی طرح ندا آچکی ہے کسی صوفی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی طرف سے عبادت کا طریق ایجاد کرے یا کسی وظیفہ کی خاص تعداد مقرر کرے - ہم پوچھتے ہیں جس صوفی نے قصیدہ غوثیہ چالیس بار پڑھنے یا کسی اسم کو لاکھ بار پڑھنے کا ارشاد کیا - وہ کس حیثیت سے کیا ہے کیا (ج) اپنے قیاس سے کام لیا ہے؟ اور کیا اسے لا قیاس فی التقدیرات مشہور مسئلہ فقہ کہ تقدیرات میں قیاس نہیں چل سکتا - یاد نہیں رہا - پس فرمائیے انھے کہاں سے یہہ مسئلہ استنباط کیا اگر کہو الہام الٰہی سے - تو آپ ہمیں مبارکباد دیجئے کہ آپ ہی کے قول سے ہمارا دعوے ثابت ہو گیا - عوام الناس کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ وحی بند ہو چکا ہے مگر آپ تو کہہ رہے ہیں وحی تشریعی و غیر تشریعی کے دونوں سلسلے جاری ہیں - کیونکہ دین میں کوئی خاص عبادت اور پھر اس کی تعداد مقرر کرنا صرف شریعت کا حق ہے پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جب شربت کا گلاس جو ہر قسم کی خوشبوؤں سے معطر ہو - آپ کی پیاس بجھانے کے لئے کافی - موجود ہو - تو اسکو چھوڑ کر محض پانی کے گلاس کی طرف متوجہ ہونا حماقت یا ناقدر شناسی - ناسپاسی ہے یا نہیں - کیا نماز انسانی کمالات کے لئے کافی نہیں کیا اس سے دین و دنیا کے حاجات پورے نہیں ہوتے - جو دوسرے وظائف کی طرف دوڑے جاتے ہو - گویا آپ اپنے اس طرز عمل سے شریعت اسلامی کا نقص ثابت کر رہے ہیں - جو بات رسول صلعم نے صحابہ کو نہیں فرمائی اوپر کیوں عامل ہو گیا من احدث فی امرنا ھذا کا وعید بھول گئے -

واذکر اللہ کثیرا امر بھی وارد ہو چکا ہے اب اوس کو گنتی سے محدود کرنا اصلاح شریعت نہیں تو اور کیا ہے - کثیرا کہنے سے یہی مقصود تھا کہ تحدید نہ کرو ہاں حد بست کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اوس کے رسول مقبول کو پہنچتا ہے - دوسری یہہ بڑی غلطی ہے کہ اللہ کے ذکر کے یہہ معنے سمجھے جائیں ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہنا یہہ تو مفید نہیں حضرت اس ذکر سے یہہ مراد ہے کہ انسان ہر وقت ہر لحظہ ہر منٹ یہ خیال رکھے کہ "اللہ" ہے جب کوئی کام کرنے لگے سمجھ لے کہ آیا اسکے حکم سے کرتا ہوں یا نہیں! ور یاد کرے کہ "اللہ" ہے - پس وہ اس طریقہ پر چل کر کبھی گناہ پہ قادر نہ ہوگا -

(۳) ایک دانہ سے ہزاروں دانے ہوتے دیکھکر اگر آپ نے تحدود نیکی کے عوض مدامی جنت ملنے کا ثبوت پایا - تو ساتھہ ہی کل شئ ھالک الا وجھہ الا ماشاء ربک - فعال لما یرید سبقت رحمتی علے غضبی - پر غور کرکے یہہ بھی سمجھ لیجئے کہ یاتی علے جھنم زمان لم یبقی فیھا احد جو حدیث رسول العالمین ہے -

(۴) اگر آپ نے یہہ فقرہ "عجز و نیاز کی دعاؤں میں اللہ تعالےٰ نے عجیب تحریک رکھی ہے" سچے دل سے لکھا ہے تو للہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے بارہ میں دعا کرنا شروع کیجئے کہ اگر یہہ امام صادق ہو تو مجھے اس کی بیعت نصیب کر - کل قسم کے مخالف خیالات سے پاک ہو کر - پھر آپ پر حق ظاہر نہ ہو جائے تو میرا ذمہ - اخیر میں - پھر آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ خدا کے لئے آپ سوچیں نبی شرعی ہونے کا دعوے مرزا صاحب کرتے ہیں یا وہ سجادہ نشین جو تعداد مقرر کرکے نئے نئے وظیفے جنکی سنت رسول میں کوئی سند نہیں بتاتے ہیں -

راقم - احمدی گجراتی

سوال

کوئی صاحب اسکا جواب لکھیں

واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت اس آیت کے کیا معنی ہیں یہہ آیت قیامت کے متعلق ہے یا دنیا کے اگر اس آیت کے یہہ معنی کئے جاویں - اور جب پوچھا جاوے زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں کو کہ وہ کس گناہ سے ماری گئی ہیں - تو اس قسم کی پرسش تکلیف مالا یطاق میں داخل ہے جو شان ایزدی سے بعید ہے بھلا نوزائیدہ بچہ جو مثل مردہ کی ہوتا ہے اور تمیز خیر و شر کمالوں سے خارج ہوتا ہے اوس سے خداوندتعالیٰ کیوں پوچھے گا - اگر کہو کہ قیامت میں لوگوں کو زندہ درگور کردہ لڑکیوں کے بارے میں پرسش ہو گی کہ اونہوں نے اون کو کیوں قتل کیا تو یہہ معنی بھی قرآن کریم کی دوسری آیات کے برخلاف ہیں صحیح نہیں کیونکہ قیامت میں مجرموں سے گناہوں کی پرسش نہ ہو گی بلکہ مجرم علامت گناہ سے پہچانے جائینگے اور گرفتار ہونگے بقولہ تعالےٰ فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان یعرف المجرمون بسیماھم فیوخذ بالنواصی والاقدام یعنی قیامت میں جن اور انسانوں سے اونکے گناہ نہیں پوچھے جائینگے بلکہ گناہ گار اپنے گناہ کی علامت سے پہچانے جاویں گے اور اون کے گناہ کے بدلہ از سر تا پا اونکی گرفت ہوگی ایک دوسری آیت میں بھی یوں آیا ہے ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون یعنی گناہ گاروں سے اونکے گناہوں کی قیامت میں پرسش نہ ہوگی بلکہ وہ علامت ذنوب سے گرفتار ہونگے - فرض کرو کہ مجرم کی گرفت گویا پرسش ہی میں داخل ہے مگر کیا قیامت میں یہی ایک گناہ اہل دنیا کا پیش کیا جاوے گا دنیا میں ہزاروں گناہ شرک - کفر - زنا - قتل - سرقہ - زانیاں وغیرہ جو روزمرہ واقع ہوتی ہیں کیا اون کی پرسش و گرفت نہ ہوگی کیا قوم قریش و یہود میں یہی ایک گناہ بزمانہ نبوی مروج تھا اور نہ تھے جو ایک ہی گناہ کی پرسش قیامت میں ہوگی - المختصر - دنیا میں گناہ بہت ہوتے ہیں تا ہم اس آیت میں ایک ہی گناہ کی پرسش کا کام مہتم بالشان کیوں ٹھہرایا گیا ہے - الغرض -

(ارسائل یکے از ناظرین الحکم)

تعلیم الاسلام سکول ریکگنائیزڈ ہوگیا

تعلیم الاسلام سکول قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے والی احمدی قوم نہایت یہ خوشخبری سنکر بہت ہی محظوظ ہوگی کہ آخر ہمارے ڈائرکٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کی مساعی اور سپرنٹنڈنٹ صاحب مدرسہ کی خوش انتظامی تعلیم الاسلام سکول کے ریکگنائیزڈ کرانے میں کامیاب ہوگئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہمارے ناظرین کو بخوبی معلوم ہے کہ اس سے پہلے دو دفعہ جناب انسپکٹر صاحب نے معائنہ کیا تھا تاکہ وہ سکول کے متعلق ہر قسم کے امتحان اور تجربہ کے بعد ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم کے حضور اس کے ریکگنائیزڈ ہونے کیلئے رپورٹ کریں چنانچہ ہر دو معائنوں میں انسپکٹر صاحب نے سکول کی تعلیمی۔ مالی۔ انتظامی اور اخلاقی غرض ہر قسم کی حالت پر اطمینان ظاہر فرمایا اور معائنہ سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ انکی رائے ہم اس سے پہلے اپنے وقت پر شائع کر چکے ہیں۔ شاید بہت سے لوگ اس مطلب کو نہ سمجھ سکیں کہ سکول کے ریکگنائیزڈ ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟

اس لئے مختصر طور پر بتا دینا ضروری ہے کہ اس سے پہلے ہمارے سکول کے طالبعلم جو پنجاب یونیورسٹی کا وظیفہ حاصل کرتے تھے وہ وظیفہ اس سکول میں انکو نہیں ملسکتا تھا اس لئے یا تو وہ اس وظیفہ سے محروم رہتے اور یا اس سکول کی برکات کو چھوڑتے اور ایسا ہی دوسرے سکولوں کے طالبعلم جو وظیفہ حاصل کرتے۔ وہ یہاں کے سکول میں محض اسوجہ سے داخل نہیں ہوسکتے تھے۔ کہ انکو اس وظیفہ سے محروم ہونا پڑتا تھا۔ اور علاوہ اس کے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات میں جو لڑکے بھیجے جاتے تھے وہ گویا پرائیویٹ طالبعلم سمجھے جاتے تھے لیکن آئندہ کیلئے وہ طالب علم سرکاری سکولوں کے طالبعلموں کی حیثیت سے جائینگے اور ہر قسم کی یونیورسٹی کے وظائف اس سکول میں ملا کریں گے۔ اس انتظام سے مدرسہ کی ترقی کیلئے بہت ہی وسیع میدان کھل گیا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ وہ لوگ جو اپنی اولاد کے اخلاق اور مذہب کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اور سرکاری سکولوں کے کثیر اخراجات بھی برداشت نہیں کرسکتے وہ قادیان کے سکول اور کالج سے فائدہ اٹھائینگے۔ اور اپنے بچوں کو یہاں داخل کریں گے باہر کے طالبعلموں کیلئے ترتیب سے ایک بورڈنگ ہوس کھلا ہوا ہے۔

ہم جناب ڈائرکٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ وہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے ذریعہ سے ضلع گورداسپور کے تمام پرائمری اور مڈل سکولوں میں اس امر کی اطلاع کرا دیں کہ ہمارا سکول ریکگنائیزڈ ہوگیا ہے اور یہاں یونیورسٹی کے وظائف طالبعلموں کو ملا کریں گے تاکہ وہ طالب علم جو محض اس ایک جبر سے اس سکول میں داخل ہونے سے محروم رہتے تھے فائدہ اٹھائیں۔

ہم ذیل میں اس چٹھی کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو جناب انسپکٹر صاحب کے دفتر سے اس امر کی اطلاع کیلئے ہمارے سکول میں آئی ہے۔

قادیان سکول کے ریکگنائیزڈ ہونے پر ہم احمدی قوم کو مبارکباد دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اب قوم کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ مدرسہ کی مالی حالت کا استحکام بہت ہی ضروری امر ہے چونکہ اب طلبار کے بکثرت آنے کی توقع ہے اس لئے مدرسہ اور بورڈنگ کی عمارتوں کو بھی وسیع کرنا پڑیگا پس آنے والی ضرورتوں کیلئے قوم کا فرض ہے کہ ابھی سے تیار رہے اور ہمیں اپنی قوم پر بھروسہ ہے کہ وہ اپنے کالج اور سکول کی وقعت کو برقرار رکھنے کیلئے ساعی رہیگی۔

اس چٹھی کے درج کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم جناب ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم کی عنایت کا شکریہ ادا کریں جنہوں نے کمال مہربانی سے ہمارے سکول کو ریکگنائیزڈ سکولوں کی فہرست میں داخل فرمایا۔ اور ہمارے انسپکٹر صاحب حلقہ جالندھر بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس امر کی سفارش کی اگرچہ انہوں نے اپنا فرض ادا کیا لیکن ہمارا فرض ہے کہ انکی مہربانی اور نوازش کو نہ بھولیں۔

وہ چٹھی یہ ہے۔

نقل چٹھی آمدہ از ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بطرف انسپکٹر مدارس حلقہ جالندھر مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۱۴۴۹۔

تمہاری چٹھی مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲۳ کے جواب میں میں آپ کو اس اطلاع دینے کا مجاز ہوں کہ قادیان ہائی سکول ریکگنائیزڈ سکولوں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے تا وہ اپنے لڑکے ہائی سکول کے وظیفوں اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں بھیج سکے۔

رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کو بھی اسبات کی اطلاع دیگئی ہے۔

دفتر انسپکٹر مدارس حلقہ جالندھر۔ انڈارسمنٹ نمبر ۱۲۸۶ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۳ء شہر جالندھر۔

قادیان ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کو ایک نقل اس چٹھی کی برائے اطلاع روانہ کیگئی۔

دستخط بحکم انسپکٹر مدارس حلقہ جالندھر۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ خاندان رسالت گورداسپور تشریف فرما ہیں دارالامان میں حضور کی غیر حاضری خدام دارالامان سخت اضطراب کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں + دارالامان کی تجارت ۔ رونق پر اس غیر حاضری کی وجہ سے بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ وہ بازار جہاں دن بھر قادیان کی حیثیت کے موافق خرید و فروخت کی وجہ سے خوب رونق رہا کرتی تھی۔ اب قریباً اجاڑ معلوم ہوتا ہے اور تمام لوگ نہایت اضطراب اور اشتیاق کے ساتھ خدام والا کی واپسی کی راہ دیکھ رہے ہیں خدا کرے کہ بہت جلد حضور کی تشریف آوری سے دارالامان کا ستارہ چمکے۔ آمین

۲۔ بزرگان ملت میں سے حضرت حکیم الامتہ جیسا کہ پہلے ہی ظاہر کیا جا چکا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طلبی پر گورداسپور تشریف لیگئے ہوئے ہیں معلوم ہوا کہ ہفتہ زیر اشاعت تضییع عدا حضرت حکیم الامتہ کی طبیعت ناساز رہی۔ اب آرام ہے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تشریف لیگئے ہوئے ہیں۔ یہاں دارالامان میں مولانا مولوی محمد احسن صاحب فاضل امروہی کا دم غنیمت تھا۔ لیکن جذبہ عشق نے انہیں بھی گورداسپور کھینچ بلایا۔

۳۔ تعلیم الاسلام سکول اور کالج ۱۷ ستمبر ۱۹۰۳ء سے کھل گیا ہے۔ اور بورڈر آ رہے ہیں۔ مدرسہ کے کھلنے کی وجہ سے احمدی محلہ کی رونق پھر بڑھنے لگی ہے۔ اللھم زد فزد۔

۴۔ قادیان میں سناتن دھرم سبھا کے قیام کی عرصہ سے تجویزیں ہو رہی تھیں۔ اور پنڈت شام لال صاحب نام ایک شخص نے انجمن منڈلی سے اس کا شروع بھی کر رکھا تھا آخر سناتن دھرم کے ریسوں کو جوش آگیا اور انہوں نے ۲۲ ستمبر ۱۹۰۳ء کی صبح کو باہم مشورہ کیلئے ایک مختصر سا جلسہ کیا جس میں قریباً قصبہ کے تمام معزز ہندو موجود تھے + باہم صلاح و مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ بے شک دھرم سبھا یہاں قائم ہونی چاہیئے اور اس کیلئے فی الحال سری گوبند پور سے جہاں ۲۴-۲۵-۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء کو سناتن دھرم سبھا کا جلسہ ہے ایک دو لائق پنڈت لانے چاہئیں تاکہ وہ آکر اپنے منتروں یا کتھاؤں سے اہل قصبہ کو بیدار کریں اور باقاعدہ سناتن دھرم سبھا قائم کر دیں چنانچہ اس مطلب کیلئے آج کئی آدمی قادیان سے سری گوبند پور جا رہے ہیں۔ اس ابتدائی جلسہ کیلئے ان لوگوں نے مختصر سی رقم بھی چندہ کے طور پر جمع کی ہے اور عند الضرورت اور بھی چندہ جمع کرنیکو طیار ہیں۔

فی الحال پنڈت جوتی پرشاد صاحب پریذیڈنٹ اور حکیم دیارام صاحب اب پریذیڈنٹ اور پنڈت جھنکشن داس صاحب سکرٹری اور لالہ کرم چند صاحب نائب سکرٹری اور لالہ ڈہنپت رائے اور لالہ سنورام صاحب خزانچی اور ... صاحب اور لالہ ڈہنپت رام اور ... ممبر مقرر ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ سبھا بہت ترقی کریگی۔ کیونکہ ان لوگوں نے سبھا کی ضرورت کو خوب محسوس کر لیا ہے۔ پنجاب کے مختلف شہروں کی سناتن دھرم سبھاؤں سے امید ہے کہ وہ اپنی اس قادیان والی سبھا کو ہر قسم کی علمی مدد و دیگر تقویت پہنچائیں گے۔ چاہیئے کہ سناتن دھرم کے متعلق جسقدر رسالے یا اخبار نکلتے ہیں وہ اس سبھا کو بھی بھیجے جاویں۔

مقدمات کی خبر

مقدمات کے متعلق اس سے زیادہ اب کوئی خبر نہیں کہ مقدمہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سب کی عدالت کی کل کارروائی ختم ہوگئی یعنے شہادت صفائی ہو چکی۔ وکلاء فریقین کی تقریریں ہو چکیں۔ اب آئندہ تاریخ یکم اکتوبر مقرر ہوئی۔ اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کے مقدمہ میں یکم اکتوبر آخری حکم سنانے کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ ...... اب وقت دعا ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور یہ سپرد ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

مرآۃ الجہاد

اس نام کی ایک دلچسپ۔ عجیب اور جامع کتاب جو مسئلہ جہاد پر کار خانہ الحکم میں چھپ رہی ہے اس کے مولف جناب مکرم بابو سید وزارت حسین صاحب منٹگمری میں۔ سید صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ مسئلہ جہاد کے مختلف پہلوؤں پر سیر کن بحث کی ہے۔ اور اس مسئلہ پر جسقدر اعتراض مخالفوں نے کئے ہیں ان کے جواب قابلیت کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ خصوصاً پنڈت لیکھرام آریہ مقتول کے رسالہ جہاد کا دندان شکن جواب ہے۔ ہم اگلی اشاعت میں اس کتاب کے مضامین کی مختصر سی فہرست دینگے (انشاء اللہ العزیز) ۲۶۰ صفحہ تک یہ کتاب چھپ چکی ہے اور ... صفحہ تک پریس میں جا چکی ہے ابھی مضمون آ رہا ہے فی الحال ہم اسکی قیمت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کی کثرت کے ساتھ اشاعت ہو درخواستیں دفتر الحکم میں آنی چاہئیں تاکہ کتاب کے شائع ہونے پر خریداروں کو بلا تاخیر بھیجدی جاوے ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

عام خبر گرد و کر ماسٹر بی بخش احمد جان اللکان سازخانہ گبرڈن کو کہا بنام پنجاب ڈسپنسری میں بھی سیکرٹری نے ... نئے نئے وعدہ پر جنتوں سے فہرست دیکھ ...

نوٹس۔ کونٹ ٹالسٹائی کا مضمون جو بعنوان جنگ کی مخالفت الحکم میں شائع ہو رہا ہے اس کے ختم ہونیکے بعد ہم اس پر ریمارک کرینگے۔ ما

العہدۃ النبویۃ وعہد الامام عمر ابن خطاب

مخالفان اسلام جو اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر و جبر و اکراہ پھیلایا گیا ہے وہ اس عہدنامہ نبوی بانی اسلام اور ان کے جانشینوں کے عہد ناموں کو دیکھیں جو وہ اپنی پوری قوت و طاقت کے وقت نصاریٰ وغیرہ کو لکھکر دیتے رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین ان قابل وثوق معاہدوں کو پڑھکر غور کریں کہ ان کے اعتراض بالکل بیجا ہیں . . . .

. . . . ان تحریروں کو پڑھکر سوچیں کہ بانی اسلام اور اس کے جانشینوں کی کس قدر شفقت علی خلق اللہ و خیرخواہی ثابت ہوتی ہے

(العہدۃ النبویۃ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا کتاب محمد بن عبد اللہ الی الناس اجمعین رسوله مبشرا ونذیرا ومؤتمنا علی ودیعة اللہ فی خلقه لئلا یکون للناس حجة بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما۔ کتبه لاھل ملة النصاری ولمن تحل دین النصرانیة من مشارق الارض ومغاربها قریبها وبعیدها فصیحها واعجمها معروفها ومجهولها جعل لهم عهدا۔ فمن نکث العهد الذی فیه وخالفه الی غیره وتعدی ما امره کان لعهد اللہ ناکثا ولمیثاقه ناقضا وبدینه مستهزئا وللعنة مستوجبا سلطانا کان او غیره من المسلمین۔ وان احتمی راهب او سائح فی جبل او واد او مغارة او عمران او سهل او رمل او بیعة فانا اکون من ورائهم اذب عنهم من کل غیرة لهم بنفسی واعوانی واهلی وملتی واتباعی لانهم رعیتی واهل ذمتی وانا اعزل عنهم الاذی فی المؤن التی یحمل اهل العهد (کذا) من القیام بالخراج الا ما طابت له نفوسهم ولیس علیهم جبر ولا اکراه علی شیء من ذلک ولا یغیر اسقف من اسقفیته ولا راهب من رهبانیته ولا حبیس من صومعته ولا سائح من سیاحته ولا یهدم بیت من بیوت کنائسهم وبیعهم ولا یدخل شیء من مال کنائسهم فی بناء مساجد المسلمین ولا فی بناء منازلهم فمن فعل شیئا من ذلک فقد نکث عهد اللہ وعهد رسوله ولا یحمل علی الرهبان والاساقفة ولا من یتعبد جزیة ولا غرامة وانا احفظ ذمتهم اینما کانوا من بر او بحر فی المشرق او المغرب والجنوب والشمال وهم فی ذمتی ومیثاقی وامانی من کل مکروه وکذلک من یتفرد بالعبادة فی الجبال والمواضع المبارکة لا یلزمهم مما یزرعونه لا خراج ولا عشر ولا یشاطرون لکونه یسد لهم ولا یعاونون عند ادراک الغلة ولا یلزمون بخروج فی حرب وقیام بجزیة ولا من اصحاب الخراج وذوی الاموال والعقارات والتجارات مما هو اکثر من اثنی عشر درهما بالجملة فی کل عام ولا یکلف احد منهم شططا ولا یجادلون الا بالتی هی احسن ویحفظون تحت جناح الرحمة ویکف عنهم اذیة المکروه حیثما کانوا وحیثما حلوا وان صارت النصرانیة عند المسلمین فعلیه برضاها وتمکینها من الصلاة فی بیعها ولا یحال بینها وبین هوی دینها ومن خان عهد اللہ واعتمد بالضد من ذلک فقد عصی میثاقه ورسوله ویعاونوا علی مرمة بیعهم ومواضعهم وتکون تلک مقبولة لهم علی دینهم وفعالهم بالعهد۔ ولا یلزم احد منهم بنقل سلاح بل المسلمون یذبون عنهم ولا یخالف هذا العهد ابدا الی حین تقوم الساعة وتنقضی الدنیا

ترجمہ یہ عہدنامہ ہے جس کو محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول مبشر و نذیر اور اس کے امین نے لکھا ہے تاکہ اوس کے بعد لوگوں کا کوئی عذر و بہانہ باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ غالب اور استوار کار ہے اس عہدنامہ کو میں نے مشرق و مغرب نزدیک و دور جال اور نجد کے عیسائیوں اور ملک عرب و عجم اور عرب معروف و غیر معروف نصاریٰ کیواسطے لکھا ہے۔ مسلمانوں میں سے جس نے اس عہد کو توڑا اور اس سے تجاوز کیا وہ خدا تعالیٰ کا وعدہ شکن ہوگا اور اسکے میثاق کا خود ناقض ہوگا اور وہ خدائی لعنت کا سزاوار بنیگا خواہ کوئی بادشاہ ہو یا رعیت۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی راہب یا سیاح وغیرہ پہاڑ، جنگل، آبادی، صحرا، ریگستان، اور عبادت گاہ میں حمایت کا خواستگار ہو تو میں مع اپنے اعوان و انصار واہل بیت و تابعداروں کے اونکی حمایت کیلئے اون سے اون کے دشمنوں کی مدافعت کرونگا۔ کیونکہ وہ میری رعیت اور میری اہل ذمہ یعنے میرے وعدہ پر ہیں اور میں دشمنوں کی ایذا و ضرر و تکلیف ہوا عدہ و اگر ان اس مالیہ کے بدلہ رفع کرونگا جسکی ادائیگی کا انہوں نے وعدہ کیا ہے اگر اون کی مرضی ہو کہ وہ اپنے وجود و اموال کی خود حفاظت و نگہبانی کریں تو ان پر اس امر میں کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جاوے۔

کسی بشپ کو اس کے عہدہ سے اور کسی راہب کو اسکی رہبانیت سے اور کسی عابد کو اس کی عبادت گاہ سے اور کسی سیاح کو اس کی سیاحت سے روکا نہ جاوے اون کا کوئی گرجا و عبادت گاہ ویران و منہدم نہ کیا جاوے ان گرجوں کے مال میں سے کوئی چیز مسلمانوں کی مسجدوں اور گھروں کے بنانے میں داخل نہ کی جاوے جس نے ایسا کام کیا اوس نے خدا و رسول کی وعدہ شکنی کی۔ اور راہبوں اور بشپوں یعنے مذہبی پیشواؤں پر کوئی جزیہ اور تاوان نہ رکھا جاوے اور وہ جنگل میں ہوں یا دریا میں خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں خواہ وہ جنوب کو ہوں یا شمال کو میں ان کے لئے اس عہد کا ذمہ دار ہوں۔ اور وہ میرے ذمہ اور میرے وعدہ پر ہیں اور وہ ساری مکروہات سے میرے امان میں ہیں۔ اور جو انسان پہاڑوں اور اسکنہ متبرکہ میں عبادت کے لئے گوشہ گزیں ہوں جو کچھ وہ بوتے ہیں اس اون سے نہ خراج اور نہ عشر لیا جاوے اور غلہ کی کمی پر اون کے امداد کا ذمہ نہیں جنگ میں نکلنے ان پر لازم نہ ٹھہرایا جاوے اور نہ آن سے جزیہ لیا جاوے۔ خراجی اور دولتمند صاحب اموال اور زمیندار اور سوداگر سے بارہ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ لیا جاوے اور کسی کو جور و ظلم سے حصول مال کی بابت مکلف نہ کیا جاوے کوئی مذہبی مباحثہ و مجادلہ پیش آوے تو ان سے بحسن اخلاق اور بتہذیب کلام پیش آنا چاہئے اور وہ جہاں ہوں رحمت کا بازو ان پر سیدھا رہے اور ایذا ان سے رفع کی جاوے اور جس نے خدا کا وعدہ توڑا اور اسکی ضد پر کھڑا ہوا اوس نے خدا و رسول کی وعدہ شکنی کی اون کے عبادت خانے و مکانات کے مرمت میں اون کو امداد دیجاوے اور یہ بات اون کے دین میں مقبول ہے اور ان میں سے کسی پر آلات حرب کا رکھنا لازم نہ ٹھہرایا جاوے بلکہ مسلمان ان سے مدافعت کریں گے اور اس عہد کی تا قیام قیامت و اختتام زمانہ مخالفت نہ کیجاوے۔

التجا بحضور حضرت مسیح موعود

(علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضرت اقدس میرے حقیں دعا کیجیے
رحم و شفقت کی نظر بہر خدا اب کیجیے
تو مسیح وقت ہے اور مہدی آخر زمان
سب گیا ہے تیرے دم سے کفر کا نام و نشان
دل بدل ہو رہا ہے اب یہ در دیگر خانہ خراب
کر دعا میرے لئے تیری دعا ہے مستجاب
ظاہراً خدمت سے بیشک دور افتادہ ہوں میں
لیک باطن میں ہمیشہ در پہ استادہ ہوں میں
نام تیرا ہے مجھے ہر وقت ہی ورد زبان
تیرے مقدم پر خدا نے کر دئیے لاکھوں نشان
تیرا کیا بگڑا زمانہ حسد سے گر گھٹ گیا
تو خدا کا اور خدا بیشک ہی تیرا بن گیا
واقعی تو مرد میدان اور خدا کا شیر ہے
تیرے حقیں لفظ بد کہنا بڑا اندھیر ہے
اے مسیح وقت جس دن سے ہوا پیدا ہے تو
بس محمد مصطفےٰ کا عاشق شیدا ہے تو
تو نہیں ڈرتا کسی سے دین کے کاروبار میں
دم بخود ہیں سب مخالف آگیا سرکار میں
جا بجا چرچا ہوا دنیا میں تیرے نام کا
بج رہا ہے اب نقارا ہر طرف اسلام کا
دین کا ڈنکا بجایا تو نے جب للکار کر
دین احمد سے گئیں سب غیر قومیں ہار کر
ہے غضب لوگو نہ پہچانو اگر ماموں کو
اپنی ہونٹوں سے بجھاتے ہو خدا کے نور کو
او سیانے لوگو تمہیں جوش غضب نے ستا لیا
حق کی جانب گر اس کا قدم رستا گیا
اس نے دکھلائے تمہیں تائید میں لاکھوں نشان
پھر بھی تم اندھے کے اندھے ہی رہے ایمان
سچ یہی ہے جب نکلتا ہے خورشید جہاں
شپرک کی آنکھ ہو جاتی ہے اندھی بیگمان
تم کی رحمت کو بھلا کیوں سد راہ ہوتے ہو تم
عمر بھر کا کیلئے اندوختہ کھوتے ہو تم
کس لئے ہو تم اوسے نابود کرنے پر کمر
میرا مولا خود ہی کر دیگا تمہیں زیر و زبر
دین و ایمان یوں نہ تکفیر و تحقیر میں کھونا چاہئے
اس ہنسی ٹھٹھے پہ بیشک تم کو رونا چاہئے
حق تعالیٰ کا اگر غیظ و غضب بڑھ جائیگا
دیکھنا طاعون کا طوفان بہت چڑھ جائیگا
ٹوٹ غضب الٰہی کس لئے بوتے ہو تم
اپنے ہاتھوں سے بدی کا بیج کیوں بوتے ہو تم
اس روش سے اے عزیزو باز آنا چاہئے
مہر خاموشی تمہیں لب پہ لگانا چاہئے
ہے مدار تو نہیں ہی حکم محمد مصطفےٰ
تم برا کہنا کسی کے حق میں مت رکھو روا

استفسار اور انکے جواب

سوالات جواب طلب مرسلہ سید نواب علی شاہ صاحب حکیم از کرناہ علاقہ کشمیر

کیا امام الہمام مہدی خلیفۃ اللہ کے متعلق آسمان سے کوئی آواز آئیگی۔

۱- عام علماء کا خیال ہے کہ جب مہدی پیدا ہوگا اس وقت آسمان سے آواز ہوگی کہ هذا امام مهدی خلیفۃ اللہ اور ابتک کوئی ایسی ندا آسمان سے نہیں آئی۔

۲- وآوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار و معین
بعض علما کہتے ہیں کہ اس آیت میں واقع صلیب سے پہلے کا ذکر ہے جبکہ حضرت عیسیٰ اور اس کی والدہ مخالفوں سے بھاگ کر شام میں آگئی تھی۔

۳- بیوی مریم والدہ حضرت عیسیٰ کی قبر کہاں ہے جبکہ حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے تو انکی قبر بھی وہاں ہونی چاہیئے۔

۴- فخر بنی آدم سرور عالم حضرت پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج معہ وجود خاکی ہوا تھا یا روحانی طور پر۔

۵- ملا لوگ جو اسقاط مردہ لیتے ہیں یعنی مردہ کے تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ شمار کرکے اوس کے عوض قرآن شریف یا کچھ نقد جنس پس ماندگان میت سے لیتے ہیں احادیث صحیحہ اور قرآن شریف میں اس کے لئے کیا حکم ہے۔

۶- تعویذات لکھنے اور لوگوں کو دینے کی نسبت کیا حکم ہے۔

جواب (۱) آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے واضح ہو چکا ہے کہ امام الہمام مسیح موعود و مہدی خلیفۃ اللہ علیہ السلام کے ظہور کے بعد ہی ہزار سال دنیا کی عمر کی ہوگی اور اس وقت قیامت کبریٰ کی طرح کوئی ایسا نشان منکشف نہیں ہوگا جس سے ایمان بالغیب کی ضرورت در میان سے اٹھ جائے۔ غیب کا پردہ قیامت تک یونہی اوڑھا رہیگا اس کا محض انکشاف خدا تعالےٰ نے نہ قبل ازیں کبھی کیا اور نہ آئندہ قبل از قیامت بالکل ایسا انکشاف کرے گا جس سے ایمان بالغیب کی حکمت ضائع ہو جاوے جب اس قسم کے ظاہر باہر پکارنے والی ندا آسمان سے ہر ایک کو سنائی جاوے تو پھر ایمان بالغیب کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ اس وقت کسی مہدی و مسیح کی ضرورت رہتی ہے خداوند تعالےٰ متقی تو ان ہی انسانوں کو فرماتا ہے جو یؤمنون بالغیب سے حصہ لیتے ہیں۔ پھر یاد رکھو کہ جو لوگ مسیح موعود کو آسمان سے سامنے اترتے اور مہدی کے متعلق ظاہر باہر آسمانی آواز کے منتظر ہیں ان لوگوں کا ایمان اس آیت قرآنیہ کے بموجب کہاں ہے اور وہ کس زمرہ میں داخل ہونگے ہیں کیا ظہور مہدی و مسیح کے وقت یہ آیت شریف قرآن کریم سے نکالی جاویگی۔ حاشا و کلا یہ جو احادیث میں ہے کہ ہذا المہدی خلیفۃ اللہ کی آواز آسمان سے آئیگی ایسی احادیث استعارات اور مجازات کے پیرایہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

مہدی خلیفۃ اللہ کی گواہی کیلئے آسمانی آواز جیسا کہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے مقرر تھی تو ماہ رمضان عرصہ دس سال سے یعنی ۱۳۱۱ ہجری میں آسمان پر سے ظاہر ہو چکی ہے مگر بہروں اور گران گوشوں نے اس الٰہی آواز کو نہ سنا پیغمبر خدا صلی اللہ فرماتے ہیں۔

ان لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔

ترجمہ- دارقطنی نے امام محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم فرماتے ہیں ہمارے مہدی کیلئے دو نشان ہیں وہ کبھی نہیں ظاہر ہوئے یعنی کبھی کسی دوسرے کیلئے نہیں ہوئے جب زمین آسمان کو پیدا کیا اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی راتوں کے اول میں ہی چاند کو گرہن لگنا شروع ہوگا اور اس مہینہ کے نصف باقی میں سورج گرہن ہوگا۔ کذا رواہ البیہقی وغیرہ من المحدثین۔

عرصہ دس سال سے اس بات کے سب ہندو و عیسائی و مسلمان وغیرہ اس ملک کے گواہ ہیں کہ یہ واقع آسمان سے نرالی قسم کا ماہ رمضان میں ظاہر ہو چکا ہے دیکھو اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کے کل ہندوستان و پنجاب کے اخبارات اس خبر کو شائع کر چکے ہیں دیکھو تیرہ سو سال پیشتر پیغمبر خدا صلعم کے ذریعہ خدائی آواز لوگوں میں مشتہر ہو چکا تھا کہ ہمارے مہدی کیلئے آسمان میں یہ نشان ہوگا پھر جبکہ مہدی کے وقت یہ نشان آسمان میں ظاہر ہو گیا تو اس خدائی آواز کی تصدیق میں کون سی کسر باقی رہ گئی ہے کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان ہے جو کہے کہ خسوف کسوف والی پیشگوئی خدائی آواز نہیں۔ اب دیکھو چاند گرہن اور سورج گرہن کا واقع ماہ رمضان میں پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہو چکا ہے امام آخر الزمان علیہ السلام کیلئے یہ گواہی آسمانی مقرر تھی خواہ اس کو صوت اللہ یعنے آواز خدا یا ید اللہ یعنے دست خدا کہو ہر دو یکساں ہے۔

امام آخر الزمان کی تصدیق و سچائی کیلئے زمینی آوازیں بھی بہت مدت متواتر ظاہر ہو رہی ہیں دیکھو تیرہ سو سال قبل از وقت جو پیشگوئی کی گئی کہ مہدی کے وقت میں زمین غیر معمولی اور سخت طاعون پھیلیگی اب وہ پیشگوئی کیسی زبردست نشانات سے ظہور پذیر ہو رہی ہے اب تو مہدی کی تصدیق کیلئے زمین و آسمان پکار اٹھے ہیں۔ ع

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند
می درخشد چون قمر تابد چو قرص آفتاب
کور چشم آنان کہ در انکار ہا افتادہ اند
این زمین آنان و زآسمان آید ندا
منقلب باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

ظہور یاجوج و ماجوج اور دابۃ الارض اور ظہور دجال جس کے پاس بہشت و دوزخ ہوگا اور آفتاب کا اپنی غروب کی جگہ سے طلوع کرنا وغیرہ سب استعارات و مجازات کے پیرایہ میں پیشگوئیاں فرمائی گئی ہیں۔ فرض کرو کہ ان پیشگوئیوں کا ظہور اپنی اصلی شکل پر ہو جاوے تو نتیجہ کچھ نہیں کہ اس بات کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ شکوک و شبہات لوگوں کے دلوں سے جاتے رہیں جیسا کہ قیامت کے دن حقیقت کے منکشف ہونے پر کوئی شک و شبہ نہیں رہیگا پھر جب شکوک رفع ہو جاویں اور حجاب پردہ غیب بالکل کھل جاوے تو اس دن اور قیامت میں کون سا باقی فرق رہجاویگا۔ قرآن کریم میں تو بصراحت آچکا ہے کہ کافر قیامت تک شکوک و شبہات میں رہینگے یہاں تک کہ قیامت اچانک آ جاویگی کما قال اللہ تعالیٰ۔ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتۃ یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

ایک اور دوسری جگہ فرمایا ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ منہ حتی تاتیھم الساعۃ بغتۃ او یاتیھم عذاب یوم عقیم۔ ترجمہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کب ہے ٹھہراؤ اوس گھڑی کا تو کہدے اس کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اوس کے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرتا مگر وہی بھاری ہے اوس کا آنا سا کنان آسمان اور زمین پر وہ تم پر اچانک آ جاویگی تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو اوس کا متلاشی ہے کہدے اس کا علم خداوند تعالیٰ کو ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ دوسری آیت۔ منکر ہمیشہ عذاب قیامت سے شک میں ہی رہیں گے یہاں تک کہ وہ گھڑی اون پر اچانک آ جاویگی یا اون پر سخت دن کا عذاب آ ہو نچیگا۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ منکر شک میں ہی رہیں گے۔ حتی کہ قیامت اچانک آ جاوے لہذا ان آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ میں جب ہی موافقت ہو سکتی ہے کہ احادیث کو استعارات و مجازات پر محمول کریں تو کیونکہ قرآن کریم حاکم ہے اور احادیث محکوم ہیں بموجب قرآن کریم و احادیث نبویہ ظہور دجال و یاجوج ماجوج و دابۃ الارض وغیرہ سب کچھ منصہ ظہور پر آچکا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتابوں میں ان سب کی تشریح کر دی ہے جو مطلب کتب من کان متعطشا للتحقیق

(باقی آئندہ)

کرہ آفتاب ہماری زمین کیطرح آباد ہے

امریکہ کا ایک مشہور و معروف اسٹرونومر یعنے منجم مسٹر پنگ کہتا ہے کہ آفتاب ہماری زمین کی طرح آباد ہے اس کا بیان ہے کہ کرہ آفتاب کے گرداگرد ایک ایسی ہوا کا خول ہے جس کی قوت کہربائی و حرارت میں مادہ سلبیہ موجود ہے آفتاب کہربائی قوت کا مرکز ہے جس کی طرف مدام بجلیوں کی لہروں کے دریا و ندیاں بہتی رہتی ہیں جب بجلیاں اوس ہوائی کرہ میں پہونچتی ہیں تو مادہ سلبیت کے باعث آگے نہیں جاتے ہیں بلکہ اسی کرہ ہوائی میں چیکتی رہتی ہیں یہ وہی تجلیاں ہیں جو ہوائی کرہ میں درخشاں ہو کر کرہ کی شکل میں نظر آتی ہیں اور آفتاب اوس ہوائی کرہ کے درمیان بہت دور واقع ہے اور آباد ہے۔

---ٹائمز آف انڈیا۔ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء

ہم کہتے ہیں قرآن کریم کا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ نئی دنیا کو بذریعہ آلات جدیدہ اب مشاہدہ ہوا ہے کہ اجرام سماوی میں بھی زمین کیطرح آبادی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں تیرہ سو سال قبل از یں خبر دی گئی ہے کہ دیگر اجرام سماوی میں بھی آبادی ہے اور ان میں ہماری زمین کیطرح آدمیوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے خداوند تعالےٰ کی طرف سے رسول و مامور مبعوث ہوتے ہیں ہم نے اس دعوے کو المسلم کی کسی آئندہ اشاعت میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ سے مبرہن و ثابت کریں گے۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم)

کیونکہ وہ اسلئے تیار رہیں۔ صاف بتا رہی ہیں
کہ جو انسان مہذب کہلاتے ہیں کس تباہی اور
بربادی کی سڑک پر رواں ہیں۔

باب ششم

دو ہزار سال گذرے ہیں کہ یوحنا اصطباغ دینے والے
نے اور پھر حضرت عیسیٰ مسیح نے لوگوں کو بتایا
تھا کہ اب وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہت
قریب ہے۔ سوچو اور انجیل پر ایمان لاؤ (مارک
کی انجیل باب ۱ آیت ۱۵) اگر اپنی حالت نہیں
سوچو گے تو تم سب تباہ ہو جاؤ گے (لوقا
باب ۱۳ آیت ۵)
لیکن لوگوں نے اپنے کانوں کو ان کی آواز
سے آشنا نہ کیا۔ اور جس تباہی کی پیشگوئی کی
گئی تھی وہ اب پوری ہو رہی ہے۔ مگر افسوس
ہم اس سے بے خبر ہیں۔ ہم تباہ ہو رہے ہیں۔
لہذا ہمیں اپنی نجات کے ذریعوں کو نظر انداز
کرنا نہیں چاہیئے۔ ہمیں ضرور دیکھنا چاہیئے
کہ کن بلاؤں کے علاوہ جو ہماری متبدل
زندگی پر نازل ہو رہی ہیں پہلے صرف ملٹری تیاریاں
اور ان کے بعد جنگ ہمیں ضرور تباہ کریں گی
اور ان سے بچنے کے جو وسائل انسانوں نے
ایجاد کئے ہیں بالکل غیر موثر ثابت ہوں گے
کیونکہ قوموں کا ایک دوسرے کے مقابلہ پر مسلح
ہونا ہرگز نہیں ختم ہو گا۔ لہذا حضرت عیسیٰ
مسیح کے ارشادات ایسے اہم ہیں اور پیشگوئی کرنے
والوں کو بھی ہمارا زمانہ اس وقت مد نظر تھا
عیسیٰ مسیح نے فرمایا ہے کہ ذرا اپنی بات
سوچو۔ یعنی ہر ایک شخص نے جو کام شروع کیا
ہوا ہے اس کو بند کر کے اپنے آپ سے سوال
کرے کہ میں کون ہوں؟ اور ان سوالوں کا
جواب دیکر فیصلہ کرے کہ جو کچھ میں کرتا ہوں
یہ میری آخری منزل مقصود کے موزوں ہے؟
ہماری دنیا اور ہمارے زمانہ کے ہر ایک
شخص کو جو عیسوی کی تعلیم سے مس رکھتا ہو
مناسب ہے کہ ایک لمحہ کیلئے اپنی مستعدی کو چھوڑ
کر اپنے دنیاوی منصب کو خواہ وہ بادشاہ ہو
وزیر۔ سپاہی۔ اخبار نویس وغیرہ کا ہو بالائے
طاق رکھے اور اپنے آپ سے دریافت کرے
کہ میں کون ہوں؟ اور میری آخری منزل کیا
ہے؟ اس کو یقیناً یہی جواب ملیگا کہ میں کسی
بالاتر طاقت سے دنیا میں بھیجا گیا ہوں جس
کی کوئی انتہا نہیں اور کچھ عرصہ یہاں ٹھہر
کر مر جاؤں گا یعنے یہاں سے نابود ہو جاؤں گا
اور جو ذاتی سوشل اور دنیاوی انسانی
خواہشات میرے پیش نظر ہیں۔ یا لوگوں نے میرے
گلے منڈھے ہیں۔ میری چند روزہ زندگی کے
لحاظ سے ہیچ ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ نے
شیخ سعدی فرمایا ہے کہ دو دنیا ہیچ است و کار دنیا
ہیچ۔ لہذا میری یہ تمام ہوسیں میری زندگی
کے اس مدعا کی تابع ہونی چاہئیں جسکو پاکر

کر سکوں جسکے واسطے میں اس دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔
میرا آخری مدعا۔ میری چند روزہ زندگی کے
لحاظ سے ناقابل الحصول تو ہے تاہم اس مدعا
کی ہستی میں کچھ شک نہیں۔ اور میرا سب سے اولٰی اور
ضروری کام یہ ہے کہ میں اس کے حصول کا آلہ
ہوں یعنے دنیا میں میرے آنے کا مقصد یہ ہے
کہ میں اپنے خدا کے کام میں مصروف ہو جاؤں
اور اس کے کام کو پورا کر دوں" اپنی منزل مقصود
کو سمجھنے کے بعد ہماری دنیا اور زمانہ کے ہر ایک
شخص کو خواہ وہ بادشاہ یا سپاہی ہو ضرور ان
فرائض سے اغماض کرنا پڑیگا جو اس نے اپنی
مرضی سے اختیار کئے ہوں یا دیگر لوگوں کی
جانب سے اس پر لاحق کئے گئے ہوں۔
بادشاہ کو ہمیشہ کہنا چاہیئے کہ قبل اس کے
کہ میں نے سلطنت کی نسبت فرائض کا بار اپنے
سر پر لیا۔ میں نے آنے کے ساتھ ہی اس بات
کو پورا کرنے کا معاہدہ کیا ہے جسکی مجھے دنیا میں
بھیجنے والی طاقت متقاضی ہے۔ میں ان تقاضوں کو
صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اپنے دل میں خوب محسوس
کرتا ہوں۔ یہ قانون عیسوی میں پائے جاتے
ہیں جس پر میرا ایمان ہے۔ یعنے مجھے اسکی رضا پر
متوکل ہو کر وہی فرائض ادا کرنے چاہئیں جن کا
مجھ سے تقاضا کیا جاتا تھا۔ مجھے اپنے پڑوسی
سے پیار کرنا چاہیئے جن سے مجھ سے تقاضا
کیا جاتا ہے۔
اسکی خدمت کرنی چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ
ایسا سلوک کرنا چاہیئے جو میں چاہتا ہوں کہ
دوسرے میرے ساتھ کریں مگر سوال یہ ہے کہ کیا
میں اس پر عمل کرتا ہوں؟ ہرگز نہیں۔
لوگوں پر حکومت کرتا ہوں۔ اور جبر و تشدد کرنا
میرا شیوہ ہو گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جنگوں
میں شریک ہوتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا
کرنا چاہیئے۔ مگر خداوند کا فرمان ہے کہ مجھے اس
کے بالکل برعکس کرنا لازم ہے۔ لہذا بیشک
میرے کان بہرے ہو جائیں۔ سلطنت کا سردار
ہونے کی حیثیت سے مجھے ٹیکسوں کی وصولی وغیرہ
میں جبر کرنے اور سب سے بڑھ کر جنگ چھیڑنی چاہیئے
جنہیں اپنے ہمسایوں کو ہلاک کرنا پڑے۔ مگر مجھے
ہرگز اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہی جواب
دینا چاہیئے کہ میں ہرگز نہیں چاہتا اور نہ کبھی ایسا
کروں گا۔
سپاہی کو بھی اپنے سوالوں کا یہی جواب دینا چاہیئے
جس کو لوگوں کے مارنے کا سبق دیا گیا ہے اور
وزیر کو بھی جس نے جنگ کی تیاری کرنا اپنا فرض
سمجھا ہوا ہے اور اخبار نویس کو بھی ایسا ہی کرنا
چاہیئے جو جنگ کیواسطے ابھارتا ہے۔ اسطرح
وہ بے امید پوزیشن خود بخود تباہ ہو جائیگی
جو لوگوں نے نہ صرف بلحاظ جنگ اختیار کی ہوئی ہے
بلکہ تمام دیگر آفات کے خیال سے پیدا کر دی خویش
آمدنی پیش کا مصداق ہو رہی ہے گو یہ کیسی ہی عجیب
بات معلوم ہو تاہم ہمیں شک نہیں کہ جو آفات

انسانوں پر اپنی کرتوتوں سے نازل ہوتی ہیں
ان سے نجات پانے کا صرف یہی ڈھنگ ہے جس کے
واسطے کوئی بیرونی دباؤ درکار نہیں۔ بلکہ اندرونی
طاقتیں کام دیتی ہیں۔ اور قریباً ایکہزار نوسو
سال گذرے ہیں کہ یہ طریق حضرت عیسیٰ مسیح نے
بتایا تھا یعنے ہر ایک انسان کو اپنے آپ سے
یہ سوال کرنا چاہیئے کہ وہ میں کون ہوں؟ اور میری
زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور مجھے کیا کرنا اور
کیا نہ کرنا چاہیئے؟"

باب ہفتم

ہمارے زمانے کے لوگوں پر جو مصیبت نازل
ہو رہی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی بڑی تعداد
کا کوئی مذہب نہیں جس سے ان کی ہدایات اور
رہنمائی ہو سکے۔ یہاں میری اس مذہب سے مراد
ہے جو انسان اور خدا کے مابین تعلق پیدا کرے
اور اسے تمام انسانی مستعدی کو علی العموم
اعلیٰ برتر ہدایت مل سکے۔ جس کے بغیر لوگ
حیوانوں کے سطح پر آتے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی
فروتر جاتے ہیں۔ یہ بربادکرنیوالی بلا جو ہمارے
زمانہ میں ایک خاص طاقت سے نمودار ہو گئی ہے
اسکا باعث یہ ہے کہ لوگوں کے پاس اپنی ہدایت کے
واسطے کوئی معقول سبیل نہیں رہی۔ اور انہوں
نے اپنی تمام طاقتوں کو صنعتی دریافتوں اور
ترقیات پر صرف کرنا شروع کر دیا ہے اور
قدرت کی طاقتوں کی جانچ میں لگ گئے ہیں
اور کوئی معقول بالاتر طاقت ان کی ہدایت
کے واسطے نہیں رہی۔ اس لئے ان کی کوششوں
سے ان کی حیوانی خواہشیں پوری ہونے لگی ہیں
مذہب سے محروم ہو کر وہ لوگ جن کو
قدرت کی طاقتوں پر بہت بھاری اقتدار حاصل
تھا محض بچے رہ گئے ہیں جن کے ہاتھوں میں
بارود یا گیس کے کھلونے دئیے گئے ہیں
ہمارے زمانہ کے لوگوں کو جو طاقت حاصل
ہے اور جسطرح یہ اس کو خرچ کر رہے ہیں ہم
ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اخلاقی ترقی کے
لحاظ سے ان کو ریلوں۔ جہازوں۔ فوٹوگرافی
وغیرہ کے استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا
اور صرف لوہا اور فولاد کی دستکاری کے نیچے
پڑ گئے ہیں۔ جس سے یہ اپنی بری خواہشوں
اور دل کی ہوسوں کو اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے
کی ہوسوں کو پورا کرتے ہیں۔
تب زندگی کی ان تمام ترقیوں۔ اور اس
طاقت کو جو انسان نے پیدا کر لی ہے اور جو کچھ
انہوں نے سیکھا ہے اس کو صفر یا بیکار سے
نسیاً منسیاً کر دینے کیواسطے کیا کرنا چاہیئے؟
یہ طاقت جو لوگوں نے پیدا کر لی ہے۔ خواہ
یہ کیسی ہی بری طرح استعمال کیجاتی ہو مگر بیدینوں
میں قوموں کے جو اجتماع قائم ہو گئے ہیں
ان کو تبدیل کرنا اور انہیں نئی زندگی دینا لازمی
ہو گیا ہے۔ پس ایسے سررشتے قائم کرنیکے واسطے

جن سے محدود والے چند لوگ بڑی تعداد کو لوگوں کو
ستانے سے رک جائیں اور علم کو پھیلائیں۔
سرگرمی سے کوشش کیگئی ہے اور اب بھی
کیجا رہی ہے۔ سلطنتوں کی حدود تبدیل ہو گئی
ہیں۔ ملکی سررشتے بدل گئے ہیں اور علم
کو فروغ ہو گیا ہے مگر باوجود غلط ملط ہونے
اور ملکی سررشتوں کے جدید انتظام اور
علم کو فروغ ہونے کے انسان وہی حیوان
کے حیوان رہ گئے ہیں۔ جو ہر وقت ایک
دوسرے کو پھاڑنے کیلئے تیار ہیں۔ اور بدستور
بری خواہشوں کے غلام ہیں۔ اور جب تک
کہ انہیں مذہبی ہدایت نہیں ملتی بلکہ نفسانیت
اور اپنی پرانی شہزوری اور بیرونی دباؤ کے
تابع ہیں۔ ترقی کی راہ میں ایک قدم نہیں اٹھا
سکیں گے۔
انسان اپنی مرضی کا مالک نہیں۔ یا تو
اس کو غلام ہو کر رہنا چاہیئے۔ یا خدا کی خدمت
کرنا چاہیئے۔ اس کے واسطے بخلیش رہنے
کا یہی نسخہ ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کے تابع کر دے
اور یہی ورد زبان رکھے کہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ
جو شخص مذہب سے محروم ہو کر اپنی اور دوسرے لوگوں
کی خواہشوں کے تابع ہو گیا خواہ کیسی حیوانوں
یا غلاموں کے زمرہ سے نہیں نکل سکتا کیونکہ
صرف مذہبی پابندیاں ہی اس کو اس متبدل
حالت سے نکال سکتی ہیں۔ جن کو یہ خیر باد کہہ
چکا ہے + (باقی دارد)

ولیعہد جاپان کی شاہانہ عنایت

ولیعہد جاپان کا نام یوشی ہیتو ہے کہتے ہیں کہ
وہ فقرا اور مساکین پر بڑی مہربانیاں کرتے ہیں
مساکین و یتیموں کو دوست رکھتے اور بیوہ و یتیموں پر
دلسوزی کرتے ہیں وہ اب تک ٹوکیو شہر سے کبھی باہر
نہیں نکلے اور باوجود اس کے اکثر ملکوں کے احوال
اور ان ملکوں کے باشندوں کی عادات و اخلاق سے
واقف ہیں انکی زوجہ کا نام شاہزادی کوجو ہے
جو شاہی خاندان سے ہے اور کس میں دو بیٹے پیدا
ہوئے ہیں ولیعہد جاپان کی حسن اخلاق میں ایک
بات قابل ذکر یہ ہے کہ ایک دن وہ پیالش کی قریب
بطور تفریح طبع گشت کر رہے تھے راستہ میں ایک بوڑھی
عورت کو دیکھا اس بڑھیا کا عصا گم گیا تھا جس سے
تکیہ کر وہ چلتی پھرتی تھی اور بغیر عصا کے چل نہیں
سکتی تھی جب ولیعہد کو اس کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے
اپنا قیمتی عصا اسکو دیدیا بڑھیا نے بڑی شکر گذاری
سے عصا لے لیا پھر بڑھیا نے درخواست کی کہ آپ
اپنے نام و مقام رہائش سے مجھے اطلاع دیجئے تاکہ
میں آپ کے گھر پر پہنچکر آپکی لاٹھی آپکو پہنچا دوں
شاہزادہ نے کہا کہ میرا نام شاہزادہ یوشی ہیتو ہے
اور میرا مقام رہائش محل سکا ہے اور یہ لاٹھی تم کو
ولیعہد جاپان کی جانب سے بطور یادگار عطا کیگئی ہے
بوڑھیا نے خم ہو کر شاہزادہ کے قدم چومنے چاہے
تو شاہزادہ نے بکشادہ لطف اور مہربانی سے قدم چومنے سے منع کیا اور تبسم کناں چلے گئے۔ اور آپ کی زبان حال باآواز بلند پکار رہی تھی کہ ازرع جمیلا ولو فی غیر موضعہ۔ فلا یضیع جمیل اینما زرع۔ (اختر جہان)

ترجمہ کیا۔ اس تحریر کا کچھ حصہ مانتے ہو۔ اور کچھ سے انکاری ہو گئے ہو۔ پس کوئی نہیں معزا نو اسکی جو ایسا کرے۔ تم میں سے۔ مگر یہ کہ ذلیل ہو۔ اس دنیا میں اور قیامت کے دن بڑے عذاب کیطرف بھیجے جاوینگے۔ اور اللہ غافل نہیں تمہاری کرتوتوں سے۔

مدینہ کے بارعب بنی اسرائیل و یہود کو یہ خطاب ہے۔ یہ لوگ مدینہ کے نواح میں خیبر فدک وغیرہ کے مالک تھے۔ اور بڑے جاہ و حشم کی جماعت تھی۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے معاہدہ کیا تھا۔ آخر ان بدعہدوں نے اس عہدنامہ کے بعض حصوں کی خلاف ورزی کی۔ اور یہاں تک گستاخی میں بڑھے کہ استیصال اسلام کی دھمکیاں دیں۔ ان کے متعلق یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ اسمیں دو خبریں ہیں۔ اول یہ کہ اس بدعہدی پر تم دنیا میں ذلیل ہوگے۔ اور یہ امر بظاہر محال تھا۔ کیونکہ ایک طرف کمزور قلیل جماعت اسلام کی تھی اور مقابلہ میں یہ زبردست زمینوں کے مالک تجارتوں میں ممتاز دوسری خبر یہ ہے کہ قیامت میں تم پر عذاب ہوگا یہ دو اطلاعیں قبل از وقت دی گئیں۔ پھر نتیجہ کیا ہے۔ کہ وہ قوم بارعب و صاحب جاہ و حشم مع تمام قبائل عرب کے جن کو احزاب کہتے ہیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مگر آخر وہ یہود عرب جلا وطن کئے گئے۔ ان کا نام بنو نضیر اور بنو قینقاع تھا۔ اور قوم قریظہ کے یہود بالغ سب کے سب مارے گئے۔ دیکھو دنیوی خبر اور اخروی خبر دو خبریں تھیں۔ اور انکے مقابل میں دو واقعات تھے۔ جنکے متعلق وہ خبریں تھیں ایک خبر نے اپنے واقعہ کے ساتھ صداقت کی مہر لگادی ہے۔ کہ دوسری خبر عذاب قیامت بھی اپنے واقعہ کو ضرور لائیگی۔

۲۔ دوسری دلائل۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ (پ ۲۴ مومن) ترجمہ۔ ہم اپنے مرسلوں اور کامل مومنوں کو جو ہمارے کہنے پر چلتے اور مانتے ہیں نصرت امداد و تائید دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ اس دنیا میں اور قیامت کے دن۔

اب تمام ماموروں مرسلوں اور انکے پیرو ساتھ والوں کی تاریخ دیکھ ڈالو۔ کس طرح بے کس و بے بس بے یار و غمگسار دنیا میں آتے ہیں۔ مثلاً یوسف علیہ السلام کو دیکھو۔ زبردست طاقت ور جماعت نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ مگر آخر یوسف علیہ السلام کامیاب اور وہ سب کے سب باہمہ عصبیت کامیاب نادم ہوئے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کیسے زبردست تھے۔ پھر کیسے نامراد ہلاک ہوئے۔ تائید و نصرت مرسل کے بارے دو خبریں ہیں۔ ایک دنیا میں تائید و نصرت کی۔ دوسری بعد الموت کی۔ ان دونوں میں سے ایک واقعہ نے دنیا میں اپنی خبر کے مطابق ظہور کیا۔ پس اسی کو مناسبت ہے دوسری خبر جو اسی کے ساتھ ہے۔ اپنے واقعہ کے ساتھ ضرور ظہور پذیر ہوگی۔

۳۔ فرعون و موسیٰ علیہ السلام کے مابین جنگ رہی ہے۔ ایک طرف ایک طاقتور بادشاہ ہے۔ جو مد مقابل کو کہتا ہے۔ تو ہمارا نمک پروردہ اور تیری تمام قوم ہماری غلام ہے۔ ان دونوں کے درمیان الٰہی نصرت کا وعدہ ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام انکی شرارتوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور فرعونی بالکل غرق ہو کر عذاب آخرت کے مستحق ہوں گے۔ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا (پ ۲۴ مومن) پھر دیکھو۔ ان تینوں علوم نے کیسی زبردست قوۃ سے قیامت کو ثابت و محکم کر دیا ہے۔

۴۔ منافقین مدینہ کو کہا۔ کہ شرارتوں سے باز آجاؤ ورنہ اس جہان اور قیامت میں دکھ پاؤ گے۔ جیسے ذیل میں آیا ہے۔ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (پ ۱۰ توبہ) اب غور کرو کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں کی یہ خبر ہے۔ کہ ان کو عذاب دیں گے اس دنیا میں۔ اور انکے لئے عذاب ہے آخرت میں یہ ایک اور خبر ہے۔ کہ ان کا کوئی والی وارث نہ ہوگا۔ اور تیسری خبر ہے کہ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر دیکھو یہ تینوں خبریں کس طرح اپنے وقوع کے ساتھ اسی دنیا میں نظر آگئیں۔ جب یہ دونوں اپنی مناسبت سے صحیح ہوگئیں۔ تو تیسرا علم جو انہیں کا مساوی ہے کیونکر صحیح نہ ہوگا۔ کہ قیامت میں عذاب پاؤ گے۔

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر الحکم سے ملسکتی ہیں

اطلاع بغرض اصلاح

۲۰ جون ۱۹۰۴ء کو ایک منی آرڈر تعدادی صہ دفتر الحکم میں نصیر احمد نمبر ۱۰۴ رجمنٹ کمپنی بمبئی کی طرف سے آیا ہے جو الحکم کی سنہ ۱۹۰۴ء کی قیمت ہے۔ لیکن نمبر خریداری درج نہیں رجسٹر سیاہہ میں یہ رقم درج ہے لیکن رجسٹر خریداران میں درج نہیں ہوسکی نمبر ۱۱۶۲ کے خریدار کا نام نصیر احمد ہے جو امروہہ تشریف رکھتے ہیں کیا خریداران الحکم میں سے مندرجہ بالا رقم بھیجنے والے بزرگ اطلاع دیں گے کہ انکا نمبر خریداری ۱۱۶۲ ہی ہے یا کوئی اور ہے

ایڈیٹر و مینیجر

قرآنی صداقت اور عیسائیوں کی جہالت

ذیل کا مضمون جو ہمارے ایک مکرم بھائی منشی الہ دین صاحب لودہانوی نے لکھا ہے عرصہ کی بغرض اندراج آیا ہوا، ہمیں افسوس ہے کہ ہم بہت عرصہ پہلے اسکو شایع نہیں کر سکے تاہم وہ اپنے مضمون کی خوبی کی وجہ سے اب بھی ویسا ہی موثر اور مفید ہے جو ایک عرصہ پہلے ہوتا۔ ایڈیٹر

اخبار نور افشاں نمبر ۲۹ دسمبر ۳۶ - جلد ۲۶ میں ایک مضمون جسکی سرخی مراتب ذات پاک خداوند یسوع مسیح از قرآن از جانب ایس۔ پی۔ جی جیون مال وارو رڑکی۔ ہماری نظر سے گذرا صاحب مضمون حقیقت میں تو ایک جاہل آدمی ہے جسکو اپنے مختلف عیسائی فرقوں کا بالکل حال معلوم نہیں اور نہ یہودیوں کے اختلاف مذاہب سے اس کو خبر ہے افسوس اس کمزوری کی حالت میں قرآنی تعلیم پر نکتہ چینیاں کرنا اپنی جہالت کی ہنسی خراب کرانا ہے اب ہم اس عیسائی کا جواب دیکر اس کی کمزور تحقیق کا اپیل بندگان خدا کے حضور پیش کرتے ہیں۔ قول سنئے اڈیٹر نور افشان ہمارے پیارے نجات دہندہ خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کو محمد صاحب نے حضرت مریم مبارکہ کے ساتھ تعلق سمجھکر اسکی الٰہی ذات کو محض باہری وظاہری الفاظ میں مانا جو انکی غلطی اور عدم معلومات پر صاف صاف دلالت کر رہے ہے جیسا کہ ہمارا دعوے آیت ذیل سے ثابت ہو رہا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ ترجمہ کافر ہوئے وے لوگ جنہوں نے کہا اللہ وہ ہے مسیح جو مریم کا بیٹا ہے جواب اسمیں کچھ شک نہیں تھے کہ ایک عاجز بندے کو خدا بنایا جاوے پھر بندے کو خدا بنانے والے اگر کافر نہیں تو اور کون ہوگا باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ پیغمبر علیہ السلام نے عیاذ باللہ غلطی اور عدم معلومات سے مسیح کو خدا جاننے والوں کو کافر کہا ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ ایک طرف انبیاء علیہم السلام کے قائلین کی جماعت دوسری طرف خدا کے عاجز بندوں کو خدا یا خدا کا اوتار ماننے والے عیسائی اور عیسائیوں کے ہم عقیدہ ہندو جو خدا کو کئی مرتبہ مختلف انسانوں اور حیوانوں کے وجود میں اوتار دھارنا تسلیم کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی جماعت ستکے بالمقابل اپنے خدا کے تسلیم کرانے کا کوئی ایسا فعل فوق العادت پیش کریں جسکی نظیر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں پائی نہ جاوے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ فرداً قیامت تک مسیح اور کرشن کی خدائی کے قائل کوئی فعل اپنے فرضی خداؤں کا انبیاء کی جماعت کے متبع لوگوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتے پھر کس بہرتے پر مسیح یا کرشن کو خدا بنایا جاتا ہے سو جواہد فکر کرو قرآنی دعوی توڑنا آسان نہیں کیا کوئی عیسائی مسیح کا بندہ اپنے فرضی خدا مسیح کا فعل انجیل سے ایسا دکہا سکتا ہے جسے انبیاء پاک کی تمام جماعت عاجز ہو گئی ہو ہرگز نہیں ہرگز نہیں او عیسائیو خیال کرو جو معجزات انبیاء سابقین نے کئے اور بائیبل میں اب موجود ہیں اُن سے بڑھکر تم نے یا تمہارے بڑوں نے مسیح کا کون سا کام فوق العادت دیکھا جسکی وجہ سے تم مسیح کی خدائی کے قائل ہو گئے جب تک اس اعتراض کا جواب نہ دو قرآنی دعوی جوں کا توں برقرار ہے۔ **قولہ** قادیانی صاحب بھی اس مغالطہ میں پڑکر سفید کو بے فایدہ رات دن سیاہ کر رہے ہیں اس لئے ایسے صاحبان کی آگاہی کیلئے میں نے یہ مضمون شروع کیا تاکہ وے اپنی روح کو بےخبری کی حالت میں برباد نہ کریں **جواب**۔ حضرت مرزا صاحب مرشد برحق امام صادق مسیح الزمان مہدی دوران قادیانی صاحب مغالطہ میں پڑکر ہوئے نہیں بلکہ عیسائیان گم گشتہ ہدایت اور مبتلائے ضلالت کی سچی خیرخواہی کیلئے دن رات اپنی نوک قلم سے نور افشانی کر رہے ہیں عیسائی نور کے دشمن اور ظلمت کے دوست مثل شپرک کے نور سے آنکھیں چرا رہیں تو یہ ان کا قصور ہے دیکھو حضرت مرزا صاحب نے ایک چھوٹا سا اشتہار ۲ مارچ ۱۸۹۶ء میں جسکی سرخی خدا کی لعنت اور کسر صلیب ہے دیا تھا اس اشتہار میں از روئے لغات عرب لعنت کے معنے یہ بیان کئے ہیں کہ لعنتی اسکو کہتے ہیں جو ہر ایک خیر وخوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے اور ہمیشہ کے عذاب میں پڑ کر یعنی اوس کا دل بکلی سیاہ ہو جاوے اور بڑی نیکی سے لیکر چھوٹی تک کوئی خیر کی بات اسکے نفس میں باقی نہ رہے اور شیطان بنجائے اور اس کا اندرونہ مسخ ہو جائے یعنے کتوں اور سوروں اور بندروں کی خاصیت اس کے نفس میں پیدا ہو جائے۔ یہ لعنت کے معنے لغات عرب مندرجہ ذیل میں بیان ہوئے ہیں۔ لسان العرب ایک پرانی تالیفات میں سے ہے اور محیط المحیط اور قطر المحیط اور اقرب الموارد و نمبر دوم و سوم و چہارم عیسائیوں کی تالیفات سے ہیں جو حال میں بمقام بیروت چھپکر شایع ہوئی ہیں اور ایسا ہی کتب لغت کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں لعنت کے یہ معنے لکھے ہیں۔ اور خط گلتیوں باب ۳۔ آیت ۱۳ میں مسیح کو لعنتی لکھا ہے اور یہ لعنت بموجب عقیدہ عیسائیوں کی مسیح پر صلیبی موت کی وجہ سے یعنے کفارہ ہونے سے پڑی تھی مسیح کا آخری دم تو لعنت ہی کی حالت میں نکلا اور لعنت کے معنے اور یہ ظاہر ہو چکے ہیں کہ تمام خیر و برکت سے بکلی محروم ہونا اور یہ بات اہل کتاب خود مانتے ہیں کہ نیک و بد اعمال انسان صرف اس زندگی ہی میں کر سکتا ہے بعد از مرگ نہ نیکی ہو سکتی ہے اور نہ بدی اور یہ امر ظاہر ہے کہ خدا کا قرب نیکیوں سے حاصل ہو سکتا ہے بعد از مرگ مسیح کوئی نیکی نہیں کر سکا۔ پھر قرب الٰہی اس کو کیونکر حاصل ہوا۔ اے عیسائیو تم ہی ایمان سے کہو کہ تم حضرت اقدس مرزا صاحب کے چیلنج کو کیا جواب دیتے ہو گر تمہاری طرف سے اس لعنت نامہ کا کیا جواب ہوا۔ ہم دعوے کرتے ہیں کہ قیامت تک کوئی عیسائی اس لعنت نامہ کا جواب نہیں دے سکتا اور سچ ہی ہے حضرت مسیح موعود کا جواب دینا کوئی آسان بات نہیں ہے پادری مارٹن کلارک صاحب جیسے ڈبل پادری خود مان گئے کہ جناب یعنے حضرت مرزا صاحب نے ایسی دلیل طلب کی ہے جسمیں کسی کا نشان نہیں صاف اقرار کرتا ہوں کہ میں عاجز ہوں میں کیا بلکہ خدا بھی عاجز ہے۔ دیکھو جنگ مقدس ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۰ سطر ۹ مطبوعہ امرتسر ریاض ہند پریس۔ اے پیارے ناظرین کیا ایسی زبردست تحریروں کو بدون جواب بے فایدہ خیال کرنا مخبوط الحواس آدمی کے سوا دوسرے کا کام نہیں ہے۔ **قولہ** واضح ہو کہ جب مسیح ابن مریم کہا جاتا ہے تو مراد اس سے انسانیت ہوتی ہے نہ الوہیت مسیح جیسا کہ انجیل جلیل میں لکھا ہے ابن مریم ابن داؤد واسیطرح سے یہ بھی اسکا نام ہے یعنے ابن مریم جو کہ اسکی انسانی ذات پر دلالت کرتا ہے **جواب**۔ مسیح کو ابن داؤد قرار دینا مولف انجیل ہی کا جب درست ہو سکتا ہے کہ پہلے مسیح کا حقیقی باپ مان لیا جاوے پھر اوسکا خاندان حضرت داؤد سے سلسلہ نسب بھی لایا جاوے سو یہ بات عیسائیوں کے عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ عیسائی حضرت مسیح کو کسی انسان کا فرزند نہیں مانتے بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں پھر از راہ تحکم مسیح کو ابن داؤد کہنے سے کیا معنے اگر عیسائی یوں کہیں کہ حضرت مریم جناب داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھی اسلئے مسیح کو ابن داؤد مولف انجیل متی نے لکھا ہے۔ تو اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہودیوں میں عام دستور تھا کہ سلسلہ نسب لڑکیوں کی طرف سے بالکل جاری نہیں کرتے تھے مریم کے فرزند کا سلسلہ جسکو خود عیسائی بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں اس کو داؤد کے سلسلہ نسب میں داخل کرنا کیا معنے۔ **جواب دوم** انجیل لوقا باب اول آیت ۳۶ میں حضرت مریم کو اس ایسابات کا رشتہ دار لکھا ہے اور یہ پاک بی بی حضرت ایسابات حضرت زکریا علیہ السلام کی جنکو یہود اور عیسائی کاہن مانتے ہیں زوجہ تھی اور کاہن ہمیشہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان میں سے ہوا کرتے تھے کیونکہ عہدہ کہانت خاص بنی ہارون کے لئے مخصوص بحکم خداوندی ہو چکا تھا دیکھو کتاب گنتی باب ۲۵۔ آیت ۱۲ و ۱۳۔ اور خروج باب ۲۸ آیت ۱۵۔ کتاب رر باب ۲۸۔ آیت ۴۳۔ اور حضرت مریم کا رشتہ حضرت ایسابات اور زکریا سے خود بخود ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت مریم بھی بنی ہارون میں سے تہیں اور حضرت داؤد بنی یہودہ سے تھے پھر مریم کا صاحبزادہ ابن داؤد کیونکر بن سکتا ہے اگر کسی عیسائی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ یوسف نجار بنی یہودہ تھا جیسا کہ انجیل متی کے باب اول نسب نامہ سے ظاہر ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انجیل لوقا باب اول آیت ۳۶ سے مریم بسبب رشتہ دار ہونے حضرت ایسابات اور حضرت زکریا بن ہارون علیہ السلام کے بنی لاوی ثابت ہو چکی ہے اور یہ مسئلہ توریت میں فیصلہ شدہ ہے کہ ہر ایک خاندان کا لڑکا اپنے ہی خاندان میں بیاہا جاوے دیکھو کتاب گنتی باب ۳۶ آیت ۸ کیا ہو سکتا ہے کہ یوسف نجار بنی یہودہ ہو کر بنی لاوی کے خاندان میں خلاف شریعت شادی کرے حاصل مطلب اگر میاں لوقا کا اعتبار کریں تو مسیح ابن داؤد نہیں ٹھہرسکتے اور متی مسیح کو ابن داؤد کہنے والا کاذب ثابت ہوتا ہے اگر متی کی تحریر تسلیم کیجاوے کہ مریم و یوسف نجار بنی یہودہ ہی تھے تو میاں لوقا کا مریم کو ایسابات کا رشتہ دار قرار دینا اور بنی ہارون خیال کرنا سراسر جھوٹ ہو جائیگا اگر بموجب تحقیق متی یوسف نجار کو بنی یہودہ اور موافق خیال لوقا کے مریم کو یہ نسبت رشتہ ہونے ایسابات و زکریا کے بنی لاوی تسلیم کیا جاوے تو یوسف نجار کا مریم سے رشتہ یعنے منگنی ہونی از روئے شریعت حرام ٹھہرتی ہے ہم نہیں جانتے کہ عیسائی کس شخص کی بدون تحقیق مسیح کو ابن داؤد کہتے ہیں۔ **قولہ** صاحب قرآن نے اسکی الوہیت و بشریت میں امتیاز کرکے الزام نہیں دیا بلکہ بغیر دریافت کئے پکار اٹھے کہ حضرت مسیح اور انکی والدہ کہا نا کہا یا کرتے تھے افسوس ایسی سمجھ پر یہ دلیل انکی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بالکل حقیقی راز سے وے بےخبر تھے صرف مجازی معاملہ سمجھکر اسکی باطنی ذات سے انکار کر دیا۔ **جواب** جو کہانا کہائیگا وہ تمام اور چیزوں کا محتاج بھی ہوگا محتاج خدا نہیں ہو سکتا کیا کوئی عیسائی اس کا ثبوت دیسکتا ہے ایک شخص محتاج بھی ہے اور اسکو کسی محتاج الیہ کی حاجت نہیں جب اس کا ثبوت نہیں تو مسیح محتاج خدا بھی نہیں۔ **قولہ**۔ اور قرآن میں یوں لکہدیا

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ

ترجمہ اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تہا لوگوں کو پکڑو مجھکو اور ماں میری کو معبود سوائے اللہ کے

[۱] مرقس باب ۱۲۔ آیت ۳۶ میں خود حضرت مسیح ابن داؤد ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اب ہم مسیح کا اظہار کریں یا مولف اناجیل۔

کیے گا باکی ہے تجھ کو نہیں ہے واسطے میرے کہ کہوں میں کہ وہ چیز نہیں ہے واسطے میرے حق۔ پس اس آیت سے تو صریحاً روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ محمد صاحب نے بالکل عیسائی مذہب کی بنیاد کو دریافت و تجسس نہ فرمایا اور ناحق بے جا الزام لگا کر غریب مسیحیوں کو متہم گردانا اور ملزم ٹھہرایا چنانچہ ہمارے ملک ہندوستان میں آج تک یہ خیال تمام قرآنی بھائیوں میں چلا آتا ہے لہذا انکی ہدایت اور انکی کیلئے خداوند کریم نے اپنے خاص لوگوں کو یہ ملک بخشدیا تاکہ وے اس کے کلام کو پھیلاویں اور محمدیوں کو راہ حق پر لے آویں اور اصل حقیقت کو کھولدیں - لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اشارتاً اس بیان پر اپنے قرآنی بھائیون کی خاطر کچھ لکھدوں تا شخص نہ رہے کہ عیسائی ہرگز اس کو نہیں مانتے کہ حضرت مریم خدا تھیں اور نہ انجیل مقدس ہی میں آیا ہے - **جواب** - افسوس جہالت کند آدمی را [illegible] میرا مکاشفاتی [illegible] قرآن [illegible] کرنے پر زبان کہولتا ہے اور [illegible] معلومات [illegible] نہیں [illegible] عیسائی [illegible] کہ عیسائی ہرگز [illegible] حضرت مریم [illegible] نہیں [illegible] خدا [illegible] عیسائی کی سراسر غلطی اور محض [illegible] عیسائی حضرت مریم کو خدا [illegible] تثلیث میں داخل نہیں کرتے اور قرآن دعوے کرتا ہے کہ عیسائی مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے ہم قرآنی صداقت کیلئے چند شہادتیں اس عیسائی کے شرمندہ کرنے کی خاطر علماء مسیحی کی بیان نقل کرتے ہیں - پہلی شہادت لارڈ ولیم میور صاحب اپنی کتاب شہادت قرآن مطبوعہ سنہ ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۱۵۵ میں فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے عقیدوں میں شاید تثلیث میں مریم تیسرا اقنوم یعنے معبود ہے یقین ہے کہ یہ خیال یوں پیدا ہوا کہ اندلوں مشرق کے عیسائیوں نے واقع میں مریم کا احترام بحد بیان تک کیا کہ اسکی پرستش کی شہادت دوم جارج سیل صاحب کا مقدمہ ترجمہ قرآن اور ترجمہ مذکور آیت ۱۷۱ سورہ نساء کے ذیل میں لکھا ہے کہ مورخین مشہور نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرقہ عیسائیوں میں تھا اون کے نزدیک تثلیث یہی تھی یعنے خدا اور بیٹے اور مریم - شہادت سوم [illegible] [illegible] مولوی [illegible] [illegible] سنہ ۱۸[illegible]ء صفحہ ۲۹ - بیشک سب عیسائی عیسی کو پوجتے ہیں اور ان میں سے ایک فرقہ ہے جو مریم کو بھی پوجتا ہے شہادت چہارم پادری عماد الدین کی ہدایت المسلمین مطبوعہ سنہ ۱۸[illegible] کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے فرقہ

تو سیہ کا اعتقاد تہا کہ خدا مشترک ہے درمیان خدا اور عیسی اور مریم کے اور یہ تینوں خدا ہیں - علاوہ اس فرقہ کے اور فرقہ اور بھی عیسائیوں میں تہا جسکو کرلینز کا فرقہ کہتے ہیں یہ فرقہ عرب میں تہا اس فرقہ کے لوگ حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے اور ان کے لیے ایک قسم کی روٹی تیار کرتے تہے اور شروع ہی مذہب عیسوی میں یہ بحث شروع ہو گئی تہی کہ تثلیث بعض کے نزدیک خدا و عیسی اور مریم کو شمار کرتے تہے اور بعض بجائے مریم کے روح القدس کو داخل کرتے تہے اس داخل خارج کا سلسلہ ۱۹۵ برس تک عیسائیوں میں جاری رہا دیکھو تواریخ موشیم اور دیگر تاریخوں میں اس کا مفصل بیان موجود ہے - کیوں میرے مکاشفاتی دمرقسی بہائی دیکہیئے سیرے عیسائی بہائی تو صریح اقرار کرتے ہیں کہ عیسائیوں میں ایسے لوگ بھی تہے کہ حضرت مریم کو خدا جان کر پوجتے اور اس کو تثلیث میں داخل کرکے تین خداؤں کا مثلث تعویذ بنا کر ناحق لوگوں کے گلے میں ڈالتے تہے اور تو سراسر جہوٹ بولکر ناحق شرمندہ ہوتا ہے کہ مریم کو کسی عیسائی نے خدا تسلیم نہیں کیا تیرے جہوٹ بولنے سے قرآنی صداقت پر حرف آ سکتا ہے - **قولہ** درحقیقت وہ یعنے مریم ایماندار اور نیک ذات اور پاکدامن عورت تہی جسکو خدا نے مہربان سے منظور فرماکر اپنے اقنوم دوم کو دنیا کی نجات کے لیے بہیجدیا - **جواب** - لو میرے مکاشفاتی دمرقسی بہائی تمہاری قلم سے ہی حضرت مریم کا اقنوم دوم یعنے خدا کا دوسرا حصہ ہونا ثابت ہو گیا ناظرین عبارت مندرجہ ذیل پر غور فرمائیں جس کو خدا نے

مہربانی سے منظور فرماکر اپنے اقنوم دوم کو دنیا کی نجات کے لیے

لفظ جس کو منظور فرماکر - اپنے اقنوم دوم کو ان تینوں الفاظ کی ضمیر حضرت مریم کی طرف رجوع کرتی ہے دیکھو قرآنی صداقت اسکو کہتے ہیں کہ منکر کی زبان پر بھی حق جاری ہو گیا - اور رہا حضرت مریم کو ایماندار جاننا یہ مذہب اسلامیوں کا ہے عیسائی مریم کو ایماندار نہیں جانتے یہ تمہاری اے مکاشفاتی دمرقسی بہائی صریح غلطی ہے مریم کا یسوع پر معہ اپنے دیگر فرزندوں سمیت ایمان نہ لانا انجیل اور مفسرین نے تسلیم کر لیا ہے دیکھو انجیل متی باب ۱۲- آیت ۴۶ سے ۵۰ تک اور تفسیر انجیل متی خزینۃ الاسرار مصنفہ پادری کلارک دیا دری عماد الدین مطبوعہ سنہ ۱۸۷۵ کے صفحہ ۲۲۰ سے صفحہ ۲۲۲ تک ملاحظہ فرما کر آپ شرمندہ ہو سکتے اب ہم آپ کو سچا قرار دیں یا آپ کی انجیل اور آپ کے مفسروں کو اس بات کا فیصلہ آپ خود ہی کر لیں - **قولہ** - نمبر ۳۶ جلد ۲۶ صفحہ ۱ مخفی نماند کہ جناب محمد صاحب نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ ایک اور الزام لگایا جو کہ سورہ توبہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے -

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ - **ترجمہ** - کہا یہود نے عزیز خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں اگلوں کی بات کے مشابہ - دیکھو اول آیت مذکورہ بالا کا حوالہ صحیح نادرست ہے یا نہیں - آپ کیسے بے خوف ہو کر اہل یہود کو ملزم گردان ڈالا کیا کوئی آیت عہد عتیق میں سے آپ پیش کر سکتے ہیں کہ یہودیوں کا عقیدہ تہا ؟ اے پیارے قرآنی بہائیوں ہم نے تو آیت آیت عہد عتیق کی چہان ڈالی مگر قرآنی قول کی تائید میں صفر ہی صفر نظر آیا - اور نہ کسی یہودی کی زبان سے یہ کہنا سچ ہے کہ متعصب دانائی کی بینائی کو دور کر دیتا ہے اور نہ سچائی کا نور اس کے قلب پر چمکتا ہے اسمیں ذرا شک نہیں کہ اہل یہود بجز حضرت موسی علیہ السلام کے کسی کو خاص نہیں سمجہے اور نہ اس کے برابر - اگر محمد صاحب یہ کہتے کہ

قالت الیهود موسی ابن الله

تو یہ پھبتی - او ہو مجہے یاد آ گیا شاید عثمان جامع قرآن سے سہو نہ ہو گیا ہو یا شاید حضرت ہی کا مغالطہ ہو مرزائی میں ذرا اپنے ذہنی مولی سے تو دریافت فرماؤ کہ درست کیا ہے اور معہ حوالہ توریت کے پیش کرو ورنہ اس قرآنی غلطی کی تصحیح فرماؤ کیونکہ یہودی ہرگز عزیز کو ابن اللہ نہیں مانتے سراسر یہ سفید الزام ان بیچاروں پر ہے -

جواب - حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الزام مت لگاؤ کہ تم پر الزام لگایا جاویگا عیب مت لگاؤ جسطرح تم عیب لگاتے ہو اسیطرح تم پر عیب لگایا جاوے گا متی باب ۷ آیت ۲ اب سنو انجیل متی باب ۲ - آیت ۲۳ - اور آ کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تہا جا کے رہا کہ وہ جو نبیوں نے کہا تہا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلاویگا - اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح کے پیشین گوئی کے پورا ہونے کیلئے متی نے یہ لکھدیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام فرما گئے ہیں کہ مسیح بسبب سکونت ناصرت بستی کے ناصری کہلائیگا - اے مکاشفاتی دمرقسی بہائی اور دیگر پادری صاحبان سچ کہیو کہ آیت مذکورہ بالا سراسر جہوٹ ہے یا نہیں مولف انجیل متی نے کیسے بے خوف ہو کر انبیاء سابقین پر جہوٹی تہمت لگا دی کیا کوئی آیت عہد عتیق میں سے آپ پیش کر سکتے ہو - اے پیارے مکاشفاتی دمرقسی بہائیو ہم نے تو آیت آیت عہد عتیق کی چہان ڈالی مگر اس انجیلی قول کی تائید میں صفر ہی صفر نظر آیا اور نہ کسی یہودی کی زبان سے یہ سنا کہ فلاں نبی نے فرمایا کہ مسیح بسبب سکونت ناصرت بستی کے ناصری کہلائیگا - سچ ہے کہ متعصب دانائی کی بینائی کو دور کر دیتا ہے اور نہ سچائی کا نور اس کے قلب پر چمکتا ہے سچائی کا نور ایمانداروں کے قلب پر چمکتا ہے مگر اس روایت مذکورہ بالا یعنے انجیل متی باب ۱۷ - آیت ۱۰

اور مرقس باب ۱۶ - آیت ۱۴ - او ہو مجہے یاد آ گیا شاید شیطان کسی نوری فرشتے کی صورت میں ہو کر خطوط اول قرنتیوں باب ۱۱ - آیت ۱۴ کے موافق انجیل متی کے مولف کو کہہ گیا ہو گا کہ انبیاء سابقین فرما گئے ہیں کہ مسیح بسبب سکونت ناصرت بستی کے ناصری کہلاویگا یا شاید حضرت متی ہی کا مغالطہ ہو میرے پیارے دوست مکاشفاتی دمرقسی بہائی ذرا مہربانی فرما کر اپنے فرضی کبوتر یعنے روح القدس سے تو دریافت فرمائیے کہ شب مندرجہ انجیل متی باب ۲ - آیت ۲۳ کا اصل بتا کیا ہے معہ حوالہ باب و آیت توریت یا دیگر کتب انبیاء سے خوب معلوم کر لینا متی کیطرح صرف کوئیں میں اینٹ نہ پہینک دینا ورنہ اس انجیلی غلطی کا صریح اقرار کرلو -

جواب تحقیقی - سورہ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس کے پانچویں رکوع میں حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہنا یہود کا بیان ہوا ہے اور بوقت نزول سورہ مبارک یہود کثرت سے مدینہ میں آباد تہے اون کے روبرو ہمیشہ یہ سورہ مبارک تلاوت کی جاتی تہی مگر کبہی کسی یہود نے اس بات سے انکار نہیں کیا ان کا اس بات پر سکوت کرنا قرآنی صداقت پر ایک کامل دلیل ہے اور یہود ساکن مدینہ کی طرف منسوب کرنا اس قصہ عزیز ابن اللہ کو اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتب حدیث میں موجود ہے دیکہو سعید ابن جبیر اور عکرمہ سے روایت کی ہے کہ سلام بن مشکم اور نعمان ابن اوفی اور مالک ابن صیف جو مدینہ کے یہود تہے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے کہ ہم کیونکر تمہاری تابعداری کریں تم نے تو ہمارا قبلہ چہوڑ دیا اور عزیز کو ابن اللہ نہیں سمجہتے - اور تفسیر کشاف میں لکہا ہے کہ جو یہود مدینہ میں رہتے تہے ان میں سے چند آدمیوں کا یہی مذہب تہا - اب یہود کے اس عقیدہ کا ثبوت ہمارے مکاشفاتی بہائی توریت سے مانگتے ہیں دیکہو اخبار نور افشان نمبر مذکور کا صفحہ ۳ - سطر ۱۴ - ہائے افسوس اس کرشان نے علم تاریخ کا بہی خون کر دیا جو عزیز کے ابن اللہ ہونے کا ثبوت توریت سے طلب کرتا ہے میرے پیارے مکاشفاتی بہائی توریت حضرت عزیز علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار اور نو سو برس پہلے تہی اس میں عزیز کا احوال تلاش کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی بیان پولوس کا حال دیا حضرت نوح میں ڈہونڈہے اگر ہمارے مکاشفاتی بہائی کے دل میں خیال یہ گذرے کہ اچہا توریت میں نہ سہی کسی اور کتاب عہد عتیق میں سے مسلمان ثبوت دیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم چند دو شہادتیں اول انجیل سے نقل کرتے ہیں

(باقی آیندہ)

نمبر (۳۳) دار الامان قادیان مورخہ ۳۰ - ستمبر ۱۹۰۴ عیسوی جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

(گذشتہ اشاعت کے سلسلے میں)

(تیسرا نمبر)

لیکن اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت ہی بڑا تھا کیونکہ سب سے اوّل تو اپنی ہی قوم آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالف ہوگئی اور ایذا رسانی کے در پیہ ہوئی) - اور پھر عیسائی بھی دشمن ہو گئے - جب انکو سنایا گیا کہ حضرت عیسے علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے تو انکو آگ لگ گئی کیونکہ وہ تو ان کو خدا بنائے بیٹھے تھے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر حقیقت کھولدی - یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جسکو خدا بنا لیتا ہے اور اپنا معبود مانتا ہے اسکا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا بلکہ پھر اسکو چھوڑنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے - عیسائیوں کا یہہ اعتقاد پختہ ہو گیا ہوا تھا اسلئے جب اونہوں نے سنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے مصنوعی خدا کو انسان بنا دیا تو وہ دشمن جان بن گئے اور اسیطرح پر یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہو گئی تھیں اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار رکھتے تھے جب انکو متنبہ کیا گیا تو وہ بھی مخالفت کے لئے اُٹھہ کھڑے ہوئے وہ تو حضرت مسیح کو معاذ اللہ مکّار اور کذّاب کہتے تھے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بتایا کہ تم انکو کذاب کہنے میں خود کذاب ہو - وہ خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ نبی ہے - اسکے علاوہ انکی مخالفت کی ایک بڑی بھاری وجہہ یہہ ہوئی کہ وہ اپنی بے وقوفی اور کم فہمی سے یہہ سمجھ بیٹھے تھے کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے آئیگا - کیونکہ توریت میں جیسا کہ سنت اللہ ہے آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے جس سے اونکو یہہ شبہ پیدا ہو گیا تہا - وہاں لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے - وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی کر بیٹھے حالانکہ اس سے مراد بنی اسماعیل تھی پس جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا کہ وہ خاتم الانبیا ہیں تو اون کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور جو کچھہ وہ توریت کی اس پیشگوئی کے موافق سمجھے بیٹھے ہوئے تھے وہ غلط قرار دیا گیا اس سے ان کے آگ لگی اور وہ مخالفت کے لئے اٹھہ کھڑے ہوئے -

پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ یہی ہے کہ اون میں خفا اور ابتلا کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے - کیونکہ اگر یہہ پہلو نہ رکھا جاوے تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ رہے اور سب کا ایک ہی مذہب ہو جاتا - مگر خدا تعالےٰ نے انبیاء کے لئے ایسا ہی چاہا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک ابتلا کا پہلو رکھدیتا ہے کوتاہ اندیش - ظاہر پرست اس پر اڑ جاتے ہیں اور اصل مقصد سے دور جا پڑتے ہیں - اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہہ مشکل پیش آئی کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق شک میں پڑ گئے - اگر توراۃ میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی کہ آنیوالا نبی بنی اسماعیل میں سے ہوگا اور اسکا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوگا - اسکے باپ کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب ہوگا - اور اسکی ماں کا نام آمنہ ہوگا تو یہودی کیونکر انکار کرتے ؟ مگر انکی بدقسمتی سے پیشگوئی میں ایسی صراحت نہ تھی وہاں لکھا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھتے رہے -

الیاس اور مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ

ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو ٹھوکر لگی تھی - ملاکی نبی میں حضرت مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کے آنے کی پیشگوئی درج ہے - جب حضرت مسیح آگئے اور اونہوں نے دعویٰ کیا تو یہودی مخالفت کے لئے اٹھہ کھڑے ہوئے کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے - اس لئے وہ انکار کرتے تھے چنانچہ اونہوں نے خود حضرت مسیح سے یہی سوال کیا کہ الیاس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے وہ کہاں ہے ؟ حضرت مسیح نے کہا کہ آنے والا الیاس آگیا ہے یعنی وہ یوحنا ابن ذکریا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو مگر یہہ بات انکی تسلی کا موجب کیونکر ہو سکتی تھی وہ اسبات پر اڑے رہے کہ وہاں کسی مثیل کے آنے کی خبر تو دی نہیں گئی وہاں تو خود ایلیا کے آنے کا وعدہ ہے اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے اور دکھہ اور تکلیفیں بھی پہونچاتے رہے - یہانتک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں میرے پاس ایک فاضل یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے - اور لکھا ہے کہ ہم اس مسیح کو کیونکر قبول کر سکتے تھے جبکہ اس سے پہلے ایلیا نہیں آیا یہہ شخص جو یسوع مسیح ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اسکا دعوےٰ بناوٹی اور جھوٹا ہے کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کی جھوٹی تاویل کرتا ہے ہم اسکے خالہ زاد بھائی یحییٰ کو کیونکر ایلیا سمجھہ لیں پھر وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ ہم کسطرح پر اس شخص کے دعوےٰ کو تسلیم کر لیں جبکہ ہمیں یہ خبر دی گئی تھی کہ پہلے ایلیا آئیگا اس میں کسی مثیل کا وعدہ نہیں کیا گیا آخر میں کہتا ہے - کہ اگر خدا تعالےٰ نے قیامت کو ہم سے سوال کریگا کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کھول کر اسکے سامنے رکھدیں گے -

اس قسم کے مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آئے ؟ اسکی وجہہ بجز اسکے کچھہ نہیں کہ اونہوں نے خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں پر غور نہیں کیا اور ظاہر الفاظ پر اڑے رہے -

اسی قسم کے مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آئے ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو ان کی سامنے

توکوئی نظیر اور فیصلہ موجود نہ تھا لیکن انکے سامنے تو دوبارہ آنیکا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے - انہوں نے تاویل کرکے بتا دیا تھا کہ دوبارہ آنے والے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا - پھر کس قدر افسوس ہے ان پر کہ یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے لا یلدغ المومن من جحر واحد - یہودیوں کو جس پتھر سے ٹھوکر لگی اور وہ [illegible] ہو گئے اسی پتھر سے یہ ٹھوکر کھاتے ہیں؟ یہودی اسوقت دنیا میں موجود ہیں انکی کتابیں موجود ہیں ان سے دریافت کرلو کہ کیا انکا یہ عقیدہ تھا یا نہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آئیگا؟ اور ملاکی نبی کی کتاب میں پیشگوئی درج ہے یا نہیں؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو جو مسیح نے خود کیا ہے - [illegible] کی مصیبت [illegible] ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا یہودی کی عقیدہ ہے کہ [illegible] واصل جہنم ہوئے کیا یہ بھی یہی چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوتا ہوں کہ ان عقلوں کو کیا ہو گیا اگر حضرت مسیح کا وہ فیصلہ جو انہوں نے الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے صحیح نہیں ہے تو پھر یہ جواب دیں کہ حضرت مسیح سچے پیغمبر کیسے ٹھہر سکتے ہیں - کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور شبہ ہی نہیں کہ ان کے آنے سے پیشتر الیاس کا آنا ضروری [illegible] آسمان سے نہیں آیا پھر حضرت مسیح کیونکر سچے نبی ٹھہر سکے؟ اس عقیدہ فاسدہ سے یہی نہیں کہ یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا پڑے گا - بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی معاذ اللہ ناقص ٹھہر جائیگی کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے اور جب ابھی تک مسیح ہی نہیں آیا تو پھر اسلام کیونکر صحیح ہوگا؟ سوچو اور غور کرو کہ تمہاری ذرا سی ٹھوکر کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے؟ —

سنو اصل حقیقت یہی ہے اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا - اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے -

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

غرض انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں اور ان کے مصائب میں [illegible] کہ جسقدر دیر نبی کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] پہنچایا [illegible] [illegible] [illegible] ہو کر قائم کیا جاتا ہے -

ہماری جماعت [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible] کوئی شخص

اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست آشنا [illegible] اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہانتک کہ بعض اوقات ماں - باپ اور بھائی - بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں - السلام علیکم کے روادار نہیں رہتے - اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں - میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو! کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے - تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو ان پر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں - اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے دعاؤں میں لگے رہو - پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو - تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا - تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کرلی ہے - ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے

غائبانہ دعا کرو

کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کرکے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے - دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سنکر بھی صبر کرو بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو - جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو - لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آ جاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے -

یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے - بلکہ میں [illegible] یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہانتک [illegible]

اس کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے - نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں - تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو - تم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے - میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو - تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو - تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کسقدر گالیاں سنتا ہوں - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں بیرنگ خطوط آتے ہیں جنکا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئی ہیں اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابو جہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے - جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو - درخت سے بڑھکر تو شاخ نہیں ہوتی - تم دیکھو کہ یہ کبتک گالیاں دیں گے آخر یہی تھک کر رہ جائینگے - ان کی گالیاں انکی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے - اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو بیشک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے - پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پرواہ کروں - یہ کبھی نہیں ہو سکتا - تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے انکو یا مجھے؟ انکی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے - اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی - یہ لوگ ان میں سے ہی تو آئے ہیں یا کہیں اور سے انہوں نے مجھ پر کفر کے فتویٰ لگائے لیکن اس فتویٰ کفر کی کیا تاثیر ہوئی؟ جماعت بڑھی اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلا گیا ہوتا - تو ضرور تھا کہ اس فتویٰ کا اثر ہوتا اور میری راہ میں وہ فتویٰ کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا - لیکن جو بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو انسان کا مقدور نہیں ہے کہ اسے پامال کر سکے - جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں پیچھا ان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے -

میں کہو کہ [illegible] [illegible] [illegible] کرتے ہیں ایک [illegible] [illegible] [illegible] جو اپنے پورے [illegible] [illegible] ہاتھ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس سے رک جاوے مگر اس [illegible] [illegible] وہ رک نہیں سکتا -

یہ ان گالیوں سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گالیاں دیں - میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا

ہوں کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں جو ایسی بے باکی سے زبان کھولتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی گندی گالیاں ہیں کہ کبھی کسی چوہڑے چمار سے بھی نہیں سنی ہیں - جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سنی ہیں -

ولنعم ما قیل

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
(ایڈیٹر)

ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ وہ [illegible] خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے اور ان پر رحم کرے - (آمین)

ایسے گالیاں دینے والے خواہ بلک کریں خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ جانتے ہیں کہ ایک پیسہ کا کارڈ بھی ضائع ہوگا مگر نہیں جانتے کہ اس پیسہ کے نقصان کے ساتھ نامہ اعمال بھی سیاہ ہو جائے گا پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں کیا صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں قرآن شریف کو نہ چھوڑو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہ کرو -

غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور پھر زمین پر نہیں آئیں گے مگر یہ [illegible] ماننے میں نہیں آتے اور اس عقیدہ مخالف قرآن شریف پر اڑتے ہیں -

اگر میں نہ آیا ہوتا اور خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم نہ کیا ہوتا تو یہ جو کچھ چاہتے کہتے کیونکہ انکو بیدار کرنے والا اور آگاہ کرنے والا ان میں موجود نہ تھا لیکن اب جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے اور میں وہی ہوں جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرار دیا ہے تو پھر میرے فیصلہ پر چون و چرا کرنا ان کا حق نہیں تھا - طریق تقویٰ تو یہ تھا کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے انکار کے لئے جلدی نہ کرتے میں سچ کہتا ہوں کہ میرے آنے کے بعد انکا حق نہیں ہے کہ یہ زبان کھولیں کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور حکم ہو کر آیا ہوں -

اس مقام پر پہونچکر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت [illegible] آپکی عظمت جو آپ کے دل میں ہے معلوم ہوتی تھی - تقریر میں غیر معمولی زور تھا اور وہ [illegible] دریا کی طرح بہہ رہی تھی - [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کہ اس جوش کو [illegible] بند کر سکتا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] یہ کہ قلمبند کیا ہے -

(ایڈیٹر)

ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا کہ مقلد غیر مقلدوں کی غلطیاں نکالتے اور وہ ان کی غلطیاں ظاہر کرتے اور اسطرح پر دوسرے فرقے آپس میں درندوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے ایک دوسرے کو کافر کہتے اور نجس بتاتے تھے۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی تو پھر اسقدر اختلاف اور افتراق ایک ہی قوم میں کیوں تھا؟ غلطیاں واقع ہو چکی تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے اختلاف کے وقت ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ خود فیصلہ کرتا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حَکَم امین بھیجدیا۔ اب بتاؤ کہ میں نے کیا زیادتی کی ہے یا کیا قرآن شریف سے کم کر دیا ہے جو میری مخالفت کے لئے اسقدر جوش پیدا ہوا ہوا ہے۔

یہہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو خدا تعالےٰ کی کامل اور مجید کتاب کی شرح میں ہے میں نے کہا کہ مسیح مر گیا ہے۔ لیکن اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ کیوں یہہ قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھتے کیا انکو شرم نہیں آتی ہے۔ کہ یہہ مسلمان کہلاتے ہیں موحد کہلاتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں لیکن جب وہی لفظ توفی کا آپ پر آتا ہے تو اوس کے معنے موت کرتے ہیں اور جب مسیح پر آتا ہے تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں! انکی غیرت کو کیا ہوا؟ یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہتک کیوں روا رکھتے ہیں؟ کیا قرآن شریف میں

نعد هما اونتوفينك

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا اور وہی لفظ مسیح کے لئے **متوفیک** اور **فلما توفیتنی** میں آیا ہے۔ پھر یہہ کیا ہو گیا کہ ایک جگہ کچھ اور معنے اور ایک جگہ کچھ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کمزور نبی سمجھا ہے!!! جو انہیں زمین میں دفن کرتے ہیں اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں!!!

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو آپ کے جلال اور شوکت کے لئے غیرت ہے تو کیوں نہیں کہدیتے کہ وہ بھی **زندہ آسمان پر اٹھائے** گئے ہیں تب میں بھی سمجھ لیتا کہ یہ مسیح کی خصوصیت نہیں ٹھہراتے۔ مگر موجودہ حالت میں **میرا دل** گوارا نہیں کر سکتا کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنے کروں جو خود قرآن شریف اور لغت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کا باعث ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہہ کہا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں وہ کافر ہے۔ وہ سچ کہتا ہے۔

اس خصوصیت کے پیدا کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ۳۰ - لاکھ مرتد ہو گیا۔

خدا کے واسطے اسقدر ظلم نہ کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے جو اس عقیدہ سے برابر گھٹتی ہے کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے اور مسیح آسمان پر اوٹھایا گیا۔ مسیح ہرگز زندہ نہیں رہا۔ وہ مر گیا جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یا عیسٰی انی متوفیک اور خود مسیح نے اقرار کیا کہ فلما توفیتنی۔

میں پھر کہتا ہوں کہ عیسائیوں کو اعتراض کا موقع نہ دو۔ میری باتوں کو سنو اور غور سے سنو اور پھر اپنی جگہہ پر جا کر سوچو!!!

حضرت اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سب سے پہلی تقریر

لاہور میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلی تقریر ۲۱ - اگست ۱۹۰۴ء کو ہوئی تھی۔ نیاز مند ایڈیٹر الحکم تاریخ مذکور پر اس لئے غیر حاضر تھا کہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۴ء کو بغرض پیروی مقدمہ اسے گورداسپور حاضر ہونا تھا۔ اسلئے یہہ تقریر برادرم بابو محمد افضل صاحب نے قلمبند کی تھی۔ اسے ہی ہم اپنے ناظرین کے روحانی فائدہ کے لئے درج کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد احباب کی درخواست پر آپ ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے میاں فیروز الدین صاحب نے آگے بڑھ کر نیاز حاصل کی حضرت اقدس نے چند نصائح فرماتے ہوئے تقریر کا سلسلہ یوں شروع کیا۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو۔ کہ میں گناہ سے پرہیز کرونگا۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف انکی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے۔ بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی۔ جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو۔ ورنہ ادہر بیعت کی اور جب گھر میں گئے۔ تو وہی برے خیالات اور حالات رہے۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو۔ کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں۔ کہ انسان اون سب گندوں سے بچ سکے۔ جو کہ اوسے مصری پر چونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو۔ تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو۔ کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔ یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پہنسے۔ اور موت آئی۔ تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں۔ تو انسان جو عقلمند ہے اُسکو کسقدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے یہہ امر بہت ہی بدیہی ہے۔ کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا مثلاً طاعون زدہ گانوں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا۔ حتی کہ اگر حکام بھی حکم دیویں۔ تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہو گا کہیں مجھکو ہی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہہ ہی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔ اسکے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جسقدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر خوف زیادہ ہو گا۔

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے۔ اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت ایک ایسی شے ہے۔ کہ اسکے ہوتے ہوئے انسان ادنےٰ ادنےٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے۔ جیسے بسوا اور بچھو کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہہ ہے۔ کہ خدا جو قادر مطلق ہے۔ اور علیم و بصیر ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اُس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہہ اسقدر جرأت لوگ کرتے ہیں۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ معرفت نہیں۔

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹولکر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا اُسکے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہو سکتا وہ اسیوقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالےٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو۔ وہاں ساتھہ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھہ سے نہ چھوڑو۔ اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔ اور ساتھہ ہی ساتھہ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھہ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا کی مدد ساتھہ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔

نماز جو کہ پانچوقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی ارشاد ہے۔ کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اوسے محفوظ نہ رکھیگا۔ تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کیطور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے۔ کہ روح پگہل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہانتک طاقت ہے وہاں تک وقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا۔ تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اسکے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سم قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اوسی کے پاس اس کا علاج ہے

نفس کی پاکیزگی پر [illegible] مطمئن نہیں ہونا چاہئے [illegible] استغفار [illegible]

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **ولا تزکوا انفسکم** کہ تم اپنے آپ کو مزکّٰی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا اوسکا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ اور جیسے ماں بچہ کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا کا نور اوسکے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اوکو ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ اب یہ طاقت مجھہ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دہوپ ہو تو اوسکے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دہوپ سے روشن ہوئی تو اوس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں۔ آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے روشنی لیگی اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسے اپنے ساتھہ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اوسکی بھی یہی وجہہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور انکو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ کہ وہ چھن جاوے نادان لوگ لاعلمی کی وجہہ سے یہ کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اوس نور سے بالکل محروم تھا جو اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے کوئی نبی جسقدر زیادہ استغفار کرنیوالا ثابت ہو گا اوسیقدر اوسکا درجہ بڑا اور بلند ہو گا لیکن جسکو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اُس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے۔ اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اُسے مدامی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں

اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے اُنہیں حاصل کرتے ہیں سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اوس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے - استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے - اور زیادہ اور ملے اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے کہ وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر اون میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو - فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے - لیکن شکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے - جسمیں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو - بعض خطوط میں یہہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانچسو روپیہ ملجاوے تو میں بیعت کرلوں - بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھڑانا چاہتے ہیں وہی پہلے طلب کیجاتی ہیں اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں - بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا ہے اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑجاتے ہیں جیسے کسی کا لڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے کہ بیٹے تو بیعت کی تھی یہہ صدمہ مجھے کیوں ہوا اوس نادان کو یہہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہو گئے مگر کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیئے غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیئے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے کہ میں بادشاہ ہی بنجاونگا یا ایسی کیمیا حاصل ہوجائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا اللہ تعالےٰ نے ہمیں تو اسلئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگوں کو چھڑا دلویں - ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہیں اور اسکے لئے ہر ایک دُکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا انکو اور انکی اولاد کو ہرگز ضایع نہیں کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا کہ صالح آدمی کی اولاد ضایع ہوئی ہے خدا تعالےٰ خود اسکا متکفل ہوتا ہے لیکن ابتدا میں ابتلا کا آنا ضروری ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جاوے -

شعر

عشق اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کو دکھلا دے کہ جو ہماری طرف آنیوالے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں - کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے ہیں اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالےٰ اون سے وہی سنت برتتا ہے جو منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے -

ابتلا ضرور ہے اور خدا ظالم نہیں

خدا سے زیادہ پیارا اور رحم اور محبت کرنے والا کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے کوئی دل سے اسکا ہو پھر دیکھے کہ آیا مخلص کی دستگیری اور کفایت اسکی خوبی ہے کہ نہیں لیکن جو اوسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا اور بعد ازاں اندھا ہو گیا - اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے مجھپر یہ آفت آئی - اسلئے کافر ہو گیا آنحضرت نے اوسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اس بات پر قادر تھا کہ اوسے دوبارہ بینائی بخشتا - لیکن کافر ہو کر دنیا سے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا بن گیا مجھے فکر ہے - کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جائیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھپر ایمان لاوے - اوّل وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہہ کچھ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو اللہ تعالےٰ اوس پر فضل کر دیتا ہے کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں اوّل تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اوس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں اوسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اس کے استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدلدیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالےٰ سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ من عادلی ولیًا فاذنت له للحرب (جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے - وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے) اسقدر غیرت خدا کو اپنے بندے کے لئے ہوتی ہے - پھر دوسری جگہہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شے اسقدر تردد نہیں ہوتا کہ جسقدر مومن کی جان لینے ہوتا ہے اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اوس کی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اوسے مہلت دیدیتا ہے اور کچھ عرصہ دنیا میں رہ لیوے -

جماعت کو اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے

اس جماعت کو طیار کرنے سے غرض یہی ہے - کہ زبان کان - آنکھ - اور ہر ایک عضو میں تقوا سرایت کر جاوے - تقویٰ کا نور اسکے اندر اور باہر ہو - اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو - اور بیجا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو - میں نے دیکھا ہے - کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے - تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے - اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں - ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا - اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے - کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے - اور اس کا جواب نہ دے ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے - چاہیئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے - اور سب سے عمدہ ترکیب یہہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے - تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ اسکی اصلاح کر دیوے - اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں - ویسے خدا کا بھی قانون ہے - جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالےٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی - تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں - خدا تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا - کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں - ان کی جگہ درندگی ہو - اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے - تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے - لیکن مجھے افسوس ہے - کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعدا ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں -

اصلاح کے لحاظ سے خُلق اور خَلق میں فرق

یہہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کل یعمل علےٰ شاکلته بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں - تو دوسری قسم میں کمزور - اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے - تو دوسرے کا بُرا - لیکن تاہم اس سے یہہ لازم نہیں آتا - کہ اصلاح ناممکن ہے خلق سے ہماری مراد شیریں کلامی ہی نہیں - بلکہ خَلق اور خُلق دو الفاظ ہیں - آنکھ - کان - ناک - وغیرہ جسقدر اعضا ظاہری ہیں - جن کر انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہہ سب خَلق کہلاتے ہیں - اور اس کے مقابل پر باطنی قویٰ کا نام خُلق ہے - مثلاً عقل - فہم - شجاعت عفت - صبر وغیرہ اس قسم کے جسقدر قوے سرشت میں ہوتے ہیں - وہ سب اسی میں داخل ہیں - اور خُلق کو خَلق پر اس لئے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے مثلاً اگر ہاتھ چھوٹا پیدا ہوا ہے - تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو - تو اسکی اصلاح ہو سکتی ہے - ذکر کرتے ہیں - کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا - اور اس نے دروازہ پر ایک دربان مقرر کیا ہوا تھا - جسے حکم تھا - کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آوے - تو اوّل اسکا حلیہ بیان کرو اس حلیہ کے ذریعہ وہ اس کے اخلاق کا حال معلوم کرکے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا - تو ملاقات کرتا - ورنہ رد کر دیتا - ایک دفعہ ایک شخص اس کی ملاقات کے لئے آیا - دربان نے اطلاع دی - اس کے نقوش کا حال سنکر افلاطون نے ملاقات کا انکار کر دیا - اس پر اس شخص نے کہلا کر بھیجا - کہ افلاطون سے کہدو - کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے - بالکل درست ہے - مگر میں نے قوت مجاہدہ سے اپنی اصلاح کر لی ہے - اسپر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دیدی - پس خُلق ایسی شے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا - لیکن دعا اور عمل سے کام لوگے تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکوگے - عمل اس طرح سے کہ اگر کوئی شخص ممسک ہے تو وہ قدرے قدرے خرچ کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھ لیگا - اور اس کی عادت امساک دور ہو جاوے گی - اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے -

وحدت جمہوری اور نماز باجماعت کے اسرار

اللہ تعالےٰ کا یہہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے - اسکا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے - مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدۃ جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں - وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے - کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کرکے اوسے قوت دیوے حتی کہ حج بھی اسی لئے ہے - اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قایم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے کی ہے - کہ اوّل یہ حکم دیا - کہ ہر ایک محلہ والے پانچوقت نمازوں کو محلہ کی مسجد میں ادا کریں - تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملاکر کمزوری کو دور کر دیں - اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا ہو جاوے - تعارف بہت عمدہ شے ہے - کیونکہ اس سے بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے - حتی کہ تعارفی اللہ

دشمن ایک نا آشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو - تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے - وجہ اس کی یہہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے - وہ دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے - پھر دوسرا حکم یہہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں - کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے - اس لئے یہہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں - آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے - پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی - کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں - غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا - کہ آپس میں الفت اور اُنس ترقی پکڑے افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام فلسفہ کیسا پکا ہے دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں - کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین میں بھی نماز نہ ادا کرتا ہو - پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اوسے قوت بخشیں -

اصلاح نفس و اخلاق کا بڑا ذریعہ اور اخلاص کی ضرورت

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے - جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ کونوا مع الصادقین - یعنی تم خدا کے صادق اور راست باز لوگوں کی صحبت اختیار کرو - تاکہ اون کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے - جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں - اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا - کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بناوے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے -

درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے - کہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی پاک محبت حاصل کیجاوے - ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جسقدر اندرونی آلودگیاں ہیں ان سب سے الگ ہو کر ایک مصفا فطرت کی طرح بن جاوے - جب تک یہہ حالت میسر نہ ہوگی - تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے - لیکن دعا کے ساتھہ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے والمدبرات امرا کہکر قرآن شریف میں قسم بھی کہائی ہے - جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کریگا - اور تدبیر سے بھی اس طرح کا کام لیگا - کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اسکو حارج ہیں - ان سب کو ترک کر دیگا - اور رسم عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا - تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرے گا یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھہ عرصہ دعا کر کے تھک کر رہ جاتے ہیں - اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اسقدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی - حالانکہ دعا کا حق تو اون سے ادا ہی نہ ہوا - تو قبول کیسے ہو - اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو - اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے - کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اسکی شکایت بجا ہوگی - ہرگز نہیں - جب تک وہ پوری مقدار کہانے اور پینے کی نہ لیگا - تب تک کچھہ فائدہ نہ ہوگا - یہی حال دعا کا ہے - اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے - وقت بھی میسر آوے تو امید ہے - کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے - لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہوگئے) اور صدہا ابھی آیندہ مرنے کو طیار ہیں - ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بد اعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں - ان کے ہوتے ہوتے چند روز کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے - پھر عجب - خود بینی تکبر اور ریا وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں -

نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے - اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے - تو وہ رہیگا ورنہ پرواز کر جاوے گا - اور یہہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربہ احدا - عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو - صلاحیت ہی صلاحیت ہو نہ عجب ہو نہ کبر ہو نہ نخوت ہو نہ تکبر ہو نہ نفسانی اغراض کا کوئی حصہ ہو نہ رو بخلق ہو - حتی کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو - جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کہائے گا - اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چاہ یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا - اوسی دن قطع تعلق کر دیگا - جو لوگ خدا سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں - اور ایمان بھی خطرہ میں ہے - جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہونچا - اوسی دن ایمان میں بھی فرق آجاویگا - اسلئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا کی عبادت نہیں کرتا -

راستبازوں کی ہیئت

راستبازوں کی ایک یہی نشانی ہے - کہ مصیبت سے ان کو حظ ہوتی ہے - اور جب ایسے موقع پر شیطان دخل دیکر ان کو بہکانا چاہتا ہے - تب ان کی غیرت جوش مارتی ہے اور بجائے اس کے کہ اون کا قدم پیچھے ہٹے - وہ آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں - کہ شیطان ہمیں پیچھے ہرگز نہیں ڈال سکتا - شیطان بھی ایسے موقع پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس کی لغزش کے لئے پیش کرتا ہے - مال - اولاد - عزت - آبرو - خلقت کی ملامت طعن - تشنیع وغیرہ سب نقصانوں سے ڈراتا ہے لیکن وہ اوّل ہی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم ان نقصانوں کی کچھہ پروا نہ کرینگے - آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے نزدیک ایک مخنث کی بھی کمتر ہوتا ہے لیکن جس کا دعوے تو ایمان کا ہوتا ہے - اور دماغ میں اغراض نفسانی بھرے ہوئے ہوتے ہیں - تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اس پر بٹھاتا ہے اور جس راستے چاہتا ہے چلاتا ہے - خوب یاد رکھو - کہ سفلی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا -

شیطان کے وجود کا ثبوت

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں ایسے ہوں کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود سے انکار بھی نادانی ہے کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے - کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں - بیٹھے بیٹھے ایک لہر اسکے دل میں آتی ہے - کہ نیکی کروں اور اکثر اوقات وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے - کہ بلا اسکے تقاضائے پورا کئے کے رہ ہی نہیں سکتا اور اسی طرح کبھی اس کے دل میں ایسی لہر آتی ہے - جو کہ بدی کی طرف رغبت دلاتی ہے اور وہ کھیسے اوٹھکر کنجروں کی طرف چلا جاتا ہے - پس یہ قوتیں - جن میں سے بدی کے محرک کا نام شیطان رکھہ لو - انسان کے لئے یہ ضروری نہیں - کہ وہ ابتدائی مراحل میں ہر ایک شے کی حقیقت کو سمجھ لیوے جیسے جیسے بتدریج اس کی معرفت ترقی کرتی ہے - ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے - آسمان کے ستاروں کو دیکھو - کہ وہ اوّل سوئی کے نقطوں کے اور کچھہ معلوم نہیں ہوتے - مگر جب انہیں نقطوں کو دوربینوں سے دیکھا جاوے - تو کسقدر عجائبات معلوم ہوتے ہیں اور سابقہ معرفت اس کے آگے ہیچ نظر آتی ہے اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ میں نے اسکو نقطہ کیوں سمجھا ایسے ہی شیطان اور فرشتہ کے وجود کا حال ہے کہ اونکو اوّل نقطوں کی طرح ماننا پڑتا ہے اور پھر اس دوربین سے جو انبیاء لیکر آتے ہیں دیکھا جاوے تو اون کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے یہ تو جملہ معترضہ تھا جو کہ درمیان میں آگیا -

پھر میں اصل مطلب کو بیان کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو -

عورتوں میں بت پرستی کی جڑ ہے پردہ کی ضرورت اور فلاسفی اور ضمناً اصلاح نفس کے منازل

عورتیں بت پرستی کی جڑ ہے کیونکہ ان کی طبائع کا میلان زینت پرستی کی طرف ہوتا ہے - اور یہی وجہہ ہے - کہ بت پرستی کی ابتدا انہی سے ہوئی ہے - بزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے - کہ ذراسی سختی پر اپنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھہ جوڑنے لگ جاتی ہے اس لئے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ ان میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں - پس بہت ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو - خدا تعالیٰ فرماتا ہے - الرجال قوامون علی النساء - اور اسی لئے مرد کو عورتوں کی نسبت قوے زیادہ دئے گئے ہیں - اسوقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں - ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیجکر دیکھیں تو سہی - کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے - یا مختلف - ایک طرف تو اوسے حمل ہے - اور ایک طرف جنگ ہے - وہ کیا کر سکے گی - غرضیکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قوےٰ کمزور ہیں - اور کم بھی ہیں - اس لئے مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے -

یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہیں - لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں - یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے - جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے - ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو - اگر اس آزادی اور بے پردگی سے اون کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لینگے کہ ہم غلطی پر ہیں - لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو اون کے تعلقات کسقدر خطرناک ہوں گے - بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھہ نہ ہوگا مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے - پس سب سے اوّل ضرورتی ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو - اگر یہہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اسقدر قوت ہو - کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اسوقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے یا نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اسبات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو - گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھہ دینا ہے - ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ کو غور نہیں کرتے کم سے کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں - کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے - قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور

نگاہوں کو مد نظر رکھکر حسب حال تعلیم دیتا ہے) کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ کہ تو ایمان والوں کو کہدے۔ کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ اور اپنی سوراخوں کی حفاظت کریں یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جسمیں کان وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے۔ کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو۔ کہ ہزار دو ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ جن باتوں سے اللہ تعالے روکتا ہے۔ آخرکار انسان کو ان سے رکنا ہی پڑتا ہے۔ (تعدد ازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو) ہرچہ دانا کند کند نادان لیکن بعد از خرابے بسیار۔ ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوستان پر ہے کہ اس نے ان کو تہذیب سکہائی۔ اور اسکی تعلیم ایسی ہے۔ جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ؎

خربستہ بہ گرچہ دزد آشنا است

یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے کہ اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیثہ حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیثہ حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیا جاوے۔ ذرا اپنے دلوں میں غور کرو۔ کہ کیا تمہارے دل راجہ رام چندر اور کرشن وغیرہ کیطرح پاک ہو گئے ہیں پھر جب وہ پاکدلی تم کو نصیب نہیں ہوئی۔ تو تم بے پردگی کو رواج دیکر بکریوں کو شیروں کے آگے کیوں رکھتے ہو ہٹ دھرمی اور تعصب اور ضد وغیرہ سے تم لوگ دیدہ و دانستہ اسلام کے ان پاکیزہ اصولوں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ جن سے تمہاری عفت برقرار رہتی ہے۔ عقل تو اس بات کا نام ہے کہ انسان کو نیک بات جہاں سے ملے وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیاء خواہ کہیں ہوں آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہونگی۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک کرو ورنہ یاد رکھو۔ کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر اس کا ضرر ہے۔ تو تم ہی کو ہے۔ ہاں اگر تم لوگوں کو اطمینان ہو جاوے کہ سب ملکیت بن گئے ہو اور نفسانی جذبات پر تم کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اور قوائے بشریت کی رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے۔ تو پھر ہم تم کو منع نہیں کرتے بے شک بے پردگی کو رواج دو لیکن جہانتک میرا خیال ہے۔ ابھی تک تم کو وہ حالت نصیب نہیں۔ اور تم میں سے جسقدر لوگ لیڈر بنکر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔ انکی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر نجس ہڈیوں کے اور کچھ نہیں کیونکہ انکی صرف باتیں ہی ہیں عمل وغیرہ کچھ نہیں اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے۔ کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کہانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتدا میں اسکی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے۔ اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کہانے پر پس انسان کا فرض ہے۔ کہ اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکی اصلاح کی حالتوں کے لحاظ سے اس کے چار نام مقرر کیے گئے ہیں۔ اول اول نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ کہ جسکو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلگی تک رہتی ہے۔ پھر نفس امارہ ہوتا ہے کہ برائیوں کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کرتا ہے۔ اور اسکی بڑی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری کرتا ہے کوئی گالی دے یا ذرا خلاف مرضی کام ہو۔ تو اسے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اگر شہوت کی طرف غلبہ ہو تو گناہوں اور فسق و فجور کا سیلاب بہہ نکلتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے کہ اس میں بدیاں بالکل دور تو نہیں ہوتیں مگر ہاں ایک پچھتاوا اور حسرت و افسوس ہر ایک بدی پر اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اور جب بدی ہو جاوے تو اس کے دل میں نیکی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور تدبیر کرتا ہے۔ کہ کسی طرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے۔ کہ زندگی پاک ہو جاوے اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے پوتر ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور اس حالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے۔ جسمیں سرکشیوں میں پڑکر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے نفس امارہ کی حالت میں تو اس کے پاؤں کی زنجیریں ہی زنجیریں ہوتی ہیں۔ اور لوامہ میں کچھ زنجیریں پاؤں میں ہوتی ہیں۔ اور کچھ اتر جاتی ہیں۔ مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی۔ سب کی سب ٹوٹ جاتی ہیں اور وہی زمانہ انسان کا خدا کی طرف رجوع کا ہوتا ہے۔ اور وہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہو دیں اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا کہ جنت میں جاویگا یا دوزخ میں پس جبکہ انسان بلا حصول نفس مطمئنہ کے پوری پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ تو آپ خواہ آریہ ہوں۔ یا عیسائی۔ کون سی عقلمندی ہے۔ کہ قبل اس کے کہ یہ نفس حاصل ہو وہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھا چھوڑ دیں۔ کیا ان کو امید ہے کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کرلیںگے یہ ہے۔ سر اسلامی پردہ کا۔ اور میں نے خصوصیت سے اسے ان مسلمانوں کیلئے بیان کیا ہے جنکو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہوں گے۔ کیونکہ ان کو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات سے چڑ ہے

اسقدر تقریر ہو چکی تھی کہ اس اثناء میں خلیفہ رجب الدین صاحب نے آواز بلند سے لاہور کی پبلک کیطرف سے حضرت مرزا صاحب کو ختم نبوت کا سوال پیش کیا۔ اگرچہ بعض لوگوں کو یہ دخل اس لئے ناگوار ہوا۔ کہ حضرت اقدس نور فراست سے جس ضرورت کو محسوس کرکے کلام فرما رہے تھے۔ اسکی توجہ ادہر سے پہیر دی گئی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تحریک بھی مصالح ایزدی سے باہر نہیں۔

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ... کا ایمان اور اعمال

آپ نے فرمایا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میں نے بہت سی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اُسے نہیں مانتے قرآن شریف کی رو سے ان کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا۔ اور جو اسکی معصیت کرتا ہے۔ گویا میری معصیت کرتا ہے۔

لوگ مخلوق کو دہوکا دیتے ہیں اور غلطیوں میں ڈالتے ہیں۔ کہ ہم نے کوئی نیا کلمہ یا نماز تجویز کی ہے۔ ایسے افتراؤں کا میں کیا جواب دوں۔ اسی قسم کے افتراؤں سے وہ ایک عاجز انسان مسیح علیہ السلام کو بھی خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمان ہیں۔ اور امت محمدی ہیں اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی۔ یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔ کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بدذاتی ہے اور ہمارا دعوے قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے۔ اتباع نبوی سے الگ ہو کر ہم نے کوئی کلمہ یا نماز۔ یا حج۔ یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ اس دین کی خدمت کریں۔ اور اس کو کل مذاہب پر غالب کرکے دکہاویں۔ قرآن شریف کی اور احادیث کی جو خبر خدا سے ثابت ہیں۔ اتباع کریں۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔ اور دوسری یہ بات یاد رکھو۔ کہ مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں ہوئی۔ کہ لوگ مجھے مانیں بلکہ مجھکو تو ان جماعتوں سے ہمیشہ سے نفرت ہے اور اگر میں ملتا ہوں یا ان لوگوں میں آکر بیٹھتا ہوں۔ تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں ملتا۔ بلکہ اللہ تعالے مجھے مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تو ایسا کر۔ ایسی حالت میں بتلاؤ اگر میں اسکی بات نہ مانوں تو کیا کروں میں تو رات دن وحی کے نیچے کام کرتا ہوں۔ میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بچے طور سے مانو۔ آپ کو ماننا یہ ہے کہ آپ کے وصایا کے پر عمل درآمد کیا جاوے اور انہیں میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ جب وہ مسیح موعود (علیہ السلام) آوے۔ تو تم سب اس کے ساتھ ہو جانا۔ میرے ماننے کی مثال یہ ہے جیسے ایک آقا اپنے نوکر کو کہے۔ کہ فلاں شخص میرا مہمان آتا ہے تم اسے لاکر کہانا کھلاؤ اور ہر طرح کی تعظیم اور تکریم کرو لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے۔ کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہوں مجھے کسی دوسرے کی تعظیم و تکریم سے غرض نہیں ہے۔ اور نہ اسکی خواہش ہے تو آپ سوچ کر دیکھو کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا ہرگز نہیں مانا۔ کیونکہ جس بات میں وہ راضی ہوتا ہے اس کے کرنے سے تو اسے انکار ہے۔ پس یاد رکھو کہ تم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اسیوقت مانوگے۔ جبکہ آپ کے احکام اور وصایا کے کو مانوگے۔ جس نے آخری حکم کو توڑا اس نے سارے حکموں کو توڑا۔ سوچو تو سہی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز روزہ ادا کرتے۔ لیکن آخری وقت بجائے لا الہ الا اللہ کے رام رام کہے۔ تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آویگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک فرما دیا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح۔ اور اس کے درمیان آپ نے فیج اعوج فرمایا ہے جنکی نسبت ارشاد ہے۔ کہ وہ نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں پس جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک شریر گروہ قرار دیتے ہیں۔ تو ہم ان کی باتوں کو کیوں قبول کرلیں۔

اس موقعہ پر ایک وزیرآبادی متعصب مولوی نے مداخلت کی۔ اور شرارت کی راہ اختیار کرکے بیجا شور اور کلام شروع کیا۔ اول تو حضرت اقدس اسے نرمی سے سمجھاتے رہے مگر جب معلوم ہوا۔ کہ اسکی غرض رفع شکوک و شبہات نہیں۔ صرف مناظرہ کا ایک اکہاڑا قائم کرنا چاہتا ہے تو اس سے اعراض کیا۔ اور فرمایا کہ مباحثہ کا دروازہ تو ہم بند کر چکے ہیں۔ اب اس میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس پر بعض متعصب طبایع نے شور کرنا شروع کیا۔ آخر مصلحت وقت دیکھکر مولوی صاحب کو بیجا مداخلت سے روکا گیا۔ اور جب وہ باز نہ آئے تو ان کو جبراً احاطہ سے باہر کر دیا گیا۔ اس اثناء میں جو کلام حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے ہم یکجائی طور پر درج کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

مورخہ ۱۲ اکتوبر کو بوقت ساڑھے ۱۱ بجے حضرت اقدس کو یہ الہام ہوا۔ قَدْ جَاءَ الدِّيْنُ مِنَ النُّصْرَةِ ثُمَّ سَيَعُوْدُ مِنَ النُّصْرَةِ +

الفضل ماشہدت بہ الاعداء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مشہور کارلائیل ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ مین لکہتا ہے۔

"پس ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرگز یہ خیال نہین کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور ہتی باطن شخص تہا اور نہ ہم اس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ دانستہ منصوبے گانٹہنے والا کہہ سکتے ہین جو سخت ورحت پیغام اس نے دنیا کو دیا بہر حال ایک سچا اور حقیقی پیغام تہا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تہا (قصور فہم ایڈیٹر) مگر اس کا مخرج وہی ہستی تہی جسکی تہاہ کسی نے ہی نہین پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جہوٹے تہے

نہ اعمال ہی اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید تہے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تہا جو قدرت کے وسیع سینہ مین دنیا کو منور کرنے کو نکلا تہا اور بے شبہ اس کے لئے امر ربانی یونہی تہا"

یہی فاضل مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عزم و استقلال کے عظیم الشان معجزہ پر جو ابو طالب کو جواب دیتے وقت آپ سے صادر ہوا۔ (یہ واقعہ یون ہے کہ قریش نے ابو طالب کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ آنحضرت کو تبلیغ سے روکین اور انہون نے آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ "اپنی اور میری جان کو ہلاکت سے بچایئے اور اتنا بوجہ مجہ پر نہ ڈالئے جو میری طاقت سے زیادہ ہو" اس کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ اس مطلب سے کہ مین اس امر عظیم کی بجا آوری چہوڑ دون (بفرض محال) آفتاب و ماہتاب کو میرے دائین اور بائین لا رکہین تو بہی مین اسکو ہرگز ترک نہ کرون گا تا وقتیکہ خدا اپنے دین کو سب ادیان پر غالب کر دے" ایڈیٹر) لکہتا ہے

"بلا شبہ آپ خاموش نہین رہ سکتے تہے کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تہے اس مین وہی فطری قوت موجود تہی جو سورج اور چاند یا قدرت کے اور مصنوعات مین ہے اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور اور موجودات عالم آپ کو خاموش نہین کر سکتے تہے"

اسی اخلاقی معجزہ پر مسٹر باسورتہ سمتہ لکہتا ہے

یہ کلام اور یہ چلن ایک جہوٹے مدعی رسالت کا نہین ہو سکتا

پہر یہی مصنف ایک مقام پر لکہتا ہے کہ "جو کچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکہتا تہا وہ اسے بیان کرتا تہا اور وہ بے شک دیکہتا تہا۔ اور اگر کسی شے کی حقیت پر کہنے کیلئے اس کے نتائج کو قبول کیا جا سکتا ہے تو جو کچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر آتا تہا۔ وہ بے شبہ سچ تہا۔ کیونکہ اس سے اس کو اپنے عالیشان کام مین تقویت ہوتی تہی"

نوٹ ہذٰی - ایم راڈول صاحب ایک عیسائی فاضل نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے وہ اس ترجمہ کے دیباچہ مین لکہتا ہے کہ

"عرب کے سیدہے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ ...... بت پرستی کے مٹانے۔ جنات اور ماد یات کے خرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے۔ اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گہٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے مین **قرآن بے شک عربوں کیلئے برکت اور قدوم حق تہا"**

مقدمات

۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء کا الحکم ہم نے عمداً روک کہا تہا کہ یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کو (جو ہمارے مقدمہ کے فیصلہ سنانے کیلئے مقرر تہی) مقدمہ کا فیصلہ سنکر وہ فیصلہ منتظر ناظرین کیلئے چہاپ دینگے لیکن اس تاریخ پر جناب مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ نہین سنایا بلکہ آئندہ تاریخ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء مقرر کی ہے۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ مین بہی ۸ اکتوبر کو آئندہ تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہے۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کو چونکہ عام خبر تہی کہ فیصلہ سنایا جاویگا اسلئے احاطہ کچہری مین گورداسپور کے بہت سے لوگ فیصلہ سننے کیلئے آئے ہوئے تہے خدا جانے وہ کن آرزوون کو ساتہ لئے آئے ہون گے مگر آخر ان کو جانا پڑا۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت بہی گورداسپور مین اس تاریخ پر بہت بڑہ گئی تہی کوئی اڑہائی تین سو کے قریب احباب۔ کراچی حیدرآباد سندہ۔ پشاور۔ ڈیرہ آباد۔ راہون ضلع جالندہر۔ کپورتہلہ۔ قادیان۔ لاہور۔ امرتسر نارووال۔ دینانگر۔ پٹیان والہ۔ وغیرہ مقامات سے آئے ہوئے تہے۔

حضرت مسیح موعود کا کیمپ گورداسپور

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے اہل بیت خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر طرح خوش ہین۔

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور فاضل امروہی بہی حضور ہی کے ساتہ گورداسپور مقیم ہین۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت مین الہام ہوا۔

اِنِّی مَعَ الرَّسُوْلِ فَقَط

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کا وقت تبدیل ہو گیا ہے۔

۲۔ کسی گذشتہ ہفتہ مین جو خبر **اخوا** کی لکہی گئی تہی خوشی کی بات ہے کہ فریقین مین باہم صلح ہو گئی۔

۳۔ سناتن دہرم سبہا قائم ہو چکی ہے۔ اور کسی پنڈت کو بلانے کی تجویزین ہو رہی ہین۔

- غالباً ہمارے لوکل چیفی رسان میان فضل الٰہی کے دوست سنکر خوش ہونگے کہ جہان وہ ادرسیر ڈاکخانجات ترن تارن ہو کر گئے ہین وہان انکی یہ ترقی دوہری مبارک ثابت ہوئی ہے کہ اوس کی دوسری شادی ہو گئی ہے۔

قادیان کا ڈاکخانہ یا بلیک ہول

ہمارے ڈویژن کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ڈاکخانجات خوب آگاہ ہین کہ قادیان کا ڈاکخانہ جس مکان مین ہے وہ کسی صورت مین ڈاکخانہ کیلئے موزون اور مناسب نہین۔ وہ معمولی ایک چہوٹی سی دوکان ہے جس کے ایک تنگ و تار کوٹہری مین جسکو کسیقدر روشن کرنے کی کوشش کیگئی ہے ریکارڈ اور تہیلے وغیرہ رکہے جاتے ہین جسمین معمولی الماریون اور میز وغیرہ کے رکہنے کے بعد سب پوسٹماسٹر کو بہی غالباً مکان مذکور اجازت نہین دیتا کہ وہ آزادی کے ساتہ اسمین چل پہر سکے۔ اس کے آگے ۲½ کے برابر ایک کوٹہری ہے جسمین سب پوسٹماسٹر بیٹہتے ہین انکی میز کرسی اور لوکل چیفی رسان کے بیٹہنے کے بعد کسی اور شے کا وہان رکہے جانا حرام مطلق ہے

جس روز ہم اخبار روانہ کرنے کیلئے بہیجتے ہین اس دن پوسٹماسٹر صاحب عجب کشمکش اور گہبراہٹ مین ہوتے ہین۔ کیونکہ ان کا کمرہ تو اجازت نہین دیتا کہ وہان اخبار کا تہیلہ الٹ دیا جاوے اس لئے باہر کے ایک چہوٹے سے برامدہ مین جہان دو آدمی بمشکل بیٹہ سکتے ہین اخبار کا تہیلہ رکہے جانے کے بعد خود ان کو دہلیز پر بیٹہکر اور کبہی کبہی بیرونی سیڑہی پر بیٹہکر سارٹ کرنے کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر کو اسکے متعلق زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ وہ خود اس مکان کو دیکہ چکے ہین۔ ہمارے خیال مین ایسے تنگ و تاریک کمرے تو جیل خانہ کے قید یوں کو بہی نہین دیئے جاتے۔ چہ جائیکہ وہ ڈاکخانہ کے قابل ہون۔ یہ مکان بمشکل ایک آدمی کے بیٹہنے کے قابل ہے اور ڈاکخانہ کیلئے جہان بیسیون اور صدہا آدمیون کی روزانہ آمد و رفت ہو ایک کہلا مکان ہونا چاہیئے۔ قطع نظر اسکے کہ سب پوسٹماسٹر اور دوسرے متعلقین ڈاکخانہ کے بیٹہنے کے وہ ناقابل ہے اور حفظ صحت کے اصول کے مطابق نہین سب پوسٹماسٹر چیفی رسانون کے کام کی نگرانی بمشکل کر سکتا ہے اس لئے اس مکان کو بدل لینا چاہیئے مگر یہ ضروری امر ہے کہ موجودہ کرایہ پر جو دو روپیہ ہے عمدہ مکان ملنا مشکل ہے جب تک کرایہ مکان چار پانچ روپیہ ماہوار تک نہ بڑہایا جاویگا عمدہ مکان نہین ملیگا۔ اس لئے ہم امید کرتے ہین کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر اس ضرورت کو محسوس کر کے اور بہت جلد اس انتظام کیطرف توجہ کرینگے کیونکہ آئندہ موسم خطرناک آنیوالا ہے یعنے طاعون کے ایام مین اسکے حفظ صحت کے لحاظ سے ہی کشادہ مکان ضروری ہے۔ اگر کرایہ معقول دیا جاویگا تو عمدہ سے عمدہ مکان ڈاکخانہ کیلئے مل سکتا ہے۔

مراۃ الجہاد

اسلام کی ایک دلچسپ عجیب اور جامع کتاب مسئلہ جہاد پر کارخانہ الحکم مین چہپ رہی ہے اسکے مولف ہمارے مکرم بہائی سید وزارت حسین صاحب مونگہیری ہین۔ سید صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتہ مسئلہ جہاد کی مختلف پہلوؤن پر سیر کن بحث کی ہے اور اس مسئلہ پر جسقدر اعتراض مخالفون نے کئے ہین انکے جواب قابلیت کے ساتہ دیئے گئے ہین خصوصاً پادری ٹھاکر داس کے رسالہ جہاد کا دندان شکن جواب ہے۔ ہم اگلی اشاعت مین اس کتاب کے مضامین کی مختصر سی فہرست دینگے (انشاء اللہ العزیز) ۱۹۲ صفحہ تک کتاب چہپ چکی ہے اور ۲۰۰ صفحہ تک پس مین جا چکی ہے ابہی مضمون آرہا ہے فی الحال ہم اسکی قیمت کی متعلق کچہ نہین کہہ سکتے یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسکی کثرت کے ساتہ اشاعت ہو درخواستین دفتر الحکم مین آنی چاہئین تاکہ کتاب کے شایع ہونے پر خریدارون کو جلد بہیجدی جاوے ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب توجہ کریں

شکوہ جوریار کا یا شوخئ بخت کا گلہ
ہم جو کچھ کہنے کو تھے بھلا کہنے کو ہیں

منظلومان پوسٹ آفس کے متعلق متعدد آرٹیکل الحکم کے کالموں میں نکل چکے ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ انپر توجہ ہوئی یا نہوئی ہنوز روز اول ہے۔ یہ ہم کہہ نہیں سکتے کہ پوسٹ ماسٹر جنرل تک ان اخبارات کی رسائی نہیں کیونکہ ہم خود ہر ایک نمبر جسمیں محکمہ ڈاک خانہ کے متعلق کوئی مضمون ہوتا ہے صاحب موصوف کے نام بھیجتے ہیں ہاں اس بات کے ہم کفیل اور ذمہ وار نہیں ہو سکتے کہ وہ پرچہ ان تک ڈاک کے ہمراہ جاکر پہونچا بھی آوین۔

بہرحال پوسٹ ماسٹر جنرل سے اس قدر توقع ہمیں ضرور ہے کہ جس وقت یہ معاملات ان کی نظر سے گذرے انپر ضرور غور کیا جائیگا۔

ہم نے بارہا **لونٹ سسٹم** کے متعلق صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کیا ہے اور ان کو اسکی بد استعمال کے برے نتائج سے آگاہ کیا ہے آج ہم انکی گریڈیشن لسٹ کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس سوال پر بہت غور کرینگے۔

ہم نے پہلے بھی اس امر پر لکھا ہے کہ محکمہ ڈاک خانہ میں جو ترقیاں دیجاتی ہیں ان کا کوئی خاص اصول ابتک ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ ڈاکخانہ کے ملازمین ہمیشہ اس کے شاکی پائے گئے ہیں کہ عموماً ترقیاں دیتے وقت رسوخ سے کام لیا جاتا ہے۔ **گریڈیشن لسٹ** ڈاک خانوں میں شایع کی جاتی ہیں لیکن تجربہ عموماً یہ بتاتا ہے کہ یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں اور کھانے کو دانت درحقیقت اور ہیں اگر اس لسٹ کی موافق ترقیوں کا معیار قائم نہیں رکھا جاسکتا تو کیا ضرورت ہے کہ اوس کو شایع کیا جاوے۔ یا اس کو شایع کرکے پھر اس کی پروا نہ کرنا یہ اس لسٹ کی عدم ضرورت کو ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ مفت میں اسقدر خرچ اسکی طبع وغیرہ کا ڈاکخانہ پر ڈالا جاتا ہے وہ روپیہ بھی بمد بچت جمع کیا جاوے۔ اور نہیں تو خزانہ سرکار ہی پڑا ہو۔

بہرحال

یہ شکایت عام ہو چلی ہے کہ گریڈیشن لسٹ کے موافق علی العموم ترقیاں نہیں ملتی ہیں یا کم ملتی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند نام پیش کرتے ہیں۔ جنکو ترقیاں دی گئی ہیں لیکن دراصل گریڈیشن لسٹ کے موافق وہ ترقی کے مستحق نہ تھے پوسٹماسٹر جنرل صاحب اگر توجہ کریں تو مستحق لوگوں کے حقوق کی حفاظت کا خاص انتظام کر سکتے ہیں اگر ان لوگوں کو جن کے نام ہم ذیل میں دیتے ہیں گریڈیشن لسٹ کے موافق ترقی ملی ہے اور ہمیں غلطی لگی ہے تو ہم صاحب پوسٹماسٹر جنرل کے شکرگزار ہونگے اگر وہ اس غلطی کو رفع کرنے کی ہمیں اطلاع دینگے۔ اور اگر کسی غلطی سے ان لوگوں کو ترقیاں ملی ہیں تو ہم ان کے انصاف سے امید رکھتے ہیں کہ وہ **حق داروں کو حق دینگے۔**

وہ نام یہ ہیں

(۱) **مسٹر اے۔ سٹوٹ** کلرک لاہور یکم ستمبر ۱۹۰۴ء کو ۷۵ کے گریڈ سے ۸۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے ان صاحب کا نمبر ایکسو تیسواں (۱۳۰) تھا۔ تعجب نہیں اندھیر کی بات ہے کہ ۱۲۹ مستحق امیدواران کو پھاند کر ۸۰ کے گریڈ میں کیونکر چلے گئے اگر کوئی خاص وجہ ترقی کی تھی تو چاہیے تھا کہ عام طور پر اعلان کر دیا جاتا تاکہ ان ۱۲۹ امیدواروں کو تسلی ہوتی اور وہ اپنی قابلیت کا موازنہ بجائے خود کر لیتے۔ جہانتک ہم دیکھتے ہیں کوئی وجہ بجز سیاہ و سفید کے سوال کے اور نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر صرف یہی وجہ ہے تو پھر بیچارے غریب ہندوستانیوں کا یہ اپنا قصور تو نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں کیوں پیدا ہوئے گورنمنٹ کی فیاض نظر کیساں ہے بلکہ ہندوستانی مفتوح قوم ہونے کی وجہ سے زیادہ مراعات کے مستحق ہیں۔

(۲) **مسٹر جے سمپسن** صاحب کلرک لاہور ۱۵ فروری سنہ ۱۹۰۵ء کو ۵۰ سے ۶۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے۔ بحالیکہ آپ کا نمبر بیالیسواں تھا اور ۴۱ امیدواروں کو پیچھے ڈال کر آپ آگے نکل گئے۔ اگر آپ کی ترقی کی یہی رفتار رہی تو اندیشہ ہے کہ بہت سے غریب پانچ آپ کی تیز رفتاری میں کچلے جائینگے۔

(۳) **مسٹر پی فلپس** کلرک لاہور ۶ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کو ۳۵ سے ۴۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے اپنے پندرہ امیدواروں کو پیچھے رکھا۔ ابھی کچھ نام ہمارے پاس باقی ہیں جنکو ہم کسی اگلی اشاعت میں پیش کرینگے۔

فی الحال ہم یہ تین کیس صاحب موصوف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور انصاف چاہتے ہیں کہ وہ بیچارے غریب مستحقین کے حقوق کی نگہداشت کریں۔ باقی آئندہ

ڈاکخانہ کا نیا سرکلر

معزز ہمعصر ہندوستان نے ڈاکخانہ کے جدید سرکلر گورمکھی کے سیکھے جانے کے متعلق بہت ہی قابلقدر ریمارک کیا ہے کہ آیا یورپین بھی گورمکھی سیکھنے یا وہ مستثنیٰ کئے جاوینگے۔

یہ ایک الگ امر ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ گورمکھی حروف کے سیکھنے کی قید لگا دے لیکن تجربہ اور تجارتی کاروبار بتاتے ہیں کہ گورمکھی طرز تحریر عام نہیں ہے اگر ڈاکخانوں کی حیثیات کا اندازہ کیا جاوے کہ گورمکھی میں کسقدر آتی ہیں تو شاید بہ ہی مشکل نکلیں پھر ایسے سرکلر سے کوئی فائدہ خاص تو نظر نہیں آتا۔ خیر افسران ڈاکخانہ مجاز ہیں جس قسم کے قوانین چاہیں نافذ کریں لیکن یہ ضروری امر ہے کہ وہ سب پر حاوی ہوں کسی کو مستثنیٰ نہ کیا جاوے۔

یہ تحریک قابل قدر ہوتی اور گورنمنٹ کا منشاء بھی خوب پورا ہو جاتا اگر محکمہ ڈاکخانہ والے گورمکھی زبان میں امتحان پاس کرنے والے ملازمان ڈاکخانہ کیلئے خاص انعام رکھدیتے مگر یہ ذرا مشکل امر ہے علاوہ بریں کل کو شاید ہندی کی بھی ٹکر سیکھنا بھی لازمی کرنا پڑے اور پھر بیچارے ڈاک خانے والوں پر کام کا اسقدر بوجھ ہے کہ ضروری حوائج فطریہ کیلئے بھی کافی وقت نہیں ملتا اور اس پر طرہ یہ کہ بال اور پتہ لیکر کسی شنگ سنگھ صاحب کی تلاش کرنے پھریں۔ بعض ایسے مقامات بھی ہوتے ہیں جہاں کوئی پڑھا لکھا ہوتا ہی نہیں وہاں گورمکھی سیکھنے کیلئے کیا انتظام ہوگا؟ یہ سرکلر بہت کچھ اصلاح و ترمیم کے قابل ہے جسپر ہم پھر لکھنا چاہتے ہیں۔

بٹالہ سٹیشن

بٹالہ سٹیشن کے متعلق ہمیں متعدد مرتبہ لکھنا پڑا ہے اور ہم افسران ریلوے کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہماری تحریروں پر قابل قدر نوٹس لیا ہے۔

حال میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بابو کرم چند صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی تبدیلی کی خبر آئی ہے جہانتک پبلک کی بہتری اور آرام اور اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کا سوال ہے اس حد تک ہم بابو کرم چند صاحب کی تبدیلی کی کوئی وجہ نہیں پاتے۔ بابو کرم چند صاحب کی خوش اخلاقی سے پبلک کو آرام پہونچتا رہا ہے۔ اور ان کے جانے سے بظاہر پبلک کو تکلیف پہونچنے کا احتمال ہے یہ ہم جانتے ہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش جن کی کارستانیاں بابو کرم چند صاحب کی موجودگی میں انکی دیانتداری کی وجہ سے چل نہیں سکتی ہیں کوشش کرتے ہیں کہ ان کو تبدیل کر دیا جاوے لیکن اگر **عام** لوگوں سے یہ سوال ہو تو ہم یقیناً کہتے ہیں کہ پبلک ہمارے ساتھ متفق ہوگی۔

ریلوے اتھارٹیز اگر پبلک کی آسائش کا خیال رکھتی ہیں اور ضرور رکھتی ہیں ریلوے اتھارٹیز اگر دیانتدار ملازموں کی قدر کرتی ہے اور ضرور کرتی ہے تو ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بابو کرم چند ایسے لایق اور قابلقدر شخص کو بٹالہ سٹیشن سے ہرگز تبدیل نہیں کرنا چاہئے ورنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ آئے دن سٹیشن کی شکایتوں کا سلسلہ جاری ہو جاوے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مختصر نوٹ ہمیں آئندہ کہنے سے مستغنی کر دیگا۔ اگر اس پر توجہ نہ کیگئی تو

مجبوراً ہمیں اس سازش کا افشا کرنا پڑیگا جو بابو کرم چند کی مخالفت میں کیگئی ہے اور ان اسباب کو بھی بتانا پڑیگا۔ جو اس سازش کے محرک ہوئے ہیں۔

صدائے اسلام

نالہ صدائے درد ہے موزوں ہی کیوں نہ ہو
روکا ہے یہ بھی معجزہ افسوں ہی کیوں نہ ہو
جز اہل درد کس کو مزہ آئے گا بھلا
لطف و بیان خوب ہے مضموں ہی کیوں نہ ہو

گلشن عرفان کو دینے رنگ و بو آیا ہوں میں
اس چمن میں بنکے آئین نمو آیا ہوں میں
درد دل ہی حضرت انسان کے دکھ کی ہے دوا
ولمیں بنکر درد دل کی آرزو آیا ہوں میں
جس سے مستوں کو چکھایا تھا خلیل اللہ نے
بزم میں لیکر وہی جام و سبو آیا ہوں میں
ناامیدوں کو سنایا میں نے پیغام امید
ساتھ لیکر مژدۂ لاتقنطوا آیا ہوں میں
سب کو ہوں قبلۂ حق کے لئے قبلہ نما
دل میں بنکر راز جاں کی جستجو آیا ہوں میں
ظلمت کفر شرک چھائی تھی گھٹا چار و طرف
مہر وحدت ہوں چمکنے سو بسو آیا ہوں میں
تھا یہ بازار جہاں میں اک متاع کس مپرس
گوہر حکمت کا بنکر آبرو آیا ہوں میں
بھائی بھائی نوع انسان کو بنا دوں گا سبھی
ان مٹانے ہستئ غیر و عدو آیا ہوں میں
درد سے الفت ہے مجھکو مقصد کی بر ہے
امن پھیلانے جہاں میں چار سو آیا ہوں میں
سنت باری کی ہے احکام میں میری جھلک
اصل فطرت کے مطابق ہو بہو آیا ہوں میں

سب رسولوں کی زبانوں پر میرا افسانہ تھا
شمع بزم راز تھا میں ہر نبی پروانہ تھا
اختلاف فہم کی گو ڈال رکھی تھی نقاب
جلوہ گر اول سے میرا عارض جانانہ تھا
دم میرا بھرتا تھا موسیٰ میرا شیدا تھا خلیل
عیسیٰ مریم بھی میرے حسن کا دیوانہ تھا
دور آخر میں کیا کامل مجھے اس نور نے
جسکی شمع بزم کا روح الامیں پروانہ تھا
جلوہ گر وہ نور تھا اس کے جبین ناز میں
دیدۂ موسیٰ جھلک سے جسکی حیرت خانہ تھا
تار ہے کونار نا کہتے ہیں ارباب نظر
جسم کے پردہ میں چھپنا نازِ معشوقانہ تھا
سب بنی آدم کو اس نے ایک کنبہ کر دیا
اس کے حسن خلق سے اپنا ہر ایک بیگانہ تھا
بن گیا فیض قدم سے اس کے فردوس بریں
ورنہ ریگستان یثرب کیا تھا اک ویرانہ تھا
اس کا اک اک شغل انسان کی محبت سے بھرا
اس کا اک اک قول دلسوزانہ ہمدردانہ تھا
اس کے ہاتھوں سے بنا ایک نخل سبز و باردار
میں خلیل اللہ کا بویا ہوا اک دانہ تھا

(باقی آئندہ)

مسلمان بہادر عورتیں

اُم آبان

یہ معزز خاتون عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اور حضرت آبان بن سعید کی پیاری بیوی تہیں۔ روز جنگ اجنادین واقع ملک شام ان کا نکاح آبان رضی اللہ عنہ سے ہوا تہا جب ان کے خاوند جنگ دمشق میں شہید ہوئے تو اس وقت تک ان کے ہاتہون کی مہندی کا رنگ باقی تہا اور ان کے کپڑون سے خوشبو عطر عروسی آتی تہی۔ اس لڑائی مین وہ یا یاد وہ اس جنگی عورتون کی جماعت مین تہین۔ جنکی خاندانی شجاعت مشہور و معروف تہی۔ جب انہون نے اپنے شوہر کے شہید ہونیکی خبر سنی تو وہ گہبرا کر رزم گاہ کیطرف گئین۔ دامن لٹکائے گہر سے وہ اس زحمت قدم قدم پر ٹہوکرین کہاتی تہین۔ اس پریشان حالی سے گرتی پڑتی تہین جب انکی لاش پر آئین تو انہون نے بجز صبر و شکر کے اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا سے مخاطب ہوکر صرف اتنا ہی کہا کہ هنئت بما اعطيت مضيت الى الحور العين المحوا رب العالمين هو الذي جمع بيننا ثم فرق والله لاجهدن حتى الحق بك لانى مشوقة - اليك لم ازومنك ولم تزومنى ولكن بالله الا ان يبغضنى بعلتى حرام على ان يلومسنى بعدك احد فقد حبت نفسى فى سبيل الله عسى ان الحق بك وارجوا ان يكون ذالك عاجلا۔

ترجمہ۔ جو کچہ تمہین عطا ہوا وہ تمہین مبارک ہو۔ تم جو حورعین کے پاس اپنے پروردگار کے گہر مین گئے۔ جس نے ہمین اور تمہین ایک جا جمع کیا۔ اور پہر جدا کردیا۔ خدا کی قسم مین یہان تک جہاد کرونگی کہ تم سے ملجاؤنگی کیونکہ مین تمہارے پاس آنے کی خواہشمند ہون۔ نہ مین تم سے بے پروا ہون اور نہ تم مجہ سے۔ لیکن خدا نے میرے عیش کو منغص کیا۔ حرام ہے کہ تمہارے بعد کوئی مرد مجہے چہوئے مین نے اپنے نفس کو خدا کی راہ مین وقف کردیا ہے قریب ہے کہ مین تم سے ملون۔ اور امید ہے کہ یہ امر جلد واقع ہو۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ اُم آبان سے زیادہ صابر کوئی شخص دیکہنے مین نہین آیا تجہیز و تکفین کے بعد اُم آبان نے اپنے شوہر کی لاش اسی مقام پر دفن کی جہان وہ شہید ہوئے تہے اور ان کے جنازہ کی نماز خالد بن ولید اور ذو سرے دلاوران اسلام نے پڑہی۔ انکی بابت مشہور ہے جب وہ خاک مین چہپا دیئے گئے تو پہر اُم آبان اون کے لئے نہ روئین اور نہ دیر تک ٹہہرین وہ اپنے ہتیارون کے پاس آئین اور ان سے آپنے آپکو مسلح کیا۔ انہون نے ڈہال تلوار لٹکا کے ڈہاٹا باندہا۔ اور وہ اپنی زنانہ ہیئت مردانہ وضع کے ساتہہ بدلکر میدان کارزار مین پہنچین پہر انہون نے اس دروازہ کے لوگون سے دریافت کیا جہان ان کے شوہر مارے گئے تہے۔ یہ دروازہ توما کے نام سے مشہور تہا۔ جو ہرقل بادشاہ کا داماد تہا۔ اور اسی نے انہین شہید کیا تہا۔ وہ شرحبیل بن حسنہ کی جماعت مین ملگئین۔ اور کافرون سے ایک سخت جنگ کی۔ اُم آبان کو فن تیر اندازی مین کمال تہا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ نے بیان کیا ہے کہ بروز جنگ دمشق در توما پر مین نے ایک شخص کو دیکہا جس کے ہاتہ مین صلیب تہی۔ یہ رومی سردار توما کے آگے تہا۔ اور ہماری طرف اشارہ کرکے کہتا جاتا تہا کہ "اے خداوند صلیب کو اور اس شخص کو جس نے اس سایہ مین پناہ لی ہے مدد دے۔ اور اے خداوند مسیح کو ظاہر کر اور ان پر غلبہ دے"۔ شرحبیل کہتے ہین کہ مین اسکی طرف دیکہ ہی رہا تہا کہ اُم آبان نے تیر چلایا جو ٹہیک نشانہ پر لگا۔ اسیوقت اس رومی کے ہاتہ سے صلیب گر پڑی جسمین چمکتے ہوئے جواہر جڑے تہے۔

جب یہ صلیب مسلمانون کے ہاتہ مین آگئی۔ تو عیسائیون کے دل پر سخت چوٹ لگی جوش مذہبی سے آگ ہوکر انہون نے بحیثیت اجتماعی لشکر اسلام پر ایک نہایت ہی سخت حملہ کیا اور صلیب کو حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہاتہ سے چہیننا چاہا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شرحبیل بن حسنہ نے توما کو بہت ہی غصہ کے ساتہ اپنی طرف حملہ آور دیکہا تو انہون نے زمین پر صلیب پہینک دی اور اپنی تلوار میان سے کہینچ لی اور اس سے مقابلہ کیلئے آگے بڑہے توما صلیب کو زمین پر پڑا دیکہکے اپنے بہادران لشکر کو آواز دی۔ آوس آواز پر اس کے سپاہی بغرض کمک اس کے پاس آگئے۔ جب اُم آبان نے یہ ماجرا دیکہا تو انہون نے اپنے لشکر کے غازیون سے پوچہا "یہ کون شخص ہے جو لشکر اسلام پر اس سختی سے حملہ آور ہے" لوگون نے کہا "یہ بادشاہ ہرقل کا داماد توما ہے جس نے تمہارے خاوند سعید بن العاص کو قتل کیا ہے"۔ یہ سنکر اُم آبان نے سخت حملہ کیا اور وہ توما کے قریب دوڑ کر پہنچین۔

انہون نے اپنا تیر کمان مین جوڑ کے توما کیطرف چلایا یہ دیکہکے چارون طرف سے کفار رومیون نے اُم آبان کو آگہیر لیا اور ان پر وار کرنے لگے لیکن اُم آبان نے انکی جانب ذرا بہی توجہ نہ کی اور پہر ایک تیر کمان مین جوڑکر ان کے افسر توما کیطرف سیدہا کیا جب بسم اللہ کہکر انہون نے تیر چہوڑا تو وہ اسیوقت توما کی بائین آنکہہ مین جا لگا جبکہ وہ شرحبیل بن حسنہ پر غالب ہوا ہی چاہتا تہا اور صلیب اٹہانے ہی کو تہا۔ اس تیر کے لگتے ہی وہ پیچہے پہرا۔ اور اُم آبان نے دوسرا تیر کمان مین جوڑنا چاہا۔ لیکن توما کے ہمراہیون نے اسے اپنی ڈہالون مین چہپا لیا۔ اس وقت اُم آبان متواتر تیر چلاتی تہین

اشعار

أم ابان فاطلبي بثارك
اے اُم آبان تو بدلا لے
صُولى عليهم صولة المتدارك
ان پر تو سخت سزا دینے والا حملہ کر
قد ضج جمع الروم من نبالك
تیرے تیرون نے رومی چلا اٹہے مین
اقسمت لاحدث عن المعارك
مین نے قسم کہائی ہے کہ معرکون کو بیان کرون
وكنت ما عشت لكم بتارك
اور رہیون گی تمہاری جدائی کے بعد

واقدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ پہر اُم آبان نے ایک کو تیر مارا جو اس کے سینہ مین لگا۔ اس کے زخم سے وہ زمین پر گر پڑا۔ پہر انہون نے اوس پر دوسرا تیر چلایا جو اسکی گردن مین جا کر بیٹہا۔ اور وہ اس کے صدمہ سے راہی ملک عدم ہوا۔

جب توما۔ اُم آبان کا تیر کہا کے میدان جنگ سے بہاگا تو اس نے اپنے شہر مین پہنچکر دم لیا۔ تیر اس کی آنکہہ مین اس زور سے اترکر بیٹہا تہا۔ کہ اس کا نکالنا دشوار تہا اس کی قوم کے بڑے بڑے معزز نصرانی جو اس کے گرد جمع تہے۔ اس تیر کی نکالنے کی کوشش کرتے تہے مگر وہ توما کی آنکہہ مین سے نکلتا نہین تہا۔ اور توما درد سے نالہ و فریاد کرتا تہا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو تیر کی ڈانڈ کاٹ دیگئی اور اوس کا پیکان آنکہہ ہی مین قائم رہا۔ اس زخمی آنکہہ پر پٹی باندہنے جانے کے بعد اس سے میدان جنگ مین پہر جانے کیلئے کہا گیا۔ لیکن اوس نے دروازہ کے باہر قدم تک نہ رکہا۔

خالد بن ولید کو اُم آبان کی اس بہادری توما کے زخمی ہونے اور صلیب کا ہاتہ آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ جب آدہی رات ہوئی اور میدان کارزار بدستور گرم رہا۔ تو ہر ایک شخص اپنے قریب والے آدمی سے لڑنے لگا۔ اور اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز باقی نہ رہی۔ اُم آبان شرحبیل بن حسنہ کے ساتہہ تہین۔ اس رات معرکہ کارزار مین ان سے بڑا صبر و استقلال ظاہر ہوا۔ وہ متواتر لشکر مشرکین پر تیر چلاتی تہین۔ جو اکثر ایک کافر کو قتل کرتا تہا۔ انہین رومی مرد سمجہتے تہے جب صرف ایک ہی تیر ان کے پاس باقی رہا تو وہ اسے لیکر لشکر مخالف کے دائین بائین دیکہنے لگین۔ اتنے مین ایک رومی آدمی ان کے قریب آیا۔ اُم آبان نے پہرتی سے یہ تیر اسکی طرف چہوڑا جو اس کے سینہ مین جاکر بیٹہا۔ تیر کے لگتے ہی اس رومی آدمی نے اپنے قوم کو آواز دی اور اُم آبان پر جہپٹ کر حملہ کیا۔ اس آواز کے سنتے ہی اسکی قوم پہر اسکی اعانت کیلئے پہری اور ناگہان دوڑ کے اُم آبان کو گرفتار کرلیا مگر اس مسلمان بہادر عورت کے تیر کا گہایل پہر جان بر نہ ہوا۔

جب رومی اُم آبان کو قید کرکے لیچلے تو دفعتاً ایک مسلمانون کی جماعت نے اس واردات کو دیکہا۔ ان مین سے عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق۔ اور آبان بن عثمان رضی اللہ عنہم نے یہ ملاحظہ فرماکے کہ اُم آبان کو دو سوار رومی پکڑے ہوئے لئے جاتے ہین اور وہ فریاد کرتی جاتی ہین کافرون پر جہپٹ کر حملہ کیا اور ان دونون رومی سوارون کو قتل کرکے اُم آبان کو رہائی دی۔

اس لڑائی کے علاوہ اُم آبان اور معرکون مین بہی شریک رہی ہین اور دو ایک مقامات پر دشمنون کے ہاتہون مین گرفتار ہوئی ہین۔

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہے کہ مسلمان عورتین بہی فوجی کامون مین حصہ لیتی رہی ہین اور برابر مقابلہ کرتی تہین۔ . . . . . . کیونکہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت مین گذرا ہے اور انہین کے زمانہ خلافت مین اور عورتین بہی ان لڑائیون شریک ہوئی ہین۔ . . . . . .

. . . .

. . . .

اس زمانہ کی ہندی مسلمان جو ہندو ذریح سیل جول ہو اپنے تمام عمدہ اور سفید اسلامی باتون کو بنظر استعجاب دیکہتے مین اور قرآن شریف کو چہوڑ کر منوجی کے شاستر پر چلتے مین عورتون کے جائز حقوق کی ہرگز پروا نہین کرتے . . . . . . مانسون نے اسلام کو اپنے ہندی رسم و رواج سے اپنا بدنام کرکہا ہے کہ جاہل اشخاص غیر مذہب ان بدعتونکو اسکیطرف منسوب کرتے مین حالانکہ اسلام وہ پاک دین ہے جو دنیا و دین دونون مین ایک قوم کو اعلےٰ درجہ کا مہذب اور لائق بنا دیتا ہے جسقدر عورتون کو اسلام نے حقوق عنایت فرمائے ہین۔ وہ اور کسی مذہب اور قانون نے نہین دیئے

(مطبوعہ نسواں)

جنگ کی مخالفت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

باب (۸)

جو لوگ کہ مذکورہ بالا عملی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں وہ کہیں گے کہ جو بدی ہم پر نازل ہے اس سے مخلصی حاصل کرنے کیواسطے صرف چند آدمیوں کا نہیں بلکہ بالعموم سب آدمیوں کا اپنی حالت پر غور کرنا لازم ہے۔ اور اس کے بعد یہ سب ایک ہی طرح خدا کی مرضی کا بجا لانا اور پڑوسی کی خدمت کرنا اپنا عین فرض سمجھیں گے۔

کیا یہ ممکن ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا نہ ہونا ممکنات میں داخل ہے۔ انسانوں کا اپنی حالت پر غور نہ کرنا ممکنات میں داخل نہیں۔ کیونکہ انسان اپنی ہستی کے مدعا کو معلوم کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے ہمیشہ اپنے آپکو یہی سوال کیا ہے۔ اور اس کو اپنی ذہنی استعداد کے مطابق یہی جواب ملتا رہا ہے۔ ہمارے زمانہ کے لوگ بھی قانون زندگی کو تسلیم کرنے اور لوگوں کے ساتھ محبت اور انکی خدمت کرنے کے اصول کو سمجھنے کے ساتھ بجز اس کے کوئی دوسرا جواب نہیں دیکھتے کہ انسانی زندگی کے مدعا کی نسبت صرف یہی معقول جواب ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہزار نو سو سال گذرے ہیں کہ یہی دین عیسوی میں ظاہر کیا گیا تھا اور انسانی ذات کی ایک بڑی تعداد کو اس کا علم ہے۔

یہی جواب ہمارے زمانہ کی عیسائی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہو کر ہماری زندگی کا ہادی نہیں ہوتا کیونکہ ایک طرف تو وہ لوگ جو سائینس دان کہلاتے ہیں اس بھاری غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ مذہب انسانی ذات کی ترقی میں محض ایک زینہ ہے جس کے بغیر انسان کا گذارہ ہو سکتا ہے اور یہ لوگ اسے اس خیال کا اسکو ابتدائی تعلیم پانے والوں میں شایع کر رہے ہیں اور دوسری جانب متعدد لوگ بعض دفعہ دانستہ اور بسا اوقات بے خبری سے لوگوں کے دلوں میں دین عیسوی کی نسبت بے سرو پا تعصب پیدا کرنیکی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

اگر یہ دونوں حیل اور فریب غارت کئے جاتے تب سچا مذہب جو پہلے ہی لوگوں کے [illegible] پنہاں ہے عالم شہود میں آسکتا [illegible] مدعا حاصل کرنے کیواسطے [illegible] اس قانون کو سمجھنا چاہئے کہ تمام لوگوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنے کا اصول اور نیز یہ قاعدہ کہ [illegible] انسانی تشیوریوں کی ایک بڑی تعداد کا سرسری یا عارضی ماحصل نہیں جسکو کسی دوسرے خیال کے تابع کر سکیں بلکہ یہ ایک پختہ اصول ہے جو دوسرے خیالات سے اعلٰے اور برتر رہنا چاہئے۔ اور یہ ازلی خداوند کے ساتھ انسان کے غیر متغیر تعلقات سے پیدا ہوا ہے اور سب مذہبوں کا مذہب یہی ہے اس لئے اسپر ہمیشہ عمل کرنا چاہئے۔

قطع نظر اس کے جو لوگ دین عیسوی کی آڑ میں مذہبی تعصبات پھیلاتے پھرتے ہیں۔ انہیں خوب سمجھنا چاہئے کہ یہ تمام باتیں اور رسم و رواج جنکی یہ تائید اور منادی کرتے پھرتے ہیں صرف غیر ضروری ہی نہیں بلکہ بدرجہ غایت مضر اور مخرب ہیں۔ اور انسانوں سے اس بڑی مذہبی سچائی کو مخفی کرنیوالی ہیں۔ جو خدا کی مرضی کو پورا کرنے سے۔ اور لوگوں کی خدمت کرنے سے اور اس قاعدہ سے حاصل ہوتی ہے کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے ساتھ کریں۔ یہ عیسائی مذہب کے بڑے اصولوں میں سے ایک نہیں بلکہ انجیل کا سالم عملی مذہب ہے ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ انسان کی عمدہ زندگی کے واسطے مذہب کا ہونا لابدی امر ہے اور یہ مذہب اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی موجود ہے۔ پس جو لوگ اکثر یا نادانستہ کائناتی تعصبوں سے لوگوں کو احمق بنا رہے ہیں وہ اس حرکت سے باز آجائیں۔ اور لوگوں کو یہ تلقین دینے کی کوشش کریں کہ دین عیسوی میں نہ تو اصطباغ اور نہ ہی کسی ہدایتوں وغیرہ کی پابندی لازمی ہے بلکہ صرف یہ اصل اصول ہے کہ اپنے پڑوسی سے محبت کریں اور دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا کہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ کریں اسی میں سب قانون اور نبیوں کے صحائف آجاتے ہیں۔

اگر جھوٹے عیسائی اور سائینس دان پہلے یہ سادی صاف اور ضروری سچائیاں خود سمجھ جائیں اور بچوں اور ناتعلیم یافتہ لوگوں میں ان کی منادی کرنا شروع کر دیں اور اپنی پیچیدہ اور غیر ضروری تشیوریوں کی وعظ کو چھوڑ دیں تو پھر سب لوگ اپنی زندگی کے مدعا کو یکساں سمجھ سکیں گے اور اپنے سچے فرائض پر عمل کرنے لگیں گے۔

باب (۹)

لیکن اب جبکہ ہمارے دشمن روس میں ہمارے کلڑے ہیں اور ہمارے لوگوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ کیا ہم اپنے دشمنوں کو اپنے مقبوضہ مقامات تباہ کرنے دیں؟ اور اپنی محنت کی پیداوار ان کو لوٹنے دیں اور اپنے آدمیوں کو ہلاک کرنے دیں یا بے کسیلئے یا بھولا ان پیاسے دیں۔

قبل اس کے کہ جنگ کی کارروائی شروع ہو گئی تھی (بلا لحاظ اس کے کہ کون شخص اس کا آغاز کرنیوالا تھا) ہر ایک واقف کار اور بیدار شخص کو یہی کہنا اور سوچنا چاہئے تھا کہ میری زندگی کے مدعا کو پورٹ آرتھر کے متعلق جھگڑوں۔ جاپانیوں یا روسیوں کے حقوق کے ساتھ کوئی سروکار نہیں میری زندگی کا مدعا صرف یہی ہے کہ میں اسکی زندگی کو پورا کروں جس نے مجھکو یہ زندگی بخشی ہے اور میں اس مرضی کو خوب جانتا ہوں۔ اور وہ یہی ہے کہ میں اپنے پڑوسی سے پیار کروں اسکی خدمت بجالاؤں اور عارضی سرسری اور ظالمانہ تقاضوں کے حکم میں آکر راہ راست سے گمراہ نہ ہوں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اپنی زندگی کے دائمی اور بے بدل قانون پر عمل نہ کروں۔؟ اگر کوئی خدا نے تو مجھ سے مرنے کے بعد یہ دریافت نہیں کریگا کہ میں نے جینا سو کو اس کے گوداموں سمیت یا پورٹ آرتھر کو بحیثیت مجموعی سلطنت روس کے دشمنوں کی دستبرد سے کیوں نہ بچایا۔ جو بطور ودیعت میرے سپرد نہیں کئے گئے تھے۔ بلکہ مجھ سے یہ دریافت کریگا کہ میں نے اس زندگی کو کس طرح استعمال کیا جو اس نے میرے زیر اقتدار کی تھی؟ اور میں اس کو اس مصرف میں کیوں نہ لایا جس واسطے یہ تیار کرکے میرے حوالہ کی گئی تھی؟ کیا میں نے اس کے قانون کو پورا کیا ہے؟

اب سوال کی بابت کہ جنگ کے چھڑ جانے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یہی جواب ہے کہ جو شخص اپنے زندگی کے مدعا کو سمجھتا ہے خواہ اس کا دنیاوی منصب کچھ ہی ہو۔ خواہ جنگ شروع ہو یا نہ ہو۔ خواہ ہزارہا روسی یا جاپانی تہ تیغ کئے جاتے ہوں۔ خواہ صرف پورٹ آرتھر ہی نہیں۔ بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو بھی مسخر کیا گیا ہو۔ میں بجز اس کے کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ خداوند خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ لہذا میں بحیثیت انسان کے نہ تو جنگ کا اہتمام اور نہ ہدایت دینے اور نہ مدد کرنے سے اور نہ تحریک اور نہ تعیناتی لانے سے جنگ میں شریک ہو سکتا ہوں۔ خدا کی مرضی کے خلاف عمل نہ کرنے سے مثلاً جو کچھ وقوع میں آئے۔ وہ تو میں نہیں جانتا۔ اور نہ جان سکتا ہوں۔ لیکن میرا اعتقاد ہے کہ خدا کی مرضی کو بجالانے سے وہی نتیجہ نکلیگا جو میری ذات اور نیز دیگر سب لوگوں کیواسطے مفید ہوگا۔

اگر ہم روسی اس وقت جنگ کو چھوڑ دیں اور جو کچھ جاپانی ہم سے چاہتے ہیں وہ دینا منظور کرلیں تو آپ کو اس کے نتیجہ سے نہایت ڈر [illegible]

لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اوس مذہب کے لوگوں میں قائم ہونے سے انسانی ذات کو وحشیانہ حرکات اور ذاتی تباہی سے نجات ملتی ہے جو پڑوسی سے پیار کرنا اور اسکی خدمت کرنا سکھاتا ہے۔ تب ہر ایک جنگ اور جنگ کا ہر ایک گھنٹہ اور اسمیں میرا شریک ہونا اس ممکن نجات کو زیادہ تر مشکل اور بعید کرتا ہے۔

پس روسیوں کا۔ جاپانیوں کے مطالبوں کو منظور کرنا گویا تباہی اور بربادی سے مخلصی حاصل ہونے کے مساوی ہے۔ حالانکہ جسقدر جنگ کا پیچھا کیا جائیگا۔ اسیقدر جنگ کی مصیبتوں سے مخلصی حاصل کرنے کے ذرایع ہم سے دور اور بعید ہوتے جائیں گے۔

اگر یہ صورت ہو تاہم جواب دیا جاتا ہے کہ جنگ تب ہی ختم ہو سکتی ہے۔ جبکہ سب لوگ یا ان کا بڑا حصہ اس میں شریک ہونے سے انکار کرے۔ لیکن ایک شخص کا انکار کرنا خواہ زار روس یا سپاہی ہو بلا ضرورت اور کسی کو ذرہ بھی فائدہ پہنچانے کے بغیر اس کیلئے وبال جان ہوگا۔ اگر اس وقت زار روس جنگ کو چھوڑ دے تو اس کو تخت چھوڑنا پڑیگا اور عجب نہیں کہ قتل کیا جاوے۔ اور اگر کوئی معمولی شخص ملٹری سروس سے انکار کر دے تو یا تو جیل یا فوج کو بھیجا جائیگا۔ یا بندوق کی گولی سے ہلاک کیا جاوے گا۔ پس کیوں کوئی شخص ناحق اپنی قیمتی زندگی کو تباہ و غارت کرے جس سے سوسائٹی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو؟ مگر یہاں لوگوں کا عام سوال ہے جو اپنی زندگی کے مدعا پر غور نہیں کرتے اور اس لئے اس کو بالکل نہیں سمجھتے۔

لیکن جو شخص اپنی ہستی کی غرض کو سمجھتا ہو یعنی کہ مذہبی آدمی ہو وہ کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ اپنے فعل کے قیاس کئے ہوئے نتائج کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی ہستی کے مدعا سے واقف ہوتا ہے کارخانہ کا کاریگر کارخانہ میں جاکر اپنا متعلقہ کام کرتا ہے۔ اور اپنی محنت کے نتیجہ کے متعلق غور نہیں کرتا۔ اسیطرح سپاہی اپنے کمانڈر کی مرضی بجالاتا ہے۔ اور مذہبی آدمی بھی وہ کام کرتا ہے جو خدا نے اس کے واسطے مقرر کر چھوڑا ہے اور اس کے نتیجہ کو نہیں سوچتا۔ پس مذہبی شخص کو اس سوال سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ آیا تھوڑے یا بہت لوگ وہی کام کرتے ہیں جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور نہ اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ جو کچھ یہ کرتا ہے۔ اس کا اثر اس پر کیا ہوگا اسکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ میرے لئے زندگی یا موت ہے اور وہ زندگی یا موت اسی خدا کے ہاتھوں میں ہے جس کا حکم میں بجالا رہا ہوں

(باقی)

پس مذہب کو یا خدا یا نیز اس امر خیال ہے اور نہیں کر تا اس طرح کرتا جاتا ہے۔ یا کہ اس لئے ایسا کرنے سے اس کی ذات کو یا دوسرے شخصوں کو فائدہ پہونچیگا۔ بلکہ اس خیال سے کرتا ہے کہ اسکی زندگی خدا کے ہاتہون میں ہے لہذا یہ اس کے بغیر کچہ نہیں کر سکتا۔

باب (۱۰)

لیکن دشمنوں کا کیا حال ہے جو ہم پر حملہ آور ہیں۔ حضرت عیسیٰ مسیح کے بارہ حواریوں کی تلقین میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔

اس جواب میں محض لفاظی نہیں کیگئی۔ جیسا اکثر لوگ دشمنوں کے ساتھہ پیار کرنے کی سفارش کو مبالغہ سمجہا کرتے ہیں بلکہ اس کی مراد کچہ اور ہی ہے۔

دشمنوں سے پیار کرو یعنی جاپانیوں اور چینیوں سے جن سے مجہول لوگ ہمیں متنفر کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ پیار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ انہیں افیون سے زہر دینے کا حق حاصل کرنیکے واسطے قتل کرو جیسا کہ اقوام یورپ نے کیا۔ اور ان کا ملک لینے کے واسطے انہیں ہلاک نہ کرو۔ جیسا کہ فرانسیسوں۔ روسیوں اور جرمن لوگوں نے کیا۔ ان کو نقصان پہونچانے کے واسطے انہیں زندہ دفن کرنے کی سزا نہ دو اور نہ انہیں بالوں سے اکٹہا باندہو اور نہ دریا کے امور میں انہیں غرق کرو جیسا کہ روسیوں نے کیا۔

شاگرد اپنے استاد سے بڑہکر نہیں ہوتا اس کے لئے اپنے استاد جیسا ہونا ہی کافی ہے زرد رو لوگوں سے جن کو تم اپنا دشمن کہتے ہو محبت کرنے کے یہی معنے ہیں کہ ان لوگوں کو عیسوی سچے نام سے آدم کے زوال کفارہ اور قیامت وغیرہ کی لغو تعصبات کی تعلیم نہ دیجائے اور انہیں دوسروں کو دہوکا دینے یا ہلاک کرنیکا درس نہ دیا جائے۔ بلکہ انہیں انصاف بے تعصبی۔ رحم اور محبت کا سبق دیا جائے اور یہ صرف زبانی جمع خرچ ہی پر ختم نہ کیا جائے بلکہ اپنی زندگی کی نیک مثال انکے پیش کیجائے۔

ہم انکے ساتہہ کیسا سلوک کرتے رہے ہیں اور اب کر رہے ہیں۔

بیشک اگر ہم اپنے جاپانی دشمنوں کے ساتہہ محبت کرتے تو اب بہی محبت کرنا شروع کریں۔ تو ہمارا کوئی دشمن نہیں رہیگا۔ خواہ یہ ان لوگوں کو کیسا ہی حیرت انگیز معلوم ہو جو ملٹری نقشوں۔ تہدید سامان جنگ ڈپلومیٹک خیالات۔ مالی معاملات

اور ساستی امور وغیرہ وغیرہ میں مصروف ہوں اور جن کے ذریعہ سے یہ انسانی ذات کو مصیبتوں سے مخلصی دلانا خیال کرتے ہوں۔

اور انسان کو نہ صرف جنگ کی مصیبتوں سے بچانا چاہتے ہوں بلکہ تمام مصائب سے جو لوگ اپنے اعمال وافعال سے اپنے اوپر نازل کرتے ہوں۔ تو یہ مدعا شاہوں اور شہنشاہوں کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو امن کے واسطے اتحاد قایم کر سکتے ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کی معرفت بجز شاہوں یا شہنشاہوں کو تخت سے اتار سکتے ہوں۔ یا شاہی سلطنتوں کی جگہ پبلک گورنمنٹ قایم کر سکتے ہوں اور یہ مدعا نہ تو امن کی کانفرنس کے منعقد کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ سوشل فرقہ کے بدمعاشوں کے پروگرام پورا کرنے سے۔ اور نہ خشکی یا تری پر فتوحات حاصل کرنے یا ٹیکس اٹہانے سے۔ اور نہ کتب خانوں یا یونیورسٹیوں سے۔ اور نہ لچر و پوچ ذہنی مشقتوں سے جنکو سائینس کہتے ہیں۔ بلکہ محض ایسے سادہ اور معمولی لوگوں کی طفیل ہو سکتا ہے جیسے دکو کہوبور۔ ڈروجن۔ اور گکسوک۔ روس میں ٹروی۔ ہالنڈ میں۔ نزارینس آسٹریا میں اور کاہڈیٹر فرانس میں گذر رہے ہیں۔ اور یہ کسی بیرونی تبدیلی سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی مرضی لانے سے ہو سکتا ہے جس نے ان کو دنیا میں بہیجا اور صرف ایسے لوگ اپنے آپ میں اور اپنی روحوں میں خدا کی بادشاہت کو سمجہکر کسی بات کو آجا سگاہ بنانے کے بغیر خدا کی وہ بیرونی بادشاہت قایم کر سکتے ہیں جس کے ہر ایک روح انسانی ترس رہی ہے۔

ان بلاؤں سے مخلصی محض اسی طرح ہو سکیگی جس کے واسطے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ دنیا کے لوگوں کو جس مصیبت سے تکلیف پہونچ رہی ہے۔ محض اسوجہ سے ہے کہ یہ عارضی طور پر اپنا مذہب چہوڑ بیٹہی ہے۔ بعض لوگوں نے مذہب اور سائینس کے باہمی جو اس زمانہ کے لوگوں نے حاصل کئے ہیں تفاوت کا درجہ دیکہکر فیصلہ کر دیا ہے کہ بالعموم مذہب ضروری نہیں۔ لہذا یہ مذہب کے بغیر رہتے ہیں اور یہی دوسرے لوگوں کو سے منادی کرتے رہتے ہیں۔ اسیطرح دوسرے لوگ بہی انکی تقلید کرنے لگ جاتے ہیں اور خالی بیرونی رسوم پر اعتقاد رکہتے ہیں جن سے انسانوں کی رہنمائی نہیں ہو سکتی۔

تاہم جو مذہب ہماری موجودہ ضروریات کو پورا کر سکتا ہے موجود ہے اور سب لوگ اس سے واقف ہیں اور عیسائی اہل دنیا کے دلوں میں چہپا ہوا ہے اور اس کو عالم شہود میں لانے کے واسطے مناسب ہے کہ تعلیم یافتہ اور لوگوں کے لیڈر اس بات کو سیکہیں کہ خود سمجہیں کہ انسان کو مذہب کی ضرورت ہے اور

اس کے بغیر اس کی زندگی کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جس کا نام انہوں نے مذہب کہا ہوا ہے۔ یہ مذہب کا کام نہیں دیسکتا اور جو دی اقتدار لوگ خالی مذہبی ضوابط و آئین کے مدعی ہیں۔ وہ دلوں میں خوب سمجہتے ہیں کہ یہ مذہب نہیں بلکہ سچے مذہب کو نمودار کرنے میں رکاوٹ ہیں بہی آدمی کی نجات کے بعض یقینی اسباب یہی ہیں کہ یہ وہ کام نہ کرے جو اس کے سچا مذہب اختیار کرنے میں حایل ہو۔ (باقی آئندہ)

استفسار اور ان کے جواب

(سلسلہ کیلئے دیکہو الحکم نمبر ۳۲ صفحہ ۹)

باقی جواب سوالات مرسلہ نواب علی شاہ از کرناہ علاقہ کشمیر

جواب (۲) وَ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے مریم و مسیح کو تکلیف و مصیبت سے بچا کر ایک بلند ٹیلے پر پناہ دی جو چشمہ دار اور ان کے لئے قرارگاہ تہا۔ سابق مفسرین اور مورخوں نے اس ٹیلے کو معین نہیں کیا ادہر اودہر دیکہہ بہال کر آخر شک و شبہ میں ہی واللہ اعلم کہکر چلے گئے۔

شکی بات انسان کو ہمیشہ قلق و اضطراب میں رکہتی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو بات قرآن کریم میں نازل فرمائی گئی ہے۔ وہ ازالہ شک و شبہ و وہم و گمان کو دور کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ دیکہو مفسرین اور مورخوں کے اقوال اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام میں کتنا بڑا تناقص و اختلاف ہے ابن اثیر اپنی تاریخ میں مفسرین کی رائے لکہتا ہے ان مریم حملت المسیح الی مصر بعد ولادتہ ومعہا یوسف وھی الربوۃ التی ذکرھا اللہ تعالیٰ وقیل دمشق وقیل بیت المقدس وقیل غیر ذالک یعنی مریم علیہا السلام مسیح کو پیدائش کے بعد مع یوسف نجار مصر میں لیگئی یہی وہ ٹیلہ ہے جس کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ٹیلہ دمشق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ کوئی اور مقام ہے۔

مفسرین اور مورخین نے جو کچہ لکہا ہے وہ یہی کچہہ ہے کسی نے کوئی مقام مقرر نہیں کیا سب نے ٹکرین چلائین اور اٹکلین لگائی ہیں مگر خدا نے ربوہ کا ذکر اس پیرایہ سے کیا ہے کہ وہ بالکل قابل اطمینان اور تسلی وہ ہے مورخین اور مفسرین نے جو اقوال لکہے ہیں انکو پڑہکر غور کرو کہ وہ کسقدر اطمینان و تسلی سے دور کرنے والے اور شکوک و شبہات بڑہانے والے ہیں پس اطمینان بخش و تسلی وہ وہی قول ہے جو خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وَاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ اس آیت میں مسیح اور اس کی والدہ کے متعلق اور اس مقام کا حال جو کچہہ بیان فرمایا گیا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔

(۱) اول خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اسکی والدہ کو ایک سخت مصیبت کے بعد ہی پناہ دامن میں لے لیا ہے۲ اور عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ پر واقع صلیب سے پہلے کوئی ایسا سخت واقع نہیں گذرا جیسا کہ مسیح کو صلیب پر مارنے کیلئے یہودیوں نے کوشش کی تہی۔

(۲) اس آیت سے یہ بہی واضح ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اس کی والدہ کو اس واقع کے بعد کسی دوسرے ملک میں لے گیا اگر وہ دمشق و مصر میں دوسرے واقع کے بعد جاتے تو وہاں یہودی فریسی اون کو پہر تکلیف وایذ پہونچاتے کیونکہ وہ ان ممالک میں بکثرت موجود تہے جو دعوے مسیح کو سن کر غضبناک ہو رہے تہے۔ رسولوں کا کام دعوت الی اللہ ہوتا ہے اونکی زندگی صرف اسی کام پر وقف ہوتی ہے جب یہ کام پورا ہو جاوے تو وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں وہ جہاں ہوں دعوت الی اللہ میں مشغول رہتے ہیں مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کیطرف پیغمبر ہو کر آئے تہے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سے دس فرقے قبل از ین جلاوطن کئے گئے تہے اور براستہ فارس۔ کابل و کشمیر میں آکر آباد ہوئے تہے اونہی دس فرقوں کیطرف مسیح علیہ السلام بہی براہ فارس کابل میں ہوتے ہوتے ہوئے کشمیر میں آکر قیام پذیر ہوئے اور بنی اسرائیل کو دعوت کرتے رہتے کابل و کشمیر و سرحدی مقامات کے لوگ سب بنی اسرائیل ہیں اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصلی آبا و اجداد اپنے ملک سے جلاوطن کئے گئے تہے۔

(۳) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ربوہ یعنے ٹیلہ کوئی عظیم الشان ہے جسمیں تنوین برائے تعظیم موجود ہے جغرافیہ کی روسے کوہ ہمالہ زمین کی سب دنیا کے پہاڑوں سے بلند ہے اور کشمیر میں کوہ ہمالہ کے اندر واقع ہے۔

(۴) اس آیت سے یہ بہی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ نے اس ٹیلہ پر ایک ہی تمام پر تادم آخر زندگی بسر کی ہے اور اس ٹیلہ پر اونکی قرارگاہ ہے۔

(۵) اس آیت سے یہ بہی واضح ہوتا ہے کہ اوس مقام کا پانی چشمہ دار اور بکثرت ہو اور وہ مقدم ہ بنسبت دیگر مقامات دنیا بہت

۱؎ ثاشانی صاحب ... سے بڑے کہاتے ہیں منعمر بی دہریت کا جلوہ گاہ بگاہ دکہاتے جاتے ہیں۔ ۲؎ لفظ ایواء کسی سخت مصیبت کے بعد کسی کو پناہ دامن دینے میں استعمال کیا جاتا ہے

بنہ ہے اور اسکا پانی صاف و خوشگوار ہے
(۶) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ کسی دوسرے ملک سے آکر اس مقام پر قیام پذیر ہوئے اور اسکو اپنا قرارگاہ ٹھہرایا۔
(۷) مذکورہ بالا امور مسیح اور اسکی والدہ کیلئے منبار الہی میں سے تھے اور خدا تعالےٰ نے اون کو یہ منا عطا کرنے کے بعد پھر اون سے تادم زیست سلب نہیں کین کیونکہ یہ بات خداوند تعالےٰ کی شان سے بعید ہے ہر ایک رسول نے جب اپنے ملک سے ہجرت کی تو دوسرے مقام میں جب اوس کو پناہ ملی تو پھر دشمن سے اس کو نکالا نہیں گیا کیونکہ وہ مقام اس پیغمبر کیلئے خاص ماوی الہی کا ہوتا ہے[1] مصر اور دمشق و بیت المقدس والی سب باتین نشکی مین کشمیر مین مسیح کے آنے کی تواریخ گواہ۔ قوم بنی اسرائیل خود گواہ اون کے شہرون اور گاؤن کے نام گواہ قرآن کریم گواہ۔ یوز آسف نبی نام گواہ۔ امام الہمام مسیح الموعود و مہدی المسعود خلیفۃ علیہ السلام گواہ۔ جو شخص اتنے معتبر گواہون کو نہ مانے اوس کا دل سیاہ۔

جواب سوم ۔ بیوی مریم والدہ مسیح علیہ السلام کی قبر بھی کشمیر مین ہے مگر اس کی قبر کا نشان ابتک موجود و مشخص ہونا خداوند تعالےٰ کے نزدیک قبر مسیح کی طرح ضروریات مین سے نہ تھا اب تک مسیح کی قبر کے نشان کا رہنا نصاری اور ان کے ہم قیاسون پر اتمام حجت کیلئے تھا ہزارہا پیغمبر و رسول زمین مین سمائے ہین اون کی قبرون کے نشان مٹ گئے ہین موسی علیہ السلام کی قبر اور اسیطرح اور صدہا انبیا و اولیا کی قبرون کے نشان نہیں ملتے۔

خداوند تعالےٰ کا قرآن کریم مین تاریخ اور جغرافیہ بیان کرنا مقصود نہین ہے بلکہ انسانی ہدایت مقصود و مطلوب ہے لہذا وہ قرآن مین اسقدر پیغمبرون کا بیان کرتا ہے جسقدر آیندہ زمانہ کے لوگون کے لئے مفید ہو۔ اگر قرآن مین ہر پیغمبر و رسول کی سوانح عمری و واقعات و وفات اور اون کے مکانات کا ذکر کیا جاتا تو اس کو کوئی پڑھ نہ سکتا اور اصلی مقصد و مطلب گم جاتا خیر الکلام ما قل و دل۔

جواب ۴ ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج روحانی ہوا تھا وہ ایک اعلی قسم کا مکاشفہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور اکثر معتبر رواۃ کا اسی پر اتفاق ہے حضرت امام غزالی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات مین اس بات کی تائید کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کو معراج روحانی ہوا تھا۔

جواب ۵ ۔ مردہ کو مالی بدنی عبادات کا ثواب بشرط خلوص نیت پہونچ سکتا ہے صدقہ و خیرات مین خلوص نیت و اقتدای نبوی شرط ہے۔ ملا لوگون نے جو حیلے استقاط وغیرہ کے تراشے ہوئے ہین وہ غلط ہین۔ قرآن کریم و نقدیات و غلہ کا قبرستان مین لیجانا اور قرآن کو چکر دینا وغیرہ وغیرہ طریق نبوی نہین اور نہ صحابہ کرام کا یہ عمل تھا اور نہ آئمہ کرام و فقہا کرام عظام نے اس طریق کا انساط کیا بلکہ بعض جہلائے سندھ و پنجاب کا اپنا ہی تراشیدہ طریق ہے ملا لوگ اس کا نام حیلۃ الاسقاط و ثواب المیت رکھتے ہین یہ رسوم سب غلط ہین انکی کوئی سند قرآن کریم و احادیث نبویہ اور فقہ کی کتابون مین نہین ہے جو لوگ ایسے کام کرتے ہین وہ سخت خطا کار ہین مردہ کیلئے خلوص دل سے دعا کرنا اس کا جنازہ پڑھنا۔ اس کیلئے روزہ رکھنا اس کیلئے حج کرنا اوس کیلئے مساکین و یتامی کو نقد و غلہ دینا۔ کنوان تالاب مسجد بنوانا کار ثواب مین داخل ہے ان اشیا کا اوس کو ثواب پہونچ سکتا ہے جو قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ثابت ہے مگر خواہ مخواہ لوگون کو دکھلانے کیلئے اور نمود و نمایش کی غرض سے مردہ کے پیچھے قبرستان مین غلہ و نقدیات و قرآن کریم کو لیجانے سے حبط اعمال کا اندیشہ ہے یہ کام کبھی نہ کرنا چاہیے اگر قبرستان مین بھی مردہ کے پاس جاکر صدقہ و خیرات تقسیم کرین تو بدعات منترعہ سے مجتنب رہکر بغیر سمعہ و ریا خیرات مستحقین مین تقسیم کرنا چاہیئے۔

(۶) تعویزات کے لکھنے سے ایک قسم کا شائبہ شرک محسوس ہوتا ہے احادیث صحیحہ مین اس امر کا کوئی ثبوت نہین ہمارے حضرت اقدس امام الہمام نے کبھی کسی کو تعویذ نہیں دیا۔

پڑھکر دم کرنا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری مین ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلعم اذا اوی فراشہ نفث فی کفیہ بقل ھو اللہ احد وبالمعوذتین جمیعا۔ ثم یمسح بھما وجھہ وما بلغت یداہ من جسدہ قالت عائشۃ فلما اشتکی کان یامرنی ان افعل ذالک بہ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم اپنے بستر پر لیٹتے تو ہر سہ قل پڑھکر اپنے دونون ہاتھون کی ہتھیلیون پر پھونک کر اپنے چہرہ کو اور جہان تک آپ کے ہاتھ اپنے جسم پر پہونچتے پھیر دیتے حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت کو کوئی درد ہوتا تو مجھے حکم فرماتے کہ تم مجھے دم کرو۔ کذا فی صحیح البخاری۔

شامت اعمال ما آورد ایام چنین ما

مسلمانونکی بدقسمتی سے انکی اصلاح کی باگ ان ہاتھون مین لگگئی ہے جو کسیطرح سے بھی اس عظیم الشان کام کے اہل نہیں کہے جا سکتے **اصلاح قوم** کا منصب خود بخود ریفارمر بنجانے سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ چند دلخوش کن تقریرون یا تحریرون پر اس کا مدار ہے بلکہ **مصلح قوم** فی الحقیقت وہ ہوتا ہے جو **خدا تعالی کی طرف سے اس خاص غرض اور مقصد کیلئے مامور ہوا ہو** اس کے سوا جو شخص نمود و نمایش کے خیال سے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیتا ہے یہی نہیں کہ وہ ناکام رہتا ہے بلکہ قوم کو بعض اوقات ایسی غلط راہ پر ڈالدیتا ہے جو اسکی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو جاتی ہے علاوہ بریں **اصلاح قوم** کی بہترین راہ ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ اسکی **مذہبی حالت** کو درست کیا جاوے جو اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی مجلسی تجارتی غرض ہر ایک قسم کی بہتری اور بہلائی کو جامع ہوتی ہے لیکن اس زمانہ میں کچھ ایسی الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جڑ کو کاٹ کر اسکی شاخون کی پرداخت کا سوال حل کیا جاتا ہے اسی قسم کی اصلاح کا خیال ایک مسلمان گریجویٹ مسٹر سجاد حیدر بے۔ اے کو پیدا ہوا ہے جنہون نے ہندوستان ریویو کے اگست نمبر میں ایک مضمون ”ایک تعلیم یافتہ مسلمانون کا الگ فرقہ“ نہین کے نام سے شائع کرایا ہے۔ اس مضمون مین انہون نے کیا لکھا ہے اس کا بہول جانا اسکے ذکر سے بہتر تھا لیکن محض اس خیال پر کہ (یہ مضمون اسلام کی مخالفون نے اپنے اخبارات مین لیا ہے) ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کچھ لکھا جاوے ہم اس مضمون پر انشاء اللہ بالتفصیل لکھینگے یا کوشش کرینگے کہ اپنے مخدوم و محسن حضرت حکیم الامۃ سے کچھ لکھوائیں۔ فی الحال ہم انکی خلاصہ دیدیتے مین۔ مسٹر سجاد حیدر صاحب نے لکھا ہے کہ سب انگریزی دان چھوٹے چھوٹے اختلاف کو چھوڑ کر مفصلہ ذیل اہم امور مین باقی مسلمانون سے اختلاف رائے رکھتے مین مگر اخلاقی جرأت کی کمی سے کہ وہ اسپر عملدرآمد نہین کرتے

(۱) اسلام کثرت ازدواج کو جایز نہین رکہتا (۲) اسلام مین پردہ کی تاکید نہین (۳) از روئے شرع معاملات تجارت مین سود لینا جایز ہے (۴) طلاق کے بارے مین کسی حدتک احکام سخت ہونے چاہیے (۵) قانون وراثت اور دیگر قوانین متعلقہ تمدن ناقابل ترمیم نہین ہین (۶) بسا اوقات رعایت قومی بالائے طاق رکہدینی چاہیے (۷) قرآن کریم کی تفسیر کرنے مین علوم جدیدہ کا لحاظ رکہنا چاہیے انسانی علوم مین جو سب سے اخیر انکشاف ہوا ہے قرآن کی تفسیر کرتے وقت زیر نظر رہے۔ دیگر کئی ایک امور ہین جنمین تعلیم یافتہ اور باقی مسلمانون مین اختلاف ہے سب کی تفصیل نہین کیجا سکتی مثال کے طور پر قرآن اور نماز اردو مین یا ایسی زبان مین پڑہنا چاہیے جسے پڑہنے والا جانتا ہے دیکھو میگزین مذکور کا صفحہ ۱۶۵۔

مسٹر سجاد حیدر ہی پہلا مسلمان نہین جس نے مسلمانو کی ایسی ہمدردی کرنی چاہی ہو۔ بلکہ ان سے پہلے اونریبل میان شاہدین صاحب نے اس سال کے مارچ کے نمبر مین مسٹر سید حیثیت مذہبی ریفارمر کے عنوان سے جو آرٹیکل لکھا ہے انہون نے اسمین یہی سفارش کی ہے کہ نماز کے تقرر اوقات کی ضرورت نہین اور روزہ صرف صحت ہی ضبط اوقات نماز پنجگانہ اور روزہ سوسائٹی کی ابتدائی حالت مین مناسب حال تھے اب انکی ضرورت نہین وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحات ۲۳۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ اخیر پر وہ مسلمانون کو ایک نہایت مفید (بخیال خویش) مشورہ دیتے ہین کہ ان کے طریق معاشرت مین معقولیت کا رنگ ہونا چاہیئے۔ ورنہ مسٹر رینان کا مقولہ جو انہون نے بیس برس ہوئے بیان کیا تھا ہماری حالت پر صادق آئیگا اور کہ یہی نوع انسان کی اعلی درجہ کی خدمت کرنا ہے کہ ان کو اسلام کی قید سے آزاد کیا جاوے“ اور قریبا اسی قسم کی بحث مسلمانون کے مشہور اخبار ابزرور مین بھی ہو رہی ہے۔ تعجب!!!

غرض

مسلمانون کی حالت بہت ہی کچھ قابل رحم یا قابل افسوس ہو رہی ہے اور اسکی بڑی وجہ وہی ہے جو ہم نے شروع مین بیان کی ہے **زمام اصلاح** وہ لوگ اپنے ہاتھون مین **لینا چاہتے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے اس منصب پر مامور نہیں کیا** یہ حالت ہے جو اندرونی طور پر مسلمانونکی ہو رہی ہے اور اس پر بھی بعض خیال کرتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنے دین کی حمایت اور حفاظت کا باوجود وعدہ حفاظت کوئی آسمانی انتظام نہین کیا؟ یہ انکی غلط فہمی بلکہ عدم تدبر کا نتیجہ ہے خدا تعالی نے اپنے وعدہ کے موافق اسلام کی **حفاظت** کا آسمانی انتظام فرمایا ہے اور ایک **مامور** کو اس غرض کیلئے بہیجا ہے **لیکن اسکو شناخت کرنا یہ خدا کے فضل پر موقوف ہے**۔ ہم اسکا پتہ دیتے ہین کیا عجب سعادت مند روحین اس سے فایدہ اٹھائین۔ وہ **مامور** حضرت **مرزا غلام احمد قادیانی** (علیہ الصلواۃ والسلام) ہے جو **مسیح موعود** کے نام سے آیا ہے مبارک وہ جو اسکو قبول کرے۔ مسٹر سجاد حیدر اور اونریبل میان شاہدین صاحب اور سید ولادت حسین احمد صاحب بی۔ اے کے مضامین اس قابل ہین کہ اہل نظر مسلمان ان پر قلم اٹھائین اور مسلمانون کی ذریت کو اس برے اثر سے بچانے کی کوشش کرین جو ایسے مضامین سے پہونچ سکتا ہو۔ ہم ان لوگون کی نیت پر کوئی حملہ نہین کرتے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور مسلمانونکی بہتری اور بہلائی کیلئے کوشش کرتے ہین لیکن وہ کیا کرین معذور ہین۔ مغربی فلسفہ اور سائنس کے اثر سے متاثر ہین اور اسلام سے کما حقہ واقف نہین۔ حیرت ہے کہ انکے سامنے تصانیف کا سلسلہ موجود ہے جو ہر طرح موجود ہے (سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام کی تصنیفات) اونکی طرف انہیں باوجود آزاد خیال ہونے کے توجہ نہیں چونکہ یہ مضامین انگریزی میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں اسلئے اگر ہم اپنے محترم ہمعصر **ریویو آف ریلیجنز** کو توجہ دلائیں کہ وہ ان مضامین پر **پرزور مضامین شائع کرے** تو ہم حق بجانب ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اس کے پیش نظر یہ مضامین ہون۔ بہرحال ہم انشاء اللہ عنقریب اس قسم ...

[1] فرض کیا کہ مصر و شام میں پہلے حادثہ پر مسیح کو پناہ ملی تو دوسرے حادثہ سے بچائے جانے میں ماوی کا ذکر کہاں ہے

(عھدۃ الامام عمر بن الخطاب)

الصادرۃ لصفرونیوس بطریرك القدس الشریف فی ۲۰ ربیع الاول سنۃ ۱۵ الھجرۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اعزنا بالاسلام واکرمنا بالایمان ورحمنا بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وھدانا من الضلالۃ وجمعنا بہ بعد الشتات والف قلوبنا ونصرنا علی الاعداء ومکن لنا من البلاد وجعلنا اخوانا متحابین واحمد واللہ عباد اللہ علی ھذہ النعمۃ۔ ھذا کتاب عمر بن الخطاب لعھد ومیثاق اعطی الی البطرك المبجل المکرم وھو صفرونیوس بطرك الملۃ الملکیۃ فی طور الزیتون بمقام القدس الشریف فی الاشتمال علی الرعایا والقسوس والرھبان والراھبات حیث کانوا واین وجدوا یکون علیہم الامان۔ وان الذمی اذا حفظ احکام الذمۃ وجب لہ الامان والصون منا نحن المؤمنین ومن یتولی بعدنا ولیقطع عنہما سباب حوائجھم بحسب ما قد جری منہم من الطاعۃ والخضوع ولیکن الامان علیہم وعلی کنائسہم ودیاراتھم وکافۃ زیاراتھم التی بیدھم داخلا وخارجا وھی القمامۃ وبیت لحم مولد عیسی علیہ السلام کنیسۃ الکبراء والمغارۃ ذات الثلاثۃ الابواب قبلی وشمالی وغربی وبقیۃ اجناس النصاری الموجودین ھناك وھم الکرج والحبش والذین یاتون للزیارۃ من القبط والافرنج والسریان والارمن والنساطرۃ والیعاقبۃ والموارنۃ تابعین البطرك المذکور۔ ویکون متقدما علیہم۔ لانہم اعطوا من حضرۃ النبی الکریم والحبیب المرسل من اللہ وشرفوا بختم یدہ الکریم وامر بالنظر الیہم والامان علیہم۔ کذلك نحن المؤمنین نحسن الیہم اکراما لمن احسن الیہم۔ ولیکونوا معافین من الجزیۃ والخفارۃ والمواجب ومسلمین من البلاد یا کافۃ فی البر والبحور وفی دخولھم الی القمامۃ وبقیۃ زیاراتھم لا یؤخذ منہم شی۔ واما الذین یقبلون الی زیارۃ القمامۃ فیودی النصرانی الی البطرك درھما وثلث من الفضۃ وکل مومن ومومنۃ یحفظ ما امرنا بہ سلطان او حاکما او وال یجری حکمہ فی الارض غنی ام فقیر من المسلمین المومنین والمومنات وقد اعطی لھم مرسومنا ھذا بحضور جم الصحابۃ الکرام عبد اللہ وعثمان بن عفان وسعد بن زید وعبد الرحمن بن عوف وبقیۃ الاخوۃ الصحابۃ الکرام فلیعتمد علی ما شرحنا فی کتابنا ھذا ویعمل بہ ویبقی فی یدھم۔ وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ والحمد للہ رب العالمین حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ فی عشرین من شھر ربیع الاول سنۃ ۱۵ للھجرۃ النبویۃ) وکل من قرا مرسومنا ھذا من المومنین وخالفہ من الآن والی الدین فلیکن لعھد اللہ ناکثا ولرسولہ الحبیب مبغضا۔

من قاموس الادارۃ والقضا۔ نقلا عن مجموعۃ منشآت سلاطین وفریدون بك۔ (الھلال)

ترجمہ۔ سب حمد اس خداوند تعالےٰ کو سزاوار ہے جس نے اسلام اور ایمان کی دولت سے ہم کو عزت دی اور سرافراز کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہم پر رحم کیا اور ہم کو گمراہی سے نکالا اور پراگندگی سے اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت ڈالدی اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کی اور ہمیں ملک میں متمکن کیا اور ہم کو آپس میں دوست کر دیا۔

اسے بندگان خداوند تعالےٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر اس کا شکر ادا کرو۔

یہ عہدنامہ از جانب عمر ابن خطاب ہے جو مکرم و معظم صفرنیوس بشاپ قدس شریف ساکن طور زیتون کیلئے اور رعایا اور پادریوں اور راہب مردوں اور عورتوں کیلئے لکھا گیا ہے کہ وہ جہاں مقیم ہوں ان کو ہماری طرف سے ہر قسم کے گزند و تکلیف سے امن و محفوظ رکھنے کیلئے کوشش ہوگی اور ذمی جب احکام ذمہ یعنے عہدنامہ کی حفاظت کرے تو ہماری طرف سے اس کے مال و جان کے دشمنوں و دزدوں اور راہزنوں سے حفاظت کرنی واجب و لازم ہے ہم اور ہم سے بعد کے حاکم اس امر کے ذمہ وار ہیں۔ اور بسبب اطاعت و انقیاد ان سے گزند کے اسباب منقطع کئے جاویں اور ان پر اور ان کے گرجوں دیگر دن اور زیارت گاہوں میں وہ جہاں ہوں ہر جگہ امن و امان کے اسباب مہیا ہیں اور زیارت گاہوں سے مراد قبہ اور بیت لحم جہاں مولد عیسی علیہ السلام ہے اور تین دروازوں مشرقی و شمالی و مغربی والی غار ہے اور باقی نصاری جو ان مقامات میں موجود ہوں اور وہ کرد اور حبشی اور قبطی اور فرنگی اور شامی اور ارمنی اور نسطوری اور یعقوبی وغیرہ اور بشاپ مذکور کے تابعدار ہیں اون پر امن مقدم ہونا چاہیئے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ان کو امن ملا ہے اور ان کو آنحضرت کے خاص دست مبارک کی مہر عطا ہوئی ہے اور آنحضرت نے ان کیلئے الطاف اور امن کی تاکید فرمائی ہے ایسا ہی ہم بھی اون کو امن و امان میں رکھنے کے ساعی ہیں اور ان سے بھلا کریں گے اور جو ان سے بھلائی و احسان کرے ہم بھی اس کے ساتھ احسان کریں گے اور جزیہ اور مواجب اون سے معاف رہیں اور جنگلوں و دریاؤں میں بلاؤں و تکالیف سے اون کو مسلم و محفوظ رکھنے کی کوشش رہے قمامہ اور باقی زیارت گاہوں میں داخل ہونے سے ان سے کچھ نہ لیا جاوے اور جو لوگ قمامہ کی زیارت کو آویں تو نصرانی بشاپ صاحب کو ایک درہم اور تین رو پیہ دیں ہر ایک مومن مرد و مومنہ عورت ہمارے اس حکم کو محفوظ رکھیں سلطان ہو یا حاکم ہو یا والی ہو نصاری کو ہماری یہ دستاویز ایک کثیر جماعت صحابہ کرام عبد اللہ و عثمان بن عفان و سعد بن زید و عبد الرحمن بن عوف اور بہت سے باقی صحابہ کے روبرو عطا کی گئی۔

جو کچھ ہم نے اس عہدنامہ میں تشریح کر دی ہے اس کو معتبر سمجھکر اس پر مدام عمل کیا جاوے اور یہ عہدنامہ ان کے پاس رہے خداوند تعالےٰ کی رحمت و سلام ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرت کے آل و اصحاب پر نازل ہو اور حمد خداوند تعالےٰ پروردگار جہانوں کو سزاوار ہے خداوند تعالیٰ کافی اور اچھا وکیل ہے۔

(مورخہ ۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۵ھ ہجرۃ النبویۃ)

جس مومن نے ہمارا یہ عہدنامہ پڑھکر مخالفت کی وہ خدا تعالیٰ کے عہدنامہ کا توڑنے والا اور اس کے رسول کا دشمن ٹھیرے گا۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

بخیال خویش خبطے دارد | یسوع مسیح کے اصلی اور حقیقی مشن کے خلاف (جو صرف اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش تھا) عیسائیوں کو یہ خواہش ہمیشہ رہی ہے کہ وہ اس گلہ کو خوب بڑہائیں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو عیسائی بناویں۔ عیسائی بنانے کے واسطے جن جن ترکیبوں اور تدبیروں سے کام لیا جاتا ہے ان کا بیان کرنا یہاں ضروری نہیں بہرحال اس خیال یا خبط نے بعض اوقات عیسائیت کی اشاعت کے دلدادوں کو عجیب و غریب نکتہ آفرینی کا موقع دیا ہے۔

کلکتہ کے بشپ ویلڈن صاحب کی تجاویز سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہوں گے جنہوں نے گورنمنٹ کو سرکاری مدارس میں انجیل کی تعلیم لازمی کر دینے کی بیہودہ اور بدنام کن تجویز بتائی تھی اور ایسا ہی ناظرین الحکم کو یاد ہوگا کہ ہمارے مشنری مزاج لیفٹیننٹ گورنر ہز آنر سر میکورتھ ینگ صاحب کے اس لیکچر کا مفہوم معلوم ہوگا جو آپ نے ولایت جاکر ایک مجمع میں دیا تھا جس میں غریب اور وفادار ہندوستانیوں کی وفاداری کو عیسائی

ہو سکنے کے ساتھ مشروط قرار دیا تھا اور مسٹر سرنیسل گرینن صاحب کو بڑی دہوان کا (?) تقرر میں اشتکی تردید کرنی پڑی تھی۔ بہرحال نئے مخش نکر لوگ ولایت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں حال ہی میں لارڈ ایڈ سٹاکس صاحب نے لنڈن کے نامور اخبار ٹائمز میں برٹش گورنمنٹ کو یہ عجیب و غریب صلاح دی ہے کہ تمام ہندوستان کو عیسائی بنایا جاوے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہندوستانیوں کی تفرقہ بازی دور ہو کر وہ سب ایک مذہبی رشتہ میں منسلک ہو جائیں گے۔ اور ہندوستانیں انگریزی راج کے استحکام کا موجب ہوں گے۔

اس پر معصر پنیر کا ریمارک ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو عیسائی مذہب کی اشاعت کی صلاح اس بنا پر دیگئی ہے کہ اس سے مختلف اقوام ہند ایک ہو جائیں گی مگر گورنمنٹ اس صلاح کو ہرگز نہیں مانے گی کیونکہ وہ ہندوستانیں ایسے مذہب کا نشو و نما گوارا نہیں کرسکتی جو یہاں کے مختلف گروہوں کو ایک بناوے ہم اس خیال پر الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ایک مبسوط نوٹ لکھیں گے۔

بقایاداران کیلئے مستمع اطلاع

ہر ہفتہ یہ ناگوار اطلاع شائع کرتے ہوئے ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک خریداران الحکم میں بہت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کے ذمہ نہ صرف سال رواں کا ہی چندہ واجب الادا ہے بلکہ پچھلا بقایا بھی موجود ہے اور اگر کل بقایا کی فرد تیار کرکے پیش کیجاوے تو قوم یہ سنکر حیران ہوگی کہ دو ہزار روپیہ کے قریب بقایا موجود ہے اور یہ ایسی رقم ہے کہ اگر ساری کی ساری وصول ہو جاوے تو کارخانہ الحکم کو ایک معقول اور بیش قیمت مدد میسر آجاوے لیکن افسوس ہے کہ تحریری تقاضوں اور اخبار میں متواتر اطلاعوں کا کوئی مفید اثر ابھی تک نظر نہیں آیا اس لیے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ بعد اختتام مقدمات غالباً سال نو کے آغاز میں اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا اور اسباب میسر آجائیں تو ہم اپنا کوئی ایجنٹ مختلف مقامات پر روانہ کریں اس کے اس سفر کی غرض جہاں بقایاداروں سے بقایا وصول کرنا ہوگی وہاں وہ الحکم کی **توسیع اشاعت** کا کام بھی کریگا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ الحکم کی توسیع اشاعت کا خیال بہت ہی سست ہو رہا ہے اگرچہ ہم خوش ہو رہے ہیں کہ قوم میں اخبار بینی کا **مذاق** پیدا کرنے میں الحکم کو خدا کے فضل سے پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اس **مذاق** کو موثر اور مفید بنانے کیلئے الحکم کی وسعت اشاعت کی ضرورت ہے۔ اور وہ مبنی ہے ان لوگوں کی مساعی پر جو الحکم کے سلسلہ فوائد کا تجربہ کر چکے ہیں۔ آخر میں پھر یاد دلایا جاتا ہے کہ بقایاداران بہت جلد اپنے مطالبات کو ادا کر دیں۔ کیونکہ آج کل سال کا آخری حصہ ہونے کی وجہ سے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔

ایڈیٹر و مینیجر

عام شہر کرو کہ ماسٹر نبی بخش احمد جان مالکان کارخانہ گرگران لودہیانہ پنجاب دیسی کپڑے کے نمونے نئے و جدید جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت بلکہ ٹکٹ لفافہ کردہ لگا کر تقسیم کرتے ہیں

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر الحکم سے بکجز ملتی ہیں

کتاب	قیمت
ازالہ اوہام ہر دو حصہ	عیعہ
آریہ دہرم (رد آریہ)	۴/
ست بچن بابا نانک صاحب کے حالات اور دیانند کے اعتراضوں کا جواب	۱۰/
تقریر نماز پر اور وحدت وجود پر خط	۲/
حضرت اقدس کے تیس سال پرانے مضامین الہام۔ تناسخ۔ وید اور قرآن کے مقابلہ پر	۲۰/
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲/
تفسیر سورہ تبت	۲/
فیصلہ آسمانی	۲۰/
تحذیر المومنین (فتوی کفر کا لطیف جواب)	۲/
فک تشکک	۱/
شمس بازغہ (پیر گولڑی کا رد)	عسعہ
سواء السبیل نمبر ۲	۱۰/
رد نسخ و شیعہ (از حکیم الامت)	۲/
الانذار۔ جلسہ طاعون کے حالات اور تقریریں	۴/
مسلمانوں کا خدا اور اس کے حضور میں دعا	۱/
برہان الحق (رد انصاری)	۳/
تفسیر القرآن **پارہ اول**	عیعہ
رپورٹ جلسہ ۱۹۰۳ء	عمعہ
نمونہ قرآن مجید (موافق یسرنا القرآن)	۳/
فیض احمدی	۔/
قصیدہ ضوابط الاسرار	۔/
وفات مسیح پنجابی	۲/
اصلاح النظر (رد آریہ)	۲۰/
دعوۃ الحق نمبر ۱ و ۲	۱/
سلک مروارید عورتوں کیلئے اپنی طرز کا پہلا رسالہ	۴/
النصح (عیسائیوں کے خواص و نشانات)	۱۰/
نور القرآن جلد دوم (عیسائیوں کا عجیب رد)	۴/
برکات الدعا و اصول التفسیر	۲/

پورے سیٹ کے خریدار سے صرف آٹھ روپے علاوہ محصول ڈاک لئے جاوین گے۔

المشتہر
مینیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

لیڈی کرزن کی علالت ہفتہ رواں کا سب سے اہم واقعہ ہے اور اگر یہ بھی لکھدیا جاوے کہ اس علالت کی تشویش نے جنگ روس و جاپان کی دلچسپی کو پیچھے ڈالدیا۔ تو شاید مبالغہ نہوگا۔ آخری تار برقیوں کے مطابق مریضہ کی حالت میں کسی قدر افاقہ ہوا ہے لیکن اتنا نہیں کہ مریضہ کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ اب وہ خطرہ سے نکل گئیں۔ لارڈ کرزن ہر وقت مریضہ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف ۲۸ ستمبر شام کو تھوڑی دیر کیلئے سیر کو باہر گئے تشویش و اضطراب کا یہ عالم ہے کہ ان کا چہرہ بیماروں سے زیادہ زرد و ضعیف معلوم دیتا ہے سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا کہ لارڈ کرزن کا سفر ہند بوجہ علالت لیڈی کرزن ملتوی ہوگیا۔ اور فی الحال انکی روانگی کی تاریخ مقرر نہیں کی جا سکتی۔

قرآنی صداقت اور عیسائیوں کی جہالت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

[illegible] انصاف [illegible] اسلام پر [illegible] آیت ۳۲ [illegible] بیان اور [illegible] دوسری [illegible] خداوند تعالیٰ [illegible] تمام [illegible] ان کو [illegible] اور [illegible] تمام توریت میں [illegible] ایک طرف [illegible] چوتھی روایت [illegible] انجیل [illegible] تمام عہد [illegible] بھی [illegible] آپکی مشکل کشائی [illegible] قاعدہ مقرر [illegible] مطبوعہ ۱۸۷۶ [illegible] فرماتے [illegible] سب باتیں [illegible] اور [illegible] انہوں میں [illegible] باتیں سطور [illegible] بائبل میں [illegible] علیہ السلام کا قصہ [illegible]

کتابوں میں درج ہو تو کیا حرج ہے کیونکہ آپکے بزرگ پادری فنڈر نے قبول کر لیا ہے کہ ہر نبی نے اپنی سب باتیں اپنی کتاب میں داخل نہیں کیں۔ اور یہ بھی مان لیا ہے کہ کوئی ایک بات تواتر سے پچھلے نبیوں اور حواریوں کو پہنچی ہو اب ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام کا یہود میں تواتر سے مشہور ہو کسی نبی کی کتاب میں بیان نہ ہوا ہو۔ یا یہودی نار سے دشمن اسلام کے اپنے بزرگوں کے عقاید سے جو اکثر قلیل یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ عزیز خدا کا بیٹا ہے جھوٹ بولکر بعد اپنے بزرگوں کے دھوکہ دیتے ہوں تو جائے تعجب نہیں۔ **قولہ** دوسرا جز تو البتہ صحیح ہے کہ تمام عیسائی یسوع مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں بلکہ اپنا پیارا خدا اور نجات دہندہ مانتے ہیں صرف مانتے ہی نہیں بلکہ ہزارہا ہزار اور لاکھا لاکھ نے اپنی جانوں کو اسکی محبت میں محو ہو کر اس پر سے تصدق و قربان کر دیا۔ **جواب**

ہزارہا ہزار اور لاکھا لاکھ عیسائیوں کا مسیح کی محبت میں اپنی جانیں قربان کرنا یہ تو سراسر تحکم ہے۔ کیا ہزارہا ہزار اور لاکھا لاکھ عیسائی مسیح پر اپنی جانیں قربان کرنیوالے مسیح کے صحبت یافتہ حواریوں سے غیرت ایمانی میں کچھ زیادہ تھے دیکھو خاص حواری اول تو مسیح کو تنہا چھوڑ کر گتسمنی باغ سے بھاگ ہی گئے تھے انجیل مرقس باب ۱۴۔ آیت ۵۰ اس پر شاہد ہے اور میاں پطرس جان کے خوف سے جھوٹی قسمیں کھا کر اور مسیح پر لعنت کر کے مسیح کی نبوت یا بقول شما الوہیت سے روگردان ہو گیا تھا کیا یہ ہزارہا ہزار اور لاکھا لاکھ عیسائی بقول آپ کے مسیح پر جانیں قربان کرنیوالے پطرس حواری سے بڑھے ہوئے تھے افسوس آپکی عقل پر کجا مسیح کے خاص شاگرد اور صحبت یافتہ اور کجا زر سیم و دینار کے بندے عام عیسائی کا مرتبہ حواریوں سے زیادہ تصور کرنا آپ جیسوں کمزور عیسائیوں کا کام ہے۔ **قولہ** یہی معلوم ہو وے انجیل جلیل میں ابن اللہ ہونا بہت صاف طور سے اپنے حقمیں یسوع مسیح نے ثابت کر دیا کہ جسمیں ذرا حجت نہیں اور نہ مجال کلام ہے کہ کوئی تک زبان پر لاسکے

جواب ۔ ابن اللہ ہونا دیگر بندگان کا تو آپکو خود مسیح نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے انجیل متی باب ۵ آیت ۹ مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاویں گے۔ خدا کی فرزندی میں مسیح کی کیا خصوصیت ہے حضرت یعقوب خدا کا اکلوتا فرزند خروج باب ۴ آیت ۲۲۔ حضرت داؤد خدا کا پہلوٹھا بیٹا زبور ۸۹ آیت ۲۷۔ جائے انصاف ہے کہ جب اور صدہا خدا کے بیٹے بائیبل میں مرقوم ہیں منجملہ مسیح بھی ہیں یہ اسوقت کا عام محاورہ تھا کہ اکثر بزرگان دین کو خدا کے بیٹے کا

خطاب خدا کی طرف سے عطا ہوا کرتا تھا مگر یہ محاورہ قرآن نے موقوف کر دیا کیونکہ اسمیں ایک قسم کے شرک کا وہم تھا۔ **قولہ** اس مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ مسیح یسوع ابن اللہ محمد صاحب کے معنوں کے موافق نہیں کیونکہ وے تو اسکی اصل ماہیت کو نہیں سمجھے اور نہ انہیں سمجھنے کا مادہ ہی تھا صرف مجازی معنے سمجھکر [illegible] بالخیر کر دیا۔ جیسا کہ ہم گذشتہ بیانات میں ذکر کر آئے ہیں اعلیٰ اور تحقیقی معنے ان کے خیال شریف میں نہیں آئے ہیں اس لئے ہم سے قرآنی بیان یہ ہوتا ہے کہ ابن اللہ کے حقیقی معنے سمجھو تاکہ تمہاری ضمیر پر ضلالت کو چھوڑ کر روشنی میں شاداں ہوں۔ **جواب** ۔ اس مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ [illegible] ابن اللہ حقیقی معنوں سے نہیں [illegible] حقیقی فرزند [illegible] باپ کے نطفے سے پیدا ہو [illegible] اس بات کو عیسائی بھی نہیں مانتے [illegible] عام بندگان خدا کی طرح جن کا بائیبل میں جابجا ذکر مذکور ہے مسیح بھی ہیں [illegible] اور عیسائی بے سمجھے اس خدا کے عاجز بندے مسیح ابن مریم کو ناحق خدا بنا رہے ہیں کیا عیسائیوں نے انجیل میں نہیں پڑھا کہ مخالفین کے منہ پر تھوکا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر دھر کر تمسخر کیا اسے عیسائیوں تم [illegible] خدا [illegible] میں نہیں آ سکتا جاتا۔ لکھا گلتیوں باب [illegible] آیت ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنے ای میرے خدا اے میرے خدا کیوں مجھے اکیلا چھوڑا یہ کلمات کہتے چیخ چلاتے دار فانی سے بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کوچ کر گئے۔ اب عیسائی حزقیل باب ۲۸ آیت ۹ کی عبارت پڑھ کر مسیح کی فرضی خدائی سے جلدی توبہ کریں اور وہ یہ ہے کیا تو اس کے آگے جو تجھے قتل کریگا پھر کہیگا کہ میں الہ ہوں لیکن تو اپنے قتل کرنیوالے کے ہاتھ میں الہ نہیں بلکہ انسان ٹھہریگا۔ کیا اس آیت کے بموجب مسیح ہو وے اپنے قاتلوں کے ساتھ دعوے خدائی کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں جب مسیح اپنے قاتلان یہودن کا خدا ثابت نہ ہوا تو مسیح کی خدائی کا قایل ہونا عیسائیوں کا یہود کی نظروں میں ذلیل ہونا ہے۔ **قولہ** ۔ دیکھو محمد صاحب نے اپنی سمجھ کی خوبی و صفائی بیان تک ہی نہیں دکھائی بلکہ الزام کی طغیانی کو حد درجہ تک پہنچا دیا جیسا کہ اس قرآنی آیت سے واضح ہو رہا ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۝

ترجمہ پکڑا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اپنا سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی۔ لاریب فیہ یہ الزام تو محمد صاحب کا بالکل بے موقع ہے اور عناد قلبی ظاہر۔ کیونکہ یہودی اور عیسائی اپنے عالموں اور درویشوں کو دنیا پروردگار ہرگز نہیں مانتے تھے بلکہ وے تو اپنے سچے معبود کی بندگی اور عبادت بجا لاتے تھے۔

جواب ۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ استنبول جلد چوتھی کے صفحہ ۳۴۴ میں اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ یہود اور نصاریٰ سمجھتے ہیں اپنے مولویوں اور درویشوں کو بیچ امور [illegible] انکی [illegible] اور نقل کیا گیا ہے کہ تحقیق عدی بن حاتم تھا نصرانی پس آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور پیغمبر خدا اسوقت تلاوت کر رہے تھے [illegible] پس جب پہنچے اس آیت کو [illegible] تو کہا عدی بن حاتم نے پیغمبر علیہ السلام سے کہ نہ تھے ہم پرستش کرتے انکی [illegible] اپنے عالموں اور درویشوں کی [illegible] حضرت [illegible] عدی کیا نہیں [illegible] کرتے تھے تم اس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے [illegible] اس کو [illegible] تم مانتے تھے تم بھی اس کو اور حلال کرتے تھے تم اس چیز کو کہ حرام کیا ہے اسکو اللہ نے پس حلال جانتے تھے تم بھی اس کو پس کہا عدی نے ہاں پس فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے یہی پرستش انکی ہے۔ اب ہم اس حدیث شریف کی تصدیق کیلئے علماء نصاریٰ کا خدا کے حرام کردہ کو حلال قرار دینا بیان کرتے ہیں دیکھو کتاب احبار باب ۱۱ آیت ۷ میں بحکم خداوند تعالیٰ سوئر کا قطعی حرام ہونا یوں بیان ہوا ہے کہ سوئر کا کہ اس کا کھر چرا ہوا ہوتا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی ناپاک ہے تمہارے لئے تم ان کے گوشت میں سے [illegible] نہ کھائیو اور نہ انکی لاشوں کو چھوؤ کیونکہ یہ ناپاک میں تمہارے لئے۔ اور کتاب استثنا باب ۱۴ آیت ۸۔ اور کتاب یسعیاہ باب ۶۵ آیت ۴ کتاب یسعیاہ باب ۶۶ آیت ۱۷ میں بھی سوئر کا حرام ہونا مذکور ہے۔ اب اس حرام خداوندی کو بلا دلیل علماء نصاریٰ نے حلال کر دیا۔ دیکھو پادری عماد الدین کی کتاب نغمہ طنبوری مطبوعہ آفتاب پنجاب کے صفحہ [illegible] سطر ۱۴ میں لکھا ہے کہ سوئر کا گوشت نہ حرام ہے نہ نجس بلکہ جیسے بکری بھیڑ کا گوشت پاک ہے ایسے ہی وہ بھی ایک گوشت ہے جس کا جی چاہے کھائے جس کا دل چاہے نہ کھائے کیوں میرے مکار شفاق بھائی حرام و حلال کی حدیں مقرر کرنا اور ہدایت بندگان کیلئے قانون شرعی اپنے انبیاء پاک کی معرفت تجویز کرنا یہ منصب خداوند تعالیٰ ہی کی ذات پاک کا خاصہ ہے۔ خدائی منصب میں کسی بشر کا دخل دینا اور اس دخل کو عام بندگان کا منظور کرنا گویا اس دخل دینیوالے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا لوا

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے

الحکم

چہ گویم بالو گر آں جہاد در قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

سالانہ
خواص و معاونین ۔ عے
ہندوستان سے باہر ۔ ۸؎
غیر مذاہب والوں سے ۔ ۶؎
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔ ۲؎

نمبر ۳۴ و ۳۵ | دار الامان قادیان مورخہ ۱۰ و ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ عیسوی | جلد (۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں

(گذشتہ اشاعت کے سلسلے میں)

چوتھا نمبر

فرمایا کہ شکوک کے رفع کے لئے اگر کوئی راستی اور نیک نیت سے آوے تو ہم اسے سمجھا سکتے ہیں اور اب تو زمانہ ایسا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود ایک معلم کی طرح سمجھا رہا ہے۔ یہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ جب دنیا میں گناہ اور بے ایمانی بڑھ جاوے اور ردی اخلاق اور ردی عادات ترقی پکڑ جاویں تو ایک شخص کو اصلاح کے لئے مامور کرے۔ اسلام اسوقت دو آفتوں کے ماتحت ہے۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اندرونی خود عالموں کا اختلاف اور مسلمانوں کا دنیا کی طرف میلان۔ اور بیرونی وہ آفت جو عیسائیت کی وجہ سے ہے۔ پس کیا ابھی تمہارے نزدیک مہدی اور مسیح کی ضرورت نہ تھی۔ پھر ایک اعتراض یہ پیش کرتے ہو۔ کہ اس امت میں ہم دجال بنواتے ہیں۔ اے بدقسمتو کیا تمہارے لئے دجال ہی رہ گئے کہ اگر ایک آنے سے ایمان کرتا ہے تو اس کے لئے بھی کوئی کسر رہ جاوے۔ تو پھر دوسرا تیسرا اور چوتھا حتےٰ کہ تیس دجال آویں۔ تاکہ ایمان کا نام و نشان نہ رہے۔ اس طرح تو موسےٰ علیہ السلام کی امت ہی اچھی رہی کہ جس میں پے در پے چار سو نبی آیا پھر موسیٰ علیہ السلام کے وقت تو عورتوں سے بھی خدا نے کلام کیا۔ کیا امت محمدیہ کے مرد بھی اس قابل نہ ہوے کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا۔ پھر یہ تبلاؤ کہ یہ امت مرحومہ کس طرح ہوئی۔ اس کا نام تو بدنصیب ہونا چاہیئے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ۱۳ سو برس گذر گئے اور جسقدر فیوض اور برکات تھے۔ وہ سب سماع کے حکم میں آگئے۔ نبی اب اگر خدا انکو تازہ کر کے نہ دکھائے تو صرف قصہ کہانی کے رنگ میں انکو کون مان سکتا ہے۔ جب کہ تازہ بتازہ طور پر خدا کی مدد نہیں۔ نصرت نہیں تو خدا کی حفاظت کیا ہوئی۔ حالانکہ اس کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

جب متعصب مولوی صاحب نے طاعون کا ذکر کیا کہ آپ کے مرید کیوں مرتے ہیں۔ اور اس کا علاج کیا ہے وغیرہ وغیرہ تو آپ نے فرمایا کہ کسوف و خسوف کا علاج بھی کچھ سوچا ہے۔ اس وقت بحث تو نشانوں کی ہے۔ نہ کہ علاج کی۔ ہاں جو کامل طور پر مجھے قبول کرتا ہے وہ ضرور محفوظ رہیگا۔ لیکن اس کا مجھے علم نہیں۔ کہ وہ کون ہے میں کسی کے سینہ کو چیر کر نہیں دیکھتا۔ صحابہ کرام کا بھی ایک گروہ طاعون سے شہید ہوا تھا۔ مگر دیکھو کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم طاعون سے ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے بھی اپنے بندوں میں امتیاز رکھا ہے جیسے کہ فرمایا ہے۔ مِنْہُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْہُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْہُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ اسکے بعد آپ نے جماعت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

کہ

ضروری بات یہ ہے

کہ تم لوگ ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرو۔ تمہارا معاملہ اور حساب خدا سے الگ ہے اور مخالف لوگوں کا حساب الگ ہے۔ جنہوں نے قسم کھائی ہے۔ کہ کیسی ہی سچی بات کیوں نہ ہو۔ مگر وہ قبول نہ کریں گے اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی نسبت یہی فرماتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کو ہی قبول کریں گے۔ ان کی بناوٹ ہی اسی قسم کی ہے کہ عمدہ شئے یا بات جو پیش کیجاوے۔ وہ اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اگر بدبودار بات ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ قرآن شریف احادیث اور عقلی دلائل اور نشان پیش کئے مگر یہ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ صرف ایک بات کو نشانہ بناتے ہیں۔ پس جبکہ خدا نے نہ چاہا۔ کہ ایک مذہب ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو خدا نے فہم سلیم عطا کیا ہے اون کو چاہیئے کہ وہ شکر کریں کیونکہ فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو خدا نے خود پاک کیا۔

ابھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ چھپے ہوئے ہیں۔ ظاہراً وہ ہم سے الگ ہیں۔ لیکن دراصل ہم میں ملتے ہیں۔ ہمیں خود ان کا علم نہیں لیکن امید ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ آجاوینگے۔ خود ایک شخص نے لاہور میں ملاقات کی اور کہا کہ میں آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا معاف کرو اب میرے شکوک رفع ہو گئے ہیں اور ہزاروں خطوط اس قسم کے آئے ہیں کہ اوّل میں ابو جہل تھا اب توبہ کرتا ہوں۔ بعضوں نے بذریعہ خواب کے مانا اور اکثر کو خود آنحضرتؐ نے کشف میں یا خواب میں کہا کہ تم قبول کر لو جو لوگ بغض کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ خدا کی تیز دھار کو روک لیوں مگر وہ کسی کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ اگر انسانی کاروبار ہوتا تو آجتک کب کا تباہ ہو جاتا مجھے دعوےٰ کئے ہوئے ۲۴ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ کیا ایک مفتری کو اسقدر مہلت ملسکتی ہے کہ اگر کسی کو عقل فہم اور موت کا ڈر ہو۔ تو وہ براہین کے وقت کو دیکھے۔ کہ جو پیشگوئیاں اس میں ہیں۔ وہ کیسے پوری ہو کر رہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالےٰ ہدایت نہ دے۔ اور وہ دل کے تالے نہ کھولے۔ تو کس طرح سمجھ میں آوے۔ کوئی بتا دے تو سہی۔ کہ جب سے دنیا ہوئی ہے کسی مفتری نے اس قسم کی پیشگوئی بھی کی ہے۔ خدا سے خوف کرنے والے کے لئے تو ایک ہی نشان کافی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اسقدر نشانوں سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔

غرض مدعا یہ ہے

کہ یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لئے ہیں۔ جو ہدایت

…ہوں کرتے ہیں۔ نہ کہ منکروں کے لئے ……

جن کیواسطے اللہ کا قانون ہے تم خدا سے پناہ مانگو کہ اون کے لئے جو قانون ہے اوس میں تم کو داخل نہ کرے ہمیشہ نیک دل خدا کی رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ نہ خیال کرو کہ یہ لوگ مذہب میں پکے ہیں بڑے بزدل ہوتے ہیں قہر الٰہی کا ذرا مقابلہ نہیں کرسکتے لیکن یاد رکھو کہ یہ ایسا زمانہ ہے جسکے لئے سب نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں اور جیسے مختلف نہریں ملکر ایک دریا بنکر نکلتی ہیں اسی طرح ان پیشگوئیوں کا سیلاب بہ نکلے گا۔ اور آدم۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ وغیرہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا وہ سب پورا ہوکر رہیگا۔ بعض رحمت کے نشان بھی ہونگے مگر اون سے انہی کو حصہ ملیگا جو عاجز فروتن اور خائف اور تائب ہونگے اور جو منکر ہیں وہ قہری نشان سے حصہ لینگے اگرچہ یہ لوگ اسوقت انکار کو نہیں چھوڑتے اور صرف ماں باپ یا جاہل لوگوں سے سن سناکر غلط عقاید پکڑے ہوئے ہیں لیکن خدا تعالےٰ زبردستی سب کچھ چھڑا دیگا زبردست سے لڑنا نادانی ہے۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر یہ ہم پر افترا کرتا تو ہم اسکی شاہ رگ کاٹ دیتے پھر یہ کیا وجہ ہے کہ اگر میں خدا پر افترا کرتا ہوں اور اتنی مدت تیس سال کے قریب ہو چلا ہمیشہ اسکی طرف سے وحی لوگوں کو سناتا ہوں اور وہ جانتا بھی ہے کہ میں جھوٹا ہوں۔ لیکن میری تائید کرتا ہے اور ہلاک نہیں کرتا ہے وہ کیسا خدا ہے کہ ایک جھوٹے سے اتفاق کر بیٹھا ہے اور ہزاروں نشان اوسکی تائید میں دکھاتا ہے۔ نئی سواری بھی اسکے لئے نکالی۔ کسوف و خسوف بھی اسکے لئے ماہ رمضان میں کیا طاعون بھیجی گویا خدا نے جہان کو دھوکہ دیا اور جو کام دجال نے کرنا تھا وہ خود آپ کیا تاکہ مخلوق تباہ ہو۔ ذرا سوچو کیا خدا کے لئے یہ جائز ہوسکتا ہے۔ کہ ایک کذاب مفتری اور دجال کی وہ اسقدر مدد کرے اور مولوی لوگ جو خود کو اس کا مقرب جانتے ہیں اون کی دعا ہرگز قبول نہ ہو جو لڑائی یہ لوگ لڑاتے ہیں وہ مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے ہے میں تو کچھ شے نہیں ہوں خدا سے لڑائی والا کبھی بابرکت نہیں ہوسکتا میں تو اس بات کو بھی سوچتا ہوں اور مجھے لرزا پڑتا ہے کہ افترا ہو اور خدا چپ کرکے بیٹھا رہے اگر ان کے نزدیک یہ افترا ہے تو چاہیئے کہ دعا کریں کہ خدا اسے نیست کردے یا دعا کرکے حضرت مسیح کو آسمان سے اتاریں عیسائی محققین نے بھی آخرکار مسیح کے آسمان سے آنے سے تنگ آکر اور میعاد گذرتی دیکھکر فیصلہ کر دیا ہے کہ کلیسیا مسیح کو مسیح مان لو یہی مسیح کا نزول ہے اون کو بھی آخر کار نزول کو استعارہ کے رنگ میں ہی ماننا پڑا اور احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں

کہ تمام خلفاء اسی امت میں سے ہوں گے قرآن شریف بھی یہی کہہ رہا ہے۔ اور سب جگہ منکم کا لفظ موجود ہے۔ مگر نہ معلوم کہ اون لوگوں نے مسیح بنی اسرائیل کہاں سے بنالیا کیا یہ نمونہ انتشار ہے کہ نہ کوئی واعظ ہے۔ نہ لیکچرار۔ اور ہماری ترقی برابر ہو رہی ہے بھلا اگر اون کو طاقت ہے تو روک دیں اللہ تعالےٰ خود لوگوں کو ادھر رجوع دلا رہا ہے مصر سے بھی بیعت کی درخواست آئی۔ یورپ میں تحریک امریکہ میں تحریک ہے۔

میں پھر جماعت کو

تاکید کرتا ہوں کہ تم لوگ ان کی مخالفتوں سے غرض نہ رکھو تقویٰ طہارت میں ترقی کرو۔ تو اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور ان لوگوں سے وہ خود سمجھ لیوے گا۔ وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

اور خوب یاد رکھو

کہ اگر تقوےٰ اختیار نہ کروگے اور اس نیکی سے جسے خدا چاہتا ہے کثیر حصہ نہ لوگے تو اللہ تعالےٰ سب سے اول تم ہی کو ہلاک کرے گا کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے۔ اور پھر عملی طور سے اس کے منکر ہوتے ہو۔ اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرو۔ اور مغرور مت ہو کہ بیعت کرلی جب تک پورا تقویٰ نہ اختیار کروگے۔ ہرگز نہ بچوگے۔ خدا کا کسی سے رشتہ نہیں۔ نہ اس کو کسی کی رعایت منظور ہے جو ہمارے مخالف ہیں۔ وہ بھی اسی کی پیدائش ہیں۔ اور تم بھی اسی کے مخلوق ہو۔ صرف اعتقاد کی بات ہرگز کام نہ آوے گی۔ جب تک تمہارا قول اور فعل ایک نہ ہو۔ ان لوگوں کی حالتوں پر غور کرو۔ کہ جب توفّی کا لفظ مسیح کے لئے آوے تو اس کے معنے آسمان پر جانے کے کرتے ہیں۔ اور جب وہ لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہو۔ تو اس کے معنے وفات پانے کے کرتے ہیں۔ پس خدا چاہتا ہے۔ کہ عملی راستی دکھاؤ تاکہ وہ تمہارے ساتھ ہو۔ رحم۔ اخلاق احسان۔ اعمال حسنہ۔ ہمدردی اور راستبازی اگر ملحوظ رکھوگے تو تمہیں معلوم ہے۔ میں بار بار یہ بتلا چکا ہوں۔ کہ سب سے اول ایسی ہی جماعت ہلاک ہوگی موسیٰ علیہ السلام کے وقت جب اسکی امت نے خدا کے حکموں کی قدر نہ کی تو باوجودیکہ موسیٰ اون میں موجود تھا۔ اگرچہ نبی بھی ہلاک کئے گئے۔ پس اگر تم بھی ایسے کروگے تو میری موجودگی کچھ کام نہ آوے گی۔

اب ہم ان لوگوں کو کہاں تک سمجھائیں۔ بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کے لئے کافی اتمام حجت ہو چکا ہے۔ حضرت یوسفؑ پر توفّی کا لفظ استعمال کریں تو اوس کے معنے موت کے ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ لفظ آوے تو اوسکے معنے موت کے ہوں۔ ساحرین موسیٰ کے لئے وہی لفظ آوے تو معنے موت کے ہوں لیکن جب مسیح پر بولا جاوے تو اوس کے معنے آسمان پر جانا کرتے ہیں یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیوینگے کیا یہی اون کی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور یہ کیسی دلیری اور شوخی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک جس کی دنیا کو ضرورت تھی۔ وہ تو تیرہ سو برس گذر رہے۔ کہ خاک میں دفن ہیں۔ اور آپ ۶۳۔ برس کی عمر میں فوت ہو جاویں۔ اور مسیح آج تک آسمان پر کوئی بتلاوے۔ کہ وہاں کیا کر رہا ہے۔ اس کا وعدہ تھا۔ کہ میں بنی اسرائیل کیطرف آیا ہوں اور کتنی قومیں بنی اسرائیل کی باقی تھیں کہ آسمان پر جا بیٹھا اور وعدہ بھی پورا نہ کیا اور پھر عقل نقل اور کتاب اللہ کے برخلاف ہے یہ سب دلائل ہیں جو کہ ایک مومن کے لئے کافی ہیں اور بجز اسکے کہ عیسیٰ کو فوت شدہ مانا جاوے اور کوئی ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو محفوظ رکھنے کا نہیں ہے۔ میں تو اس شخص سے بہت خوش ہوں کہ جسنے کتاب حیات النبی لکھی ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور پیغمبر کو زندہ کہے وہ کافر ہے کیونکہ آخر محبت کی کچھ بھی تو علامت چاہیئے۔ بعض نئے نئے لوگوں نے جو عیسائیوں میں سے اسلام میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی ہوگی کہ عیسیٰ اب تک زندہ ہے تب ہی تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہرگز یہ باور نہ کیا کہ آپ فوت ہوگئے بلکہ ایسا کہنے والے کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے آخر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر اس مسئلہ کو حل کیا کہ سب نبی فوت ہوگئے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہوگئے تب اونکو یقین آیا۔

اب عیسائیت کا اثر غالب آگیا ہے۔ اور جو محبت مسلمانوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہیئے تھی۔ وہ نہیں رہی۔ ہزاروں رسالے اور اخبار نکلتے ہیں۔ لیکن کسی نے اب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا رسالہ نہ نکالا پس اب خدا چاہتا ہے کہ آپ کی عزت کو دنیا میں قایم کرے کئی کروڑ کتب اسلام کی رد میں لکھی گئیں۔ کیا اب بھی خدا کو لازم نہ تھا کہ کوئی ذریعہ قایم کرکے آپ کی عزت کو ظاہر کرے ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی مانتے ہیں اور سب سے اشرف جانتے ہیں۔ اور ہرگز گوارا نہیں کرسکتے کہ کوئی عمدہ بات کسی اور کی طرف منسوب کیجاوے جب کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی معجزہ طلب کیا کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاویں۔ تو آپ نے فرمایا۔ سبحان ربی اور انکار کر دیا دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا آسمان پر بیجاوے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم قرآن سے کیا بالکل کتابوں سے دکھا سکتے ہیں کہ جسقدر اخلاق اور خوبیاں کل انبیاء میں تھیں۔ وہ سب کی سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔ کان فضل اللّٰہ علیک عظیما اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اگر آسمان پر جانا کوئی فضیلت ہوسکتی تھی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے کب باہر رہ سکتے تھے۔ آخر یہ لوگ پچھتاویں گے۔ کہ ان باتوں کو ہمنے کیوں نہ مانا۔ یہ لوگ ایک وار تو آنحضرتؐ کی ذات پر کرتے ہیں۔ کہ ایک معجزہ آسمان پر جانے کا لوگوں نے مانگا مگر خدا نے آپکی پروا نہ کی۔ اور عیسیٰ کو یہ عزت دی کہ اوسے آسمان پر اٹھالیا۔ اور دوسرا حملہ خود خدا پر کرتے ہیں۔ کہ اس نے اپنی قوت خلق سے مسیح کو بھی کچھ دیدی جس سے تشابہ الخلق ہوگیا۔ جواب دیتے ہیں کہ خدا نے خود مسیح کو یہ قدرت دی تھی۔ اے نادانوں۔ اگر خدائی نے تقسیم ہونا تھا۔ تو کیا اسکے حصہ گیر عیسےٰ ہی رکھے تھے۔ آنحضرت صلعم کو کیوں نہ حصہ ملا۔

اسقدر تقریر ہو چکی تھی کہ بعض جانثاروں نے بہت وقت گذر جانے کی درخواست کی۔ تاکہ آپکی طبیعت کو زیادہ صدمہ نہ ہو اور سلسلہ تقریر ختم ہو جاوے چنانچہ حضور نے دعا پر اسے ختم کیا۔ اور تشریف لے گئے ہم بھی اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ان تمام وصایا پر عمل درآمد کی توفیق عطا کرے۔ اور جو یقین اور محبت اور غیرت دینی حضرت مسیح علیہ السلام کو عطا کی ہے۔ اس میں سے ایک وافر حصہ ہمیں عطا کرے۔ آمین۔

(اڈیٹر)

مدرسہ تعلیم الاسلام کی امداد

مدرسہ تعلیم الاسلام کی امداد کے لئے کسی دوسرے مقام پر سپرنٹنڈنٹ صاحب مدرسہ کی ایک مختصر سی تحریر ہم نے چھاپی ہے جو ہمارے ناظرین کی از بس توجہ کی محتاج ہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام بظاہر احمدی قوم کی قومی انسٹیٹیوشن ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ خدا تعالےٰ کا قایم کردہ سلسلہ ہے؟ اور ضرور ہے تو یہ درسگاہ ایک عالمگیر درسگاہ ہوگی جو کل روئے زمین کے لئے وہ فلاسفر اور صوفی اور عالم پیدا کرے گی جو حقیقی اسلام پیدا کیا کرتا ہے۔ اسلئے آج اسکی حفاظت اسکی دستگیری جو ایک مٹھی جوسے ہوسکتی ہے اور جو ثواب اور اجر اس میں ہے قریب ہے کہ ایک زمانہ آجاوے جو ہزاروں لاکھوں روپیے کے دینے میں اسقدر ثواب نہ ہو۔

ہم سچ کہتے ہیں کہ اس مدرسہ کی امداد عظیم الشان دینی خدمت ہے اسکی اہمیت اسی سے ثابت ہے کہ خدا کا مرسل و مامور ان ہنگامہ شاخوں میں سے (جو خدا تعالےٰ نے اسکے سلسلہ کی اشاعت کے لئے مقرر کی ہیں) ایک شاخ کے ضروری چندہ میں سے وضع کرکے چندہ دیدینے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ پس کسقدر ضرور ہے کہ ماہوار مستقل چندہ سے مدرسہ کی مالی حالت کی اصلاح کی جاوے۔

عُلوم القرآن

نمبر ۱

اس امر سے زیادہ کیا چیز حیرت انگیز ہو سکتی ہے کہ مذہب اسلام کی روح و رواں جو کچھ کہو قرآن ہے، تاہم آجکل مسلمانوں کو جسقدر قرآن کے ساتھ بے اعتنائی ہے کسی چیز سے نہیں، عربی کے موجودہ درس میں ہر علم و فن کی کتابیں کثرت سے داخل ہیں، لیکن فن تفسیر کی صرف دو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، جلالین، اور بیضاوی، جن میں سے پہلی اسقدر مختصر ہے کہ اُس کے الفاظ و حروف .... قرآن مجید کے الفاظ و حروف کے برابر برابر ہیں، اور دوسری گوچنداں مختصر نہیں لیکن اُس کے صرف ڈہائی پارے درس میں داخل ہیں، جو کتاب کا پانچواں حصہ بھی نہیں۔

منطق و فلسفہ کی مدت تحصیل پانچ برس ہے، اور اور علوم پر بھی ایک متعدبہ زمانہ صرف ہوتا ہے لیکن قرآن مجید اور تفسیر کی تحصیل کے لئے پورا سال بھر گوارا نہیں کیا جاتا، عربی علوم و فنون کی کتابیں کثرت سے چھپ چھپ کر شائع ہو رہی ہیں اور خصوصًا فن حدیث کا سرمایہ تو اسقدر وجود میں آگیا ہے کہ اگلوں کے وہم و خیال میں بھی نہ تہا۔ لیکن قرآن مجید کے متعلق دو ایک معمولی درسی تفسیروں کے سوا، آجتک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ یہ تو ظاہری بے پروائی کی کیفیت ہے، معنوی حیثیت سے دیکھو تو اس سے بھی زیادہ افسوسناک حالت ہے، تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کا معجزہ ہونا اُسکی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہے، لیکن کیا ہمارے علما اس دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر ان سے پوچھا جائے کہ قرآن مجید کی انشا پردازی کی کیا خصوصیات ہیں؟ قرآن مجید نے، بلاغت کے کیا کیا نئے اسلوب پیدا کئے شعرائے جاہلیت نے مدح و ذم، فخر و ثنا۔ شادی و غم۔ عزم و استقلال، نیکی و رحمدی، جوش و اثر کے مضامین کو جس پایہ تک پہونچایا تہا قرآن مجید نے انہی مضامین کو کس رتبہ تک پہونچا دیا؟ تو کیا ہزاروں علما میں سے ایک بھی ان سوالوں کا معقول جواب دے سکیگا؟ ادب و بلاغت پر موقوف نہیں، فقہ۔ اصول علم کلام سب کا ماخذ قرآن مجید ہے۔ لیکن ہمارے علما خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ علوم مذکورہ کے مسائل اُنہوں نے قرآن مجید سے سیکھا ہے یا ہدایہ و تلویح و عقائد نسفی سے۔؟

یہہ شکایت نئی نہیں، تقریبًا چہ سو برس سے یہی حالت ہے، اس سے صرف یہی نہیں ہوا کہ قرآن مجید کے متعلق نئی تالیفات کا سلسلہ بند ہو گیا، بلکہ افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ قدما کی نادر اور بیش بہا تصنیفات ناپید ہو گئیں، خاص قرآن مجید کے اعجاز پر قدما نے بہت سی کتابیں لکھیں تہیں جنمیں سے آٹھ یا نو کتابوں کا تذکرہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں کیا ہے[1]، لیکن لوگوں کی بد مذاقی سے، انہیں سے صرف باقلانی کی ایک کتاب رہگئی ہے، جو اس باب میں معمولی درجے کی تصنیف ہے، اگرچہ ابوبکر عربی اسی کو احسن الکتب کا خطاب دیتے ہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شروع اسلام سے آجتک قرآن مجید کے متعلق جو کچھ علمی سرمایہ مہیا کیا گیا، اُس پر ایک مختصر ریویو کیا جائے جس سے ایک طرف تو ثابت ہوگا کہ ہمارے اسلاف نے اور علوم کی طرح اس فن کو کس قدر وسیع کیا تہا اور کیا کیا نکتہ آفرینیاں کی تہیں، دوسری طرف یہ ظاہر ہوگا کہ قدما نے گو اپنے زمانہ کے موافق تحقیقات و تدقیقات کا حق ادا کر دیا تھا، تاہم آج اور بہت سے نئے پہلوؤں سے ان مسائل پر بحث کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید جسوقت نازل ہو رہا تہا اسوقت جو لوگ موجود تہے، وہ اگرچہ اس کے مطالب و معانی کے سمجھنے میں کسی معلم یا اُستاد کے محتاج نہ تہے تاہم بعض بعض مقامات میں جہاں زیادہ اجمال ہوتا تہا یا کوئی قصہ طلب بات ہوتی تہی، لوگ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا کرتے تہے، آنحضرتؐ کے بعد فتوحات کی ترقی اور تمدن کی وسعت کی وجہ سے احکام میں نئی نئی صورتیں پیش آنے لگیں اور اس ضرورت سے قرآن مجید کی آیات احکامیہ پر غور و فکر کرنے کی ضرورت پڑی۔ صحابہ میں سے جو لوگ علم و فضل میں زیادہ ممتاز تہے انہوں نے اسطرف زیادہ توجہ کی، ان بزرگوں میں سے حضرت علی سب کے پیشرو تہے، ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری کا درجہ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کے حلقۂ درس نے نہایت وسعت حاصل کی، اور سیکڑوں ہزاروں شاگرد ہوئے، انمیں سے مجاہد۔ عطا بن رباح۔ عکرمہ۔ سعید بن جبیر سب سے ممتاز تہے، ان بزرگوں کے سوا جن لوگوں نے فن تفسیر پر توجہ کی وہ حسن بصری۔ عطار بن سلمۃ خراسانی۔ محمد بن کعب القرظی۔ ابو العالیہ۔ ضحاک بن مزاحم قتادہ زید بن اسلم ابو مالک وغیرہ ہیں غالبًا سب سے پہلے اس فن کی ابتدا کی وہ سعید بن جبیر تہے، عبدالملک بن مروان نے ان سے تفسیر لکہنے کی درخواست کی، چنانچہ اُنہوں نے اسکی فرمائیش کے موافق تفسیر لکھکر دربار خلافت میں بہیجی اور اس کا نتیجہ دفتر شاہی میں داخل کیا گیا، عطار بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ درحقیقت یہی تفسیر[2] ہے۔

اس طبقہ کے بعد ائمہ مجتہدین اور اون کے معاصرین مثلاً سفیان بن عیینہ۔ شعبہ، یزید بن ہارون عبدالرزاق ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے تفسیریں لکھیں، اسکے بعد عام رواج ہو گیا اور سینکڑوں ہزاروں تفسیریں تصنیف ہو گئیں اور ہوتی رہیں تفسیر کے علاوہ قرآن مجید کے خاص خاص مباحث پر جداگانہ اور مستقل تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا اور یہہ سلسلہ تفسیر سے بھی زیادہ مفید تہا، کسی نے صرف مسائل فقہیہ پر بحث کی، کسی نے اسباب نزول پر کتاب لکھی، کسی نے صرف اون الفاظ کو جمع کیا جو غیر زبان کے الفاظ ہیں۔ کسی نے امثال قرآنی کو یکجا کیا، کسی نے آیات مکررہ کے نکات بیان کئے، اس قسم کے مضامین کی تعداد ۸۰ کے قریب پہونچی اور قریبًا ہر ایک پر الگ الگ مستقل تصنیفیں لکھی گئیں[3]، ان مضامین میں سے بعض بعض پر تمام بڑے بڑے ائمہ فن نے طبع آزمائیاں کیں اور ہزاروں کتابیں طیار ہو گئیں۔

یہہ تصنیفات اگرچہ بیشمار ہیں لیکن ان سب کو چہ قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) فقہی۔ جسمیں صرف اُن آیتوں کو یکجا کیا ہے جن سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے مثلاً احکام القرآن اسمٰعیل بن اسحاق۔ احکام القرآن ابوبکر رازی، احکام القرآن قاضی یحیی بن اکثم۔

(۲) ادبی۔ ان تصنیفات میں قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجز اور بے نظیر ہونا ثابت کیا ہے، اسی سلسلہ میں وہ تصنیفات بھی داخل ہیں جو قرآن مجید کی حقیقۃ و مجاز، تشبیہات و استعارات، تکرارات، وجوہ ترتیب، صنائع و بدائع، وغیرہ وغیرہ پر لکھی گئی ہیں۔

(۳) تاریخی۔ قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور اور بزرگوں کے جو قصے مذکور ہیں انکی تفصیل اور مزید حالات۔

(۴) نحوی جسمیں قرآن مجید کے نحوی مسائل سے بحث کی ہے۔ مثلاً اعراب القرآن رازی وغیرہ۔

(۵) لغوی۔ یعنی قرآن مجید کے الفاظ مفردہ کے معانی اور انکی تحقیق۔ مثلاً لغات القرآن ابو عبیدہ وغیرہ۔

(۶) کلامی۔ جن آیتوں سے عقائد کے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اُن پر بحث ان مضامین سے فقہی مباحث پر جو کچھ لکھا گیا اسپر اضافہ کی بہت کم گنجائیش ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس بحث پر بڑے بڑے ائمہ فن نے طبع آزمائیاں کیں اور چونکہ شروع ہی سے ان مسائل کے متعلق الگ الگ فرقے بن گئے تہے، کسی فریق نے تدقیق کا دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ امام شافعی، قاضی یحیی بن اکثم (استاد ترمذی) ابوبکر رازی، جس پایہ کے لوگ تہے سب کو معلوم ہے، ابوبکر رازی کی تصنیف آج بھی موجود ہے اور ہماری نظر سے گذر چکی ہے، اسی طرح لغات قرآن اور مسائل نحویہ پر جو کچھ لکھا گیا اس سے بڑھ کر نہیں لکھا جا سکتا۔

فصاحت و بلاغت کے متعلق نہایت کثرت سے کتابیں لکھی گئیں، جو اعجاز القرآن کے نام سے مشہور ہیں، ان میں فصاحت و بلاغت کے تمام اقسام سے بحث کی ہے، سب سے پہلے غالبًا جاحظ المتوفی ۲۵۵ھ نے اس موضوع پر لکھا، پھر محمد بن یزید واسطی۔ عبدالقادر جرجانی، رمانی خطابی۔ زملکانی، امام رازی۔ ابن سراقہ قاضی ابوبکر باقلانی نے بسیط اور مفصل کتابیں لکھیں، یہ کتابیں آج بالکل ناپید ہیں۔ میں نے قسطنطنیہ اور مصر کے تمام کتب خانے دیکھے لیکن ایک کتاب کا بھی پتہ نہ لگا۔ البتہ قاضی باقلانی کی تصنیف موجود ہے، جسکا نسخہ میں نے خدیو کے کتب خانہ سے لکھوا کر منگوایا تہا اور اب وہ چھپ بھی گئی ہے اس کتاب کی نسبت ابن العربی کا قول ہے کہ اس بحث پر کوئی کتاب اسدرجہ کی تصنیف نہیں ہوئی، ابن العربی کی رائے پر اگر اعتماد کیا جائے تو اسلاف کی علمی حالت پر سخت افسوس ہوگا کیونکہ باقلانی کی کتاب گو انشا پردازی کے لحاظ سے بلند رتبہ ہے بلکہ اصل مضمون کی حیثیت سے محض ایک املا یا خدشہ تصنیف ہے۔

عبدالقاہر جرجانی جو فن بلاغت کا موجد ہے اسکی اعجاز القرآن ہم نے نہیں دیکھی لیکن اس کی دو کتابیں دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ جو خاص فن بلاغت میں ہیں ہمارے پیش نظر ہیں، ان کتابوں میں اس نے جو نکتہ آفرینیاں کی ہیں، وہ حیرت انگیز ہیں اور اس لئے قیاس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید پر اس نے جو کچھ لکھا ہوگا بیش بہا ہوگا اسی طرح جاحظ کی تصنیف بھی بے نظیر ہوگی، لیکن چونکہ پانچ چہ سو برس سے قوم کا علمی مذاق بالکل پست ہو گیا ہے اس لئے لوگ ابن العربی، باقلانی ہی کی تصنیف کو بہترین تصانیف قرار دیتے ہیں۔

اعجاز القرآن کے سلسلہ کے علاوہ اور بہت سی تصنیفات ہیں جن میں انشا پردازی کی خاص خاص قسموں سے بحث کی ہے مثلاً ابن ابی الاصبع نے قرآن مجید کی صنائع و بدائع پر مستقل کتاب لکھی، عز الدین بن عبدالسلام نے قرآن کے محاسن ... کو یکجا کیا، ابوالحسن ماوردی نے قرآن کی ضرب المثلیں جمع کیں اور اون کی خوبیاں دکھائیں، علامہ سیوطی نے سورتوں کے طریق ابتدا میں ایک رسالہ لکھا جسکا نام الخواطر السوانح فی اسرار الفواتح ہے، ابن القیم نے کتاب التبیان اس بحث پر لکھی کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کثرت

---

[1] دیکھو اتقان فی علوم القرآن کا دیباچہ۔

[2] حاشیہ لہ یہ تفصیل میزان الاعتدال ذہبی تذکرۂ عطاء بن دینار سے ماخوذ ہے۔

سے قسمیں کیوں کہائی ہیں۔

قصص اور حقائق اشیاء کے متعلق تصنیفات کا جو سرمایہ ہے وہ درحقیقت شرم کا باعث ہے اور افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ تفسیر کے اجزاء میں سے جو حصہ سب سے زیادہ عوام میں مقبول اور متداول ہے، اور سلسلہ بہ سلسلہ تمام اسلامی لٹریچر میں سرایت کر گیا ہے، وہ یہی حصہ ہے، انبیاء اور صلحاء سابقین کو افسانے جو یہودیوں میں پھیلے ہوئے تھے، وہ نہایت مبالغہ آمیز اور دور از کار تھے، قرآن مجید میں نہایت اجمال کے ساتھ صرف اُن واقعات کو بیان کیا گیا جو فی نفسہ صحیح تھے، اور جن سے طبائع پر کوئی اخلاقی عمدہ اثر پڑتا تھا، ہمارے مفسروں نے قرآن مجید کو ایک متن قرار دیا اور اس کی شرح میں وہ تمام بیہودہ افسانے شامل کر دیئے جن کے سامنے بوستان خیال کی بھی کچھ حقیقت نہیں، حقائق اشیاء کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور تھا، اوس کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا، چاہ بابل، کوہ قاف سکندر ذوالقرنین یاجوج ماجوج وغیرہ وغیرہ کی نسبت جو روایتیں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں، وہ انہیں تفسیروں کی بدولت ہیں، علامہ ابن خلدون نے اس کے متعلق مقدمۂ تاریخ میں نہایت محققانہ مضمون لکھا ہے ہم اس کی عبارت اس موقع پر بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔

وقد جمع المتقدمون فی ذالك...... الا ان کتبهم ومنقولاتهم تشتمل علی الغث والسمین والمقبول والمردود والسبب فی ذالك ان العرب لم یکونوا اهل کتاب ولا علم وانما غلبت علیهم البداوة والامیة واذا تشوقوا الی معرفة شیٔ مما تتشوق الیه النفوس البشریة فی اسباب المکونات وبدء الخلیقة واسرار الوجود فانما یسألون عنه اهل الکتاب قبلهم ویستفیدونه منهم وهم اهل التوراة من الیهود ومن تبع دینهم من النصاری واهل التوراة الذین بین العرب یومئذ بادیة ولا یعرفون من ذالك الا ما تعرفه العامة من اهل الکتاب فلما اسلموا بقوا علی ما کان عندهم مما لا تعلق له بالاحکام التی یحتاطون لها مثل اخبار بدء الخلیقة وما یرجع الی الحدثان والملاحم وامثال ذلك وهولاء مثل کعب الاحبار ووهب بن منبه وعبد الله بن سلام وامثالهم فامتلأت التفاسیر من المنقولات عندهم وتساهل المفسرون فی مثل ذلك وملؤا کتب التفسیر من هذه المنقولات واصلها کما قلنا عن اهل التوراة الذین یسکنون البادیة ولا تحقیق عندهم بمعرفة ما ینقلونه من ذالك الا انهم بعد صیتهم وعظمت اقدارهم لما کانوا علیه من المقامات فی الدین والملة فتلقیت بالقبول من یومئذ[1]

ترجمہ:- اور اس باب میں متقدمین نے بڑا ذخیرہ جمع کیا لیکن ان کی تصنیفات اور روایتوں میں نیک و بد، مقبول و مردود، سب کچھ شامل ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھے پڑھے نہ تھے، اور اُن کے اوپر بالکل بدویت و جہالت غالب تھی اور جب اون کو اشیاء کی دریافت کا شوق ہوتا تھا جو طبایع بشری کا اقتضاء ہے مثلاً آفرینش عالم کے اسباب، دنیا کی ابتداء وجود کے اسرار، تو ان باتوں کو وہ لوگ یہودیوں سے دریافت کرتے تھے یا اون عیسائیوں سے جو یہودیوں کے مقلد تھے اور اس زمانہ کے یہود ایسے ہی جاہل تھے جیسے بادیہ نشین عرب، ان کو صرف وہی معلومات تھی، جو عوام اہل کتاب کو ہوتی ہیں پھر جب یہ لوگ اسلام لائے تو ان امور کے متعلق جو احکام شرعی سے تعلق نہیں رکھتے تھے مثلاً دنیا کا آغاز، واقعات قدیمہ، اور قصص انبیاء، اون کے خیالات وہی رہے جو پہلے سے تھے، ان اسلام لانے والوں میں کعب احبار۔ وہب بن منبہ عبداللہ بن سلام وغیرہ تھے، اس لئے تمام تفسیریں ان کی روایتوں سے بھر گئیں، اور اس قسم کے امور میں مفسرین سہل انکاری کرتے ہیں، اس لئے ان لوگوں نے تفسیر کی کتابوں کو انہی روایتوں سے بھر دیا اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان روایتوں کا ماخذ وہی توراۃ والے تھے جو صحرا نشین تھے اور ان کو ان روایتوں کے متعلق کچھ تحقیق حاصل نہ تھی لیکن چونکہ مذہباً ان لوگوں کا پایہ بلند تھا اور قوم میں ان کو شہرت اور عظمت حاصل تھی اسلئے وہ روایتیں قبول عام پا گئیں علامہ ابن خلدون نے جو کچھ لکھا محدثانہ تحقیق بھی تمامتر اسی کی تائید کرتی ہے، انبیاء سابقین اور زمین و آسمان وغیرہ کی آفرینش کے متعلق جو کچھ تفسیروں میں مذکور ہے، وہ عموماً قدماء مفسرین سے ماخوذ ہے، یعنی مجاہد، سدی، ضحاک، مقاتل بن سلیمان کلبی۔ ان میں سے تین مقدم الذکر نے صحابہ کا زمانہ پایا تھا، اور ان سے روایتیں حاصل کی تھیں، مقاتل نے ۱۵۰ھ ہجری میں وفات پائی کلبی بھی اسی دور کے مفسر ہیں، نقلی مضامین کے متعلق آج جسقدر تفسیریں ہیں سب انہی بزرگوں سے ماخوذ ہیں، امام شافعی کا قول ہے کہ فن تفسیر میں تمام لوگ مقاتل کے وظیفہ خوار ہیں، سدی کی نسبت جلال الدین سیوطی نے کتاب الارشاد سے نقل کیا ہے کہ امثل التفاسیر تفسیر السدی یعنی تمام تفسیروں میں سدی کی تفسیر سب سے اچھی ہے، امام طبری کی تفسیر کے متعلق تمام علما کا اتفاق ہے کہ صحت و تنقید میں لاجواب ہے، لیکن یہ تفسیر بھی زیادہ تر سدی اور ضحاک سے ماخوذ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے اتقان باب ہشتاد ہم میں تصریح کی ہے۔

ان بزرگوں کا یہ حال ہے کہ مجاہد کی تفسیر کی نسبت جب لوگوں نے امام اعمش سے دریافت کیا کہ اس میں غلطیاں کیوں پائی جاتی ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے، ضحاک کی نسبت محدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن عباس اور ابو ہریرہ وغیرہ سے انہوں نے جو روایتیں کی ہیں سب مخدوش ہیں یعنی انکی صحت میں کلام ہے، اسکے ساتھ یحییٰ بن سعید قطان نے جو اسماء الرجال کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ ضحاک میرے نزدیک ضعیف الروایت ہیں، سدی کا یہ حال ہے کہ امام شعبی سے کسی نے کہا کہ سدی کو قرآن کے علم کا حصہ ملا ہے، مقاتل کی نسبت وکیع کا قول ہے کہ کذاب تھا، محدث نسائی فرماتے ہیں کہ مقاتل جھوٹ بولا کرتا تھا، عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ مقاتل کی تفسیر بہت اچھی تھی کاش وہ ثقہ بھی ہوتا، جوزجانی نے لکھا ہے کہ مقاتل نہایت دلیر دجال تھا، محدث ابن حبان نے لکھا ہے کہ مقاتل قرآن مجید کے متعلق یہود و نصاریٰ سے وہ باتیں سیکھا کرتا تھا جو ان کی روایتوں کے مطابق ہوتی تھیں، کلبی کی نسبت تو عام اتفاق ہے، کہ انکی تفسیر دیکھنے کے قابل نہیں، امام احمد بن حنبل، دارقطنی، امام بخاری، جوزجانی، ابن معین سب نے تصریح کی ہے کہ وہ ناقابل اعتبار تھا، ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی کا کذب و دروغ اسقدر ظاہر ہے کہ اس میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں[2] ایک ضمنی تذکرہ میں ان بزرگوں کے اسقدر پردہ دری شاید موزوں نہ تھی، لیکن ان لوگوں نے اسلام کو جسقدر نقصان پہونچایا ہے اسکا کم سے کم یہی صلہ تھا، انہی حضرات کی روایتیں ہیں جن سے تفسیر کبیر، کشاف، بیضاوی اور اور سیکڑوں ہزاروں کتابیں مالامال ہیں، مسلمانوں میں آج جو عجائب پرستی، زود اعتقادی اور غلط خیالی ایک خاصہ بن گئی ہے انہی کی روایات اور منقولات کی بدولت ہے۔

(الندوة)

حاشیہ:- [1] مقدمہ ابن خلدون باب علوم القرآن۔
[2] میزان الاعتدال ذہبی۔

[3] ان لوگوں کے یہ اقوال میزان الاعتدال ذہبی سے ماخوذ ہیں۔

تفسیر القرآن دوسرا پارہ

تفسیر القرآن کے دوسرے پارہ کی تکمیل اور اشاعت کے متعلق مجھے کئی مرتبہ اعلان کرنا پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں نے جب جب اسکے متعلق اشتہار دیا ہے مجھے اس کی تکمیل کا پورا خیال ہی رہا لیکن قدرتی طور پر ایسے اسباب پیش آ گئے ہیں کہ میں اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور مجھے اپنے معزز ناظرین سے شرمندہ ہونا پڑا تاہم یہ امر میرے لئے ہمیشہ فکر کا موجب ہی رہا اور میری دلی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اس خدمت قرآن کریم کے باعث فخر و نجات کام کو سر انجام دوں۔ جہانتک میری طاقت اور حق سعی ہے اسکے لحاظ سے میں آجکل تفسیر القرآن کے دوسرے پارہ کی تکمیل کے کام میں مصروف ہوں میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زیادہ سے زیادہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء تک اس کام سے بالکل فارغ ہو جاؤں گا۔ کاتب لکھ رہا ہے اور پریس چھاپ رہا ہے۔ ساری توفیقیں چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اسلئے اس کی تائید و توفیق کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ پس وہ لوگ جو تفسیر القرآن کے از حد مشتاق اور منتظر ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرماوے۔ مجھے اس امر کے اظہار کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ یہ پارہ اپنی جدید طرز بیان اور طریق ترتیب میں کیسا ہوگا کیونکہ ایک بڑا حصہ اسکا ناظرین کے پاس پہونچ چکا ہے۔ اس پارہ کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ ساتھ ہی باقی سلسلہ کا تیسرا نمبر چھپنا شروع ہو جاویگا کیونکہ اسکا مسودہ طیار ہے اور حضرت حکیم الامۃ اسے عرصہ ہوا دیکھ چکے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مینے اتنی ترمیم کر دینی مناسب سمجھی ہے کہ اسکی تقطیع ۱۷×۲۷ کے نصف کی بجا ۲۲×۲۹ کے ⅛ کے برابر کر دونگا اور بجائے دو جز کے اڑھائی جزو کر دیا جاوے گا انشاء اللہ العزیز۔

مرتب تفسیر القرآن

ایک نظر ادھر بھی

قرض

کسی سے قرض لینا گویا اس سے محبت قطع کرنا ہے قرضدار قرض خواہ کی نظروں مین ذلیل و حقیر معلوم ہوتا ہے اور کبھی کبھی قرضدار کو قرض خواہ کی زبان سے تحقیر کرنیوالے کلمات سننے پڑتے ہین مگر اس کا جواب دینے سے صرف اس وجہ سے معذور ہو جاتا ہے کہ قرضدار ہے اور خاموشی کو اپنی پشت پناہ سمجھتا ہے بازارون مین قرضدار آزادی کے ساتھ نہین جا سکتا نہ کہین میلون ٹھیلون مین اطمینان کے ساتھ سیر کر سکتا ہے کیونکہ ہر وقت اسے یہی کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہین میرا قرضخواہ نہ مل جائے اور چار دوستون کے سامنے ذلیل نہ کردے قرض دار کی حالت نہایت قابل رحم ہوتی ہے جن دوستون کے یہان روزمرہ آمد و رفت رہتی ہے دلچسپ جلسے ہوا کرتے ہین قرض داران صحبتون سے لطف نہین اٹھا سکتا۔ کیونکہ اوسے خیال ہوتا ہے کہ کہین میرا قرض خواہ اس رنگین طبیعت دوست کا دوست نہ ہو اور اگر اوس نے میری قرضداری کا معاملہ اس سے کہدیا ہوگا تو بہرے جلسہ مین ذلت اٹھانا ہوگی منہ پر عرق آجائیگا ساری شیخی کرکری ہو جائیگی پہر ان لوگون کو کبھی منہ دکہانیکے قابل نہ رہونگا۔ اس لئے قرضدار اکثر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے ملنے جلنے سے تنفر ظاہر کرتا ہے اور اپنے مکان پر بھی کسی دوست سے ملاقات کرنا اس کو اچھا معلوم نہین ہوتا اپنے نوکرون سے وہ کہدیتا ہے کہ دیکھو اگر کوئی شخص ہماری ملاقات کو آئے تو یہ کہدینا کہ میان اس وقت مکان مین موجود نہین ہین قرضدار تنہائی مین بیٹھ کر بھی کوئی مفید کام کر نہین سکتا۔ کیونکہ وہ ہر وقت دل ہی دل مین خیالی پلاؤ قرضہ کے ادا کرنے کے واسطے دل مین پکایا کرتا ہے اکثر لوگون کو ایسے ہی ایسے افکار مین مبتلا ہوکر سل و دق کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے اور اپنی تندرستی سے ہاتھ دہو بیٹھتے ہین اور قرضہ کا بوجھ اپنے لواحقین پر دھر جاتے ہین۔ قرضدار دروغگوئی کا بھی عادی ہو جاتا ہے۔ جب ایک قرض دار آکر تقاضا کرتا ہے تو اس سے وعدہ کرتا ہے کہ ۱۵ تاریخ کو تمہارا قرضہ ادا کر دونگا جس سے قرض خواہ کے دل کو کچھ اطمینان ہو جاتا ہے مگر جب مہینہ کی ۱۵ آتی ہے تو قرضدار مکان پر موجود نہیں ہوتا۔ بلکہ اندر ہی سے بیٹھے بیٹھے حیلے حوالے کر دیتا ہے کبھی مکان پر موجود ہی نہیں ہوتا۔ اگر کبھی اتفاق سے موجود بھی ہوتا ہے تو بیمار بن جاتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مین باہر آنے سے معذور ہون قرض خواہ مایوس ہوکر چلا جاتا ہے۔ قرضدار اکثر ضروری کامون کے لئے پوشیدہ راستون سے بازار جاتا ہے اگر اتفاق سے کوئی قرض خواہ اسی راستہ مین دور سے نظر پڑگیا تو فوراً قرض دار کا منہ زرد پڑ جاتا ہے جسم پر پسینہ آنے لگتا ہے قلب کی حرکت تیز ہو جاتی ہے چلنے مین پیر لڑکھڑانے لگتے ہین ہاتھ اور پیرون کی انگلیان ٹھنڈی ہو جاتی ہین ہوش و خرد باختہ ہو جاتے ہین جب خدا خدا کرکے قرض خواہ قریب آجاتا ہے تو قرض دار قبل اس کے کہ قرض خواہ کوئی لفظ منہ سے نکالے بڑی متانت سے سلام کرتا ہے اور خوب لمبے چوڑے جملون سے مزاج پرسی کرتا ہے اور دریافت کرتا ہے کیون جناب بتلائیے تو سہی کہ آپ کا کیا ارشاد ہے مجھے تو یاد نہین رہا ورنہ مین کبھی کو معاملہ صاف کر دیتا سب حساب کیا ہوا رکہا ہے صرف نقد ادا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے معاملہ تعویق مین پڑگیا اور یہ کہکر کہ انشاءاللہ پہر ملاقات ہوگی۔ فوراً نظرون سے اوجہل ہو جاتا ہے۔ قرض خواہ کو اتنا موقع نہین دیتا کہ وہ کوئی لفظ تقاضا کا زبان سے نکالے بعض قرضخواہ خصوصاً مہاجن بڑے بیباک ہوتے ہین عدالت مین رجوع کر دیتے ہین تو پہر قرضدار کا اعتبار گورنمنٹ کے سامنے سے بھی جاتا رہتا ہے۔ خدا قرض سے پناہ مین رکھے ماحصل کلام یہ ہے کہ قرضدار کے دل کو کسی وقت اطمینان نہین رہتا وہ ہر وقت پریشانی کے عالم مین بدحواس سا رہتا ہے زندگی اس کے سر پر صرف ایک بعدا بار ہوتی ہے نہ کوئی فصل کا میوہ اسے بہلا معلوم ہوتا ہے نہ کسی کہانے مین مزہ آتا ہے بلکہ اصل یو اگھیے تو اسکی قوت ذائقہ ہی تشریف لے جاتی ہے قرض دار کی طبیعت دربوک ہو جاتی ہے ذرا سے کھٹکے پر اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے نتیجہ اس ساری تحریر کا یہ ہے کہ قرض دار مخلوق خدا کی نظرون مین ذلیل حقیر مفلس قاطع محبت دروغگو بے شرم ثابت ہوتا ہے رب العالمین اس مہلک مرض سے ہر شخص کو بچائے۔

(سول اینڈ ملٹری نیوز)

آرمینیا کی مسلمان کردی عورتین

اخبار لٹریری ڈائی جیسٹ رقمطراز ہے کہ شہر دینا مین ایک لیڈی ڈاکٹر مسمی مارگریٹ نے آرمینیا کی مسلمان کردی عورتون کی حالت پر ایک لیکچر دیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ کردون کی اکثر چیزین عورتون کی بنائی ہوئی ہین۔ عورتین ہی دور دور دراز سفر پر جاکے ریشم کے کیڑے جمع کرتی ہین۔ سوت کاتتی ہین۔ اور کپڑون کے رنگنے مین بڑی مشاق ہوتی ہین۔ وہی جنگلون مین جاکر مختلف رنگ تیار کرنیکے لئے پہول لاتی ہین۔ ان باتون سے مرد محض ناواقف ہین۔ ان عورتون مین ورزش جسمانی پائی نہین جاتی ہے۔ ان کے مردون کا یہ کام ہے کہ وہ جنگل سے لکڑیان کاٹ کر لاتے ہین اور ان کے فروخت سے اپنا پیٹ پالتے ہین یہ غریبون کے اہل و عیال کی حالت بہت خراب ہے جنکی عمر فاقہ کشی مین گذرتی ہے باوجود اس غربت کے وہ اپنے بچون کی بڑی پرداخت کرتے ہین۔ والدین اپنی لڑکیون سے بڑی محبت رکھتے ہین۔ اور انکی نسبت یہ اون کا عام مقولہ ہے کہ لڑکیان گلاب کی کلیان ہین جو بغیر کامل غور و پرداخت کے ہرگز نشو و نما نہین کر سکتی ہین۔ اس قوم کے مرد اپنی بہنون کے ساتھ بڑی محبت کرتے ہین اور ہمیشہ ان کے معین اور مددگار رہتے ہین۔ جب ان کی لڑکیون کی شادی ہوتی ہے۔ تو اس کے اخراجات کا کل بار نوشاہ کی گردن پر پڑتا ہے۔ دولہن کے کپڑے دولہا ہی بنواتا ہے۔ گھر مین بیوی یا بیوی کی مان کا پورا اختیار ہوتا ہے۔ اور تمام گھر کے آدمیون کو اسکی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ یہ لیڈی ڈاکٹر مسلمان کردی عورتون کی نسبت بیان کرتی ہے کہ وہ بڑی بہادر ہین آلات حرب کا استعمال خوب جانتی ہین گھوڑے کی سواری مین شہسوار ہین۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتی ہین تو اپنے بچے کو پیٹھ سے باندھ لیتی ہین۔ فن شہسواری مین وہ ایسی کامل ہین کہ بڑے بڑے ماہر فن سواران کے آگے کان پکڑتے ہین۔ باوجود امور خانہ داری مین مصروف رہنے کے وہ اپنے مردون کی قوت بازو ہین۔ اتفاقاً جب کوئی عورت چورون کے نرغہ مین گھر جاتی ہے تو وہ بڑی جوانمردی کے ساتھ ان سے مقابلہ کرتی ہے۔ ان مردون کو بڑی نظر حقارت سے دیکھتی ہین جو میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بہاگ گئے ہین۔ جب کوئی مرد کسی کنواری لڑکی سے شادی کی درخواست کرتا ہے تو لڑکی یہ سوال کرتی ہے کہ تم نے کتنے قافلے لوٹے اور کتنے گھوڑے اور ہتیار چھینے ہین۔

طبعی حکمائے یورپ معجزہ پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلعم

حکمائے یورپ کی دقیق تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ اجسام طبعیہ و موالید ارضی خصوصاً جمادات وغیرہ مین یہ خاصیت ہے کہ انسانی کردار و حیوانات کے حرکات و آواز جو ان کے متصل و اندر واقع ہو رہے ہین وہ انہین خود بخود منقش ہوتے رہتے ہین مثلاً سنگ خارا وغیرہ جو کہ تراشے جاتے ہین اور اونچی اونچی عمارتین کہ بنائی جاتی ہین اور گھرون مین جو کچھ ہوتا ہے از قسم موت و حیات و بیماری و تندرستی اور شادی اور دعوت کے جلسے اور فسق و فجور و عبادات اور آپس کی گفتگو وغیرہ وغیرہ جو واقعات لحظہ بلحظہ ہوتے رہتے ہین وہ سب ان مکانات کی در و دیوار مین منقش ہو جاتے ہین پیغمبر خدا علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے جسکی تصدیق خداوند تعالےٰ نے حکمائے یورپ سے کرائی ہے کیونکہ حکمائے یورپ پر جو راز اب بذریعہ آلات و اسباب کہلا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو تیرہ سو سال قبل ازین بذریعہ وحی خدا ظاہر فرما گئے ہین۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس مقام پر کسی شخص نے کوئی نیک کام کیا وہ مقام اوس کے لئے قیامت کو شافع ہوگا یعنے اوس کے نیک کام کا گواہ ہے گا اور جس مقام پر کسی نے کوئی بدکام کیا وہ مقام اوس کے لئے دوزخ کا طلبگار ہوگا۔ (کیونکہ امکنہ مین افعال و اقوال بطور گواہ نقش رہتے ہین) اسی پر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ جس مقام پر کسی شخص سے کوئی بدی سرزد ہو جاوے وہان نیکی کرکے اوس کا تدارک کرلے۔

امداد مدرسہ تعلیم الاسلام

اس وقت مدرسہ کی حالت ازحد محتاج امداد ہے۔ اس واسطے بخدمت جمیع برادران عرض ہے کہ مدرسہ کا جو چندہ کسی صاحب کے نام بقایا ہو وہ جلد ارسال فرمادین۔ اور علاوہ اس کے گذشت عطیہ سے مدد دین۔

حضرت کا حکم ہے کہ سب احمدی ممبر مدرسہ کا چندہ دین اور جو نہ دے سکین وہ اپنے لنگر کے چندے کا چوتہا حصہ کاٹ کر مدرسہ مین دیدین بہرحال مدرسہ کا چندہ حسب الحکم حضرت ضروری ہے۔ یاد رہے۔ کہ تمام چندے بنام مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام روانہ کرنے چاہئین۔ حضرت کے نام یا دار تعلیمون کیونکہ اسمین حضرت کو تکلیف ہے اور کسی خاص شخص کے نام بھی نہون۔ والسلام

محمد صادق عفی اللہ عنہ قائم مقام ڈائرکٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔

مرآۃ الجہاد

اس نام کی ایک دلچسپ عجیب در جامع کتاب مسئلہ جہاد پر جو کہ الحکم مین چہپ رہی ہے اس کے مؤلف ہمارے مکرم بہائی سید وزارت حسین صاحب مونگیری ہین سید صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ مسئلہ جہاد کے مختلف پہلوؤن پر سیر کن بحث کی ہے اور اس مسئلہ پر جسقدر اعتراض مخالفون نے کئے ہین ان کے جواب قابلیت کے ساتھ دئے گئے ہین خصوصاً سید شاہ لیکہرام آریہ مقتول کے رسالہ جہاد کا دندان شکن جواب ہے ہم اگلی اشاعت مین اس کتاب کے مضامین کی مختصر سی فہرست دینگے انشاءاللہ العزیز) ۲۱۶ صفحہ یہ کتاب چہپ چکی ہے اور ۲۴ صفحہ تک پریس مین جا چکی ہے ابھی ستفرق نام ارتب ہے فی الحال ہم اسکی قیمت کے متعلق کچھ نہین کہہ سکتے مگر کتاب اس قابل ہے کہ اسکی کثرت کے ساتھ اشاعت ہو۔ درخواستین دفتر الحکم مین آنی چاہئین تاکہ کتاب کے شائع ہونے پر خریداروں کو جلد بہیجدی جاوے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

(ایک فیصلہ حضرت حکم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے)

پنڈی میں احباب میں اس امر پر اختلاف تھا کہ بعد نماز جمعہ مسجد سے چلے جانا چاہئے اور مسجد میں بیٹھ کر اخبارات وغیرہ کا سننا یا سنانا اور دوسرے قومی کام نہ کرنے چاہئیں۔ اس پر انہوں نے صحیح حکم کیلئے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سے رجوع کیا یہ دلچسپ اور مفید خط و کتابت قابل دید ہے اسلئے ہم اسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

خلاصہ خط جماعت راولپنڈی۔ بنام مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ

راولپنڈی میں بعد نماز جمعہ چند احمدی بھائی اسی جگہ بیٹھ کر مسائل پر بحث وغیرہ کرتے ہیں اکثر ہفتہ کے بعد ان کو یہ موقع ملتا ہے کہ مل کر بیٹھیں اور اپنی جماعت اور حضرت صاحب کے حالات ایک دوسرے سے دریافت کرنے کا موقع ملتا ہے لیکن ایک بھائی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں بعد نماز جمعہ فانتشروا فی الارض کا حکم ہے اور یہ صیغہ امر ہے پس کیا باہم بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

اس پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مندرجہ ذیل ریمارک کر کے برادرم مفتی محمد صادق صاحب کے پاس بھیجا

برادرم مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط آپ غور سے پڑھ لیں حضرت حجۃ اللہ کے حضور پیش کر کے ان ہی کی طرف سے اس پر جو رائے ہو لکھ دیں میرے نزدیک خفیف سی بات پر لوگ نزاع پیدا کرتے ہیں یہ بڑے عیب کی بات ہے اور تفرقہ جماعت کا موجب ہے ہر شخص اپنی جگہ مجتہد بن بیٹھتا ہے جمعہ کے بعد مسجد میں صلاح اور مشورہ نیک کیلئے بیٹھنا کوئی گناہ کی بات نہیں مسلمانوں کی انجمن ہی مسجد کا مقام ہے۔۔۔۔ خدا کا حکم فانتشروا فی الارض ایک غلطی کے ازالہ کیلئے ہے اور اجازت کی غرض سے ہے ہر متنفس کیلئے وجوبی نہیں۔ والسلام

خاکسار عبدالکریم

اس پر برادرم مفتی صاحب نے مندرجہ ذیل عریضہ حضرت امام علیہ السلام کے حضور بھیجا مع اصل خط

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہود السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

احباب راولپنڈی میں ایک اختلاف ہوا ہے کہ بعد نماز جمعہ مسجد میں اسی جگہ بیٹھ کر برادران احمدیہ کا باہم ملاقات کرنا۔ مسائل دینیہ پر بحث کرنا۔ اپنی جماعت سے متعلق کتب اخبارات وغیرہ سننا یا سنانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک فریق کہتا ہے کہ ایسا کرنا فانتشروا فی الارض کے حکم کی مخالفت ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ دینی اغراض کیلئے بیٹھنا جائز ہے والسلام۔ عاجز محمد صادق ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء

حضرت حکم کا فیصلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایسی بحث غلط فہمی سے ہے اصل بات یہ ہے کہ اغراض صحیحہ دینیہ کے لئے بعد نماز مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ثابت ہے اور یہ حکم بطور رخصت ہے نہ بطور فرض کے۔ چونکہ عیسائیوں کی تعطیل کے دنوں میں قطعاً بیکاری فرض تھی وہ اپنی دکانیں بند رکھتے تھے اس کے رد کیلئے یہ حکم ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ تمہیں حرام نہیں ہے کہ بعد نماز جمعہ سارا دن بیکار رہو۔ البتہ بانگ نماز سنتے ہی مسجد میں حاضر ہو جاؤ اور پھر تمہیں رخصت ہے کہ اپنی تجارت وغیرہ میں مشغول ہو جاؤ۔ یہ ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ یہ حکم ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ پس کلوا واشربوا سے یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے روزہ بھی نہ رکھو اور ہمیشہ کھاتے پیتے رہو۔ غرض یہ حکم اہل کتاب کے رد میں ہے اور اس سے اصل مطلب رخصت ہے نہ فرضیت جیسا کہ سنت سے ظاہر ہے والسلام

مرزا غلام احمد

ایڈیٹر۔ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور جو مشورے قادیان میں مدرسہ یا میگزین وغیرہ کے متعلقہ امور کیلئے ہوں ہمیشہ بعد نماز مسجد ہی میں ہوتی رہی ہیں۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۱ اکتوبر کا دن ساکنان دارالامان کیلئے یوم عید سے کم نہ تھا جبکہ انہیں اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دارالامان میں واپسی کی خبر ملی۔ اس تاریخ کو اعلیٰ حضرت بعد دوپہر دارالامان پہنچے + ایڈیٹر الحکم نے اس موقع پر الحکم کا ایک خاص پرچہ شائع کیا جو آج اخبار میں شائع کیا جاتا ہے + دارالامان میں واپس پہنچ کر حضرت اقدس کی طبیعت کوفت سفر کی وجہ سے کسیقدر ناساز رہی لیکن الحمدللہ حضور کی طبیعت بالکل صاف ہے آپ اور خاندان رسالت کے تمام افراد خدا کے فضل و کرم سے خوش ہیں۔

۲۔ بزرگان ملت میں سے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں + وائل میں آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی لیکن آخر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی حالت صحت عود کر آئی اور آپ تبلیغ کے کام میں زور شور سے مصروف ہیں پبلک لیکچر بھی ہوتے ہیں ۱۶ اکتوبر کو ایک پبلک لیکچر ہونے کی خبر تھی۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں مولوی قطب الدین متعلق شفاخانہ حضرت حکیم الامت کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کے والدین کیلئے فرط ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماوے۔

۴۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب سابق خوشنویس الحکم اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کے گھر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بچے پیدا ہوئے۔ جن کے نام علی الترتیب **فرقان الرحمٰن** اور بشارت احمد رکھے گئے ہیں۔

۵۔ خفیف سا ترشح ہو جانے کی وجہ سے موسم کسیقدر تیزی کا رنگ اختیار کرنے لگی ہے گاؤں میں موسمی بخار کی چھیڑ چھاڑ ہے۔

۶۔ ہمارے محترم معاصر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مولانا مولوی محمد علی صاحب مصروفیت مقدمہ کی وجہ سے ستمبر میں میگزین کیلئے بہت ہی کم وقت دے سکے اور ابھی مقدمہ سے متعلقہ مزید کارروائیوں سے بھی انہیں فرصت نہیں ہوئی کہ آپ کی محترمہ اہلیہ کی ناسازی طبیعت نے انہیں اور بھی مصروف الاوقات بنا دیا ہے۔ مولوی صاحب علاج کیلئے لاہور ٹھہرے ہوئے ہیں ساتھ ہی مقدمہ کے متعلق ابھی کام باقی ہے ہمارا خیال ہے کہ انکی یہ مناسب اور ضروری مصروفیت اکتوبر کے میگزین کی اشاعت موقوف نہیں کسیقدر توقف کا موجب ہوگی۔ اگرچہ مولوی صاحب بہت کوشش کر رہے ہیں کہ جلد شائع ہو جاوے مگر غالباً آخر اکتوبر تک اشاعت ہو سکے گی۔ اور ستمبر اور اکتوبر کا انگریزی میگزین اکٹھے شائع ہوں گے۔

۷۔ قادیان کی سناتن سبھا باقاعدہ کام کرنے لگی ہے ۱۶ اکتوبر کو اس نے نگر کیرتن بھی کیا ہے آریہ سماج نے لڑکیوں کیلئے ایک مدرسہ کھولا ہے۔

۸۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جماعت سیالکوٹ نے مدعو کیا ہے اعلیٰ حضرت نے اس درخواست کو تو منظور فرما لیا ہے لیکن ابھی معلوم نہیں کہ جانے کے لئے کونسا وقت مقرر ہے۔

۹۔ بنارس سے مولوی الٰہی بخش اور بابو عبدالرزاق صاحب اور شیخ شرافت صاحب تشریف لائے اور مستفیض ہو کر واپس تشریف لیگئے۔

ہم اور ہمارے بقایادار

رلایا خون میری آنکھوں کو تیری خواب غفلت نے
میری تقدیر میں لکھا تھا رونا کلک قدرت نے

جب کبھی مجبور ہو کر ہمیں اپنے بعض لاپروا سہل انگار خریداران الحکم کی خاطر کچھ لکھنا پڑتا ہے تو عجب قسم کی گھبراہٹ اور ندامت اگر دل پر مستولی ہوتی ہے گھبراہٹ اسلئے کہ قلم اٹھائے بغیر چارہ نہیں ہوتا اور ندامت اسلئے کہ گویا گلہ قوم کیلئے زبان کھولنی پڑتی ہے الحکم ایسے اخبار بلکہ قومی آرگن کیلئے یہ کسقدر شکل ہے کہ اس کے بقایا داروں کی فہرست کا خاتمہ نہیں ہوتا اور ہماری عرضداشتوں پر یہ لوگ جن کے ذمہ بقایا ہے توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ الحکم ان کا اتنا واجب الاحترام پرچہ ہے جسکی ضرورت اور خدمت متفق اللفظ ہو کر قوم نے تسلیم کر لی ہے پھر سمجھ نہیں آتا باوجودیکہ اسکی ضرورت کو صرف تسلیم کیا جاتا ہے باوصفیکہ اسکی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن جب اس کے جائز مطالبات کا سوال پیش ہوتا ہے تو جو ہاتھ عرصہ تک الحکم سے لینے کیلئے کھلا رہتا تھا یکدم بند ہو جاتا ہے ہمارے عزیز ہمیں مشورہ دیں اور کوئی راہ بتائیں کہ جس طرح ہم ان **قومی بیدادگروں** سے مخلصی حاصل کریں جن کے ذمہ مطبع کا کئی کئی سال کا بقایا واجب ہے اور جب ان سے تقاضا کیا گیا تو اولاً وعدوں سے کام لیا اور جواب خطوط سے فراموشی اختیار کی آخر وی پی واپس کرنے کا طریق اختیار کیا۔ غالباً ہمارے بہی خواہ ہمیں مشورہ دیں گے کہ ایسے لوگوں کے نام اخبار جاری ہی نہ کیا جاوے لیکن اسکا کیا علاج کر وہ کہتے ہیں ہم احمدی ہیں اور قیمت ادا کر دیں گے +

اس قسم کی مشکلات نے اخبار جیسے عظیم الشان قومی کام کی راہ میں جو روک پیدا کر رکھی ہے ہم دوسرے محسوس کریں نہ کریں مگر اسے دیکھ کر مضطرب ہو جاتے ہیں پچھلے بقایا کے وصول کرنے کیلئے ہم قوم کے جلیل القدر بزرگوں اور اپنے اپنے مقامات کے اہل اثر لوگوں سے مدد چاہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس بقایا کی فہرستیں بھیجدیں اور وہ بقایا داران حضرات سے مطالبہ کر کے واجب الادا رقوم وصول کریں۔ اگر اس طریق پر ہمارے محترم ناظرین ہمیں مدد دیں کیونکہ اسطرح امداد ہو جائیں تو یہ بقایا جلد وصول ہو جاتے اور مطبع کی بہت سی ضروریات پوری ہو جائیں۔ ہم اس قسم کی ناگوار تحریک کی ضرورت سے سخت گھبراتے ہیں مگر ہمارے معاون (انہیں معاون ہی کہا جاوے کیونکہ عدم امانت ہی ان کا کام ہونا چاہیئے) ہمیں مجبور کر دیتے ہیں ہم نے بارہا عرض کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اخبار کی قیمت دینی نہیں چاہتا۔ تو کیا حرج ہے وہ اخبار بند کرنے کیلئے لکھ دے ہم اس اعلان کے ذریعہ بقایا دار حضرات کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مطبع کے اجراشدہ وی پی وصول کریں یا بذریعہ منی آرڈر اپنے مطالبات بھیجدیں ہم آئندہ بذریعہ کارڈ بھی تقاضا نہیں کریں گے یہ اطلاع آخری ہے اس کے بعد اگر وی پی واپس آئے یا انہوں نے چندہ نہ بھیجا تو یکم نومبر کو ایسے طیار شدہ فہرستیں ان کے مقامات کے اہل اثر بزرگوں کے پاس بھیجدیں گے اور ان کے نام اخبار بند کر دیں گے آئندہ جب تک وہ پیشگی ندین جاری نہ ہوگا۔ ہمیں تھوڑے خوش معاملہ خریدار بہت لاپرواہ خریداروں سے اچھے ہونگے اگر اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی۔ تو ہم مجبوراً اپنا کوئی ایجنٹ وصول بقایا کیلئے روانہ کریں گے۔ فی الحقیقت ہماری طرف سے ایسی ناگوار تحریر کا شائع کرنا سخت افسوسناک ہے آٹھ سال سے ایک اخبار قوم کی خدمت کر رہا ہے اور وہ خدمت جسکی اہلیت خدا تعالیٰ کے نزدیک سلسلہ کا تنے خاتم الخلفاء اس غرض کیلئے بھیجا ہے سات ہزار برس کا موعود کا وہ خادم ہو اور پھر وہ قوم جو اس موعود کی خدمتگذاری کا فخر رکھتی وہ اتنا بھی نہ کر سکے کہ اپنے ایسے قومی آرگن کو آئے دن کی تکلیفوں سے مستغنی کر دے۔ اور اس حالت کو مغبوط کر لیکر الحکم کی اگلی ہی اشاعت میں ہمارے قومی اخبارات پر ایک آرٹیکل شائع کیا جائیگا انشاءاللہ جو قوم کے سنجیدہ اور فہیم لوگوں کی توجہ کیلئے لکھا گیا ہے۔

ہمارے تعلیم یافتہ مسلمان اور اسلام

از ماست کہ بر ماست

ہر کسے از دست غیر نالہ کنان
سعدی از دست خویشتن فریاد

دنیا میں جب کسی غافل و سست قوم کی شامت اعمال سے ایام نکبت و ادبار نمودار ہوتے ہیں تو وہ تلافی مافات و آئندہ احتیاط کیلئے غریق مثبت کی طرح تنکے کا سہارا ڈھونڈتی ہے و مصلح ہمدرد و تدابیر صائبہ کے نہ ملنے سے حیران و پریشان ہوکر ادہر ادہر دیکھنے لگتی ہے ایسے موقعہ میں کون کہہ سکتا ہے کہ جس قوم کا ایسا حال ہو اس کے ہر فرد بشر کی ذاتی تدابیر و عندیات و آرائیں درست اور خواہ مخواہ قابل عمل درآمد ہوا کرتی ہیں آجکل یہی حال اہل اسلام کا ہے۔ قرآن کریم جس نے ہزارہا بگڑی ہوئی اقوام کو سنوارا اور اس پر عمل کرنے سے اون کے دینی و دنیاوی معاملات ایسے درست و صاف اور ان کی ملٹری و سول تدابیر ایسی صائبہ و صحیحہ ہوئیں جنکو سلاطین و شاہنشاہان دنیا دیکھکر داد تحسین و آفرین دیتے تھے۔

خدا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی بھی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اہل اسلام قرآن کریم کے احکام و قوانین کو ترک کر دینگے اور ان پر ایام نکبت و ادبار نمودار ہوں گے اور ان کے ہر فرقہ کی جداجدا رائیں و عندیات ہونگی یہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں یہ زمانہ مصلح وقت و ناصح ہمدرد کا سخت محتاج ہے اور بزبان حال بلند پکار کر کہہ رہا ہے

مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

آجکل بعض کہتے ہیں کہ عورت کیلئے پردہ کی ضرورت نہیں اور تجارتی معاملات میں سود لینا جائز ہے کثیر الازدواج غیر مشروع و ناموزوں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض اشخاص نئی روشنی کے دلدادہ کہتے ہیں کہ وراثت کا قانون جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کے موافق نہیں اسمیں ترمیم و تنسیخ کیجاوے۔

چنانچہ ہندوستان و پنجاب کے اسلامی و مخالفان اسلام انگریزی و اردو اخبارات نے ان مضامین کو بکثرت لیا ہے اور انپر رائے زنیاں ہو رہی ہیں بناء علی ہذالقیاس علی گڈھ کالج کی تعلیم یافتہ پارٹی اور ان کے ہم خیال ازبری ریفارمروں کی تعداد جو اس قسم کے خیالات رکھتے ہیں روز افزوں ترقی میں ہے۔ قرآن کریم نے کامل و مکمل احکام و قوانین ابدالآباد کیلئے تا قیام قیامت نوع انسان کی بہبودی کیلئے سپرد کئے ہیں جنکو اقوام غیر مذاہب نے بھی بے بدل و مفید سمجھکر پسند کیا اور اون سے مستفیض ہوئے۔ مخالفان اسلام جو کچھ اعتراضات کی بوچھاڑ حملے اسلام پر کر رہے ہیں وہ اب کسی سے پوشیدہ نہیں اور اسلام کے اندرونی خیر خواہوں کا یہ حال ہے کہ بدست خود اس کو پکڑ کر مخالفوں کے ہاتھوں میں اریٹ کے لئے دیرہے ہیں۔ الہی الامان کیا اب مجدد اسلام و مسیح موعود کی ضرورت کو بھی خواہان قوم محسوس نہیں کرتے

آسمان باشد سزد گر سنگ بارد بر زمین
بر پریشان حالئے اسلام و ضعف المسلمین

تعبیر الرویا

میرا خواب اور اسکی تعبیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخی مکرم جناب مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جماعت کے لوگوں سے تو آپ کی تعریف تعبیر خواب کی نسبت سنا ہی کرتا تھا مگر الحکم نے اسکی تصدیق کر دی۔ مجھکو آج رات ایک خواب آیا ہے جس کی تعبیر کا میں بڑا مشتاق ہوں براہ مہربانی تعبیر جلدی بھیجئے گا **وھو ھذا**۔ میں ایک ایسی جگہ میں ہوں جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی لوگ کسی تقریب پر بکثرت جمع ہیں ایک پورانی مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہے وہاں ایک مولوی صاحب پورانے کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وقت نماز سمجھکر میں نے تنہا نماز شروع کر دی جو کہ وہ سامنے سے گذر رہا تھا لہٰذا میں اسے دیکھتا تھا اور بہت سے لوگ دیکھتے تھے مگر نہ تو وہ خود بند ہوتا تھا اور نہ لوگ ہی اوسے روکتے تھے آخر میں نے سلام پھیرا اور اسے پکڑ کر تھانہ میں لیجا کر پولیس کی سپرد کر دیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں تہجد کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ براہ مہربانی تعبیر سے مطلع فرمائیگا۔ والسلام

خاکسار ابو عبداللہ غلام محمد ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی اخویم منشی غلام محمد صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور سے گورداسپور تشریف لائے ہیں۔ یہ عاجز آنجناب کی خدمت میں حاضر ہے۔ آج کیم تاریخ فیصلہ کے واسطے مقرر ہے۔ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ لوگ متفرق خبریں اڑاتے ہیں۔ مگر جو خبر خدائے علیم کی طرف سے اپنے بندے کو ملی ہے وہ یہ ہے۔ **انی مع الرسول فقط**

آپ کا جوابی کارڈ قادیان سے واپس ہوکر اسجگہ گورداسپور میں ملا۔ میں نے آپ کے خواب پر بہت غور کیا ہے۔ میرے نزدیک وہ آپکے حق میں اچھا ہے۔ اور اسکی تعبیر میرے نزدیک اسطرح ہے۔ پورانی مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہے۔ پرانا مکان بوسیدہ ہوکر اصلی خوبصورتی اور حسن کھو دیتا ہے گرجاتا ہے اور اسکی وہ حالت نہیں رہتی جو ابتدا میں تھی یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی حالت بسبب مرور زمانہ درست نہیں رہی بلکہ بہت سی قباحتیں اسمیں پیدا ہوگئی ہیں جو قابل اصلاح اور قابل مرمت ہیں اسمیں لوگوں کا اجتماع ہے۔ یعنی قوم کا اجماع اوسی بوسیدہ اور خراب حالت پر ہوگیا ہے چنانچہ عام اجماع امت کا اس وقت محمدی پر نہیں۔ بلکہ رفتہ رفتہ جو خرابیاں مسائل دینیہ میں پڑ گئی ہیں انہیں پر مضبوط ہو بیٹھے ہیں اور انکی تجدید نہیں کرتے۔ ملا کے کپڑے پورانے ہیں۔ یعنی علماء کی حالت ردی اور خراب ہے۔ ان کا دین پاک اور صاف نہیں رہا۔ اسمیں میل کچیل اور رخنہ اندازی بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ نے سمجھا کہ وقت نماز ہے اور خوب سمجھا۔ بے شک یہ وقت ایسا ہے کہ توجہ الی اللہ میں مصروف ہونا چاہئے۔ ورنہ تباہی کا خوف ہے۔ آپ نے سورہ الحمد پڑھی۔ یعنی سورہ فاتحہ کی طرف خاص توجہ کی۔ اور اسپر عمل کیا۔ اس سے اشارہ ہے کہ آپ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ سورہ الحمد کے ساتھ ہمارے امام **احمد** کو خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ آپ نے مستقل تفسیریں سورہ الحمد کی لکھی ہیں اور ہمیشہ اپنی ہر تقریر میں سورہ الحمد کا خاص ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور سورہ الحمد میں اس زمانہ کے متعلق اور اس مسیح کی آمد کے متعلق پیشگوئی ہے۔ اور میں نے پہلی کتب مقدسہ میں پڑھا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی میں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کتاب ہوگی۔ جسکا نام فاتح ہوگا۔ جسکی سات آیتیں ہونگی۔ غرض الحمد پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ آپ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ کوئی شخص معترض ہے آپکی قمیص کاٹتا ہے وہ کوئی شانی رفیق ہے جو آپ کے دین میں رخنہ ڈالنا چاہتا ہے۔ آپ نے اوس کو پکڑا اور **تھانہ** میں لے گئے۔ یعنی آپنے اوسکی مخالفت کا اپنے طور سے اندفاع کیا کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا ایسا ہوگیا کہ گویا **تھا ہی نہ** یعنی کالعدم ہوگیا۔ خواب کے آخری حصہ میں کسقدر انتلا ہے جس کے واسطے دعائے مغفرت اور کچھ صدقہ دیدیں۔ باقی خیر ہے۔ والسلام۔

جو میرے خیال میں آیا عرض کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ کا خادم محمد صادق۔

رویا تعبیر طلب

میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک کیست رنگ گہوڑے پر سوار ہوں۔ کوئی صاحب اسکی تعبیر لکھیں۔ ایک احمدی۔

مقدمات کا آخری فیصلہ عدالت ابتدائی میں

قریباً دو سال کی لمبی دوڑ کے بعد ان مقدمات کا (جو عدالت گورداسپور میں دائر تھے) عدالت ابتدائی میں فیصلہ ہوگیا

مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ جو ۲۶ اگست ۱۹۰۳ء کو ختم ہو چکا تھا۔ اس کا حکم ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سنا دیا گیا مجسٹریٹ صاحب نے کرم الدین و فقیر محمد کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور تمہارے عذرات غلط۔ اس لئے کرم الدین پر پچاس روپیہ جرمانہ۔ بصورت عدم ادائے جرمانہ چھ ماہ قید محض۔ اور فقیر محمد پر چالیس روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائے جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض۔ اور حضرت اقدس کے خلاف جو مقدمہ تھا۔ اسمیں بھی مجسٹریٹ صاحب نے اسی تاریخ کو فیصلہ سنا دیا۔ حضرت اقدس کے خلاف پانسو روپیہ اور حکیم فضل الدین صاحب کے خلاف دو سو روپیہ جرمانہ کیا جو اسی وقت دیا گیا۔

مقدمہ حضرت اقدس کے متعلق بظاہر یہ خبر دلفگار ہوگی۔ لیکن ہمارے ناظرین خصوصاً ہمارے احمدی احباب جو سنن الہیہ سے واقف اور سیرۃ الانبیاء سے خبردار ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آن گنج کرم بنہادہ است

اس لئے وہ خدا تعالےٰ کی حمد و ستائش کرتے ہوئے صبر کے ساتھ آخری فیصلہ کا انتظار کریں۔ جو عدالت عالیہ سے ہوگا۔

اسوقت عدالت ابتدائی کی کارروائی ختم ہوئی اور چونکہ ابھی مقدمہ عدالت اعلیٰ میں جانیوالا ہے۔ اس لئے اس فیصلہ پر ہم کسی قسم کا ریمارک کرنا اپنے فرض کے خلاف سمجھتے ہیں۔ مخالفین اپنی عادت کے موافق مختلف قسم کی افواہیں اڑائیں گے لیکن اس سے زیادہ کوئی امر نہیں ہے۔ جو ہم نے لکھدیا ہے۔

طاعون موسم کی برودت کے ساتھ طاعون کی شدت ہندوستان و پنجاب میں بڑہتی جاتی ہے ہفتہ پیوستہ میں اموات کا شمار ۱۳۴۳۳ تک جا پہونچا ہے جو اس سے پہلے ہفتہ کی نسبت قریباً دو ہزار بڑھا ہوا ہے۔

اس کا اصلی علاج۔ تقوی۔ دعاء و استغفار و عجز و انکسار بحضرت خداوند غفار اور اس نسخہ ایمان و العمل کو استعمال کرنا جانتے جو حضرت امام الہمام مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اپنی جماعت کے آگے پیش کیا ہے۔

ایک مسلمان کی گھبراہٹ

اخبار بھکاری مورخہ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء مین کسی .... عبدالرحیم نام کی طرف سے مندرجہ ذیل اعتراضات شائع ہوئے ہین ہم اول اعتراضات کو نقل کرکے پھر اون کے جوابات بترتیب شائع کرین۔

مین عرصے سے برائے نام مسلمان ہون۔ باوجود بہت سے مذہبی مطالعہ کے مذہب اسلام سے میری تسلی نہین ہوئی۔ اور کئی ایک رکاوٹ مین پیش آئی ہین۔ جسنے دل نہایت بیقرار ہو رہا ہے۔ کئی دفعہ بعض مولوی صاحبان اور دیگر مسلمان بہائیون سے عرض کیا گیا۔ جن سے بجائے غصہ اور لڑائی پر تیار ہو جانے کے کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔ اور جب کسی مسئلہ پر ان کو قائل کیا گیا تو یہ کہکر ٹال دیا کہ "شرع مبارک مین تمہاری عقل نہین پہنچ سکتی ہے"۔ لیکن ان باتون سے دل کو کیا تسلی ہو سکتی تھی۔ آخر مین یہی بن آیا کہ دلی خیالات کو کسی اخبار مین درج کرا دیا جاوے شائد کوئی صاحب توجہ فرما کر تسلی بخش جواب دین۔ جس سے دلکو تسکین ہو۔ مذکورہ بالا خیالات مین سے چند ایک یہ ہین:

(۱) اسلام مین نجات کس طرح ہوگی۔ اور نجات شدہ آدمی کہان رہین گے۔ وہ جگہ کتنی دور ہے اور کس جگہ واقع ہے۔ نجات شدہ لوگ مجسم ہونگے یا غیر مجسم۔ انکی سب سے بڑھکر خوشی کیا ہوگی۔ کیونکہ مین نے جہانتک اسلام کی کتابین مطالعہ کی ہین یہی پایا جاتا ہے کہ نجات مین حور، غلمان اور شراب سے بڑھکر کوئی خوشی نہین ہوگی۔ اگر واقعی یہی ہے تو اس مین سوائے شہوت پرستی اور نفسانیت کے اور کیا ہے۔

(۲) نماز پانچ وقت کی بجائے ایک وقت کیون نہین پڑھی جاتی۔ پانچ وقت پڑھنے سے کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ وہی مطلب ایک دفعہ پڑھنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بار بار قواعد کرنے مین کیا فلاسفی ہے۔ کیا بیٹھکر خدا کی عبادت نہین ہو سکتی۔

(۳) روزہ رکھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور اگر اسمین کوئی طبی فائدہ ہے۔ تو ایک خاص مہینے مین روزے رکھنا کیا معنے رکھتا ہے۔

(۴) بموجب علم طب کے ایک آدمی ایک وقت مین ایک سے زیادہ عورتین نہین رکھ سکتا۔ لیکن اسلام مین ایک وقت مین چار عورتین رکھنے کا حکم ہے جیسا کہ حضرت صاحب نے خود نمونہ بنکر دکھلایا یا نہین۔ بلکہ اپنے فرمان سے بھی دگنا کر دکھایا۔ اسمین کیا بھید ہے۔

(۵) قرآن شریف کا حکم ہے کہ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ (یعنی خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ تک نہین ہلتا) تو کیا جو گناہ یا ثواب ہم کرتے ہین۔ یہ سب خدا کی طرف سے ہین یا کچھ اور۔

(۶) کہتے ہین کہ اسلام مین بت پرستی ناجائز ہے تو حاجی لوگون کا حضرت صاحب کی قبر کے گرد طواف کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اور جہانتک مجھے معلوم ہے حج کا مقصد ہی یہی ہے۔

(۷) حدیث شریف مین مسلم سے روایت ہے کہ چند صورتون مین جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ واجب (اول) کسی مسلمان کی آبرو بچانے کیلئے (دویم) اپنے گناہ چھپانے کیلئے (سویم) دو آدمیون مین صلح کرنے کیلئے (چہارم) دشمن کو دھوکہ دے کر مارنے کیلئے (پنجم) شوہر کو اپنی زوجہ کے رضامند کرنے کیلئے۔

اور امام غزالی صاحب فرماتے ہین۔ کہ جب کسی بات مین فائدہ ہو تو جھوٹ جائز ہے۔

جوابات متعلق سوالات نمبر اول و دوم و سوم و چہارم

طریق نجات و فرقہ ناجیہ کا حال سورہ بقر کے ابتدائی آیات مین جہان سے قرآن کریم شروع ہوتا ہے مفصل مذکور ہے پس جو شخص طالب نجات ہو وہ اس طریق کو اختیار کرے تو اس کا نتیجہ نجات ہوگی دنیا میں یہی ایک کتاب ہے جس نے شروع ہی میں مسئلہ نجات کو حل کرکے دکھایا ہے اس کتاب میں دعوی کیا گیا کہ اس میں کوئی بات قابل شک و شبہ نہین یعنے اس کتاب مین طریق نجات کو بار بار ایسا مفصل و مبین ظاہر کیا گیا ہے کہ طالب نجات کو اس کتاب کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے سے حصول نجات مین بالکل کوئی امر قابل شک و شبہ و التباس باقی نہین رہتا اور وہ خود متیقن و مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کتاب کی پیروی سے واقعی فرقہ ناجیہ مین انسان داخل ہو جاتا ہے۔

اب ہم سورہ البقر کی ابتدائی آیات مع ترجمہ لکھتے ہین جنمین فرقہ ناجیہ و طریق کا ذکر ہے۔

الٓمٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ - یہ وہ کتاب ہے (جسکی بابت اگلی کتب و صحف منزلہ الہیہ مین خبر دیگئی ہے کہ آخر زمانہ مین گم گشتگان تیہ ضلالت کیلئے وہ ہادی ہوگی اور بیان طریق نجات کے بارے مین اس کتاب مین کوئی امر قابل شک و شبہ نہین بلکہ طریق نجات مفصل و مشرح بیان کیا گیا ہے **خدا ترس آدمی** جو متقی بننا چاہے اور طریق نجات ڈہونڈہے اس کے لئے یہ کتاب سیدھا راہ نجات بتاتی ہے۔ مگر طالب نجات کیلئے لازم ہے کہ اس کا پہلا قدم ایمان بالغیب پر ہو جس شخص نے ایک مقام کو کبھی دیکھا نہ ہو اور کسی مقام سے اوس مقام کی طرف جانا ہو اسکو کسی واقف راہ کو کہنے پر اوس مقام کی طرف ریلوے وغیرہ کے ذریعہ روانہ ہونا پڑیگا لاکھہ در لاکھہ مخلوق موجود ہے جو بذریعہ ممالک و شہرون مین راہ شناس آدمیون کے کہنے سے جا پہنچے ہین جن لوگون کو ممالک شرقیہ سے ممالک غربیہ یعنے امریکہ کو جانا ہو اون کو جہازون مین بسا اوقات شرقی سمندرون کا سفر کرنا پڑتا ہے اور بالآخر مغرب مین یعنے امریکہ مین جا پہنچتے ہین جبکہ دنیا مین بھی ایمان بالغیب کے سوا شہرون اور ممالک ندیدہ کا سفر نہین ہو سکتا بلکہ دوسرون کے کہنے پر چلنا پڑتا ہے تو آخروی راہ پر چلنے کے لئے انبیاء و رسولون کی تقلید بالاولی انسب ہوگی۔ ایمان بالغیب حصول کمالات و فوز مرام اور ساری مرادون کی کنجی ہے۔ **وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ** - فرمایا کہ جو لوگ طالب نجات ہین وہ اوقات مقررہ پر نماز یعنے التجا بحضرت ایزدی کرتے رہتے ہین جیسا کہ جسم کی تقویت کے لئے بار بار غذا کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی روح کی صحت و صفائی و تقویت کیلئے نماز یعنے روحانی غذا کی ضرورت انسان کو بالاولی ہے تعجب ہے کہ سائل کہتا ہے نماز ایک ہی وقت کیون نہ مقرر ہوئی۔

ہم سائل سے عرض کرتے ہین کہ تم ہفتہ مین ایک ہی دن روٹی کھا لیا کرو۔ کفایت بھی ہوگی اور جسمانی قوت کا بھی حال ملاحظہ ہو جاوے گا۔ لوگ اجسام فانیہ کو تر و تازہ رکھنے و تقویت کیلئے دن مین کئی کئی بار غذا کھاتے ہین اگر روحانی غذا کیلئے رات دن مین پانچ وقت مقرر ہون تو کیا حرج ہے۔ صبح و شام کے مبارک وقتون مین تمام اقوام نے خدا تعالی کی عبادت کرنا فرض کی ہے مگر سائل اب صرف ایک ہی بار کرنا چاہتا ہے تجربہ و مشاہدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ تغیر اوقات کا اثر جیسا جسم پر واقع ہوتا ہے ایسا ہی روح پر بھی ہوتا ہے لہذا تغیر اوقات مین خداوند تعالے نے انسان کو حکم فرمایا کہ وہ ان اوقات متغیرہ مقررہ مین اوس لایزال و لا متغیر ذات کے حضور مین ملتجی ہو کر روحانی تقویت کیلئے روحانی غذا طلب کرتا رہے اگر نماز کے اوقات معین و مقرر نہ کئے جاتے تو انسان لیت و لعل مین کئی کئی ایام غفلت مین گذار دیتا اور دنیاوی اشغال کے باعث اسکی نماز کی کبھی نوبت ہی نہ آتی جب انسان کیلئے کسی کام کا مقررہ وقت مین ادا کرنا حکما لازم ٹھیرایا جاوے تو وہ اسکی ادائیگی کے لئے ہر وقت مستعد رہتا اور مقررہ وقت پر بجا لاتا ہے۔

ایک بزرگ لکھتے ہین انسانیکہ بہ نسبت اذکار و عبادات و امتثال اوامر الہیہ توجہ او زیادہ باکل و شرب و خواب باشد فیضان عالم قدس و خیرات عالم علوی از وجود او منقطع و نام او بزمرہ بہائم ثبت گردد و نعم قال القائل

خواب و خور جز پیشہ انعام نیست
خفتگان را بہرہ از انعام نیست

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ - طالب نجات کو لازم ہے کہ خداداد رزق ـ مال ـ دولت ـ علم ـ قوت کو خداوند تعالے کی راہ مین صرف کرتا رہے فقرا و مساکین و یتامیٰ کی ہمدردی کرے اور اسکی ضعیف مخلوق کی ہر طرح امداد مین کمربستہ رہے اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ یعنے مخلوق بمنزلہ اللہ تعالی کے کنبہ کے ہے پس جو کوئی اوسکی مخلوق سے بھلا کرے وہ خداوند تعالے کا محبوب ہے

سائل کہتا ہے روزے رکھنے مین کیا فائدہ ہے سال مین ایک ماہ کے روزے کیون ہوتے ہین۔

ہم کہتے ہین جس آدمی نے کبھی بھوکھہ و پیاس محسوس نہ کی ہو اسکو بھوکھون اور پیاسون کی ہمدردی کم ہوگی۔ اگر سال مین کم از کم ایک ماہ تک ہر ایک انسان پر بھوکھہ و پیاس لازم ٹھہرائی جاوے تو اس کے دل مین غربا و ضعفا کی ہمدردی کا سبق کالنقش فی الحجر ہو جاوے گا علاوہ ازین سال مین ایک ماہ کے روزے گویا روحانی و جسمانی حالت کیلئے ایک اعلے قسم کا مسہل تجویز کیا گیا ہے جو مصفی اخلاط جسم و مزکی روح و مصلح اخلاق ہے ایک خاص ماہ رمضان کے روزے مقرر کرنے مین وہی راز ہے جو تعین اوقات نماز مین ہے۔

سائل کہتا ہے نجات یافتہ آدمی کہان رہینگے

ہم کہتے ہین نجات یافتہ آدمی جنت مین رہینگے بہشت او دوزخ ـ جنت و جہنم ـ مرگ و زیست یعنی دکھہ و سکہہ کے دو مراتب انسان آخروی منازل مین جملہ اقوام عالم کے نزدیک مشہور و معروف ہین یہ مسلم شدہ بات ہے کہ جیسا کہ ادویہ مفرحہ وغیرہ معتدلہ کے استعمال سے جسم مین بے اعتدالی و نقصان کے آثار پیدا ہوتے ہین ایسا ہی افعال بد کے ارتکاب سے روحانی حالت پر افعال کے مناسب کچھہ آثار منقش ہو جاتے ہین اور جیسا کہ ادویہ مفرح و معتدلہ کے استعمال سے جسم مین اعتدال و فرحت کے آثار پیدا ہوتے ہین ایسا ہی اعمال صالح کے بجا لانے سے روح پر اعمال کے مناسب کچھہ آثار پیدا ہو جاتے ہین اور اس عالم سے گذرنے کے بعد وہ آثار معتدلہ و غیر معتدلہ عالم برزخ مین انسان کی جسمانیت و روحانیت کیلئے بھی حسب مناسبت خود متشکل ہو جاتے ہین اور ان سے انسان کو دکھہ و سکہہ محسوس ہوتا رہتا ہے ہم اس مسئلہ کو دوبارہ بدیگر پیرایہ دوہراتے ہین مشاہدہ و تجربہ گواہ ہے کہ جس آدمی کے مزاج مین بلغم کا غلبہ ہو بظاہر اوس کے منہ سے پانی آتا ہے اور منہ کا ذائقہ پھیکا ـ رنگت سفید اور کبھی پیاس محسوس کرتا ہے اور بحالت خواب اسکو دریا اور سیلاب اور گدلے پانیون کی دہارین اور نالے و نہرین دکہائی دیتے ہین اور بسا اوقات اپنے آپ کو اون مین ڈوبا ہوا گمان کرتا ہے جس کے مزاج مین صفرا کا غلبہ ہو بظاہر تشنگی و خشکی دہن و زردی رنگت جسم محسوس کرتا ہے اور بحالت خواب

جنگ و جدال فتنہ و فساد کے حالات مشاہدہ کرتا ہے جسکی مزاج مین سودا کا غلبہ ہو بظاہر تندرست و کاہلی و سستی محسوس کرتا ہے اور بحالت خواب اوس کو تنگ و تاریک مقامات نظر آتے ہین پس جیسا کہ اخلاط کے آثار کا جسم و روح دونو پر منقش ہو جانا مشاہدہ ہو چکا ہے ایسا ہی اعمال کے آثار کا بھی جسم و روح دونون پر مرتسم ہو جانا مسلم ہو چکا ہے اور وہی انسان کیلئے آخروی منازل مین دکہہ و سکہہ کا باعث ہوتے ہین اور وہی اعمال امکنہ و باغات و انہار و فواکہہ و نار وغیرہ اشکال مین جسمانی طور پر متشکل ہو جاوین گی۔

فصل

دوزخ و جنت ہمین عمل است
ہر چہ کارے بدروی اے باعمل

سائل کہتا ہے جنت کتنی دور ہے۔

ہم کہتے ہین جنت سے انسان اتنا دور ہے جتنا انسان اعتقادات صحیحہ و اعمال صالحہ سے دور ہے مین خلاق فاضلہ کا ملکہ راسخہ ہو جاوے تو اس کے لئے اس دنیا مین ہی جنتی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

کما قال اللہ تعالےٰ۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ **ترجمہ**۔ یعنی مرد ہو یا عورت جس نے عمل کئے اچھے اور اس کے اعتقادات صحیحہ ہون تو ہم اس کو ایک زندگی عطا کرین گے ایسے لوگون کو ہم اون کے اعمال کا بدلہ اچھا دیا کرتے ہین۔

سائل کہتا ہے کہ جنت و دوزخ مین انسان کی جسم بھی جاویگی یا صرف روح ہی کو سکہہ و دکہہ لگے گا۔

سائل کے اس سوال کیلئے ہم حضرت اقدس **مسیح موعود** کی تقریر کا خلاصہ درج کرتے ہین جسمین اس سوال کا مفصل جواب آجاوے گا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقیات کیلئے پیدا کیا ہے پس جس حالت مین انسان اس مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر رفاقت جسم کے حاصل نہین کر سکا تو کیونکر امید رکہین کہ ان نامتناہی ترقیات کو جو نا پیدا کنار مین بغیر رفاقت جسم کے خود بخود حاصل کر لیگا سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کامل صادر ہونے کیلئے اسلامی اصول کے رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھہ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ مین مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کیلئے جسم ملتا ہے وہ جسم اس جسم کی قسم سے نہین ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے گویا کہ اس عالم مین انسان کی عملی حالتین جسم کا کام دیتی ہین ایسا ہی خدا کے کلام مین بار بار ذکر آیا ہے اور بعض جسم نورانی اور بعض جسم ظلمانی قرار دئے ہین جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے تیار ہوتے ہین اگرچہ یہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہین انسان کامل اسی زندگی مین ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم مکاشفات مین اسکی بہت مثالین ہین۔ اگرچہ ایسے شخص کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھہرا ہوا ہے لیکن جنکو عالم مکاشفات مین سے کچہ حصہ ہے وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگہ سے نہین دیکہین گے بلکہ اس مضمون سے لذت اٹہائین گے۔ غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے یہی عالم برزخ مین نیک و بد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے **مین اسمٰعیل صاحب**

تجربہ ہون مجہے کشفی طور پر عین بیداری مین بارہا بعض مُردون کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے

اور مین نے بعض فاسقون اور گمراہی اختیار کرنیوالون کا جسم ایسا سیاہ دیکہا کہ گویا وہ دہوئین سے بنایا گیا ہے غرض مین اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکہتا ہون اور **مین زور سے کہتا ہون** جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلمانی انسان کی یہ غلطی ہوگی اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہے بلکہ جاننا چاہیے جیسا کہ آنکہہ شیرین چیز کا مزہ نہین بتلا سکتی اور زبان کسی چیز کو دیکہہ نہین سکتی ہے ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہو سکتے ہین صرف عقل کے ذریعہ سے انکا عقدہ حل نہین ہو سکتا خدا نے اس دنیا مین مجہولات کو جاننے کیلئے علیحدہ علیحدہ وسائل رکہے ہین پس ہر ایک چیز کو اس کے وسیلہ کے ذریعہ سے ڈہونڈو تب اسے پا لوگے۔ ایک اور بات بھی یاد رکہنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگون کو جو بدکاری اور گمراہی مین پڑ گئے اپنے کلام مین مردہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور نیکو کارون کو زندہ قرار دیا ہے اسمین بہید یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل رہے انکی زندگی کے اسباب جو کہانا پینا اور شہوتون کی پیروی تہی منقطع ہو گئے اور روحانی غذا مین انکو کچہہ حصہ نہ تہا۔ پس وہ درحقیقت مر گئے اور وہ صرف عذاب اٹہانے کیلئے زندہ ہون گے اسی بہید کیطرف اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے وَمَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى یعنے جو شخص مجرم بنکر خدا کے پاس آئے گا تو اس کا ٹہکانا جہنم ہے وہ اسمین نہ مرے گا اور نہ زندہ رہیگا مگر جو لوگ خدا کے محب ہین وہ موت سے نہین مرتے کیونکہ ان کا پانی اور روٹی ان کے ساتہہ ہوتی ہے پھر برزخ کے بعد وہ زمانہ ہے جس کا نام عالم بعث ہے اس زمانہ مین ہر ایک روح نیک ہو یا بد یا صالح ہو یا فاسق ایک کہلا کہلا جسم حاصل کرے گی اور یہ دن خدا کی ان پوری تجلیات کیلئے مقرر کیا گیا ہے جسمین ہر ایک انسان اپنے رب کی ہستی سے پورے طور پر واقف ہو جائے گا اور ہر ایک شخص اپنے جزا کے انتہائی نقطہ تک پہونچیگا۔ یہ تعجب نہین کرنا چاہیئے کہ خدا سے یہ کیونکر ہو سکے گا کیونکہ وہ ہر ایک قدرت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ **ترجمہ**۔ طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچہہ اوتارا گیا ہے اوس پر ایمان لاوے اور اس پیغمبر سے پہلے جو کتابین اور صحیفے سابقہ انبیاء و رسولون پر نازل ہوئے اون کو بھی مانے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

اور طالب نجات وہ ہے جو پیچھے آنے والی گہری یعنے قیامت پر یقین رکہے اور جزا و سزا کا مانتا ہو اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ **ترجمہ**۔ یعنی جن لوگون مین مذکورہ بالا اوصاف موجود ہون وہ لوگ اپنے پروردگار کی سیدہی راہ پر ہین اور وہی لوگ نجات یابندہ اور فرقہ **ناجیہ** کے لوگ ہین یہی طریق نجات ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے یہ راستہ کیا صاف اور سیدہا ہے طالب نجات کو لازم ہے کہ وہ اپنی عقل کو الہام و وحی الٰہی کے ماتحت چلائے ورنہ بہٹک جائیگا۔

سائل کہتا ہے اہل جنت کیلئے سب سے بڑہکر کیا خوشی ہوگی۔

ہم کہتے ہین سب سے بڑہکر اہل جنت کی خوشی کا موجب دیدار الٰہی اور حصول رضائے ایزدی ہوگی۔ **لقولہ تعالیٰ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ** ۔ یعنی خدا تعالےٰ کی رضامندی سب خوشیون سے بڑہکر ہے۔

سائل آخروی جنت کی نعماء پر اعتراض کرتا ہے

ہم کہتے ہین نعماء جنت جن کا وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنون کیلئے فرمایا ہے وہ دنیا کے دنیا کیطرح نہین ہونگی بلکہ پیغمبر نے آخرت کے بارے مین یون وارد ہے اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ یعنی مین نے اپنے صالح بندون کیواسطے ایسی نعمتین تیار کی ہین جنکو انسانی آنکہون نے نہین دیکہا اور انسانی کانون نے نہین سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اون کا کبہی تصور و خیال گذرا ہے آخروی نعمتین اس دنیا کی نعمتون کی مانند نہین۔

سائل کہتا ہے حور و غلمان وغیرہ کا جنت مین مرد کے ساتہہ ہونا شہوت پرستی ہے **ہم** کہتے ہین مرد و عورت کا تعلق دائمی ہے جنت مین مرد ونیکو ہمراہ دنیا والی اپنی عورتین اور بچون کے ساتھہ ہونے مین کونسی قباحت لازم آتی ہے۔ قرآن کریم مین صاف موجود ہے کہ جنتی مردون کے ساتہہ انکی اپنی جنتی عورتین داخل ہون گی اور ان کے بیٹے بچے جو قبل از بلوغت مرے مین وہ اپنے والدین کے ساتہہ جنت مین داخل ہون گے۔ بہلا انصاف تم ہی کہو کہ جنتی عورات اپنے جنتی شوہرون کے ساتہہ جنت مین نہ جائین تو اور کہان جائین۔ کیا تمہارے نزدیک ان کیلئے جزا و سزا کوئی مقرر نہین۔

مرد کو خدا تعالیٰ نے قوی بنایا ہے اسکا پاسا عورت سے زبردست ہی عورت بمنزلہ خادم ہے قوی اور زبردست کیلئے زیادہ خدام و خدمتگار چاہیے قوی آقا کی خدمتگذاری ایک دو خدام سے کماحقہ بانجام نہ پہونچ سکے تو وہ چار تک کہہ سکتا ہے تجربہ اس بات کا شاہد ہے تمہارا خیال بلکی غلط ہے اور نہ تم طب سے واقف ہو اگر تم طب سے واقف ہوتے تو یہ کیون اعتراض کرتے کیا عبادت ہمیشہ بیشتہ کر نہین ہو سکتی۔ محمد رسول اللہ صلعم نے جو زیادہ عورات اپنے نکاح مین لائی ہین وہ بغرض تبلیغ اسلام تہین جو آنحضرت صلعم سے مسائل اسلامیہ سیکہکر دوسری عورات کو تبلیغ اسلام کرتی تہین اور چونکہ پیغمبر خدا صلعم کے بعثت سے پہلے عرب مین نکاحی عورات کی کوئی مقررہ حد بست نہ تہی اوسی رسم کے موافق آنحضرت نے چار سے زیادہ عورات اپنے نکاح مین بغرض تبلیغ اسلام لائی تہین جب آنحضرت کو بذریعہ وحی ممانعت ہو چکی تو پہر کوئی عورت آپ سے نکاح مین نہین لائی گئی۔ اور خداوند تعالیٰ نے مردون کیلئے چار عورات سے تجاوز کرنا منع فرما دیا چونکہ پیغمبر کی مطلقہ عورت سے بہی امتی کیلئے نکاح ناجائز ٹھہرایا گیا تہا اسلئے جو عورات بوقت نزول وحی حد بست چار موجود تہین انکو طلاق نہین دیگئی ورنہ اگر انکو طلاق دی جاتی اور طلاق سے انکی دلشکنی ہوتی تہی کیونکہ ان کو بغرض تبلیغ اسلام نکاح مین داخل کیا گیا تہا۔

جواب نمبر ۵۔ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یہ نہ خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اور نہ رسول کی حدیث ہے۔ جواب نمبر ۶۔ کعبہ ایک خالی مکان ہے جو بنایا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اس مکان مین کیا بلکہ اس کے نزدیک بہی کوئی قبر نہین پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کعبہ سے تین سو میل کے فاصلہ پر بروے مدینہ منورہ مین ہے۔ کعبہ کا نام تک نماز مین نہین آتا صرف قومی اتفاق و اتحاد کیلئے خداوند تعالےٰ نے ایک جگہ مقرر کر دی کہ سب اسلامی دنیا بلکہ اس طرف کی جانب منہ کر کے سجدہ کرین۔ یہ تو حکم ازدی کے آگے سجدہ ٹھہرا بت پرستی کہان کیونکہ کعبہ کو تو ہم ایک خالی مکان خالی از ضرر و نفعان جانتے ہین سجدہ اوس ذات کیلئے کرنا چاہیے جو نافع و ضار ہو سو وہ پروردگار کی ذات ہے۔ جبکہ تم مسئلہ اسلام سے ناواقف ہو

کہ کعبہ کو تم نے قبرستان قرار دیدیا تو تم کو خاک نسلی و تشفی ہوئی۔ پہلے اسلام سے یکجہتی و اتفیت پیدا کرو + حج میں جانا۔ سارے اسلامیوں کا ایک ہی مبدا اسلام میں جمع ہو کر ایک دوسرے کے اخلاق فاضلہ سے مستفید ہونے اور اسلامی بہبودی و خیر کے وسائل باہم پیدا کرنے اور تحصیل استفاضہ الٰہیہ کا مقصد ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۲۔ جھوٹ کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں سخت ممانعت آچکی ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔ یعنی جھوٹی بات سے پرہیز کرو اور بچو اور پیغمبر خدا فرماتے ہیں کہ اگر تم مارے جاؤ جلائے جاؤ تمہارا گلا گھونٹا جائے مگر تم جھوٹ نہ بولو مسلم میں کوئی ایسی حدیث نہیں اور نہ امام غزالی علیہ رحمۃ کا یہ قول ہے۔

اسلامی اخبارات کے ایڈیٹروں سے التماس ہے کہ ان سوال و جوابات کو اپنی اخبارات میں درج فرما دیں۔

قانونِ انسداد دخترکشی اور مسیح موعود کا زمانہ

مورخہ ۲۴ ستمبر کے الحکم میں آیت وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کے متعلق ایک سوال شائع ہوا ہے۔ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے۔ یعنی اور ایک زمانہ آئے گا کہ اسمیں زندہ دفن اور زندہ درگور کردہ لڑکیوں کے متعلق پرسش ہوگی کہ انکو کس گناہ کے بدلہ میں مارا جاتا ہے۔ سائل پوچھتا ہے کہ یہ آیت آخرت کے متعلق ہے یا دنیا کے۔ اگر یہ آیت آخرت کے متعلق ہی تو اسمیں ایک ہی قسم کے گناہ کے مواخذہ و پرسش کی تخصیص کیوں کیگئی ہے کیا آخرت میں لوگوں کو اور گناہ۔ شرک۔ قتل۔ زنا۔ چوری۔ راہزنی جھوٹ بہتان وغیرہ کی پرسش اور مواخذہ نہ ہوگا کیا یہ گناہ اور گناہوں کی بہ نسبت کبیرہ ٹھہرا گیا ہے اور باقی گناہ صغیرہ ہیں جو اسکی پرسش کی تخصیص بیان کیگئی ہے۔

جواباً معروض ہے کہ یہ آیت دنیا کے متعلق ہے آخرت میں ذرہ ذرہ کی جانچ و پڑتال ہوگی اور ہر ایک نیکی و بدی صغیرہ و کبیرہ کا وزن و حساب ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ ترجمہ۔ جو کوئی ایک ذرہ بھر نیکی کرے اوسکا بدلہ اوس کو ملے گا اور جو کوئی ایک ذرہ بھر بدی کرے اوس کی سزا اوسکو ملیگی [illegible] ہے کہ جب دنیا کی کسی مادی چیز کا ذکر بتخصیص ہو تو اس کے ساتھ کسی متہم بالشان اور اعلےٰ و قابل عزت نشان کے ظہور کا مدعا ہوتا ہے۔ مثلاً بروز جمعہ ابو البشر آدم علیہ السلام رونق افروز منصہ ظہور و سریر آرائے مملکت دنیا ہوئے وغیرہ وغیرہ بروز دوشنبہ حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ علیہ وسلم زینت بخش عالم شہادت ہوئے۔ بروز یک شنبہ حضرت عیسی علیہ السلام تولد ہوئے اب دیکھو ان ایام کی عمومیت کو عظیم الشان انسانوں کے ظہور نے تخصیص بخشدی ہے انسانوں کے دلوں میں ان ایام کی تعظیم و تخصیص انہیں ظہور نشانات الٰہیہ اور عظیم الشان انسانوں کے لحاظ سے مرکوز ہوگئی ہے الغرض جس زمانہ و جس دن میں کوئی عظیم الشان واقع دنیا میں ظہور پذیر ہو وہ دن و زمانہ زبان زد عوام و خواص ہو جاتا ہے اور مرور از منہ کے ساتھ ہی اوس کا لحاظ دلوں میں بطور یادداشت مرکوز چلا جاتا ہے۔

نوشیروان کی معدلت گستری و انصاف پروری کا زمانہ اب تک ضرب المثل ہے حتی کہ پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تاریخ کو مبارک و میمون گنا ہے اور آپ کے دل میں بھی اس زمانہ کی وقعت تھی۔ علی ہذا القیاس اور کئی امثلہ زمانہ کے متعلق ہیں پس جیسا کہ ایام واز منہ کو کسی عظیم الشان نشان و انسان کے ظہور سے وقعت و عظمت ملتی ہے ایسا ہی اس آیت میں ایک عظیم الشان انسان حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے عہد سے **قانون انسداد دخترکشی** کے زمانہ کو تخصیص و عظمت دیگئی ہے۔ . . . .

. . . اور اس زمانہ کو مبارک و میمون گنا گیا ہے کیونکہ اسمیں دخترکشی کے قدیمی اور مسلسل گناہ کا استیصال و انسداد ہوا اور یہ ہر دو نشان ایک دوسرے کے ممد و معاون ہیں یعنی **قانون انسداد دخترکشی** کے پاس ہونے کا زمانہ مستدعی مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کا زمانہ قانون انسداد دخترکشی کا مستدعی ہے کیونکہ یہ نشان قبل از وقت مقرر ہو چکے تھے اور اپنے زمانہ کو پا کر مقتضی ظہور ہوا اور ایک دوسرے کو ممد و معاون ہوئے چنانچہ اس آیت کے مابعد کی آیات مصرح ہیں۔ جیسا کہ اجرائے ریلوے و ظہور طاعون بکثرت اور حج کا بند ہونا۔ اور کسوف و خسوف آفتاب و ماہتاب کا ماہ رمضان میں ہونا مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق پہلے سے نشان مقرر کئے گئے تھے اور یہ نشان ایک دوسرے کے ممد و معاون ٹھہرائے گئے تھے ایسا ہی نشان قانون انسداد دخترکشی کا تھا۔ دخترکشی کا ارتکاب ابتدائے از منہ سے چلا آتا ہے تیرہ سو سال سے پہلے دخترکشی کا حال قرآن کریم اور تواریخ میں مفصل مذکور ہے یہ گناہ اور گناہوں کی طرح مختلف اقوام میں متوارث و متواتر چلا آتا ہے اتنے تک ہندوستان و پنجاب میں لاکھا لڑکیاں ہر سال ماری جاتی تھیں اور ان عاجزہ ناکردہ گناہ مقتولہ کے بدلہ میں کسی کو مواخذہ و پرسش نہ ہوتی تھی رسم ستی کا ذکر بھی اس ضمن میں ہے یہ رسم ہنود میں ہزار ہا سال سے مروج تھی یعنی مردہ شوہر کے ساتھ اوسکی نوجوان بیوہ کو بھی زندہ ہی جلا دینا گویا زندہ ہی درگور کردن مروج تھا وہ رسم بھی اسی زمانہ کی حدود کے اندر رفع کیگئی اس عاجز فرقہ انسانی کے حق میں بڑی مدتوں سے ہند و پنجاب میں گویا ہر آن قیامت برپا رہتی تھی جب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا قدوم میمنت لزوم ہوا تو خداوند تعالیٰ نے اس ارتکاب بے رحمی و دو حرکت کا انسداد گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ شروع کر دیا۔ دیکھو **قانون انسداد دخترکشی ایکٹ نمبر ۸ مجریہ** ۱۸۷۰ء پھر اوس عظیم الشان جلسہ کے احوال مطالعہ کرو جو امرتسر میں **سنہ ۱۸۵۶ء میں بغرض انسداد دخترکشی** گورنمنٹ برطانیہ ہند کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا جسمیں تمام مہاراجگان و نواب و امراء و روساء اس بے رحمی کی انسداد کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔

الغرض۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کا تعلق مسیح موعود کے زمانہ سے ہے اور اس زمانہ کی ابتدا مسیح موعود کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے یہ آیت سورۂ تکویر پارہ ۳۰ میں ہے اس سورۃ میں اس آیت کے پہلی سب آیات کا تعلق بھی اسی زمانہ سے ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب میں شرح ہو چکا ہے اور باقی آیات کا مطلب بلکہ ساری سورۃ کی تفسیر ایک مستقل رسالہ کی شکل میں انشاء اللہ عنقریب شائع کیجاویگی۔ آیت مذکورہ بالا کے معنے بجز اس زمانہ کے اور کسی زمانہ کے متعلق قائم نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ آیت قانون انسداد دخترکشی سے متعلق ہے اور وہ اسی زمانہ میں پاس ہوا یہ رسم پنجاب سے قریباً بالکل کم ہو گئی ہے مگر ہندوستان کے بعض حصوں میں قدرے باقی ہے جسکی انسداد کیلئے محسن گورنمنٹ برطانیہ ہند چنانچہ شائد و باید بجد سرگرم کوشاں ہے۔

آریہ گزٹ لاہور مورخہ ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء میں بعنوان مندرجہ ذیل اخبار ہند وستانی سے یوں نقل ہے

صوبجات متحدہ میں دخترکشی

رپورٹ سال گذشتہ مختتمہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء آخری رپورٹ متعلقہ عملدرآمد قانون دخترکشی ہے جو گورنمنٹ کو بھیجی گئی ہے۔ شکر خدا کہ یہ مجرمانہ رجحان ان صوبجات سے دور ہوا اور دخترکشی کی خوفناک رسم قریب قریب بالکل مٹ گئی۔ مین پوری کا ایک ضلع ہے جس میں قانون قائم ہے مگر اس کی خاص نگرانی رکھی جائیگی اور انسپکٹر جنرل پولیس آئندہ سے کارروائی ایکٹ کے متعلق ایک باب پولیس رپورٹ میں شامل کر دیں گے۔ سال گذشتہ میں ۱۳ اضلاع پر اس قانون کا اثر رہا۔ تعداد زیر اعلان مواضعات کی ۲۰۶ سے گھٹ کر ۱۹۰ رہ گئی۔ اعلانی فہرست دیہات کی آبادی ۱۵۴ سے گھٹ کر ۲۱۱۵ یکم اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو رہ گئی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی نسبت پیدائش فی سو ۶۶-۵۰ لڑکے اور ۳۴-۳۳ لڑکیاں ہوئیں۔ اوسط ۶ سال سے کم عمر بچوں کا یوں رہا لڑکے ۵۸-۲۷ فیصدی اور لڑکیاں ۴۱-۷۲ فیصدی۔ پیدائش کا اوسط فی ۱۰ ہزار بجائے ۵۸-۱۵ کے ۶۲-۵۰ ہوگیا مگر صوبہ کا اوسط ۴۶-۱۳ فی ۱۰ ہزار رہا۔ لڑکیوں میں اموات کا اوسط زیادہ رہا مگر ظاہر ہے کہ لڑکیوں کی بہ نسبت کم خبر گیری کرتے ہیں ۲۱۵ لڑکیوں کی نعشیں روکی گئیں اور ۱۱ لاشوں کا ڈاکٹری امتحان لیا گیا۔ جالون میں ثابت ہوا کہ ایک لڑکی بھوکی رکھ کر عمداً ماری گئی جس کے ماں اور باپ عدالت سیشن جج سے حبس دوام کے سزایاب ہوئے۔ مین پوری میں ناہنجار ٹھاکروں پر ایک ایک روپیہ جرمانہ اس علت میں ہوا کہ انہوں نے لڑکیوں کی پرداخت میں کوتاہی کی۔ ایک شخص پر ۲۵ روپیہ جرمانہ ہوا جالون کے واقعہ کے علاوہ ہم یہ دیکھکر خوش ہوئے کہ دخترکشی کا جرم جاتا رہا۔ اور تھوڑے روز کے بعد جن کمبخت گھرانوں میں لڑکیوں کو اذیت دیجاتی یا بھوکی رکھی جاتی ہیں وہاں سے بھی یہ عیب دور ہو جائے گا۔

اخبار وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ مورخہ ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء میں ہے کہ ہندوستان میں برٹش عملداری سے پہلے دخترکشی کا عام طور پر رواج تھا لیکن یہ برٹش حکومت کا ہی فیض سمجھنا چاہیے کہ دخترکشی کا رواج اس ملک سے قریباً معدوم ہوگیا۔

سوال۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

ترجمہ یعنے خداوند تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے سب کچھ جو زمین میں ہے۔ زمین میں حلال اشیاء کے علاوہ حرام بھی ہیں کیا وہ بھی انسان کیلئے ہیں۔ کوئی صاحب اس کا جواب لکھیں۔ — **ناظر الحکم**

عام خبر گرد و کرامت نبی بخش احمد جان مالکان کارخانہ گبرون لدھیانہ پنجاب ولیسی کپڑے کے نمونے نئے نئے وجدید جنتری مع فہرست و کیریال مفت بلکہ ٹکٹ نصف گرہ سے لگا کر تقسیم کرتے ہیں۔

اطلاع ضروری

جو صاحب اخبار یا کتابوں کے متعلق ایڈیٹر و منیجر مطبع سے خط و کتابت کریں جواب کیلئے واپسی کا ٹکٹ روانہ کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی صورت میں معاف۔

وہ معمولی انسان نہیں بلکہ عظیم الشان ہے اور مسیح موعود کی اس فضیلت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت شان کا پتہ لگتا ہے جنکا یہ نائب ہے۔

عرض

ذرایع تبلیغ کی کثرت ہمارے خود ایک پہلو سے ظاہر کرتی ہے کہ مسیح موعود کو [illegible]ت سے سفر نکرنے چاہئیے (نعل اللہ یحدث بعد ذ[illegible] امرا) علاوہ بریں جب ہم ان[illegible] ں پر نظر کرتے ہیں جو آپ کے سلسلہ عالیہ کو [illegible] ا نے لئے خود تجویز فرمائی ہیں اور جن[illegible] نے فتح اسلام میں [illegible] ہی کیا ہے تو سفر ود[illegible] اس میں بھی نظر نہیں آتا بلکہ تیسری [illegible] آپ کے ایک قسم کی شمل اقامت کا اکو[illegible] ہ جنکو ہم ناظرین کے فائدہ کے لئے بیان [illegible] ضروری سمجھتے ہیں۔

تیسری شاخ

اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں یہ شاخ بھی برابر نشو ونما میں ہے اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے — چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے۔ اور جسقدر اون میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہونچایا گیا اور انکے مشکلات حل کردئے گئے۔ [illegible] اون کی کمزوری کو دور کردیا گیا اس کا علم خداتعالےٰ کو ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ بہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں اپنی طرف سے محل اور موقعہ کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید موثر اور جلدتر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام نبی ا[illegible] طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں اور بجز خداتعالےٰ کے کلام کے جو خاص طور پر بلکہ قلم بند ہوکر شائع کیا گیا باقی جسقدر مقالات انبیا میں وہ اپنے اپنے محل پر تقریریں ہی [illegible] ہیں عام قاعدہ نبیوں کا یہی تہا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقت میں مختلف مجالس اور محافل میں اون کے حال کی مطابق روح سے قوت پاکر تقریریں کرتے تہے مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح کہ جن کو اپنی تقریر سے فقط علمی سرمایہ دکھلانا منظور ہوتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی جہوٹی منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لاویں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں بلکہ انبیا نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا تہا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تہے اون کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تہے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تہے۔ بلکہ اون کو بیمار دیکھکر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پاکر علاج کے طور پر انکو نصیحتیں کرتے تہے یا حجج قاطعہ سے اُن کے اوہام کو رفع فرماتے تہے اور اونکی گفتگو میں الفاظ تہوڑے اور معانی بہت ہوتے تہے سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکہتا ہے اور واردین اور صادرین کی استعداد کی موافق اور اون کی ضرورتوں کے لحاظ کر اور اون کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کہلا رہتا ہے۔ کیونکہ برائی کو نشانہ کے طور پر دیکھکر اوس کے روکنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پاکر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونیکی حالت میں متصور ہے۔ اور کسی حالت میں کما حقہ ممکن نہیں وجہ یہی ہے کہ خداتعالےٰ نے چندیں ہزار نبی اور رسول بہیجے اور اون کی شرف صحبت میں مشرف ہونیکا حکم دیا تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشم دید نمونوں کو پاکر اور ان کے وجود کو مجسم کلام الٰہی مشاہدہ کرکے انکی اقتدا کے لئے کوشش کریں اگر صحبت صادقین مہتمم رہنما واجبات دین میں سے نہ ہوتا تو خداتعالےٰ اپنے کلام کو نہ بہیجتا رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بہی نازل کرسکتا تہا یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی اس سنت کے امر کو محدود رکہتا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کردیتا لیکن خداتعالےٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکہا اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خداپرستی اور تقوے طہارت وغیرہ امور واجبہ میں فرق آتا رہا ہے مقدس لوگ خداتعالےٰ سے وحی پاکر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں اور یہ دونو قضیے باہم لازم ملزوم ہیں۔ کہ اگر خداتعالےٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے تو یہ بہی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بہی ہمیشہ کے لئے آتے رہیں کہ جنکو خداتعالےٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو۔ بلاشبہ یہ بات یقینی اور امور مسلمہ میں سے ہے کہ یہ مہم عظیم اصلاح خلائق کی صرف کاغذوں کے گھوڑے دوڑانے سے سر براہ نہیں ہوسکتی اسکے لئے اسی راہ [illegible] ما[illegible] ضروری ہے جس پر قدیم سے خداتعالےٰ کے پاک نبی [illegible] رہے ہیں۔ اور اسلام نے اپنا قدم رکہتے ہی اس ہونہار طریق [illegible] سے مضبوطی اور استحکام سے رواج دیا ہے کہ اوس کی نظیر دوسرے مذہبوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے جو تعداد میں ریگ [illegible] سے بہی زیادہ بڑہ گئی تہی اور کمال اعتقاد اور [illegible] اور جانفشانی اور پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکہنے کے لئے آستانہ نبوی پر [illegible] ان رات پڑی رہتی تہی۔ بیشک حضرت موسیٰ کو بہی ایک جماعت ملی تہی۔ مگر وہ کیسی اور کسقدر سرکش اور ستمگر اور روحانی صحبت اور صدق قدم سے دور اور مہجور رہنے والی تہی اسبات کو بائبل کو پڑہنے والے اور یہودیوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کرلی تہی کہ اسلامی اخوت کی رو سے سچ مچ عضو واحد کی طرح ہوگئی تہی۔ اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر وباطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تہے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تہے۔ سو یہ بہاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے محض بت پرستی کرنے والے کامل خداپرستی تک پہونچ گئے اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اون کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہادیا یہ درحصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنیکا نتیجہ تہا۔ سو اسی بنا پر [illegible] بزاس سلسلہ کے قایم رکہنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بہی زیادہ وسعت سے بڑہا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑہانے کے لئے شوق رکہتے ہوں اور اون پر وہ انوار ظاہر ہوں کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں اور وہ ذوق اون کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے۔ تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پہیل جائے اور حقارت اور ذلت کا یہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دہو دیا جائے۔ اسی کی بشارت دیکر خداوند خدا نے مجھے بہیجا اور کہا کہ بخرام

کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں
برمنار بلند تر محکم افتاد۔

المختصر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کم سفر کرتے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ کے لئے ان ذرایع سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے آپکے زمانہ کے لئے نہیں بلکہ آپکی خدمت کے لئے پہلے سے مہیا کردئے ہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ اس سفر کا باعث کیا ہے؟ —

باعث سفر ایفاء عہد

اعلےٰ حضرت مقدمات گورداسپور کے دوران میں چندروزہ فرصت ملنے کے باعث لاہور تشریف لے گئے تہے اور اس تشریف بری سے بہی حضور کا مقصد وہ ایفاء عہد تہا جو آپ نے جماعت لاہور سے لاہور جانے کے متعلق ایک عرصہ پہلے کیا ہوا تہا۔ چنانچہ ہمارے ناظرین اس امر سے ناواقف نہیں ہیں۔ قیام لاہور کی تقریب پر جہاں قریبًا پنجاب کے مختلف شہروں سے احباب جمع ہوئے تہے جماعت سیالکوٹ بہی حاضر ہوئی تہی اس موقع پر جماعت سیالکوٹ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا اور اس کریم النفس وجود نے اس درخواست کو منظور فرمالیا اس درخواست کی قبولیت میں [illegible] جانے کن کن روحوں کی نیم شبی دعاؤں کا جذب تہا جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ بلا لیا۔

جذبہ عشق سلامت ہے تو انشاء اللہ
کچے تاگے میں چلے آئینگے سرکار بندھے

بسا اوقات ایسے ضعیف اور کمزور لوگ ہوتے ہیں جن میں طلب صدق وصفا ہوتی ہے اور خداتعالےٰ کے برگزیدوں کے ساتہ مقام عشق میں ہوتے ہیں لیکن سفر کرکے اس تک پہونچ نہیں سکتے ان لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کوئی ایسا سامان بہم پہنچا دیتا ہے جو خدا کے مرسل کسی نہ کسی ذریعہ سے ان تک پہونچ جاتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی حرکت اور ادا اللہ تعالےٰ کے اشارات کے ماتحت ہوتی ہے اور وہ عظیم الشان مصالح پر مبنی ہوتی ہے اسلئے بعد میں ان اسرار کا ظہور بہی ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس سفر کے مقاصد اور اغراض جو ظاہر ہوئے ہیں وہ بعد میں ہم انشاء اللہ دکہائیں گے۔ مختصر یہ کہ حضور نے سیالکوٹ جانیکا وعدہ فرمالیا۔ اور جماعت سیالکوٹ نے نہایت مستعدی اور کمال جوش کے ساتہ سیالکوٹ واپس جاکر مکانات وغیرہ کا انتظام شروع کردیا۔ مقدمات سے فرصت پاکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دارالامان واپس تشریف لے آئے۔ اور جماعت سیالکوٹ نے پورے انتظام اور تہیہ اسباب کے بعد حضور کی خدمت میں تشریف بری کی تاریخ کے تعین کے لئے درخواست کی اور اپنا آدمی بہیجدیا۔ چنانچہ ہمارے عزیز بہائی میاں محمد رشید صاحب اس خدمت پر مامور ہوکر قادیان آئے۔ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز تہی۔ اسلئے فرمایا کہ دو چار روز کے بعد جواب دونگا حضور کا منشاء استخارہ مسنونہ کا ہی تہا کہ گویا بعد استخارہ جواب دیا جاوے گا۔ آخر ۲۷ - اکتوبر ۱۹۰۴ء تاریخ روانگی مقرر ہوئی۔ اور حضور نے تاریخ مقررہ پر سب سے پہلی گاڑی میں بٹالہ سے سوار ہونے کے لئے حکم دیدیا۔

ایکا خارق عادت استقلال اور جاہ طلبی سے نفرت

میاں محمد رشید صاحب تاریخ لیکر قادیان سے واپس سیالکوٹ کو روانہ ہوچکے تو سیالکوٹ سے ان کے نام ایک کارڈ آیا جس میں یہ خواہش کی گئی تہی کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داخلہ شہر سیالکوٹ میں دن کے وقت ہو اسلئے حضور ایسی گاڑی میں آئیں جو دن کو داخل ہو [illegible] سیالکوٹ والوں کو یہ خواہش کئی مصالح پر مبنی تہی۔ منجملہ اسکے بڑی مصلحت یہ تہی کہ رات کو کثرت انبوہ میں انتظامی مشکلات نہوں۔ دوسرے حضور کے مشتاق زیارت کثرت کے ساتہ وہاں جمع ہونے والے تہے اور کل شہر اس دن کا انتظار کررہا تہا اسلئے دن کو یہ نظارہ قابل دید اور اثر انداز ہوسکتا تہا۔ لیکن سیالکوٹ کی جماعت کا عمومًا اور ہمارا خصوصًا ایمان بڑہ گیا جب دیکہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عزم کو عزم بالجزم ثابت کردکہایا اگر آپ کی بجائے کوئی دنیوی جاہ وحشم یا استقبال ونمائش کا بہوکا یا کرسی نشین ہوتا تو وہ پسند کرتا کہ جسقدر مجمع اوس کے دیکہنے کو آئے

فٹ نوٹ:— چودہ برس پہلے کا ذکر ہے اور [illegible] چودہ سال میں یہ تعداد چالاکہ سے بہی بڑہ گئی ہوگی۔ یاد رہے کہ آنے والے مہمان مرید ہی نہیں ہوتے بلکہ ہندو، مخالف مسلمان، سکہ، انگریز سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایڈیٹر

اور جسقدر شان و شوکت سے اوسکی سواری نکلے وہ تنوطری ہے لیکن یہ خدا کا برگزیدہ جو محض اللہ تعالےٰ کے ساتھہ اپنے تعلقات میں لذت اور ذوق پاتا ہے۔ ایسی شہرت کا حریص اور اسیر نہیں بلکہ وہ کمال ذوق و مستی میں کہتا ہے۔ ؎

بحمد اللہ کہ خود قطع تعلق کرد ایں قومے
خدا از رحمت و احسان میسر کرد خلوت را

نمے باید مرا ایکذرہ عزتہائے ایں دنیا
منہ از بہر ماکرسی کہ ماموریم خدمت را

ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفس خود عزت
خلاف من کہ میخواہم براہ یار ذلت را

حریص عزت و مجرم ازاں روزیکہ دانستم
کہ جا در خاطرش باشد دل مجروح غربت را

غرض

حضور نے اپنے اس ارادہ میں ہرگز ترمیم نفرمائی۔ باوصفیکہ سیالکوٹ سے ایک اور آدمی بھی اس غرض سے بھیجا گیا لیکن حضور نے جو عزم کر لیا تھا اسے بدلنا مناسب نہ سمجھا۔ اور حقیقت میں یہ عدم ترمیم ارادہ بھی **نشان نمائی** کا باعث ہوئی جیسا کہ **سیالکوٹ میں داخلہ** کے متعلق ہم دکھائیں گے۔

خدا تعالےٰ کے ماموروں کا استقلال ہی ایک ایسی زبردست کرامت ہوتا ہے جو ناعاقبت اندیش لوگ انہیں مجنون (وہمی) کہہ اٹھتے ہیں۔ اس استقلال میں ایک باریک رستہ ہے جو اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو اپنے مولا کریم سے انہیں ہوتا ہے گویا وہ ان امور کو جو دوسروں کی نظر میں وہمی اور شکی ہوتے ہیں اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اسی لئے نہ انکا قدم ہٹتا ہے اور نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ درماندہ ہوتے ہیں۔ اس امر کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا البتہ وہ لوگ جو ایمان باللہ کی لذت سے آشنا ہیں اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں ضمناً بات آ گئی ہے۔ استقلال کی ایسے ایک موقع کا تذکرہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا جب حضور نے گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا تو اتفاقاً ایسی شدید بارش ہوئی کہ راستے بالکل بند ہو گئے اور اس قدر پانی... کہ یکہ اور گاڑیاں ہرگز چل نہ سکتی تھیں۔ ہمارا انسپار ایڈیٹر الحکم کو اسی پانی میں پیادہ پا بوجہ تاریخ مقدمہ گورداسپور جانا پڑا اور وہاں جا کر جب خواجہ صاحب اور مولانا مولوی محمد علی صاحب سے راستہ کی تکالیف کا ذکر کیا تو وہ بہت گھبرائے اور بہر طرہ یہ ہوا کہ وہ مکان جس کا انتظام کیا گیا تھا عین وقت پر بیٹھ گیا اسی دن اس کے ملنے سے قطعاً مایوسی ہو گئی ایسی صورت میں ہم لوگ جو گورداسپور میں موجود تھے سخت گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ مکان کا انتظام نہیں راستہ ٹھیک نہیں اور حضرت اقدس کے ہمراہ بچوں اور مستورات کا ساتھ ہے۔ بعد مشورہ یہ رائے ہوئی کہ دو آدمی اسی وقت بھیجے جاویں جو حضرت کو اس سفر سے روک دیں۔ اسوقت حضرت مولوی محمد علی صاحب کی فراست اور ایمان نے بڑا ہی مزا دیا انہوں نے کہا کہ بھیجنے کو آدمی بھیجدو سب کچھہ مشکلات عرض کر دو مگر یہہ قوم (امامہا) اپنے ارادوں سے باز نہیں رہا کرتی کیونکہ ان کا استقلال بھی آراستہ ہوتا ہے آخر وہی ہوا۔ حضرت اقدس راستہ کی ان خطرناک تکالیف پر فتح پاتے ہوئے گورداسپور پہونچ ہی گئے۔ ہماری غرض اس واقعہ سے تذکرہ گوئی نہیں بلکہ یہہ دکھانا مقصود ہے کہ ان لوگوں کا استقلال خارق عادت استقلال ہوتا ہے۔

غرض

حضرت اقدس نے جو گاڑی روانگی کے لئے تجویز کی تھی وہی قائم رکھی اور اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو ۴ بجے کے قریب دارالامان سے روانہ ہوئے۔

روانگی از قادیان

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کا نظارہ قادیان میں ایک قابل دید نظارہ تھا جبکہ خدا تعالےٰ کا برگزیدہ بندہ اور اُسکا پاک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ کے سفر کے لئے دارالامان سے چلنے کو طیار تھا۔ کل احمدی قوم گویا موجود تھی۔ کچھہ تو حضرت اقدس کی مشایعت کے لئے اور کچھہ آپ کے ہمراہ جانے کو طیار تھے۔ مدرسہ کے بہت سے طالب علم اور استاد اور بہت سے لوگ بٹالہ تک آپ کے ہمراہ چلنے کو آمادہ تھے۔ بہر حال ۴ بجے کے قریب اعلیٰ حضرت اپنے خدام کے زمرہ میں دارالامان سے روانہ ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ یکے خدام حضور کے ہمراہ تھے اس سفر میں حضور کے ہمراہ حضرت ام المومنین علیہا السلام اور خاندان رسالت کے دوسرے ممبر بھی تھے۔ اسلئے رتہہ کے علاوہ فینس بھی ساتھہ تھی۔ یہہ شاندار قافلہ جس میں خدا تعالےٰ کا برگزیدہ مسیح موعود جا رہا تھا عجیب شان سے روانہ ہوا۔

مسیح موعود اور مسیح ابن مریم

مسیح ابن مریم کو بھی بعض اوقات اپنے ملک میں سفر کرنا پڑا تھا اور انکی جو حالت ہوتی تھی وہ ان لوگوں سے جنہوں نے انجیل پڑھی ہے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہانتک کہ کوئی انہیں جانتا بھی نہ تھا۔ سب سے زیادہ جلال انجیل میں جو بیان کیا گیا ہے جب وہ ایک گدھی کے بچے پر سوار جا رہے تھے۔ اسکے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کو وہ جلال اور شوکت نصیب ہوئی ہے جسکے لئے ہم بلا مبالغہ لکھتے ہیں کہ صاحب انجیل کو ہرگز نہیں ملی بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ صحف سابقہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح کی دو آمدوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ایک تو وہ پہلی آمد ہے اور دوسری وہ آمد ہے جو **جلالی** اور **پرشوکت** آمد ہے۔ خود عیسائیوں نے بھی اسی امر کا اعتراف کیا ہے اور یہ اعتراف انکو مجبوراً کرنا پڑا ہے کیونکہ پہلی آمد ہی کمزور اور ناقص تھی کہ آخر انکو اس جلال و شان کو دوسری آمد پر ملتوی کرنا پڑا اور حقیقت بھی اسیطرح پر ہے۔ دراصل ساری شان و شوکت اور جلال اسی دوسری آمد کے لئے رکھا گیا تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصہ میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا کا برگزیدہ کہتا ہے۔ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ✣ اس سے بہتر غلام احمد ہے

بہر حال ایک عجیب شان کے ساتھہ حضور روانہ ہوئے۔

حضور کا پیادہ پا سفر

اعلیٰ حضرت کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ آپ چہل قدمی کرتے رہتے ہیں اور گو ایک عرصہ سے سلسلہ سیر صبح کا بند ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضور کو اس امر کا خاص شوق ہے اور یہ طریق آپکی صحت کے لئے علی العموم عمدہ اور مفید ہے۔ جب سے حضور نے ہوش سنبھالا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے یہ معمول آپکا ثابت ہے کہ بیت الذکر کے سامنے صحن میں ہمیشہ ٹہلتے رہتے تھے بلکہ ہمارے ناظرین اس بات کو سنکر حیران ہونگے کہ آپ اکثر تالیفات کا کام بھی ٹہل کر ہی کیا کرتے ہیں صحن کے دونو طرف چھوٹے چھوٹے طاقچوں میں دوات رکھی اور ٹہلتے ٹہلتے لکھتے گئے۔ ٹہل کر پڑھنا تو اکثر نے سنا ہوگا مگر یہ کم دیکھا یا سنا ہوگا کہ ٹہل کر لکھا بھی جاتا ہے غرض اسی عادت اور مذاق کے موافق نصف راستہ طے کر لینے کے بعد حضور نے پا پیادہ سفر اختیار کیا اور پالکی سے اتر کر پیدل چلتے رہے اور آپکے ساتھہ بہت بڑا مجمع خدام کا بھی پیدل چلتا رہا۔ اور قریب آٹھہ بجے کے حضور بٹالہ پہنچ گئے۔

بٹالہ سٹیشن

بٹالہ ریلوی سٹیشن سے سیالکوٹ تک ایک سکنڈ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ریزرو کرائی گئی تھی بٹالہ سٹیشن پر جماعت بٹالہ نے آکر شرف نیاز حاصل کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔

"کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی محنت و تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور کمال حاصل ہو جاوے"

اسپر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

حصول کمال کیلئے مجاہدہ شرط ہے

کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ گذرے ہیں جو چاہتے ہیں کہ بغیر کسی قسم کی محنت اور تکلیف اور سعی اور مجاہدہ کے وہ کمالات حاصل کر لیں جو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں صوفیائے کرام کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آکر ان سے کہا کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ ہم پھونک مارنے سے ولی ہو جاویں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ پھونک کیواسطے بھی تو قریب ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ پھونک بھی دور سے نہیں لگتی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **لیس للانسان الا ما سعیٰ** یعنی کوئی انسان بغیر سعی کے کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ قانون ہے پھر اس کے خلاف اگر کوئی کچھہ حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا تعالےٰ کے کاموں کو توڑتا ہے اور اسے آزماتا ہے اسلئے محروم رہیگا۔ دنیا کے عام کاروبار میں بھی تو یہ سلسلہ نہیں ہے کہ پھونک مار کر کچھہ حاصل ہو جاوے یا بدون سعی اور مجاہدہ کے کوئی کامیابی مل سکے۔ دیکھو آپ شہر سے چلے تو سٹیشن پر پہونچے اگر شہر سے ہی نہ چلتے تو کیونکر پہونچتے۔ پاؤں کو حرکت دینی پڑی ہے یا نہیں اسی طرح سے جسقدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اول انسان کو کچھہ کرنا پڑتا ہے جب وہ ہاتھہ پاؤں ہلاتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے اسی طرح پر خدا تعالےٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اسلئے فرمایا ہے۔ **وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** پس کوشش کرنی چاہیے کیونکہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے۔

اس قسم کے ذکر اذکار اور خدام کی ملاقات میں گاڑی کا وقت آ پہونچا۔ اور **دس بجے** کے قریب گاڑی نے روانگی کا وسل دیا۔ **پلیٹ فارم** پر ایک خاص اژدہام تھا۔ اور عام لوگ حضرت اقدس کی زیارت کر کے سرور حاصل کر رہے تھے۔ قادیان کی جماعت جو سٹیشن تک حضرت اقدس کو چھوڑنے گئے تھے واپس روانہ ہوئی اور چند ہی منٹ کے اندر گاڑی سٹیشن سے نکلکر آخر نظروں سے غائب ہو گئی اور خدا کا محبوب امرتسر کی طرف روانہ ہوا۔

امرتسر ریلوی سٹیشن

بٹالے سے گاڑی روانہ ہو کر درمیانی سٹیشنوں سے گذرتی ہوئی ۱۱ بجے کے قریب امرتسر پہونچی۔ امرتسر کی جماعت نے پہلے ہی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک عریضہ عرض کر رکھا تھا کہ وہ کھانا لیکر حاضر ہونگے۔ اور حضرت نے ان کی دعوت کو منظور فرمایا تھا گاڑی کے پہونچنے سے پہلے ہی امرتسر کی جماعت سٹیشن پر استقبال اور حصول زیارت کے لئے حاضر تھی۔ لیکن حضرت اقدس کا نام اور دعوی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نکرے اسلئے گاڑی کے پہونچتے ہی ہر طرف سے لوگ دوڑے ہوئے گاڑی کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور خود احباب کو مصافحہ کرنا مشکل ہو گیا ایک دوسرے سے پہلے چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھوں۔ جن لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا ہے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر کشش دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ موافق تو موافق مخالف بھی کھچے چلے آتے تھے۔ اس مقام پر کچھہ لوگوں نے **حضرت** کے سلسلہ میں بذریعہ **بیعت** شامل ہونے کا فخر حاصل کیا امرتسر کی جماعت نے مسافران سیالکوٹ کو بڑی فیاضی اور فراخدلی سے گاڑیوں میں کھانا کھلا دیا۔ گاڑی کی روانگی تک ایک میلہ سا لگا رہا۔ جو لوگ گاڑیوں میں سوار ہو چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسوقت مستقل سے مستقل مزاج ایک قسم کی گھبراہٹ اور جلدی میں ہوتا ہے۔ کہ مبادا سوار ہونے سے رہ نہ جاؤں۔ لیکن اس **وجود** میں کچھہ ایسی خوبی اور جذب تھا کہ دیوانہ وار مسافر اس کی طرف تکتے تھے اور انہیں یہ خیال ہی نہ ہوتا تھا کہ گاڑی میں سوار ہونا ہے۔ کاش وہ لوگ جو مخالفت پر اٹھے ہوئے ہیں ان باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا یہ جذب کشش کسی مصنوعی منصوبہ ساز کو دیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۱۲ بجے کے بعد گاڑی نے امرتسر سٹیشن کو چھوڑا اور بہت سی روحوں کو اسی شوق میں مضطرب چھوڑ کر آگے نکل گئی۔

اٹاری سٹیشن

اس دن ریلوی لائن کے اردگرد کے دیہات میں

کچھ ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ گاڑی کے سٹیشن پر پہونچنے سے پہلے ہی ایک معمولی سے معمولی سٹیشن پر بھی ایک خاصہ اژدہام اور ہجوم زائرین کا ہوتا تھا حالانکہ کوئی شخص کسی کو کہنے نہیں گیا تھا اور ابھی حضور کی روانگی کی خبر عام طور پر شائع بھی نہ ہو چکی تھی اس سٹیشن پر بھی غیر معمولی مجمع ...... پر موجود تھا لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ اٹاری کے سٹیشن ماسٹر نے چند آدمیوں کو صرف اندر آنے کی اجازت دی یہ بڑا بھاری روحانی ظلم ہے۔ جو ان لوگوں پر کیا گیا ہے جنکو باہر رکھا گیا اگرچہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نیک ارادوں کی وجہ سے ثواب حاصل کرنے والے انشاء اللہ تعالیٰ ٹھہریں گے لیکن **سٹیشن ماسٹر** صاحب کی بے جا سختی نے ان کو اس مقصد عظیم سے روکے رکھا جسکے لئے وہ آئے تھے ریلوے اتھارٹیز کو ایسے امور پر نوٹس لینا چاہئے اگر ایسے سٹیشنوں پر پلیٹ فارم ٹکٹ نہ ہوں تو کیوں **اجازت** لے کر اندر جانے والوں کو روکا جاوے حالانکہ وہ ایک نیک غرض اور پاک مقصود کے لئے جاتے ہوں دنیا میں تو ممکن ہے کہ ایسے سٹیشن ماسٹر سے کوئی استفسار نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور وہ ضرور **یصدون عن سبیل اللہ** کے زمرہ میں جوابدہ ہوگا۔ بہرحال جن لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی وہ نہایت اخلاص سے آکر ملے اور پانچ احمدی بھائیوں اور اپنے سید و مولا امام کے حضور انہوں نے دودھ کی دعوت پیش کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ساتھ ہی ٹکٹ لیکر خود بھی سوار ہو گئے اور اس چند منٹ کی صحبت احباب کو بھی انہوں نے اکسیر سمجھا۔

والگا سٹیشن

والگا ایک مختصر سا فلیگ سٹیشن ہے والگا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں عیسائیوں نے اپنا احاطہ بنایا ہوا ہے اور کچھ مشنری عورتیں یہاں رہتی ہیں ان کی سعی اور کوشش نے یا بالفاظ دیگر انکے مفاد کے لئے یہ سٹیشن بنا ہوا ہے۔ اس سٹیشن پر خدا کے فضل و کرم سے بابو محمد ایوب بکنگ کلرک احمدی ہے جسے ریلوی کے کام کی کثرت کی وجہ سے شاید بہت کم فرصت قادیان آکر حضرت کی زیارت کی ملتی اور اس تقریب پر اس جنگل میں پڑی ہوئی روح کو سیراب ہونے کا موقع خود بخود مل گیا۔

میاں میر

ایک بجے کے بعد گاڑی میاں میر سٹیشن پر پہونچی۔ جو ایک فوجی چھاؤنی ہے اٹاری کی جماعت اس مقام پر اتر کر دوسری گاڑی میں واپس ہوئی یہاں بھی بعض مخلصین کو زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

لاہور سٹیشن

ریلوی سٹیشن پر یوں تو عام طور پر ایک عجیب دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن آج غیر معمولی رونق اور ریلپیل بھاری تھی۔ احمدی جماعت تو لازماً موجود تھی مگر دوسرے لوگ بھی جو مذہبی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کو موجود تھے لاہور کے ریلوی سٹیشن پر اس کثرت سے اژدہام تھا کہ وہاں کے روزانہ پیسہ اخبار کو بھی باوجود مخالفت کے اسکا اقرار کرنا پڑا ہے اور ابھی قریباً دو مہینے قبل حضرت اقدس لاہور میں رہ کر آئے تھے اس صورت میں اگر قیام لاہور میں آپ کو پوری کامیابی نہ ہوئی ہوتی تو چاہئے تھا کہ اسوقت دوسرے مذاہب کے لوگوں میں سے ایک بھی وہاں نہ ہوتا لیکن احمدیوں کے سوا۔ ہندو و مسلمانوں کے فہمیدہ لوگوں کا ایک خاصہ مجمع اس تقریب پر تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے نام میں کچھ عجیب کشش کی تاثیر اور جذب ہے جو مخالف سے مخالف کو بھی اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور جب ہم آج سے پچیس برس پیشتر پر نظر کرتے ہیں اور حضرت اقدس کے حالات کو سنتے یا پڑھتے ہیں تو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ یہ اثر اور جذب اسی وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے کہ حضرت احدیت نے مامور کرکے اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ سچ ہے ؎

برکسے چوں مہربانی مے کنی + از زمینی آسمانی مے کنی
خود کنی و خود کنائی کار را + خود دہی رونق تو این بازار را

غرض ریلوی سٹیشن پر ایک صف آرا فوج معلوم ہوتی تھی جو رب الافواج کے برگزیدہ کے استقبال اور زیارت کے واسطے موجود تھی۔ یہاں بھی مسافروں اور اجنبیوں کا یہ حال تھا کہ خواہ نہ خواہ اسی گاڑی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام رکھا تھا۔ اور یہاں چونکہ گاڑی کو کچھ عرصہ تک ٹھہرنا تھا اسلئے لاہور کی احمدی جماعت کو اچھا موقع حصول ملاقات کا مل گیا۔

۲ بجے کے قریب آخر گاڑی نے اس سٹیشن کو بھی الوداع کہا۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ لاہور کے ریلوی سٹیشن پر بھی بہت سے لوگوں کو اندر آنے سے روکا گیا تھا۔ اور پلیٹ فارم ٹکٹ بھی بند کر دیا تھا۔ انگریزی انسپکٹر انتظام کے لئے موجود تھا۔

بادامی باغ

بادامی باغ کے سٹیشن پر ہمارے محترم معصر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا مولوی صاحب نے سمجھ لیا تھا۔ کہ لاہور کے سٹیشن پر ملاقات کرنا کوئی سہل امر نہیں ہے اسلئے وہ بادامی باغ آملے اور چونکہ مقدمہ کے متعلق انہیں لاہور میں رہ کر کام کرنا تھا اسلئے یہاں سے ہی واپس ہوئے۔ اور گاڑی حدود لاہور سے نکل گئی۔ مسافران سیالکوٹ نے گاڑیوں میں ہی نماز ظہر ادا کرنی شروع کردی۔

اسیطرح پر دوسرے سٹیشنوں پر حضرت کی زیارت کے لئے لوگ آتے تھے۔ آخر گاڑی گوجرانوالہ کے سٹیشن پر پہونچی۔

گوجرانوالہ

گوجرانوالہ کے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع خاص گوجرانوالہ کے علاوہ اردگرد کے دیہات سے آئے ہوئے لوگوں کا مجمع موجود تھا بیان کرنیوالے کہتے ہیں کہ اس مجمع کی تعداد کسی حالت میں سات آٹھ سو سے کم نہ ہوگی۔ اس مجمع میں کثرت کے ساتھ اہل ہنود بھی تھے۔ حضرت اقدس کی گاڑی کے سامنے ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ احمدی احباب نے مصافحہ کیا اور خدا کے برگزیدہ پر سلام کہا۔ وقت معینہ پر گاڑی یہاں سے بھی چلی گکھڑ کے سٹیشن پر بھی باوجودیکہ وہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے پچاس سے زیادہ آدمیوں کا مجمع تھا۔ جس **شوق** جوش اور اخلاص سے یہ لوگ آتے تھے اور گاڑی کی طرف لپکتے اور دوڑتے تھے وہ نظارہ کچھ قابل دید ہی تھا۔ اسے کسی جرنلسٹ کا قلم تو کیا شاعر کی بلند پروازی بھی ادا نہیں کرسکتی۔

ان زائرین کو بھی چند منٹ کی ملاقات کے بعد شوق زیارت تیز کرکے گاڑی نے وہیں چھوڑا اور وہ سراسیمہ ہو کر دوڑتی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھتے رہے اور گاڑی سیٹیاں مارتی ہوئی گویا خدا کے محبوب کو اپنا سوار سمجھکر اتراتی ہوئی سٹیشن سے نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وزیرآباد سٹیشن پر جاکر کھڑی ہوئی۔

وزیرآباد ریلوی سٹیشن

وزیرآباد ایک جنکشن سٹیشن ہے جہاں سے سیالکوٹ کی طرف گاڑی جاتی ہے۔ اور ایسا ہی لائل پور وغیرہ کیطرف بھی یہاں ہی سے گاڑی جاتی ہے غرضیکہ یہی وہ سٹیشن ہے جہاں سے حضرت اقدس نے سیالکوٹ کی طرف جانا تھا اور سیالکوٹ یہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی راہ تھی۔

اس سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین کا موجود تھا۔ اور جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ وزیرآباد میں ابھی احمدی جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے تو اس کثرت سے آئے ہوئے لوگوں کا دیکھنا حیرت میں ڈالتا تھا۔ اور خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ وزیرآباد میں حافظ عبدالمنان جیسا مخالف موجود ہے۔ اور وہ اپنی جگہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ لوگوں کو سلسلہ عالیہ سے بدظن کرتا رہے اور کوئی دقیقہ کوشش کا داخل ہونیسے روکنے میں اٹھا نہ رکھے۔

وزیرآباد کے سٹیشن پر اسقدر انبوہ فی الحقیقت غیر معمولی بات تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ کی عظمت اور شوکت کا پتہ لگتا تھا۔ چونکہ ریزرو ڈ گاڑیوں کو کاٹ کر اس ٹرین کے ساتھ لگانا تھا۔ جو سیالکوٹ جانے والی تھی۔ اسلئے ان گاڑیوں کو دور نالہ پلکو کے پل تک لیجانا پڑا۔ اس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ اب لوگ الگ ہو جاوینگے مگر لوگوں کا بڑھا ہوا شوق گاڑی کے دونوں طرف انکو لے بھاگا اور انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ مبادا ہم کچلے جائیں۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مخلوق بھاگی جاتی تھی۔ آخر وہ گاڑیاں کاٹ کر سیالکوٹ والی ٹرین سے لگا دی گئیں اور لوگوں کا ہجوم بدستور اسوقت تک رہا جب تک کہ گاڑی سٹیشن سے نکل گئی۔

وزیرآبادی احباب کی دعوت

اس امر کا اظہار اس موقع پر نہ کرنا غالباً سخت ناانصافی ہوگی کہ ہماری وزیرآبادی جماعت کے معزز رکن شیخ غلام رسول اور شیخ احمد جان صاحب مالکان کارخانہ سوڈا واٹر نے نہایت فراخدلی کے ساتھ حضرت اقدس اور آپ کے ہمراہی جماعت کی دعوت لیمونیڈ سے کی۔ کثرت کے ساتھ انہوں نے پانی کی بوتلیں اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کیں یہ **اخوت** یہ محبت بجائے خود حضرت اقدس کی سچائی کا ثبوت ہے کہ اس شخص کی تعلیم میں وہ اثر اور قوت ہے کہ مختلف طبقات کے لوگوں کو ایک کر دیا ہے اور امیر غریب سب ایک پلیٹ فارم پہ کھڑے کر دئیے ہیں غرض گاڑی سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ چونکہ کثرت مخلوق اور ہجوم میں بہت سے لوگوں کو حضرت اقدس سے مصافحہ کرنے کا شرف نہ مل سکا تھا اسلئے اکثر احباب ساتھ ہی گاڑی میں سوار ہوگئے اور سیالکوٹ اور وزیرآباد کے درمیانی سٹیشنوں پر جہاں جسکو موقع ملا اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔

سوہدرہ

سوہدرہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جہاں گاڑی بہت ہی کم عرصہ غالباً منٹ دو منٹ کھڑی ہوتی ہوگی اس دوڑ دھوپ اور کم فرصتی کو بھی غنیمت پاکر اکثر خدام حضرت نے شرف نیاز حاصل کر لیا علیٰ ہذالقیاس دوسرے سٹیشنوں پر بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر منزل مقصود آپہونچا۔ یعنی۔

سیالکوٹ ہاں پیارا سیالکوٹ۔ بلکہ مبارک سیالکوٹ

سیالکوٹ کے متعلق ہم نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں انہیں مبالغہ نہیں بلکہ انکی تہ میں حقیقت ہے جو ہم بعد میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

سیالکوٹ ریلوی سٹیشن

سیالکوٹ ریلوی سٹیشن کا نظارہ کچھ ایسا قابل دید تھا کہ کسی جادو نگار کا قلم اور نازک خیال شاعر کا دماغ بھی اس نظارہ کو ادا کرنے کے قابل نہیں۔ پھر کہا جاتا ہے۔ کہ مصور اور فوٹوگرافر کسی نظارہ کو اچھی طرح دکھا سکتا ہے۔ مگر اے ہمارے پڑھنے والو! یقیناً سمجھو کہ اس مقام پر مصور کا قلم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور فوٹوگرافر بھی (باوصفیکہ آج اس فن میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں) کمال دکھانے سے عاجز ہے۔ وہ نظارہ فی الحقیقت **قابل دید** ہی تھا۔

اس نظارہ کے دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزارہا انسان تھے پھر انمیں ہر طبقہ اور ہر شعبہ کے لوگ تھے۔ سیدھے سادے پرانے زمانہ کے بڑے بوڑھے۔ بچے نوجوان۔ امیر۔ غریب۔ حکام۔ حضرت اقدس کے مخلص۔ مخالف۔ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ پھر انمیں سے عالم و جاہل۔ شاعر۔ صوفی اور خلاف مزاج۔ غرض ہر قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک اپنی اپنی نظر اور آنکھ سے اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا پھر اسقدر متضاد خیالات متضاد طبیعتوں کے لوگوں کے نکتہ خیال کو آن واحد میں پا جانا ایک معمولی جرنلسٹ کے لئے آسان نہیں ہے۔

لیکن ہم اپنے ناظرین کو مایوس کرنا نہیں چاہتے ہم انہیں مختلف نظروں سے اس نظارہ کو خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے دکھانے کی کوشش کرینگے ممکن ہے کہ ہم اس میں پورے کامیاب نہ ہوں کیونکہ **بہرحال وہ پھر ہماری اپنی نظر ہے۔** لیکن **مالا یدرک کلہ لایترک کلہ**۔ ہمارے ناظرین

ہماری آنکھ سے مختلف نظاروں کو معائنہ کریں۔ اور یہ بھی کسی تائید یافتہ روح کے فیض کا اثر سمجھیں جو ایک کمزور شخص مختلف نظاروں کو آن واحد میں ایک نظر سے دیکھ لیتا ہے۔

سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کا نظارہ عام نظر میں

ہر چند جماعت سیالکوٹ نے کوشش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی ایسی گاڑی میں وہاں پہونچیں جو دن کے وقت سیالکوٹ پہونچتی ہو لیکن ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی حال میں بھی اپنے پروگرام کو نہیں بدلا اور جس گاڑی میں روانہ ہونیکا عزم فرما چکے تھے اسی گاڑی میں روانہ ہوئے اور یہ گاڑی سیالکوٹ سٹیشن پر چھ بجے کے بعد پہونچی جب کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاریکی اپنا اثر سطح زمین پر ڈال رہی تھی۔

ایسی حالت میں ایسے وقت میں لوگوں کا اپنے کاروبار چھوڑ کر سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کے لئے آنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جگہ کچھ ایسے کھنچ گئے تھے کہ وہ رک سکتے ہی نہ تھے۔ جس طرف نظر جاتی تھی آدم زاد ہی آدم زاد نظر آتا تھا۔ ہمارے احباب سیالکوٹ کو غالباً اس نظارہ کو دیکھکر اپنی اس تجویز یا خیال پر ضرور تاسف ہوا ہوگا جو انہوں نے حضرت اقدس کے دن کی گاڑی میں آنے کے متعلق سوچا تھا کیونکہ اسوقت کی بیشمار مخلوق کا جمع ہو جانا انکی امیدوں سے بڑھا ہوا تھا۔ بلکہ ہم صاف طور پر یوں کہیں کہ انکا ایمان بڑھ گیا ہوگا کیونکہ گاڑی کے پہونچنے کا یہ وقت ایسا تھا جبکہ لوگ اپنے دن کے کاروبار سے فارغ ہوکر آرام کرنے کے لئے گھروں کو جاتے ہیں مگر آج انہیں کوئی غیر معمولی کشش تھی جو انکو بجائے آرام کرنے کے دکھ اٹھانے کے لئے کھینچے لاتی تھی کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اسقدر انبوہ اور ہجوم میں آرام کے ساتھ چلنا ناممکن ہے انہیں علم تھا کہ دھکے پر دھکے پڑیں گے اور پولیس اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے امن قایم رکھنے کے لئے مناسب موقع کارروائی کر کام لے گی۔ لیکن ان لوگوں کو پولیس کی جھڑکیاں اور گھرکیاں ایک دوسرے کے دھکے کھانے منظور تھے دن بھر کی کوفت میں اس کوفت اور تکان کا اضافہ پسند خاطر تھا لیکن سٹیشن پر

مرزائے ما

کو دیکھنا ضروری تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس امر پر سوچو کہ اگر یہ جذب اور کشش حضرت مسیح موعود کا نہ تھا تو کون تھا جو شہر میں منادی کرنے گیا تھا۔ کہ تم شام کو چھ بجے کے بعد (جبکہ دن بھر کی محنت مزدوری سے تھکے ماندہ ہوکر آرام کرنے جاتے ہو) گھر کی بجائے سٹیشن پر آجانا اگر عام طور پر منادی بھی کرائی جاتی اور لوگوں کا **فرض** قرار دیدیا جاتا بلکہ کچھ سزائے جرمانہ بھی مقرر ہو جاتی کہ جو نہ آئے گا اسے سزا دیجائے گی۔

اور مسیح موعود کی بجائے کوئی اور شخص آنیوالا ہوتا تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ جرمانہ ادا کرنا پسند کرتے لیکن نہ آتے پر نہ آتے۔ برخلاف اس کے آج سے ایک ہفتہ سے بھی زاید عرصہ پہلے سے مخالف مولویوں اور **یصدون عن سبیل اللہ** کے مصداق لوگوں نے بہت کوشش کی تھی کہ کوئی شخص سٹیشن پر نہ جاوے اور اگر کوئی مسلمان وہاں گیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائیگی اس قسم کے اقرار اور حلف لوگوں سے ان دشمنان حق نے لئے تھے لیکن دلوں میں کچھ ایسی زبردست تحریک اور جوش تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کے فتوی کے موافق طلاق واقع کر لینا آسان سمجھا لیکن یہ اپنی روح پر گراں سمجھا کہ وہ سٹیشن پر نہ آئیں۔

ایسی حالت کا اندازہ کرکے اور اس مخالفت کے جوش کو دیکھ کر خدا کے **محبوب** کی عظمت اور بھی دل میں بڑھ جاتی ہے اور سچ مچ یقین نہیں بلکہ **عین الیقین** ہو جاتا ہے کہ یہ **جذب** اور کشش اسی کی راستبازی اور حقانیت کا تھا۔ جو ہزاروں ہزار سلاسل کو توڑ کر کھینچ لاتا تھا۔

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ

براہین احمدیہ میں عرصہ دراز گذرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو مندرجہ حاشیہ الفاظ میں بشارت دی تھی کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کیجاوے۔ پس اس سے بڑھ کر **تعرف بین الناس** کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم **اہل دل** اور **اہل انصاف** لوگوں کے پاک جذبات کو اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ پچیس سال پیشتر ایک شخص اس امر کو شایع کرتا ہے اور آج تحریر کردہ پیشگوئی بلا تفاوت مو کے اسی رنگ میں پوری ہوتی ہے۔

غرض

اس نظارہ کو جب ہم عام نظر سے دیکھتے ہیں اور مولویوں اور مخالفوں کے مسلمانوں سے سٹیشن پر نہ آنے کے عہد اور قسم لے لینے کے بعد اسقدر مجمع کو پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے اختیار سر جھک جاتا ہے۔ اور اسکی قدرت کا تماشا نظر آتا ہے کہ لاریب

برکسے چوں مہربانی میکنی
از زمینی آسمانی میکنی

سٹیشن پر اور سٹیشن سے شہر تک مخلوقات کا اندازہ بروایات مختلفہ ۱۲ سے پندرہ ہزار تک کیا گیا ہے اور یہ کہنا تو ہرگز مبالغہ نہیں کہ جس راہ سے آپ شہر میں داخل ہوئے۔ اس راہ پر سٹیشن سے لیکر فرودگاہ تک دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں اور بازار کے دور ویہ میں آدم زاد کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور اس حصہ کی تمام مخلوق گویا ہار رہی تھی۔

سٹیشن پر انتظام | سیالکوٹ کے مقامی حکام

خصوصاً صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے قیام امن اور انتظام کے لئے پہلے سے پوری تدابیر کی ہوئی تھیں۔ اسقدر انبوہ میں ممکن تھا کہ کسی نہ کسی قسم کی کوئی بدنظمی ہو مگر حکام سیالکوٹ نے اپنے حسن انتظام سے اسکو ناممکن کر دکھایا۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے کیا لیکن وہ پھر بھی ہماری خاص شکر گذاری کے قابل ہیں اور خدا کرے کہ ایسے حکام ہر جگہ ہوں۔ ہمارے مخدوم آغا محمد باقر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ سیالکوٹ بھی ہمہ تن انتظام میں مصروف تھے۔ اس نوجوان رئیس کو ایسا مستعد اور خوش اخلاق پاکر ہماری طبیعت میں خاص ذوق پیدا ہوا اور آرزو ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان مسلمان رئیسوں کو اس قسم کی مستعدی اور خوش اخلاقی اور اپنی اصلاح نفس کا خیال عطا کرے۔ کیونکہ یہی لوگ قوم کا سر ہیں۔

بہرحال انتظامی حالت قابل اطمینان ہی نہ تھی بلکہ قابل شکر گذاری تھی۔

انتظام روشنی

شام کے بعد چونکہ وہاں گاڑی پہونچی تھی اور تاریکی دمبدم پھیلتی جاتی تھی جماعت سیالکوٹ نے روشنی کا کافی انتظام کر دیا تھا۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر بطور خیر مقدم مہتابیاں چھوڑی گئیں ہم نے اس نظارہ کو مختلف رنگوں اور نظروں سے دکھانا چاہا ہے اور اس لئے عام نظر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسپر مختلف نظریں ڈالنے کے لئے وہ مقام رکھیں جہاں ہم لیکچر کا تذکرہ کریں گے۔ کیونکہ وہ دونوں نظارہ ایک ہی قسم کے ہیں۔

اَلْمُخْتَصَر

سٹیشن پر بڑا ہجوم تھا۔ اور اس ہجوم کے حسب حال مقامی حکام کا پورا انتظام تھا۔ احمدی جماعت نے اس پلیٹ فارم پر جہاں ریزرو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں جو احاطہ سٹیشن کے دوسری طرف سرائے مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے متصل لب سڑک واقع ہے) روشنی کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

شہر کو روانگی

پورے انتظام کے ساتھ بیشمار مخلوق کو ایک طرف کرکے پلیٹ فارم کا وہ حصہ بالکل خالی کرالیا گیا اور عین گاڑی کے دروازہ پر حضرت کی سواری کی گاڑی لاکر کھڑی کر دی گئی اور حضرت حجۃ اللہ اور ام المومنین اور دوسرے ممبران خاندان رسالت جدا جدا گاڑیوں میں امن اور آرام کے ساتھ سوار ہو گئے۔

اور جب سب احمدی احباب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سیالکوٹ گئے ہوئے تھے آرام سے گاڑیوں میں سوار ہو گئے تو یہ شاندار جلوس پولیس اور مقامی حکام کے مناسب موقع انتظام کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوا۔ گاڑیوں کے آگے مہتابیاں چھوڑی جاتی تھیں اور گاڑیوں کے دونوں طرف وہ ہزارہا مخلوق ساتھ ساتھ بھاگی جاتی تھی۔ خدا کا جری ایک بگھی گاڑی میں بیٹھا ہوا اس انبوہ و اژدہام میں جا رہا تھا۔ اور لوگ اس کے دیدار کے لئے دوڑے جا رہے تھے۔ ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں اور سیالکوٹ کی سنجیدہ پبلک اور اسوقت کے ڈیوٹی پر متعین حکام خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کا نظارہ پہلے کسی آدمی کے لئے نہیں دیکھا گیا۔

یہ گاڑیاں گویا انسانوں کی سڑک پر جاری تھیں راستہ میں ہر در و دیوار اور ہر سقف و مکان پر آدمی ہی آدمی موجود تھے۔ اور یہ عجیب بات تھی کہ بعض لوگ زیارت کے لئے باوصفیکہ غیر الفہم یہ کہتے تھے کہ ہم تو مرید ہیں ہیں نہ ہوا کرو۔ اس سے اس محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ نے عام لوگوں کے دلوں میں ڈال دی تھی۔ راستہ میں جو لوگ بازاروں کی چھتوں پر تھے انہوں نے ٹھیک اسوقت جب حضور شہر میں داخل ہوئے ایک چراغاں کر دی اور یہ ایسا داخلہ معلوم ہوتا تھا جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔ ہم اس سر کو بھی بعد میں کسی دوسرے موقعہ پر لکھیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فرودگاہ

فرودگاہ کے لئے جناب حکیم حسام الدین صاحب کا محلہ تجویز ہوا تھا۔ کل مہمانوں کے لئے کچھ ایسے متعدد ملتے جلتے مکانات خالی کرائے گئے تھے کہ وہ سارا محلہ جہاں یہ مہمان فروکش تھے ایک محلہ کی بجائے ایک ہی مکان کا حکم رکھتا تھا۔

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متعلقین کے لئے میر حکیم حسام الدین صاحب کا **ایوان** تجویز ہوا تھا۔ چنانچہ حضور وہاں فروکش ہوئے۔ اور دوسرے خدام اعلیٰ حضرت اپنے اپنے مقام پر جو پہلے سے انکے لئے تجویز ہو چکے تھے۔

سیالکوٹ کی احمدی جماعت کا حسن انتظام اور مہمان نوازی

سیالکوٹ کی جماعت نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ تشریف آوری کی دعوت کرتے وقت خوب سمجھ لیا تھا کہ سیالکوٹ میں کس قدر مجمع مہمانوں کا ہو جائیگا۔ اور سیالکوٹ کی جماعت نے لاہور میں آکر اس مجمع کو دیکھ بھی لیا تھا

لاہور میں بجائیکہ حضرت اقدس کی تشریف بری ہوئی تھی اور انکی خبر بعد میں احباب کو پہونچی پھر بھی ایک معقول تعداد احباب کی جمع ہو گئی تھی لیکن سیالکوٹ میں جماعت سیالکوٹ نے خوب سمجھ لیا تھا کہ یہاں لاہور کی نسبت مجمع احباب کثرت سے ہوگا - کیونکہ سیالکوٹ ایک طرح پر (مرکز) میں واقع ہے اور گوجرانوالہ گجرات جہلم وغیرہ اضلاع کی جماعتیں سہولت سے وہاں حاضر ہو سکتی تہیں - اس لئے اہل سیالکوٹ کو لاہور کی نسبت بہت بڑے پیمانہ پر مہمان نوازی اور آسایش احباب کا انتظام کرنا پڑا تہا - اور انہوں نے پہلے ہی سے ان امور کو سوچ لیا تہا - علاوہ بریں لاہور میں جو بعض احباب کو بعض امور میں شکایت پیدا ہو گئی تہی ان امور کو بہی جماعت سیالکوٹ نے مدنظر رکھ لیا تہا - حقیقت یہ ہے کہ ایسے مجموں کا انتظام اور انکی آسایش و آرام کا پورا لحاظ رکھنا سہل اور آسان نہیں ہوتا - لاہور میں چونکہ امر اتفاقی تہی اس لئے اگر کوئی وجہ شکایت احباب کو بہی پیدا ہوئی تو وہ بالکل نظر انداز کرنے کے قابل ہے - اور سیر چشمی سے بعید ہے - علاوہ بریں میزبانوں اور مہمانوں میں فی الحقیقت کوئی تفریق نہ تہی ہم تو ایسے بہی لاہور کی جماعت کی عالی ہمتی تک سمجھتے ہیں جو اس نے ہمیں مہمان بنایا بجائیکہ میزبان ہی تہے - سیالکوٹ کی عالی ہمت جماعت نے (جو ہمیشہ سابقت فی الخیرات کی حریص رہی اور خدا کے فضل سے اسے یہ امتیاز بہی حاصل ہو چکا ہے) اتنا بہی گوارا نہ کیا کہ کسی نوع کی تکلیف کسی بہائی کو ہو - انہوں نے اس سے پہلے کہ خدا کا مسیح و مہدی اپنی کثیر التعداد جماعت کو لیکر انکا مہمان ہو ہر قسم کی ضروریات کا کافی سے کافی زیادہ ذخیرہ جمع کر لیا تہا - اور اس سے جہانتک ہم سمجھتے ہیں انکی غرض کوئی نمود و نمائش نہ تہی بلکہ ایسا خیال بہی انکی نسبت کرنا ہمارے نزدیک بدظنی ہے اصل غرض انکے دلوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اکرموا الضیف یعنی مہمانوں کی عزت کرو - کی تعمیل تہی اور خدا تعالے کے برگزیدہ محبوب مسیح و مہدی کی سنت کی تقلید - جو لوگ حضرت حجۃ اللہ کی پاک مجلس میں بیٹھنے کی عزت حاصل کر چکے ہیں اور کثرت سے انہیں موقع ملا ہے - یا جو ہمارے اخبار کے پڑہنے والے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اعلے حضرت حجۃ اللہ کے دل میں مہمان کی کسقدر عزت ہوتی ہے وہ انکی خاطر داری اور تواضع کے لئے کسقدر بیقرار ہوتے ہیں بار بار عملہ مہمان خانہ کو تاکید ہوتی ہے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پاوے اور مہمانوں کو الگ کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ بے تکلفی سے رہیں - جس چیز کی ضرورت ہو براہ راست مجھے فوراً اطلاع دو -

غرض ایک دو مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ حضرت اقدس نے عملہ مہمان خانہ کو تاکید کی ہے - اور اکرام ضیف سنت الانبیا ہمیشہ سے چلی آتی ہے -

پس جماعت سیالکوٹ نے اسی سنت الانبیا پر اور پھر انبیاء علیہم السلام کے زندہ نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت پر قدم مارا - اور مہمانوں کی تواضع اور انکی دلجوئی اور آرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا قادیان میں اول اول جب سالانہ تعطیلوں کی تقریب پر احباب جمع ہونے لگے اور اس مدرسہ میں سب کے سب قریباً مبتدی تہے بعض سے چہوٹی چہوٹی باتوں اور کہانے پینے کی قسموں پر کچھ تکرار ہوئی تو حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے اس امر کو نہایت کراہت سے دیکھا اور ایک اشتہار کے ذریعہ جماعت کی اصلاح کی خواہش ظاہر کی اور لکہا کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جبتک اپنے آرام پر اپنے بہائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھیرا دے - اگر میرا ایک بہائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے - اور میں باوجود اپنی صحت و تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اسپر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے - اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اوس کو نہ دوں - اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں - اگر میرا بہائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اسکے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بہائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے - تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اسکی باتوں پر صبر کروں - اور اپنی نمازوں میں اسکے لئے رو رو کر دعا کروں - کیونکہ وہ میرا بہائی ہے اور روحانی طور سے بیمار ہے - اگر میرا بہائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بجبیں ہو کر تیزی دکہاؤں یا بدنیتی سے اسکی عیب گیری کروں - کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسکا دل نرم نہ ہو جبتک اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں - خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں - اور غصہ کو کہا لینا اور تلخ بات کو پی لینا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے الخ - خود اس قسم کے نصائح اور ہدایات آپ نے جماعت کو دی تہے - انکا عملی نمونہ بلا مبالغہ اس تقریب پر ہم نے جماعت سیالکوٹ میں پایا (خدا تعالے ایسی توفیق ہم سب کو دے - آمین) انہوں نے اپنے آرام کو چہوڑ کر سب مقدم کر لیا تہا کہ دوسرے احمدیوں کو آرام پہونچے اپنے گہر مہمانوں کے لئے خالی کر دئے - انکی خاطر داری اور آسایش کے لئے ہر مکان میں ضروری سامان پہلے سے مہیا کر رکہا تہا - کوئی کمرہ یا کوٹھڑی ایسی نہ تہی کہ جس میں روشنی پانی کا کافی سامان نہ ہو کسی سامان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تہی کہ وہ یہ کہے کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے - بیماروں کی لئے الگ پرہیزی کہانا طیار ہوتا تہا - جس چیز کیلئے کوئی مہمان درخواست کرے ہم نے نہیں دیکہا اور نہ سنا کہ کسی نے انکار کیا ہو - بازار میں عطاروں کی دوکانیں مخصوص کر دی تہیں جہاں کہ مریض ہر وقت جو دوا چاہیں مفت لے سکتے تہے -

تقریر پُرتاثیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

بعد نماز جمعہ - ۲۸ / اکتوبر سنہ ۱۹۰۴

بیعت تو اعمال صالحہ کا تخم ہے

میں اون لوگوں کے لئے جنہوں نے بیعت کی ہے چند نصیحت آمیز کلمات کہنا چاہتا ہوں

یہ بیعت تخم ریزی ہے اعمال صالحہ کی - جسطرح کوئی باغبان درخت لگاتا ہے یا کسی چیز کا بیج بوتا ہے - پہر اگر کوئی شخص بیج بو کر یا درخت لگا کر وہیں اوسکو ختم کر دے اور آئندہ آبپاشی اور حفاظت نہ کرے تو وہ تخم بہی ضائع ہو جاوے گا - اسیطرح انسان کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے - پس اگر انسان نیک عمل کرکے اوس کے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کرے تو وہ عمل ضائع جاتا ہے - تمام مخلوقات - مثلاً مسلمان ہی سہی اپنے مذاہب کے فرائض میں پابند ہیں مگر اوس میں کوئی ترقی نہیں کرتے - اسکی وجہ یہ ہے کہ نیک عمل کے بڑہانیکا خیال اون کو نہیں ہوتا اور رفتہ رفتہ وہ عمل رسم میں داخل ہو جاتا ہے پس مسلمانوں کے گہر میں پیدا ہوئے تو کلمہ پڑہنے لگے - ہندوؤں کے گھر میں ہوتے تو رام رام کرتے -

یاد رکہو کہ بیعت کے وقت توبہ کے اقرار میں ایک برکت پیدا ہوتی ہے - اگر ساتھ اس کے دین کو دنیا پر مقدم رکہنے کی شرط لگالے تو ترقی ہوتی ہے مگر یہ مقدم رکہنا

دین کو دنیا پر مقدم کرنا تمہارے اختیار میں نہیں بلکہ امداد الٰہی کی سخت ضرورت ہے

ہے - جیسے اللہ تعالے نے فرمایا ہے - والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا - کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری راہ میں انجام کار راہنمائی پر پہونچ جاتے ہیں - جسطرح وہ دانہ تخم ریزی کا بدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا بلکہ خود بہی فنا ہو جاتا ہے - اسی طرح تم بہی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کروگے اور دعائیں نہ مانگوگے کہ خدایا ہماری مدد کر - تو فضل الٰہی وارد نہیں ہو گا - اور بغیر امداد الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے - چور - بدمعاش - زانی - وغیرہ جرائم پیشہ لوگ ہر وقت ایسے نہیں رہتے بلکہ بعض وقت انکو ضرور پشیمانی ہوتی ہے - یہی حال ہر بدکار کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں نیکی کا خیال ضرور ہے - پس اس خیال کے واسطے اسکو امداد الٰہی کی بہت ضرورت ہے - اسی لئے پنجوقتہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑہنے کا حکم دیا - اوس میں ایاک نعبد - فرمایا - اور پہر ایاک نستعین یعنی عبادت بہی تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بہی تجہہ ہی سے چاہتے ہیں - اسمیں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے - یعنی ہر نیک کام میں - قویٰ - تدابیر - جدوجہد سے کام لینے پر اشارہ ہے - نعبد - کی طرف - کیونکہ جو شخص نری دعا کرتا اور جدوجہد نہیں کرتا وہ پہر بامراد نہیں ہوتا جیسے کسان بیج بو کر اگر جدوجہد نہ کرے تو پہل کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے - اور یہ سنت اللہ ہے - اگر بیج بو کر صرف دعا کرتے ہیں تو ضرور محروم رہیں گے مثلاً دو کسان ہیں ایک تو سخت محنت اور کلیہ رانی کرتا ہے یہ تو ضرور زیادہ کامیاب ہوگا - دوسرا کسان محنت نہیں کرتا یا کم کرتا ہے - اسکی پیداوار ہمیشہ ناقص رہیگی جس سے وہ شاید سرکاری معمول بہی ادا نہ کر سکے - اور وہ ہمیشہ مفلس رہے گا - اسی طرح دینی کام بہی ہیں - انہیں میں منافق - انہیں میں سے انہیں میں صالح - انہیں میں ابدال - قطب - غوث - بنتے ہیں - اور خدا کے نزدیک درجہ پاتے ہیں - اور بعض چالیس چالیس برس سے نماز پڑہتے مگر ہنوز روز اول ہی ہے اور کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی - نمازوں - روزوں سے کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتے - بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑے متقی اور مدت سے نماز خواں ہیں مگر ہمیں امداد الٰہی نہیں ملتی - اسکا سبب یہ ہے کہ رسمی اور تقلیدی عبادات کرنے میں ترقی کا کبھی خیال نہیں - گناہوں کی جستجو ہی نہیں - سچی توبہ کی طلب ہی نہیں - پس وہ پہلے قدم پر ہی رہتے ہیں اگر انسان بہایم سے کم نہیں - ایسی نمازیں خدا کیطرف سے وبال لاتی ہیں - نماز تو وہ ہے جو اپنے ساتھ ترقی لاوے - جیسے طبیب کے زیر علاج ایک بیمار ایک نسخہ دس روز استعمال کرتا ہے پر اوس سے اسکو روز بروز نقصان ہو رہا ہے جب اتنے دنوں کے بعد فائدہ نہ ہو تو بیمار کو شک پڑ جاتا ہے کہ یہ نسخہ ضرور میرے مزاج کے موافق نہیں - اور بدلنا چاہئے پس رسم اور رسمی عبادت ٹہیک نہیں -

اپنی زبان میں دعا کرو

نمازوں میں دعائیں اور درود میں یہ عربی زبان میں ہیں مگر تم پر حرام نہیں کہ نماز میں اپنی زبان میں بہی دعائیں مانگا کرو - ورنہ ترقی نہ ہوگی - خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جسمیں تضرع اور حضور قلب ہو - ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں - جیسا کہ فرمایا - ان الحسنات یذھبن السیئات یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں - یہاں حسنات کے معنے نماز کے ہیں - اور حضور اور تضرع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے - پس کبھی کبھی ضرور اپنی زبان میں دعا کیا کرو - اور بہترین دعا فاتحہ ہے کیونکہ وہ جامع دعا ہے - جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آجاوے گا تو وہ زمینداری کے صراط مستقیم پر پہونچ جاوے گا - اور کامیاب ہو جاوے گا - اسی طرح تم خدا کی ملنے کی صراط مستقیم تلاش کرو - اور دعا کرو کہ یا الٰہی میں ایک تیرا گنہگار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں - میری راہنمائی کر - ادنےٰ اور اعلےٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازہ پر سوالی ہر روز جا کر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اوس کو بہی شرم آجاوے گی پہر خدا تعالے سے مانگنے والا جو بے مثل کریم ہے کیوں نہ پائے - پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پا لیتا ہے نماز کا دوسرا نام دعا ہی ہے جیسے فرمایا ادعونی استجب لکم - پہر فرمایا - واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان - جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے

ضروری نوٹ - حضرت اقدس کی اس تقریر کو جو اس سے آگے درج ہے ہم پہلے لکھ چکے تھے لیکن یہ مضمون اندازہ سے بڑھ گیا ہے اسلئے اسکے سلسلے کے لئے اب صفحہ [illegible] کالم [illegible] سطر [illegible] سے آگے پڑھو -

پس میں بہت ہی قریب ہوں میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔ بعض لوگ اوسکی ذات پر شک کرتے ہیں۔ پس میری ہستی کا نشان یہہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں پکارونگا۔ اور جواب دونگا۔ اور تمہیں یاد کرونگا۔ اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا تو دیکھو۔ کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دور ہے پکارتے ہو۔ اور تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ وہ شخص تو تمہاری آواز سنکر تمکو جواب دیگا۔ مگر جب وہ دور سے جواب دے گا تو تم بباعث بہرہ پن کے سن نہیں سکوگے۔ پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری۔ دور ہوتی جاوے گی تو تم ضرور آواز کو سنوگے۔ جب سے دنیا کی پیدایش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہہ بات نابود ہو جاتی کہ اوسکی کوئی ہستی ہے بھی پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اوس کی آواز کو سن لیں۔ یا دیدار یا گفتار۔ پس آجکل کا گفتار قایم مقام ہے دیدار کا۔ ہاں جبتک خدا کے اور اس سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اسوقت تک ہم سن نہیں سکتے جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا۔ تو اوس کی آواز سنائی دے گی۔ بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ بند ہو گیا ہے۔ اسکا اصل میں مطلب یہ ہے کہ اندھا سب کو ہی اندھا سمجھتا ہے۔ کیونکہ اوس کی اپنی آنکھوں میں جو نور موجود نہیں۔ اگر اسلام میں یہ شرف بذریعہ دعاؤں اور اخلاص کے نہ ہوتا تو پھر اسلام کچھہ چیز بھی نہ ہوتا اور یہ بھی اور مذاہب کی طرح مردہ مذہب ہو جاتا۔

اسلام کا خاص امتیاز

پس تم ان مردوں کی طرف خیال مت کرو۔ جو خود بھی مردہ اور اسلام کو بھی مردہ بناتے ہیں یہ تو درحقیقت ایسا مذہب ہے کہ جس میں انسان ترقی کرتا ہوا فرشتوں سے مصافحہ جا کرتا ہے۔ اور اگر یہہ بات نہ تھی تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیوں سکھایا۔ اسمیں صرف جسمانی اموال کی طلب نہیں کی گئی بلکہ روحانی انعام کی رکھی ہے۔ پس اگر تم نے ہمیشہ اندھا ہی رہنا ہے تو پھر تم مانگتے کیا ہو۔ یہہ دعا فاتحہ ایسی جامع اور عجیب دعا ہے کہ پہلے کبھی کسی نبی نے سکھلائی ہی نہیں۔ پس اگر یہ نرے الفاظ ہی الفاظ ہیں اور اس کو خدا نے منظور نہیں کرنا تو ایسے الفاظ خدا نے ہمیں کیوں سکھلائے۔ اگر تمہیں وہ مقام ملنا ہی نہیں تو ہم پانچ وقت کیوں ضایع کرتے ہیں۔ خدا کی ذات میں بخل نہیں ہے اور نہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ اون کی پوجا کی جاوے۔ بلکہ اسلئے کہ لوگوں کو تعلیم دیں کہ ہماری راہ اختیار کرنے والے ہمارے ظل کے نیچے آجاویں گے۔ جیسے فرمایا۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی میری پیروی میں تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ آنحضرت پر محبوب ہونیکی بدولت یہہ سب اکرام ہوئے مگر جب کوئی اور شخص محبوب بنے گا۔ تو اوس کو کچھہ بھی نہیں ملے گا۔ اگر اسلام ایسا مذہب ہے۔ تو سخت بیزاری ہے ایسے اسلام سے۔ مگر **ہرگز اسلام ایسا مذہب نہیں**۔ آنحضرت تو وہ مایدہ لائے ہیں کہ جو چاہے اوس کو حاصل کرے وہ نہ تو دنیا کی دولت لائے اور نہ مہاجن بنکر آئے تھے۔ وہ تو خدا کی دولت لائے تھے اور خود اوسکے قاسم تھے پس اگر وہ مال دنیا نہیں تھا۔ تو کیا وہ گٹھڑی واپس لیگئے۔ پر سچ ہے جس اندھے کے پاس روشنی موجود نہیں وہ کیسے دعوے کر سکتا ہے۔ کہ میں روشنی رکھتا ہوں اور تقسیم کر سکتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ انبیاء تو علے وجہ البصیرۃ سمجھاتے ہیں۔ پس جو لوگ یہہ کہتے ہیں۔ کہ وہ بصیرۃ کسی کو نہیں ملے گی۔ تو گویا یہہ خود اس دنیا سے اندھے ہی جاوینگے۔

اگر انکا ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سچا ہوتا تو یہہ یقین رکھتے کہ وہ آسمانی مال تقسیم کرنے آئے تھے اور انکا عقیدہ نہ ہوتا کہ یہ امت تمام امتوں سے فوقیت حاصل کرے گی۔ حالانکہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو وحی ہوئی تھی اب بتاؤ کہ انکے مردوں کو بھی کبھی ایسی وحی ہوئی ہے۔ لاہور میں ایک مولوی سے میری بحث ہوئی محدث کے لفظ پر کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ محدث وہ ہے جو خدا سے مکالمہ کرتے اور یہ بات حضرت عمرؓ کے متعلق تھی تو اوس مولوی نے جواب دیا کہ چونکہ اسلام کو آنحضرت کے بعد مکالمہ الٰہی نصیب نہیں اسلئے حضرت عمرؓ کو یہ عہدہ نصیب نہیں ہوا۔ گویا اس امت میں تو دجال ہی آتے رہیں گے۔

مسیح کے متعلق جس زمانہ کی اطلاع احادیث وغیرہ میں دیگئی ہے وہ یہی زمانہ ہے۔ سورۃ نور اور بخاری میں۔ **منکم** کا لفظ صاف ہے۔ آثار تمام نمودار ہو گئے ہیں۔ کسوف وخسوف رمضان میں ہو گیا۔ طاعون آگئی۔ یہہ کیسے کہلے نشان تھے۔ لیکن لوگ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ نہ تو یہ مارتے ہیں۔ اور نہ خدا مارنے والا ہے۔ آخر تم جانتے ہو کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ وہ پاک خدا جیتے گا۔ باوجود اسقدر کہلے نشانات کے جواب یہہ دیتے ہیں کہ تیس دجالوں میں سے یہہ بھی ایک دجال ہے۔ او کمبختو تمہارے حصہ میں دجال ہی دجال رہ گئے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی بلائیں تم پر آئیں۔ اور خدا کی طرف سے بھی آیا تو دجال ہی آیا۔ اول تو تم خود بخود مرتے جاتے تھے۔ اب ایسی حالت میں خدا نے تم سے یہہ سلوک کیا کہ مرتے کو مارنے کی تجویز ٹھہرائی۔ کیا خدا کو تم سے کوئی ایسی ہی سخت عداوت تھی کہ سختی پر سختی کر رہا ہے۔ یہہ انسانی غلطیاں ہیں۔ تم لوگ ان سے ہوشیار رہو۔ خدا بڑا کریم و رحیم ہے۔ جب کسی کے کپڑے پر ہفتہ گذر جاتا ہے تو اسکو فکر لگ جاتی ہے کہ اسکو صاف کرایا جاوے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا پر سو کی جگہ ایک سو بیس برس گذر گئے پر خدا نے تجدید دین کی کوئی تجویز نہ کی اور بجائے تجدید کے دجال بھیجکر اوس کی تخریب کی۔ اسوقت ۲۹ لاکھہ مسلمان عیسائی ہو چکا ہے۔ یہہ وہ قوم تھی اگر اس میں سے ایک شخص بھی عیسائی ہوتا تھا تو حشر بپا ہو جاتا تھا دوسری طرف ایک اور خبیث قوم نے سر اٹھایا ہے وہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر آریہ بنا رہی ہے مگر ان ہمارے مسلمانوں کو یہی خیال آتا ہے کہ ابھی ہمارے اندر دجال ہی پیدا ہوا ہے۔ اور خدا نے بھی ان کے ساتھ یہہ دہوکہ کیا کہ دجال کو صدی کے سر پر بھیجا تاکہ ان کی رہی سہی امید بھی باقی نہ رہے۔ معلوم ہوا کہ تمہارے اندر بڑے بڑے خبث اور گناہ پوشیدہ ہیں جسکی تمہیں یہہ سزا مل رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی محافظت کریں گے یعنی جب اس کے معانی میں غلطیاں وارد ہوں گی تو اصلاح کے لئے ہمارا مامور آیا کریگا۔ پس تم میرے اوپر خیال مت کرو۔ بلکہ صدی کے ابتداء۔ بیرونی حملوں۔ اور اندرونی اعمال کو دیکھکر۔ تم خود غور اور فکر کرو کہ آیا دجال کی ضرورت ہے۔ یا مہدی اور مسیح کی۔

تعصب بڑی بلا ہوتی ہے۔ تعصب والوں نے تو کسی رسول کو بھی نہیں مانا۔ اور اونکو دوکاندار قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف بلاتے رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ضرور ہمیشہ ساتھ رہی ہے اور رہیگی۔ قرآن کریم کا ابتداء۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہے۔ رحمان بے مانگے دینے والا۔ اور رحیم محنت کو نہ ضایع کرنے والا۔ پس اسوقت رحمانیت اور رحیمیت کہاں گئی۔ سوچو تو سہی کہ یہہ اوس کے مناسب حال ہے یا کیا؟ اصل میں جب انسان تعصب پہ آتا ہے۔ تو آنکھ دھندلی ہو جاتی ہے اور جب اوسمیں ترقی کرتا ہے تو وہ نور چھین لیا جاتا ہے۔ پس ہدایت پانے کا طریق اشتہار بازی نہیں۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ تم ایک دفعہ بھی میرے پاس آئے ہو۔ اور اپنے اعتراضات کا جواب پوچھا ہے۔ یا کم سے کم میری تصانیف کو ہی دیکھا ہے۔ تو جواب دینگے کہ میاں ہم کو ان باتوں کی فرصت نہیں۔ پھر تمنے جھٹ دجال کا فتویٰ کیوں لگا دیا۔ پھر ہمنے دین میں کون سی تحریف کی ہے۔ تم منہ سے نماز اور روزہ کا نام لیتے ہو۔ اور میں کہتا ہوں کہ انکی روحانیت لو۔ صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ وہ خدا کہتا ہے جسنے مجھے مامور کیا ہے۔ اور [illegible] لئے کہ تمہارے پوست میں مغز کیفیت داخل ہو جاوے۔

ہاں تمہارے ہمارے درمیان مسیح کا جھگڑا ضرور ہے۔ لیکن خدا کی کلام سے زیادہ سچا گواہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں دوسرے کے قول سے کیا غرض ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول۔ حق اور سچ ہیں۔ مگر جو قرآن کریم کے خلاف نہ ہوں۔ پس ہمیں ایمان محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے قصوں پر جو احادیث میں درج ہیں۔ قرآن کریم کو مقدم رکھیں۔ پس ہم تو قرآن کریم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور جو احادیث قوی اور صحیح ہیں وہ ضرور قرآن کے ساتھہ ہیں۔ اور ہمارے دعوے میں ہماری موید ہیں۔ پس ہمارا اور ان لوگوں کا اور کوئی اختلاف نہیں بجز اس کے کہ یہ پوست پر قناعت کرتے ہیں۔ اور ہم مغز کو چاہتے ہیں۔ مسیح کی موت کا قرآن نے خود۔ **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ**۔ میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اگر ہم قبول کریں کہ مسیح ناصری آجتک زندہ ہے تو ہمیں یہ بھی قبول کرنا پڑیگا۔ کہ عیسائی بھی آجتک راہ راست پر ہیں۔ اور اسکی قرآن کریم خود تردید کرتا ہے۔ **تَكَادُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ يَتَفَطَّرْنَ**۔ الآیۃ میں۔ مجھے میرے خدا نے ہزار ہا وحیوں میں مامور کیا ہے۔ اور وہ وہی بات ہے جو تیرہ سو برس پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔ ہمارا اور انکا کوئی جھگڑا نہیں۔ اگر شرم و حیا اور ایمان ہو۔ یہ بھی نہیں۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کل لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ نہیں۔ مگر جن کے حق میں سعادۃ تھی۔ پس ہمارا کام تو سمجھانا ہے۔ پس جو شخص مسیح کو زندہ مانتا ہے وہ جھوٹا ہے اور خدا کا منکر ہے۔ اور جسکو خدا نے مامور کیا ہے اوسکو تو تازہ علم اوسکی وفات کا دیا ہے۔ پھر اگر انہوں نے مسیح کو ماننا نہیں تو وہ حکم کس بات کا ہوگا۔ اور ہر ایک مذہب والا اوسکا فیصلہ کسطرح مانیگا۔ **حکم** کا لفظ تو صاف دلالت کرتا ہے کہ ضرور اون لوگوں میں اختلاف اور اغلاط ہونگے جنکا وہ آکر فیصلہ کریگا۔ پس ہم تو تیسے سچا اتباع نبی کریم اور ترک اغلاط طلب کرتے ہیں اور بس۔

پس ہمارے لوگ ہمارے مخالفین سے سختی سے پیش نہ آیا کریں اون کی درشتی کا نرمی سے جواب دیں اور ملاطفت سے سلوک کریں۔ چونکہ یہہ خیالات مدت مدید سے اون کے دلوں میں ہیں رفتہ رفتہ ہی دور ہونگے۔ اسلئے نرمی سے کام لیں۔ اگر وہ سخت مخالفت کریں۔ تو اعراض کریں۔ مگر اسبات کے لئے اپنے اندر قوت جاذبہ پیدا کرو۔ اور قوت جاذبہ اوسوقت پیدا ہوگی جب تم صادق مومن بنوگے۔ اور اگر تم صادق نہیں تو تمہاری نصیحت ایسی ہے۔ جیسے پرنالہ کا پانی موجب فساد ہوتا ہے۔ پس صادق کے واسطے ورزش کی اشد ضرورت ہے۔ جیسے ایک پہلوان کے سامنے تمہاری کیا ہستی ہے کہ مقابلہ کر سکو۔ اگرچہ وہ بھی تمہارے جیسا آدمی تھا۔ جسمانی نشو ونما میں اوس نے ترقی اور ورزش کر کے یہ طاقت حاصل کی۔ پس تم روحانی قوی میں ورزش کر کے روحانی پہلوان یعنی صادق مومن بنو۔ جو شخص اپنا نشو نما نہیں کرتا۔ وہ تو اپنے کنبہ کو بھی درست نہیں کر سکتا۔ پس قوت روحانی پیدا کرو دیکھو۔ نبی۔ رسول۔ سب ایک ایک ہو کر ہی آئے ہیں۔ مگر وہ صادق اور جاذب تھے۔ مال کی کثرت اور کمزوری جدا چیز ہے۔ روحانی قوت ہونی چاہئے۔ ہاں کشش میں بھی وہی سعادت مس

نوٹ ضروری۔ صفحہ ۱۲ پر جو مضمون جنات کے متعلق ہے جیسا کہ اس کے آخر میں نام دیا گیا ہے وہ مولوی محمد فضل صاحب کی ذاتی رائے ہے۔ ضرور نہیں کہ اکابران امت اس رائے کے پابند ہوں۔ ایڈیٹر

میں جنکو کچھ مناسبت ہوتی ہے - مثلاً - انجن
ہے تو فائدہ نہیں دے سکتا ہے - اگر خوب
ہے تو سو گاڑی بھی لے جاویگا - پس گرم اور
ناشیر مومن ہو - اس ہماری جماعت کے واسطے
خدا کا وعدہ ہے کہ دنیا میں پھیلے گی - پھر اگر طاقت
ہے اور اس کے پھیلانے والے اور لوگ ہونگے
تو تم نے کیا حاصل کیا -

طاقت ایمانی کیسے پیدا ہو

اب سوال یہ ہوگا کہ طاقت کسطرح پیدا ہوتی ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ صادق اور پکا بندہ بن جاوے تاکہ کسی زلزلہ سے برگشتہ اور منہ پھیرنے والا نہ ہو - صحابہ کرام سارے ہی باخدا اور عاشق تھے مگر آنحضرت اون سے بڑھ کر ایسے وفادار تھے کہ کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا - اسی لئے آپ کو سانپوں اور درندوں اور خاردار کانٹوں والا جنگل (ملک) اس کے درندے حیوانات انسانی شکل میں دکھلائے گئے پھر ملک بھی ایسا اونکے سپرد کیا کہ جس سے بڑھکر دنیا میں کوئی شریر النفس نہ تھا - پھر آنے ایسے وقت پر کہ تمام مردہ اور فساد کی جڑھ تھے جیسے فرمایا ظہر الفساد فی البر والبحر - اور گئے ایسے وقت پر کہ فرمایا - الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیہ - اذا جاء نصر اللہ والفتح - الآیہ - اس کو معجزہ کہتے ہیں - اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی محبت الٰہی اور قوت جاذبہ آنحضرت کے اندر تھی - پس خدا کے خاص بندوں اور غیروں میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ قوۃ ایمانی اور استقامت ایسی ہو - کہ کسی رکاوٹ شدید سے باز نہ رہے - اس صفت سے جسکو جتنا حصہ ملا ہے اوتنا ہی وہ برکت کا موجب ہوگا میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی تبدیلی کے واسطے تین باتیں یاد رکھو - (۱) نفس امارہ کے مقابل پر تدابیر اور جد و جہد سے کام لو - (۲) دعاؤں سے کام لو - (۳) سست اور کاہل نہ بنو - اور تھکو نہیں -

ہماری جماعت بھی اگر بیج کا بیج ہی رہیگی - تو کچھ فائدہ نہ ہوگا - جو ردی رہتے ہیں خدا انکو بڑھاتا نہیں - پس - تقوی - عبادۃ اور ایمانی حالت میں ترقی کرو - اگر کوئی شخص مجھے دجال اور کافر وغیرہ ناموں سے پکارتا ہے تو تم اسبات کی کچھ بھی پرواہ نکرو - کیونکہ جب خدا میرے ساتھ ہے تو مجھے ان کے ایسے بدکلمات اور گالیوں کا کیا ڈر ہے - فرعون نے حضرت موسے علیہ السلام کو کافر کہا تھا - ایک زمانہ ایسا آگیا - کہ پکار اٹھا - کہ میں اوس خدا پر ایمان لایا جسپر موسی اور اوس کے متبع ایمان لائے ہیں - ایسے لوگ یاد رکھو کہ مخنث اور نامرد ہوتے ہیں - یہہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے ایک بچہ بعض اوقات اپنی ماں اور باپ کو بھی ناسمجھی کی وجہ سے گالی دیدیتا ہے - مگر اوس کے اوس فعل کو کوئی برا نہیں سمجھتا -

پس یاد رکھو کہ زری بیعت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کچھ بھی سودمند نہیں - جب کوئی شخص شدہ بیمار سے مرنے کے قریب ہوجاوے - یا شدۃ بھوک سے مرنے تک پہونچ جاوے - تو کیا اوسوقت ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ کھانیکا اوسکو موت سے بچالیگا - ہرگز نہیں جسطرح اوس بدن کو بچانیکے واسطے کافی خوراک اور کافی پانی بہم پہونچانے کے سوا چارہ نہیں - اسیطرح پورے جتن سے - تھوڑی سی نیکی سے تم بھی بچ نہیں سکتے - پس اس دھوکہ میں نہ رہو کہ ہم نے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیا ہے اب ہمیں کیا غم ہے - ہدایت بھی ایک موت ہے جو شخص یہ موت اپنے اوپر وارد کرتا ہے اوسکو پھر نئی زندگی دی جاتی ہے - اور یہی اصفیاء کا اعتقاد ہے - اللہ تعالے نے بھی اسی ابتدائی حالت کیواسطے فرمایا - یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم - یعنی پہلے اپنے آپ کو درست کرو اپنے امراض کو دور کرو - دوسروں کا فکر مت کرو - ہاں رات کو اپنے آپ کو درست کرو - اور دنکو دوسروں کو بھی کچھ ہدایت کردیا کرو - خدا تعالے تمہیں بخشے اور تمہارے گناہوں سے تمہیں مخلصی دے - اور تمہاری کمزوریوں کو تم سے دور کرے - اور اعمال صالح اور نیکی میں ترقی کرنے کی توفیق دیوے - (آمین) - والسلام

بہ تسلسل مضمون صفحہ ۶ کالم ۲

قادیان والونکا خاص احترام

گو حفظ مراتب نکنی زندیقی ہمارے حضرت عموماً اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے ہیں - اور عام طور پر بھی مراتب اور مدارج کا لحاظ رکھا جاتا ہے - سیالکوٹ کے بھائیوں نے دار الامان کے مسافروں اور مہمانوں کا اس تقریب پر خاص احترام کیا جس سے جماعت سیالکوٹ کی اس محبت کا پتہ لگتا ہے - جو اسے اپنے آقا و محبوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ہے - ورنہ ہم اپنے اندر کوئی خاص قابلیت اور فخر اس احترام کے لئے بہ استثناء بزرگان ملت نہیں رکھتے ہاں بزبان مہدی ہم کہہ سکتے ہیں -

گلے خوشبوئے در حمام روزی - رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری - کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم - ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد - وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

اس سٹی کو تو یہ کہنے کا موقعہ تھا کہ جمال ہمنشیں در من اثر کرد - لیکن ہم خدا تعالے سے اس اثر کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں - دار الامان والوں کے لئے خصوصاً یہ التزام تھا کہ ہر شخص کا کھانا اسکے مکان پر پہونچا دیا جاتا تھا - اور ایسا ہی دوسرے ضعفاء اور بعض احباب کو انکی حسب خواہش کھانا طیار کرکے مکان پر پہونچایا جاتا اور باقی سب احباب کو ایک وسیع صحن میں حسب دستور کھانا کھلایا جاتا تھا - مختصر یہ کہ مہمان نوازی کے پورے لوازمات کو ان لوگوں نے ادا کیا ہر شخص جس فرض پر متعین تھا اسنے نہایت دیانتداری اور کمال مستعدی کے ساتھ اسے ادا کیا اسلئے ہم کسی خاص شخص کے متعلق کچھ ذکر نہیں کرسکتے کیونکہ بجائے خود ہر ممبر جماعت سیالکوٹ کا خاص تعریف اور شکر گذاری کے قابل ہے - خدا کرے کہ اس قسم کی ہمت - استقلال - اور فروتنی اور محبت و یگانگت ہم سب میں پیدا ہو - اسکے بعد اگر کسی جماعت نے کبھی اعلٰے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کو دعوت دی تو امید ہے کہ سیالکوٹ کی جماعت کا انتظام اور انصرام ہمیشہ نمونہ سمجھا جاویگا - ہم اس سلسلہ میں مخدومنا حکیم میر حسام الدین صاحب کا خاص ذکر کریں گے اور کسی دوسرے مقام پر - انشاء اللہ العزیز)

ہاں اسقدر اور اضافہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جماعت لاہور کے بعض معزز ارکان مثل خلیفہ رجب الدین صاحب اور میاں معراج الدین صاحب نے بھی اس تقریب پر انتظامی امور میں جماعت سیالکوٹ کا ہاتھ بٹانے میں سرگرمی دکھائی - جزاہم اللہ احسن الجزاء -

خیر مقدم

ہم ذوق مضمون کے سلسلہ میں کچھ ایسے محو ہوئے کہ اس امر کا ذکر نہیں کرسکے کہ اعلٰے حضرت حجۃ اللہ کے داخلہ پر شہر میں جماعت سیالکوٹ کی طرف سے چھپا ہوا خیر مقدم بھی تقسیم ہوا تھا اور اکثر جگہ خصوصاً اس محلہ اور ان مکانات میں جہاں مہمان فروکش تھے لگایا گیا - اس خیر مقدم پر مندرجہ ذیل دو شعر تھے -

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر تو بود زمزمہ شادی ما
سایہ گستر باد یارب بر دل شیدائے ما
حضرت مہدی ما عیسٰے ما مرزائے ما

غرض

اعلٰے حضرت ۲۷ - کی شام کو خدا تعالے کے فضل و کرم سے خیریت کے ساتھ سیالکوٹ پہونچ گئے اور اسی محلہ میں جہاں قریباً ۷ برس پیشتر آپ ایک گمنامی کی حالت میں رہ چکے تھے آج ایک عظیم الشان انسان کے رنگ میں فروکش ہوئے - اسی سلسلہ مضمون میں " حضرت اقدس سیالکوٹ میں بحیثیت ایک گمنام کے " ایک جدا عنوان ہے -

مہمانوں کی کثرت آناً فاناً بڑھ رہی تھی - اور ہر آنیوالی ٹرین ایک معقول تعداد مسافروں کی اس تقریب پر لارہی تھی - جنکو نہایت مسرت کے ساتھ میزبانان سیالکوٹ

اھلاً وسھلاً ومرحباً

کہنے کو طیار رہتے تھے -

پہلا جمعہ ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء

۲۸ - اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جمعہ کا دن تھا اسلئے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ اس مسجد میں جو اعلٰے حضرت کی فرودگاہ سے بالکل ملی ہوئی ہے اور میر حکیم حسام الدین صاحب کی مسجد کہلاتی ہے - وقت مقررہ سے پہلے ہی جمع ہوگئے تھے - مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ سورۃ جمعہ پر پڑھا - ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خطبہ قلمبند نہیں کیا جاسکا ورنہ وہ بہت ہی ضروری تھا - اگر خدا تعالے نے چاہا اور حضرت مولانا کو توفیق ملی تو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ کسی وقت خود اسے بطور ایک مضمون کے لکھدیں بعد نماز جمعہ بہت سی مخلوق بیعت کے لئے آگے بڑھی -

اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتہی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق

مسیح ابن مریم کا تو یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں پانچسو آدمی مرتد ہوگیا تھا - اور یہاں یہ حال تھا - کہ کثرت کے ساتھ داخل سلسلہ ہوتے تھے - براہین احمدیہ میں مندرجہ حاشیہ ایک الہام چھپا ہوا موجود ہے - اور یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جو عرصہ سے پوری ہورہی ہے - سیالکوٹ والوں نے اپنی آنکھ سے اسکو پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا - یہہ ناممکن اور محال تھا کہ سب لوگ حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے اسلئے یہ قرین مصلحت سمجھا گیا - کہ لاہور کی طرح پگڑیاں ڈالدی جاویں - چنانچہ بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں ڈالدی گئیں اور اسطرح پر ۲ مختلف جماعتوں نے بیعت توبہ کی -

بیعت کے بعد اعلٰے حضرت حجۃ اللہ نے مناسب موقع وہ تقریر کی جو ہم نے صفحہ ۲ پر درج کی ہے اور صفحہ ۸ کے دوسرے کالم تک چلی گئی ہے -

حکیم الامتہ کی مجلس پر ایک نظر

حضرت حکیم الامتہ اپنے اس خداداد فن طبابت اور کلام مجید کی قرآن فہمی ایثار اور بنی نوع انسان کی خدمت کے سچے جوش میں پنجاب ہی نہیں بلکہ دور دور تک مشہور ہیں اور خاص سیالکوٹ میں تو اسوجہ سے کہ جموں میں آپ ایک مدت مدید تک شاہی طبیب رہ چکے ہیں پوری شہرت رکھتے ہیں پس آپ کا ورود سیالکوٹ والوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھا ہر قسم کے روحانی اور جسمانی مریض آپ کے دردولت پر آموجود ہوئے - یہہ دیکھ کر اکثر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ستر برس کے قریب کا ایک بوڑھا بغیر کسی قسم کے تکیہ یا سہارہ کے کسطرح دن بھر مختلف امراض کے مریضوں کو دیکھتا رہتا ہے اور تھکتا نہیں اور صرف یہی کام نہیں - کوئی آتا ہے اور ایک اعتراض قرآن کریم یا اسلام پر یا حضرت اقدس کی ذات پر کردیتا ہے اس کے لئے لمبی لمبی تقریریں بھی کرنی پڑتی ہیں - کھانے کے اوقات میں غیر معمولی توقف ہوجاتا ہے - لیکن پھر یہ کس بلا کا انسان ہے جو نہیں تھکتا - یہہ نکتہ ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں ہے اسکے لئے ایمان کی چاشنی ہونی چاہیئے - یہہ لوگ جسمانی غذا سے نہیں بلکہ روحانی غذا سے زندہ ہیں - الا بذکر اللہ تطمئن القلوب خدا تعالے کا ارشاد ہے -

اس میں کچھ شک نہیں کہ زمانہ اور حوادث کا اثر انکے جسم پر ہوتا ہے لیکن ذکر الٰہی جو ہر وقت انکی مجلس میں ہوتا رہتا ہے - اور جو یہ کرتے رہتے ہیں وہ انکی قویٰ کی تقویت اور نشو و نما کا باعث ہے - غرض

آپ کا شغل یہی رہا کہ روحانی اور جسمانی مریضوں کا مداوا کرتے رہتے۔ شہر کے مختلف حصوں میں بھی آپ کو بعض مریضوں کے دیکھنے کے واسطے جانا پڑا۔ اور مختلف مذاق اور مختلف خیال کے لوگوں سے مذہبی گفتگوئیں بھی ہوتی رہیں آپ نے ایک جامع وعظ بھی انہیں دنوں میں فرمایا جو ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ درج کریں گے۔

حضرت اقدس کی ناسازی طبع

ناظرین پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ گورداسپور سے واپس آکر کوفت سفر وغیرہ وجوہات سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت کسیقدر ناساز ہو گئی تھی۔ اور جو لوگ آپ کے فیض صحبت سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ذرا سی غیر معمولی محنت اور تکلیف آپ کی پرانی بیماری بر دو اطراف کی محرک ہو جاتی ہے۔ اسلئے ابھی طبیعت پورے معنوں میں بحال نہ تھی جو سفر سیالکوٹ اختیار کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی کی تعمیل میں یعنی لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس کے ارشاد کے موافق وہاں ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو انبوہ خلائق میں زیادہ دیر تک بیٹھے رہنے اور تقریر کرنے کی وجہ سے حضور کی طبیعت دوران سر وغیرہ سے ناساز ہو گئی۔ اسلئے ۲۹ اور ۳۰۔ اکتوبر کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام باہر تشریف نہ لا سکے اس عرصہ میں مہمانوں کی اور بھی کثرت ہو گئی۔ ان دو دنوں میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام فارغ نہیں رہے بلکہ بہت سے زن و مرد مختلف اوقات میں داخل سلسلہ ہوتے رہے اور حضور انہیں شامل سلسلہ کرتے رہے اور مناسب موقع پند و نصائح سے کام لیتے رہے۔

قادیان کو واپسی کا ارادہ

مہمانوں کی دید کی کثرت ہو رہی تھی اور ہر ٹرین میں آنے جانے والے مسافر تار ہے تھے کہ یہ سلسلہ آمد کا برابر جاری ہے اسلئے اعلےٰ حضرت کو یہہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا حد سے زیادہ مخلوق کا مجمع ہو کر جماعت سیالکوٹ کے لئے ابتلا کا موجب نہ ہو جاوے اس لئے آپ نے ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو واپسی کا ارادہ فرمایا واپسی کی خبر جماعت سیالکوٹ کے کانوں میں پہونچنا تھا کہ وہ قریباً بد حواس ہو گئے پاس ادب سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے دل تھا کہ اندر ہی بیٹھا جاتا تھا حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں میر حکیم حسام الدین صاحب نے حضور کے اس ارادہ کو بہت ہی محسوس کیا اور اس پیرانہ سالی میں اس خبر سے بہت ہی مضمحل ہو گئے۔ آخر حضور علیہ الصلوۃ والسلام تک پہونچکر اس ارادہ کے التوا کے لئے عرض کیا اور اپنے نو خاستہ خوردنی اور سامان دعوت کی فراہمی اور کثرت کا ذکر کیا۔ حضرت اقدس کو میر صاحب موصوف کی خاطر بہت ہی عزیز ہے حضور نے اس ارادہ کو ترک فرما دیا اور ۳۔ نومبر تک ملتوی کر دیا۔

حضور کے اس ارادہ واپسی سے یہ ثابت ہوا کہ آپ اپنے خدام پر حد سے زیادہ مہربان اور انکے سود و زیاں کو اپنا سود و زیاں سمجھنے والے ہیں یہ پسند نہیں کیا کہ میں یہاں بیٹھا رہوں اور جماعت کو تکلف ہو خدا کے واسطے اہل عقل ناظرین حضرت کے اس خلق کا ان پیروں اور مشایخوں سے مقابلہ کریں جو اپنی سالانہ یا ششماہی ٹیکس کے وصول کرنے کے لئے دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پروا نہیں کرتے کہ مرید مرے یا بچے مگر اون کا نذرانہ ادا کرے۔ چونکہ ان کی اس قسم کی فطرت پست ہوتی ہے اسکو بالمقابل مرید اسے بلا سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ دفع ہو۔ یہانتک کہ بعض اوقات مرید و مرشد میں نوبت تکرار بھی پہونچ جاتی ہے۔ جب حالت ایسی ہو تو ایسی صورت میں مرشد کیا فیض پہونچا سکتا ہے اور مرید کیا فائدہ پا سکتا ہے وہ رشتہ اور وہ تعلق جو دونوں میں قایم ہونا چاہئیے نہیں ہوتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

آپ تو ڈوبے تھے برہمن ساتھ لیا جمان

برخلاف اس کے حضرت مسیح موعودؑ کا یہہ نمونہ اور یہ فعل آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے اور اسکے بالمقابل انکی صداقت اور حقیقت اور فیض صحبت کے اثر کی زندہ دلیل وہ فعل ہے جو جماعت سیالکوٹ سے سرزد ہوا یعنی انکو سرخ موت نظر آتی تھی کہ اعلےٰ حضرت اسقدر جلد وہاں سے رخصت ہوا کریں۔ وہ اپنا جان و مال نہ صرف اس پاک ذات پر نثار کرتے کو ہمہ تن آمادہ تھے بلکہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے بھی انکے گھر وقف اور دروازے کھلے تھے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

یہہ ایک لمبا مضمون مرشد و مرید کے تعلقات کی اصل غرض و مقصد پر لکھا جا سکتا ہے لیکن ہم اسی پر بس کرتے ہیں اور عقلمندوں کے غور کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

عرض

جماعت سیالکوٹ کے اس اظہار محبت اور اصرار پر حضرت اقدس نے اپنا ارادہ ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا۔ اب اس التوا ارادہ اور قیام سہ روزہ میں یہہ تجویز ہوئی کہ اعلےٰ حضرت کی طرف سے ایک پبلک لیکچر اسلام پر دیا جاوے

لیکچر کا ارادہ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی غرض و مقصد زندگی احیاء اسلام اور تبلیغ اسلام ہی ہے آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ باوجود اس ضعف و دورہ مرض کے اس امر کو پسند فرمایا کہ آپ کا ایک پبلک لیکچر ہو۔ ۳۰۔ اکتوبر کو یہ تجویز ہوئی اور ۲۔ نومبر ۱۹۰۴ء کو یہ لیکچر دیا جانا تجویز ہوا۔ دو تین دن کے قلیل عرصہ میں اس ضعف و ناتوانی کی حالت میں لیکچر کا طیار کرنا آسان امر نہ تھا۔ لیکن خدا کی تائید اور نصرت جس شخص کے شامل حال ہو وہ سب تکلیفوں اور مشکلات پر فتح پا لیتا ہے۔

لیکچر کی طیاری بھی ایک نشان ہے

اگر انصاف سے غور کیا جاوے تو ایک دن میں لیکچر کو طیار کرنا جو ۲۔ نومبر کو ایک بڑے مجمع میں پڑھا گیا عظیم الشان معجزہ ہے اور ہم خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ جس قدر عظیم الشان تحدی کی کتابیں حضور کے قلم سے نکلی ہیں وہ ایسی ہی جلدی اور حالت ضعف و مرض میں لکھی گئی ہیں جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہہ انسانی طاقت کا کام نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی نصرت و تائید ہے۔

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لو جلدی خبر / خون نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

۳۱۔ تاریخ تک حضرت باہر تشریف نہ لا سکے اور اس عرصہ میں ناظرین بے قرار اور مضطرب و دیوانہ وار آپ کے ایوان کے نیچے بازار کوچہ میں پھر رہے تھے اور کسی نہ کسی حیلہ سے چاہتے تھے کہ زیارت ہو جاوے مگر حضور کی ناسازی اسپر بیعت مستورات کا سلسلہ پھر مضمون لیکچر کے لکھنے کا ارادہ سب باتیں مل ملا کر انہیں پوری کرتی نہیں اور جوں جوں دیر ہوتی تھی اسیقدر جوش زیارت بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس مجمع ہوئے اضطراب اور جذبہ عشق نے اپنا کام کیا اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کی زیارت کے لئے بہت لوگ جمع ہیں اور سخت گھبرائے ہوئے ہیں خواہ ایک دو منٹ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

یہہ ۳۱۔ اکتوبر کا دن تھا اور بعد دوپہر عرض کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے ابھی مضمون بھی شروع نہیں کیا اب میرا ارادہ ہے کہ اسے لکھوں اور بیعت کا سلسلہ بھی کثرت سے جاری ہے۔ اگر میں نیچے اترونگا تو پھر مضمون رہ جائیگا۔

اسپر عرض کیا گیا کہ حضور صرف ایک دو منٹ کے لئے اس دریچہ میں بیٹھ جاویں اور لوگ گلی میں کھڑے ہو کر زیارت کر لیں گے۔ اس تجویز کو حضور نے منظور فرمایا کہ ۲ بجے کے قریب دریچہ میں سے لوگ زیارت کر لیں۔

اسوقت وہ کوچہ آدمیوں سے پٹا پڑا تھا جس میں ہندو مسلمان۔ بوڑھے جوان سب موجود تھے اس کوچہ سے لیکر بازار تک اور مسجد اور مکانوں کی چھتوں پر آدمی ہی آدمی تھے۔ اور کوچہ میں تو اسقدر انبوہ تھا کہ اگر کوئی تھالی پھینک دیجاتی تو یقیناً یقیناً سروں ہی پر سے چلی جاتی۔

اس انبوہ اور ازدحام کو دیکھ گھبرائے کہ مبادا کوئی بوڑھا یا کمزور آدمی نیچے آکر نہ کچلا جاوے کیونکہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ ہم کن الفاظ میں ان نظاروں کو ناظرین کے سامنے پیش کریں وہ وقت قابل دید تھا اور بے اختیار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ہی آپ کی زبان میں مخاطب کر کے کہا جاتا تھا

> شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لو جلدی خبر
> خون نہ ہو جاوے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

آخر کوئی ایک ہی منٹ میں حضرت اقدس محض اس خیال سے کہ کوئی ضعیف و ناتوان کچلا جاوے گا۔ اٹھ گئے۔ اور لوگ حسرت دیدار دل ہی میں لیکر منتشر ہو گئے۔

یہہ غنا ذاتی بھی صداقت کا نشان ہے

اس مقام پر ہم اپنے ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اس دنیا کے تعلقات سے بالکل الگ ہوتے ہیں وہ جبراً قہراً باہر نکالے جاتے ہیں ورنہ وہ اپنے گوشہ تنہائی کو پسند کرتے ہیں اور پھر مامور ہونے کے بعد انہیں ایک خاص قسم کا غنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہی غناء انکے حق پر ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔

لاہور میں جب حضرت اقدس کئی دن تک باہر تشریف نہ لائے۔ تو بازاروں اور ملاؤں میں عجیب عجیب قسم کی چہ میگوئیاں ہوتی تھیں جن کی تردید ہم نے روزانہ پیسہ اخبار کے ذریعہ سے کی تھی۔ بہرحال ان دنوں ہم ایک اخبار نویس کے دفتر میں اسے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اور اس نے ہم سے پوچھا کہ اگر یہ شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے تو باہر کیوں نہیں نکلتا! ہم نے اس سے کہا کہ جس امر پر آپ ٹھوکر کہاتے ہیں وہی انکی سچائی کا ثبوت ہے۔ اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل۔ مگر اس دلیل کے سمجھنے کے لئے انصاف شرط ہے۔ دیکھو! اگر یہہ شخص خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اسکا مقصد اور غرض دنیا کو ٹھگنا ہوتا جیسا کہ بعض احمق خیال کرتے ہیں تو اس کو چاہئیے تھا کہ باہر آکر بیٹھتا اور مریدوں کے حلقہ میں شہر میں ادہر ادہر پھرتا کیونکہ آدمیوں کے ساتھ تعلقات بڑھانا ہی تو اسکی غرض ہوتی۔ مگر وہ تو ان باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ بزرگان ملت جنکو ناعاقبت اندیش معترض حصہ دار بتلاتے ہیں وہ بھی تو اس کو مل نہیں سکتے کیا دنیا طلب اور منصوبہ باز ایسے ہوتے ہیں اور نہیں اسی قسم کا غنا ہوتا ہے آپ ایمان سے کہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ لوگوں کو پھانسنے والا شخص متقی باوجود یکہ لوگ اس سے ملنے کی آرزو کریں اور وہ نہ ملے؟ اسپر ایک اخبار نویس سے کوئی جواب ترتیب نہ آیا بجز اس کے کہ کہدیا کہ آپ تو

اعتقادِ مَن لَیسَ آتَ

کے مصداق ہیں۔ ہم نے کہا کہ اعتقاد یونہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کوئی قابلیت اور روح اس شخص میں نہو۔ آپ میری بات کا جواب دیں کہ جو اعتراض آپ کی تکذیب دعوے کے رنگ میں کیا جاتا ہے وہی تصدیق دعویٰ کی دلیل ہے یا نہیں اسپر اسے خاموش ہی ہونا تھا۔

پس

اصل یہ ہے کہ یہہ استغنا ان لوگوں کا فی الحقیقت انکی سچائی کی دلیل ہوتا ہے وہ مخلوق سے بلحاظ انکی ہمدردی اور خیرخواہی کے بہت ہی قریب ہوتے ہیں مگر مخلوق کی طرف اپنی احتیاج سے بہت ہی دور ہوتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ابناء دنیا ان باتوں کو جو خیر و خوبی کی ہیں اور جو سراسر حسن ہیں بد نما دیکھتے ہیں۔ اور یہہ آج ہی نہیں ہوا ہمیشہ سے اسیطرح ہوتا آیا ہے کہ ان کی عقل کے اندھوں کو اسی مقام پر ٹھوکر لگی ہے جہاں معارف و حقایق کا خزانہ ہوتا ہے۔ اسلئے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول لاریب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ عیسائیوں اور آریوں نے قرآن کریم کے جس مقام پر اعتراض کیا ہے غور سے دیکھا گیا ہے تو وہی مقام حکمت و معرفت ایک بیش قیمت خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر انہیں نظر نہیں آتا۔

ایک دن میں لیکچر طیار ہو گیا

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی دوپہر تک حضرت نے لیکچر کا لکھنا شروع نہ فرمایا تھا۔

نوٹ صفحہ ۱۵ پر جس نوٹ کا حوالہ ہے وہ ۲۴ نومبر کے الحکم میں نکلے گا انشاء اللہ۔

... بیعت بھی ناسازہی تھی - اور یہ سلسلہ مبایعین بوجہ سے عدیم الفرصتی ہی تھی - تاہم یہ حیرت انگیز بات تھی کہ ۲ - نومبر سنہ ۱۹۰۴ کو چھپا ہوا لیکچر پڑھا گیا - اس لیکچر کی طیاری میں ایک ہی دن صرف ہوا - لیکچر کے متعلق عام طور پر مندرجہ ذیل اشتہار چھپا کر تقسیم کیا گیا اور شہر کے مختلف حصوں اور نمایاں جگہوں پر چسپاں بھی کر دیا گیا -

اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم

حضرت میرزا **غلام احمد** صاحب قادیانی
مسیح موعود کا لیکچر

اسلام پر

یہ لیکچر ۳ - نومبر سنہ ۱۹۰۴ کو بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر سنایا جائیگا - **مولوی عبدالکریم صاحب** اس لیکچر کو پڑھکر سنائینگے - اور حضرت **میرزا صاحب** خود بھی تشریف فرما ہونگے حضرات سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں - کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی - نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا -

المشتہران

حکیم میر **حسام الدین** - چودہری **محمد سلطان** ممبر میونسپل کمیٹی

آغا **محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ**

چودہری **نصر اللہ خان** پلیڈر - چودہری **محمد امین** پلیڈر

ضروری نوٹ :- میرا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ساری رویداد شایع کر دوں لیکن جب اس مقام تک میں پہونچا اور مجھے معلوم ہوا کہ سارا مسودہ اس نمبر میں نہیں آ سکے گا - اگرچہ اسی ایک ہی مضمون کا پڑھنا ناظرین کو ناگوار نہ گذرتا - تاہم مناسب معلوم ہوا کہ کچھ حصہ دوسرے مضامین کا بھی ہو اسلئے باقی حالات سفر سیالکوٹ کے اگلے نمبر میں انشاء اللہ شایع کر سکوں گا -

نکاح کی ضرورت

ہمارے ایک مخلص احمدی بھائی میاں رحمت اللہ صاحب جولاہے کے ارائیں قوم سے ہیں اور بنگہ ضلع جالندہر میں ایک اچھی دوکان سبزی اور میوہ فروشی کی رکھتے ہیں - اپنی اہلیہ کے فوت ہو جانیکی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں - میاں رحمت اللہ نوجوان ہیں - انکی عمر ... سال کی ہے اور لکھے پڑھے ہیں - جہانتک ایڈیٹر الحکم کو ان سے ذاتی تعارف اور انکے حالات سے واقفیت ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میاں رحمت اللہ خدا کے فضل و کرم سے ایک دیندار اور شریف آدمی ہے - جو صاحب ان سے اس قسم کا تعلق پیدا کرنا چاہیں وہ براہ راست میاں رحمت اللہ احمدی بنگہ ضلع جالندہر کے پتہ پر یا ایڈیٹر الحکم کی معرفت خط و کتابت کرے +

نئی دنیا میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور پہلا احمدی

ملک امریکہ سے ایک دل خوش کن آواز آئی ہے جسے ہم اپنے ناظرین تک پہونچاتے ہیں - ہمارے مکرم جناب مفتی محمد صادق صاحب علیے العموم سفر لی دنیا میں بذریعہ خط وکتابت تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے ذیل میں ہم مفتی صاحب کا خط درج کرتے ہیں جو انہوں نے مسٹر اینڈرسن کے خط کے بعد بغرض اندراج الحکم لکھا ہے فی الحال اتنا ہی کافی ہے آئندہ اگر ممکن ہوا تو صاحب موصوف کے گرامی نامہ کا پورا ترجمہ درج کرینگے -
ایڈیٹر

بخدمت صاحب ایڈیٹر الحکم -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' -

مسٹر حسن اینڈرسن ساکن ... ملک امریکہ جنکے ساتھہ ڈیڑہ سال سے میری خط وکتابت مذہبی امور میں ہو رہی تھی اپنے خط مورخہ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ میں درخواست کرتے ہیں - کہ انکا نام درج رجسٹر مبائعین حضرت مرزا صاحب کیا جاوے اور نیز اون کی خواہش ہے کہ اُن کے متعلق یہ خبر عام طور پر ممبران احمدیہ وغیرہ میں شایع کی جاوے تاکہ سب دوست اُن کے واسطے دعائے استقامت کریں - مسٹر موصوف ایک لائق ڈاکٹر یورپ کی اکثر زبانوں مثلاً فرنچ - جرمن - روسی - وغیرہ کے عالم ہیں اور اپنے پیشہ ڈاکٹری سے اپنا گذارہ کرتے ہیں - انکو اسلام کے ساتھہ بڑی محبت ہے اور اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے اور حضرت مرزا صاحب کو مسیح اور مہدی مانتے ہیں اور ملک امریکہ میں پہلے احمدی ہیں -

محمد صادق عفی اللہ عنہ' والسلام

ڈاکٹر شیخ محمد شریف صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام پر

ہمارے مکرم و محترم دوست ڈاکٹر شیخ محمد شریف احمدی حصول رخصت پر اپنے گھر بٹالہ تشریف لائے تھے ایک دن فرصت کا نکال کر وہ دارالامان بھی حاضر ہوئے - اور انہوں نے مدرسہ تعلیم الاسلام کا معائنہ کیا - معائنہ کے بعد جو رائے ڈاکٹر صاحب نے لکھی ہے وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں -

سب سے اوّل قاضی نظیر حسین صاحب نے مدرسہ کا اپنی جماعتیں سے معائنہ کیا تھا انہوں نے جس طریق پر مدرسہ کا معائنہ کیا وہ معائنہ کنندگان کے لئے ایک نمونہ ہے لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکابر جو یہاں آتے ہیں وہ سرسری نظر سے مدرسہ کو دیکھتے رہیں حالانکہ قومی کام کی حیثیت سے انہیں اسے بڑی دلچسپی سے دیکھنا چاہئے - بہرحال ڈاکٹر صاحب کی رائے بعد معائنہ یہ ہے -

میں مولوی محمد صادق صاحب کا نہایت ہی مشکور ہوں کہ آپنے مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے معائنہ کے لئے بلایا - عرصہ قلیل میں اس درس گاہ کی ایسی عظیم الشان ترقی میرے لئے حیرت اور تعریف کا باعث ہوئی - اس بارے میں منیجر اور دوسرے افسران مدرسہ کی کوشش ہر طرح سے قابل تعریف ہے - اسلئے اپنے کامل وثوق کی مثال بننے میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کو یہاں تعلیم کے لئے بھیجدوں -

(دستخط) محمد شریف اسسٹنٹ سرجن

مدرسہ کے متعلق ایک بات

چونکہ عید الفطر کی تقریب قریب آرہی اسلئے ہم اپنی قوم کو مطلع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ عید فنڈ کی وصولی میں غیر معمولی سعی اور کوشش کرنی چاہئے - کیونکہ اس فنڈ سے مدرسہ کی آئی ضرورتوں کا بہت بڑا حصہ پورا ہو جایا کرتا ہے جب سے سکول ریکاگنائزڈ ہو گیا ہے - اسوقت سے مدرسہ کی ضروریات بہت کچھ بڑھ گئی ہیں - اور ان ضرورتوں کا پورا کرنا قوم ہی کے ہاتھہ میں ہے - ہر شہر اور گاؤں کی انجمن احمدیہ **عید فنڈ** کا روپیہ وصول کرکے ڈائرکٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے نام بھیجدے -

کچھہ اپنی نسبت

ہم ان بقایا داران کے شکرگذار ہیں جنہوں نے مطبع کی ضروریات کو محسوس کرکے با خوف خدا اپنا بقایا صاف کر دیا ہے اور مطبع کے بھیجے ہوے وی پی وصول کر لئے ہیں -

۱ - اور ہم آج اون احباب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کئی مرتبہ وی پی واپس کئے ہیں کیونکہ آخر ہم ۲۴ - نومبر سنہ ۱۹۰۴ سے اونکے نام اخبار بھیجنا بند کر دینگے - اور اس طرح پر آخر سال تک کچھہ بھی فائدہ ہوگا - اور بعض ہمدردان الحکم جب دفتر الحکم میں تشریف لاکر بقایا داران کے رجسٹر کو دیکھا کرتے ہیں تو وہ اون کے اسماء گرامی کو ہمدردان **قوم** میں پاکر کچھہ افسوس کرینگے -

۲ - سال رواں کے اختتام میں اب ایک ہی مہینہ باقی سمجھئے - اسلئے اطلاع دی جاتی ہے - کہ سالہائے گذشتہ کے معمول کے موافق ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۰۴ کا الحکم سالانہ قیمتوں کے وصول کرنے کے واسطے بذریعہ وی پی بھیجا جاوے گا - اور اس سے پہلے بذریعہ مطبوعہ کارڈوں کے حسب دستور اطلاع دیجاوے گی - میں یقیناً عرض کرتا ہوں کہ اخبار کے استحکام کے لئے قوم کی متفقہ کوششوں کی ضرورت ہے اور اس امر کی ضرورت ہے - کہ وقت پر واجب الادا ادا کیا جاوے - قومی اخبار قومی ڈونیشنوں سے چلتے ہیں لیکن الحکم کہہ سکتا ہے کہ بلا استثنائے چند آدمیوں کے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کی تحریک پر توجہ کرکے اعانت ضرور تو نکو قادیان سے دور رہ کر بھی محسوس کیا ہے - کسی شخص کو یہ موقع نہیں ملا کہ وہ اسے ڈونیشن دے - اور نہ کبھی الحکم کی طرف سے اس قسم کی درخواست ہی ہوئی ہے - یہ ایسی باتیں ہیں جو قوم کو خود محسوس کرنی چاہئیں - بہرحال آئندہ کے لئے اگر خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے اور اس خدمت کے قابل ہمیں رکھے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ صرف ان خریداروں کے نام الحکم جاری رکھا جاوے جو پیشگی قیمت دینے والے ہوں ہاں بعض خوش معاملہ لیکن غیر مستطیع احباب جو اپنے سات آٹھ سال میں ہمیشہ خوش معاملہ ثابت ہوئے ہیں اس قاعدہ سے مستثنے کئے جاویں - اسلئے ہر شخص کو ابھی سے سوچ لینا چاہئے کہ آیا وہ الحکم پیشگی قیمت پر خرید سکتا ہے یا نہیں -

یہ قاعدہ پختہ کر لیا جاویگا سو جو شخص وی پی واپس کریگا بجائیکہ اسے پہلے اطلاع دی گئی ہو اور وہ وی پی جاری ہونے سے پہلے اسکے نہ پہنچنے کی اطلاع دیدے یا قبل از وقت اس کی اطلاع نہ پہونچ سکے اسے مستثنے کرکے ہر واپس شدہ وی پی پر نام خارج کر دیا جاویگا - اس سال مطبع کو اس حصہ میں بھی بہت سا خسارہ ہوا ہے یہ بھی یاد رہے کہ جن احباب کا سالانہ چندہ بذریعہ وی پی وصول ہوا ہے انسے وی پی فیس وصول نہیں کیا گیا وہ اس مرتبہ شامل کر لیا جاویگا -

تفسیر القرآن اور اسکے خریدار

ہم نے اطلاع دیدی کہ تفسیر القرآن کا دوسرا پارہ شایع ہو گیا اور اکثر خریداروں کے نام وہ روانہ بھی ہو گیا - لیکن ابھی تک بعض ایسے اصحاب معلوم ہوتے ہیں کہ جن کے پاس متفرق اجزا پہونچے ہوئے ہیں اور انہوں نے ابھی تک باقی اجزاء کے طلب کرنے کی اطلاع نہیں دی ایسی صورت میں ہم بری الذمہ ہیں - اگر کسی کو باقی اجزا نہ ملے ہوں تاں اگر اطلاع دینے پر نہ بھیجے جاویں تو ہم ذمہ وار ہیں جن لوگوں کے پاس اجزا پہونچے ہوئے ہیں اور انکے پاس مکمل پارہ ہی پہونچ گیا ہے - انہیں چاہیئے کہ وہ اجزا واپس بھیجدیں درخواست میں صاف لکھا جاوے کہ اس صفحہ تک پارہ دوم پہونچا ہوا ہے -

دارالامان کا ہفتہ

۱ - اعلےٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بحمد اللہ اچھی ہے کبھی کبھی ناسازی کی بھی شکایت ہو جاتی ہے -
۲ - حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ ...
۳ - بزرگان ملت خدا کے فضل و کرم سے تندرست ہیں - حضرت حکیم الامۃ کی طبیعت کسیقدر ناساز رہی ہے - شکایت اسہال کی تہی -
۴ - کوئی نئی تالیف مطبع میں نہیں چھپ رہی ...
۵ - رمضان کا پہلا روزہ یہاں جمعرات ...
۶ - ساتن دہرم سبہا قادیان باقاعدہ ہو گئی - ... ایک پنڈت صاحب ... سے یہاں آئے ہوئے ہیں - اور ... لیکچر ...

مقدمہ کے متعلق اپیل حضرت اقدس کے ...

ریمارک

یوگی اور اسکا پیغام - اس نام کا ایک چھوٹا سا ۲۶ صفحہ کا ایک انگریزی رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی ایک کارڈ بھی پہونچا کہ اس رسالہ کو بغیر پڑھنے کے کوئی رائے ظاہر نہ کی جاوے ہم نے اس مختصر رسالہ کو پڑھا ہے اور اسپر اظہار رائے کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں کر سکتے جو ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز نے لکھا ہے - اسلئے اسے یہاں دیدینا ہی کافی ہے - " یوگی اور اسکا پیغام"

اس نام کا ایک رسالہ انگریزی زبان میں لکھا ہوا مصنفہ سوامی دہرمانند مہاورتی صاحب ہمارے پاس ریویو کے لئے پہونچا ہے اس رسالہ میں دو لیکچر درج ہیں - جو سوامی صاحب نے یو - پی مشن میرج اجمیر اور اکسفورڈ مشن ہوسٹل ہال کلکتہ میں دئے تھے ان دونوں لیکچروں میں سے ایک کا عنوان " عیسی مسیح عجیب و غریب یوگی " اور دوسرے کا عنوان " انجیل مقدس پیغام یوگی " ہے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ سوامی صاحب یوگی سے کیا مراد سمجھتے ہیں - ہم انہیں کے اپنے الفاظ سے اقتباس کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ " یوگی وہ ہوتے ہیں جو جتنی دفعہ چاہے مرے موت اس کے قبضہ میں ہوتی ہے " پھر وہ کہتے ہیں کہ یوگ کی قوت سے تمہیں مفصلہ ذیل باتیں حاصل ہو سکتی ہیں " گذشتہ واقعات کا تمہیں علم ہو سکتا ہے موجودہ اور آیندہ کی تمہیں خبر ہو سکتی ہے - تمام بیماریوں سے تم بچ سکتے ہو - دوسرے لوگوں کے خیالات تم پڑھ سکتے ہو - پانی میں ڈوبنے کے بغیر تم رہ سکتے ہو اور آگ میں جلنے کے بغیر ٹھہر سکتے ہو - زہر کو تریاق بنا سکتے ہو - تم اتنے مضبوط ہو سکتے ہو کہ تم پر کوئی فتح نہیں پا سکتا - تم اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے کے جسم میں داخل ہو سکتے ہو - اپنی مرضی سے جب چاہو مر سکتے ہو - تم دیوتاؤں کی طرح کھیل کود کر سکتے ہو - جو کچھ تم چاہو حاصل کر سکتے ہو - تمہارے کاموں کو کوئی بات روک نہیں سکتی - جو صورت تم چاہو اختیار کر سکتے ہو - ہوا کی طرح تیز چل سکتے ہو - تم اپنے کثیف جسم سے ہر جگہ جا سکتے ہو - تم دور سے سن سکتے ہو - بغیر پانی کے زندہ رہ سکتے ہو - تم کو دور دراز کی چیزیں نظر آ سکتی ہیں - تم عورتوں اور مردوں کے دلوں پر حکمرانی کر سکتے ہو - ان دعاوی کو سنکر ناظرین منتظر ہوں گے کہ انکا ثبوت کیا ہے اور کون سی دلیل ان کی تائید میں دیجا سکتی ہے مگر سوامی صاحب کی کتاب اس سے بالکل خالی ہے - اور یہ سب دعاوی نرے دعاوی ہیں - یہ بھی لکھا ہے کہ " اس قسم کے یوگی اسوقت تک کوہ ہمالیہ اور تبت میں پائے جاتے ہیں - اور مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے باکمال یوگی موجود ہیں " بقول سوامی صاحب ان کی تعداد ۱۵۰ مرد اور ۱۳ عورتیں ہے - لیکن اس کے نام اور پتے سوامی صاحب کسی مصلحت کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے شاید اس لئے کہ حقیقت معلوم نہ ہو جائے سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے یوگی کو جانتے ہیں جس کی عمر ۲۶۵ سال کی ہے - اور ایک یوگن اونہوں نے دیکھی ہے جس کی عمر ۵۰۰ برس بیان کرتے ہیں - یہ کہانیاں بچوں کے خوش کرنے کے لئے تو خوب ہیں - لیکن ان فضول دعاوی کو ایک ایسے ہی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا - یہ سوامی صاحب کا ہی کام تہا ان باتوں سے اون کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یوگیوں میں ایک ایسی طاقتیں پائی جاتی ہیں - اس لئے یسوع مسیح بھی ایک یوگی تہا کیونکہ اوس کی نسبت بھی اسی قسم کی باتیں لکھی ہوئی ہیں لیکن تعجب ہے پھر تو وہ انسان ثابت ہوا خدا یا ابن خدا جو سوامی صاحب اوسے بنانا چاہتے ہیں کیونکر ہوا - یا اونہیں یہ کہنا پڑے گا کہ ہر ایک یوگی خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا ہے + الغرض یسوع مسیح بھی - اون کے نزدیک اسی قسم کا یوگی تہا - جس کی سوامی صاحب نہایت مبالغہ آمیز تعریف اور مدح کرتے ہیں اور جسکی فضول ثناخوانی کرتے ہیں - اس یوگی پر وہ ایسے فریفتہ ہیں کہ اوس کی تعریف کرتے وقت انہوں نے واقعات کو نظر انداز کر کے اپنے ولولوں اور جوشوں کو زبردست الفاظ میں بیان کیا ہے - ہم مسیح کو بنظر تعظیم دیکھتے ہیں اور اون کو خدا کا سچا نبی جانتے ہیں - لیکن ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی عیسائی اس سے کبھی انکار کر سکتا ہے - کہ دوسرے نبیوں کی طرح یسوع مسیح کو بھی اسکے زمانہ کے لوگوں نے گالیاں دیں اور ذلیل کیا اور حقارت سے دیکھا - اور بہت تہوڑے لوگ تھے جنہوں نے اسے ابتدائے دعویٰ میں سچا مسیح شناخت کیا - مگر اس کے متعلق مصنف کتاب زیر ریویو فرماتے ہیں کہ " ایشیا کے سخت مزاج لوگ سب کے سب روحانی غفلت سے بیدار ہو گئے - اور پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے ؟ عرب اور سکندریہ اور ترکستان اور تاتار اور شام اور یونان اور ایران نے تعجب ہو کر سوال کیا - کہ یہ عجیب نوجوان کون ہے ! یونانی فیلسوفوں اور ربیوں نے اپنی عالمانہ تحقیقاتیں اس کے مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع کیں کہ یہ بینظیر انسان کون ہو سکتا ہے - بادشاہ اور زمیندار حیرت زدہ ہو کر بیٹھ گئے - بہادران بہرد آزما اس کی باتوں کے آگے سرنگوں ہو گئے - فلاسفر اور سائنس دان تحیر میں پڑ گئے دیو اور شیاطین اسکے حکم کے آگے کانپتے تھے - بڑی طغیانی کرنے والے سمندر اور سخت تیز چلنے والی ہوائیں اسکے حکم کی تعمیل کرتی تھیں - مردے قبروں میں سے نئی زندگی لیکر اوٹھے - قانون دان اور منطقی لوگ اس کے دعظوں پر فدا ہو گئے - اسکی آسمانی فصاحت کے سامنے پنڈتوں اور حکماء کی شہرت مٹ گئی - رہبانوں اور رمانوں نے اپنی قیمتی کتابیں پرے پھینکدیں - مجوسیوں اور جادوگروں نے پیشگوئیاں کرنی چھوڑ دیں اور ربیوں اور سردار کاہنوں نے شرم کے مارے اسکے سامنے چہروں کو چھپا لیا " لیکن واقعات کیا ہیں ؟

جب یسوع نے اپنا دعوے مسیحیت کیا تو ساری یہودی قوم نے اسکی سخت مخالفت کی - جھوٹا اور فریبی کہا مفتری اور کذاب قرار دیا گالیاں دیں - اور ہر طرح سے اوس کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی - صرف چند ماہی گیر اور چھوٹی ذات کے مرد اور کچھ عورتیں تھیں جو اوس کے ساتھی ہوئے - بنی اسرائیل نے اسے اپنا نجات دہندہ نہ مانا - یونانیوں اور رومیوں نے اُس کے صادق یا کاذب ہونیکے سوال کو ایک لمحہ کے لئے بھی ضروری نہیں سمجھا اور نہ اُسے کچھ وقعت ہی دی اور آخر کار اُسے مفسدہ پرداز خیال کر کے اور یہودیوں کو حکومت کے مقابلہ میں سرکشی کی ترغیب دینے کے جرم میں رومی گورنمنٹ نے اسکو گرفتار کر لیا - سرزمین شام سے باہر اُسے کوئی نہ جانتا تھا - اور عرب اور ترکستان اور تاتار اور یونان اور ایران اور روم وغیرہ اُسکی ہستی سے بھی بالکل بیخبر تھے - ربی اور سردار کاہن اسے مفتری اور کذاب سمجھتے تھے - اور اُسکو اور اُسکی والدہ کو (ان دونوں پر سلام ہو) سخت عیوب سے متہم کرتے تھے رومی سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا - حراست میں رکھا - مقدمہ چلایا - جُرم اسکے ذمہ ثابت پایا - اور صلیب پر سزا دینے کے لئے چڑھا دیا - سوامی صاحب کے " بہادران نبرد آزما جو اوس کی باتوں کے آگے سرنگوں ہو گئے " صرف وہ نہایت کمزور دل حواری ثابت ہوئے - جنہوں نے آخری وقت میں اوس سے بیوفائی کر کے اُس کا ساتھ تک نہ دیا - ابتداء میں تو اُس کا استقبال اسی الٰہی قانون کے مطابق ہوا - جو قرآن کریم میں درج ہے ياحسرة على العباد ما ياتيهم من رسول الا كانوا به يستهزءون یعنی لوگوں پر افسوس ہے ! کوئی رسول اون پاس نہ آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہ اڑایا " +

معلوم ہوتا ہے کہ سوامی صاحب اسبات کی احتیاط نہیں کرتے کہ جو بات وہ منہ سے بیان کر رہے ہیں کہاں تک صداقت رکھتی ہے - مثلاً سوامی صاحب اپنے لیکچر میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یسوع مسیح کو تمام نبیوں سے افضل اور تمام انبیاء کا سردار بیان کیا ہے اور قرآن کریم نبیوں کا شاہزادہ اُس کا نام رکھتا ہے - اور اسکو تمام کاہنوں سے مقدس اور بلند رتبہ لکھتا ہے - یہ بڑی سخت غلط بیانی ہے اسی سے دوسری کتابوں وید وغیرہ کے حوالجات کی صحت یا عدم صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ سوامی صاحب اسلام سے بالکل ناواقف ہیں - ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں - کہ قرآن تمہیں یہ نہیں بتاتا کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا - حالانکہ قرآن صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ وما صلبوه - یعنی وہ (یہودی) بذریعہ صلیب کے بھی اُسے مارڈالنے پر قادر نہ ہو سکے " اسکے دلائل صاف ہیں - قرآن کریم مسیح کو خدا کا سچا نبی بیان کرتا ہے - اور بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر وہ صلیب پر مر گئے تو پھر سچے نبی نہیں ہو سکتے - کیونکہ پرانے عہدنامہ میں لکھا ہے کہ جو شخص کاٹھ یعنی صلیب پر مر جاتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے - جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے مردود ہو جاتا ہے - اور وہ خدا سے بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہوتا ہے اسمیں شک نہیں کہ مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر کھینچا لیکن وہ وہاں مرا نہیں - کیونکہ کلام خدا میں لکھا ہے ولكن شبه لهم - وہ (یہود) شک میں پڑ گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اوس کو مردہ خیال کر لیا - حالانکہ وہ درحقیقت مردہ نہ تہا - مجھے یہ بات دیکھ کر سخت رنج ہوا ہے کہ سوامی دھرمانند مہاورتی جیسے مشہور و معروف انسان اسلام جیسے عظیم الشان مذہب سے ایسے ناواقف ہوں جو ہندوستان کے پانچویں حصہ سے زیادہ کا مذہب ہے +

بعض امور اس رسالہ میں ایسے ہیں جو واقعی قابل تعریف بھی ہیں اول یہ کہ مسیح کے ہندوستان میں آنے کی تائید کی گئی ہے - دوسرے مسیح مذہب کے ماننے والوں پر اس مذہب کے جو اثر ہوتے ہیں ان کو بہت وضاحت سے بیان کیا ہے - ذیل کی عبارت خاص توجہ کے لائق ہے " مجھے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے اچھے دن اب گذر چکے ہیں - آجکل اس مذہب میں پاریہ - چنڈال چمار - موچڑے - گوالے اور اسی قسم کے نیچ اور خبیث لوگ داخل ہوتے ہیں - یہ لوگ ملک کے لئے وبال جان ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ اختلاط سے اعلیٰ سوسائٹی کی ذلت ہوتی ہے - یہ بیہودہ نالایق شرابی بدمعاش بھوکے مرتے شریر لوگ اب ہندوستانی نو عیسائی لوگوں میں لاکھوں میں شمار ہو سکتے ہیں اور اعلیٰ قوموں کے لوگ ابھی تک عیسائیت کے اثر سے بالکل بچے ہوئے ہیں - ان نیچ ذاتوں کے بہت سے لوگوں کو بجائے اچھی حالت میں کرنے کے عیسائیت نے اور بھی پست حال کر دیا ہے - کثرت سے ایسے لوگوں کی حالت بالکل خراب ہو گئی ہے اوران کے اخلاق گر گئے ہیں اور پہلے کی نسبت وہ بد چلنی میں اور بھی بڑھ گئے ہیں - دیسی عیسائیوں میں سے ۹۹ فیصدی ایسے ہیں جن کے اخلاق بہت پستی میں گرے ہوئے ہیں - ذہنی قوائے کے لحاظ سے وہ ہندوؤں سے دس ہزار درجہ کم ہیں - اور روحانی حالت ان کی ایسی ہے کہ گویا وہ ہندوستانی عیسائیت کی کتاب حساب میں اتنے صفر ہیں "

تو عیسائیوں کی یہ تصویر عیسائی مذہب کے ایک دشمن نے نہیں بلکہ ایک نہایت دلدادہ عاشق نے کھینچی ہے - اور یہ ایسی سچی باتیں ہیں کہ ان کی صداقت بہت دفعہ خود عیسائی صاحبان نے تسلیم کی ہے - اگر یہ مسئلہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پہلوں سے پہچانا جاتا ہے تو عیسائی مذہب بھی اسکے حامیوں کو ہاتہ دھو بیٹھنا چاہیے جسطرح ہندوستان میں عیسویت نے لوگوں کو قعر ذلت میں ڈالدیا ہے اسی طرح افریقہ میں بھی اس نے لوگوں کے اخلاق پر برا اثر ڈالا اور ان کو اور بھی نیچے گرا دیا ہے - برعکس اس کے اگر اسلام کے پاک اثر کو جو افریقہ کے نو مسلموں کی حالت سے ثابت ہوتا ہے اور جسے خود عیسائی صاحبان نے تسلیم کیا ہے دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے - اور ان تمام باتوں سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عیسائی مذہب کے دن اب پورے ہو چکے ہیں -

یسوع مسیح اور اسکے مذہب اور بائیبل کی کوئی کتنی ہی تعریف کیوں نہ کرے اگر ...... عیسائی مذہب کا اثر وہی ہے جس کو سوامی صاحب تسلیم کرتے ہیں تو یہ ساری تعریف عبث ہے کیونکہ واقعات اسکو جھوٹا ٹھیرا رہے ہیں یہ رسالہ

مختصر نوٹ اور نکات

دعا کی قبولیت ایک عظیم الشان فضل اور خارق عادت نشان ہے جو خدا تعالیٰ کے ولیوں کو دیا جاتا ہے۔ پس جس قدر انسان اس فضل سے حصہ پاتا ہے اسی اندازہ اور ظرف کیموافق وہ خدا تعالیٰ کی تولی میں آ جاتا ہے اور اسے وہ حالت جو قبولیت دعا کی حالت کہلاتی ہے میسر آ جاتی ہے۔ اور وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دعا یا بددعا کیلئے اہل اللہ کا دل چشمہ کیطرح ایک دفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلہ نور آسمان سے گرتا ہے اور اس سے اتصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ (مولیٰ کریم ہمیں بھی اس نعمت سے حصہ دے آمین)

ہمارے پیارے رسول سید الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذا وقع العبد فی الہانیۃ الرب و مہیمنیۃ الصدیقین و رہبانیۃ الابرار لم یجد احد یاخذ بقلبہ۔ یعنے جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اسکی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اوس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اسکو لے لیتا ہے اور ابرار کی طرح اسکو غیروں کے تعلقات سے چھوڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو پکڑے کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمتیں اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے۔

ایک لطیفہ (رمضان میں کسوف و خسوف کے متعلق جو مہدی موعود کا ایک نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور وہ پورا ہو چکا ہے) حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے

اس جگہ اس حکمت کا بیان کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مہدی موعود کا نشان چاند اور سورج کے خسوف کسوف کو جو رمضان میں ہوا کیوں ٹھہرایا۔ اسمیں کیا بھید ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ علماء اسلام مہدی کی تکفیر کرین گے۔ اور کفر کے فتوے لکھیں گے چنانچہ یہ پیشگوئی آثار اور احادیث میں موجود ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی موعود اپنی قبولیت کے وقت سے پہلے علماء زمانہ کی طرف سے اپنی نسبت کفر کے فتوے سنے اور اسکو کافر اور بے ایمان کہیں۔ اور اگر ممکن ہو تو اس کے قتل کرنے کی تدبیر کرین۔ سو چونکہ علماء امت اور فقراء ملت زمین کے آفتاب اور ماہتاب کیطرح ہوتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے دنیا کی تاریکی دور ہوتی ہے۔ اس لیئے خدا تعالیٰ نے آسمانی اجرام چاند اور سورج کی تاریکی کو علماء اور فقراء کے دلوں کی تاریکی پر دلیل ٹھہرائی گویا پہلے کسوف خسوف زمین کے چاند اور سورج پر ہوا کہ علماء اور فقراء کے دل تاریک ہو گئے۔ اور پھر اسی تنبیہ کے لیئے آسمان پر خسوف کسوف ہوا۔ تا معلوم ہو کہ وہ بلا جس نے علماء اور فقراء کے دلوں پر نازل ہو کر خسوف کسوف کیطرح انکو کر دیا آسمان نے اسکی گواہی دی کیونکہ آسمان زمین کے اعمال پر گواہی دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی شق قمر کی یہی حکمت تھی کہ جنکو پہلی کتابوں سے علم کا نور ملا تھا وہ لوگ اس نور پر قائم نہ رہے اور ان کی دیانت اور امانت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ سو اسوقت بھی آسمان کے شق القمر نے ظاہر کر دیا کہ زمین میں جو لوگ نور کے وارث تھے انہوں نے تاریکی سے پیار کیا ہے۔ اور اس جگہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ مدت ہوئی کہ آسمان کا خسوف کسوف جو رمضان میں ہوا وہ جاتا رہا اور چاند اور سورج دونوں صاف اور روشن ہو گئے مگر ہمارے وہ علماء اور فقراء جو شمس العلماء اور بدر العرفاء کہلاتے ہیں وہ آجتک اپنے کسوف خسوف میں گرفتار ہیں۔ اور رمضان میں کسوف خسوف ہونا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ رمضان نزول قرآن اور برکات کا مہینہ ہے اور مسیح موعود بھی رمضان کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا زمانہ بھی رمضان کیطرح نزول معارف قرآن اور ظہور برکات کا زمانہ ہے۔ سو اس کے زمانہ میں علماء کا اس سے منہ پھیرنا اس کو کافر قرار دینا گویا رمضان میں خسوف کسوف ہوتا ہے۔ اگر کسی کو ایسی خواب آوے کہ رمضان میں خسوف کسوف ہوا تو اسکی یہی تعبیر ہے کہ کسی بابرکت انسان کے زمانہ میں علماء وقت اسکی مخالفت کرین گے اور سب اور توہین اور تکفیر سے پیش آوین گے۔ اور وہ شخص موعود مہدی کے نام سے بھی اسی لیئے نامزد کیا گیا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ کیا جائے کہ لوگ اس کو مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں سمجھیں گے بلکہ کافر اور بیدین کہیں گے۔ سو یہ نام پہلے سے بطور ذب اور دفع کے مقرر کیا گیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمت کرنیوالوں کے رد کیلئے محمد رکھا گیا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس قابل تعریف نبی کی شریر اور خبیث لوگ مذمت کرین گے مگر وہ محمد ہے یعنی نہایت تعریف کیا گیا نہ کہ مذمم۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث میں دو خسوف کسوف کا وعدہ تھا۔ ایک علماء اور فقراء کے دلوں کا خسوف کسوف اور دوسرے چاند اور سورج کا کسوف خسوف۔ سو زمین کا خسوف کسوف تو علماء اور فقراء نے اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ کیونکہ انہوں نے علم اور معرفت کی روشنی پا کر پھر اس شخص سے عمداً منہ پھیرا جس کو قبول کرنا چاہیئے تھا۔ اور ضرور یہ تھا کہ ایسا کرتے کیونکہ لکھا گیا تھا کہ ابتدا میں مہدی موعود کو کافر قرار دیا جائیگا۔ سو انہوں نے مجھے کافر قرار دیکر اس نوشتہ کو پورا کر دیا۔ اور دوسرا حصہ آسمان میں پورا ہوا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ از حضرت مولوی عبد الکریم صاحب

۱۱ر نومبر ۱۹۰۳ء

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

اے مومنو خدا سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور مرو مسلمان ہونے کی حالت میں۔

تمام نیکیوں کی جڑ خدا کا خوف ہے اور تمام بدیوں کی جڑ اوس سے نڈر ہونا ہے۔ گناہ سے بڑھکر موذی اور سخت زہر دنیا میں کوئی نہیں۔ تمام زہروں کا اثر جسم تک محدود رہتا ہی اور جسم کو ہی ہلاک کرتی ہیں۔ لیکن خدا کی نافرمانی اور گناہ روح کو ہلاک کرتی ہے۔ بڑی غلطی اور افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر وبا یا بیماری آئی ہے تو اپنی جان اور جسم کو اوس سے محفوظ رکھا جاوے۔ یا کوئی شخص جب ایک چیز کو تیز کرے کہ یہ زہر ہے تو اسکو نہیں کھاتا یا سانپ کی سوراخ میں انگلی ڈالنے کی جرات نہیں کرسکتا مگر خدا کی نافرمانی بڑی جرات اور دلیری سے کیجاتی ہے۔ اگر انکو معلوم ہو کہ خدا کی کیسی پاک ذات ہے اور اوس سے تعلق پیدا کر کے ہمیں کیسی راحت اور لذت ہی تو یقین ہو جاوے کہ دنیاوی لذات اوس کے مقابل میں کچھ ہستی ہی نہیں رکھتے۔ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ خواہ مال کی ہو۔ خواہ جان کی خواہ بیٹوں کی اور خواہ تجارت کی۔ یا ایسی بیماری آجاوے کہ جسمیں تمام رشتہ دار پہلو تہی کر گئے ہوں۔ ایسے وقت میں دماغ و دلکو راحت دیسکتا ہے نہ شہر۔ اور تمام راحت والی چیزیں خواہ کھانے کی ہوں خواہ پینے کی کچھ لذت اور راحت نہیں دیسکتیں۔ اسوقت اگر لذت اور راحت دیسکتی ہے تو ایک ہی چیز ہے اور وہ خدا کی ذات ہے۔ پر وہ عرفانی ایمان ہو جسکو اسکے تجربہ کے چکھنے چھونے۔ چکھا ہوا ہو۔ اسکے کلام کو۔ رویا۔ خواب۔ الہام۔ کشف اور صحبت صادقین سے سن چکا ہو تو جیسی تسلی اور راحت اوس وقت اس کو اس ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ میں ایمان سے مسیح موعود کے دربار میں حاضر ہو کر سچے دل سے کہتا ہوں۔ اور کسی چیز سے ایسی راحت نہیں ملتی۔ پھر ہم یہ بات ان لوگوں کو جنکو نہ تو خود اس کا تجربہ ہے اور نہ انکے تجربہ کاروں کی صحبت میں کبھی بیٹھے ہیں۔ ہم کسطرح سمجھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ جسطرح کسی چیز کی پیاس فطرتاً پانی کے سوائے نہیں بجھ سکتی حالانکہ لال اور موتی کے مقابل میں وہ ایک بہت ہی ادنیٰ چیز ہے۔ پھر لاکھ لال اور موتی جمع رہو کبھی پیاس پانی کے سوائے سرد نہیں ہوگی۔ اسیطرح ہر ایک چیز ہوا پانی اور غذا سے زندہ رہتی ہے۔ پھر جسطرح یہ چیزیں مفید ہیں جسمانی قویٰ کیواسطے اسیطرح روحانی قویٰ کیواسطے غذا بھی ایک مفید غذا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ میں مانگتا ہوں تو مجھے کپڑا پہنا۔ میں بھوکا ہوں تو مجھے کھانا کھلا۔ میں پیاسا ہوں تو مجھے پانی پلا۔ کیا واقع میں رسول اللہ صلعم ان چیزوں کے محتاج تھے۔ نہیں بلکہ سب کچھ تھا۔ مگر یہ کھانا پینا اور پہننا ایسا ہے کہ اسکے استعمال کے بعد پھر اسکی ضرورت عود کر آتی ہے۔ پھر خدا کے پینے والے کبھی پیاسے نہیں ہوتے۔ اور خدا کے کھانیوالے کبھی بھوکے نہیں ہوتے اور وہ وہ غذا۔ پانی اور روشنی ہے جسکی سیری سے دنیا کی کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں محسوس کر سکتا ہوں کہ سرد پانی کا کیا مزہ ہوتا ہے۔ خصوصاً گرمیوں میں۔ عمدہ پلاؤ کا اور عمدہ گوشت اور بہاروں کے نظاروں وغیرہ میں کیا مزہ ہوتا ہے۔ پھر خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ قرآن کریم۔ نماز۔ خدا کی تقدیس اور ذکر الٰہی کا ایسا مزہ ہی کہ اسکے سامنے یہ سب ہیچ ہیں۔ بدبخت ہے وہ شخص جو ذرا سے نمک کا زیادہ ہونے پر بے چین ہو جاتا ہے۔ اور کہہ اٹھتا کہ آج کھانے کا مزہ نہیں آیا۔ پھر جب نماز میں اسکو مزہ نہیں آتا تو کبھی اسکا افسوس زبان تک بھی نہیں لاتا۔ مخلوق کو خدا مانتا اور ہر ایک ذرہ سے ایسا ڈرتا جیسے خدا سے ڈرنا چاہیے۔ پھر اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا سے تعلق اور مہجور ہو جاتا ہے اور اس لیئے بزدل اور پاگل ہو جاتا ہے۔ اسلیئے فرمایا۔ وجعلنا فی اعناقہم سلاسل واغلالا۔ یعنے خدا سے غافل رہنے والوں کے پاؤں میں ہم نے ایسا جکڑا دیا جاتا ہے کہ وہ اسطرف کو چل نہیں سکتے اور گردنوں میں طوق ڈالا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف جا نہیں سکتے۔ اور آسمان کیطرف دیکھ نہیں سکتے۔ دنیا میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ اول زمین پر پیٹ کے بل چلنے والی۔ دوئم دوسری سیدھا چلنے والی جیسے نبی کریم کو فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء۔ یعنے تو بار بار آسمان کیطرف شوق سے دیکھتا ہے۔ خیر یہ ساری مخلوق میں صرف ہمت کیطرف جھکی ہوئی ہیں۔ لاٹ صاحب بلکہ کالج بھی کیوں نہ ہو چلتے ہیں او سکی ناک زمین پر ہی گری ہوئی ہوگی اسی لیئے قرآن کریم میں اسکی مثال دی ہے یعنے جو لوگ خدا اور اسکے لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے۔ زبان نکالکر ہانپتا پھریگا۔ اوسکی فطرت میں ہی آگ لگی ہوئی ہے پس جو لوگ زمینی مقاصد پر متوجہ ہیں وہ بظاہر جسم انسانی تو رکھتے ہیں لیکن انسانی کمالات سے بے بہرہ ہیں۔ خدا تعالیٰ آدم ہی ان لوگوں کا نام رکھا ہے۔ جو چلتے پھرتے سوتے جاگتے۔ ہر حالت میں آسمان کیطرف ٹکٹکی لگائے رکھتے ہیں۔ زبان بولے یا نہ بولے خلوت میں ہوں یا جلوت میں۔ قلب فوق کیطرف یعنے خدا کی طرف کھلا ہوا ہے کھانے پینے سے کوئی شوق اور ذوق نہیں رکھتا ہے وہ پینے پر صرف اس لیئے کہ خدا کا حکم ہے۔ خدا اون کے تعلقات کو خوب دیکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اسوقت ان دنیاوی چیزوں سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں اور سوقت اونپر یہ الہام ہوتا کہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اور یہی مومن کامل کی نشانی ہوتی ہے۔ کہ گذشتہ تکالیف اور عملی میں پیدا جاتے کا اوسی کا کوئی غم نہیں ہوتا اور آئندہ کی تکالیف اور م

... ہوتا ہے۔ پھر اگر اس خدا سے دل لگا کر اوس کے دل میں وسعت اور کشائش نہیں آئی تو اوس نے خدا کو کیا سمجھا۔

کیا حوا کی توبہ قبول ہوئی تھی

مین نے ایک دفعہ حضرت حکیم الامت سے بذریعہ خط مندرجہ ذیل دو سوال کئے تھے

سوال (۱) قرآن کریم مین آدم و حوا علیہما السلام کی لغزش کا ذکر ہے ۔ ۔ آدم علیہ السلام کی قبول توبہ کا حوالہ مذکور ہے چنانچہ فرمایا

فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم

یعنے خداوند تعالی نے آدم علیہ السلام پر رجوع برحمت کیا کیونکہ وہ رجوع برحمت کرنیوالا اعلی بانسبت ہے ۔ اسمین علیہ ضمیر واحد ہے جو صرف آدم علیہ السلام کیطرف راجع ہے حوا علیہا السلام کی قبول توبہ کا ذکر نہین ۔ کیا حوا علیہا السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی یا نہین ۔

سوال (۲) دنیا مین اگر کسی عورت نے بتدریج کئی شوہر کئے ہون مثلاً ایک شوہر کرے تو وہ مرجاوے پھر دوسرے سے نکاح کرے وہ بھی مرجاوے پھر تیسرے سے نکاح کرے وہ بھی مرجاوے علی ہذا القیاس اب سوال یہ ہے کہ اس عورت کا جنت مین کس خاوند کے ساتھ ازدواج وملاپ ہوگا ۔ والسلام ۔

راقم محمد فضل از مقام گوندل تحصیل ۔ ۔ یکم اپریل ۱۸۹۸ء

جواب از جانب حکیم الامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

قرآن کریم مین یہ طرز ہے ۔ کہ گاہے اعلے جانب کا ذکر کر کے ادنے سے اعراض فرماتا ہے تا کہ استدلال بالاولے سے کام لے لین ۔

پس جناب حوا کا ذکر اسلئے ترک فرمایا ہے ۔

جنت مین ازدواج ہوگا اور حسب استعداد ومناسبت دنیوی بی بیون سے مردکو بی بی ملیگی علی العموم دنیوی بی بیان وہان اپنے شوہرون کو ملین گی ۔ دیکھو قرآن کریم مین صاف لکھا ہے کہ امراۃ لوط اور امراۃ نوح کا کیا حال ۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جنتی مردون کو انکی استعداد اور روحانی مناسبت کے لحاظ سے جو بی بی مناسب ہوگی ملیگی پس پہلے شوہر دوسرے تیسرے چوتھے خاوند کا تشبیہا ہو گیا کیونکہ گو ایک عورت نے چند خاوند دنیا مین کئے آخر اسکی مناسبت تامہ کسی ایک سے ہوگی اور وہی بی بی اپنے روحانی مناسبت والے خاوند کی بی بی اور وہی روحانی مناسبت والا اسکا خاوند ہوگا ۔ والسلام

نورالدین از قادیان ۔ ۷ اپریل ۱۸۹۸ء

جواب دلچسپ سوال

سایل کہتا ہے مندرجہ ذیل آیات مین اون جنون کا ذکر ہے جو انسانی نظرون سے پوشیدہ ہین ۔

وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن ۔ انا لمسنا السماء فوجدنھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا ۔ انا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد لہ شھابا رصدا ۔

ترجمہ ۔ ۱۔ انسانون کے مرد جنونکے سے پناہ ڈہونڈتے تھے ۔ ۲۔ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اوس کو سخت چوکیدارون اور شعلون سے بہرا ہوا پایا ۔ ۳۔ ہم آسمانی بات سننے کے مقامون مین بات سننے کیلئے جا بیٹھا کرتے تھے مگر اب جو کوئی بات سننی چاہے تو آگے چوکیدار پاتا ہے ۔

معروض ہے تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ہشتم ص ۳۲۰ مین آیت اول الذکر کے تحت لکہا ہے

قال جمھور المفسرون ان الرجل فی الجاھلیۃ اذا سافر فامسی فی قفر من الارض قال اعوذ بسید ھذا الوادی او بعزیز ھذا المکان من شر سفھاء قومہ فیبیت فی جوار منھم حتی یصبح ۔

ترجمہ ۔ سارے مفسرون کی رائے ہے کہ جاہلیت کے زمانہ مین جب کوئی شخص کسی طرف سفر کرتا اور راستہ مین اوس کو کسی وادی یا دہ مین رات آجاتی تو ایک خالی جگہ مین ڈیرہ جا دیتا اور پکار کر کہدیتا کہ مین اس وادی یا اس مکان کے سردار وعزیز کی پناہ مین آگیا ہون اوسکی جاہل قوم کی شرارت سے پس وہ اون کی پڑوس مین صبح تک بآرام رات گذارتا ۔

ہم کہتے ہین کہ یہ طریق پہلے ہی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ اب بھی ترکستان و سرحد افغانستان وغیرہ اکثر پہاڑی بلاد و علاقہ جات مین یہی طریق ہے کہ جب کوئی مسافر آدمی کسی گاؤن وقصبہ مین اترتا اور شب باشی کرنا چاہتا ہے تو وہ اسکے سردار و سرگروہ کی حمایت و پناہ مین رات گذارتا ہے تا کہ کوئی اسکو ہرگز نہ ستاوے نہ ہی تکلیف دے اور اس کا مال واسباب و زاد نہ چھین لے ۔

صدہا لوگ اس بات کا بذات خود تجربہ کر چکے ہین کہ سرحد نواب انب کے علاقہ سے پرے اور چترال سے لیکر ملا نجم الدین ملا اڈا کے دہ تک اور وہان سے جنوب مغرب کی جانب تیراہ اور بلاد افریدیہ و وزیرستان کے دیہات مین ۔ اور مکہ و مدینہ کے درمیانی قصبات و دیہات مین ایسے مسافر جن کے پاس کچھ مال واسباب ہو سردار و نمبردار وہ کی حمایت وپناہ کے سوا بمشکل رات گذار سکتے ہین بلکہ بعض علاقون مین مسافر روز روشن مین بھی بجز کثیر قافلہ کے سفر نہین کر سکتے اور ہر قافلہ بجز گارد کے سفر نہین کر سکتا ۔ دیکھو ہر ہفتہ مین انڈیا سے جو قافلہ افغانستان کو جاتا ہے اوس کے ساتھ گورنمنٹ ہند و امیر کابل کی جانب سے بدرقے و گارڈ ہوتی ہے ایسا ہی مکہ مدینہ کے درمیان اور عرب کے بعض دیگر مقامات مین جو قافلے سفر کرتے ہین وہ بحکم سلطان روم درمیانی علاقہ کے سردار و روسا کی حفاظت کے ذمہ و پناہ مین سفر کرتے ہین پس حاصل مطلب یہ ہے کہ اس آیت مین مسافرون کیلئے پہاڑی روسا و امرا کی پناہ وحمایت کا ذکر ہے ۔

آیت (۲) تفسیر کبیر ص ۳۲۱ جلد ہشتم مین لکہا ہے اللمس المس فاستعیر للطلب لان الماس طالب متعرف یقال لمسہ والتمسہ ۔ **ترجمہ** یعنے لمس اور مس استعارۃ طلب اور ڈہونڈنے کو کہتے ہین اور ماس طالب کو کہتے ہین مثلاً کہتے مین لمسہ والتمسہ یعنے اوس کو ڈہونڈا ۔ یہ قول حکایۃ خداوند تعالے نے نجمین کیطرف سے بیان فرمایا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ ہم نے ڈہونڈا آسمان کو اوس کو پایا پر احفاظ یعنے موانع شدید اور شہب یعنے وبال تیر جن سبب سے ہم اپنے مقصد کو حاصل نہین کر سکتے ۔

زمانہ جاہلیت مین ستارے ٹوٹنے سے شگن بدلیتے تھے اور بدفالی و ناکامی اور وبال کے علامت جانتے تھے اوس بنا پر خداوند تعالی نے نجومیون کی بدفالی و ناکامی و وبال کا حال فاتبعہ شہاب مبین وشہبا وغیرہ کے استعارے مین بیان فرمایا ہے نجمین کی ناکامی و وبال کا حال فاتبعہ شہاب ثاقب کے پیرایہ مین نہایت فصاحت سے بیان فرمایا گیا ہے گویا فاتبعھم الشوم والخسران والحرمان فیما املوا یک مقام مین آیا ہے رجوما للشیاطین ۔ رجوما کے معنے تیر ہانے گئے ہین ۔ شیاطین سے مراد ان شیاطین کا اجماع ۔ بالغیب انکل بچوبات کہنے کو اور دیون کے شیاطینون کیلئے بنایا ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو نجوم سے احکام بتاتے ہین سارے کبار مفسرین اس مقام پر متفق ہین کہ شیاطین سے مراد شیاطین الانس ہین جو کہتے کہ ہمکو آسمانی خبرین ملاتی ہین اور ستارون کے حساب سے اونکو سعد و نحس شمار کر پیشگوئیان کرتے تھے چنانچہ تفسیر کبیر مین لکہا ہے رجوما للشیاطین کے

انا جعلنھا ظنونا ورجوما للغیب للشیاطین الانس وھم الاحکامیون من المنجمین ۔

ص ۳۲۰ معنے یہ ہوئے کہ ہم نے آسمان کے برجون وستارون کو شیاطین الانس سے محفوظ رکہا ہے اور وہ ان سے کوئی بھی صحیح پیشگوئی حاصل نہین کر سکتے ۔ لوگون کا اعتقاد تہا کہ نجمین آسمانی باتین سن لیتے ہین یعنے آسمان اور ستارون کے ذریعہ انکی پیشگوئیان درست ہوتی ہین خداوند تعالی نے سورہ صافات مین اون کے اس خیال کی نفی فرمائی ۔

لا یسمعون الی الملاء الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شھاب مبین ۔

ترجمہ یعنے نہین سن سکتے ملاء اعلی کی باتکو اور ڈالا جاتا ہے انپر شہاب ہر طرف سے مردود ہوکر مگر جس نے اوچک لیا اوچک لینا اوس کے پیچھے پڑتا ہے شہاب روشن ایک اور مقام مین لکہا ہے ۔ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین یعنے ہمنے محفوظ رکہا ہے آسمان کے برجون کو ہر ایک رجیم شیطان سے مگر جو چرا لیوے سننے کو پیچہے پڑتا ہے اس کے شہاب روشن اس آیت کا مطلب مین اور سورہ صافات کے مطلب مین کچھ فرق نہین سورہ صافات مین خطف الخطفۃ یعنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اوچک لینا فرمایا اور یہ نہین بتایا کہ کیا اوچکا یعنے اگر نجمین بحساب نجوم کسی فرد یا سلطنت یا آئندہ زمانہ کے متعلق کوئی پیشگوئی کر بھی بیٹھتے ہین تو اس کا نتیجہ برعکس دیکہکر خسران وحرمان کا شہاب اون کے پیچہے پڑتا ہے نجمین زمانہ سابق اور حال کی پیشگوئیان ستارون کی حرکت اور ہبوط و عروج اور منازل و بروج اور کواکب کے سعد و نحس ہونے سے احکام کا بتا دینا ہے وہ سب غلط اور جہوٹ ہوتی ہین مگر بعض صحیح ہوتی ہین مثلاً کسوف و خسوف کی پیشگوئی یا کواکب کے اقتران اور ہبوط و عروج کی پیشگوئی اسی امر کو جو درحقیقت ایک حسابی امر مطابق علم ہیئت کے ہے خداوند تعالے نے دو جگہ ایک جگہ لفظ استراق السمع اور دوسری جگہ خطف الخطفۃ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ فاتبعہ شہاب ثاقب سے اس سے زیادہ نجمین کی پیشگوئی کو معدوم کر دیا ہے دنیا مین اب بھی منجم موجود ہین جو پیشگوئیان کرتے ہین مگر مامور ربانی و رسول یزدانی حضرت مسیح موعود کی الہی پیشگوئیون نے سب کو خاک مین ملا دیا ہے کیونکہ بموجب آیت فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۔ یعنی خدا تعالی کسی انسان کو اپنے برگزیدہ رسول کے سوا اپنے بھید پر مطلع نہین کرتا ۔ صرف مامور من اللہ کی پیشگوئیان صحیح ہوتی ہین آجکل کوئی منجم و کاہن و ملہم حضرت مسیح موعود کے بالمقابل پیشگوئی نہین کر سکتا اگر کوئی منجم آنحضرت کے بالمقابل کہڑا ہی ہو تو فاتبعہ شہاب ثاقب ناکامی وحرمان کا شعلہ اس کے پیچہے پڑتا ہے ۔ باقی رہا یہ امر کہ نجمین کا خسوف و کسوف یعنے چاند گرہن و سورج گرہن اور دیگر ستارون کی عروج و زوال کی پیشگوئیان کرنا اور ان کا صحیح ہونا ۔ یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ نارتھ ویسٹرن ریلوے لائن پر جو ریل چلتی ہے اور جسکی سپیڈ فی گھنٹہ چالیس میل مقرر ہے وہ فلان شہر سے فلان وقت گذر یگی یہ تو تناسب کا حساب ہوا پیشگوئی کیا ہوئی ۔ الہی پیشگوئی وہ چیز ہے جسمین انسانی علم وحساب وحواس کا ہرگز دخل نہ ہو سکے اور فوق از طاقت انسانی ہو مثلاً یہ کہ کسی کے گھر مین اتنے سال کے بعد بیٹا پیدا ہوگا ۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے چارون بیٹون کے بارے مین جو پیشگوئیان کی تہین ظہور مین آگئین ۔ یا یہ کہ اتنے سال کے اندر فلان شخص مرجائیگا جیسا کہ لیکہرام پشاوری و آتہم اور دیانند سرتی کے بارے مین حضرت اقدس نے پیشگوئیان کی تہین اور ظہور مین آگئین یا یہ کہ اتنے سال تک فلان شخص زندہ رہیگا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے قریباً بیس سال سے اپنی عمر کے بارے مین اسی سال کی پیشگوئی کی ہے باوجود سخت ضعف بیماری کے خداوند تعالے اس پیشگوئی کو ظہور مین لا رہا ہے اور ا[illegible] حضرت کی عمر ۶۵

اوائل علوم عربیہ در حکمت عربیہ

بقیہ مضمون گذشتہ

و السداہل اسلام ایک ہی قوم ہے جنہے اپنے علوم و صنائع اور دریافت حقائق و اسرار پر فخر دنیا پر اس قوم کی شان سے یہ نہین ہے کہ قدمائے علوم کی طرف مستند ہو یا عناصر و طبیعت پرست لوگون کی طرف منسوب ہو قریب قریب ہر شخص پر یہ امر واضح ہے کہ قوم عرب ایک قوم جاہل ہے سوا شعر گوئی اور خطیبہ گوئی خط و کتابت سے بالکل ناواقف ہے اور تحصیل علوم و معارف و حکم و صنائع سے اسے بہرہ نہین کیونکہ یہ معلوم ہے کہ صحرائیت ان لوگون کے خمیر مین ہو گئی ہے اور شائستگی سے یہ قوم بمراحل دور ہے جس سے صنائع وغیرہ کے ترقی ہوتی ہے بلکہ یہ ایک وحشی قوم ہے اور اس قوم مین تمام وہ اسباب موجود ہین جن سے جہالت اور وحشت خمیر مین آ جاتی ہے صحرائیت انمین ہزارہا سال سے راسخ ہو چکی تہی جسکی دلیل یہ ہے کہ انکی زمین پر شہر بہت کم آباد ہین اسی سے صنعتون کی بہی قلت ہو گئی ہے سوا پشم بافی اور چمڑے کی دباغت کے اور یہی دونون بڑی بضاعت ان لوگون کی ہے جو قومین مثل عاد و ثمود و عمالقہ و حمیر و قوم تبع و اذواء یمن وغیرہ کہ فنا ہو گئی مین ان کا کچہہ اعتبار نہین اسلئے کہ یہ قومین اگرچہ اعلے درجہ شائستگی ہو کر آسائش و فضول خرچی پر پہونچ گئی تہین اور زمانہ انکی سلطنت و شائستگی کا بہت دراز رہا ہے۔ دستکاری انکی مستحکم رہی ہے۔ صنعتین انکی وافر رہی ہین اس کے اصول و قواعد انمین بہت راسخ رہے ہین تاہم یہ لوگ اہل فارس کیطرح کبہی علم و حکمت و نظر و معرفت کیلئے مشہور نہین رہے۔ یہ قومین اور دیگر سلطنتین اگرچہ قدامت کی تہ مین فنا ہو گئین مگر صنعتین انکی پرانی نہین ہوئین۔ یہ جو کچہہ ہوا وہ یمن و بحرین و عمان و جزیرہ وغیرہ مین ہوا لیکن اعراب حجاز و بطحا و دیگر عرب خالص لوگون کو کسی ملک و سلطنت کا اتفاق نہین ہوا چند قبیلون کی سرداری کے سوا جو باہم دن رات علانیہ اور پوشیدہ طور سے لڑا بہڑا کرتے تہے۔ یہی لوگ دور ترین خلق خدا مین علم و صنعت سے تہے۔ کیا اسے کہا جا سکتا ہے اس گروہ جاہل سے جو لکہنا تک نہین جانتی اور نقش و کتابت سے ناواقف تہی۔ سلطنت آل تبع مین خط انتہائی درجہ خوبی و درستی و استحکام پر آ گیا تہا۔ سبب یہ تہا کہ یہ سلطنت اعلے رتبہ شائستگی و عیش و آرام پسندی پر پہنچ گئی تہی۔ اس خط کو خط حمیری کہتے [illegible] خط ملک حیرہ منتقل [illegible] مین سے جنہون نے آل تبع کو [illegible] کر دیا تہا۔

انہون نے از سر نو ملک عراق مین سلطنت عرب قایم کرائی تہی۔ لیکن ان لوگون کی تحریر مثل آل تبع کے اس حد تک خوشنمائی و کمال پر نہ تہی کیونکہ یہ سلطنت بہ نسبت اس سلطنت کے شائستگی اور عیش پسندی مین کم مرتبہ تہی اور شوکت و قوت بہی اسکی ویسی نہ تہی اس کے بعد یہ خط حیرہ سے منتقل ہو کر اہل طایف و قریش مین آیا چنانچہ مشہور ہے کہ سفیان بن امیہ نے لکہنا اہل حیرہ سے ..... سیکہا تہا۔ بعض کہتے ہین کہ حرب بن امیہ نے اسلم بن سدرہ سے سیکہا تہا۔ بعض کی رائے ہے کہ ان لوگون نے تحریر اہل عراق کے باشندگان ایاد سے سیکہی تہی مگر اس رائے کو ان خلدون پسند نہین کرتے۔ اس گمان سے کہ بنی ایاد اگرچہ ملک عراق مین آ کر رہ پڑے تہے مگر تاہم انکی صحرائیت بحال رہی۔ اور تحریر شائستگی کی صنعتون سے ہے ان کا قول ہے کہ یہی رائے زیادہ تر لائق قبول ہے کہ اہل حجاز نے خط و کتابت اہل حیرہ سے سیکہی اور اہل حیرہ نے قوم تبع سے اور قوم حمیر سے کہتے ہین کہ قوم حمیر کا ایک خاص خط تہا جسکے حروف بالکل علیحدہ ہوتے تہے اور کوئی شخص بغیر ان کے اذن حاصل کئے اسے سیکہہ نہ سکتا تہا اور اس کو قلم مسند کہتے تہے۔ حمیر سے مضر نے خط عربی سیکہا۔ مگر یہ لوگ چونکہ صحرائیت ان کے خمیر مین تہی۔ اس لئے عمدہ طور پر نہین لکہہ سکتے تہے چونکہ بہ نسبت اہل یمن و اہل عراق و اہل شام کے شائستگی سے یہ دور تہے پس خط عربی صدر اسلام مین پوری طور پر درست و مستحکم نہ ہوا تہا بلکہ اوسط درجہ پر بہی نہ پہونچا تہا کیونکہ قوم عرب کی صحرائیت اور وحشت مزاجی معلوم ہے اور یہ قوم صنائع سے بہت دور واقع ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ رسم الخط قرآن شریف کا جو کہ صحابہ نے صدر اسلام مین بنایا ہے اور انکی تحریر کچی اور بالکل خام تہی اس وجہ سے اس زمانہ کے طرز تحریر سے بلحاظ خوبی و متانت نہایت مختلف ہے۔ خط عربی رفتہ رفتہ حسن و خوبی و متانت مین ترقی کرتا گیا جون جون سلطنت عرب کو ترقی ہوتی گئی اور قوم عرب مختلف شہرون مین پہیلتی گئی یہان تک کہ خط کوفی پیدا ہوا جس کے موجد جناب مشہور امیر المومنین علی بن ابی طالب ہین جس وقت کہ لوگ بصرہ اور کوفہ مین رہ پڑے تہے اس کے بعد یہ خط حسن و خوبی مین ترقی کرتا رہا یہان تک کہ بنی عباس نے بغداد کی بنیاد ڈالی اسوقت خطوط عربی اول درجہ کی ترقی پر پہونچ گئے کیونکہ بغداد کی آبادی بے حد بڑہ گئی تہی [illegible] دار الاسلام و مرکز دولت عرب ہو گیا تہا جب یہ حال قوم عرب کا صرف تحریر و خط کے بارہ مین تہا کہ جو کوئی نظری یا عقلی صنعت نہین بلکہ تمدنی اور پیشہ وری کی صنعتون سے متعلق ہے اور جسقدر تعلیم و شائستگی اور آبادی بڑہتی جاتی ہے اسیقدر یہ صنعت قوت سے فعلیت مین آتی جاتی ہے تو پہر ان لوگون کے مراتب ترقی علمی او نکے کا کیا ذکر اور رہا کمالات عقلی بمسائل علمی کے استخراج فلسفی نظرون کا رصدی آلات۔ زایچون۔ تقاویم۔ ستارون کے سالانہ۔ ماہانہ گردشون کے حساب لگانے اور دیگر مباحثات علم ہیئت کا کیا تذکرہ خلاصہ یہ کہ قوم عرب اس زمانہ مین انتہائی درجہ پر صحرائیت مین ڈوبی ہوئی تہی۔ وحشت اس کے خمیر مین پک گئی تہی۔ شائستگی اور تمدن سے بمراحل دور تہی اور عیش پسندی سے جو باعث وضع علوم و ایجاد صنائع و حرفت وغیرہ ہوا کرتی ہے اس سے بہت دور تہی۔ اس سبب سے یہ زمانہ قوم عرب کا زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے اور یہ قوم امی مشہور ہے ہان صرف معدودے چند شخص یہود و نصاریٰ و مجوس سے ایام حج مین بغرض تجارت یہان آ جایا کرتے تہے اور مکہ معظمہ مین اپنا مال تجارتی بیچ کر اور جو کچہہ منفعت ہو نیوالی ہوتی تہی وہ لیکر اپنے اپنے شہرون کو روانہ ہو جایا کرتے تہے علاوہ برین یہ لوگ خود بہی شرک و بت پرستی کیلئے مثل عبادت صلیب و لقا و حضرت عیسٰے و حضرت مریم و حضرات حوارین و حضرت عزیر اور ملایکہ وغیرہم صلوات اللہ علیہم کیلئے مشہور تہے تو ان سے کیا امید ہو سکتی تہی کہ قوم عرب کو توحید خالص کیطرف ہدایت کرتے اور نظر عقلی کی راہ بتاتے کیونکہ ان کے مذہب کی صورت خود بگڑ چکی تہی اور عقل سلیم کو ان کے دین و ملت کا منظر نہایت کریہہ نظر آتا تہا یہ حال اس زمانہ کا تہا۔ کسی قدیم سیرت یا ترقی کردہ قومون کی کسی پرانی کتاب مین مثلا روم و یونان وغیرہ قومون کے جنہون نے عرب کا جغرافیہ اور تاریخ لکہی ہے جو صدر اسلام سے پانچسو برس پیشتر بلکہ اس سے زاید تصنیف کی ہین اور انمین سے اکثر جو یونانی سے انگریزی مین ترجمہ ہوئی مین وہ مین دیکہہ چکا ہون انمین سے کسی کتاب مین نہین پتہ ملتا کہ قوم عرب کے واسطے کبہی کوئی ایسا زمانہ آیا ہو جو پہلے سے اس قوم کیلئے بہی کوئی کالج دار العلم اور یونیورسٹی وغیرہ لایا ہو اور ان مین فلسفیات و انظار عقلی مین کبہی کتابین تصنیف ہوئی ہون۔ ہان صرف سکندر یونانی کی یہ تجویز ہوئی تہی کہ عرب کو مرکز تجارت خارجیہ و داخلیہ قرار دے کر دور دست قومین یہان آکر تجارت کرین مگر مقدر نے اوسکی اس بارہ مین موافقت و مساعدت نہ کی اور شہ [illegible] اجل اسکی دامن گیر ہو گئی اس لئے اس کا مقصد قوت سے فعلیت مین نہ آ سکا۔ البتہ کچہہ لوگ اس قوم مین پرانے زمانہ مین ایسے تہے جنہون نے دقیق نظرون سے اور ملت ابراہیمی کی سنتون پر عمل کرنے سے جو انکی ملت پر باقی رہ گئے تہے اپنی تکمیل کرتے تہے مگر دین حق کا پہیلانا اور اسکی دعوت کا منتشر کرنا ان کا کام نہ تہا ورنہ عرب کا یہ حال تہا کہ انمین ایک بڑا گروہ تو بت پرستی پر جہکا ہوا تہا۔ اور ایک دوسرا گروہ حشر و بعث بعد الموت کا منکر تہا اور ایک اور گروہ خود الحاد کو انکار وجود صانع عالم پر ڈہلا ہوا تہا یہ سب باتین مزید ہین انکی فطرتی وحشت و طبعی عداوت و بلادت پر اور تمدن طبعی سے بمراحل دوری پر حال یہ تہا کہ انکی بسر اوقات جنگی قوم و قبیلون کی لوٹ مار بیگناہ خون بہانے اور مال لوٹ لینے پر تہی۔ (البیان) (باقی آئندہ)

ایک تقریر کا خلاصہ

مورخہ ۱۱ نومبر سنہ [illegible]

ایک شخص کیطرف سے رقعہ پیش کیا گیا کہ یہ مولوی صاحب ہین اور ان کا لڑکا فوت ہو گیا ہے انکو ہستی باری پر شبہات پیدا ہو گئے ہین تو اپنی اصلاح کی تدبیر دریافت کرتے ہین فرمایا۔ دلکی بیقراری کو اللہ تعالیٰ دور کرے۔ دیکہو اگر کسی شخص کے سامنے دو بچے ہون ایک تو کسی اجنبی کا ہو اور دوسرا اوس کا اپنا پیارا تو کیا وہ اوس اجنبی بچہ کیخاطر اپنے بچے سے محبت چہوڑ دیگا۔ نہین۔ بلکہ ہرگز نہین۔ پس جب انسان مسلمان کہلاتا ہے جس کے معنے ہین بالکل خدا کا ہو جانا اور کسی حالت مین اوس سے بیوفائی نہ کرنا۔ پہر اولاد کے حق مین خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے انما اموالکم و اولادکم فتنة فاحذروهم کہ مال اور اولاد تمہاری دشمن ہین ان سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اگر زندہ رہے تو ممکن ہے کہ نافرمان ہو مرتد ہو جاوے۔ بدکار ہو۔ چور یا ڈاکو بن جاوے۔ مر جاوے تو پہر ویسے ابتلا آ جاتا ہے۔ پس ہر حالت مین موجب فتنہ و ابتلا ہوتی ہے مگر جب مومن کو خدا سے تعلق ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا کہ اگر یہ بچہ مر گیا ہے تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے ما ننسخ من آية او ننسها نات بخير منها او مثلها دیکہو آنحضرت کے ۱۱ بچے فوت ہوئے۔ ایمان تو وہ ہوتا ہے جس مین تغیر نہ ہو اور ایسے ایمان والا خدا کو بہت محبوب ہوتا ہے۔ ہان اگر بچہ خدا سے زیادہ محبوب ہے، تو مین نہین سمجہہ سکتا کہ ایسا شخص خدا پر ایمان کا دعوے کر سکے اور وہ کیون ایسا دعوے کر لیتے۔ ہم نہین جان سکتے کہ ہماری اولادین کیسی ہونگی۔ صالح ہونگی یا بدمعاش اور زنان کے ہم کوئی محسن ہین اور خدا کے تو ہمپر لاکہون لاکہ احسان ہین۔ پس سخت ظالم ہے وہ شخص کہ اوس خدا سے تعلق توڑ کر اولاد کیطرف تعلق لگاتا ہے۔ ہان خدا کے حقوق کے ساتہہ مخلوق کے حقوق کا بہی خیال رکہو۔ اگر خدا پر تمہارا کامل ایمان ہو تو پہر تو تمہارا یہ مذہب ہونا چاہیئے کہ ہر چیز از دوست میرسد نیکوست۔ اور اس ایمان والے کے شیطان قریب بہی نہین آتا۔ وہ بہی تو وہان ہی آ جاتا ہے جہان اسکو تہوڑی سی بہی گنجایش ملجاتی ہے۔ جب خدا کو مقدم رکہا جائے تو برکات کا نزول ہوتا ہے۔ پہر کسی دوست سے اگر تم اپنے باتون مین بدعہدی اور جہوٹ اور عہد شکنی سے کام لو تو وہ تمہین کیسی عزیز نہین رکہیگا۔ پہر وہ تو رب العالمین اور احکم الحاکمین ہو رب العزت ہے۔

ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ یعنے ثمرات سے مراد اولاد ہے۔ اور یہ خدا کیطرف سے ابتلا ہوتے ہین اور یہی انسان کا امتحان ہوتا ہے۔ ہان یہ باتین اور کامل ایمان حاصل ہوتا ہے تو استغفار سے اسکی کثرت کرو۔ اور۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين پڑہا کرو۔ اور اسکی کثرت کرو۔ خدا تعالیٰ نعم البدل عطا کریگا۔ خدا کا دامن نہ چہوڑنیوالا گنہگار ہو کر بہی بخشا جاتا ہے۔ ہان تعلق توڑنا بری بات ہے اور یہ زہر قاتل ہے پس تم یہ استغفار کرو اور نمازون مین دعائین کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہو۔ والسلام۔

اسلام اور تمدن و ترقی

مخالفین اسلام نے اکثر کہا ہے کہ اسلام صرف وحشی قوموں کو ایک حد تک شائستہ اور مہذب بنا سکتا ہے لیکن اعلیٰ درجہ کے تمدن کے موافق نہیں اور اس وجہ سے وہ اعلیٰ درجہ کا تمدن نہیں پیدا کر سکتا۔

اس مسئلہ کے طے کرنے کا آسان اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ تمدن و ترقی کے بزرگ ترین اصول کیا ہیں، اور وہ اسلام میں پائے جاتے ہیں یا نہیں!

تمدن کے عمدات اصول حسب ذیل عنوان میں محدود کئے جا سکتے ہیں اور دنیا میں جب کبھی کسی قوم نے تمدن میں ترقی کی ہوگی، یا آئندہ کرے گی تو انہی اصول پر کی ہوگی اور کرے گی، یورپ انہی اصول پر عمل کرنے سے آج تمدن کے انتہائی زینے تک پہنچ گیا ہے۔

(۱) انسان کی تمام ترقیوں کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوق ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہے وہ اسی لئے ہے کہ انسان اس سے تمتع اٹھائے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے اس اصول کی تعلیم کی

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا۔	ہم نے انسان کی بناوٹ بہتر سے بہتر بنائی۔ اور آسمان و زمین کی چیزوں کو تمہارا مسخر کیا

(۲) انسان کی تمام ترقیوں کی بنیاد یہ ہے کہ اس کو یہ یقین ہو کہ اس کے خیر و شر، ترقی اور تنزل، عروج اور زوال کا مدار، تمام تر اسکی سعی اور کوشش پر ہے اور دنیا اور دین کی تمام کامیابیاں محض اسکی کوششوں پر موقوف ہیں قرآن مجید نے اس اصول کو نہایت توضیح اور تاکید کے ساتھ بیان کیا۔

لیس للانسان الا ما سعی لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت (البقرۃ)

انسان کیلئے اتنا ہی ہے جتنی اسکی کوشش ہے انسان کے نفس کو جو فائدہ پہونچتا ہے اسکی کمائی کی بدولت، اور جو نقصان پہونچتا ہے اسی کے کرتوت کی بدولت۔

ولا تکسب کل نفس الا علیها (انعام)

اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اوسی پر پڑتا ہے۔

اولما اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیها قلتم انی هذا قل هو من عند انفسکم۔ (آل عمران)

کیا جب ایسا ہوگا کہ تم پر کوئی مصیبت پڑے حالانکہ اس کے دو چند تم پہلے پڑ چکی ہے تو تم کہو گے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی، اے محمد! کہدے کہ یہ خود تمہاری ہی ذات کی وجہ سے،

ذالک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم (انفال)

یہ اس لئے کہ خدا جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو پھر اس کو بدلتا نہیں جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (روم)

لوگوں کے کرتوت کی بدولت تمام خشکی و تری میں فساد پھیل گیا

ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم (شوریٰ)

تم پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو خود تمہارے کرتوت کی بدولت۔

اسلام نے اس مضمون پر اسقدر زور دیا کہ قرآن مجید میں جا بجا تصریح ہے کہ بندہ جب ایک کام کرتا ہے تو خدا بھی اسی کے موافق کرتا ہے۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت یهدیهم ربهم بایمانهم (یونس)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے خدا ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت کرتا ہے۔

ان الذین لا یومنون بایت الله لا یهدیهم الله والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا (عنکبوت)

جو لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے، خدا اون کو ہدایت نہیں کرتا اور جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھلاتے ہیں۔

یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم (احزاب)

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور ٹھیک بات بولو، تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کر دے گا۔

یا ایها الذین امنوا ان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد)	مسلمانو! اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو خدا بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھیگا۔
فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم (صف)	پھر جب وہ لوگ کج ہو گئے تو خدا نے بھی انکے دلونکو کج کیا۔
ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم (رعد)	خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

ان آیتوں میں خدا نے اپنے کلام کو بندوں کے کام سے متاخر رکھا ہے فلما زاغوا الخ میں بیان کیا کہ جب ان لوگوں نے کجی کی تو خدا نے بھی ان کے دلوں کو کج کر دیا یا ایها الذین امنوا اتقوا الله الخ میں یہ کہا کہ مسلمانو! پرہیزگاری اختیار کرو، اور ٹھیک بات کہو تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کر دے گا۔"

اس موقع پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

وهو القاهر فوق عباده۔ قل کل من عند الله۔	اور وہ اپنے بندوں پر بالا دست ہے۔ کہدے کہ سب کچھ خدا ہی کیطرف سے ہے۔

عیسائی اکثر طعنہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں جو کاہلی اور پست ہمتی پائی جاتی ہے وہ اسی مسئلہ قضا و قدر کا اثر ہے اور اس لئے مسلمانوں کا تنزل خود ان کے مذہب کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس اعتراض کو اگرچہ بعض توکل پیشہ علما اور صوفیہ نے اپنے طرز عمل سے قوی کر دیا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔

اس کا سرسری جواب تو یہ ہے کہ یہی قضا و قدر کا اعتقاد تھا جسکی بدولت صحابہ میں سے ایک ایک شخص ہزاروں آدمیوں کے دل میں گھس جاتا تھا اور سیکڑوں کو خاک میں ملا کر صحیح سلامت نکل آتا تھا، اگر آج اسی جوہر کو ہمارے علما و صوفیہ اپنی شکستہ پائی اور کاہلی کیلئے استعمال کرتے ہیں تو اسمیں اسلام کا کیا قصور۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ بیشبہ اسلام نے انسان کو مختار کل قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی اس بات کی بھی احتیاط رکھی ہے کہ یہ اعتقاد ازخدا کی حد سے نہ بڑھ جائے انسان کے مختار ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ خدا کوئی چیز نہیں، اس لئے انسان قادر مطلق ہے جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں کرتا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ خدا قادر مطلق ہے لیکن اوس نے انسان کو اپنے افعال کا مختار بنایا ہے اس لئے انسان جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اسلام نے پہلے معنی کی نفی کی ہے اور اسی بنا پر قرآن میں آیا ہے کہ۔

وما تشاءون الا ان یشاء الله	تم کسی بات کو نہ چاہو گے جب تک کہ خدا نہ چاہے۔

جس کا یہ مطلب ہے کہ تمکو جو مشیت اور ارادہ کی قوت دی گئی ہے یہ خدا نے ہی دی ہے۔ اگر خدا نہ چاہتا تو تم میں یہ قوت بھی نہ ہوتی۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ۔

قل کل من عند الله	یعنی جو کچھ دنیا میں ہے سب کی علت العلل خدا ہی کی ذات ہے

اس امر کا قطعی فیصلہ کہ اسلام نے اختیار کی تعلیم کی تھی یا جبر کی، اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے مرکز تھے، جو اسلام کی مجسم تصویر تھے، جو اسلام کی ایک ایک ادا سے واقف تھے یعنی صحابہ انہوں نے کیا سمجھا، اور ان پر اسلام کی تلقین کا کیا اثر ہوا؟ تاریخ بداہۃً بتاتی ہے کہ اسلام کی تعلیم نے ان کو اختیار، عزم، استقلال اور حوصلہ کا مجسم پیکر بنا دیا تھا۔

(۳) تمدن کی ترقی کا سب سے بڑا اصول مساوات کا اصول ہے، یعنی یہ کہ تمام انسانوں کے حقوق مساوی ہیں۔ فلاسفر کوندرسیہ کا قول ہے کہ "حقوق انسانی کے سمجھنے کا پہلا دیباچہ مساوات ہے اور مساوات ہی تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے"۔

لیکن اسلام کے قبل تک یہ خیال کسی قوم اور کسی ملک میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تعزیرات کے متعلق مہذب سے مہذب قوموں کا طرز عمل یہ تھا کہ مجرموں کے رتبے اور درجے کے لحاظ سے سزائیں دی جاتی تھیں۔ لاروس اپنی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ "روما سپارٹا میں ایک ہی جرم کی سزائیں مختلف ہوتی تھیں یعنی مجرم کی حیثیت اور درجے کے لحاظ سے سزا ہوتی تھی،" اس کے بعد مصنف مذکور نے اس ناانصافی اور ظلم کی تفصیل کی ہے اور روما سے لیکر فرنچ تک کے واقعات گنائے ہیں، اخیر میں لکھا ہے کہ ۱۷۸۹ء کے ہنگامے نے یہ تمام امتیازات مٹا دیئے کیونکہ اس نے خود ان القاب و خطابات کو مٹا دیا جو لوگوں کی ذاتی عزت یا وراثت کے اعزاز کی بنا پر قائم تھے۔

فلاسفر فرنگ لکھتا ہے کہ "مساوات کی بنیاد پچاس برس سے یورپ کی بعض قوموں میں پڑی ہے اور اب دوسرے حصوں میں بھی پھیلتی جاتی ہے"؟

فلاسفر مذکور مساوات کی ابتدا پچاس برس سے بتاتا ہے، لیکن اسلام میں بارہ سو برس پہلے یہ اصول قائم ہو چکا تھا، قرآن مجید میں ہے

یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم	لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے ٹھہرائے اس غرض سے کہ ایک دوسرے پہچانے جائیں لیکن خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے، جو پرہیزگار ہو۔

یہ صرف الفاظ نہ تھے بلکہ اسلام کا نظام اسی اصول پر قائم ہوا، اور اسلام جب تک اسلام تھا اسی اصول پر قائم رہا۔ عرب میں قبائل کے مدارج مقرر تھے جو قبیلہ زیادہ شریف اور معزز تھا اس کا ایک آدمی دوسرے قبائل کے متعدد آدمیوں کے برابر مانا جاتا تھا، یعنی معزز قبیلہ کے ایک آدمی کے خون کے بدلہ میں، دوسرے قبائل کے کئی آدمی قتل کئے جاتے تھے، اسیطرح غلام کے عوض میں آقا قتل نہیں کیا جا سکتا تھا، اسلام نے اصول مساوات کی بنا پر یہ تفرقے بالکل مٹا دیئے قریش جنکو یہ غرور تھا کہ جنگ بدر میں انہوں نے انصار کے مقابلہ سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ انصار برابر نہ تھے بھی ان کے لئے عار ہے، وہ حبش اور ایران کے زرخرید غلاموں کے برابر کر دیئے گئے"۔ ابوسفیان جو تمام قریش کا سردار رہ چکا تھا اور جس کو خود رسول اللہ صلعم کے حریف مقابل ہونے کا دعویٰ تھا جب اسلام لایا تو اسکو بلال و صہیب کا ہمرتبہ ہو کر رہنا پڑا! حالانکہ بلال و صہیب دونوں عجمی زرخرید غلام تھے۔

جبلہ بن الایہم عرب کا مشہور بادشاہ تھا جب وہ اسلام لایا تو اس نے چاہا کہ ایک عامی آدمی کے مقابلہ میں اسکی عزت مرجح تسلیم کی جائے، لیکن عمر فاروق نے جو اسلام کی اصلی تصویر تھے گوارا نہ کیا اور وہ اسی ضد پر مرتد ہو کر عیسائیوں سے جا کر ملگیا۔

حضرت عمر فاروق نے جب شام کا سفر کیا اور بیت المقدس میں داخل ہوئے، تو اون کا غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود ان کے ہاتھ میں اونٹ کی باگ تھی، حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام لوگ خلیفہ اسلام کی جاہ و شوکت دیکھنے کیلئے گھروں سے نکل آئے تھے۔

اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں جنکا شمار نہیں کیا جا سکتا، تجربہ عام کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا ظلم جو شروع ہوا وہ تنح عن الطریق (راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ) کا کہنا تھا، یعنی اوائل اسلام میں بڑے سے بڑا آدمی، کسی معمولی آدمی کو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ذرا ہٹ جاؤ، اول جو ظلم شروع ہوا وہ اسی لفظ کا استعمال کرنا تھا۔ باقی آئندہ۔

* فٹ نوٹ شبلی صاحب کا یہ خیال ہماری رائے میں صحیح نہیں ہمارا مذہب لا جبر و لا اختیار ہے ہم نے اسپر ایک مختصر سا نوٹ صفحہ ۱۹ پر دیا ہے ایڈیٹر۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض علماء و سجادہ نشینوں کا انکار

جیسا کہ بخار والے انسان کو میٹھی چیز کا ذائقہ پھیکا اور کڑوا معلوم ہوتا ہے ایسا ہی خود بینی و خود پسندی اور تکبر انسان کو مرض خود بینی و کبر کے باعث جو اس کے دل پر حائل ہوتی ہے حق کی شیرینی کڑوی محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہ بات مسلم شدہ ہے کہ انسان کے اچھے اور برے خلق و خو میں اس کے اندر اپنا اثر جماتے اور اپنا رنگ ظاہر کرتے رہتے ہیں یعنی انسان کے ہر قول و فعل کے ساتھ الٰہی فعل بھی بطور نتیجہ مترتب ہوتا رہتا ہے۔ پس کبر و خود رائی جیسے مکروہ و قبیح خلق کا نتیجہ انسان کیلئے اعراض عن الحق و اصرار علی الباطل صادر ہوتا رہتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کی طرف اشارہ فرما کر انسان کو متنبہ فرمایا ہے سأصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذالک بانھم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنھا غافلین۔

ترجمہ۔ میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان جو بڑائی ڈھونڈتے ہیں ملک میں ناحق اور اگر دیکھیں راہ سیدھی تو اس پر نہیں چلتے اور اگر دیکھیں الٹی راہ تو اس کو سیدھی راہ سمجھ کر اس پر چلتے ہیں یہ نتیجہ ہے اس بات کا ہے کہ انہوں نے ہمارے بھیجے نشانات کو جھٹلایا اور ان سے بے خبر رہے۔

چمگادڑ جو نور آفتاب کو نہ دیکھ سکے تو آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قصور چمگادڑ کی ہی طرف منسوب ہوگا۔

جیسا کہ اجسام بعض عوارض و خواص کو قبول کر لیتے ہیں ایسا ہی ارواح کا حال ہے جیسا کہ صحیح و تندرست انسان کو مقوی غذا و شیریں شربت خوش ہضم و خوشگوار ہوتے ہیں۔ ایسا ہی طالب حق منکسر المزاج سلیم القلب کے دل میں سچائی اثر پذیر ہوتی ہے متکبر و خود رائے انسان روحانیت کے رو سے بیمار ہے ایک ہی غذا ہے جو تندرست کو مفید اور اچھی اور بیمار کو مضر و خراب معلوم ہوتی ہے۔ یضل به کثیرا و یھدی به کثیرا وما یضل به الا الفاسقین۔ روحانی بیمار کے دل میں بحالت کبر و خود رائی کوئی صداقت و سچائی داخل نہیں ہو سکتی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر۔ یعنے جس شخص کے دل میں ذرہ بھر کبر ہو وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا اور ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے لا یدخل الایمان فی قلب من کان فیه مثقال ذرة من کبر۔ یعنے جس دل میں ذرہ بھر بھی کبر ہو اس میں ایمان داخل نہیں ہوتا یہ نفی ایمان منکر آیت و حدیث متفق شدہ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام جو باوصاف وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہیں اور با علام و الہام و وحی خدا دعویٰ کرتے ہیں کہ میں خداوند تعالیٰ کیطرف سے ہوں ان کے بالمقابل جو انسان خود رائے ہو اس کے دل میں سچائی کسطرح داخل ہو سکتی ہے

کبر را بگذار حق روشن بہ بین
دیدہ حق بین ہوش از کبر کین

(محمد فضل خان اسسٹنٹ ایڈیٹر)

تعبیر الرؤیا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

رات کو میں نے ذیل کا خواب دیکھا۔ میں ایک زمین پر چلتا تھا کہ ایک چھوٹا سا سانپ رنگ میں سیاہی مائل کاسنی جیسا سیر اوس کا گردن کے قریب سے کھلا ہوا اور جیسا کہ جو ہے نے کھایا ہوا ہے۔ میرے جوتے سے ٹھوکر کھا کر سامنے گرا دیکھا تو مردہ اور خشک ہو کر گرا ہوا تھا پھر زمین کیطرف خیال ہوا تو دیکھا کہ ارد گرد تمام زمین میں چوہوں نے زمین کھود کھود کر مٹی نکالی ہوئی ہے اور ان کے سوراخوں میں جو بکثرت ہیں سانپ اسطرح سے کہ ایک ایک سوراخ میں دو دو تین تین سانپ ہیں سر ان کے سوراخوں کے اندر ہیں اور باقی حصہ باہر ہاتھ چلتے مجھے ... میں نے ایک کو ہلایا تو ایک نے کچھ تھوڑی سی حرکت کی جس سے مجھے خیال ہوا کہ چوہوں نے ان کو پکڑ کر اپنے سوراخوں میں دبایا ہوا ہے اور ان کو کہا رہے ہیں اور اندر لیجا رہے ہیں گے۔ فقط

خاکسار نواب علی شاہ احمدی کرناہ۔ علاقہ کشمیر

تاویل

سانپ اخلاق مضر نفسانیہ ہیں جو راہی کے نفس سے زائل ہو رہے ہیں اخلاق متضادہ جو مشابہ چوہوں کے ہیں اخلاق مضرہ کو کہا رہے یعنے زائل کر رہے ہیں اور ان کو قابو کر رکھا ہے خواب میں سانپ کی دو ہی طرح تعبیر آئی ہے (۱) کوئی خارجی دشمن (۲) انسان کا اندرونی دشمن نفس جو سارے جہان کے دشمنوں سے سخت ہے اس خواب میں سانپوں سے مراد نفسانیہ شعبے اور شاخیں ہیں جو رو بزوال ہیں۔ اور راہی کا نفس اصلاح پذیر ہو رہا ہے اگر خواب میں بہت سے سانپ یا ایک ہی سانپ کو سروں والا دیکھا جاوے تو اس سے مراد اکثر اوقات انسان کو اپنے نفس کی حالت کیطرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

قصہ نفس از بہر سی اے پسر
قصہ دوزخ بخوان با ہفت سر
نفس انسان اژدھائے ہائل است
لیک بازیم بر وجودش مائل است

(محمد فضل اسسٹنٹ ایڈیٹر)

الحکم عند اللہ

نبی بخش صاحب رام نگر ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میری نظر کمزور ہے میں اخبار پڑھ نہیں سکتا میرے نام جو پرچہ آتا ہے وہ کسی اور کے نام عند اللہ جاری کیا جاتا ہے۔

ہم صاحب موصوف کی رائے میں تھوڑی سی ترمیم کر کے ان کی علمی خیرات کو وسیع کرنے کیلئے اتنا کہتے ہیں کہ اگر کوئی دو صاحب اڑھائی اڑھائی روپیہ قیمت بھیج دیں تو باقی کی اس رقم سے کہ پوری کر دی جائیگی۔ اور اخبار ایک کی بجائے دو آدمیوں کو مل سکیگا۔

استفسار و جواب

زوجہ مفقود الخبر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء الحکم میں مفقود الخبر کی زوجہ کی نسبت جو فتوے آپ نے تحریر فرمایا ہے اسکی زیادہ تشریح و توضیح مطلوب ہے یہ امر واضح نہیں کیا گیا کہ مفقود الخبر کی زوجہ کتنی مدت کے بعد دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے ایسا وقوعہ میرے دہ میں خاص کر زیر بحث اور موجود ہے لہذا معروض ہے کہ عند اللہ بصراحت تمام معہ آیات قرآن و حدیث شریف وغیرہ جو کچھ معلومات ہوں الحکم کے ذریعہ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں والسلام جملہ جماعت احمدیہ کو السلام علیکم۔

راقم عاجز ملک عادل شاہ و مدار شاہ احمدی از مقام ترنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

خریدار الحکم نمبر

السلام علیکم۔ نکاح زوجہ مفقود الخبر والے مضمون پر کسی آئندہ پرچہ الحکم میں روشنی ڈالیں ایک احمدی نے نکاح کرنا ہے اور قبل ازیں عورت کا خاوند ۱۸ سال سے گم ہے۔

راقم ضیاء الدین بحکم چودھری سجاول خان۔ جگراؤں

جواب: گمنام شخص کی عورت چار سال انتظار کرے

واضح ہو کہ مفقود الخبر کی زوجہ کے متعلق جو فتویٰ نوے سال تک کے انتظار کرنے کا مشہور ہے وہ متاخرین میں سے کسی کی غلطی سے بعض کتب میں داخل ہو گیا جو سراسر قرآن کریم و احادیث نبویہ و عملدرآمد صحابہ کرام و عقل و مشاہدہ و اصول فقہ کے برخلاف ہے اور اسکی کوئی سند نہیں اس کے غلط ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ اسمیں ایسی شرط رکھی گئی ہے جو بالعموم انسانی طاقت سے بڑھی ہے شاذ و نادر ہی مرد و عورت نوے سال تک زندہ رہ سکتے ہیں مفقود الخبر کی زوجہ کا نوے سال تک انتظار گویا مرنے تک اوس کو نکاح ثانی سے ممانعت بتائی گئی ہے اور یہ بات قرآن کریم و احادیث نبویہ و عملدرآمد صحابہ کرام و فقہائے عظام کے برخلاف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسه

ترجمہ۔ حاصل مطلب یعنے عورات کو جب تم طلاق دے چکو یا ان کے خاوند مر جاویں اور ان کی عدت کی میعاد گذر جاوے یا ان کے خاوند مفقود الخبر ہو جاویں جنکی زندگی کی خبر کئی سال سے نہ پہنچے تو عورت کو یا ان کے والیوں کو نکاح ثانی کی خواہش ہو تو مت روکو کیونکہ ایسے حال میں عورت کو نکاح سے روکنا عورات اور ان کے والیوں کے حق میں مضر ہے اور اگر تم ان کو نکاح سے روکو گے تو حد دوالہی سے تجاوز کرنے کے مستوجب ٹھہرو گے اور جس نے ایسا کام کیا اوس نے اپنا ہی برا کیا۔

بخاری مطبوعہ مصر صفحہ جلد سوم میں لکھا ہے

وقال الزھری فی الاسیر یعلم مکانه لا تتزوج امرأته ولا یقسم ماله فاذا انقطع خبرہ فسنة سنة المفقود۔

ترجمہ۔ زہری فرماتے ہیں کہ جس قیدی کا مکان زندان معلوم ہو اوس کی عورت کسی سے نکاح نہ کرے اور اس کا مال تقسیم نہ کیا جاوے اور جب اوسکی خبر منقطع ہو جاوے تو وہ گم شدہ قرار دیا جاوے اور ایسے شخص یعنے گم شدہ کی زوجہ کچھ سال کا انتظار کرے۔

اعلام الموقعین جلد اول صفحہ ۱۶۱ میں حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قد ثبت عن عمر ابن خطاب انه اجل امرأة المفقود اربع سنین وامرھا ان تتزوج فقدم المفقود بعد ذالک فخیرہ عمر بین امرأته وبین مھرھا۔ وقد قال بعض المتاخرین من اصحاب احمد ان مذھب عمر فی المفقود یخالف القیاس والقیاس ان زوجة القادم بکل حال الا ان نقول الفرقة تنفذ ظاهرا او باطنا فتکون زوجة الثانی بکل حال وغلا قول بعض المخالفین لعمر فی ذالک فقالوا لو حکم حاکم بقول عمر فی ذالک لنقض حکمه لبعدہ عن القیاس وطائفة ثالثة اخذت ببعض قول عمر وترکوا بعضه فقالوا اذا تزوجت ودخل بھا الثانی فھی زوجته ولا ترد الی الاول وان لم یدخل بھا ردت الی الاول۔ قال شیخنا

ومن ذالك عمر لم يشار الى ما اعتذرى اليه عمر لم يكن له من المخابرة والقياس مثل خبرة عمر وهذا انما يتبين وهو وقف العقود اذا التصرف في حق الغير بغير اذنه هل يقع مردوداً او موقوفاً على اجازته فيه قولان مشهوران هما روايتان عن احمد احدهما انها تقف على الاجازة وهو مذهب حنيفة ومالك رحمهما الله تعالى والثانية انها لا تقف وهو اشهر قول الشافعي وهذا في النكاح والبيع والاجارة وظاهر مذهب احمد التفصيل وهو ان المتصرف اذا كان معذوراً لعدم تمكنه من الاستئذان وكان به حاجة الى التصرف وقف العقد على الاجازة بلا نزاع عنده وان امكنه الاستئذان او لم تكن به حاجة الى التصرف ففيه نزاع فالاول مثل من عنده اموال لا يعرف اصحابها كالمغصوب والعواري ونحوها فاذا تعذر عليه معرفة ارباب الاموال ويئس فان مذهب ابي حنيفة ومالك واحمد تتصدق بها عنهم فان ظهروا بعد ذالك كانوا مخيرين بين الامضاء والتضمين وهذا مما جاءت به السنة في اللقطة فان الملتقط ياخذها بعد التعريف ويتصرف فيها ثم ان جاء صاحبها كان مخيرا بين امضاء تصرفه وبين المطالبة فهو تصرف موقوف لما تعذر الاستئذان ودعت الحاجة الى التصرف وكذالك الموصي بما زاد على الثلث وصية موقوفة على الاجازة عند الاكثرين وانما يخيرون بعد الموت فالمفقود المنقطع خبره ان قيل ان امرأته تبقى الى ان يعلم خبره بقيت لا ايماً ولا ذات زوج الى ان تبلغ من القواعد او تموت والشريعة لا تاتي بمثل هذا فاذا اجلت اربع سنين ولم يكشف خبره حكم بموته ظاهراً فالصواب ما قضى به امير المومنين عمر ابن خطاب وخلفاء الراشدون رضي الله تعالى عنهم في المفقود الخبر وزوجته قال شيخنا وقد تاملت من هذا الباب ما شاء الله فرأيت الصحابة افقه الامة واعلمها +

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے گمنام کی عورت کی میعاد انتظار چار سال ٹھہرائی تھی اور عورت کو حکم فرمایا کہ چار سال کے بعد نکاح کرے پھر اس کے بعد اوس کا گمنام خاوند آگیا تو حضرت عمر نے اوس کو اس کی عورت اور مہر کے درمیان اختیار دیا کہ یا عورت لے لو یا مہر اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ گمنام کے بارہ میں حضرت عمر کی رائے خلاف قیاس ہے۔ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وہ بہر حال پہلے خاوند کی عورت ہو مگر ہم (ابن قیم) کہتے ہیں کہ جدائی کا حکم ظاہر و باطن نافذ ہو سکتا ہے پھر جب عورت کی جدائی پہلے خاوند سے ہو چکی تو وہ بہر حال دوسرے کی عورت ہے۔ بعضوں نے حضرت عمرؓ کی اس امر میں سخت مخالفت کی اور کہا کہ اگر کوئی حاکم اس امر میں حضرت عمر کے قول پر حکم کرے تو وہ بعید از قیاس ہونے کے باعث قابل اعتبار نہیں۔ اور تیسرے گروہ نے حضرت عمر ابن خطاب کی کچھ بات پر عمل کیا اور کچھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جب دوسرے کے نکاح میں عورت آگئی اور وہ دخول کر چکے تو وہ دوسرے خاوند کی عورت رہی اور پہلے کو نہ دی جاوے اور اگر دوسرے نے دخول نہیں کیا تو پہلے خاوند کو دیجاوے۔

ہمارے شیخ (یعنے شیخ ابن تیمیہ) کہتے ہیں کہ جس نے حضرت عمر ابن خطاب کی اس رائے سے خلاف کیا اوس نے غلطی کی۔ اور صحیح بات کو نہ پایا۔ اون میں دانش قیاس حضرت عمرؓ کی دانش و فہم قیاس کیطرح نہیں ہے یہ بات قاعدہ ذیل سے واضح ہو سکتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے مال میں بغیر اس کے اذن کے تصرف کرے تو آیا اوس کا تصرف اسکی اجازت پر مردود و موقوف ہو سکتا ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں امام احمد حنبل سے مشہور و معروف ہیں۔ پہلے یہ کہ تصرف اجازت پر موقوف ہے اور یہ رائے حضرت ابی حنیفہ و امام مالک کی ہے دوسری روایت یہ ہے کہ اجازت پر موقوف نہیں ہے اور یہ بات شافعیؒ سے مشہور و معروف ہے اور یہ بات نکاح اور بیع اور اجارہ میں ہے احمد حنبل کی اسمیں یون تفصیل آئی ہے کہ جب تصرف کرنیوالا اذن طلب کرنے سے معذور ہو اور اس کو تصرف کرنے کیلئے حاجت ہو تو یہ عقد اجارہ پر اوس کے نزدیک بلا نزاع جائز ہے اور اگر اذن لینا ممکن ہو یا تصرف کرنے کی حاجت نہ ہو تو اس میں نزاع ہے۔ پس پہلا مسئلہ یون ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی کا مال ہو اور صاحب مال معلوم نہ ہو۔ تو جب صاحب مال کی شناخت و پہچان ناممکن ہو اور اس کے دریافت سے ناامیدی ہو تو حضرت امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کہتے ہیں کہ وہ بطور صدقہ کسی کو دیدینا چاہئے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد صاحب مال آجاوے تو اجازت اور ضمانت پر اس کو اختیار ہے یعنے یا صدقہ کی اجازت بحال رکھے یا صدقہ کرنیوالے سے اتنا مال لے لیوے۔ افتادہ یعنے کسی کی گری ہوئی چیز کے ملجانے کے بارے میں احادیث میں یون ہی آیا ہے افتادہ چیز کے پانیوالا اوس چیز کو معروف و مشہور کر کے اٹھا لیوے اور تصرف کرے پھر جب افتادہ چیز کا مالک آوے تو اس کو اجازت تصرف اور مطالبہ میں اختیار دیا گیا ہے پس یہ تصرف اوس وقت جائز ہے جبکہ جب اذن لینا مشکل ہو اور تصرف کی ضرورت ہو۔ اور ایسا ہی ثلث سے زیادہ وصیت کرنیوالے کی وصیت بہتون کے نزدیک اجازت پر موقوف ہے۔ اور یہ وصیت موت کے بعد جائز رکھتے ہیں پس گمنام آدمی جس کی خبر منقطع ہو اگر کوئی کہے کہ اوس کی عورت اُس کے گمنام خاوند کی خبر معلوم ہونے تک بیٹھی رہے تو اس حالت میں وہ عورت مرنے تک نہ بیوہ اور نہ شوہر دار رہتی ہے اور شریعت اسلامیہ نے ایسی بات کو ناجائز رکھا ہے۔ پس جب اسکی عورت چار سال منتظر ٹھہرائی جاوے اور گمنام کی کوئی خبر نہ ملے تو بظاہر اوس کی موت کا حکم نافذ ہونا چاہئے۔

پس گمنام اور اوسکی زوجہ کے بارے میں بیہودہ بات ہے جس کا فتویٰ حضرت عمر ابن خطاب نے دیا اور خلفاء الراشدین نے اس پر عملدرآمد کیا ہمارے شیخ کہتے ہیں کہ اس امر میں میں نے بہت فکر کیا اور صحابہ کرام کو ساری امت کے لوگوں سے زیادہ سمجھدار و عالم پایا۔

موطا امام مالک صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ فخر المطابع دہلی میں لکھا ہے۔

عن مالك عن يحيى بن سعيد عن ابن المسيب ان عمر ابن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل۔

ترجمہ۔ امام مالک ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا ہے جس عورت کا خاوند گم ہو جاوے اور اس کی خبر نہ ہو وہ عورت چار سال تک اوس کا انتظار کرے پھر چار سال کے بعد چار ماہ دس دن عدت میں رہے پھر نکاح کرلے۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں اسی فتویٰ پر عمل درآمد رہا ہے اور آجکل کے سمجھدار لوگ بھی اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ والسلام (عاجز [illegible])

([illegible] مدینہ منورہ میں کس تاریخ کو داخل ہوئے اور کن کے مکان پر اترے تھے)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اور حجر اسود دوشنبہ کے دن اٹھا کر رکھا ہجرت بھی دوشنبہ کے دن کی اور انتقال بھی دوشنبہ کے دن ہوا۔

جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز مدینہ ہوئے وہ دن دوشنبہ کا تھا بارہ تاریخیں ربیع الاول کی گذر چکی تھیں آفتاب قریب زوال پہونچ گیا تھا اہل مدینہ خبر تشریف آوری سنکر بغرض استقبال آئے تھے لیکن آفتاب کے قریب زوال ہو جانے سے اپنے مکانون کو واپس آرہے تھے اس اثنا میں آنحضرت صلعم کو معہ ابوبکر صدیق رضہ کے ایک کھجور کے باغ کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دیکھکر اس طرف دوڑ پڑے۔ آنحضرت مدینہ میں پہنچ کر قبا میں سلام بن خیثمہ کے مکان پر یا بروایت بعض کلثوم بن الہدم کے یہان رونق افروز ہوئے اور ابوبکر الصدیق رضہ بنو الحرث میں الخزرج میں حبیب بن اساف یا بخیال بعض خارجہ بن زید رضہ کے مکان پر مقیم ہوئے دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ تک آنحضرت صلعم قبا میں مقیم رہے اور اسی اثنا میں اہل قبا کی مسجد تیار کرائی جمعہ کے دن نماز آپ نے بنو سالم بن عوف میں ادا فرمائی۔ یہ مدینہ کا پہلا جمعہ تھا جسکو آپ نے بطن وادی میں ادا کیا۔ بنو سالم بن عوف نے آپکو ٹھہرانا چاہا لوگون میں اس بات کی بحث ہونے لگی تب آپ نے یہ فرمایا کہ سب ناقہ کو نہ روکو جہان وہ بیٹھ جائیگی میں ٹھہرونگا کیونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہے چنانچہ آپ ناقہ پر سوار ہوکر چلے اور انصار رضی اللہ عنہم آپکے پس و پیش۔ یمین و یسار چلے۔ ہر شخص کے دل میں یہی آرزو تھا کہ کاش ناقہ ہمارے قبیلہ میں ہمارے ہی مکان پر ٹھہرے ہر متنفس اسیدکی آنکھوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا اور ناقہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہونچا اور ان لوگون نے ناقہ کا مہار پکڑنا چاہا آپ نے فرمایا دعوها فانها مامورة یعنی اس کو چھوڑ دو بیشک یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے مامور ہے پھر آپ کا بنو ساعدہ کے محلہ میں گذر ہوا ان لوگون نے بھی ناقہ کے مہار پکڑنے کا قصد کیا انہیں سعد بن عبادہ و منذر بن عمرو بھی تھے آپ نے ان لوگون سے بھی یہی فرمایا اور یہ لوگ بھی خاموش اور امیدکی نظرون سے ناقہ کو دیکھنے لگے۔ بعد اس کے بنو حارث بن الخزرج کیطرف گذر ہوا یہان سعد بن الربیع وخارجہ بن زید و عبد اللہ بن رواحہ نے نیاز حاصل کیا پھر ناقہ بنو حارث بن الخزرج سے نکلکر بنو عدی بن النجار (عبد المطلب کے ننہیال) میں پہونچا ان لوگون سے بھی آپ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے یہ لوگ بھی خاموش ہو رہے تا آنکہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلہ میں بیٹھ گیا جہانکہ اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے ابن مالک کے اون دنون دو لڑکے سہل و سہیل تھے جو معاذ بن عفرا کے رشتہ دارون میں سے تھے یہ مقام کوئی معمورہ نہ تھا بلکہ کھنڈر اور چند درخت کھجور کے تھے اور مشرکین کی قبرین تھیں اور مربد (چارپاؤن کے قید کرنے کا مکان) تھا آپ ناقہ پر سے نہ اترے تھوڑی دیر کے بعد ناقہ اٹھا اور تھوڑی دیر دور چلکر لوٹا اور اسی مقام پر آکر پھر بیٹھ گیا جہان پہلے بیٹھا تھا آنحضرت ناقہ سے اترے۔ ابو ایوب آپ کا اسباب جو کچھ تھا اپنے گھر اٹھا لے گئے اور آنحضرت بھی انہیں کے مکان پر ٹھہرے۔ مالکان مربد نے اُس زمین کو آپکو ہبہ کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور اس کو بقیمت خرید فرمالیا بعد ازان آپ نے قبور مشرکین اور کھجور کے درختون اور کھنڈرون کے صاف کرنیکا حکم دیا اور بنفس نفیس مسجد بنانے میں مصروف ہوئے انصار و مہاجرین بھی بنانے میں شریک تھے مسجد کی دیوارین پتھرون کے ٹکڑے اور گارے سے بنائی گئیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور شہتیر سے درست

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

مشن سکولوں کا خاص مقصد کیا ہے

مشن سکولوں کے اجرا سے مشنریوں کی کیا غرض ہے؟ اسکا جواب صاف الفاظ میں مشنریوں کے منہ سے مل گیا ہے۔ اگرچہ اس سے پیشتر بہی عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ ان سکولوں کی غرض و غایت نوجوانوں کو عیسائی بنانا ہے لیکن پادریوں نے علی العموم اسکا صاف لفظوں میں کبہی اعتراف نہیں کیا بلکہ وہ تعلیم عام کرنا اپنا مقصد بتایا کرتے ہیں حال میں دہلی کی مشنری سوسائٹی نے اپنی سالانہ رپورٹ میں یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چونکہ مشن کے تعلیمی سلسلہ کی تنخواہیں قلیل ہیں اسلئے گریجوایٹ عیسائی ادہر متوجہ نہیں ہوتے اور مشن سکولوں میں تعلیم کا پیشہ اختیار کرنے سے بہاگتے ہیں اسکا علاج یہی ہے کہ فنڈ بڑہا کر معقول تنخواہوں پر لائق استاد سکولوں میں تعلیم دینے پر مقرر کئے جائیں **تاکہ اہل کو عیسائی بنانے کا کام کامیابی سے سرانجام پا سکے!**

یہہ ہے اصل غرض مشن سکولوں کے قیام و اجرا کی۔ وہ لوگ جو اپنی ذریت کو عیسائیت کے پنجہ سے بچانا چاہتے ہیں مشن سکولوں کو دور سے سلام کریں۔

آریہ سماج میں تین تیرہ

آریہ سماج میں خانگی جنگی کا پہوڑا جو اندر ہی اندر پک رہا تہا آخر وہ ناسور بنکر پہوٹ نکلا ہے۔ کلچرڈ اور مہاتما پارٹی کا جہگڑا پہلے ہی کچھ کم نہ تہا کہ اب مہاتما پارٹی میں تین تیرہ ہونے لگی۔ امرتسر کے اخبار تہکاری نے آریہ پرتی ندہی سبہا پنجاب کے ایک جلسہ کی پروسیڈنگ بطور ضمیمہ شائع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرناک نزاعات باہم پیدا ہوئی ہوئی ہیں اس جلسہ کا یہی نتیجہ ہوا کہ مہاتما پارٹی کے لیڈر لالہ منشی رام صاحب کو آریہ سماج سے قطع تعلق کرنا پڑا۔ اسکے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے یہ نہ سمجہنا چاہئے کہ انہیں آریہ سماج کے سدہانتوں میں کسی قسم کا شبہہ پڑ گیا ہے یا وہ آریہ سماج کو پسند نہیں کرتے مگر وہ کسی مصلحت سے آئندہ آریہ سماج کے ممبر نہیں رہینگے۔

لالہ منشی رام صاحب کا ایک قومی لیڈر ہونے کی حیثیت سے فرض تہا کہ وہ پبلک کو زیادہ تعجب میں نہ ڈالتے بلکہ صاف الفاظ میں اپنے قطع تعلق کے وجوہات پیش کریں اگرچہ انہوں نے اپنے اخبار ست دہرم پرچارک میں ستو کو برائے وصل کردن آمدی + نے برائے فصل کردن آمدی کے عنوان سے ایک گونگا مضمون لکہا ہے جسکا مطلب دراصل بطن شاعر میں ہے اور یہہ ہماری خیال نہیں بلکہ معزز معاصر **"ہندوستان"** نے بہی اسی قسم کی رائے ظاہر کی ہے چنانچہ وہ **قطع تعلق** کی وجہ کے عنوان سے ایک نوٹ میں ظاہر کرتا ہے کہ یہہ شعر اپنی زبانی بول رہا ہے کہ مہاتما منشی رام جی حالات موجودہ میں اپنے وجود کو آریہ سماج کے اتحاد کی بجائے آریہ سماج کے نفاق کا موجب خیال کرتے ہیں اور چونکہ وہ نہیں چاہتے کہ انکی وجہ سے سماج میں نفاق پیدا ہو وہ اس سبب ارگنیزیشن کی ممبری سے دست بردار ہوتے ہیں لیکن پہر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مہاشہ موصوف باوجودیکہ سماج میں ہر کہ ومہ اون کی عزت کرتا ہے سماج میں نفاق پہیلانے کا موجب کیونکر ہو سکتے ہیں اس سوال کا جواب بہی آپ نے دیا تو ہے لیکن **میرے خیال میں واضح اور موثر نہیں ہے بلکہ حل طلب اور تشریح طلب اور پردہ پوشی اور رازداری کا پہلو لئے ہوئے** ہے۔ میری رائے اس جواب کے متعلق ہمدم مذکور کی ہے اسلئے لالہ منشی رام صاحب کا فرض ہے کہ اصلیت کو اخلاقی جرأت سے کام لیکر ظاہر کریں۔ جو جواب اس سوال کا لالہ منشی رام نے دیا ہے اوس کو بہی ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

جبکہ یقین ہو گیا کہ میرے بیسیوں بہائی محض میری شخصیت کے باعث اپنے دہرم سے پست ہو رہے ہیں تب تو بہت نہ ہو سکا اور میں نے دریڑہ سنکلپ کر لیا کہ پنجاب کے آریہ سماجوں کی آرگنیزیشنوں سے قطع تعلق کر لوں مجہے یقین ہے کہ جب تک ان بہائیوں کو جو محض میرے آریہ سماج سے تعلق رکہنے کی وجہ سے دکہہ محسوس کر رہے ہیں۔ یہ نشچے نہ ہو جائے کہ میرا آریہ سماج کی آرگنیزیشن سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ تب تک انکے ہردے شانت نہوں گے اس لئے میں سب بہائیوں کی اطلاع کے لئے اعلان دیتا ہوں کہ میں آج سے آریہ سماج کا ممبر نہیں ہوں۔

خاموشی بہترین پولیسی ہے

روزانہ پیسہ اخبار میں اس عنوان سے ۲۸ اکتوبر کی اشاعت میں مسٹر سجاد حیدر بی۔ اے کے مضامین پر (جو انڈین ریویو الہ آباد میں شائع ہوئے ہیں) مسلمان اخباروں میں نوٹس لینے پر افسوس ظاہر کیا ہے اور لکہا ہے کہ یہ دیکہکر سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ مسٹر سجاد حیدر بی۔ اے نے مدینۃ الاسلام بغداد میں بیٹہے بیٹہے جو نئی اوپج کی لی تہی اور مسلمانان ہندوستان کی **ضعیف الاعتقادی اور رسم پرستی** سے بیزار ہو کر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مثل برہمو سماج کے اپنا جداگانہ فرقہ بنا لینے کی رائے دی تہی اسپر اکثر اسلامی معاصرین ضرورت سے زیادہ بحث کر رہے ہیں جس سے خواہ مخواہ اسکی وقعت بڑہتی ہے اور آزاد خیال اصحاب کو قیود مذہبی سے نکل جانے کا موقع ہاتہہ آتا ہے جو مضمون اپنے بوجہہ سے خود ہی دبا ہوا ہو اسکو سر اٹہانے کا موقع دینا گویا اپنے ہاتہہ سے خود نقصان مول لینا ہے ایسی دور از کار تحریروں کے حق میں خاموشی بہترین پالیسی ہے۔

ہم نے پیسہ اخبار میں ان سطور کو نہایت تعجب اور حیرت کی نظر سے دیکہا ہے اور ہماری سمجہہ میں نہیں آتا کہ پیسہ اخبار نے اس مشورہ اور رائے کے ظاہر کرنے میں کیوں ایسی "خاموشی بہترین پولیسی ہے" پر عمل نہ کیا۔ پیسہ اخبار کی تحریر صاف ہے اور اسکے سمجہنے میں کوئی مشکل نظر نہیں آتی اسلئے ہم یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مسٹر محبوب عالم صاحب نے مسٹر سجاد حیدر بی اے کے مضمون کی در پردہ تائید کی ہے کیونکہ وہ ان مسائل مہم کو جو مسٹر سجاد حیدر نے اپنے مضمون میں پیش کئے ہیں بہ رنگ دیگر ضعیف الاعتقادی اور رسم پرستی کہتا ہے۔ اور اسپر بحث کرنے کی ضرورت خود مضمون کی گرانباری کی وجہ سے بتاتا ہے۔ ہم حیران ہیں یہ اخبار کا ایڈیٹر ہجوم افکار کی وجہ سے کیا کہہ رہا ہے کہ وہ بخیال خویش اسلام کی حمایت کر رہا ہے لیکن اوس کے الفاظ معزت رسان معلوم ہوتے ہیں۔ کیا پیسہ اخبار نہیں جانتا کہ اخفاء حق کرنے والا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان اخرس ٹہرایا ہے۔

سجاد حیدر کے مضمون پر جسقدر بحث کی جائے وہ تہوڑی ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ جی کہول کر اس پر بحث کریں۔ ہم آزاد خیال لوگوں سے ایسے بدظن نہیں ہیں کہ وہ قبول حق سے خواہ مخواہ گریز کریں اور اپنی ڈیڑہ اینٹ کی مسجد بنانے پر مصر ہوں اگر اون کو معقول طریق پر سمجہایا جاوے تو وہ سمجہہ سکتے ہیں ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا انکو اور آئندہ ذریت کو ہلاک کرنا ہے پس اسلامی اخبارات جسقدر بہی ان مضامین پر لکہیں گے وہ کم ہے اور خاموشی بوقت گفتن خطرناک پولیسی ہے

پیسہ اخبار آگے چلکر یہ بہی ظاہر کرتا ہے کہ اخبارات کے قیمتی کالموں کو ایسے مباحثوں سے پاک رکہنا چاہئے لیکن ہم افسوس کرتے ہیں کہ پیسہ اخبار میں اس قسم کے مضامین کثرت سے چہپ جاتے ہیں لیکن ایڈیٹر صاحب کثرت کار کی وجہ سے غور نہیں کر سکتے کہ وہ مسلمانوں کے لئے کہانتک مفید ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو ہم اونکو ایک طویل فہرست ایسے مضامین کی دینے کو تیار ہیں۔

سوامی دیرہانند مہابہارتی اسلام پر

امرت بازار پترکا میں سوامی دیرہانند مہابہارتی کی ایک مراسلت شائع ہوئی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ ربع صدی تک اسلامی شریعت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اگر تعصب کو بالائے طاق رکہہ کر اسلامی مسائل پر غوض کیا جاوے تو ہم لوگ شنوا اور وشنوا اس نفاق کو جو ہندو دہرم اور عرب کے بزرگ پیغمبر کے متبعین میں حد فاصل ہے دور کر کے **شعائر اسلام کے ذریعہ سے ہندوستان کو مرفہ الحال اور عقلمند بنا سکتے ہیں۔**

جزاک اللہ احسن الجزاء! ہمارے آریہ صاحبان ذرا وچار کریں۔!!

سوئٹزر لینڈ میں مذہبی کانگرس

سوئٹزر لینڈ میں ۳۰ ستمبر تک ۵ ستمبر سے لیکر ایک عالمگیر مذہبی کانفرنس رہی ہے ابہی تک اس کے مفصل حالات شائع نہیں ہوئے یا کم از کم ہم تک نہیں پہونچے۔ پارسیوں کی طرف سے دادا بہائی نوروزجی اس میں بطور ڈیلیگیٹ شریک ہوئے۔ اسلامک سوسائٹی لنڈن کی طرف سے بہی کوئی شخص اسلام کو ری پریزنٹ کرنے کے لئے گیا تہا۔ مذہب کی یہ عالمگیر تحریک اور مذاہب پر غور و فکر صاف کر رہی ہے۔ کہ یہہ مسیح موعود کے انفاس قدسیہ ہے جو اسلام کو جملہ مذاہب پر غالب کرنے آیا ہے۔

مزاروں کی پرستش کا خبط محض ہندوستانیوں کو ہی نہیں

پرچارک لکہتا ہے کہ یورپ کے لوگ باوجود مزار کا لو ہمات کے ایشیا والوں کو عموماً اور ہندوستانیوں کو خصوصاً بت پرست کے نام سے پکارتے ہیں عیسائیوں کے رومن کیتہلک فرقہ کے پیرو جن کی تعداد کئی کروڑ ہے تمام بت پرست اور مردم پرست ہیں اور اون سے بڑہکر گریک چرچ کے ماننے والے عیسائی ہیں زار روس اسی موخرالذکر فرقہ کے دنیاوی شہنشاہ ہیں۔ گذشتہ ایام میں جب اون کے فرزند ارجمند کی پیدائش پر خوشیاں منائی گئیں تو اس موقع پر ایک دلچسپ کہانی بہی سنائی گئی، جو خاص شہنشاہ روس کے اہل خانہ سے تعلق رکہتی ہے۔ زارینہ کو دو سال ہوئے خواب آیا تہا۔ کہ اگر میری کی اچہیا ہے۔ تو میری مزار میں سے پس ماندہ (متبرکات) اٹہا کر دوسری جگہ میں منتقل کردو۔ تمہارے لڑکا پیدا ہو جائیگا۔ زارینہ نے یہ خواب زار کو سنایا اور بتلایا کہ یہ ذکر ایک سینٹ سے آیا ہے۔ جو کہ خواب میں میرے سامنے تہا لیکن میں اوس سینٹ کا نام بہول گئی ہوں۔ صبح ہوتے ہی زار نے حکم دیا کہ تمام سینٹوں کی تصاویر [illegible] کیجاویں۔ جب وہ تصویریں شہنشاہ روس کی بیگم کے سامنے آئیں تو زارینہ نے سینٹ سیرف کو پہچانا۔ اسپر زار روس اور ملکہ دونوں اوس مزار پر پہونچے۔ اور کہدوا کر اوس سینٹ کی مقدسات نکلوائی گئیں۔ جس سے زارینہ کے اب لڑکا پیدا ہوا اس حکایت پر ہزار ہا روسی لوگ اپنی مرادوں کے لئے سینٹ سیرف کے مزار پر جا رہے ہیں تو ہمات کسی خاص ملک یا فرقہ کے ورثہ میں نہیں آئے بلکہ جہاں مذہبی امور کی کہوج اور تحقیقات کرنے میں کفر سمجہا جاتا ہے وہاں ہی آئے دن اس قسم کے کمزور خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔

سلطان المعظم نے حکم دیا ہے کہ شموئیل علیہ السلام کی قبر جو بیت المقدس کے قریب ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے اور مرور ایام سے خستہ و شکستہ ہو گئی ہے اور لوگ وہاں زیارت کے لئے بکثرت آتے ہیں اسکی مرمت کی جاوے اس مزار کے متعلق ایک مدرسہ بہی ہے اسکی بہی توسیع ملحوظ ہے اسلئے دونوں کے مصارف کا اندازہ ایک لاکہہ پچاس ہزار قرش کیا گیا ہے تجویز ہے کہ ۹۸ ہزار قرش خزانہ عامرہ سے دئے جاویں۔ اور باقی باون ہزار خزانہ اوقاف سے۔

لنڈن میں عالیشان مسجد بننے کی تجویز [illegible]

احمدی جماعت کی خاص توجہ کے قابل

سود سے بچنے کی کوئی تدبیر ضرور ہونی چاہئے

جناب امام ہمام علیہ السلام سے مختلف بھائیوں نے مختلف پیرائیوں میں سود کی نسبت استفسار کیا۔ مگر حضور پر نور نے یہی فرمایا کہ کسی صورت میں بھی (خواہ کیسی ہی مجبوری ہو) سود لینے یا دینے کی اجازت نہیں۔ اور میرے خیال میں یہ ایک بڑی بھاری دلیل ہے حضرت اقدس کے صادق ہونے پر۔ کہ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور قرآن مجید کی کسقدر عظمت آپکے دل میں معرفت منزل میں ہے۔ کہ ایک ذرا سی تبدیلی بھی ان احکام میں جائز نہیں رکھتے۔ اسپر بھی بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ اپنا علیحدہ مذہب نکالنا چاہتا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ میری عرض یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے۔ جو احمدی بنتا ہے۔ معاً اوس کے بھائی۔ بہن۔ ماں۔ باپ۔ خویش۔ اقارب آشنا۔ احباب اوس سے منہ پھیر لیتے ہیں بجائے اس کے کہ کچھ فائدہ پہونچائیں اوسکو ہر طرح سے نقصان پہنچانے میں ساعی ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ذرائع امداد میں فرق آجاتا ہے۔ حالانکہ ضرورتیں اسیطرح شامل حال رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں روپیہ کے قرض لینے کی بڑی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ مگر روپیہ نہیں مل سکتا۔ جبتک کہ سود دینے کا وعدہ نہ کرے جو ناجائز ہے۔ اب فرمائیے کہ وہ بیچارا احمدی کیا کرے اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے متقی بندہ کی ضرورتوں کا خود کفیل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی نہ کوئی مخرج پیدا کر دیتا ہے مگر پھر بھی ہمیں صرف توکل سے کام لینے کی بجائے کچھ تدبیر سے بھی کام لینا چاہئے۔ کیا آپ اتنا نہیں کر سکتے (ضرور کر سکتے ہیں!) کہ قرض حسنہ دینے والی ایک کمیٹی قائم کر دیں جس کے ذریعہ ہر ایک احمدی اپنی ضرورت صحیحہ کے لئے روپیہ لے سکے اور پھر اسے ایمانداری اور دیانت سے ادا کر دے اور هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کے مطابق لئے ہوئے سے زیادہ بھی دیدیا کرے مگر یہ شرط نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس طرح سے سود بن جائے گا۔ میں نے تحریک کر دی۔ اب اس تجویز کو عملی صورت میں لانا آپ صاحبوں کا کام ہے۔ والسلام علیکم۔ (احمدی گجراتی)

البشریٰ

کچھ عرصہ گذرتا ہے آپنے اپنا قابل قدر قیمتی اور مفید خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ اعربستان میں تبلیغ کا کام البشریٰ سے (عربی رسالہ ماہواری) سے لیا جائے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے قوم نے بڑی خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ مگر کچھ ایسے اتفاقات پیش آگئے کہ آپ اس تجویز کو عملی لباس نہ پہنا سکے۔ اب میں آپکو یاد دہانی کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں کہ یہ رسالہ ضرور جاری ہونا چاہئے۔ ایک کالم میں عربی اور ایک میں اوسکا ترجمہ فارسی۔ صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہونے پر سیدنا المسیح الموعود کی دعاؤں کی برکت سے سب مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ مولوی محمد فضل خان صاحب آپ کو ایک اچھے عربی داں مل گئے ہیں اور بھی کئی بھائی عربی ادب سے واقفیت رکھتے بلکہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

(احمدی گجراتی)

(میرے دلچسپ سوالات)

السلام علیکم۔ میں بہت شکر گذار ہوں آپ کا۔ کہ میرے ضروری سوالوں کی طرف آپ نے توجہ مبذول فرمائی مگر گستاخی معاف۔ ابھی وہ سوالات ٹھیک طور سے حل نہیں ہوئے چند شبہات باقی ہیں۔ ان کو بھی دور فرمائیے۔

پہلے سوال کے جواب کے متعلق یہ عرض ہے کہ میں نے آپ سے یہ دریافت نہیں کیا کہ مسیح موعود (روحی فداہ) بعض انبیاء سے افضل ہے یا نہیں۔ یہ تو مجھے بھی معلوم ہے اور میرے پاس اس عقیدہ کی نسبت کئی دلیلیں ہیں۔ بلکہ ابن سیرین سے بڑھ کر خود امام الوقت علیہ السلام کا قول ع

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

موجود ہے۔ مگر میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ ہم یہ کہنے کا حق بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ کہ مسیح موعود تمام انبیاء (علیہم السلام) (سوائے سید المرسلین صلعم) سے افضل ہے اور کن دلائل کی بنا پر ہم ایسا کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی زیر نظر رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کو بھی ہدایت کہا گیا ہے۔ بس افضلیت کا مسئلہ صاف الفاظ میں حل ہونا چاہئے۔ نہ کہ آپ ان کا مرتبہ خود سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے الفاظ سے!۔

دوسرا جواب جنوں کے متعلق ہے آپ نے ثابت کیا ہے کہ یہ جن بھی جنس انس ہے۔ جزاک اللہ۔ مگر قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ سے مراد بدوؤں کا ایک گروہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسی سورۃ میں اس آیت سے آگے أَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ اور پھر أَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝ اور أَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ کلام پڑھتے ہیں کیا وہ بدوی آسمان کی طرف جاتے اور انہی پر شہاب ثاقب پڑتے تھے۔

آپ نے ایک ایسی مخلوق کا ذکر تو کیا ہے جو ہماری نظر سے غائب ہے مگر وہ جن تو سب کے سب آپ نے شیطان بنا دئے! نظر برین وجوہات یہ جواب آپ کی مزید توجہ کا خواستگار ہے۔

تیسرا سوال اسقدر بے پروائی سے ٹالا جانے کے قابل نہ تھا۔ حضرت من! لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ اٹل ہے جبھی تو میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ بہاء اللہ بعد از دعوے وحی چالیس سال تک زندہ رہا۔ اور اوسکی کل عمر اسی سال ہوئی۔ یہ تحقیق کر لیا گیا ہے کہ وہ اپنے دعوے پر اخیر دم تک قائم رہا اور ۱۲۶۹ھ میں اس نے دعوے کیا۔ نہ کہ اخیر عمر ۱۳۰۱ھ میں۔ اور وہ باب کا خلیفہ نہیں تہا۔ بلکہ باب نے تو بتایا کہ اس کا ظہور مجھ سے اعلےٰ ہے جو کام میں نے نہیں کیا۔ وہ کریگا۔ باقی رہا اس کے اعتقادات کا پتہ نہ چلنا۔ سو اسکا یہ عقیدہ تو ظاہر ہے کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوئی ہے۔ فی الحال ہم اس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ پھر دوسری باتوں کا بھی اظہار ہو جائے گا۔

(احمدی گجراتی)

بے جا الزام

مرزا حیرت کے متعلق آپنے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے۔ جو کچھ لکھا ہے۔ بہت خوب لکھا ہے۔ مگر میں آپ سے اتنا کہنے کی اجازت مانگتا ہوں۔ کہ اول ناظرین کرزن گزٹ اپنا یہ تو اطمینان کر لیں کہ مرزا حیرت ان سے ہم عقیدہ بھی ہے یا نہیں۔ وہ حضرت اقدس سے صرف اس لئے ناراض ہیں کہ فرماتے ہیں مسیح فوت ہو گیا۔ اور میں مسیح موعود ہوں۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں۔ کیا مرزا حیرت خدا تعالیٰ کی قسم کہا کر بیان کر سکتے ہیں کہ واقعی انکا یہ عقیدہ ہے کہ ابن مریم (علیہ السلام) فوت نہیں ہوا بلکہ بجسد عنصری آسمان پر آجتک زندہ موجود ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جناب حیرت ہرگز ایسا نہیں کرینگے۔ ہاں یہ لکھدیں تو لکھدیں کہ تفاسیر میں ایسا لکھا ہے مگر ہم تفاسیر کی نہیں پوچھتے ہم تو ان کا اعتقاد دریافت کرتے ہیں۔ پھر مولوی حیرت صاحب سے سوال ہے کہ آیا وہ ان احادیث کے ظاہری معنے لیتے ہیں یا نہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ ابن مریم آخر زمانہ میں نازل ہوگا۔ اور اس سے پہلے ایک مہدی آئیگا جو جہاد کریگا اس سوال کا جواب بھی آپ نہیں دینگے اگر دینگے تو گول مول۔ غرض ناظرین گزٹ پہلے ان دونوں سوالوں کا جواب لیکر دریافت تو کریں کہ آیا وہ جس شخص کی تحریروں پر خوش ہو رہے ہیں وہ ان کا ہم مشرب بھی ہے یا نہیں۔ اسکے بعد ہماری عرض ہے کہ مہربانی فرما کر مولوی حیرت اگر حیات مسیح کے قائل ہیں۔ تو جو دلائل وہ رکھتے ہیں۔ پیش کریں اور وفات مسیح کے بارہ میں جو ثبوت دئے گئے ہیں ان کا رد کریں۔ اور بحث کو علمی صورت میں لائیں یہ کیا؟ کہ ادھر اُدھر کی باتیں بڑہا کر دو صفحے سیاہ کر دئے جائیں کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ آجتک کوئی بھی ایسا مضمون نکلا ہے جسمیں کوئی علمی بات ہو۔ صرف بے جا الزام ہیں۔ جیسے لکھ دیا۔ "جو شخص طاعون کی بیماری سے مرتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے اور میرا مرید کبھی طاعون کی …" اب خدا کو حاضر ناظر جان کر خود ہی … امام الوقت نے یہ عبارت لکھی ہے۔ اگر لکھی ہے تو حوالہ پیش کرو۔ ہم آپ کی فتحمندی کے مقر ہونے کو تیار ہیں۔ ورنہ بجز اس کے کہ افسوس کریں کیا کر سکتے ہیں؟ پھر یہ اعتراض ہے کہ اپنے نام کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لاتے ہیں۔ افسوس ان کو مسیح موعود کی شان کا پتہ نہیں۔ ذرا کتب احادیث دیکھئے اور قرآنی آیات پر تدبر کیجئے۔ پھر یہ سوال خود بخود حل ہو جائیگا۔

آخیر پر یہ لکھ کر اس تحریر کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ مولوی حیرت کئی بار یہ بات لکھ چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے ہم کو یہ جواب دیا۔ حالانکہ مرزا صاحب کو (جہاں تک میں خیال کرتا ہوں) یہ معلوم بھی نہ ہو۔ کہ مرزا حیرت ہمارے برخلاف کچھ لکھ رہا ہے! اور ذرا غور کریں تو صاف کھل جائے کہ حضرت سلامت کو آپ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ ان کی کسی بات کو کسی آیت یا حدیث سے آپنے رد کر کے نہیں دکھایا۔ اس سے زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ ایک صاحب کرزن گزٹ میں سوال کرتے ہیں کہ مولوی سید محمد احسن امروہوی تا حال مرزا صاحب کے حواریوں ہی میں شمار ہیں یا مستعفی ہو چکے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ بھلا جس شخص نے ابتدا سے اس سلسلہ کی تائید اپنے پر فرض خیال کی اور جسکا ایمان تقلیدی ایمان نہ ہو بلکہ علی وجہ البصیرۃ ہو اور پھر خاص اصول مناظرہ کی پابندی سے بہت سی لاجواب کتابیں تصنیف کر چکا ہو۔ جنکا جواب آج تک کسی سے نہیں ہو سکا وہ کس طرح ممکن ہے کہ مستعفی ہو جائے کچھ تو خیال کرنا چاہیے ہم نہیں سمجھ سکتے اس قسم کے سوالات سے کیا مقصود ہے۔

احمدی اور ہم

سود سے بچنے کی تجویز

ہمارے مکرم احمدی گجراتی نے اس عنوان کے ماتحت جس ضرورت کو محسوس کیا ہے لاریب ایک قومی ضرورت اور انسان کی تمدنی ضروریات میں سے ہے ہم اسکے متعلق سردست کچھ کہنا نہیں چاہتے بلکہ قوم کے سربرآوردہ اور اہل دل احباب کی رائے کے لئے سننے کے مشتاق ہیں۔

البشریٰ البشریٰ کے متعلق میرا عزم بالجزم ہے۔ آمین یہ خیال جس کو قوم نے غیر معمولی خوشی کے ساتھ اسکا خیر مقدم کیا تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ اس … میں مجھے کسقدر مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ … ہماری قوم میں اکثر بزرگ عربی لکھنے کا اچھا مذاق رکھتے ہیں لیکن پھر بھی مجھے خود اس فن میں دسترس رکھنی ضروری ہے۔ …… لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ قوم ان ضرورتوں کو خود محسوس کرے تاہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے کسی نہ کسی وقت کامیاب کر دیگا۔ میں اسوقت کا انتظار کرتا ہوں جب مولیٰ کریم مجھے اس مبارک کام کے آغاز کی توفیق دے۔ بزرگان ملت کو بھی اسطرف اسوقت تک توجہ نہیں ہو سکتی جبتک کوئی محرک موجود نہ ہو۔ علاوہ بریں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اس سے پہلے جو کام میرا پیش نظر ہے یعنی الحکم قوم اور ملت کی خدمت کے رنگ میں لانا چاہتا ہوں اس میں باقاعدگی کا رنگ آجاوے یعنی الحکم باقاعدہ ہو جاوے اور تفسیر القرآن باقاعدہ ہو جاوے۔ اور یہ امور منحصر ہیں خدا تعالیٰ کے فضل اور قوم کی توجہ پر۔

دلچسپ سوالات کے جوابات اور آپ کے مزید شبہات پر مزید روشنی ڈالنے کی انشاء اللہ جلد تر کوشش کی جاوے گی۔

حیرت اور سلسلہ عالیہ احمدیہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے حیرت کی ان تحریروں پر جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق … شائع کی ہیں … اور انشاء اللہ جلد ممکن ہوگا ایک مسلسل سلسلہ انکے متعلق شروع کیا جاویگا حیرت صاحب آپ کے سوال کا …

حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سیالکوٹ میں

(نمبر دوم)

تلافی مافات گذشتہ اشاعت کے بعد ہمیں ہمارے کرم بھائی میرزا خدا بخش صاحب نے تاریخی نکتہ کے خیال سے یاد دلایا کہ اس امر کا تذکرہ رہ گیا ہے کہ دارالامان سے روانہ ہونے سے پیشتر حضرت اقدس کے سفر کے انتظام کے متعلق مختلف احباب کو مختلف خدمات سپرد کر دی گئی تھیں چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب گاڑی کے ریزرو کرانے اور سواری کا انتظام کرنے پر مامور تھے اور خود جناب مرزا خدا بخش صاحب انتظام اسباب کے منتظم تھے۔ اس تلافی مافات کے بعد اب ہم سلسلہ واقعات سے آگے چلتے ہیں۔

لیکچر گاہ جیسا کہ ہمارے ناظرین کو اشتہار لیکچر کے پڑھنے سے معلوم ہو چکا ہے لیکچر کیلئے ہز ہائینس مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کی وسیع سرائے (جو ریلوے سٹیشن کے متصل واقع ہے) تجویز ہوئی تھی چنانچہ یکم نومبر کی شام کو بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ اس میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا۔ اور دریوں کا فرش بچھایا گیا ایک مختصر سا پلیٹ فارم طیار کر لیا گیا اور کرسیوں وغیرہ کو ترتیب سے لگایا گیا۔

غالباً ہمارے ناظرین حیران ہوں گے کہ جب کہ لیکچر کا دیا جانا قرار پا چکا تھا پھر میں وقت پر یہ انتظام کیوں کیا گیا؟ کیوں نہ پہلے سے سب کام آراستہ کر لیا گیا اصل بات یہ ہے کہ پہلے لیکچر کیلئے اسی محلہ میں جہاں حضرت حجۃ اللہ فروکش تھے۔ جناب سید میر حسن صاحب کا ایک خالی میدان لیکچر کیلئے تجویز ہوا تھا۔ لیکن بعد میں مکان کی تنگی کے سوال نے جماعت سیالکوٹ کو تبدیل لیکچر گاہ کیلئے متوجہ کیا۔ اس لئے اسقدر جلدی میں وہ سب سامان جو ایک جگہ لگایا گیا تھا اکھاڑنا پڑا۔ اور اس کے بعد اسے دوسری جگہ نصب کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر ہمارے مستعد اور جوان ہمت احباب نے جس خوبی اور جانکدستی سے یہ انتظام کیا وہ حیرت انگیز تھا۔ سب سے بڑھکر جس امر نے ہمیں متعجب کیا وہ میر حکیم حسام الدین صاحب کا اس پیرانہ سالی میں کام کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کیا گیا۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اسقدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ تو رات ہی کو وہاں سو رہے اور اکثر علی الصباح اٹھ کر فجر کی نماز سے ہی پہلے وہاں جا بیٹھے۔

ہم اور ہمارے مخالف لیکچر جس کامیابی سے ہوا۔ اور لیکچر کے سننے والے کسقدر مشتاق تھے اس کا ذکر ہم ذرا آگے چلکر بیان کریں گے۔ پہلے یہ دکھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں نے کیا کیا اور خدا تعالےٰ کے برگزیدہ کی راہ میں وہ کسطرح تاک لگا کر بیٹھے اور کس کس طرح انہوں نے سیالکوٹ کی اسلامی پبلک کو وہاں جانے سے روکا اور آخر اپنے اس مقصد میں انہیں کسقدر ناکامی ہوئی۔ یہ سب امور اس قابل ہیں کہ نہایت تدبر اور غور کن طبیعت کے ساتھ ان پر نظر کیجاوے۔

مخالفت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا اس سلسلہ مخالفت کی ابتدائی تاریخ وہ تھی جب ہمارے محسن و مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے درخشندہ گوہر **مسلمانوں کے لیڈر** (یہ الہامی فقرہ مولوی صاحب کی شان میں ہے) مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں قدم رکھا تھا۔ سیالکوٹ میں مولویصاحب کی آمد کیا تھی ع

اک آواز میں سوتی بستی جگا دی۔

ان کا وہاں قدم رکھنا تھا کہ مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی جوش میں آنے لگا۔ اور جب انہوں نے سیالکوٹ میں تقریر کرنے کا اشتہار دیا اور ان کی ایک تقریر میں ایک سیالکوٹی ملا اپنی شتاب کاری کے باعث نکالا گیا تو اس نے ایک خطرناک جوش پیدا کر دیا۔ اور اپنی چیخ و پکار سے اپنے دوسرے ہم مشربوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ کیا گیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو مخالفت کیجاوے۔

یہ مخالفت ہمارے سلسلہ کی سچائی کا ثبوت ہے

اس مخالفت کو دیکھ کر ہمیں حیرت نہیں بلکہ خوشی ہونی چاہیئے کیونکہ یہ ہمارے سلسلہ کی سچائی کی زبردست دلیل ہے۔ اگر اس سلسلہ میں سچائی نہ ہوتی اور وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اسکی ہرگز ہرگز مخالفت نہ کیجاتی۔ یہ مخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے۔

صداقت کی مخالفت کیوں کیجاتی ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان چونکہ **حق** کا دشمن ہے وہ اسکی اشاعت کو پسند نہیں کرتا اس لئے مختلف صورتوں اور شکلوں میں وہ اسکی مخالفت کے مشن کو پورا کرتا ہے۔

حقیقت میں حیران کر دینے والی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے بدکار۔ فاسق۔ فاجر۔ امن عامہ کے دشمن جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں لیکن انکی مخالفت کیلئے اسقدر جوش اور تحریک کبھی پائی نہیں جاتی جسقدر ایک مامور من اللہ اور مصلح ربانی کی مخالفت کیلئے جوش اور غضب ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی پاک سیرۃ کو پڑھو اور غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ابناء دنیا نے ان پر اپنے زعم فاسد میں زمین کو تنگ کر دیا اور ہر طرح سے ان کی مخالفت پر تلے لیکن آخر خدا تعالیٰ نے انہیں کامیاب کیا۔ اس مخالفت میں ایک سر ہی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اسکی قدرت اور تصرف پر ایک **زندہ ایمان** پیدا ہو۔ کیونکہ وہ انسان جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے ادی دنیا والے تو اپنے اسباب اور منصوبوں سے اسپر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر اسکا بامراد ہونا اور کامیاب ہونا اگر خدا تعالیٰ کی تائید اور تصرف سے نہیں ہے تو پھر ہمیں کوئی بتائے اور جڑ انکی کامیابی کی کیا ہوتی ہے۔

غرض حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی سیالکوٹ تشریف بری اور پھر سیالکوٹ میں انکی تقریروں کے عام اثر نے جب سعادتمندوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تو آدم کے ابتدائی دشمن نے اپنی ہلاکت کو محسوس کرتے ہوئے **مخالفت حق** کا پہلو اختیار کرنا چاہا اس کے بعد ہمارے مخالف لوگوں نے امرتسر لاہور اور دوسرے مقامات سے جہاں ان کو موقع ملا ان لوگوں کو بلایا جو اس سلسلہ کی مخالفت اور نازیبا مخالفت میں دستار فضیلت حاصل کر چکے تھے جوں جوں حضرت اقدس کی آمد کا شہرہ سیالکوٹ میں ہوتا گیا اور آنے کے دن قریب ہوتے گئے اسیقدر مخالفت کا بازار گرم اور تیز ہوتا گیا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ظاہر کیا ہے۔ ان لوگوں نے سیالکوٹ کے مسلمانوں سے کوئی دقیقہ اس قسم کے معاہدہ کرنے میں نہ چھوڑا کہ وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے ہرگز نہ جائیں گے۔ جب وہ اس قسم کے معاہدوں اور روزانہ وعظوں میں بھی کامیاب نہ ہوئے اور ہزاروں ہزار مخلوق حضرت کی زیارت کیلئے پہونچی۔ تو دوسری کوشش انہوں نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کی شروع کی قرآن شریف میں آدم اور ابلیس کے مقابلہ میں پڑھا کرتے تھے۔

قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شٰکرین۔

اوس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور ضرور راہ راست سے پھیر دوں گا اور کبھی آگے سے کبھی پیچھے سے کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے انپر حملہ کروں گا۔ اور انہیں اغوا کروں گا اور انکو ناشکرا اور ناسپاس بنا دوں گا۔

ایسا ہی قرآن شریف میں ہم پڑھتے تھے واذا قیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا اور اسیطرح مختلف مقامات قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے تذکرے پڑھتے تھے جو یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ٹھہرائے گئے ہیں لیکن ہم سچ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالےٰ کا مامور اور رسول نہ آیا ہوتا تو ان آیات کی تفسیر جو کچھ بھی ہوتی وہ خیالی ہوتی مگر اب واقعات دکھاتے ہیں اور یہی قرآن کریم کا زندہ معجزہ ہے۔

غرض

ہمارے مخالفوں نے اپنی پہلی کوشش میں ناکام اور نامراد رہکر اس لیکچر میں لوگوں کو جانے سے روکنے کی جو کوششیں کیں انمیں سے یہاں ہم فی الحال ایک کا ذکر کرتے ہیں جس سے دوسری مساعی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ کسی دوسرے مقام پر مخالفوں کے چلنج پر بھی ہم نظر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

لیکچر میں جانے سے روکنے کی کوشش ناظرین لیکچر کے اشتہار میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اقدس کے لیکچر کا وقت سات بجے رکھا گیا تھا اس لئے ہمارے مخالفوں نے جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوگا وعظ کا وقت ساڑھے چھ بجے صبح رکھا یعنے ادہ گھنٹہ پیشتر اور پھر جس راستے سے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کا گذر تھا۔ اور جو جو راستہ مخلوق کے آنے کے تھے ان تمام راستوں کو روکا گیا جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے جو ہم یہاں دیتے ہیں۔

اعلان

جمیع اہل اسلام کو واضح ہو کہ کل بروز بدھ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء بوقت صبح ۶½ بجے علمائے کرام حنفیہ کا مقامات ذیل پر وعظ شروع ہوگا سب اہل اسلام تشریف لاکر ثواب دارین حاصل کریں۔

تقسیم مجالس وعظ مولویصاحبان حنفیہ بروز بدھ مورخہ ۲ نومبر بوقت ۶½ بجے

نام مقام	نام علمائے کرام
۱۔ مسجد کلاں دو دروازہ	جناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب امرتسری
″	جناب مولوی نور محمد صاحب واعظ بمبئی حال وارد سیالکوٹ۔
۲۔ اوطاق آغا محمد شہباز خانصاحب	مولوی نور اللہ شاہ ملتان محمد بخش صاحب لاہوری و مولوی خیر شاہ صاحب۔
۳۔ متصل دروازہ سرائے	عالیجناب سید جماعت علیشاہ صاحب وحافظ ظفر علیصاحب۔
۴۔ مکان مستری عبداللہ ترکھان متصل سرائے	مولوی نور الحسن صاحب مولوی غلام اللہ صاحب قصوری

المعلن

ماسٹر کرم الٰہی بی۔ اے مختار وغیرہ

اس اشتہار کو پڑھکر ناظرین ممکن ہے اس نتیجہ پر پہونچیں کہ پھر تو جلسہ میں پوری ناکامی ہوئی ہوگی لیکن نہیں مخالفوں کی **خلاف** امید جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ ہوا۔ اور ان کا منصوبہ انہیں پر پڑا اپنے ان کو اپنے مقاصد میں پورا ناکام ہونا پڑا وہ چاہتے تھے کہ لیکچر سننے کے واسطے کوئی متنفس بھی وہاں نہ جاوے اور اپنی طرف سے انہوں نے سارے ناکے اور راستے روکے تھے۔ وقت مقررہ سے پہلے کا وقت مقرر کیا تھا مگر عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

انکی شور و پکار سے جسقدر لوگ جمع ہوئے تھے بجز بعض متعصب مخالفوں کے خود ان کے بھی پاس کوئی متنفس نہ رہا۔

غرض

مخالفوں نے اپنی جگہ یہ انتظام کیا تھا۔

حضرت کا جلوس یوں تو کل یوم ہو فی شان ہوتا ہی ہے مگر ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کی صبح سیالکوٹ میں عجیب و غریب صبح تھی جو لا انتہا برکات اور سعادتیں لوٹتے ہوئے اہل سیالکوٹ کے واسطے آئی تھی سعادتمند خدا ترسوں نیکدل راستی اور سلامتی کے فرزندوں کے واسطے برکات کا تحفہ پیش کر رہی تھی۔ دشمنان حق اور خدا تعالیٰ کے سرکشوں اس کے مامور و اسکے دشمنوں کیلئے ان کے حسب حال برا نتیجہ پیش کرنیوالی تھی۔ آج وہ دن تھا کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکچر گاہ کو جا رہے تھے یا خدا تعالیٰ کے تازہ فضلوں اور انعامات کو پیش کر رہے تھے

(نوٹ صفحہ ۲ پر جو غیر احمدی کے پیچھے نماز کا مسئلہ درج ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ایڈیٹر)

…شہر ہی سے بازار کی دورویہ دوکانین بام و در پر نظر اٹہاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتے تہے۔ مخالف ملان جسقدر روعظ کہکر لوگون کو زیارت سے روکتے تہے اسیقدر زور کیساتہہ لوگ اور آرہے تہے۔ قریباً ساڑھے چہبجے اعلیٰ حضرت اپنے ایوان سے نیچے اترے۔ ملاقات کرنیوالے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تہے آخر یہ انتظام کیا گیا کہ اسوقت مصافحہ کرنیوالون کو روکدیا جاوے۔ حضرت ابہی مکان

برکت دینا سے اترے نہ تہے کہ ایک شخص میان نیاز علی نام نے حضرت میر حکیم حسام الدین صاحب کے توسط سے نہایت عجز و الحاح سے عرض کیا کہ حضور جب لیکچرگاہ کو تشریف لے چلین تو میرے گہر مین قدم مبارک رکہدین تاکہ آپ کا مبارک قدم میرے گہر مین برکات کا موجب ہو۔ یہ حسن ارادت و عقیدت حضرت اقدس کو اس کے گہر لے گیا اور دو تین منٹ اس کے گہر مین رہکر حضرت تشریف لے آئے۔

روانگی لیکچر گاہ کو اور اپنی گاڑی مین تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بیٹہے ہوئے تہے۔ بازار مین گاڑیون کا اچہا خاصہ سلسلہ تہا قریباً پندرہ سولہ گاڑیان یکے بعد دیگرے کہڑی تہین۔

انتظام حکام مقامی حکام نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے قیام امن کیلئے پورا انتظام کر رکہا تہا۔ عالیجناب سردار محمد یوسف صاحب سیٹی مجسٹریٹ خاکر اس انتظام کیلئے مامور تہے جنہون نے کمال دیانتداری پورے انصاف اور دانشمندی کے ساتہہ اس فرض کو ادا کیا۔ سردار صاحب نے باوجود اس سن و سال کے جس مستعدی سے امن کو قائم رکہا اور انتظام کیا بلا مبالغہ کہتے مین کہ انہین کا حصہ ہے۔

وہ نرے مجسٹریٹ ہی نہ تہے بلکہ پورے سپاہی تہے اپنے ہاتہہ سے سب انتظام کرتے تہے اور ہمین حیرت ہوئی جب دیکہا کہ وہ ابتدائے لیکچر سے اخیر تک اڑہائی گہنٹہ کے قریب جلسہ گاہ مین برابر کہڑے رہے۔ ایک سکنڈ یا طرفۃ العین کیلئے بہی کوئی کرسی پر نہ بیٹہے۔ ہمین یقین ہے کہ اگر ان جیسے حکام نہ ہوتے تو… اسپر انہین ہمین اللہ تعالیٰ ایسے نیکدل حکام کو رعایا کی بہتری اور بہلائی کیلئے دیر تک سلامت رکہے۔ وہ شہر اور وہ رعایا بہت ہی خوش قسمت ہے جہان ایسے مستعد مزاج جوان ہمت سرگرم حکام ہون خیر یہ تو ضمنی بات تہی۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام کیا تہا۔ انسپکٹر پولیس صاحب بہی اس جلوس کے ساتہہ تہے۔ وہ نظارہ عجیب تہا جبکہ خدا کا مسیح ہزارون ہزار انسانون کے درمیان دو گہوڑون کی گاڑی پر بیٹہا ہوا جارہا تہا۔ اور اس کے راستے تمام در و دیوار اور کوٹہے زن و مرد سے لدے ہوئے تہے اور اس کا دیدار کر رہے تہے۔

مسیح اور مسیح موعود اس نظارہ کو دیکہہ کر ہمین غریب یسوع ناصری یاد آگیا۔ جو نہایت حسرت بہرے لہجے مین کہتا ہے۔

آہ! لومڑیون کے بہٹ مانند ہین اور ہوائی پرندون کے بسیرے مگر ابن آدم کو جگہ نہین کہ اپنا سر دہرے۔

یہ الفاظ یا اسی کے ہم معنی الفاظ کیسے شکستہ خاطر اور گمنام شخص کی حالت کو ظاہر کرتے ہین برخلاف اس کے خدا کا یہ برگزیدہ مسیح موعود عجیب خداداد شان اور شوکت کے ساتہہ جلوہ گر ہوا ہے وہ گمنام تہا لیکن ان کا نام **آفاق مین پہیلایا گیا** اسکی موافق جو خدا نے اسے کہا کہ مین تیرا نام آفاق مین پہیلاؤن گا۔

وہ تنہا تہا لیکن لاکہون انسانون کو اس کا قادر خدا کہینچ کر اس کے قدمون پر زندہ کرنے کے لئے لے آیا اسی کے موافق جو پہلے سے کہا تہا کہ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ وَیَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ انہین باتون کو مدنظر رکہکر اور دوسرے وجوہات فضیلت کو دیکہہ کر ہم کہتے ہین کہ خدا کے جری کو سزاوار ہے اور اسی کی الحقیقت سزاوار ہے جو کہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چہوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس دورویہ انسانون کی سڑک مین یہ جلوس گذرا لوگ گاڑی کے ساتہہ بہاگے جاتے تہے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تہے کچہہ عجب نہین کہ کئی بیچارے مجروح ہوئے ہون۔ مگر یہ عجب کشش اور جذب تہا کہ ایسی حالت مین بہی لوگون کو کہینچے لئے جاتا تہا۔

دوکانین اس روز جلسہ مین شریک ہونے کی خوشی یا شوق کی وجہ سے بند تہین اور وہان آدمی ہی آدمی کہڑے نظر آتے تہے۔

مخالفون کے مجمعے راستہ مین گذرتے وقت مخالفون کے اڈون اور مجمعون پر بہی ہم نے ایک نظر کی۔ وہان کیا ہو رہا تہا ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجہکر بغیر کسی تعصب یا ضد کے کہتے ہین کیونکہ ہم تو ان مخالفون اور سب و شتم کرنیوالون کو اس کہیت کی کہاد سمجہتے ہین وہ اس بازار کی رونق کا ذریعہ ہین اور اس حسن کی خوبیون کے اظہار کا باعث

نعم ما قیل ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیہ
کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد
کے شدے جوہر عیان شمشیر خون آشام را
روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی
در جہالت ہاست عزّ و فر عقل تام را
حجت صادق ز نقص و قدح روشن تر شود
عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

اس بات پر ہم مخالفون کے مجمع کے متعلق حالات بیان کرنے ہوئے ہرگز مبالغہ یا تعصب سے کام نہ لین گے ان مجمعون مین ہم کوئی دو ڈیڑہ سو سے زیادہ آدمی مجتمع نہین دیکہہ سکے۔

جو لوگ سڑک پر دورویہ حضرت اقدس کی زیارت کے لئے کہڑے ہوئے تہے ان کو اس مجمع مین شامل قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔ جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے خدام کی سواری ان مجمعون کے پاس سے گذری تو ان لوگون نے کیا کیا؟ اس کا ذکر کرنا شاید اس کے بہول جانے سے

بہتر ہوتا۔ مگر نہین ہم دکہانا چاہتے ہین کہ انہون نے کیا کیا؟

ان کے اشتہار کو پڑہکر ہمین خیال ہوا تہا کہ ان علماء کے مجمعون مین جیساکہ ظاہر کیا گیا ہے قرآن کریم کے حقائق اور معارف بیان ہوتے ہون گے لیکن ہماری حیرت اور تعجب اور اس کے ساتہہ ہی افسوس بہی بڑہ گیا جب دیکہا کہ وہان گالیون کے سوا اور کوئی شغل نہین۔ ان کی گالیان سن کر حضرت حجۃ اللہ کے استغنا اور کمال اغماض نے آپ کے قول کی فعل سے تصدیق کرا دی جو فرمایا ہے ؎

گالیان سن کے دعا دیتا ہون ان لوگون کو
رحم ہے جوش مین اور غیظ گہٹایا ہمنے

حضور **واذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلاما** اور **اعرض عن الجاھلین** پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ان وعظ کے اڈون سے گالیون کے سوا دوسری آواز جو آتی تہی وہ یہ تہی کہ خبردار کوئی سرائے مین نہ جاوے مگر اس آواز کے ساتہہ ہی لوگ جو برابر جارہے دوڑے جاتے تہے اور کہوبی اثر انپر نہوتا تہا۔ شور مچانے والون کی رنگین پہول پہول جاتی ہین اور مخلوق کی دوڑ دہوپ کی خاک اڑا کر اور بہی ان کی آواز پر اثر کر رہی تہی۔ ہم بہی اس نظارہ کو دیکہتے ہوئے گذر گئے۔

اور مسلمانون کی اس حالت پر تاسف کرتے ہوئے خوش ہوتے تہے کہ یہی حالت بداس **مسیح موعود** کی ضرورت کا **زندہ ثبوت** ہے اگر یہ حالت ان لوگون کی نہ ہوئی ہوتی۔ تو کچہ ضرورت نہ تہی کہ کوئی مسیح و مہدی آکر انکی اصلاح کرتا۔ وہ لوگ تو جوش مخالفت مین اندہے ہو کر گالیان دیتے تہے اور **دانشمند** عاقبۃ المکذبین کے نظارون سے سبق لینے والے انہین ہی **مسیح موعود** کی صداقت پر دلیل لاتے تہے۔ غرض

پہر لیکچر گاہ یہ سارا جلوس لیکچر گاہ مین داخل ہوگیا اسوقت لوگون کا اضطراب اور کشمکش بہی عجیب لطف بخش تہی ہر شخص کوشش کرتا تہا کہ مین اسی جگہ بیٹہون جو قریب تر ہو جہان سے وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مامور اور معزز لیکچر پڑہنے والے کو دیکہہ سکے خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ دور اسی سرزمین سیالکوٹ مین اپنی عمر کا نمایان حصہ بلکہ وہ حصہ جو عنفوان شباب کا حصہ کہلاتا ہے گذار چکے تہے، یعنے حضرت اقدس مسیح موعود بہی سیالکوٹ مین چہ تہائی صدی بیشتر کے قریب رہ چکے تہے اور حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تو خاص سیالکوٹ کے باشندے اور وہین کے رہنے والے ہین۔ حاضرین اور باشندگان سیالکوٹ کی نگاہ مین حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت اور تکریم تو بہرحال ہونی ہی تہی مگر سیالکوٹ مین مولوی عبدالکریم صاحب بہی خاص عزت اور تکریم کی نظر سے دیکہے جاتے ہین جو مولوی صاحب کی پاک **سیرۃ** کا عمدہ گواہ ہے۔

پہر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ ہر شخص چاہتا تہا کہ وہ نمایان جگہ حاصل کرون اور جہانتک جس سے ممکن ہوا وہ اپنے اس مقصد مین کوشش کرتا رہا۔

سامعین سامعین کے مجمع مین ہر مذاق ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ موجود تہے سامعین کی ٹہیک مقدار بتانا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ ہزارہا انسان وہان موجود تہے اور خوشی کی بات ہے کہ شہر کی کل فہمیدہ اور معزز پارٹی وہان موجود تہی یہ ہماری اپنی ہی رائے نہین بلکہ جب ہم لیکچر کے بعد فارغ ہوکر شہر مین بعض کارخانون کے دیکہنے کو گئے جن کا تذکرہ ہم کسی دوسرے وقت انشاء اللہ کرین گے تو ہمین سیالکوٹ کے ایک مشہور و معروف کارخانہ سپورٹس ورکس کے معزز مالک سردار گنڈا سنگہ اوبرائے صاحب سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ بہی لیکچر گاہ مین موجود تہے۔ ہم نے ان سے پوچہا کہ آپکے خیال مین لیکچر گاہ مین سیالکوٹ کی معزز اور ذی علم سوسائٹی کس حد تک موجود تہی انہون نے فرمایا کہ میری اپنی رائے یہ ہے کہ قریباً کل معزز اور تعلیم یافتہ سوسائٹی ہندو مسلمانون اور سکہون کی وہان موجود تہی۔ انہون نے یہ بہی فرمایا کہ میری رائے مین اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کیواسطے کبہی نہین ہوا۔ ہان مقلدون اور غیر مقلدون کا جب باہم مباحثہ یا جہگڑا ہوا تہا اسوقت تو ایک بہت بڑا مجمع تہا اس کے بعد شاید مین نے اتنا بڑا مجمع سیالکوٹ مین نہین دیکہا۔ حقیقت مین سردار صاحب کی رائے بالکل صاف اور درست تہی سامعین مین تو شاید مجسٹریٹ وکلا دوسرے تعلیم یافتہ لوگ اور معزز اصحاب جو ہر قوم مین سمجہے جاتے ہین موجود تہے۔

نشست گاہ جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ایک لکڑی کا پلیٹ فارم بنایا گیا تہا جسپر حضرت اقدس کی نشست کچہہ اور بہی اونچی تہی تاکہ سب لوگ اطمینان سے ساتہہ زیارت کر سکین۔ پلیٹ فارم پر چندکرسیان رکہی گئی تہین جنپر شہر کے اکثر عمائد تشریف فرما تہے۔

اور شامیانون کے نیچے دری کا فرش تہا جس کے تین طرف یعنے اگلا حصہ چہوڑ کر جدہر سے لوگ آرہے تہے کرسیان بچہادی گئی تہین جنپر تعلیم یافتہ معزز اور فہمیدہ پارٹی سیالکوٹ کی تشریف فرما تہی۔

انتظام اس موقع پر بہی انتظام کا وہی رنگ تہا جو ہم پہلے بیان کر آئے ہین۔

حضرت اقدس لیکچر گاہ مین جیساکہ ابہی ہم نے اوپر بیان کیا ہے لکڑی کے پلیٹ فارم پر ایک نمایان جگہ پر ایک کرسی بچہی ہوئی تہی اسپر اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سرخ جبہ پہنے ہوئے جلوہ افروز تہے آپ کا نورانی چہرہ۔ غضّ بصر کا عملی سبق دینے والی آنکہین ناظرین اور سامعین کو اپنی طرف خصوصیت سے متوجہ کر رہی تہین۔ آپ کی شکل و شباہت انبیاء بنی اسرائیل کا سا نمونہ دکہا رہی تہی۔ غرض حضور کچہہ اس شان سے جلوہ افروز تہے کہ ہمارا قلم اسے ادا نہین کر سکتا دل بے اختیار آپ کی طرف کہینچے جاتے تہے

ہم اپنی اندرونی کیفیت کا ذکر کر سکتے ہین کہ اسوقت خواہ نخواہ نیکی۔ خدا ترسی نوع انسان کی خدمت کے خیالات موجزن تھے۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ اس وقت پاک تحریک کرنے مین مصروف ہین۔ اور ان ملائکہ کے نزول کا باعث یہی خدا رسیدہ بزرگ تہا حضور کے ساتہہ ہی کرسی پر حضرت حکیم الامت اور آپکے ساتہہ ہی ایک میز کے سامنے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تشریف فرما تھے

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چارون طرف قدرتی طور پر سناٹا اور خاموشی تھی۔ کہ یکایک اس پر خاموشی کو ایک معزز بیرسٹر نے توڑا یعنے کھڑے ہوکر فرمایا۔

مین اس جلسہ کیلئے جناب مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کو پریسیڈنٹ ہونے کیلئے پیش کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ آپ سب صاحب منظور کرین گے۔

اس تجویز کی جو بعد مین ہمین معلوم ہوا کہ جناب مسٹر فضل حسین بیرسٹر ایٹ لاء نے کی تھی تائید ہوئی۔ اور حضرت حکیم الامت افتتاحی تقریر پر کھڑے ہوگئے

حکیم الامت کی افتتاحی تقریر

ہز ہائینس مہاراجہ جمون و کشمیر کی سرائے مین منعقد ہونیوالے آج کے جلسہ نے جب حضرت حکیم الامت کو افتتاحی تقریر کیلئے کھڑے ہوتے دیکھا تو مجہے کچہہ بھی تعجب نہین کہ ایسوسی ایشن آف آئیڈیاز نے حکیم الامت کی اس حالت کیطرف متوجہ کیا جب آپ ہز ہائینس مہاراجہ جمون و کشمیر کے خاندان کے خاص طبیب تھے۔ اور ایک ممتاز عہدہ دار تھے وہی شخص آج محض خدا کے لئے اور صرف خدا ہی کیلئے درویشانہ (ایسی درویشی پر ہزارون سلطنتین نثار ہون) حالت مین کھڑا ہوتا ہے اور پبلک کو سنائے جانے والے لیکچر کیلئے اپنی افتتاحی تقریر مین خطاب کرتا ہے۔

مولویصاحب کا بجائے خود وجود حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایک زندہ لیکچر تہا اور یون آپ کی صداقت پر یہ چوتھی عینی دلیل تھی یعنے پہلی دلیل تو وہ جذب و کشش تہا جو حضرت اقدس کی زیارت کیلئے عوام مین پیدا ہوگیا تھا اور دوسری دلیل مخالفین کی حالت اور تیسری دلیل خود اعلیٰ حضرت کا وجود مبارک اور چوتھی دلیل حکیم الامت کا اپنا وجود۔

غرض حکیم الامت نے مندرجہ ذیل الفاظ مین سامعین کو خطاب کیا

دنیا مین بہت سے جلسے ہوا کرتے ہین ان کے اغراض اور مصالح مختلف ہوتے ہین۔ بعض جلسے اس قسم کے ہوتے ہین کہ ان مین ملکی اور سیاسی امور پر بحث ہوتی ہے بعض جلسے اس غرض سے ہوتے ہین کہ ان مین کسی خاص قوم کی اصلاح کیلئے غور کیا جاتا ہے۔ اور بعض اصلاح اخلاق کے لئے ہوتے ہین۔ لیکن آج حسن اتفاق سے اور خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگون کو ایک موقع دیا ہے کہ ایک لیکچر سنین اور پھر اس کے مضامین پر غور کرین۔

بہت سے لوگ ہوتے ہین جو ایک بات سنتے تو ہین لیکن چونکہ اوس پر غور نہین کرتے اور اس سے فائدہ نہین اٹھاتے اس لئے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہو جاتا ہے اور جب انہین پتہ لگتا ہے کہ ہم اس کے فوائد سے محروم ہوگئے ہین تو اسوقت انہین دست افسوس ملنا پڑتا ہے اس مضمون کو قرآن شریف کی ایک آیت مین نہایت ہی لطیف طور پر بیان کیا ہے کیونکہ انسان ایک وقت اپنی غفلت پر پچھتاتا ہے مگر اسوقت اس سے کچھ بھی بن نہین پڑتا چنانچہ فرمایا ہے۔

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

کاش! ہم ان باتون کو سنتے اور پھر عقل سے کام لیکر انپر غور کرتے تو آج ہم دکھون مین نہوتے۔ یہ ایسے ہی لوگون کے متعلق ہے جنہون نے وہ باتین نہ سنین اور انپر غور نہ کیا جیسی آج اس لیکچر کے ذریعہ آپ لوگون کو سنائی جانی مقصود ہین۔

عقل انسان کے اندر ایک قوت اور طاقت ہے جسکا صحیح استعمال انسان کو بری کارروائیون سے بچالیتا ہے اور جلد بازی اور شتاب کاری سے روک کر غور کرنے اور سوچنے کی عادت پیدا کرتا ہے۔

عقل کے معنے روکنے اور باندھنے کے ہین چونکہ یہ انسان کو جذبات نفسانی کے روکنے کے لئے کام دیتی ہے اس لئے عقلمند وہی ہوتے ہین جو اپنے جذبات پر حکومت کرتے ہین۔ اور نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ ایک بات کو سنتے ہین اور غور کرتے ہین۔ اسوقت سننے والے عقلمند ہین یا کم از کم کافی تعداد عقلمندون کی ہے اور وہ فائدہ کے لئے سننا چاہتے ہین۔ اس لئے مین یقین کرتا اور خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہون کہ وہ آپ کو وہ سننے کا موقعہ دے۔ جو سننے کا حق ہے یعنے آپ توجہ سے سنین اور انپر بہت غور کرین اور ان کو مفید پاکر عمل کرین کیونکہ یہ معمولی آدمی کا کلام نہین ہے بلکہ ایسے شخص کا کلام ہے جو کہتا ہے کہ مین خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوکر آیا ہون۔ پس اس لحاظ سے اور بھی ضروری ہے کہ آپ بہت توجہ سے سنین اور عمل کرین قرآن شریف مین فرمایا ہے۔

یستمعون القول فیتبعون

یعنے اچھی باتون کو سنتے ہین اور پھر ان کے متبع ہو جاتے ہین۔ مین سمجھتا ہون کہ اتنا کہنا کافی ہے۔

اب مولوی عبدالکریم صاحب وہ لیکچر جو حضرت صاحب نے لکھا ہے آپ کو پڑھکر سنائین گے اللہ تعالیٰ انہین توفیق دے اور آپ لوگون کو سننے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حضرت حکیم الامت یہ افتتاحی تقریر کر چکے تو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے مولوی عبدالکریم صاحب کا

حضرت اقدس کا لیکچر

اسلام نام لیکچر جسکے اشتہار مین ہی عام طور پر دیا گیا تہا۔ یہ واقعات چونکہ ایک تاریخ کا جزو بننے والے ہین اس لئے ان پر پوری روشنی ڈالنا اور جو جو نتائج حقہ ان سے نکل سکتے ہین ان کو پیش نہ کرنا لکھنے والی کی خطرناک اور ناقابل عفو فروگذاشت کے مرتکب ٹھیرین گے اس لئے ہم اپنا فرض سمجھتے ہین کہ کسقدر تفصیل سے بحث کرین۔

جن لوگون کو عام لیکچرون کے سننے کا موقع ملا ہو وہ خوب جانتے ہین کہ لیکچر کی اغراض کو پورا کرنیکے واسطے کیا کیا طریق اختیار کئے جاتے ہین۔ سب سے اول لیکچرار وہ تجویز کیا جاتا ہے جو قوم کا مشار الیہ ہو اپنے علم و فضل اور زبان پر پوری حکومت اور قادر الکلامی کے علاوہ وسیع معلومات رکھتا ہو۔ اور جہانتک ممکن ہو سننے والون کے مذاق سے آشنا ہو اپنے مطالب کو فصاحت بلاغت سے ادا کر سکے۔ پھر اس کے لیکچر کیلئے اشتہار دینے والے وہ شخص ہون جن کا پبلک مین عام رسوخ ہو۔ اور پھر مقام وہ پسند کیا جاتا ہے جو عام گذرگاہ کے موقع پر ہو۔ غرض ان امور کا پورا لحاظ رکہا جاتا ہے۔

اب اس مقام پر ہمارے ناظرین ذرا غور کرین۔ اسمین تو کوئی شبہ اور کلام نہین کہ لیکچر ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے تہا جو دنیا مین غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ لیکن جب سننے والون کو یہ معلوم ہو کہ اس لیکچر کے پڑہنے والا وہ خود نہین ہے تو عام قاعدہ کے موافق انہین مایوس ہو جانا چاہئے تہا۔ لیکن سیالکوٹ جیسے شہر مین جو مولوی عبدالکریم صاحب کی زادبوم ہے جہان اس نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ گذارا ہے اگر وہ وہان کی پبلک مین ایک وقیع اور ممتاز انسان نہوتا اور اپنے تقوے اور نیک چلنی کیوجہ سے خاص امتیاز حاصل نکر چکا ہوتا تو ہم دعوے سے کہتے ہین کہ ناممکن تہا لوگ اسطرف اس قدر توجہ کرتے۔ حضرت مولویصاحب کا نام اہالیان شہر کی کشش کیلئے ایک ضمانت تہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مولویصاحب کو وہ زبان اور فصاحت عطا کی ہے کہ دوسرے کو اسوقت تک ہماری جماعت مین یہ فضل نہین ملا۔ ہم نے حضرت حکیم الامت سے بلا واسطہ خود سنا ہے انہون نے فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ یہ شخص بہت بڑی ترقی کر رہا ہے اور مجھ سے بڑھ گیا ہے حکیم الامت کا پایہ اور رتبہ اپنے رنگ مین سب سے افضل اور اعلیٰ ہے مگر این گلے را رنگ و بوئے دیگر است حضرت اقدس کی زبان مولوی عبدالکریم ہی کے منہ مین سجتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بھی اسے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر مسلمانون کا لیڈر فرمایا۔ اجتک جسقدر جلسون مین حضرت اقدس کا کوئی تحریری مضمون پڑھا گیا۔ اس کے پڑہنے والا یہی شخص تہا۔ جلسہ مذاہب مین اسلامی فلاسفی والا مضمون پڑہنے والا یہی تہا۔ لاہور کا پچھلا لیکچر بھی یہی پڑہا ان سب سے بھی دور پیچھے ۱۸۹۳ء مین آتھم کے ساتھ جب مباحثہ ہوا اسوقت بھی پڑہنے والا یہی تہا اور یہ لیکچر بھی اسی نے پڑہا۔

یہ سعادت یہ فخر خدا تعالیٰ نے مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے رکہا ہے اور دوسرے کو اسوقت تک اس مین شریک نہین کیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

لیکچر کے وقت مولویصاحب کی کیا حالت تہی؟

غرض مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے۔ خدا کی قدرت ہے کہ جب کبھی کوئی ایسا اتفاق مولویصاحب کو لیکچر پڑہنے کا ہوا ہے جہانتک ہم نے دیکھا ہے بجز ۱۸۹۳ء کے مولویصاحب کی طبیعت ہمیشہ ناساز رہی علی العموم گلہ مین گکرون کیوجہ سے تکلیف رہتی ہے لاہور کے جلسہ پر بھی آپ بیمار تھے لیکن محض خدا کے فضل سے آپ نے جس کامیابی سے لیکچر کو ختم کیا وہ ایک نشان تہا۔ سیالکوٹ مین مولویصاحب کی حالت صحت اور بھی بگڑ گئی تھی بہت ہی نحیف اور نزار ہوگئے تھے۔ اور اسوقت جبکہ لیکچر پڑہنے کے لئے آپ کھڑے ہوئے پوری صحت اور تندرستی کی حالت مین نہ تھے اس لئے مولویصاحب موصوف کا لیکچر کو پڑہنا اور اسے ختم کرنا یہ بھی حضرت اقدس کی سچائی کی زبردست دلیل تھی۔

مولویصاحب نے کھڑے ہوکر فرمایا

اس مضمون کو سنانے سے پہلے مین تبرک کے طور پر چند آیات قرآن شریف کی پڑھونگا اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کو شروع کرونگا یہ کہکر آپنے یہ آیتین پڑہین۔

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ۝ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰہم انفسہم اولٰئک ہم الفٰسقون ۝ لا یستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ اصحٰب الجنۃ ہم الفائزون ۝ لو انزلنا ہٰذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون ۝

ان آیات کو تلاوت کرنے کے بعد آپنے وہ مطبوعہ لیکچر جو اسلام کے نام سے چھپ کر شائع ہوا ہے پڑہنا شروع کیا اس امر کے اظہار کی ہمین کوئی ضرورت نہین کہ آپ کے لیکچر کے پڑہنے کے وقت عام جلسہ مین پورا سکوت اور امن تہا اور لوگ ہمہ تن گوش ہو رہے تھے کسی مرحلہ یا مقام پر کوئی بد نظمی یا عدم توجہی پیدا نہین ہوئی بلکہ سامنے کے سامعین کو باوجودیکہ دہوپ آگئی تھی لیکن وہ ذرا بھی اس سے افسردہ خاطر نہین ہوئے۔ اس شوق نے انہین دہوپ کا احساس بھی ہونے نہین دیا۔

لیکچر مین کیا ہے؟

اس لیکچر مین سب سے اول آپنے اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک کہلا کہلا اور بین امتیاز دکہلایا اور بتایا کہ ان مین بگاڑ کیون پیدا ہوئے [illegible] بگاڑون کو ضرورت اسلام کے دلائل ثابت [illegible]

کیا چنانچہ ان الفاظ میں آپ نے اسے ادا فرمایا۔ دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کیجائے تو معلوم ہوگا۔ کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جسکا کوئی باغبان نہیں اور جسکی آبپاشی اور صفائی کیلئے کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے۔ اور انکی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں اور روحانیت جو مذہب کی جڑھ ہوتی ہے وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے۔ اس لئے اس نے ہر ایک صدی پر اس باغ کی نئے سرے آبپاشی کی۔ اور اسکو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی کوئی بندہ خدا اصلاح کیلئے قائم ہوا جاہل لوگ اس کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو سخت ناگوار گذرا۔ کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو انکی رسم اور عادت میں داخل ہو چکی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے۔ خدا نے چودہویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پاکر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی اس لئے وہ سب مذہب مر گئے۔ ان میں روحانیت باقی نہ رہی۔ اور بہت سی غلطیاں ان میں ایسی جم گئیں۔ کہ جیسے بہت مستعمل کپڑہ پر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جنکو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا اور جن کے نفس امارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے۔ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان مذاہب کے اندر بیجا دخل دے کر ایسی صورت ان کی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور ہی چیز ہیں۔ مثلاً عیسائیت کے مذہب کو دیکھو کہ وہ ابتدا میں کیسے پاک اصول پر مبنی تھا اور جس تعلیم کو حضرت مسیح علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اگرچہ وہ تعلیم قرآنی تعلیم کے مقابل پر ناقص تھی کیونکہ ابھی کامل تعلیم کا وقت نہیں آیا تھا۔ اور کمزور استعدادیں اس کے لائق بھی نہ تھیں تاہم وہ تعلیم اپنے وقت کے مناسب حال نہایت عمدہ تعلیم تھی وہ اسی خدا کی طرف رہنمائی کرتی تھی جسکی طرف توریت نے رہنمائی کی لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد مسیحیوں کا خدا ایک اور خدا ہو گیا جس کا توریت کی تعلیم میں کچھ بھی ذکر نہیں اور بنی اسرائیل کو اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ اس لئے خدا پر ایمان لانے سے تمام سلسلہ توریت کا الٹ گیا۔ اور گناہوں سے حقیقی نجات اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدایتیں توریت میں تھیں وہ سب درہم برہم ہو گئیں۔ اور تمام مدار گناہ سے پاک ہونے کا اس اقرار پر آگیا کہ حضرت مسیح نے دنیا کو نجات دینے کے لئے خود صلیب قبول کی اور وہ خدا ہی تھے۔ اور نہ صرف اسیقدر بلکہ توریت کے اور کئی ابدی احکام توڑ دیئے گئے۔ اور عیسائی مذہب میں ایک ایسی تبدیلی واقعہ ہوئی کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو وہ اس مذہب کو شناخت نہ کرسکیں نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو توریت کی پابندی کی سخت تاکید تھی۔ انہوں نے یکدفعہ توریت کے احکام کو چھوڑ دیا۔ مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں۔ کہ توریت میں تو سور حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں۔ اور توریت میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں پھر کب جائز تھا۔ کہ جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نہیں نکلیں۔ وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں۔ لیکن چونکہ ضرور تھا۔ کہ خدا ایک عالمگیر مذہب یعنی اسلام دنیا میں قائم کرے اس لئے عیسائیت کا بگڑنا اسلام کے ظہور کے لئے بطور ایک علامت کے تھا۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ہندو مذہب بھی بگڑ چکا تھا۔ اور تمام ہندوستان میں عام طور پر بت پرستی رائج ہو چکی تھی اور اسی بگاڑ کے یہ آثار باقیہ ہیں۔ کہ وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے۔ اس فاسد عقیدہ سے ان کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہوا ہے قبول کرنا پڑا یعنی یہ کہ تمام ذرات عالم اور تمام ارواح قدیم اور انادی ہیں۔ مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غایر خدا کی صفات پر ڈالتے تو ایسا کبھی نہ کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر خدا پیدا کرنیکی صفت میں جو اس کی ذات میں قدیم سے ہے انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ انسان بغیر توسط ہوا کے کچھ سن نہیں سکتا اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ بھی سننے اور دیکھنے کے لئے ہوا اور روشنی کا محتاج ہے۔ پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں۔ تو یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرنے میں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں یہ منطق سراسر جھوٹ ہے کہ خدا اپنی صفات کے اظہار میں کسی مادہ کا محتاج ہے انسانی صفات کا خدا پر قیاس کرنا۔ کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ اور انسانی کمزوریوں کو خدا پر چسپاں کرنا بڑی غلطی ہے انسان کی ہستی محدود اور خدا کی ہستی غیر محدود ہے۔ پس وہ اپنی ہستی کی قوت سے ایک اور ہستی پیدا کر لیتا ہے یہی تو خدائی ہے اور وہ اپنی کسی صفت میں مادہ کا محتاج نہیں ہے ورنہ وہ خدا نہو۔ کیا اس کے کاموں میں کوئی روک ہو سکتی ہے؟ اور اگر مثلاً چاہے کہ ایک دم میں زمین و آسمان پیدا کردے تو کیا وہ پیدا نہیں کرسکتا ہندوؤں میں جو لوگ علم کے ساتھ روحانیت کا بھی حصہ رکھتے تھے اور نری خشک منطق میں گرفتار نہ تھے۔ کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا جو آجکل پرمیشر کی نسبت آریہ صاحبان نے پیش کیا ہے۔ یہ سراسر عدم روحانیت کا نتیجہ ہے *

پیسہ اخبار میں حضرت اقدس کی جو زبانی تقریر چھپی تھی اور جس کو ہم نے اس وقت روزانہ پیسہ میں چھپوایا تھا۔ بعض لوگوں نے اپنی غلط فہمی سے اس سے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے گویا کل مذاہب کو سچا قرار دیدیا ہے۔ یہ نتیجہ جو غلط تھا حضرت اقدس کے کسی فقرہ سے نہیں نکالا گیا تھا۔ بلکہ پیسہ اخبار میں جو تقریر چھپی ہے اس میں کوئی بھی فقرہ ایسا نہیں ہے جس کے یہ معنے ہو سکیں . . . . .

. . . .

بلکہ جس فقرہ کو ٹھوکر کا باعث قرار دیا گیا ہے وہ پیسہ اخبار میں یوں ہے "دیہی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں" اس فقرہ میں بالکل کا لفظ اس وہم کو قطعاً دور کر رہا ہے۔ غرض پیسہ اخبار کے نامہ نگار کی تحریر غلط نہ تھی اور نہ وہ اس نتیجہ کو پیدا کرنیوالی تھی۔ بلکہ ان لوگوں کی اپنی غلطی تھی جنہوں نے اس سے ایسا نتیجہ نکال لیا۔ غرض اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک امتیاز بتاکر پھر آپ نے عیسائیت موجودہ کی حقیقت کو بیان کیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت اور آپ کی رسالت کی صداقت پر دلایل بیان فرمائے منجملہ ان کے ایک یہ فرمایا کہ آپ اس وقت تشریف لائے جب ضرورت تھی اور اسوقت دنیا سے گئے جب اس کام کو پورے طور پر کر لیا۔ اسی کے ضمن میں آپ نے ان تبدیلیوں کا ذکر فرمایا جو حضور کی ذات بابرکات سے ہوئیں یعنے عرب کے وحشیوں کو آپ نے بہائم سے انسان بنایا پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت انمیں پھونک دی۔ اور سچے خدا کی ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نو نامون محمد اور احمد کا فلسفہ بتایا اور اس کے ضمن میں اپنے زمانہ کی طرف اشارہ کیا اور زمانہ کے ساتوں ہزاروں کی تصریح فرمائی۔ اور اپنی ضرورت دکھائی۔ اور وہ آثار جو اس زمانہ کے لئے بتائے گئے تھے ان کا پورا ہونا دکھایا۔

(باقی آئندہ)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت نصیب اعدا کسیقدر ناساز رہی۔ خاندان رسالت کے تمام ممبر خیریت سے ہیں۔

۲۔ بزرگان ملت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کرشن اوتار پر ایک مبسوط رسالہ لکھنا چاہتے ہیں۔

ہفتہ زیر اشاعت کے الہامات

(۱) الہام

روز نقصان بر تو نیاید

رویا

(۲) مولوی حکیم نورالدین صاحب نے نماز جہری میں سورہ فاتحہ پڑھکر الفارق وما ادراک ما الفارق پڑھا

رویا

(۳) حضرت صاحبزادہ مبارک احمد سلمہ اللہ الاحد حضرت کو کچھ دیر تک نہیں ملا حضرت کو تشویش اور فکر ہوئی اسکی تلاش کر رہے ہیں تب حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ یہ مبارک موجود تو ہے پھر حضرت نے سجدہ شکر کے لئے زمین پر۔

الہام۔ غلام تادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا۔ رد اللہ الی۔

رویا۔ اپنے آگے بہت سی کنجیاں دیکھیں جو شاید دو ہزار کے قریب ہیں یا زیادہ۔

مقدمہ کے متعلق

مقدمہ کے متعلق اپیل کے دائر ہونے کی خبر پہلے لکھ چکے ہیں ۲۶ نومبر ۱۹۰۴ء کو پیشی کیلئے تاریخ مقرر تھی مگر جناب سشن جج صاحب نے وجوہات اپیل پر غور کرکے تاریخ مقررہ سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا اور ۲ جنوری ۱۹۰۵ء تاریخ مقرر کرکے فریق ثانی کے نام نوٹس جاری ہو گیا ہے ۲ جنوری کو مقدمہ انشاء اللہ پیش ہوگا۔ اشلیں طلب ہو گئی ہیں *

ریمارک

سیاحت فتح خانی - یعنی اونریبل نواب فتح علی خان قزلباش - سی - آئی - ای صاحب رئیس اعظم لاہور کا سفرنامہ - ہم نواب صاحب کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے سیاحت فتح خانی کی ایک جلد دفتر الحکم میں بھی بھیجی ہے - ہم نے اس کتاب کو شروع سے لیکر آخیر تک پڑھا ہے - یہ سفرنامہ نواب صاحب موصوف کے اس سفر کا ہے جب آپ بتقریب ایڈورڈ ہفتم شاہنشاہ ہند کی رسم تاجپوشی پر انگلستان میں مدعو تھے - کتاب مذکور ۵۱۰ صفحہ پر اور قطعات تاریخ ملاکر ۵۳۶ صفحوں پر چھپی ہے - چھپائی لکھائی اور کاغذ وغیرہ جملہ مراتب اعلیٰ درجہ کے ہیں - یہ کتاب نواب صاحب موصوف نے خاص طور پر مفت تقسیم کی ہے - اگرچہ کتاب مذکور ایسی ہے کہ اس کے بعض حصے انتخاب کے طور پر درج کئے جاتے - مگر افسوس ہے ہم کمی گنجائش کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکے تاہم مختصر الفاظ میں اتنا کہتے ہیں کہ یہ کتاب پڑھنے کے قابل ہے اور نہایت قابلیت سے مرتب کیا گیا ہے -

تاہی مافاتِ یعنی مولانا شبلی اور مسئلہ تقدیر

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں مولانا شبلی صاحب کا لکھا ہوا مضمون "اسلام اور تمدن و ترقی" ہم نے الندوہ سے لیکر شائع کیا تھا - اس میں مسئلہ تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہوئے مولانا شبلی صاحب نے لکھا ہے کہ اسلام نے انسان کو مختار کل قرار دیا ہے اس فقرہ پر ہم نے بذریعہ ایک فٹ نوٹ کے لکھا تھا کہ ہماری رائے میں یہہ خیال اونکا صحیح نہیں اس پر ایک نوٹ اسی اشاعت میں لکھنا چاہا تھا مگر افسوس ہے کہ ہم نہیں لکھ سکے اسلئے آج اس وعدہ کا ایفا کرتے ہیں -

ہمارا مذہب لَا جَبْرَ وَلَا اِخْتِیَار ہے

(یہ ممکن ہے کہ ایڈیٹر الحکم نے ہی ایسا سمجھنے میں غلطی کہائی ہو اگر اس کی اس غلطی پر اسے تنبہ کر دیا جاوے تو وہ اعتراف کے لئے طیار ہے -)

لَا جَبْرَ وَلَا اِخْتِیَار جو ہم اپنا مذہب (اسلام کا منشاء) پیش کرتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام نہ تو انسان کو اس قسم کا مجبور قرار دیتا ہے جو معترضین اسلام مسئلہ تقدیر کو اپنی غلط فہمی سے نشانہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور نہ اس قسم کا مختار بناتا ہے جو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہر امر میں کامل اختیار رکھتا ہے جو چاہے سو کرے -

حقیقت یہ ہے کہ فطرت انسانی ہمیں بتاتی ہے کہ بعض قوتیں انسان کی اپنے حیطہ اختیار و اقتدار میں ہیں اور ان سے کام لینا یا نہ لینا انسان کے اختیار میں ہے - مثلاً ہاتھ سے کام لینا یا زبان سے بولنا آنکھ سے دیکھنا وغیرہ اور بعض قوی ایسے ہیں کہ اوس پر اسکا کچھ بھی دخل و اختیار نہیں ہے جیسے زبان میں ذائقہ کی قوت یا آنکھ میں دیکھنے کی قوت - انسان نہیں کہہ سکتا کہ میٹھی چیز کہاوے اور زبان کو کہے کہ تو اسے تلخ ظاہر کر یا آنکھیں کہلی ہوں اور وہ آنکھ کو کہے کہ فلاں چیز دیکھ اور فلاں نہ دیکھ - یا اندر ہی اندر جو انسان میں نشو و نما ہوتا ہے کہیں ہڈیاں بن رہی ہیں کہیں خون بن رہا ہے وغیرہ انسان انکے بنانے یا نہ بنانے پر کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے - پس یہ قوی اسکے اختیار اور اقتدار سے باہر ہیں - جب یہ دو قسم کا قانون انسان کے اندر کام کر رہا ہے تو ایسی صورت میں انسان کو مجبور مطلق یا مختار مطلق کہنا سراسر غلطی ہے - اور اسی اصل پر غور نہ کرنے کی وجہ سے مسئلہ تقدیر پر نادان لوگوں نے اعتراض کئے ہیں -

پہلے یہ سوال ہوتا ہے کہ تقدیر کیا ہے؟

تقدیر کا مفہوم اور مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر چیز کو ایک اندازہ پر بنایا ہے اور ہر ایک شئی کا ایک نتیجہ قرار دیا ہے جیسے آنکھیں دیکھتی ہیں سن نہیں سکتی آگ میں ہاتھ ڈالو گے تو جل جائے گا - وغیرہ وغیرہ -

یہ الٰہی شریعت کی ناواقفی اور کم سمجھی کی وجہ ہے جو تقدیر ایسے مسئلہ پر جو تمام بلند پروازیوں کی جڑ ہے - اعتراض کیا جاتا ہے -

ہم بجا طور کہتے ہیں کہ جیسے ایک مجبور مطلق کو سزا دینا معترضین تقدیر کے نزدیک نامناسب ہے ویسے ہی ایک مختار مطلق کو سزا دینا بھی صحیح نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ آئی ہیت اور حقیقت میں درست اور تمام ترقیوں کی جڑ ہے جو اسلام نے قرار دیا ہے کہ نہ اسے مجبور مطلق قرار دیا ہے نہ مختار مطلق -

جن اعمال و افعال میں وہ مجبور مطلق ہے ان پر شریعت اسلامی کا کوئی فتویٰ سزا یا جزا کا نہیں ہے - جیسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے مثلاً ہڈیوں کے بننے یا انسان کے نشو و نما کے متعلق کہ قد لمبا نہ ہوا یا رنگ ایسا ہو ان پر شریعت کا کوئی فتویٰ نہیں ہے ہاں جن افعال پر انسان کو اقتدار اور اختیار ہے اور وہ اعمال اس کی طاقت کے اندر ہیں ان پر وہ حکمرانی کرتا ہے - مثلاً آنکھ سے دیکھنا اور آنکھ کو بند رکھنا یہ انسان کے اختیار میں تھا اسلئے حکم ہوا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ - مومنین سے کہدو کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں - زبان سے بولنا یا نہ بولنا اسکے اختیار میں تھا اسلئے زبان کے متعلق احکام صادر ہوئے - غرض جن جن قوی پر انسان کو اختیار ہے - انہیں کے متعلق احکام شریعت ہیں - یہی وجہ ہے کہ ملت اسلام کا باپ - ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے - پس ہمارے نزدیک کسیقدر اختصار کے ساتھ یہ حقیقت ہے -

مدرسہ تعلیم الاسلام

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں عید الفطر کی تقریب کے قریب آجانے کی وجہ سے ہم عید فنڈ کی طرف چندہ قوم کو توجہ دلا چکے ہیں آج ڈاکٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کا کارڈ جو انہوں نے بغرض اشاعت ہمارے پاس بھیجا ہے شائع کرتے ہیں - وہو ہذا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - عید الفطر کا مبارک دن قریب آ رہا ہے - اس واسطے میں آپکو یہ موقعہ یاد دلاتا ہوں اور چندہ عید فنڈ ایک روپیہ عہ فی کس احمدی ممبر اور صدقہ فطر مدرسہ کے تیامیٰ اور مساکین کے واسطے اپنا اور اپنے شہر کی جماعت کا جمع کر کے جسقدر جلد ہو سکے بنام مہتمم مدرسہ ارسال فرماویں - بسبب کالج بننے اور مدرسہ کے سرکاری منظور ہو جانے کے عمارت اور سامان اور ملازمین مدرسہ اور وظائف غربا اور کتب خانہ وغیرہ امور کے واسطے بہت سے فنڈ کی ضرورت ہے جسکا جمع ہونا آپ صاحبان کی توجہ کو چاہتا ہے - والسلام -

آپکا خادم محمد صادق عفی اللہ عنہٗ
قائم مقام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ضلع گورداسپور

نواب علی شاہ صاحب کی خواب کی تعبیر

الحکم مورخہ ۱۰ و ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء میں نواب علی شاہ صاحب ساکن کشمیر نے اپنا ایک خواب چھپوایا ہے جس میں انہوں نے ایک زمین میں چلتے چلتے پہلے ایک سانپ اور پھر بہت سے سانپ مرے ہوئے چوہوں کے کہائے ہوئے اور چوہوں سے کہاتے جا رہے ہوئے دیکھے ہیں - مولوی محمد فضل صاحب نے جو تعبیر کی ہے وہ بجائے خود ہے لیکن میرے نزدیک اسکی تعبیر یہ ہے نواب علی شاہ میں لفظ نواب کے معنے نائب اور خلیفہ کے ہیں اور علی شاہ یعنی بلند بادشاہ خود باری تعالیٰ ہے جس کا خلیفہ یعنی حضرت مسیح موعود اس وقت اس زمین پر وارد ہوا ہے - وہ دنیا کے واسطے رحمت تہا مگر بدقسمت دشمن بسبب اپنے شامت اعمال کے اسی سے ٹہوکر کہا کر گرے - آدم اور شیطان کے مقابلہ میں اونہوں نے شیطان کا طرف لیا اسلئے وہ سانپ کی شکل میں دکہائی دئے - جو آدم کا پورانا دشمن ہے - چوہا فاسق ہے عربی میں اس کو فویسق کہتے ہیں - فسق بدعہدی کا نام ہے - ابتداء سے پیغمبروں کے ذریعہ سے اور خاصکر حضرت خاتم الانبیاء کے ذریعہ سے جو عہد اہل کتاب سے لیا گیا تھا کہ وہ دجال کے فتنہ کے وقت مسیح کا ساتھ دیں گے - لوس عہد کو ان لوگوں نے فسق کیا یہی فسق ان لوگوں کو کہا رہا ہے - اور وہ بجائے اوپر آسمان کی طرف چڑہنے کے نیچے زمین میں دہس رہے ہیں اور اخلد الی الارض کا مصداق بن رہے ہیں سلطاعون کا کیڑا بھی زمین سے ہی نکلتا ہے اور چوہوں کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچتا ہے - اس خواب سے ملک کشمیر کے طاعون زدہ ہونے کا بھی خوف ہے - یہہ تعبیر میرے خیال میں خواب کو پڑہتے ہوئے بے ساختہ آئی ہے - واللہ اعلم بالصواب -

محمد صادق - عفی اللہ عنہ
قادیان

کچھہ اپنی نسبت

ہم ان بقایا داران کے شکر گذار ہیں جنہوں نے مطبع کی ضروریات کو محسوس کر کے یا خوف خدا سے اپنا بقایا صاف کر دیا ہے اور مطبع کے بھیجے ہوئے وی پی وصول کرتے ہیں -

ا - اور ہم آج اون احباب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کئی مرتبہ وی پی واپس کئے ہیں کیونکہ آخر ہم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء کو اون کے نام اخبار بھیجنا بند کر دینگے - اور اسطرح پر آخر سال تک کچھہ ہی فائدہ ہوگا اور بعض ہمدردان الحکم جب دفتر الحکم میں تشریف لاکر بقایا داران کے رجسٹر کو دیکھا کرتے ہیں تو وہ اون کے اسماء گرامی کو ہمدردان قوم میں پاکر کچھہ افسوس کرینگے -

سال رواں کے اختتام میں اب ایک ہی مہینہ باقی سمجھئے - اس لئے اب اطلاع دیجاتی ہے کہ سالہائے گذشتہ کے معمول کے موافق ۱۰ - دسمبر ۱۹۰۵ء کا الحکم سالانہ قیمتوں کے وصول کرنے کے واسطے بذریعہ وی پی بھیجا جاوے گا - اور اس سے پہلے بذریعہ مطبوعہ کارڈوں کے حسب معمول اطلاع دیجاویگی - میں یقیناً عرض کرتا ہوں کہ اخبار کے استحکام کے لئے قوم کی متفقہ کوششوں کی ضرورت ہے اور اس امر کی ضرورت کہ وقت پر واجب چندہ ادا کیا جاوے - قومی اخبار قومی ڈونیشنوں سے چلتے ہیں لیکن الحکم کہہ سکتا ہے کہ بلا استغنائے چند آدمیوں کے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کی تحریروں پر توجہ کر کے ان کی چندہ نویسی کو قادیان سے دور رہ کر بھی محسوس کیا - کسی شخص کو یہ موقعہ نہیں ملا کہ وہ ۱۵ سے ڈونیشن دے - اور نہ کبھی الحکم کی طرف سے اس قسم کی درخواست ہی ہوئی ہے - یہ ایسی باتیں ہیں جو قوم کو خود محسوس کرنی چاہئیں - بہرحال آئندہ کے لئے اگر خدا تعالیٰ نے ہمیں توفیق دے اور اس خدمت کے قابل ہمیں رکھے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ صرف ان خریداروں کے نام الحکم کو جاری رکھا جاوے جو پیشگی قیمت دینے والے ہوں ہاں بعض خوش معاملہ لیکن غیر مستطیع احباب جو اول سات آٹھ سال میں ہمیشہ خوش معاملہ ثابت ہوئے ہیں اس قاعدہ سے مستثنےٰ کئے جاویں - اسلئے ہر شخص کو اپنی جگہ سوچ لینا چاہئے کہ آیا وہ الحکم پیشگی قیمت پر خرید سکتا ہے یا نہیں -

یہ قاعدہ پختہ کر لیا جاوے گا کہ جو شخص وی پی واپس کریگا بجائیکہ اوسے پہلے اطلاع دیگئی ہو

اور وہ وی پی جاری ہونے سے پہلے اوس کے نہ پہونچنے کی اطلاع دیدے یا قبل از وقت اسکی اطلاع نہ پہونچ سکے اور ستفنے اگر ہے پروا ہوں تو ایسا نام خارج کر دیا جاویگا۔ اس سال سطح کو اس حصہ میں بھی بہت سا خسارہ ہوا ہے یہہ بھی یاد رہے کہ جن احباب کا سالانہ چندہ بذریعہ وی پی وصول ہوا ہے اون سے وی پی کمیشن وصول نہیں کیا گیا وہ اس مرتبہ شامل کر لیا جاویگا۔

تفسیر القرآن اور اوسکے خریدار

[illegible] نے اطلاع دیدی کہ تفسیر القرآن کا دوسرا پارہ شائع ہو گیا اور اکثر خریداروں کے نام وہ روانہ بھی ہو گیا۔ لیکن ابھی تک بعض ایسے لوگ معلوم ہوئے ہیں کہ جن کے پاس متفرق اجزا پہونچے ہوئے ہیں اور انہوں نے ابھی تک باقی اجزا کے طلب کرنے کی اطلاع نہیں دی ایسی صورت میں ہم بری الذمہ ہیں۔ اگر کسی کو باقی اجزا نہ ملے ہوں۔ ہاں اگر اطلاع دینے پر نہ بھیجے جاویں تو ہم ذمہ وار ہیں۔ جن لوگوں کے پاس اجزا پہونچے ہوئے ہیں اور ان کے پاس مکمل پارہ بھی پہنچ گیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اجزا واپس بھیجدیں درخواست میں صاف لکھا جاوے کہ اس صفحہ تک پارہ دوم پہونچا ہوا ہے۔

نکاح کی ضرورت

ہمارے ایک مخلص احمدی بھائی میاں رحمتہ اللہ صاحب جولاہور کے ارائیں قوم سے ہیں اور نبگہ ضلع جالندہر میں ایک اچھی دوکان سبزی اور میوہ فروشی کی رکھتے ہیں اپنی اہلیہ کے فوت ہو جانے کی وجہہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ میاں رحمت اللہ نوجوان ہیں۔ اون کی عمر ۳۴ سال کی ہے۔ اور لکھے پڑھے ہیں۔ جہانتک ایڈیٹر الحکم کو ان سے ذاتی تعارف اور اون کے حالات سے واقفیت ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میاں رحمت اللہ خدا کے فضل وکرم سے ایک دیندار اور شریف آدمی ہے۔ جو صاحب ان سے اس قسم کا تعلق پیدا کرنا چاہیں وہ براہ راست میاں رحمت اللہ احمدی نبگہ ضلع جالندہر کے پتہ پر یا ایڈیٹر الحکم کی معرفت خط وکتابت کرے۔

ایک اور بھائی طالب نکاح ہے

[illegible] احمد صاحب نومسلم جو ایک شریف گھرانہ کے [illegible] تھے (اور [illegible] سے مسلمان ہیں۔ اور [illegible] اسکے فضل سے احمدی ہیں اور خاص قادیان [illegible] معاش کے لئے شیر فروشی کا کام کرتے ہیں) [illegible] شیخ صاحب اپنا

گذارا کرتے ہیں نوجوان اور نیک ہیں۔ اور تعلق پر وہ اپنے کاروبار کو بڑہا سکتے ہیں ہمارے اپنے خیال میں ایک دیندار اور متقی آدمی تو مال و دولت کی پروا نہیں کرتا۔ البتہ شرافت نیک چلنی۔ اور پرہیزگاری کو مقدم کر لیتا ہے۔ کیونکہ متقی کے لئے یہ سامان خود مولیٰ کریم ہو جاتا ہے۔

ایک ضروری بات

اکثر احباب اور خریداران الحکم نے وقتاً فوقتاً ہمیں لکہا ہے اور زبانی بھی جب انہیں ملاقات کا موقع ہوا ہے تو فرمایا ہے کہ جو نئی کتاب دفتر الحکم سے یا قادیان سے شائع ہو ہمیں بلا تکلف بذریعہ وی پی بھیجدی جایا کرے۔ ہم نے ایسے بزرگواروں کے نام باقاعدہ اپنے کسی رجسٹر میں اپنی لاپروائی یا غفلت سے درج نہیں کئے۔ اور پھر ایسے بزرگوں سے شرمندہ ہونا پڑا اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ مستقل طور پر ایسے خریداروں کے نام نوٹ کر لئے جاویں اسلئے بجائے اس کے کہ سب صاحب ہمیں اطلاع دیں صرف وہ بزرگ براہ کرم اطلاع دیں جنکا نام درج رجسٹر کیا جاوے ہم آخر دسمبر ۱۹۰۵ء تک ایسے تمام بزرگوں کی یادداشت مکمل کر لیں گے۔ اس کے بعد جو بزرگ اس سلسلہ میں اپنا نام رکہیں گے انکے سوا کل خریداران الحکم کو خریداران کتب جدید سمجھہ لیا جاوے گا۔ اور پھر ہر جدید کتاب انکی نسبت میں بھیجدی جاویگی۔ اس لئے ہر ایک بھائی اس امر پر غور کر کے ہمیں اطلاع دے اگر وہ نام درج کرنا چاہیں۔ (ایڈیٹر الحکم)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی علمی عملی دلچسپیوں کا سامان

ایڈیٹر الحکم نے ان دنوں دو جدید کتابیں خود لکھی ہیں اور دو کتابیں تالیف کی ہیں پہلی دو کتابوں میں سے ایک کا نام

نماز اور اسکی حقیقت

ہے۔ اس عجیب اور قابل قدر کتاب کی خوبیوں سے اطلاع پانے کے لئے ہمارے ناظرین ۱۰ دسمبر کے الحکم کا انتظار کریں جس میں اسکا مفصل اشتہار مع فہرست مضامین دیا جاویگا۔ جس انداز اور اسلوب پر اسکو ایڈٹ کیا گیا ہے ہم بجائے خود کہتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز اسے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاویگا۔

دوسری کتاب

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق مستورات کے دلچسپ سلسلہ کا دوسرا نمبر یا

موتیوں کی لڑی کا دوسرا حصہ

ہے جو انہیں ایام مبارک رمضان میں لکھا جا رہا ہے اس رسالہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظمت اور اوسکی صداقت کو عجیب طرز پر دکہایا ہے مشنری عورتوں کے ہتکھنڈوں سے بچنے کی راہ بتلائی ہے اور عام فہم اور سلیس فقروں میں عیسائی مذہب کے رد کا کارگر حربہ سکہایا ہے اسلامی تعلیم کی خوبیوں اور قرآن کریم کے زندہ اعجاز کا ثبوت دیا ہے۔ وہم پرستی اور رسم پرستی کے نقصانات۔ فقیروں کے ہتکھنڈے ٹونے ٹوٹکوں کی خرابیاں دکہائی گئی ہیں۔ اس کتاب کا مفصل اشتہار مع فہرست مضامین بھی اسی اشتہار میں دیا جاوے گی (انشاء اللہ)

اسکے سوا

دو قابل قدر اور ضروری کتابیں اور تالیف ہوئی ہیں اور وہ دونو کاتب لکھہ رہے ہیں۔ انہیں سے ایک کا نام غالباً

خطبات کریمیہ

ہوگا۔ یہ کتاب تین حصوں پر منقسم ہوگی جس میں سے ہر ایک حصہ میں ۱۷ خطبہ ہونگے یہہ خطبے ہیں جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مختلف میں پڑہے ہیں۔ اس سے کتاب کی خوبی اور عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ہر جگہ قریباً جمعہ کی نمازوں میں یہی خطبے پڑہے جاتے ہیں۔

دوسری کتاب

جو تالیف ہو چکی ہے اور کاتب لکھہ رہا ہے وہ مجاہد المسیح یا اسی قسم کے اور مناسب نام سے موسوم ہوگی۔ اس کتاب میں وہ اردو فارسی اشعار جمع کئے گئے ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا ونعت میں لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب حضرت حجۃ اللہ سے رابطہ ایمان ومحبت بڑہانے کے لئے کارگر اور مجرب نسخہ ہوگی اپنی طرز کی نئی درثمین کہلائیگی۔

ان چاروں کتابوں کے لئے دفتر الحکم کے سوا اور کہیں درخواست نہیں کرنی چاہئے قیمت کی نسبت ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمان

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے مکتوبات کو خاکسار ایڈیٹر الحکم نے جو عرصہ سے اون کی تلاش وجستجو میں تہا بہت بڑی مقدار میں جمع کر لیا ہے۔ اور ابھی کر رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً الحکم کے ذریعہ بھی ان گراں بہا اور اچھوتے حقائق کو ناظرین الحکم کے لئے پیش کیا ہے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم پر بہروسہ کرکے ارادہ کیا ہے کہ ان مکتوبات کو پانچ مختلف جلدوں میں چہاپ دیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اور اسباب میسر آسکیں تو فوٹو کی جاوے۔ کہ وہ خوشخط عمدہ اور صحیح چہپیں اس کے لئے مدد کرنا اس قوم کا فرض ہے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کو شناخت کر چکی ہے اور اس کے کلمات طیبات کی قدر سمجہتی ہے۔ صحت کے لئے بزرگان ملت کی امداد کی ضرورت ہے جس کیلئے مجھے امید ہے کہ انہیں دریغ نہ ہوگا اور وہ اس کام میں مجھے مدد دینا اپنا روحانی فرض سمجہیں گے۔ ان مکتوبات کو میں بتفصیل ذیل پانچ حصوں پر تقسیم کروں گا۔

اوّل۔ وہ مکتوبات جو اسلام کے مسائل یا کسی آیت کی تفسیر کے متعلق ہیں۔
دوم۔ وہ مکتوبات جو تعبیر خواب وغیرہ کے متعلق ہیں۔
سوم۔ وہ مکتوبات جو مختلف مذاہب کے رد میں ہیں۔ اسی میں وہ مکتوبات بھی شامل ہوں گے۔ جو مختلف مذاہب کے لیڈروں یا ہادیوں کے نام لکھے گئے ہوں۔
چہارم۔ وہ مکتوبات جو تمام حجت اسلام یا اپنی ذات کے متعلق معترضین یا مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کو لکھے۔
پنجم۔ وہ مکتوبات جو شاہان وقت کو لکھے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ عظیم الشان کام ہے لیکن میں اپنی قوم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اس کا ناچیز اور بے ہنر خادم تو خدا تعالیٰ کے محض فضل سے اس خدمت کے سرانجام دینے کے قابل ہوگا۔ اس لئے یہ مجموعہ جہانتک اسے ملا جمع کر لیا ہے۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی مکتوب ہے تو اس کا فرض ہے کہ اوس کی نقل یا اصل بھیجدے۔ وہ یہ سمجہتا ہوں کہ وہ ایک ضروری دینی خدمت کے پورا کرنے میں مکمل کرنے میں حصہ لے گا۔ مکتوبات کے اوّل ایک دیباچہ انشاء اللہ قابل دید ہوگا۔ جس کے لکھے جانے کی میں حضرت حکیم الامتہ یا مخدوم الملتہ مولوی عبدالکریم صاحب سے درخواست کرونگا ورنہ جو کچھ برا بھلا ہوگا خود لکھکر ان بزرگوں کے سامنے بغرض اصلاح رکھدونگا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اگر ناظرین الحکم مجھے اطلاع دیدیں کہ وہ کس کس قدر جلدیں خرید کر لیں گے تو میں [illegible] قابل ہو سکتا ہوں کہ اندازہ کر لوں کہ کس قدر جلدیں چہپوائی جاسکیں۔ کیونکہ جسقدر زیادہ جلدیں طبع ہونگی اوسیقدر رعایت ہو سکتی ہے۔ (ایڈیٹر الحکم)

مفت راحت کفت

اخویم ایڈیٹر صاحب الحکم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے [illegible] پر اخویم شیخ محمد یوسف صاحب احمدی تحصیلدار کمشنری انبالہ نے نہایت فیاضی سے ۱۰۰ جلد جام شہادت پوری قیمت پر خرید فرما کر احقر کے پاس بغرض مفت تقسیم کے امانت رکہی ہے جناب موصوف چاہتے ہیں کہ جہاں یہ مرثیہ نہیں پہونچ سکا وہاں پہونچ جائے۔ اسلئے میں بذریعہ نیاز نامہ ہذا التماس کرتا ہوں کہ جو صاحب اسکے شائق ہیں اور اسکو پڑہنا چاہتے ہیں تو [illegible] ٹکٹ بہیجکر مجھہ سے منگا لیں۔ حسب گنجائش نسخہ روانہ کر دئے جائیں گے۔ اور شکریہ کا کارڈ بخدمت شیخ صاحب موصوف بمقام انبالہ چہاونی بازار بھیجدیں۔

استفسار و جواب

صُورِ قیامت

سوال - قرآن کریم اور بعض کتابون مین لکھا ہے کہ جب قیامت ہوگی تو پہلے صور یعنی کرنا پہونکا جاویگا اور سب مخلوق جمع ہو جاویگی اور جب دوبارہ کرنا پہونکی جاویگی تو سب مردے جی اوٹہین گے اور خدا تعالیٰ کے حضور مین اکٹہے ہو جاوین گے کتاب کشف القلوب مین لکھا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو کہ ایک عظیم الشان اور مقرب الہی فرشتہ ہے وہ اوس کرنا کو لیکر منتظر کہڑا ہے کہ جب حکم الہی ہو کرنا پہونکے کہ زمین و آسمان کو درہم برہم کر دے کیا یہ بات سچ ہے کہ جسمانی طور پر آسمانون مین کوئی فرشتہ کرنا لیکر منتظر کہڑا ہے۔

راقم یکے از ناظرین الحکم۔

جواب - تفسیر کبیر مین لکہا ہے۔ ان اللہ یعرف الناس من امور الاخرۃ بامثال ما شوہد فی الدنیا و من عادۃ الناس النفخ فی البوق عند الاسفار وفی العسکر فالنفخ فی الصور استعارۃ والمراد منہ البعث والحشر یجوز ان یکون تمثیلاً لدعاء الموتی فان خروجہم من قبورہم خروج الجیش عند سماع صوت البوق

ترجمہ - خداوند تعالیٰ امور آخرت لوگون کو ان مثالون سے سمجہاتا ہے جن کو لوگون نے دیکہا ہے یہ بات آدمیون کی عادت مین ہے کہ لشکرون کے کوچ اور اکٹہے کرنے کیواسطے قرنا بجاتے ہین پس قرآن مین قرنا کا پہونکنا استعارہ ہے اور اس سے مراد بعث اور حشر ہے۔ جائز ہے کہ تمثیل مردون کے بلانے کی ہو کیونکہ مردون کا قبرون سے نکلنا لشکر کے اجتماع کیطرح ہوگا۔

الغرض نفخ صور صرف استعارہ ہے بعثت و حشر کا اور تبدیل حالت کا جسطرح لشکر مین صور بجنے سے سب مجتمع ہو جاتے ہین اور لڑنے کو کہڑے ہو جاتے ہین اور گرد و نواح گروہ آ موجود ہوتے ہین اسیطرح روز حشر مین ارادہ ایزدی سے جسطرح کہ اسکی سنت مین مقرر کیا ہوگا وقت موعود مین سب لوگ اوٹہین گے اور جمع ہو جاوین گے اس حالت کو نفخ صور سے استعارہ کیا گیا ہے پس نفخ صور سے قرآن مجید مین کوئی صور یعنی سنکہ مراد نہین اور نہ یہ کہ اوس کو فرشتے پہونکین گے اور اس کو سن کر اٹہین گے۔

ایک نظر ادہر بہی - یہ کارخانہ عطر ذیل کا عرصہ دراز سے جاری ہے مفصل فہرست طلب کرنے سے روانہ ہوگی، مگر تیل یہ شیشی بخش ہمارے کارخانہ ... ایجاد ہوا ہے بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے نزلہ آنکہون درد سر وغیرہ کیلئے مفید ہے قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ۶ بہ خریدار

کیا تناسخ درست ہے

السلام علیکم

اکثر اہل ہنود کا یہ مقولہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان پہر پیدا ہوتا ہے۔ اوس کا نام اواگون رکہا ہے۔ جیسا انسان فعل کرتا ہے ویسا ہی سزا پاتا ہے اور بعد مرنے کے انسانی شکل سے دوسری شکل مین مثلاً بیل، گہوڑا، گدہا، کتا وغیرہ جونین آتا ہے کیا یہ اون کا مقولہ ٹہیک ہے۔ اور اپنے قول کی تائید مین یہ بہی کہتے ہین کہ پرمیشر جب منصف ہے تو خدا نے ایک کو بادشاہ اور ایک کو غریب عاجز کیون بنایا اگر ہم اس بات پر یہ اعتراض کرین کہ خدا رحیم ہے اور ہمارے گناہ بخشدیتا ہے اور نہ بقالب حیوانات پیدا کرکے سزا دیتا ہے تو ان کے پاس معقول جواب یہ ہے کہ ہم جیسا کرتے ہین اوس کا ویسا ہی نتیجہ لیتے ہین مثلاً اگر گندم بوتے ہین تو گندم ہی پیدا ہوتا ہے نہ کہ جو پیدا ہوتے ہین۔ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عابد کو اور ایک گنہگار کو برابر مرتبہ پر رکہے۔ اگر یہ ہے تو خدا منصف نہین اور یہ بعید از عقل ہے۔ والسلام

راقم۔ جہانگیر اوورسیر محکمہ آبپاشی سنبل گدہ۔ ریاست گوالیار

جواب نمبر اول - اہل ہنود آریہ وغیرہ جن کا اعتقاد تناسخ ہوگا اور جو جونون مین جانا ہے وہ غلط ہے اور اس اعتقاد کے غلط ہونے پر منجملہ دیگر دلائل قویہ کافی دلیل ہے کہ وہ کہتے ہین کہ تناسخ سزا کیلئے ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہین اگر یہ بات ہے تو سابقہ جنم کا علم ہونا انسان کیلئے ضروری ہے تاکہ متنبہ رہے اور جس غلطی و گناہ کے باعث اوس کو کتے بلی وغیرہ کا جنم لینا پڑا تہا اوس گناہ کا مرتکب نہ ہو کیا کوئی آریہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ جنم سے پہلے وہ کس جنم مین تہا۔ اور یہ کہ موجودہ انسانی جنم اوس کو کس عمل کے بدلے مین ملا ہے قرآن کریم نے اس بے بنیاد اعتقاد کو ایک ہی چہوٹے سے جملے مین مشاہدہ مین لاکر رد کر دیا ہے واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئاً۔ **ترجمہ** خدا نے تمکو تمہارے ماون کے شکمون سے نکالا (اگر تناسخ ہوتا تو تم کو پہلے جنم کا علم ہوتا چونکہ تناسخ نہین ہوتا اس لئے تمکو پہلے کا کچہہ علم و خبر نہین۔ کیونکہ تمہاری روحین تمہارے جسمون کے ساتہہ ہی پیدا ہوتی ہین اگر تناسخ کو ٹہیک مانا جاوے تو پہر خداوند تعالیٰ پر ظلم کا اتہام لازم آتا ہے کہ کیون اس نے مجرم انسان کو اس گناہ کا علم نہین دیا جس کے بدلے مین وہ کسی دکہہ یا مصیبت وغیرہ مین مبتلا ہے تاکہ آئندہ اوس گناہ کا ارتکاب نہ کرے

جواب نمبر دوم پرمیشر کے انصاف پر منجملہ دیگر بیشمار دلائل قویہ کے یہی دلیل کافی ہے کہ اوس نے کسی کو بادشاہ کسی کو رعیت کسی کو خادم کسی کو مخدوم بنا لیا ہے۔ اگر دنیا مین سارے ہی آدمی بادشاہ و امیر ہوتے تو ان کے کام کون کرتا اور دنیا کا کاروبار کیونکر چلتا۔ عمدہ مکان کے لوازمات مین سے یہ بات بہی ہے کہ اوس مین باورچی خانہ کے علاوہ بیت الخلا یعنے ٹٹی بہی موجود ہو اگر صرف چولہا ہو اور ٹٹی نہ ہو تو وہ مکان ناقص ہے چولہے کی جگہ ٹٹی اور ٹٹی کی جگہ چولہا نہین چاہئے ہر ایک اپنے اپنے مقام پر ہو۔ یہی انصاف ہے پس بادشاہ کا ہونا بمقام بادشاہ و رعایا کا ہونا بمقام رعایا ہی انصاف اور مبنی بر حکمت ہے

جواب نمبر سوم اگر ہم جیسا کرتے ہین ویسا ہی اس کا نتیجہ پاتے ہین اور خداوند تعالیٰ ہمارے برے نتائج کو ہماری توبہ و اعمال صالحہ سے ٹال نہین سکتا بلکہ ہمیشہ اعمال ہی کے چکر مین گردش ہے اور جبکہ ارواح بہی بموجب اعتقاد آریہ پرمیشر کیطرح انادی ہین اور ان کی مکتی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے ہی اعمال کے ذریعہ نجات پاتے ہین تو اب آریہ بتائین کہ خدا کس مرض کی دوا ہے۔ دو ہی باتین مشکل تہین اول ارواح کی پیدائش دوم انکی مکتی و نجات۔ پہر آریون کے عقیدہ کے مطابق جبکہ ارواح خود بخود خدا کیطرح انادی و ازلی ہین اور ان کو مختلف اجسام مین آکر اپنے اعمال کے نتائج بہگتنے پڑتے ہین اور اپنے ہی اعمال سے اون کو نجات و مکتی حاصل ہوتی ہے اور پرمیشر کا نہ پیدائش ارواح مین دخل ہے اور نہ اونکی نجات مین تو پہر ہم پوچہتے ہین کہ پرمیشر کیا کام کرتا ہے اور اوسکی خدائی کی ارواح کو ضرورت کیا ہے۔ الغرض تناسخ کے اعتقاد والون کا مذہب بہت گندہ اور بودا ہے آریون نے خداوند کریم کو بالکل معطل و بیکار ٹہرایا ہے بلکہ آریہ بالحقیقت دہریے ہین۔

جواب نمبر چہارم - خداوند تعالیٰ نے عابدون کیلئے صرف مرنے پر ادہار نہین رکہا بلکہ جنتی زندگی کا جیسا کہ اوس نے اپنے سچے عابدون سے وعدہ کیا ہے ویسا ہی اون کو دنیا ہی مین وہ جنت عطا کرتا ہے اور وہ نہین مرتے جب تک اوس جنتی زندگی کو دنیا مین نہ پالین چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ومن عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون پارہ ۱۴ - سورہ نحل

ترجمہ جو مرد و عورت نیک عمل کرین ہم ان کو پاک جنتی زندگی دنیا ہی مین عطا کرتے ہین اور ان کو اعمال کا بہت اچہا اجر دیتے ہین۔

یہ صرف وعدہ ہی نہین بلکہ اس زندگی والے انسان اہل اسلام مین ہزارہا متنفس ہر زمانہ مین موجود رہتے ہین

. . . .

. . . — . . . جو اوس جنتی زندگی کو اس دنیا مین پاکر خداوند تعالیٰ کی نعمت کی یون تحدیث کرتے ہین۔ اور دنیا مین صداقت اسلام کا خدا کیطرف سے سچا نشان رہتے ہین چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود فرماتے ہین۔

بائیم ز لطف یار بجنت خزیدہ است
دفتر عشق من حبیب بدست است ساغرم
با دبہشت بر دل پر سوز من وزد
صد نکہت لطیف دہد دود مجمرم
ہر لحظہ خورم ز جام وصال دوست
ہردم انیس یار و علے رغم منکرم
کارم ز قرب یار بجائے رسیدہ است
کاشکا نہم فہم و دانش اغیار برترم
مرا جنت علیا است مسکن و ماوا
چرا بسبز بلا این تشنہ جا باشد
ازان قفس بہ پرم برون کہ دنیا نام
کنون بکنگرہ عرش جائے ما باشد
مرا بگلشن رضوان حق شدہ ست گذر
مقام من چمن قدس و الصفا باشد
منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

قرآن کریم کے ایک اور مقام مین خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیائکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

ترجمہ - جو لوگ اپنے سچے قول و فعل سے اپنے پروردگار پر ایمان لاکر اسی پر قائم رہتے ہین اون پر خداوند تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہین اور ان کو دنیا عالم اسباب کے دکہون و تکلیفون کے ظہور حوادث کیوقت دلاسا و اطمینان دلاتے ہین کہ مت ڈرو اور غمگین نہ ہو اس دنیا اور آخرت مین ہم تمہارے کارساز و مددگار ہین تمکو خوشخبری ہو اوس جنت کی جس کا تمہارے لئے وعدہ تہا۔ خداوند تعالیٰ کے متقی و خدا ترس بندے ان وعدون کا ایفا اپنی جان پر اس دنیا مین مشاہدہ کر لیتے ہین۔

سوال

احادیث موضوعہ کی کیا پہچان ہے؟

جواب ومما یدخل فی قرینۃ حال المروی ما نقل عن الخطیب عن ابی بکر من الطیب ان من جملۃ دلیل الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلتحق بہ ما یدفعہ الحس والمشاہدۃ او یکون منافیاً لدلالۃ الکتاب القطعیۃ او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی

تدریب الراوی صفحہ ۹۹ یعنی تدریب الراوی مین لکہا ہے کہ موضوع ہونے کی ان قرینون مین سے جو خود روایت کے دیکہنے سے معلوم ہوتی ہین وہ قول ہے جو خطیب سے منقول ہے اور اس نے ابوبکر بن الطیب سے نقل کیا ہے کہ موضوع ہونے کے تمام دلائل مین سے ایک یہ ہے کہ حدیث اسطرح عقل کے خلاف ہو کہ اسکی تاویل نہ ہو سکتی ہو اور اسی ذیل مین وہ حدیث ہے جس کا مضمون حس و مشاہدہ کے برخلاف ہو یا کتاب اللہ یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے برخلاف ہو۔

استفسار وجواب

صُورِ قیامت

سوال۔ قرآن کریم اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب قیامت ہوگی۔ تو پہلے صور یعنے نرا پہونکا جاویگا اور سب مخلوق جمع ہو جاوینگی اور جب دوبارہ نرا پہونکی جاویگی تو سب مردے جی اوٹھینگے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں اکٹھے ہو جاوینگے کتاب کشف القلوب میں لکھا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو کہ ایک عظیم الشان اور مقرب الٰہی فرشتہ ہے وہ اوس نرا کو لیکر منتظر کھڑا ہے کہ جب حکم الٰہی ہو کرنا پہونکے کہ زمین و آسمان کو درہم برہم کردے کیا یہ بات سچ ہے کہ جسمانی طور پر آسمانوں میں کوئی فرشتہ کرنا لیکر منتظر کھڑا ہے۔

راقم یکے از ناظرین الحکم۔

جواب۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ ان اللہ یعرف الناس من امور الاخرة بامثال ماشوھد فی الدنیا ومن عادة الناس النفخ فی البوق عند الاسفار وفی العساکر فالنفخ فی الصور استعارة والمراد منه البعث والحشر یجوز ان یکون تمثیلا لدعاء الموتی فان خروجھم من قبورھم خروج الجیش عند سماع صوت البوق

ترجمہ۔ خداوند تعالیٰ امور آخرت لوگون کو ان مثالون سے سمجہاتا ہے جن کو لوگون نے دیکہا ہے یہ بات آدمیون کی عادت میں ہے کہ لشکرون کے کوچ اور اکٹھے کرنے کیواسطے نرا بجاتے ہیں پس قرآن میں نرا کا پہونکنا استعارہ ہے اور اس سے مراد بعث اور حشر ہے۔ جائز ہے کہ یہ تمثیل مردون کے بلانیکی ہو کیونکہ مردون کا قبرون سے نکلنا لشکر کے اجتماع کیطرح ہوگا۔

الغرض نفخ صور صرف استعارہ ہے بعثت وحشر کا اور تبدیل حالت کا جسطرح لشکر میں صور بجنے سے سب مجتمع ہو جاتے ہیں اور لڑنے کو کہڑے ہو جاتے ہیں اور گردو دور گروہ آ موجود ہوتے ہیں اسیطرح یوم حشر میں ارادہ ایزدی سے جسطرح کہ اس نے اپنی سنت میں مقرر کیا ہی ہوگا وقت موعود میں سب لوگ اوٹھینگے اور جمع ہو جاوینگے اس حالت کو نفخ صور سے استعارہ کیا گیا ہے پس نفخ صور سے قرآن شریف میں کوئی صور نفخ سے استعارہ مراد نہیں اور نہ یہ ہے کہ اوس کو فرشتے لئے ہوئے ہونگے اور اس کو پہونکینگے۔

ایک نظر ادہر بھی۔ یہ کارخانہ عطر و تیل کا عرصہ دراز سے جاری ہے مفصل فہرست طلب کرنے سے روانہ ہوگی۔ مگر تیل یہ تیل خاص بالون کے واسطے تیار ہوا ہے بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے نزلہ آنکہون درد سر وغیرہ کیلئے مفید ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک عہ خریدار

کیا تناسخ درست ہے

السلام علیکم

اکثر اہل ہنود کا یہ مقولہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان پہر پیدا ہوتا ہے۔ اوس کا نام اواگون رکہا ہے۔ جیسا انسان فعل کرتا ہے ویسا ہی سزا پاتا ہے اور بعد مرنے کے انسانی شکل سے دوسری شکل میں مثلاً بیل۔ گہوڑا۔ گدہا۔ کتا وغیرہ جونین آتا ہے کیا یہ اون کا مقولہ ٹہیک ہے اور اپنے قول کی تائید میں یہ بہی کہتے ہیں کہ پرمیشر جب منصف ہے تو خدا نے ایک کو بادشاہ اور ایک کو غریب ماں کیون بنایا اگر ہم اس بات پر یہ اعتراض کرین کہ خدا رحیم ہے اور ہمارے گناہ بخشدیتا ہے اور نہ بقلب حیوانات پیدا کر کے سزا دیتا ہے تو ان کے پاس معقول جواب یہ ہے کہ ہم جیسا کرتے ہیں اوس کا ویسا ہی نتیجہ پاتے ہیں مثلاً اگر گندم بوتے ہیں تو گندم ہی پیدا ہوتا ہے نہ نخود پیدا ہوتے ہیں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عابد کو اور ایک گنہگار کو برابر مرتبہ پر رکہے۔ اگر یہ ہے تو خدا منصف نہیں اور یہ بعید از عقل ہے۔ والسلام

راقم۔ جہانگیر اور سیر محکمہ آبپاشی سنبل گدہ ریاست گوالیار

جواب نمبر اول۔ اہل ہنود آریہ وغیرہ جن کا اعتقاد تناسخ ہونا اور جونون میں جانا ہے وہ غلط ہے اور اس اعتقاد کے غلط ہونے پر منجملہ دیگر دلائل قویہ کافی دلیل ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تناسخ سزا کیلئے ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر یہ بات ہے تو سابقہ جنم کا علم ہونا انسان کیلئے ضروری ہے تاکہ متنبہ رہے اور جس غلطی و گناہ کے باعث اوس کو کتے بلی وغیرہ کا جنم لینا پڑا تہا اوس گناہ کا مرتکب نہ ہو کیا کوئی آریہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ جنم سے پہلے وہ کس جنم میں تہا۔ اور یہ کہ موجودہ انسانی جنم اوس کو کس عمل کے بدلے میں ملا ہے قرآن کریم نے اس بے بنیاد اعتقاد کو ایک ہی چہوٹے سے جملے میں مشاہدہ میں لاکر رد کر دیا ہے واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا۔ **ترجمہ** خدا نے تمکو تمہارے ماؤن کے شکمون سے نکالا (اگر تناسخ ہوتا تو تم کو پہلے جنم کا علم ہوتا چونکہ تناسخ نہیں ہوتا اس لئے تمکو پہلے کا کچہہ علم و خبر نہیں۔ کیونکہ تمہاری روحین تمہارے جسمون کے ساتہہ ہی پیدا ہوتی ہیں اگر تناسخ کو ٹہیک مانا جاوے تو پہر خداوند تعالیٰ پر ظلم کا الزام لازم آتا ہے کہ کیون اس نے مجرم انسان کو اس گناہ کا علم نہیں دیا جس کے بدلے میں وہ کسی دکہہ یا مصیبت وغیرہ میں مبتلا ہے تاکہ آئندہ اوس گناہ کا ارتکاب نہ کرے

جواب نمبر دوم پرمیشر کے انصاف پر منجملہ دیگر بیشمار دلائل قویہ کے یہی دلیل کافی ہے کہ اوس نے کسی کو بادشاہ کسی کو رعیت کسی کو خادم کسی کو مخدوم بنایا ہے۔ اگر دنیا میں ساری ہی آدمی بادشاہ و امیر ہوتے تو ان کے کام کون کرتا اور دنیا کا کاروبار کیونکر چلتا۔ عمدہ مکان کے لوازمات میں سے یہ بات بہی ہے کہ ادمین باورچیخانہ کے علاوہ بیت الخلا یعنے ٹٹی بہی موجود ہو اگر صرف چولہا ہو اور ٹٹی نہ ہو تو وہ مکان ناقص ہے چولہے کی جگہ ٹٹی اور ٹٹی کی جگہ چولہا نہیں چاہیئے ہر ایک کے اپنے اپنے مقام پر ہونا ہی انصاف ہے پس بادشاہ کا ہونا بمقام بادشاہ اور رعایا کا ہونا بمقام رعایا ہی انصاف اور مبنی بر حکمت ہے

جواب نمبر سوم اگر ہم جیسا کرتے ہیں ویسا ہی اس کا نتیجہ پاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ ہمارے برے نتائج کو ہماری توبہ و اعمال صالحہ ٹال نہیں سکتا بلکہ ہمیشہ اعمال ہی کے محور پر گردش ہے اور جبکہ ارواح بہی بموجب اعتقاد آریہ پرمیشر کیطرح انادی ہیں اور ان کی مکتی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے ہی اعمال کے ذریعہ نجات پاتے ہیں تو اب آریہ بتائین کہ خدا کس مرض کی دوا ہے۔ دو ہی باتین مشکل تہین اول ارواح کی پیدائش دوم انکی مکتی و نجات۔ پہر آریون کے عقیدہ کے مطابق جبکہ ارواح خود بخود خدا کیطرح انادی و ازلی ہیں اور ان کو مختلف اجسام میں اگر اپنے اعمال کے نتائج بہگتنے پڑتے ہیں اور اپنے ہی اعمال سے اون کو نجات و مکتی حاصل ہوتی ہے اور پرمیشر کا نہ پیدائش ارواح میں دخل ہے اور نہ انکی نجات میں تو پہر ہم پوچہتے ہیں کہ پرمیشر کیا کام کرتا ہے اور اوسکی خدائی کی ارواح کو ضرورت کیا ہے۔ الغرض تناسخ کے اعتقاد والون کا مذہب بہت گندہ اور بودا ہے آریون نے خداوند کریم کو بالکل معطل و بیکار ٹہرایا ہے بلکہ آریہ بالحقیقت دہریئے ہیں۔

جواب نمبر چہارم۔ خداوند تعالیٰ نے عابدون کیلئے صرف مرنے پر ادہار نہیں رکہا بلکہ جنتی زندگی کا جیسا کہ اوس نے اپنے سچے عابدون سے وعدہ کیا ہے ویسا ہی اون کو دنیا ہی میں وہ جنت عطا کرتا ہے اور وہ نہیں مرتے جب تک اوس جنتی زندگی کو دنیا میں نہ پالین چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوة طیبة ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون پارہ ۱۴۔ سورہ نحل

ترجمہ جو مرد و عورت نیک عمل کرین ہم ان کو پاک جنتی زندگی دنیا ہی میں عطا کرتے ہیں اور ان کو اعمال کا بہت اچہا اجر دیتے ہیں۔

یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ اس زندگی والے انسان اہل اسلام میں ہزارہا متنفس ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں . . . . جو اوس جنتی زندگی کو اس دنیا میں پاکر خداوند تعالیٰ کی نعمت کی یون تحدیث کرتے ہیں۔ اور دنیا میں صداقت اسلام کا خدا کیطرف سے نشان رہتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود فرماتے ہیں۔

پائیم ز لطف یار بجنت خزیدہ است
در عشق آن حبیب بدست ہست ساغرم
با دہشت بر دل پر سوز من وزد
صد نکہت لطیف دہد دو د مجمرم
ہر لحظہ مے خورم ز جام وصال دوست
ہر دم انیس یار علےٰ رغم منکرم
کارم ز قرب یار بجائے رسیدہ است
کانجا نہم وفہم نرسد اغیار بر ترم
مرا کہ جنت علیا است مسکن و ماوا
چرا بہ سیر بدین نشیب جا باشد
ازان نفس برمیدم برون کہ دنیا نام
کنون بکنگرہ عرش جائے ما باشد
مرا بگلشن رضوان حق شدہ ست گذر
مقام من چمن قدس و اصفیا باشد
منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

قرآن کریم کے ایک اور مقام میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیٰؤکم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة۔

ترجمہ۔ جو لوگ اپنے سچے قول و فعل سے اپنے پروردگار پر ایمان لاکر اسی پر قائم رہتے ہیں اون پر خداوند تعالیٰ کے فرشتے اترتے رہین اور ان کو دنیا عالم اسباب کے دکہون و تکلیفون کے ظہور و حوادث کیوقت دلاسا و اطمینان دلاتے ہیں کہ مت ڈرو اور غمگین نہ ہو اس دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے کارساز و مددگار ہیں تمکو خوشخبری ہو جنت کی جس کا تمہارے لئے وعدہ تہا۔ خداوند تعالیٰ کے متقی و خدا ترس بندے ان وعدون کا ایفا اپنی جان پر اس دنیا میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

سوال

احادیث موضوعہ کی کیا پہچان ہے

جواب ومما یدخل فی قرینة حال المروی ما نقل عن الخطیب عن ابی بکر من الطیب ان من جملة دلیل الوضع ان یکون مخالفا للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلتحق بہ ما یدفع الحس والمشاھدة او یکون منافیا لدلالة الکتاب القطعیة او السنة المتواترة او الاجماع القطعی۔ تدریب الراوی صفحہ ۹۹ یعنی تدریب الراوی میں لکہا ہے کہ موضوع ہونیکی ان قرینون میں سے جو خود روایت کے دیکہنے سے معلوم ہوتی ہیں وہ قول ہے جو خطیب سے منقول ہے اور اس نے ابوبکر بن الطیب سے نقل کیا ہے کہ موضوع ہونے کے تمام دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حدیث اسطرح عقل کے خلاف ہو کہ اسکی تاویل نہ ہو سکتی ہو اور اس ذیل میں وہ حدیث ہے جس کا مضمون حس و مشاہدہ کے برخلاف ہو یا کتاب اللہ یا حدیث متواترہ یا اجماع قطعی کے برخلاف ہو۔

ایک شامی کو حضرت مسیح موعود کی نصیحت

ہمارا یہاں تک تجربہ و مشاہدہ مسامعہ ہے ہم نے معلوم کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہایت آرزو ہے کہ ممالک مغربیہ امریکہ۔ یورپ۔ افریقہ وغیرہ میں اسلام کی تبلیغ و تکمیل اشاعت ہو اور آپ ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آرزو و برکت و ہمت و دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ ریویو آف ریلیجنز جو ایک ماہواری رسالہ بزبان انگریزی برائے تبلیغ اسلام قادیان سے شائع ہوتا ہے اس نے یورپ و امریکہ وغیرہ ممالک میں ایک ہل چل ڈالدیا ہے اور عیسائی دنیا یکار اٹھی ہے کہ بس اب مذہب عیسویت کا خاتمہ ہو چکا گیا۔ امریکہ و انگلستان و یورپ کے کئی روحیں جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی مستعدی ظاہر کر رہی ہیں۔ قریباً عرصہ چند سال کا گذرا ہے کہ قادیان میں دو شخص ایک بغدادی اور ایک شامی بقصد زیارت حضرت مسیح موعود وارد ہوئے شامی جو قوی ہیکل نوجوان آدمی تھا اوس نے قادیان میں پڑھنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ حضرت حکیم الامۃ کے حلقہ درس میں شامل ہو گیا اور کتب وغیرہ کچھ چیز کا اوس نے احتیاج ظاہر کیا اوس کیلئے مہیا کیا گیا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بات سنکر بہت خوشی ہوئی کہ یہ شخص یہاں سے اپنی تعلیم کا نصاب پورا کر کے عربی بولنے والے ممالک میں جا کر تبلیغ کریگا مگر قادیان جو کہ ایک معمولی قصبہ ہے جسکی آبادی غالباً قریب ہزار آدمی کی ہو گی اسمیں سیاحت منش آدمی کی طبیعت اگتا جاوے تو کچھ تعجب نہیں۔ شامی نے چند روز کے بعد ظاہر کیا کہ حج کا موسم قریب ہے میں حج کو جانا چاہتا ہوں حضرت اقدس کو ایک رقعہ لکھا اور کچھ روپے طلب کیے۔ اس کا نام محمد قدسی مشہور تھا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے محمد قدسی کو مندرجہ ذیل جواب بصیحتہ للناصح کو ہم بعینہ بیان درج کرتے ہیں میں نے یہ خط محمد قدسی سے لیکر نقل کر لیا تھا

محمد فضل

السلام علیکم۔ بلغ الی مکتوبک فالاسف کل الاسف انک ما فہمت ما قصدنا فانک تطلب تنشر الاسلام وکنا اردنا ان ترزق من لب الاسلام وروحہ لو کنت تخاف اللہ لفکرت فی امرنا وفیما یبتغی اللہ بہ واعلم ان عملا من الاعمال لا یفید لاحد من دون ان یعرفنی ویعرف دعوای ودلائلی فالخیر کل الخیر لک ان تتوب من خیال ذہابک بعد العید وتلبث عندنا برہۃ من الزمان وتتعلم علما انا نا اللہ ولا اعلم ای نعمۃ لک فی الحج قبل تصحیح الایمان والی ارسل الیک اربعۃ روبیۃ فانفق فیما حدث لک من الضرورۃ فان شئت فالبث وان شئت فان شئت فاذہب بہذا الزاد منا ولیس لک فی ذہابک خیر بل خسران مبین ولکن کیف المہمل ولا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور والسلام علی من اتبع الہدی۔

الراقم المتوکل علی اللہ احد احمد عفی اللہ عنہ

ترجمہ - السلام علیکم۔ مجھے تمہارا خط پہنچا۔ بڑا افسوس ہے جس بات کا ہم نے تمہارے لئے ارادہ کیا تھا تو اس کو نہیں سمجھتا تو اسلام کا چھلکا طالب ہے اور ہم نے ارادہ کیا تھا کہ تجھے اسلام کے مغز و روح سے بہرہ ور کیا جائے اگر تجھے خوف خدا ہوتا تو ہمارے کام اور جس امر کیلئے ہمیں خداوند تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اوس میں فکر کرتا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اعمال کسی کو کوئی عمل فائدہ نہیں دیسکتا سوا اس کے کہ مجھے اور میرے دعوے اور میرے دلائل کو پہچانے اور تجھے۔ تیرے لئے ساری بھلائی اسمیں ہے کہ عید شئے بعد جانے کے خیال کو چھوڑ دو اور ہمارے پاس کچھ زمانہ رہکر اوس علم کو سیکھو جو علم ہم کو خداوند تعالیٰ نے دیا ہے میں نہیں جانتا کہ صحت ایمان سے پہلے تجھے حج کو جانے میں کیا فائدہ حاصل ہوگا میں تجھے چار روپیہ بھیجتا ہوں جو ضرورت پیش ہے اسمیں خرچ کرو اگر چاہو تو یہاں ہی رہو اور اگر جانا چاہو تو اسی خرچ کے ساتھ ہمارے طرف سے رخصت ہو تیرا یہاں سے جانا اچھا نہیں بلکہ سراسر نقصان و زیاں ہے لیکن میں تجھے کسطرح سمجھاؤں کہ آنکھیں نابینا نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ نابینا ہیں خدا سلامتی رکھے ہر ایک ایسے شخص کو جو اسلام کا سچا تابعدار ہے۔

(الراقم المتوکل علی اللہ الا حد احمد عفی اللہ عنہ)

محمد مصطفے صلعم کا آخری خطبہ بموسم حج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایہا الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ہذا بہذا الموقف ابدا - ایہا الناس ان دماءکم واموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ہذا وحرمۃ شہرکم وستلقون ربکم فیسالکم من اعمالکم وقد بلغت فمن عندہ امانۃ فلیودہا الی من ائتمنہ علیہا۔

فاعقلوا ایہا الناس واسمعوا قولی فانی قد بلغت قولی وترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ وسنۃ نبیہ۔

ایہا الناس اسمعوا قولی واعلموا ان کل مسلم للمسلم اخ وان المسلمین اخوۃ فلا یحل لامرء من مال اخیہ الا ما اعطاہ ایاہ من طیب نفسہ الا بلغت قالوا اللہم نعم فقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہم اشہد۔

ترجمہ - اے لوگو میری بات کو سنو شاید اس سال کے بعد تمکو اس مقام میں آئندہ ہرگز نہ ملوں گا۔ اے لوگو تمہارے خون و مال تم پر اس دن اور اس مہینہ کیطرح حرام ہیں جب کہ تم اپنے پروردگار سے ملوگے تو وہ تم سے تمہارے اعمال پوچھیگا میں نے اپنی رسالت پہونچا دی جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ صاحب امانت کو ادا کرے۔

اے لوگو سمجھو اور میری بات کو سنو میں نے اپنی بات تمکو پہونچا دی اور میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر چلا ہوں کہ اگر تم نے اسے تمسک کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ خدا کی کتاب قرآن کریم اور اس کے نبی کا اس پر عمل درآمد ہے لوگو میری بات سنو اور اس پر عمل کرو ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے مسلمان آپس میں بھائی ہیں کسی مسلمان پر کسی بھائی کا مال حلال نہیں ہے مگر اسقدر جو وہ اسکو خود اپنی رضامندی سے دے میں نے اپنی رسالت پہونچا دی ساری مخلوق جو موقف میں حاضر ہو کہنے لگی بیشک آپ نے اپنی رسالت پہونچا دی۔ پس پیغمبر خدا صلعم نے پکار کر کہا اے اللہ گواہ رہ

ملفوظات میں سے کچھ

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء

مسئلہ ظہر کے وقت ایک صاحب کی خاطر حضرت حکیم نور الدین صاحب نے ایک مسئلہ حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ ایک شخص ہیں جن کے پاس بیس بائیس ہزار کے قریب روپیہ موجود ہے - ایک سکھ ہے وہ ان کا روپیہ تجارت میں استعمال کرنا چاہتا ہے اور ان کے اطمینان کی اس نے تجویز کی ہے کہ یہ روپیہ بھی اپنے قبضہ میں رکھیں لیکن جس طرح وہ ہدایت کرے - اسی طرح ہر ایک شے خرید کر جہاں لے - وہاں روانہ کریں - اور جو روپیہ آوے وہ امانت رہے - سال کے بعد وہ سکھ دو ہزار چھ سو روپیہ ان کو منافع کا دیدیا کرے گا - یہ اس غرض سے یہاں فتویٰ دریافت کرنے آئے ہیں کہ یہ روپیہ جو انکو سال کے بعد ملیگا - اگر سود نہ ہو تو شراکت کر لی جاوے حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے خود بھی کام کرنا ہے اور انکی محنت کو دخل ہے اور وقت بھی صرف کریں گے - اس لئے ہر ایک شخص کی حیثیت کے لحاظ سے اسکے وقت اور محنت کی قیمت ہوا کرتی ہے - دس ہزار اور دس دس لاکھ روپیہ لوگ اپنی محنت اور وقت کا معاوضہ لیتے ہیں - لہذا میرے نزدیک تو یہ روپیہ جو انکو وہ دیتا ہے - سود نہیں ہے - اور میں اسکے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں - سود کا لفظ تو اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے (صرف روپیہ کے معاوضہ میں) لیا جاتا ہے اب اس ملک میں اکثر مسائل زیر و زبر ہو گئے ہیں کل تجارتوں میں ایک نہ ایک حصہ سود کا موجود ہے اس لئے اس وقت نئے اجتہاد کی ضرورت ہے -

جو صاحب اس مسئلہ کو دریافت کرنے آئے تھے - اونکی دینداری واقعی میں قابل رشک ہے - کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں نے حلال و حرام کی تمیز کو خیر باد کہکر صرف زر اندوزی کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے - یہ صاحب استفسار کے لئے اسقدر سفر درازطے کر کے آئے صرف اس غرض سے کہ کہیں اس لین دین میں سود نہ ہو جاوے - اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے کل اہل اسلام کو اسی قسم کی توفیق دیوے - کہ وہ اپنے معاملات میں دین کو مقدم رکھیں - آمین - ایڈیٹر

ظہر کی نماز سے پیشتر حضور علیہ السلام نے کچھ روپیہ جن کی تعداد غالباً ۸ یا دس ہوگی ایک مخلص مہاجر کو یہ کہکر دیئے کہ چونکہ موسم سرما ہے - آپکو کپڑوں کی ضرورت ہوگی - اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا - خود حضور علیہ السلام نے اونکی ضرورت کو محسوس کر کے یہ رقم عطا کی جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپکو مخلص خدام کی ضرورت کا کسقدر خیال ہے -

گناہوں سے معصوم انبیاء ہیں - لیکن دوسرے لوگ توبہ و استغفار کے ذریعہ سے اون سے مشابہت پیدا کر لیتے ہیں -

۲۱ - اکتوبر ۱۹۰۴ء

آلہی رحمت سے مغفرت

ایک صاحب کے رشتہ دار کسی وجہ سے قید ہو گئے تھے اون کے ذکر پر حضرت حکیم نور الدین صاحب نے عرض کی - کہ میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ او سے خود استغفار کی تاکید کی جاوے اسپر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا - کہ بعض لوگ جو استغفار کے لائق ہیں وہ تو استغفار کرتے ہیں - اور دوسروں کو محض خدا کی رحمت سے ہی ربانی الہام یا کرتی ہے - جن طبیعتوں میں کجی ہے - اون کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے - ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا - کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کبھی فارسی زبان میں بھی کلام کی ہے - تو آپ نے فرمایا ہاں - ایک دفعہ یہ فقرہ الہام ہوا تھا -

ع این مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم

روس و جاپان کی جنگ پر لطیفہ

اس جنگ کا ذکر تھا حضرت حکیم نور الدین صاحب نے بیان کیا کہ اس قدر خونریز جنگ ہے - کہ ہزاروں آدمی ہلاک ہو رہے ہیں علاوہ دونوں سلطنتوں کا مذہب ایسا ہے جس کی رو سے اس جنگ کی مطلق نوبت ہی نہ آنی چاہئے - جاپان کا بدھ مذہب ہے - اور اس کی رو سے ایک چیونٹی کا مارنا بھی گناہ ہے - روس عیسائی ہے - سو اوس کو چاہئے - کہ مسیح کی تعلیم کے بموجب اگر جاپان ایک مقام پر قبضہ کرے - تو دوسرا مقام خود اس کے حوالہ کر دیں +

(البدر)

(۴) تمدن کی ترقی کا سب بڑا ذریعہ، اور ترقی تمدن کی سب بڑی علامت، مذہبی نفرت اور مذہبی جبر کا دور کرنا ہے، دنیا جب سے آباد ہے ہمیشہ ہر ملک مین، ہر قوم مین، ہر سلطنت مین یہ طریقہ رہا کہ غیر مذہب والون پر جبر کیا جاتا تھا، ان کو مذہبی آزادی نہین دیجاتی تھی، ان سے نفرت اور حقارت کی تلقین کیجاتی تھی اور مختلف طریقون سے لوگون کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا جاتا تھا۔ صرف یہی نہین بلکہ اسلام سے پہلے تمام دنیا کا یہ مذاق تھا اور یہ گویا انسان کی فطرت ہوگئی تھی کہ جب دو شخصون مین کسی رائے اور خیال کے متعلق اختلاف ہوتا تھا، تو اس کا اثر معاشرت کے تمام امور پر پڑتا تھا یعنے دونون مین جنبیت پیدا ہوکر منافرت اور عداوت کی حد تک نوبت پہونچتی تھی۔

سب سے پہلے اسلام نے اختلاف مذہب اور دیگر تعلقات کے حدود جداگانہ قایم کیے یعنی یہ بتایا کہ اگر کسی شخص سے مذہب مین اختلاف ہو، تو اس کا اثر عام معاشرت پر نہین پڑنا چاہیے، والدین کے جہان حقوق بیان کیے وہان فرمایا کہ

وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا — اگر وہ دونون اس بات پر زور ڈالین کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کر جسکا تجکو علم نہین ہے (یعنی اگر والدین شرک پر مجبور کرین) تو تو انکا کہنا مان لیکن دنیا مین ان سے اچھا برتاؤ کر

پھر عام طور پر فرمایا۔

لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين — جن لوگون نے تم سے مذہبی جنگ نہین کی اور تم کو تمہارے گھرون سے نہین نکالا، انکی نسبت خدا تم کو منع نہین کرتا کہ تم ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرو، بے شبہ خدا انصاف کو پسند کرتا ہے۔

اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ اس مسئلہ کا اصلی فلسفہ بتا دیا یعنے خدا نے انسانون کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ انکی صورت۔ سیرت۔ خیال مذاق اور رائے مین اختلاف ہو۔ اس لئے اس بات کی خواہش کرنا کہ تمام لوگ خواہ مخواہ متحد الخیال ہو جائین گویا فطرت انسانی کو مٹانا ہے اس نکتہ کو قرآن نے ان لفظون مین ادا کیا۔

ولو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم (هود) — اور اگر خدا چاہتا تو تمام آدمیون کو ایک ہی امت بنا تا لیکن لوگ ہمیشہ مختلف رہین گے بجز ان کے جنپر خدا کا رحم ہو اور خدا نے اسی لیے ان لوگون کو بنایا ہے۔

ولو شاء ربك لآمن من في الارض جميعا (يونس) — اور اگر خدا چاہتا تو دنیا کے تمام آدمی مسلمان ہو جاتے

ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة (مائدہ) — اور اگر خدا چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بناتا

ولو شاء الله ما اشركوا (انعام) — اور اگر خدا چاہتا تو لوگ شرک نہ کرتے۔

ولو شاء الله لجمعهم على الهدى (انعام) — اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔

افلم ييأس الذين آمنوا ان لو يشاء الله لهدى الناس جميعا (رعد) — کیا مسلمان مایوس نہین ہو گئے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگون کو ہدایت کر دیتا۔

ولو شاء الله لجعلهم امة واحدة (شورى) — اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بناتا۔

ولو شاء لهداكم اجمعين (نحل) — اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لاتا۔

ولو شئنا لآتينا كل نفس هداها (سجدہ) — اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کر دیتے۔

بعض وقت جناب رسول اللہ کو باقتضائے بشریت کافرون کی سرکشی اور بے پروائی گران گذرتی تھی۔ اسپر قرآن مجید مین یہ آیت اتری۔

وان كان كبر عليك اعراضهم فان استطعت ان تبتغي نفقا في الارض او سلما في السماء فتأتيهم بآية ولو شاء الله لجمعهم على الهدى فلا تكونن من الجاهلين — اور اگر انکی کشی تجھ پر گران گذرتی ہے تو اگر ممکن ہو تو زمین کے اندر سرنگ تلاش کر یا آسمان مین سیڑھی پر چڑھ جا ؤ تا کہ ان کو کوئی معجزہ دکھاؤ (تو کر دکھا) اور اگر خدا چاہتا تو سب کو راہ راست پر متفق کر دیتا۔ تو دیکھ جاہل نہ بن۔

لیکن چونکہ اکثر انسانون کی فطرت ایسی ہی بنائی ہے کہ وہ ہدایت اور وعظ و پند سے حق بات کو قبول کر لیتے ہین، اس لیے اسلام نے وعظ اور پند کے ذریعے سے دعوت اسلام کی اجازت دی اور فرمایا

وادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن (نحل) — لوگون کو اپنے خدا کے راستہ کیطرف بلا، بذریعہ حکمت کے اور بذریعہ وعظ کے اور لوگون سے بحث کر معقول طریقہ سے

فذكر انما انت مذكر لست عليهم بمصيطر فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (مزمل) — لوگون کو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے نہ کہ داروغہ۔ تو جس کے جی مین آئے وہ اپنے خدا کی راہ اختیار کرے۔

افانت تكره الناس حتى يكونوا مومنين — کیا تو لوگون کو زبردستی مسلمان کرنا چاہتا ہے۔

اعتقاد اور یقین ایسی چیز ہے جو دل سے متعلق ہے اس لئے کوئی شخص کسی کے دل مین کوئی یقین جبر اور زبردستی سے نہین پیدا کرسکتا، اس بنا پر مذہب مین جبر کرنا بالکل بیفائدہ چیز ہے، لیکن یہ نکتہ اس وقت تک دنیا کی سمجھ مین نہ آیا جب اسلام نے یہ نہین کہا کہ۔

لا اكراه في الدين (آل عمران) — مذہب کوئی زبردستی کی چیز نہین۔

موزول سیمان جو فرانس کا بہت بڑا فاضل گذرا ہے لکھتا ہے کہ مذہبی آزادی کو کچھ بہت دن نہین گذرے کیونکہ دنیا کی تمام تاریخین درحقیقت مذہبی تعصب اور کینہ وری کا مجموعہ مین اس کے بعد فاضل مذکور نے قرون اولی سے عہد وسطی تک مذہبی تعصب کے واقعات تفصیل کے ساتھ گنائے ہین، اخیر مین لکھا ہے کہ بالآخر فلسفیانہ روح نے ۴ راگست ۱۷۸۹ء کو مذہبی آزادی پر بحث کی لیکن یہ خیال وجود مین اس وقت آیا جب یہودیون کو ۱۷۹۱ء مین ظلم سے نجات دی گئی تاہم چونکہ فرنچ رزولیوشن کا طریق انتظام اچھا نہ تھا اس لئے وہ مذہبی آزادی کو مضبوط بنیاد پر قایم نہ کرسکا"

یہ فاضل (زول سیمان) جس چیز کی ابتدا ۱۷۸۹ء بیان کرتا ہے، اسلام مین بارہ سو برس پہلے قایم ہو چکی تھی، لیکن چونکہ فاضل مذکور، اسلام کی حقیقت اور تاریخ سے واقف نہ تھا اس نے دوسرے قومون کی بنا پر تمام عالم کی نسبت عام رائے قایم کی اور اسکو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔

(۵) ترقی تمدن کے بڑے اسباب مین سے ایک یہ ہے کہ عورتون اور مردون کے حقوق برابر قایم کئے جائین اسلام سے پہلے تمام دنیا کا عمل اس اصول کے خلاف تھا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اسکی تلقین کی چنانچہ یہ بحث نہایت تفصیل کے ساتھ کتاب الکلام مین مذکور ہے۔

(۶) کسی قوم کی ترقی کا ایک بڑا اصول یہ ہے کہ اس کے ہر فرد کو من حیث القوم سلف آنر یعنی اپنے آپ عزت کا خیال دلایا جائے، اسلام نے ابتدا ہی سے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا چنانچہ مسلمانون کو مخاطب کر کے کہا۔

كنتم خير امة — تم تمام قومون سے بڑھکر ہو۔

لله العزة ولرسوله وللمومنين — عزت خدا کے لئے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مسلمانون کے لئے۔

قرون اولی مین یعنی جب تک اسلام اسلام رہا یہ خیال مسلمانون مین اسقدر جاگزین تھا کہ قوم کا ہر فرد من حیث القوم اپنے آپ کو افضل ترین عالم سمجھتا تھا، یہی سلف آنر کا خیال تھا جو ان مسلمانون کے ہر قسم کی حوصلہ مندیون اولوالعزمیون بلند خیالیون کا باعث تھا، تاریخون مین تم نے پڑھا ہوگا کہ ایک معمولی درجہ کا مسلمان بھی قیصر و کسری کے دربار مین کس دلیری اور آزادی کے ساتھ سوال و جواب کرتا تھا۔

(۷) ترقی کا مقدم ترین اصول علم ہے اسلام نے علم کو گویا لازمہ اسلام قرار دیا، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین علم کی تحصیل کے متعلق کثرت سے جو ہدایتین ہین ان سے قطع نظر، واقعات پر نظر ڈالو تاریخ ہر ہر قدم پر اس بات کی شہادت دینے کیلئے موجود ہے کہ اسلام دنیا مین جہان جہان گیا علم کو ساتھ لیکر گیا، وہ قومین جو ازل سے جاہل اور امی رہتی آئی تھین، جبدن اسلام لائین علم و فن سے معمور ہوگئین، عرب ابتدا مین علم سے جاہل تھا یہان تک کہ اسلام کے اوایل تک بڑے بڑے شعرا لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے تھے، رو بہ جو مشہور شاعر تھا لکھا پڑھا تھا، لیکن ایک موقع پر جب اس کو کچھ لکھنا پڑا تو اس نے حاضرین سے نہایت لحاح کے ساتھ درخواست کی کہ یہ راز کہین ظاہر نہ ہونے پائے ورنہ میری بڑی بدنامی ہوگی، لیکن یہی عرب اسلام کے وجود کے ساتھ علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ اور امام شافعی، امام مالک، زہری جیسے مجتہدین وہان پیدا ہونے لگے، ترکون کی قوم ہزارون برس پہلے سے موجود تھی لیکن ان کا کمال تھا ع

چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا

یہی ترک تھے جنہین اسلام لانے کے ساتھ حکیم ابونصر فارابی اور امیر خسرو اور سیکڑون علما و شعرا پیدا ہوگئے۔ جن جن قومون نے دنیا مین اسلام قبول کیا ان سب کا شمار کرو اور دیکھو۔ کہ اسلام کے قبل ان کی علمی حالت کیا تھی، اور کیا ہوگئی۔ صاف نظر آئیگا کہ علم اسلام کے عنصر مین داخل تھا۔

(۸) ترقی کا ایک بڑا اصول یہ ہے کہ نظام حکومت جمہوریت کی بنا پر قایم کیا جائے اس اصول پر اسلام نے اسقدر زور دیا کہ خود آنحضرت کو اسکی پابندی کا حکم ہوا۔

وشاورهم في الامر — اور لوگون سے مشورہ کر۔

حالانکہ وحی و الہام کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی مشورہ اور صلاح لینے کی کیا حاجت تھی، مزید تاکید کیلئے مسلمانون کی امتیازی خصوصیت یہ قرار دی۔

وامرهم شورى بينهم — ان کا کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے۔

(۹) ترقی کا بڑا اصول یہ ہے کہ تقسیم عمل کے اصول پر کام کیا جائے، یعنی ہر فرقہ ایک خاص کام مین مشغول ہو، تاکہ اس کام کو بوجہ خصوصیت کے نہایت اعلی درجہ تک ترقی دے سکے یورپ مین یہ اصول یہان تک ترقی کر گیا ہے۔ کہ طبیبون اور حکیمون مین سے خاص خاص امراض کے الگ الگ طبیب ہین، اور وہ ان امراض کے سوا اور بیماریون کے علاج سے واسطہ نہین رکھتے، خود قدرت نے اسی اصول پر عمل کیا ہے، ہاتھ، پاؤن، سر، دل، دماغ کے کام الگ الگ تقسیم کر دیئے ہین، اسلام نے ان اصول کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا۔

۱؎ قرآن مجید مین بہت سی آیتین اس قسم کی موجود ہین جنمین یہ حکم ہے کہ غیر مذہب والون سے دوستی اور محبت نہ رکھو انہین آنکھون کو ہمارے ظاہر مین علما ہر موقع پر پیش کرتے ہین بلکہ وہ آیتین ان کافرون سے مخصوص ہین جو مسلمانون سے مذہبی لڑائی چھیڑتے تھے چنانچہ خود خدا نے اس آیت کے بعد تصریح کر دی اور فرمایا کہ انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم یعنی خدا تو ان لوگون سے دوستی رکھنے کو منع کرتا ہے جو تم سے مذہب کے بارہ مین لڑے اور تمکو تمہارے گھرون سے نکال دیا اور تمہارے نکال دینے پر اعانت کی۔

مکتوبات حضرت امام الزمان

ایک صاحب المعروف سید عبد اللہ بغدادی جو قبل ازین قادیان مین کچھ عرصہ رہکر اب اپنے وطن کو واپس چلے گئے ہین ابتدا مین وہ اہل التشیعہ کے مشرب پر تھے دارالامان قادیان مین کسی شخص کے ساتھ یزید کے بارے مین اون کا تکرار ہوا جس کے باعث جانبین مین طیش آگیا عبد اللہ بغدادی نے اس امر کی شکایت حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے پاس لکھکر بھیجی۔ راقم حروف نے عبد اللہ بغدادی کا خط اور اوسپر جو جواب حضرت اقدس نے اسکو لکھا استفادہ کیلئے نقل کر لئے تھے جو یہان بعد ترجمہ درج کئے جاتے ہین۔

خط عبد اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسئلۃ - ان کان احد من المسلمین یلعن یزید افھل یجوز ان یلعن اللاعن مرۃ لسبب انہ لعن یزید الشمر نشل من عنابکم ان تبین لنا ما قدر یزید وما شانہ وھل یجوز علیہ اللعنۃ ام لا وھل ھو ظالم ام لا انتونا من علومکم الجزیۃ افادنا اللہ منہا والسلام۔

(اقل العباد خادمکم عبد اللہ)

ترجمہ - ایک مسئلہ درپیش ہے کہ اگر کوئی شخص حضور کے مخلصین میں سے ہو اور وہ یزید کو لعنت کرتا ہو تو کیا جائز ہے کہ اوس شخص پر کوئی شخص اس سبب سے ہزار بار لعنت بھیجا کرے کہ وہ یزید کو ملعون کہتا ہے پھر مین حضور سے دریافت کرتا ہون ظاہر فرماوین کہ یزید کا کیا قدر اور اسکی کیا شان تھی کیا یزید پر لعنت بھیجنی جائز ہے یا نہین کیا یزید ظالم تھا یا نہین اپنے علوم جزیلہ سے ہمین فیض عنایت کرین تاکہ ہم بہرہ مندی حاصل کرین۔

کمترین خادم عبد اللہ

جواب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعلموا ان الاقوال التی نسبت الی یزید لا اعلم بالیقین انہا کیف وقعت والاخبار مختلفۃ والروایات کثیرۃ ومن التقوی ان لا یلتفت الانسان الی لعن الاخرین ویخشی من فسق نفسہ ویجاھد لتزکیتہا فان فسق یزید لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم ولکل عضو من اعضاء الانسان سیرۃ ومن سیرۃ اللسان ان یحفظہ عن اللعن والسلام

(غلام احمد عفی اللہ عنہ)

ترجمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واضح ہو جن افعال کی نسبت یزید کیطرف منسوب کیجاتی ہے مجھے یقینا معلوم نہین کہ وہ کسطرح ہوئے تھے اس امر مین خبرین مختلف اور روائتین بہت ہین۔ تقوے کی یہ شرط ہے کہ انسان دوسرون کی لعنت کی طرف التفات نہ کرے (بلکہ) اپنے ہی نفس کے فسق سے ڈرتا رہے اور اسکی تزکیہ وتصفیہ مین کوشش کرے۔ کیونکہ یزید کا گناہ تمکو کچھ ضرر نہین دیتا۔ اگر اسکی شرارت تھی تو اوسکا وبال یزید پر ہی پڑے گا۔ بقولہ تعالے۔ یا ایھا الذین امنوا لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ یعنے اے ایمان والو اگر تم خود ہدایت یافتہ ہوگئے تو گمراہ آدمی تمکو ضرر نہین پہونچا سکتا۔ انسان کے ہر اندام مین خدا تعالے نے نیک سیرت کی خاصیت رکھی ہے جس اظہار کے لئے خدا تعالیٰ انسان کو مد عو کرتا ہے۔ پس انسان کی ذبان کی نیک سیرتون مین سے ایک یہ ہے کہ اوس کو بدگوئی سے روکے۔ والسلام

(غلام احمد عفی اللہ عنہ)

استفسار اور اُن کے جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

سلمکم اللہ تعالیٰ علے رؤس المسترشدین والمستفیضین الے یوم الدین امین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خادم دیانت ماوجب حضور کے عنایات کا از بس مشکور ہون خداوند کریم حضور کو نیک جزا عطا فرماوے۔ چونکہ نیاز مند خوگر دہ الطاف ہے لہذا بار بار جرأت کرتا ہے امید کہ لابتغاء مرضات اللہ معاف فرمایا کرین ہر حال مین اپنی فیاضی اور دریا دلی کو ملحوظ فرمایا کرین کہ کمترین بیان کو بھی اس قحط الرجال مین اور کوئی مربی نظر نہین آتا۔

۱۔ احمدی امام اور غیر احمدی مقتدی ہو تو جماعت کے ثواب کے بارہ مین اگر حضور کوئی رائے نہین دیسکتے۔ تو براہ عنایت حضرت امام الزمان علیہ السلام سے فتوے لیا جاوے۔ اور ممتاز فرمایا جاوے۔

۲۔ کتنے سال کا ہو جو اس کو شرعًا مکلّف قرار دیا جائے

۳۔ مسلمان غیر احمدی کو مسلمان بولا جاوے یا اون کو کیا سمجھا جاوے۔

۴۔ محتلم صبح کی نماز کیلئے بوجہ ضعف اور بزدلی اور خوف سردی کے غسل کر لینے سے عاری ہے تو نماز کو بکر ادا کرے یا بعد طلوع آفتاب غسل کرکے ادا کرے یا پہلے کسیطرح تیمم کرے وضو کرنے سے عاری نہین ہے صرف اسوقت غسل کرنے سے وہم مین پڑتا ہے۔

۵۔ جنبی بحالت جنب قرآن شریف یا اور درود و استغفار پڑھ سکتا ہے یا نہ۔

۶۔ اثنا نماز مین اگر ٹوپی یا پگڑی سجدہ مین گر پڑے یا تہ بند کا تہ بند ڈھیلا ہوجاوے یا تہ بند کہل جاوے تو کیا کرے۔

۷۔ امام احمدی ہے مگر وہ وتر کی نماز حنفی علما کی رائے پر پڑہتا ہے یعنے تین رکعت ملکا بیک سلام پڑہتا ہے اور دو رکعت کے بعد قعدہ مین ورسولہ تک پڑھکر تیسری رکعت مین بعد قرأت دعا قنوت پڑہتا ہے پس اس کے پیچھے نماز وتر کی پڑھ لیاوے یا نہ۔ اگر نہ پڑھی جاوے تو پیچھے حکم نماز وتر کے پڑہنے کا کسطرح ہے مفصل ارشاد ہو۔ اور دعا قنوت کیا اسمین سنت ہے۔

۸۔ مسجد کا کہنہ وردی اسباب متولی مسجد اپنی رائے سے کسیکو دیسکتا ہے یا تبدیل تغیر کرسکتا ہے۔

۹۔ ال مسجد یعنے ایک مسجد کے بہت فرش اور ڈول وغیرہ بکثرت جمع ہین دوسری مسجد محتاج ہو تو کیا متولی مسجد پہلی مسجد سے اوس مسجد کی امداد کرسکتا ہے یا نہ۔

۱۰۔ ایک مسجد کی تعمیر کیلئے روپیہ جمع ہو اب بعد اختتام تعمیر اگر روپیہ کچھ بچ جاوے تو اوسکو کسی محتاج مسکین پر خرچ کرلینا جائز ہے یا نہ۔

۱۱۔ مقتدی خلف الامام کسقدر بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے بعض ایسا پڑہتے ہین جو امام بھی سنتا رہتا ہے بعض اس کے خلاف مین لہذا مقصد یہ ہے کہ تسبیح و قرأت و تکبیر مقتدی کی کس طرح ہو۔ باقی آئندہ انشاء اللہ تعالے

۱۲۔ تصویر بسراسر تنویر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہم لوگ کس غرض سے خرید کرین۔ یعنے کیا نیت ہو۔ آیا بطور زیارت وتبرک کے اوس کو احمدی روزمرہ یا بوقت جوش ارادت کے زیارت کر لیا کرین یا کسطرح۔ چونکہ مرکز اسلام آج قادیان شریف ہے لہذا یہ حضور کو ہی تکلیف دیجاتی ہے امید ہے کہ معاف فرمایا کرین گے

نماز جمعہ مین فرض سے پہلے چار رکعت سنت ہے یا کم وبیش بعد فرض کتنی رکعتین ہین مفصل ارشاد ہو

کمترین خادم الخدام الٰہی بخش ولد شیخ محمد بخش قانون گوئے۔ بہیرہ محلہ قانون گویان۔

جواب

آپنے جسقدر سوال پوچھے ہین۔ اُنکی نسبت گذارش ہے۔ ہمارے امام کا یہ مذہب ہے کہ صریح قرآن اور حدیث مین جو مسائل موجود ہون اونپر قرآن اور حدیث کے مطابق عمل کیا جاوے۔ اور جو مسائل قرآن اور حدیث مین موجود نہین۔ اون مسائل پر علی العموم لوگ حنفی مذہب پر عمل کرلین۔ یہ ایک اصل ہے جس سے آپ اپنے سوالون کو آسانی سے حل کرسکتے ہین۔ جب ہمارے لئے امام نے ایک قاعدہ بنا دیا کہ ہم قرآن کریم پر عمل کرین اور پھر احادیث صحیحہ پر۔ اور اگر وہ کوئی مسئلہ کو نہ پاوین تو حنفی مذہب کو دستور العمل کرلین تو ہمین دقت ہی کیا رہ گئی۔

دوسری ایک اصل بھی قابل یادگار ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور قرآن کریم مین بھی اسکی اصل موجود ہے۔ مثلاً لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم اور نبی کریم نے فرمایا ہے تم مین سے برے مین وہ لوگ جو کثرت سوال سے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرا لیتے ہین۔

۱۔ جمعہ سے پہلے جسقدر اللہ تعالے توفیق دیوے سنتین پڑھو۔ کوئی حد بندی نہین۔ دو ہون چار ہون چھ ہون یا اس سے بھی زیادہ۔

۲۔ حضرت صاحب کی تصویر آپکے لئے بالکل بے فائدہ ہے۔ کسیطرح مفید نہین۔ یہ تصویر صرف اس لئے بنوائی گئی تھی کہ یورپ اور امریکہ والے لوگون کے سامنے پیش کیگئی کہ آیا یہ شخص کیا خطوخال سے شبیہ یا شکل نظر آتا ہے۔ پس جو لوگ اصل کو دیکھ سکتے ہین اونہین نقل کی ضرورت ہی کیا ہے اس بارہ مین البدر نے ایک مضمون حضرت کی زبانی لکہا ہے۔

۳۔ مقتدی الحمد شریف اتنا پڑہے کہ امام ہرگز نہ سنے اگر امام کو سنائیگا تو اس کو تنازع کہتے ہین اور حدیث مین تنازع منع ہے اسیطرح تسبیح وغیرہ بھی آہستہ پڑہے ہان دوسرون کو آگاہ کرنے کیلئے تکبیر کا اونچا کرنا شرعًا جائز ہے۔ مسجد کا بچا ہوا روپیہ مساکین کو دیسکتا ہے

۴۔ ایک مسجد کا مال اگر بالکل اوس مسجد کی حاجتون سے زاید پڑا ہوا ہو تو دوسری مسجد کو دیسکتا ہے

۵۔ مسجد کا کہنہ اور ردی اسباب نیک متولی اپنی رائے سے اسمین تبدیلی کرسکتا ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح

۶۔ یہ سوال کہ ایک احمدی امام وتر اور طرح پڑہتا اور حنفی اور طرح پڑہتے ہین سے تعجب انگیز ہے کیونکہ وتر تین رکعت بیک سلام جیسے حنفی پڑہتے ہین شرع اسلام مین ثابت ہین اور وتر تین رکعت دو سلام سے بھی ثابت ہین پس اگر احمدی تین رکعت وتر بیک سلام حنفیون کیطرح پڑہتا تو اس نے خلاف سنت نہین کیا۔ اور ہم نے خود اسطرح بہت دفعہ پڑہے ہین۔

۷۔ اثنا نماز مین تہ بند اور پاجامہ ڈھیلا ہوجاوے تو اوس کو ٹھیک سنوارے۔

۸۔ جنبی بحالت جنب درود و استغفار بلکہ قرآن بھی پڑھ سکتا ہے۔

۹۔ صبح کی نماز بوجہ خوف اور خوف سردی تیمم سے جائز ہے جبکو مرض کا ڈر ہو اور مسلمان بزدل نہین ہوا کرتا

۱۰۔ مسلمان کے معنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل فرما دیئے ہین مشکوٰۃ کے ابتدا مین لکہا ہوا ہے مسلمان وہ ہے جو۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ اور پانچ وقت کی نماز پڑہے اور رمضان کے روزے رکھے زکوٰۃ دے حج کرے۔ اور ایک حدیث مین لکہا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ جب مسلمان کی یہ تعریف ہے تو ایک احمدی اگر یہ کام نہین کرتا تو وہ مسلمان نہین

۱۱۔ بلوغ کی حد عام طور پر ۱۵ برس ہے اور مالی اسباب سپرد کرنیکیواسطے پچیس برس ۔ ایک سوال کی نسبت آپنے مجھے علم دیا ہے کہ مین امام سے پوچھون میری عادت نہین کہ مین اپنے سوال کیا کرون مجھے تو اونکا دیکھنا (اور ان کے روبرو بیٹھنا اور ان کے اقوال سننا ایسے مقدم ہین کہ مجھے خود سوالون کی ضرورت نہین۔ لمن آپ براہ راست اگر دریافت فرمائین تو آپکو ہی نیا علم حاصل ہوجاویگا مین امید کرتا ہون کہ آپکے سوالون کے